۷۸۶
۹۲
فتاویٰ رضویہ
مصنفہ
اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ناشر
رضا اکیڈمی بمبئی
۲۶، کامبیکر اسٹریٹ، بمبئی ۳

اعلیحضرت امام احمد رضا کا ۷۵ واں سالانہ عرس ۲۵ صفر ۱۴۱۵ھ ۔ رضا اکیڈمی بمبئی ۳

RAZA OFFSET, Bombay-3 • Tel: 371 23 13

سلسلۂ اشاعت نمبر ۶۹

۷۸۶/۹۲

العطایا النبویۃ
فی
الفتاوی الرضویۃ

جلد پنجم

مصنفہ

مجدد دین وملت

اعلحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ

بفیض

تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلحضرت

حضور مفتی اعظم علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفی رضا خاں قادری نوری رضی اللہ تعالی عنہ

ناشر

رضا اکیڈمی بمبئی

۱۳۰، علی عمر اسٹریٹ، بمبئی ۳

سلسلۂ اشاعت نمبر ———— ۶۹

کتاب ———— فتاویٰ رضویہ جلد پنجم

تصنیف ———— امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ

حاشیہ ———— حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قدس سرہٗ

تصحیح ———— حضور مفتی اعظم ہند و مولٰینا شاہ حسنین رضا خاں علیہما الرحمہ

" ———— بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب اعظمی، محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

تعارف محشی ———— محمد عزیز الرحمٰن رضوی منانی بریلوی مدرس الجامعۃ القادریہ

عرض حال ———— بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب اعظمی مدظلہ

ترتیب فہرست ———— مفتی اعظم ہند، مولانا شاہ حسنین رضا خاں، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی

ناشر ———— رضا اکیڈمی بمبئی

سن طباعت ———— ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء

مطبوعہ ———— رضا آفسیٹ بمبئی ۳

Rs. 290/-

من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين

بفضلہٖ سبحٰنہ وتعالیٰ

یہ بے عدیل وبے مثیل اور مبارک فتاوائے حضور پرنور امام اہل سنت مجدد دین الملۃ عظیم البرکۃ رفیع الدرجۃ محی السنۃ ماحی الفتنۃ شیخ الاسلام والمسلمین عمدۃ المحققین تاج الفحول المدققین قالع اساس النجدیین قامع المرتدین سمو المکانۃ والمکان اعلیحضرت مولٰنا الحاج القاری الشاہ محمد احمد رضا خاں رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ عنا

مسمّٰے باسم مقدس

العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية

کی ۱۲ مجلدات سے کتاب النکاح کا حصہ چہارم

بتصحیح واضافہ فوائد، از فقیر ابو البرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد مصطفٰے رضا قادری برکاتی نوری رضوی نور اللہ بالنور الصوری والمعنوی وحقق املہ واصلح عملہ باہتمام عالیجناب مولٰنا مولوی حاجی شاہ محمد حسنین رضا خاں صاحب دام بالمواہب الجلیلۃ والمکارم العلیۃ خلعت اوسط حضرت استاذ زمن مداح محبوب رب ذی المنن مولٰنا مولوی حاجی محمد حسن رضا خاں صاحب حسن

رحمہ اللہ العلی الاعلی

مطبع حسنی [illegible]

تاجدارِ اہلسنّت مفتیٔ اعظم ہند علامہ شاہ

تعارفِ محشی محمد مصطفٰی رضا قادری

علیہ الرّحمۃ والرّضوان

امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے رب کونین کی بارگاہ میں یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ اپنے فضل وکرم سے مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے مبارک دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔ اعلیٰ حضرت کی دعا بارگاہِ رب العزت میں قبول ہوئی اور مفتیٔ اعظم ہند ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۷ جولائی ۱۸۹۲ء امام احمد رضا فاضل بریلوی کی دعا کا نتیجہ اور ان کا مظہرِ اتم بن کر اس دنیا میں تشریف لائے۔

مفتیٔ اعظم ہند کا پیدائشی نام محمد ہے اور اسی نام پر امام احمد رضا فاضل بریلوی نے آپ کا عقیقہ فرمایا۔ حضرت سیدنا ابوالحسین نوری میاں علیہ الرحمہ نے آپ کا نام ابوالبرکات محی الدّین جیلانی رکھا اور اعلیٰ حضرت نے عرفی نام مصطفٰی رضا تجویز فرمایا۔ اور رب کونین کا مفتیٔ اعظم ہند پر خاص فضل وکرم ہے کہ جس صبح کو آپ کی ولادتِ باسعادت ہوئی اسی شب میں عالم اسلام کی دو عظیم روحانی شخصیتوں یعنی قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سراج خانوادۂ برکات حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین نوری میاں علیہ الرحمہ اور چودھویں صدی ہجری کے مجدد اعظم کنز الکرامت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بیک وقت یہ خواب دیکھا کہ اعلیٰ حضرت کے یہاں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے اور اس کا نام آل رحمٰن رکھا جائے۔[1]

لفظِ آل کے بارے میں حضرت علامہ ملا مبین رحمۃ اللہ علیہ ملا مبین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آل کی اضافت رحمٰن یا اسم جلالت کی طرف کیجائے تو اس سے اولیاء اللہ مراد ہوتے ہیں۔ تو گویا مفتیٔ اعظمِ ہند صرف ایک بچہ ہونے ہی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ولی کامل کی صورت میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

جب حضور مفتیٔ اعظم ہند کی عمر صرف چھ ماہ تھی اس وقت آپ کے روحانی پیشوا نوری میاں علیہ الرحمہ نے آپ کو پہلی مرتبہ دیکھا۔ نظر پڑتے ہی آپ نے پیشانی چومی اور بیساختہ مفتیٔ اعظم ہند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یہ مادر زاد ولی ہے برکتوں کے اعتبار سے ابوالبرکات، اور مرتبۂ فنائیت میں محی الدین جیلانی ہے۔ یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہونچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے۔ اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دینِ حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا۔[2] یہ جملہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے اپنی شہادت کی انگلی مفتیٔ اعظم ہند کے دہن مبارک میں ڈالی اور اس کے بعد آپ نے مرید فرمایا اور تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے نوازا۔ گویا مفتیٔ اعظم ہند کو بقول اعلیٰ حضرت ؎ "اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے" نورٌ علیٰ نور بنا دیا۔

والد ماجد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی نگرانی میں آپ کی تعلیم وتربیت کا انتظام اپنے شہزادۂ اکبر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں صاحب سے ارشاد فرمایا "میری مصروفیات سے تم باخبر ہو تم اپنے بھائی کو پڑھایا کرو" حجۃ الاسلام نے مفتیٔ اعظم ہند کو بڑی محنت ولگن کے ساتھ پڑھایا۔ آپ کے اساتذہ میں والدِ ماجد اور بڑے بھائی کے علاوہ مولانا رحم الٰہی، مولانا سید بشیر احمد صاحب علی گڑھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مولانا رحم الٰہی صاحب نے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں عرض کیا:

"میں اپنے لئے یہ بڑا اعجاز سمجھتا ہوں کہ آپ نے مستقبل کے مجدد کی تعلیم کیلئے مجھے حکم دیا ہے۔ لیکن مجھے یقینِ کامل ہے کہ حقیقۃً تعلیم وتربیت

آپ ہی فرمائیں گے۔ کیوں کہ صاحبزادے صاحب میں جو آثار بزرگی میں ابھی سے دیکھ رہا ہوں وہ حیرت انگیز ہیں ؂

حضور مفتیٔ اعظم ہند اپنی بے پناہ علمی و عملی خوبیوں میں امتیازی مقام و مرتبہ پر فائز ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ایک جامع کمالات شخصیت کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے معاصرین میں کوئی آپ کا ہمسر نظر نہیں آتا۔ آپ نے اپنے والد گرامی کی طرح احقاق حق و ابطال باطل کے کسی نازک موڑ پر بھی کسی دنیوی مفاد اور مادی قوتوں کی ذرا سی بھی پرواہ نہیں کی۔ مفتیٔ اعظم اپنے والد کی سچی تصویر تھے۔ الولد سر لابیہ کی ایسی بے داغ تفسیر آسانی سے دیکھنے کو نہیں ملتی۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند نے درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی اور بہت رسالے اور کتابیں شائع فرمائیں۔ مذہبیات میں بھی اور سیاست میں بھی۔ اعلیٰ حضرت کے ملفوظات چار حصوں میں مرتب کر کے مہجوروں کو امام احمد رضا فاضل بریلوی کی محفل میں بٹھایا۔ فراق میں وصال کا لطف آ گیا۔ جو پڑھتا ہے مجلس رضا کا لطف اٹھاتا ہے اور عالم یہ ہوتا ہے ع کھنچی ہے سامنے تصویر یار کیا کہنا

آپ کی تصنیفات آپ کی علمی عبقریت پر شاہد عدل ہیں۔ بقول کسے: ان کی تحریر میں ان کے والد جلیل امام احمد رضا قدس سرہٗ کے اسلوب کی جھلک اور ژرف نگاہی نظر آتی ہے۔ تحقیق کا کمال بھی نظر آتا ہے اور تدقیق کا جمال بھی۔ فتاویٰ کے جزئیات پر عبور کا جلوہ بھی نظر آتا ہے اور علامہ شامی کے تفقہ کا اندازہ بھی۔ تصانیف میں امام غزالی کی تحقیق اور امام رازی کی تدقیق اور امام سیوطی کی تلاش و جستجو کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔

مفتیٔ اعظم ہند کے انداز تصنیف میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے قلم کا رنگ جھلکتا ہے۔ تو اندازہ لگایئے کہ ان کی تصنیف و تالیف کا مقام کیا ہوگا۔ امام احمد رضا کی طرح آپ کا قلم بھی اصلاح عقائد اور فتویٰ نویسی سے متعلق فیصلے صادر کرتا رہا جو بجائے خود بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ جس کے سبب آپ کو مفتیٔ اعظم ہند جیسے عظیم الشان لقب سے نوازا گیا۔

حضرت مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی تصنیفات و تالیفات اور قلمی خدمات جواب تک تحقیق میں آئیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

نمبر	نام	سن
۱	اشد الباس علی عابد الخناس	۱۳۲۸ھ
۲	الکاوی فی العاوی والغاوی	۱۳۳۰ھ
۳	القشم القاصم للداسم القاسم	۱۳۳۰ھ
۴	نور الفرقان بین جند الالٰہ واحزاب الشیطان	۱۳۳۰ھ
۵	وقعات السنان فی حلقۃ مسماۃ بسط البنان	۱۳۳۰ھ
۶	الرمح الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی	۱۳۳۱ھ
۷	وقایہ اہل سنہ عن مکر دیوبند والفتنہ	۱۳۳۲ھ
۸	الھی ضرب بہ اھل الحرب	۱۳۳۲ھ
۹	ادخال السنان إلی الحنک الحلقی بسط البنان	۱۳۳۲ھ
۱۰	نہایت السنان	۱۳۳۲ھ
۱۱	صلیم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان	۱۳۳۲ھ
۱۲	سیف القہار علی العبد الکفار	۱۳۳۲ھ
۱۳	نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار	۱۳۳۲ھ
۱۴	النکتہ علی مراۃ کلکتہ	۱۳۳۲ھ
۱۵	مقتل کذب وکید	۱۳۳۲ھ
۱۶	مقتل اکذب واجہل	۱۳۳۲ھ
۱۷	الموت الاحمر علی کل الجنس الاکفر	۱۳۳۷ھ
۱۸	الملفوظ اوّل	۱۳۳۸ھ
۱۹	الملفوظ دوم	۱۳۳۸ھ
۲۰	الملفوظ سوم	۱۳۳۸ھ
۲۱	الملفوظ چہارم	۱۳۳۸ھ
۲۲	الطاری الداری لھفوات عبد الباری اول	۱۳۳۹ھ
۲۳	الطاری الداری لھفوات عبد الباری دوم	۱۳۳۹ھ
۲۴	الطاری الداری لھفوات عبد الباری سوم	۱۳۳۹ھ
۲۵	القول العجیب فی جواز التثویب	۱۳۳۹ھ
۲۶	طرق الھدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجیاد	۱۳۴۱ھ
۲۷	حجۃ واھرہ بوجوب الحجۃ الحاضرہ	۱۳۴۲ھ
۲۸	القسورہ علی ادوار الحمر الکفرہ	۱۳۴۳ھ
۲۹	سامان بخشش عرف گلستان نعت نوری	۱۳۵۴ھ
۳۰	فتاویٰ مصطفویہ اول	از ۱۳۴۹ھ تا ۱۳۵۹ھ
۳۱	فتاویٰ مصطفویہ دوم	
۳۲	فتاویٰ مصطفویہ سوم	
۳۳	شفاء العی فی جواب سوال بمبئی	
۳۴	تنویر الحجہ بالتواء الحجہ	

الغرض حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی مذہب و ملت کے لئے وقف کر دی تھی۔ انھوں نے تبلیغ و ارشاد کا حق ادا کر دیا۔ ہاں وہ بھی وقت آ گیا جس کے تصور سے دل کانپتا ہے: یوں نہ پردہ کر و خدا کے لئے ∴ دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے

عزیز و اقارب حاضر خدمت ہیں جاں کنی کا عالم ہے اچانک ارشاد ہوتا ہے۔ پڑھو سب پڑھو حسبنا اللہ ونعم الوکیل

ہر جفا ہر ستم گوارہ ہے ∴ اتنا کہہ دو کہ تو ہمارا ہے

تمام حاضرین اور آپ یہ پڑھ ہی رہے تھے۔ کہ اس کے حضور حاضر ہو گئے اور جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں ∴ جا مری جان جا خدا حافظ

اہل محبت اور ارباب وفا کے لئے یہ گھڑی کتنی کٹھن تھی کچھ نہ پوچھئے — ہاں

زخم وہ دل پہ لگا ہے کہ دکھائے نہ دکھے ∴ اور چاہیں کہ چھپالیں تو چھپائے نہ چھپے

۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء بروز جمعرات رات ایک بج کر چالیس منٹ پر وصال ہوا۔

لفظ طٰہٰ میں ہے مضمر ان کی تاریخ وصال ∴ چودھویں کی رات کو وہ بے گماں جاتا رہا

وصال کی خبر سنتے ہی عالمی سطح پر لوگ آنے شروع ہو گئے۔ ریلیں، بسیں، ٹرک، کاریں اور ہوائی جہاز بریلی کی طرف آنے شروع ہو گئے۔ ایک اندازے کے مطابق دس لاکھ افراد جلوس جنازہ میں شریک تھے [6]

سلام اس پر جس کا مسکن مرکز ارباب صفا تھا — سلام اس پر جس کا مدفن مرجع ارباب وفا ہے

محمد عزیز الرحمٰن منّانی ڈی۔ ایم۔ اے
استاذ الجامعۃ القادریہ
رچھا۔ ضلع بریلی شریف

۲۵ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ
یکم جنوری ۱۹۹۲ء

۱۔ مقدمہ حیات مفتی اعظم ہند ملخصا ——— مفتی سید شاہد علی صاحب رضوی
۲۔ حجاز جدید مفتی اعظم نمبر ——— ستمبر اکتوبر ۱۹۹۰ء
۳۔ مقدمہ حیات مفتی اعظم ہند ملخصا ——— مفتی سید شاہد علی صاحب رضوی
۴۔ مقدمہ حیات مفتی اعظم ہند ملخصا ——— مفتی سید شاہد علی صاحب رضوی
۵۔ استاذ محترم علامہ محمد حنیف خاں رضوی سے ایک ملاقات میں مولانا قربان علی بیسلپوری نے بیان کیا۔
۶۔ ضیائے حرم، لاہور۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نمبر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ ملخصا

عرضِ حال

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

۱۴ر شوال ۱۴۱۱ہجری کو جمعہ کے روز لگ بھگ گیارہ بجے مولانا عبدالرؤف صاحب نائب شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ ایک مختصر سی علالت کے بعد اعظم گڈھ صفی ہسپتال میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ دن گزار کر رات میں ۹، ۱۰ بجے کے درمیان آپ کی نماز جنازہ ہوئی۔ حاضرین کی تعداد کے لحاظ سے یہ ایک غیر معمولی نماز جنازہ تھی کچھ کم و بیش اٹھائیس صفیں وہ بھی اتنی رات گئے۔ جامع مسجد کی نماز کے علاوہ یہاں دیکھنے میں نہیں آئی۔

بات اصل یہ ہے کہ مولانا ایک فرض شناس اور محبت کرنے والے صاحب اہل وعیال آدمی تھے۔ پورے درس نظامیہ پر اعلیٰ درجہ کا استحضار رکھنے والے ایک غیر معمولی مدرس تھے عبقری صفت فقیہ تھے، ہند وپاکستان میں چوٹی کے علمائے اہلسنت میں شمار ہوتے تھے۔ اور ان سب سے بڑھ کر ایک مسلم قانت، ایک انسان کامل اور ایک خاص بندۂ خدا تھے۔ ان کی ۱۴۱۱ھ کی وفات پر پورے معاشرے کا اضطراب، اور ایک وسیع خطۂ زمین میں اس سانحہ کا سوگ منایا جانا ایک فطری امر تھا اسی لیے اہل وعیال، عزیز واقربا، حلقۂ احباب اور عام متعلقین علاوہ مدرسین، طلباء و معتقدین کے ساتھ ساتھ مختلف ادارے اور انجمنیں جیسے انجمن اہلسنت واشرفی دار المطالعہ، دار العلوم اشرفیہ اور ہندوستان کے بے شمار مدارس اور تنظیموں نے اس سانحے پر اپنے دلی دکھ کا اظہار کیا اور ایصال ثواب کی مجلسیں قائم کیں۔

لیکن ان تمام سوگواروں کی بھیڑ میں ایک اور ادارہ بھی تھا جو کچھ نہ کر سکا۔ حالانکہ مولانا اس کے سب کچھ تھے اور وہ مولانا کا سب کچھ میری مراد سنی دار الاشاعت مبارک پور اعظم گڈھ سے ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ اور جن جن سے مولانا کا تعلق تھا۔ ادارہ ہو کہ انجمنیں، مدرسہ ہو کہ شخصیتیں ان کا اپنا علیحدہ وجود بھی تھا اور سنی دار الاشاعت کو مولانا سے الگ کرکے سوچا ہی نہیں جاسکتا۔ اس لئے مولانا کے بعد "سنی دار الاشاعت" خود بھی مرگئی، کون رہ گیا تھا جو اس کی طرف سے مولانا کا سوگ مناتا۔ سب اپنی اپنی طرف سے ہی مولانا کے غم میں مبتلا تھے اور یہاں سے مولانا کے لیے بہت کچھ ہونا چاہیئے تھا وہاں سناٹا تھا۔ کون کرتا؟ مولانا ہوتے تو بہت کچھ ہوسکتا تھا۔ پر اب تو وہ خود ہی کفن اوڑھ کر سوگئے تھے۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے ؎

گوری سوئے سیج پر کہ مکھ پر ڈالے کیس　　چل خسرو گھر اپنے کہ سانجھ بھئی چودیس

آپ اسی بات کو حیرت سے نہ سنیں واقعہ یہی ہے کہ مولانا عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ سنی دار الاشاعت کی اسکیم بنانے والے تنہا تھے اس کے بعد چندہ وصول کرنے میں وہی پیش پیش، بریلی شریف سے فتاویٰ کا مسودہ وہی لائے۔ مبیضہ انہوں نے کرایا۔ دونوں کا مقابلہ حرف بحرف انہوں نے ہی کیا۔ پریس والوں سے معاملہ انھیں کا کام تھا۔ کاپی، پروف، فہرست وعنوان کی تیاری بار بار لکھنؤ جانا حتی کہ کتابیں خود ہی لانا اور یہاں طالبعلموں کے ساتھ مل کر بنڈل ڈھونا۔ کس کس بات کو یاد کیا جائے۔ کتاب چھپ گئی تو لوگوں کو خط لکھنا، آرڈر بک کرنا ان کے لیے پارسل سینا، اسکو بھیجنا، کون سا کام تھا جو تنہا مولانا نے نہ کیا ہو اور اس خاموشی اور بے نیازی سے کہ نہ صلے کی خواہش نہ داد کی پرواہ مرنے والے کی ایک ایک ادا یاد آکر خون کے آنسو رُلاتی ہے اور کیوں نہ ہو ؎

جان کر منجملہ خاصان میخانہ مجھے　　مدتوں روتے رہیں گے جام و پیمانہ مجھے

مگر دنیا کا یہ حال ہے کہ ؎

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کی　　ہزاروں اُٹھ گئے پھر بھی وہی رونق ہے محفل کی

مولانا عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ بھی اُٹھ گئے، اقربا نے رو دھو کر صبر کرلیا۔ دوست احباب متعلقین وہم جنس فاتحہ خیر سے فرصت و فراغ پاکر اپنے اپنے مشغلوں میں مصروف ہوگئے۔ حد یہ کہ دار العلوم اشرفیہ" مولانا جس کی ریڑھ کی ہڈی تھے" مولانا کی خالی جگہ کی پرواہ کیے بغیر برابر آگے بڑھتا رہا۔

لیکن ایک سنی دار الاشاعت کی بے گور وکفن لاش ضرور البتہ پڑی رہی ان کے جسم کو لوگوں نے دفن کر دیا لیکن یہ ادارہ جو انکی

روحانیت کا روپ" تھا۔ اسکی طرف توجہ نہ ہوسکی، حالانکہ یہ وہ ادارہ تھا جس کے لیے مولانا نے خود کو فنا کر دیا تھا۔

آخر اسی کو خیال آیا جو زندگی میں بھی مولانا کے سب سے زیادہ قریب تھا۔ انکے جسم و جان بلکہ دین و ایمان کے بعد سارے جہان سے قریب یعنی آقائے نعمت، سراج اُمت، "حضور حافظ ملت" دام بالفضل والایادی، آپ نے مولانا محمد شفیع صاحب اور مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب کو اس کام پر مامور فرمایا۔ اور ان لوگوں نے حساب کتاب کر کے گاڑی کو ایک رُخ پر لگا دیا۔ حساب و کتاب کے نتیجے میں "سنی دار الاشاعت" کے اثاثہ کی یہ شکل بنی۔ سو نسخے کلام مجید اور لگ بھگ سو روپے ہی نقد۔ دس جلدیں فتاویٰ رضویہ سوم اور تین سو جلدیں فتاویٰ چہارم کی۔ اور کچھ متفرق کتابیں اور اللہ بس باقی ہوس۔

ادھر اپنی حیات سے چار سال قبل مولانا نے فتاویٰ رضویہ پنجم کو اشاعت کے لیے نامی پریس لکھنؤ کے حوالہ کیا تھا جسکے ۹۶ صفحات چھپ چکے تھے ۲۴۴ صفحے تک کتابت ہو چکی تھی تقریباً ۶ ہ ریم کاغذ پریس کے پاس موجود تھا لیکن ان کے وصال کے ڈیڑھ سال قبل سے اسکی رفتار طباعت میں تعطل پیدا ہو گیا تھا۔ سنی دار الاشاعت کی طرف توجہ کے ساتھ ساتھ فطرۃً فتاویٰ جلد پنجم کی طرف خیال آنا ضروری تھا۔ اور یہ چیز اس حیثیت سے بھی دلچسپی کا باعث تھی، کہ مولانا مرحوم کی ایک سچی یادگار باقی رکھنا انکی روحانی تسکین کا سامان فراہم کرنا ہے۔

مذکورہ بالا صاحبان چونکہ مدرسہ کی انتظامیات میں مصروف رہتے تھے اس لیے ان حضرات نے مجھے اس کام کے لیے آمادہ کیا اور ہم لوگ لکھنؤ آتے جاتے رہے۔ تجربہ سے اندازہ ہوا کہ نامی پریس کے موجودہ منیجر صاحب اسکو چھاپنا نہیں چاہتے یا چھاپ نہیں سکتے اسلیے کتاب پھر سرفراز پریس میں اُٹھا لائے۔ جس کی قیمت ہمکو یہ ادا کرنی پڑی کہ ۹ سو روپے اور ۲۵ ریم کا غذاب بھی نامی پریس کے ذمہ ہے۔ اور باربار تقاضا کے باوجود منیجر صاحب نرم لہجے میں ہمکو ٹال دیتے ہیں۔ وہ سوچتے ہونگے یہ مولوی لوگ پھر پردیسی ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ کتاب سرفراز پریس میں آگئی۔ اور ۳، ۴ سال مزید صرف ہوگئے تو چھپ بھی گئی۔ لیکن اس دوران شدت سے ہمکو اس امر کا احساس ہوا کہ نادان محل دوز کے اس دانا و بینا منیجر نے ہمکو ہمارے جرم کی سخت سزا دی کہ ہم نے پہلے ان سے کیوں تعلق منقطع کیا۔

اسکا اجمالی بیان یہ ہے کہ ۹۶ صفحوں کی دوبارہ کتابت کرانی پڑی، مولپیٹوں کی زائد اصلاح سنگی اور کوئلوں کا دام بھرنا پڑا۔ ۱۰۵ ریم کاغذ کا دام طے شدہ نرخ سے ۵ روپے زائد فی ریم ادا کرنا پڑا۔ اور اس مدت میں کتنی بار لکھنؤ آنا جانا پڑا، اسکا کوئی حساب نہیں یہ سب منافع میں اور کتاب ایسی چھپی کہ دیکھ کر رونے کو جی چاہتا ہے اور ہماری بنائی ہوئی غلطیاں بھی اتنی زائد رہ گئی ہیں کہ الامان الحفیظ۔

مولانا عبد الرؤف صاحب علیہ الرحمہ اکیلے ہی سب کام کر لیا کرتے تھے اس لیے ہم لوگوں کو کچھ احساس نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب جبکہ کام سے سابقہ پڑا تو معلوم ہوا کہ کام کتنا مشکل اور زہرہ گداز ہے کاپی اور پروف کا مقابلہ تو جیسے تیسے ہو گیا۔ لیکن فہرست کی ترتیب میں بیحد محنت اور بار پڑا، پھر بھی کام صرف "چلاؤ" ہوا۔ ہمیں خود احساس ہے کہ اس سے زیادہ بہتر فہرست بن سکتی تھی جبکہ کتاب النکاح کی فہرست بنی ہوئی پہلے سے طیار تھی۔

اس جلد کے مضامین کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر پر مشتمل ہیں۔ اور کتاب النکاح میں مندرجہ ذیل چھ رسالے ہیں حباب الانوار، ماحی الضلالۃ، ازالۃ العار، البسط المجل، ھبۃ النساء۔ الطائب التہانی کتاب الطلاق میں صرف دو رسالے شامل ہوسکے رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق اور اکد التحقیق بباب التعلیق لیکن دو بیحد قیمتی رسالے دستیاب نہ ہوسکے۔ ایک حق الحقائق فی حادثۃ من نوازل الطلاق اور دوسرا الکاشف الدھاق باضافۃ الطلاق دونوں کا مضمون نام سے ظاہر ہے "کتاب الایمان" میں ایک رسالہ شریک اشاعت ہے الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین لیکن دوسرا رسالہ الجوھر الثمین فیما ینعقد بہ الیمین مفقود ہے۔ پوری کتاب میں ۴۵۹ مسائل ہیں اور اصل کتاب آٹھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

کتاب اور اسکے مضامین کے بارے میں کچھ کہنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے کیسا استحضار اور علم میں کس درجہ گہرائی تھی۔ نمونۃً ہم یہاں صرف دو مسئلے ذکر کرتے ہیں۔ ص۱۹۲ پر ایک سوال ہے۔

"زید کی زوجہ بھی اور بشیرن میں ہیں اس نے دوبار یا تین بار کہا میری عورت پر طلاق اور کسی عورت کا نام نہیں لیا ان میں کس پر تین طلاقیں پڑیں گی"

آپ نے حاشیہ اور متن ملا کر دو صفحوں میں جواب لکھا۔ پھر بھی دریا کو کوزے میں بند کیا۔ فرماتے ہیں۔

اس مسئلہ کی اٹھاون شکلیں ہیں۔ اور سب کا حکم چار اصل کلی سے نکلتا ہے۔ اول الخ" آگے پورے جواب میں ان سب شکلوں کی وضاحت

چاروں اصلوں کا بیان پھر ہر شکل کے حکم تحریح آپ کتاب میں پڑھیے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی شکل میں خدا کی قدرت کا نظارہ کیجیے۔ اتنے مختصر سے سوال میں اتنا بڑا سمندر پنہاں ہے۔ سائل بھی سن کر حیران رہگیا ہوگا۔ مگر ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

درمختار میں اضافت طلاق کے سلسلہ میں ایک مسئلہ مذکور ہے ان خرجت یقع الطلاق۔ فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ۔ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وقوع طلاق کے لیے عورت کی طرف لفظ میں اضافت ضروری ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ عورت جارہی ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ گئی تو طلاق پڑجائے گی تو اس عورت کے علاوہ کس کو پڑنا چاہیئے۔ مگر صاحب درمختار فرمارہے ہیں۔ یہ قرینہ ہوتے ہوئے بھی چونکہ اضافت (یعنی لفظی) نہیں اس لیے طلاق نہیں۔

علامہ شامی نے حاشیہ تحریر فرمایا۔ جسکا خلاصہ یہ کہ اضافت لفظی ضروری نہیں۔ اضافت معنوی ہو تب بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے اور سند میں آپ نے صاحب بحر کا یہ قول نقل کیا۔ لو قال طالق فقیل من عنیت قال امرأتی طلقت امرأتہ۔ کہ کسی نے طالق کہا تو گو لفظ میں عورت کی طرف اضافت اور نسبت نہیں لیکن اپنی عورت کی نیت کرے تو صرف طالق کہنے سے ہی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ ایک اور جزئیہ نقل کرکے انہوں نے یہ بات اور آگے بڑھائی۔ الحرام یلزمنی فیقع للعرف بلا نیۃ اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر باہر گئی تو حرام مجھے لازم ہے تو چاہے اپنی عورت کی نیت نہ کرے طلاق واقع ہوجائے گی کہ عرف یہی ہے کہ آدمی ایسی بات اپنی عورت کو ہی کہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام بحثوں سے مسئلہ کچھ سلجھا نہیں اور الجھ ہی گیا صاحب درمختار کچھ کہہ رہے ہیں صاحب بحر کا اور کہنا ہے اور یہ جزئیہ ان سب پر پانی پھیر رہا ہے۔

اس مسئلہ پر ہمارے مصنف امام ہمام مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰحضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا قلم حقیقت رقم حرکت میں آیا۔ سبحان اللہ کیا داد تحقیق دی ہے دل کی کلی شگفتہ ہوگئی۔ علم کی روح جھوم اٹھی۔ آپ ص۲۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔ اسکا خلاصہ یہ ہے۔

کہ "ابھی اتنے ہی سے الجھ گئے۔ ائمہ کی تصریحات پڑھو کوئی کہتا ہے۔ اسوقت تک طلاق نہیں پڑے گی جبتک کہ " اردتھا " میں نے عورت کی نیت کی تھی نہ کہے۔ کوئی صاحب کہتے ہیں اس وقت اس کی عورت پر طلاق پڑے گی جب تک یہ نہ کہے " اردت غیرھا " میں نے دوسری عورت کی نیت کی تھی، اور کبھی یہ لوگ کہتے ہوئے ملیں گے نیت کرے نہ کرے طلاق تو اس کی عورت پر ہی پڑے گی۔ اس طرح کے مختلف و متضاد جزئیات ایں ھذا الاختلاف یتحیر لدیھا من لم ینزل کل فرع علی ما ینبغی تو جو صاحب بصیرت نہ ہو وہ عالم حیرت میں پکار اٹھے گا

بات اک اور سیکڑوں اسکے جواب ہم سے کچھ غیروں سے کچھ درباں سے کچھ

پھر آپ نے بڑی وضاحت کے ساتھ اضافت کی ضرورت اس کے اقسام اور اس کے احکام اور ہر فرع کی اصل کے ساتھ تطبیق دیکر سارے عقدے حل کر دیے اور ہر جزئے کو اسکی اصل تک پہونچا دیا اور اس کے بعد فرمایا۔ ھذا کلہ مما فاض علی قلب العبد الذلیل من بحار فیوض رب الجلیل فقد تمت الفروع جمیعا وارتفع الاضطراب یہ میرے رب کی خاص مہربانی جو میرے قلب پر وارد ہوتی ہے جس سے تمام فروع کا اختلاف رفع ہوگیا۔ اصل بحث تو آپ کتاب میں دیکھیے۔ میں ایسی خوبصورتی سے بیان کی قدرت بھی نہیں رکھتا۔ کہنا مجھے یہ ہے کہ پوری کتاب اسی طرح کے علوم و معارف قدسیہ کا لہریں لیتا ہوا سمندر ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ تیسری اور چوتھی جلد کی طرح یہ پانچویں جلد بھی بالخصوص اسکا حصہ کتاب الطلاق پہلی بار سنی دار الاشاعت سے شائع ہو رہا ہے۔

اس جلد میں بھی کتاب الطلاق دست استعمال کی دراز نفسیوں اور کیڑوں کی دستبرد سے اسدرجہ خستہ اور کرم خوردہ ہوگیا ہے کہ پوری کتاب میں ۲۰ جگہ کرم خوردہ ہے۔ ہم نے الگ سے چارٹ لگانے کے بجائے اصل موقع پر ہی نشان دہی کر دی ہے اور دس جگہ اندازے سے درست کر دیا گیا ہے۔ کچھ جواب ناقص ملے ہیں انکو بھی موقع بموقع واضح کر دیا گیا ہے۔

اخیر میں حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب ناظم اعلیٰ اور مولانا محمد شفیع صاحب مہتمم دار العلوم اشرفیہ کا شکریہ ضروری ہے کہ اول الذکر نے بار بار مالی بھنور میں پھنسنے والی کشتی کو کسی نہ کسی طرح ساحل تک پہونچانے میں گرانقدر مدد پہونچائی اور موخر الذکر بزرگ عملی جد و جہد میں میرے دست و بازو رہے۔ والسلام

عبد المنان اعظمی۔ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور
۲۱ صفر ۱۳۹۶ھ

فہرست فتاوی رضویہ جلد پنجم

۱۷۵۔ جبتک ولی پیش از نکاح غیر کفو کو غیر کفو جان کر بصراحت اجازت نہ دے نکاح باطل محض ہے

〃 نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں یہاں تک کہ اسی دن کے بچے کا

〃 ایک مضمون نکاح خوانی سے سوال

〃 پیٹ کے بچے کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

۱۷۶۔ والدہ نے ولی کی غیبت میں نکاح پڑھا دیا اور وہ واپس آکر اس سے ناراض ہے تو کیا حکم ہے اور عبارت درمختار واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ الخ کا کیا مطلب ہے

۱۷۷ زانی نے بحالت حمل نکاح کیا تو کیا حکم ہے۔

〃 زید نے وکیل سے کہا کہ میری لڑکی کا عقد بعوض دس ہزار روپے اور دو دینار کردو وکیل نے بوقت عقد دس ہزار درہم کہے نکاح ہوا یا نہیں

۱۷۸۔ باہر پھرنے والی یا طوائف سے نکاح کیسا ہے

۱۷۹۔ محرم اور صفر میں نکاح منع ہے یا نہیں

〃 زید کی مدخولہ کا نکاح اس کے سگے بھائی سے جائز ہے۔

〃 عدت کے اندر نکاح باطل وحرام ہے۔

۱۸۰۔ زوجہ کے بیٹے کی بی بی سے نکاح کیسا ہے۔

۱۸۱۔ ہندہ کی ماں نے اس کا نکاح بے رضامندی ہندہ بکر سے کیا ہندہ نے اسے منظور نہ کیا اور اپنا نکاح زید سے کر لیا تو کیا حکم ہے

۱۸۳ زید نے بکر سے کہا کہ میں آپکی دختر کو اپنے پسر کے واسطے مانگنے والا آیا ہوں اس نے قبول کیا اور زیورات اور کپڑے زید نے حاضر کیے تقسیم شیرینی کے بعد عورت خاطب کے یہاں آ گئی نکاح ہوا یا نہیں

〃 سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے۔

۱۸۴۔ ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔

〃 اپنے حقیقی ساڑھو کی لڑکی سے نکاح کیسا ہے۔

〃 زید نے جمع بین الاختین کیا تو بیبیاں کیسی ہیں اور اولاد کیسی ہے اور ترکہ پانے کی مستحق ہیں یا نہیں۔

۱۸۵۔ حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتھا الخ کی آیہ کریمہ واحل لکم ما وراء ذلکم ناسخ ہے یا نہیں۔

〃 بحالت نابالغی لڑکی کی ماں نے جس لڑکے سے نسبت ہوچکی تھی اس کے باپ کو بلا کر لڑکی کو رخصت کر دیا اس نے اپنے مکان پر نکاح پڑھوا لیا اب بلوغ کے بعد ماں نے لڑکی کا دوسرا نکاح کر دیا جس سے عورت بھی راضی ہے کونسا نکاح صحیح ہوا۔

۱۸۶۔ لڑکی کتنے برس میں بالغ ہوتی ہے

۱۸۷۔ ایک جوان لڑکی جس کے دادا نے بحالت نابالغی ایک نابالغ سے نکاح کر دیا تھا جس کے بلوغ کو ابھی پانچ سال اور درکار ہیں اور لڑکے کے مکان پر ایک ایسا شخص ہے جس سے اسے اپنی عصمت دری وآبروریزی کا خوف ہے اس لیے وہ وہاں جانے سے انکار رکھتی ہے اور تفریق کے بعد دوسرا نکاح چاہتی ہے۔ کیا حکم ہے۔

۱۸۸ ہندہ کا عقد بارہ برس ہوئے ہوا تھا اس نے اذن نہ دیا تھا ساکت رہی پاس بھیجنے والی عورت نے کہہ دیا کہ ہندہ نے اذن دیدیا ہندہ کہتی ہے کہ میرے دل میں اس وقت نہ انکار تھا نہ اقرار تو کیا حکم ہے۔

۱۸۹ وکیل کے ساتھ شاہدوں کی کچھ حاجت نہیں۔

〃 بکر نے سلیم کی ماں کا دودھ پیا ہے تو سلیم سے بکر کی لڑکی کا نکاح کیسا ہے۔

〃 اپنی لڑکی کا ہزار دو ہزار روپیہ لیکر کفو یا غیر کفو سے نکاح کر دیتے ہیں یہ نکاح کیسا ہے اور وہ رقم کیسی

〃 ۔ زید بکر کا رضاعی بھائی ہے۔ زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے کیسا ہے۔

۱۹۱۔ نابالغہ اگر سمجھ وال ہو اور بطور خود نکاح کرلے اور ولی اسے جائز رکھے تو جائز ہوگا۔

۱۹۲۔ نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کو برص ہے تو وہ مہر کی مستحق ہے یا نہیں اور شادی کا صرفہ اسکے والدین سے لیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

〃 ۔ شافعی حنفی مذہب پر صحیح طور پر نکاح پڑھائے تو کچھ حرج نہیں۔

〃 ۔ غیر مقلد کو غیر مقلد جانتے ہوئے اسے بزرگ جان کر نکاح پڑھوائے تو تجدید اسلام وتجدید نکاح لازم۔

۱۹۳۔ ہندہ بالغہ نے بے رضامندی والدین بطور خود زید حنفی سے نکاح کیا ہم صحبت بھی ہوئے اب وہ نکاح سے منکر ہے اور کہتی ہے کہ میں غیر مقلد ہوں اس نکاح کا کیا حکم ہے۔

〃 ۔ مہر میں حیثیت کا لحاظ ضروری ہے یا نہیں اور حیثیت سے زاید مہر پر جو نکاح ہو وہ نکاح ہوگا یا نہیں۔

〃 ۔ بالغہ شافعیہ کسی حنفی سے بے رضائے ولی اگر نکاح کرے نکاح لازم ہوگا اگرچہ شافعیہ کے یہاں بے ولی نکاح نہیں۔

۱۹۴۔ مفلس سے کتنے ہی کثیر مہر پر نکاح ہو ہوجائیگا مگر یہ ضرور ہے کہ اسے دین جانیں اور ادا کی نیت ہو۔

۱۹۵۔ اگر پسر زید نے زوجہ عمرو کی چھاتی جبکہ وہ چار پانچ ماہ کی حاملہ تھی اور حمل بھی پہلا تھا مونھ میں لیلی اس وقت دودھ ہونا معلوم نہیں تو اس لڑکے کا عمرو کی لڑکی سے نکاح ہوگا یا نہیں۔

خالد سے کردیا۔ جب زید نکاح آیا تو خالد نے اُس کی۔ جوت کی زید نے جلسۂ دعوت میں نکاح کی رضامندی ظاہر کی مہینوں رسوم دامادی وخسری خالد کے ساتھ رکھے اب زید خطاسے انکار کرتا ہے کیا حکم ہے

۴۲۲ زید نے بھتیجی کا نکاح نابالغی میں کردیا جس وقت وہ بالغ ہوئی اُسی وقت اُس نکاح اور شوہر کے گھر جانے سے انکار کیا۔ نکاح باقی رہا یا نہیں۔ دوسری جگہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔ مہر لازم ہوا یا نہیں

۴۲۳ بیوہ کے ایک دختر شوہر اول سے تھی شوہر ثانی نے بعد سختی وتشدد وبہزار زجر وتوبیخ بیوہ سے اپنے لڑکے کے ساتھ اُس کی نو سالہ دختر کے عقد کا اذن لیکر جبریہ نکاح کردیا لڑکی کا چچا زاد چچا اور چچا زاد بھائی وقت عقد موجود نہ تھے اُنھیں اطلاع نہ ہوئی لڑکی بعد بلوغ جب اطلاع ہوا فوراً پکار اُٹھی کہ مجھے اُس شوہر کے یہاں جانا منظور نہیں ہرگز نہ جاؤنگی۔ منٹ بھر بھی پورا نہ ہونے دیا کیا حکم ہے۔

؍؍ درمختار میں ہے وللولی الاعتراض فی غیر الکفو مالم تلد لئلا یضیع الولد لطاوی۔ ابوالمکارم وبنایہ وحاشیہ شلبی ہندیہ میں بعد ولادت بھی برخلاف ظاہر الروایہ ولی کو اعتراض کا حق بتایا اور امام حسن کی روایت مفتی بہا یہ ابتدا ہی سے بطلان نکاح کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ ولادت حق اولیا کی مسقط نہیں۔ کیا ثبوت تفریق کا دعوٰی صحیح ہوگا وان ولدت

۴۲۴ بعض مولوی کہتے ہیں علویات کا نکاح مع تراضی اولیا بے تراضی باطل کہنا شیعہ مذہب کا ہے بنایہ کی اس عبارت سے مستند ہیں وفی البسیط ذھب الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھا قولان باطلان او قولان باطلان سے کون سے دو قول مراد ہیں۔

؍؍ مقدمہ ہوتے ہوتے اولاد پیدا ہوگئی اور چند روز میں مرگئی تو اب بھی حق اعتراض للاولیا ہے یا نہیں۔

۴۲۵ ایک شخص فوت ہوا۔ بی بی اور دو نابالغ لڑکیاں اور باپ کو چھوڑا دختران کا ولی کون ہوگا۔

؍؍ سوتیلی خالہ سے ایک شخص نے نکاح کیا وہ لڑکی دو سال سے اُس کے والدین نے روبروگواہوں کے دوسرے لڑکے کو دی ہے مگر رخصت کے وقت جو نکاح ثانی ہوتا ہے وہ باقی تھا کیا حکم ہے۔

؍؍ کنواری لڑکی بے رضائے والدین غیر شخص کو اپنے نکاح کا ولی بنا سکتی ہے یا نہیں۔

؍؍ ۔ قاضی جسے علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین زندہ ہیں وہ والدین کے بے پوچھے کسی غیر شخص کو ولی مقرر کرکے لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو ایسے قاضی کے لیے کیا حکم ہے۔

۴۲۶ ۔ لڑکی بوجہ شرم وحجاب ساکت رہے عزیز وقریب عورتیں جو وہاں کے گرد ہوں وہ کہدیں ہاں لڑکی کو منظور ہے تو نکاح جائز ہوگا یا نہیں اور اُس کا اقرار سکوتی قائم مقام ایجاب قبول ہوگا یا نہیں۔

؍؍ ۔ لڑکی بالغہ یتیمہ ہے۔ ماں نے اُس کا نکاح کیا چچا تائے اُس کے نکاح میں موجود نہ تھے کیا حکم ہے۔

۴۲۷ ۔ یتیمۃ بلغت من عمرھا خمسۃ عشر سنین زوجتھا امھا برضاھا لکن لم یحضروا مجلس النکاح اولیاؤھا وما استشیروا فی ھذا الباب ھل جاز النکاح۔

؍؍ ۔ بالغہ کے ماں بھائیوں نے میراثی سے کہا کہ فلاں قبیلہ میں رشتہ کراؤ کسی دوسری جگہ نہ کرنا۔ میراثی رشوت لیکر دوسری جگہ کرآیا معلوم ہونے پر انکار کرا بھیجا اور بھائی خود بھی جاکر منع کرآئے مگر وہ لوگ نہ مانے میراثی نے اپنی طرف سے ولی مقرر کرکے برات منگائی اسمیں رؤسا بھی تھے۔ لڑکی کی ماں اور بھائی برابر انکار کرتے رہے۔ رؤسانے گرد ونواح کے اور رؤسا جمع کرکے زور ڈالا۔ بھائیوں کو ایک مقدمۂ جعلسازی میں پھانس دیا وہ عاجز آکر بولے نکاح ٹھہرادو جب بالغہ سے اذن لینے گئے اُس نے انکار کردیا۔ لڑکی کو جبراً خاموش کردیا اور پہلی میں بٹھائے گئے اُسوقت بھی لڑکی نے کہا میرا نکاح نہیں ہے اب تک انکار پر مصر ہے کیا حکم ہے۔

۴۲۸ بالغہ شیعہ لڑکی نے بے اجازت والدین سُنّی سے نکاح کیا۔ اُسکے والدین نکاح فسخ کرانا چاہتے ہیں کہتے ہیں کہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس لیے ہمیں اختیار فسخ حاصل ہے۔ نیز نکاح کفو سے نہیں ہوا اس لیے بھی۔ وکیل نکاح نکاح کا تو مقر ہے مگر کہتا ہے کہ لڑکی کے ایجاب وقبول کی آواز نہیں سُنی۔ گواہ آواز سُننا بھی بیان کرتے ہیں لڑکی نے گواہوں کے سامنے نکاح سے پہلے اقرار کیا میں سنت جماعت حنفی مذہب اختیار کرچکی ہوں کیا حکم ہے۔

۴۲۹ سنیہ بالغہ لڑکی کا نکاح اُس کا باپ رافضی سے کرنا چاہتا ہے۔ منع کرنے پر کہتا ہے جائز ہے کیا لڑکی اس صورت میں نا کو مل سکتی ہے کہ وہ کسی سُنی سے نکاح کرلے۔

۴۳۰ ۔ ماں نے حقیقی چچا کی عدم موجودگی میں نابالغہ کا چھوٹے چچا کی اجازت سے نکاح کردیا چچا ناراض ہے صرف عقد ہوا ہے اگر ناجائز ہوا تو دوسرے کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں۔

؍؍ بالغہ ہندہ نے زید نے بے اجازت زید کفو سے نکاح کرلیا زید ناخوش ہوکر بکر کے مکان سے ہندہ کو حیلہ کرکے لے آیا ایک سال بعد عمرو سے ہندہ کا نکاح کردیا دوسرا نکاح صحیح ہوا یا نہیں

فہرست مسائل باب الکفاءۃ

باب الجہاز

۵۴۶ - بحالت عدم عرف تملیک مدعی کا قول بقسم معتبر ہو گا یہ حکم باپ کے لیے ہے حقیقی ماں کو بھی اُس سے عرفاً لاحق کیا گیا ہے

۵۴۷ مال کا دعویٰ اختصاص محتاج بینہ ہونا چاہیے مگر دو صورتوں میں یہ کہ الخ

" . لڑکی نے باپ کے مال سے دستکاری کر کے جہیز کا کچھ سامان تیار کیا ماں کے مرنے کے بعد باپ نے وہ سامان جہیز میں اُسے یہ کہہ کر اُسے دیدیا یہ سب اُسی کا ہے اس کے بھائیوں کو حق نہیں کہ وہ اُسے ماں کا ترکہ قرار دیکر اپنا حصہ طلب کریں۔

بی بی بے جہیز رخصت ہو کر آئی شوہر کو اپنے خسر سے اُن دراہم

۵۵۰ دو نانیر کا مطالبہ پہنچتا ہے جو اُسنے بھیجے ہوں جبکہ بعد زفاف زمانۂ دراز تک چپ نہ بیٹھا ہو۔

" زمانہ' دراز سے کون سا زمانہ مراد ہے۔

۵۴۹ - اگر اجنبی نے جہیز دیا بعد مرگ عروس عاریت کا مدعی ہوا بے بینہ اُس کا قول معتبر نہیں . الخ

۵۵۵ . سوتیلی ماں نے حسب رواج ملک مال و متاع بنام جہیز لڑکی کو دیا لڑکی کے بعد واپسی چاہتی ہے دیتے وقت نہ تو تملیک کی نیت ہوتی ہے نہ عاریت ہبہ کی لہذا حسب رواج ملک واپس ہو اس پر فتویٰ طلب کیے گئے بریلی سے بھی فتویٰ آیا حسب المطلب بتایا گیا کہ رواج ملک کو شرع میں کچھ دخل نہیں ، فیض النساء واپسی جہیز کی حقدار ہو سکتی ہے اس کا دعویٰ مردود اور رواج ملک مردود الخ کیا یہ مطلب صحیح ہے۔

۵۵۷ - انجمن نے یتیمہ کا نکاح کیا شوہر نے اُسے نہ رکھا سامان جہیز جو انجمن نے دیا تھا واپس آیا اُس کی مالک یتیمہ ہے یا انجمن۔

۵۵۹ وقت شادی زید کے والدین نے حسب دستور جوڑے چڑھائے بعد نکاح لڑکی کے والدین نے کچھ زیور جوڑے جہیز میں دیے پھر زید نے کچھ زیور بنوا دیا . علاوہ معمولی کپڑوں کے کچھ کپڑا بھی - عورت نے شوہر کے مرتے وقت پر بلکہ اب تک مہر میں معاف نہ کیا اُس مال کا مالک کون ہے۔ مہر کی ادا کس کے ذمہ ہے

۵۶۰ . داد و ستد متعاد و معروف کہ در انتظام مناکحت مروج است از روئے شرع شریف جائز است . اگر چیزے و نقدے بنا بر عرف از ناکح گرفتہ می شود خواہ بشرط یا بغیر شرط چنانکہ در بنگالہ و بہار دستور است کہ قبل نکاح بطور ساچق و خرچہ ضیافت احباب طرفین می گیرند جائز خواہد شد یا نہ شد الخ

" . قبل عقد حسب رواج کچھ زیور لڑکی کو دیا رخصت سے قبل داماد کا انتقال ہو گیا اس صورت میں وہ زیور قابل واپسی ہے یا نہیں . اکثر زیور عاریت لیکر بھی چڑھایا جاتا ہے جو بعد رخصت واپس آجاتا ہے یہ شخص بہت قلیل المعاش ہے اس کے والدین اتنی حیثیت نہیں رکھتے کہ اتنی مالیت کو بعد رخصت موہوبہ سمجھ لیں اور رواج بھی یہی ہے کہ ایسا چڑھاوا واپس لے لیا جاتا ہے۔

۵۶۱ . چڑھاوے کا کیا حکم ہے آیا جائز ہے یا نہیں۔

" لگن کا حکم اور یہ کہ وہ کس کی ملک ہے۔

زید بچپن سے اپنے باپ کے ساتھ بیوپار کرتا تھا اپنے باپ کے ماتحت تھا اور کام بھی کرتا تھا اُسکی شادی اُسکے باپ عمرو نے کی زید مرگیا . عورت اپنے خسر سے جہیز اور اپنا مال و زر اور وہ مال جو نسبت کے وقت اُنسے دیا گیا تھا یعنی چڑھاوا اور مہر طلب کرتی ہے کیا حکم ہے۔

بابُ نکاحُ الکافر

۵۶۴ - زید قادیانی ہو گیا اُس کی عورت مسلمان ہی رہی کیا حکم ہے . مسلمان کا نصرانیہ یا مجوسیہ سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔

۵۶۵ - عورت نے شریعت کی توہین کی تو کیا وہ مرتدہ ہو گئی اور نکاح فسخ ہو گیا کیا اب شوہر بے طلاق دیے اُس سے تعلق ترک کر سکتا ہے اور کوئی مواخذہ تو نہ ہو گا۔

" - ہندہ تجدید ایمان کرلے تو کیا زید و ہندہ تجدید نکاح پر شرعاً مجبور ہیں۔

" - بعد تجدید ایمان عورت بلا اجازت شوہر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

۵۶۶ - عورت اگر کفر کرے تو نکاح سے نہیں نکلتی یہی مفتیٰ بہ ہے۔

- ہندو کی نابالغ لڑکی سے بے اُس کے ولی کی اجازت کے اور بے مسلمان کیے نکاح ہو سکتا ہے۔

۵۶۷ . رافضیہ سے نکاح ہو سکتا ہے۔

" . اگر دھوکے سے کسی رافضیہ سے نکاح کرلے کہ معلوم نہ ہو کہ یہ رافضیہ ہے

" تو کیا حکم ہے۔

- کھنگ نے اپنی عورت کو اپنے مذہب کے موافق طلاق دیدی چار ماہ بعد عورت مسلمان ہوئی اُسی جلسہ میں اُس کا نکاح کرا دیا گیا نکاح کیسا ہوا اور عدت کی ضرورت تھی یا نہیں۔

بابُ المعاشرۃ

۵۶۸ - بوسہ کا حکم

" - چھاتی منہ میں لینے کے احکام

" جب عورت کو گھر پر چھوڑ جائے تو کتنی مدت تک سفر میں رہ سکتا ہے۔

شوہر کو اپنے ہمراہ سفر میں اپنی بی بی کو رکھنے کا اختیار ہے یا نہیں۔

۵۷۰ . شوہر شرمگاہ زن وقت جماع دیکھے تو کچھ حرج ہے . یونہی اگر مس کرے کیا عورت شوہر کے آلہ تناسل کو چھوئے تو حرج ہے۔

۶۲۳۔ میں اسکو طلاق دیچکا تین بار کہنے سے تین طلاقیں ہوئیں۔ البتہ شوہر گنہگار ہوا۔

۶۲۴۔ عورت کو یقین ہے کہ شوہر نے مجھے تین طلاقیں دی تو اس پر فرض ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو شوہر سے چھٹکارا حاصل کرے۔

۶۲۵۔ دلمیں طلاق دینے سے واقع نہیں ہوتی۔

〃 ۔ نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اسکی طرف سے اسکا باپ بالاصالۃ یا وکالۃً طلاق دے سکتا ہے۔

〃 حمل کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

۶۲۶۔ غصہ کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اور حلالہ کی تفصیل

۶۲۷۔ حالت غضب میں طلاق دینے کے بارے میں مولوی عبدالحی صاحب کے ایک فتوی کا رد۔

〃 ۔ ایک جلسہ میں تین طلاقوں کے تین ہونے پر جمہور صحابہ تابعین وائمہ اربعہ کا اجماع ہے۔

〃 غصہ جنون کی حد کو پہونچ جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی لیکن اسکی تحقیق ضروری ہے کہ واقعۃً عقل زائل ہو چکی تھی۔

۶۲۸۔ غصہ کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

〃 کسی نے شوہر سے کہا "اپنی عورت کو طلاق دیدے" اس نے کہا ہاں ہاں۔ اسکا تفصیلی حکم۔ کسی نے پوچھا "تونے اپنی عورت کو کیا کیا؟" اس نے جواب میں اگر یہ کہا "اپنے دل میں طلاق دیدی" طلاق واقع نہ ہوئی۔ اور اگر یہ کہا اپنے دل سے طلاق دیدی۔ ایک رجعی واقع ہوئی۔

〃 ۔ تین طلاق سے عورت نکاح سے بالکل نکل جاتی ہے۔ تین سے کم میں کچھ الفاظ ایسے ہیں کہ نکاح سے تو باہر ہوجاتی ہے، مگر دوبارہ نکاح کے لیے حلالہ کی ضرورت نہیں۔

〃 غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے نکاح سے باہر ہوجاتی ہے۔

۶۳۰۔ طلاق کے جھوٹے اقرار سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ کچہری نے شوہر کو نوٹس دیا کہ ایک ہفتہ کے اندر اپنی عورت کو اگر نہ لے گئے تو تین طلاق۔ اس سے کچھ نہ ہوگا

〃 صرف گھبراہٹ کا نام جنون نہیں اس عالم میں طلاق دیگا واقع ہوجائیگی

〃 عقل زائل نہ ہو تو غصہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے ایسی تحریر سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ جنون کے ثبوت کیلئے گواہان عادل یا پہلے بھی جنون طاری ہوتا ہے۔

۶۳۱۔ گواہان عادل سے جنون ثابت ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

〃 ۔ جس کے بارے میں معلوم ومشہور ہو کہ غصہ آتا ہے تو عقل جاتی رہتی ہے اسکی طلاق بھی اس عالم میں واقع نہ ہوگی۔

〃 ۔ جبر واکراہ کے ساتھ بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

۶۳۲۔ اجبار شرعی کی صورت میں اگر صرف تحریر دی زبان سے کچھ نہ کہا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

〃 کسی نے قتل یا قطع عضو کی واقعی دھمکی دے کر یا ہاتھ پاؤں باندھ کر شراب پلا دی اس نشہ میں طلاق دی واقع نہ ہوگی۔

〃 جبراً طلاق دلوائی استثنا، یا کلمہ نفی آہستہ کہا کہ کرہ نہ سن سکا قضاءً طلاق ہی ہے دیانۃً طلاق نہیں۔

۶۳۳۔ مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اسکی طرف سے اسکا ولی۔

〃 شوہر موجود نہ ہو اور عورت بتحقیق جانتی ہو کہ شوہر طلاق دیچکا ہے تو عدت کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن واپس آکر اگر شوہر نے انکار کیا تو گواہوں کے ذریعہ ثابت کرنا ہوگا۔

۶۳۴۔ تین طلاق سے عورت مغلظہ قابل حلالہ ہوجاتی ہے۔ ایسی عورت سے طلاق کی ہمبستری زنا ہے۔ اگر مسئلہ جانتے ہوئے ایسا کیا تو زانی اولاد ولد الزنا اور ترکہ پدری سے محروم۔ اور ایسا شخص قابل خلافت وسجادہ نشینی نہیں۔

〃 بالغ شوہر نے عورت کو طلاق دی یہ واقع ہے۔ عورت راضی ہو یا ناراض۔

۶۳۵۔ بے اضافت طلاق میں نیت شرط ہے۔ بے نیت کہیگا طلاق نہ ہوگی۔

۶۳۶۔ جا۔ طلاق طلاق طلاق دادم۔ اگر قسم کھا کر کہدے دونوں سے نیت طلاق نہ تھی مان لیں گے۔ اگر دونوں پر قسم نہ کھائے۔ یا دوسری بات پر قسم سے انکار کردے تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ اگر دوم پر حلف لے کہ طلاق دوم پر نیت نہ تھا اور جا پر قسم نہ لے تو حاکم تین طلاق کا حکم دیگا۔

۶۳۷۔ دھمکی کی نیت سے طلاق دی واقع ہے۔

〃 ۔ ثقہ گواہوں سے طلاق کا ثبوت ہو تو شوہر کے انکار کا اعتبار نہیں۔

〃 ۔ ایک مجلس میں تین طلاقوں کا ایک ہونا۔ چاروں اماموں کے مذہب کے خلاف ہے۔

۶۳۸۔ طلاق کے شرعی گواہ موجود ہوں تو شوہر کے قول قسم کسی کا اعتبار نہیں

〃 عورت طلاق ثابت نہ کر سکے اور بیقین جانتی ہو کہ طلاق دی ہے تو جس طرح ممکن ہو شوہر سے چھٹکارا حاصل کرے۔

〃 باجماع ائمہ اربعہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں۔ ایک مجلس میں تین دے کر رجعت کی نیت جائز نہیں۔

۶۳۹۔ حلالہ بغیر وطی زوج ثانی صحیح نہیں۔

〃 میاں بیوی میں اصلاح اور مشکل کشائی کی نیت سے کسی کو حلالہ پر راضی کرنا باعث اجر وثواب ہے۔

۶۴۰۔ اقرار طلاق سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

۶۹۹ حنفیہ کے نزدیک غیبت زوج یا عسرت کے سبب عدم ادائے نفقہ باعث تفریق نہیں۔
〃 عورت کے عیب کے سبب شوہر کو دعویٰ فسخ نہیں۔

باب الکنایہ

۷۰۰ رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق ص۵۰۲ تا ۵۱۸
(طلاق کے کنائی الفاظ کے بیان میں۔
۷۱۷ ۔ فارغخطی کا لفظ معنی طلاق میں صریح ہے۔
۷۱۸ ۔ خط میں لکھا کہ تجھے فارغ خطی دی تو لکھتے ہی ایک طلاق واقع ہوگئی اور اگر یہ لکھا کہ خط پہونچے تو تجھے فارغ خطی تو خط پہونچنے پہ طلاق ہوگی
〃 ۔ ایک دفعہ طلاق تحریری دی دوبارہ پھر طلاق تین لکھ بھیجی۔ اگر پہلے طلاق کی عدت ختم ہوچکی ہے تو یہ واقع نہ ہوگی ورنہ یہ سب واقع ہونگی۔
طلاق بصورت تحریر کی مختلف اشکال کا حکم۔
۷۱۹ ۔ "مانگتا نہیں" الفاظ طلاق میں سے نہیں۔
〃 فارغ خطی کے اصل معنیٰ اور باب طلاق میں اسکے استعمال اور معنیٰ کی تشریح۔
۷۲۰ مرد جسکو اپنی عورت کے طلاق کا اختیار دے۔ یہ اختیار اسی مجلس تک باقی رہے گا۔
〃 ۔ فضولی کے طلاق کا نفاذ شوہر کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ اجازت کی مختلف شکلوں کا بیان۔
۷۲۱ ۔ تحریر طلاق کی تنفیذ کے لیے حرف بحرف پڑھوا کر سننا ضروری نہیں بلکہ مضمون پر مطلع ہونا کافی ہے۔
〃 طلاق نامہ کے مضمون پر مطلع ہوئے بغیر مہر یا دستخط کر دیے طلاق واقع نہ ہوگی۔
۷۲۲ ۔ طلاق دیکر فارقتی دیتا ہوں، اس جملہ سے دو طلاق واقع ہوئیں
〃 لفظ فارخطی جہاں کے محاورہ میں صریح ہو صریح ہے ورنہ اس سے بائن طلاق واقع ہوگی۔
〃 چھوڑتا ہوں کا لفظ صریح ہے تین بار کہا تو طلاق مغلظہ واقع ہوگی مسئلہ طلاق صریح۔
۷۲۳ ۔ دوسرے سے نکاح کر دو بنیت طلاق کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی اور عدم نیت کے بارے میں شوہر کا قول بقسم معتبر ہوگا۔
چھوڑ دیا میرے کام کی نہیں سے دو بائن طلاقیں واقع ہونگی۔
۷۲۴ ۔ تمہارا جہاں جی چاہے چلی جاؤ۔ دوسرا خاوند کر یہ الفاظ کنایہ کے ہیں ان سے وقوع طلاق کے لیے نیت شرط ہے۔

۷۲۴ ۔ صفائی دیدیا یہ لفظ بھی کنایہ ہے نیت ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی بائن کو بائن لاحق نہیں ہوتی۔
〃 ۔ شوہر قسم کھا کر عدم نیت طلاق کا قول کرے تو مان لیا جائیگا اور قسم لینے کے لیے قاضی یا پنچ کی ضرورت نہیں۔ خود عورت بھی شوہر سے یہ قسم لے سکتی ہے۔
۷۲۵ ۔ لا دعویٰ کا لفظ عربی لفظ انک مجارة کا ہم معنی ہے۔ نیت ہو تو طلاق بائن ہوگی۔
〃 شوہر عدم نیت طلاق پر قسم کھانے سے انکار کرے تو عورت معاملہ قاضی کے سامنے پیش کرے وہ انکار کی صورت میں تفریق کر دے گا۔
〃 لفظ "لا دعویٰ" کا سوال مکرر۔
۷۲۶ وہ میری بیوی نہیں، مجھکو اس سے غرض نہیں، یہ الفاظ طلاق میں سے نہیں۔ نیت طلاق ہو تب بھی ان سے طلاق واقع نہ ہوگی۔
〃 ۔ "وہ میری بیوی نہ رہی" "وہ میرے نکاح سے باہر ہے۔ میرے کام کی نہ رہی" یہ الفاظ کنایہ کے ہیں۔
۷۲۷ ۔ عدم نیت کے بارے میں شوہر کا قول بقسم معتبر ہے۔
〃 ۔ "میں بے شادی شدہ ہوں" "میرا نکاح کسی سے نہ ہوا وطن میں میرا کسی سے سروکار نہیں یہ سب الفاظ طلاق میں سے نہیں۔
〃 عورت بغداد میں ہے شوہر نے کہا بغداد کی ساری عورتیں مطلقہ ہیں۔ اگر اپنی عورت کی نیت نہ کی طلاق واقع نہ ہوگی۔
۷۲۸ ۔ میں نے تجھے آزاد کیا بشرط نیت طلاق بائن واقع ہوگی اور تین کی نیت سے کہا تو تین ہونگی۔
〃 چھوڑنا طلاق صریح کا لفظ ہے جہاں چاہے چلی جا کنایہ ہے دونوں لفظ کہا تو پہلے والا صریح بعد والے کنایہ کے لیے قرینہ بن جائے گا۔
۷۲۹ ۔ اپنی بیوی کو بہن کہا۔ نہ ظہار ہے نہ طلاق۔
〃 چھٹی دی کا لفظ حالت غضب میں طلاق کے لیے ہی ہے۔
〃 آزاد کیا نیت طلاق سے کنایہ ہے۔ یہ لفظ تین دفعہ کہا ایک واقع ہوگی دو لغو ہونگی۔
۷۳۰ ۔ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی اگر اسکو خبر قرار دینا ممکن ہو۔
〃 ۔ ایک طلاق کے بعد صرف غیر مدخولہ مزید طلاق کی محل نہیں رہتی
۔ لفظ حرام بوجہ عرف ملحق بالصریح۔
〃 تم نے ایسا کہا لہذا وہ مجھ پر حرام ہے اسکا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اس فعل کو سبب حرمت سمجھتا ہے۔ اگر یہی مراد ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

"سوگ"

۸۷۷ ۔ مستحقین حضانت کی تفصیل۔

،، ۔ نابالغ کے مال کی ولایت باپ، دادا، یا ان کے وصی یا حاکم کو حاصل ہے

۸۷۸ ۔ ماں نے کسی اجنبی سے شادی کرلی۔ دادی موجود نہیں۔ لڑکا نانی کے پاس رکھا جائے۔

،، حضانت کی ایک صورت۔

۸۷۹ حضانت کا تفصیلی بیان اور مستحقین کی ترتیب۔

۸۸۰ ۔ باپ دادا نہ ہوں تو نابالغوں کی ولایت نکاح کا حق چچا کو ہے۔

،، ماں نے اجنبی سے نکاح کرلیا تو اسکو پرورش کا حق نہ رہا۔ بالغہ بہن ہے تو وہ پرورش کرے۔

۸۸۱ ۔ نابالغ یتیموں کے پاس مال نہ ہو تو انکا نفقہ ایسے وارثوں پر ہے جن کے پاس اپنے بال بچوں کے مصارف کے بعد بقدر نصاب بچتا ہو ماں کے پاس اپنا مال نہ ہو تو اس پر نفقہ واجب نہیں۔

۸۸۲ ماں مرگئی بچہ کا حق پرورش نانی کو ہے اور اسکے مال کی ولایت باپ کو حاصل ہے

،، بچہ غنی ہو تو پرورش اسکے مال سے ہو۔ ورنہ نفقہ والد پر ہے۔

۸۸۳ ۔ عورت نے اجنبی سے شادی کرلی تو بچہ کی پرورش کا حق اسکو نہیں رہا بچہ کی حقیقی دادی اگر موجود ہے تو اسکو حق حاصل ہے۔

۸۸۴ ۔ متوفیہ نے بچہ چھوڑا۔ اہل حضانت میں صرف ماں کی پھپھی موجود ہے تو بچہ اسی کی پرورش میں دیں گے۔ اجرت لینی چاہے تو باپ دلادیں گے۔

،، نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کا نگراں باپ کے چچا زاد بھائی کے علاوہ نہیں تو ولایت نکاح بھی اسی کو حاصل ہے اور پرورش کے لیے کسی صالح دیندار عورت کو تلاش کیا جائیگا اور مال کی نگہداشت باپ دادا کا وصی ہو تو وہ کرے ورنہ قاضی اسکے لیے بھی کسی دیندار مسلمان کا انتخاب کرے

۸۸۶ ایتام کی حضانت ولایت وحفاظت سے متعلق ایک مفصل فتوی۔

۸۸۷ ۔ شرائط حضانت کی جامع کوئی عورت نہ ہو تو بالترتیب عصبات پھر ذوی الارحام کو منتقل ہوگی وہ بھی نہ ہوں تو اہل شہر دیندار مسلمان بچوں کی نگہداشت اور ایسی عورت کو بچیوں کی نگہداشت کے لئے مقرر کریں۔

۸۸۹ لڑکے کی حق حضانت سات سال تک ماں کو حاصل ہے جبکہ لڑکے کے اجنبی سے شادی نہ کرے

،، لڑکا غنی ہو تو نفقہ اسی کے مال میں واجب ہے اور غنی نہ ہو تو باپ کے ذمہ اور وہ نہ ہو تو دادا کے ذمہ واجب ہے۔

،، ۔ اگر لڑکی کی کوئی عزیزہ اسکی مفت پرورش کرنا چاہتی ہو تو ماں سے کہا جائیگا تو بھی مفت پال یا اسے دوسری کو دیدے۔

،، ۔ حضانت کی مستحق عورت نہ رہ جائے اور عصبات میں دادا ہو تو وہی مستحق پرورش ہے۔

۸۹۰ نابالغوں کے نکاح کا اختیار عصبات میں چچا کو ہے اگر وہ موجود ہے

،، ماں اجنبی سے شادی کرچکی تو نابالغ اپنی بیوہ بہن کے پاس وہ نہ رکھے تو خالہ پھر پھپھی کے پاس رکھے جائیں۔

۸۹۱ نابالغ لڑکی کو ماں کے پاس سے نو سال کی عمر تک جدا نہیں کیا جاسکتا جبکہ اسمیں مسقط حضانت کوئی عیب نہ ہو۔

۸۹۲ عورت لڑکے کے نامحرم سے شادی کرے تو اُس لڑکے کو ماں کی پرورش سے نکال لیا جائیگا۔ لیکن ماں سے ملنے جلنے کو روکنا حرام ہے

،، ۔ باپ کے انتقال کے بعد لڑکی کے نکاح اور مال کی نگہداشت کا حق دادا کو ہے اور نو برس تک پرورش کا حق ماں کو ہے۔

۸۹۳ لڑکی کسی کو ہبہ کردی شرعًا اسکی نہ ہوئی نہ اسکے پاس رہ سکتی ہے نہ اس کے نکاح کی ولایت اسکو حاصل ہے۔ اس پر جو خرچ کیا تبرع ہوا۔

(نفقہ)

،، مطلقہ کا نفقہ عدت کے بعد شوہر پر واجب نہیں۔

۸۹۴ شوہر کو عورت کے اپنے پاس رکھنے کا حق شرعًا حاصل ہے۔ اس حق کو خود شوہر بھی کسی اقرارنامہ کے ذریعہ باطل نہیں کرسکتا۔

۸۹۵ ۔ مہر معجل نہ ادا ہو تو عورت شوہر کو استمتاع اور رخصتی سے روک سکتی ہے اور اس صورت میں ناشزہ نہ ہوگی۔

،، عورت آٹھویں دن اپنے والدین کے یہاں بے اذن زوج بھی جاسکتی ہے

۸۹۶ ظالم شوہر کے ظلم سے بچنے کے لیے عورت کو مستقل سکونت کے مطالبہ کا حق ہے

،، ایام عدت کا نفقہ شوہر نے ادا نہ کیا اور عدت گزر گئی تو وہ ساقط ہوگیا

۸۹۷ عورت نے اپنے نفقہ کے لیے باہمی تراضی یا قضاء قاضی کے بغیر جو قرض لیا اسکی ذمہ دار وہ خود ہے اور تراضی یا تقرر قاضی کے بعد اگر اپنے مال سے بھی خرچ کرے تو اسکو شوہر سے وصول کرسکتی ہے۔

،، جہاں مہر معجل یا نا مجل کچھ نہ ہو تو وہاں حکم عرف ورواج کے مطابق ہوگا

۸۹۸ ۔ عورت جبتک ناشزہ نہ ہو مستحق نفقہ ہے۔

،، شوہر نفقہ مقرر کرنے پر راضی نہ ہو تو عورت قاضی کے وہاں دعوی کرکے نفقہ مقرر کراسکتی ہے۔

۸۹۹ نفقہ کے تقرر میں مرد وزن دونوں کی حیثیت کا لحاظ ہوگا۔

،، عورت شوہر کے پاس سے فرار ہوگئی تو ناشزہ ہے، اتنی مدت کا نفقہ نہ پائیگی

،، جوان غیر اپاہج بیٹے کی عورت کا نفقہ باپ پر لازم نہیں۔

۹۰۰ ۔ نابالغ بچہ کی پرورش کا خرچ اس کے باپ پر اور پرورش کا حق سات سال کی عمر تک ماں کو ہے اگر آوارہ اور بدکار نہ ہو۔

،، ۔ عورت شوہر کے حکم سے کہیں گئی تو ناشزہ نہیں نفقہ پائیگی اور ناشزہ بھی جب شوہر کے پاس آجائے تو نفقہ پائے گی۔

(کتاب الایمان)

باب النذر

"باب الکفارہ"

"کتاب الحدود والتعزیر"

فہرست مسائل ضمنیہ جلد خامس فتاویٰ رضویہ

(صلوٰۃ)

باب الحیض

(جنائز)

(صوم)

(حج)

(نکاح)

(مسائل ضمنیہ)

(محرمات)

رضاع

(ولایت)

(کفاءت)

(مہر)

(القسم)

(عشرت النساء)

(طلاق)

(رجعت)

(خلع)

(ظہار)

(لعان)

(عنین)

(عدّت)

(ثبوتِ نسب)

(نفقہ)

(شرکت)

(وقف)

(بیوع)

(قرض)

(کفالت)

(قضاء)

(افتاء ورسم المفتی)

مگر جبکہ وکیل نے مؤکل کے لیے شرا کی نیت کرلی ہو۔ یا اس کے مال سے خریدی ہو۔

۵۵۹ ۔ شراء فضولی تنفیذ مشتری پر نافذ ہوتا ہے۔

〃 ۔ اگر دوسرے کے لیے کچھ خریدا تو اسی پر شرا نافذ ہوگا اگر اسے دوسرے کی طرف منسوب نہ کیا ہو۔ ہاں اگر یہ کہا کہ یہ شے فلاں کے لیے بیچ کر یا بائع نے کہا۔ میں نے فلاں کے لیے بیچی تو موقوف ہوگا۔

(دعوٰی)

۳۶۸ ۔ رد و اجازت نکاح موقوف میں جب اختلاف زوجین ہو تو اگر شہادت عادلہ کافیہ سے زوج کا قول ثابت ہو تو وہ ورنہ قسم کے ساتھ عورت کا قول معتبر ہوگا۔ اگر عورت قسم سے انکار کرے تو نکاح ثابت ہو جائیگا۔ فضولی اگر کوئی عقد کرے۔ اگر کوئی ایسا ہو جو اسے جائز کرسکے تو اسکی اجازت پر موقوف ہوگا، ورنہ باطل۔

۵۰۰ ۔ عورت جب تسلیم کرے کہ یہ شے اصل میں شوہر کی تھی۔ اس سے مجھے ہبہ کی میں مالک ہوئی۔ یہ دعوٰی بے بینہ ثابت نہ ہوگا۔ شوہر کی چیز عورت برتے اس پر شوہر راضی ہو محض اس رضا سے یہ نہ سمجھا جائیگا کہ شوہر نے اسے مالک کردیا۔

۵۰۸ ۔ جو ایسی بات سے منکر ہو جس میں اسکا فائدہ ہے تو اس کا قول معتبر نہیں۔

۵۲۹ ۔ جہت دفع میں اختلاف ہو تو دافع کا قول معتبر ہوگا۔

۵۵۰ ۔ ایک زمانہ تک کسی کو کسی چیز میں تصرف کرتا دیکھتا رہا۔ پھر مدعی ہوا باوجودیکہ پہلے بھی کوئی دعوٰی سے مانع نہ تھا تو قاضی کے یہاں اسکا دعوٰی مسموع نہ ہوگا۔

۶۲۰ ۔ عورت نے شوہر کی بے خبری میں شادی کی بچہ پیدا ہوا شوہر اول عورت کا دعویدار ہے دعوٰی مسموع ہے۔

(اقرار)

۹۷ کسی کے لیے مال کا جھوٹا اقرار کیا تو وہ مقرلہ کی ملک نہ ہوگا۔

〃 اگر کسی عورت پر کوئی دعوٰی نکاح کرے عورت انکار کر دے پھر وہ شخص اسے کچھ دے کر اس سے اس پر صلح کرے کہ وہ نکاح کا اقرار کرے۔ اب عورت اقرار کرے تو یہ اقرار جائز اور مال لازم ہوگا اگر شہود کے سامنے ہوا ہو۔

۱۱۸ ۔ اقرار تعلیق بالشرط کا صالح نہیں اور وعدہ صالح ہے۔

〃 اصطلاح فقہ میں کسی حق ثابت کی خبر دینے کو اقرار کہتے ہیں اور کسی بات کی خبر دینا کہ آئندہ کرونگا وعدہ ہے اقرار فقہی نہیں۔

۲۳۲ دار القضاۃ میں اقرار زنا مثبت زنا رہے۔ دار القضاۃ سے باہر مثبت نہیں۔

〃 ۔ اگر اقرار زنا کرکے رجوع کرے تو یہ اقرار مثبت زنا نہ ہوگا۔

۳۶۸ ۔ اگر کوئی کہے یہ میری رضیعہ ہے۔ پھر خطا کا اعتراف کرے تو سچا مانا جائیگا اور اسے اس سے نکاح جائز ہوگا جبکہ اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے۔

۵۱۴ ۔ اقرار مقرلہ کے انکار سے رد ہو جاتا ہے۔

(صلح)

۹۷ صلح اقرب عقود شرعیہ کی طرف راجع کی جاتی ہے۔

۹۹ ۔ عورت پر نکاح کا دعوٰی ہوا اور وہ منکر ہو پھر مرد اس پر صلح کرے کہ وہ دعوٰی نکاح سے باز آئے تو جائز ہے اور یہ مرد کے زعم میں

〃 معنی خلع میں ہوگا مگر اس مال کا اخذ اسے دیانۃً حلال نہ ہوگا بعض دین پر صلح صحیح ہے اور باقی کے دعوٰی سے قضاءً برأت بھی ہو جائیگی۔ نہ دیانۃً اسی لیے جب وہ موقع پائے گا باقی لے سکیگا۔

۵۳۸ ۔ جو حالت مفضی الی المنازعۃ نہو مانع جواز صلح نہیں۔ اور جو ہو مانع ہے۔

〃 صلح ایک عقد ہے جو رفع نزاع و قطع خصومت کرتا ہے۔

(امانت)

۵۳۹ ۔ امین امانت میں تعدی کرے تو کیا حکم ہے۔

(عاریت)

۵۲۳ ۔ جو اشیاء عاریت لی جائیں اگر وہ بے تعدی تلف ہو جائیں تو ضمان نہیں۔

〃 اگر شئے مستعار میں بحالت استعمال نقصان آجائے تو ضمان لازم نہ ہوگی جبکہ استعمال اتنا ہی ہوا ہو جسکی اجازت قولاً یا عرفاً ہو

〃 ۔ اگر عاریت وقت معین تک کے لیے ہو، لینے والا بعد کو بھی رکھے باوجودیکہ وہ واپس کرسکتا۔ تو ہلاک پر ضامن ہوگا، اگرچہ استعمال نہ کی ہو تعیین وقت صراحۃً ہو یا دلالۃً

(ہبہ)

۵۰۰ ۔ زن و شوہر میں اگر ایک دوسرے کو کوئی شے ہبہ کردے تو اگرچہ نکاح منقطع ہو جائے رجوع کا اختیار نہیں۔

(اشربہ)

(رہن)

(متفرق)

(فرائض) ۹۹۶

(عقائد)

(تفسیر)

(فوائد حدیثیہ)

(فوائد فقہ)

تاریخ

(فضائل ومناقب)

(ھیئات)

(ردّ وھابیہ)

الحمد لله ابدا
وصلى الله على من
محمدا ارسل
نقشہ نعل اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
الفقیر احمد رضا القادری
ماشاء اللہ

الحمد لله هو الفقه الاكبر ۔ والجامع الكبير لزيادات فيضه المبسوط الدرر الغرر ۔ به الهداية ۔
ومنه البداية ۔ واليه النهاية ۔ بمحل الوقاية ۔ ونقاية الدراية ۔ وعين الغناية ۔ وحسن الكفاية ۔
والصلاة والسلام ۔ على الامام الاعظم للرسل الكرام ۔ مالكي وشافعي احمد الكرام ۔ يقول الحسن
بلا توقف ۔ محمد بن الحسن ابو يوسف ۔ فانه الاصل المحيط ۔ لكل فضل بسيط ووجيز ووسيط ۔
البحر الزخار ۔ والدر المختار ۔ وخزائن الاسرار ۔ وتنوير الابصار ۔ ورد المحتار على منح الغفار ۔
وفتح القدير ۔ وزاد الفقير ۔ وملتقى الابحر ۔ ومجمع الانهر ۔ وكنز الدقائق ۔ وتبيين الحقائق ۔
والبحر الرائق ۔ منه يستمد كل نهر فائق ۔ فيه المنية ۔ وبه الغنية ۔ ومراقي الفلاح ۔
وامداد الفتاح ۔ وايضاح الاصلاح ۔ ونور الايضاح ۔ وكشف المضمرات ۔ وحل المشكلات ۔

والدر المنتقی ٭ وینابیع المبتغی ٭ وتنویر البصائر ٭ وزواهر الجواهر ٭ البدائع النوادر ٭ المنزه وجواهر الاشباه والنظائر ٭ مغنی السائلین ٭ ونصاب المساکین ٭ الحاوی القدسی ٭ لکل کمال قدسی وانسی ٭ الکافی الوافی الشافی ٭ المصفی المصطفی المستصفی المجتبی المنتقی الصافی ٭ عمدة النوازل ٭ وانفع الوسائل لاسعاف السائل ٭ بعیون المسائل ٭ عمدة الاواخر وخلاصة الاوائل ٭ وعلی اٰله وصحبه ٭ واهله وحزبه ٭ مصابیح الدجی ٭ ومفاتیح الهدی ٭ لاسیما الشیخین الصاحبین ٭ الاخذین من الشریعة والحقیقة بکلا الطرفین ٭ والختنین الکریمین ٭ کل منهما نور العین ٭ ومجمع البحرین ٭ وعلی مجتهدی ملته ٭ وائمة امته ٭ خصوصا الارکان الاربعة ٭ والانوار اللامعة ٭ وابنه الاکرم ٭ الغوث الاعظم ٭ ذخیرة الاولیاء ٭ وتحفة الفقهاء ٭ وجامع الفصولین ٭ فصول الحقائق الشرع المهذب بکل زین ٭ وعلینا معهم وبهم ولهم ٭ یا ارحم الراحمین ٭ اٰمین اٰمین ٭ والحمد للّٰه رب العٰلمین

کتاب النکاح

مسئلہ ١

جس شادی میں رقص اور باجہ وغیرہ ممنوعات شرعیہ ہوں وہاں نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ یہ ناچ اور اکثر باجے شرعاً حرام وممنوع ہیں اور اُن کے دیکھنے سُننے کا مرتکب فاسق و گنہگار مگر کفر نہیں کہ نکاح ہی نہ ہو شرع مطہر میں نکاح صرف اس سے ہوجاتا ہے کہ مرد وزن ایجاب وقبول کریں اور

دو گواہ سنتے سمجھتے ہوں باقی اُس جلسہ کا کسی ممنوع شرعی پر مشتمل نہ ہونا شرط نہیں شیطانف۱ کے طرق اغوا سے ایک بدتر طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی کو حسنات کے حیلہ سے ہلاک کرتا ہے امر بالمعروفف۲ و نہی عن المنکر عمدہ تمغائے مسلمانی ہے اس نیک کام میں بہت لوگ حد و دخداوندی کا خیال نہیں رکھتے اور تشدد و تعصب کو یہاں تک نباہتے ہیں کہ ان کا گناہ اُن جاہلوں کے گناہ سے بدرجہا زائد ہو جاتا ہے جن کے لیے یہ ناصح مشفق بنے تھے اور یہ بلاف۳ حضرات وہابیہ میں بہت ہے ذرا ذرا سی بات کو کفر شرک بدعت ضلالت مخل اصل ایمان کہہ دیتے ہیں اور مطلق پاس و لحاظ اسلام و مسلمین دل میں نہیں لاتے اسی طرح یہ قائل بھی اوروں کو ناچ گانے سے روکتا تھا اور خود اُس سے اشد گناہ یعنی شریعت مطہرہ پر افترا کیا معہذا اُس پر لازم کہ اہل ہند اکثر عوام مسلمین مرد و زن کو معاذ اللہ زانی و زانیہ اور اُنکی اولاد کو ولد الزنا ٹھہرائے حالانکہ حق سبحٰنہ و تعالٰی فرماتا ہے یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِہٖۤ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ غرض امر بالمعروفف۴ و نہی عن المنکر کی بھی ایک حد مقرر ہے کہ اُس سے تجاوز آدمی کو خود ترک معروف و ارتکاب منکر میں مبتلا کر دیتا ہے وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ ہاں اگر دولھاف۵ دُلھن میں سے کسی کا یہ عقیدہ و مذہب ہو کہ رنڈیوں کا یہ ناچ حلال و مباح ہے تو وہاں اس حکم کی گنجائش ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷ ازشہر کہنہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ما قولہم رضی اللہ عنہم اجمعین اس صورت میں کہ شخص واحد کا متولی ہونا دونوں طرفوں نکاح کا جبکہ وہ اصیل ایک طرف سے ہو اور ولی دوسری طرف سے ہو ساتھ ایسے ایجاب کے کہ قائم مقام قبول ہی جیسے ابن العم نے سامنے گواہوں کے کہا زوجت بنت عمی فلانۃ من نفسی جائز و نافذ ہے یا نہیں اور یہ جواز و نفاذ باجماع علمائے حنفیہ رحمہم اللہ تعالٰی کے ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر بنت عم نابالغہ ہے اور اس ابن عم سے اقرب اُس کا کوئی ولی حاضر نہیں یا بالغہ ہے اور ابن عم نے خاص اپنے ساتھ نکاح کرنے کا اُس سے اذن لے لیا ہے عام ازیں کہ اُس کے لیے اور ولی اقرب ہو یا نہ ہو فان ہذہف۶ وکالۃ لا ولایۃ مجبرۃ علی البالغۃ تو ائمہ ثلٰثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے نزدیک یہ شخص کہ ایک جانب سے اصیل دوسری طرف سے ولی یا وکیل ہے طرفین نکاح کا متولی ہو سکتا ہے خلافا للامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی ہدایہ میں ہے یجوز لابن العم ان یزوج بنت عمہ من نفسہ فتح القدیر میں ہے الصغیرۃ بغیر اذنہا والبالغۃ باذنہا ہدایہ میں ہے وقال زفر رحمہ اللہ تعالٰی لا یجوز و اذا اذنت المرأۃ للرجل ان یزوجہا

ف۱: مسئلہ شیطان کبھی حسنات کے حیلہ سے اغوا کرتا ہے ۱۲

ف۲: مسئلہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر امور اسلام سے ہیں مگر بے محل تشدد و تعصب گناہ ہے اور یہ بلا وہابیہ میں بہت زائد ہے ۱۲

ف۳: الرد علی الوہابیہ

ف۴: مسئلہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے ایک حد ہے کہ اس سے تجاوز ارتکاب منکر ہے ۱۲

ف۵: مسئلہ

من نفسه فعقد بحضرة شاهدين جاز وقال زفر والشافعی رحمهما الله تعالٰی لایجوز اھ اقول

وبہ ظہر ان ما فی رد المحتار من نفاذ خمس صور بالاتفاق وھی التی لافضولی فیہما من جانب فانما اراد الاتفاق من ائمتنا الثلثۃ لاجمیع الائمۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین پس ان صورتوں میں اس کی تنہا عبارت قائم مقام عبارتین ایجاب وقبول ہوجائے گی اور عبارت دیگر کی حاجت نہ ہوگی ہدایہ میں ہے اذا تولی طرفیہ فقولہ زوجت یتضمن الشطرین فلا یحتاج الی القبول عام ازیں کہ یہ شخص وہ لفظ ادا کرے جن میں خود اصیل ہے مثلاً تزوجت یا وہ جس میں ولی یا وکیل ہے جیسے زوجت خلافاً للامام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ فی الثانی فتح القدیر میں ہے قال شیخ الاسلام خواہر زادہ ھذا اذا ذکر لفظا ھو اصیل فیہ اما اذا ذکر لفظا ھو نائب فیہ فلا یکفی فان قال تزوجت فلانۃ کفی وان قال زوجتہا من نفسی لایکفی لانہ نائب فیہ وعبارۃ الھدایۃ وھی ماذکرناہ آنفا صریحۃ فی نفی ھذا الاشتراط وصرح بنفیہ فی التجنیس ایضا فی علامۃ غریب الروایۃ والفتاوی الصغری الخ قلت وعلی ھذا عول فی الدر وغیرہ من المعتبرات وافاد البحر وغیرہ ضعف خلافہ فــ[1] آلبتہ شہود کے سامنے منکوحہ کا تمیز ہوجانا ضرور ہے حتی لو حاضرۃ متنقبۃ کفت الاشارۃ وان کان الاحوط کشف الوجہ پس اگر بحالت غیبت صرف بنت عمی یا فلانہ یا بنت عمی فلانہ یا ان کے مثل جس لفظ سے شہود اُسے متمیز کرلیں تو اسی قدر کافی ورنہ ذکر اب وجد یعنی فلانہ بنت فلاں بن فلاں کہنا ضروری ہے خلافاً للامام الخصاف ومنتقی الامام الحاکم الشہید والامام شمس الائمۃ السرخسی ردالمحتار میں ہے فی البحر لابد من تمییز المنکوحۃ عند الشاھدین لتنتفی الجہالۃ فان کانت حاضرۃ متنقبۃ کفی الاشارۃ الیہا والاحتیاط کشف وجہہا فان لم یروا شخصہا وسمعوا کلامہا من البیت ان کانت وحدھا فیہ جاز ولو معہا اخری فلا لعدم زوال الجہالۃ وان کانت غائبۃ ولم یسمعوا کلامہا بان عقد لہا وکیلہا فان کان الشہود یعرفونہا کفی ذکر اسمہا اذا علموا انہ ارادھا وان لم یعرفوھا لابد من ذکر اسمہا واسم ابیہا وجدھا وجوز الخصاف النکاح مطلقا حتی لو وکلتہ فقال بحضرتہما زوجت نفسی من موکلتی او من امرأۃ جعلت امرھا بیدی فانہ یصح عندہ فــ[2] قال قاضی خاں والخصاف کان کبیرا فی العلم یجوز الاقتداء بہ وذکر الحاکم الشہید فی المنتقی کما قال الخصاف اھ قلت وفی التاتارخانیۃ عن المضمرات ان الاول ھو الصحیح وعلیہ الفتوٰی وکذا قال فی البحر فی فصل الوکیل والفضولی ان المختار فی المذہب خلاف ما قالہ الخصاف وان

کان الخصاف کبیرا اھ ما فی ردالمحتار ملخصا[1] قول وما عزا فی البحر للامام قاضی خاں فانما نقله قاضی خاں عن الامام شمس الائمة السرخسی اماھو بنفسه فقد قدم عدم الصحة ومعلوم انه انما یقدم مایعتمدہ اھ اور اگر بنت عم نابالغہ کے لیے ولی اقرب موجود ہے ای غیر غائب بغیبة منقطعة یا بالغہ سے خاص اپنے ساتھ نکاح کرلینے کا اذن نہ لیا اگرچہ اس نے مطلق تزویج کا اذن دیا ہو تو ان صورتوں میں یہ ابن العم ایک جانب سے فضولی ہوگا اور جو کسی طرف سے فضولی ہو اس کے لیے تولی شطری النکاح جائز نہیں اگرچہ ایجاب قبول دو عبارتوں جدا گانہ میں ادا کرے ھو الحق الصواب خلافا لما فھم من بعض الکتب یہاں تک کہ تنہا اس کا عقد کرلینا امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک باطل محض ہے کہ اس کے بعد اجازت ولی یا بالغہ سے بھی نافذ نہ ہوگا خلافا للامام الثانی حیث جعله من الموقوف فان اجاز من له الاجازة جاز والا لا تنویر الابصار و درمختار میں ہے یتولی طرفی النکاح واحد لیس بفضولی ولو من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے اذ کان فضولیا منھما او من احدھما ومن الاخر اصیلا او وکیلا او ولیا فمثل ھذا لاارتباط لایتوقف بل یبطل عندھما خلافا للثانی حیث قال یتوقف علی قبول الغائب کما یتوقف اتفاقا لو قبل عنه فضولی آخر قوله وان تکلم بکلامین خلافا لما فی الھدایة وشرح الکافی من انه لو تکلم بکلامین یتوقف اتفاقا ورده فی الفتح بان الحق خلافه ولا وجود لھذا القید فی کلام اصحاب المذھب اھ مختصرا تنویر میں ہے لابن العم ان یزوج بنت عمه الصغیرة من نفسه شامی میں ہے ولا یخفی ان المراد حیث لاولی اقرب منه شرح علائی میں ہے یزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته اھ اقول فافاد ان الابعد عند حضور الاقرب فضولی فاذا تولی الشطرین بطل اسی میں ہے فلو کبیرة فلا بد من الاستیذان (قبل العقد اھ ش) حتی لو تزوجها بلا استیذان فسکتت او رضیت بالرضی لایجوز عندھما لانه تولی طرفی النکاح وھو فضولی من جانبھا فلم یتوقف عندھما بل بطل اھ ش) وقال ابو یوسف یجوز اھ مزیدا من حاشیة الشامی فتح القدیر میں ہے وکلته ان یزوجھا مطلقا فانه لو زوجھا من نفسه لایجوز الحمدللہ حکم مسئلہ مفصل و منقح ہوگیا اور سوال کی صورت کلیہ یعنی تولی الواحد طرفی النکاح اور الفاظ جزئیہ یعنی زوجت بنت عمی فلانة من نفسی دونوں کے متعلق تمام احکام و خلافیات علمائے کرام و تصحیحات ائمہ اعلام وغیرہا ضروریات متعلقہ مقام سب نے وضوح تام و انجلائے تمام پایا اسی قدر بس ہے اور زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں

ف۱: مصری اوضح علی العلامة البحر والعلامة ش

ف۲: ولی اقرب کے ہوتے ولی ابعد بے اجازت اقرب نابالغہ سے اور بے اجازت خاص بالغہ بالغہ سے اگر نکاح کرے گا تو ان دونوں صورتوں میں وہ فضولی ہوگا ۱۲

ف۳: جس کی طرف سے فضولی ہو ...
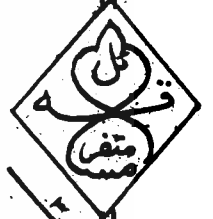
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳

علمائے دین اور مفتیان شرع متین کے بیچ اس مقدمہ کے کیا فرماتے ہیں ایک عورت ہے کہ اس کے علامت سوائے مخرج بول کے اور نہیں ہے اور نکاح اُس کا زید سے ہوگیا ہے بعد ہونے نکاح کے یہ حال معلوم ہوا اب اُس کا نکاح درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ نکاح صحیح اور نصف مہر ذمۂ زید لازم فی فتاوی الامام قاضی خان خیار العیب [ف۱] وھو حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب ما و فی الدر المختار الخلوۃ [ف۲] بلا مانع کالوطی فی تاکد المھر انتھی مختصراً وملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ آنیس [۱۹] بنیس برس ایک مکان میں بے تکلف بطور زن و شوہر رہتے اور زید لباس اور جملہ امور خانہ داری میں اُسے مثل زنان برادری رکھتا خاندان میں آمد و رفت اُس کی بتقریب شادی و غمی رہتی اور زوجۂ زید مشہور تھی اور زید مرد پارسا تھا اُس کی وضع پر گمان بدکاری نہیں ہوتا آیا یہ مرد و زن زوج و زوجہ تصور کیے جائیں گے اور جو لوگ جلسۂ نکاح میں موجود نہ تھے مگر اس حال سے واقف ہیں اُن کی گواہی سے نکاح ثابت ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ مرد و زن زوج و زوجہ تصور کیے جائیں گے یہاں تک کہ جو اشخاص اس حال سے واقف ہیں اُن کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دے سکتے ہیں ہدایہ میں ہے وکذا لو رأی انسانا جلس مجلس القضاء یدخل علیہ الخصوم حل لہ ان یشھد علی کونہ قاضیا وکذا اذا رأی رجلا وامرأۃ یسکنان بیتا وینبسط کل واحد منھما الی الآخر انبساط الازواج وفی الخلاصۃ واما النکاح اذا رأی رجلا یدخل علی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح وفی فتاوی قاضی خان ولو رأی رجلا وامرأۃ یسکنان فی منزل وینبسط کل واحد منھما الی صاحبہ کما یکون بین الازواج حل لہ ان یشھد علی نکاحھما اور گواہ اگر انھیں زوج و زوجہ بیان کریں

ف۱: نکاح میں خیار عیب نہیں یعنی اگر زن و مرد میں کوئی عیب ثابت ہو تو اس کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔

ف۲: خلوت بلا مانع وطی کی طرح ہے اس سے بھی پورا مہر لازم ہو جاتا ہے۔

اور کہیں ہم جلسۂ نکاح میں نہ تھے لیکن یہ امر مشہور ہے تو اُن کی گواہی شرعاً مقبول ہے اور نکاح ثابت ہوجائیگا
درمختار میں ہے بل فی الخزمیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقولا شھدنا لانا سمعنا من الناس اما لو
قالا لم نعاین ذلک ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوھبانیۃ وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ از پنجاب فیروزپور صدر بازار مسجد جامع مرسلہ مولوی فضل الرحمٰن صاحب ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

از فقیر محمد فضل الرحمٰن بخدمت حضرت فیضدرجت مظہر علوم دینی و مصدر فیوض دنیوی جناب مولانا بالفضل والکمال
اولنا جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی دام فیضہ القوی السلام علیکم۔

سوال (۱) زید نے ہندہ سے جو اپنے فعل شنیع قبیح سے تائب ہوئی غیر ضلع میں جاکر نکاح کیا تاکہ کوئی مخل
اور مانع اس کار خیر کا نہو اہل ضلع نے جب ان سے استفسار کیا کہ تمہارا نکاح ہوا ہے تو انھوں نے یہ پاسخ دیا کہ
اس قدر مہر پر ہمارا نکاح ہے آیا یہ صورت نکاح صحیح ہے (۲) اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ میری بی بی ہے اور
ہندہ نے بیان کیا کہ یہ میرا خاوند ہے یہ قیل وقال محضر شہود میں بیان کی گئی کیا ان الفاظ سے انعقاد نکاح ہوجاتا
ہے اس صورت میں ذکر مہر نہیں آیا بعد توفیق وتطبیق روایات کے جواب مزین بمہر ودستخط فرماکر للہ عطا فرمایا
جائے تاکہ آیندہ کسی جاہل کو مجال مقال باقی نہ رہے والسلام مع الاکرام۔

الجواب

اللھم رب الارباب صل علی الحبیب الاواب وسلم مع الاٰل والاصحاب واھدنا للحق والصواب
اٰمین الٰھنا الوھاب کرم فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ واقعی یہ مسئلہ قابل امعان انظار واعمال افکار ہے
فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی اوج التحقیق اس میں شک نہیں کہ حکم قضا میں نکاح
تصادق مرد و زن سے ثابت ہوجاتا ہے یعنی جب وہ دونوں اقرار کریں کہ ہم زوج وزوجہ ہیں یا باہم ہمارا
نکاح ہوگیا ہے یا اور الفاظ جو اس معنی کو مؤدی ہوں تو بلاشبہہ اُنھیں زوج وزوجہ جانیں گے اور قضاءً تمام
احکام زوجیت ثابت ہوں گے بلکہ عندالناس اس سے بھی کمتر امر ثبوت نکاح کو کافی ہے جب[ف۱] مرد و زن کو دیکھیے
مثل زن و شو ایک مکان میں رہتے اور باہم انبساط زناشوئی رکھتے ہیں تو اُن پر بدگمانی حرام اور اُن کے زوج
وزوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز اگرچہ عقد نکاح کا معائنہ نہ کیا ہو نص علیہ فی الھدایۃ والھندیۃ
وغیرھما وفی قرۃ العیون عن الدرر ولیشھد من رأی رجلا وامرأۃ بینھما انبساط الازواج انھا عرسہ

اسی طرح تسامع بھی سامعین کے نزدیک اثبات نکاح کو بس ہوتا ہے یعنی جب اُن کا زوج و زوجہ ہونا لوگوں میں مشہور ہو تو اُنھیں یہی سمجھا جائیگا اور زوجیت پر شہادت روا ہوگی اگرچہ خود اُن کی زبان سے اقرار نہ ہو کما فی الدرالمختار وعامۃ الاسفار وفی قرۃ العیون عن العمادیۃ کذا تجوز الشہادۃ بالشہرۃ والتسامع فی النکاح حتی لو رأی رجلا یدخل علی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح تو اُن کا باہم تصادق بدرجہ اولٰی مثبت نکاح فی الشامیۃ عن ابی السعود عن العلامۃ الحانوتی صرحوا بان النکاح یثبت بالتصادق والمراد منہ ان القاضی یثبتہ بہ ویحکم بہ اھ ملخصا پس ایسی صورت میں واجب ہے کہ اُنھیں زوج و زوجہ ہی تصور کیا جائے جو خواہی نخواہی اُن کی تکذیب کریگا اور بدگمانی کے ساتھ پیش آئے گا مرتکب حرام قطعی ہوگا باانیہمہ[ف۱] حکم قضا اور ہے اور امر دیانت اور چیز اگر وہ اپنے اس اظہار و اخبار میں حقیقۃً سچے ہوں یعنی واقع میں اُن کے باہم نکاح ہولیا ہے تو عنداللہ بھی زوج و زوجہ ہیں ورنہ مجرد ان الفاظ سے جبکہ بطور اخبار بیان میں آئے ہوں نکاح منعقد نہ ہوگا وہ بدستور اجنبی و اجنبیہ رہیں گے نکاح جن امور و افعال کو ثابت و حلال کرتا ہے دیانۃً ان کے لیے اصلاً ثابت و روا نہ ہونگے کہ اس تقدیر پر یہ الفاظ کوئی عقد و انشا نہ تھے محض جھوٹی خبر تھی اور جھوٹی خبر دیانۃً باطل و بے اثر۔

اقول[۱] علما تصریح فرماتے ہیں اگر شوہر[ف۲] نے اقرار طلاق کیا کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور واقع میں نہ دی تھی تو گو قضاءً طلاق ہوگئی مگر دیانۃً ہرگز نہ ہوگی کہ اُس کا یہ قول طلاق دینا نہ تھا بلکہ طلاق غیر واقع کی جھوٹی خبر دینا حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے الاقرار بالطلاق کاذبا یقع بہ الطلاق قضاءً لا دیانۃً فتاوٰی خیریہ میں ہے رجل طلق[ف۳] زوجتہ المدخولۃ واحدۃ رجعیۃ فسئل کیف طلقت زوجتک فقال ثلثا کاذبا لایقع فی الدیانۃ الا ما کان اوقعہ من الواحدۃ الرجعیۃ فیملک مراجعتھا فی العدۃ والحال ھذہ اھ ملخصا تو جب اقرار خلاف واقع سے عنداللہ طلاق واقع نہیں ہوتی نکاح بدرجہ اولٰی منعقد نہ ہوگا کہ طلاق سبب تحریم فرج ہے اور نکاح سبب تحلیل اور امر فرج میں احتیاط جلیل ولہذا عامہ علما متون و شروح و فتاوٰی میں تصریح فرماتے ہیں کہ مجرد اقرار مرد و زن سے نکاح ہرگز منعقد نہیں ہوتا اسی پر وقایہ[۱] و نقایہ[۲] و اصلاح[۳] و ملتقی[۴] ہیں کہ سب اعاظم متون معتبرہ مذہب سے ہیں جزم فرمایا اسی پر کتاب[۵] البیہقی و فتاوٰی[۶] اہل سمرقند وغیرہما میں اقتصار کیا اسی کو شرح جصاص[۷] و مختارات[۸] النوازل و فتاوٰی[۹] خلاصہ و خزانۃ[۱۰] المفتین و مختار[۱۱] الفتاوٰی وایضاح[۱۲] الاصلاح و جامع[۱۳] الرموز میں مذہب مختار بتایا اسی کو تنویر[۱۴] الابصار و درمختار[۱۵] میں مقدم و مختار رکھکر ضعف مخالف کی طرف اشارہ فرمایا اسی کو فتاوٰی[۱۶] ظہیریہ و فتاوٰی[۱۷] عالمگیریہ میں صحیح کہا اسی پر جواہر[۱۸] اخلاطی میں اُن دونوں لفظ فتوی

ف۱: مجرد اقرار زوجیت حقیقۃً نکاح نہیں یعنی اگر گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول نہ ہوئے ہوں تو وہ مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے لیے حلال نہیں اگرچہ ایک دوسرے کو زوج وجہ کہیں ۱۲

ف۲: طلاق کی جھوٹی خبر دینے سے قضاءً طلاق ہوجائے گی عنداللہ نہ ہوگی ۱۲

ف۳: شوہر نے ایک طلاق دی تھی کسی نے پوچھا تو کتنی طلاقیں دی ہیں اُس نے کہا تین تو دیانۃً ایک ہی اور قضاءً تین ۱۲

یعنی مختار و صحیح کہ جمع کرکے تیسر الفظ آکد واقوی علیہ الفتوی اور زائد کیا علامہ[۱۹] حانوتی وسید[۲۰] ابو السعود کی عبارتیں ابھی گزریں باقی نصوص بالتلخیص یہ ہیں وقایۃ الروایہ ومختصر الوقایہ میں ہے لا ینعقد بقولهما عند الشهود ما زن وشویم شرح نقایہ قہستانی میں ہے علی المختار متن وشروح علامہ ابن کمال قدیر میں ہے لا بقولهما مازن وشویم لان النکاح اثبات وهذا اظهار ولا اظهار غیر الاثبات ذکره فی التخییر وقال فی مختارات النوازل هو المختار متن علامہ ابرہیم حلبی میں ہے لو قال عند الشهود ما زن وشویم لا ینعقد خانیہ میں ہے ذکر البیهقی رحمه الله تعالٰی فی کتابہ رجل وامرأة لیس بینهما نکاح القعالان یقرا بالنکاح فاقرا لم یلزمهما قال لا ان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم وکذلك فی البیع اذا اقرا[ف۱] ببیع لم یکن ثم اجاز لم یجز اسی میں ہے ذکر فی النوازل رجل وامرأة اقرا بین یدی الشهود بالفارسیة ما زن وشویم لا ینعقد النکاح بینهما وکذا لو قال لامرأته هذه امرأتی وقالت هی هذا زوجی لا یکون نکاحا فتاوی امام علامہ حسین بن محمد سمعانی میں ہے اقرا بالنکاح بین یدی الشهود فقال ما زن وشویم لا ینعقد هو المختار لان النکاح اثبات والاظهار غیر الاثبات ولهذا لو اقر[ف۲] بالمال لانسان کاذبا لا یصیر ملکا له (یعنی الخلاصة) ولو قال الرجل لامرأة هذه امرأتی وقالت المرأة هذا زوجی بحضرة من الشهود لا یکون نکاحا لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم (رای فتاوی اهل سمرقند) متن مولٰی غزی وشرح محقق علائی میں ہے لا ینعقد بالاقرار علی المختار خلاصة کقوله هی امرأتی لان الاقرار اظهار لما هو ثابت ولیس بانشاء الخ وسیأتی تمامه فتاوٰی ہندیہ میں عبارت خلاصہ هو المختار تک نقل کی پھر لکھا لو قال این زن من ست بحضرة من الشهود وقالت المرأة این شوی من ست ولم یکن بینهما نکاح سابق اختلف المشایخ فیه والصحیح انه لا یکون نکاحا کذا فی الظهیریة وفی شرح الجصاص المختار انه ینعقد اذا قضی بالنکاح او قال الشهود لهما جعلتما هذا نکاحا فقالا نعم ینعقد هکذا فی مختار الفتاوی اھ اقول[ف۳] وجه الانعقاد فی الاول ان القضاء یرفع الخلاف او انه ینفذ ظاهرا وباطنا وفی الثانی ان السؤال معاد فی الجواب والجعل انشاء کما فی الفتح والدر وغیرهما فتاوی علامہ برہان الدین ابرہیم بن ابی بکر بن محمد اخلاطی حسینی میں ہے اقرا بالنکاح بین یدی الشهود بقولهما مازن وشویم لا ینعقد هو المختار رقال بحضور الشهود هذه المرأة زوجتی فقالت هذا الرجل زوجی ولم یکن بینهما نکاح سابق لا ینعقد هو الصحیح وعلیه الفتوی بالجملہ اخبار وانشا کا تباین بدیہی تو ارادۂ اخبار ارادۂ منافی اور ادا او منافی عقد کا نافی اقول[۲] وبتقریری هذا اندفع ما عسی ان یتوهم من ان[ف۴] النکاح مما

ف۱: بیع کا جھوٹا اقرار بیع نہیں ۱۲

ف۲: کسی کے لیے مال کا غلط اقرار کیا تو وہ مال مقرلہ کی ملک نہ ہوگا ۱۲

ف۳: حکم قاضی رافع خلاف ہے اور قضا حسب تصریح ظاہراً و باطناً نفاذ ہوتی ہے ۱۲

ف۴: نکاح میں جد و ہزل برابر ہیں پھر بھی بسبب ارادہ اخبار نکاح منعقد نہ ہونے کی وجہ دلیل ارادہ ۱۲

يستوي فيه الهزل والجد فلا يحتاج الى نية وقصد حتى لو تكلما بالايجاب والقبول هازلين او مكرهين ينعقد فكان المناط مجرد التلفظ وان عدم القصد وذلك لان بونا بينا بين عدم القصد وقصد العدم بارادة شیئ آخر غیره مما یحتمله اللفظ وما لا یحتاج الی القصد یصح مع الاول دون الاخر الا تری انه لو قال انت طالق ولم ينو شيئا طلقت وان نوى الطلاق عن الوثاق او الاخبار عن طلاق سابق صادقا او كاذبا لم تطلق ديانة كما نصوا عليه اتقن هذا فانه هو التحقيق الحقيق بالقبول وان خفي بعضه على بعض الفحول على ان هذا انما هو في اللفظ الصريح اما الكنايات فلا شك في توقفها على النية كما في الطلاق والعتاق اور شک نہیں کہ ظاہر اعوام ان الفاظ سے ارادۂ انشا کو جانتے بھی نہ ہونگے بلکہ جو ان کا مفہوم متبادر ہے یعنی اخبار وہی اُن کا مراد ومقصود ہوگا اور سامعین بھی اُنھیں سُن کر یہی سمجھیں گے تو جبکہ واقع میں اس سے پہلے نکاح نہ ہوا تو صرف یہ سوال وجواب واخبار غلط کیونکر اُنھیں عند اللہ زوج وزوجہ بنا سکتے ہیں هذا مما لا يعقل ولا يستاهل ان يقبل

اقول فقد بان بحمد الله ضعف ما نقل في التنوير والدر عن الذخيرة بعد ما قدما عدم الانعقاد بالاقرار على المختار كما سمعت حيث قال عقيبه وقيل ان كان بمحضر من الشهود صح وجعل الاقرار انشاء وهو الاصح ذخيرة اھ فاعلم اولا ان المولیین المحققین رحمهما الله تعالى قد اشارا الى تضعيف هذا الوجه اما المصنف فبتقديمه الاول وتعبيره هذا بقيل واما المؤلف فبتقريره على الامرين وتعليله للاول فان التعليل دليل التعويل كما نص عليه في العقود الدرية وغيرها فافهم وثانيا ان تأملت ما القينا عليك فوجوه ضعفه لا تخفى لديك اما اولا فلما تقدم في كلامي وكلمات العلماء الكرام على عدم الانعقاد بالاقرار من دلائل لا ترد ولا ترام ولا شك ان الاقوى دليلا احق بالتعويل واما ثانيا فلما له من كثرة الترجيحات وقد تقرر ان العمل بما عليه الاكثر كما في العقود وغيرها واما ثالثا فلان ما له من علامة الافتاء اشد قوة واعظم وقعة مما لهذا فقد نصوا ان عليه الفتوى وبه يفتى آكد ما يكون من الفاظ الفتوى واما رابعا فلان عليه المتون وهي العمدة واليها الركون فهذه الاربعة قد ظهرت من قبل واما خامسا فلما تسمع آنفا قد اظهر لنا المولى الامام برهان الدين محمود بن الصدر السعيد تاج الدين احمد قدس سرهما في ذخيرته مأخذ خيرته اذ بنى ذلك على انه ذكر محرر المذهب محمد رضي الله تعالى عنه في صلح الاصل ادعى رجل على امرأة نكاحا فجحدت فصالحها بمائة على ان تقر بهذا فاقرت فهذا الاقرار جائز والمال لازم

فظن المولى البرهان ان محمدا اجاز النكاح بالاقرار وقد علم ان هذا العقد لا يصح الا بحضر من الشهود ففرع عليه ان لا صحة لو الشهود حضورا قال العبد الضعيف لطف به المولى اللطيف وای شیئ اکون انا حتى اتكلم بين يدى هذا الامام الجليل قدس سره الجميل ولكن كثرة تصحيحات الائمة وجزمهم فى الجانب الأخر دعا بحرئى الى ان اقول وبالله التوفيق لا مساس لما فى الاصل بهذا الفصل فان محمدا انما اجاز الاقرار والزم المال فانما افاد جواز الصلح وانقطاع الجدال بحيث لوعادت المرأة بعد ذلك الى الجحود لم يسمعه القاضى اما لو لم يجز الصلح لم يلزم المال واقرت المرأة على انكارها هذا هو حاصل جواز الصلح وعدم جوازه كما لا يخفى واين هذا من انعقاد العقد فى الواقع فيما بينهم وبين ربهما العليم الخبير تبارك وتعالى اليس قد صرحوا انه لا يطيب له البدل ان كان كاذبا ولو ادعى رجل على اخر بيع داره مثلا فاقر به افتداء عن يمينه او فرارا عن ذل الجثو بين يدى القاضى ثبت البيع قضاء وجرت الاحكام من وجوب التسليم ولزوم الشفعة وغير ذلك لكن هذا المدعى الكاذب انما يأخذ جمرة نار ثم السران المصالحين اراد اعقد الصلح وهو انما يصور بارجاعه الى عقد من العقود الشرعية فلابد من حمله على اشبه عقد به ضرورة تصحيح الكلام وقطع الخصام اما ههنا اعنى فيما نحن فيه فلم يريدا عقدا و انما اخبرا اخبارا كاذبا وان يرج على الناس فلا يصح عند الله اصلا فوضح الفرق وزال الاشتباه والحمد لله قال فى الهداية اذا ادعى رجل على امرأة نكاحا وهى تجحد فصالحته على مال بذلته حتى يترك الدعوى جاز وكان فى معنى الخلع لانه امكن تصحيحه خلعا فى جانبه بناء على زعمه وفى جانبها بذلا للمال لدفع الخصومة قالوا ولا يحل له ان يأخذ فيما بينه وبين الله تعالى اذا كان مبطلا فى دعواه اھ قال فى الكفاية هذا عام فى جميع انواع الصلح اھ وفى الدر المختار عن القهستانى اما الصلح على بعض الدين فيصح ويبرؤ عن دعوى الباقى اى قضاء لا ديانة ولذا لو ظفر به اخذه اھ وفى الشامية عن المقدسى عن المحيط قضاه الالف وانكر الطالب فصالحه بمائة صح ولا يحل له اخذها ديانة اھ وسرد النقول فى ذلك يطول وقال فى الهداية الاصل ان الصلح يجب حمله على اقرب العقود اليه واشبهها به احتيالا لتصحيح تصرف العاقد ما امكن اھ فبما اسمعناك يحصل الجواب عن تمسك المولى البرهان بثلثة اوجه الاول ارجاع الصلح الى تلك العقود تقدير وتصوير ضرورى فلا يتعدى الثانى انما ثبت هذه العقود بتلك الالفاظ فى ضمن الصلح وكم من شيئ يثبت ضمنا ولا يثبت قصدا الا ترى ان قوله

اعتق عبدك هذا عنى بالف يتضمن الابتياع مع انه لا ينعقد قصدا بلفظ الاعتاق الثالث ان هذه العقود انما تنفذ قضاء ولا تؤثر فى الديانة اذا كان مبطلا ونحن لا ننكران باقرارهما يثبت النكاح قضاءً وانما الكلام فى الديانة فان كان مراد الامام البرهان هو الصحة قضاء وقد يستأنس له بقوله عطر الله مرقده جعل الاقرار انشاء حيث لم يقل كان انشاء ويتبينه بناؤه الامر على عبارة الاصل فانها كما علمت لاتفيد الا الجواز قضاء فهذا احق لامرية فيه ولا غرو فى المصير اليه تصحيحا لكلام هذا الامام وتحصيلا للوفاق بينه وبين غيره من الائمة الاعلام وان كان فيه بعد بالنظر الى ظاهر الكلام والا فلا شك ان الحق مع هؤلاء الجهابذة الكرام والله تعالٰی اعلم بحقیقة الامر فی کل مرام والحمد لله مولٰنا الهادی ذی الجلال والاکرام ہاں اگر مرد وزن نے وہ لفظ کہے جو امر ماضی سے خبر دینے کے لیے متعین نہ تھے مثلاً مرد نے کہا یہ میری زوجہ ہے عورت بولی یہ میرا شوہر ہے یا مرد نے کہا میں اس کا خاوند ہوں عورت بولی میں اس کی جورو ہوں اور دونوں نے ان الفاظ سے عقد نکاح کرنے کی نیت کی یعنی اُن میں کسی کا قصد اخبار نہ تھا دونوں نے بارادۂ انشا کہے تو بیشک یہ الفاظ عقد نکاح ٹھہریں گے کہ جب قصد اخبار نہیں تو یہ لفظ اقرار نہیں اور جبکہ اخبار ماضی کے لیے متعین نہیں تو ارادۂ انشا کے صالح ہیں تو اُنہوں نے الفاظ صالحہ سے قصد انشا کیا اور اسی قدر تحقق ایجاب وقبول کے لیے بس ہے بخلاف اُن الفاظ کے جو اخبار عن الماضی کے سوا دوسرے معنے کے محتمل نہوں مثلاً کہیں باہم ہمارا نکاح ہوچکا ہے کہ اب لفظ اخبار میں متعین اور انشا سے مبائن۔ اقول هذا الذى قررته بتوفيق الله تعالٰى يجب ان يكون هو المراد من قول الامام الاجل فقيه النفس قاضى خاں رحمه الله تعالٰی حيث افاد بعد ما اثر عن البيهقى والنوازل ما اسلفنا قال مولٰنا رضى الله تعالٰی عنه ينبغى ان يكون الجواب على التفصيل ان اقر ابعقد ماض ولم يكن بينهما عقد لا يكون نكاحا وان اقرت المرأة انه زوجها واقر الرجل انها امرأته يكون ذلك نكاحا ويتضمن اقرارهما بذلك انشاء النكاح بينهما بخلاف ما اذا اقرا بعقد لم يكن لان ذلك كذب محض وهو كما قال ابو حنيفة رضى الله تعالٰی عنه اذا قال الرجل لامرأته لست لى بامرأة ونوى به الطلاق يقع ويجعل كانه قال لست لى بامرأة لانى قد طلقتك ولو قال لم اكن تزوجتها ونوى به الطلاق لا يقع لان ذلك كذب محض لا يمكن تصحيحه اھ قال فى الفتح على ما نقل عنه فى رد المحتار ان الحق هذا التفصيل اھ فانما المعنى على ما بينا وليس المراد ان اللفظ اذا لم يتعين للاخبار عن الماضى صح العقد وان نويا به الاخبار كيف وانه

لا یکون ح الا محض کذب ویشھد لك بذلك ما استشھد به من مسئلة الطلاق[ف۱] فانه ان قال لست لی بامرأة ولم ینوبه انشاء الطلاق وانما قصد الاخبار الکاذب لم یقع قطعا فانه لا یقع عند ذلك بالصریح کما قدمنا فکیف بالکنایات الا تری انه بنفسه قید المسئلة بقوله ونوی الطلاق فکذا یقال ھھنا ونویا النکاح ھذا ما ظھرت الیه لما وعیت ثم بتوفیق المولی سبحٰنه وتعالٰی رأیت العلامة عبد العلی البرجندی نقل فی شرح النقایة کلام الامام فقیه النفس بالمعنی وعبر عنه بعین ما فھمته ولله الحمد وھذا نصه فی الظھیریة لو قال بمحضر من الشھود این زن من ست فقالت این شوی من ست اختلف المشائخ فیه والصحیح انه لا ینعقد وفی فتاوٰی قاضی خان انما لا یکون ھذا نکاحا اذا قالا ذلك علی سبیل الاخبار عن عقد ماض ولم یکن بینھما عقد اما اذا اقرت انه زوجھا واقرانھا زوجته وارادا بذلك انشاء النکاح فھو نکاح اھ فالحمد لله علی حسن التفھیم اقول[۱۵] وبما قررت[ف۲] ظھر لك ان ھذا الذی اختارہ المولی فقیه النفس وقال المحقق علی الاطلاق انه الحق لا یخالف ما صححه عامة الائمة اصلا بل ھو عین ما اعتمدوا فانھم انما صححوا ان النکاح لا ینعقد بالاقرار والاقرار انما یکون عند قصد الاخبار وح قد نص الفقیه علی عدم الانعقاد اما اذا قالا مریدین به الانشاء لم یکن ذلك من الاقرار فی شیئ فان الاقرار ھو الاخبار دون الانشاء فتوافق الاقوال وتظافرت التصحیحات علی صحة ما افتیت به فان حمل کلام الذخیرة علی ما اسلفنا حصل التوفیق فی الاقوال جمیعا والا فعلیکم بما حررت عضوا علیه بالنواجذ اقول[۱۶] اب یہاں ایک اور مسئلہ خلافیہ وارد ہوگا کہ جس طرح نکاح مسلم میں وقت ایجاب وقبول دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں عاقل بالغ آزاد اور نکاح مسلم میں انھیں اوصاف کے خاص مسلمین کا حاضر ہونا بالاتفاق اور ان کا کلام عاقدین معاسننا عند الجمھور علی المذھب المنصور شرط وضرور ہے آیا یونہیں ان کا کلام عاقدین سمجھنا بھی شرط ہے یا نہیں مثلاً اگر دو ہندیوں کے سامنے مرد وزن نے عربی میں ایجاب وقبول کرلیا وہ نہ سمجھے آیا یہ نکاح فاسد ہوگا یا صحیح علمائے کرام کے اس میں دونوں قول منقول ہوئے جزم بالاول العلامة الزیلعی فی التبیین والمحقق حیث اطلق فی الفتح والمولی الغزی فی متن التنویر وصححه فی الجوھرة وقال فی الذخیرة والظھیریة وخزانة المفتیین والسراج الوھاج وشرحی النقایة للقھستانی والبرجندی ومجمع الانھر والھندیة انه الظاھر وکذا اختارہ فقیه النفس فی الخانیة وضعف خلافه وقال الذخیرة ثم البحر ثم الدر ومجمع الانھر فکان ھو المذھب وجزم بالثانی فی الفتاوی وکذا ذکرہ البقالی وقال فی الخلاصة وجواھر الاخلاطی

ف۱: اگر کسی نے کہا تو میری زوجہ نہیں اور اس سے انشاء طلاق کا ارادہ نہ کیا بلکہ محض خبر کاذب کی نیت کی تو طلاق نہ ہوگی۔ ۱۲

ف۲: توفیق جلیل بین ما اختارہ الامام فقیہ النفس وبین ما صححہ عامۃ الائمۃ ۱۲
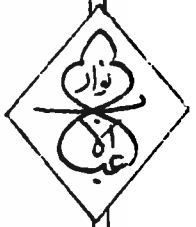
انہ الاصح وفی مجمع الانہر عن النصاب علیہ الفتوی ولم یتعرض لتقیید الفھم فی مختصر القدوری والوقایۃ والنقایۃ والکنز والاصلاح والایضاح والملتقی وکلاھما روایۃ عن مدار المذھب محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کما فی الفتح[17] اور توفیق نفیس یہ ہے کہ معنے الفاظ سمجھنا ضرور نہیں مگر اسقدر سمجھنا ضرور ہے کہ یہ عقد نکاح ہورہا ہے اقول[18] وقد کان سنح لی ھذا ثم رأیتہ للعلامۃ مصطفٰی الرحمتی المحشی الدر وقال فی رد المحتار ووفق الرحمتی بحمل القول بالاشتراط علی اشتراط فھمھم انہ عقد نکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط فھم معانی الالفاظ بعد فھمھم ان المراد عقد النکاح اھ وھو کما تری حسن جدا اقول[19] ومن علم الفقہ والحکمۃ فی اشتراط الشھادۃ فی عقد النکاح ایقن بھذا التوفیق فان من علم ان ھذا انکاح فقد شھد العقد وان لم یقف علی خصوص ترجمۃ الالفاظ ومن لم یفھم کان کمن لم یسمع ومن لم یسمع فکأن لم یحضر وبتقریر ھذا یتضح لک ان الاجتزاء بذکر الحضور او بہ وبالسماع اوذکرھما مع الفھم کل یؤدی مؤدی واحدا عند التدقیق واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق پس مسئلہ دائرہ میں جبکہ مرد و زن اُن الفاظ سے قصد انشا کریں اس کے ساتھ یہ بھی ضرور کہ دو شاہد بھی اُن کی اس گفتگو کو عقد نکاح سمجھیں خواہ بذریعہ قرائن یا خود عاقدین کے مطلع کر رکھنے سے ورنہ اگر سب حضار نے اُسے محض اخبار جانا تو فاھمین انہ نکاح صادق نہ آیا اور نکاح صحیح نہ ہوا ھذا ما قلتہ تفقھا ثم رأیت فی رد المحتار قال حاصل ما فی الفتح وملخصہ انہ لابد فی کنایات النکاح من النیۃ مع قرینۃ او تصدیق القابل للموجب وفھم الشھود المراد او اعلامھم بہ اھ فاتضح المرام والحمد للہ ولی الانعام اقول[20] وینبغی ان یکون الاعلام قبل العقد کما اشرت الیہ لیکونا جامعی شرائط الشھادۃ عند العقد الا تری ان فاھمین فی کلامھم حال ولابد من مقارنۃ[ف2] الحال والعامل واللہ تعالٰی اعلم ھذا کلہ مما فاض علی قلب الفقیر بفیض القدیر والمولی تعالٰی اذا شاء الحق الجاھل العاجز بالماھر الخبیر والحمد للہ علی حسن التوفیق والھام التحقیق والصلٰوۃ والسلام علی سید العلمین محمد والہ وصحبہ اجمعین اٰمین پھر جس حالت[ف3] میں انعقاد نکاح کا حکم ہو ذکر مہر کی کوئی حاجت نہیں کہ نکاح بے ذکر مہر بلکہ بذکر عدم مہر بھی صحیح و منعقد ہے کما نصوا علیہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ تعالٰی اتم واحکم۔

ف۱: گواہوں کا الفاظ نکاح کے معنے سمجھنا شرط نہیں ہے، سمجھنا ضرور ہے کہ عقد نکاح ہورہا ہے ۱۲
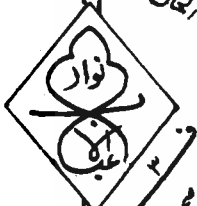
ف۲: لابد من مقارنۃ الحال والعامل

ف۳: صحت نکاح کے لئے مہر کا ذکر شرط نہیں بغیر ذکر مہر بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے بلکہ یوں بھی کہ مہر بالکل نہ ہوگا ذکر کردیں ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جو کہ عقد ہوتے ہیں کہ ایک شخص غیر کو ولی ہندہ نے وکیل قرار دیکر اور دو شخص اور ہمراہ اُس کے واسطے گواہی کے مقرر کرکے واسطے اجازت لینے نکاح کے ہندہ کے پاس بھیجے وہ شخص کسی کا سر اور کسی کا پاؤں کچلتا ہوا ہنگامۂ مستورات میں جاکر قریب ہندہ کے بیٹھا اور یہ کلمات کہے کہ تو مجھکو واسطے عقد اپنے کے وکیل کردے وہ بیچاری بباعث رواج اس ملک اور شرم کے کب گویا ہوتی ہے اکثر مستورات اُس کو فہمائش کرتی ہیں مگر وہ نہیں جواب دیتی اور بعض بعض کچھ گریہ یا ہوں کا اشارہ کردیتی ہیں بعد کو وکیل صاحب باہر تشریف مع دونوں گواہوں کے لاکر دولھا کے روبرو آکر بیٹھتے ہیں اور داہنے دولھا کے ایک شخص اور کہ دعوی قضا کا رکھتے ہیں اور پیشہ کفش دوزی یا خیاطی یا نور بافی کا کرتے ہیں وہ بھی بیٹھتے ہیں جو کہ وکیل صاحب مع گواہوں کے تشریف لائے تھے وہ قاضی صاحب سے سلام علیک کرکے روبرو دولھا کے بیٹھ گئے قاضی صاحب نے وکیل صاحب کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ آپ کا آنا کہاں سے ہوا وکیل صاحب نے درجواب اُس کے ارشاد کیا کہ دختر فلاں نے واسطے عقد اپنے کے مجھکو وکیل مقرر کرکے بھیجا ہے اور میری وکالت کے یہ دونوں شخص گواہ ہیں آپ اُس کا عقد نوشہ ہذا کے ساتھ کردیجیے قاضی صاحب نے بعد طے ہونے گفتگو عقد اور تعین مہر مبلغ ایک لکھ روپے اور بیس دینار سرخ سوائے نان نفقہ کے نوشہ کی طرف متوجہ ہوکر خیال کیا کہ کنگنہ جو ہاتھ میں دولھا کے بندھا تھا وہ کھول کر علیحدہ رکھدیا اور سہرہ کو لوٹ کر شملہ پر لپیٹ دیا اور یہ کلمات فرمائے کہ فلاں شخص کی دختر کو بوکالت فلاں شخص اور بہ گواہی فلاں فلاں شخص کے بالعوض اس قدر مہر سوائے نان نفقہ کے بیچ نکاح تیرے

کے دی مَیں نے قبول کی تو نے اُس نے کہا قبول کی مَیں نے بعد کو وکیل صاحب مع گواہوں کے چلے گئے اور
قاضی صاحب بھی اپنا حق نکاح خوانی مع دو رکابی پُلاؤ کے لیکر تشریف لے گئے دولھا نے وہ کنگنہ پھر اپنے ہاتھ
میں باندھ لیا آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں اور جو کہ اولاد ہوئی وہ حرام کی ہوئی یا حلال کی ہوئی اور قول زید کا یہ ہے
کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا اور جو کہ اولاد ہوئی وہ حرامی ہوئی اور شناخت حرام اور حلال کی یہ ہے کہ جو اولاد
ایسے نکاحوں سے ہوتی ہے اُن سے اکثر یہ فعل سرزد ہوتے ہیں جیسے زنا یا شراب خوری یا قمار بازی یا لواطت
سوا اس کے جو فعل ناشایستہ ہیں وہ سرزد ہوتے ہیں یا کہ والدین سے جنگ جدال کرنا اور بزرگ کا لحاظ پاس نہ
کرنا یہ فعل اولاد صالح اور حلال سے ہرگز عمل میں نہیں آئیں گے اور قول عمرو کا یہ ہے کہ کچھ اس نکاح میں قباحت نہیں
اور نہ اولاد حرام کی ہوسکتی ہے کیونکہ قدیم سے یہی رسم چلی آئی اگر ایسا ہو تو سب مخلوق خدا حرامی ہوگی آیا قول زید
کا درست ہے یا عمرو کا اور قول زید کا یہ ہے کہ بالفرض کنگنہ بھی نہیں ہے اور نکاح بھی اصالتاً یا ولایۃً یا کہ جو وکیل
ہے اُسی نے ایجاب وقبول کرایا اور بعد اس کے کلمات کفر کے طرفین سے خواہ شوہر یا عورت سے سرزد ہوئے اور
اُن کو نہیں تمیز ہے کہ یہ کلمات کفر ہیں جب بھی نکاح جاتا رہے گا اور جو قبل از توبہ اور سرِنو ایجاب قبول کرنے
کے اولاد ہوگی وہ بھی حرامی ہوگی بینوا توجروا من اللہ۔

الجواب

ظاہر ہے کہ عورت سے اذن جبھی لیا جاتا ہے کہ عاقلہ بالغہ ہو اور بیشک عاقلہ بالغہ کا اذن شرعاً معتبر اور بیشک دوشیزہ کا
سکوت بھی اذن قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البکر تستأذن فی نفسہا واذنہا صماتہا رواہ احمد
والستۃ الا البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما مگر یہ اُسی وقت ہے جبکہ ولی اقرب اُس سے اذن
لے ورنہ مجرد خاموشی اذن نہ ٹھہرے گی درمختار میں ہے فان استأذنہا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا
عبرۃ بسکوتہا الخ اور بیشک اکثر لوگ جو وکیل کیے جاتے ہیں اجنبی یا ولی بعید ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں
اگر انھوں نے اذن لیا اور دوشیزہ نے سکوت کیا[ف۱] تو سرے سے انھیں کے لیے وکالت ثابت نہ ہوئی اور اگر اُس نے
صاف ہُوں کہدیا یا ولی اقرب کے اذن لینے پر سکوت کیا تو اس کے لیے وکالت حاصل ہوگئی مگر وکیل
بالنکاح کو شرعاً اتنا اختیار ہے کہ خود نکاح پڑھا دے نہ کہ دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دے جبتک[ف۲]
ماذون مطلق یا صراحۃً دوسرے کو وکیل کرنے کا مجاز نہ ہو بغیر اس کے اگر اُس نے دوسرے سے پڑھوایا تو
صحیح مذہب پر نکاح بلا اذن ہوگا اگرچہ عقد اس کے سامنے ہی واقع ہو فی ردالمحتار عن العلامۃ الرحمتی

ف۱: دوشیزہ کے سکوت سے صرف ولی اقرب کے لیے وکالت ثابت ہوتی ہے اجنبی یا ولی ابعد کے لیے نہیں ۱۲

ف۲: جسے وکیل بالنکاح ماذون مطلق یا صراحۃً اور کو وکیل کرنے کا مجاز نہ ہو وہ دوسرے کو وکیل نہیں کرسکتا ۱۲

عن العلامة الحموی عن کلام الامام محمد فی الاصل ان مباشرة وکیل الوکیل بحضرة الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرة الوکیل بنفسه بخلافه فی البیع الخ اقول[ف۱] نص الغمز عن الولوالجیة هکذا او وکل رجلا فوکل الوکیل غیرہ وفعل الثانی بحضرة الاول فان کان بیعا او شراء یجوز وما عدا البیع والشراء من الخصومة والتقاضی والنکاح والطلاق وغیر ذلك ذکر عصام فی مختصرہ انه یجوز وذکر محمد فی الاصل انه لایجوز فانه قال اذا فعل الثانی بحضرة الاول لم یجز الا فی البیع والشراء وھو الصحیح اھ ملخصا فاذا کان ھذا ھو مفاد الاصل وقد ذیل بالتصحیح فانقطع الخلاف[ف۲] واضمحلت الروایة النادرة وسقط ما فی الخانیة فکیف بما فی القنیة وان ایدہ العلامة الطحطاوی وترکه العلامة البحر فی البحر والمحقق العلائی فی الدر مستشکلا ولا غرو[ف۳] فقد شهدت کلماتهم رحمهم الله تعالٰی انهم لم یطلعوا اذ ذاك علی کلام الاصل اصلا حیث لم یلموا به الماما ولا اشموا منه اشماما ولکن العجب[ف۴] من خاتمة المحققین العلامة الشامی قدس سرہ السامی حیث اورد کلام الاصل ثم لم یسمه الا باستظهار عدم الجواز مریدا به عدم النفاذ اذ العقد عقد فضولی فکانه اقتصر علی النقل عن العلامة مصطفی ولو راجع الغمز لرای تصحیح الامام الولوالجی لما فی الاصل ومعلوم[ف۵] ان روایة الاصول اذا صححت سقطت کل روایة سواھا فکان السبیل الجزم دون مجرد الاستظهار واللّٰه تعالٰی ولی التوفیق بہرحال مذہب[ف۶] راجح پر یہ نکاح نکاح فضولی ہوتے ہیں اور نکاح فضولی کو مذہب حنفی میں باطل جاننا محض جہالت وفضولی بلکہ باجماع ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم منعقد ہوجاتا ہے اور اجازت اصیل پر (کہ یہاں وہ عورت ہے جس کے بے اذن اس کا نکاح غیر وکیل نے کردیا) موقوف رہتا ہے اگر وہ اجازت دے نافذ ہوجائے اور رد کردے تو باطل کما ھو حکم تصرفات الفضولی جمیعا عندنا کما صرح به فی عامة کتب المذھب عالمگیری میں ہے لایجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلك فالنکاح موقوف علی اجازتھا فان اجازته جاز وان ردته بطل کذا فی السراج الوہاج پھر اجازت[ف۷] جس طرح قول سے ہوتی ہے مثلاً عورت خبر نکاح سن کر کہے میں نے جائز کیا یا اجازت دی یا راضی ہوئی یا مجھے قبول ہے یا اچھا کیا یا خدا مبارک کرے الی غیر ذلك من الفاظ الرضا یونہیں اس فعل یا حال سے بھی ہوجاتی ہے جس سے رضامندی سمجھی جائے مثلاً عورت اپنا مہر مانگے یا نفقہ طلب کرے یا مبارکباد لے یا خبر نکاح سن کر خوشی سے ہنسے یا مسکرائے یا اپنا جہیز شوہر کے گھر بھجوائے یا اس کا بھیجا ہوا مہر لے یا اسے بلاجبر واکراہ اپنے ساتھ جماع یا

بوس وکنار ومساس کرنے دے یا تنہا مکان میں اپنے ساتھ خلوت میں آنے دے یا اُس کے کام خدمت میں مشغول ہو جبکہ نکاح سے پہلے اُس کی خدمت نہ کیا کرتی ہو ونحو ذلك من کل فعل یدل علی الرضا ان سب صورتوں میں وہ نکاح کہ موقوف تھا جائز ونافذ ولازم ہو جائیگا عالمگیری میں ہے کما یتحقق رضاها بالقول بقولها رضیت وقبلت واحسنت واصبت وبارك الله لك اولنا ونحوه یتحقق بالدلالة کطلب مهرها ونفقتها وتمکینها من الوطی وقبول التهنئة والضحك بالسرور من غیر استهزاء کذا فی التبیین اُسی میں ہے وان تبسمت فهو رضا هو الصحیح من المذهب ذکره شمس الائمة الحلوائی کذا فی المحیط خانیہ میں ہے الرضا باللسان اوالفعل الذی یدل علی الرضا نحو التمکین من الوطئ وطلب المهر وقبول المهر دون قبول الهدیة وکذا فی حق الغلام حاشیۂ طحطاویہ میں زیر قول درمختار وقبول التهنئة والضحك سرورا ونحو ذلك ہے کامرها بحمل جهازها الی بیت الزوج ردالمحتار میں ہے فی البحر عن الظهیریة لوخلا بها برضاها هل یکون اجازة لارواية لهذه المسئلة وعندی ان هذا اجازة اھ وفی البزازية الظاهر انه اجازة اھ ما فی الشامیة اقول[22] ومن هٰهنا زدت المس والتعانق والتقبیل لان الخلوة برضاها لما کانت امارة الرضا فهذه الافعال اجدر واحری کما لا یخفی حاشیتین علامہ طحطاوی وشامی میں ہے قوله بخلاف خدمته ای ان کانت تخدمه من قبل ففی البحر عن المحیط والظهیرية ولو اکلت من طعامه اوخدمته کما کانت فلیس برضا کلاله اھ ہمارے بلاد میں عام لوگوں خصوصاً شریفوں خصوصاً اغنیا میں اگرچہ یہ اکثر باتیں شبِ زفاف بلکہ مدت تک اُس کے بعد بھی واقع نہیں ہوتیں اور بوس وکنار ومساس وجماع جو اس شب ہوتے ہیں غالباً نہایت اظہار کراہت ونفرت کے ساتھ ہوتے ہیں جن کے باعث اُنھیں دلیل رضا ٹھہرانے میں وقت ہے مگر اس میں شبہہ نہیں کہ شوہر کو شبِ زفاف تنہا مکان میں اپنے پاس آنے دینا اور اس خلوت پر سوا شرم کے کوئی اثر مترتب نہ ہونا یقیناً ہوتا ہے نکاح نافذ ہو جانے کے لیے اسی قدر بس ہے اور یہ امر قطعاً پیش از جماع واقع ہوتا ہے تو جماع بعد نفاذ ولزوم نکاح واقع ہوا اور اولاد اولاد حلال ہوئی بلکہ[23] اگر مقاصد شرع مطہر اور اپنے بلاد کے حالات کو پیش نظر رکھکر نگاہ دقیق فقہی سے کام لیجیے تو شب اول شوہر کو اپنے ساتھ جماع پر قدرت دینا بھی حقیقۃً رضا ہے اگرچہ بظاہر ہزار اظہار تنفر کے ساتھ ہو کہ یہ کراہتیں جیسی ہوتی ہیں سب کو معلوم ہے حقیقت حال یوں منکشف ہو کہ اس مرد کی جگہ کسی اجنبی کو فرض کیجیے جس سے اس کا نکاح نہ کیا گیا ہو کیا اُس وقت بھی یہ ایسی ہی ظاہری کراہتوں پر قناعت کرکے بالآخر جماع پر قدرت دیدیگی

حاشا وکلا تو صاف ثابت کہ یہ سب امور حقیقۃً قبول نکاح سے ناشی ہوتے ہیں بلکہ[۲۴] اس سے پہلے رخصت ہوکر جانا بھی اگرچہ بوجہ مفارقت اعزہ وخانۂ مالوفہ نہایت گریہ وبکا کے ساتھ ہوا انصافاً دلیل رضا ہے کہ اگر اُسے اپنا شوہر ہونا پسند نہ کرتی اجنبی جانتی ہرگز زفاف کے لیے رخصت ہوکر اُس کے یہاں نہ جاتی بلکہ[۲۵] اس سے بھی پہلے آرسی مصحف یعنی جلوہ کی رسم جہاں ہے بشرطیکہ عورت پہلے سے اُس کے سامنے نہ آتی ہو وہ بھی دلیل قبول ہے کہ اگر غیر مرد سمجھتی زنہار منہ دکھانے پر راضی نہ ہوتی اسی[۲۶] طرح مُٹھی کھلوانے وغیرہ کی رسمیں بھی کہ جلوہ سے بھی پیشتر ہوتی ہیں دلالت وعلامت قرار پاسکتی ہیں اور ان[ف۱] تمام باتوں میں بکر وثیب یکساں ہیں کہ ان میں صرف مسئلہ سکوت ہیں فرق ہے باقی دلالتیں دونوں میں برابر ہیں تبیین الحقائق میں ہے لافرق بینہما فی اشتراط الاستئذان والرضا ورضاھما قد یکون صریحا وقد یکون کلالۃ غیر ان سکوت البکر رضا دلالۃ لحیائھا دون الثیب غرض جب شرع سے قاعدہ کلیہ معلوم ہولیا کہ جس فعل سے اس نکاح پر عورت کی رضا ثابت ہو اذن واجازت ہے اور بنظر تحقیق وانصاف جب اُس شخص اور مرد اجنبی کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو یہ امور دلیل رضا وقبول نکلتے ہیں تو نفاذ نکاح کا انکار نہ کریگا مگر جاہل بلکہ[۲۷] جب یہ طریقہ نکاح ہمارے بلاد میں عام طور پر رائج اور معلوم ہے کہ وکیل خود نہ پڑھائیگا دوسرے سے پڑھوائیگا تو کہہ سکتے ہیں کہ ضمن اذن میں دوسرے کو اذن دینے کا بھی عرفاً اذن مل گیا فان المعروف کالمشروط کما ہو من القواعد المقررۃ الفقہیۃ اور وکیل کو جب اذن توکیل ہو تو بیشک اُسے اختیار ہے کہ خود پڑھائے یا دوسرے کو اجازت دے فی الاشباہ لایوکل الوکیل الا باذن او تعمیم الخ اس تقدیر پر یہ نکاح سرے سے نافذ ولازم واقع ہوا جس کی تنفیذ میں ان تدقیقات کی اصلاً حاجت نہ رہی مگر یہ جب ہی کہہ سکیں گے کہ اس طریقہ نکاح کی شہرت ایسی عام ہو کہ کواری لڑکیاں بھی اُس سے واقف ہوں اور جانتی ہوں کہ وکیل خود نہ پڑھائیگا دوسرے سے پڑھوائے گا والا لم یکن معروفا عندھن فلا یجعل کالمشروط فی حقھن تأمل وراجع مسئلۃ سعر الخبز وغیرہ فی البلد یہ سب[ف۲] اُس تقدیر پر ہے کہ وکیل اصلی نے بعد نکاح کوئی کلمہ ایسا نہ کہا جو اس نکاح کی اجازت ٹھہرے ورنہ خود اسی کے جائز کرنے سے جائز ہو جائیگا اگرچہ اسے اذن توکیل اصلاً نہ ہو فی الاشباہ الوکیل اذا وکل بغیر اذن وتعمیم واجاز ما فعلہ وکیلہ نفذ الا الطلاق والعتاق حموی میں ہے وکذا لو عقد اجنبی فاجاز الاول غرض ہر طرح پیش از جماع ان نکاحوں کے نافذ ولازم ہونے میں شبہہ نہیں تو اولاً قطعاً اولاد حلال اور بالفرض[۲۸] ان باتوں سے قطع نظر کیجیے اور بتقدیر باطل مان ہی لیجیے کہ اصلاً ان امور سے

ف ۱ اذن بکر وثیب کا صرف سکوت میں فرق ہے کہ اس میں سکوت اذن ہے اور اس میں نہیں ۱۲

ف ۲ اگر وکیل بالنکاح نے [illegible]

کچھ واقع نہیں ہوتا تاہم جب ان بلاد میں عام مسلمین کو اس میں ابتلا ہے تو راہ یہ تھی کہ اُس روایت پر عمل کریں جسے امام عصام نے اپنے متن میں اختیار فرمایا اور امام فقیہ النفس قاضی خاں نے اپنے فتاوے اور زاہدی نے قنیہ میں اُس پر جزم کیا اور علامہ سیدی احمد طحطاوی نے اُس کی تائید کی یعنی وکیل بالنکاح جب دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دے اور وہ اس کے سامنے پڑھا دے تو نکاح جائز ونافذ ہو جائیگا اگرچہ وکیل کو اذن توکیل نہ ہو اما روایۃ عصام فقد سمعت واما الامام فقیہ النفس فقال فی وکالۃ الخانیۃ الوکیل بالتزویج لیس لہ ان یوکل غیرہ فان فعل فزوج الثانی بحضرۃ الاول جاز اھ واما القنیۃ ففیہا رلوا ستاذنہا فسکتت فوکل من یزوجہا ممن سماہ جاز ان عرفت الزوج والمہر کما فی القنیۃ واستشکلہ فی البحر بانہ لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز وانہا مستثناۃ اھ قال ط قولہ فمقتضاہ عدم الجواز قد یقال[ف۱] ان الوکیل فی النکاح وان تعدد سفیر ومعبر والحقوق ترجع الی الموکل فاذا لاضیر فی تعددہ لاسیما والزوج والمہر معلومان ویؤید ذلک ماذکرہ المص والشارح فی الوکالۃ حیث قالا الوکیل لایوکل الا باذن آمرہ الا اذا وکلہ فی دفع زکاۃ[ف۲] فوکل آخر والوکیل بقبض الدین اذا وکل من فی عیالہ والا عند تقدیر الثمن من المؤکل للوکیل فیجوز التوکیل بلا اجازۃ لحصول المقصود اھ ففی مسئلتنا ہذہ تظہر ہذہ العلۃ وہی کالمسئلۃ الاخیرۃ بجامع التعیین فی کل فتکون مستثناۃ فتعین الجواب الثانی فی الشارح فتأمل اھ ما فی ط اور اگر بحالت استیذان غیر اقرب سکوت ہوا تو روایت امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی موجود کہ مطلقاً سکوت کافی ہے فی ردالمحتار تحت قولہ استأذنہا غیر الاقرب فلا عبرۃ بسکوتہا الخ وعن الکرخی یکفی سکوتہا فتح اھ مقاصد شرع سے ماہر خوب جانتا ہے کہ شریعت[ف۳] مطہرہ رفق وتیسیر پسند فرماتی ہے نہ معاذ اللہ تضییق وتشدید ولہذا جہاں ایسی دقتیں واقع ہوئیں علمائے کرام اُنھیں روایات کی طرف جھکے ہیں جن کی بنا پر مسلمان تنگی سے بچیں ردالمحتار کی کتاب الحدود میں ہے ہو خلاف الواقع بین الناس وفیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تأثیم الامۃ اُسی کی کتاب الحظر میں ہے ہو ارفق باہل ہذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان اُسی کی کتاب البیوع میں ہے لایخفی تحقق الضرورۃ فی زماننا لاسیما فی مثل دمشق الشام فانہ لغلبۃ الجہل علی الناس لایمکن الزامہم بالتخلص باحد الطرق المذکورۃ وان امکن ذلک بالنسبۃ الی بعض افراد الناس لایمکن بالنسبۃ الی عامتہم وفی نزعہم عن عاداتہم حرج وماضاق الامر الا اتسع ولایخفی ان ہذا مسوغ للعدول عن ظاہر الروایۃ کما یعلم من رسالتنا المسماۃ نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف فراجعہا اھ ملخصاً پس روشن ہو گیا کہ اگر روایات

عصام وکرخی ہی پر مسلمانوں کا ان سخت آفتوں سے بچانا منحصر ہوتا تو انھیں پر بنائے کار چاہیے تھی نہ کہ مذاہب صحیحہ مشہورہ معتمدہ پر بالیقین یہ نکاح جائز ونافذ ہوں پھر بزور زبان یہاں کے عام مسلمان مردوں مسلمان عورتوں خدا کے پاکیزہ بندوں ستھری بندیوں کو معاذ اللہ زانی وزانیہ واولادالزنا قرار دیا جائے ایسی ناپاک جرأت نہ کرے گا مگر سخت ناخدا ترس یعظکم اللہ ان تعود والمثلہ ابدا ان کنتم مومنین ط اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو اور اس کے باقی ہذیانات کہ ولد حلال وحرام کی تمیز چنیں وچناں ہے کلمات جنون سے بہت مشابہ جو بشدت اہمال قابل جواب نہیں البتہ اس[ف۱] قدر ضرور ہے کہ اس طریقۂ نکاح میں ایک بے احتیاطی ہے جس کے باعث بعض دقتوں میں پڑنے کا احتمال تو اہل اسلام کو ہدایت چاہیے کہ اس سے باز آئیں تین باتوں سے ایک اختیار کریں۔ اولاً سب سے بہتر یہ کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے عورت سے خاص اسی کے نام اذن طلب کریں اور یہ ہمیشہ ہر طریقہ میں ملحوظ خاطر رہے کہ اذن لینے والا یا تو ولی اقرب یا اس کا وکیل یا رسول ہو یا عورت سے صراحۃً ہوں کہلوائیں مجرد سکوت پر قناعت نہ کریں اور بعض احمق جاہلوں میں جو یہ دستور سنا گیا ہے کہ دلھن کے سر سے بلا ٹالنے کو پاس بیٹھنے والیوں میں سے کوئی ہوں کہدیتی ہے اس کا انسداد کریں ثانیاً وکالت دوسرے ہی کے نام کرنا چاہیں تو یوں سہی کہ جس طرح دلھن سے اس کی وکالت کا اذن مانگیں یوہیں اسے اختیار توکیل دینا بھی طلب کریں یعنی کہیں تونے فلاں بن فلاں کو فلاں بن فلاں کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کا وکیل کیا اور اسے اختیار دیا کہ چاہے خود پڑھائے یا دوسرے کو اپنا نائب بنائے دلھن کہے ہوں ثالثاً اگر یہ بھی نہ ہو اور دوسرے ہی شخص نے وکیل کے سامنے نکاح پڑھایا تو جب وہ پڑھا چکے وکیل فوراً اپنی زبان سے اتنا کہدے کہ میں نے اس نکاح کو جائز کیا اور اس کہنے میں تاخیر نہ کرے کہ مبادا اس کے جائز کرنے سے پہلے دلھن کو خبر نکاح پہنچے اور اس کی ہم عمریں حسب عادت زمانہ اسے کچھ چھیڑیں اور وہ اپنی جہالت سے کوئی ایسی بات کہہ بیٹھے جس سے یہ نکاح کہ اب تک نکاح فضولی تھا رد ہوجائے پھر وکیل تو وکیل خود دلھن کے جائز کیے بھی جائز نہ ہوگا فان الاجازۃ لاتلحق المفسوخ بخلاف ان تینوں شکلوں کے کہ بالکل اندیشہ ودغدغہ سے پاک ہیں رہا زید کا کنگنے وغیرہ کو ذکر کرنا وہ محض فضول کہ آخر یہ رسمیں کفر تو نہیں جن کے باعث نکاح نہ ہو۔ ہاں[ف۲] معاذ اللہ اگر مرد یا عورت نے پیش از نکاح کفر صریح کا ارتکاب کیا تھا اور بے توبہ واسلام ان کا نکاح کیا گیا تو قطعاً نکاح باطل اور اس سے جو اولاد ہوگی ولدالزنا اسی طرح اگر بعد نکاح ان میں کوئی معاذ اللہ مرتد ہوگیا اور اس کے بعد کے جماع سے اولاد ہوئی تو وہ بھی حرامی ہوگی اس کے سوا وہ کلمات جن پر فتاوے وغیرہا میں خلاف تحقیق حکم کفر

ف۱: نکاح کے طریقۂ رائجہ میں جو بعض دقتیں ہیں ان سے بچنے کے تین طریقے ۱۲

ف۲: قبل نکاح کفر صریح کیا اور بے توبہ واسلام نکاح کیا تو نکاح باطل اور اولاد ولدالزنا ۱۲

لکھدیتے ہیں اور وہ کلمات جن میں کوئی ضعیف مرجوح روایت بھی اگرچہ اورکسی امام کے مذہب میں عدم کفر کی نکل آئے اُن کے ارتکاب سے گو تجدید اسلام ونکاح کا حکم دیں مگر اولاد اولادِ زنا نہیں فی الدرالمختار وغیرہ مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالتوبۃ والاستغفار وتجدید النکاح اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از رامپور افغانان فرنگی محل بذریعہ ملا ظریف مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب چاٹگامی ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ اس ملک بنگالہ میں زمانہ قدیم سے درمیان عوام بلکہ اکثر خواص کے بھی یہی دستور ہے کہ بعد خواستگاری اور قول اقرار مربیان طرفین اور قبل ایجاب وقبول عاقدین کے مخطوبہ کو بعد ضیافت براتیان کے مکان میں لاکر اس طور پر نکاح کراتے ہیں کہ چند مربیان عاقدین بالغین وچند بزرگان مجلس کی اجازت سے ایک شخص کو اُس مجلس والے وکیل مخطوبہ قرار دیکر اور دو گواہ یا تین چار گواہ کو اس وکیل کے ساتھ کرکے دولھا کی مجلس سے مخطوبہ کے پاس جو قریب پردہ کے اندر بیٹھی ہوئی ہے روانہ کرتے ہیں اب یہ وکیل مخطوبہ کے قریب گواہوں کے ساتھ جاکر مخطوبہ سے تین باراس طرح سے قبول کراتا ہے کہ اے فاطمہ زید کی بیٹی تونے بکر کو جو خالد کا پسر ہے اس قدر مہر پر جو اُس کے اوپر واجب الادا ہوگا اپنی زوجیت میں قبول کیا تو فاطمہ بآواز بلند کہتی ہے کہ میں نے قبول کیا یا فقط قبول کیا کہدیا اور اس قبول مخطوبہ کو گواہان نے بھی سُن لیا اب پھر وہ وکیل خاطب کی مجلس میں اپنے گواہان کے ساتھ حاضر ہوتا ہے تو جو قاضی عقد کرانے کو دولھا کے پاس بیٹھا ہے وہ اُس وکیل سے سوال کرتا ہے کہ تو کون ہے تو وہ وکیل جواب دیتا ہے کہ میں فاطمہ مخطوبہ کا وکیل ہوں تو قاضی دریافت

کرتا ہے کہ تو کیا جانتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے کہ فاطمہ دختر زید نے بکر پسر خالد کو اپنی زوجیت میں قبول کیا ہے اور میں نے قبول کرایا ہے پھر قاضی سوال کرتا ہے کہ تمھارا کوئی گواہ بھی ہے تو وہ وکیل اپنے گواہوں کی طرف اشارہ کرکے بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ گواہ موجود ہیں تو قاضی پھر اُن گواہوں کی طرف متوجہ ہو کر ہر ایک گواہ سے الگ الگ سوال کرتا ہے اور گواہ لوگ اپنی سماعت بیان کرتے ہیں یعنی فاطمہ نے بکر کو قبول کیا اب جب قاضی کو سماعت شہادت سے فراغت ہوئی تو بہ تعلیم قاضی یا خود وکیل مذکور بکر کو قبول کراتا ہے کہ تو نے فاطمہ دختر زید کو اسقدر (سو روپے یا ہزار مثلا) مہر اپنے ذمہ لیکر قبول کیا یا قبلت تو بکر اقرار کرتا ہے کہ میں نے ہندہ کو قبول کیا یا فقط قبول کیا یا قبلت کہدیا پھر قاضی خطبہ وغیرہ پڑھکر مجلس عقد ختم کردیتا ہے تو اب صورت مذکورہ میں فاطمہ اور بکر کا نکاح منعقد ہوا یا نہیں بر تقدیر اول بعض علما کا یہ شبہہ ہے کہ یہ وکیل مذکور نہ تو خاطب کی طرف سے مقرر ہوا نہ مخطوبہ کی طرف سے اور حالانکہ یہ دونوں بالغ ہیں اور بالغ کا نکاح بلا اذن عاقدین کیونکر ہوسکتا ہے اور بر تقدیر ثانی ہزاروں آدمی حرامزادے قرار پاتے ہیں اور یہ ایجاب وقبول مذکور کیا قرار پائیں گے کیا نکاح مذکور بالکل معدوم قرار دیا جائے گا کیا نکاح فضولی سے بھی خارج ہوگیا بینوا توجروا

الجواب

اس مسئلہ میں ابانت جواب اور بتوفیقہ تعالٰی اصابت صواب محتاج نظر غائر و فکر دقیق فاقول[29] وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ سفیر مذکور جسے وہ عوام وکیل مخطوبہ ٹھہراتے ہیں اُس کا مخطوبہ و خاطب دونوں سے خطاب مذکور بصورت استفہام ہے اگرچہ حرف استفہام مقدر ہے اور استفہام وعقد اقسام انشا سے دو قسم متباین ہیں تو جہاں حقیقت استفہام مقصود ومفہوم ہو وہ کلام ایجاب یا قبول نہیں قرار پاسکتا ہاں اگر صورۃً استفہام اور معنًی تحقیق عقد مستفاد ہو تو ایجاب یا توکیل متصور ہوگا مگر اس کے لیے قیام قرینہ درکار کما ھو شان کل مجاز ولہذا علما[ف۱] فرماتے ہیں اگر زید نے عمرو سے کہا تو نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اُس نے کہا دی یا ہاں نکاح نہ ہوگا جب تک زید اُس کے جواب میں میں نے قبول کی نہ کہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے لوقال رجل لاٰخر زوجتنی ابنتك فقال الاٰخر زوجت اوقال نعم مجیبا لہ لم یکن نکاحا مالم یقل للموجب بعدہ قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد بخلاف زوجنی لانہ توکیل خلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے رجل[ف۲] قال لاٰخر دختر خویشتن فلانہ مرا دہ بزنی فقال دادم وھی صغیرۃ ینعقد النکاح وان لم یقل الزوج قبلت ولو قال دادی لایجوز اذا قال دادم مالم یقل الزوج پذیرفتم الخ فتاوٰی امام قاضی خاں وہندیہ میں امام ابوبکر محمد بن الفضل سے ہے اذا قال لاب البنت

ف۱: مسئلہ زید نے عمرو سے کہا تو نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اُس نے کہا دی جبتک زید یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی نکاح نہ ہوگا۔

ف۲: مسئلہ کسی نے نابالغہ کے باپ سے کہا تو اپنی لڑکی میرے نکاح میں دے اس نے کہا میں نے دی نکاح ہوگیا اگرچہ اب یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی۔

زوجتنی ابنتك فقال زوجت اوقال نعم لایکون نکاحا الا ان یقول الرجل بعد ذلك قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد بخلاف قوله زوجنی لانه توکیل اھ باختصار نیز خانیہ میں ہے رجل قال لغیرہ بالفارسیة دختر خویش را مرا دادی فقال دادم لایکون نکاحا اسی طرح کتب کثیرہ میں ہے یہ اصل استفہام کا حکم ہے فالاطلاق انما ہو بالنظر الی الحقیقة اما لو اطلقت[عه] فھی مقیدة حقیقة بما اذا لم یرد به التحقیق یہی علما تصریح فرماتے ہیں کہ ہنگام ارادۂ تحقیق عقد تام ہے فتاوٰے ظہیریہ و خزانۃ المفتین میں ہے لوقال بالفارسیة دختر خویش را مرا دادی فقال دادم لاینعقد النکاح لان ھذا استخبار واستیعاد فلا یصیر وکیلا الا اذا اراد به التحقیق دون الاستیام وجیز امام کردری میں ہے قال له دختر خود فلانہ را بمن دہ فقال دادم وھی صغیرة انعقد وان لم یقل قبلت لانه توکیل ولو قال بمن دادی لا الا اذا قال دادم وقال الزوج پذیرفتم الا اذا اراد به ادی التحقیق محیط وہندیہ میں ہے لاینعقد النکاح مالم یقل الخاطب پذیرفتم الا اذا اراد بقوله دادی التحقیق دون السوم الخ ذخیرۃ العقبٰی میں ہے قوله دادی استخبار فلا یثبت التوکیل به نعم اذا ارید بقوله دادی التحقیق دون السوم ینعقد النکاح وان لم یقل الخاطب پذیرفتم الخ یہی محل ہے اس فرع ذخیرہ وہندیہ کا قیل لامرأة خویشتن را زن من کردی فقالت کردم ینعقد النکاح وکذا لو قال خویشتن را زن من گردانیدی فقالت گردانیدم اور اس فرع محیط وہندیہ کا سئل نجم الدین عمن قال لامرأة خویشتن را بہزار درم کابین بمن بزنی دادی فقالت بالسمع والطاعة قال ینعقد النکاح ولو قالت سپاس دارم لاینعقد لان الاول اجابة والثانی وعد لاجرم قول فیصل یہ قرار پایا کہ مدار کار مفہوم و مستفاد بنظر احوال و قرائن استعمال پر ہے[ف] زید نے کہا تو نے اپنی بیٹی مجھے دی عمرو نے کہا دی اگر مجلس منگنی کی تھی منگنی ہوئی اور نکاح کی تھی تو نکاح ہو گیا درمختار میں ہے وکذا (ای فی کونه ایجابا قوله) انا متزوجك او جئتك خاطبا لعدم جریان المساومة فی النکاح او ھل اعطیتنیھا ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی پھر شرح قدوری للزاہدی پھر النہر پھر الفرویہ و واقعات المفتین میں ہے قال له ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد للنکاح فنکاح فتح القدیر و ردالمحتار میں ہے لما علمنا ان الملاحظة من جھة الشرع فی ثبوت الانعقاد ولزوم حکمه جانب الرضی عدینا حکمه الی کل لفظ یفید ذلك بلا احتمال مساو للطرف الاخر فقلنا لو قال بالمضارع ذی الھمزة اتزوجك فقالت زوجت نفسی انعقد وفی المبدوء بالتاء تزوجنی بنتك فقال فعلت عند عدم قصد الاستیعاد لانه یتحقق فیه ھذا الاحتمال بخلاف الاول لانه لا یستخبر فنفسه عن الوعد واذا کان کذلك والنکاح مما لا یجری فیه المساومة کان للتحقیق فی الحال

ف: زید نے عمرو سے کہا تو نے اپنی بیٹی مجھے دی عمرو نے کہا دی اگر مجلس منگنی کی تھی منگنی ہوئی اور نکاح کی تھی تو نکاح ہو گیا ۱۲

عه: ای جعلت الکلام مطلقا شاملا للتحقیق والمجاز وبالجملة للتقیید موجب الاطلاق فی موجب التقیید فافھم ۱۲ منه رضی الله عنه

فانعقد بہ لا باعتبار وضعہ للانشاء بل باعتبار استعمالہ فی غرض تحقیقہ واستفادۃ الرضی منہ حتی قلنا لو صرح بالاستفہام اعتبر فہم الحال قال فی شرح الطحاوی لو قال ھل اعطیتنیہا فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح اھ اس تحقیق انیق سے عبارات ملتئم ہوگئیں اور حکم منتظم وتمام الکلام علی مسألۃ الاستفہام فیما علقناہ علی ردالمحتار جب یہ اصل منقح ہولی اب صورت مستفسرہ کی طرف چلیے شخص مذکور کہ مجلس خاطب سے اُٹھ کر مخطوبہ کے پاس جاتا ہے جبکہ اس سے پہلے نہ خاطب سے اذن لیا نہ مخطوبہ سے اور وہ دونوں بالغ ہیں کہ اُن کے معاملہ میں غیر کا اذن کوئی چیز نہیں تو اُسے وکالت سے کیا علاقہ یقیناً فضولی محض ہوتا ہے مگر ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک عقد فضولی[ف۱] محض فضول ونامقبول نہیں بلکہ منعقد ہوجاتا ہے اور اجازت صاحب اجازت پر موقوف رہتا ہے کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ پس اگر اُس کلام سے کہ یہ فضولی مخطوبہ سے کہتا ہے تحقیق عقد مراد ومفہوم ہوتی تو اُسی وقت انعقاد نکاح میں شبہہ نہ تھا اس کا کلام ایجاب ہوا اور مخطوبہ کا جواب قبول عقد موقوفاً منعقد ہوگیا اُس کے بعد جب فضولی مذکور خواہ دوسرے شخص نے خاطب کو اس کی خبر دی اور اُس نے اظہار قبول کیا یہ صراحۃً اُس عقد موقوف کی تنفیذ ہوئی اور نکاح تام ونافذ ولازم ہوگیا قبول کیا میں نے اور قبول کیا دونوں یکساں ہیں کہ جب تونے قبول کیا کے جواب میں قبول کیا کہا تو اُس کے صاف یہی معنے ہوئے کہ میں نے قبول کیا لان السؤال معاد فی الجواب ذخیرہ وہندیہ میں ہے قیل لامرأۃ[ف۲] خویشتن را بفلاں بزنی دادی فقالت دادو قیل للزوج پذیرفتی فقال پذیرفت ینعقد النکاح وان لم تقل المرأۃ دادم والزوج پذیرفتم اصلاح وایضاح میں ہے قولھما دادو پذیرفت بعد دادی وپذیرفتی ایجاب وقبول لمکان العرف فان جواب مثل ھذا الکلام قد یذکر بالمیم وبدونہ کفروخت وخرید فی البیع اقول جب فارسی میں دادو دادم وپذیرفت وپذیرفتم کا ایک حکم ہے تو اُردو میں بدرجہ اولٰی فان صیغۃ الماضی بالفارسیۃ للغائب غیرھا للمتکلم بخلاف لساننا فانما ھی صیغۃ واحدۃ للغائب والحاضر والمتکلم جمیعا وانما یفرق بالضمائر اوذکر الظاھر الاتری ان الفرس تقول اوکرد وتو کردی ومن کردم ونحن نقول فی الکل اُس نے کیا تونے کیا میں نے کیا وکذلک فی الفعل اللازم مع آیا تو آیا میں آیا انما یفرق فیہ بین الواحد والجمع والمذکر والمؤنث فصیغتہ فی اللازم اربع آیا آئی للواحد المذکر والمؤنث وآئے آئیں للجمعین کذلک وفی المتعدی صیغۃ واحدۃ للکل وھو کیا مثلا سواء اسندتہ الی اُس او اُنھوں او تو او تم او ہم للذکر او الذکور او للانثی او الاناث اولھم ذکرانا وانا ثا کلا فرق بین الغائب والحاضر والمتکلم فی شیئ منہما اصلا وبہ تبین بطلان[ف۳] زعم من یزعم ان قول الخاطب قبول کی بدون میں نے لاینعقد بہ النکاح لعدم تعین القابل مگر تقریر مذکور سؤال سے ظاہر یہ ہے کہ فضولی کا مخطوبہ سے وہ کلام بقصد انشائے عقد نہیں ہوتا نہ وہ مجلس

ف۱: عقد فضولی باطل نہیں بلکہ اجازت پر موقوف رہتا ہے ۱۲

ف۲: مسئلہ عورت سے کہا تونے اپنے کو فلاں کی زوجیت میں دیا اُس نے کہا دیا مرد سے کہا تونے قبول کیا اُس نے کہا قبول کیا نکاح ہوگیا اگرچہ دونوں نے یہ نہ کہا کہ میں نے دیا، میں نے قبول کیا۔

ف۳: تطفل۱۲ اعتراض علی بعض المعاصرین۔

مجلس عقد سمجھی جاتی ہے بلکہ اُسے اپنے زعم میں ہندہ سے طلب اذن کی مجلس سمجھتے اور اس گفتگو کو استیذان جانتے اور مجلس عقد مجلس خاطب کو قرار دیتے ہیں جب یہ وہاں سے واپس آکر خاطب سے خطاب کرتا ہے ولہذا پلٹ کر قاضی کے پاس جاتا ہے جو عقد کرانے کو دولھا کے پاس بیٹھا ہے اور اُس کے سوال پر اپنے آپ کو وکیل مخطوبہ ظاہر کرتا ہے اور اُس کے قبول یعنی رضا سے خبر دیتا ہے ان قرائن واضحہ سے مجلس مخطوبہ کا مجلس عقد نہ ہونا ظاہر اور لا اقل اتنا تو بدیہی کہ ارادہ عقد ظاہر نہیں معنی مجاز مراد نہ ہوسکے گا اسی قدر بس ہے فان[ف۱] المجاز مفتقر الی قرینۃ تظہر ارادتہ فحیث لا قرینۃ ترجح جانبہ لا تعم ارادتہ کما علمت من قول المحقق علی الاطلاق بلا احتمال مساو للطرف الاخر واذا کان الامر علی ما وصفنا لم یصح جعل الاستفہام تحقیقا کما دریت اب قبول مخطوبہ کو ایک رکن عقد یعنی ایجاب قرار دیجیے تو باطل محض ہے کہ اس ایجاب کا قبول جاکر دوسری مجلس یعنی مجلس خاطب میں ہوگا اور کوئی ایجاب مجلس سے باہر قبول پر موقوف نہیں رہ سکتا کما نصوا علیہ فی عامۃ الکتب وفی النہر[ف۲] والدر من شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس وفی التنویر وشرحہ لا یتوقف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح وبیع وغیرہما بل یبطل الایجاب ولا تلحقہ الاجازۃ اتفاقا اور اگر توکیل ٹھہرایئے تو اس کی طرف بھی راہ نہیں توکیل[ف۳] دوسرے کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنا نائب بنانا ہے انابت کا اصلا کوئی ذکر نہ کلام شخص مذکور میں تھا نہ کلام مخطوبہ میں تو اُس کا حاصل صرف اسقدر ہوا کہ مخطوبہ نے اس کے سامنے زید کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کی رضا ظاہر کی یہ توکیل نہ ہوئی تنویر الابصار میں ہے ہو اقامۃ الغیر مقام نفسہ فی تصرف جائز معلوم علما فرماتے ہیں زید[ف۴] نے عمرو سے کہا کاش تو میرا نکاح فلاں عورت سے کردیتا اس نے کردیا یہ نکاح نکاح فضولی ہوا حالانکہ یہاں صراحۃً عمرو سے استعانت تھی تو مجرد اس قدر کہ اس نے کہا تو فلاں سے نکاح پر راضی ہے اُس نے کہا ہوں کیونکر توکیل ہوسکتی ہے فتاوٰی خیریہ میں ہے سئل[ف۵] فی رجل قال کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق ثم قال بمجلس لرجل لیتک تزوجنی فلانۃ فہل اذا زوجہ یحنث ام لا اجاب لا یحنث لانہ لم یتزوج بل زوج والمزوج فضولی بلا شک والحال ہذہ الخ بالجملہ اس وقت تک کی جو کارروائی تھی لغو وفضول گئی۔ اب رہا وہاں سے واپسی کے بعد شخص مذکور کا خاطب سے خطاب یہاں ضرور تحقیق عقد ہی مقصود ہے کہ اُن کے زعم میں مجلس مخطوبہ مجلس توکیل تھی اب کہ یہ اپنے نزدیک وکیل بن کر آیا اس مجلس عقد میں عقد کرتا ہے تو یہ استفہام حقیقۃً ایجاب ہوا اور زوج کا کہنا قبول کیا قبول[۱] **اقول** وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ استفہام[ف۶] ہنگام ارادہ تحقیق مفید معنی امر ہوتا ہے قال اللہ تعالٰی فہل انتم منتہون ای انتہوا وقال تعالٰی اتصبرون وکان ربک بصیرا ای اصبروا وقال صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم ھل انتم تارکولی صاحبی ای اتارکوا تو تونے قبول کیا بمعنی قبول کرے ہے اور امر میں اگرچہ ہمارے علما مختلف ہوئے کہ وہ توکیل ہے یا ایجاب فی الدر المختار زوجنی او زوجینی نفسک او کونی امرأتی لیس بایجاب بل توکیل ضمنی وقیل ایجاب ورجحہ فی البحر اھ مختصرا وفی رد المحتار مشی علی الاول فی الھدایۃ والمجمع ونسبہ فی الفتح الی المحققین وعلی الثانی ظاھر الکنز واعترضہ فی الدر بانہ مخالف لکلامھم واجاب فی البحر والنھر بانہ صرح بہ فی الخلاصۃ والخانیۃ قال فی الخانیۃ ولفظۃ الامر فی النکاح ایجاب وکذا فی الخلع والطلاق والکفالۃ والھبۃ اھ قال فی الفتح وھو احسن الخ اور قول توکیل پر یہاں انعقاد نکاح میں وقت ہوتی کہ یہ شخص خاطب کو وکیل کرنے والا کون نکاح کا وکیل بالنکاح تو دوسرے کو وکیل کرسکتا ہی نہیں فضولی کہا چیزے فی الخلاصۃ لو قال الوکیل بالنکاح ھب ابنتک لفلان فقال الاب وھبت لاینعقد النکاح مالم یقل الوکیل بعدہ قبلت لان الوکیل لایملک التوکیل اھ وانکان یتراای لی ان لقائل ان یقول لم لاینعقد فیہ بعضے لاینفذ فانہ ان لم یملکہ کان توکیل فضولی فکان ماذا الا تری ان الفضولی لایملک التزویج ولو زوج لحصل الزواج ولو موقوفا فکذا ینبغی ان تحصل بتوکیلہ الوکالۃ وان توقف نفاذہ علی تنفیذ من لہ التنفیذ قال فی البحر من البیوع الظاھر من فروعھم ان کل ماصح التوکیل بہ اذا باشرہ الفضولی یتوقف الا الشراء بشرطہ اھ ومعلوم ان التوکیل مما یصح بہ التوکیل فالظاھر الانعقاد موقوفا فان ارید عدمہ اصلا مالم یقل الوکیل قبلت فالتعلیل الصحیح الواضح ما افاد العلامۃ الفھامۃ علی المقدسی ان قول الوکیل ھب لفلان ظاھر فی الطلب وانہ مستقبل لم یرد بہ الحال والتحقق فلم یتم بہ العقد بخلاف زوجنی بنتک ھکذا بعد الخطبۃ ونحوھا فانہ ظاھر فی التحقق والاثبات الذی ھو معنی الایجاب اھ ویعینہ اعانۃ بل یعینہ عینا ما فی البحر عن الظھیریۃ لو قال ھب ابنتک لابنی فقال وھبت لم یصح مالم یقل ابو الصبی قبلت اھ فلا مساغ ھھنا لمزعم ان الاب لایملک التوکیل مگر نظر فقہی حاکم ہے کہ یہ امر بالاتفاق مفید ایجاب اور ان دونوں سے برکراں ہو فانہ امر بالقبول والقبول یطلق ویراد بہ الرضا وھو المحمل فی قول الفضولی المذکور المطلوبۃ لعدم ارادتھما ذلک الا استیناف رضاھا من دون تتمیم العقد کما قدمنا ویراد بہ احد رکنی العقد وھو المراد ھھنا حیث المراد تحقیق العقد وھذا القبول وجودہ لا تلو الایجاب فی رد المحتار اشار الی ان المتقدم من کلام العاقدین ایجاب سواء کان المتقدم کلام الزوج او کلام الزوجۃ والمتأخر قبول ح عن المنح فلا یتصور تقدیم القبول

فالامر بالقبول یتضمن الایجاب علی جھۃ الاقتضاء کقولہ اعتق عبدک عنی بالف یتضمن البیع کذلک وکما ان العبد لو تزوج بلا اذن مولاہ فقول المولی لہ طلقھا رجعیۃ اجازۃ للنکاح الموقوف کما فی الدر المختار لان الطلاق الرجعی لا یکون الا بعد النکاح الصحیح فکان الامر بہ اجازۃ اقتضاء کما فی رد المحتار ھذا ما ظھر لی و ھو ظاھر جلی وان ابیت فالقول بالایجاب مرجح مصحح بقول الفتح ھو احسن کما علمت بہرکیف یہاں اگر اس نکاح کے منعقد ہو جانے میں شبہہ نہیں مگر ازانجا کہ شخص مذکور فضولی تھا اجازت مخطوبہ پر موقوف رہا اب اگر بعد وقوع نکاح اس کی خبر پاکر قبل اس کے کہ مخطوبہ سے کوئی قول یا فعل دلیل رد وابطال نکاح صادر ہو قولاً یا فعلاً یا سکوتاً اجازت پائی گئی تو نکاح صحیح وتام ونافذ ہوگیا اجازت قولی یہ کہ مثلاً مخطوبہ کہے میں راضی ہوئی مجھے منظور ہے یا اچھا کیا یا الحمد للہ اور فعلی یہ کہ مثلاً بے جبر واکراہ شوہر کو خلوت میں اپنے پاس آنے دے یا اس سے مہر یا نفقہ طلب کرے یا اور کوئی فعل کہ دلیل رضا ہو اور سکوتی یہ کہ خود ولی یا اس کا رسول یا ایک ثقہ پرہیزگار جس کی عدالت معلوم ومتحقق ہو یا دو مستور الحال جن کا فسق معلوم نہ ہو مخطوبہ کو نکاح کی اطلاع دیں اور وہ شوہر کو پہچانتی ہو اور وہ اس کا کفو بھی ہو یعنی دین یا نسب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں ایسی کمی نہ رکھتا ہو کہ اس سے نکاح اولیائے مخطوبہ کے لیے عار ہو اس صورت میں مخطوبہ خبر سُن کر خاموش ہو رہے تو یہ سکوت بھی اجازت سمجھا جائیگا وقد فصلنا القول فی کل ذلک فی فتاوٰنا بالجملہ یہ صورت رائجہ دقت سے خالی نہیں خصوصاً اگر بعد استماع خبر اظہار نفرت واقع ہو جیسا کہ بلاد ہندوستان میں اکثر دختران دوشیزہ کا معمول ہے جب تو نکاح صاف رد ہو جائیگا کہ پھر مخطوبہ کے جائز کیے بھی جائز نہیں ہو سکتا لہٰذا اس طریقے کی تبدیل ہی واجب ومناسب ہے یا تو شخص متوسط پہلے خاطب سے اذن ووکالت حاصل کرکے جائے اور وہاں جو کلام مخطوبہ سے کہنا ہے اُس سے بنیتِ عقد مقصود رکھے کہ مخطوبہ سے اُسی قدر گفتگو پر نکاح تام ونافذ ہو جائے یا مخطوبہ سے یہ الفاظ نہ کہے بلکہ اپنے لیے اذن ووکالت لے کہ تو نے فلاں بن فلاں بن فلاں کے ساتھ اتنے مہر پر اپنا نکاح کرنے کے لیے مجھے وکیل کیا مخطوبہ کہے ہاں پھر وہاں سے آکر خود یہی شخص خاطب سے کہے میں نے فلانہ بنت فلاں بن فلاں کو اتنے مہر پر تیرے نکاح میں دیا تو نے قبول کیا خاطب کہے ہاں یا یہی الفاظ رکھنا چاہیں تو اول ہی مخطوبہ سے جو گفتگو کی جاتی ہے اُسے مجلس توکیل وطلب رضا نہ سمجھیں بلکہ اُسی کو مجلس عقد سمجھیں اور شخص مذکور وہ الفاظ بقصد تحقیق عقد ہی مخطوبہ سے کہے کہ نکاح وہیں منعقد ہو جائے پھر خاطب کا قبول اُس کی تنفیذ قرار پائے۔

یہ سب تفصیل کہ مذکور ہوئی اُس صورت میں ہے کہ مخطوبہ جلسہ خاطب سے اتنی دور بیٹھی ہو کہ اُس کا کلام ...لِ... والے نہ سُنیں یا وہ قبول کیا کہکر اُٹھ جائے، اُس کے بعد خاطب سے گفتگو آئے یا جب مخطوبہ نے قبول کیا کہہ ...ں

بعد خاطب اُٹھ کھڑا ہوا پھر اس سے کہا گیا کہ ان صورتوں میں مجلس متبدل ہوگی یا شہود اُن دونوں کا کلام معاً نہ سُنیں گے اور اگر وہ اس قدر قریب بیٹھی ہے کہ اہلِ جلسہ خاطب نے اُس کا قبول کیا کہنا سُنا اور ابھی خاطب و مخطوبہ ویسے ہی بیٹھے ہیں کہ خاطب سے آکر بیان کیا گیا اور اس نے قبول کیا کہا کہ مجلس واحد میں دونوں کا کہنا حاضرین میں کم از کم دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں نے معاً سُنا اور سمجھا تو نکاح کی صحت و تمامی میں اصلاً کلام نہیں اب یہ بیچ کا شخص محض لغو و فضول ہوگا اور خاطب و مخطوبہ ہی کا کلام ایجاب و قبول ہوگا وذلك ما قدمنا عن الاصلاح والایضاح والذخیرۃ والھندیۃ من قول قائل للمرأۃ دادی فقالت دادم ثم للزوج پزیرفتی فقال پزیرفت وفی الوقایۃ وشرحہا لصدر الشریعۃ اذا قیل للمرأۃ خویشتن را بزنی فلاں دادی فقالت دادم ثم قیل للزوج پزیرفتی فقال پزیرفت بحذف المیم یصح النکاح کبیع وشراء ای اذا قیل للبائع فروختی فقال فروخت ثم قیل للشتری خریدی فقال خرید یصح البیع اھ اور عورت کا پردے میں ہونا تغایر مجلس کا مقتضی نہیں نہ صحت نکاح میں مخل ہو سکے جبکہ مخطوبہ دو شاہدوں کو عیناً یا تسمیۃً معلوم ہو فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن فتاوی ابی اللیث رجل قال ف۱ لقوم اشھدوا انی تزوجت ھذہ المرأۃ التی فی ھذا البیت فقالت المرأۃ قبلت فسمع الشھود مقالتہا ولم یروا شخصہا فان کانت فی البیت وحدھا جاز النکاح الخ قلت فافاد ان الحجاب ف۲ لا یغیر المجلس وانما اشترط کونہا وحدھا لانہ لم یسمہا وتعریف الغائبۃ عند الاحتمال انما یکون بالتسمیۃ وفی الھندیۃ ایضاً عن محیط السرخسی انکانت ف۳ حاضرۃ متنقبۃ ولا یعرفہا الشھود جاز النکاح وھو الصحیح اسی طرح قبول خاطب میں اتنا وقفہ کہ شخص مذکور وہاں سے اُٹھکر یہاں آیا اور قاضی سے وہ گفتگو ہوئی گواہیاں لی گئیں اُس کے بعد خاطب سے کہا گیا تو اُس نے قبول کیا کچھ مضر نہیں جبکہ مجلس متبدل نہ ہو کہ قبول فوراً ہونا ضرور نہیں فی رد المحتار عن البحر ف۴ اما الفور فلیس من شرطہ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ حضرت نور العارفین دام ظلہم المبین از سیتاپور محلہ تامسن گنج ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

بخدمت عالمان متبحر الناس ہے مثلاً کوئی لڑکا کہ عمر اُس کی تیرہ چودہ برس کی ہے اور نابالغ ہے اپنے گھر کی عورات کو لیکر میلہ ہنود میں جاتا ہے اور عورتیں اُس کے گھر کی پرستش رسم ہنود کی کرتی ہیں ایسا لڑکا اگر کسی کا نکاح پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پوجتی ہیں یعنی حقیقۃً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہے (نہ صرف

وہ بعض رسوم جاہلیت یا افعال جہالت کہ حد فسق وگناہ سے متجاوز نہیں گو اہل تشدد انھیں بنام شرک و پرستش غیر تعبیر کریں) اور وہ اس شرک حقیقی پر مطلع اور اُس پر راضی ہے تو خود کافر مرتد ہے فان الرضا بالکفر کفر اس تقدیر پر اُس سے نکاح پڑھوانا ہرگز نہ چاہیے کہ مرتد کے پاس تک بیٹھنا شرعاً معیوب ہے قال تعالٰی فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین نہ کہ خاص دینی شرعی کام میں اُس سے مدد لینا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لا نستعین بمشرك اخرجه احمد وابوداود وابن ماجة عن ام المومنين الصديقة رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح مگر پڑھا دیگا تو نکاح صحیح ہوجائیگا کہ اگر وہ صرف الفاظ ایجاب وقبول کہلوانے والا ہے کہنے والے خود عاقدین یا اُن کے اولیا یا وکلا جب تو پُر ظاہر کہ اسے عقد سے کوئی علاقہ نہیں تو اس کے کفر و اسلام یا بلوغ یا عدم بلوغ سے عقد پر کیا اثر ہوسکتا ہے اور اگر وکیل بھی ہو کہ خود ہی ایجاب یا قبول کریگا تاہم صحت وکالت کے لیے اسلام خواہ بلوغ شرط نہیں عاقل ہونا درکار وہ حاصل ہے ہندیہ میں ہے تجوز وکالة المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لو کان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالته الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالته کذا فی البدائع اُسی میں ہے لاتصح وکالة المجنون والصبی الذی لایعقل واما البلوغ والحریة فلیسا بشرط لصحة الوکالة اسی طرح اگر نے توکیل کسی مرد یا عورت بالغ و بالغہ خواہ صبی وصبیہ کا نکاح اس نے پڑھا دیا اور اُس نابالغ کا کوئی ولی شرعی موجود ہے اگرچہ حاکم شرع ماذون بالتزویج یا سلطان اسلام ہی سہی جب بھی صحیح ومنعقد ہوگیا کہ اس تقدیر پر یہ فضولی تھا اور فضولی کا عقد ہمارے نزدیک باطل نہیں بلکہ اجازت پر موقوف رہتا ہے تو جس کا نکاح بے اجازت معتبرہ شرعیہ اس نے پڑھایا اگر وہ خود بالغ یا بالغہ ہے تو خود اُس کے ورنہ اُس کے ولی مذکور کی اجازت پر متوقف رہے گا اگر اُس نے جائز رکھا جائز ہوجائیگا فان الاجازة اللاحقة کالوکالة السابقة وقد کان یصلح لھذہ فکذا التلک اور رد کردیا تو باطل کما ھو شان عقد الفضولی اور اگر اُن عورات کے افعال حد کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ اُن پر راضی نہیں جب تو یہ شخص مسلمان ہی صور مذکورہ میں اس سے نکاح پڑھوانے میں اصلاً مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر کوئی مرتد یا صبی نابالغ اپنے بیٹے بیٹی بہن بھائی خواہ کسی اور نابالغ یا نابالغہ کا نکاح اگرچہ بزعم ولایت پڑھائے اور اُن کا مسلمان باپ یا جوان مسلمان بھائی چچا خواہ کوئی اور ولی شرعی مرد یا عورت یہاں تک کہ وہاں سلطان اسلام یا اُس کی طرف سے کوئی حاکم شرع ماذون بالانکاح بھی نہ ہو تو البتہ اس صورت میں یہ نکاح باطل محض ہوگا کہ مرتد یا نابالغ صالح ولایت نہیں تو عقد عقد فضولی ہوا اور ایسی حالت میں صدور پایا کہ شرعاً اُس کا کوئی اجازت دینے والا نہیں

وکل عقد صدر من فضولی ولا مجیز فهو باطل کما فی الدر وغیرہ وفی الھندیۃ لاولایۃ لصغیر ولکن ای الحاکم ولا للمرتد علی احد لاعلی مسلم ولاعلی کافر ولاعلی مرتد مثلہ کذا فی البدائع واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹: ۲۲ رجب ۱۳۰۹ھ از کٹھور ضلع سورت مرسلہ مولوی محمد عبدالحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین زادہم اللہ تعالٰی شرفا وتعظیما لدیہ اس مسئلہ میں کہ سبحان خاں نے اپنی دختر عاقلہ بالغہ مسماۃ امینہ بی بی کا خطبہ یعنی منگنی نورالدین عاقل بالغ سے بے کسی شرط واقرار کے کردی جب نکاح کے چند روز رہے نورالدین سے کہا مخطوبہ کے نام ایک مکان خرید دو تو نکاح کردوں ورنہ تین برس نہ کرونگا اس نے کہا پہلے تم نکاح کردو تو برس چھ مہینے بعد ہاتھ پہنچنے سے میں مکان خرید دونگا سبحان خاں راضی ہوگیا اور پانچ چھ دن بعد نکاح کرکے دوسرے دن وداع کردی دو تین مہینے تک زن وشوہم بستر رہے اب سبحان خاں نے امینہ کو اپنے یہاں روک رکھا اور کہتا ہے نکاح بوجہ شرط مکان فاسد ہوا حالانکہ عورت نے وقت توکیل بالنکاح یا اس سے پہلے سوا ایک سو ساٹھ ستائیس روپے مہر کے کوئی شرط مکان وغیرہ کی نہ کی نہ بعد وداع کوئی گفتگو زبان پر لائی اور مکان بھی مجہول ہے کہ پختہ وخام کی کوئی تصریح نہ ہوئی نورالدین کا اقرار بھی معلق تھا کہ پہلے نکاح کردو تو بعد کو خرید دونگا پس یہ نکاح بلا شرط ہوا یا معلق بالشرط الصحیح یا بالشرط الفاسد اور اقرار مذکور نورالدین معلق بالشرط اور اقرار معلق بالشرط باطل ہے یا نہیں وبہر تقدیر شرعًا اس نکاح میں کوئی خلل اور نورالدین سے مکان دلوانا واجب ہے یا نہیں بینوا ابانا شافیا موافقا للمذہب الحنفی من الکتب المعتبرۃ المتداولۃ بین العلماء العظام والفقہاء الکرام توجروا اجرکم اللہ تعالٰی اجرا وافیا۔

الجواب

نکاح مذکور صحیح ونلے خلل اور گمان فساد محض باطل وبے زلل اولًا نفس سوال سے واضح کہ مکان دینا کلام سبحان خاں میں شرط تعجیل نکاح تھا کہ بالآخر وہ بھی نہ رہی نہ شرط فی النکاح ثانیًا علی التسلیم زوج پر ایجاب مال للزوجہ مقتضیات عقد نکاح سے ہے نہ اُس کے خلاف ومثلہ لایفسد البیع فکیف بالنکاح اگر واقعی بطور مہر وشرط بھی نہ صرف بروجہ وعدہ اس قرارداد کا ذکر خود اصل عقد میں آتا تاہم اصلا خلل نہ لاتا نہ جہالت مکان سے کوئی نقصان آتا کہ وہ بحالت ایفا بالشرط خود متعین ہوکر مجہول نہ رہتا اور بے ایفا الزام مہر مثل ہوتا کما حققہ المولی المحقق الشامی قدس سرہ السامی فی ردالمحتار قال فقد صرح فی النھر بانہ فی المبسوط بعد ان ذکر عبارۃ محمد لوتزوجھا علی الف وکرامتھا او یھدی لھا ھدیۃ فلھا مھر مثلھا لاینقص عن الف

مسئلہ ۱: فضولی اگر کوئی ایسا عقد کرے جس کی کوئی اجازت دینے والا نہ ہو تو وہ عقد باطل ہے۔

قال هذه المسألة على وجهين ان اكرمها واهدى لها هدية فلها المسمى والا فمهر المثل اھ وفی البدائع لو شرط مع المسمى شیئا مجہولا کان تزوجہا على الف درھم وان یہدی لہا ھدیۃ فاذا لم یف بالھدیۃ یجب تمام مہر المثل اھ وجہالۃ الھدیۃ والاکرام تغتفر بعد وجودھا اھ ملخصا وتمامہ فیہ **ثالثا** بفرض باطل اسے شرط فاسد بھی مانیے تاہم پر ظاہر کہ وقت عقد اس کا کوئی ذکر نہ ہوا وہ صرف ایک گفتگو پیش از عقد تھی جس کا طے ہونا باعث علی التزویج ہوا نہ کہ ماخوذ فی التزویج اور شرط[2] مذکور قبل العقد مبادلات مالیہ میں بھی ملتحق بالعقد نہیں ہوتی۔ مالم یتفقا علی المواضعۃ علیہ حین العقد نہ کہ امثال نکاح میں جامع الفصولین میں ہے لو شرط اشرطا فاسدا قبل العقد ثم عقد لم یبطل العقد **رابعا** التحاق بھی سہی یعنی مان لیجئے کہ وہ شرط فی النکاح ہی تھی اور فاسد بھی تھی اور نفس عقد میں ملحوظ وماخوذ بھی سہی تو نکاح[3] اُن عقود میں نہیں کہ شروط فاسدہ سے فاسد ہوسکے بلکہ وہ شرط ہی خود فاسد ہوتی اور نکاح صحیح و بے خلل رہتا ہے اور جہالت بدل کا علاج مہر مثل ہے خلاصہ میں ہے فی شرح الطحاوی العقود ثلثۃ عقد یتعلق بالجائز من الشرط وھو ذکر البدل والفاسد[4] من الشرط فیفسدہ کالبیع والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن مال وعقد لایتعلق بالجائز من الشرط والفاسد من الشرط لا یبطلہ کالنکاح والخلع والصلح عن دم العمد والعتق عن مال فھذہ العقود تصح بغیر ذکر البدل وتجوز بالبدل المجہول الخ وفی زیادات القاضی الامام فخرالدین العقود التی یتعلق تمامہا بالقبول اقسام ثلثۃ قسم یبطلہ الشرط الفاسد وجہالۃ البدل وھو مبادلۃ المال بالمال کالبیع والاجارۃ وقسم لایبطلہ الشرط الفاسد ولا جہالۃ البدل وھو مبادلۃ المال بما لیس بمال کالنکاح والخلع الخ اھ ملخصا بیان حکم نکاح میں یہی وجہ کافی ووافی تھی مگر استثنائے سائل کا استیفائے جواب ذکر وجوہ سابقہ پر حامل ہوا وباللہ التوفیق بالجملہ صورت مستفسرہ میں نکاح کو فاسد خیال کرنا سخت جہالت بے معنے ہے رہا مکان تقریر سوال سے ظاہر یہ کہ وہ بطور مہر نہ مانا گیا نہ عاقدین نے عقد میں اُسے بدل بضع قرار دینے پر لحاظ کیا بلکہ نورالدین کی طرف سے بدرخواست سبحان خاں ایک وعدہ تھا جس پر رضامندی ہوکر تزویج ایک جدا مہر مسمی پر واقع ہوئی اس صورت میں وہ مکان دینا بیشک مکارم اخلاق سے ہے اور ایفائے[5] وعدہ شرعاً محبوب اور خلف وعدہ ناپسند و مکروہ تو نورالدین کو بھی چاہیے کہ بشرط دسترس (جس کی تصریح وہ اصل وعدہ میں کرچکا) امینہ کو ایک مکان خرید دے اقرار[6] اگرچہ تعلیق بالشرط کی صلاحیت نہیں رکھتا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ مبسوط کی کتاب الاقرار میں فرماتے ہیں تعلیق الاقرار بالشرط باطل خلاصہ میں ہے التی تبطل بالشروط الفاسدۃ ولا یصح تعلیقہا بالشرط ثلثۃ عشر البیع والقسمۃ والاجارۃ (الی قولہ) والاقرار مگر پُر ظاہر کہ یہ اقرار اصطلاح[7] فقہی نہیں فانہ اخبار من

حق کائن علیہ ھذا ھو التحقیق عندی او ھذا من وجہ والنشاء منجز من وجہ کما لھج بہ کثیرون بلکہ وعدہ ہے اور وعدے کی تعلیق بالشرط جائز بلکہ بعض علما فرماتے ہیں وعدہ تعلیق پاکر واجب ہوجاتا ہے اشباہ میں ہے فی القنیۃ وعدہ ان یاتیہ فلم یاتہ لایاثم ولا یلزم الوعد الا اذا کان معلقا کما فی کفالۃ البزازیۃ وبیع الوفاء کما ذکرہ الزیلعی وجیز کردری میں ہے المواعید باکتساب صورۃ التعلیق تکون لازمۃ تو ظاہر اطلاق عبارات مذکورہ سے صورت دائرہ میں بھی نورالدین پر جس نے وعدہ معلقہ بتقدیم نکاح کیا تھا اور شرط تقدیم متحقق ہوئی بحال دسترس وجوب وفا مستفاد ہوسکتا ہے مگر بعد احاطہ کلمات ائمہ نظر غائر استظہار کرتی ہے کہ یہ وجوب ہو بھی تو دیانۃً ہے قضاءً [ف۱] وفائے وعدہ پر جبر نہیں الا فی الکفالۃ وفی بیع الوفاء علی قول وقد ذکرنا الوجہ فیھما فیما علقنا علی رد المحتار امام فقیہ النفس فخرالدین خانیہ میں فرماتے ہیں [ف۲] رجل اجر دارہ کل شھر بدراھم وسلم ثم باعھا من غیرہ وکان المشتری یاخذ اجرۃ الدار من ھذا المستاجر ومضی علی ذلک زمان وکان المشتری وعد البائع انہ اذا رد علیہ الثمن یرد دارہ ویحتسب ماقبض من المستاجر من ثمن الدار فجاء البائع بالدراھم واراد ان یجعل الاجر محسوبا من الثمن قالوا لیس للبائع ان یجعل ذلک من الثمن وما قال المشتری للبائع کان وعدۃ فلایلزمہ الوفاء بذلک حکما فان انجز وعدہ کان حسنا والا فلا شیئ علیہ اھ ملخصًا ہندیہ میں ظہیریہ سے اسی صورت خانیہ میں ہے ان انجز وعدہ کان حسنا والا فلا یلزمہ الوفاء بالمواعید خیریہ میں ہے [ف۳] سئل فی رجل لہ وظیفۃ فرغ عنھا لاٰخر بعوض وقررہ القاضی لاھلیتہ ونذر المفروغ لہ للفارغ اذا ردالیہ نظیر المدفوع یفرغ لہ فھل لایلزم الوفاء بہ شرعا اجاب لایلزمہ الوفاء بما نذر اذ النذر لا یلزم الوفاء بہ الا بشروط وھی متخلفۃ فی ھذا ولو فرضنا اجتماع شرائطہ فالقاضی لایقضی بہ علی الناذر کما صرحوا بہ قاطبۃ اھ ملخصًا فافھم ولا تعجل قرۃ العیون میں ہے قال سیدی الوالد رحمہ اللہ تعالٰی لایلزم الوفاء بالوعد شرعا اسی طرح اور کتب میں ہے وتمام تحقیق المسألۃ حسب ما ارانا اللہ تعالٰی فی تعلیقنا المذکور بہرحال یہاں ایجاب قضاء کی گنجائش نہیں تو نہ امینہ کو اس کے مطالبہ جبری پہنچتا ہے نہ حاکم جبراً مکان دلاسکتا ہے خیریہ میں ہے ھذا اذا ذکر علی سبیل انہ من المھر وان ذکر علی سبیل العدۃ فھو غیر لازم بالکلیۃ الا ان تبرع الزوج ہاں اگر معلوم ہو کہ وہ بھی علی جہۃ المہر مشروط اور عاقدین کو عقد میں اس کی طرف لحاظ تھا تو حکم وہی ہے جو اوپر گزرا کہ اگر مکان دیگا تو باقی مہر مسمی بھی بدستور لازم ورنہ مہر مثل کہ اس مقدار مسمی سے کم نہ ہو کما اسلفنا عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

ف۱: مسئلہ ایفائے وعدہ پر جبر نہیں قاضی مجبور نہیں کرسکتا وہ وعدہ جو معلق ہو اس کی وفا دیانۃً لازم واجب ہے کہ وفا نہ کرنا گناہ ہے مگر ایک قول پر کفالت وبیع الوفا میں قاضی وفائے وعدہ پر جبر کرسکتا ہے۔

ف۲: مسئلہ کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دیا تھا پھر اسی مکان کو کسی اور کے ہاتھ بیع ڈالا

مسئلہ [۱] ۲۳ - ربیع الاخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ رضامند زید کو تھی اور جابر نے جبر کیا بلا رضامندی ہندہ اور بغیر رضامندی ولیوں کے عمرو سے فرضی مہر مقرر کرکے ایجاب وقبول کرایا اور وقت ایجاب کے مسماۃ آہ وزاری اور فریاد و واویلا انکار کرتی تھی مسماۃ کے اس انکار آہ وزاری شور واویلا کو اذن قرار دیکر دولھا سے ایجاب وقبول کراکے نکاح مشہور کرکے شیرینی تقسیم کردی ایسا نکاح نزدیک علمائے حقانی جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہو یا ناجائز ہو تو ادلہ مع آیات اور حدیث کے تحریر فرمائیے - بینوا توجروا

الجواب - صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ نابالغہ[ف۱] تھی جب تو اُسکا انکار اقرار کوئی چیز نہ تھا اُسکے ولی سے اجازت لینی تھی اور اگر بالغہ[ف۲] تھی تو اگرچہ اذن لیتے وقت اُس کا انکار بلکہ صحیح مذہب پر صرف آواز اور فریاد سے رونا ہی رد استیذان کے لیے کافی ہوا مگر اُس کا حاصل اس قدر کہ نکاح کرنے والے کی وکالت صحیح نہ ہوئی بہرحال یہ نکاح نکاح فضولی ہوا کہ در صورت بلوغ ہندہ خود اُس کی ورنہ اُس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا اگر بعد نکاح جب خبر نکاح پہنچے رد کیا جائیگا رد ہو جائیگا اور اجازت دی جائے گی تو جائز ہو جائیگا فی ردالمحتار عن الخیریۃ بعضھم قالوا البکاء مع الصیاح والصوت فھو رد والا فھو رضی وھو لا وجہ وعلیہ الفتوی اھ وتمامہ فیہ وفی الدر المختار لو استاذنھا فی معین فردت ثم زوجھا منہ فسکتت صح فی الاصح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ [۱۱] از پیلی بھیت محلہ بشیر خاں متصل مکان مدینہ شاہ مرسلہ نظام الدین ۲۹ - رمضان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح قبولیت سے جائز ہے یا کوئی اور بات اور قاضی کا ہونا ضرور ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

نکاح کے لیے فقط مرد و عورت کا ایجاب وقبول چاہیے اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا اُسی جلسہ میں ان کے ایجاب وقبول کو سُننا اور سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے پس اسی قدر درکار ہے اس سے زیادہ قاضی وغیرہ کی حاجت نہیں فی الدر المختار ینعقد بایجاب وقبول وشرط حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معا علی الاصح فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ [۱۲] از مدراس محلہ چک منڈی سیت مکہ مرسلہ مولوی عبدالرزاق صاحب امام مسجد غرہ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

ف۱: نابالغہ کا اقرار و انکار کوئی چیز نہیں اجازت اسکے ولی سے لی جائے۔
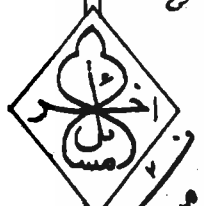
ف۲: مسئلہ اذن لیتے وقت بالغہ اگر آواز سے روئے تو یہ رد استیذان ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین کثرہم اللہ تعالٰی ایک شخص عمرو نے اپنی برادری کو دعوت منگنی کی دیدی اور وہ اسباب جو فی زماننا دولھا کی جانب سے دیے جاتے ہیں مثلاً ساڑھی اور انگیا اور زیور وغیرہ حاضر کیا اہل برادری نے ولی صغیرہ سے باز پرس کی کہ ہماری طلبی کی کیا وجہ تھی تو اُس نے جواب دیا کہ عبداللہ صاحب نے اپنی لڑکی مسمی بہندہ میرے لڑکے مسمی بزید کو دیدی ہے لیکن چونکہ مجھے یہ مقصود تھا کہ یہ بات علی رؤس الاشتہاد متحقق ہوجائے لہذا میں نے آپ کو تکلیف دی ہے علی ہذا القیاس ولی صغیرہ سے دریافت کیا گیا کیا تم نے اپنی لڑکی مسمی بہ ہندہ زید کو دی ہے اُس نے کہا ہاں میں نے دی ہے اور آپ کی تکلیف دہی کی یہی وجہ ہے تو ایسی صورت میں نکاح صغیر وصغیرہ منعقد ہوا یا نہیں اور جو درالمختار کتاب النکاح میں مذکور ہے وکذا انا متزوجك وجئتك خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح آیا اس عبارت منقولہ سے منگنی نکاح ہوسکتی ہے یا نہیں اگر ہوسکتی ہے تو فہو المراد والا اس عبارت کا کیا مطلب۔

الجواب

ارشادات علمائے کرام میں نظر سے واضح کہ کلمات مذکورہ فی السوال انعقاد نکاح کے لیے اصلا کافی نہیں عمرو وعبداللہ دونوں کے کلام صراحۃً اخبار ہیں کہ ہماری زبان میں صیغۂ ماضی مقرون بلفظ ہے خاص امر واقع شدہ سے خبر دینے کے لیے ہے نہ امر غیر واقع کے انشا وایجاد کو پھر کلام عمرو سخن ابتدائی نہیں اہل برادری کے اس باز پرس کا جواب ہے کہ ہماری طلبی کی کیا وجہ تھی پر ظاہر کہ اس سوال کا جواب اخبار ہوگا نہ کہ انشائے ایجاب یوہیں کلام عبداللہ کا سیاق بھی کہ ہاں دی ہے اور آپ کی تکلیف دہی کی یہی وجہ ہے صاف صاف اُسی معنی اخبار وبیان وجہ جمع کی تاکید کررہا ہے کما لایخفی علی العارف باسالیب الکلام اور شک نہیں کہ وقوع نکاح سے خبر دینا انشائے عقد سے بالکل مبائن وغیر مؤثر ہے اگر بنظر ظاہر کہیے تو حسب تصحیحات جمہور ائمہ واختیارات عامہ متون مذہب مذیل باکد الفاظ فتوی اور نظر دقیق کیجیے تو امثال مقام میں بالاجماع بلانزاع کما حققنا ذلك بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتنا عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار من فتاوٰنا ولنقتصر ھھنا علی الاشارۃ الی بعض عبارات الاقناع تنزلاً الی الطریقۃ الاولی جواہر الاخلاطی میں ہے اقرا بالنکاح بین یدی الشھود لاینعقد ھو المختار وقیل ینعقد والاول ھو الصحیح وعلیہ الفتوی اصلاح وایضاح میں ہے النکاح اثبات وھذا اظھار والاظھار غیر الاثبات ذکرہ فی التخییر وقال فی مختارات النوازل ھو المختار ہندیہ میں ہے الصحیح انہ لایکون نکاحا کذا فی الظھیریۃ وجیز کردری میں ہے لاینعقد فی المختار الصحیح علاوہ بریں دینا

عطا ہبہ یہ الفاظ خود ہی نکاح میں صریح نہیں کنایہ ہیں اور عقد و وعد دونوں کو محتمل منگنی ہونے پر بھی عرف شائع میں کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اپنی بیٹی فلاں کو دی ولہذا علما تصریح فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ بہ نیت خطبہ کہے جائیں تو خطبہ ہی ٹھہریں گے یعنی وعد میں صادر ہوں تو وعدہ ہی قرار پائیگا درمختار میں ہے لفظ تزویج ونکاح صریح وما عداھما کنایۃ وھو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملۃ فی الحال کھبۃ وتملیک وصدقۃ وعطیۃ بشرط نیۃ اوقرینۃ وفھم الشھود المقصود اھ ملتقطا خانیہ میں ہے اذا قال لاب البنت وھبت ابنتک منی فقال وھبت فقال قبلت قالوا ان کان ھذا القول من الخاطب علی وجہ الخطبۃ ومن الاب ایضا علی وجہ الاجابۃ لا علی وجہ العقد لم یکن نکاحا اھ ملخصا شرح طحاوی پھر مجتبی پھر مجموعۂ علامہ انقروی وواقعات المفتین علامہ قدری افندی وغیرہا میں ہے قال لہ ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد فوعد وان کان لعقد النکاح فنکاح سوال سے ظاہر کہ یہ مجلس منگنی ہی کی تھی اور کوئی قرینہ واضحہ ایسا نہ پایا گیا جو ان الفاظ کو انشائے عقد کے لیے متعین کرے تو یوں بھی منگنی ہی ٹھہرے گی نہ نکاح واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم نکاح عقد ہے اور منگنی وعد عقد و وعد کا تباین بدیہی تو منگنی کو نکاح ٹھہرانا بداہۃً باطل اور اجماعاً غلط ابھی کلمات علما سے عقد و وعد کا تفرقہ گزرا اس کے نصوص کے نقل بدیہی پر استدلال ہے جئتک خاطبا سے انعقاد نکاح نہ اس وجہ سے ہے کہ خطبہ عقد ہو بلکہ الفاظ مذکورہ خود الفاظ عقد ہی قرار پائے ہیں یعنی جبکہ نیت و قرینہ متحقق ہو لما علمت ان ما عدا التزویج والنکاح کنایۃ تفتقر الیھما ولہذا علما انھیں الفاظ ایجاب کے ساتھ شمار فرماتے ہیں وجیز کردری میں ہے کتاب النکاح تسعۃ عشر فصلا الاول فی الالفاظ کل لفظ یفید ملک الرقبۃ انعقد بہ کقولہ بعت وتزوجت وانکحت وملکتک ووھبت وتصدقت وجئتک خاطبا وجعلت نفسی لک خلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے ینعقد بقولہ تزوجت وانکحت وملکتک ووھبت وتصدقت وجئتک خاطبا وجعلت نفسی لک وبعت **اقول** وباللہ التوفیق نفقہ اس میں یہ ہے کہ جئتک خاطبا کسی خطبۂ متقدمہ سے اخبار نہیں بلکہ انشائے طلب تزویج ہے اور انشائے طلب عین حاصل امر تو جئتک خاطبا بمعنی زوجنی ہے ولہذا بزازیہ میں ان دونوں کا ایک حکم رکھا حیث قال جاء رجل فقال زوجنی بنتک اوجئتک خاطبا اوجئتک تزوجنی بنتک فقال زوجتک فالنکاح واقع لازم ولیس للخاطب ان لایقبل اور زوجنی الفاظ مفیدۂ عقد سے ہے توکیلا یا ایجابا علی اختلاف الرأیین والاولی اظہر عندی کما بیناہ فیما علقناہ علی ہامش رد المحتار تو اسی طرح جئتک خاطبا بالجملہ لفظ خطبہ باضافت بیانیہ بعد تحقق

بنت وقیام قرینہ الفاظ عقد سے ہے نہ الفاظ خطبہ باضافت لامیہ یعنی وہ الفاظ کہ شرعاً خطبہ قرار پائیں نہ کہ وہ الفاظ کہ صراحۃً اخبار ہوں اور معنی انشا سے منزلوں دُور کما لا یخفی علی ذی شعور رہا نکاح میں عدم جریان مساومت

اقول وباللہ التوفیق اُس کا منشا خود یہی ہے کہ عادۃً نکاح سے پہلے منگنی وغیرہ مقدمات ہو چکتے ہیں تو اُن کے بعد الفاظ مجلس عقد کو مساومت پر حمل نہیں کرسکتے بخلاف بیع کہ نہ وہاں ایسا تقدم نہ اُس کے لیے کوئی مجلس قرینۂ قصد عقد فتح القدیر پھر بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے النکاح لا یدخله المساومة لانه لا یکون الا بعد مقدمات ومراجعات فکان للتحقیق بخلاف البیع تحقیق مقام یہ ہے کہ عبارت مذکورۂ سوال کے معنے اگر یہ ٹھہریں کہ امثال الفاظ بعد قیام قرینہ قصد عقد مثل جلسۂ نکاح بعد خطبہ وقرارت خطبہ وغیرہما بحکم دلالت ظاہرہ جانب عقد منصرف ہونگے نہ سوئے مساومت کہ یہاں کوئی محل مساومت نہیں تو بیشک صحیح ہے اور یہی معنے مقصود ومراد الا تری ان الکلام فی الکنایة ولا انعقاد بها الا عند قیام القرینة کما علمت مگر اس بنا پر ہر منگنی یا الفاظ مذکورۂ عمرو وعبد اللہ کو نکاح نہیں ٹھہرا سکتے کما بینا اور اگر یہ معنے لیں کہ جو کچھ الفاظ خاطب ومخطوبہ یا مخطوب الیہ میں جاری ہوں خواہی نخواہی نکاح ٹھہریں گے اگرچہ معنے مساومت وطلب وعد کو محتمل اور قرینۂ معینۂ قصد عقد سے عاری ہوں تو محض باطل نہ ہرگز مراد علماء۔ علماء صاف تصریحاً فرماتے ہیں کہ احتمال مساومت واستیعاد یعنی صورت واقعہ میں معنی استیام وطلب وعد کا احتمال ہونا مانع انعقاد نکاح ہے خزانۃ المفتین میں برمز فتاوائے امام ظہیر الدین مرغینانی سے ہے لو قال بالفارسیة دختر خویش مرا دادی فقال دادم لا ینعقد النکاح لان هذا استخبار واستیعاد فلا یصیر وکیلا الا اذا اراد به التحقیق دون الاستیام ہندیہ میں محیط سے ہے اذا قال لغیرہ دختر خویش مرا دہ فقال دادم ینعقد النکاح وان لم یقل الخاطب پذیرفتم ولو قال مرا دادی فقال دادم لا ینعقد النکاح ما لم یقل الخاطب پذیرفتم الا اذا اراد بقوله دادی التحقیق دون السوم اسی طرح بزازیہ میں ہے رد المحتار میں شرح علامہ مقدسی سے نقل فرمایا انما توقف الانعقاد علی القبول فی قول الاب او الوکیل هب ابنتك لفلان او لابنی او اعطها مثلا لانه ظاهر فی الطلب وانه مستقبل لم یرد به الحال والتحقق فلم یتم به العقد بخلاف زوجنی بنتك بکذا بعد الخطبة ونحوها فانه ظاهر فی التحقق والاثبات الذی هو معنی الایجاب شرح طحاوی وغیرہ سے گزرا کہ هل اعطیتنیها مجلس عقد میں مفید عقد ہے اور جلسہ وعد میں طلب وعد بالجملہ الفاظ محتملہ میں مدار قرینہ پر ہے پھر الفاظ مذکورۂ عمرو وعبد اللہ تو مساومت وتحقیق دونوں سے مہجور اور خاص اخبار میں متعین ہیں تو انہیں اس عبارت سے بھی کچھ علاقہ نہیں

لما لایخفٰی واللہ تعالٰی اعلم۔
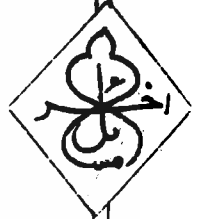
مسئلہ ۱۳۱: از ملک آسام ضلع جورہاٹ ڈاک خانہ گنٹنگا مقام سرائے بہی مرسلہ سید محمد صفاء الدین صاحب ... ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں

سوال اوّل

ایک عدیم البصر عالم وفاضل اور ایک نگہبان بھی اُس کے پاس موجود تھا اُس نے نکاح پڑھایا نکاح جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہہ جائز ہے کہ نکاح پڑھانے میں آنکھوں کا کیا کام ہے بلکہ جب وہ عالم ہے تو وہی النسب والدلی خود گواہان نکاح جن کے بغیر نکاح اصلاً صحیح نہیں اگر نابینا ہوں کچھ مضائقہ نہیں کما نص علیہ حتی فی المتون کالکنز والوقایۃ والاصلاح والمختار والھدایۃ والملتقی والتنویر وغیرھا تو نکاح پڑھانے والے کی بینائی کیا ضرور کہ وہ خود ہی نکاح کے لیے ضروری نہیں عاقدین کا آپ ایجاب وقبول کافی ہے واللہ تعالٰی اعلم

سوال دوم

اگر عدیم البصر عالم نہو اور نگہبان بھی موجود نہو اس صورت میں اُس نے نکاح پڑھایا آیا جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب

اب بھی جائز ہے جبکہ ٹھیک پڑھادے بے نگاہی یا بے نگاہبانی کچھ نکاح پڑھانے میں مخل نہیں ہاں جاہل ہونا مخل ہوسکتا ہے کہ جب مسائل نکاح سے آگاہ نہیں تو ممکن کہ وہ صورت کردے جس سے نکاح صحیح نہ ہو اور زوجین بھی بوجہ جہل اُس سے غافل رہیں تو معاذ اللہ عمر بھر حرام میں مبتلا ہوں لہذا نکاح میں بہت احتیاط لازم عقد کرنے والا دیندار متقی مسائل نکاح سے واقف ہو کہ جاہل سے نادانستہ وقوع مخل کا اندیشہ تھا فاسق بددیانت پر اعتماد نہیں جب وہ خود حلال وحرام کی پرواہ نہیں رکھتا تو اوروں کے لیے احتیاط کی کیا امید بحر الرائق ودرمختار وفتح اللہ المعین وغیرہا میں ہے واللفظ للدر یندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ وکونہ فی مسجد یوم جمعۃ بعاقد رشید الخ اقول الرشد ینتظم العلم والعمل اس زمانۂ جہل وفساد میں اکثر وہ صورت رائج ہے کہ اگر اہلِ علم حاضر جلسہ نہ ہوں تو نکاح میں سخت خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے یعنی دُلھن سے

ف۱: نکاح خواں اور شہود کا نابینا ہونا مضر نہیں۔

ف۲ مسئلہ: عقد کرنے والا دیندار متقی مسائل نکاح سے واقف ہونا چاہئے۔

اختلاف مسائل

ف۳ مسئلہ: نکاح باعلان ہونا اور ایجاب وقبول سے پہلے خطبہ کا ہونا اور مجلس نکاح کا مسجد میں منعقد ہونا اور روز جمعہ ہونا اور نکاح خواں کا رشید یعنی عالم باعمل ہونا مستحب ہے۔

زید کے لیے صرف وکالت نکاح لی یہ تصریح نہ کرائی کہ اسے دوسرے کو وکیل کردینے کا بھی اختیار ہے اب زید وکیل جو شرعاً صرف نکاح پڑھانے کا مجاز ہوا وہ خود نہیں پڑھاتا بلکہ قاضی کوئی اور صاحب باہر بیٹھے ہیں اُن سے آکر کہتا ہے مجھے فلاں عورت نے اپنے نکاح کا وکیل کیا دو گواہ گواہی دیتے ہیں وہ تو اتنا کہہ کر الگ ہوگیا اب قاضی جی نے نکاح پڑھایا یہ نکاح ہرگز نافذ نہ ہوا کہ نہ خود عورت نے ایجاب وقبول کیا نہ اُس کے وکیل ماذون نے بلکہ ایک اجنبی شخص نے کہ اول تو وکیل کا اپنی وکالت سے خبر دینا اس قاضی کو اپنی طرف سے وکیل کرنا نہیں اور ہو بھی تو صحیح مذہب میں وکیل نکاح کو دوسرے کے وکیل کرنے کا بے اذن موکل اختیار نہیں فی الدر عن البحر لیس للوکیل (ای فی النکاح) ان یوکل بلا اذن اھ وفی وکالۃ غمز العیون عن الولوالجیۃ لو وکل رجلا فی نکاح فوکل الوکیل غیرہ ذکر محمد فی الاصل انہ لایجوز فانہ قال اذا فعل الثانی بحضرۃ الاول لم یجز وھو الصحیح اھ ملخصاً تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور اجازت زن بالغہ پر موقوف رہا اگر خبر پاکر نفرت وکراہت ظاہر کی جیسا کہ اکثر دختران دوشیزہ سے ایسا ہی واقع ہوتا ہے جب تو ڈھول سے کھال بھی گئی اب وہ نکاح یکسر باطل ہوگیا کہ آئندہ اجازت سے بھی جائز نہیں ہوسکتا فی الدر المختار لو بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجأۃ السماع یو ہیں ف۱ بعض نکاحوں میں مشاہدہ ہوا ہے کہ نکاح خواں نے کلمات ایجاب دولہا کے کان میں کہے کہ حاضرین میں کسی نے نہ سُنے صحیح مذہب میں یوں نکاح نہیں ہوتا بلکہ مجلس واحد میں معاً دو گواہوں کا دونوں الفاظ ایجاب وقبول سننا شرط ہے فی الدر وشرط حضور شاہدین حرین اوحر وحرتین مکلفین سامعین قولہما معاً علی الاصح ان باتوں کا منشا وہی جہل وناواقفی ہے اور ان کے سوا اور بہیں اغلاط کا اندیشہ ہے جن سے علما ہی آگاہ ہوتے ہیں یا وہ نیک توفیق والے جنھیں علما کی خدمت وصحبت اور اُن سے مسائل دینیہ کی تحقیقات کا شوق کامل ہے غرض جاہل کی نکاح خوانی قطعاً خلاف اولٰی ہے جس طرح اُس کی امامت یا مضاربت کہ جو اندیشہ خلل وفساد وہاں ہے وہی نکاح میں بھی کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵ از جوڑہاٹ ملک آسام ہائی اسکول مرسلہ میاں محمد علی صاحب ۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ اگر زید نے ایک عورت سے دو گواہ غیر ملکی کے سامنے نکاح کیا پھر زید نے وہ دونوں گواہ جانے کے بعد اپنے نکاح کو ظاہر کیا اور عورت بھی نکاح ہونے پر زید کے متعرہے اور وہ دونوں گواہان مذکوران ایک غیر ملک میں جاکر ایک عالم سے اور اپنے ملک میں جاکر قاضی کے روبرو دونوں جگہ نکاح

ف۱: مسئلہ نکاح خواں نے کلمات ایجاب اگر دولہا کے کان میں کہے کہ کسی اور نے نہ سنے تو نکاح نہ ہوا۔

ہونے زید کی گواہی دیتے ہیں اور دونوں جگہ سے دو خط مع مہر و دستخط کے اور صورت گواہی اُن دونوں گواہوں کے زید کے نکاح ہونے کا ثبوت زید کے ملک کے ایک عالم اور ایک معتبر آدمی کے پاس ارسال کیا پھر ایک برس کے بعد اُن دونوں گواہوں سے ایک گواہ آکر پہلے آتی ہے تین چار آدمی کے روبرو نکاح ہونے زید کی گواہی دی متی بعدہ دس بارہ روز کے بعد ایک جماعت کے روبرو انکار نکاح زید کا کیا زید اور بی بی کے درمیان میں کوئی جھگڑا اور تنازع نہیں ہے زید بھی ہر خاص و عام کے روبرو کہتا ہے کہ وہ میری بی بی ہے اور بی بی کہتی ہے کہ زید میرا شوہر ہے اور حال چال بھی دونوں کے خاوند اور جورو ہونے کے پائے جاتے ہیں اور مقر نکاح جانبین ہے از روئے شرع شریف کے زید کا نکاح درست اور نافذ ہوا ہے یا نہیں اور نکاح دوبارہ کرنا لازم آئیگا یا نہ اور صورت نکاح دوبارہ میں حد اُن دونوں کے اوپر یعنی زوج و زوجہ کے اوپر لازم ہوگا یا نہیں مع دلیل و برہان کے جواب باصواب فرمائیں اگر دونوں گواہ انکار نکاح کا ہوجائیں تو اس صورت میں کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ دونوں زوج و زوجہ ہیں اُن کا نکاح صحیح و ثابت ہے دوبارہ نکاح کی اصلا حاجت نہیں اگرچہ دونوں گواہ انکار کر جائیں فان الشہود شرط النکاح فی الابتداء دون البقاء جبکہ وہ دونوں باہم مقر نکاح ہیں یہ اُسے اپنی بی بی وہ اسے اپنا شوہر بتاتی ہے تو کسی کو اعتراض کی ہرگز گنجائش نہیں بلکہ اُن کا صرف یہ باہمی اقرار ہی ثبوت نکاح کے لیے کافی ہے اگرچہ کوئی گواہ گواہی نہ دے فی رد المحتار صرحوا ان النکاح یثبت بالتصادق پھر اُن کا باہم زن و شو کی طرح رہنا دوسرا مثبت نکاح ہے یہاں تک کہ جتنے لوگ اس حال سے واقف ہیں سب کو اُن کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز ہے فی الھدایۃ حل لہ ان یشھد اذا رأی رجلا و امرأۃ یسکنان بیتا وینبسط کل واحد منھما الی الاخر انبساط الازواج اھ ملخصا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶ ۱۵ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بایں شرط نکاح کیا کہ بعد ایک ماہ کے طلاق دیدونگا اور اس امر کو اپنے دل میں رکھا یا یہ کہ ہندہ سے بیان کیا تو آیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

مسئلہ ۱۵: شہود ابتداء نکاح میں شرط ہیں بقاء میں شرط نہیں

یعنی نکاح کے لیے گواہ شرط ہیں پھر گواہ انکار کریں تو اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا

نکاح صحیح ہے خواہ دلیس یہ قصد رکھا خواہ عقد میں اس کی شرط کرلی کہ طلاق کا شرط کرنا ہی ارادہ نکاح دائم پر دلیل ہے ہاں اگر یوں عقد کرے کہ میں نے تجھ سے ایک مہینہ یا ایک برس یا سو برس کے لیے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا کہ ایک وقت تک نکاح کو محدود کر دینا صورت متعہ ہے اور متعہ محض حرام و زنا درمختار میں ہے بطل ف۱ نکاح متعۃ وموقت وان جہلت المدۃ اوطالت فی الاصح ولیس منہ مالونکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر او نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ ردالمحتار میں ہے لان اشتراط القاطع یدل علی انعقادہ مؤبدا وبطل الشرط ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ منکوحہ زید میں کوئی علامت مردی وزنی سے نہیں صرف ایک مخرج ہے جس سے بول آتا ہے مگر پستان اُس کے مثل پستان زنان کے ہیں اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں اور اگر زید اُسے طلاق دے تو ادائے مہر ذمہ زید لازم ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہے اور نصف مہر بعد طلاق ذمہ زید واجب الادا کہ منکوحہ زید اگرچہ قبل از بلوغ بوجہ انتفائے ہر دو علامت از قبیل خنثٰی تھی مگر جب بعد بلوغ اُس کی پستانیں مثل پستان زن ظاہر ہوئیں تو اشکال زائل اور اُس کا عورت ہونا منکشف ہوگیا اب بلاشبہہ یہ نکاح اپنے محل میں واقع ہوا اور حل استمتاع کو شرعاً مفید کہ شرائط صحت سب موجود ہیں اور موانع شرعیہ بالکل مفقود والبتہ فساد خلوت عدم تاکد مہر کا باعث ہے اور خیار ف۲ عیب کو نکاح میں دخل نہیں تاکہ زید بوجہ اُس کے فسخ نکاح کرسکے اور کُل مہر اُس کے ذمہ سے ساقط ہوجائے رہا امر حسی کا عائق ہونا وہ ہرگز منافی جواز نہیں فی تنویر الابصار من کتاب الخنثی ہو ذو فرج وذکر او من عری عن الاثنین فان ف۳ ظہر لہ ثدی فامرأۃ انتہی مع التلخیص وفی الدرالمختار من النکاح ہو عند الفقہاء عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امرأۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی انتہی وفیہ من باب المہر الخلوۃ بلا مانع حسی کرتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم وعفل بفتحتین غدۃ لا یطاق فیہ الجماع کالوطی فی تاکد المہر انتہی ملخصا وفیہ من ذلک الباب ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ انتہی وفی فتاوی الامام قاضی خان والرتق یمنع الخلوۃ لانہ یمنع الجماع وذکر فی طلاق الاصل من العدۃ یجب علی الرتقاء ای فلہا نصف المہر انتہی وفیہما من فصل

ف۱: نکاح متعہ و موقت اگرچہ مدت مجہولہ یا طویلہ ہو باطل ہے۔

ف۲: خیار عیب کو نکاح میں کچھ دخل نہیں۔

ف۳: خنثی مشکل کا عورت ہونا پستان سے ظاہر ہو تا اور اشکال رفع ہو جاتا۔
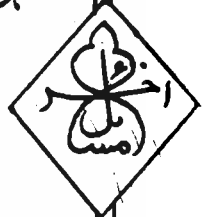
خیارات النکاح وھھنا خیار العیب وھو حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب ما وقال الشافعی لہ ان یرد بالقرن والرتق ویفسخ النکاح فان رد قبل الدخول یسقط کل المھر والا لھا مھر المثل کما ھو حکم الفسخ انتھی مع التلخیص واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت طوائف کسی مرد آشنا کے ساتھ پردہ میں حسب دستور عیاشوں کے جو بغرض مفید رکھنے اور نہ ملتفت ہونے اس کے ساتھ دوسرے مرد کے پردہ میں رکھتے ہیں ہم خانہ رہی ہو تو وہ عورت شرعاً زوجہ تصور کی جائے گی یا نہیں اور اگر زوجہ تصور کی جائے گی تو ایسے ہم خانہ رہنے کے واسطے کوئی مدت مقرر ہے یا نہیں اور ہے تو کس قدر مدت ہے بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں پردہ اس طوائف کا صرف اُن لوگوں سے جن سے احتمال موافقت کا ہو معتد بہ نہیں ایسا پردہ ثبوت نکاح کی دلیل نہیں ہوسکتا البتہ اگر وہ مرد وزن مثل زوج وزوجہ رہتے اور جو لوگ اُن کے حالات خانگی سے واقف ہیں انھیں زوج وزوجہ تصور کرتے ہوں تو شرعاً زوج زوجہ قرار پائیں گے نہ زانی و زانیہ کہ مسلمان کی طرف بدکاری کی نسبت بے ثبوت شرعی ہرگز جائز نہیں شارع نے جس قدر احتیاط اس بارے میں فرمائی دوسرے معاملہ میں نہ آئی یہاں حسن ظن واجب اور تکذیب قاذف لازم قال اللہ عز اسمہ لولا جاؤا علیہ باربعۃ شھداء الآیۃ اور ارشاد ہوتا ہے ولولا اذ سمعتموہ قلتم الآیۃ اگر کوئی مسلمان حر عاقل بالغ عفیف کی طرف نسبت زنا کرے اور چار گواہ سے ثابت نہ کرے تو بعد طلب مقذوف کے اُسے اسّی کوڑے مارے جاتے ہیں اور گواہی اُس کی کبھی قبول نہیں ہوتی قال اللہ تعالےٰ والذین یرمون الآیہ اسی طرح اگر تین گواہ معائنہ زنا کی گواہی دیں اور چوتھا نہ ہو تو اُن گواہوں پر حد قذف لازم آتی ہے فی الفتاوی الھندیۃ ان شھد علی الزنا اھ پس ایسی صورت میں گو گواہان معائنہ نکاح موجود نہ ہوں شرع حکم نکاح کا فرما دیتی ہے اور اس امر کے لیے شرع شریف میں کوئی مدت مقرر نہ فرمائی بلکہ بحالت عدم شہود معائنہ مدار ثبوت انبساط وشہرت پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور زید شب زفاف میں بالکل مخاطب نہ ہوا اور چار پر علحدہ رہا اور باہم صحبت زید نے ہندہ سے نہیں کی بعدہ معلوم ہوا

کہ زید نامرد ہے اور ہندہ نے زید کا عنین ہونے کا بھی ایک عرصہ تک علاج کیا لیکن صورت صحت ظہور میں نہ آئی اب ہندہ اپنے والدین کے یہاں رہتی ہے اور زید بسبب نامردی کے چاہتا ہے کہ ہندہ کو جان سے مار ڈالے اس صورت میں نکاح ہندہ کا زید سے درست ہوا یا نہیں اور ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں جیسا حکم شرع شریف کا ہو ویسا کیا جائے بینوا توجروا

الجواب

نکاح ہندہ کا زید سے درست ہے اذ لیس عدم العنۃ من شرائط صحتہ ولوکان کذلک لما احتیج الی ماذکروہ من باب العنین من المرافعۃ والتاجیل والطلب والتفریق وھذا واضح جدا ہندہ کو ہرگز روا نہیں کہ بغیر حصول طلاق دوسرے شخص سے نکاح کرلے اگر کرے گی نکاح ثانی باطل محض ہوگا اور شوہر ثانی سے مغربت زنائے خالص والعیاذ باللہ تعالٰی وذلک لبقاء العصمۃ کما ذکرنا فالعنین وغیرہ فیہا سواء ہاں صورت خلاص یہ ہے کہ زید وہندہ اپنے معاملہ میں کسی ذی علم کو پنچ کریں ففی الخیریۃ یصح[ف۱] التحکیم فی مسئلۃ العنین لانہ لیس بحد ولاقود ولادیۃ علی العاقلۃ ولہما ان یفرقوا بطلب الزوجۃ اھ ہندہ[ف۲] اس کے حضور عنّت شوہر کا دعوٰی کرے اور اس بنا پر تفریق چاہے پنچ کے نزدیک جب اس کا عنین ہونا بطرق شرعیہ کہ ان میں سے ایک طریقہ مثلاً اقرار زید ہے ثابت ہوجائے تو بملاحظہ تفاصیل مذکورہ فی الفقہ سال بھر کی زید کو مہلت دے اور اس تمام برس میں زن وشو یکجا رہیں اگر کچھ دنوں کو ہندہ کہیں چلی جائے گی وہ دن سال میں معدود نہ ہوں گے جب اس طرح سال کامل گزر جائے اور زید ہندہ پر قدرت نہ پائے تو اس وقت بطلب ہندہ زید وہندہ میں تفریق کردی جائے اب بعد عدت ہندہ کو اختیار نکاح ہوگا وکل ماذکرنا مفصل فی الدرالمختار وردالمحتار والفتاوی الخیریۃ وغیرہا من الکتب الفقہیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

ف۱: مسئلہ عنین میں تحکیم یعنی پنچ بنانا جائز ہے کہ وہ حد نہیں جس کا نفاذ غیر حاکم ...

مسئلہ ۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مع چند ہمراہیوں کے عمرو کے یہاں اس کی دختر کو پیام دینے گیا عمرو نے اس کے ساتھ شادی دختر کردینے پر رضا ظاہر کی اور گفتگو کرنے والوں سے مخاطب ہوکر کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی اس پر زید نے کہا بہتر ہمکو منظور ہے جب آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہوگئی غرض بات بہمہ وجوہ قرار پاگئی اور طرفین کا اطمینان ہوگیا اب عمرو اس دختر کا نکاح دوسرے شخص سے کرنا چاہتا ہے یہ اسے جائز ہے یا نہیں اور بغیر ترک یا اعراض زید کے دوسرے شخص سے اس دختر کا

نکاح صحیح ہوگا یا نہیں اور جبکہ عمرو نے کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی اور زید نے اُس کے جواب میں کہا بہتر قبول و منظور ہے تو یہ صاف ایجاب و قبول ہوکر نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگرچہ مخطوب منہ کا اپنے اقرار سے پھرنا اور خاطب اول کو زبان دیکر دوسرے سے قصد تزویج کرنا شرعاً مذموم و بیجا و قابل مواخذہ ہے قال تبارک وتعالیٰ ان العھد کان مسئولا اور جس طرح مخطوب منہ پر مواخذہ ہے اسی طرح وہ دوسرا خاطب جس نے مخطوبہ غیر پر پیام دیا شرعاً مرتکب شناعت ہوا وقد صح ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن السوم علی سوم اخیہ والخطبۃ علی خطبۃ اخیہ مگر بااینہمہ اگر مخطوب منہ اپنی لڑکی کا خاطب اول سے نکاح نہ کرے اور غیر سے تزویج کردے یہ نکاح شرعاً صحیح و درست ہوجائے گا اور ترک و اعراض خاطب اول کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ گفتگو جواب تک خاطب و مخطوب منہ کے درمیان آئی اس کی طرف سے مجرد خطبہ تھی اور اُس کی جانب سے محض وعدہ نہ عقد ایجاب و قبول پس مخطوبہ ہنوز خاطب کی عصمت نکاح میں نہ داخل ہوئی جس کے سبب غیر سے اُس کی تزویج ناروا ٹھہرے فی العقود الدریۃ سئل فیما اذا خطب وکیل زید ابنۃ عمرو البالغۃ لزید بمحضر من الناس فاجابہ الاب الی ذلک قائلا ان مھر ابنتی کذا ان رضیت فبھا والا فلا فرضی الخاطب ودفع للاب شیئا من الحلی والالبسۃ لابنتہ فلم ترض البنت بالخطبۃ وردتھا فھل یسوغ لھا ذلک ولاتکون الخطبۃ واقعۃ موقع عقد النکاح اصلا الجواب حیث لم یجر بینھما عقد نکاح شرعی بایجاب وقبول شرعیین لاتکون الخطبۃ واقعۃ موقع عقد النکاح اصلا اور یہ لفظ کہ میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی ہرچند کنایات تزویج سے ہے مگر مجلس عقد میں عقد قرار پاتا ہے اور مجلس وعدہ میں وعدہ فی ردالمحتار عن فتح القدیر عن شرح الطحاوی لوقال ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح اھ واقرہ العلامۃ العلائی والفاضل الرحمتی والسید الطحطاوی وغیرھم رحمھم اللہ تعالٰی اور ظاہر کہ وہ مجلس مجلس نکاح نہ تھی اور خاطب کا اُس وقت مع چند ہمراہیوں کے جانا بات ٹھہرانے اور وعدہ لینے اور رضامندی حاصل کرنے ہی کے طور پر تھا تو پدر مخطوبہ کے وہ الفاظ بھی وعدہ ہی پر محمول ہونگے نہ عقد پر یہاں تک کہ خود خاطب کے کلام سے واضح و روشن کہ وہ بھی ان کلمات کو اقرار نکاح واظہار رضا و قبول خطبہ ہی سمجھا نہ ایجاب و تزویج کہ اُس نے جواب میں کہا بہتر ہمکو منظور ہے جب

فائدہ مسئلہ: یا کسی کی منگیتر کو نکاح کا پیغام دینا مکروہ ہے۔

آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہوگئی اور ہر عامی جانتا ہے کہ ہماری زبان میں زبان دینا کسی کام کے وعدہ و اقرار کو کہتے ہیں نہ اُس کے ایقاع و اصدار کو زید نے اگر عمرو سے کچھ روپے مانگے اور اُس نے دیدیے تو یہ نہ کہا جائیگا کہ عمرو زبان دیچکا ہاں نہ دیے اور دینے کا وعدہ کرلیا تو یہ لفظ بولنا صحیح ہوگا پس ثابت ہوگیا کہ مخطوب منہ کا وہ کلام محض اجابت تھا نہ لفظ ایجاب وشتان بینہما ایک وجہ تو عدم نکاح کی یہ ہوئی اور یہیں سے دوسری وجہ بھی ظاہر کہ جب کلام خاطب باعلی ندا منادی کہ وہ سخن مخطوب منہ کا محصل اقدام علی العقد نہ سمجھا تھا بلکہ محض اقرار و وعد جانا تو اب اس کا یہ کہنا بھی کہ بہتر ہمکو منظور ہے بر سبیل قبول تزویج نہ تھا بلکہ اُس کی اجابت پر اپنی خوشی کا اظہار تھا تو اگر فی الواقع مخطوب منہ کے وہ الفاظ ایجاب ہی ٹھہریں تاہم قبول مفقود ہے اور جملہ اخیرہ کہ آپنے زبان دی تو میری تسکین ہوگئی مفسر مراد موجود جس کے سبب لفظ اول صریح قبول ٹھہر اکر الفاظ پر بنا اور نیت کا الغا نہیں کرسکتے اور اس کے سوا بعض وجوہ اور بھی پیدا ہوسکتے ہیں جو عدم انعقاد نکاح پر دلالت کریں کما لایخفی علی الماہر الفقیہ وفیما ذکرنا کفایۃ للنبیہ بالجملہ نہ الفاظ مخطوب الیہ ایجاب کے قابل نہ جانب خاطب سے قبول حاصل نہ مخطوبہ حبالۂ نکاح خاطب میں داخل نہ غیر سے تزویج ناروا و باطل رہا مخطوب منہ پر گناہ وہ بھی اُسی وقت تک ہے کہ اُس نے بلا وجہ یا کسی رنجش دنیوی کے سبب تزویج خاطب اول سے اعراض کیا ہو اور اگر درحقیقت ف۱ کوئی عذر مقبول پیدا ہوا اور اس نکاح میں اُس نے حرج شرعی سمجھا اور خاطب ثانی کو حق دختر میں بہتر جانا تو شرع مطہر ہرگز اُس پر لازم نہیں کرتی کہ تو اپنی زبان پالنے کے لیے محذور شرعی گوارا یا دیدہ و دانستہ بیٹی کے حق میں برا کر نیک و بد ف۲ پر کامل نظر ذمہ پدر واجب و ضرور اور آدمی نہ تبدل رائے سے محفوظ و مصئون نہ کسی وقت بعض مصالح پر نہ اطلاع پانے سے مأمون یہ تو صرف اقرار ہی تھا ہمارے حضور رحمۃ للعلمین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تو درباره قسم ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر تم کسی بات پر قسم کھا بیٹھو پھر خیال میں آئے کہ اُس کا خلاف شرعاً بہتر ہے تو اُس بہتر ہی پر عمل کرو اور قسم کا کفارہ دیدو فقد اخرج الامام احمد و مسلم فی صحیحہ والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من حلف علی یمین ف۳ فرای غیرھا خیرا منہا فلیأت الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ پس پدر مخطوبہ پر لازم کہ خدا سے ڈرے اور اصلح و اوفق پر نظر کرے وہ دو مطالبوں کے زیر تقاضا ہی ایفائے موعدت و دفع مفسدت پھر اگر خاطب اول میں کوئی محظور شرعی نہ ہو تو اول پر عمل کرے ورنہ ثانی پر کار بند رہے من ابتلی ببلیتین فاختار اھونہما واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

ف۱ مگر کسی عذر شرعی کی بنا پر منگنی توڑ کے دوسرے کو لڑکی دیدی تو قباحت نہیں۔

ف۲ ذمہ پدر لازم کہ اولاد کے نیک و بد پر نظر رکھے اور وہ کرے جو اُن کے حق میں بہتر ہو۔

ف۳ جب کسی بات کی قسم کھائی پھر اس کے غیر کو اس سے بہتر پایا تو وہ کرے جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ دیدے۔

مسئلہ ۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ کو نکاح ہندہ بالغہ کا زید کے ساتھ جو اہل کفو سے ہے منظور نہ تھا
و نہ ہی زید نے بغیبت باپ ہندہ جو صرف بارہ کوس کے فاصلہ پر اپنے علاقہ پر تھا بہ سکوت و گریہ ہندہ
و بہ رضامندی مادر و نانی ہندہ وکالت اور شہادت تین اقربا خاص نکاح ظاہر کیا ہندہ کہہ رہی ہے
کہ مجھکو بلا رضامندی اپنے باپ کے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا و نہ اب ہے ایسی حالت میں باپ ہندہ یا ہندہ
کے مجبور کرنے کے واسطے منجانب زید بخیال جواز نکاح یہ بیان و شہادت گزری کہ ہندہ نے زبان سے پہلے
اقرار کیا تھا و بعد از رخصتی بذریعہ عدالت یا جس طرح پر ہوا اپنے گھر جا کر نکاح کا قصد کھیں ایسی صورت میں ہندہ
کو جو ولایت اپنے باپ میں ہے کسی ذریعہ سے لی جاوئے اطلاق غصب یا کس گناہ کا ہوگا و نکاح مابعد
کی نسبت جو گھر لیجا کر دختر مذکورہ کو مجبور کر کے کرے کیا کہنا چاہیے و زید وغیرہ مرتکب کس گناہ کے ہوں گے
یا کچھ نہیں فرض کیا جائے کہ قضاءً بوجہ نصاب شہادت نکاح جائز ہو لیکن جب باپ ہندہ کو نہ پہلے منظور
تھا نہ اب ہے و ہندہ کہہ رہی تھی کہ مجھ کو بلا رضامندی اپنے باپ کے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے ایسی حالت میں زید وغیرہ کی نسبت
کیا کہنا چاہیے کہ بالجبر باپ ہندہ خواہ ہندہ کو مجبور کرنا کیسا ہے اگر ناجائز ہے تو مرتکب غصب یا کس گناہ کا مرتکب و گواہ و وکیل و معین اسکے
کس گناہ کے مرتکب اور نکاح آئندہ کی نسبت جو بالجبر اپنے گھر لیجا کر کرے کیا کہنا چاہیے اور یہاں رضاعت کا بھی شبہ ہے
اگرچہ اس میں شک واقع ہے کہ ہندہ کی نانی مادر ہندہ نے پہلے کہا تھا کہ ایام رضاعت میں زید کو دودھ
پلایا ہے بعدہ بحلف کہنے کو موجود کہ نہیں پلایا ہے ایسی صورت میں احتیاط و تقوے کا کیا مقتضی ہے
گو نکاح کرنا جائز ہو مگر احتیاط و تقوے مقتضی اس امر کا ہے کہ نہ کیا جائے اگر ہو گیا ہو تو ترک کیا جائے یا کیا اگر
احتیاط مانع ہے تو اس احتیاط کے ہاتھ سے نہ جانے میں جس قدر باپ ہندہ کا جان دے رہا اور نقصان امور
دنیاوی اٹھا رہا ہے یا آوارہ وطن ہو جائے داخل امور دینی و ثواب ہے اور اگر اس صدمہ سے یا مقابلہ میں
یعنی جس وقت زید رخصت بجبر یا کوئی فعل جبریہ کرنا چاہے اس وقت جان جاتی رہے تو شہید کا اطلاق کیا
جائے یا کیا و نیز متعلق اس کے یہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ زید وغیرہ یہ کہتے ہیں جب بسبب عدم
ثبوت رضاعت نکاح شرعاً جائز تو تجدید نکاح کردو گو احتیاط و تقوے مانع ہے و باپ ہندہ یہ کہتا ہے
کہ جب احتیاط و تقوے مانع ہے تو ہم کیوں کریں پس ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ زید کا قول مرقومہ
بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ احتیاط و تقوے کو ایک ادنیٰ چیز سمجھتا یا کچھ نکلتا ہے دوسرے یہ کہ زید جو وہ باپ

ہندہ کو احتیاط و تقوے سے روکتا ہے کیسا فعل ہے۔

الجواب

جواب سوال اول میں واضح ہوچکا کہ یہ نکاح اگر باذن صریح ہندہ نہ ہوا نہ بعد کو اذن صریح قولی یا فعلی سے نافذ ہولیا تو مجرد سکوت ہندہ اُس کے نفاذ کے لیے کافی نہیں نکاح نکاح فضولی تھا اور اذن ہندہ پر موقوف جب ہندہ نے کہا کہ مجھے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے تو یہ صاف رد و باطل ہوگیا اب اگر ہندہ و پدر ہندہ کو مجبور کرنے کے لیے کسی جھوٹی شہادت سے نفاذ نکاح ثابت کیا جائے تو زید اور اُس کے شہود سب مستحق غضب الٰہی و عذاب شدید ہونگے جھوٹی گواہی دینے والے پر جو سخت ہولناک وعیدیں ارشاد ہوئی ہیں ہر مسلمان جانتا ہے یہاں تک کہ قرآن عظیم میں اسے بُت پوجنے کے برابر شمار فرمایا قال اللہ تعالیٰ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین بہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں عدلت شہادۃ الزور بالاشراک باللہ عدلت شہادۃ الزور الاشراک باللہ عدلت شہادۃ الزور بالاشراک باللہ جھوٹی گواہی خدا کے ساتھ شریک کرنے کی برابر کی گئی جھوٹی گواہی خدا کے لیے شریک بتانے کے ہمسر ٹھہرائی گئی جھوٹی گواہی خدا کا شریک ماننے کے ساتھ کی گئی رواہ ابوداود والترمذی وابن ماجۃ عن خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الا انبئکم باکبر الکبائر قول الزور او قال شہادۃ الزور کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ سب کبیروں سے بڑا کبیرہ کونسا ہے بناوٹ کی بات یا فرمایا جھوٹی گواہی رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لن تزول قدما شاہد الزور حتی یوجب اللہ لہ النار جھوٹی گواہی دینے والا اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ عزوجل اُس کے لیے جہنم واجب کردیتا ہے رواہ ابن ماجۃ والحاکم وصحح سندہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایسی ناپاک کارروائی کے ساتھ کسی کی بیٹی کو بلا نکاح رخصت کراکر لیجانا اگرچہ اسی قصد پر ہو کہ گھر لیجاکر نکاح کرلیں گے سخت شدیدہ کبیرہ عظیمہ ملعونہ ہے جس کا مرتکب کہ اشد ظلم میں گرفتار ہے مستحق عذاب الیم نار ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے الا لعنۃ اللہ علی الظلمین سُن لو خدا کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں دفتر تین ہیں ایک میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا اور دوسرے کی اُسے کچھ پرواہ نہیں اور تیسرے میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ جس میں سے کچھ نہ بخشے گا کفر ہے اور وہ جس کی اُسے پرواہ نہیں آدمی کے

حاشیہ:

۵؎ یعنی مقام مذکور کا سوال کرباب الولی میں ہے ۱۲

ف۱: جھوٹی شہادت اکبر کبائر سے ہے اللہ و رسول کے نزدیک بُت پوجنے کے برابر ہے۔

ف۲: جھوٹی گواہی

مسائل اخر: دینے والا داماد کا بیٹی کا بلا نکاح رخصت کرالیجانا

ف۳: ظالموں پر خدا کی لعنت

حقوق اللہ میں گناہ ہیں جیسے کسی دن کا روزہ یا کوئی نماز ترک کرنی کہ اللہ عزوجل چاہے گا تو اسے معاف فرما دیگا واما الدیوان الذی لایترك الله منه شیئا فمظالم العباد بینهم القصاص لامحالة اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے اس کا بدلہ ضرور ہونا ہے رواہ الامام احمد والحاکم وصححه عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا نکاح اگرچہ جبر واکراہ سے بھی ہو جاتا ہے فی الھندیة الاصل ان تصرفات المکرہ کلها قولا منعقدة عندنا الا ان ما یحتمل الفسخ منه کالبیع والاجارة یفسخ وما لا یحتمل الفسخ منه کالطلاق والعتاق والنکاح والتدبیر والاستیلاد والنذر فهو لازم کذا فی الکافی اھ وتمامه فی ردالمحتار قبیل قوله وشرط حضور شاهدین الخ اقول واما قول الھندیة عن الخانیة فی تعداد شروط النکاح ومنها رضاء المرأة اذا کانت بالغة الخ فقد کتبنا علی ہامشه مانصه ای اذنها قولا وفعلا صریحا او دلالة ولو جبرا او کرها ھکذا ینبغی ان یفسر ھذا المقام مگر کسی کی بیٹی کو جبراً بلا نکاح لیجانا پھر بالجبر نکاح کرنا ظلم پر ظلم اور مسلمان کو عار لاحق کرنا ہے قال اللہ تعالٰی لا اکراہ فی الدین حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یحل لمسلم ان یاخذ عصا اخیه بغیر طیب نفس منه مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی مسلمان کی لکڑی بغیر اُس کی دلی مرضی کے لے لے رواہ ابن حبان فی صحیحه عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ جب بے مرضی لکڑی لینی حرام ہے لڑکی لینی کس درجہ حرام واشد حرام ہوگی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن گواہ و وکیل و معین جتنے لوگ اس واقعہ پر آگاہ ہو کر زید کی اعانت کرینگے سب اُس کی مثل ظلم و حرام و استحقاق عذاب میں مبتلا ہوں گے قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من مشی مع ظالم لیعینه وھو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام جو کسی ظالم کے ساتھ چلا اُس کی مدد کرنے اور وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے وہ بیشک اسلام سے نکل گیا رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارة عن اوس بن شرحبیل الاشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ رہا مسئلہ رضاعت ہمارے مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوت رضاعت کے لیے کافی نہیں خصوصاً جبکہ خود مضطرب ہو کما فصلناہ فی فتاوٰنا السابقة الواردة علینا من السائل فی ھذا الباب اُس سے احتیاطاً بچنا صرف مرتبہ

استحباب میں ہے اور فعل [ف۱] غایت درجہ مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولٰی کہ نہ کرے تو بہتر کرے تو کچھ گناہ نہیں فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے رجل تزوج امرأۃ فاخبرہ رجل مسلم ثقۃ او امرأۃ انھما ارتضعا من امرأۃ واحدۃ قال فی الکتاب احب الی ان یتنزہ فیطلقھا ویعطیھا نصف المھران لم یدخل بھا ولا تثبت الحرمۃ بخبر الواحد عندنا مالم یشھد بہ رجلان او رجل وامرأتان ایسے امر سے بچنے کے لیے جان دینے کی اجازت ہرگز نہیں ہوسکتی کہ جان [ف۲] کا رکھنا ہر فرض سے اہم فرض ہے بلکہ اہل وعیال کو چھوڑ کر جلا وطنی وغیرہ امور بھی کہ خود گناہ یا منجر بہ گناہ ہوں جائز نہیں ہوسکتے اذلیس من قضیۃ الشرع الکریم والعقل السلیم درء شیئ خفیف بارتکاب ثقیل عظیم یہاں تقوٰی بمعنی اتقائے شبہات ہے وہ صرف مستحب ہے نہ فرض وواجب علماء فرماتے ہیں لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات کما فی الاشباہ وغیرہ عن الخانیۃ والتجنیس وغیرھما زید وعمرو کی اُس درخواست سے تقوٰی کی اہانت نہیں نکلتی بلکہ اس احتیاط کا غیر ضروری ہونا اور اس قدر ضرور صحیح ہے ہاں اُس سے روکنا اگر بالجبر ہو تو ہم لکھ چکے ہیں کہ مسلمان پر جبر واکراہ کسی امر مباح میں حرام وظلم ہے نہ کہ امر غیر مستحب میں مگر اس پر جان نہیں دے سکتے البتہ صورت اولٰی میں یعنی جبکہ واقع میں نکاح باطل ہوا اور زید جھوٹی گواہیاں دلوا کر بالجبر بلا نکاح صحیح لیجانا یا بالجبر اُس کے ساتھ کوئی فعل ناجائز کرنا چاہے اُس وقت اگر یہ اپنے ناموس کی حفاظت جائزہ کرے جو شرعًا وعقلًا وعرفًا ہر طرح اس کا حق ہے اور ظالم اسے قتل کردے تو یہ شہید ہوگا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من [ف۳] قتل دون مالہ فھو شھید ومن قتل دون دمہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ فھو شھید جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے جو اپنی جان بچانے میں مارا جائے وہ شہید جو اپنا دین بچانے میں مارا جائے وہ شہید جو اپنے گھر والوں کے بچانے میں مارا جائے وہ شہید اخرجہ الائمۃ احمد وابوداود والترمذی والنسائی وابن حبان فی صحاحھم عن سعید بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱ از مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان حسن صاحب ۱۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید وہندہ نے باہم کلمات ایجاب وقبول نکاح کے بموجودگی دو آدمیوں کے کہے لیکن ان دونوں آدمیوں کو مطلقًا سماعت اور علم نکاح زید اور ہندہ کا نہ ہوا بعد ازاں زید نکاح سے منکر ہوا اور ان دونوں شاہدوں نے بھی سماعت اور علم نکاح سے لاعلمی روبرو حاکم شرع کے ظاہر کی تو آیا حاکم شرع زوجہ کو جہر دلائے گا یا نہیں اور یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

ف۱: مسئلہ ارتکاب مکروہ تنزیہی معصیت نہیں۔

ف۲: مسئلہ جان رکھنا اہم فرائض سے ہے عار سے بچنے کے لیے جان دینا جائز نہیں۔

ف۳: مسئلہ جو اپنی جان، مال، دین، زن، بیبی اہل کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

الجواب

نکاح میں شرط ہے کہ دونوں گواہ معاً دونوں لفظ ایجاب وقبول جلسۂ واحدہ میں سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہورہا ہے فی الدر المختار شرط حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معا علی الاصح فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر تو مذہب اصح پر یہ نکاح منعقد نہ ہوا زید کا انکار سچا ہے اگر نوبت ہم بستری نہ آئی تو مہر سے کیا علاقہ ورنہ مہر مثل دینا ہوگا فان الوطء فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او عقر کما فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار وقد کانت ھھنا شبھۃ العقد فالحد سقط فالعقر ثبت واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲ مسئولہ حافظ علی بخش صاحب ساکن آنولہ مسجد حنفیان ۵ شوال ۱۳۱۳ھ

تعظیماً جمع کا لفظ خدا کی شان میں بولنا جائز ہے یا نہیں "جیسے کہ اللہ جل شانہ یوں فرماتے ہیں" اسی طرح ناکح سے کہنا کہ تم نے یہ عورت قبول کی جمع بولنا چاہیے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

حرج نہیں اور بہتر صیغہ واحد ہے کہ واحد احد کے لیے وہی انسب ہے قرآن عظیم میں ایک جگہ رب عزوجل سے خطاب جمع ہے رب ارجعون وہ بھی زبان کافر سے ہے۔ اور ناکح سے کہنا کہ تم یا آپ یا جناب نے قبول کی اس میں بھی حرج نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳ ۱۶ صفر ۱۳۰۳ھ

زید کہتا ہے کہ متناکحین بالغین کو بوقت نکاح کلمے اور صفت ایمان مجمل و مفصل پڑھانا بہت ضرور و بہتر ہے اس کو کرنا چاہیے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہٗ کے فتاوے میں ہے "از روئے شریعت غرا نکاح درمیان مومن وکافر منعقد نمی گردد ظاہر ست کہ از انسان در حالت لاعلمی یا از روئے سہوا کثر کلمۂ کفر صادر می گردد کہ براں تنبہ نمی شود دریں صورت اگر نکاح متناکحین واقع شد منعقد نمی شود لہذا متاخرین از علمائے محتاطین احتیاطاً صفت ایمان مجمل و مفصل را بحضور متناکحین می گویند ومیگویانند تا انعقاد بحالت اسلام واقع شود فی الحقیقۃ علمائے متاخرین ایں احتیاط را در عقد نکاح افزودہ اند خالی از نزاکت اسلامی نیست کسانیکہ از اسلام بہرہ ندارند بلطف آں کے برسند" انتہی یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا

مسئلہ ۲۲ تعظیماً جمع کا لفظ ... اور عقد ثابت ہو تا ہے

الجواب

بہتر ہونے میں کیا کلام نہ ذکر خدا اور رسول جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم خیر محض ہے خصوصاً[ف۱] تجدید ایمان کہ ویسے بھی حدیث میں اُس کا حکم ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الایمان لیخلق فی جوف احدکم کما یخلق الثوب فاسألوا اللہ تعالٰی ان یجدد الایمان فی قلوبکم بیشک ایمان تم میں کسی کے باطن میں پرانا پڑ جاتا ہے جیسے کپڑا کہنہ ہوجاتا ہے تو اللہ عزوجل سے مانگو کہ تمہارے دلوں میں ایمان کو تازہ فرمائے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر بسند حسن والحاکم فی المستدرک عن عمرو بسند صحیح رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم جددوا ایمانکم اکثروا من قول لا الٰہ الا اللہ اپنے ایمان تازے کرو لا الٰہ الا اللہ بکثرت کہو رواہ الامام احمد والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح تو اس قدر ضرور مسلم کہ اس کو کرنا چاہیے ہاں[ف۲] بہت ضروری کہنا نوع افراط سے خالی نہیں جہلاً یا سہواً معاذ اللہ کلمہ کفر صادر ہوجانا محتمل سہی مگر اُسے مظنون ٹھہرالینا سوئے ظن ہے اور بے حصول ظن حکم ضرورت نہیں کما لایخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵: ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دختر زید بعمر سترہ سال و پسر عمرو بعمر تیئس سال ہے اور مانع شرعی موجود نہیں پسر کا ولی واسطے نکاح کے چار ماہ کی مہلت چاہتا ہے اگر مہلت دی جائے تو شرعاً گنہگار ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

کوئی گناہ نہیں جبکہ کوئی اندیشہ صحیح نہ ہو اور اگر معاذ اللہ اندیشہ ہے اور دوسرا کفو موجود ہے تو مہلت نہ دینا چاہیے اگر نہ مانے اُس دوسرے سے نکاح کردیں جبکہ دختر رضامند ہو لحدیث[ف۳] یا علی لاتؤخر ثلثا الصلٰوۃ اذا اٰنت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لہا کفوا وکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۲۶: از ریاست رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سررشتہ ۲۰ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس طور پر نکاح کیا کہ گواہ

ف۱: مسئلہ تجدید ایمان امر محمود ہے۔

ف۲: مجرد احتمال سے وجوب نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے غلبہ ظن۔

ف۳: مسئلہ تین باتوں میں تاخیر نہ چاہیے نماز جب وقت آجائے، جنازہ جب حاضر ہو اور لڑکی کا نکاح جب کفو ملے۔
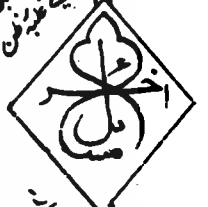
اور ایک وکیل نے ہندہ کے پاس جاکر یہ کہا کہ بکر کا بیٹا زید نے ایک ہزار روپے کے بدلے میں تمکو اپنی زوجیت میں طلب کیا ہے یعنی خواستگاری کی ہے تم بھی اُس کو اپنی شوہریت میں قبول کرو اور مجھکو وکیل قرار دو تو ہندہ مذکورہ نے فقط لفظ قبول کہا اور اس لفظ قبول کو اس ملک کے عوام وخواص قایم مقام ایجاب کے بنا برعرف کے سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں) پھر اسی طرح تینوں شخص زید کے پاس گئے اور وکیل نے زید سے جاکر کہا کہ تم نے خالد کی بیٹی ہندہ کو مہر مذکور پر قبول کیا تو زید نے صرف لفظ قبول کہا اور اس قبول کو یہاں کے باشندے بمنزل قبول نکاح کے تصور کرتے ہیں اور ہزاروں نکاح اس طور سے ہوگئے اور ہوتے ہیں اور آئندہ بھی ہونگے کیونکہ یہ طور یہاں کا رسم ورواج قرار پایا ہے) اب اس صورت میں فقط لفظ قبول سے نکاح صحیح ہوگیا یا نہیں بعضے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح ہوجائیگا کیونکہ عاقل وبالغ کا کلام لغو کرنا نہ چاہیے ورنہ ہزاروں آدمی حرام زادہ قرار پائیں گے مسلمان کو زنا سے شرعاً بچانا چاہیے اور عرف اور رواج بھی ادلہ شرعیہ سے ایک دلیل ہے تو موافق عرف کے نکاح کو صحیح قرار دینا چاہیے اور بعضے علما کہتے ہیں کہ لفظ قبول سے نکاح صحیح نہیں ہوتا کیونکہ لفظ قبول مصدر ہے اور مصدر سے نکاح درست نہیں ہوتا اب متنازع فیہ میں حکم شرع شریف جو ارشاد ہو۔ عوام بیچارے نہ مصدر کو جانیں نہ ماضی کو وہ تو اپنے عرف ورواج جانتے ہیں اسی کے پیرو وتابعدار ہیں ان کی اصلاح کس طور پر ہو بینوا توجروا

مسئلہ

الجواب

صورت مستفسرہ میں صحت نکاح میں شبہہ نہیں جب ہندہ نے بعد سوال توکیل لفظ قبول کہا یہ ایجاب توکیل ہوا اور وہ شخص وکیل ماذون ہوگیا فان التوکیل یتم بمجرد الایجاب ولا یتوقف علی القبول وان کان یرتد بالرد کما فی الاشباہ والھندیۃ وغیرھما وھھنا وان امکن ان یجعل قول الوکیل تقبلیہ فی زوجیتک ایجاب فضولی بناء علی ما صرح فی الخانیۃ والخلاصۃ ان الامر فی النکاح ایجاب قال فی الفتح وھو الاحسن وح یکون قول المرأۃ قبول قبولا وینعقد النکاح موقوفا علی اجازۃ الرجل فاذا خاطبہ الوکیل وقال قبول یکون تنفیذا لکنہ خلاف ما قصدوہ فان صنیعھم شاھد انھم لم یجعلوا مجلس المخاطبۃ مع المخطوبۃ مجلس عقد بل استئذان فیکون طلبا للوکالۃ وقولھا قبول توکیلا اب کہ وکیل نے خاطب سے آکر وہ لفظ کہے یہ جانب وکیل سے ایجاب ہوا فانہ استفھام والکان حرفہ مقدرا ولا استفھام عند ارادۃ التحقیق یؤدی مؤدی الامر کما حققناہ فی فتاونا والامر کما سمعت ایجاب فی النکاح ولا نعدل عن ھذا القول المرجح الی قول

انہ توکیل لان الوکیل لایملک التوکیل فلا ینفذ العقد وفیہ لضییق واللہ یحب الرفق اور زوج کا قبول کہنا قبول ہوا اور نکاح صحیح وتام نافذ ہوگیا اور یہ اعتراض کہ قبول مصدر ہے اور مصدر سے نکاح درست نہیں رأسا ساقط ہے کہ یہ لفظ اُس سوال وکیل کے جواب میں ہے کہ تم نے ہندہ کو قبول کیا اور عقل ونقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے کہ السؤال معاد فی الجواب کما صرح بہ فی الاشباہ وغیرہا کتاب توجواب میں صرف لفظ قبول کے قطعاً یہی معنے ہیں کہ قبول کیا اور یہ ماضی ہے اور ماضی سے نکاح یقیناً درست ہے کما صرحوا بہ متونا وشروحا وفتاوی معہذا یہاں اصل کار وہ الفاظ ہیں جو رضا بالانشا پر بے احتمال مساوی دلیل ہوں اور شک نہیں کہ لفظ قبول صراحۃً اُس پر دال ولہذا علما تصریح فرماتے ہیں اگر عورت سے کہا اپنے نفس کو میری زوجیت میں دے اُس نے کہا بالسمع والطاعۃ نکاح ہوگیا کما فی النوازل والخلاصۃ والبزازیۃ والبحر والدر والمحیط والھندیۃ وغیرھا من الاسفار الغر سمع وطاعت بھی مصدر ہی ہیں اور مناط صحت وہی تقدیر ماضی ہے یا اعتبار تراضی وہ دونوں یہاں حاصل تو حکم عدم نکاح محض باطل فتح القدیر میں ہے لما علمنا ان الملاحظۃ من جھۃ الشرع فی ثبوت الانعقاد ولزوم حکمہ جانب الرضی عدینا حکمہ الی کل لفظ یفید ذلک بلا احتمال مساو للطرف الاٰخر الخ رد المحتار میں ہے قولہ او بالسمع والطاعۃ متعلق بمحذوف دل علیہ المذکور ای زوجت او قبلت متلبسا بالسمع والطاعۃ لامرک ولا یحصل السمع والطاعۃ لامرہ الا بتقدیر الجواب ماضیا مرادا بہ الانشاء لیتم شرط العقد بکون احدھما للمضی بحر الرائق میں زیر قول کنز انما یصح بلفظ النکاح والتزویج وما وضع لتملیک العین فی الحال فرمایا یرد علی المصنف الفاظ ینعقد بھا النکاح غیر الثلثۃ (وعد اشیاء کثیرۃ الی ان قال) ومنھا بالسمع والطاعۃ لوقال زوجی نفسک منی فقالت بالسمع والطاعۃ فھو نکاح کما فی الخلاصۃ ومنھا ما فی الذخیرۃ لوقال ثبت حقی فی منافع بضعک بالف فقالت نعم صح النکاح اھ والجواب ان العبرۃ فی العقود للمعانی[ف۱] حتی فی النکاح کما صرحوا بہ وھذہ الالفاظ تؤدی معنی النکاح واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ف۱: علما تصریح فرماتے ہیں کہ عقود میں معانی کا اعتبار ولحاظ ہے یہاں تک کہ نکاح میں بھی۔

مسئلہ ۲۷: ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ دونوں شخص چند شخصوں کے روبرو اس کے مقر ہوں کہ ہمارا نکاح آپس میں ہوگیا ہے یا زید علٰحدہ ایک وقت میں اور ہندہ علٰحدہ ایک وقت میں چند اشخاص کے روبرو فرداً فرداً یہ ظاہر کریں کہ ہمارا نکاح آپس میں ہوگیا ہے اور پھر خط کتابت میں ہندہ
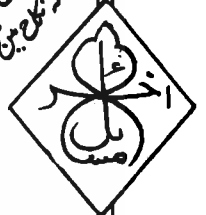
زید کو وہی القاب آداب جو بی بی خاوند کو لکھتی ہے استعمال کرے تو کیا سمجھا جائیگا اور شرعاً کیا حکم دیا جائیگا۔

الجواب

تصادق مرد وزن کہ مرد کہے یہ میری منکوحہ ہے عورت کہے یہ میرا شوہر ہے عند الناس ثبت نکاح ہے مگر اگر غلط اقرار کیا ہو تو عند اللہ ہرگز نفع نہ دیگا وہ زانی وزانیہ ہوں گے اور سخت عذاب جہنم کے مستحق اور اولاد ولد الزنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸ ۱۶۔ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں تجھکو بعد تین چار ماہ کے طلاق دیدونگا آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح جائز ہے اور طلاق دینا اُس پر لازم نہیں فان[ف۱] النکاح لایبطل بالشروط الفاسدۃ بل ھی التی تبطل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹ ۱۸۔ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

حال یہ ہے کہ حامد اور محمودہ دونوں میں ایسا رشتہ تھا کہ محمودہ اُس کے سامنے آسکتی تھی اور یہ دونوں ایک مدت تک صغر سنی میں ایک ہی جگہ رہتے سہتے تھے ۱۸۹۷ء میں حامد کی بیوی کا انتقال ہوگیا اور برضامندی فریقین (یعنی حامد اور محمودہ) کے والدین کے حامد کی نسبت محمودہ سے ہوگئی اور مراسم نسبت ادا ہونے کے بعد ایک تاریخ نکاح مقرر ہوگئی لیکن اس تاریخ مقررپر حامد کو کہ وہ گورنمنٹ کا ملازم تھا اتفاق سے رخصت نہ ملی اور تاریخ مقررہ پر نکاح نہ ہوسکا اُس کے بعد کچھ جھگڑے ایسے درپیش ہوگئے کہ دوسری تاریخ مقرر ہونے سے پہلے حامد اپنی ملازمت سے علیحدہ ہوا اس کے بعد جب حامد کے والدین نے تاریخ مقرر کرنا چاہی تو محمودہ کے والدین نے یہ عذر پیش کیا کہ حامد اب بے نوکر ہے اس لیے ہم نکاح نہیں کرنا چاہتے حامد اور محمودہ دونوں بالغ ہیں محمودہ تاریخ نسبت سے حامد سے پردہ کرتی ہے جب یہ حال محمودہ کو معلوم ہوا تو اُس نے اپنی والدہ سے صاف صاف کہدیا کہ میں دوسرے امیر گھر جانا پسند نہ کرونگی خواہ کچھ ہی کیوں نہو جس سے نسبت ہوئی اُس سے نکاح ہوجانا چاہیے۔ محمودہ کے باپ واقعی امیر کبیر ہیں اور حامد ایک معمولی حیثیت کا آدمی ہے محمودہ کے باپ یہ کوشش کرتے ہیں کہ محمودہ کا کسی امیر اور مالدار سے نکاح کردیں اور محمودہ کی رضامندی پر کوئی توجہ

ف۱ مسئلہ شروط فاسدہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا خود وہ شروط ہی باطل ہوجاتی ہیں۔

نہ کی جائے اس لیے محمودہ یہ چاہتی ہے کہ قبل اس کے کہ یہ جبر اُس پر کیا جائے وہ حامد کے ساتھ اپنا نکاح کرلے مگر اس نکاح کا حال اُس کے والدین کو نہ معلوم ہو اور حامد بھی یہی چاہتا ہے۔ تو علمائے دین محمدی سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ محض اگر گواہان اور وکیل کی موجودگی اور علم میں قاضی صاحب نکاح پڑھادیں اور ادروے شریعت ایجاب وقبول کا اطمینان کرلیں تو یہ نکاح خفیہ جائز ہے اور کسی طرح ناقص تو نہیں فقط

الجواب

بالغہ جو بے رضائے ولی بطور خود اپنا نکاح خفیہ خواہ علانیہ کرے اُس کے انعقاد وصحت کے لیے یہ شرط ہے کہ شوہر اس کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا پیشے یا مال یا چال چلن میں عورت سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اُسکا نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار وبدنامی ہو اگر ایسا ہے تو وہ نکاح نہوگا فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان مال میں کفاءت کو صرف اسقدر کفایت کہ وہ شخص اگر پیشہ ور ہو تو روز کا روز اتنا کماتا ہو جو اُس عورت غنیہ کے قابل کفایت روزانہ دے سکے اور پیشہ ور نہیں تو ایک مہینہ کا نفقہ دے سکے اور مہر جس قدر معجل ٹھہرے اُس کے ادا پر قدرت بہرحال درکار ہے فی الدر المختار تعتبر الکفاءۃ فی العرب والعجم مالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر محترف والا فان کان یکتسب کل یوم کفایتھا لو تطیق الجماع پس اگر حامد اس قدر مال رکھتا ہے اور مذہب ونسب وحرفت وروش میں بھی محمودہ سے ویسا کم نہیں کہ اُس سے نکاح باعث عار پدر محمودہ ہو جیسا کہ صورت سوال سے یہی ظاہر ہے کہ باپ پہلے اُس سے نکاح پر راضی تھا اب صرف نوکری نہ رہنے کا عذر کرتا ہے تو اس صورت میں برتقدیر صدق مستفتی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے حامد ومحمودہ کے ایجاب وقبول کرلینے سے جائز وصحیح ہو جائیگا نفس نکاح میں نقصان نہوگا ماں باپ کو ناراض کرنے کا وبال محمودہ پر ہو تو جدا امر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ضلع پشاور تحصیل صوابی ڈاک خانہ یار حسین موضع یعقوبی سید عید شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی والدہ اور ہمشیرہ عمرو کے مکان پر بطور مہمانداری کے آئیں وسوئیں تھیں عمرو نے زید کی والدہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے اپنی بیٹی تم کو دی ہے جس سے اُس کا منشا یہ تھا کہ زید سے اس لڑکی کا نکاح کرینگے زید کی والدہ نے اُس کے جواب میں عمرو کو دعائیں دیں اور قبول زبان سے نہیں کیا بعد کو زید نے ایک چھوٹا سا زیور بطور نشانی کے بنا کر عمرو کی بیٹی کے واسطے بھیجا اور جس وقت

مسئلہ ۱: مال میں کفاءت کے لیے کتنا مال درکار ہے
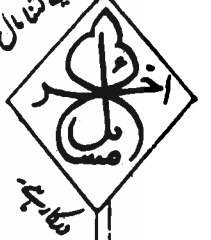
عمرو نے اپنی بیٹی کا تذکرہ زید کی والدہ سے کیا اُس وقت زید کی والدہ اور زید کی ہمشیرہ اور عمرو کی بیوی تھی یہ تین عورتیں موجود تھیں اور سوائے عمرو کے اور کوئی مرد گھر میں موجود نہ تھا نہ اُس ایجاب کا قبول صراحۃً ہوا نہ ذکر مہر ہوا اور نہ گواہ موجود تھے پھر عمرو کے انتقال کے بعد عمرو کے لڑکے نے اُس نابالغہ کا عقد خالد سے کیا اور ابھی رخصت نہیں ہوئی ہے لیکن عقد مع گواہ اور ذکر مہر کے ہوا ہے تو اس صورت میں عقد خالد کا صحیح ہوا یا نہیں اور زید مدعی اس بات کا ہے کہ نکاح مجھ سے صحیح ہے بینوا توجروا!

الجواب

زید کا دعوے محض غلط ہے اُس سے نکاح ہرگز صحیح نہ ہوا وان فرض ان کلام عمرو مع ام زید کان ایجابا وان دعاءها له قام مقام القبول لدلالة الرضا وان بعثه حلیا للعرس کان اجازته لعقد الفضولی فعلی فرض کل ذٰلك لاوجه للصحة فی الوجه المذکور لعدم شاهد من الذکور درمختار میں ہے شرط حضور شاهدین حرین اوحر وحرتین مکلفین بحرالرائق میں ہے فلا ینعقد بحضرة العبید والصبیان خالد کا عقد صحیح ہوا لان الاقدام علیه فسخ للفاسد ان قلنا بالفرق بینه وبین الباطل فی النکاح کما هو قضیة فروع جمة واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱: مرسلہ مولوی سید ظہور احمد صاحب از بتیھو شریف ضلع گیا ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

ایک شخص کا نکاح بحضور دو شخص کے عورت کی اجازت سے ہوا اور وہ دونوں شخص چُپ رہے تو ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں اور وکیل بالنکاح ایک شخص ثالث ہے اور وہ شخصین ناکح کو جانتے ہیں لیکن ناکح نہیں جانتا ہے اور عورت نے وکیل بالنکاح کو وہ دو شخص کے سامنے پردہ سے اپنے نکاح کی اجازت دیا اور وکیل نے یوں کہا کہ فلاں عورت کو اس قدر مہر پر آپکو دیا نہ نکاح کا لفظ کہا ہو اور نہ زوجیت کا۔

الجواب

نہ ناکح کا شاہدین کو پہچاننا ضرور نہ شاہدین کا وقت عقد کچھ بولنا ضرور نہ خاص لفظ نکاح یا زوجیت ضرور نہ صرف فلاں عورت کہنے میں محذور جبکہ تنہا اسی قدر سے اُس کی معرفت ہوجائے شاہدین کا معاً لفظین ایجاب وقبول کو سُننا اور اتنا سمجھنا کہ یہ نکاح ہورہا ہے اور لفظ نکاح وتزویج ہونا یا کوئی اور لفظ جو تملیک عین کاملہ فی الحال کے لیے وضع کیا گیا اور شاہدین کے نزدیک عاقدین یعنی زوج وزوجہ کا متمیز ہوجانا خواہ بحضور ورویت واشارہ یا بغیبت وتسمیہ مجردہ یا مع نسبت وغیرہ ممیزات میں اس قدر ضرور ہے اور شک نہیں کہ

فائدہ مسئلہ ... وصبیان کی شہادت سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

کسی مرد کو اتنے مہر پر عورت کا دیا جانا مفید معنی نکاح ہے تو صورت مستفسرہ میں اگر باقی شرائط مذکورہ مجتمع تھے نکاح درست ہو گیا والمسائل کلہا مصرحۃ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲ مرسلہ سید ظہور احمد صاحب مذکور الصدر ۲۰ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

ناکح کو تین مرتبہ قبول کرنا شرط ہے یا ایک بار اور گھبرانے کی وجہ تین بار تین طرح کہا کبھی یہ کہ قبول ہے کبھی میں نے قبول کیا کبھی قبلتُ ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں اور یہ بحضور شاہدین ہے اور عورت سے ایجاب درست طور پر ہوا یا نہیں۔

الجواب

نکاح خواہ کسی عقد میں تین بار قبول اصلا ضرور نہیں ایک ہی بار کافی ہے اور تین بار تین طرح الفاظ قبول ادا ہونا کچھ مضر نہیں ہاں اگر گھبراہٹ میں بجائے قبول بعض الفاظ رد و انکار ادا ہوں تو یہ دیکھا جائیگا کہ پہلے لفظ قبول کہا تھا تو نکاح ہو گیا کہ بعد تمامی عقد رد و انکار مانع انعقاد نہیں اور پہلے لفظ انکار نکلا تو وہ ایجاب رد ہو گیا اب جو اس کے بعد اُس نے لفظ قبول کہا یہ اس کی طرف سے ایجاب ہوا اگر اسی مجلس میں اُدھر سے لفظ قبول متحقق ہوا منعقد ہو جائیگا ورنہ باطل ہو جائیگا اور اگر متعدد الفاظ میں لفظ رد کوئی نہ تھا ہاں ایسے الفاظ تھے کہ قبول نہ ٹھہریں تو وہ خواہ پہلے ہوں یا پیچھے جبکہ مجلس بدلنے سے پہلے ایک لفظ بھی قبول صحیح کا ادا ہو گا نکاح ہو جائیگا لان الفرد غیر شرط والمجلس یجمع المتفرق اور ایجاب عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی طرف سے دونوں درست ہیں عقود میں ایجاب و قبول کچھ متعین نہیں عاقدین میں جس کی طرف سے الفاظ عقد پہلے صادر ہونگے اُن کا نام ایجاب رکھا جائے گا اُن کے جواب میں دوسرا جو کہے گا وہ قبول قرار پائے گا مثلاً عورت نے مرد سے کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت میں قبول کیا یہ ایجاب ہوا اگرچہ بلفظ قبول ہے مرد نے اس کے جواب میں کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا یہ قبول ہوا اگرچہ بلفظ قبول نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳ از موضع بیتھو ضلع گیا مرسلہ جناب مولوی سید محمد ظہور احمد صاحب ۱۶ شوال ۱۳۲۴ھ

جناب مولانا صاحب السلام علیک استفتا یہ ہے کہ اگر وکیل بالنکاح یا شاہدین نکاح غیر مقلد یا وہابی ہوں تو ایسے شخص کی وکالت یا شہادت درست ہو سکتی ہے یا نہیں اور نکاح درست ہو گا یا نہیں اگر ایسے لوگ وکیل یا شاہد ہوں۔
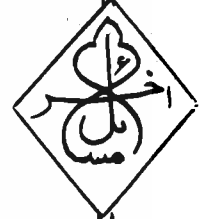
الجواب

سیّد صاحب وعلیک السلام وہابی وغیر مقلد کی ضلالت جبکہ حد کفر تک نہ پہنچی ہو اور یہ غیر مقلد وہابیوں میں نادر ہے اور جیسے طائفہ رشیدیہ پیدا ہوا مقلد وہابیوں میں بھی کلے اسمعیلیوں کی طرح یہی حالت ہوگئی اُن میں غالبًا کوئی نہ ہوگا جن پر بحکم فقہائے کرام لزوم کفر نہ ہو اور بہت تو صریح التزام کی حد پر ہیں نسأل اللہ العافیۃ وحسن العافیۃ) جب تو نکاح میں اُن کا شاہد ہونا اصلًا مخل نہیں اور اگر حد کفر پر ہو تو وکالت جب بھی جائز ہے کہ مرتد کو وکیل کر سکتے ہیں یعنی اُس کی وکالت صحیح ہو جائے گی اگرچہ اُس سے میل جول اختلاط حرام ہے ہندیہ میں ہے تجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لوکان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ کذا فی البدائع رہی شہادت عوام میں وہ شخص جن کو گواہی نکاح سے نامزد کیا جاتا ہے اگر وہ دونوں مرتد وہابی تھے مگر جلسے میں اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان ہیں جنھوں نے معًا ایجاب وقبول سُنا اور سمجھا جب تو نکاح صحیح ہوگیا لوجود الشھود وان کان من سموا شھودا مرتدین اور اگر صرف یہی حاضر وسامع وفاہم تھے یا اور جتنے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں ایک نصاب مسلمانوں سے پورا نہیں تو نکاح صحیح نہ ہوا فاسد محض ہوا کان من شرائط الصحۃ الشھود ولا شھادۃ لمرتد کما فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴

عورت مرد اگر باہم ایجاب قبول کرلیں اور کسی کو اطلاع نہ ہو تو یہ نکاح ہو جائیگا۔

الجواب

بے حضور دو گواہ نکاح فاسد ہے حدیث میں فرمایا الزوانی اللاتی ینکحن انفسھن بغیر بینۃ زنا کار ہیں جو اپنی جانوں کو نکاح میں دیتی ہیں بغیر گواہوں کے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵ مسئولہ محمد یوسف از جبلپور ۱۳- ذی القعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی غیر مقلد کسی مقلد کا نکاح بموجب شرع مصطفوی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑھا دے تو اُس کا پڑھایا ہوا نکاح جائز ہے یا حرام اور جو اس نکاح سے اولاد پیدا ہو وہ حرامی تو نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مسئلہ ۱: وہابی سے میل جول حرام ہے۔
مسئلہ ۲: جو لوگ نکاح میں وہابی سے نامزد کیے جاتے ہیں وہ قابل شہادت نہیں اگر مجلس عقد میں اور لوگ بھی ہیں جو گواہ ہوسکتے ہیں تو نکاح ہوگیا ورنہ نہیں۔
مسئلہ ۳: بے گواہ نکاح نہیں ہوسکتا۔

اگرچہ نکاح خواں شرع مطہر میں کوئی چیز نہیں اگر کوئی ہندو مشرک زوجین کو ایجاب و قبول روبروے گواہان کرادے اور شرائط صحت متحقق ہوں نکاح ہوجائیگا مگر یہاں ایک نکتہ جلیلہ ہے جسے وہی سمجھتے ہیں جو موفق من اللہ تعالیٰ عزوجل ہیں وہ یہ کہ اگر ہندو مشرک پڑھائیگا تو کوئی کلمہ گو اُسے معظم دینی بلکہ مسلمان بھی نہ جانیگا بخلاف ان کلمہ گویان کفر در دل کے کہ عوام اُن کو خالص مسلمان جانتے ہیں حالانکہ ان پر صدہا وجہ سے بحکم احادیث صحیحہ وتصریحات فقہیہ حکم کفر لازم ہے کما فصلناہ فی الکوکبۃ الشہابیہ وفی النہی الاکید وغیرھما ولدی مزید اور ان میں بہت تو کھلم کھلا ضروریات دین کے منکر اور قطعاً اجماعاً کافر ہیں اور نکاح خوانی کے لیے لوگ اُسے بلاتے ہیں جسے اپنے نزدیک صالح اور معتبر جانتے ہیں تو اگر زوجین میں سے کسی نے اُن کے کفریات پر مطلع ہوکر پھر اُن کو نیک اور صالح سمجھا تو اُن پر بھی وہی حکم نقد وقت ہوگا کما صرح بہ فی الشفاء والاشباہ وغیرھما ایسی صورت میں بحکم فقہ اصلا مطلق نکاح نہ ہوگا لہذا احتیاط فرض ہے اگر ایسا واقع ہولیا یعنی اُس کی گمراہیوں پر مطلع ہوکر پھر اُسے معظم و متبرک سمجھکر نکاح خوانی کے لیے بلایا تو بعد توبہ وتجدید اسلام تجدید نکاح لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف: وہابی سے نکاح نہ پڑھوایا جائے کہ اس میں سخت

مسئلہ ۳۶ از نگلہ مرہر وڈاک خانہ بیلاؤدہ ضلع میرٹھ مسئولہ محمد ذاکر علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں توام ہیں کمر سے لیکر سرین تک جُڑی ہوئی ہیں سر الگ ہے اور باقی عام اعضا الگ الگ علٰحدہ علٰحدہ وہ اپنی مادری زبان تلنگی میں اچھی طرح گفتگو کرسکتی ہیں عمر اُن کی بارہ سال ہے یہ قصہ سکندر آباد دکن کا ہے میں نے اس کو اخبار وطن لاہور جلد ۸ء ۲۳ مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۳ میں دیکھا ہے لکھا ہے کہ یہ ہندو ہیں ان کے والدین کو ان کے ذریعہ سے کافی آمدنی ہے درصورت صحیح ہونے اور مسلمان ہونے ان کے ان کی صورت نکاح کیا ہے اگر کیا جائے تو دو بہنیں ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں اور کہا جائے کہ دو سے کیا جائے تو بیحیائی لازم آتی ہے اور یہ دونوں لڑکیاں علٰحدہ نہیں ہوسکتیں حکم اس مسئلہ کا مفصل مدلل ارقام فرمائیے اور روایت فقہا بھی تحریر کیجیے بینوا توجروا

الجواب

ظاہرا یہ اخباری گپ ہے ایسے عجائب اگر نادراً پیدا ہوتے ہیں تو عادۃً زندہ نہیں رہتے اگر بارہ برس سے ایسا اعجوبہ ملک میں موجود ہوتا تو عجب ہی سے تمام اخبار اُس کے ذکر سے بھر جاتے دیار و امصار میں شہرت

ہوئی نہ کہ اب بارہ سال کے بعد درج اخبار ہوا اور بالفرض اگر صحیح بھی ہو اور وہ دونوں مسلمان بھی ہو جائیں تو شریعت مطہرہ نے کوئی مسئلہ لاجواب نہ چھوڑا بھلا یہ صورت تو بہت بعید ہے فرض کیجیے جو عورت ابتدائے بلوغ سے معاذ اللہ جذام و برص میں مبتلا ہو اور اُس کے ساتھ ایسی کریہہ المنظر کہ اُسے کوئی قبول نہ کرتا نہ کہ بحالت جذام اُس کے لیے کیا صورت ہوگی اُسے شرع کیا حکم دے گی ہاں اُسے عفت و صبر کا حکم فرماتی ہے اور روزوں کی کثرت اُس کا علاج بتاتی ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ جو نکاح کی طرف کوئی راہ نہ پائیں وہ بچے رہیں جب تک اللہ اپنے فضل سے اُنھیں بے پرواہ کر دے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یا معشر[ف۱] الشبان من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء اے گروہ جوانان تم میں جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کہ نکاح پریشان نظری و بدکاری سے روکنے کا سب سے بہتر طریقہ ہے اور جسے ناممکن ہو اُس پر روزے لازم ہیں کہ کسر شہوت نفسانی کر دینگے یہی حکم و علاج اس اعجوبہ خلقت کے لیے ہوگا اس کی نظیر وہ سوال ہے کہ جہاں عرض[ف۲] تسعین کی نسبت کیا کرتے ہیں جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہے کہ وہاں رمضان کے روزے کیسے رکھیں حالانکہ وہاں انسانی آبادی کا نام نہیں کہ اسّی[ف۳] درجے عرض سے آگے لوگوں کا گذر بھی نہیں کہ ہمیشہ کی ہر آن برف باری نے وہاں سمندر کو دلدل کر رکھا ہے نہ پانی رہا کہ جہاز گزرے نہ زمین ہو گیا کہ آدمی چلیں بلکہ ستر[ف۴] درجے آگے سے آبادی کا پتہ نہیں وہاں جبکہ چھ چھ مہینے کے دن رات ہیں بلکہ قطب[ف۵] شمالی میں چھ مہینے نو دن کا دن اور نو دن کم چھ مہینے کی رات اور قطب جنوبی میں بالعکس اس لیے کہ اوج آفتابی شمالی اور حضیض جنوبی ہے اور اُس کی رفتار اوج میں سست اور حضیض میں تیز ہے پھر یہ نہار[ف۶] ولیل نجمی ہے عرفی لیجیے تو نصف قطر آفتاب اور حصہ انکسار بڑھ کر مقدار نہار میں اور بہت سے دن بڑھ جائیں گے اور نہار شرعی کے لیے اٹھارہ درجے کا انحطاط لیجیے تو کئی مہینے مقدار نہار میں شامل ہو کر رات بہت کم رہجائے گی اور وہاں قمر و غیرہ کسی کوکب کا طلوع و غروب حرکت شرقیہ فلکیہ سے نہیں بلکہ صرف اپنی حرکت خاصہ سے جب[ف۷] منطقہ سے شمالی ہوگا قطب شمالی میں طلوع کریگا اور جبتک شمالی رہے گا طالع رہے گا پھر جب جنوبی ہوگا غروب کریگا اور جبتک جنوبی رہے گا غارب رہے گا اور اس ظہور و بطون کے لیے کوئی تعیین نہیں کہ قمر اسوقت اجتماع میں ہو یا استقبال میں تربیع میں ہو یا شکل ہلال میں تو سال کے بارہ دن رات

ف۱: مسئلہ جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ نکاح نہ کرے اور روزے رکھے۔

ف۲: عرض تسعین میں روزہ کے متعلق کیا حکم ہے۔

ف۳: اسّی درجہ عرض کے آگے گزر کیوں نہیں ہو سکتا۔

ف۴: ستر درجہ سے آگے آبادی کا پتا نہیں۔

ف۵: قطب شمالی اور قطب جنوبی میں روز و شب کی مقدار اور اس کی وجہ۔

ف۶: نہار نجمی و عرفی و شرعی۔

ف۷: لا افق۔

ف۸: قطبین شمالی و جنوبی میں قمر وغیرہ کواکب کا طلوع و غروب کس طرح ہوتا ہے اور کبتک طالع رہتے ہیں اور کبتک غارب۔

جو قمر نے پائے اُن میں حساب انتظام اہلہ وشہور نامقدور اور اگر حکما صورت تقدیر و اندازہ لیجیے بھی جس طرح
دربارۂ ایام طوال دجال نمازوں کے لیے ارشاد ہوا تو وہی قرآن عظیم جس نے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ
فرمایا اُسی نے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین ارشاد کیا یعنی جنھیں روزے کی قدرت نہ ہو اُن پر
بدلہ ہے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کا کھانا اور جن کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو وہ حصول استطاعت
کا انتظار کریں اور اپنے رب سے انابت و استغفار کہ وہی قرآن کریم فرماتا ہے لایکلف اللہ نفسا الا
وسعھا خدا کسی کو اُس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷ از خیرآباد محلہ میاں سرائے مدرسہ عربی قدیم مرسلہ سید فخر الحسن صاحب ۳ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ
خطبہ نکاح کا کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے یا بیٹھکر اور کس طریقہ سے مسنون ہے۔

الجواب

اگرچہ خطبہ میں مطلقاً افضل قیام ہے کہ آواز بھی دور پہنچتی ہے اور باعث توجہ حاضرین بھی ہوتا ہے اور
اس امر میں سب خطبے مشترک ہیں ہاں جو خطبہ سواری پر ہوتا ہے جیسے خطبہ عرفہ وہاں قیام مرکب قائم مقام
مقام راکب ہے مگر خطب نافلہ بیٹھکر بھی ثابت ہیں ابن جریر عن سماك بن حرب قال سمعت معروفا
اوابن معرور التیمی قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ وصعد المنبر فعد دون مقعد
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بمقعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اوصیکم بتقوی اللہ واسمعوا واطیعوا من
ولاہ اللہ تعالٰی امرکم۔ اور خطبہ نکاح نفل ہی ہے تو بیٹھکر بھی مضائقہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸ از سلون ضلع رائے بریلی احاطہ شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب مدرس
مدرسہ اسلامیہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

جناب مولانا صاحب مجد دمأتہ حاضرہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی من لدیکم۔ کیا مسلک ہی
آپ کا اس مسئلہ میں کہ زید نے تزوجت اور ہندہ نے قبلت دو گواہوں کے سامنے کہدیا اور دونوں
ان الفاظ کے معنے نہیں سمجھتے بلکہ گواہ بھی نہیں سمجھے آیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائیگا یا نہیں شرح وقایہ اور
فتاوے قاضی خاں اور فتاوے ظہیریہ اور ردالمحتار اور درمختار میں ایسا نکاح جائز لکھا ہے بلکہ درمختار میں اسی پر
فتوے ہے اور دلیل اس کی کل کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ مضمون لفظ کا علم اور اُس کا سمجھنا اُن امور میں معتبر ہے
جن میں نیت اور قصد کی ضرورت ہو اور جن امور میں جد وہزل برابر ہوں اُن میں معنے سمجھنے کی ضرورت

مسئلہ: جو بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے۔
ف ۲
جو نہ روزہ رکھ سکے نہ فدیہ دینے پر قادر ہو وہ استغفار کرے۔
ف ۳
مسئلہ: خطبہ میں مطلقاً قیام افضل ہے۔
مسئلہ: خطبہ عرفہ میں قیام راکب ہے۔

نہیں لہذا نکاح محض بتلفظ نکحت وقبلت بلا فہم معنے منعقد ہو جائیگا جیسا کہ قاضی خاں وغیرہ میں ہے لان العلم بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلا یعتبر فیما یستوی فیہ الجد والھزل انتھے میرے خیال میں یہ دلیل صحیح نہیں عبارت قاضی خاں کی فلا یعتبر ای العلم بمضمون اللفظ فیما یستوی فیہ الجد والھزل ہرگز قابل تسلیم نہیں ہزل میں مضمون لفظ کا علم اور معنے کا سمجھنا ضروری ہے بغیر فہم معنے ہزل غیر ممکن ہے اس واسطے کہ استعمال لفظ وارادۂ غیر معنے حقیقی ومجازی کا نام ہزل ہے اور اُس میں شرط ہے کہ قبل عقد متعاقدین آپس میں ذکر کرلیں کہ یہ عقد بطریق ہزل ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے الھزل ان یراد بالشئی غیر ما وضع لہ بغیر مناسبۃ بینھما والجد ما یراد بہ ما وضع لہ او ما صلح لہ اللفظ مجازا اھ نور الانوار میں ہے وشرط الھزل ان یکون صریحا مشروطا باللسان بان یذکر العاقد ان قبل العقد انھما یھزلان فی العقد ولا یثبت ذلک بدلالۃ الحال اس صورت میں جبکہ عاقدین بالکل سمجھتے ہی نہیں کہ ان الفاظ کے کیا معنے ہیں اور کس موقع میں استعمال کیے جاتے ہیں تو ہزل کیسے ہوسکتا ہے قطع نظر اس کے ہزل میں اگرچہ ہازل نفس حکم سے راضی نہیں ہوتا لیکن اُس کے اسباب سے راضی رہتا ہے جیسا کہ نور الانوار میں ہے وانہ ینافی اختیار الحکم والرضاء بہ ولا ینافی الرضاء بالمباشرۃ الخ اور یہاں عاقدین جانتے ہی نہیں کہ یہ الفاظ کیسے ہیں اور ان کے کیا معنے ہیں تو رضا بالاسباب بھی مفقود ہے لہذا اس صورت کو ہزل میں داخل کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ دوسری دلیل مجوزین کی یہ ہے کہ اگرچہ متعاقدین معنے نہیں سمجھتے لیکن اُن کا جہل معتبر نہوگا اور نکاح منعقد ہو جائیگا لان الدار دار الاسلام فلا یکون الجھل فی احکام الشرعیۃ عذرا اس جگہ دعوی ودلیل میں صراحۃ تخلف ہے دلیل کا منشا تو یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں جہل معتبر نہیں یہ ضرور قابل تسلیم ہے لیکن یہ اس امر کو مستلزم نہیں کہ زبان عربی سے جہل بھی غیر معتبر ہو احکام شرعیہ منحصر بزبان عربی نہیں عاقدین احکام نکاح کو زبان غیر عربی مثلاً فارسی اُردو وغیرہ میں جانتے ہوں اور زبان عربی سے واقف نہیں تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جاہل بالاحکام ہیں جہل بالاحکام اور جہل باللسان کو متحد جانکر دونوں کو غیر معتبر کہنا صحیح نہیں ہوسکتا لہذا جب عاقدین کو کسی طرح اس کا علم نہیں کہ ان الفاظ کے کیا معنے ہیں اور کس موقع پر اس کا استعمال ہوتا ہے تو اُن کے تلفظ سے نکاح نہیں ہوسکتا فصول عمادی میں ہے انہ لا یصح عقد من العقود اذا لم یعلما معناہ اھ فتاوے حمادیہ میں بھی مثل اس کے لکھا ہے شمس الاسلام اوزجندی سے کسی نے اس مسئلہ کو پوچھا فرمایا نہ منعقد ہوگا لان المراٰۃ فی ھذہ کہ بمنزلۃ الطوطی والعصبی الذی لا یعقل صاحب فتاوے بزازیہ کی بھی یہی رائے ہے درمختار کے
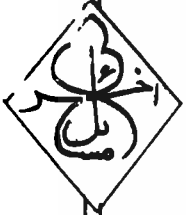
فتوے کو ردالمحتار میں لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اب آپ کے نزدیک اگر یہ نکاح جائز ہے تو شبہۂ مذکورہ بالا کا جواب مدلل طور سے ارقام فرمائیے اور اگر ناجائز ہے تو یہ فرمائیے کہ مجوزین کی دلیل بالکل سُست ہے یا نہیں۔ تیسری دلیل میں نے ان لوگوں کی نہیں دیکھی اگر آپکی نظر سے گزری ہو تو مطلع فرمائیے۔ یہ بھی میں جانتا ہوں کہ آپ بہت عدیم الفرصت ہونگے مگر خدا نے وارث الانبیا آپکو کیا ہے سائل اور کس سے اپنے شبہے رفع کرے والسّلام۔

الجواب

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر کی رائے میں دونوں دلیلیں اعتراض سے بری اور دونوں قول اپنے اپنے محل پر صحیح ہیں دلیل اول کی برارت تو واضح تر۔ امام اجل قاضی خاں نے فتاوے خانیہ امام ظہیر الدین مرغینانی نے فتاوے ظہیریہ امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید میں اُسے افادہ فرمایا اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر محقق زین نے بحر الرائق میں اُس پر تعویل کی اُس میں صورت مذکورہ کو ہزل نہ کہا بلکہ ایک مقدمہ دلیل پر مسئلۂ ہزل سے استدلال فرمایا ہے تقریر کلام یہ ہے کہ یہاں اگر انعقاد نکاح سے مانع ہو تو یہی کہ معنے معلوم نہیں اور ایسا ہو تو علم معنے شرط ہو لیکن وہ شرط نہیں کہ اُس کا اشتراط ہو تو قصد ہی کے لیے اور یہاں قصد درکار نہیں دیکھو ہزل میں معنے مقصود نہیں ہوتے اور نکاح صحیح ہے اسی مطلب کو تجنیس میں بایں عبارت ادا فرمایا لوعقدا عقد النکاح بلفظ لا یفھمان کونہ نکاحا ھل ینعقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضھم ینعقد لان النکاح لایشترط فیہ القصد رہی دوسری دلیل اُس پر اعتراض اشتباہ معنی سے ناشی ہے فقیر بعون القدیر اُسے ایسے نہج سے بیان کرے جس سے دلائل واحکام سب کا انکشاف ہوجائے

فاقول وباللہ التوفیق یہاں دو چیزیں ہیں لفظ کا مفہوم کہ لغوی شرعی عرفی حقیقی مجازی کی طرف مقسوم اور اُس کا حکم کہ غرض غایت مقصود ثمرہ وغیرہا سے موسوم ان دونوں پر لفظ کے معنے مضمون حتّٰی کہ موضوع لہ کا بھی اطلاق آتا ہے اگرچہ اول کے بعض اقسام میں وضع نوعی ہے امام اجل فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ نے اصول میں فرمایا الھزل اللعب وھو ان یراد بالشیئ مالم یوضع لہ وھو ضد الجد وھو ان یراد بالشیئ ماوضع لہ امام جلیل عبدالعزیز بخاری اُس کی شرح کشف کبیر میں فرماتے ہیں لیس المراد من الوضع ھھنا وضع اللغۃ لاغیر بل وضع العقل والشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ حقیقۃ کان او مجازا والتصرف الشرعی موضوع لافادۃ حکمہ فاذا ارید بالکلام غیر موضوعہ العقلی وھو عدم افادۃ

معناہ اصلا واریدبا لتصرف غیر موضوعه الشرعی وهو عدم افادته الحکم اصلا فهو الهزل وتبین بما ذکرنا الفرق بین المجاز والهزل فان الموضوع العقلی للکلام هو افادة المعنی فی المجاز مراد وان لم یکن الموضوع له اللغوی مرادا وفی الهزل کلاهما لیس بمراد وهو معنی مانقل عن الشیخ ابی منصور رحمه الله تعالٰی ان الهزل مالایراد به معنی معنی بمعنی اول کا علم اصلا ضرور نہیں ولہذا اگر عورت نے زوجت نفسی منك بالفت اور مرد نے قبلت کہا اور دونوں زبان عربی سے محض ناآشنا تھے مگر اتنا اجمالاً معلوم تھا کہ یہ الفاظ عقد نکاح کے لیے کہے جاتے ہیں باتفاق علما نکاح ہوگیا خانیہ میں ہے رجل زوج امراۃ بلفظة العربیة اوبلفظ لایعرف معناہ اوزوجت المراۃ نفسها بذلك ان علما ان هذا اللفظ ینعقد به النکاح یکون النکاح عند الکل یوہیں اگر ناآشنایان عربی نے بعت اشتریت بقصد بیع وشرا کہا اور جانتے تھے کہ یہ الفاظ عقد بیع کے ہیں ضرور بیع ہوجائیگی اگرچہ تفسیر الفاظ سے ناواقف ہوں کہ بعد علم حکم بقصد حکم اُن الفاظ کا تحاور دلیل مراضاۃ ہے اور ایسی مراضاۃ ہی ان عقود میں کفیل اثبات ہے ہدایہ میں ہے المعنی هو المعتبر فی هذہ العقود ولهذا ینعقد بالتعاطی فی النفیس والخسیس هو الصحیح لتحقق المراضاۃ تو ثابت ہوا کہ مسئلہ دائرہ میں معنی بمعنی دوم ہی مراد ہے کہ اول بالاجماع، ادنہیں تو اس کا جہل مناط نزاع نہیں ہوسکتا بعض اکابر نے کہ الفاظ عربی اور عاقدین کے ہندی یا ترکی ہونے سے تصویر فرمائی وہ بحسب عادت فقہا ہے کہ مظنۂ غالبہ شے کو قائم مقام شے کرتے ہیں کما لایخفی علی من مارس کلماتهم العلیة وقد ذکرنا طرفا منها فی فتاونا غالب یہی ہے کہ آدمی الفاظ زبان غیر مفہوم کے مقاصد پر بھی مطلع نہیں ہوتا ولہذا امام فقیہ النفس نے وان لم یعرف معنی اللفظ پر قناعت نہ کی کہ اول کی طرف ذہن نہ جائے بلکہ افادۂ مراد کے لیے ولم یعلما ان هذا اللفظ ینعقد به النکاح بڑھایا اور امام برہان الدین نے اصل مقصود لفظ لایفهمان کو نہ نکاحا پر اقتصار فرمایا علامہ ابن عابدین نے منحۃ الخالق میں کلام خانیہ سے یہی اخیر فقرہ مقصودہ نقل کیا اول ترک کردیا حیث قال قال فی الخانیة وان لم یعلما ان هذا اللفظ ینعقد به النکاح فهذہ جملة مسائل الخ اسی قدر نے دلیل دوم سے رفع اعتراض کردیا **ثم اقول** پھر جس طرح علم معنی بمعنی اول اصلا ضرور نہیں بمعنی دوم دیانۃً مطلقا ضرور ہے قال تعالٰی لانذرکم به ومن بلغ اگرچہ یہ بلوغ حکم حکما ہو جیسے دار الاسلام میں ہونا اور سیکھنے کا تیسّر کہ پھر نہ جاننا اپنی تقصیر ہے ولہذا جہل کو عوارض مکتسبہ سے شمار فرماتے ہیں کہ ازالہ پر قادر ہو کر باقی رکھنا گویا آپ اس کا حاصل کرنا ہے یہی منشا ہے کہ نشہ کی طلاق واقع ہے اگرچہ ایقاع کو عقل ضرور اور نشہ اس کا مزیل مگر دانستہ اس کا ارتکاب خود اس کا قصور اصول امام بزدوی میں ہے الجهل فی دار الحرب من مسلم لم یهاجر یکون عذرا فی الشرائع حتی لا تلزمه لانه غیر مقصر وکذلك

الخطاب فی اول ما نزل فان من لم یبلغه کان معذورا فاما اذا انتشر الخطاب فی دار الاسلام فقد تم التبلیغ
ممن جھل بعد فانما اتی من قبل تقصیرہ فلا یعذر کمن لم یطلب الماء فی العمران وتیمم وکان الماء موجودا
فصلی لم یجز یہی معنے ہیں اُس قول کے کہ دارالاسلام میں جہل عذر نہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ اگر ہمارے بلاد
میں کوئی جاہل سا جاہل اپنی غیر مدخولہ عورت سے کہے تجھ پر طلاق ہے عورت فوراً نکاح سے باہر ہوجائے گی اور
بے حاجت عدت اُسے اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے نکاح کرلے اور اُس کا یہ مسئلہ نہ جاننا کہ غیر مدخولہ مطلقاً ایک طلاق
سے بائن ہوجاتی ہے اُسے مفید نہ ہوگا کسی ناخواندہ ہندی یا بنگالی کو اگر کوئی سکھائے کہ اپنی عورت سے کہہ ترا از زنی
ہشتم یا طلقتك فالحقی باھلك اور وہ نہ جانے کہ یہ کلمات طلاق کے ہیں عنداللہ طلاق نہ ہوگی کہ یہ جہل بالحکم
جہل باللسان سے ناشی ہوا اور جہل باللسان تقصیر نہیں فارسی سیکھنا اور عربی سیکھنا ہر شخص پر فرض نہیں اسی لیے
امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا لا بد من القصد بالخطاب بلفظ الطلاق عالما بمعناہ او النسبۃ الی الغایۃ
کما یفیدہ فروع الخ یعنی علم بمعنی دوم طلاق میں بھی ضرور ہے اگر وہ صورت پائی جائے کہ اُس کے جہل میں معذور
ہو جیسے جہل بالحکم بوجہ جہل باللسان تو دیانۃً طلاق نہ ہوگی نہر الفائق میں ہے ارادانہ شرط للوقوع قضاء ودیانۃ
فخرج ما لا یقع بہ لا قضاء ولا دیانۃ لکن ذکر مسائل الطلاق وما یقع بہ قضاءً فقط کمن سبق لسانہ لانہ لا یقع فیہ
دیانۃ اھ قلت فقولہ قضاءً ودیانۃ ای معاً ای ھو شرط لان یقع دیانۃ ایضاً کما یقع قضاءً ولو بدونہ فافھم
البتہ قاضی دعوی جہل نہ مانے گا اور حکم طلاق دیگا جبتک دلائل واضحہ سے اُس کا عذر روشن نہ ہوجائے ولہذا درمختار
میں فرمایا تلفظ بہ ای بالطلاق غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساھیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط بخلاف الھازل
واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ھزلہ بہ جدا۔ فتح اس تقریر سے مستنیر ہوا کہ جن اکابر نے صورت
مسئولہ میں انعقاد نہ مانا وہ حکم دیانت ہی اور جن ائمہ نے مانا وہ حکم قضا ہے لاجرم امام فقیہ النفس نے صاف فرمادیا
ان لم یعرفا معنی اللفظ ولم یعلما ان ھذا اللفظ ینعقد بہ النکاح فھذہ جملۃ مسائل الطلاق والعتاق والتدبیر
والنکاح والخلع والابراء عن الحقوق والبیع والتملیك فالطلاق والعتاق والتدبیر واقع فی الحکم ذکرہ فی
عتاق الاصل فی باب التدبیر واذا عرف الجواب فی الطلاق والعتاق ینبغی ان یکون النکاح کذلك لان العلم
بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلا یشترط فیما یستوی فیه الجد والھزل بخلاف البیع ونحو ذلك ہاں مشائخ
اوزجند نے اہل تلبیس کا مکر رد کرنے کو مطلقاً عدم انعقاد اختیار فرمایا یعنی قضاءً بھی حکم نہ دینگے بحرالرائق میں ہے لو لقنته
لفظ الطلاق فتلفظ به غیر عالم بمعناہ وقع قضاء لا دیانۃ وقال مشائخ اوزجند لا یقع اصلا صیانۃ لاملاك

ف۱ مسئلہ: آبادی میں بے تلاش کیے تیمم کرکے نماز پڑھ لی اگر وہاں پانی تھا نماز نہ ہوگی۔

ف۲ مسئلہ: غیر مدخولہ ایک طلاق سے مطلقاً نکاح سے باہر ہوجاتی ہے اور بغیر عدت جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے اور اس جگہ مسئلہ سے ناواقف ہونا عذر نہیں۔

ف۳ مسئلہ: فارسی یا عربی نہ جاننے والا کسی کے سکھانے سے طلاق کے الفاظ فارسی یا عربی میں بکے اور معنی نہ بتائے اور عرف میں الفاظ لاعلمی پر عدالت میں طلاق نہ ہوگی۔

ف۴ مسئلہ: مذاق دل لگی میں عورت کو طلاق دی قضاءً دیانۃً ہر طرح طلاق واقع ہوگی۔

الناس عن الضیاع بالتلبیس کما فی البدائع کذا فی البزازیۃ تاتارخانیہ پھر منحہ میں ہے حکی عن القاضی الامام محمود الاوزجندی عمن لقنتہ امرأتہ طلاقا فطلقھا وھو لایعلم بذلك قال وقعت ھذہ المسألۃ باوزجند فنا ورت اصحابی فی ذلك واتفقت اراؤنا انہ لایفتی بوقوع الطلاق صیانۃ لاملاك الناس عن الابطال بنوع تلبیس ولو لقنھا ان تخلع نفسھا منہ بمھرھا ونفقۃ عدتھا واختلعت لایصح وبہ یفتی وجیز امام کردری میں ہے لقنت المرأۃ بالعربیۃ زوجت نفسی من فلان ولاتعرف ذلك وقال فلان قبلت والشھود یعلمون اولا یعلمون صح النکاح قال فی النصاب وعلیہ الفتوی وکذا الطلاق وقال الامام شمس الاسلام الاوزجندی لا لانہ کالطوطی وسیاتی وعلیہ التعویل اُسی میں ہے لقنہ الطلاق بالعربیۃ وھو لایعلم قال الفقیہ ابو اللیث لایقع دیانۃ وقال مشایخ اوزجند لایقع اصلا صیانۃ لاملاك الناس عن الابطال بالتلبیس وکذا لولقنت الخلع وھی لاتعلم وقیل یصح والمختار ماذکرنا اھ ملتقطا رہا نکاح میں گواہوں کا سمجھنا اُس میں تحقیق وتوفیق یہ ہے کہ معنے بمعنے اول کا سمجھنا ضرور نہیں بمعنی دوم کا سمجھنا دیانۃ وقضاءً ہر طرح لازم ہے یعنی اتنا جانتے ہوں کہ یہ نکاح ہورہا ہے یہ الفاظ ایجاب وقبول ہیں اگرچہ تفسیر الفاظ نہ جانیں نہ اُس زبان سے آگاہ ہوں درمختار میں ہے شرط حضور شاھدین فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر ردالمحتار میں ہے قال فی البحر جزم فی التبیین بانہ لو عقدا بحضرۃ ھندیین لم یفھما کلامھما لم یجز وصححہ فی الجوھرۃ وقال فی الظھیریۃ والظاھر انہ یشترط فھم انہ نکاح واختارہ فی الخانیۃ فکان ھو المذھب لکن فی الخلاصۃ لو یحسنان العربیۃ فعقدا بھا والشھود لایعرفونھا الاصح انہ ینعقد ووفق الرحمتی بحمل الاشتراط علی اشتراط فھم انہ عقد نکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط فھم معانی الالفاظ بعد فھم ان المراد عقد نکاح اھ قلت[۱] قد کان سنح للعبد الضعیف قبل ان اراہ ولاشك انہ حسن جدا وفی وجیز الامام الکردری تزوجھا بالعربی وھما یعقلان لا الشھود قال فی المحیط الاصح انہ ینعقد وعن محمد تزوجھا بحضرۃ ھندیین ولم یمکنھما ان یعبرا لم یجز فھذا نص علی انہ لایجوز فی الاول ایضا اھ اقول[۲] فی قول محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یمکنھا ان یعبرا اشارۃ الی ماذکرنا اذ لاحاجۃ الا الی التعبیر الذی یطلب من الشھود عند اداء الشھادۃ ولیس[۲] علیھما ان یعید الالفاظ التی تلفظا بھا ولا ان یعبروھا بمرادفاتھا وترجمتھا بل لو شھدوا ان فلانا تزوج فلانۃ کفی فھذا ھو التعبیر المحتاج الیہ ویکفی لہ ان یفھما انہ عقد نکاح وان لم یعرفا تفسیر الکلام لفظا لفظا وایضا[۳] اشتراط ھذا ھو المحقق للمقصد الذی شرع لہ الشرع شرط الشھود فی ھذا العقد منفرزا عن سائر العقود فاسقاطہ الغاء المقصود

واشتراط فهم الالفاظ زيادة مستغنى عنها فعليه فليكن التعويل وبه يحصل التوفيق وبالله التوفيق ثم لم يظهر لى معنى قول البزازى فى الاول ايضا فما هو الا الاول[1] بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ اگر دو گواہ یہ نہ سمجھے کہ یہ عقد نکاح ہے تو نکاح مطلقاً نہ ہوا اگرچہ زن و مرد خوب سمجھتے اور انشائے نکاح ہی کا قصد رکھتے ہوں اور اگر دو گواہ اُس قدر سمجھ لیے اگرچہ تفسیر الفاظ نہ جانتے ہوں تو اگر عاقدین بھی اتنا جانتے ہوں کہ ان الفاظ سے نکاح ہو جاتا ہے تو بالاجماع نکاح ہو جائیگا اگرچہ اُس زبان سے دونوں وہ اور گواہ سب ناآشنا ہوں اور اگر عاقدین میں دونوں یا ایک کو معلوم نہ تھا کہ یہ الفاظ نکاح ہیں تو جہاں احکام اسلام کا چرچا نہیں وہاں یہ جہل عذر ہے اور جہاں چرچا ہے اور وہ الفاظ کسی غیر زبان کے نہ تھے جس سے اسے آگاہی نہ ہو تو نکاح ہو جائیگا اور یہ عذر مسموع نہیں اور اگر غیر زبان کے تھے اور فی الواقع اُس نے اسے عقد نہ سمجھا تو عند اللہ نکاح نہوگا رہا قاضی اُسے نظر کامل چاہیے اگر ظاہر ہو کہ واقعی فریب کیا گیا اور دھوکا دیا گیا تو بطلان نکاح کا حکم دے ورنہ صحت کا هذا ما عندی وارجو ان یکون هو الفقه المتین والقول الجامع الناصع المبین زن فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو ہاں[2] اگر اپنے افعال خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تا قدر قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب مگر یہ حکم اُس کی اس بے غیرتی پر ہے نفس نکاح پر اس سے اثر نہیں حق سبحنہ وتعالیٰ نے محرمات گنا کر فرمایا واحل لکم ما وراء ذلکم رہی آیہ کریمہ[3] والزانیة لا ینکحها الا زان او مشرك وحرم ذلك على المؤمنين اس کا حکم منسوخ ہے قاله سعيد بن المسيب وجماعة یا نکاح سے یہاں جماع مراد ہے كما قاله حبر الامة عبد الله بن عباس وسعيد بن جبير ومجاهد والضحاك وعكرمة وعبد الرحمن بن زيد بن اسلم ويزيد بن هارون والتفصيل فى فتاوٰنا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹: مسئولہ عبدالرحیم خاں یکم رجب ۱۳۲۹ھ

نکاح کے وقت ولی کی بات قبول کی جائے گی یا لڑکی کے زبانی الفاظ جو وہ کہتی ہے اور ولی کس کو بنانا چاہیے۔ نکاح میں ضروری الفاظ اور لازمی کیا کیا ہیں اور اُن کا طریقہ کیا ہے۔

الجواب

لڑکی بالغہ ہے تو اُس کا اپنا ایجاب یا قبول ہونا چاہیے اگرچہ بواسطہ وکیل۔ اور نابالغہ ہے تو اُس کے ولی کا، ولی کسی کے بنانے کا نہیں ہوتا بلکہ وہ شرع مطہر نے ترتیب وار مقرر کیے ہیں سب میں پہلا ولی بیٹا ہے پھر باپ پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا پھر سگا بھتیجا پھر سوتیلا پھر سگا چچا پھر سوتیلا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا وعلی ہذا القیاس
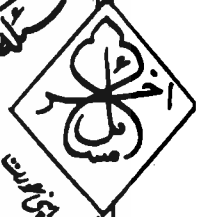
دادا پر دادا کی اولاد کا جو مرد عاقل بالغ قریب تر ہوگا وہی ولی ہے اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر ماں ہے اسی طرح بترتیب اصحاب فرائض پھر ذوی الارحام اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر حاکم اسلام۔ نکاح میں ضروری الفاظ ایجاب و قبول ہیں جن سے عقد سمجھا جائے نہ وعدہ مثلاً مرد عورت سے کہے میں نے تجھے اپنے نکاح میں لیا عورت کہے میں نے قبول کیا یا عورت کا وکیل کہے میں نے فلاں عورت بنت فلاں ابن فلاں کو دادا تک نام لے اگر صرف باپ کے نام سے پوری تمیز نہ ہو جائے یا عورت سامنے بیٹھی ہے تو کسی کے نام لینے کی حاجت نہیں اشارہ کرکے کہے اس عورت کو تیرے نکاح میں دیا مرد کہے میں نے قبول کیا اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان عاقل بالغ آزاد ان دونوں کی گفتگو کو معاً سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے بس اسی قدر ضروری ہے اس کے سوا خطبہ پڑھنا سنت ہے اور کلمے پڑھانا ایک اچھی بات ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰ از ریاست رامپور محلہ پیلا تالاب مرسلہ مولوی شفاعت رسول صاحب سلمہ قادری برکاتی رضوی ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حضور پرنور کا دربارہ متعہ کے کیا ارشاد ہے اوائل اسلام میں جائز تھا پھر حرام کر دیا گیا آیا اس کی حرمت حدیث سے ثابت ہے یا اقوال صحابہ سے۔

الجواب

متعہ کی حرمت صحیح حدیثوں سے ثابت ہے امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے ارشادوں سے ثابت ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اقوال شریفہ سے ثابت ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن عظیم سے ثابت ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے والذین ہم لفروجہم حٰفظون الا علٰی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ہم العٰدون۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱ از موضع بھونڈی بزرگ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب مورخہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی آشنائی ایک طوائف سے ہے اور اس سے فعل حرام کرتا ہے اور اس سے کئی اولاد پیدا ہو چکی ہیں اب طوائف مذکور کا یہ ارادہ ہے کہ میرا نکاح اس زید آشنا سے ہو جاوے تاکہ میں فعل حرام سے بچ جاؤں اور زید کی بھی کچھ منشا پائی جاتی ہے لیکن زید کے گھر والے اس نکاح کے منکر ہیں اور زید پر اس بات کا دباؤ ڈالتے ہیں کہ اگر تو نے اپنا نکاح طوائف سے کیا تو تم کو برادری سے خارج کر دیں گے اس واسطے کہ ہمارے خاندان کو دھبہ لگاتا کیونکہ ہم شریف ہیں اور نہ اس کی اولاد کا ہم لوگ اپنی برادری میں بیاہ شادی کر سکتے ہیں یہ نکاح ٹھیک نہیں اب علمائے دین فرمادیں کہ یہ نکاح کرنا کیسا ہے

آیا سنّت میں داخل ہے یا خلاف سنّت اور زید اس نکاح کے کرنے سے دائرہ اسلام اور برادری میں داخل رہا یا نہیں اور منکر اس نکاح کے کس درجہ میں شمار کیے جائیں اور جو اس نکاح پر اعتراض کریں اور بُرا کہیں وہ کس درجہ میں شمار ہیں فقط جناب اعلیٰ حضرت قبلہ کے مع آیت وحدیث مہر دستخط کے امیدوار ہیں بینوا توجروا

الجواب

نکاح سنّت ہے مگر رنڈی سے نکاح سنّت نہیں بلکہ اس کے جائز ہی ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے پھر ایک جائز بات جس سے فتنہ ونفرت پیدا ہو اور آپس میں پھوٹ پڑے ناجائز ہوجاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں بشروا ولا تنفروا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: از چوہر کوٹ یار کنان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسائل کہ (۱) اگر زنے بیوہ شود دویم بار نکاح کردن لازم است یا میخواہد کہ من نکاح نمی کنم کہ می گوید کہ بنشینم رواست یا نہ خواہ جوان باشد یا درمیان سالہ باشد یا پیرزن بود ہرچہ حکم شرع باشد تحریر فرمایند (۲) چوں پدر در زندگی خود دختر را بکودکے در عقد نکاح آورد کہ صغیر ست در خانہ خود دختر نشستہ ست محض ایجاب وقبول کردہ پدرش بمرد دختر را دو سہ سال منقضی گردید کہ بالغہ است و کودک تاحال خورد آیا شرعاً اکنوں بر برادران گناہ ست یا نہ یا حوالہ آں خورد بکنند ایں چنیں کار برائے پدر مرحوم چگونہ باشد وچہ گناہ۔

الجواب

(۱) پیرزن را خود جبر بہ نکاح نتواں کرد وجوان نیز اگر بر نفس خود اطمینان دارد واتباع رسم باطل ہنود نمی کند از قید نکاح دیگر آزاد ماندنش می رسد کما دل علیہ حدیث ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وبیناہ فی اطائب التہانی آرے اگر بر خود اطمینان ندارد نکاح واجب ست واللہ تعالٰی اعلم (۲) قاصرہ را انکاحیکہ پدر کرد فسخ نتواں نمود گو باغیر کفو وبغبن فاحش در مہر باشد صبی اگر مراہق شدہ زنش را میخواہد بادسپردن لازم ست واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳: از مقام گائیگھاٹ ڈاک خانہ ہلدی ضلع بلیا مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت گنگی یہاں ایک ماہ سے آئی ہے اس کے ساتھ اس کا ایک لڑکا چار یا پانچ برس کا ہے اس کے قبل یہ عورت یہاں سے دس میل پر ایک گاؤں ہے وہاں پندرہ مہینے سے تھی جب وہاں آئی تو ادھر ادھر پتا لگایا گیا مگر یہ پتہ نہیں لگا کہ یہ عورت کہاں کی ہے اور اس کا شوہر مرگیا ہے
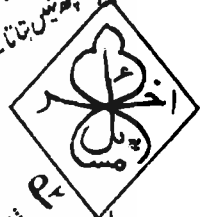
یا زندہ ہے اور لاپتہ ہوگیا یا طلاق دیدیا اب اُس کو ایک شخص نے نکاح کرنے کے لیے رکھا ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر اس کا شوہر زندہ رہتا تو لڑکے کو نہ چھوڑتا اب اُس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

نکاح نہیں ہو سکتا فان المانع معلوم والمزیل مجھول وما ثبت بیقین لا یزول الا بیقین مثلہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴: از ملیح آباد ضلع لکھنؤ مرسلہ محمد یوسف خاں صاحب ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حنفی المذہب بحلف کچہری میں بیان کرتا ہے کہ اُس نے ایک مسماۃ کے ساتھ عقد کے وعدہ پر متعہ کرلیا اب ایسا شخص مذہب حنفی کے اندر داخل رہا یا نہیں اور سُنی حنفی لوگوں کو نماز میں اُس کی امامت یا جماعت جائز ہے یا نہیں اور اُس کا یہ فعل شرعاً کیا قرار دیا جا سکتا ہے اور ایسی حالت میں اُس کی بیعت ارادت جو ایک بزرگ کے ہاتھ پر کی تھی قائم رہی یا نہیں اور ایسے شخص کے افعال واقوال شرعاً معتبر ہونگے یا نہیں اور حنفی سُنی لوگ بعد اس کے مرنے کے اُس شخص کی تجہیز وتکفین ونماز جنازہ پڑھنے کے شرعاً ذمہ دار ہیں یا نہیں۔

الجواب

متعہ بنص قطعی قرآن عظیم واجماع ائمہ اہلسنت بلاشبہہ باطل وحرام قطعی ہے قال تعالٰی فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون شخص مذکور اُس کے ارتکاب اور کچہری میں اعلان سے فاسق معلن ہوا اُس کی امامت ممنوع اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوٰی حجہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون۔ [ف۱] غنیہ میں ہے بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ باموردینہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلٰوۃ وفعل ماینافیہا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ اور جب ایک بدبودار چمڑے کے لیے اُس نے حرام قطعی کا ارتکاب کیا اور بیباک اتنا کہ کچہری میں اُس کا خود اعلان کیا تو اُس کے قول فعل کا کیا اعتبار رہا بلکہ معاذ اللہ [ف۲] مرتے وقت اُس کے سلب ایمان کا خوف ہے تاتارخانیہ ورد المحتار وغیرہما میں ہے حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عہد ابی بکر الجوزجانی فابی الا ان یترک مذھبہ فیقرأ خلف الامام ویرفع یدیہ عند الانحطاط ونحو ذٰلک فاجابہ فزوجہ فقال الشیخ بعد ماسئل عن ھذہ واطرق راسہ النکاح جائز ولکن اخاف علیہ

ف۱: مسئلہ: فاسق معلن کی امامت ممنوع اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔

ف۲: تبدیل مذہب پر سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

ان يذهب ايمانه وقت النزع لانه استخف بمذهبه الذی هو حق عنده وترکه لاجل جیفة منتنة بلکہ متعہ کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی سوا اس کے کہ جس سے کیا وہ رافضہ ہو اور رافضیہ حال سے نکاح بھی باطل ہے نہ کہ متعہ تو یہ حرام در حرام ہوا ظہیریہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے احکامھم احکام المرتدین بالجملہ وہ شرعاً سخت سزا کا مستوجب ہے مگر ارتکاب حرام کے باعث کافر نہ ہوا کہ اُس کی بیعت فسخ ہوجاتی یا اُس کے مرنے پر مسلمان اُس کی تجہیز وتکفین ونماز کے ذمہ دار نہ رہیں بلکہ بسبب کبیرہ حنفیت سے بھی خارج نہ ہوگا اگر اُسے حرام جانکر کیا ہو ہاں اگر حلال جانا تو حنفیت کیا سنیت سے خارج ہوگیا بلکہ یخرج عن الاسلام لما لھم فیھا من الشبھة واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از موضع لڈوا مہوا ڈاک خانہ بکھر بازار ضلع بستی مرسلہ گل محمد میاں صاحب ۱۴۔ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ساکن مہداول میں اپنی سگی بھتیجی عاقل بالغ کو ایک شخص ساکن امرڈوبھا کے حوالے کردی چونکہ اُس لڑکی کا باپ مدّت سے انتقال کرگیا اور لڑکی کا چچا اُس کا مربّی تھا وہ لڑکی جس شخص کے حوالے کردی اُس کو کہا گیا کہ تم اپنے گھر جاکر اس لڑکی سے نکاح کرو جمعہ کے روز روبروگواہان معتبران کے نکاح کرلیا گیا بعد چند یوم کے چچا کو اُس کے عزیزوں نے بہکا دیا اُنھوں نے جھگڑا اٹھاکر کے ایک مولوی بلایا مولوی صاحب نے یہ حکم دیا جمعہ کی نماز ادا کرنے کے پہلے نکاح جائز نہیں ہوتا ہے اس واسطے ہم لوگ یہ عریضہ آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ سچ ہے کہ جمعہ کے روز نکاح ناجائز ہے برائے مہربانی یہ مسئلہ لکھکر کے روانہ فرماویں۔

الجواب

اُس شخص کا یہ کہنا محض غلط اور شریعت پر افترا ہے۔ نکاح ہر دن جائز ہے ہاں اگر اذان جمعہ ہوگئی تو اُس کے بعد جبتک نماز نہ پڑھ لی جائے نکاح کی اجازت نہیں کہ اذان ہوتے ہی جمعہ کی طرف سعی واجب ہوجاتی ہے قال اللہ تعالٰی یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع پھر بھی اگر کوئی بعد اذان نکاح کریگا گناہ ہوگا مگر نکاح جائز وصحیح ہوجائیگا کما فی الھدایة فی البیع ان الکراھة لمجاورة واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از اجمیر شریف ڈگی بازار مرسلہ سید زاہد حسین صاحب مالک ومنیجر پریس اعلان الحق ۱۴۔ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

ف۱: مسئلہ: رافضیہ زمانۂ حال سے نکاح باطل ہے۔
ف۲: مسئلہ: ارتکاب حرام سے نہ کافر ہوتا ہے نہ حنفیت سے خارج۔
ف۳: مسئلہ: اذان جمعہ کے بعد نماز سے پہلے نکاح کی اجازت نہیں ہے اور کرلے تو ہوجائیگا مگر گناہ ہوگا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص یا چند اشخاص نے خصومۃً یہ کہدیا ہو کہ فلاں شخص خواص منکوحہ سے ہے جو خواص باعصمت وعفت لکھی گئی ہو تو کیا وہ اولاد جائز ہے اور وہ جدی ورثہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں کیا ایسی اولاد کی شرافت ونجابت میں کوئی شک وشبہہ ہے۔ خواص وکنیزک میں کیا فرق ہے اور اُن کی تعریف کیا ہے۔

الجواب

خواص وکنیزک میں کوئی فرق نہیں وہ عورت کہ بملک شرعی کسی کی ملک ہو اُس کی کنیز ہے پھر اگر دوسرے کی کنیز سے اُس کی اجازت سے اس نے نکاح کیا نکاح صحیح ہوا اور باپ اگر شریف ونجیب ہے تو اولاد بھی شریف ونجیب ہے کہ شرعًا نسب باپ سے لیا جاتا ہے قال اللہ تعالٰی وعلی المولود لہ رزقھن۔ ہاں ہندوستان میں دربارۂ کفاءت اُسے کم مانیں گے کہ یہاں کنیز کی اولاد کو کم درجہ سمجھتے ہیں اور اگر اپنی کنیز شرعی ہے تو اُس سے نکاح باطل ہے اور بلا نکاح حلال ہے اگر کوئی ممانعت شرعیہ نہو بہرحال مولا کے جو اولاد اُس سے ہو صحیح النسب ہے اور ترکہ پدری پانے کی مستحق ہے جبکہ مولا نے اقرار کیا ہو کہ یہ میری اولاد ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷ از دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب ۹۔ شعبان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جاہل لوگوں میں رواج ہے کہ اگر کوئی شخص مرگیا اور بعد عدت اس عورت نے برادری کے مرد سے نکاح کرنا چاہا تو اس مرنے والے کے لواحقین نے کچھ روپیہ نکاح کرنے والے سے نقد لیکر اس عورت کو نکاح کرنے دیا روپیہ کی تعداد دو سو سے تین سو تک لیتے ہیں اگر ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ روپیہ لینا جائز نہیں تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ تو پنچان کی رسوم ہے۔ اگر یہ رسوم نہ ہو تو تمام عورتیں بیوہ کسی غیر مرد کے ساتھ بھاگ جاویں گی اور کوئی عورت برادری میں نکاح نہیں کریگی اب سوال یہ ہے کہ تمام وجوہات سوچ کر جیسے قرآن شریف اور حدیث شریف فقہ شریف سے ثابت ہو ارشاد فرماویں تاکہ اُس پر عمل کیا جاوے۔

الجواب

یہ روپے حرام اور رشوت ہیں ان کا لینا دینا دونوں حرام اور ان کے کھانے والے حرام خوار۔ پنچوں کی رسم سے شریعت کا حرام حلال نہیں ہو سکتا مسلمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے واللہ تعالٰی اعلم۔

ف: اپنی کنیز شرعی سے نکاح باطل ہے۔

مسئلہ ۴۸ از ریاست رامپور مسئولہ سید احمد میاں صاحب برادر زادہ مولانا سید محمد عاشق صاحب علیہ الرحمہ ۶ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد کا نکاح مسماۃ حیات النساء بیگم عرف رضیہ بیگم پردہ نشین بنت زید قرار پایا تھا حسب قاعدہ شہود واسطے حصول اجازت واذن مسماۃ کے پاس گئے اور بعد حصول اجازت شہود نے قاضی کے روبرو جلسۂ عام میں شہادت اس صورت سے ادا کی کہ سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید نے اپنے نکاح کا اختیار عمرو وکیل کو دیا چنانچہ قاضی نے باجازت عمرو وکیل بہ تعداد مہر مثل خالد کے ساتھ نکاح پڑھا دیا آیا شرعًا نکاح مسماۃ مذکورہ کا خالد مذکور کے ساتھ صحیح ہوا یا نہیں کیونکہ شہود نے بجائے نام حیات النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید کے سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید شہادت میں ادا کیا۔ سعادت النساء بیگم بنت زید کوئی نہیں ہے اور نہ سعادت النساء کا عرف رضیہ بیگم ہے اس صورت کی غلطی سے نکاح منعقد ہوا یا نہیں۔

الجواب

یہ طریقہ نکاح مخترع اہل ہند ہے وکیل بالنکاح مجاز توکیل نہیں شہادت کہ اُن گواہوں نے دی باطل گئی نہ اُس کا کچھ اعتبار ہے قاضی جس نے ایجاب کیا اگر اُس نے ایجاب صحیح لفظوں سے کیا جن سے کم از کم دو حاضران جلسہ جامعان شرائط شہادت کے نزدیک منکوحہ متمیز ہوگئی نکاح فضولی منعقد ہوگیا کہ رضیہ کی اجازت پر موقوف رہا اور اگر اُس نے بھی ایجاب میں وہی لفظ سعادت عرف رضیہ بنت زید کہے تو نکاح باطل ہوا کہ ان تینوں لفظوں کی مصداق وہاں کوئی عورت نہیں عالمگیریہ میں ہے[ف۱] لرجل بنتان کبری عائشۃ وصغری فاطمۃ اراد ان یزوج الکبری وعقد باسم فاطمۃ ینعقد علی الصغری ولو قال زوجت ابنتی الکبری فاطمۃ لا ینعقد علی احدٰھما کذا فی الظہیریۃ ولوالجیہ میں ہے لا ینعقد علی احدٰھما لانہ لیس لہ ابنۃ کبری بھذا الاسم اھ ونحوہ فی الفتح عن الخانیۃ ولا تنفع النیۃ ھھنا ولا معرفۃ الشھود بعد صرف اللفظ عن المراد واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹ از شہر میرٹھ اندر کوٹ مرسلہ عبد الرحمٰن صاحب عرف ننھے ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) اہل التسنن واہل التشیع میں باہم عقد ہوسکتا ہے یا نہیں یعنی لڑکا فرقہ شیعہ کا ہو اور لڑکی مذہب اہلسنت والجماعت کی ہو ان دونوں میں باہمی نکاح مذہب اہلسنّت کے

ف۱ مسئلہ: زید کے مثلًا دو لڑکیاں ہوں بڑی عائشہ چھوٹی فاطمہ، بڑی کے نکاح میں وقت عقد بجائے عائشہ فاطمہ کہے تو فاطمہ سے عقد ہوجائیگا اور اگر یہ کہے کہ میں اپنی بڑی لڑکی فاطمہ کا نکاح کرتا ہوں تو کسی سے نہ ہوگا کہ اس کی کوئی بڑی لڑکی فاطمہ نہیں، اور نیت اور معرفت شہود یہاں کچھ نافع نہ ہوگی۔

عقائد کے موافق صحیح ہوگا یا نہیں (۲) اگر کچھ عرصہ کے بعد لڑکی اہل تشیع ہو جاوے تو نکاح رہے گا یا نہیں۔

الجواب

عوام آن تبرائی روافض کو اہل تشیع کہتے ہیں ان سے مناکحت حرام قطعی و باطل محض اور قربت زنائے خالص ہے اگرچہ مرد سُنّی اور عورت اُن میں کی ہو نہ کہ عکس کہ اشد غضب اللہ کا موجب ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ (۲) اگر وقت نکاح سُنّی تھے پھر مرد معاذ اللہ اُن میں کا ہو گیا تو نکاح فوراً فسخ ہو گیا خواہ عورت نے بھی وہی مذہب اختیار کر لیا ہو یا نہیں لان ردۃ الرجل فسخ فی الحال بالاجماع ولا نکاح لمرتد مع احد ولو مرتدۃ مثلہ کما فی الدر المختار والفتاوی العالمگیریۃ وغیرہما اگر عورت سنیہ رہی اور ہنوز خلوت نہ ہوئی تھی تو ابھی اور ہو چکی تھی تو بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر لے اگر شوہر اسلام بھی لے آئے اُس پر کچھ اختیار نہیں رکھتا لان للنفس لا یعود اور اگر عورت معاذ اللہ اُن میں کی ہو گئی اور مرد سُنّی رہا تو نکاح تو فسخ نہ ہوا علی ما فی النوادر وحققنا الافتاء بہ فی ھذا الزمان فی فتاونا مگر مرد کو اُس سے قربت حرام ہو گئی جبتک اسلام نہ لائے لان المرتدۃ لیست باھل ان یطأھا مسلم او کافر او احد ان مسائل کی تحقیق رسالہ ردالرفضہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از نگینہ مرسلہ عبدالرشید صاحب سوداگر و سب ایجنٹ برہما آئل کمپنی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی عورت کا نکاح کسی ایسے شخص سے ہو جس کی ایک عورت اور بچے ہوں اور وہ شخص معاش اس قدر کافی رکھتا ہو کہ اُن سب کی پرورش کے لیے نہایت کافی ہو مرد میں کسی قسم کا نقص نہ ہو عورت بوقت نکاح بالغ ہو مہر ایک ہزار روپیہ ہو نکاح مکان منکوحہ پر ہو جس کو عرصہ تین سال پانچ ماہ ہوئے ہوں شوہر نے بعد عقد پندرہ بیس مرتبہ مختلف اوقات کئی کئی یوم قیام کیا۔ کیا عورت منکوحہ کو تنسیخ نکاح کا دعوی کرنے کا حق ہے بیان منکوحہ حسب ذیل ہے۔ میری پیدائش ایک ماہ بعد انتقال والد ہوئی میں نے آغوش مادر میں پرورش پائی اور ہنوز والدہ کے پاس رہی میری والدہ نے اُس شخص کے ساتھ عقد کر دیا شخص مذکور نے یہ دھوکا دیا کہ نہ میرے بیوی ہے نہ بچے میری والدہ کے انتقال کو دو ماہ کا عرصہ ہوا میں والدہ کی وجہ سے مجبور تھی اب میں خود مختار ہوں بیان شوہر میں نے بچے بیوی ہونے کا اقرار کیا اور چھپایا نہیں اس کا علم منکوحہ اور اُن کے جملہ رشتہ داران کو ہے جس کی بابت تحریریں شوہر کے پاس ہیں ایسی حالت میں منکوحہ عورت کے صرف بیان پر کہ میرے شوہر کے پاس اور بیوی بچے موجود ہیں اور شوہر نے دھوکا دیا نکاح میری لاعلمی میں ہوا کیا حکم شرع شریف ہے۔

مسئلہ ف: ارتداد و رفض والعیاذ باللہ تعالیٰ نکاح فی الحال فسخ ہوجاتا ہے بخلاف ارتداد زن کہ اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا ہاں جبتک عورت پھر اسلام نہ لائے قربت حرام رہتی ہے مرتد و مرتدہ کا نکاح عالم میں کسی سے نہیں ہو سکتا نہ آپس میں نہ کافر یا کافرہ سے

الجواب

عورت کے عذرات باطل ہیں برسوں سکوت و معاملہ زناشوئی کے بعد یہ مہملات پیش کرتی ہے ماں کی زندگی کیا باعث مجبوری تھی نہ بی بی بچّوں کا عذر قابل سماعت نہ مجبوری مانع جواز نکاح اُس پر فرض ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے اس شیطانی خیال سے باز آئے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۱ از شہر بریلی محلہ کٹرا گلی حکیم وزیر علی مسئولہ ولایت احمد صاحب ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولایت احمد کا عقد قریشی بانو جس کی عمر قریب بیس سال سے زائد ہے اُس کے ساتھ ہوا لیکن مسماۃ مذکورہ کی اجازت لینے کے لیے نہ وکیل صاحب گئے اور نہ گواہان گئے اور نہ مسماۃ مذکورہ سے اجازت باقاعدہ طور پر لی گئی صرف مسماۃ کے والد کی اجازت سے عقد پڑھادیا گیا ایسی صورت میں عقد ہوا یا نہیں اور مسماۃ مذکورہ ولایت احمد کی زوجیت میں رہتی ہے اور قریب ایک ماہ کے حمل بھی ہے حالانکہ والد مسماۃ سے کہا گیا کہ مسماۃ سے اجازت لینا چاہیے انھوں نے جواب دیا ہمارے یہاں ضلع بدایوں میں یہ ہی قاعدہ ہے۔

الجواب

بالغہ کا عقد کہ بے اُس کے اذن کے ہو بالغہ کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر جائز کردے جائز ہوجاتا ہے رد کردے باطل ہوجاتا ہے رخصت ہو کر شوہر کے یہاں جانا بھی اجازت ہے اذا کان غیر مسبوق بالرد خصوصاً یہاں تو حمل موجود ہے لہٰذا عقد نافذ ہوچکا اب اعتراض کی گنجائش نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲ از ریاست رامپور محلہ زیارت حلقہ والی مرسلہ اکرام اللہ خاں صاحب عرف چندا میاں ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ میں کہ زید کا نکاح اپنی برادری میں ایک عورت سے بایں صورت ہوا کہ گواہان نے مسماۃ مذکورہ کا نام ہندہ عرف خویلہ بنت عمرو جلسہ نکاح میں لیکر ادائے شہادت کی اس سے عورت مذکورہ کی تعریف و تعیین کماحقہ نزد جلسہ ہوگئی اور کوئی شبہہ و اشتراک نزد زید و قرابت داران زید جو موجود تھے باقی نہیں رہا اور ایجاب و قبول ہو کر نکاح ہوگیا اور گواہان نکاح عورت مذکورہ کے قریبی رشتہ دار تھے جن کی گودوں میں عورت مذکورہ نے پرورش پائی ہے اب والدۂ مسماۃ کہتی ہیں کہ نکاح صحیح منعقد نہیں ہوا اس لیے کہ نام عورت کا جلسۂ نکاح میں غلط لیا گیا ہے اُس کا نام کلثوم ہے چنانچہ مُہر میں اُس کا نام کلثوم کندہ ہے حالانکہ سوائے مُہر کے ہر جگہ نام اُس کا ہندہ ہے حتی کہ تنخواہ جو مقررہ گورنمنٹ ہے اُس کی وصولیابی کی رسیدوں
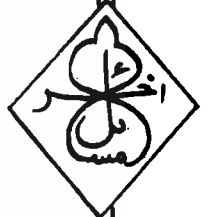
میں بھی یہی نام ہندہ لکھا جاتا ہے اور نیز گورنمنٹ چٹھی میں بھی یہی نام درج ہوتا ہے اور جو عرائض گورنمنٹ میں قبل اس سے دی گئی ہیں اُن میں بھی یہی نام تحریر ہے اور عمرو کے انتقال کے بعد جو درخواست باستحقاق وراثت دی گئی ہیں اُن میں بھی یہی نام ہے غرضکہ عورت مذکورہ کے دونوں نام ہیں ایسی حالت میں یہ نام غلط قرار دیکر نکاح کو غیر صحیح شرعاً مانا جائیگا یا یہ کہ عورت کے نام دونوں اور چونکہ ان دونوں میں سے ہندہ بہ نسبت کلثوم کے زیادہ مشہور ہے اس لیے اُس سے کافی طریق سے تعریف وتعیین عورت مذکورہ کی بوقت نکاح سمجھی گئی اس بنیاد پر نکاح صحیح شرعی منعقد ہوگیا۔ امید کہ جواب صاف صاف مرحمت فرمائیے بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ اُس عورت کا نام ہے (نہ جس طرح عورتوں کو ہندہ سلمیٰ مردوں کو زید عمرو سے تعبیر کرتے ہیں) اور اس نام اور صرف ذکر پدر بے ذکر جد سے حاضرین میں دو گواہان صالح شہادت نکاح مسلمہ نے اُسے پہچان لیا تو نکاح صحیح ہوگیا اُس کے دوسرے نام اور بھی ہونا کچھ مضر نہیں لان المقصود التعریف لاتکثیر الحروف واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳ از چھم گاؤں ضلع ٹپرا بنگال مرسلہ سید عبدالاغفر صاحب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر معتمد و معتبر ایک گواہ مذکر سے بالغہ عورت کا نکاح درست ہوگا یا نہیں یعنی ایک گواہ سے نکاح درست ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ایک گواہ سے نکاح نہیں ہوسکتا جبتک دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ مسلم نہوں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۴ از گوپال ناگر پرگنہ پیلی بھیت مسئولہ نثار احمد صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے بھائی مرحوم عمرو کی بی بی ہندہ سے بعد انقضائے میعاد عدت نکاح کی درخواست کی اُس نے انکار کیا اور نہایت ناخوشی ظاہر کی تو زید کے رشتہ داران نے جبراً اذن لینا چاہا ہندہ نے رونا شروع کیا اور کہا کہ میں ہرگز رضامند نہیں تم جبر کرتے ہو اس وجہ سے کہ میرا کوئی عزیز ہمدرد یہاں موجود نہیں اُن لوگوں نے کہا کہ رونا بھی اذن میں شامل نکاح پڑھا کر مٹھائی تقسیم کردی بعد ایک ماہ کے ہندہ اپنے والدین کے یہاں کسی حیلہ سے چلی آئی اور جانے سے انکار ہے کہ میں نے اذن نہیں دیا فرضی نکاح پڑھا لیا میں ہرگز نہیں جاؤں گی تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب
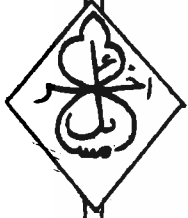
اگراس نکاح کے بعد ہندہ نے زید کے ساتھ خلوت وصحبت بلاجبرواکراہ کی تو نکاح جب نافذ نہ تھا اب نافذ ہوگیا اور اگر خلوت کرنے دی یا وہ بھی بالجبرہوئی تو ہندہ کی ناراضی سے وہ نکاح باطل محض ہوگیا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵: از موضع میراں پور مسئولہ سید عاشق حسین ولد محمد حسین ۱۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

علمائے دین ونائب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ وقت نکاح کے وکیل کس طرف کا ہونا چاہیے اور شاہد کس طرف کے ہوں اور ایک دینار بشرح سلطانی کس قدر روپیہ کا ہوتا ہے اور کئی درجوں پر منقسم ہے اور تعداد کیا کیا ہے۔

الجواب

وکیل کسی طرف کا ضرور نہیں اور دونوں طرف سے ہوسکتے ہیں خواہ ایک طرف سے ہو جدھر سے چاہیں اور شاہد وہ دو مرد یا ایک مرد دو عورت عاقل بالغ آزاد مسلم ہیں کہ ایجاب وقبول معاً سنیں اور نکاح ہونا سمجھیں وہ کسی کی طرف کے نہیں ہوتے یہ جو رسم ہے کہ دو گواہ معین کرتے ہیں بے اصل ہے جتنے حاضران جلسہ اس صفت کے ہیں سب خود ہی شاہد ہیں کوئی انھیں مقرر کرے یا نہ کرے۔ دینار شرعی[ف۱] ساڑھے چار ماشہ بھر سونے کا تھا اور سلاطین کے دینار کوئی معین نہیں مختلف تھے دینار شرعی دس درم تھا کہ یہاں کے دو روپے پونے تیرہ آنے اور کچھ کوڑیاں ہوا۔ غالباً نکاح کے درجوں سے سائل کی مراد مہر کے درجے ہیں مہر کا اقل درجہ وہی دس درم بھر چاندی ہے اور اکثر کے لیے حد نہیں جتنا باندھے اور مہر حضرت بتول زہرا چارسو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوئی اور مہر اکثر ازواج مطہرات پانسو درم کہ یہاں کے ایک سو چالیس روپے ہوئے اور مہر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وعنہن جمیعاً میں دو روایتیں ہیں چار ہزار درم کہ گیارہ سو بیس روپے ہوئے یا چار ہزار دینار کہ گیارہ ہزار دوسو روپے واللہ تعالٰی اعلم۔

ف۱: دینار شرعی ساڑھے چار ماشہ سونے کا تھا۔

مسئلہ ۵۶: از فتحپور محلہ قضیانہ مکان میر خیرات علی تحصیلدار مسئولہ محمد صادق ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ بازاری عورت ہے اور وہ زید کے پاس بلانکاح مدت تک رہی زید نے بلاعلم و اطلاع ہندہ کے قاضی کے سیاہہ میں اپنا ہندہ کے ساتھ نکاح درج کردیا اس کے بعد ہندہ کی ماں ہندہ کے لینے کی غرض سے آئی اس وقت زید نے ہندہ سے کہا تو نہیں جاسکتی تیرے ساتھ میرا نکاح ہوگیا تب ہندہ کی ماں نے ہندہ سے کہا کہ ہمارا زیور اور کپڑا ہم کو دیدے تو مجھ سے حیلہ کررہی ہے تیرا نکاح ہوگیا ہے اس پر ہندہ نے جواب دیا کہ زیور اور کپڑا نہ دوں گی اگر تم کہتی ہو کہ نکاح ہوگیا تو جو کچھ ہونا تھا ہوگیا اگرچہ واقعی نکاح نہیں ہوا اس کے کچھ عرصہ بعد
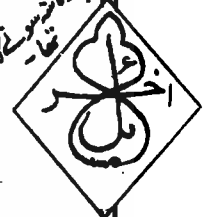
ہندہ زید کے پاس سے فرار ہوگئی تب زید نے کچہری فوجداری میں عورت کے بھگا لیجانے کا دعوی کیا خارج ہوگیا اس کے بعد طلب زوجہ کا دار القضا میں دعوی کیا قاضی صاحب نے بعد لینے ثبوت وتردید کے دعوی ڈگری کیا جس کو آٹھ برس کا عرصہ ہوا تو آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں جبکہ واقعی عورت سے اجازت نہیں لی گئی اور وہ دوسرے کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں اور یہ عورت بعد مفروری عرصہ دس بارہ سال سے زید کے ساتھ حرام کر رہی ہے۔

الجواب

زید کا بے اطلاع ہندہ سپاہیہ میں اس کے ساتھ اپنا نکاح ہونا درج کرا دینا نکاح نہیں نہ ہندہ کا کہنا کہ اگر تم کہتی ہو کہ نکاح ہوگیا تو جو کچھ ہونا تھا ہوگیا کسی طرح حد نکاح میں آسکتا ہے تو ہندہ ضرور بے نکاحی تھی۔ رہی دار القضا کی ڈگری اس کی تفصیل معلوم ہونی ضرور دعوی کہ اس میں ہوا شرائط شرعیہ پر صحیح تھا یا نہیں ثبوت کیا گزرا اور وہ قوانین شرعیہ پر صحیح تھا یا نہیں حکم کس نے دیا اور وہ قاضی عند الشرع تھا یا نہیں اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہے ہندہ بدستور بے نکاحی ہے زید کو اس پر کوئی دعوے نہیں پہنچتا واللہ تعالے اعلم۔

(اس کے بعد پھر وہیں سے سوال آیا جو مع جواب منقول ہے)

یہ واقعہ حیدرآباد دکن کا ہے وہاں حکومت کی طرف سے عدالت قضا قائم ہے جس میں طلاق خلع نکاح ترکہ مہر طلب زوجہ کے مقدمات حسب قانون شرع شریف دائر ہوتے اور فیصل ہوتے ہیں مگر قاضی صاحب جنھوں نے اس مقدمہ کو فیصل کیا ہے غیر متشرع تھے یعنی داڑھی منڈی ہوئی لباس کوٹ پتلون مگر ساتھ ہی اس کے سفارش ورشوت سے قطعی اجتناب رکھتے تھے اور گویا ان جیسے فی زمانا حالت ہے اور ناکح صاحب بھی بہت معمولی طور پر پڑھے ہوئے ہیں لہذا اس صورت واقعہ پر مسئلہ بالا کا کیا جواب ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وہ قاضی منجانب سلطنت اسلامیہ فصل قضا پر مقرر ہے اگر اس کے یہاں دعوی بروجہ صحیح شرعی ہوا اور ثبوت بروجہ شرعی گزرا اور قاضی نے ثبوت نکاح کا حکم دیا تو نکاح ثابت ہوگیا ہندہ بغیر موت یا طلاق دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔ کما فی الھدایۃ وتنویر الابصار وغیرھما من معتمدات الاسفار وایجہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر وقد قال امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم شاھداک زوجاک واللہ تعالی اعلم۔
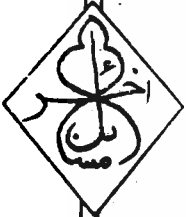
مسئلہ ۵۷ از ریاست جاورہ۔ لال املی۔ مسئولہ ممتاز علی خاں اہلکار حساب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی صحیح ولدیت زید ہے مگر بوقت نکاح بکر قائم کرکے ایجاب وقبول ہوا ہے تو ایسا نکاح درست ہوا یا نہیں نیز اُس کا اصلی باپ یعنی زید زندہ موجود ہے بروقت نکاح نہ اُس سے اجازت لی گئی نہ اُسے اطلاع دی گئی صورت مسئولہ میں اگر نکاح نہیں ہوا تو کیا ہندہ اپنی منشا کے موافق اپنے کفو میں نکاح ثانی کرسکتی ہے ایام عدت کی قید ہے یا نہیں ہندہ بالغہ ہے بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ اُس جلسۂ نکاح میں حاضر نہ تھی اور اُس کی طرف اشارہ کرکے نہ کہا گیا کہ اس ہندہ بنت بکر کا نکاح تیرے ساتھ کیا بلکہ ہندہ کی غیبت میں یہ الفاظ کہے گئے تو ہندہ کا نکاح نہ ہوا نہ اُسے طلاق کی حاجت نہ عدت کی ضرورت جس سے چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے کہ نکاح تو ہندہ بنت بکر کا ہوا اور یہ ہندہ بنت بکر نہیں۔ ہاں اگر بکر نے اُسے پرورش یا متبنٰے کیا تھا اور وہ عرف میں ہندہ بنت بکر کہی جاتی ہے اور اس کہنے سے اُس کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہوگیا اب بغیر طلاق ہندہ کو مخلص نہیں درمختار میں ہے غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح عالمگیری میں ہے قال امرأتہ عمرۃ بنت صبیح طالق وامرأتہ عمرۃ بنت حفص ولانیۃ لہ لا تطلق امرأتہ فان کان صبیح زوج ام امرأتہ وکانت تنسب الیہ وھی فی حجرہ فقال ذٰلک وھو یعلم نسب امرأتہ اولا یعلم طلقت امرأتہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۸ از میرٹھ صدر بازار محلہ سوتی گنج مرسلہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی تعلیم یافتہ مدرسہ منظر اسلام بریلی۔ امام مسجد سوتی گنج ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

چہ می فرمایند دریں مسئلہ کہ در ملک ہند علما فتوی دادند کہ بعد منگنی دختر دیگر جائے نکاح کردن می تواند حقیر نا جائز پندارد چرا کہ ایجاب وقبول از جانبین ثبوت شود از جانب بچہ گویند کہ دید واز جانب دختر گویند دیدیا دے چکا یا سگائی کرچکا ایں الفاظ برائے وضع عقد ست اگر ایں طور گویند کہ دینگے تو خیر۔ جناب مولا یم عجب افسوس کہ دیوبندی خذلہم اللہ دین او خراب ومسلمانان را نیز بیخ کنی کردند اگر ایں فتوے غلط باشد از ایشاں ہزاراں نطفۂ زنا در عالم منتشر شدہ تدارک ایں عمل بفرمایند۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ لفظ سگائی کرچکا خود ظاہر است سگائی نسبت و وعدۂ عقد را گویند نہ عقد را

ودیدیا ودے چکا از انجاکہ مجلس مجلس وعدمی باشد نہ مجلس عقد ہمیں بروعد محمول می شود نہ بر عقد در شرح امام طحاوی و فتح القدیر و درمختار و ردالمحتار ست لو قال ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح وچہ گونہ نکاح شود حالانکہ شرط او حضور دو گواہ ست کہ فہمند کہ ایں نکاح ست فی التنویر والدر وشرط حضور شاھدین فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر و اینجا اگر ہزار حاضر باشند ہیچ کس نکاح نہ فہمد کہ منگنی نزد ایشاں چیزے از مقدمات نکاح ست نہ نکاح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۹: از چونیاں ضلع لاہور مسئولہ ضیاء الدین انچارج اصطبل گورنمنٹی ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حسب ہدایت والد خود جس نے اس کی ہدایت کی تھی کہ اپنی فلاں دختر کا ناطہ اپنے فلاں برادر حقیقی کو دینا تب سے راضی ہوگیا چنانچہ اپنے والد کی موجودگی اور چند مسلمانوں کی مجلس میں اپنے برادر حقیقی کو مخاطب کرکے کہا میں نے اپنی فلاں نام والی دختر نابالغہ کا ناطہ تمہارے فلاں بالغ کو دیا والد پسر نے قبول کرلیا آیا ہر دو ولیوں کے ایجاب وقبول سے یہ نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں اگر ہوگیا تو اب والد دختر اس دختر کا اور جگہ نکاح کرسکتا ہے بغیر طلاق کے اور ولی اور گواہان ونکاح خواں نکاح ثانی کے واسطے حکم شرعی کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

ناتا دینا عرف میں منگنی کرنے کو کہتے ہیں اور منگنی نکاح نہیں اس صورت میں جبتک عقد نکاح نہ ہو والد دختر دوسری جگہ اس کا نکاح کرسکتا ہے اور نکاح خواں وغیرہ پر کوئی الزام نہیں اور اگر کہیں کے عرف میں ناتا کرنا نکاح کردینے کو بھی کہتے ہیں تو وہاں دیکھا جائے گا کہ وہ مجلس جس میں یہ الفاظ ادا ہوئے عقد نکاح کے لیے تھی یا منگنی کے لیے اگر منگنی کے لیے تھی تو وہی حکم ہے کہ نکاح نہ ہوا اور والد دختر کو اختیار ہے اور اگر نکاح کے لیے تھی اور حاضرین میں سے کم از کم دو شخصوں نے کہ اس نکاح کے گواہ ہوسکتے ہوں وہ ایجاب وقبول سنے اور سمجھے کہ یہ نکاح ہورہا ہے تو نکاح ہوگیا اب دوسری جگہ اس کا نکاح نہیں ہوسکتا والد دختر اور نکاح خواں اور گواہانِ نکاح ثانی جن جن کو معلوم تھا کہ اس کا نکاح پہلے ہوچکا ہے سب مبتلائے حرام ہونگے درمختار میں ہے ھل اعطیتنیھا ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰: از دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مسئولہ سید عبدالکریم صاحب قادری رضوی ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب قبلہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامت برکاتہم
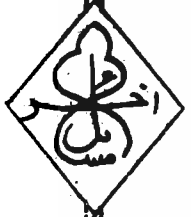
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شریف زادہ نے ایک عورت کو جو قوم کی چماری تھی مسلمان باقاعدہ کیا اور اس سے نکاح کیا اور اپنے مکان میں لے گیا جب اہل برادری کو معلوم ہوا کہ اس نے خاندان قادریہ اور سادات کے بٹا لگادیا کہ چماری کو مسلمان کرکے نکاح پڑھ لیا اور پردہ میں بٹھالیا وہ عورت دو سال سے بیوہ تھی تمام اہل برادری اور تمام مسلمانوں اور ہندوؤں نے اس عورت کو بے پردہ کیا اور بے عزتی کی اور غیر محرموں نے مارپیٹ بھی کی اور اُسے تھانہ میں پہنچا دیا اب سوال یہ ہے کہ اس عورت نومسلمہ کے ساتھ ایسا کرنے کی اللہ و رسول جل وتعالٰی وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجازت دیتے ہیں یا نہیں اور جو لوگ اس میں شریک ہوئے وہ کس گناہ کے مرتکب ہیں یا جس نے مسلمان کرکے اُسے اپنے نکاح میں لایا وہ گنہگار رہے اور اس سے ترک موالات کرنا برادری سے خارج کرنا اُس کا حقہ پانی بند کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور وہ عورت کفو میں کب آسکتی ہے بینوا توجروا۔
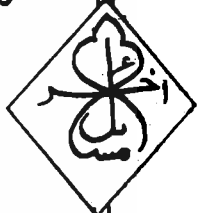
الجواب

مسلمان کرنا باعث اجر عظیم ہے اور اُس سے نکاح کرکے پردہ میں بٹھانا بھی کار خیر ہے اور اس بنا پر اُسے برادری سے خارج کرنا ظلم ہے اور اُس مسلمہ عورت کے ساتھ جو زیادتی اور مارپیٹ اور بے پردگی کی سب حرام اور سخت حرام اور ظلم شدید تھی ایسا کرنے والے حق العبد میں گرفتار ہیں اور اللہ و رسول اُن سے ناراض و بیزار ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ بالغ مرد کے لیے کفاءت کچھ شرط نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۳ از رامہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدعی کے تین شاہد شہادت دیتے ہیں کہ والد دختر نابالغہ نے سفر سے ایک خط اپنے بھائی کو لکھا کہ میری دختر نابالغہ فرحان بی بی کا ناتا یا نکاح جس جگہ تمہاری مرضی ہو کردو ہم لوگ اُس کاغذ کے سامعین ہیں بعدہٗ اُس وکیل والد کے ایک لڑکے نابالغ سے کہہ کر جس کا کوئی عصبہ زندہ نہیں ہے کنایۃً نکاح کے طور پر کردیا تھا اور لڑکے معلوم کی طرف سے اُس کے ماموں نے اُس کے لیے قبول کرلیا ہے اور ہم نے یہ نکاح ہی سمجھا ہے یہ تقریر شاہدین مدعی کی بتمامہ ہے اب والد دختر معلومہ کا سفر سے بالکل منکر ہے اور گواہ اُس کے بھی منکر ہیں تقریر بالا سے یا کہتے ہیں کہ ناتا ہوا ہے نہ نکاح حالانکہ وکیل فوت ہوگیا ہے اھ کاغذ بھی ہوگیا ہے۔ بینوا توجروا۔

قیمت کاغذ دی جائے گی

الجواب

بات صاف لکھیے ایجاب کس نے کیا قبول کس نے کیا ایجاب کے کیا لفظ تھے قبول کے کیا لفظ تھے لڑکی کا چچا جس کو اُس کے باپ نے وکیل کیا تھا اُس نے خود پڑھایا تھا یا کسی سے پڑھوایا تھا یا کسی نے بطورِ خود پڑھا دیا تھا اور وہ وکیل والد اُس جلسے میں موجود تھا یا نہ تھا اور جب والد لڑکے کا موجود تھا تو لڑکے کی طرف سے ماموں نے کیوں قبول کیا والد پسر کے کہنے سے یا بطورِ خود اور والد پسر نے اس پر کیا کہا اور جب وہ الفاظ کیا یہ تھے تو ان لوگوں نے کس قرینہ سے نکاح ہونا سمجھا اور دختر کا والد کس بات سے منکر ہے اُس وکیل کرنے سے یا نکاح ہونے سے اور وہ خط ڈاک میں آیا تھا یا آدمی کے ہاتھ اور یہ جو مدعی کے تین گواہ ہیں ان کے سامنے پڑھا گیا یا ان کے سامنے والد دختر نے لکھا تھا اور یہ گواہ ثقہ پرہیزگار ہیں یا کیسے۔ ان سب باتوں کے مفصل جواب آنے پر جواب ہو سکے گا۔ قیمت کاغذ کی نسبت پہلے آپ کو لکھ دیا گیا کہ یہاں فتوے اللہ کے لیے دیا جاتا ہے بیچا نہیں جاتا آیندہ کبھی یہ لفظ نہ لکھیے فقط

مسئلہ ازرامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاک خانہ جاتلی مرسلہ محمد جی صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

باپ نے برادر کو خط لکھا کہ میری دختر نابالغہ کا ناتہ یا نکاح جہاں تمہاری مرضی ہو کر دو مکتوب الیہ نے باجازت باپ کے ایک جگہ اُس نابالغہ کا نکاح کر دیا ایجاب کے لفظ یہ ہیں "دختر معلومہ فلاں لڑکے کو میں نے دی ہے" اور نابالغ لڑکے کی جانب سے قبول اُس کے ماموں نے کیا ہے۔ اور تین گواہ کہتے ہیں کہ وہ خط ہم نے خود سُنا ہے کہ باپ نے برادر کو اجازت نکاح دختر نابالغہ معلومہ دی ہے اور ہم نے مجلس میں ذکر نکاح کا سُنا ہے اور نکاح کے وقت باپ سفر میں تھا اور خط بھی گم ہو گیا ہے۔ اور بعد نکاح چند روز بعد مکتوب الیہ فوت ہو گیا۔ اب باپ سفر سے آیا ہے وہ کہتا ہے میں نے برادر کو کوئی اجازت نہیں دی ہے اور اس کے گواہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بات بالکل نہیں ہوئی لیکن یہ گواہ باپ کے بہت فاسق ہیں اور تین گواہ جو بالا مذکور ہیں وہ فاسق نہیں ہیں۔

الجواب

جبکہ باپ اس خط کے لکھنے سے منکر ہے تو اُسے کسی شہادت کی حاجت نہیں شہادت اس کی ہونا چاہیے تھی کہ ہمارے سامنے اُس نے یہ خط لکھا اس پر کوئی شہادت نہیں گواہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خط سُنا یہ شہادت کچھ معتبر نہیں لہٰذا اجازت دینا ثابت نہیں باپ کے انکار سے وہ نکاح باطل ہو گیا جبکہ وہ حلف سے کہدے کہ وہ خط میں نے نہ لکھا تھا نہ میں نے بھائی کو اجازت دی تھی۔ لان الخط یشبہ الخط ولا حجۃ

الا البینۃ او الاقرار او النکول واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳ از بنارس محلہ پترکنڈہ مرسلہ جناب مولانا مولوی عبدالحمید صاحب پانی پتی زید کرمہ ۱۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

علمائے دین ان مسائل میں کیا فرماتے ہیں (۱) نابالغ لڑکے اور لڑکی سے ایجاب وقبول کرانے سے نکاح صحیح ہوتا ہے یا نہیں (۲) یہاں دستور ہے کہ نکاح خواں نابالغ کے باپ یا کسی اور ولی سے اجازت لے کر دو گواہوں کے ساتھ نابالغہ دُلھن کے پاس آتے ہیں اور اُس کو پہلے کلمہ شہادت وآمنت باللہ پڑھا کر کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح بعوض ۵۰۰ مہر کے فلاں لڑکے مسمی فلاں سے ہوتا ہے تم نے قبول کیا کہو ہاں قبول کیا اسی طرح تین بار کہلاتے ہیں اس کے بعد نابالغ دولھا کے پاس آتے ہیں اور وہی سب کلمات پڑھا کر کہتے ہیں کہ فلاں کی لڑکی مسماۃ فلاں بعوض ۵۰۰ مہر کے تمہارے نکاح میں آتی ہے تم نے قبول کیا کہو ہاں قبول کیا اسی طرح تین بار کہتے ہیں غرض دونوں جانب قبولیت ہوتی ہے ایجاب کا پتہ نہیں شرعاً یہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور اس مجلس میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دُلھن یا دولھا نابالغان کے وہ سب یا اور ولی موجود نہیں رہتے بلکہ وہ اپنے اور کاموں میں مشغول رہتے ہیں اس طریقہ میں شرعاً جو جو خرابی اور نقص ہو اُس کی تصریح فرمائیں اور شرعاً جو طریقہ نکاح مسنون کا ہو ارشاد فرمائیں۔

(۳) اگر ولی خطبہ مسنونہ پڑھنے یا صرف ایجاب وقبول کرنے پر قادر ہو تو غیر سے ایجاب وقبول کرانا کیسا ہے (۴) نکاح خواں کو اُجرت لینا اور دینا کیسا ہے (۵) اگر اُجرت نکاح اپنے مصرف میں نہ لائے بلکہ مسجد کے تیل اور چٹائی میں صرف کرے تو جائز ہے یا نہیں (۶) نوشہ کے سر پر پگڑی رکھنے کے واسطے اُس کے پھوپا یا بہنوئی کو بلاتے ہیں جب تک یہ نہیں آتے دوسرا پگڑی نہیں رکھ سکتا جب یہ آتے ہیں تو بغیر دس پانچ روپے لیے نہیں رکھتے جب کم ہوتا ہے تو لینے پر انکار اور زیادتی پر اصرار کرتے ہیں جب حسب مرضی پالیتے ہیں تو رکھ دیتے ہیں اور بعض پھوپا یا داماد قبل لینے کے رکھ دیتے ہیں اُس کے بعد جو ملا لے لیا اور بعض کچھ اصرار کرکے اور زیادہ لیتے ہیں آیا شرعاً یہ لینا دینا کیسا ہے۔ اور اس کو ضروری حق سمجھنا اور اُس پر اہتمام واصرار کرنا کیسا ہے (۷) شرعاً ولیمہ کی تعریف کیا ہے اور اُس کی مدت کَے روز تک ہے (الف) پہلے دعوت کرنا پھر بارات اور رخصتی کرکے دُلھن لانا یہ ولیمہ ہے یا نہیں (ب) نابالغ کی رخصتی کے بعد چونکہ زفاف نہیں ہوتا تو بعد دُلھن لانے کے دعوت کرنا ولیمہ مسنون ہے یا نہیں۔
(ج) اگر ولیمہ بارادہ ادائے سنت نہ کرے بلکہ خیال نام آوری وبرادری سے سُرخروئی مقصود ہو اور یہ کہتا رہے کہ چونکہ دس دفعہ بھائی لوگ کے یہاں کھا آئے ہیں لہٰذا برادری کو کھلانا ضرور ہے چاہے ہمارے پاس ہو یا نہ ہو یہ
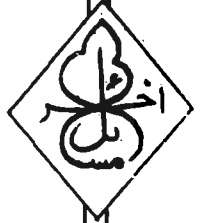
دعوت کیسی ہے اور مستطیع غیر مستطیع دونوں کا حکم فرمائیے۔

الجواب

نا بالغ لڑکے اور لڑکی جن کا تلفظ کلام سمجھا جائے اور وہ الفاظ و معنی کا قصد کرسکیں اُن کا ایجاب و قبول خود ہو یا دوسرے کی تلقین سے صحیح ہے پھر اگر با جازت ولی ہے نافذ بھی ہے ورنہ اجازت ولی پر موقوف جبکہ کوئی مانع شرعی نہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر۲۔ اس کا جواب جواب سوال اول میں آگیا اور ان عقود میں جو کلام پہلے ہے وہ ایجاب ہے اگرچہ بلفظ قبول ہو اور جو بعد کو ہو وہ قبول اور جب باذن ولی ہو تو ولی کا وہاں موجود ہونا ضرور نہیں اور بلا اذن ہو تو اُس کی اجازت پر موقوف رہے گا اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولیا خود ایجاب و قبول کریں یا اُن کی اجازت سے اُن کے وکیل نابالغوں سے کہلوانے کی کوئی حاجت نہیں۔

نمبر۳۔ کوئی حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ نمبر۴۔ جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم نمبر۵۔ جب جائز ہے تو مسجد میں دینا اور بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ نمبر۶۔ یہ ایک مخترع رسم ہے اسے ضروری سمجھنا ناجائز اور اگر امر ارحد ناگواری تک ہو تو حرام ورنہ آپس کے معاملات ہیں جن پر شرع سے منع وارد نہیں واللہ تعالیٰ اعلم نمبر۷۔ شب زفاف کی صبح کو احباب کی دعوت کرنا ولیمہ ہے رخصت سے پہلے جو دعوت کی جائے ولیمہ نہیں یونہیں بعد رخصت قبل زفاف اور ریا و ناموری کے قصد سے جو کچھ ہو حرام ہے اور جہاں اسے قرض سمجھتے ہیں وہاں قرض اُتارنے کی نیت میں حرج نہیں اگرچہ ابتداءً یہ نیت محمود نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۵ از سلطان پورہ بکر اسٹیٹ مسئولہ مرتضیٰ خاں پی ساجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس آفس ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قاضی ہے مگر وکالت کرتا ہے اُس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

وکالت کا پیشہ جس طرح آج کل رائج ہے شرعاً حرام ہے ایسے شخص کو قاضی کرنے کی اجازت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶ از سلطان پور (اودھ) محلہ پرتاب گنج مرسلہ حافظ عبد الحمید و عبد الغنی صاحبان ۱۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے پسر بکر سے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بموجودگی خود کیا اور ہندہ کئی بار اپنی سسرال بھی گئی پھر مخاصمت کی وجہ سے رخصتی تین سال سے بند کردی ہندہ اپنے والد زید کی وجہ سے مجبور ہے اب زید نے ایک دعویٰ فسخ نکاح کا اپنی لڑکی کے نام سے دائر کیا ہے کہ میرا نکاح نابالغی کی حالت میں ہوا زید کا بیان ہے کہ لڑکی کا نکاح میری عدم موجودگی میں ہوا ہے
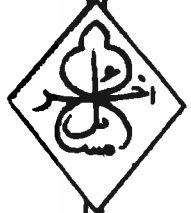
کیونکہ میں شادی کا سامان مہیا کر کے کسی ضرورت سے ہفتہ عشرہ کے لیے کسی دوسرے شہر کو چلا گیا تھا بی بی نے میری بے اجازت نکاح کر دیا اس پر کچہری میں زید نیز اہل محلہ نے حلف اٹھایا حالانکہ دعوی اس بنا پر خارج ہو گیا کہ بکر کے وکلانے اس بات کو ثابت کر دیا کہ زید خود موجود تھا اور زید کی اجازت سے قاضی نے نکاح پڑھایا۔ لہذا زید و معین زید کا شرعاً کیا حکم ہے اور ایسے جھوٹے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا۔

الجواب

حدیث میں ہے لا تزول قدما شاهد الزور حتى يوجب الله له جهنم جھوٹا گواہ وہاں سے اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالی اس کے لیے جہنم واجب کر دیتا ہے گواہوں کا تو یہ حال ہے اور زید پر ان سب کے برابر وبال ہے کہ وہی ان کو جھوٹی شہادت پر باعث ہوا۔ پھر انہوں نے عورت کو شوہر سے جدا کرنا اور منکوحہ کو غیر منکوحہ ٹھہرانا چاہا یہ دوسرا کبیرہ ہے۔ غرض یہ سب لوگ فاسق معلن ہیں ان کو امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ سید ایوب علی صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور کسگران۔

جو شخص وہابیہ سے میل جول اور باہمی شادی بیاہ رکھتا ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ وہابی ہے اس کے یہاں شادی بیاہ کر سکتے ہیں جبکہ یہ معلوم ہے کہ وہابیہ سے اس کا میل جول ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

وہابیہ سے میل جول رکھنے والا ضرور وہابی ہے، وہابیہ کو گمراہ بد دین نہیں جانتا تو خود گمراہ بد دین ہے اور اس کے ساتھ مناکحت ہو ہی نہیں سکتی اور اگر ان کو گمراہ بد دین جانتا اور کہتا ہے پھر بھی ان سے میل جول رکھتا ہے تو سخت فاسق بیباک ہے اس کی مناکحت سے احتراز چاہیے واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ از موضع میر کلی پور ڈاکخانہ لاہر پور ضلع سیتاپور مسئولہ محمد حسین صاحب طالب علم ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک شادی کا پیام دیا اور اس میں یہ اظہار کیا کہ لڑکا لاہرپور کا ہے وہ لڑکا قصبہ ہرگام نور کا نکلا مزید بریں نوشہ کے تعین علم میں اختلاف رہا لڑکی تو یہ کہتی ہی کہ میرا نکاح عبد الرحمن بن کلو کے ساتھ پڑھا گیا اور قاضی کا بھی یہی قول ہے مگر گواہ لعل محمد بن منول بتلاتے ہیں اور وکیل لعل محمد بن کلو کا مدعی ہے اور وہ لڑکا جو نوشہ بنکر آیا تھا وہ دراصل ہرگام کا تھا اور اس کا نام لعل محمد بن منول تھا اس صورت میں نکاح کس کے ساتھ ہوا اور اس میں شرعی کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

رائج یوں ہے کہ عورت یا اُس کے ولی سے اذن لیکر دولھا سے خطاب کرتے ہیں کہ فلاں کی فلاں لڑکی اتنے مہر پر تیرے نکاح میں دی وہ کہتا ہے میں نے قبول کی اس صورت میں جس سے خطاب کیا گیا اور اُس نے قبول کیا اُسی کے ساتھ نکاح ہوا کہیں کا رہنے والا ہو اور اُس کا کچھ بھی نام ہو پھر اگر بالغہ عورت یا نابالغہ کے ولی نے اُسی کے لیے اجازت دی تھی جب تو یہ نکاح نافذ ہوگیا اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو ورنہ فضولی کا نکاح ہوا عورت یا اُس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا اگر جائز کیا جائے جائز ہوگیا رد کیا جائے باطل ہوگیا یہ تو نکاح ہونے نہ ہونے کا حکم ہے رہا یہ کہ نکاح ہوا اور مرد نے دعوی کیا کہ میرے ساتھ اس کا نکاح ہوا اور اُس عورت کے وکیل اور گواہوں کے بیان میں اختلاف ہوا کسی نے کسی کے ساتھ نکاح ہونا بیان کیا دوسرے نے کسی کے ساتھ اگر دو گواہ شرعی عادل قابل قبول دعوی مدعی کے مطابق گواہی دیں گے دعوی ڈگری کردیا جائیگا عورت و وکیل کچھ کہا کریں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷ از نوشہرہ تحصیل جامپور ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص کہتا ہے کہ میری اپنی عورت کے ساتھ تن بخشی ہے آیا شرعاً تن بخشی کوئی چیز معتبر ہے یا نکاح۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تن بخشی پر قناعت صریح زنا ہے اور اگر اُسے حلال جانے تو کافر انما کان ذلک من خصائصہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال تعالیٰ خالصۃ لک من دون المؤمنین واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرا مسئلہ

ایک شخص نے دعائے خیر جلسہ عام میں کہدی کہ میں نے لڑکی اپنی اس شخص مثلاً زید کو دی بعدہٗ وہ یعنی باپ لڑکی کا مرگیا اُس کے وارثان نے اُس لڑکی کا عقد نکاح دوسرے شخص کو کردیا آیا دعاء خیر جائز ہے یا وارثان کا نکاح جائز ہے۔

الجواب

دعائے خیر سے اگر وعدہ سمجھا جاتا ہے تو وارثوں نے جو یہ نکاح کیا جائز ہے اور اگر اُسی وقت نکاح کردینا مقصود ہوتا ہے اور زید نے اُسی جلسہ میں قبول کیا اور دو گواہوں نے متصل سُنا اور نکاح ہونا سمجھا تو نکاح ہوگیا تھا دوسرا نکاح باطل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۱ از رامہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ تاج محمود صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید کے بارے میں تین افراد شہادت دیتے ہیں کہ مدعی علیہ نے والد لڑکے کو بولا ہے کہ میں نے اپنی دختر نابالغہ فلانی تمہارے فلانے لڑکے کو ۔ ی ہے اس نے قبول لڑکے معلوم کے لیے کرلی ہے اور اُس مجلس میں نہ ذکر نکاح کا ہوا نہ خطبہ پڑھا گیا نہ ذکر مہر کا ہوا اس کے علاوہ مدعی علیہ بھی کہتا ہے کہ میں نے ارادہ ناطہ کا کیا ہے نہ نکاح کا اب یہ نکاح ہوگا یا خطبہ یا ناطہ (۲) قرینہ نکاح کا خطبہ اور ذکر مہر کا ہر دو ہوویں گے یا فہم شہود نکاح کا فقط کافی ہوگا یا نیت والی دختر یہ ہے۔

الجواب

(۱) خطبہ پڑھا جانا یا ذکر مہر ہونا کچھ شرط نکاح نہیں وہ مجلس اگر عقد کے لیے تھی عقد ہوگیا اور اگر مجلس وعدہ تھی اور حاضرین نے اُس سے وعدہ ہی سمجھا تو وعدہ ہوا نکاح نہ ہوا فی الدر المختار ان المجلس للوعد فوعد وللعقد فعقد واللہ تعالیٰ اعلم (۲) نکاح بالفاظ صریحہ میں نیت شرط نہیں الفاظ ایجاب وقبول ہونا اور دو شاہدوں کا سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے کافی ہے ذکر مہر نہ ضرور نہ قرینہ اور خطبہ اگرچہ ضروری نہیں مگر قرینہ نکاح ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۲ از پنڈ گھیب ڈاکخانہ خاص ضلع اٹک مسئولہ مولوی غلام محی الدین امام و مدرس جامع مسجد ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت عاقلہ بالغہ بعض غیر تعلق داروں یا کہ ان ذوی الارحاموں (جن کا ولایت نکاح میں کوئی حق نہیں) کے ورغلانے بھکانے پر کچہری میں جاکر درخواست پیش کرے کہ میں جوان ہوں اور اپنے حسب منشار نکاح کرنا چاہتی ہوں اور میرے والی مثلاً باپ یا کہ بھائی یا دیگر عصبوں سے مجھے روکتے ہیں سرکار کو اطلاع دیتی ہوں کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں جہاں طبیعت ہو نکاح کرالوں والیوں کی رکاوٹ مجھے نہ ہو اور کچہری گورنمنٹ اُسے اجازت دیدے اور وہ جہاں چاہے نکاح کرالیوے والی خوش ہوں یا ناراض اگر اسی موقعہ پر ان ورغلانے والوں اور ذوی الارحاموں کو کوئی مولوی کہے میاں یہ تمہارا نکاح اچھا نہ ہوگا باپ یا دیگر والی کو تم ضرور مجلس نکاح میں بلاؤ تو وہ کہیں کہ لڑکی عاقلہ بالغہ جوانہ خود مختار ہے کسی والی کا کوئی ایک ذرہ تک تعلق نہیں ہم ابھی کرتے ہیں پھر جس مولوی نے توڑا تو دیکھا جائیگا مولوی کیا کریگا جب کچہری نے اجازت دیدی۔

الجواب
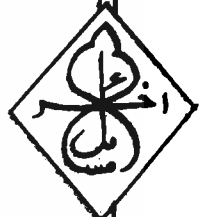
بہ حالت غالباً اُس صورت میں ہوئی ہے کہ عورت جس سے نکاح کرنا چاہتی ہے وہ غیر کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم کہ اُس سے نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار ہو ایسا نہ ہو تو اس درجہ بے حیائی کیوں اختیار کرے اور اس صورت میں نکاح باطل محض ہے جبتک ولی پیش از نکاح اُسے غیر کفو جانکر بالتصریح اجازت نہ دے درمختار میں ہے (ويفتی) فی غير الكفو (بعدم جوازه اصلا) وهو المختار للفتوى لفساد الزمان) اولیا پر لازم ہے کہ جب کفو پائیں تزویج میں جلدی کریں کہ ایسے وقائع ننگ و بے حیائی کا دروازہ نہ کھلے حدیث میں ہے یا علی لاتؤخرها ثلاثا الصلاة اذا اتت والجنازة اذا حضرت والايم اذا وجدت لها كفوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳ شیخ سلامت اللہ قصبہ تلہر محلہ عمرپور ضلع شاہجہانپور پارچہ فروش ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی کتنی عمر تک نکاح ناجائز ہوتا ہے اور کتنی عمر ہو تو جائز ہوتا ہے۔

الجواب

نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں اگر اُسی وقت کے پیدا ہوئے بچے کا نکاح اُس کا ولی کردیگا نکاح ہوجائے گا ہاں پیٹ کے بچے کا نکاح نہیں ہوسکتا اذ لا ولایۃ علی الجنین لاحد کما فی غمز العیون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴ مسئولہ عبدالعزیز صاحب از شہر محلہ گنگوئیاں ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں توام اس صورت سے پیدا ہوئیں کہ دونوں کے کولھوں کی ہڈیاں جڑی ہوئی تھیں اگر وہ ہڈی کاٹ دی جاتی تو اُن کے مرجانے کا خوف تھا اب دونوں جوان ہوئیں اُن کی شادی کس طرح کی جاسکتی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جھوٹ اور بے اصل بات قائم کرکے شریعت کو تکلیف دینی سخت بیہودگی ہوتی ہے کیا سائل اُن لڑکیوں کو پیش کرسکتا ہے۔

مسئلہ ۳۵ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون نکاح خوانی جائز ہے یا نہیں واحد علی خاں کی لڑکی نام اُس کا تمکو معلوم ہے بالعوض مہر مؤجل مبلغ دو سو روپیہ سکہ انگریزی کے بوکالت فلاں اور بشہادت فلاں فلاں علاوہ نان نفقہ کے بیچ عقد نکاح تمہارے کے دی گئی تمکو قبول ہے قبول کیا میں نے۔

الجواب

جائز ہے جبکہ واحد علیخاں معروف ہو یعنی حاضرین سے دو گواہ پہچانیں کہ فلاں شخص ہے ورنہ اُس کے باپ دادا کا بھی نام لیا جائے اور بوکالت فلاں وشہادت فلاں اور علاوہ نان نفقہ کے کہنا ایک زائد بات ہے جس کی حاجت نہیں اور دی گئی کی جگہ دی میں نے کہے اور وہ

مسئلہ ۱۷۶: مسئولہ جناب ابی انوار الحق صاحب تحصیل چونیاں ضلع لاہور بروز یکشنبہ بتاریخ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ ہندہ کے باپ کے چچا کا بیٹا جو ہندہ مذکور کا ولی تھا وہ چونیاں میں رہتا تھا اور اس کی والدہ نے اس مقام سے سات کوس کے فاصلہ پر ولی مذکور کی عدم موجودگی میں ہندہ کا نکاح پڑھا دیا۔ اب جب ولی مذکور نے اپنی ناراضگی ظاہر کی تو نکاح والدہ کی اجازت سے جو ہوا تھا وہ کس واسطے باطل ٹھہرا۔ حالانکہ در مختار کی اختیار کردہ عبارت کے بعد لکھا تھا کہ واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفؤ الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیہ اور صاحب بزازیہ نے اسی قول کو اقرب الی الفقہ کہا ہے اور ردالمحتار میں ذخیرہ سے ہے کہ ھو الاصح وفی البحر عن المجتبٰی والمبسوط انہ الاصح وفی الھدایہ واختارہ اکثر المشائخ وصححہ ابن الفضل انتھی ان عبارتوں سے جب معلوم ہوتا ہے کہ ولی عصبہ اقرب کی غیبت میں ولی بعید کو نکاح پڑھانے کا اختیار ہے تو والدہ کا نکاح کیا ہوا کس واسطے باطل کیا گیا فقط

(۲) مجلس خطبہ میں ناکح نے، روبرو گواہان کے ہندہ کے باپ عمرو کو کہا کہ تونے اپنی لڑکی بکر کے لڑکے زید کو دی اس نے کہا دی پھر بکر کو کہا کہ تونے عمرو کی لڑکی ہندہ اپنے لڑکے زید کے واسطے قبول کی اس نے کہا قبول کی با آنحضرت اس ایجاب اور قبول سے ہندہ کا نکاح ہوا یا کہ نکاح کا وعدہ ہوا۔

الجواب

(۱) فی الواقع اقوال اس میں مختلف ہیں تصحیحیں بھی مختلف ہیں اور اصح التصحیحین یہی ہے جو درمختار میں ہی مگر درمختار کا یہ مطلب نہیں کہ سات کوس کے فاصلہ پر مالم ینتظر الکفؤ الخاطب صادق آجائے نفقہ فقط کتاب سے عبارت دیکھ لینے اور لفظی ترجمہ سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ مقصد شرع کا ادراک اور احوال بلاد وعباد پر نظر رکن اعظم تفقہ ہے اسی درمختار میں ہے من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل ہمارے بلاد میں نکاح ابکار کی حالت معلوم ہے مہینوں پیام سلام رہتے ہیں اگر بیٹی والوں کی مرضی بھی ہو تو جلد قبول کر دینے کو عیب جانتے ہیں یہ اُن کے یہاں مثل دائر وسائر ہے کہ بیٹی کا معاملہ کچھ بازار کا سودا نہیں ابھی نہ جوتیاں ٹوٹیں نہ چادریں پھٹیں ابھی سے اقبال کر دیا جائے اور ایسا تو کوئی بھی کفو خاطب نہیں کہ ولی اقرب سات کوس پر بیٹھا ہے اور وہ اُس سے اجازت لینے تک کا انتظار نہ کرے ہاں یہ وہی کریگا جسے معلوم ہوگا کہ ولی اقرب اس پر رضا نہ دیگا ایسی تعجیل معتبر کر لینے میں ولایت قرب کا ابطال اور حکم شرع کا نقض ہے بلکہ عند الانصاف یہ روایت مفتی بہا تو روایت مسافت قصر سے بھی تنگ تر ہے ریل نے مسافت قصر کو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت کر دیا کونسا خاطب ہے کہ اتنی دیر کا
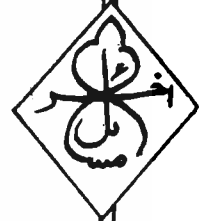
انتظار نہ کرے گا وبقیۃ التفصیل فی فتاوی الفقیر واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر وہ مجلس وعدہ کی تھی اور وعدہ ہی مفہوم ہوا تو وعدہ ہی ہوا نہ نکاح ورنہ نکاح قال ھل اعطیتنیھا قال نعم ان المجلس للوعد فوعد وان للعقد فعقد درمختار وغیرہ اس کی بنا وہاں کے رواج وتفاہم عرف پر ہے کما اشرنا الیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸: مسئولہ لال محمد خیاط از پھپھوند ضلع اٹاوہ بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا۔ پھر اُسی مرد نے اُسی عورت کے ساتھ بحالت حمل نکاح کیا بعد نکاح اُس کے ساتھ مباشرت کی اس صورت میں نکاح رہا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ عورت بے شوہر تھی یا شوہر مر گیا یا طلاق دیدی تھی اور یہ حمل شوہر کا شرعاً نہیں قرار پا سکتا تھا یعنی اس کی موت اور طلاق سے دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا تو ان سب صورتوں میں نکاح صحیح ہو گیا پھر اگر وہ حمل اسی زانی کا تھا تو اسے بعد نکاح پاس جانا بھی جائز تھا اور دوسرے کا تھا تو نہیں بہر حال اس مباشرت سے نکاح میں کوئی خلل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹: از ضلع چھپرہ سارن ڈاکخانہ حدائی باغ بازار موضع چکدارہ مسئولہ شاہ حبیب احمد صاحب بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کو مع دو شاہد کے وکیل معین چند اشخاص کے مقابلہ اجازت دی کہ میری لڑکی جو فلاں نام کی ہے اُس کا نکاح ولید سے دس ہزار روپیہ اور دو دینار سرخ پر کر دو اب وکیل معین وقت ایجاب بجائے دس ہزار روپیہ کے دس ہزار درہم کا الفاظ زبان پر لایا شاہد نے روکا کہ درہم چھوڑ دو روپیہ کہو وکیل معین نے یہ کہا کہ درہم روپے کو کہتے ہیں اور دینار اشرفی یہاں پر درہم ودینار دونوں جمع ہے لہذا اہل زبان کے نزدیک مستعمل روپیہ واشرفی ہے اس پر شاہدان واہل مجلس تمام ساکت رہے اور وکیل معین نے بایں الفاظ ایجاب وقبول کرایا کہ بنت فلاں بعوض مہر دس ہزار درہم سکہ رائج الوقت اور دو دینار سرخ تمہاری زوجیت میں دیا تم نے قبول کیا تین مرتبہ ایجاب وقبول کرکے زبان سے کہدیا کہ ہمکو کمی و بیشی کرنے کی مجاز وحق نہیں ہے درہم سے دس ہزار روپیہ مری مراد ہے اور سکہ کی دوسری قید ہے جو اس وقت

کا روپیہ ہے جو رائج ہے اگر اس کے خلاف وکیل معین کریگا تو اُس کے نزدیک نکاح باطل ہوگا اب فریق ثانی دوسرے روز معہ نوشہ و ہم جلیس اُس کے وفریق اول میں یہ قصہ ہے کہ کتاب دیکھی جاتی ہے کہ لغت میں درہم کے معنے پیسہ ہے لہذا دو سو روپیہ سے بھی کم نکاح ہوا اور کوئی جہلا فریقین یہ کہتا ہے کہ نکاح باطل ہوا بیان فرمائیے اجر و ثواب پائیے فقط

الجواب

نکاح صحیح ہوگیا اور دس ہزار روپیہ اور دو دینار مہر ہوا درہم پیسہ کو نہیں کہتے روپے ہی کو کہتے ہیں ہاں اگر اُسے مطلق رکھتا تو درہم شرعی کا احتمال ہوتا جس کا وزن تین ماشے ایک رتی ⅕ رتی کا ہے اب کہ اُس نے سکہ رائج الوقت کہدیا احتمال قطع ہوگیا اور یقیناً یہی روپیہ مراد رہا جو سوا گیارہ ماشہ کا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مقام سیپری علاقہ راجہ ضلع بریلی تحصیل آنولہ تھانہ سرولی۔ روز چہار شنبہ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

مسئولہ ننھے خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرح متین اس باب میں کہ اگر کوئی شخص کسی عورت خواہ باہر کی پھرنے والی یا طوائف سے نکاح کرلے تو وہ جائز یا ناجائز اور بعد نکاح کے بے پردہ عورت باہر جاوے تو نکاح رہا یا نہیں یا اس فعل پر اس کو طلاق دیدے اور مہر ادا کردے تو پھر کوئی حق اُس کا ذمہ زوج کے رہا یا نہیں اور نکاح میں ایجاب قبول باہم کرلے اور گواہ وکیل نہ ہو تو نکاح جائز یا ناجائز اگر بعد نکاح کے اُس عورت کا فعل ناجائز عرصہ ایک یا دو یوم کے معلوم ہو تو زوج اس کو طلاق دیدے اور مہر ادا کردے تو طلاق ہوجاوے گی یا نہیں اور بروقت نکاح تعداد مہر کم از کم کتنی ہونی چاہیے۔

الجواب

نکاح زن بے پردہ و بازاری سے بھی جائز ہے اور عورت کے بے پردہ نکلنے سے نکاح نہیں جاتا اور بعد طلاق مہر دینا لازم ہوتا ہے اور عدت تک کا نفقہ پھر عورت کا کوئی حق مرد پر نہیں رہتا نکاح میں وکیل کی ضرورت نہیں نہ خاص ایسے دو شخصوں کی ضرورت ہے جن کو گواہ سے نامزد کیا جائے ہاں یہ ضرور ہے کہ دو مرد عاقل بالغ یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ (اور مسلمان عورت کے نکاح میں اُن دونوں تینوں کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے) معاً ایجاب و قبول سُنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے وہی لوگ شرعاً گواہ ہیں اگرچہ وہ لوگ گواہی کے لیے نامزد نہ کیے جائیں بغیر اس کے نکاح نہیں ہوسکتا طلاق اُسی دن دیں خواہ جب دیں واقع ہوجائیگی

مہر کم از کم دس درم بھر چاندی ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے بھر یہاں کے روپے سے دو روپے پونے بارہ آنہ اور ایک پیسہ کے پانچویں حصے کے برابر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئولہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب محمود آبادی امام رسالہ پلٹن بریلی چھاؤنی ، ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

(۱) ماہ محرم الحرام و صفر المظفر میں نکاح کرنا منع ہے یا نہیں اگر ہے تو کیوں۔

(۲) زید کی لڑکی ربیبہ (ربائب) کا نکاح زید کے سگے بھائی بکر سے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) نکاح کسی مہینے میں منع نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ بروز شنبہ ، ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

ایک عورت کا مرد فوت ہو گیا ہے مگر اُس کی عدت پوری نہیں ہوئی اُس کا نکاح پڑھنا جائز ہے اگر کوئی پیش امام یا قاضی عدت کے اندر نکاح پڑھا دے تو وہ نکاح ہوگا یا نہیں اور اُس نکاح پڑھانے والے کے نکاح میں کچھ فساد ہوگا یا نہیں و یا اُس کا نکاح پڑھانے والے پیش امام کے لیے کچھ کفارہ آتا ہے یا نہیں اور اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ صورت دیگر یعنی پیش امام نے ایک عورت کا نکاح عدت کے اندر پڑھا دیا اور پھر دوسرے روز اُس نے دو مسلمان کے روبرو اقرار کیا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی خدا کے لیے معاف کرو انھوں نے اُس کو کہا کہ پیش امام صاحب آپکا خود نکاح باطل ہو گیا ہے تو اُس نے کہا کہ اچھا میں نکاح دوبارہ چوری سے پڑھا لونگا مگر برائے خدا مجھکو اب معاف کرو آیندہ کو ایسا نہ کرونگا مگر پھر اُس کو کسی دوسرے مولوی صاحب نے کہدیا کہ تم کہدو مجھکو خبر نہ تھی میں نے بے خبری میں نکاح پڑھا دیا تو اُس کے لیے شرع شریف کا کیا حکم ہے تو ایسے نکاح پڑھانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور جس نے اُس کو ایسا جھوٹ کہنا سکھلایا کہ تم کہدو کہ مجھکو خبر نہ تھی تو اُس سکھانے والے کے واسطے کیا حکم ہے اور جو لوگ اُس مجلس نکاح میں حاضر تھے اُن کا نکاح درست ہے یا کچھ خلل ہوا اور ایسے نکاح پڑھانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور ایسے نکاح پڑھانے والے کو کچھ کفارہ دینا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

عدت میں نکاح تو نکاح نکاح کا پیام دینا حرام ہے جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اُس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اُس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا بہر حال اُس کو امام بنانا جائز نہیں جبتک توبہ نہ کرے یہی حال شریک
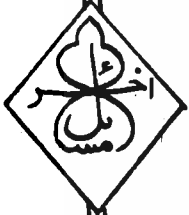
ہونے والوں کا ہے جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہورہا ہے اُس پر کچھ الزام نہیں ہاں جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جانکر تو سخت گنہگار ہوا اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا اور جس شخص نے امام کو جھوٹ بولنے کی تعلیم دی وہ سخت گنہگار ہوا اُس پر توبہ فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳ مسئولہ نور احمد ٹھیکہ دار از مقام پیلی بھیت چندی لکڑہ پار بروز شنبہ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی دو تین روز کے بعد دوسرے شخص نے نکاح کر لیا ابھی عدت گزری نہیں ہے آیا اُس کا نکاح ہوا یا نہیں اگر نکاح نہیں ہوا تو تین برس تک اُس نے حرام کیا اور حرام کا مرتکب ہوا اب ہم برادری والے اُس پر جرمانہ ڈالنا چاہتے ہیں شریعت اس میں اور کیا حکم لگاتی ہے اور ہم لوگ کون سے اُس کو سزا دیں جو حکم شریعت کرے اُس کو ہم سزا دیدیں آیا اُس کو برادری سے علیحدہ کر دیں یا کچھ لوگوں کو کھانا کھلوا دیں اس کا حکم حضور جلد روانہ فرما دیجیے کیونکہ یہاں پر جھگڑا پڑا ہوا ہی فقط

الجواب

وہ نکاح نہیں ہوا حرام محض ہوا اُن مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں نہ ہوں تو برادری والے اُن دونوں کو قطعاً برادری سے خارج کر دیں اُن سے بول چال میل جول نشست و برخاست سب یک لخت ترک کر دیں اس کے سوا یہاں کیا سزا ہو سکتی ہے اور جبراً کھانا ڈالنا جائز نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۴ مسئولہ عبد اللطیف خاں دُکاندار پیلی بھیت محلہ ڈوری لال بروز یکشنبہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ جس کا ایک لڑکا تھا اُس نے اپنا نکاح زید سے کیا اور جو لڑکا عورت بیوہ یعنی اب زوجہ زید اپنے ہمراہی لیکر آئی تھی اُس کا نام بکر ہے۔ زوجہ زید فوت ہو گئی اور کوئی اولاد زید سے نہیں ہوئی اور نہ کوئی اولاد زید کی تھی مذکور نے اپنا نکاح کسی عورت کے ساتھ کیا جب بکر سے کوئی اولاد نہیں ہوئی بکر نے اپنی زوجہ کو نکال دیا اور طلاق دیدی بعد انقضائے عدت عدت کے زید نے اُس کے ساتھ نکاح کیا آیا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

جائز ہے وہ اس کی بہو نہیں کہ بکر اُس کا بیٹا نہیں اس کی زوجہ کا بیٹا ہے قال تعالٰی وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم وقال تعالٰی واحل لکم ماوراء ذلکم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۵ از شاہجہانپور بروز شنبہ بتاریخ ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ
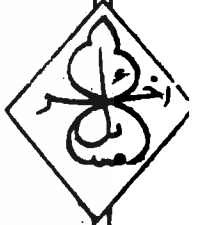
بسم اللہ الرحمن فی ہذہ الصورۃ ایہا العلماء الکرام۔ اول ہندہ کی نسبت اس کی رضا و رغبت سے زید کے ساتھ ہوئی پھر ہندہ کی والدہ نے اس کا نکاح بکر کے ساتھ ہندہ کو اطلاع دیے بغیر کردیا اور ہندہ سے یہ کہدیا کہ اگر تجھ سے کوئی نکاح کے متعلق دریافت کرے تو یہ کہدینا میری ماں کو اختیار ہے جب ہندہ کو اپنے نکاح کی اطلاع ہوئی جو بکر کے ساتھ کیا گیا تھا تو اس نے اس کو قبول نہیں کیا اور اپنی رضامندی سے اپنا نکاح زید کے ساتھ پڑھوالیا (اور اس لڑکی کے سوائے ماں اور بہنوں کے اور کوئی نہ تھا اور عمر لڑکی کی سترہ سال کی تھی) یعنی بالغ تھی۔ سوال یہ ہے ان صورتوں میں ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ صحیح ہوا یا زید کے فقط

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ ہندہ وقت نکاح بکر بالغہ تھی اور ماں نے بے اس کی اجازت کے اس کا نکاح کیا جس کی خبر پاکر اس نے اسے قبول نہ کیا اور اپنا نکاح زید سے کرلیا تو نکاح بکر باطل محض ہوگیا اور اگر ہندہ کے کوئی مرد دادا پردادا کی اولاد کا کہ ولی نکاح ہوسکے نہیں یا زید جس سے ہندہ بالغہ نے برضائے خود نکاح کرلیا ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشے وغیرہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ ہندہ کا اس سے نکاح ولی ہندہ کے لیے باعث ننگ و عار ہو یا اگرچہ کفو نہیں تو ولی نے پیش از نکاح اسے ایسا جانکر اس سے نکاح ہندہ کی صریح اجازت دیدی تو ان صورتوں میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح اور لازم ہوگیا اور اگر زید نہ کفو نہیں اور ہندہ کے ولی نے پیش از نکاح اسے غیر کفو جانکر صریح اجازت نہ دی تو ہندہ کا نکاح زید سے بھی باطل محض ہوا والمسائل کلہا منصوص علیہا فی الدر و غیرہ من الاسفار الغر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از ڈانگا نہ سندیلہ حاجی محلہ متھوا ضلع ہردوئی مرسلہ محمد عبدالوکیل صاحب قلمکار روز شنبہ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ احد الفریقین سنی المذہب ہے اور دوسرا فریق شیعہ امامیہ طریق رکھتا ہے کیا ان دو اشخاص کے باہم عقد مناکحت شرعاً جائز ہے اور یہ کہ ان سے پیدا شدہ اولاد ثابت النسب ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح اصلاً نہوگا والمسألۃ فی الہندیۃ وغیرہا وقد فصلناہا غیر مرۃ فی فتاونا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از گونار یاست گوالیار مقصود علی گرداور بروز شنبہ بتاریخ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

بحضور واقفان طریقت وعالمان نکات شریعت پیشوائے دین احمدی ورہنمائے احکامات محمدی مدظلہ ابعد آداب نیاز

دست بستہ گزارش ہے کہ میں عقد تزویج سلطان احمد خاں میں عرصہ ایک سال کا ہوا آئی اُس کا بھائی سلیمان خاں، ماہ تک میرے والدین کے پاس رہا اُس کی بدچلنی واوباشی سے میرے والدین نے اُس سے کہا کہ چلن اپنا سنبھالو کاش میں ایسا چلن تمہارا خیال کرتا اپنی عورت کو تمہارے سامنے کی آنے کی اجازت نہ دیتا اُس نے کہا میں ابھی جاؤں والد نے کہا جاؤ سلام وہ چلا گیا میری والدہ کو والد نے یہ حکم دیا کہ آج سے تم جس وقت اس کا مونھ دیکھو گی نکاح سے خارج سمجھنا میرا شوہر اُس کو لایا میری والدہ نے پردہ کیا میرے شوہر نے مجھ سے کہا کہ میرے بھائی کو تمہارے والدین نے علیحدہ کیا میں آج سے تمکو علیحدہ کرتا ہوں تمہارا مجھ سے کچھ واسطہ نہیں میں روتی ہوئی اندر آئی وہ چلے گئے صبح کو کریم خاں کو شوہر کے پاس بھیجا بولوایا تو کہا میں چھوڑ چکا اب کیا واسطہ اب اگر کعبہ بھی اُس طرف ہو تو سر نہ جھکاؤں گا گواہوں کے روبرو کہدیا اُس دن سے قریب چھ ماہ کے منقضی ہوئے بالکل میں متروکہ پڑی رہی اب اُس کی ہمشیر نے آکر اول یہ تجویز کیا کسی صورت سے گھر میں لاوے پھر کہا طلاق کا قصور ہو گیا ہے اُس کی تجویز اس طرح کر لیں گے کہ ہم اپنے دوسرے بھائی سے نکاح کرا کر طلاق دلا کر پھر تیسرا نکاح پڑھا لیویں گے کسی کو کچھ معلوم نہو گا یہ میں نے منظور نہیں کیا اور نوٹس زرمہر کا دیا تو اب دعوی رخصت کا کرتا ہے لہٰذا دست بستہ ملتجی ہوں کہ میرا عقد سلطان احمد خاں سے قائم رہا یا ساقط ہوا زرمہر موجل کی میں حقدار ہوں یا نہیں ایام عدت میرے ختم ہو چکے یا باقی ہیں۔ میں شوہر سابقہ سے اب تعلق از دواج سابقہ کا رکھوں تو جائز ہے یا نہیں عنداللہ جواب باصواب سے آگاہی بخشی جائے کہ جس سے دین محمدی کے احکام میں کوئی قصور اس عاصیہ سے نہ سرزد ہو اس کا اجر حضور کو اللہ تعالےٰ دیگا یہ ریاست ہندوستانی ہے کوئی اس قدر لیاقت نہیں رکھتا جو شرعاً حکم دے ویسا راج کا برتاؤ ہے۔

الجواب

بیان مذکور اگر واقعی ہے تو عورت پر طلاق بائن ہو گئی اور نکاح سے نکل گئی اور تین طلاقیں نہ ہوئیں کہ حلالہ کی حاجت ہو جس کے واسطے سلیمان خاں سے نکاح ہو کر طلاق دلا جائے زن و شوہر کی اگر ایک مکان تنہا میں ایک جائی ہو چکی ہے تو کل مہر واجب الادا ہو گیا اور عورت پر روز طلاق سے تین حیض کی عدت لازم ہوئی تین حیض اگر شروع ہو کر ختم ہو گئے تو عدت سے نکل گئی ورنہ ابھی نہیں اور اگر ابھی صرف نکاح ہوا ہے اور ایک مکان میں زن و شوہر کی تنہائی نہ ہوئی تو نصف مہر ساقط ہو گیا اور نصف واجب الادا اور عدت اصلاً نہیں اس طلاق کے بعد عورت اگر چاہے تو سلطان احمد خاں سے دوبارہ نکاح ہو سکتا تھا مگر وہ کلمہ جو اُس نے کہا کہ اگر اُدھر کعبہ بھی ہو تو سر نہ جھکاؤں گا

اسے علمانے کلمۂ کفر لکھا ہے لہٰذا اگر وہ اب توبہ کرے اور تجدید اسلام تو اس کا اس سے نکاح ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۲ از حاجی عثمان ایوب حاجی آدم جی حاجی یعقوب صاحبان ضلع بلاسپور سی پی ۔ ۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

ما قولکم ایہا العلماء الحنفیون رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ اگر زید ایک جماعت کثیرہ کے روبرو بکر سے اس کی دختر کو مانگا اور کہا کہ میں آپ کی دختر کو اپنے پسر کے واسطے مانگنے والا آیا ہوں اور بکر نے بھی بسمع وطاعت قبول کر لیا اور کپڑے وزیورات زید نے حاضر کیے اور بعد قبول وتقسیم شیرینی وغیرہ کے دختر کا بھیجنا بھجانا بھی خاطب کے یہاں برابر ہوتا رہا درمیان میں کسی قدر شکر رنجی کے باعث بکر دختر موصوفہ کو دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے پر آمادہ ہے پس سائل سوال کرتا ہے کہ صورت مذکورۃ الصدر میں ایقاع نکاح ہوا یا نہیں کیا صورت بالا میں بکر دختر موصوفہ کو کسی دوسرے کے نکاح میں دے سکتا ہے یا نہیں بینوا بالدلیل وتوجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

جبکہ وہ جلسہ منگنی کا تھا نہ نکاح کا تو صرف اتنے الفاظ سے کہ سوال میں مذکور ہوئے نکاح منعقد نہ ہوا اسے دوسری جگہ نکاح کر دینے کا اختیار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۳ از نظام علیخاں ولد امام علیخاں پرگنہ سہسوان ضلع بدایوں بھوانی پور خورد ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

ایک شخص ہمارے یہاں موضع بھوانی پور خورد میں پیش امام تھا اس کی بیوی انتقال کر گئی اور اس کی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا ہے جو کہ اس کی سوتیلی ساس تھی یعنی اس کی بیوی کی سگی ماں نہ تھی اب اس کی بابت ہم کو فتوے کی ضرورت ہے حضور کو تکلیف دیتے ہیں کہ اس مسئلہ کو خوب صحیح طور سے ہمکو آگاہ کیجیے گا نکاح درست ہے کہ نادرست ہے وہ کون آیت کلام پاک میں ہے کہ جس سے ناجائز ہے اور وہ کون آیت ہے کہ جس سے جائز ہے اور کون کون پارہ میں ہیں اور کون کون رکوع میں ہیں۔

الجواب

زوجہ کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے کہ سوتیلی ماں ماں نہیں ہوتی قال اللہ تعالیٰ ان امھتھم الا الّٰئی ولدنھم وقال تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذلکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۴ مسئولہ منشی محمد حسین صاحب پوری از شاہجہانپور ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ بتوسط کنور جگندر پال سنگھ بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ ڈپٹی کلکٹر

کیا فرماتے ہیں اسمیں کہ زید کی نانی دو بہنیں ہیں۔ اصلی نانی کی لڑکی تو زید کی اصلی خالہ ہوئی اس سے تو نکاح ہو ہی

نہیں سکتا۔ لیکن نانی کی دوسری بہن کی لڑکی سے جو زید کی رشتہ میں خالہ ہے زید کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔ قال تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذلکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰ از گیا فرحت باغ کوٹھی ایسری پرشاد سنگہ رئیس گیا مسئولہ مظہر الحق صاحب ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اپنے حقیقی ساڑھو کی لڑکی سے عقد ومناکحت جائز ہے یا نہیں

الجواب

ساڑھو کی لڑکی اگر سالی کے بطن سے نہیں تو اُس سے نکاح مطلقاً جائز ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو اور اگر سالی سے ہے یعنی اپنی زوجہ کی بھانجی تو جبتک زوجہ اُس کے نکاح میں ہے اُس کی بھانجی سے نکاح حرام ہے ہاں عورت کو طلاق دیدے اور عدت گزر جائے یا عورت مرجائے اُس وقت اُس کی بھانجی سے نکاح جائز ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۱ مسئولہ مولوی عزیز الحسن صاحب قادری رضوی برکاتی پھپوند ضلع اٹاوہ بتاریخ ۳ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ نبوی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے جماع بین الاختین کیا اور اولادیں دونوں سے ہیں۔ پس از روئے شرع اقدس یہ اولادیں اور بیویاں جائز قرار پائیں گی یا نہیں اور پانے ترکہ زید کی مستحق ہونگی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اگر دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا دونوں حرام اور اگر آگے پیچھے کیا تو پہلی کا نکاح بے خلل دوسری کا حرام پھر جب دوسری سے قربت کی پہلی سے قربت بھی حرام ہوگئی جبتک اسے جدا کرکے عدت نہ گزر جائے اولادیں بہرحال ولد الحرام ہیں جیسے وہ نطفہ جو حالت حیض میں ٹھہرا مگر ولد الزنا نہیں۔ زید کا ترکہ ان سب اولاد کو ملیگا ہاں دونوں سے معاً نکاح کیا تو دونوں زوجہ ورنہ پچھلی ترکہ نہ پائے گی یہ سب اس صورت میں ہے کہ دونوں سے نکاح کیا ہو اور اگر زوجہ نکاح میں ہے اور سالی سے زنا کیا تو زوجہ سے قربت بھی حرام نہ ہوگی نہ اُس کی اولاد ولد الحرام ہوگی سالی سے جو بچے ہونگے ولد الزنا ہونگے اور زید کا ترکہ نہ پائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۲ مرسلہ میاں معروف صاحب ضلع اٹک ڈاک خانہ خود بتاریخ ۵ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لا تنکح المرأۃ علی عمتہا والمرأۃ علی خالتہا نسائی وغیرہ بینوا توجروا۔
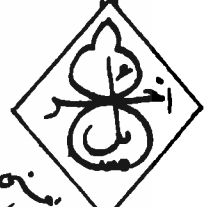
جواب

صریح نص سے پایا جاتا ہے۔ احل لکم ماوراء ذالکم کا یہ تو حل ثابت ہوگئی اور حدیث میں کلامی لاینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی۔ تو تطبیق کی کچھ حاجت نہ رہی جب ناسخ ٹھہری تو حرمت اٹھ گئی حل پر حکم پایا گیا۔

الجواب

لا تنکح المراۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا حدیث صحیح مشہور ہے مع ہذا وہ مخالف قرآن نہیں بلکہ آیہ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقہ محرمیت مراد ہے علاوہ بریں کریمہ واحل لکم ما وراء ذلکم عام مخصوص منہ البعض ہے قال اللہ تعالٰی ولا تنکحوا المشرکت حتی یومن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم حدیث کلامی لا ینسخ کلام اللہ محض بے اصل ہے خود صحاح احادیث کثیرہ میں ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیکھو ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے فکرا اپنی مسند پر تکیہ لگائے یہ کہے ہم نہیں جانتے جو قرآن میں حلال پائیں گے اسے حلال کہیں گے اور جو قرآن میں حرام پائیں گے اُسے حرام کہیں گے الا وانی اوتیت القران ومثلہ معہ۔ سن لو مجھ کو قرآن دیا گیا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل اور الا وان ماحرم رسول اللہ مثل ماحرم اللہ سنو بیشک جسے رسول اللہ نے حرام کیا وہ ایسا ہی حرام ہے جسے اللہ نے حرام کیا خود رب العزۃ تبارک وتعالٰی قرآن عظیم میں کافروں کی حالت بیان فرماتا ہے ولا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہ کافر حرام نہیں جانتے اُن چیزوں کو جنہیں اللہ اور اللہ کے رسول نے حرام کیا اور مسلمانوں سے فرماتا ہے ما اتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتہوا جو کچھ رسول تمکو عطا فرمائیں اُس کو لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ف: حدیث کلامی لاینسخ کلام اللہ بے اصل ہے۔

مسئلہ تمتہ ۹ مسئلہ عنایت اللہ خانصاحب موضع مسسوتہ ضلع رامپور ۴ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغ کے والدین نے اپنی برادری میں ایک لڑکے نابالغ سے نسبت یعنی منگنی کر دی کچھ عرصہ کے بعد لڑکی کا باپ فوت ہوگیا اس کی ماں نے بوجہ تنگی معاش بلا نکاح اُس لڑکے نابالغ کے باپ کو بلا کر رخصت کر دیا جس کے ساتھ نسبت ہو چکی ہے اُس نے اپنے مکان پر لیجا کر نکاح اپنے پسر نابالغ کے ساتھ پڑھوالیا اب کچھ عرصہ کے بعد اُس کی ماں لڑکی کو رخصت کرا لائی اور دوسری جگہ نکاح کر دیا جس کو اب پانچ یا چھ سال ہو چکے اب وہ شخص جس سے پہلے نکاح ہوا تھا دعویدار ہے کہ میرے ساتھ رخصت کرائی جاوے میری منکوحہ ہے۔ ماں لڑکی کی پہلے نکاح سے انکار کرتی ہے اور لڑکی بھی پہلے نکاح سے بے خبری بیان کرتی ہے۔ رخصت کرنے کا اور اس کی منگنی کا ماں اقرار کرتی ہے جس سے اُس وقت
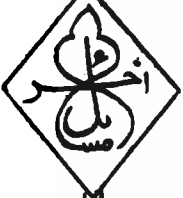
اجازت نکاح قرینہ سے پائی جاتی ہے گو کہ اب انکار کرتی ہے لہذا ایسی صورت میں بموجب شرع شریف جو حکم ہو صادر فرمائیے کہ نکاح اول کا صحیح رہا یا دوسرے کا کیونکہ بموجودگی ولی صرف رخصت کر دینا اجازت نکاح ولی کیجانب سے کسی فضولی کو نکاح کرنے کے لیے کافی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ وہ نکاح یعنی نابالغی میں ہوا تھا اور دوسرا نکاح بالغ ہونے پر اس پر عورت بھی راضی ہے۔

الجواب

جس نابالغ کا کوئی عصبہ ہو یعنی اُس کے دادا پردادا کی اولاد کا قریب تر مرد ہو وہ اُس کے نکاح کا ولی ہے اُس کے ہوتے ماں کو بھی اختیار نہیں وہ نکاح کہ لڑکے کے باپ نے پڑھوالیا اجازت ولی پر موقوف تھا عصبہ ہو تو وہ ورنہ ماں اگر ولی کی اجازت ہوگئی تھی اور لڑکا اس کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں کسی بات میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس سے نکاح ولی کے لیے باعث ننگ و عار ہو تو پہلا نکاح صحیح ہو گیا اور دوسرا باطل ہے ورنہ دوسرا صحیح ہو گیا اور پہلا باطل ہے لان البات اذا طرء علی موقوف ابطله واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴: مسئولہ عبدالسلام صاحب پوسٹ ماسٹر ڈاکخانہ دوسہ راج جے پور ۹ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین صورہائے مندرجہ ذیل میں۔ ۱۔ لڑکی کتنے برس کی عمر میں بالغ شمار ہوتی ہے اگر بالغہ برضائے خود کسی کے ساتھ نکاح کرے تو وہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں۔ ۲۔ زید نابالغ العمر ۱۱ سال جو ہندہ اور خالد کے حقیقی تایا کا لڑکا ہے وہ بولایت بکر کے جو زید کا چار پشت کے فاصلہ سے چچا ہوتا ہے۔ ہندہ بعمر ۸ اسال اور حقیقی برادر ہندہ سے خالد بعمر ۵ اسال کے ولایت کا بمقابلہ ہندہ و خالد کے حقیقی نانی کے مدعی ہے۔ شرعاً زید کا یہ دعوے صحیح ہے یا نہیں یعنی ہندہ اور خالد کی ولایت اس صورت میں حقیقی نانی کو پہنچتی ہے یا زید نابالغ تایا زاد بھائی کو یا بکر کو جو چار پشت کے فاصلہ سے چچا ہوتا ہے۔

الجواب

۱۔ لڑکی کم از کم نو برس میں اور زیادہ سے زیادہ پندرہ برس کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے اس بیچ میں جب آثار بلوغ ظاہر ہوں بالغہ ہے ورنہ پندرہ سال پورے ہونے پر حکم بلوغ دیدیا جائیگا اگرچہ آثار بلوغ کچھ نہ ظاہر ہوں۔ بالغہ بے اذن ولی خود اپنا نکاح کر سکتی ہے مگر کفو میں یعنی جس سے نکاح کرے وہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں اس سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ نکاح ہونا اس کے ولی کے لیے باعث ننگ و عار ہو اگر غیر کفو سے برضائے خود نکاح کریگی اور ولی رکھتی ہے اور اس نے پیش از نکاح غیر کفو جانکر بالتصریح اجازت نہ دی تو نکاح اصلاً نہ ہوگا
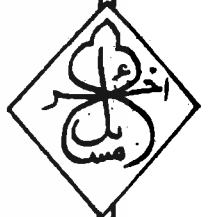
ہاں اگر کوئی ولی نہیں رکھتی یا ولی نے پیش از نکاح شوہر کو غیر کفو جانکر بالتصریح اجازت دی تو اس سے بھی نکاح صحیح ہوجائیگا۔

۲ـ خالد کی جبکہ عمر پندرہ سال کامل ہے تو وہ شرعًا بالغ ہے اور اپنے نفس کا خود ولی ہے کسی ولی کا محتاج نہیں اور ہندہ کہ اٹھارہ سال عمر رکھتی ہے اس پر ولایت جبریہ کسی کو نہیں کہ خود بالغہ ہے اور ولایت غیر مجبرہ اس کے بھائی کو ہے اس کے ہوتے نانی یا بکر کوئی چیز نہیں اور زید نابالغ کو دوسرے کا ولی بنانا جنون ہے نابالغ کسی کا ولی نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ مرسلہ جناب ولی محمد صاحب بیتاب مدرس سررشتہ تعلیم ریاست ہلکر اندور بمبئی بازار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ایک کمسن لڑکی کا نکاح اس کے دادا نے ایک نہایت ہی کمسن لڑکے زید سے کردیا۔ ہندہ اس وقت بالکل بالغہ ہی مگر زید نابالغ کم ازکم پانچ برس اس کی بلوغت کو درکار ہیں ہندہ اور زید میں زن وشوہر کا تعلق ہونا کیا معنے بلکہ ہندہ کی آج تک اپنے میکہ سے رخصتی ہی نہیں ہوئی ہے۔ زید کے یہاں زید کے والد کی حین حیات سے جس کا انتقال یکایک ہوگیا اور گو مشتبہ مگر ابتک نامعلوم کسی نہ کسی وجہ سے اس سانحہ کی خبر زید کے چچا تک کو نہ دی گئی تھی ایک پردیسی نوجوان ملازم چلا آتا ہے زید کے والد مشتبہ جوانامرگ کے بعد اس ملازم نے زید کے مکان میں وہ رسوخ حاصل کیا کہ ہر سیاہ سفید وہی کرتا ہے اور اس کے چوبیس گھنٹہ اس مکان میں رہنے سے جہاں کوئی دوسرا بالغ مرد بطور رکن خاندان کے نہیں رہتا ہے زید کے خاندان کو ایک زمانہ حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور درپردہ مورد اتہام ہے۔ زید کے چچا نے سانحہ مذکورہ بالا سے متعجب ہوکر اس ملازم کے گزشتہ چال چلن کی نسبت جو تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ابتدا سے یہ ایک آوارہ چلن شخص ہے حتی کہ اس کے والدین نے بھی اس کو مکان سے نکال دیا تھا اس کے بعد وہ عرصہ تک ناٹکوں میں ناچتا رہا گاتا بجاتا رہا۔ اس تحقیق کے بعد متأثر ہوکر زید کے چچا نے جو زید کا جائز طور سے سرپرست ہے زید کی والدہ سے درخواست کی کہ اس ملازم کو مکان سے علیحدہ کردیا جائے۔ مگر زید کی والدہ نے یہ جواب دیا کہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ چاہے کچھ بھی ہو۔ نہ ملازم مجھ سے نہ میں ملازم سے جدا ہوسکتی ہوں۔ ان تمام وقوعات سے ہندہ بخوبی واقف ہے۔ وہ سسرال جانے سے خود کی عصمت دری اور آبرو ریزی کے خوف کے علاوہ اپنی جان معرض خطرہ میں سمجھتی ہے۔ اس لیے سسرال ہرگز نہیں جانا چاہتی بلکہ اپنے خاندان کے حفظ آبرو کے لحاظ سے تفریق کے بعد دوسرا نکاح کرلینا چاہتی ہے اس صورت میں ہندہ کے لیے کیا حکم ہے بینوا توجروا۔
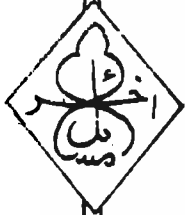
الجواب

ہندہ کا اگر باپ نہیں اور دادا نے نکاح کر دیا اور ہندہ وقت نکاح نابالغہ تھی گو اب بالغہ ہے یا بالغہ تھی اُس سے اذن لیکر نکاح کیا یا نے اُس کی اجازت کے نکاح کیا مگر بعد وصول خبر اُس نے اجازت دی یا دادا آپ اذن لینے آیا تھا اور ہندہ نے سکوت کیا تو ان سب صورتوں میں نکاح منجانب ہندہ لازم ہو گیا اس کا فسخ ناممکن ہے تفریق ہو تو موت یا طلاق سے اور نابالغ کی طلاق باطل ہے نہ اُس کی طرف سے اُس کا کوئی ولی طلاق دے سکے واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۱۲ برس ہوئے کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا لیکن ہندہ نے بوقت نکاح زبان سے ایجاب نہیں کیا تھا نہ انکار کیا بلکہ سکوت اختیار کیا ایک دوسری عورت نے جو عروس کے پاس موجود تھی وکیل سے یہ کہدیا کہ ہندہ منظور کرتی ہے۔ ہندہ کا بیان ہے کہ اُس وقت میں بالکل خالی الذہن تھی نہ میرے دل میں اقرار تھا نہ انکار کا خیال بلکہ دوسرے خیالات رنج وغم و نئی زندگی شروع ہونے کے ترددات میں مبتلا تھی دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ نکاح شرعًا درست ہوا یا نہیں اور اگر نہیں تو زید و ہندہ کو مواخذہ عقبےٰ سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے بینوا توجروا مزید عرض ہے کہ جواب جلد مرحمت ہو کیونکہ ہندہ مواخذہ عقبےٰ کے خیال سے نہایت خائف و ترساں ہے فقط

الجواب

ہندہ سے اذن لینے کے لیے کون آیا تھا وہ سب سے قریب تر ہندہ کا ولی یا اُس ولی کا بھیجا ہوا یا کون تھا ہندہ کی رخصت ہوئی یا نہیں قبل رخصت ہندہ کے کسی قول یا فعل سے اس نکاح کی خبر سُنکر اظہار رغبت یا نفرت ہوا یا نہیں ان تمام باتوں کی تفصیل پر جواب دیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

جوابات امور مستفسرہ

ہندہ کے والد کے چچا زاد بھائی یعنی ہندہ کے رشتہ کے تایا اذن لینے گئے تھے۔ یہ یاد نہیں کہ اس وقت کس نے انھیں اس کام پر متعین کیا تھا بالعموم ایسے بزرگ خاندان جن سے لڑکی پردہ نہ کرتی ہو بھیجے جاتے ہیں چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہندہ کا باپ اُس شہر میں موجود نہ تھا اُس نے ہندہ کے ماموں کو اس نکاح کے مراسم و تقریبات ادا کرنے کے لیے بذریعہ خط مامور کیا تھا یہ کہا جا سکتا ہے اذن لینے کے لیے ہندہ کے ماموں ہی نے وکیل کو متعین کیا ہو گا درحقیقت یہ یاد نہیں ہے۔ رخصت اس ہفتہ میں ہو گئی کوئی امر ہندہ کی رغبت و رضامندی کے خلاف نہ اُس وقت نہ آج تک بارہ برس گزرنے
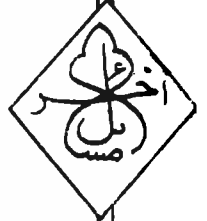
کے بعد تک کوئی امر ایسا ظہور پذیر نہ ہوا جس سے ہندہ کی نارضامندی ظاہر ہو بلکہ کمال اتحاد سے زن و شو بسر کرتے ہیں یہ سوال صرف ہندہ کے اس توہم کی بنا پر پیدا ہوا ہے کہ مبادا نکاح صحیح نہ ہوا ہو اور عنداللہ مواخذہ باقی رہے اس کا اطمینان مقصود ہے۔

الجواب

اگر صورت واقعیہ یہی ہو تو اگرچہ از انجا کہ اذن لینے والا ولی اقرب نہ تھا ہندہ کا سکوت اذن نہ ٹھہرے اور وہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور ہندہ کی اجازت پر موقوف رہا مگر جبکہ پیش از رخصت ہندہ سے کوئی قول و فعل ایسا واقع نہ ہوا جس سے ہندہ کا اس نکاح سے ناراض ہونا سمجھا جاتا اور ہندہ برضا و رغبت رخصت ہو کر شوہر کے یہاں آئی تو وہ نکاح موقوف نافذ و تام ہو گیا اس میں کوئی اندیشہ مواخذہ کا نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۸و۹۹ از گونڈل کاٹھیاواڑ مسئولہ جناب سیٹھ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب رضوی تاریخ ۷ رجب ۱۳۳۴ھ روز شنبہ

یہاں پر یہ رواج ہو چلا ہے کہ وقت نکاح وکیل کے ہمراہ دو گواہ نہیں جاتے ہیں اور قاضی وکیل کی وکالت اور حاضرین کی شہادت سے نکاح پڑھا دیتا ہے آیا یہ امر عندالشرع محمود ہے یا مردود نیز اس ترکیب سے مذہب حنفی میں نکاح صحیح ہو جائیگا یا نہیں وکیل کو اپنے ساتھ دو گواہ کا رکھنا اور ان شاہدوں کو عورت کی اجازت سننا ضروری ہے یا نہیں اگر اس طرح نہ کرکے بطریق ان مروجہ پر مدام عمل کرنے پر سب گنہگار ہیں یا نہیں۔

الجواب

وکیل کے ساتھ شاہدوں کی حاجت کچھ نہیں اگر واقع میں عورت نے وکیل کو اذن دیا اور اس نے پڑھا دیا نکاح ہو گیا ہاں اگر عورت انکار کریگی کہ میں نے اذن نہ دیا تھا تو حاکم کے یہاں گواہوں کی حاجت ہوگی یہ تو کوئی غلطی نہیں ہاں یہ ضرور غلطی ہے کہ وکیل ہوتا ہے کوئی اور نکاح پڑھاتا ہے دوسرا مذہب صحیح و ظاہر الروایۃ میں وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا اس میں بہت دقتیں ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے لہذا یہ چاہیے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے اسی کے نام کی اجازت لی جائے یا اذن مطلق لے لیا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

نوشہ کا وقت نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

الجواب

خالی پھولوں کا سہرا جائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و معمول ہیں سب ناجائز و حرام واللہ تعالٰی اعلم۔

ولیمہ شریف کا کھانا کھلانا شریعت مطہرہ کے کس حکم میں داخل ہے اس کا تارک کیسا ہے نیز جس شہر کے لوگوں میں سے
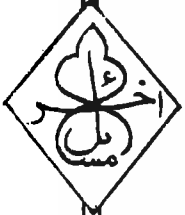
کوئی بھی بعد نکاح ولیمہ نہ کرتا ہو بلکہ پہلے نکاح کے اول روز جس طرح کے رواج ہے کھلا دیتا ہو تو اُن سب لوگوں کے لیے شریعت نبوی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم شریف کیا ہے۔

الجواب

ولیمہ بعد نکاح سنت ہے اُس میں صیغۂ امر بھی وارد ہے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اولم ولو بشاۃ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی دُنبہ یا اگرچہ ایک دُنبہ دونوں معنے محتمل ہیں اور اول اظہر تارکان سنت ہیں مگر یہ سنن مستحبہ سے ہے تارک گناہگار نہوگا اگر اُسے حق جانے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ از ضلع ہزاری باغ ڈاکخانہ چترپور مقام چترپور مسئولہ محمد عبدالرحمٰن صاحب روز پنجشنبہ تاریخ ۲۲ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اس مسئلہ میں کہ زید کی بی بی نے بحالت شیرخوارگی اپنے بیٹے عمرو کے اندر مدت رضاعت کے بکر کو دودھ پلایا بعدہ زید کی بی بی سے تین لڑکے مسمیان محمد سعید ومحمد فاضل ومحمد سلیم تولد ہوئے تو اب بکر کی لڑکی سے محمد سلیم جو برادر حقیقی عمر کا ہے نکاح جائز ہے یا نہیں بحوالہ وبدرج عبارات کتب معتبرہ حنفیہ ارشاد ہو۔

الجواب

بکر کی لڑکی زوجہ زید کی اگلی پچھلی سب اولاد کی حقیقی بھتیجی ہے اور باہم مناکحت حرام قطعی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰ مسئولہ جناب عبدالستار ابن اسمٰعیل صاحب از شہر گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ یکشنبہ ۹ شعبان ۱۳۳۴ھ

بعض لوگ اپنی لڑکیاں اس ملک میں ہزار دو ہزار روپیہ لیکر کفو یا غیر کفو سے نکاح کر دیتے ہیں اس میں بعض وقت عمر کا بھی خیال نہیں رکھتے یعنی جو شخص زائد رقم دے اُس سے نکاح کر دیتے ہیں آیا ایسی رقم کا لینا والدین کے حق میں مباح ہے یا نہیں اگرچہ والدین غریب ہوں اور اس طرح پر قسم لیکر غیر کفو یا بڑی عمر والے کے ساتھ نکاح کر دینا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

مال کے سبب ف۱ اپنی اولاد کا نکاح غیر کفو سے اُس کے حق میں بدخواہی ہے اور یہ روپیہ رشوت میں داخل ہے فتاوی خیریہ میں اس جزئیہ پر بحث فرمائی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف۱: پیسہ پر بیاہ کر دینا رشوت ہے۔

مسئلہ ۱۰۱ مسئولہ عابد خاں معرفت منشی خدابخش صاحب ٹھیکدار صدر بازار۔ بریلی۔ دوشنبہ ۱۰ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس بارے میں کہ زید بکر کا چچازاد بھائی ہے اور رضاعی بھی زید کے صرف ایک
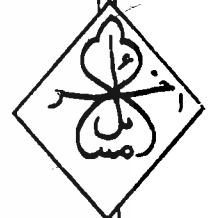
حقیقی چھوٹا بھائی ہے اور بکر کے ایک چھوٹا بھائی ہے اور ایک بہن جو کہ حقیقی ہیں اور بکر کی بہن دونوں بھائیوں سے چھوٹی ہے تو زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے جائز ہے یا نہیں چونکہ زید اور بکر دونوں آپس میں رضاعی بھائی ہیں۔

الجواب

بکر نے اگر زید کی ماں کا دودھ پیا ہے تو زید اور اُس کا بھائی بکر کے بھائی ہوئے نہ کہ خواہر بکر کے اور اگر بکر نے زید کی ماں کا دودھ پیا ہے تو زید خواہر بکر کا بھائی ہوا نہ کہ زید کا بھائی بہر حال زید کے بھائی اور بکر کی بہن میں نکاح جائز ہے لقولہم تحل اخت اخیہ رضاعاً واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۱-۱۰۳۲ مسئولہ عنایت حسین خاں محرر تھانہ دوسہ علاقہ ریاست جے پور ملک راجپوتانہ ۲۱ شعبان ۱۳۳۲ھ

(۱) کیا نابالغ لڑکی برضامندی خود اور خلاف مرضی ولی جائز کے اپنا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں (۲) بالغہ برضامندی خود اور خلاف مرضی ولی جائز کے اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو وہ نکاح درست ہی یا نہیں اور اگر ولی نے قبل از نکاح غیر کفو میں نکاح کرنے سے منع کردیا ہو اور پھر بھی کسی طرح پوشیدہ یا زبردستی کسی غیر کفو کے ساتھ لڑکی نے نکاح کرلیا ہو تو اُس کے ولی کو اُس نکاح کے تنسیخ کا اختیار ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) ہرگز نہیں ہاں ولی کے اذن سے کرسکتی ہے جبکہ سمجھ وال ہو یا بطور خود کرے اور ولی بعد اطلاع اُسے جائز کردے تو جائز ہو جائیگا رد کردے تو باطل ہو جائیگا درمختار میں ہے الولی شرط صحۃ نکاح صغیر الخ اقول الوجہ تقدیر النفاذ فان الموقوف من الصحیح غیر انہ اراد بالصحۃ النفاذ علی التبادر واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) شرع میں غیر کفو وہ ہے کہ نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اُس کے ساتھ عورت کا نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار ہو ایسے شخص سے اگر بالغہ بطور خود نکاح کرلے گی نکاح ہوگا ہی نہیں اگرچہ نہ ولی نے منع کیا ہو نہ اُس کے خلاف مرضی ہو یہ نکاح اُس صورت میں جائز ہوسکے گا کہ ولی نے پیش از نکاح اُس غیر کفو بمعنی مذکور کی حالت مذکورہ پر مطلع ہو کر دیدہ و دانستہ صراحۃً بالغہ کو اُس کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہو ان میں سے ایک شرط بھی کم ہو تو بالغہ کا کیا ہوا وہ نکاح باطل محض ہوگا اور ولی کو اُس کے فسخ کرنے یا اُس کا فسخ چاہنے کی کیا حاجت کہ فسخ تو جب ہو کہ نکاح ہو لیا ہو یہ تو سرے سے ہوا ہی نہیں درمختار میں ہے یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً واللہ تعالیٰ اعلم ہاں عوام کے محاورہ میں غیر کفو اُسے کہتے ہیں جو اپنا ہم قوم نہ ہو مثلاً سید کو شیخ یا شیخ اور پٹھان یا پٹھان

اور مثل ایسا غیر کفو اگر اُس شرعی معنی پر غیر کفو نہ ہو تو بالغہ کا بے اذن ولی بلکہ بنا راضی ولی اُس سے نکاح کر لینا جائز ہے اور ولی کو اُس پر کوئی حق اعتراض نہیں در مختار میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰: آگرہ چھاونی انجن گودام جی آئی پی ریلوے بابو محمد نیاز خاں اسٹورس کلرک روز چہارشنبہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب کو بعد سلام سنت اسلام و محبت مشام آنکہ معلوم ہو کہ حضور کو میں تکلیف دیتا ہوں کہ اس مسئلہ میں علما کیا فرماتے ہیں میرے ایک عزیز کا عقد ایک مسماۃ کے ساتھ ہوا اور اُس مسماۃ کے والدین نے لڑکی کی رخصت ۵ ماہ کے بعد کی مگر اس درمیان میں ایک نقص مسماۃ کے بعد ۳ ماہ کے خفیہ ظاہر ہوا ہے کہ مسماۃ کو سفید کوڑھ و برص کہتے ہیں وہ ہے اور اُس مسماۃ کے والدین سے دریافت کرنے پر اب ظاہر کیا ہے کہ کچھ شکم کا داغ ہے اول نکاح کے ظاہر نہ کیا اگر مسماۃ کو رخصت کرکے نہ لایا جائے اپنے گھر پر تو وہ مہر کی مستحق ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور لڑکا اپنا خرچہ اُس کے والدین سے لے سکتا ہے یا نہیں فقط

الجواب

نکاح صحیح و تام ہو گیا دو باتوں سے ایک فرض ہے یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا اچھی طرح چھوڑ دینا۔ اگر قبل خلوت طلاق دی جائے گی آدھا مہر ساقط ہو جائے گا نصف واجب الادا ہو گا شادی[ف۱] میں جو اُٹھا دیا خرچ کر دیا اُس کا تاوان کسی پر نہیں ہاں جو زیور یا کپڑے چڑھاوے میں دیے ہوں اور عورت کو اُن کا مالک کر دینے کی وہاں رسم نہ ہو یہ تملیک نہ سمجھی جاتی ہو نہ تملیک کی ہو تو اُن اشیا کے واپس لینے کا شوہر کو اختیار ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱: از جبلپور پریس انجمن محمد یوسف یکشنبہ ۱۹ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص حنفی المذہب نے اپنا نکاح قاضی شافعی المذہب یا اہل حدیث غیر مقلد سے بموجب قاعدہ احناف پڑھوایا پس اُس کا نکاح جائز ہوا یا نہیں اور بصورت ناجائز ہونے نکاح حسب خیال مؤلف فتح المبین تجدید نکاح کی ضرورت ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اگر کوئی[ف۲] واقعی شافعی المذہب ہے تو شافعیہ مثل ہمارے اہلسنت ہیں اس میں تو کوئی حرج ہی نہیں جبکہ اُس نے نکاح ایسے طور پر نہ پڑھایا ہو کہ وہ مذہب حنفی میں صحیح نہیں اور غیر مقلدین صرف تارک تقلید نہیں بلکہ اُن کا مذہب بہت عقائد کفریہ پر مشتمل ہے جس کی قدرے تفصیل الکوکبۃ الشہابیہ میں ہے نکاح پڑھوانا ایک تو بطور رسم ہوتا ہے جیسے نکاح خواں قاضی مقرر ہوتے ہیں یوں پڑھوایا اور اُس نے حنفی مذہب کے طور پر صحیح پڑھایا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں

ف۱: مسئلہ اگر کسی وجہ سے تفریق ہو جائے تو شادی کے مصارف کا تاوان نہیں لے سکتا۔

ف۲: مسئلہ شافعی حنفی کا نکاح اگر مذہب حنفی کے طور پر پڑھا دے حرج نہیں غیر مقلد

اور ایک نکاح پڑھوانا بطور تعظیم ہوتا ہے کہ اُس کو معظم اور متبرک سمجھکر اُس سے پڑھوانتے ہیں اگر یوں پڑھوایا اور اُس کو غیر مقلد نہ جانتا تھا کہ وہابیہ میں تقیہ بکثرت ہے تو یوں بھی تجدید نکاح کی ضرورت نہیں جبکہ اُس نے صحیح طور پر پڑھایا ہو اور اگر غیر مقلد جانکر اُسے معظم و متبرک سمجھا اور اُس سے نکاح پڑھوایا تو نہ فقط تجدید نکاح بلکہ تجدید اسلام کی بھی حاجت ہے واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶ از راجپوتانہ کوٹہ محلہ رامپورہ متصل مسجد مومنان عبدالصمد ملازم بینڈ باجہ دوشنبہ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد شافعی ہیں یا نہیں اور ہندہ بالغہ نو ماہ سے بیوہ ہے اور ۲ دو بچے بھی رکھتی ہے اپنی والدین کی بلا رضامندی و عدم موجودگی کے برضامندی و رغبت خود بلا خوف و ترغیب کے زید حنفی سے خود قاضی کے مکان پر جاکر ہمراہی چند آدمی نکاح پڑھ لیا۔ پھل و شیرینی و نئے کپڑے وغیرہ پہنے نہیں گئے دو گواہ اور ایک وکیل اور قاضی نے ایجاب قبول ارکان نکاح پورے طور پر ادا کر دیے کیا یہ نکاح ناجائز ہے۔ اور بعد نکاح زید و ہندہ نے مثل زن و شوہر کے ہم بستری کی اور صرف تین دن ہندہ زید کے پاس رہی اور اب ہندہ نکاح سے منکر ہے اور اپنے بچاؤ کے لیے کہتی ہے کہ غیر مقلد ہوں اور شافعی مذہب میں بغیر ولی کے نکاح ناجائز ہے اس کے برخلاف قاضی و دو گواہ و وکیل حلفیہ نکاح ہونا بیان کرتے ہیں قاضی حلف سے یہ بیان کرتا ہے کہ ہندہ نے نکاح کے پیشتر اُس کے دریافت کرنے پر کہا تھا کہ میں سنت جماعت یعنی حنفی ہوں اس کا یقین ہونے پر قاضی نے نکاح پڑھایا کیا ہندہ کا کہنا نکاح کے ناجوازی کے لیے صحیح ہے بینوا توجروا۔

الجواب

غیر مقلد شافعی نہیں بلکہ اہل بدعت و اہوا و اہل نار ہیں طحطاوی علی الدر المختار میں ہے فمن کان خارجا من ھؤلاء الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار ہندہ نے جس سے نکاح کیا اگر وہ ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اُس سے ہندہ کا نکاح اولیائے ہندہ کے لیے باعث ننگ و عار ہو تو بیشک نکاح صحیح و لازم ہو گیا ہندہ کے انکار سے اب مٹ نہیں سکتا اگرچہ ہندہ واقع میں شافعیہ ہوتی خلاصہ و بحر و مختار میں ہے اذا سئل ما قول الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷ از ضلع پرتاب گڑھ مانک پور ظہور حسام چہارشنبہ ۲۲ شوال ۱۳۳۴ھ

زید محض غریب آدمی ہے جائداد وغیرہ کچھ نہیں رکھتا صرف پیشہ طبابت وغیرہ سے کام چلتا ہے اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مہر سوا لاکھ روپے سے کم نہ ہوگا عمرو جس کو لڑکی منسوب ہے وہ اُس سے بھی زیادہ غریب

ہے غربت کی وجہ سے عمرو اس قدر دین منظور نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں محض غریب آدمی ہوں سوالاکھ روپے
میں نے کبھی دیکھا بھی نہیں ہے اس قدر مہر میں ہرگز قبول نہ کرونگا غرضکہ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زیادتی اگرچہ
مہر مستحسن ہے لیکن حیثیت کا کچھ لحاظ رکھنا ضروری ہے یا نہیں شارع علیہ السلام نے حیثیت زوج کا کچھ لحاظ کیا ہے
ایسی صورت میں کہ عمرو کی حیثیت سے کہیں زیادہ ہے نکاح سوالاکھ مہر پر کیسا ہوگا اور اگر ہوگیا تو حدیث شریف
میں جو آیا ہے کہ اگر مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہوئی تو زنا ہوگا اور لڑکے حرامی اُس کے خلاف ہوگا یا نہیں اور نکاح جائز
ہوگا یا نہیں فقط

الجواب

حیثیت کا لحاظ رکھنا مناسب ہے مگر نکاح ہر طرح ہو جائیگا اگرچہ نان شبینہ کے محتاج پر تمام خزاین دُنیا کے برابر مہر باندھا
جائے مہر نکاح میں اصل نہیں ولہذا نفی مہر کے ساتھ بھی نکاح صحیح ہے مہر مثل لازم ہوگا اور جب رقم معین کردی اگرچہ کسی قدر
کثیر تو وہ ضرور ذمہ پر لازم ہوگی انسان اگرچہ بادشاہ ہفت اقلیم ہو اُس کی حیثیت محدود ہے ذمہ کی وسعت محدود نہیں
اگر محتاج محض ہو حدیث میں فرمایا المال غاد ورائح[1] وہ کہ جنھیں روٹی نصیب نہ تھی آنکھوں دیکھتے والی ملک ہوگئے البتہ یہ
ضرور ہے کہ طرفین اُسے دین سمجھیں اور شوہر نیت ادا رکھے ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ محض مفلس تھے نکاح کیا مہر کثیر کی
درخواست کی گئی قبول فرمالی اور فرمایا علی اللہ وعلی رسولہ المعول[2] اللہ اور اُس کے رسول پر بھروسہ ہے یعنی وہ عطا فرمادینگے
چنانچہ ایسا ہی ہوا خود قرآن عظیم میں فرماتا ہے ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ
ورسولہ انا الی اللہ راغبون[3] اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہوتے اللہ و رسول کے دیے پر اور کہتے اللہ ہمیں کافی ہے اب
ہمیں دیتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے بیشک ہم اللہ ہی کی طرف روئے نیاز لاتے ہیں ایسی حالت میں کوئی
الزام بھی نہیں بلکہ نکاح نیت صحیحہ اور حاجت صادقہ کے ساتھ کیا گیا ہے تو حسب وعدہ صادقہ حدیث صحیح اللہ عزوجل اُس
دین کا ضامن ہے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک بار خطبہ میں مغالات فی المہور یعنی حیثیت سے
زیادہ مہر باندھنے پر انکار شدید فرمایا حاضرین میں سے ایک بی بی اُٹھیں آیہ کریمہ واٰتیتم احدٰھن قنطارا تلاوت
کی جس میں سونے کا ڈھیر عورت کے مہر میں مقرر کرنا جائز فرمایا گیا فوراً امیر المؤمنین نے انکار سے رجوع فرمائی اور
بکمال تواضع فرمایا اللھم کل احد افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال ہاں یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی
نیت نہ ہو اگرچہ اُس کی حیثیت سے کتنا ہی کم ہو اسی کو حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ حشر میں زانی و زانیہ اُٹھائے جائینگے
یہ اُس حدیث میں بھی نہیں کہ وہ شرعاً زانی و زانیہ ہیں اور اولاد حرامی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مہر چاہے جتنا کثیر مقرر کریں اگرچہ شوہر مفلس ہو نکاح ہو جائے گا اور مہر لازم ہوگا مگر یہ ضرور ہے کہ زن و شو اسے دین جانیں۔

مسئلہ ۱۰۸ از بیلی محلہ ذخیرہ چہار شنبہ ۲۲ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وعمرو آپس میں حقیقی بھائی ہیں زید کے لڑکے نے زوجہ عمرو کی چھاتی اتفاقیہ درانحالیکہ وہ سورہی تھی اور چار یا پانچ ماہ کی نو حاملہ بھی تھی یعنی پہلا حمل تھا اپنے مونھ میں لے لی زوجہ عمرو کا بیان ہے کہ جس وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے لڑکے کو دیکھا کہ میری چھاتی اپنے مونھ میں لیے ہوئے اس طرح مونھ چلارہا ہے جیسے بچے دودھ پیتے ہیں یہ مجھکو نہیں معلوم کہ میرے اُس وقت دودھ تھا یا نہیں یا مجھکو کوئی اثر دودھ کا معلوم ہوا یا نہیں میں نے لڑکے کو فوراً اپنی چھاتی سے علیحدہ کردیا اس واقعہ کو عرصہ قریباً سترہ اٹھارہ سال کا ہوا اس صورت میں از روئے شرع زید کے لڑکے مذکور کا عمرو کی کسی لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں اور نیز یہ کہ یہ مدت قلیل حمل کی عورت حاملہ کے اُتر آنے دودھ کی ہے یا نہیں زوجہ عمرو کی عمر اُس وقت ۱۴ سال اور زید کے لڑکے کی عمر ایک سال کی تھی بینوا توجروا۔

الجواب

جبتک[ف۱] دودھ کا کوئی قطرہ جوف میں جانا معلوم وثابت نہ ہو حرمت ثابت نہ ہوگی درمختار میں ہے یثبت بہ ان علم وصولہ بجوفہ من فمہ او انفہ لا غیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیہ[ف۲] دودھ اُترنے کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں عورت کے مزاج کی قوت اور خون کی کثرت پر ہے کبھی بعد ولادت بھی نہیں اُترتا اور کبھی کنواری کے اُتر آتا ہے درمختار میں ہے الرضاع المص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا یہ معاملہ عمر بھر کے حلال حرام اور اولاد کے حلالی اور حرامی ہونے کا ہے عورت پر فرض ہے کہ جو بات واقعی ہو ظاہر کردے اخفانہ کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹ مسئولہ محمد اسحاق حبیب مکان قادر بخش وفعدار محلہ شاگرد پیشہ ریاست جاورہ ملک مالوہ چہار شنبہ ۲۹ شوال ۱۳۳۴ھ

مخدوم ومکرم جناب مولنٰنا مولوی مفتی احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ التماس ہے کہ میں حضور عالی کو امور ذیل کے لیے تکلیف دیتا ہوں امید ہے کہ معاف فرمادینگے۔ مسماۃ ہندہ کا نکاح بعمر گیارہ سال سوتیلے والد کی اجازت سے زید کے ہمراہ ہوا بعد نکاح ہندہ چند یوم زید کے گھر رہکر والدین کے گھر چلی آئی اور وہاں سے بغیر اجازت زید ہندہ والدین کے ہمراہ چالیس کوس دور جاکر سکونت اختیار کی اور قریباً ایک سال ہندہ کو اپنے والدین کے گھر رہتے ہوئے ہوگیا۔ زید نے اب آنکر رخصت زوجہ کا دعوے کیا چونکہ اب ہندہ تیرھویں سال میں ہے اور اپنا بالغہ ہونا کہتی ہے اور بوقت نکاح نابالغہ تھی نکاح فسخ کرنا چاہتی ہے کہ میں نابالغہ تھی اور میرا نکاح سوتیلے

ف۱: مسئلہ ثبوت رضاعت کے لیے ضرور ہے کہ بچے کے منہ یا ناک سے اس کے پیٹ میں دودھ کا پہنچنا معلوم ہو محض چھاتی منہ میں لینے سے ثابت نہ ہوگی۔

ف۲: مسئلہ دودھ اُترنے کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں قوت مزاج وکثرت خون سے کنواری کے دودھ اُتر سکتا ہے۔

والد کی اجازت سے ہوا ہیں فسخ کراونگی ایسی صورت میں شرع شریف کیا حکم دیتا ہے۔

الجواب

سائل کو چند امور کا جواب دینا چاہیے اوّل ہندہ کا کوئی ولی ہے یا نہیں مثلاً جوان بھائی یا چچا یا چچا کا بیٹا یا دادا یا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد (۲) اگر ہے تو وہ وقت پر موجود تھا یا نہ تھا اگر تھا تو خبر نکاح سُن کر کچھ کہا یا نہیں اور اگر کہا تو کیا کہا (۳) ہندہ کس مہینے اور وقت میں بالغہ ہوئی کیا گھنٹہ منٹ تھا (۴) وہ کب سے دعوے فسخ کرتی ہے اس کو کتنے دن ہوئے کس مہینے تاریخ وقت میں اس دعوی کا لفظ مونھ سے نکالا (۵) جس سے نکاح ہوا وہ مذہب نسب چال چلن پیشہ میں موافق ہے اگر بیش ہے تو کیا اور کسقدر (۶) ہندہ کا نکاح یا رخصت اُس کی ماں کی مرضی سے ہوئی یا بلا مرضی ان سوالوں کا جواب آنے پر جواب دیا جائیگا۔

جواب سوالات

(۱) ہندہ کا کوئی ولی مرد جیسا ارشاد ہوا زندہ نہیں۔ ازواج میں ماں ہندہ کی حیات ہے (۲) اس وقت کوئی زندہ نہ تھا (۳) ہندہ یکم شوال ۱۳۳۴ھ روز سہ شنبہ کو بالغہ ہوئی بوقت ظہر قریب ڈھائی بجے کے گھڑی نہ تھی کہ منٹ دیکھے جاتے (۴) بالغہ ہونے کے دن یعنی یکم شوال ۱۳۳۴ھ روز سہ شنبہ تین بجے دعوے کا لفظ مونھ سے نکلا۔ (۵) زید مذہب میں اہلسنت حنفی مسلمان ہے نسب اچھا ہے پٹھان اور چال چلن اور پیشہ میں بھی موافق (۶) ہندہ کا نکاح سوتیلے والد کی اجازت سے ہوا و نیز رخصت حالانکہ ماں کی مرضی نہ تھی مگر خاوند کے کہنے سے اور زبردستی کی

الجواب

اگر یہ بیانات واقعی ہیں اور ہندہ کی ماں نے کہ صورت مذکورہ میں وہی ولی شرعی ہے اُس کے نکاح کی اجازت نہ دی نہ بعد کو جائز کرنے کا کوئی لفظ کہا نہ کوئی فعل ایسا کیا کہ دلیل اجازت ہو تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوا والدۂ ہندہ کی اجازت پر موقوف تھا اگر قبل بلوغ ہندہ اُس کی والدہ نے اس نکاح سے ناراضی اور اُس پر انکار ظاہر کردیا تو جبھی وہ نکاح باطل ہوگیا اب ہندہ کو طلب فسخ کی حاجت نہیں اور اگر والدہ ہندہ اب تک ساکت رہی تھی انکار نہ کیا تھا اگرچہ ناراض تھی تو ہندہ کے بالغہ ہوتے ہی وہ نکاح موقوف اب خود اس کی اجازت پر موقوف ہوگیا جب اُس نے اُس پر ناراضی ظاہر کی باطل ہوگیا اور کسی دعوے کی ہندہ کو حاجت نہیں اور اگر والدہ ہندہ قبل بلوغ ہندہ اُسے قولاً یا فعلاً جائز کرچکی تھی اور وہ جائز کرنا شوہر کے جبر و اکراہ شرعی سے تھا جب بھی ظاہر یہی حکم ہے کہ وہ اجازت اجازت نہ ہوئی اور اگر بخاطر شوہر تھا اگرچہ خود ناراض تھی تو اجازت یقیناً صحیح ہوگئی اور نکاح نافذ ہوگیا
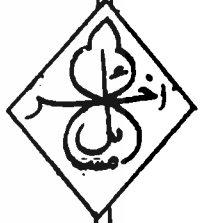
اب ہندہ کو صرف خیار بلوغ رہا اس لیے کہ حسب بیان سائل شوہر ہندہ ہندہ کا کفو ہے اس صورت میں ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فوراً دعوے فسخ کرنا تھا اُس نے بالغہ ہونے کے آدھے گھنٹے بعد دعوے کیا تو یہ دعویٰ نامسموع ہے اور نکاح لازم ہو چکا اب ہندہ کے لیے اس میں کوئی چارہ کار نہیں وبعید غایۃ البعد انھا لم تعلم بالنکاح الا بعد البلوغ حین ادعت الفسخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئولہ عبدالعزیز صاحب جمعدار انجنیری کوٹہ راجپوتانہ نیا پورہ چہارشنبہ ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

قاضی شہر کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص پابند شریعت شرع شریف کے مطابق نکاح پڑھاوے یا دیگر مسلمان نکاح پڑھاوے اور اُس کا اندراج رجسٹر قاضی شہر میں نہ ہو تو کیا وہ ناجائز ہے اس کا جواب بھی دیجیے فقط

الجواب

یہ نکاح خواں قاضی نہ شرعاً ضرور ہیں نہ ان کے رجسٹر کی شرعاً حاجت ہاں اندراج میں مصلحت ہے باقی جس سے چاہیں پڑھوائیں کوئی روک نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از کوہ شملہ ولیز مگل لاج مرسلہ کفایت حسین صاحب روز یکشنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

مخزن علوم معدن فنون علمائے دین شرع متین جناب مولوی صاحب قبلہ دام ظلکم یہ مسئلہ حضور کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ خالہ زاد دو بھائی ہیں ایک کی بی بی دوسرے بھائی کے لڑکے سے یعنی اپنے بھتیجے سے فعل ناجائز کرتی تھی سامنے شہر کے جبکہ شوہر فوت ہو گیا تو اسی بھتیجے کے ساتھ عقد کر لیا تو وہ عقد جائز ہے یا ناجائز ہے۔

الجواب

شوہر کے بھتیجے سے بعد وفات شوہر وانقضائے عدت نکاح جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از کاٹھیاواڑ مقام اڑنیان مرسلہ امین احمد صاحب پنجشنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

ایک شخص نے نکاح کیا اس کا ارادہ یہ ہے تھوڑی یا زیادہ مدت بعد اُس کو طلاق دینا یہ نکاح ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر نکاح میں کسی مدت کی قید نہ لگائے صرف دل میں ارادہ ہو کہ سال بھر یا ایک مہینے یا ایک ہی دن کے بعد طلاق دیدوں گا تو نکاح میں کوئی حرج نہیں ہاں بلاوجہ بلا سبب محض طلاق دینا منع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مرسلہ حاجی سید نعیم الدین صاحب مقام امام گنج ڈاکخانہ سندر گنج ضلع رنگپور بنگال ۲ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی یتیمہ مظلومہ مسماۃ بہ الف بعمر صغیرہ نابالغہ الا یا ۱۲

حاشیہ: ف: بے وجہ بے سبب طلاق دینا منع ہے۔
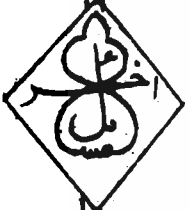
سال کی اُس کے چچا حقیقی کی عین موجودگی میں قہراً وجبراً اہل قریہ بطمع رشوت ایک عمر رسیدہ شخص سے یتیمہ الف کا عقد و نکاح کردیا اور چچا حقیقی یتیمہ کا بخیال فتنہ منع کرنے سے قاصر رہا اور لڑکی یتیمہ سے بھی جبراً اذن لیا اور لڑکی قبل سے انکار کرتی تھی اور بوقت اذن بھی انکار کرتی رہی لہذا آج تک انکار کرتی ہے بعد عقد و نکاح چھ ماہ کے درمیان کئی بار مصنوعی شوہر کے مکان آمد و رفت کیا لیکن جبراً لہذا اب وقت کچھ کھا کر مرنے پر آمادہ ہوگئی تھی اس وجہ سے وارثان مظلومہ رخصتی کرا کے اُس کے نانا کے مکان مقیم کیا ہے عرصہ چار سال سے زیادہ ہوا اور اس وقت عمر لڑکی الف کی قریباً ۱۶ یا ۱۷ سال کی ہے اور ایک سال سے بالغ کامل ہے اب شخص عاقد عقد دہندہ وارثان الف پر مستعد شر ہے اور رخصتی چاہتا ہے لڑکی جانے سے انکار کرتی ہے احتمال ہے رخصتی کرنے سے لڑکی جان بہلاک ہو اس لیے دست بستہ عرض ہے کہ یہ ولایت و اذن یتیمہ کا صحیح ہوا یا نہیں اور عقد و نکاح صحیح ہوسکتا ہے یا نہیں اور ایسے عاقد و عقد دہندہ و عقد پڑھانے والوں پر کچھ حد شرع ہوسکتا ہے یا نہیں امید کہ فی سبیل اللہ یتیمہ مظلومہ پر ترحم فرمایا جائے اور ان سب امور وں کی بشرط توفیق رفیق تحقیق حقیق علاحدہ بیان قابل اطمینان جواب باصواب صاف صاف مفصل بعبارت اُردو کتب مدلل بدلائل شرعیہ احمدیہ حنفیہ مزین بمہر و دستخط تحریر صحیح عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمایا جائے اور کار خیر و ثواب عظیم میں داخل ہوجایئے اور مجھکو مصیبت سے نجات دلایئے بینوا توجروا۔

الجواب

حقیقت کا علم اللہ عزوجل کو ہے اگر یہ بیان واقعی ہے کہ الف اُس وقت نابالغہ تھی اور اُس کے چچا نے نہ اُس وقت اجازت دی نہ اُس سے پہلے نہ خبر نکاح سن کر کوئی قول و فعل دلیل اجازت اُس سے صادر ہوا اور الف کی رخصت اور چند بار شوہر کے یہاں جانا یہ بھی اُس کی بلا اجازت کے ہوا اور اُس وقت تک اُس نے کوئی کلمہ اُس نکاح کے رد کا بھی نہیں کہا نہ الف کے ہنوز کوئی اولاد ہوئی تو ان سب شرائط کے ساتھ وہ نکاح الف کے بالغہ ہونے تک چچا کی اجازت پر موقوف تھا اور بعد بلوغ الف خود الف کی اجازت پر موقوف ہوا اب اگر یہ بیان واقعی ہے کہ بعد بلوغ الف سے کوئی قول و فعل مثبت اجازت صادر نہ ہوا بلکہ اُسے اس نکاح پر انکار ہے تو ناراضی ظاہر کرتے ہی وہ نکاح کہ موقوف تھا رد ہوگیا الف کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے اگر خلوت صحیحہ واقع ہوچکی ہو جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے اور اگر خالی جانا آنا ہوا اور ایک مکان میں تنہا تھوڑی دیر کے لیے بھی نہ ہوئے تو عدت کی بھی حاجت نہیں اور عاقد اُسے اگر اپنے تصرف میں لایا تو شرائط مذکورہ کے ساتھ مرتکب حرام ہوا کہ نکاح موقوف[ف۱] میں قبل اجازت وطی حرام ہے اور وہ وطی کہ الف کی نابالغی میں واقع ہوئی[ف۲] دلیل اجازت نہیں ہوسکتی اگرچہ اُس کی اجاز

ف۱: مسئلہ نکاح موقوف میں قبل اجازت وطی حرام ہے۔

ف۲: مسئلہ بحالت نابالغی اگرچہ عورت کی اجازت سے وطی واقع ہو اجازت نہیں ہوسکتی۔

سے ہو عقد پڑھانے والا اگر اس بدنیتی میں شریک تھا تو وہ بھی گناہگار ہی ورنہ عقد موقوف فی نفسہ جرم نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴ مرسلہ حاجی ولد میاں صاحب از ضلع گونڈا ریاست بلرامپور بازار چوک ۸ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ہندہ سے جو زنا سے حاملہ تھی دیدہ ودانستہ حالت حمل میں نکاح کیا بعد اس کے چند آدمیوں نے مجبور کرکے ایک جلسہ میں تین طلاقیں دلوادیں یہ نکاح اور طلاق جائز ودرست ہوا یا نہیں بر تقدیر اول وضع حمل کے بعد جدید نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جو عورت معاذ اللہ زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح صحیح ہے خواہ اس زانی سے ہو یا اس کے غیر سے فرق اتنا ہی کہ زانی جس کا حمل ہے وہ اس سے قربت بھی کرسکتا ہے اور غیر زانی اگر نکاح کرے تو تا وضع حمل قربت نہیں کرسکتا لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ درمختار وصح نکاح حبلی من زنا تنویر لا بصار عدت زن شوہر دار پر ہوتی ہے جب شوہر مرے یا طلاق دے اور ذات زوج کا حمل زوج ہی کا ٹھہرتا ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاہر الحجر آیہ کریمہ میں اولات الاحمال سے یہی مراد ہے صدر کلام میں خاص صورت طلاق ارشاد ہوئی ہے اور اسی کی تفصیل فرمائی گئی ہے یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ حدیث مذکور بطلان نکاح حبلی من زنا پر ہرگز دلیل نہیں بلکہ اگر دلیل ہی تو صحت نکاح پر کہ فرمایا فرق بینھما معہذا ممکن ہے کہ وہ تفریق ارشادی ہو یعنی ایسی عورت رکھنے کے قابل نہیں غرض صورت مستفسرہ میں عورت کا نکاح بیشک صحیح تھا اب اگر یہ شخص اس سے قربت کرچکا اس کے بعد طلاق دی یا قربت نہ کی تھی تو ایک لفظ میں تین طلاقیں دیں مثلاً یہ کہ تو تین طلاق سے مطلقہ ہے تو ان دونوں صورتوں میں طلاق مغلظہ ہوگئی اور بغیر حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا اور اگر ہنوز قربت نہ کی تھی اور متفرق لفظوں میں تین طلاقیں دیں مثلاً تجھ پر طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو طلاق بائن ہوئی مغلظہ نہ ہوئی نے حلالہ اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

حاشیہ: فائدہ مسئلہ: غیر مدخولہ بالاجماع ایک لفظ میں تین طلاقیں دے تو مغلظہ ہو جاتی ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ متفرق دے تو مغلظہ نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۱۱۵ تا ۱۱۶ مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۳ صفر ۱۳۳۵ھ

(۱) یہ کہ بیوگان کا عقد مابین ایام عدت سہوا ہو جائے تو یہ درست ہے کہ نہیں یا بعد گزر جانے ایام مذکورہ نکاح کیا جائے تو اس میں کس کی اجازت درکار ہوگی عورت خود اپنے اختیار سے نکاح پڑھ سکتی ہے یا اس کے رشتہ دار یا کسی اور شخص موجودہ کی اجازت درکار ہوگی (۲) ایسی عورت جس کا خاوند مر جائے اس کا نکاح اس کے جیٹھ سے ہوسکتا ہے یا نہیں اور وہ کیسی حالت میں اور کس وقت کن شرائط پر۔

الجواب

عدت میں نکاح باطل وحرام محض ہے سہواً ہو خواہ قصداً رہا بعد عدت نکاح اگر عورت نابالغہ ہے تو اجازت ولی مطلقاً درکار ہے اور اگر بالغہ ہے تو دو صورتیں ہیں جس سے نکاح کیا چاہتی ہے اگر وہ اس کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اُس سے اُس کا نکاح اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ وعار ہو جب تو یہ خود اختیار رکھتی ہے اجازت ولی کی حاجت نہیں اور اگر غیر کفو ہے اور عورت کا کوئی ولی شرعی نہیں جب بھی اُسے اپنے نفس کا اختیار ہے اور اگر ولی شرعی ہے مثلاً بیٹا یا باپ یا دادا یا دادا پر دادا کی اولاد کا کوئی مرد بترتیب فرائض تو جبتک وہ پیش از نکاح اُسے غیر کفو جانکر اُس نکاح کی اجازت صراحۃً نہ دیگا عورت کے کیے نکاح نہ ہوسکیگا باطل محض ہوگا یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا بہ یفتی لفساد الزمان درمختار[۲] بعد عدت جیٹھ سے نکاح جائز ہے جبکہ کوئی مانع مثل رضاعت یا مصاہرت یا جمع محارم نہ ہو اور نکاح کی وہی شرطیں ہیں جو ابتدائی نکاح میں ہوتی ہیں کوئی نئی شرط نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶: از بلاسپور سی پی مرسلہ جناب حاجی آدم جی حاجی یعقوب صاحبان ۱۶ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں بعض علما کہتے ہیں اگر جلسہ منگنی میں الفاظ ایجاب وقبول ہوں تو بھی نکاح ہوگا اور شرط نکاح پائی گئی تو وہی جلسہ جلسہ نکاح ہوگا جیسا کہ درمختار وغایۃ الاوطار میں ہے اور بعض مولوی کہتے ہیں وہ جلسہ جلسہ نکاح نہ ٹھہریگا۔ اور الفاظ ایجاب وقبول وشواہد اس جلسہ منگنی میں غیر معتبر ہوگا۔ کون فریق حق پر ہے اور بر تقدیر قول بعض مولوی صاحب عبارت خلاصہ کے کیا معنے ہونگے۔

الجواب

عبارت خلاصہ کو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں وہ اس امر میں ہے کہ ایجاب اگر نامتعین کیلیے واقع ہو تو نکاح صحیح نہیں اور متعین کیلیے واقع ہو تو صحیح اور اس مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ ان الفاظ کو دیکھا جائے اگر وہ ایجاب وقبول کیلیے متعین ہیں تو نکاح ہوجائیگا اگرچہ جلسہ منگنی کا ہو اور اگر خطبہ وعقد میں متردد ہیں تو جلسہ کا اعتبار رہیگا جلسہ منگنی کا ہے تو منگنی ٹھہرائینگے اور نکاح کا ہے تو نکاح درمختار میں ہے وکذا اھل سیتینھا ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷: مرسلہ محمد اقبال ونور محمد صاحبان امام مسجد تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین رحمہم اللہ تعالٰی مفصلہ ذیل میں ایک لڑکے کی ایک جگہ منگنی ہوئی تھی نکاح سے پیشتر کچھ عرصہ کے بعد لڑکے اور لڑکی کے والدین کے درمیان کسی خانگی امر کی وجہ سے ناموافقت پیدا ہوگئی جس سے لڑکی والے نکاح دینے سے منکر ہوگئے لڑکے کے والد نے کسی طرح لڑکی کو ورغلا کر چوری بوقت رات لڑکی کے میکے سے نکال لیا اور فرار کرکے لے آیا لڑکی چونکہ بالغ ہے اُس نے خود بخود شہر گوجرانوالہ جاکر باوجود لڑکی کے والدین کی نارضامندی اور عدم موجودگی کے اپنے لڑکے سے نکاح کرالیا۔ اس سے طرفین میں بہت سا فساد برپا ہوگیا جس کی نوبت کچہریوں

---

[۱] درمختار میں ہے کنت ان امتزوجک او جئتک خاطبا، غایۃ الاوطار میں ہے اُس واسطے صحیح ہوجائیگا کہ وہاں پر کوئی نکاح میں نہیں ۱۲

[۲] عبارت خلاصہ کی یہ ہے ابو حنیفۃ اذ قال زوجت بنتی فلانۃ من ابن فلان بکذا، وقال فلان قبلت لابنی ولہ ابنان اکبر واصغر ولہ ابنان او اکثر لا یجوز وان کان لہ ابن واحد یجوز ۱۲
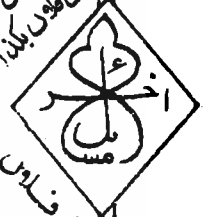
تک پہنچی ۔ یہ امر دینی مصلحت کے برخلاف ہوتا ہے امید ہوسکتی ہے کہ ایسی دست درازی آیندہ بھی ایسی کارروائی اور فتنوں کی بانی ہو۔ جس کا انسداد واجب امر ہے کیا ایسے رخنہ انداز آدمیوں کے لیے شریعت میں کوئی سزا مقرر ہے مفصل حال سے آگاہی فرمائیں فقط

الجواب

بلاشبہہ ایسے لوگ مفسد و فتنہ پرداز اور آبرو ریز فتنہ انگیز مستحق عذاب شدید و وبال مدید ہیں معاذ اللہ اگر ایسی جرأتیں روا رکھی جائیں تو ننگ و ناموس کو بہت صدمہ پہنچیگا کم سے کم اسمیں شناعت یہ ہے کہ بلا وجہ شرعی ایذاء مسلم ہے اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اٰذی مسلما فقد اذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی یہ نکاح جس سے ہوا اگر وہ عورت کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اُس سے نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار ہے جب تو یہ نکاح کہ زن بالغہ نے بے رضائے ولی خود کیا سرے سے ہوا ہی نہیں باطل محض ہے درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا بہ یفتی لفساد الزمان اور اگر کفو ہے تو والدین کو ناراض کرکے عورت کا بطور خود نکاح کرلینا خصوصًا وہ بھی اس طور پر جاکر عورت کے لیے سخت محرومی و ناراضی الٰہی کا باعث ہے اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰے عنہ کے نزدیک تو اب بھی نکاح نہ ہوا کہ اُن کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح باطل ہے یہ کیا تھوڑی شناعت ہے کہ ایک امام برحق کے نزدیک عورت بے نکاحی ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸ بریلی خوجی محلہ مرسلہ عظیم اللہ صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ بجبر کرایا گیا حالانکہ زید کی منشا ہرگز نہ تھی جسکے چند شاہد موجود ہیں بوقت ایجاب قبول کرنے زید نے ہوں مثل عورات کے کہا اور رخصت نہ ہونے پائی کہ زید اپنے مکان کو چلا گیا اور اس سے قبل بھی تاریخ مقرر پر زید اپنے گھر سے فرار ہوگیا تھا تو اس صورت میں نکاح زید کا ہندہ کے ساتھ ہوا یا نہیں مُہر سے مزیّن فرمایا جائے۔

الجواب

نکاح ہو گیا اگرچہ قبول میں صرف (ہوں) جبراً کہا ہو فان للاکراہ ان تحقق لم یعمل فیما یستوی فیہ الجد والھزل کالنکاح والطلاق والعتاق فکیف ما لیس باکراہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹ مرسلہ محمد رحیم بخش عبد الحمید صاحبان از قصبہ فرخ نگر ضلع گوڑگانوہ ۱۱ شعبان ۱۳۳۵ھ
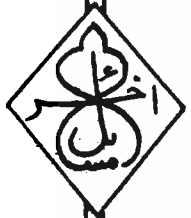
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جبکہ بے ریش تھا اُس کی نسبت (یعنی سگائی) ہندہ سے ہوئی تھی اور زید ہندہ کے مکان پر کسی وجہ سے رہتا تھا یا پورانی رشتہ داری کی وجہ سے رہتا تھا۔ ہندہ کی پھوپی نے ہندہ کو گود لیا ہوا تھا۔ یعنی ہندہ کی پھوپی لاولد یا بانجھ تھی۔ ہندہ کے گھر میں سوائے ہندہ کے زید سے کوئی پردہ نہیں کرتا تھا۔ ہندہ کی پھوپی نے زید کے ساتھ اس قدر محبت بڑھائی جو کہ شفقتِ مادری سے زیادہ تر نظر آتی تھی۔ آخر کار زید سے سوال ہم بستری کا کیا چونکہ اُس زمانے میں زید بالکل بے خبر تھا یعنی خدا اور رسول اور نماز روزہ سے بالکل بے خبر تھا غرض دونوں کے باہم ناجائز دوستی کئی سال تک رہی یہاں تک کہ زید اور ہندہ کے والدین نے شادی کر دی۔ چونکہ میاں بیوی میں کمال درجہ الفت اور محبت ہوئی اور ہندہ کی پھوپی سے کچھ تعلق نہ رہا۔ اب چونکہ شادی کو تقریباً اٹھارہ سال گزر گئے اور تین بچے بھی ہو گئے۔ آج تک زید کو اس بات کا خیال تک نہ آیا۔ اب زید ایک بزرگ سے شرف بیعت ہو کر خدا اور رسول کی اطاعت میں کمربستہ ہے اور اسی طرح ہندہ بھی پابندِ شرع ہے اور وہ بھی شرفِ بیعت ہو چکی ہے باوجود زید کو ہمیشہ کتب احادیث و فقہ سے کام رہتا ہے لیکن یہ مسئلہ آج تک اُس کی نظر سے نہیں گزرا اور نہ کسی سے ذکر سُنا نہ اس بات کا خیال تھا اب زید کتاب اکسیر ہدایت کا مطالعہ کر رہا تھا اُس میں باب النکاح پر نظر پڑی اُس میں یہ عبارت لکھی پائی کہ پھوپی بھتیجی یکجا نکاح میں حرام ہیں۔ جب سے زید نے یہ عبارت پڑھی دیوانہ اور پاگل سا ہو گیا ہے۔ کیونکہ نہ عورت یعنی بیوی کو چھوڑنے کا یارا ہے اور نہ خدا اور رسول کے حکم کے برخلاف ہو کر رہنے کی طاقت ہے۔ اگر اُس کو چھوڑنا چاہے یا طلاق دینا چاہے تو اُس کے والدین یہ دریافت کرینگے کہ ہماری لڑکی کی کیا خطا ہے اور جُدائی بھی نہایت شاق گزرے گی مبادا کوئی اور آفت پیدا ہو۔ زید کی بدکرداریوں کی آج تک کسی کو خبر نہیں ہوئی اب یہ رسوائی کیونکر کی جاوے۔ اب تمام کیفیت زید و ہندہ کی آنجناب میں ظاہر کر دی امیدوار ہوں کہ آپ حکم شریعت سے بلا کسی لحاظ و مروت کے حکم فرماویں۔ اور اگر اس گناہ کا کوئی کفارہ ہو سکتا ہو تو وہ بھی بتلا دیا جاوے۔ اور اگر زید اور ہندہ میں جُدائی کرنے کا حکم ہو تو تین لڑکیاں جو پیدا ہو چکی ہیں اُن کو کیا کیا جاوے۔ اور مہر ہندہ کا مبلغ مابہ؁ بندھا ہے وہ ادا کرنا ہوگا یا نہیں حالانکہ ہندہ نے شب عروس کو مہر اپنا معاف کر دیا تھا۔

الجواب

وھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفوعن السیاٰت اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے والحمد للہ رب العلمین جو گناہ ہوا اُس سے توبہ کرے استغفار کرے باقی جو تو ہمات
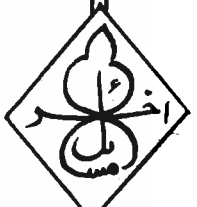
دربارۂ منکوحہ پیش آئے محض بے معنے ہیں کسی عورت سے زنا کرنا اُس کی بھتیجی بھانجی کو حرام نہیں کرتا نہ ان کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے۔ خلاصہ و درمختار وغیرہما میں ہے وطئ اخت امرأته لاتحرم علیه امرأته اکسیر ہدایت میں جو لکھا اُس کا یہ مطلب ہے کہ پھپی بھتیجی دونوں ایک شخص کے نکاح میں ہونا یہ حرام ہے مثلاً بھتیجی نکاح میں ہے تو جبتک وہ نکاح میں رہے یا اگر اُسے طلاق دیدے تو طلاق کی عدت جبتک نہ گزرلے اُس وقت تک اُس کی پھپی سے نکاح حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰ مرسلہ سید عبداللہ صاحب ڈاک خانہ پچھم گاؤں ٹپرہ۔ بنگال ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک مرد گواہ کے مقابل بالغہ نو مسلمان عورت کو کوئی نکاح کیا تو درست ہے یا نہیں از روئے مہربانی جواب عنایت فرماکر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوویں اور مجھکو سرفراز فرماویں۔

الجواب

نکاح کے لیے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہ ہونا لازم ہے صرف ایک مرد کے سامنے ایجاب و قبول کرلینے سے نکاح نہیں ہوسکتا وہو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱ مسئولہ بَبراکلو از موضع کرن پورہ ڈاک خانہ سیوان ڈویزن ضلع سارن چھپرا ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں

برادر — ہمشیرہ

سجاد میاں
عمر تخمیناً ۲۱
یا ۲۲ برس

(دو بھائی بہن)

سماۃ مولودن
عمر تخمیناً ۱۳ یا ۱۴ برس

سماۃ زیتون دختر ہمشیرہ غفار پسر برادر غنی خاں موجودگی اولادیں

شادی گولاوٹ یعنی بدلین شرط پر میاں سجاد مذکور نے اپنا نکاح سماۃ زیتون مذکور دختر غنی خاں سے کیا اور سجاد مذکور اپنے ہمشیرہ سماۃ مولودن کا نکاح ساتھ غفار پسر غنی خاں سے کیا اور تاریخ شادی روانگی و آمد بارات کا بعد نکاح مذکورین کے تاریخ دوسرا مقرر تھا کہ اس درمیان میں جب تین روز سجاد کنے سے بارات جانے کو باقی تھا تب ہی سماۃ زیتون اپنے باپ کے گھر سے باہر نکل گئی تب بعدہ غفار مذکور کی بارات بھی سجاد کنے نہیں آئی۔ و اب درمیان اُس گھرانے اور اس گھرانے کے تکرار رنجا رنجی تطویل کلامی پیش ہوگیا۔ سجاد کا مقولہ ہے کہ جب زیتون میرے گھر میں نہیں آئی تھی تب الحال بوجہ نقص شرط نکاح بدلین کے وہی اُس خاندان کی بدچلنی وغیرہ ظاہر ہوجانے سے ہرگز ہم اپنی ہمشیرہ مولودن کو اُس خاندان میں نہیں جانے دیا نہ اب آنے دینگے اور نکاح مذکورین بوجہ شرط شکنی و عہد شکنی کے

باطل ہوگیا خدا نخواستہ سماۃ مولودن کی جان کو کوئی نقصان پہنچ جاوے تو عجب نہیں ہے عرض ہے صاف صاف فتوی اس کا حضور ارقام فرماویں والسلام۔

سجاد میاں برادر مولودن ہمشیرہ ان لوگ کے والدین فوت کر گئے۔

الجواب

نکاح میں کوئی شرط بدل کی نہ تھی اور ہوتی بھی تو نکاح شرط فاسد سے فاسد نہ ہوتا اور یہ بھی نہ سہی تو شرط نکاح زیتون تھا وہ ہوگیا بہر حال مولودن غفار خاں[عہ] کی منکوحہ ہے اور سجاد کو اُس کے روکنے کا کوئی حق نہیں سجاد اپنی منکوحہ زیتون کو تلاش کرکے اپنے قبضہ میں رکھے اور نہ رکھنا چاہے تو طلاق دے مولودن کے نکاح پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲ از بدایوں مولوی محلہ کونچہ مولوی انوار حسین صدر اعلیٰ مکان بخش والا مرسلہ حبیب اللہ صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۵ھ

سماۃ ہندہ دختر سماۃ خالدہ بیوہ ہے اُس کے دو بچے نابالغ ہیں زید پدر شوہر متوفی ہندہ کا بچوں کو کھانے کو دیتا ہے مگر غیر کافی ہندہ وخالدہ اپنی محنت کرکے بشمول زید بسر کرتے ہیں زید یہ چاہتا ہے کہ ہندہ اُس کے دوسرے لڑکے سے جس کی بیوی واولاد موجود ہے عقد نکاح باندھنے پر رضامند ہو جائے مگر ہندہ وخالدہ رضامند نہیں دیگر اعزائے ہندہ عقد ثانی کو بُرا خیال کرتے ہیں اور اگر ہندہ کی جوانی پر خیال کرکے رائے عقد کی دیتے ہیں تو ایسے شخص سے جس سے ہندہ وخالدہ کو اطمینان نہیں ہوتا اب خالدہ ایک شخص ثالث سے جس سے ہندہ بھی رضامند ہے اور ایک جگہ رہتے ہیں اس طرح عقد کرنا چاہتی ہے کہ دو ایک شخص عزیز بغیر آدمی کے جس سے عقد کرنا چاہتی ہے واقف ہوں اور خود واقف ہو تاکہ ہندہ بُرے خیال وافعال سے بچی رہے اور اولاد کی بابت نزاع پیدا نہ ہو تو اس طرح عقد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بخیال مزید احتیاط شخص ثالث جس سے عقد نکاح پر رضامند ہے ہندہ کو خطبہ نکاح پڑھ کر ایجاب وقبول ہندہ سے کرا سکتا ہے یا عقد نکاح باندھنے کے واسطے شخص غیر کی ضرورت ہے۔

الجواب

نکاح پڑھانے کے لیے دوسرے شخص کی حاجت نہیں صرف مرد وزن ہوں اور ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ مسلم کہ معاً دونوں مرد وزن کا ایجاب وقبول سُنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے مگر ہندہ اگر ولی نہیں رکھتی یعنی دادا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد عاقل بالغ جب تو اُسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے ورنہ اگر یہ شخص جس سے نکاح کیا چاہتا ہے ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشے کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اُس سے نکاح ہونا ولی ہندہ کے لیے باعث

[عہ] اللہ عزوجل غفار ہے عبد الغفار کہنا چاہیے یہ بہت بُری عادت ہے نام عبد کے ساتھ ہوتا ہے ... اس سے ... (حاشیہ)

ننگ و عار ہو جب بھی ہندہ مختار ہے۔ اور اگر کفو نہیں تو جبتک ولی پیش از نکاح اُسے غیر کفو جانکر صراحۃً اجازت نکاح نہ دیگا نکاح ہوگا ہی نہیں اگرچہ ہزار اعلان کیا جائے علیہ الفتوی در مختار وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳ از بہار پور بریلی مسئولہ جناب مولوی نواب سلطان احمد خانصاحب مورخہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

عرض در خدمت والیان شریعت محمدی و حامیان دین متین احمدی علمائے مقلدین مذہب حنفی یہ ہے کہ ایک شخص میر الملم الدین نامی نے اپنی دختر عاقلہ بالغہ کا نکاح عبدالقدوس نامی کے ساتھ کر دیا۔ نکاح کا ایجاب و قبول ایک لیئق شخص نے کرایا۔ بستی کے سب لوگ حاضر تھے مگر قاضی صاحب جلسہ میں موجود نہ تھے تو یہ نکاح جو غیر قاضی سے پڑھایا جائز ہوا یا نہیں اور ان دونوں قاضیوں کو کیا اختیارات ہیں اور اگر کسی شخص نے کسی خاص وجہ سے قاضی کو شادی میں دعوت نہیں دی تو اس پر کیا الزام آتا ہے۔ اور قاضی کا حق نکاح خوانی اس کو دینا چاہیے یا نہیں جبکہ غیر قاضی سے نکاح پڑھوایا بینوا بیانا وافیا اجرکم اللہ اجرا کافیا۔

الجواب

قاضی کوئی شرط نکاح نہیں۔ آدمی جس سے چاہے پڑھوائے چاہے مرد و زن دو گواہوں کے سامنے خود ایجاب و قبول کرلیں اس نام کے قاضی کے لیے شرعاً کچھ اختیارات نہیں نہ وہ اُجرت کا مستحق جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا نہ قاضی کو دعوت نہ دینے میں کوئی الزام یہ نکاح خوانی کے قاضی اسماء سمیتموھا ما انزل اللہ بھا من سلطن واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

مسئلہ ۱۲۴ از بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ حکیم ریاض الدین صاحب رضوی ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت بیوہ جو کہ اُس کے چھوٹے بھائی کی زوجہ تھی اُس سے نکاح کیا اور اُس کے ساتھ میں ایک دختر نابالغ تھی اُس دختر کا نکاح اُس کے سوتیلے باپ جو اُس کا پہلے تایا تھا اُس نے اپنی ولایت سے نابالغہ کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ کر دیا لیکن لڑکی نکاح سے تاہنوز اپنے شوہر کے یہاں نہیں گئی اب ناکحین بالغ ہوئے تو ناکح اپنی منکوحہ کو اپنے گھر بلاتا ہے اور منکوحہ اُس کے گھر جانے سے انکار کر رہی ہے اور کہتی ہے کہ تیرا چال چلن ٹھیک نہیں ہے میں تجھ سے نکاح توڑ دونگی تو اس صورت میں لڑکی اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے یا لڑکے کو مجاز ہے کہ زبردستی اُسے لیجائے اور ولایت اُس کے سوتیلے باپ کی درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

سوتیلا باپ ہونا تو کوئی وجہ ولایت نہیں ہاں چچا ہونا سبب ولایت ہے اگر اُس سے مقدم اور کوئی ولی نہ تھا اور یہ لڑکا جس سے اُس نے اُس لڑکی کا نکاح کیا مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس سے اُس لڑکی کا

نکاح باعث ننگ وعار ہو تو نکاح ہوگیا مگر اُس لڑکی کو اختیار تھا کہ بالغہ ہوتے ہی فوراً اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے جب تو اُسے فسخ کرنے کا اختیار رہے اور اگر ذرا دیر لگائی تو اب نکاح لازم ہوگیا اختیار فسخ نہ رہا اور اگر وقت نکاح ہی اُس لڑکے میں امور مذکورہ میں کوئی کمی نہ تھی جس کے سبب اُس لڑکی کا نکاح باعث ننگ وعار ہو جب تو نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از دلیل گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ منشی محب اللہ صاحب ضلعدار پنجشنبہ ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

وقت نکاح جو ایجاب وقبول کرائے جاتے ہیں اس میں اکثر اشخاص ایک دوسرے کے برخلاف اعتراض کرتے ہیں۔
(۱) زید کی لڑکی کہ نام اس کا تمکو معلوم ہے اور بالفعل اس نام کی اور کوئی لڑکی اس گھر میں موجود نہیں ہے بعوض مہر شرعی اس قدر روپے اور اس قدر دینار سرخ سلطانی سکہ رائج الوقت سوائے نان نفقہ کے بیچ نکاح تمھارے کے آئی اور دی میں نے قبول کی تم نے (۲) باقی عبارت سب وہی ہے صرف بجائے لفظ سوائے کے علاوہ استعمال کرتے ہیں (۳) میں سب عبارت وہی ہے صرف بجائے سوائے یا علاوہ کے لفظ مع استعمال کرتے ہیں (۴) بعض شخص صرف یہ کہتے ہیں کہ بیچ نکاح تمھارے کے آئی اور دی میں نے اور بعض صرف لفظ آئی کہتے ہیں اور بعض شخص صرف لفظ دی کہتے ہیں اس میں کونسا لفظ استعمال کرنا چاہیے۔ اب اعتراض اس لفظ پر ہے کہ جب لفظ سوائے نان نفقہ کہا گیا تو نان نفقہ دولھا کے ذمہ عائد نہ ہوا بلکہ صرف روپیہ مہر کا عائد ہوا جیسے کوئی شخص کہے کہ فلاں فلاں شے فلاں شخص کو دی گئی سوائے پگڑی کے یعنی پگڑی نہیں دی گئی اسی طرح لڑکی بالعوض اس قدر مہر کے نکاح میں دی گئی سوائے نان نفقہ کے یعنی اُس لڑکی کا نان نفقہ دولھا کے نکاح میں نہیں آیا۔ یہی اعتراض لفظ علاوہ کے کہنے سے بھی پیدا ہوتا ہے اور جب لفظ مع نان نفقہ کہا جاتا ہے تو معترض لوگ رجوع کرتے ہیں تعداد مہر کی طرف اور کہتے ہیں کہ بالعوض اس قدر مہر شرعی مع نان نفقہ کے کہنے سے نان نفقہ مہر میں شامل ہوگیا یعنی جب عورت نان نفقہ پائے تو وہ مہر میں مجرا دیا جائے اور تعین مہر کا روپیہ اس نان نفقہ کے حساب سے جب سب پاچکے تو پھر عورت نہ نان نفقہ پانے کی مستحق رہی اور نہ زر مہر کی گویا وہ بے نان نفقہ اور مہر کے نکاح میں رہی اپنے کھانے پینے کا انتظام عورت خود کرے معترض فرمایئے کہ ہر سہ الفاظ سوائے علاوہ مع کے استعمال کے نکاح درست ہوگا اور نان نفقہ بذمہ مرد عائد رہے گا یا نہیں اور کون سے لفظ کے استعمال سے نان نفقہ عائد ہوگا اور کون سے سے نہیں۔

الجواب

یہ سب اوہام بھی ہیں اور ان کی بحث فضول بھی اوہام تو یوں ہیں کہ جو رقم ذکر کی جاتی صرف مہر کے لیے مقصود ہوتی ہے
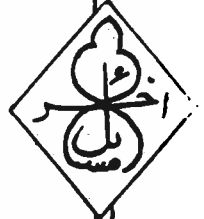
اور علاوہ اور سوا اور مع یہ سب مہر کی صفتیں ہوتی ہیں یعنی وہ مہر کہ نان نفقہ سے علاوہ یا اُن کے سوا یا اُن کے ساتھ ہے علاوہ اور سوا کے یہ معنے کہ اس کا وجوب اُن کے وجوب پر زائد ہے اور مع کے یہ معنے کہ یہ اور وہ وجوب میں شریک ہیں یہی مراد ہوتی ہے اور یہی مفہوم اور ان سے بحث فضول یوں کہ نان ونفقہ ومہر ایسی چیز نہیں کہ اگر بالقصد اُن کی نفی بھی کیجائے تو منتفی ہوجائیں یا نکاح میں کچھ خلل آئے نکاح شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا بلکہ وہ خود شرطیں ہی باطل ہوجاتی ہیں اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر کچھ نہ ہوگا جب بھی مہر شرعًا لازم ہوگا مہر مثل دینا آئیگا اور اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نان نفقہ کچھ واجب نہوگا جب بھی اپنی صورت وجوب میں ضرور واجب ہوگا کہ قبل وجوب اسقاط مہمل ہے حدیث میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما بال اقوام یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فھو رد وان کانت مأتہ شرط شرط اللہ احق واوثق بایں ہمہ اگر ایسی عبارت چاہیں جس میں یہ اوہام پیدا نہوں تو یوں کہیں بعوض اتنے مہر کے کہ نان ونفقہ کا وجوب اُس کے علاوہ ہے تیرے نکاح میں دی اور آئی سے دی بہتر ہے کہ یہ انشا میں صریح ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷ ازمقام ہنگن گھاٹ محلہ نشان پورہ ضلع وردھا مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب مورخہ ۲۵ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

جناب مولانا صاحب مدظلہ السلام علیکم۔ مندرجہ ذیل میں شرع شریف کا کیا حکم ہے تحریر فرمائیں اللہ آپ کو اجر نیک عطا کرے زید نے عمرو کی لڑکی سے نکاح کیا نکاح کے وقت کسی قسم کی شرط وغیرہ نہ تھی لڑکی رخصت ہوکر گھر آئی چند روز کے بعد لڑکی کا والد لڑکی کو اپنے مکان میں لے گیا اور اب زید سے اس بات کا طالب ہے کہ وہ ایک اسٹامپ اس مضمون کا تحریر کردے کہ میں لڑکی کو اپنے وطن میں نہ لیجاؤنگا یہیں اُس کے والدین کے پاس اس شہر میں رکھوں گا۔ اور اگر زید اسٹامپ نہ لکھیگا تو لڑکی کی طرف سے میرا جواب ہے کہ اب میں لڑکی کو رخصت نہ کرونگا دریافت طلب امور یہ ہیں کہ کیا عمرو کا یعنی لڑکی کے باپ کا یہ عذر معقول ہے اور وہ ایسی حالتمیں لڑکی کو روک سکتا ہے۔

الجواب

اگر مہر کل یا بعض پیشگی دینا قرار نہ پایا تھا یا قرار پایا تھا اور وہ ادا ہوگیا تو لڑکی کے باپ کا یہ عذر بیجا ہے اور وہ اُسے نہیں روک سکتا قال اللہ تعالےٰ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم واللہ تعالیٰ اعلم ہاں اگر کوئی صورت خاص ہو کہ سفر بہت طویل ہے اور وہاں تنہائی میں لڑکی کو ضرر رسانی کا ظن غالب ہے تو اس کے ثبوت پر بے بندوبست

کا نہ وہاں لیجانے کی اجازت نہ دینگے قال اللہ تعالٰی ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[ف۱] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاضرر ولاضرار فی الاسلام[ف۲] واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰: مرسلہ شیخ فضل احمد صاحب درزی بازار کٹرہ متصل کارخانہ میز کرسی یعقوب خاں مورخہ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلائے متین درین مسئلہ کہ ایک عورت کے شوہر نے اپنی زوجہ کو طلاق دی عدت گزرنے نہ پائی تھی کہ عورت نے دوسرے شخص کے پاس جاکر کہا کہ تم میرے ساتھ نکاح کرلو ورنہ میں حرام کرانے پر تیار ہوں اُس نے یہ خیال کرکے کہ عورت حرام کرانے سے خراب ہوجائے گی اور اُس عورت کو سمجھایا کہ تیری عدت گزرجاوے بعدہ نکاح کرلینا مگر عورت نے کسی طرح نہ مانا لہذا اُس شخص نے مجبوراً اُس عورت سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ دیگر یہ کہ عرصہ آٹھ ماہ سے یہ عورت اسی شخص کے پاس ہے جس کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا۔ بایں وجہ شفقت و محبت دونوں میں حد اعتدال سے زیادہ ہوگئی کہ تھوڑی دیر کے واسطے بھی نگاہ سے اوجھل ہونا ایک کا دوسرے کو ناگوار خاطر ہوتا ہے۔ لہذا دوسرا نکاح اگر اس عورت کے ساتھ ناجائز ہو تو کس صورت سے جائز ہو۔ اور خود بھی زوج و زوجہ بھی پریشان ہیں کہ کیونکر نکاح ہو اور اکثر اوقات ہم بستر بھی ہوئے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وہ نکاح نہ ہوا زنائے خالص ہوا اُن مرد و زن پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں مرد اُسے چھوڑ دے پھر اگر پہلے کی طلاق کے بعد ابھی تین حیض نہ آئے ہوں تو انتظار فرض ہے یہاں تک کہ تین حیض شروع ہوکر ختم ہوجائیں۔ اور اگر ختم ہوگئے ہیں اور یہ دوسرا اُس سے نکاح چاہتا ہے تو چھوڑنے کے بعد فوراً کرسکتا ہے اور اگر عورت کسی تیسرے سے نکاح چاہے تو یہ دوسرا جس دن چھوڑے اُس کے بعد تین حیض شروع ہوکر ختم ہونا لازم ہے اس سے پہلے تیسرے سے نکاح نہیں کرسکتی درر میں ہے للطلقۃ اذا تزوجت فی عدتھا فوطئھا الثانی فرق بینھما تداخلتا عندنا ویکون ماتراہ من الحیض محتسبا منھما جمیعا واذا انقضت العدۃ الاولی ولم تکمل الثانیۃ فعلیھا اتمام الثانیۃ خانیہ و بحر ردالمحتار میں ہے اذا تمت عدۃ الاولی حل للثانی ان یتزوجھا لا لغیرہ مالم تتم عدۃ الثانی بثلث حیض من حین التفریق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱ تا ۱۲۳: از موضع بھوٹا بھوٹی بسوٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ جناب حاجی اسمٰعیل میاں ابن حاجی امیر میاں صدیقی حنفی قادری

(۱) زید سوال کرتا ہے کہ خدا نے مرد کو حکم دیا دو دو تین تین چار چار عورت کیوں نہیں ملا کہ تم دو دو تین تین چار چار مرد کرو۔

(۲) ایک شخص زانی عورت کافرہ کو اسلام قبول کرواکے نکاح کیا اب وہ عورت حاملہ ہے مگر اُسی مرد سے جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ اگرچہ حاملہ اُسی سے موجب بھی نکاح جائز نہیں اور شاہد و حاضرین محفل کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے

ف۱: عورتوں کو ضرر پہنچانے اور ان پر تنگی کرنے کی قرآن عظیم سے ممانعت ہے۔

ف۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرار نقصان رسانی۔

مجموعہ خانی جلد ثانی صـ۳۹ در ہدایہ وکافی آوردہ است عورتے حربیہ در دار الاسلام آمد برآں عورت عدت لازم نشود خواہ اسلام در دار حرب آوردہ باشد خواہ نیاوردہ باشد وایں قول امام اعظم ست رحمۃ اللہ علیہ ونزدیک امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ تعالٰی عدت لازم شود وباتفاق علماء بر کنیزکے کہ در تاخت گیرند عدت لازم نیست فاما استبرا لازم ست واگر حربیہ کہ در دار اسلام آمدہ است وحاملہ تا آں زماں کہ فرزند نزاید نکاح نکند دیگر روایت از امام آنست کہ نکاح درست است اگر حاملہ باشد فاما نزدیکی باآں عورت شوہر نکند تا آں زماں کہ فرزند نزاید چنانچہ عورت را از زنا حمل ماندہ است خواستن او روا است ونزدیکی کردن روا نیست تا آں زماں کہ فرزند نزاید واگر یکے از میان زن وشوہر مرتد شد فرقت میان ایشان واقع شود فاما طلاق واقع نشود ایں قول امام اعظم وامام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالٰی ونزدیک امام محمد اگر مرد مرتد شدہ است فرقت واقع شدہ است بے طلاق پس اگر مرد مرتد شدہ است وبازن نزدیکی کردہ باشد تمام مہر او لازم شود واگر نزدیکی نکردہ است نصف مہر لازم شود ونفقہ نیز لازم نشود اگر خود از خانہ مرد بیروں آمدہ باشد واگر خود از خانہ مرد بیروں نیامدہ باشد نفقہ بر مرد لازم شود۔

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے ان اللہ لا یأمر بالفحشاء بیشک اللہ عزوجل بے حیائی کا حکم نہیں فرماتا ایک عورت پر دو مردوں کا اجتماع صریح بے حیائی ہے جسے انسان تو انسان جانوروں میں بھی جو سب سے خبیث تر ہے یعنی خنزیر وہی روا رکھتا ہے۔ حرمت زنا کی حکمت نسب کا محفوظ رکھنا ہے ورنہ پتا نہ چلے کہ بچہ کس کا ہے اگر عورت سے دو مردوں کا نکاح جائز ہو تو وہی قباحت کہ زنا میں تھی یہاں بھی عائد ہو۔ معلوم نہ ہو سکے کہ بچہ کس کا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم - جسے زنا کا حمل ہو والعیاذ باللہ تعالٰی اور وہ عورت شوہر دار نہ ہو اس سے زانی وغیر زانی ہر شخص کا نکاح جائز ہے فرق اتنا ہے کہ غیر زانی کو اس کے پاس جانے کی اجازت نہیں جب تک وضع حمل نہ ہو لے اور جس کا حمل ہے وہ نکاح کرے تو اسے قربت بھی جائز در مختار میں ہے صح نکاح حبلٰی من زنا وان حرم وطؤہا ودواعیہ حتی تضع لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ اذ الشعر ینبت منہ ولو نکحہا الزانی حل لہ وطؤہا اتفاقا زید کا قول محض غلط ہے اور اس کا کہنا اگرچہ حاملہ اسی مرد سے ہے جب بھی نکاح جائز نہیں شریعت پر افترا ہے بلکہ صحیح ومفتی بہ یہ ہے کہ اگرچہ حمل دوسرے کا ہو جب بھی نکاح جائز ہے اھ اس کا کہنا کہ شاہد وحاضران محفل کے نکاح ٹوٹ جاتے ہیں افترا بر افترا ہے مجموعہ خانی سے جو عبارت اس نے نقل کی ہے صراحۃً اس کے خلاف ہے کہ اگر عورت را از زنا حمل ماندہ است خواستن او روا است ونزدیکی کردن روا نیست تا آنکہ نزاید اور وہ جو اسی سے نقل کیا کہ حربیہ کہ در دار الاسلام آمدہ است وحاملہ تا نزاید نکاح نکند یہ اس میں ہے کہ حربی کافر کی حاملہ عورت دار الاسلام میں آکر مسلمان ہو گئی نہ کہ حمل زنا میں واللہ تعالٰی اعلم۔
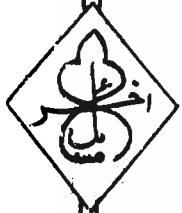
مسئلہ ۱۳۰: از (بربہا) ڈاکخانہ چیگا تمک محلہ بہذنگ ضلع اکیاب مرسلہ محمد عمر صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی۔ فی الفتاوٰی قاضی خان، وان ترك الجمعۃ ثلٰث مرات یصیر فاسقاکذا ذکر فی بعض المواضع وبہ اخذ شمس الائمۃ السرخسی رحمہ اللہ تعالٰی وذکر فی بعض المواضع انہ یبطل العدالۃ انتہی وان ترك الصلٰوۃ بالجماعۃ ولم یستعظم ذلك کما یفعل بہ العوام بطلت عدالتہ وان ترکھا متاوّلا بان کان یضلل الامام او یفسق لا یبطل عدالتہ ولا یقبل شہادۃ من کان معروفا بالکذب انتہی وفی الدرالمختار لا تقبل شہادتہ الا بتاویل بدعۃ الامام او عدم مراعاتہ اھ جب ان لوگوں کی عدالت باطل ہوگئی تو بوقت نکاح وطلاق شہود بنانے سے نکاح وطلاق صحیح ہوگا یا نہیں چونکہ درالمختار میں ہے شہود عادل عندالشافعی شہود عادل شرط ہے اور رجعت کرنے کے بارہ میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے واشھدوا ذوی عدل منکم اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لا نکاح الا بولی وشاھدی عدل اس عبارت مرقومہ اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق کو نکاح وغیرہ میں شہود بنانا معتبر نہیں ہے جب معتبر نہیں ہے تو ثانیۃً تجدید نکاح کرنا چاہیے یا نہیں۔
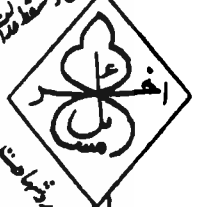
الجواب

بلاشبہہ بلاعذر شرعی ترک جمعہ[ف۱] اور ترک جماعت کی عادت موجب فسق ومسقط عدالت ووجہ رد شہادت ہے مگر نکاح میں جو شاہدین کی شرط ہے یہ وقت ادائے شہادت نہیں کہ عدالت کی حاجت ہو بلکہ وقت تحمل شہادت ہے اور اس میں عدالت کچھ ضروری نہیں حنفی مذہب میں تصریح ہے کہ شاہدین نکاح اگر فاسق بھی ہوں حرج نہیں درمختار میں ہے ولو فاسقین او محدودین فی قذف حدیث میں جو ارشاد ہوا لا نکاح الا بولی وشاھدی عدل نفی بمعنی نہی ہے اور نہی[ف۲] منافی صحت نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ نہی ارشادی ہے کہ بالغہ کے نکاح میں ولی بھی شرط نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱: از شمس آباد ضلع کیمل پور علاقہ اٹک مرسلہ مولانا قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

بحضور لامع النور موفور السرور قامع الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہلسنۃ والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم۔ بعد نیاز بے آغاز حضور نے فرمایا تھا کہ کتب خانہ فیض نشانہ میں عینی ہدایہ نہیں لہذا دو ورق بقدر حاجت ارسال خدمت فیضدرجت ہیں مسئلہ خطبہ ونکاح بغیر کفو ء ہیں اس ملک کے ملا سخت مختلف ہیں بعض کتب عربیہ فارسیہ قلمی غیر مشہورہ میں لکھا ہے کہ تقسیم فواکہ وشکر یا فاتحہ خوانی بلا ایجاب وقبول یا وعدہ کہ میں تمکو اپنی بیٹی دونگا یا اس

ف۱: ترک جمعہ وجماعت کی عادت موجب فسق ومسقط عدالت ووجہ رد شہادت ہے۔

ف۲: نہی منافی صحت نہیں۔

ارادہ پر کوئی تحفہ خوردنی یا پوشیدنی لے لیا تو یہ بھی مثل ایجاب وقبول کے موجب انعقاد نکاح ہوگیا اور حدیث تحرم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ سے ان عبارتوں کو اور بھی تاکید دیتے ہیں اور عینی ہدایہ کی عبارت کتاب النکاح میں لان الخطبۃ التزوج اُن کے مدعا کی پوری ثبوت ہے اُن کے نزدیک ایجاب وقبول لفظی یا کوئی قول وفعل اُس پر دال ہو موجب نکاح ہے اگرچہ فتاوے ہدیہ وغیرہ کی عبارتیں اُن کو بارہا دکھائی گئیں مگر وہ لوگ قاصر الفہم اپنی ہٹ سے باز نہیں آتے اور اس کا نام احتیاط فی الفروج رکھا ہے۔ حضور نے ایک بار فرمایا تھا کہ قلم ناسخ کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور صحیح عبارت لان الخطبۃ للتزوج معلوم ہوتی ہے حضور کی یہ دُرفشانی نہایت اوفق واوجہ ہے مگر عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ خطبہ کے متعلق کل مالہا وماعلیہا مع ازالہ اوہام وابانۂ مرام ابحاث کے ساتھ بقدر چار پانچ ورق کے بزبان عربی حضور ارشاد فرمائیں دوسری عبارت عینی کی وعنہ فی الرجل یشرب الشراب اوھو حائک یفرق بینھما وفی البسیط ذھب الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھما قولان باطلان انتھٰی اور عبارت تو اس سے پہلے صاف ہے ھما کے مرجع ہی میں شبہہ ہے اگر اس قاعدہ اکثریہ پر کہ اصل مرجع میں مذکور قریب ہے قریب کے دو قول لیے جائیں جو کہ ایک شارب وحائک کا دوسرا شیعہ والا ہے تو اگرچہ شیعہ کے قول کا بطلان ظاہر ہے کہ ظاہر روایت میں بغیر تراضی اولیا بھی نکاح درست ہے باوجود ثبوت اعتراض للولی اور بروایت نوادر نادرست ہے لفساد الزمان فلم یکن ممتنعا مگر شارب الشراب یا حائک سے اگر اعلیٰ قوم کی عورت نے بغیر تراضی اولیا کے نکاح کرلیا تو ظاہر روایت ہی کی رو سے تو تفریق کی جائے گی جیسا کہ کل متون وشروح وفتاوے میں مذکور ہے پس اس کے بطلان کی وجہ کیا ہے سروجی حنفی مذہب کا ہے یا کہ غیر۔ اور کس طبقہ کا ہے اور اس کی عبارت کا صاف مطلب کیا ہے ملک خراسان کے اکثر حصص میں اکثر علمائے احناف اس کے قائل ہیں کہ سیدزادی کا نکاح ہر شخص شریف ورذیل کے ساتھ درست ہے ولی راضی ہو یا خفا اور فقہ کی کل کتابوں سے اغماض کرکے صرف دو عبارتوں پر مصر ہیں ایک آیت سورۂ احزاب کے اول رکوع میں النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم الخ کہ تحریم ازواج مطہرات کی رسول اللہ وازواج کی بنات واخوات وخالات کی طرف متعدی نہیں جیسا کہ مدارک وخازن واحمدی وروح البیان وغیرہ میں ہے اور دوسری عبارت قال السروجی الخ جو کہ ابھی عینی سے نقل ہوئی اُن کو جواب دیا گیا ہے کہ ظاہر روایت ونوادر سے یہ عبارت مخالف نہیں کیونکہ ظاہر روایت میں بھی درست ہے مع اعتراض ولی اور نوادر میں جو نادرست ہے تو وہ بوجہ فساد زمانہ ہے فلا تعارض ولا تصادم اس کے متعلق بھی حضور لامع النور کچھ تحریر فرمائیں۔

الجواب

بملاحظہ شریفہ مولٰنا المبجل المکرم ذی المجد والفضل والکرم مولٰنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب دامت معالیہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عبارت بنایہ صـ۱۰۲ بہت صاف ہے اوپر کی روایت سے موازنہ کرکے اس روایت کا مطلب واضح ہوتا ہے امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دو روایتیں ذکر کیں اول لابد من اعتبار الکفاءۃ فلا یسقط الا بتراضی الولی والمرأۃ یہ ہمارے مذہب کے موافق ہے حتی کہ روایت حسن مفتٰی بہا کے بھی کہ اس میں بھی اگر بالغہ برضائے ولی قبل النکاح عالما بعدم الکفاءۃ غیر کفو سے نکاح کرے گی صحیح ونافذ ہوگا اور حق اعتراض بھی نہ رہے گا۔ دوسری وعنہ فی الرجل یشرب الشراب او ھو حائک یفرق بینھما یہ مطلق ہے وہ استثنائے تراضی یہاں نہیں یہاں بھی وہ استثناء ہو تو دونوں روایتیں ایک ہو جائیں لاجرم اس کے اطلاق کا یہ حاصل کہ لحاظ کفاءت حقا للشرع لازم تراضی زن وولی سے بھی ساقط نہ ہوگا اور اگر سب کی رضا سے ایسا نکاح ہو قاضی جبراً علیہم تفریق کردیگا جیسے ہمارے یہاں اگر بنت ممسوسہ لبشہوت سے برضائے زن واولیا نکاح کرے یفرق بینھما یہی حکم روافض نے دربارہ علویات دیا کہ دوسرے سے اگرچہ قرشی ہو علویہ کا نکاح اگرچہ برضائے کل ہو ممتنع ہے ان دونوں قولوں کو امام سروجی فرماتے ہیں باطلان اور وہ بیشک باطل ہیں اگر بالغہ برضائے ولی حائک سے نکاح کرلے لا یفرق بینھما اور علویہ بالغہ قرشی غیر علوی سے نکاح کرے اگرچہ بے رضائے ولی یا غیر قرشی سے برضائے ولی لا یمتنع امام سروجی[ف۱] ابو العباس احمد قاضی مصر متوفی ۷۱۰ھ صاحب غایہ شرح ہدایہ اجلۂ علمائے حنفیہ سے ہیں۔ اس وقت تو فقیر نے قیاس سے گزارش کیا تھا کہ الخطبۃ للتزوج ہوگا اب کتاب کا ورق کہ جناب نے بھیجا دیکھکر یقین کرتا ہوں کہ بیشک لام ہی ہے کاتب نے اس کتاب کو نسخ نہ کیا مسخ کیا ہے اسی لیے میں نے نہ خریدی خطبہ کا غیر نکاح ہونا ایسا روشن ہے جیسے صبح کا غیر شمس ہونا حاشا یہ احتیاط فی الفروج نہیں بلکہ احتیال فی الفروج ہے کہ منگنی ہوتے ہی منکوحہ بنالیں ولا یقول بہ جاھل فضلا عن فاضل کس قدر کثرت وافرہ سے نصوص ملیں گے جو خطبہ وتزوج کی مباینت ثابت کرینگے ؎

ولیس یصح فی الاذھان شیئ + اذا احتاج النھار الی دلیل

حدیث تحرم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ[ف۲] سے اس کی تائید جہل شدید ورنہ حدیث یحرم السوم[ف۳] علی سوم اخیہ سے نفس سوم کو عقد بیع کرلیں گے بنایہ کی پہلی عبارت ولاینبغی ان تخطب المعتدۃ ش لان الخطبۃ للتزوج ونکاح المعتدۃ لایجوز تو ظاہر ہے کیا نکاح معتدہ کو لاینبغی کہا جاتا اس کی تحریم تو محرمات میں گزری یہاں کاتب نے لان چھوڑ دیا ہے متن نے دو مسئلے بیان فرمائے ایک خطبہ صریحہ اسے منع فرمایا شارح اس کی دلیل بتاتے ہیں کہ خطبہ تو بغرض تزوج

ف۱: امام سروجی ابو العباس احمد قاضی مصر متوفی ۷۱۰ھ صاحب غایہ شرح ہدایہ اجلۂ علمائے حنفیہ سے ہیں۔

ف۲: اپنے مسلمان بھائی کی منگیتر کو پیام دینا حدیث سے ممنوع ہے یہ پیام دینا ہی ممنوع ہے نہ یہ کہ اگر اس سے نکاح کرے تو اس لیے اس سے نکاح نہ ہو کہ وہ دوسرے کی منگیتر تھی کہ منگنی نکاح نہیں ...

ف۳: اپنے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا کرنا ...

ہی ہے اور تزوج معتدہ حرام دوسرا خطبہ بالکنایہ اسے جائز فرمایا کہ لا باس بالتعریض فی الخطبۃ یعنی خطبہ ہو مگر نہ الفاظ صریحہ میں بلکہ کنایہ تو حرج نہیں کیا کوئی مسلم بلکہ کوئی عاقل اس کے یہ معنے لے سکتا ہے کہ معتدہ سے نکاح بالکنایہ جائز ہے حاش للہ۔ دوسری عبارت ای لا یجوز ان یقول صریحا ارید ان انکحك او اتزوجك او اخطبك لان الخطبۃ للتزوج کما ذکرنا جس میں کاتب نے ای کا ان اور للتزوج کا التزوج لکھا ہے اس میں اُن صاحبوں کو غالبًا یہ دھوکا لگا کہ اخطب کو منصوب پڑھا اور انکح پر معطوف اور ارید کے تحت میں داخل مانا کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے خطبہ کرنا چاہتا ہوں یوں سمجھ لیا کہ خطبہ تزوج ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اخطب مرفوع حکائی اور اُس کا عطف ارید پر ہے یعنی یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے نکاح کیا چاہتا ہوں نہ یہ کہنا جائز کہ میں تجھے خطبہ کرتا یعنی پیام نکاح دیتا ہوں پھر اس کے صریح ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ خطبہ تزوج ہی کے لیے ہوتا ہے تو اخطبك کے معنے بعینہ وہی ہوئے کہ ارید ان انکحك آیہ کریمہ مثل امہات تحریم ابدی عام کے لیے ہے یہ بیشک ازواج مطہرات سے خاص ہے ورنہ ختنین کہ بہن سے تزویج بنات کہ مات نہ ہوسکتی اس سے یہ لازم سمجھنا کہ غیر ازواج مطہرات میں حل مطلق ہے سخت جہل ہے کہاں تحریم مطلق کی نفی کہاں حل مطلق کا اثبات یعنی سالبہ کلیہ کا نقیض موجبہ کلیہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴: از موضع بہن ضلع پٹنہ مرسلہ جناب سید مظفر حسین صاحب مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بالغہ لڑکی ہندہ کی نسبت عمرو سے مقرر کیا اور بکر کو وکیل بالنکاح اور ناکح مقرر کرکے خط لکھ بھیجا کہ ہندہ کا نکاح عمرو سے اکیس ہزار روپیہ دین مہر پر کردو ان تمام باتوں کی اطلاع ہندہ کو ہے گرچہ اجازت ہندہ سے بموافق دستور ہندوستان نہیں مانگا گیا اور ہندہ کی کسی حرکات وسکنات سے نارضامندی اور ناراضگی بھی ظہور میں نہ آئی بکر نے اکیس ہزار دین مہر پر عمرو سے ہندہ کا نکاح کرکے زید کے پاس خط لکھ بھیجا کہ فلاں تاریخ عمرو سے ہندہ کا نکاح اکیس ہزار پر کردیا آپ لڑکی کو خبر کردیجیے زید نے اپنی لڑکی کو اطلاع دلوایا تو لڑکی نے قبول کرلیا نکاح ایسی صورت میں قبول ہوا اور تجدید کی ضرورت تو نہیں ہے بینوا توجروا۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح صحیح وتام نافذ ولازم ہوگیا اگر کوئی مانع شرعی مثل فساد مذہب وغیرہ نہ ہو تجدید کی کچھ حاجت نہیں فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ کما فی الخیریۃ وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم۔

(فیض الحسن بد رقم از اول تا آخر تحریر نمود)

ناظرین کرام

آج بفضلہ تعالیٰ فتاوی رضویہ کتاب النکاح کا حصّہ دوم یعنی باب المحرمات آپ کے پیش نظر ہے۔ میں نے جس دن سے اس کی سہ ماہہ طباعت کا ارادہ کیا تھا اُس کے حساب سے یہ اوائل محرم ۱۳۴۶ھ میں آپکی ضیافت طبع کے لیے پہنچ لینا چاہیے تھا بجائے اُس کے ایک ماہ بعد یعنی شروع صفر میں آپکو ملسکا ہے اس کا سبب آپ جیسے مخلصین کی عدم توجہی ہے پہلا حصّہ چھپے ہوئے ایک سال سے زیادہ ہوگیا اور اُس کی اشاعت میں میں نے انتہائی کوشش صرف کردی مگر ابتک اُس کی اشاعت اس حد تک نہو پائی کہ اُس کے سرمایہ سے یہ حصّہ چھپ سکتا۔ بالآخر فراہمی سرمایہ کا انتظار نہ کرکے دوسرا حصّہ شائع کردیا گیا۔

مہربانا۔ اس فتاوے کی اشاعت میرا آپ کا سب کا کام ہے۔ میں نے تو ابتک چھاپکر ۲ حصے حاضر خدمت کردیے ہیں آپ بھی اشاعت میں کوئی نمایاں ترقی کرکے دکھائیے۔ صرف آپکی خریداری اس سلسلہ کو قائم رکھنے کے لیے کافی نہوگی بلکہ ہر صاحب (جو اس وقت فتاوے کے مستقل خریدار ہیں) صرف ایک خریدار اپنے ذاتی اثر سے فراہم کرکے دیں۔ یہ کوئی ایسا لمبا چوڑا مطالبہ نہیں ہے جو پورا نہ ہوسکے۔ صرف ایک خریدار بہم پہنچانا نہ آپ جیسی نمایاں ہستی کے لیے کچھ دشوار اور نہ اس عدد کی آپ جیسے سُنّی کے جوش محبت کے مقابلہ میں کوئی گنتی۔

میں آپکی خریداری کا تہ دل سے شکرگزار ہوں اگر نئے خریداروں سے میرا ہاتھ بٹا ناپ میرے لیے بہت زیادہ ممنونیت کا باعث ہوگا۔ میں اُن حضرات کی ہمدردیوں کا تہ دل سے شکرگزار ہوں جنہوں نے حصّہ اولیٰ کی اشاعت میں میری مدد کی۔ میں اُن کے لیے دعاءِ خیر کرتا ہوں اور آپ سے بھی التماس ہے کہ آپ اوقات خاص میں اُنھیں فراموش نہ فرمائیں۔ اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

تعداد خریداری	نام و پتہ	تعداد خریداری	نام و پتہ	تعداد خریداری	نام و پتہ
۴۹	مولوی حشمت علیصاحب محلہ گڑھیا بریلی	۸۰	سید ایوب علیصاحب ناظم رضوی کتبخانہ بریلی	۱۰۰	ابوالبرکات مولنا سید احمد صاحب لاہور
۱۰	جناب مولوی عبدالحئ صاحب رئیس کرگینا	۲۵	جناب مولوی محمد میاں ابن صالح میاں صاحب دھوراجی	۲۵	جناب عبدالعزیز خانصاحب ۲ کریا اسٹریٹ کلکتہ
۵	جناب سید انصار احمد صاحب تاجر کتب الہ آباد	۱۰	جناب مولنا مولوی برہان الحق صاحب جبلپوری	۱۰	جناب مولوی عرفان علیصاحب بیسلپوری

اس فہرست میں صرف اُن معاونین کے اسمائے گرامی درج ہیں جن کا دست کرم کم سے کم پانچ نسخوں تک بڑھا ہے لہٰذا بعض اُن حضرات کے نام نامی درج نہ کیے جن کی اشاعت دو چار نسخوں سے متجاوز نہیں ہوئی ہے اگرچہ میں اُن کا بھی شکرگزار ہوں میرے بکثرت محترم احباب ابھی ایسے باقی ہیں جنھوں نے اشاعت میں ابتک کوئی حصّہ نہیں لیا ہے میں امید کرتا ہوں کہ وہ بھی آئندہ اشاعت تک مجھے شکریہ کا موقع دینگے۔

بعض گرامی احباب نے ایک تعداد اپنے ذمّہ کرم پر لیلی ہے اُن سے گزارش ہے کہ اب ایفاء وعدہ کا وقت ہے۔ بعض محترم حضرات کے نام نامی کے سامنے جو تعداد اشاعت درج ہے وہ اُن کے اثرات کے لحاظ سے کم ہے اُن سے گزارش ہے کہ وہ تعداد میں اضافہ فرمائیں۔ والسلام

دعاگو حسنین۔ ناظم حسنی پریس بریلی

معزز ناظرین

بفضلہ تعالیٰ ہیری گاڑھی محنتوں کا ایک مختصر نتیجہ آپکے پیش نظر ہے۔ میں فتاوے کے اس حصہ کی صحت "کتابت" "طباعت" میں اپنی پوری محنت صرف کرچکا اب آپکی دلچسپی دیکھنا ہوں کہ شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس نایاب تصنیف کی کتنی قدر کرتے ہیں آپ صاحبان میں اگر اسکے مطالعہ کا شوق پیدا نہ ہوا اس کے نسخے خدانخواستہ کیڑوں کی خوراک ہوگئے تو ہماری ہمت پست ہوجائیگی اور آیندہ کے لیے کام رک جائیگا۔

یہ حصہ ہم نے چھاپ دیا آپ اپنے حلقہ اثر میں اسے شائع کردیجیے اور اپنے اپنے مقامات پر جلد سے جلد یہ کوشش کیجیے کہ اس کے مستقل خریدار پیدا ہوجائیں کہ جو جلد تیار ہوتی جائے وی پی کردی جایا کرے بہتر ہو کہ ایک مقام کے لوگ یکجائی وی پی منگائیں کہ انکو محصول میں کمی ہو اور کارکنان کو متعدد پلندوں کی بندشیں نہ کرنا پڑیں۔ اس صفحہ میں آپ نے ایک مختصر صحت نامہ بھی دیکھا ہے جس کا بڑا حصہ اصل نہ ملنے کے باعث ظہور میں آیا ہے میں نے نقل سے کام نکالا اور اصل کی جلد ایک مدت کے بعد حاصل ہوسکی اُس سے اس مطبوعہ حصہ کا مقابلہ کرنے کے بعد یہ صحت نامہ تیار کیا گیا۔ اب آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اگلا حصہ اس سے کہیں بہتر ور برتر طبع ہوگا = دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اعلیٰحضرت حضرت مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ اور ساری تصانیف قدسیہ مقبول فرمائے اور انھیں قبول عام بخشے۔ اور اُن سے تمام مسلمانوں کو نفع تام دے اور ہمیں اُنکی برکات سے مالامال فرمائے اور ہماری یہ محنت ٹھکانے لگائے اس سلسلہ کو جاری رکھنے میں مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اپنے اس امام جلیل کی یہ تصنیف جمیل ہاتھوں ہاتھ لیں اور اس سے نفع عظیم اٹھائیں آمین۔ حشرہ ۱۸ - اگر مسلمانوں نے ہماری ہمت بندھائی اور اس حصہ کی خریداری سے اعانت فرمائی تو بعونہ تعالیٰ عنقریب دوسرا حصہ طبع ہوجائیگا جو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ عید کو مسلمانوں کیلیے دوہری عید بنائیگا۔ والسلام۔

حسب ذیل پتہ سے یہ جلدیں ملا کرینگی۔

(۱) جناب مولنا مولوی محمد حسنین رضا خاں صاحب مہتمم دفتر حسنی پریس محلہ سوداگران - بریلی

(۲) سید ایوب علی مہتمم رضوی کتب خانہ محلہ بہاری پور - بریلی

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین
الحمد للہ ۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے مبارک فتاوی العطایا النبویہ کی کتاب النکاح کا دوسرا حصہ
بتصحیح واضافہ فوائد از فقیر مصطفےٰ رضا قادری برکاتی ۔ رضوی غفرلہ
باہتمام مولانا مولوی شاہ محمد حسنین رضا خاں صاحب زید مجدہم
مطبع حسنی بریلی میں چھپکر شائع ہوا

مسئلہ ۱۹۔ رجب ۱۳۰۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے ابن الابن زید کو دودھ پلایا اب زید کا نکاح اپنی نواسی لیلےٰ بنت سلمیٰ سے کیا چاہتی ہے آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ہرگز جائز نہیں کہ جب زید نے اپنی دادی کا دودھ پیا تو وہ اُسکی ماں ہوئی اور جب وہ اُسکی ماں ہوئی تو اُسکی ساری اولاد خواہ اس دودھ سے پہلے پیدا ہوئی ہو یا بعد سب اس کے بہن بھائی ہوئے اور جب وہ سب بہن بھائی ہیں تو اُن کی بیٹیاں اس کی بھتیجیاں بھانجیاں ہیں پس لیلےٰ بھی کہ سلمےٰ بنت ہندہ کی دختر ہے زید کی بھانجی ہے اور زید اُس کا ماموں اور ماموں بھانجی کا نکاح کہیں حلال نہیں فتاوی عالمگیریہ میں ہے یحرم علی الرضیع ابواہ
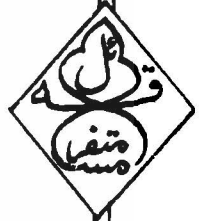
من الرضاع واصولهما وفروعهما حتی ان المرضعۃ لو ولدت قبل ھذا الارضاع او بعدہ او ارضعت رضیعا فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھما اولاد اخوتہ واخواتہ اھ ملخصا اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ بعض مدعیان علم کا یہ خیال کہ سلمٰی مادر لیلٰی زید سے پہلے پیدا ہوئی تھی تو دودھ میں شرکت نہ ہوئی نہ سلمٰی اس کی بہن نہ لیلٰی اس کی بھانجی ٹھہری محض جہالت فاحشہ ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از خیر آباد مرسلہ مولوی حسین بخش صاحب رضوی یکم ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بکر کی بیٹی بیاہی ہے اور بکر نے دوسری عورت سے نکاح کیا بعدہٗ بکر مرگیا اب زید چاہتا ہے کہ اپنی سوتیلی خوشدامن سے نکاح کرے یہ نکاح موافق حاشیہ عینی کے جائز ہے یا نہیں اور زن مذکورہ قولہ تعالٰی وامھات نسائکم میں داخل ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح مذکور بیشک جائز ہے قال اللہ عزوجل وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ علما قاطبۃ متون وشروح وفتاوی میں محرمات صہریہ زوجات اصول وفروع اصول وفروع زوجات بتاتے ہیں نہ زوجہ اصول زوجہ وعدم الذکر فی امثال المقام ذکر العدم کما لا یخفی اور سوتیلی ماں امہات میں ہرگز داخل نہیں ورنہ آیہ تحریم میں حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ کے بعد وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ کیوں فرمایا جاتا علما تصریح فرماتے ہیں کہ سوتیلی ماں کی ماں اور اُس کی بیٹی اور اُس کی بہن سب حلال ہیں اگر سوتیلی ماں بھی ماں ہوتی تو یہ عورتیں اس کی نانی بہن خالہ قرار پاتیں علامہ خیر الدین رملی فرماتے ہیں لا تحرم بنت زوج الام ولا امہ ولا ام زوجۃ الاب ولا بنتھا اصل یہ ہے کہ ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لیے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہذا اُس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از نرسنگہ پور کندیلی متصل جامع مسجد مرسلہ مولوی یقین الدین صاحب ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ نصیبن اپنے خاوند زید کی موجودگی میں بکر سے پھنسی ہوئی تھی زید اپنے روزگار کی وجہ سے دوسرے شہر میں رہتا تھا مگر اپنی زوجہ نصیبن کو ۲ دو برس تک کچھ خرچ نہ بھیجا چنانچہ نصیبن علانیہ بکر کے گھر میں آگئی اس کے ایک لڑکا بھی زید سے ہی نصیبن کو بکر کے یہاں پڑے ہوئے عرصہ دس برس کا گزرا اب بکر چاہتا ہے کہ اُس سے نکاح کرے زید نے طلاق نہیں دی ہے مگر ہاں زید کی مرضی ہے کہ مسماۃ کچھ دے تو طلاق دیدوں۔ بکر درصورت طلاق نہ دینے زید

کے نصیبن سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ عورت بے اذن شوہر گھر سے نکل جائے تو نکاح سے نکل جائے محض غلط ہے قال اللہ تعالیٰ والّٰتی تخافون نشوزھن فعظوھن الآیہ تخافون تعلمون ومن النشوز الخروج بلا اذن معاذ اللہ اگر ایسا ہو تو نکاح کی گرہ زنانِ ناقصات العقل والدین کے ہاتھ میں ہوجائے جو عورت چاہے بے ارادہ شوہر سہل طور پر قید نکاح سے آزادی حاصل کرلے حالانکہ اللہ عزوجل نے نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی ہے قال عزوجل بیدہ عقدۃ النکاح یعنی الزوج فی قول علی وسعید بن المسیب وسعید بن جبیر وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنھم اسی طرح عیاذا باللہ عورت کے فسق وفجور سے بھی نکاح نہیں جاتا قال اللہ تعالیٰ والّٰتی یأتین الفاحشۃ من نسائکم سماھن مع ذلک نساء ھم وقال جل وعلا والذین یرمون ازواجھم الآیۃ الی قولہ تبارک وتعالیٰ ویدرؤ عنھا العذاب الآیہ پس جبکہ زید نے ہنوز طلاق نہ دی نصیبن بدستور اُس کے نکاح میں باقی ہے اور بکر خواہ کسی کو ہرگز اُس سے نکاح حلال نہیں اگر کر بھی لیا تاہم جیسے ابتک وہ دونوں مبتلائے زنا رہے یونہیں اس نکاح بے معنے کے بعد بھی زانی وزانیہ رہیں گے اور یہ جھوٹا نام نکاح کا کچھ مفید نہ ہوگا قال اللہ تعالےٰ والمحصنٰت من النساء پس چارہ کار یہی ہے کہ بکر ونصیبن فوراً جدا ہوجائیں اور اللہ عزوجل کے غضب سے ڈر کر اپنے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں پھر نصیبن زید کے پاس رہنا نہ چاہے تو اُسے اختیار ہے کہ زید کو طلاق کے بدلے مال دیکر خواہ بغیر مال دیے طلاق حاصل کرے قال المولیٰ سبحنہ وتعالیٰ فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ جب زید طلاق دیدے تو اب تین حیض کامل گزرنے کے بعد نصیبن کو حلال ہوگا کہ بکر خواہ غیر بکر جس سے چاہے نکاح کرلے قال سبحنہ وتعالیٰ والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء بکر ونصیبن اگر اس حکم الٰہی پر گردن رکھیں فبہا اور اگر نہ مانیں اور اُسی حالت پر رہیں یا بے طلاق حاصل کیے آپس میں نکاح کرلیں تو ایمان والے مرد اور ایمان والی بی بیاں اُنھیں یک لخت چھوڑ دیں نہ اپنے پاس بیٹھنے دیں نہ خود اُن کے پاس بیٹھیں قال عزوجل واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عالم حیات زوجہ میں حقیقی سالی یا رشتہ کی سالی سے نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

ف ۱: مسئلہ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ عورت بے اذن شوہر مکان سے نکل جائے تو طلاق ہوجاتی ہے یا نکاح سے نکل جاتی ہے محض غلط ہے۔

ف ۲: عورت کے فسق وفجور سے نکاح نہیں جاتا۔

ف ۳: عورت منکوحہ سے دوسرے کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

ف ۴: اگر بعد حکم شرع کوئی نہ مانے تو اُس سے میل جول ترک کیا جائے۔

ف ۵: مسئلہ عورت کی زندگی میں اس کی بہن سے نکاح حرام ہے۔

الجواب

تاحیات زوجہ جبتک اُسے طلاق ہو کر عدت نہ گزر جائے اُس کی بہن سے جو اُس کے باپ کے نطفے یا ماں کے پیٹ سے یا دودھ شریک ہے نکاح حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین اور ان کے سوا زوجہ کی رشتہ کی بہنیں مثلاً چچا ماموں خالہ پھپی کی بیٹیاں اُس کے شوہر پر ہر وقت حلال ہیں کل ذلک مصرح بہ فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بھتیجی بہو اور بھانجی بہو سے نکاح درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں سے درست ہے قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ از لکھنؤ محلہ علی گنج مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین جواب اس مسئلہ کا کہ ایک شخص نے اپنی سالی کی لڑکی کو واسطے اپنے لڑکے کے نکاح کے پرورش کیا تقدیر ربی سے لڑکا انتقال کر گیا بعدہ خود پرورش کنندہ کی بی بی فوت ہوگئی اب پرورش کنندہ نے اپنی شادی اُس لڑکی پرورش کردہ شدہ سے کر لی یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

قطعاً جائز ہے قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم ظاہر ہے کہ بیٹے کے لیے نیت نکاح ہونے سے وہ بیٹے کی منکوحہ نہ ہوگئی جو حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم میں داخل ہو سکے حلائل جمع حلیلہ ہے یعنی وہ عورتیں تم پر حرام ہیں جو بذریعہ نکاح تمہارے صلبی بیٹوں کے لیے حلال ہو چکیں یہاں نہ ابھی بیٹے سے نکاح ہوا نہ یہ عورت اُس کے لیے حلال ہوئی باپ پر کیونکر حرام ہو سکتی ہے اور اگر پرورش کے خیال سے ایسا کہا جائے تو بھی محض غلط قرآن عظیم نے یوں فرمایا ہے وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم تمہاری گود کی پالیاں تمہاری اُن عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم ہم بستر ہو چکے اگر تم نے اُن عورتوں سے ہم بستری نہ کی ہو تو اُن کے ساتھ نکاح میں تم پر کچھ گناہ نہیں دیکھو قرآن مجید تصریح فرماتا ہے کہ اپنی منکوحہ کی دختر اپنی گود کی پالی بھی حلال ہے جبتک منکوحہ سے خلوت نہ کی ہو اختیار رکھتا ہے کہ منکوحہ کو چھوڑ کر یا اُس کے مرے پر اس سے نکاح کرلے تو سالی کی بیٹی پرورش کرنے سے کیوں حرام ہونے لگی

ف: مسئلہ اس نیت سے ... (حاشیہ)
ف: منکوحہ کی بیٹی ... (حاشیہ)

یہ ہندوانہ خیالات ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر کا نکاح عمرو کے ساتھ کر دیا عمرو نے طلاق نہیں دی زید نے کچھ روپیہ بکر سے لیکر نکاح بکر کے ساتھ کر دیا اور بکر نے بھی طلاق نہیں دی زید نے اور شخص ثالث کے ساتھ کچھ روپیہ لیکر نکاح کر دیا اس صورت میں یہ نکاح جائز ہو گئے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

یہ نکاح نہ ہوئے محض زنا ہوئے قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء عورت اب جس کے پاس ہے اُس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو اپنے پاس سے جُدا کر دے اور نکال دے اور عورت پر فرض قطعی ہے کہ اُس سے جُدا ہو جائے اپنے خاوند عمرو کے پاس آئے اور یہ روپیہ کہ زید نے بکر اور اُس شخص ثالث سے لیا بالکل حرام قطعی اور رشوت بلکہ زنا کی خرچی تھا زید پر فرض ہے کہ یہ روپیہ جس جس سے لیا ہے اُسے واپس کرے زید اور وہ شخص ثالث اور وہ عورت تینوں میں سے جو شخص ان احکام کی تعمیل نہ کرے مسلمان اُسے اپنی صحبت سے نکال دیں اور اُس کے پاس اُٹھنا بیٹھنا ترک کریں قال اللہ تعالیٰ واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک بیٹا ہے اور ہندہ کی ایک بیٹی زید کا بیٹا ہندہ سے نکاح کیا چاہتا ہے اور زید ہندہ کی بیٹی سے اس صورت میں یہ دونوں نکاح ہو سکتے ہیں یا نہیں کتاب اللہ سے فرمائیے بینوا توجروا۔

الجواب

یہ دونوں نکاح حلال ہیں قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذٰلکم ظاہر ہے کہ پسر زید کے لیے ہندہ اگر ہو گی تو باپ کی ساس ہو گی وذٰلك اذا تقدم نکاح زید اور باپ کی ساس حلال ہے جبکہ وہ اپنی نانی نہ ہو فی ردالمحتار قال الخیر الرملی لا تحرم ام زوجۃ الاب اور زید کے لیے ہندہ کی بیٹی اگر ہو گی تو بہو یعنی زوجۂ پسر کی بیٹی ہو گی۔ وھذا اذا سبق نکاح ابن زید اور بہو کی بیٹی حلال ہے جبکہ وہ اپنی پوتی نہ ہو فی ردالمحتار اما بنت زوجۃ ابنہ فحلال واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از اوجین مرسلہ میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی سالی حقیقی سے صحبت کی اور عمرو نے سالی کے ساتھ نکاح تو زید و عمرو کی عورت اولین پر طلاق عائد ہوتی ہے یا نہیں کیونکہ قرآن مجید و فرقان حمید میں ان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف وارد ہے اس مسئلہ میں جو حکم شرعاً ہو جدا گانہ بالتشریح بحوالہ عبارت کتب بیان فرمائیں۔

الجواب

بموجودی زوجہ سالی سے نکاح حرام ہے اور اُس پر فرض ہے کہ اسے ہاتھ نہ لگائے اور فوراً چھوڑ دے اور زنا تو ہر حال حرام ہی ہے مگر سالی سے نکاح یا زنا کرنے سے زوجہ مطلقہ نہیں ہوتی نہ آیت کا یہ مطلب ہے نہ سالی سے زنا کے سبب زوجہ سے جماع حرام ہو در مختار میں ہے فی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ لاتحرم علیہ امرأتہ نہ سالی کے ساتھ فقط نکاح کرنے سے جماع زوجہ ممنوع ہو جائے جب تک سالی سے جماع واقع نہ ہو ہاں اگر بعد نکاح سالی سے جماع کر لیا تو اب زوجہ سے بھی جماع حرام ہو گیا یہاں تک کہ سالی کو چھوڑ دے اور اُس کی عدت گزر جائے اُس وقت زوجہ سے جماع جائز ہوگا یوہیں اگر بے نکاح سالی سے جماع کیا مگر دیدہ و دانستہ زنا نہ کیا بلکہ شبہہ اور دھوکے سے جماع واقع ہوا تو بھی زوجہ سے جماع حرام ہو گیا جب تک اس جماع شبہہ کے سبب سالی پر جو عدت لازم آئی ہے ختم نہ ہو جائے فی رد المحتار فی مسئلۃ نکاح المرأۃ علی اختہا الثانی باطل ولہ وطء الاولی الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ کما لو وطئ اخت امرأتہ بشبہۃ حیث تحرم امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبہۃ ح عن البحر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب قبلہ پنجم شوال ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی دختر ہندہ نابالغہ کا عقد بولایت اپنے ہمراہ بکر کر دیا کہ جس کو عرصہ ایک سال کا گزرا زید کی زوجہ کو سفر درپیش آیا واسطے حفاظت و نگرانی بکر کو ہمراہ کر دیا زوجہ زید نے بہمراہی اپنے داماد بکر کے مع ایک خادمہ سفر گاڑی پر کیا شب کو سرائے میں بکر نے بارادہ فاسدہ و نیت خراب اپنی خوشدامن کی چارپائی پر آکر زبردستی کہا کہ میں پاؤں دابوں ہر چند منع کیا لیکن زبردستی پاؤں دبانے شروع کر دیے اور شکم پر ہاتھ پھیر کر قریب تھا کہ کمر بند کھول ڈالے اور اپنا ازار بند اول کھول لیا تھا نہایت مشکل و زبردستی سے بکر کو چارپائی سے علیحدہ کیا گیا دوبارہ پھر قریب تین بجے شب کے بکر نے آکر چارپائی پر بیٹھ کر ارادہ دست درازی

ف: سالی سے فقط نکاح یا زنا سے زوجہ حرام نہیں ہوتی ہاں اگر نکاح کر کے سالی سے وطی کر لی یا بے نکاح شبہہ سے وطی کی تو زوجہ سے وطی حرام ہے جب تک سالی کو چھوڑ دے اور اس کی عدت بھی گزر جائے اب بی بی سے وطی کر سکتا ہے یوہیں سالی سے شبہہ میں وطی کر لی تو بی بی سے وطی حرام ہے جب تک اس کی عدت نہ گزرے ۱۲

مسائل اخر

کالکیا زوجہ زید کی آنکھ کھل گئی اور وہ چیخ کر غل مچانے لگی کہ جس سے گاڑیبان اور خادمہ نے چونک کر چراغ سے دیکھا تو بکر تھا عذر بدتر از گناہ کرنے لگا کہ میں کتا مارنے آیا تھا یہ بات زوجہ زید یقین اور خوب مضبوطی سے از روئے مباہلہ وقسم شرعی کہتی ہے کہ بکر نے اول مرتبہ میرے شکم پر ہاتھ پھیر کر میرے ازاربند کھولنے کی نیت سے دست درازی کی تھی اور اپنا ازاربند کھول رکھا تھا اور اُس وقت بکر کے دست و پا میں رعشہ سخت تھا اگر میں ناراض ہو کر زبردستی بکر کو چارپائی سے علٰحدہ نہ کرتی تو بیشک میری عصمت بکر خراب کر ڈالتا اور اسی ارادہ سے دوبارہ پھر بکر آکر میری چارپائی پر بیٹھا اگر گاڑیبان وخادمہ چراغ لیکر نہ آتے اور نہ دیکھتے تو بکر ہرگز اپنے ارادہ سے باز نہ آتا زید کو بعد دریافت اس حالت کے اپنی دختر ہندہ کے عقد میں شک پڑ گیا اور کہا کہ میں اب رخصت نہ کرونگا تو اب جس حالت میں دونوں ولی اصلی یعنی والدین ہندہ زید مع زوجہ بکر سے بباعث اس حرکت کے ناراض ہیں تو نکاح ہندہ کا بکر سے باقی رہگیا یا ٹوٹ گیا اگر ٹوٹ گیا تو عقد ثانی اُس کا خواہ بکر سے یا اور جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں کیونکہ دختر زید یعنی ہندہ نابالغ ہے اور ولی یعنی والدین اُس کے بکر سے ناراض ہیں تو ایسی حالت میں مسئلہ شریعت کیا ہے اور اب معاملہ ہندہ و بکر کیا ہونا چاہیے اور زوجہ زید جوان ہے جس سے یہ حرکت بکر نے کی فقط بینوا توجروا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ اپنی منکوحہ کی ماں کے جسم کو بنظر شہوت کسی جگہ ہاتھ لگانے سے گو نکاح زائل نہیں ہوتا مگر عورت ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے اور اس شخص پر واجب ہوتا ہے کہ اُسے چھوڑ دے لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مس بحالت شہوت ہو یعنی ہاتھ لگانے کے وقت ہی معاً نعوظ (یعنی عضو تناسل کا قائم ہونا) پیدا ہو یا پہلے سے نعوظ تھا تو ایسی حالت میں زائد ہوجائے ورنہ اگر جس وقت مس کیا نعوظ نہ تھا جب مس ختم ہوچکا اُس کے بعد پیدا ہوا یا نعوظ پہلے سے تھا اور مس کرنے میں کچھ زیادہ نہ ہوا بدستور رہا تو حرمت نہ ہوگی فی الدر المختار العبرۃ للشھوۃ عند المس والنظر لا بعدھما وحدھا فیما تحرک آلتہ او زیادتہ بہ یفتی وفی رد المحتار قولہ او زیادتہ ای زیادۃ التحرک ان کان موجودا قبلھما قولہ بہ یفتی قال فی الفتح وفرع علیہ مالو انتشر وطلب امرأتہ فاولج بین فخذی بنتھا خطاء لا تحرم امھا مالم یزد الانتشار اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ مس برہنہ جسم پر ہو یا کسی ایسے باریک کپڑے پر سے کہ عورت کے جسم کی حرارت اُس کے ہاتھ کو پہنچنے سے مانع نہ ہو جیسے اس زمانہ میں جالی یا تنزیب کی کرتیاں ورنہ اگر ایسا سنگین کپڑا حائل تھا کہ جسم زن کی
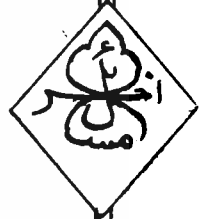
گرمی ہاتھ کو محسوس نہ ہونے دے تو حرمت نہیں اگرچہ مس بہزار شہوت واقع ہوا ہو فی الدر المختار والاصل ممسوسۃ بشھوۃ ولو لشعر علی الراس بحائل لایمنع الحرارۃ فی رد المحتار فلوکان مانعا لاتثبت الحرمۃ کذا فی اکثر الکتب وکذا لوجامعھا بخرقۃ علی ذکرہ نیز ایک شرط حرمت یہ ہے کہ یہ حرکت انزال کی طرف مودی نہ ہو اگر انزال ہوگیا حرمت نہ ہوئی فی الدر المختار ھذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ یعنی ابن کمال غرض مس بالنظر کے سبب حرمت مصاہرت ثابت ہونے میں یہ شرطیں ہیں زوجہ زید کا بیان جسقدر سوال میں مذکور اُس سے کچھ نہیں کھلتا کہ صورت واقعہ میں یہ متحقق تھیں یا نہیں تین بجے شب کے واقعہ میں بکر کا صرف اُس کی چارپائی پر آکر بیٹھنا اور دست درازی کا ارادہ کرنا بیان کرتی ہے مجرد ارادہ کوئی چیز نہیں اور واقعہ اول شب میں بھی کچھ نہیں کہتی کہ بکر کا پاؤں دبانا کپڑے پر سے تھا یا برہنہ پاؤں پر اور شکم پر ہاتھ پھیرنا بھی کچھ خواہی نخواہی اس میں نص نہیں کہ برہنہ پیٹ پر ہاتھ پھیرا نہ یہ معلوم کہ اُس وقت زوجہ زید کی کرتی کیسے کپڑے کی تھی تو اُس کے فقط اتنے بیان پر حکم حرمت نہیں ہوسکتا جبتک صاف صاف تمام شرائط کا متحقق ہونا نہ ظاہر ہو۔ لہٰذا فقیر اس مسئلہ کے جواب میں صرف اسقدر حکم دے سکتا ہے کہ اگر بکر نے زوجہ زید کے پاؤں یا پیٹ خواہ کسی جسم پر برہنہ یا حائل نرم کے ساتھ بطور شہوت ہاتھ لگایا کہ اس حرکت کی حالت ہی میں اُسے نعوظ پیدا ہوا یا پہلے سے تھا تو اسی حالت میں بڑھ گیا اور انزال واقع نہ ہوا تو بیشک ہندہ ہمیشہ ہمیشہ بکر پر حرام ہوگئی کہ کبھی کسی طریقہ سے اُسے ہاتھ نہیں لگا سکتا اور اگر ان شرائط میں کچھ کمی تھی تو ہندہ بدستور اُس کے لیے حلال ہے پھر جس حالت میں حکم حرمت دیا جائیگا اُس کا بھی یہ حاصل ہرگز نہیں کہ نکاح بالفعل ٹوٹ گیا یہ محض خطا ہے بلکہ اُس وقت حکم صرف اس قدر ہوگا کہ ہندہ بکر پر حرام ابدی ہوگئی بکر پر فرض کہ اُسے چھوڑ دے اگر نہ چھوڑے گا سخت گنہگار ہوگا اور ہندہ کے حق میں بھی گرفتار ہوگا قال اللہ تعالٰی فامساک بمعروف او تسریح باحسان واذ قد فاتہ الامساک بالمعروف لزمہ التسریح باحسان مگر جبتک[1] وہ ترک نہ کرے یا حاکم شرع تفریق نہ کردے نکاح بیشک باقی ہے دوسری جگہ ہرگز ہندہ کا نکاح جائز نہیں ہاں بعد متارکہ یا تفریق حاکم شرع پدر ہندہ کو اختیار ہوگا کہ بکر کے سوا جس سے چاہے نکاح کردے فی الدر المختار حرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطء بھا لایکون زنا وفی رد المحتار ای وان مضی علیھا سنون کما فی البزازیۃ وعبارۃ الحاوی الابعد تفریق القاضی اوبعد المتارکۃ اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

[1] [illegible] الشامی [illegible] ... والنکاح الفاسد ... منہ قدس سرہ

مسئلہ ۱۱: از مارہرہ مطہرہ مرسلہ جناب سیّد امیر حیدر صاحب قبلہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح بولایت خود وشوئے خود بکر سے کیا بعدہ بوجہ نااتفاقی باہمی یہ خیال ہوا کہ یہ نکاح کسی شکل سے توڑا چاہیے کہ دوسری جگہ نکاح ہوسکے ہندہ سفر کو گئی ہمراہی میں بکر اور ایک خادمہ اور ایک نابالغہ چھوکری اور گاڑیبان جس سے پردہ نہ تھا گئے سرائے میں کھانا کھا کر جو بچا ہندہ نے اپنے سرہانے رکھوالیا چارپائی پر ہندہ اور نیچے فرش پر خادمہ وبکر وچھوکری سوئے ۱۲ بجے شب کے خادمہ مع چھوکری پیشاب کو گئی بکر غافل سوتا تھا ہندہ نے بآواز سخت پکارا کہ جلد ہوشیار ہو مجھے خوف معلوم ہوتا ہے بکر پاس گیا اور فرش پر بیٹھنے کا ارادہ کیا کہا میری چارپائی پر بیٹھ جاؤ وہ ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اتنے میں خادمہ آگئی تو بکر سے بسہولت کہا اب تو جا کر سورہ بکر اپنی جگہ پر سو رہا ۲ بجے شب کے بکر حقّہ پینے اُٹھا مکان میں کتّا جاتا معلوم ہوا حقہ گاڑیبان کو دیکر اندر گیا اندھیرا تھا چارپائی کو ٹھوکر لگی ہندہ نے خادمہ اور گاڑیبان کو پکارا بکر نے فوراً کہا میں ہوں کتّا مارنے آیا ہوں کہ کھانا خراب نہ کرے سب سو رہے صبح کو ہندہ نے خادمہ سے کہا بکر نے میرے ساتھ بدنیتی کا ارادہ کیا کہا کب کہا جب تو پیشاب کو گئی تھی کہا مجھے ایسی کیا دیر ہوئی تھی اور تم نے جبھی کیوں نہ کہا میں بکر سے پوچھتی ہوں اُسے سخت قسم دیدی پھر ہفتہ بھر ساتھ رہے کچھ ظاہر نہ ہوا مکان پر آکر ہندہ نے بہتان باندھا خادمہ اور گاڑیبان بقسم محض لاعلمی بیان کرتے ہیں اور بکر بھی اپنی بے قصوری کی صدہا قسمیں کھاتا ہے آیا تنہا بیان ہندہ قابل وثوق ہے اور نکاح بکر قائم رہا یا کیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تنہا ایک عورت کا بیان اصلاً قابل سماعت نہیں قال اللہ تعالٰی واشھدوا ذوی عدل منکم نکاح بکر یقیناً قائم ہے۔ حتی علی فرض صدقہا ایضا لان المذھب عندنا ان حرمۃ المصاھرۃ لاترفع النکاح وانما تفسدہ فلابد من متارکۃ من زوج او تفریق من قاض کما فی رد المحتار عن النھر عن الزیلعی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از رائپور علاقہ جیپورڈاکخانہ نڈاون مرسلہ منشی فرزند حسن صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو جس شخص کا حمل ہو قبل وضع حمل اُسی سے یا غیر سے نکاح کرنا اُسے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔
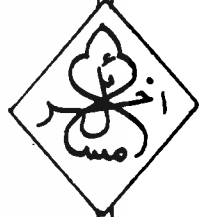
الجواب

حمل اگر حلال کا ہے (یعنی وہ جس میں شرعاً نسب ثابت ہو) تو قبل از وضع اُس کا نکاح کسی غیر سے نہیں ہوسکتا قال اللہ تعالٰی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ہاں شوہر سے جس کا حمل ہے نکاح جائز اُس کی صورت یہ کہ بعد حمل رہنے کے شوہر نے طلاق دیدی تو اگرچہ ہنوز وضع حمل نہو اُس سے نکاح ہوسکتا ہے بشرطیکہ طلاق مغلظہ نہو جس میں حلالہ کی ضرورت پڑتی ہے فی الدر المختار ینکح مبانتہ بمادون الثلاث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع لا مطلقۃ بالثلث حتی یطأھا غیرہ بنکاح نافذ اور اگر زنا کا حمل ہے (جس میں بچہ شرعاً مجہول النسب ٹھہرتا ہے) تو زانی وغیر زانی جس سے چاہے بے وضع حمل نکاح کرسکتی ہے کہ زنا کے پانی کی شرع میں اصلا حرمت وعزت نہیں مگر فرق اتنا ہے کہ اگر خود زانی ہی سے نکاح کرلیا جس کا حمل رہا تھا تو اُسے صحبت کرنی بھی جائز ہو جائے گی اور غیر سے نکاح ہوا تو جبتک وضع حمل نہولے وہ ہاتھ نہیں لگا سکتا فی الدر المختار صح نکاح حبلی من زنا لامن غیرہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع ولو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا اھ ملخصا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۳۱ ازآنولہ ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ بیوہ میں ناجائز طور کی ملاقات تھی زید اُس سے ارادہ نکاح رکھتا تھا ہندہ کی بیٹی سلمٰی نابالغہ کو جس کی عمر نو برس کی ہے اُس کے چچا نے اپنی بیٹی ظاہر کرکے زید سے نکاح کردیا مگر ہنوز رخصت واقع نہ ہوئی اب زید کو معلوم ہوا کہ یہ اُسی ہندہ کی بیٹی ہے جس سے قبل اس نکاح کے زید کا ناجائز تعلق رہ چکا ہے اس حالت میں اس نکاح کی نسبت کیا حکم ہے اور زید بعد اس نکاح کے ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ زید اس نکاح سے پہلے ہندہ کو ناجائز طور پر ہاتھ لگا چکا تھا تو اُس کا یہ نکاح کہ ہندہ کی بیٹی سے کیا گیا محض ناجائز وحرام ہوا اُس پر فرض ہے کہ فوراً اُس سے دست بردار ہو اور بعد اس کے وہ ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے فان نکاح البنات وان کان یحرم الامھات لکن اذا کان صحیحا ولا یصح النکاح مع بنت ممسوسۃ لحرمۃ المصاھرۃ درمختار میں ہے حرم بالمصاھرۃ بنت زوجتہ الموطوءۃ وام زوجتہ وجداتھا مطلقا بمجرد العقد الصحیح ردالمحتار میں ہے احتراز عن النکاح الفاسد فانہ لایوجب بمجردہ حرمۃ المصاھرۃ بالوطء اومایقوم مقامہ من المس بشھوۃ والنظر بشھوۃ الخ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱: از موضع دربھنگہ ڈاکخانہ روسڑا بازار مقام موتی پور مرسلہ ملا شیر علی صاحب ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت مریدہ از روئے شرع پیر پر حرام ہے یا حلال اور ازواج مطہرات حضرت خدیجہ وحضرت عائشہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرید تھیں یا نہیں اس نکاح کی حرمت وحلت جو کچھ ہو بحوالہ حدیث وفقہ صاف تحریر کریں بینوا توجروا

الجواب

پیر کو اپنی مریدہ سے نکاح قطعاً حلال ہے اسے ممنوع جاننا کتاب وسنت واجماع امت وقیاس چاروں دلائل شرع سے محض باطل وبے اصل ہے قرآن عظیم سے یوں کہ مولے عزوجل نے حرام عورتیں گنا کر فرمایا واحل لکم ماوراء ذلکم ان کے سوا سب عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں تو لاجرم مریدہ بھی کہ ان محرمات میں ذکر نہ فرمائی اس حکم حلت میں داخل رہی سنت سے یوں کہ نبی سے زیادہ پیر ومرشد کون ہے خصوصاً ہمارے حضور پرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم کہ حضور تو تمام جہان کے پیر ہیں پھر حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے اپنی امتی بی بیوں ہی سے نکاح فرمایا جن میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ وحضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اعلیٰ درجہ کی مریدہ اور اعلیٰ درجہ کی بی بیاں ہیں باتفاق علما ثابت کہ جب اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت عامہ کو ظاہر فرمایا سب سے پہلے حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شرف ارادت سے مشرف ہوئیں بعض جاہلوں کی سمجھ میں یوں نہ آئے تو یہ تو مانیں گے کہ حضرات شیخین صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے افضل واکمل مرید تھے اولیائے کرام فرماتے ہیں تا جہان ست نہ ہمچو مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پیرے بود نہ ہمچو ابوبکر صدیق مریدے وہ جاہلانہ خیال کہ پیری ومریدی کا رشتہ بعینہ مثل رشتہ نسب کے ہے اگر سچا ہوتا تو مریدہ اپنی بیٹی ہوتی مریدوں کی بیٹیاں پوتیاں ہوتیں یوں ہیں حضرات ختنین عثمٰن غنی وعلی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نکاح بنات مطہرات حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کیونکر ہوسکتا کہ اس تقدیر پر صاحبزادیاں بہنیں ہوتیں مگر جہل وسفاہت کے مفاسد اس سے بھی زائد ہیں۔ اجماع امت سے یوں کہ آجتک تمام عالم میں کوئی عالم اس نکاح کی حرمت کا قائل نہ ہوا تمام ائمہ جملہ مذاہب کی کتابیں موجود کسی نے مریدہ کو محرمات سے نہ گنا۔ قیاس سے یوں کہ رشتہ اُستاذی وشاگردی بھی مثل رشتہ پیری ومریدی ہے پیر واُستاذ دونوں بجائے باپ کے مانے جاتے ہیں خود حدیث میں فرمایا

انما انالکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم رواہ احمد و ابوداود والنسائی وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ پیری و مریدی بھی خود ایک اُستاذی وشاگردی ہے اگر یہ خیال باطل ٹھیک ہوتا تو اپنی شاگرد عورت سے بھی نکاح حرام ہوتا اور عورت کو علم سکھانا نکاح جاتے رہنے کا باعث ہوتا کہ اب وہ اس کی بیٹی ہوگئی حالانکہ قرآن وحدیث سے زوجہ کو شاگرد کرنا اور اپنی شاگرد عورت کو نکاح میں لانا دونوں باتیں ثابت قال اللہ تعالٰی یایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ ظاہر ہے کہ گھر والوں کو دوزخ سے بچانا بغیر مسائل سکھائے متصور نہیں کہ بچنا بے عمل اور عمل بے علم میسر نہیں تو قرآن مجید صاف حکم فرماتا ہے کہ اپنی عورتوں کو علم دین سکھاؤ اور اُس پر عمل کی ہدایت کرو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں رجل کانت لہ امۃ فغذاھا فاحسن غذاءھا ثم ادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا وتزوجھا فلہ اجران یعنی جو کوئی کنیز رکھتا ہے اُسے کھلائے اور اچھا کھلائے پھر ادب سکھائے اور بہتر سکھائے اور علم پڑھائے اور خوب پڑھائے پھر اُسے آزاد کرکے اپنے نکاح میں لائے وہ شخص دوہرا ثواب پائے رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ جاہلوں کی جہالت کہ مریدہ سے نکاح ناجائز بتائیں اور زن و شوہر دونوں کو بے تکلف مرید بنائیں وہ دونوں اگر باپ بیٹی تھے یہ دونوں سگے بہن بھائی ہوئے غرض اس نکاح کو ممنوع جاننے والا شریعت مطہرہ پر کھلا افترا کرتا اور حلال خدا کو حرام ٹھہراتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے اللہ تعالٰی ہدایت بخشے آمین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷ شعبان معظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانا جو عقیدہ مروجہ شیعہ رکھتے ہیں علی الخصوص شیعہ لکھنؤ کے اُن کی دختر سے نکاح سُنی کا درست ہے یا نہیں اور اولاد اُس کی مستحق ترکہ پدری کی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

آج کل عام روافض تبرائی خذلہم اللہ تعالٰی اعتقاد کفریہ رکھتے ہیں اُن میں کم کوئی ایسا نکلے گا جو قرآن مجید میں سے کچھ گھٹ جانا نہ مانتا اور حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضٰی وباقی ائمہ اطہار کرم اللہ تعالٰی وجوہہم کو حضرات علیہ انبیائے سابقین علٰی نبینا الکریم وعلیہم افضل الصلاۃ والتسلیم سے افضل نہ جانتا ہو اور یہ دونوں عقیدے

کفر خالص ہیں مجتہد لکھنؤ نے اپنے مُہری فتوے میں ان دونوں ملعون عقیدوں کی صاف تصریح کی جو اُن میں خود یہ اعتقاد (بالفرض) نہ بھی رکھتا ہو تاہم اُس سے یہ امید نہیں کہ مجتہد کا فتوے دیکھ کر اُسے کافر جاننا درکنار خود بھی اُس پر اعتقاد نہ لے آئے اور ایسے عقیدے والے کو اُس کے عقیدے پر مطلع ہو کر جو کافر نہ جانے خود کافر ہے من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر تو آج کل تبرّائی رافضیوں میں کسی ایسے شخص کا ملنا جسے ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں شاید ایسا ہی دشوار ہوگا جیسے حبشیوں زنگیوں میں چمپئی رنگت کا آدمی یا سپید رنگ کا کوا ایسے رافضیوں کا حکم بالکل مثل حکم مرتدین ہے کما صرح به فی الظهیریة والهندیة والحدیقة الندیة وغیرها من الکتب الفقهیة پس دختر رافضیان جو ایسے ہی عقائد کفریہ رکھتی ہو اُس سے سُنی یا غیر سُنی کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا کہ مرتدہ اصلاً محل نکاح نہیں کما نص علیه فی الدر المختار والعلمگیریة وعامة الاسفار اُس سے جو اولاد ہوگی قطعاً ولد الزنا ہوگی اور ترکہ پدری سے مطلقاً محروم کہ ولد الزنا کے لیے شرعاً کوئی باپ ہی نہیں قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم للعاهر الحجر اور اگر دختر مذکورہ خود ایسے عقائد نہیں رکھتی بلکہ مسلمان ہے تو مسلمان کا نکاح اُس سے ہوسکتا ہے اولاد صحیح النسب ہوگی اور ترکہ پدری کی مستحق واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم

مسئلہ ۱۶۷: ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعان مروجہ کی اولاد حرامی ہے یا حلالی اگر حرامی ہے تو عنداللہ حرامی عورت کا نکاح سُنّی مرد سے ہوجائیگا یا نہیں اور اُس کی اولاد و بطنی میں کچھ نقصان واقع ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ان میں مرد یا عورت جس کا عقیدہ کفریہ ہو اولاد حرامی ہے اذلا نکاح لمرتد ولا لمرتدة اصلا مع مسلم ولا کافر ولا مرتد مثله فی الارتداد کما نص علیه الائمة الامجاد ہاں اگر زن وشوہر دونوں عقائد کفریہ سے پاک ہیں تو اولاد حلالی ہے اور حرامی عورت رافضیہ کا نکاح سُنّی سے ہوسکتا ہے جبکہ وہ خود عقیدہ کفریہ نہ رکھتی ہو اس صورت میں اُس کی اولاد بطنی میں کوئی نقصان نہیں اور اگر وہ خود بھی اپنے ماں باپ کی مثل کوئی عقیدہ کفریہ رکھتی ہے تو خود بھی نطفہ حرام ہے اور اُس کی اولاد بھی حرامی خواہ رافضی سے ہو یا سُنّی سے اور اُس سے کسی کا نکاح اصلاً ممکن نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸:
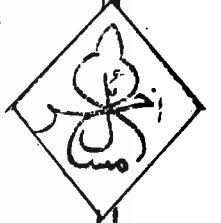
ایک شخص کا حمل ایک عورت کو رہا اور بعد معلوم ہونے حمل کے وہ عورت چاہتی ہے کہ راز فاش نہ ہو ایسی حالت میں حمل عقد درست ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

درست ہے اگرچہ غیر زانی سے ہو مگر وطی و دواعی اُسے روا نہیں جبتک وضع نہ ہو اور جو زانی سے نکاح کرے تو یہ بھی روا ہاں تا وقت وضع اصلا نکاح ناروا اُسی صورت میں ہے کہ حمل زنا سے نہ ہو کما فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از نبی تال تحصیل کھٹیما تھانہ مجھولا موضع خمور مرسلہ سکندر شاہ ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا ہنوز ہندہ اُس کے گھر میں موجود ہے کہ ہندہ کی دوسری بہن سے بھی زید نے نکاح کرلیا اور دونوں عورتیں اُس کے گھر میں موجود ہیں کسی کو طلاق نہیں دی ہے وہ دونوں بہنیں زید پر حلال ہیں یا حرام دونوں بہنیں ایک بطن سے ہیں اور باپ ہر ایک کا جدا گانہ تھا بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورہ میں زید کا اپنی سالی سے نکاح حرام قطعی ہوا قال اللہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین اُس پر فرض ہے کہ فوراً اُسے چھوڑ دے پھر اگر ابھی سالی کے ساتھ صحبت نہیں کی جب تو ہندہ اُس کے لیے حلال ہے اور اگر اُس سے صحبت کرلی تو اب اپنی منکوحہ ہندہ کے پاس بھی جانا حرام ہوگیا جبتک سالی کو چھوڑ کر اُس کی عدت نہ گزر جائے جب اسے چھوڑے گا اور اس کی عدت گزر جائے گی اُس وقت ہندہ کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا ہندیہ میں ہے ان تزوجھما فی عقدتین فنکاح الاخیرۃ فاسد و یجب علیہ ان یفارقھا ولو علم القاضی بذلک یفرق بینھما فان فارقھا قبل الدخول لا یثبت شیئ من الاحکام وان فارقھا بعد الدخول فلھا المھر و یجب الاقل من المسمی ومن مھر المثل وعلیھا العدۃ و یثبت النسب و یعتزل عن امرأتہ حتی تنقضی عدۃ اختھا کذا فی محیط السرخسی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

جس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہوا اور مرد و عورت ہر دو حنفی مذہب کے ہیں تو عورت دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا کس قدر مدت تک انتظار کرے علماء مذہب حنفیہ کے اسمیں کیا حکم دیتے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اتنی مدت کہ مرد کی عمر سے ستر برس گزر جائیں یعنی اگر اب تک زندہ ہو تو ستر برس کا ہو مثلاً تیس سال کی عمر میں مفقود ہوا تو عورت چالیس برس انتظار کرے اور پچاس کی عمر میں تو بیس برس وعلیٰ ہذا القیاس۔
اس مدت گزرنے پر قاضی اُس کی موت کا حکم کرے بعد حکم عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے عدت گزار کر جس سے چاہے نکاح کرے فتح القدیر میں ہے عندی الاحسن سبعون لقوله علیه الصلٰوۃ والسلام اعمار امتی مابین الستین الی السبعین فکانت المنتهی غالبا جواہر اخلاطی میں ہے انه احوط واقیس اُسی میں ہے وعلیه الفتوی درمختار میں ہے فی واقعات المفتین لقدری افندی معزیا للقنیة انه انما یحکم بموته بقضاء لانه امر محتمل فما لم ینضم الیه القضاء لا یکون حجة تنویر میں ہے بعدہ یحکم بموته فتعتد عرسه للموت ردالمحتار میں ہے ای عدة الوفاۃ بہت سن رسیدہ مرد نوعمر عورتوں سے نکاح کرتے ہیں وہاں ایسی صورتیں واقع ہوتی ہیں کہ مرد ستر برس کا اور عورت جوان ہو مثلاً پچاس پچپن برس کی عمر میں پندرہ برس کی عورت سے نکاح کیا اور مفقود ہو گیا تو جب اُس کی عمر سے ستر برس گزریں گے عورت تیس پینتیس برس کی ہو گی اس عمر کی عورت بیشک نکاح کے قابل ہے اور نہ ہو تو حکم شرع کے لیے ہے نہ اپنی خواہش نفس کے لیے قرآن عظیم صاف فرما رہا ہے والمحصنٰت من النساء پھر اُس کے خلاف کی طرف راہ کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰ از کلکتہ امام باغ لین نمبر ۱۴ مسجد مرسلہ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد چچا مرنے کے چچی سے نکاح درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو کون دلیل ہے بینوا توجروا۔

الجواب

درست ہے دلیل اُس کی قول اللہ عزوجل واحل لکم ماوراء ذلکم ہے کہ حرام عورتوں کو شمار فرما کر ارشاد ہوا ان کے سوا سب عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ حرام عورتوں میں چچی کو نہ شمار فرمایا نہ شرع میں کہیں اُس کی تحریم آئی تو ضرور وہ حلال عورتوں میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

مسئلہ ۲۱ از آمود ضلع بھڑوچ گجرات کلاں مرسلہ سید غلام سرور ۲ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت محمدی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا نام مسمی عبداللہ ہے
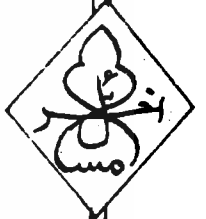
اس کی ہمشیرہ کا نام سماۃ نورن تھا۔ سماۃ نورن کا نکاح مسمی ہدایت اللہ کے ساتھ ہوا مسمی ہدایت اللہ کے نطفہ و شکم سماۃ نورن سے دو فرزند پیدا ہوئے سماۃ نورن مرگئی بڑے فرزند کا بھی انتقال ہوگیا چھوٹا فرزند زندہ ہے مسمی عبداللہ مذکور کے دو دختر ہیں بعد مرنے اپنی بہن سماۃ نورن کے اپنی بڑی دختر کا نکاح ہدایت اللہ موصوف سے کردی دوسری دختر جو چھوٹی مسمی عبداللہ کی ہے ہدایت اللہ کے فرزند سے نکاح پڑھا دیا جاتا ہے اول تو ہدایت اللہ کا عبداللہ سالا ہوا اور فرزند کا ماموں ہوا عبداللہ کا ہدایت اللہ بہنوئی ہوا اور لڑکا ہدایت اللہ کا عبداللہ کا بھانجا ہوا جب عبداللہ کی دختر باپ کے نکاح میں آئی فرزند کی سوتیلی والدہ ہوئی سوتیلی ماں کی بہن حقیقی خالہ ہوئی اور ہدایت اللہ کا عبداللہ سسر ہوا فرزند کا عبداللہ نانا ہوا نکاح جائز ہے یا نہیں مع مہر نام کتاب عبارت عربی ترجمہ اردو خلاصہ تحریر فرمائیے اس کا اجر اللہ آپکو عطا کریگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فرزند ہدایت اللہ کا نکاح دختر عبداللہ سے جائز ہے عبداللہ اس کا ماموں ہے نانا نہیں سوتیلی ماں کا باپ نہ اپنا نانا نہ سوتیلی ماں کی بہن اپنی خالہ سوتیلی ماں کی حقیقی ماں یا بہن یا بیٹی سب سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ اپنے باپ کی ساس یا سالی یا دختر زن ہے ردالمحتار میں ہے لا تحرم ام زوجۃ الاب ولا بنتھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲ از الہ آباد محلہ دوندے پور مکان صوبیدار رضا مرحوم مرسلہ مولوی محمد عبید اللہ صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۱۲ھ

بگرامی خدمت سامی منزلت جامع الکمالات العلمیۃ والعملیۃ حاوی الفنون الاصلیۃ والفرعیۃ مخدوم معظم مطاع مفخم نیاز کیشان جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت فیوضھم از نیاز مند عبید اللہ سلام مسنون خضوع و خشوع مشحون دو قطعہ استفتا ابلاغ خدمت والا ہیں دو باتوں کے لیے بکمال ادب گزارش کرکے توجہ وجیہ کا امیدوار ہوں ایک یہ کہ یہ دونوں مسئلے معرکۃ الآرا ہو رہے ہیں فتوی بکمال تحقیق و تدقیق مبرہن و مدلل خوب بسط و تفصیل سے لکھے جائیں دوم یہ کہ ان کی ضرورت اشد ہے دوسرے فتووں پر انھیں کو مقدم فرمایا جائے صورت سوال یہ ہے۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے سماۃ ہندہ زوجہ اولٰی کو اپنے گھر سے نکال دیا اور دوسری عورت سے نکاح کیا چند شخصوں نے سبب نکال دینے کا زید سے پوچھا زید نے کہا میں نے
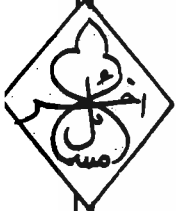
اُس کی ماں سے زنا کیا تھا اب معلوم ہوا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اس لیے اُس کو نکال دیا بعدہ زوجہ ثانیہ کو طلاق دیکر زوجہ اولٰی ہندہ کو اپنے مکان میں لاکر رکھا اور اقرار زنا سے انکار کیا قاضی بلدہ کے سامنے شہادت اقرار زنا کی پیش ہوئی تو صورت مذکورہ میں اس شہادت اقرار زنا سے حرمت مصاہرت شرعًا ثابت ہوگی یا نہیں اور ہندہ زید پر حرام ہوگئی یا کیا ایک عالم صاحب نے فرمایا کہ اقرار زنا پر شہادت معتبر نہیں ہے اس شہادت سے زنا ثابت نہیں ہوتا تو حرمت مصاہرت کیسے ثابت ہوگی تحریر میں جلدی فرمائی جائے کہ اس مسئلہ میں بہت سے علما مختلف ہیں **سوال دوم** اگر اقرار یہ کیا ہو کہ میں نے اُس کی ماں سے قبل اس کے نکاح کے زنا کیا تھا تو کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہہ صورت مستفسرہ میں حکم شرع میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی ہندہ زید پر حرام ابدی ہو گئی جائے کی فان البینۃ کالسماع ہینۃ جب شہادت شرعیہ سے زید کا اقرار بالزنا ثابت تو اُس کے رد کی طرف کیا سبیل کہ ثابت بالشہادت بمنزلہ ثابت بمشاہدہ ہے اس گواہی سے ثبوت زنا نہ ہونا مطلقا ابطال شہادت یا تکذیب شہود یا رد مشہود بہ کی بنا پر نہیں کہ اُس سے نفس اقرار بھی ثابت نہ ملنے امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر پھر علامہ زین مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں ان شھد رجلان او رجل وامرأتان علی اقرار المقذوف بالزنا یدرؤ عن القاذف الحد وعن الثلثۃ ای الرجل والمرأتان لان الثابت بالبینۃ کالثابت بالمعاینۃ فکانا سمعنا اقرارہ بالزنا ثابت ہوا کہ شہادت اقرار اگرچہ مثبت زنا ہونے کی اصلا صلاحیت نہ رکھے کہ اثبات زنا میں شہادت زنان وشہادت دو مرد زنہار مسموع نہیں مگر مثبت اقرار بیشک ہے کہ اس کے لیے نصاب کامل ہے نیز بحر میں ہے لو شھد رجلان انہ زنی وآخران انہ اقر بالزنا فانہ لایحد قال فی الظھیریۃ ولا یحد الشھود ایضا وان شھد ثلثۃ بالزنا وشھد رابع علی الاقرار بالزنا فعلی الثلثۃ الحد اھ لان شھادۃ الواحد علی الاقرار لاتعتبر فبقی کلام الثلثۃ قذفا دیکھو شہادت واحد وشہادت رجلین میں تفرقہ فرمایا کہ اول باطل وبیکار اور ثانی معتبر ومثبت اقرار حالانکہ اثبات زنا سے دونوں برکنار بلکہ اس شہادت سے ثبوت زنا نہ ہونے کی اور دو وجہیں ہیں **اولا** وہ اقرار جو ان سے ثابت ہوا بیرون مجلس قضا تھا اور دار القضا سے باہر کا اقرار مثبت زنا نہیں ہوتا۔ نقایہ علامہ شمس قہستانی میں ہے لا اقرار لم یعتبر عند

غیر الامام حتی لو شہد وابذلك لم یقبل ثانیاً مشہود علیہ اگر مقر ہے تو شہادت کی کیا حاجت فانھا انما تقام علی المنکر کما فی الدر وغیرہ ولا تجامع الاقرار الا فی بضع صور مذکورۃ فی الاشباہ لیست ھذہ منھا اور منکر ہے تو اقرار سابق سے رجوع کرچکا اور اقرار بالزنا بعد رجوع ثبت زنا نہیں رہتا تحفۃ الفقہاء وبدائع وتبیین الحقائق ومعین الحکام وجامع الرموز وبحرالرائق وغنیۃ ذوی الاحکام ورد المحتار وغیرہا میں ہے واللفظ للعلامۃ الشرنبلالی عن الامام ملك العلماء الکاشانی لواقر بالزنا اربع مرات فی غیر مجلس القاضی وشھد الشھود علی اقرارہ لا تقبل شھادتھم لانہ ان کان مقرا فالشھادۃ لغو لان الحکم للاقرار لا للشھادۃ وان کان منکرا فالانکار منہ رجوع والرجوع عن الاقرار فی الحدود الخالصۃ حقا للہ تعالٰی صحیح علما کی یہ تعلیلیں جیسے کہ ثبوت زنا کی نفی فرماتی ہیں یونہی ثبوت اقرار کی تقریر فرمارہی ہیں تو ناچار ماننا پڑیگا کہ شہادت مذکورہ سے زید کا اقرار مزبور ثابت ہوگیا اب یہ دیکھنا رہا کہ اثبات مصاہرت کو خاص ثبوت زنا درکار ہے یا ثبوت اقرار ہی کافی بر تقدیر ثانی اس اقرار پر اصرار بھی ضرور یا بعد اقرار رجوع نامسموع کلمات علما باعلٰی ندا منادی کہ یہاں ثبوت زنا کی اصلا حاجت نہیں مجرد اقرار وہ بھی ایك بار بس ہے یہاں تك کہ اگر ہزل ومزاح ہی میں کہدیا کہ اس شخص نے اپنی ساس کے ساتھ جماع کیا حرمت مصاہرت ثابت کردینگے پھر ہزار بار کہا کرے میں نے جھوٹ کہا تھا ہرگز نہ سنیں گے محیط وہندیہ وخلاصہ وبحرالرائق وجامع الرموز ومجموعۃ النقروی ودرمختار وغیرہا معتمدات الاسفار میں ہے والنظم للدر فی الخلاصۃ قیل لہ [ف۲] ما فعلت بام امراتك فقال جامعتھا تثبت الحرمۃ ولا یصدق انہ کذب ولو ھازلا اھ خلاصہ وبحر والنقروی وغیرہا میں ہے والاصرار لیس بشرط فی الاقرار بحرمۃ المصاہرۃ یونہی اگر عورت سے بشرط دوشیزگی نکاح کیا وقت ارادہ جماع نادختر پایا عورت نے کہا تیرے باپ نے ازالہ کیا اس نے تصدیق کردی حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی ظہیریہ وہندیہ وشمنی ودرمختار وغیرہ میں ہے واللفظ للدر تزوج [ف۳] بکرا فوجدھا ثیبا (ولفظ الاولین تزوج امراۃ علی انھا عذراء فلما اراد وقاعھا وجدھا افتضت) وقالت ابوك فضنی ان صدقھا بانت بلا مھر والا لا شمنی ظاہر ہے کہ ان صورتوں سے ثبوت زنا محض ناممکن اخیرہ میں تو عورت کا بیان اور اس کی تصدیق کیا بکار آمد ہوسکتی ہے جہاں چار مردوں سے کم کی شہادت مردود ہے پہلے میں ایك بار اقرار وہ بھی بیہودہ دارالقضاء نہ ہزل ومزاح کے موقع پر کیا قابلیت اثبات زنا رکھتا ہے بااینہمہ مجرد اقرار

وتصدیق پر حرمت مصاہرت کا حکم ہوگیا اور بعد اقرار انکار بیکار رہا اسی قدر تقریر ایضاح مقام وازاحت اوہام کو بس ہے بلکہ غور کیجیے تو فرع اول صورت مستفسرہ کا خاص نص ہے کہ جب اُس کے صرف اس قول کو مثبت حرمت مانتے اور رجوع وانکار کو نامسموع جانتے ہیں اور پر ظاہر کہ یہ اثبات اثبات فی القضا ہی ہے کما اشرنا الیہ وفی رد المحتار وغیرہ نصوا علیہ اور عند القاضی بعد انکار طریقہ اثبات وہی بینہ تو صاف ثابت ہوا کہ شوہر اگر بعد اقرار بالزنا انکار کرجائے اور بینہ عادلہ سے اُس کا اقرار ثابت ہو قاضی فوراً حکم حرمت کردیگا وہو المقصود۔ انھیں بیانوں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ زنا بمادر زن پیش از نکاح زن اور اس کا عکس دونوں کا اقرار اس حکم حرمت میں یکساں کہ حرمت ابدیہ دونوں طرح حاصل اگرچہ ایک صورت میں سابقہ ہو دوسری میں طاریہ تو ہر طرح یہ اقرار اقرار بالمحرم ہے والرجل مواخذ باقرارہ۔ ہاں اتنا تفاوت ہوگا کہ اقرار زنا قبل النکاح میں شوہر حق زن میں اس دعوے اسناد الی ماقبل النکاح میں مصدق نہوگا کہ بر تقدیر عدم دخول ابطال مہر یا بحالت دخول افساد تسمیہ مجرد اُس کے کہنے سے مان لیں صرف اپنے حق یعنی بطلان حل وفساد عصمت واخذ بالمتارکہ میں مصدق ہوگا لہٰذا حرمت[ف۱] غیر مستندہ ثابت کرکے نصف مسمی یا کل علی التقدیرین لازم کردینگے بحر الرائق ورد المحتار میں ہے اذا اقر بجماع امہا قبل التزوج لایصدق فی حقہا فیجب کمال المہر المسمی ان کان بعد الدخول ونصفہ ان کان قبلہ کما فی التجنیس اور یہ کوئی نئی بات نہیں کہ اقرار واحد من جہۃ مقبول اور من جہۃ مردود ہو اقرار حجت قاصرہ ہے ہمیشہ اُس کی یہی شان ہوتی ہے کہ جہاں تک مقر پر اُس کا ضرر ہے ماخوذ اور جتنا دوسرے پر الزام ہے منبوذ ولہٰذا اگر کسی کی کنیز سے نکاح کیا اُس نے پیش از دخول اس کے پسر کا بوسہ لیا شوہر کہتا ہے بوسہ بشہوت تھا حرمت ثابت ہوگئی مگر حق اسقاط مہر میں مسموع نہوگا نصف مہر دینا آئیگا جبکہ مولے شہوت کنیز وقصد افساد کو نہ مانتا ہو ہندیہ میں ہے تزوج[ف۲] بامۃ رجل ثم ان الامۃ قبلت ابن زوجہا قبل الدخول بہا فادعی الزوج انہا قبلتہ بشہوۃ وکذبہ المولی فانہا تبین من زوجہا لاقرار الزوج انہا قبلت بشہوۃ ویلزمہ نصف المہر ہٰکذا یب المولی ایاہ انہا قبلتہ بشہوۃ کما لایقبل قول الامۃ فی ذٰلک لوقالت قبلتہ بشہوۃ کذا فی المحیط اھ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کے مرنے پر سالی سے نکاح کیا اور پہلی عورت سے ایک دختر تھی اب یہ شخص مرگیا اور سالی منکوحہ بے اولاد نے دوسرے

ف۱: نکاح کے بعد اقرار کیا کہ قبل نکاح منکوحہ کی ماں سے زنا کیا تھا اس اقرار سے حرمت ثابت ہوجائیگی مگر عورت کے حق پر کوئی اثر نہ پڑیگا اگر دخول ہوچکا ہے کل مہر ورنہ نصف واجب ہوگا۔

ف۲: دوسرے کی کنیز سے نکاح کیا اور قبل دخول اس کنیز نے شوہر کے بیٹے کا بوسہ لیا شوہر کہتا ہے شہوت سے بوسہ لیا اور مولی کہتا ہے بلا شہوت تو حرمت ثابت ہوجائیگی اور نصف مہر واجب ہوگا۔

سے نکاح کیا اور مرگئی اب وہ جو دختر اُس شخص کی ہے جس نے اپنی سالی سے نکاح کیا تھا اور مرگیا تھا سالی کے دوسرے شوہر کو جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۲۴] ۲ ہندہ نے زینب کا دودھ پیا ہندہ کے بیٹے کو زینب کی دختر جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۲۵] ۳۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ کے دھوکے میں سہو سے اپنی ہمشیرہ یا خوشدامن کا ہاتھ از روئے شہوت کے پکڑا اس کے نکاح میں کچھ خلل ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ہمشیرہ کا ہاتھ پکڑنے سے نکاح میں کچھ خلل نہ آیا اور خوشدامن کا ہاتھ پکڑنے سے نکاح فاسد ہوگیا اگر اُس سے شہوت پیدا ہوئی یا پہلے سے تھی تو زائد ہوگئی اور انزال نہ ہوا عورت ہمیشہ کو اس پر حرام ہوگئی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۲۶]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ایسی صورت میں کہ زید نے اپنی دختر زینب کا بکر کے ساتھ نکاح کیا اور من بعد قبل رخصت بکر کو بلاتحقیق زبانی باتوں پر نامرد ٹھہرا کر بے طلاق دلوائے بحالت حیات بکر کے زینب کا نکاح خالد کے ساتھ کر دیا اور اس سے اولاد پیدا ہوئی پس ایسی صورت میں یہ نکاح ثانی بصورت جائز ہوا یا ناجائز بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں قطع نظر اس سے کہ تفریق بوجہ عنت کے لیے جو امور شرعاً درکار ہیں اُن میں سے یہاں ایک بھی نہ پایا گیا راساً بکر کا ایسا عنین ہونا ہی ثابت نہیں جس کی بنا پر زینب کو اختیار مخاصمہ و مطالبہ تفریق حاصل ہو اس لیے کہ ممکن تھا کہ وہ بالخصوص اس عورت سے نزدیکی پر قادر ہوتا جس صورت میں کہ زینب کی رخصت ہی نہ ہونے پائی اُس کے حق میں بکر کا نامرد ہونا کیسے ثابت ہوا فی العلمگیریۃ[ن]
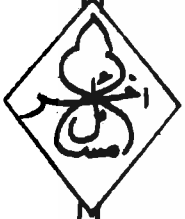
كان يصل الى الثيب دون الابكار او الى بعض النساء دون البعض وذلك لمرض به او لضعف فی خلقه او لكبر سنه او سحر فهو عنين فی حق من لا يصل اليها كذا فی النهاية پس بلاشبہ نکاح ثانی زینب کا محض ناجائز و باطل ہے - واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ [۲۷] از اٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظر کلکٹری اٹاوہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیلےٰ و سلمےٰ دو رضاعی بہنیں ہیں لیلے سے زید نے نکاح کیا اب سلمے سے اُس کے پسر عمرو بن جمیلہ کا نکاح ہو سکتا ہے یا وہ عمرو کی سوتیلی خالہ یعنی سوتیلی ماں کی رضاعی بہن سمجھکر حرام مانی جائیگی بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں عمرو و سلمے کا نکاح جائز ہے کہ باپ کی سالی جبکہ اپنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سگی یا سوتیلی یا مادری یا رضاعی بہن نہ ہو حلال ہے خواہ نسبی ہو خواہ رضاعی قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم سوتیلی خالہ کہ حرام ہے اُس کے معنے حقیقی یا رضاعی ماں کی سوتیلی بہن نہ کہ سوتیلی ماں کی حقیقی یا رضاعی بہن واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۲۸]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے نکاح میں ایک عورت حرہ تھی دوسرا نکاح اُس نے ایک کنیز سے کیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں اور کنیز کا مہر اس کے ذمہ کسقدر لازم ہوگا اُس کنیز سے اُس کے اولاد بھی ہوئی اب زید نے انتقال کیا تو کنیز اور اُس کی اولاد ترکہ پائینگے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زن حرہ پر لونڈی سے نکاح کرنا فاسد ہے فی الدر المختار [ف ۱] وصح نکاح حرة علی امة لا عکسه انتھی ملخصا اور زن منکوحہ بنکاح فاسد مستحق ارث نہیں فی الدر المختار من باب نکاح الکافر واجمعوا انھم لا یتوارثون لان الارث انما ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر علیه [ف ۲] ابن ملك وفيه من كتاب الفرائض ويستحق الارث باحد ثلثة برحم ونكاح صحيح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا اھ ہاں اگر وطی واقع ہوگئی تو مہر مسمی و مہر مثل سے جو کم ہوگا لازم آئیگا مثلا اگر عقد یا لسو روپے مہر بندھا ہے اور مہر مثل سو روپے ہے تو مہر مثل اور درصورت عکس مہر مسمی یعنی جو

ف ۱: اگر کسی کے نکاح میں لونڈی ہو تو وہ آزاد عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور عکس جائز نہیں نکاح فاسد ہوگا۔
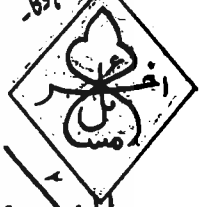
ف ۲: بنکاح فاسد منکوحہ یعنی زن ناکح متوفی وارث نہیں ہوتی۔

عقد میں بندھا ہے واجب الادا ہوگا اور جو عقد میں کچھ نہ بندھا یا جو بندھا معلوم نہیں ہوسکتا تو مہر مثل جسقدر ہو قرار پائیگا فی الخلاصۃ الواجب[ف۱] فی النکاح الفاسد الاقل من المسمی ومن مھر المثل ان کان ھناک تسمیۃ فی الدر المختار و یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطی لا بغیرہ ولم یزد مھر المثل علی المسمی ولو کان دون المسمی لزم مھر المثل ولو لم یسم او جھل لزم بالغا ما بلغ اھ ملخصا اور اولاد کہ نکاح فاسد میں وقت وطی سے چھ مہینے بعد پیدا ہوئی بالاجماع ثابت النسب و مستحق الارث ہے فی الدر المختار و یثبت[ف۲] النسب احتیاطا بلا دعوۃ و تعتبر مدتہ وھی ستۃ اشھر من الوطی والا لا یثبت وھذا قول محمد وبہ یفتی وقالا ابتداء المدۃ من وقت العقد کالصحیح ورجحہ فی النھر بانہ احوط واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۲۹

چہ میفرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ ہندہ زوجہ بکر کسی تقریب خانگی میں بہت سی مستورات کے ہمراہ ایک مقام پر جہاں دروازہ پر پردہ لگا تھا موجود تھی اور اُس جلسہ میں زوجہ زید بھی تھی زوجہ بکر دوپٹہ یا چادر زوجہ زید کا اتفاق سے اوڑھے تھی وقت شب تھا روشنی کافی جیسا کہ تقریبات میں قاعدہ ہے موجود تھی دریں اثنا زید وہاں آیا اور ہندہ زوجہ بکر مذکورہ بالا اپنا موئنہ جو کھلا تھا باہر پردہ کے لائی کہ زید مذکور نے اُس کا بوسہ رخسارہ پر لیا ہندہ نے و دیگر عورات نے اُس کا مواخذہ زید سے کیا اُس وقت زید نے روبرو جملہ اور پانچ سات ذکور عادل کے یہ عذر کیا کہ میں نے اپنی زوجہ کے دھوکے میں بوسہ لیا تھا بوجہ اس کے کہ زوجہ بکر یعنی ہندہ مذکور میری زوجہ کا چادر اوڑھے تھی اس دھوکہ اور شبہہ سے بوسہ لیا ہرگز دانستہ یہ فعل نہیں کیا پس اب ہندہ مذکورہ کے لڑکے کا نکاح زید کے ساتھ ازروئے شرع شریف کے درست ہے یا نادرست اس امر پر حکم فرماکر دستخط خاص سے جواب تحریر فرمایا جائے عند اللہ ماجور ہونگے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر ثابت ہے کہ زید نے زوجہ بکر کا بوسہ بنظر شہوت لیا تو اُس عورت کی سب اولاد ہمیشہ کے لئے زید پر حرام ہوگئی کسی طرح اُس کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر نادانستہ نکاح کرلیا ہے تو فوراً یقین پر واجب ہے کہ اُسے فسخ کردیں ورنہ سخت گنہگار ہونگے اور اگر شوہر فسخ پر راضی نہو تو عورت

ف۱: نکاح فاسد میں لازم ہونیوالا مہر، مسمی و مہر مثل سے کمتر ہے۔

ف۲: نکاح فاسد میں اولاد وطی سے چھ مہینے بعد ہوئی اُس کا نسب ثابت اور وہ مستحق ارث ہے۔

بذات خود فسخ کرسکتی ہے کما نص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ بلکہ امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدس اللہ سرہ العزیز نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں تصریح فرمائی ہے کہ جس طرح بہو کا بوسہ لینا خواہی نخواہی بنظر شہوت قرار پائیگا یہاں تک کہ اگر وہ شخص ادعا کرے کہ بے فصل مجھ سے بنظر شہوت نہ ہوا تو ہرگز قبول نہ کرینگے اور حکم حرمت ابدی دینگے یہی حال بوسہ رخسار کا ہونا چاہیے کہ یہ بھی بشہوت ہی ٹھہریگا اور بوسہ لینے والے کا انکار مسموع نہ ہوگا درمختار میں ہے وفی الفتح یتراای الحاق لخدبن بالفم اس طور پر صورت مستفسرہ میں مطلقاً حکم حرمت ہے اور اگر زید انکار شہوت کرے مسموع نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰: از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ نواب پورہ مرسلہ نیاز اللہ خاں ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا مدت تک اور پھر اُسی کی زندگی میں اس کی بیٹی سے بھی حرام کیا یہاں تک کہ دس برس تک اُسے گھر میں ڈالکر پردہ میں رکھکر حرام کرتا رہا اب زنا سے توبہ کرکے نکاح میں لانا چاہتا ہے آیا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

کسی وقت کسی حال اس سے نکاح نہیں ہوسکتا کہ ماں کے ساتھ حلال خواہ حرام کسی طرح صحبت کرنے بلکہ صرف بشہوت ہاتھ لگانے یا بوسہ لینے سے بیٹی ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے اور بیٹی کے ساتھ ان معاملات سے ماں درمختار میں ہے حرم ایضا بالصہریۃ اصل مزنیتہ اراد بالزنا الوطء الحرام واصل ممسوسۃ بشہوۃ والمنظور الی فرجہا الداخل وفروعہن اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱: از ٹانڈہ نگریام مرسلہ نیاز محمد خاں ۱۲ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مندرجہ ذیل میں۔ مسئلہ ۱: استاد کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں مسئلہ ۲: شاگرد اناث سے استاد کا نکاح جائز ہے یا نہیں مسئلہ ۳: بھتیجے کا نکاح چچا کی بی بی سے درحالیکہ محارم نہو جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ان سب سے نکاح جائز ہے جبکہ محارم سے نہوں قال اللہ تعالٰی واحل لکم ماوراء ذلکم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲: از ٹانڈہ مکان قاضی مظفر علی صاحب ڈگری نویس منصفی مرسلہ شیخ دیدار بخش صاحب ۲۳ صفر ۱۳۱۴ھ

ہندہ کا نکاح نو برس کی عمر میں ہوا تھا اُس کا شوہر جو بالغ تھا تین ماہ بعد نکاح کے نینی تال کو چلا گیا وہاں اُس نے
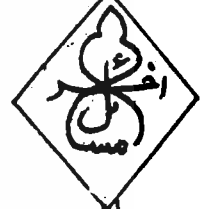
اپنا نکاح کیا اور زوجہ ثانیہ سے اولاد ہوئی ہندہ شوہر سے نان ونفقہ کی طالب ہوئی اُس نے کچھ التفات نہ کی تب خواہاں طلاق ہوئی طلاق بھی نہ دی ایک عرصہ کے بعد زوجہ ثانیہ اور اولاد کو بھی چھوڑ کر کہیں چلا گیا پانچ چار سال سے مفقود الخبر ہے ہندہ اب اپنا دوسرا نکاح کیا چاہتی ہے اس معاملہ میں بنظر حالات جو مسئلہ شرعی ہو مطلع فرمایئے اب عمر ہندہ پچیس سال کی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

ہرگز یوں نکاح نہیں کرسکتی قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء اُس پر لازم کہ صبر وانتظار کرے یہاں تک کہ اُس کے شوہر کی ولادت کو ستر برس گزر جائیں اُس کے بعد اُس کی موت کا حکم کیا جائے فی جواہر الاخلاطی یحکم بموتہ بعد سبعین سنۃ وعلیہ الفتوی ادعائے ضرورت و عذر جوانی حرام کو حلال نہیں کرسکتا بہت کم سن لڑکیاں کہ بیوہ ہوجاتی ہیں باتباع رسم ہنود عمر بھر نام نکاح نہیں لیتیں اُس وقت ضرورت وجوانی کدھر جاتی ہے ہزاروں وہ ہیں جن کے شوہر زندہ موجود ہیں مگر اُن کی طرف سے قطعاً برگشتہ ورو گرداں وہ اپنی عمر کیونکر کاٹتی ہیں یہ جو بعض کا زعم ہے کہ چار سال گزرنے پر عورت کو نکاح ثانی کا اختیار امام مالک کے مذہب میں حاصل ہوجاتا ہے محض جہل اور امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب سے ناواقفی ہے اُن کا مذہب یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے حضور مستغیثہ ہو وہ بعد ثبوت مفقودی روز مرافعہ سے چار سال کی مہلت دے اس کے گزرنے پر قاضی تفریق کرے اب عورت عدت کرکے نکاح کرسکتی ہے پیش از حکم قاضی شرع اگر بیس برس گزر گئے تو وہ معتبر نہیں صرح بہ علماء المالکیۃ فی کتبھم اس مسئلہ کی تفصیل جلیل فتاوائے فقیر کتاب المفقود میں ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳: از پٹنہ لودی کٹرہ مرسلہ مولانا مولوی عبدالوحید غلام صدیق صاحب بہاری ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ

حضرت مولانا اعزکم اللہ فی الدارین تسلیم ایک شیعہ عورت سے سُنّی نے نکاح کیا آیا درست ہوگا یا کیا جلد فتوے مرتب فرماکر روانہ کیجئے ضرورت شدیدہ ہے میری خاص رائے عدم جواز مناکحت پر ہے۔ منکرین ضروریات دین کافر ہیں اور کفر کے سبب نکاح مسلمان سے کب درست ہے۔ والسلام

الجواب

شیعہ تین قسم ہیں اول غالی کہ منکر ضروریات دین ہوں مثلاً قرآن مجید کو ناقص بتائیں یا حضرت عثمانی کہیں یا

فـ: روافض کی تین قسمیں ہیں اور ان کے بعض کفری عقائد کا ذکر۔

مسائل اخر: ادنیٰ قسم کے رافضی کا حکم۔

امیرالمومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم خواہ کسی ایک نبی سے افضل جانیں یا رب العزۃ جل وعلا پر بدی یعنی حکم دیکر پشیمان ہونا پچتا کر بدل دینا یا پہلے مصلحت کا علم نہ ہونا بعد کو مطلع ہو کر تبدیل کرنا مانیں یا حضور پر نور سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم پر تبلیغ دین متین میں تقیہ کی تہمت رکھیں الیٰ غیر ذٰلك من الکفریات یہ لوگ یقیناً قطعاً اجماعاً کافر مطلق ہیں اوران کے احکام مثل مرتد فتاوے ظہیریہ وفتاوے ہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے احکامھم احکام المرتدین آجکل کے اکثر بلکہ تمام رفاض تبرائی اسی قسم کے ہیں کہ دو عقیدۂ کفریہ سابقہ میں اُن کے عالم جاہل مرد عورت سب شریک ہیں الا من شاء اللہ جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو مرتدہ ہے کہ اُس کا نکاح نہ کسی مسلم سے ہوسکتا ہے نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ اُس کے ہم مذہب سے۔ جس سے نکاح ہوگا زنائے محض ہوگا اور اولاد ولدالزنا دوم تبرائی کہ عقائد کفریہ اجماعیہ سے اجتناب اور صرف سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارتکاب کرتا ہو ان میں سے منکران خلافت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور انہیں بُرا کہنے والے فقہائے کرام کے نزدیک کافر و مرتد ہیں نص علیہ فی الخلاصۃ والھندیۃ وغیرھما مگر مسلک محقق قول متکلمین ہے کہ یہ بدعتی ناری جہنمی کلاب النار ہیں مگر کافر نہیں ایسی عورت سے نکاح اگرچہ صحیح ہے مگر سخت کراہت شدیدہ سے مکروہ ہے لما فی الحدیث عن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تناکحوھم صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے ناقہ کو لعنت کی حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسے چھڑوا دیا کہ ملعونہ ناقہ پر ہمارے ساتھ نہ رہ پھر کسی نے اُس ناقہ کو نہ چھوا حالانکہ ناقہ فی نفسہا مستحق لعنت نہیں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لعنت کرنے والے بلاشبہہ لعنت الٰہی کے مورد ہیں اولٰئك یلعنھم اللہ ویلعنھم اللٰعنون احادیث صحیحہ کثیرہ اس معنی پر ناطق ہیں تو ایک ملعونہ سے صحبت رکھنا کیونکر شرع مطہر کو گوارا ہوگا واللہ الھادی سوم تفضیلی کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خیر سے یاد کرتا ہو خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی امامت برحق جانتا ہو صرف امیر المومنین مولیٰ علی کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل مانتا ہو انہیں کفر سے کچھ علاقہ نہیں بد مذہب ضرور ہیں ایسی عورت سے بالاتفاق نکاح جائز ہے ہاں کراہت سے خالی نہیں کہ بدمذہب ہے اگرچہ ہلکے درجہ کی بدعت ہے خصوصاً اگر اُس کی محبت میں اپنے مذہب پر اثر پڑنے کا احتمال ہو تو کراہت شدیدہ ہوجائے گی اور ظن غالب تو اشد بلکہ بدرجہ تحریم۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔
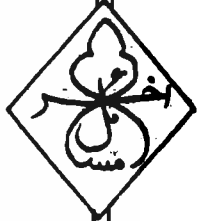
مسئلہ ۴۲ از احمد آباد گجرات دکن محلہ کالوپور متصل پون گلیاں مرسلہ مولوی عبدالکریم صاحب ولد عبدالغنی صاحب ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا ابھی وہ عورت زندہ سلامت اس مرد کے نکاح میں موجود ہے اب وہی مرد اس عورت کے بھائی کی نواسی سے نکاح کرنا چاہتا ہے آیا یہ جمع کرنا درمیان عورت اور اس کی بھتیجی کی بیٹی کے حلال ہے یا حرام بینوا بیانا شافیا تؤجروا اجرا وافیا۔

الجواب

حرام ہے اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو دو عورتیں آپس میں محرم ہوں یعنی ان میں سے جس کو مرد فرض کیا جائے دوسری اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں یہاں ایسا ہی ہے کہ اگر منکوحہ اولی کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ دوسری اس کے بھتیجے کی بیٹی اور جس طرح بھتیجی حرام ہے یوہیں بھتیجے کی بیٹی اور اگر اس دوسری کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ پہلی اس کی ماں کی پھپھی ہے اور جس طرح اپنی پھپھی حرام ہے یوہیں ماں کی بحرالرائق میں ہے الاصل ان کل امرأتین لو کانت احدٰھما ذکرا والاخری انثی لم یجز للذکر ان یتزوج الانثی فانہ یحرم الجمع بینھما بالقیاس علی حرمۃ الجمع بین الاختین۔ نقایہ اور اس کی شرح جامع الرموز میں ہے وحرم علی المرء اصلہ وفرعہ وفروع اصلہ القریب من الاخوات لاب وام اولاحدھما وبناتھن وبنات الاخوۃ وان بعدت وصلبیۃ اصلہ البعید من عماتہ وخالاتہ لاب وام اولاحدھما وعماتھما اوعمات احدھما وان علت وخالاتھما اوخالات احدھما وان علت واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳ از ضلع صاحب گنج گیا موضع کہراڈیہ ڈاکخانہ مخدوم پور مرسلہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اس زوجہ سے دو بیٹے حسن وحسین پیدا ہوئے بعد وفات ہندہ کے زید نے حفصہ سے نکاح کیا اس زوجہ سے چند اولاد پیدا ہوئی اور حفصہ نے اپنی بیٹی زبیدہ کے ساتھ حسین کے بیٹے بکر کو دودھ پلایا پس اس صورت میں بکر کا نکاح حسن کی بیٹی زاہدہ سے موافق شرع محمدی ہوسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ زبیدہ دختر زید ہے اور یہ شیر حفصہ کہ بکر نے پیا زید ہی سے تھا اگر صورت
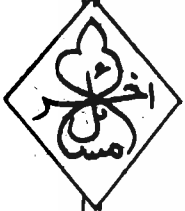
واقعہ یہی ہے تو بکر وزاہدہ میں نکاح حرام محض ہے کہ اس تقدیر پر بکر اپنے دادا زید کا بیٹا ہوا اور اس کا بیٹا حسن اس کا سوتیلا بھائی اور حسن کی بیٹی زاہدہ بکر کی سوتیلی بھتیجی اور بھتیجی اگرچہ سوتیلی ہو چچا پر حرام قطعی ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں یحرم من الرضاعۃ مایحرم من الولادۃ رواہ الجماعۃ الا ابن ماجۃ عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا عالمگیری میں ہے یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعا حتی ان المرضعۃ لو ولدت من ھذا الرجل اوغیرہ قبل ھذا الارضاع اوبعدہ اوارضعت رضیعا اوولد الرجل من غیر ھذہ المرأۃ قبل ھذا الارضاع اوبعدہ اوارضعت امرأۃ من لبنہ رضیعا فالکل اخوۃ الرضیع واخواتھم واولادھم اولاد اخوتہ واخواتہ کذا فی التھذیب تفسیر نیشاپوری میں ہے بنات الاخوۃ من الرضاعۃ کل انثی ولدھا ابن الفحل الذی منہ اللبن اھ ملخصا ہاں اگر حفصہ کے یہ دودھ زید سے نہ ہوتا تو بکر کی یہ رضاعت زاہدہ کو اس پر حرام نہ کرتی لان الحسن وبکرا حینئذ لم یشترکا فی ام ولااب فلم یکن الحسن الا عمہ وبنت العم تحل مالم یوجد مایمنع الحل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷: از شہر کہنہ مسئولہ امیر حیدر صاحب ۹ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ متعہ کی حرمت کس آیت وحدیث سے اہلسنت کے یہاں ثابت ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے والذین ھم لفروجھم حٰفظون ۝ الا علٰی ازواجھم اوماملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ۝ فمن ابتغی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العٰدون ۝ وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو بچائے ہوئے ہیں مگر اپنی بی بیوں یا اپنی شرعی کنیزوں پر کہ اُن پر کچھ ملامت نہیں تو جو اس کے سوا کوئی اور راہ طلب کرے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے ظاہر ہے کہ زن ممتوعہ نہ اس کی بی بی ہے نہ کنیز شرعی تو یہ وہی تیسری راہ ہے جو خدا کی باندھی ہوئی حد سے جدا اور حرام وگناہ ہے رب تبارک وتعالٰے مردوں سے فرماتا ہے محصنین غیر مسٰفحین ولا متخذی اخدان نکاح کرو بی بی بنا کر قید میں رکھنے کو نہ پانی گرانے اور نہ آشنا بنانے کو۔ عورتوں سے فرماتا ہے محصنٰت غیر مسٰفحٰت ولا متخذٰت اخدان قید میں آتیاں نہ مستی نکالتیاں نہ یار بناتیاں۔ ظاہر ہے کہ متعہ بھی مستی نکالنے پانی گرانے کا صیغہ

ف ۱: حرمت متعہ قرآن عظیم سے ثابت ہے۔
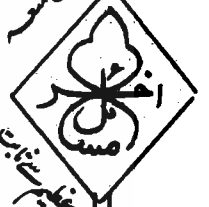
ہے نہ قید میں رکھنے بی بی بنانے کا۔ صحیح مسلم شریف میں حدیث حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یا ایھا الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ عزوجل قد حرم ذلک الی یوم القیمۃ اے لوگو میں نے پہلے تمھیں اجازت دی تھی عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اور اب بیشک اللہ عزوجل نے اسے حرام فرمادیا قیامت تک صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے ان رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن لحوم الحمر الانسیۃ بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ اور گدھے کا گوشت حرام فرمادیا۔ جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے قال انما کانت المتعۃ فی اول الاسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیست له معرفۃ فیتزوج المرأۃ بقدر مایری انه یقیم فتحفظ له متاعه وتصلح له شانه حتی اذا نزلت الآیۃ الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم قال ابن عباس فکل فرج سواهما فهو حرام متعہ ابتدائے اسلام میں تھا مرد کسی شہر میں جاتا جہاں کسی سے جان پہچان نہ ہوتی تو کسی عورت سے اُتنے دنوں کے لیے عقد کرلیتا جتنے روز اُس کے خیال میں وہاں ٹھہرنا ہوتا وہ عورت اُس کے اسباب کی حفاظت اُس کے کاموں کی درستی کرتی جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ سب سے اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھو سوا بی بیوں اور کنیزوں کے اُس دن سے ان دو کے سوا جو فرج ہے وہ حرام ہوگئی۔ حازمی کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی غزوۂ تبوک میں ہم نے کچھ عورتوں سے متعہ کیا فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فنظر الیهن وقال من هؤلاء النسوۃ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے اُنھیں دیکھا فرمایا یہ عورتیں کون ہیں فقلنا یارسول اللہ نسوۃ تمتعنا منهن ہم نے عرض کی یارسول اللہ ان سے ہم نے متعہ کیا ہے قال فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حتی احمرت وجنتاه وتمعر وجهه وقام فینا خطیبا فحمد اللہ واثنی علیه ثم نهی عن المتعۃ یہ سُن کر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غضب فرمایا یہاں تک کہ دونوں رخسارۂ مبارک سُرخ ہوگئے اور چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا خطبہ فرمایا اللہ تعالٰی کی حمد وثنا کی پھر متعہ کا حرام ہونا بیان فرمایا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷: از ملک بنگالہ شہر چاٹگام کاکس بازار مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب ۳ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

ف۱: حرمتِ متعہ چند احادیث۔
ف۲: گدھے کا گوشت حرام ہے، غزوۂ خیبر کے روز حرام ہوا، ویں متعہ۔

چہ میفرمایند علمائے دین اندریں کہ نکاح کردن زوجہ برادر حقیقی صغیر خود جائز ست یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ست بالاتفاق بعد افتراق بموت یا طلاق برادر اصغر باشد یا اکبر قال اللہ عزوجل واحل لکم ماوراء ذلکم واللہ تعالٰی اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۸: از بہار محلہ محلی پر مرسلہ سید محمد عبدالسبحان صاحب حنفی ۲ دہم شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

وبار دوم از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاکخانہ امیر آباد موضع بیرکاندب مرسلہ محمد زینت علی صاحب ۱۰ شوال مکرم ۱۳۲۵ھ

حضرت اقدس قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم آداب وتسلیم عرض ہے ایک بات کا جھگڑا بہار شریف میں حضرات حنفیہ سلمہم اللہ وو ہابیہ خذلہم اللہ کے درمیان پھیلا ہوا ہے اُس کا جواب جلد تر روانہ فرمائیے۔ زید نے اپنی ساس سے زنا کیا اور اُس کی بی بی کو اس کا علم تھا تو اب زید پر وہ بی بی حرام ہوئی یا نہیں اور اگر حرام ہوئی تو ضرورت طلاق دینے کی ہے یا نہیں دوسرے وہ بی بی باوجود علم کے اپنے شوہر زید کے ساتھ رہی اور زید بھی وطی حسب دستور کرتا رہا اور بی بی سے اولاد بھی ہوئی تو وہ اولاد بعد فوت زید یا بی بی زید کے ترکہ کی مستحق ہیں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق من الطین بشرا وجعل لہ نسبا وصھرا وافضل الصلوۃ والسلام علی سید الانام وآلہ الکرام وصحبہ العظام علی الدوام زوجہ زید اُس پر حرام ہوگئی اگرچہ اُسے اس واقعہ شنیعہ کا علم بھی نہ ہوتا۔

قول وباللہ التوفیق اس کی دلیل جلیل قول مولٰی عزوجل وتبارک وتعالٰی ہے وربائبکم[ف۱] التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بہن فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم تم پر حرام کی گئیں تمہاری گود کی پالیاں اُن عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم نے صحبت کی پھر اگر تم نے اُن سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اس آیہ کریمہ میں زن مدخولہ کی بیٹی حرام فرمائی اور جس طرح وصف التی فی حجورکم یعنی اس کی گود میں پلنا بالاجماع شرط حرمت نہیں مثلاً زید کسی پچیس سال کی عمر والی عورت سے نکاح کرے اور اُس کے پہلے شوہر سے اُس کی ایک بیٹی چار دہ سالہ ہو جسے گود میں پالنا درکنار زید نے آج سے پہلے کبھی دیکھا بھی

هبة النساء فی تحقیق المصاهرة بالزنا ۱۳۲۵ھ

ف۱: کریمہ وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی [illegible] الآیۃ

حاشیہ: [illegible]

نہو تو کیا زید کو حلال ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی سے بھی نکاح کرلے اور مادر و دختر دونوں کو تصرف میں لائے لاالٰہ الا اللہ یہ ہرگز شریعت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہیں اسی طرح وصف نسائکم[ف۱] یعنی اُن مدخولات کا زوجہ ومنکوحہ ہونا بھی بالاتفاق شرط نہیں کیا لیلٰی و سلمٰی ماں بیٹی دونوں جس کی کنیز شرعی ہوں اُسے حلال ہے کہ دونوں سے جماع کیا کرے مادر و دختر دونوں ایک کے پلنگ پر عیاذاباللہ یہ شریعت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کس درجہ بعید ہے حالانکہ ہرگز کنیز یں نسائکم میں داخل نہ اُن کی بیٹیوں پر ربائبکم صادق غالباً اُن حراموں کو حلال بتاتے ہوئے غیر مقلد صاحب بھی شرم کریں تو ثابت ہوا کہ نکاح جس طرح بحکم تتمۂ آیت فان لم تکونوا دخلتم بھن تحریم دختر کے لیے کافی نہیں یوہیں شرط وضروری بھی نہیں یعنی نہ وہ علت ہے نہ جزء علت اب آیۂ کریمہ میں نہ رہا مگر الّٰتی دخلتم بھن یعنی اُن عورتوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی۔ معلوم ہوا صرف اسی قدر علت تحریم ہے اور یہ قطعاً مزنیہ میں بھی ثابت کہ وہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی لاجرم بحکم آیت اُس کی بیٹی اس پر حرام ہوگئی نظیر اس کی اسی بیان محرمات میں قولہ عزشانہ وحلائل[ف۲] ابنائکم الذین من اصلابکم ہے حرام کی گئیں تم پر تمہارے اُن بیٹوں کی جوروئیں جو تمہاری پشت سے ہیں کہ جس طرح الذین من اصلابکم یعنی بیٹے کا اس کی پشت سے ہونا اخراج متبنی کے لیے ہے نہ اخراج نبیرہ و نبسہ کے واسطے یوہیں وصف حلائل یعنی بیٹے کی جورو ہونا بھی ملحوظ نہیں بیٹے کی کنیز مدخولہ بھی ضرور حرام ہے اور وہ لفظ حلیلہ میں داخل نہیں اور اگر اشتقاقی معنی لیجیے یعنی جو بیٹے پر حلال ہے تو اب عموم تحریم صحیح نہ رہیگا کہ بیٹے[ف۳] کی کنیز مطلقاً حرام نہیں جبتک مدخولہ نہو یہی حال وامھٰت[ف۴] نسائکم کا ہے کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری عورتوں کی مائیں یہاں بھی وصف زوجیت قید نہیں کہ کنیز مدخولہ[ف۵] کی ماں بھی بدلیل مذکور بالاتفاق حرام بعینہ اسی دلیل سے ولا[ف۶] تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء میں اگر نکاح بمعنی عقد لیجیے تو عقد غیر قید اور بمعنے وطی لیجیے تو وہ ہمارا عین مذہب بالجملہ ان سب مواضع میں مطمح نظر صرف مدخولہ ہونا ہے اگرچہ بلانکاح وبس اب دخلتم بھن میں مولٰی عزوجل نے دخول حلال وحرام کی کوئی قید ذکر نہ فرمائی اور اُس کے اطلاق میں دونوں داخل تو جو مدعی تخصیص ہو دلیل پیش کرے اور دلیل کہاں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر قائم کیا جس[ف۷] نے اپنی منکوحہ سے صرف حالت حیض یا نفاس یا صوم یا اعتکاف یا احرام میں صحبت کی اُس کی بیٹی اس پر حرام نہوئی قطعاً اجماعاً حرام ہوئی حالانکہ

یہ دخول حرام تھا بلکہ علمائے کرام نے بہت وہ صورتیں ذکر فرمائیں جن میں دخول تو دخول عورت ہی کو اس کے لیے حلال نہیں کہہ سکتے اور اُس سے وطی بالاتفاق موجب تحریم دختر موطوءہ ہوجاتی ہے مثلاً ایک کنیز دو مولٰی میں مشترک ہے اُن میں سے جو اس سے مقاربت کرے گا دخترِ کنیز اُس پر حرام ہوجائے گی یونہی اپنے پسر کی کنیز یا اپنی کنیز کا فرہ غیر کتابیہ یا اپنی اُس عورت سے مجامعت جس سے ظہار کیا اور کفارہ نہ دیا یہ سب بالاتفاق ان عورتوں کی بنات کو حرام کردیتی ہیں حالانکہ یہ عورات سرے سے خود ہی حلال نہ تھیں **اقول** ان مسائل سے مسئلہ زن مظاہرہ تو استناد بالاتفاق کا بھی محتاج نہیں کہ اُس پر خود قرآن عظیم دلیل شافی ظہار بنص قرآن مخل نکاح نہیں تو زن مظاہر بلاشبہہ نسائکم میں داخل اور بعد وطی دخلتم بھن بھی حاصل تو قطعاً اُس کی دختر کو حکم حرمت شامل زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور قبل صحبت ظہار کرلیا بعدہ مشغول بجماع ہوا اور کفارہ نہ دیا کیا اس صورت میں اسے روا ہے کہ ہندہ کی بیٹی سے بھی نکاح کرلے حاش للہ یہ شریعت محمد رسول اللہ نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حالانکہ بعد ظہار عورت بنص قرآن اس پر حرام ہوگئی اور جبتک کفارہ نہ دے اُسے ہاتھ لگانا جائز نہ تھا تو ثابت ہوا کہ نہ نکاح شرط نہ وطی کا بروجہ حلال ہونا لازم بلکہ مناط حرمت صرف وطی ہے اور حاصل آیت کریمہ یہ کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی اگرچہ بلانکاح اگرچہ بروجہ حرام اُس کی بیٹی تم پر حرام ہوگئی یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب اور یہی اکابر صحابہ کرام مثل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت علامہ صحابہ عبداللہ بن مسعود وحضرت عالم القرآن عبداللہ بن عباس وحضرت اقرؤ الصحابہ ابی بن کعب وحضرت عمران بن حصین وحضرت جابر بن عبداللہ وحضرت مفتیۂ چار خلافت صدیقہ بنت الصدیق محبوبۂ محبوب رب العلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وجماہیر ائمہ تابعین مثل حضرات امام حسن بصری وافضل التابعین سعید بن المسیب وامام اجل ابراہیم نخعی وامام عامر شعبی وامام طاؤس وامام عطاء بن ابی رباح وامام مجاہد وامام سلیمٰن بن یسار وامام حماد اور اکابر مجتہدین مثل امام عبدالرحمن اوزاعی وامام احمد بن حنبل وامام اسحٰق بن راہویہ اور ایک روایت میں امام مالک بن انس کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین **اقول** معہذا نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے یا مجاز متعارف قال قائلہم ؎

التارکین علی طہر نساءہم ÷ والناکحین بشطے دجلۃ البقرا ÷ وقال آخر ؎ کبکر تحب لذیذ النکاح ÷ وتہرب من صولۃ الناکح ÷ تو کریمہ لا تنکحوا ما نکح اباؤکم میں لا اقل محتمل تو ضرور وارد اور مزوج

میں شرعًا احتیاط واجب تو جانب تحریم ہی غالب بلکہ اصل فرج میں حرمت ہے۔ تو جبتک حل ثابت نہو حرمت ہی پر حکم ہوگا پھر مصاہرت میں فرق نہیں تو نفس جماع ہی اگرچہ بروجہ حرام بلانکاح ہو علت تحریم رہیگا ولعلك ان رجعت الی کلما تہم دریت ان تقریر الدلیل علی ھذا الوجه احسن مما قال اذ لا یرد علیه ما افاده فی الفتح بل ھو اصح عندی من الکلام الاول ایضا کما یرشدك الیه ماذکرته ھھنا علی ھامشه وباللہ التوفیق **مخالف** کے پاس اس کی حلت پر کوئی **دلیل** نہیں مگر حدیث لا یحرم الحرام الحلال حرام حلال کو حرام نہیں کرتا مگر یہ حدیث جس طرح مخالف کی دلیل ہوسکے سخت ضعیف وساقط وناقابل احتجاج ہے بیہقی باآنکہ انتصار شافعیت میں اہتمام شدید رکھتے ہیں اُسے حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرکے تضعیف کردی کما فی التیسیر شرح الجامع الصغیر **اقول** دلیل ضعف کو یہی کافی کہ ام المومنین خود قائل حرمت ہیں کما تقدم اگر خاص اس باب میں خود ارشاد اقدس حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سنے ہوتیں تو خلاف کے کیا معنے تھے لاجرم امام احمد نے فرمایا نہ وہ ارشاد اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہے نہ اثر ام المومنین بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے کما فی الفتح روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما میں عثمٰن بن عبدالرحمن وقاصی ہے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا امام بخاری نے فرمایا ترکوہ محدثین نے اُسے متروک کردیا امام ابوداؤد نے فرمایا لیس بشیئ کوئی چیز نہیں امام علی بن مدینی نے سخت ضعیف بتایا نسائی ودارقطنی نے کہا متروک ہے حتی کہ امام یحیی بن معین نے فرمایا یکذب جھوٹ بولتا ہے **اقول** یہی عثمٰن حدیث ام المومنین صدیقہ کا بھی راوی ہے روایت ابن حبان کتاب الضعفا میں یوں ہے حدثنا الحسن بن سفین نا اسحٰق بن بھلول نا عبداللہ بن نافع نا المغیرۃ بن اسمعیل بن ایوب بن سلمۃ عن عثمٰن بن عبدالرحمن عن ابن شہاب الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سئل رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیه وسلم عن الرجل یتبع المرأۃ حراما اینکح ابنتھا او یتبع الابنۃ حراما اینکح امھا فقال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیه وسلم لا یحرم الحرام الحلال انما یحرم ماکان بنکاح حلال ابن حبان نے اسے روایت کرکے کہا عثمٰن عبدالرحمن ھو الوقاصی یروی عن الثقات الاشیاء الموضوعات لا یجوز الاحتجاج به یہ عثمٰن بن عبدالرحمن وہی وقاصی ہے ثقات سے موضوع خبریں روایت کردیتا ہے اُس سے سند لانا حلال نہیں۔ ہاں سنن ابن ماجہ میں روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما

ف۱: اعتراض علی بعض المخالفین۔

ف۲: راوی حدیث کے قول [illegible] خلاف حدیث ہونا اس حدیث کے ضعف کی دلیل ہے۔

ف: عثمٰن بن عبدالرحمن وقاصی نبیرہ عمرو بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ محدثین کے نزدیک لیس بشیئ متروک الحدیث اور کذاب ہے ثقات سے موضوعات روایت کردیتا ہے اُس سے سند لانا حلال نہیں۔

یولی آئی حدثنا یحیٰی بن معلی بن منصور ثنا اسحٰق بن محمد الفروی ثنا عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایحرم الحرام الحلال اولا اس میں اسحٰق بن ابی فروۃ متکلم فیہ ہیں امام عبدالحق نے احکام میں اس حدیث کو ذکر کرکے فرمایا فی اسنادہ[ف۱] اسحٰق بن ابی فروۃ وھو متروك اس کی سند میں اسحٰق بن ابی فروہ ہے اور وہ متروک ہے نقلہ عنہ المحقق فی الفتح امام ابوالفرج نے علل متناہیہ میں فرمایا قد رواہ اسحٰق بن محمد الفروی عن عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحرم الحرام الحلال قال یحیٰی الفروی کذاب وقال البخاری ترکوہ یعنی یہ حدیث اسحٰق بن محمد فروی نے بسند خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا حرام حلال کو حرام نہیں کرتا امام یحیٰی بن معین نے فرمایا فروی کذاب ہے امام بخاری نے فرمایا محدثین کے نزدیک متروک ہے انتہی وانا **اقول** وباللہ التوفیق سبحٰن من لاینسی حافظین جلیلین عبدالحق وابی الفرج کو التباس واقع ہوا اسحٰق بن ابی فروہ خواہ اسحٰق فروی دو ہیں **ایک** اسحٰق[ف۲] بن عبداللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر و تلمیذ امام زہری رجال ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ سے یہی متروک ہے اسی کو امام بخاری نے ترکوہ فرمایا کما فی تذھیب التھذیب ومیزان الاعتدال وغیرھما تہذیب التہذیب میں ہے قال ابوزرعۃ وجماعۃ متروك امام ابوزرعہ اور ایک جماعت ائمہ نے فرمایا متروک ہے میزان میں ہے لم ار احدا امشاہ وقال ابن معین وغیرہ لایکتب حدیثہ میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اُسے رواں کیا یعنی اُس کی روایت کو کچھ بھی معتبر سمجھا ہو امام ابن معین وغیرہ نے فرمایا اُس کی حدیث لکھی تک نہ جائے دونوں کتابوں میں ہے نہی احمد بن حنبل عن حدیثہ وقال ابراھیم الجوزجانی سمعت احمد بن حنبل یقول لاتحل الروایۃ عندی عن اسحٰق بن ابی فروۃ امام احمد نے اُس کی حدیث نقل کرنے سے منع فرمایا ابراہیم جوزجانی نے کہا میں نے امام احمد کو فرماتے سُنا کہ میرے نزدیک اسحٰق بن ابی فروہ سے روایت حلال نہیں۔ امام ترمذی نے ابواب الفرائض باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل میں حدیث القاتل لایرث بطریق اسحٰق بن عبداللہ عن الزھری عن حمید بن عبدالرحمٰن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرکے فرمایا ھذا حدیث لایصح اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروۃ قد ترکہ بعض اھل العلم منھم احمد بن حنبل ابوالفرج نے موضوعات میں حدیث الصبحۃ تمنع الرزق بطریق اسمٰعیل بن ابی عیاش عن ابن ابی فروۃ عن محمد بن یوسف عن عمرو بن

ف۱: اسحٰق بن ابی فروہ متروک ہے یحیٰی بن معین نے اسے کذاب بتایا۔

ف: معارضۃ علی الحافظین الجلیلین الامام عبدالحق والامام ابی الفرج ابن الجوزی رحمہما اللہ

ف۲: اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروہ از رجال ابی داود و ترمذی و ابن ماجہ متروک ہے۔

عثمٰن بن عفان عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرکے کہا لایصح ابن ابی فروۃ متروک امام خاتم الحفاظ نے لآلی میں اس پر تقریر فرمائی اور تعقبات میں بھی اس جرح پر جرح نہ کی۔ غرض یہ بالاتفاق متروک ہے مگر یہ قدیم ہے ۱۳۶ھ میں انتقال کیا قالہ ابن ابی فدیك یا ۱۴۴ھ میں کما قالہ ابن سعد وغیر واحد وھو الصحیح کما فی تذھیب التھذیب یحیی بن معلی نے کہ طبقہ حادیہ عشرہ سے ہیں اسے کہاں پایا وہم اس کے بھائی کے پوتے اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی فروہ یہ تبع تابعین سے بھی نہیں ان کے تلامذہ سے ہیں رجال بخاری و ترمذی و ابن ماجہ سے امام بخاری کے استاذ ہیں ۲۲۶ھ میں انتقال کیا یہ ہرگز متروک نہیں امام بخاری نے خود جامع صحیح میں ان سے روایت کی تو وہ ان کی نسبت ترك کیونکر فرماتے ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا اور ابو حاتم وغیرہ نے صدوق کہا البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں امام نسائی نے کہا ثقہ نہیں۔ امام دارقطنی نے کہا ضعیف ہیں ائمہ محدثین امام بخاری پر ان سے روایت کرنے میں معترض نہیں امام ابو حاتم نے کہا مضطرب الحدیث ہیں آنکھیں جانے کے بعد بارہا ہوتا کہ جیسا کوئی سکھا دیتا ویسے ہی روایت کرنے لگتے عقیلی نے کہا امام مالک سے بکثرت وہ حدیثیں روایت کیں جن پر ان کا کوئی متابع نہیں امام ابوداؤد نے سخت ضعیف کہا امام الشان نے فرمایا آنکھیں جاکر حفظ خراب ہوگیا تھا۔ امام حافظ عبدالعظیم منذری کی ترغیب میں ہے اسحٰق بن محمد بن اسمعیل بن ابی فروۃ الفروی صدوق روی عنہ البخاری فی صحیحہ وقال ابوحاتم وغیرہ صدوق وذکرہ ابن حبان فی الثقات ووھاہ ابوداود وقال النسائی لیس بثقۃ میزان الاعتدال میں ہے ھو صدوق فی الجملۃ صاحب حدیث قال ابوحاتم صدوق ذھب بصرہ فربما لقن وکتبہ صحیحۃ وقال مرۃ مضطرب وقال العقیلی جاء عن مالك باحادیث کثیرۃ لایتابع علیھا وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال النسائی لیس بثقۃ وقال الدارقطنی لایترك وقال ایضا ضعیف قد روی عنہ البخاری ویوبخونہ علی ھذا وکذا ذکرہ ابوداود ووھاہ جلد ۱ تقریب میں ہے صدوق کف فساء حفظہ تذھیب التھذیب میں ہے قال البخاری مات سنۃ ۲۶ پر ظاہر کہ اس حدیث کے راوی یہی اسحٰق بن محمد فروی متکلم فیہ ہیں نہ وہ اسحٰق بن عبداللہ فروی متروک۔ بہرحال ایک موضع کلام تو اس کی سند میں یہ ہے **ثانیاً اقول** دوسرا محل کلام اسحٰق مذکور کے شیخ عبداللہ میں ہے ائمہ محدثین کا ان میں کلام معروف ہے امام ترمذی نے باب فیمن یستیقظ ویری بللا ولایذکر احتلاما میں ایک حدیث ان سے روایت کرکے

ف ۱/ اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی فروہ از رجال بخاری و ابوداؤد و ابن ماجہ اور استاذ امام بخاری ہیں متروک نہیں مگر متکلم فیہ ہیں۔

فرمایا عبد اللہ ضعفہ یحیی بن سعید من قبل حفظہ فی الحدیث عبد اللہ کو امام یحیی بن سعید قطان نے نقصان حافظہ کی رو سے حدیث میں ضعیف بتایا اُسی کے ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل میں ہے عبد اللہ بن عمر العمری لیس بالقوی عند اھل الحدیث وہ محدثین کے نزدیک چنداں قوی نہیں امام نسائی نے کہا قوی نہیں۔ امام علی بن المدینی نے کہا ضعیف ہیں ابن حبان نے کہا کان ممن غلب علیہ الصلاح والعبادۃ حتی غفل عن حفظ الاخبار وجودۃ الحفظ للآثار فلما فحش خطؤہ استحق الترک صلاح وعبادت نے اُن پر یہاں تک غلبہ کیا کہ حفظ احادیث سے غافل ہوئے حدیثیں خوب یاد نہ رہیں جب خطا بکثرت واقع ہوئی ترک کے مستحق ہوگئے۔ امام احمد ویحیی سے ان کی توثیق کے اقوال بھی ہیں مگر قول فیصل یہ قرار پایا کہ حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا ضعیف عابد (ف۱) **ثالثاً اقول** اس حدیث سے جواب کو وہی آیہ کریمہ و مسئلہ زن مظاہرہ کافی ظہار میں جماع حرام تھا پھر اُس نے مظاہرہ کی دختر حلال کو کیونکر حرام کردیا **رابعاً** یہ حدیث جس طرح ابن ماجہ نے روایت کی کہ اگر کچھ قابل ذکر ہے تو یہی اگر اس کے ضعف سند سے قطع نظر بھی کی جائے تو اس میں کوئی قصہ سوال اُس حدیث متروک و ساقط کی طرح (ف۲) نہیں صرف اتنا بیان ہے کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا یہ اپنے ظاہر پر تو یقیناً صحیح نہیں کیا اگر قلیل پانی یا گلاب میں شراب یا پیشاب ڈال دیں تو اُسے حرام نہ کردینگے **اقول** کیا اگر کوئی زنا سے جنب ہو تو اُسے نماز و قراءت قرآن و دخول مسجد و طواف کعبہ کہ حلال تھے حرام نہ ہوجائیں گے کیا اگر کوئی ظالم کسی مظلوم کی بکری گلا گھونٹ کر مار ڈالے تو اُس کا یہ فعل کہ اگر اپنے مال کے ساتھ ہوتا جب بھی بوجہ اضاعت (ف۳) مال حرام تھا اور مال غیر کے ساتھ ظلماً حرام در حرام اُس حلال جانور کو حرام نہ کردیگا کیا اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک ہفتہ (ف۴) میں تین طلاقیں دے خصوصاً ایام حیض میں تو اس فعل حرام در حرام سے وہ زن حلال اس پر حرام نہ ہوجائے گی صدہا صورتیں ہیں جن میں حرام حلال کو حرام کردیتا ہے تو یہ اطلاق کیونکر مراد ہوسکتا ہے لاجرم تاویل سے چارہ نہیں کہ حرام من حیث ہو حرام حلال کو حرام نہیں کرتا **اقول** یعنی بول و شراب نے جو آب و گلاب کو حرام کیا نہ بوجہ اپنی حرمت کے بلکہ اس جہت سے کہ یہ نجس تھے اُس سے ملکر اُسے بھی نجس کردیا اب اُس کی نجاست باعث حرمت ہوئی اور اگر کوئی شے طاہر حرام کسی حلال میں ایسی ملجائے کہ تمیز ناممکن ہو تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ حلال خود حرام ہوگیا بلکہ حلال اپنی حلت پر باقی ہے اور مخلوط کا تناول اس لیے ناجائز کہ بوجہ اختلاط اسکا تناول بے تناول حرام سے خالی نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اگر جدا ہوسکے اور جدا

ف۱: اسحق بن محمد فروی کے اوستاذ بخاری کے اوستاذ ... ضعیف ہیں۔

ف۲: یہ ضرور نہیں کہ فعل حرام سے حلال حرام ہوجائے اور اس کی نظیریں۔

ف۳: مسئلہ اضاعت مال حرام ہے۔

ف۴: مسئلہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا حرام ہے اور ایام حیض میں ...

کرلیں تو حلال بدستور اپنی حلت پر ہو کما لا یخفی یونہیں زنا نے نماز وغیرہ کو اس حیثیت سے حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیت زنا کو اس میں کیا دخل بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ فرج مشتہی میں ایلاج مشتہی ہے وقس علی ذلک البواقی اب ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور حدیث ہم پر وارد نہیں یہاں بھی عورت سے زنا کرنے نے دختر زن کو اس بنا پر حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیت زنا کو اس میں بھی دخل نہیں بلکہ اُسی حیثیت سے حرام کیا کہ وہ وطی وادخال ہے تو دخلتم بھن صادق آیا اور دختر موطوءہ کی حرمت لایا تو اس حدیث ضعیف میں بھی مخالف کے لیے اصلا حجت نہیں وللہ الحمد۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں یہاں بعض احادیث اپنے مذہب کی مؤیدات ذکر فرمائیں از انجملہ قال رجل یا رسول اللہ انی زنیت بامرأۃ فی الجاھلیۃ افانکح ابنتھا قال لا اری ذلک ولا یصح ان تنکح امرأۃ تطلع من ابنتھا علی ما تطلع علیہ منھا ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا کیا اُس کی بیٹی سے نکاح کرلوں فرمایا میری رائے نہیں اور نہ ایسا نکاح جائز ہے کہ تو بیٹی کی اُس چیز پر مطلع ہو جس چیز پر اُسکی ماں کی مطلع تھا **اقول** نیز اس کے مؤید ہے وہ حدیث کہ غایہ سمعانیہ میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا من نظر الی فرج امرأۃ بشھوۃ حرمت علیہ امھا وبنتھا جو کسی عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھے اُس پر اُس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہوجائیں۔ دوسری حدیث میں ہے ملعون من نظر الی فرج امرأۃ وبنتھا ملعون ہے جو کسی عورت اور اُس کی بیٹی دونوں کی فرج دیکھے۔ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی من نظر الی فرج امرأۃ وبنتھا لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ جو کسی عورت اور اُس کی دختر دونوں کی فرج دیکھے اللہ تعالٰے روز قیامت اُس کی طرف نظر رحمت نہ کرے نیز مصنف میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰے عنہما سے ہے فی الذی یزنی بام امرأتہ قال حرمتا علیہ یعنی اپنی ساس سے زنا کرنے والے کی نسبت فرمایا کہ اُس پر ساس اور عورت دونوں حرام ہوگئیں واللہ تعالٰے اعلم۔ اس حرمت[ف۱] کے پیدا ہونے سے مرد و زن کو جُدا ہوجانا اور اُس نکاح فاسد شدہ کا فسخ کردینا فرض ہوجاتا ہے مگر خود بخود نکاح زائل نہیں ہوجاتا۔ یہانتک کہ شوہر جبتک متارکہ نہ کرے اور بعد متارکہ عدت نہ گزرے عورت کو روا نہیں کہ دوسرے سے نکاح کرلے۔ اور قبل متارکہ شوہر کا اُس سے وطی کرنا[ف۲] حرام ہوتا ہے مگر زنا نہیں کہ نکاح باقی ہے ولہذا

اس وطی سے جو اولاد پیدا ہو صحیح النسب ہے ایسے نکاح کے ازالہ کو جو الفاظ کہے جائیں طلاق نہیں بلکہ متارکہ کہلاتے ہیں اگرچہ بلفظ طلاق ہوں یہاں تک کہ اُن سے عدد طلاق کم نہیں ہوتا درمختار میں ہے بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج بآخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطؤ بھا لایکون زنا ردالمحتار میں ہے قال فی الذخیرۃ ذکر محمد فی نکاح الاصل ان النکاح لایرتفع بحرمۃ المصاھرۃ والرضاع بل یفسد حتی لو وطئھا الزوج قبل التفریق لایجب علیہ الحد اشتبہ علیہ اولم یشتبہ علیہ اُسی میں ہے قال فی الحاوی الوطؤ فیھا لایکون زنا لانہ مختلف فیہ وعلیہ مھر المثل بوطئھا بعد الحرمۃ ولاحد علیہ ویثبت النسب اُسی میں ہے فی البزازیۃ المتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لاتکون الابالقول کخلیت سبیلک او ترکتک ومجرد انکار النکاح لایکون متارکۃ اما لو انکر وقال ایضا اذھبی وتزوجی کان متارکۃ والطلاق فیہ متارکۃ لکن لاینقص بہ عدد الطلاق اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس حالت میں اگر شوہر نے نہ چھوڑا اور ناجائز طور پر ہندہ سے وطی کرتا رہا اور اولاد ہوئی تو وہ اولاد اپنے ماں باپ دونوں کی وارث ہے ماں کی وراثت تو ظاہر کہ اولادِ زنا بھی اپنی ماں کی میراث پاتی ہے کما نصوا علیہ والمسألۃ فی الدر وغیرہ اور باپ کی وراثت یوں کہ ابھی منقول ہوچکا کہ ایسی حالت کی اولاد ولد الزنا نہیں صحیح النسب ہے ہاں زن وشو آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہونگے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ جناب سید نوشہ میاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۱۶ھ

جناب کا یہ فتوٰی جس کی نقل حاضر کیجاتی ہے علمائے رامپور کے حضور بغرض مہر پیش ہوا جناب مفتی محمد لطف اللہ صاحب نے فرمایا یہ نقل ہے اور اس میں جو لکھا ہے کہ جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو وہ مرتدہ ہے اُس کا نکاح نہ کسی مسلمان سے ہوسکتا ہے نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ اُس کے ہم مذہب سے مجھے اس میں تامل ہے اُس کے ہم مذہب سے نہ ہونے کی سند کیا ہے مولوی صاحب (یعنی جناب) اس کی سند لکھکر مُہر فرمادیں تو مجھے مُہر کرنے میں عذر نہیں لہذا نقل فتوے مرسل خدمت ہے۔ یہ فتوٰی جناب کا تحریر فرمایا ہوا ہے یا نہیں اگر ہے تو اُس حکم کی سند کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع یہ فتوٰی فقیر ہی کا لکھا ہوا ہے اور دربارہ مرتد ومرتدہ حکم شرعی یہی ہے کہ اُن کا نکاح نہ کسی

مسلم و مسلمہ سے ہوسکتا ہے نہ کافر و کافرہ سے نہ مرتد و مرتدہ اُن کے ہم مذہب خواہ مخالف مذہب سے غرض تمام جہان میں کسی سے نہیں ہوسکتا مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی پھر فتاوی ہندیہ میں ہے لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد فتاوے امام قاضی خاں میں ہے لایجوز نکاح المرتد لاحد والمجوسیۃ لاتحل للمسلم وتحل لکل کافر الا المرتد اُسی میں ہے المبیض اذا تزوج مبیضۃ بشھود وولی ان کانا یظھران الکفر او احدھما کانا بمنزلۃ المرتدین لم یجز نکاحھما اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از گلگٹ چھاؤنی جونتال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب ، شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ وغیرہ بدمذہبوں کے ساتھ شادی کرنا کیسا ہے بینوا توجروا

الجواب

جو ان میں کوئی عقیدۂ کفر رکھتا ہے جیسے آج کل کے عام رافضی اُس کے ساتھ تو کسی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ خود اُس کے ہم مذہب کا بھی اور جو بدمذہب عقائد کفر سے بچا ہوا ہو اُس کے ساتھ نکاح اگرچہ بایں معنے درست کہ کرلیں تو درست ہوجائیگا زنا نہ ہوگا مگر بدمذہبوں کے ساتھ ایسا بڑا علاقہ پیدا کرنے سے دور بھاگنا لازم زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم اُنس ومحبت والفت پیدا کرتا ہے قال اللہ تعالٰی ومن اٰیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لاٰیت لقوم یتفکرون اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اُس نے بنائیں تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوروئیں کہ تم اُن کی طرف رغبت کرو اُن سے مل کر چین پاؤ اور تمہارے آپس میں دوستی اور مہر رکھی بیشک اس میں ٹھیک نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

اور بدمذہب (ف۱) سے دوستی پیدا ہونی اُس کی محبت دل میں آنی دین کو سخت نقصان دیتی ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں المرء مع من احب آدمی کا حشر اُس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل آدمی اپنے خالص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن انھیں آیت واحادیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ بدمذہب (ف۲) عورت کو نکاح میں لاتے وقت یہ خیال کرلینا کہ ہم اُس پر غالب ہیں

ف۱: **مسئلہ** بدمذہب سے محبت اور دوستی ناجائز اور اس سے دین کو نقصان پہنچتا ہے۔

ف۲: بدمذہب عورت سے نکاح میں یہ خیال کہ ہم اُسے سنی کرلیں گے محض حماقت ہے۔

اُس کی بدمذہبی ہمیں کیا نقصان دیگی بلکہ اُسے سُنّی کرینگے محض حماقت ہے یہ رشتہ تو دوستی میل رغبت میل محبت مہر پیدا کرتا ہے اور محبت میں آدمی اندھا بہرا ہوجاتا ہے حدیث میں فرمایا حبك الشیئ یعمی ویصم رواہ احمد والبخاری فی التاریخ وابوداود وعن ابی الدرداء وابن عساکر بسند حسن عن عبداللہ بن انیس والخرائطی فی الاعتلال عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم دل پلٹتے خیال بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی   اللہ عزوجل اپنے حفظ وامان ہی میں رکھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ یقلبہا کیف یشاء رواہ احمد والترمذی والحاکم عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ ورجالہ رجال مسلم اور اپنی بیٹی دینا تو سخت قہر قاتل زہر ہے کہ عورتیں مغلوب ومحکوم ہوتی ہیں قال اللہ تعالٰے الرجال قوامون علی النساء پھر اُنھیں شوہر کی محبت بھی ماں سے باپ سے تمام دُنیا سے زیادہ ہوتی ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان للزوج من المرأۃ لشعبۃ ماھی لشیئ رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ پھر وہ نرم دل بھی زائد ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں رویدك یا انجشہ بالقواریر ناقصات العقل والدین بھی ہیں قالہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما فی الصحیح پھر یہ سب اُس صورت میں ہے۔ جہاں شوہر کا کفو عورت نہونا مانع صحت نہو ورنہ نکاح محض باطل ہوگا کما فصلناہ فی فتاونا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ شاہ رشیدہ محمد کمال صاحب ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

حضرت مولانا صاحب قبلہ۔ اگر کسی مرد نے اپنی رضاعی ساس اور رضاعی سالی کے ساتھ ایک دفعہ یا دو دفعہ زنا کیا ہو سہواً یا عمداً تو اُس حالت میں بی بی کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں اور اگر نکاح نہیں رہا تو پھر اُس بی بی سے کسی طرح نکاح یا وہی بی بی اپنے شوہر پر پھر حلال ہوسکتی ہے یا نہیں مگر قبل اس فعل کے اُس مرد کو اس مسئلے سے واقفیت نہ تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سالی اگرچہ خاص نسبتی حقیقی ہو اُس سے معاذ اللہ زنا اگرچہ بارہا ہو عورت کو اصلاً حرام نہیں کرتا فی الدرالمختار فی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ لاتحرم علیہ امرأتہ ہاں اگر سالی سے شبہہ اور دھوکے میں وطی واقع ہوجائے تو جبتک سالی اس وطی بالشبہہ کی عدت سے نہ نکلے مرد اپنی منکوحہ کو ہاتھ نہیں لگاسکتا کیلا

یلزم الجمع بین المحارم عدۃ یہ حرمت اُتنے ہی دنوں کے لیے ہوگی بعد اختتام عدت عورت بدستور حلال ہوجائے گی فی ردالمحتار قولہ لا تحرم ای لا تثبت حرمۃ المصاھرۃ فالمعنی لا تحرم حرمۃ مؤبدۃ والا فتحرم الی انقضاء عدۃ الموطوءۃ لو بشبھۃ قال فی البحر لو وطیٔ اخت امرأتہ بشبھۃ تحرم علیہ امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبھۃ اور ساس اگرچہ رضاعی ہو یعنی زوجہ کی رضاعی ماں یا رضاعی نانی دادی عیاذًا باللہ اُس سے زنا بلکہ دواعی وطی بھی یعنی بشہوت اُس کے کسی جزو بدن کو چھوجانا اگرچہ ایسے حائل کے ساتھ کہ اُس کے جسم کی گرمی اسے محسوس ہونے سے منع نہ کرے یا بشہوت اُس کی فرج داخل پر نظر پڑجانا جبکہ یہ دواعی دواعی رہیں یعنی ان سے انزال واقع نہ ہو اگرچہ وہ زنا یا داعی زنا دانستہ ہو یا بھول کر یا دھوکے سے یا کسی کے جبر واکراہ سے بہرحال زوجہ کو حرام ابدی اور نکاح کو فاسد کردیتا ہے عورت کو فوراً چھوڑ دینا اور اُس نکاح فاسد شدہ کو فسخ کرنا واجب ہوجاتا ہے اب زوجہ کبھی اس کے لیے حلال نہ ہوگی نہ کبھی اُس سے نکاح کرسکتا ہے یہی مذہب ہمارے جمیع ائمہ اور امام احمد اور امام مالک فی احد الروایتین اور اکابر صحابہ مثل امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس فی الاصح عنہ اور حضرت ام المومنین صدیقہ وابی بن کعب وجابر بن عبداللہ وعمران بن حصین اور جمہور تابعین مثل امام حسن بصری وامام شعبی وامام ابراہیم نخعی وامام طاؤس وامام عطا بن ابی رباح وامام مجاہد وامام سعید بن المسیب وامام سلیمن بن یسار وامام حماد بن ابی سلیمن وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے کما ذکرہ فی الفتح وغیرہ وفی الدر المختار حرم اصل ممسوسۃ بشھوۃ ولو بشعر علی الرأس بحائل لا یمنع الحرارۃ والمنظور الی فرجھا الداخل وفروعھن مطلقا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ ولا فرق فیما ذکر بین عمد ونسیان وخطاء واکراہ اھ ملتقطا وفی ردالمحتار قال فی البحر اراد بحرمۃ المصاھرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسبا ورضاعا وحرمۃ اصولھا وفروعھا علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطء الحلال واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک عورت سنیہ حنفیہ جس کا باپ بھی سُنی حنفی ہے اُس کا نکاح ایک غیر مقلد وہابی سے کردینا جائز ہے یا ممنوع اس میں شرعًا گناہ ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

مستفتی محمد خلیل اللہ خاں از ریاست رامپور دولت خانہ جناب حکیم اجمل خاں صاحب۔

مسئلہ: بیوی کی رضاعی ماں نانی دادی سے بھی وطی یا دواعی وطی جبکہ انزال نہ ہو دانستہ یا دھوکے سے یا جبر واکراہ سے عورت کو شوہر پر حرام ابدی کردیتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الجواب

دفتر تحفۂ حنفیہ — پٹنہ محلہ لودی کٹرہ

نکاح مذکور ممنوع و ناجائز و گناہ ہے غیر مقلدین زماں کے بہت عقائد کفریہ وضلالیہ کتاب جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد میں اُن کی تصانیف سے نقل کیے اور اُن کا گمراہ و بدمذہب ہونا بروجہ احسن ثابت کیا اور حدیث ذکر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدمذہبوں کی نسبت فرمایا لا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم یعنی اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو اور بیاہ شادی نہ کرو۔ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ ہر کہ با بدمذہبان اُنس و دوستی پیدا کند نور ایمان و حلاوت آں از وے برگیرند اور طحطاوی حاشیۂ درمختار سے نقل کیا۔ من کان خارجا من ھذہ المذاھب الاربعۃ فی ذلک الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار جو اس زمانے میں ان چاروں مذہب سے خارج ہو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔ کثرت سے علمائے مشاہیر کی اس پر مُہریں ہیں۔ بالجملہ اگر غیر مقلد عقیدۂ کفریہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح محض باطل و زنا ہے کہ مسلمان عورت کا کافر سے نکاح اصلاً صحیح نہیں اور اگر عقیدۂ کفریہ نہ بھی رکھتا ہو تو بدمذہب سے مناکحت بحکم آیت و حدیث منع ہے حدیث اوپر گزری اور آیت یہ ہے قال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ○ نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمہیں چھوئیگی آگ دوزخ کی ناظم صاحب ندوہ نے اپنے فتوے عدم جواز نکاح سنیہ و شیعہ مطبوعہ مطبع نظامی میں اسی آیت سے استدلال کیا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الساطر الوازر

المعتصم بذیل سیدہ ومولاہ امیر المؤمنین سیدنا الصدیق العتیق النقی عبدالوحید غلام صدیق الحنفی الفردوسی العظیم آبادی عفا عنہ ربہ ذو الایادی

فتوائے علمائے پٹنہ

اصاب من اجاب — حافظ محمد فتح الدین پنجابی (صدر مجلس اہلسنت پٹنہ مقیم مرشد آباد)

ہذا ہو الحق الصریح وما سواہ باطل قبیح۔ محمد امیر علی (مرحوم) سابق ہیڈ مولوی نارمل اسکول پٹنہ

فتوائے علمائے بہار

بسملا و محمدا و مصلیا اما بعد ما قالہ العلامۃ وافادہ الفہامۃ حق صریح ومحقق صحیح جدیر بالاعتماد و حقیق بالاستناد ودونہ خرط القتاد ولا ینکرہ الا اہل الغی والعناد والبغی والفساد کتبہ خویدم الطلبہ

ابوالاصفيا محمد عبدالواحد خاں رامپوری بہاری عفا عنہ الباری
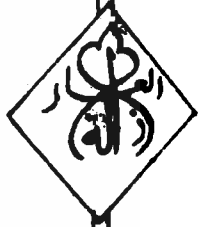
من كان من زمرة محمد بن عبد الوهاب ممن يتهمون عامة امة مرحومة بالشرك والكفر على زعمهم الفاسد وفهمهم الكاسد فهو من الزنادقة والملاحدة ولا يجوز به المناكحة والمخالطة وكذلك من كان من الغير المقلدين من يركن الى الجهمية والمشبهية والرافضة فى السور -

حررہ محمد یوسف بہاری

اصاب من اجاب جزى الله المحقق المدقق وحامى السنة وماحى البدعة مولانا منظم التحفة خير الجزار والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب

جناب مولانا حکیم (ابوالبرکات) استھانوی بہاری

حامدا ومصليا قد صح ما فى هذه الفتوى كيف لا وهى مملوة من الروايات الفقهية المعتبرة والاحاديث الصحيحة فالمجيب مصيب بلا امتراء جزاه الله سبحنه بفضله الاوفى خير الجزار حيث صرف همة العليا وبذل جهده بالنهج الاعلى فى رد الكلمات السفلى من اجاب فقد اصاب ودونه خرط القتاد والله اعلم بالصواب فقط

حرره خويدم الطلبة الراجى الى رحمة ربه المنان السيد محمد سليمان اشرف البهارى المردادى عفى عنه -

حامدا ومصليا - الجواب حق فماذا بعد الحق الا الضلال -

كتبه خادم الطلبة الكسار سيد ناظر حسين بہاری المردادی -

فتوائے علمائے بدایوں

المجيب مصيب محب الرسول عبد القادر قادری

لاريب فيه مطيع الرسول محمد عبد المقتدر قادری -

الجواب صحيح محمد عبد القيوم قادری -

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

الحمد لله الذى لم يرتض الطيبات الا للطيبين الاخيار وترك الخبيثين للخبيثات الاقذار والصلاة والسلام على من امرنا بالتجنب عن كلاب النار وعلى آله وصحبه الشاهرين سيوفهم على رؤس المبتدعين الفجار فى الواقع صورت مستفسرہ میں وہ نکاح یا تو شرعاً محض باطل وزنا ہے یا ممنوع وگناہ سائل سنی۔ صاحب معاملہ سنی وسنیہ۔ برادران سنت ہی سے خطاب ہے اور انہیں کو حکم شرع سے اطلاع دینی مقصود کہ ایک ذرا نگاہ غور ملاحظہ فرمائیں اگر دلیل شرعی سے یہ احکام ظاہر ہو جائیں تو سنی بھائیوں سے توقع کہ نہ صرف زبانی قبول بلکہ ہمیشہ اسی پر عمل فرمائیں گے اور اپنی کریمہ عزیزہ بنات واخوات کو ہلاک وابتلا اور دین وناموس میں گرفتاری بلا سے بچائیں گے وباللہ التوفیق۔ وہابی ہو یا رافضی۔ جو بدمذہب عقائد کفریہ قطعیہ رکھتا ہے جیسے ختم نبوت حضور پرنور خاتم النبیین صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا انکار یا قرآن عظیم میں نقص

ودخل بشری کا اقرار توایسوں سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے اگرچہ صورت صورت سوال کی عکس ہو یعنی سُنّی مرد ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہے کہ مدعیان اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں اُن کا حکم مثل مرتد ہے کما حققنا فی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ ظہیریہ و ہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے احکامھم مثل احکام المرتدین اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت ومرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی کسی سے نہیں ہوسکتا خانیہ وہندیہ وغیرہما میں ہے واللفظ للاخیرۃ لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا مگر کبرائے وہابیہ یا مجتہدین روافض خذلہم اللہ تعالٰی کہ وہ عقائد رکھتے ہیں اُنھیں امام و پیشوا یا مسلمان ہی مانتا ہے تو بھی یقیناً اجماعاً خود کافر ہے[له] کہ جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے یوہیں اُن کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے وجیز امام کردری ودرمختار وشفائے امام قاضی عیاض وغیرہا میں ہے واللفظ للشفاء مختصرا اجمع العلماء ان من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر اور اگر اس سے بھی خالی ہے ایسے عقائد والوں کو اگرچہ اُس کے پیشوایان طائفہ ہوں صاف کافر مانتا ہے (اگرچہ بدمذہبوں سے اس کی توقع بہت ہی ضعیف اور تجربہ اس کے خلاف پر شاہد قوی ہے) تو اب تیسرا درجہ کفریات لزومیہ کا آئیگا کہ ان طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں بکثرت ہیں جن کا شافی ووافی بیان فقیر کے رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ[۱۲] میں ہے اور بقدر کافی رسالہ السل السیوف الہندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ[۱۲] میں مذکور اور اگر کچھ نہ ہو تو تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہنا ان حضرات کا مشہور ومعروف عقیدۂ ضلالت ہے یوہیں معاملات انبیا واولیا واموات واحیا کے متعلق صدہا باتوں میں ادنٰے ادنٰے بات ممنوع یا مکروہ بلکہ مباحات ومستحبات پر جابجا حکم شرک لگا دینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے جن سے اُن کے دفاتر بھرے پڑے ہیں کیا یہ امور مخفی ومستور ہیں۔ کیا اُن کی کتابوں زبانوں رسالوں بیانوں میں کچھ کمی کے ساتھ مذکور ہیں کیا ہر سُنّی عالم وعامی اس سے آگاہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو موحد اور مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک کہتے ہیں آج سے نہیں شروع سے اُن کا خلاصۂ اعتقاد یہی ہے کہ جو وہابی نہو سب مشرک ردالمحتار علی الدرالمختار میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون فقیر نے رسالہ النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید[۱۲] میں واضح کیا کہ خاص مسئلہ تقلید میں ان کے

له یعنی جبکہ ان کے اقوال وافعال واحوال کفر وضلال پر مطلع ہو ۱۲ فقیر مصطفٰے رضا قادری غفرلہ

مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمہ دین وعلمائے کاملین و اولیائے عارفین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین معاذاللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصًا وہ اکابر ائمہ کرام وسادات اسلام وعلمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اُس کے خلاف کو منکر وشنیع وباطل وفظیع بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام احمد ابوبکر جوزجانی و امام کیاہراسی و امام ابن سمعانی و امام اجل امام الحرمین وصاحبان خلاصہ و ایضاح و جامع الرموز و بحرالرائق و نہرالفائق و تنویر الابصار و درمختار و فتاوٰی خیریہ و غمز العیون و جواہر اخلاطی و منیہ و سراجیہ و مصفٰی و جواہر و تتارخانیہ و مجمع و کشف و عالمگیریہ و مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی و جناب شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم ہزاروں اکابر کے ایمان کا تو کہیں پتا ہی نہیں رہتا اور مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں یہ حضرات مشرک گر ٹھہرتے ہیں والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی اور جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح ومعتمد ومفتٰی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے ذخیرہ و بزازیہ و فصول عمادی و فتاوٰی قاضی خاں و جامع الفصولین و خزانۃ المفتین و جامع الرموز و شرح نقایہ برجندی و شرح وہبانیہ و نہرالفائق و درمختار و مجمع الانہر و احکام علی الدرر و حدیقہ ندیہ و عالمگیری و ردالمحتار وغیرہا عامہ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ ہیں کتب کثیرہ میں اسے فرمایا المختار للفتوٰی شرح تنویر میں فرمایا بہ یفتی یہ افتاو تصحیحات اُس قول اطلاق کے مقابل ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا مطلقًا کافر اگرچہ محض بطور دشنام کہے نہ ازراہ اعتقاد جامع الفصولین میں ہے قال لغیرہ یاکافر قال الفقیہ الاعمش البلخی کفر القائل وقال غیرہ من مشایخ بلخ لایکفر فاتفقت ھذہ المسألۃ ببخاری فاجاب بعض ائمۃ بخاری انہ کفر فرجع الجواب الی بلخ فمن افتی بخلاف الفقیہ الاعمش رجع الی قولہ وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمۃ بخاری والمختار للفتوٰی فی جنس ھذہ المسائل ان قائل ھذہ المقالات لواراد الشتم ولایعتقدہ کافرا لایکفر ولو اعتقدہ کافرا کفر اھ باختصار تو فقہائے کرام کے قول مطلق وحکم مفتٰی بہ دونوں کے رُو سے بالاتفاق ان پر حکم کفر ثابت اور یہی حکم ظواہر احادیث صحیحہ جلیلہ سے مستفاد صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما زاد مسلم ان کان کما قال والا رجعت الیہ جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے اگر جسے کہا وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کفر کا حکم اسی قائل پر پلٹ آئیگا نیز صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہے لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الا حار علیہ جو کسی کو کفر پر

پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اُس کا یہ قول اُسی پر پلٹ آئے۔ طرفہ یہ کہ ان حضرات کو ظواہر احادیث ہی پر عمل کرنے کا بڑا دعوے ہے تو ثابت ہوا کہ حدیث و فقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر کرنے والے پر حکم کفر لازم نہ کہ لاکھوں کروروں ائمہ و اولیا و علما کی معاذ اللہ تکفیر ان صاحبوں کا خلاصۂ مذہب ابھی ردالمحتار سے منقول ہوا کہ جو وہابی نہیں سب کو مشرک مانتے ہیں اسی بنا پر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے انھیں خوارج میں داخل فرمایا اور وجیز کردری میں ارشاد ہے یجب اکفار الخوارج فی اکفارھم جمیع الامۃ سواھم خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں لاجرم الکا والسنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ میں فرمایا ھؤلاء الملاحدۃ المکفرۃ للمسلمین یعنی یہ وہابی ملحد بے دین کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں پھر یہ بھی ان کے صرف ایک مسئلہ ترک تقلید کی رو سے ہے باقی مسائل متعلقۂ انبیا و اولیا وغیرہم میں انکے شرک کی اونچی اڑانیں دیکھیے فقیر نے رسالۂ **الکمال الطامۃ علی شرک سوی بالامور العامۃ** میں کلام الٰہی کی **ساٹھ آیتوں** اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی **تین سو حدیثوں** سے ثابت کیا ہے کہ ان کے مذہب نامہذب پر نہ صرف امت مرحومہ بلکہ انبیائے کرام و ملئکۂ عظام و خود حضور پر نور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام حتے کہ خود رب العزۃ جل وعلا تک کوئی بھی شرک سے محفوظ نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر ایسے مذہب ناپاک کے کفریات واضحہ ہوتے ہیں کون مسلمان تامل کر سکتا ہے پھر یہ عقائد باطلہ و مقالات زائغہ جب ان حضرات کے اصول مذہب ہیں تو کسی وہابی صاحب کا ان سے خالی ہونا کیونکر معقول یہ ایسا ہوگا جس طرح کچھ روافض کو کہا جائے تبرا و تفضیل سے پاک ہیں اور اگر بالفرض تسلیم بھی کرلیں کہ کوئی وہابی صاحب کسی جگہ کسی مصلحت سے ان تمام عقائد مردودہ و اقوال مطرودہ سے تحاشی بھی کریں یا بفرض غلط فی الواقع ان سے خالی ہوں تو یہ کیونکر متصور کہ اُن کے اگلے پچھلے چھوٹے بڑے مصنف مؤلف واعظ مکلب نجدی دہلوی بنگالی بھوپالی وغیرہم جن کے کلام میں اُن اباطیل کی تصریحات ہیں یہ صاحب اُن سب کے کفر یا اقل درجہ لزوم کفر کا اقرار کریں کیا دُنیا میں کوئی وہابی ایسا نکلے گا کہ اپنے اگلے پچھلوں پیشواؤں ہم مذہبوں سب کے کفر و لزوم کفر کا مقر ہو اور جتنے احکام باطلہ سے کتاب التوحید و تقویۃ الایمان و صراط مستقیم و تنویر العینین و تصانیف بھوپالی و سورج گڑھی و بٹالوی وغیرہم میں مسلمانوں پر حکم شرک لگایا جو معاذ اللہ خدا و رسول و انبیا و ملئکہ سب تک پہنچا اُن سب کو کفر کہدے حاش للہ ہرگز نہیں بلکہ قطعاً انھیں اچھا جانتے امام و پیشوا و صلحائے علما مانتے اور اُن کے کلمات و اقوال کو بامعنے و مقبول سمجھتے

اور اُن پر رضا رکھتے ہیں اور خود کفریات بکنا یا کفریات پر راضی ہونا بُرا نہ جاننا اُن کے لیے معنی صحیح ماننا سب کا ایک ہی حکم ہے اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام سے اُن امور کے بیان میں جو بالاتفاق کفر ہیں نقل فرمایا من تلفظ بلفظ کفر یکفر وکذا کل من ضحک علیہ او استحسنہ او رضی بہ یکفر بحر الرائق میں ہے من حسن کلام اھل الاھواء او قال معنوی او کلام لہ معنی صحیح ان کان ذلک کفرا من القائل کفر المحسن تو دُنیا کے پردے پر کوئی وہابی ایسا نہ ہوگا جس پر فقہائے کرام کے ارشادات سے کفر لازم نہ ہو اور نکاح کا جواز و عدم جواز نہیں مگر ایک مسئلہ فقہی تو یہاں حکم فقہا ہی ہوگا کہ ان سے مناکحت اصلاً جائز نہیں خواہ مرد وہابی ہو یا عورت وہابیہ اور مرد سُنّی۔ ہاں ضرور یہ ہے کہ ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں اور ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اُسے کافر نہیں کہتے مگر یہ صرف برائے احتیاط ہے دربارۂ تکفیر حتی الامکان احتیاط اسی میں ہے کہ سکوت کیجیے مگر وہی احتیاط جو وہاں مانع تکفیر ہوئی تھی یہاں مانع نکاح ہوگی کہ جب جمہور فقہائے کرام کے حکم سے ان پر کفر لازم تو ان سے مناکحت زنا ہے تو یہاں احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے دور رہیں اور مسلمانوں کو باز رکھیں ﷲ انصاف کسی سُنّی صحیح العقیدہ معتقد فقہائے کرام کا قلب سلیم گوارا کریگا کہ اُس کی کوئی عزیزہ کریمہ ایسی بلا میں مبتلا ہو جسے فقہائے کرام عمر بھر کا زنا بتائیں تکفیر سے سکوت زبان کے لیے احتیاط تھی اور اُس نکاح سے احتراز فرج کے واسطے احتیاط ہے یہ کونسی شرع ہے کہ زبان کے باب میں احتیاط کیجیے اور فرج کے بارے میں بے احتیاطی انصاف کیجیے تو بنظر واقع حکم اسیقدر سے منقح ہو لیا کہ نفس الامر میں کوئی وہابی ان خرافات سے خالی نہ نکلے گا اور احکام فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے نہ احتمالات غیر واقعیہ کا بل صرحوا ان احکام الفقہ تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر اور اگر اس سے تجاوز کرکے کوئی وہابی ایسا فرض کیجیے جو خود بھی ان تمام کفریات سے خالی ہو اور اُن کے قائلین جملہ وہابیہ سابقین و لاحقین سب کو گمراہ و بدمذہب مانتا بلکہ بالفرض قائلان کفریات ماننا اور لازم الکفر ہی جانتا ہو اُس کی وہابیت صرف اسقدر ہو کہ با وصف عامیت تقلید ضروری نہ جانے اور بے صلاحیت اجتہاد پیروی مجتہدین چھوڑ کر خود قرآن و حدیث سے اخذ احکام روا مانے تو اسقدر میں شک نہیں کہ یہ فرضی شخص بھی آیۂ کریمہ قطعیہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور اجماع قطعی تمام ائمہ سلف و خلف کا مخالف ہے یہ اگر بطور فقہا لزوم کفر سے بچ بھی گیا تو خارق اجماع و متبع غیر سبیل المومنین و گمراہ و بد دین ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا جس طرح متکلمین کے نزدیک دو قسم پیشین کا فر بالیقین کے سوا باقی

جمیع اقسام کے وہابیہ آب اگر عورت[ف۱] سُنّیہ بالغہ اپنا نکاح کسی ایسے شخص سے کرے اور اُس کا ولی پیش از نکاح اس شخص کی بد مذہبی پر آگاہ ہو کر صراحۃً اس سے نکاح کیے جانے کی رضامندی ظاہر نہ کرے خواہ یوں کہ اُسے[ف۲] اس کی بد مذہبی پر اطلاع ہی نہ ہو یا نکاح[ف۳] سے پہلے اس قصد کی خبر نہ ہوئی یا بد مذہب جانا اور اس ارادہ پر مطلع بھی ہوا مگر سکوت کیا صاف رضا کا مظہر نہ ہوا یا عورت[ف۴] نابالغہ ہوا ور ولی مزوج اب وجد کے سوا یا اب[ف۵] وجد ایسے جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی تزویج کسی غیر کفو سے کر چکے ہوں یا وقت تزویج نشے[ف۶] میں ہوں ان سب صورتوں میں یہ بھی نکاح باطل وزنائے خالص ہوگا کہ بد مذہب کسی سُنّیہ بنت سُنّی کا کفو نہیں ہو سکتا اور غیر کفو کے ساتھ تزویج میں یہی احکام مذکورہ ہیں درمختار میں ہے الکفاءۃ تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ نھر غنیہ میں ہے المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل تنویر الابصار وشرح علائی میں ہے لزم[ف۷] النکاح بغیر کفو ان المزوج ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لو سکران بجر وان المزوج غیرھما لا یصح النکاح من غیر کفو اصلا۔ اُنھیں میں ہے نفذ[ف۸] نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا[ف۹] تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ۔ ردالمحتار میں ہے لا یلزم التصریح بعدم الرضا بل السکوت منہ لا یکون رضی وقولہ بلا رضی یصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمھا وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلث لا تحل وانما تحل فی الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر کفو مع علمہ بانہ کذلک اھ ۱ھ الکل مختصرا اس تفسیر منیر سے اُس شبہہ کا ایک جواب حاصل ہوا جو یہاں بعض اذہان میں گزرتا ہے کہ جب اہل کتاب سے مناکحت جائز ہے تو بتدعین اُن سے بھی گئے گزرے غیر مقلد مسلم ہے پھر نکاح مسلم و مسلمہ میں کیا توقف۔ اہل کتاب سے مناکحت کے کیا معنے آیا یہ کہ زنِ مسلمہ کا کتابی کافر کے ساتھ نکاح حاش للہ یہ قطعاً اجماعاً اخبث حرام اور لاکھ زنا سے بدتر زنا ہے یا یہ کہ مسلمان مرد کا کتابیہ کافرہ کو اپنے نکاح میں لانا اس کے جواز و عدم جواز سے ہم ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب بحث کریں گے یہاں اسیقدر کافی کہ مسئلہ دائرہ میں عورت سُنّیہ اور مرد وہابی کے نکاح سے بحث ہے عورت کا مرد پر قیاس کیونکر صحیح آخر وہ کیا فرق تھا جس کے لیے شرع مطہر نے کتابی سے مسلمہ کا نکاح زنا مانا اور مسلم کا کتابیہ سے صحیح جانا اگر مسلمان مرد کسی کافرہ کو اپنے تصرف میں لاسکے

توکیا ضرور ہے کہ سُنیہ عورت بھی بدمذہب کے تصرف میں جاسکے عورت کے لیے کفاءت مرد بالاجماع ملحوظ جس کی بناپر احکام مذکورہ متفرع ہوئے اور مرد بالغ کے حق میں کفاءت زن کا کچھ اعتبار نہیں کہ دناءت فراش وجہ غیظ مستفرش نہیں ہوتی فی الدر المختار الکفاءۃ معتبرۃ من جانب الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشا للدنی ولاتعتبر من جانبھا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش۔ وہابی تو بدمذہب گمراہ ہے اگر کوئی زن شریفہ بے رضائے صریح ولی بروجہ مذکور کسی سُنّی صحیح العقیدہ صالح حائک سے نکاح کرلے یا ولی غیر اب وجد اپنی صغیرہ کوکسی ایسے سے بیاہ دے تو ناجائز و باطل ہوگا یا نہیں ضرور باطل ہے پھر یہ سُنّی صالح کیا اُن سے بھی گیا گزرا اور نکاح مسلم مسلمہ میں کیوں بطلان کا حکم ہوا ھذا والزجع الی ماکنا فیہ۔ یہ صورتیں بطلان نکاح بوجہ عدم کفاءت کے تھیں اور اگران کے سوا وہ صورت ہو جہاں عدم کفاءت مانع صحت نہیں تو پہلے اتنا سمجھ لیجیے کہ عرف فقہ میں جواز دو معنے پر مستعمل ایک بمعنی صحت اور عقود میں یہی زیادہ متعارف یہ عقد جائز ہے یعنی صحیح مثمر ثمرات مثل افادہ ملک متعہ یا ملک یمین یا ملک منافع ہے اگرچہ ممنوع وگناہ ہو جیسے بیع وقت اذان جمعہ دوسرے بمعنی حلت اور افعال میں یہی زیادہ مروج یہ کام جائز ہے یعنی حلال ہے حرام نہیں گناہ نہیں ممانعت شرعیہ نہیں بحر الرائق کتاب الطہارۃ بیان میاہ میں ہے المشائخ تارۃ یطلقون الجواز بمعنی الحل وتارۃ بمعنی الصحۃ وھی لازمۃ للاول من غیر عکس والغالب ارادۃ الاول فی الافعال والثانی فی العقود اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ در میں نقل کیا اور مقرر رکھا درمختار میں ہے یجوز رفع الحدث بماذکرالخ ردالمحتار میں فرمایا یجوز ای یصح وان لم یحل فی نحو الماء المغصوب وھو اولی ھنا من ارادۃ الحل وان کان الغالب ارادۃ الاول فی العقود والثانی فی الافعال درمختار کتاب الاشربہ میں ہے صح بیع غیر الخمر) مامر ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ھل یجوز فکتب لایجوز فیحمل علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل۔ بالجملہ جواز کے یہ دونوں اطلاق شائع وذائع ہیں اور ان کے سوا اور اطلاقات بھی ہیں جن کی تفصیل سے یہاں بحث نہیں اب اس صورت خاصہ میں جواز بمعنی صحت ضرور ہے یعنی نکاح کردیں تو ہوجائیگا اور حل بمعنی عدم حرمت وطی بھی حاصل یعنی اس میں جماع زنا نہ ہوگا وطی حرام نہ کہلائیگا وذلك کقولہ عزوجل واحل لکم ماوراء ذلکم مع ان فیھن من یکرہ نکاحھن تحریما کالکتابیۃ لما سیأتی فعلم ان الحل بھذا المعنی لاینافی الاثم فی الاقدام علی فعل النکاح فافھم واحفظ کیلا تزل واللّٰہ الموفق عبارت درمختار وغیرہ تجوز مناکحۃ المعتزلۃ لانا

لانکفر احدا من اھل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث کے یہی معنے ہیں پر ظاہر کہ نکاح عقد ہے اور ابھی بحر الرائق و طحطاوی و ردالمحتار سے گزرا کہ عقود میں غالب و شائع جواز بمعنے صحت ہے مگر وہ عدم جواز بمعنے ممانعت واثم کے منافی نہیں فتح القدیر و غنیہ و بحر الرائق وغیرہا میں ہے یراد بعدم الجواز عدم الحل ای عدم حل ان یفعل وھو لاینافی الصحۃ رہا جواز فعل بمعنی عدم ممانعت شرعیہ یعنی بد مذہبوں سے سُنیہ عورت کا نکاح کر دینا روا و مباح ہو جس میں کچھ گناہ و مخالفت احکام شرع نہ ہو یہ ہرگز نہیں ارشاد مشائخ کرام المناکحۃ بین اھل السنۃ واھل الاعتزال لاتجوز کے یہی معنے ہیں یعنی سُنیوں معتزلیوں میں مناکحت مباح نہیں فتاوے خلاصہ میں فرمایا المسألۃ فی مجموع النوازل یہ مسئلہ مجموع النوازل امام فقیہ احمد بن موسے کِشّی تلمیذ امام مفتی الجن والانس عارف باللہ سیدنا نجم الدین عمر النسفی میں ہے اُسی میں فرمایا کذا اجاب الامام الرستغفنی امام رستغفنی نے ایسا ہی جواب ارشاد فرمایا ردالمحتار میں نہایہ امام سغناقی سے ہے اُنھوں نے اپنے شیخ سے نقل کیا وہ فرماتے تھے الرستغفنی[ف۱] امام معتمد فی القول والعمل ولو اُخذنا یوم القیمۃ للعمل بروایتہ ناخذہ لما اُخذنا یعنی رستغفنی امام معتمد ہیں قول و فعل میں اگر روز قیامت اُن کی روایت پر عمل میں ہم سے گرفت ہوئی تو ہم اُن کا دامن پکڑینگے کہ ہم نے اُن کے ارشاد پر عمل کیا۔ وجیز امام کردری میں ہے سمعت عن بعض ائمۃ خوارزم انہ یتزوج من المعتزلی ولا یزوج منھم کما یتزوج من الکتابی ولا یزوج منھم ولعلہ اخذ ھذا التفصیل من کلام ابی حفص السفکردری میں نے بعض ائمۂ خوارزم سے سُنا کہ معتزلی کی بیٹی تو بیاہ لے اور اپنی بیٹی اُن کے نکاح میں نہ دے جس طرح یہودی و نصرانی کی بیٹی بیاہ لیتا ہے اور اپنی بیٹی اُن کے نکاح میں نہیں دیتا اور امید ہے کہ ان امام نے یہ تفصیل امام ابوحفص سفکردری کے قول سے اخذ کی۔ یہ دوسرا جواب ہے اُس شبہہ کا کہ مبتدعین کتابیوں سے بھی گئے گزرے **ثم اقول** وباللہ التوفیق اگر نظر تحقیق کو رخصت جولان دیجیے تو بد مذہب سے سُنیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر شرع مطہر سے دلائل کثیرہ قائم ہیں مثلاً **دلیل اول** قال اللہ عزوجل و امّا ینسینّک[ف۲] الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ۝ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ بد مذہب سے زیادہ ظالم کون ہے اور نکاح کی صحبت دائمہ سے بڑھکر کونسی صحبت جب ہر وقت کا ساتھ ہے اور وہ بد مذہب تو ضرور اُس سے نا دیدنی دیکھے گی نا شنیدنی سُنے گی اور انکار پر قدرت نہ ہوگی اور اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہو سکے نہ کہ عمر بھر کے لیے اپنے یا اپنی قاصرہ مقسورہ عاجزہ مقہورہ کے واسطے اس فضیحۃ

ف۱: الرستغفنی امام معتمد فی القول والعمل۔

شنیعہ کا سامان پیدا کرنا **دلیل دوم** قال تبارك وتعالٰی ومن اٰیٰته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمھیں میں سے تمھارے جوڑے بنائے کہ تم اُن سے ملکر چین پاؤ اور تمھارے آپس میں دوستی و مہر رکھی اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان للزوج من المرأۃ لشعبۃ ماھی لشیئ عورت کے دل میں شوہر کے لیے جو راہ ہے کسی کے لیے نہیں رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ آیت گواہ ہے کہ زنا شوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس ومحبت والفت پیدا کرتا ہے اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی اور بد مذہب کی محبت سمِ قاتل ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن یتولھم منکم فانہ منھم تم میں جو اُن سے دوستی رکھیگا وہ انھیں میں سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں المرء مع من احب آدمی کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے رواہ الائمۃ احمد والستۃ الا ابن ماجۃ عن انس والشیخان عن ابن مسعود واحمد ومسلم عن جابر وابوداؤد عن ابی ذر والترمذی عن صفوان بن عسال وفی الباب عن علی وابی ھریرۃ وابی موسٰی وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنہم **دلیل سوم** قال اللہ تعالٰی ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بد مذہبی ہلاک حقیقی ہے قال اللہ تعالٰی ولا تتبع الھوٰی فیضلك عن سبیل اللہ اور صحبت خصوصاً بد کا اثر پڑنا احادیث وتجارب صحیحہ سے ثابت رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما مثل الجلیس الصالح والجلیس السوء کحامل المسك ونافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ اچھے اور بُرے ہمنشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی پھونکتا وہ مشک والا یا تجھے مفت دیگا یا تو اُس سے مول لیگا اور کچھ نہیں تو خوشبو ضرور آئے گی اور دھونکنی والا تیرے کپڑے جلا دیگا یا تجھے اُس سے بدبو آئے گی رواہ الشیخان عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبك من سوادہ اصابك من دخانہ بُرا ہمنشین دھونکنے والے کی مانند ہے تجھے اُس کی سیاہی نہ پہنچے تو دُھواں تو پہنچیگا رواہ ابوداؤد والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ تیسری حدیث صحیح صریح میں فرماتے ہیں صلے اللہ

ف۱: سمِ قاتل بد مذہب کی محبت۔

ف۲: بد مذہبی ہلاک حقیقی۔

ف۳: صحبت کا اثر پڑنا خصوصاً بد صحبت کا احادیث سے ثابت ہے۔

تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم گمراہوں سے دور بھاگو انھیں اپنے سے دور کرو
کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دیں کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈالدیں رواہ مسلم چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعتبروا الصاحب بالصاحب مصاحب کو مصاحب پر قیاس کرو رواہ
ابن عدی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسن لشواھدہ پانچویں حدیث میں ہے نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاک وقرین السوء فانک بہ تعرف بُرے ہمنشین سے دُور بھاگ کہ تو اُسی
کے ساتھ مشہور ہوگا رواہ ابن عساکر عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم
فرماتے ہیں ماشیئ ادل علی شیئ ولا الدخان علی النار من الصاحب علی الصاحب کوئی چیز دوسری پر
اور نہ دُھواں آگ پر اس سے زیادہ دلالت کرتا ہے جس قدر ایک ہمنشین دوسرے پر ذکرہ فی التیسیر
عقلا کہتے ہیں گوش زدہ اثرے دارد نہ کہ عمر بھر کان بھرے جانا پھر اُس کے ساتھ **دوسرا** مؤید شوہر کا
اس پر حاکم ہونا مجرّبین کہتے ہیں الناس علی دین ملوکھم. **تیسرا** مؤیّد عورت میں مادہ قبول وانفعال کی
کثرت وہ بہت نرم دل ہیں جلد اثر پذیر ہیں یہاں تک کہ اہل تجربہ میں موم کی ناک مشہور ہیں خود
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رویدک یا انجشۃ بالقواریر **چوتھا** مؤید اُن کا ناقصات العقل
والدین ہونا یہ بھی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کما فی الصحیحین **پانچواں**
مؤید شوہر کی محبت جس کا بیان آیت وحدیث سے گزرا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حبک
الشیئ یعمی ویصم محبت اندھا بہرا کردیتی ہے رواہ احمد والبخاری فی التاریخ وابوداود عن ابی الدرداء
وابن عساکر بسند حسن عن عبد اللہ بن انیس والخرائطی فی الاعتلال عن ابی برزۃ الاسلمی
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم
من یخالل آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر کسی سے دوستی کرو رواہ ابوداؤد والترمذی
عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن مسلما تو اللہ عزوجل عافیت بخشے دل پلٹتے خیال
بدلتے کیا کچھ دیر لگتی ہے قلب کو قلب کہتے ہی اس لیے ہیں کہ وہ منقلب ہوتا ہے رسول اللہ صلے اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مثل القلب مثل الریشۃ تقلبھا الریاح بفلاۃ دل کی حالت اُس پر کی طرح ہے
کہ میدان میں پڑا ہو اور ہوائیں اُسے پلٹے دے رہی ہوں رواہ ابن ماجۃ عن ابی موسی الاشعری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہ عورتوں کا سا نرم ونازک دل اور اُس پر یہ صحبت وسماع متصل پھر واسطہ حاکمی
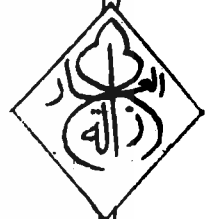
محکومی کا اور اُس کے ساتھ مہر و محبت کا غضب جذبہ باعثوں داعیوں کا یہ متواتر و فور اور مانع کہ عقل و دین تھے اُن میں نقصان و قصور تو اس تزویج میں قطعاً یقیناً عورت کی گمراہی و تبدیل مذہب کا مظنہ قویہ ہے اور یہ خود اپنے ہاتھوں ہلاک میں پڑنا ہے کہ بنص قطعی قرآن ممنوع و ناروا ہے شرع مطہر جس چیز کو حرام فرماتی ہے اُس کے مقدمہ و داعی کو بھی حرام بتاتی ہے مقدمۃ الحرام حرام مقدمۂ مسلمہ ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا ٭ زنا کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بےحیائی ہے اور بہت بُری راہ۔ جس طرح زنا حرام ہوا زنا کے پاس جانا بھی حرام ہوا۔ اور یہ خیال کہ ممکن کہ اثر نہ ہو محض نافہمی اور عقل و نقل دونوں سے بیگانگی ہے داعی کے لیے مفضی بالعموم ہونا ضرور نہیں آخر بوس و کنار و مس و نظر و مواعی وطی داعی ہی ہونے کے باعث حرام ہوئے مگر ہرگز مستلزم و مفضی دائم نہیں دلیل چہارم قال المولی تبارک وتعالیٰ الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض مرد حاکم و مسلط ہیں عورتوں پر بسبب اُس فضیلت کے جو اللہ نے ایک کو دوسرے پر دی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعظم الناس حقا علی المرأۃ زوجھا عورت پر سب سے بڑھکر حق اُس کے شوہر کا ہے رواہ الحاکم وصححہ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوکنت اٰمر احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من الحق ولو کان من قدمہ الی مفرق رأسہ قرحۃ تنجس بالقیح والصدید ثم استقبلتہ فلحستہ ما ادت حقہ اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیر خدا کو سجدہ کرے تو البتہ عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں بسبب اُس حق کے کہ اللہ عزوجل نے اُن کے لیے ان پر رکھا ہے اور اگر شوہر کی ایڑی سے مانگ تک سارا جسم پھوڑا ہو جس سے پیپ اور گندا پانی جوش مارتا ہو عورت آکر اپنی زبان سے اُسے چاٹ کر صاف کرے تو خاوند کا حق ادا نہ کیا رواہ ابوداود والحاکم بسند صحیح عن قیس بن سعد بن عبادۃ واحمد والترمذی عن انس بن مالک وفصل البعود احمد وابن ماجۃ وابن حبان عن عبد اللہ بن ابی اوفی والترمذی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ واحمد عن معاذ بن جبل والحاکم عن بریدۃ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین بالجملہ شوہر عورت کے لیے سخت واجب التعظیم ہے اور بدمذہب کی تعظیم حرام متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اُس نے اسلام کے ڈھا دینے میں مدد کی رواہ ابن عدی و

ف ۱/ مقدمہ و داعی حرام حرام ہے
ف ۲/ عورت پر شوہر کا حق
ف ۳/ بدمذہب کی تعظیم حرام ہے

ابن عساکر عن ام المؤمنین الصدیقۃ والحسن بن سفیان فی مسندہ وابونعیم فی الحلیۃ عن معاذ
بن جبل والسجزی فی الابانۃ عن ابن عمر و کابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الکبیر وابونعیم
فی الحلیۃ عن عبداللہ بن بسر والبیہقی فی شعب الایمان عن ابرھیم بن میسرۃ التابعی المکی الثقۃ
مرسلا فالصواب ان الحدیث حسن بطرقہ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مبتدع تو مبتدع فاسق بھی (ف۱)
شرعاً واجب الاہانۃ ہے اور اُس کی تعظیم ناجائز علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں الفاسق العالم (ف۲)
تجب اھانتہ شرعا فلا یعظم امام علامہ فخرالدین زیلعی تبیین الحقائق پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح المعین
پھر علامہ سید احمد مصری حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں قد وجب علیھم اھانتہ شرعا علامہ محقق سعد الملۃ
والدین تفتازانی مقاصد وشرح مقاصد میں فرماتے ہیں حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ
والاھانۃ والطعن واللعن بدمذہب (ف۳) کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اُس سے بغض وعداوت رکھیں روگردانی کریں
اُس کی تذلیل وتحقیر بجالائیں اُس سے لعن وطعن کے ساتھ پیش آئیں۔ لاجرم ثابت ہوا کہ بدمذہب کو سنیہ کا شوہر
بنانا گناہ وناجائز ہے دلیل ہجم قال تعالٰی جل وعلا والفیا سیدھا لدی الباب (ف۴) اُن دونوں نے زلیخا
کے سید وسردار یعنی شوہر کو پایا دروازے کے پاس ردالمحتار باب الکفاءۃ میں ہے النکاح رق للمرأۃ والزوج
مالك نکاح سے عورت کنیز ہوجاتی ہے اور شوہر مالک۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں
لا تقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یکن سیدا فقد اسخطتم ربکم عزوجل (ف۵) منافق کو اے سردار کہہ کر نہ پکارو
کہ اگر وہ تمہارا سردار ہو تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا رواہ ابوداود والنسائی بسند صحیح
عن بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ حاکم نے صحیح مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی نے شعب الایمان
میں ان لفظوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا قال الرجل للمنافق یا سید
فقد اغضب ربہ جو شخص کسی منافق کو سردار کہہ کر پکارے وہ اپنے رب عزوجل کے غضب میں پڑے امام حافظ الحدیث
عبدالعظیم زکی الدین منذری نے کتاب الترغیب والترہیب میں ایک باب وضع کیا الترھیب من قولہ
لفاسق او مبتدع یا سیدی ونحوہ من الکلمات الدالۃ علی التعظیم یعنی اُن حدیثوں کا بیان جن میں کسی
فاسق یا بدمذہب کو اے میرے سردار یا کوئی کلمہ تعظیم کہنے سے ڈرایا گیا ہے اور اس باب میں یہی حدیث
بخیص روایات ابی داود ونسائی سے ذکر فرمائی۔ جب صرف زبان سے اسے میرے سردار کہہ دینا باعث
غضب رب جل جلالہ ہے تو حقیقۃً سردار ومالک بنالینا کسقدر سخت موجب غضب ہوگا والعیاذ باللہ رب العلمین

ف۱: فاسق بھی شرعاً واجب الاہانۃ ہے اُس کی تعظیم ناجائز ہے۔

ف۲: فاسق عالم کی تعظیم نہ کی جائے اُس کی اہانت واجب ہے۔

ف۳: بدمذہب کے لیے حکم شرعی بغض وعداوت، اعراض، اُس کی تذلیل وتحقیر واہانت اور اُس پر لعن وطعن روا ہے۔

ف۴: عورت کنیز ہے اور شوہر سید ومالک۔

ف۵: فاسق وبدمذہب کو سردار یا آقا کہنا باعث غضب الٰہی ہے۔

دلیل ششم ایھا الناس ضرب مثل فاستمعوالہ اے لوگو ایک مثل کہی گئی اُسے کان لگا کر سنو ان اللہ لا یستحیی من الحق بیشک اللہ عزوجل حق بات فرمانے میں نہیں شرماتا ایحب احدکم ان تکون کریمتہ فراش کلب فکرھتموہ کیا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ اُس کی بیٹی یا بہن کسی کُتے کے نیچے بچھے تم اسے بہت بُرا جانو گے رب جل وعلی نے غیبت کا حرام ہونا اسی طرز بلیغ سے ادا فرمایا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ کیا تم میں کوئی پسند رکھتا ہے کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں بُرا لگا۔ سنیو سنیو اگر سُنی ہو تو بگوش سنیو لیس لنا مثل السوء التی صادت فراش مبتدع کالتی کانت فراشا لکلب ہمارے لیے بُری مثل نہیں جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کُتے کے تصرف میں آئی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی چیز دیکر پھیر لینے کا ناجائز ہونا اسی وجہ انیق سے بیان فرمایا العائد فی ھبتہ کالکلب یعود فی قیئہ لیس لنا مثل السوء اپنی دی ہوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کُتا قے کرکے اُسے پھر کھا لیتا ہے ہمارے لیے بری مثل نہیں۔ اب اتنا معلوم کرنا رہا کہ بدمذہب کُتا ہے یا نہیں۔ ہاں ضرور ہے بلکہ کُتے سے بھی بدتر و ناپاک تر کُتا فاسق نہیں اور یہ اصل دین ومذہب میں فاسق ہے کُتے پر عذاب نہیں اور یہ عذاب شدید کا مستحق ہے۔ میری نہ مانو سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث مانو ابوحاتم خزاعی اپنے جزء حدیثی میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اصحاب البدع کلاب اھل النار بدمذہبی والے جہنمیوں کے کُتے ہیں امام دارقطنی کی روایت یوں ہے حدثنا القاضی الحسین بن اسمعیل نا محمد بن عبد اللہ المخزمی نا اسمعیل بن ابان نا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع کلاب اھل النار یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کُتے ہیں ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر سب جانوروں سے بدتر ہیں علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا الخلق الناس والخلیقۃ البھائم لاجرم حدیث میں انکی مناکحت سے ممانعت فرمائی عقیلی وابن حبان حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو اُن کے ساتھ پانی نہ پیو نہ کھانا کھاؤ اُن سے شادی بیاہ نہ کرو دلیل ہفتم کتابیہ سے
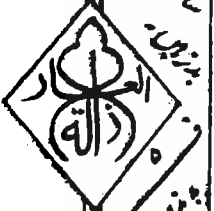
نکاح کا جواز بمعنے عدم ممانعت و عدم گناہ صرف کتابیہ ذمیہ میں ہے جو مطیع الاسلام ہو کر دار الاسلام میں مسلمانوں کے زیر حکومت رہتی ہو وہ بھی خالی از کراہت نہیں بلکہ بے ضرورت مکروہ ہے فتح القدیر وغیرہ میں فرمایا الاولی ان لا یفعل ولا یأکل ذبیحتھم الا للضرورۃ مگر کتابیہ حربیہ سے نکاح بمعنی مذکور جائز نہیں بلکہ عند التحقیق ممنوع و گناہ ہے علمائے کرام وجہ ممانعت اندیشہ فتنہ قرار دیتے ہیں کہ ممکن کہ اُس سے ایسا تعلق قلب پیدا ہو جس کے باعث آدمی دار الحرب میں وطن کرلے نیز بچے پر اندیشہ ہے کہ کفار کی عادتیں سیکھے نیز احتمال ہے کہ عورت بحالت حمل قید کی جائے تو بچہ غلام بنے محیط میں ہے یکرہ تزوج الکتابیۃ الحربیۃ لان الانسان لا یأمن ان یکون بینھما ولد فینشؤ علی طبائع اھل الحرب ویتخلق باخلاقھم فلا یستطیع المسلم قلعہ عن تلک العادۃ فتح اللہ المعین میں علامہ سید احمد حموی سے ہے عمم فلو کانت حربیۃ ولکن مکروہ بالاجماع لانہ ربما یختار المقام فی دار الحرب ولانہ فیہ تعریض ولدہ للرق فربما تحبل وتسبی معہ فیصیر ولدہ رقیقا وان کان مسلما وربما یتخلق الولد باخلاق الکفار محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بعد عبارت مذکورہ فرمایا وتکرہ الکتابیۃ الحربیۃ اجماعا لانفتاح باب الفتنۃ من امکان التعلق المستدعی للمقام معھا فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق باخلاق اھل الکفر وعلی الرق بان تسبی وھی حبلی فیولد رقیقا وان کان مسلما ردالمحتار میں ہے قولہ والاولی ان لا یفعل یفید کراھۃ التنزیہ فی غیر الحربیۃ وما بعدہ یفید کراھۃ التحریم فی الحربیۃ اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ جو اندیشے ائمہ کرام نے وہاں مرد اور اولاد کے لیے پیدا کیے وہ زائد ہیں یا یہ جو یہاں عورت و اولاد کے لیے ہیں وہاں مرد کا معاملہ ہے یہاں عورت کا وہ حاکم ہوتا ہے یہ محکومہ وہ مستقل ہوتا ہے یہ متلونہ وہ موثر ہوتا ہے یہ متاثرہ وہ عقل و دین میں کامل ہوتا ہے یہ ناقصہ وہ اگر دار الحرب میں متوطن ہوگیا تو گنہگار ہوا دین نہ گیا یہ اگر اُس کی صحبت میں مبتدعہ ہوگئی تو دین ہی رخصت ہوا بچہ بعد شعور اپنے باپ کی تربیت میں رہتا ہے وہاں باپ مسلم ہی یہاں بد مذہب وہاں کافروں کی عادتیں ہی سیکھنے کا احتمال ہے یہاں خود مذہب کے بدل جانے کا قوی مظنہ وہاں اگر غلام بنا تو ایک دنیوی ذلت ہے آخرت میں ہزاروں غلام کروروں آزادوں سے اعزوا علی ہونگے یہاں اگر رافضی وہابی ہوگیا تو اخروی ذلت دینی فضیحت ہے وہاں غلامی ایک احتمال ہی احتمال تھی اور یہاں یہ بد انجامی مظنون قوی تو وہاں وہ اندیشے اگر کراہت تنزیہیہ ہی لاتے یہاں یہ ظنون کراہت تحریمیہ تک پہنچ جاتے ہم اوپر گزارش کرچکے ہیں کہ شرعاً جو چیز حرام ہے اُس کے مقدمات و دواعی بھی حرام

ف۱ کتابیہ ذمیہ سے بے ضرورت نکاح مکروہ ہے۔
ف۲ بے ضرورت کتابی کا ذبیحہ کھانا بھی مکروہ ہے۔
ف۳ کتابیہ حربیہ سے نکاح اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔
ف۴ دار الحرب میں وطن بنانا گناہ ہے۔
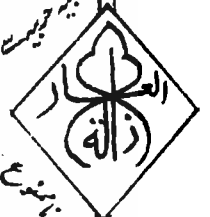
ہوتے ہیں اور جب کہ وہاں اُن کے سبب کراہت تحریم مانیں تو یہاں ان کے باعث کُھلی تحریم رکھی ہے یہ تیسرا جواب ہے اُس شبہہ کا کہ یہ اُن سے بھی گئے گزرے معہذا شرع مطہر میں اگرچہ وہ بتدع جس کی بدعت حدکفر کو نہ پہنچی آخرت میں کفار سے ہلکا رہیگا اُن کا عذاب ابدی ہے اور اس کا منقطع اور بعد موت دنیوی احکام میں بھی خفت ہوگی مگر اُس کے جیتے جی اُس کے ساتھ برتاؤ کافر ذمی کے برتاؤ سے اشد ہے اور اس کی وجہ ہر ذی عقل پر روشن کافر ذمی سے ہرگز وہ اندیشہ نہیں جو اس دشمن دین مدعی اسلام وخیرخواہی مسلمین سے ہے وہ کُھلا دشمن ہے اور یہ مارآستین اُس کی بات کسی جاہل سے جاہل کے دل پر نہ جمے گی کہ سب جانتے ہیں یہ مردود کافر ہے خدا اور رسول کا صریح منکر ہے اور یہ جب قرآن وحدیث ہی کے حیلے سے بہکائیگا تو ضرور اسرع واظہر ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں ان کانت البدعۃ بحیث یکفربھا فامرہ اشد من الذمی لانہ لایقر بجزیۃ ولا یسامح بعقد ذمۃ وان کان ممالایکفر بہ فامرہ بینہ وبین اللہ اخف من امر الکافر لامحالۃ ولکن الامر فی الانکار علیہ اشد منہ علی الکافر لان شر الکافر غیر متعد فان المسلمین اعتقدوا کفرہ فلایلتفتون الی قولہ اذلایدعی الاسلام واعتقاد الحق اما المبتدع الذی یدعوالی بدعتہ ویزعم ان مایدعوالیہ حق فھو سبب لغوایۃ الخلق فشرہ متعد فالاستحباب فی اظہار بغضہ ومعاداتہ والانقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع علیہ وتنفیر الناس عنہ اشد یہ چوتھا جواب ہے اُس شبہہ کا **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** آفتاب حق بے حجاب سحاب متجلی ہوا اور دلائل واضحہ سے نہ صرف وہابی بلکہ ہر بدمذہب کے ساتھ سنیہ کی تزویج کا باطل محض یا اقل درجہ ممنوع وگناہ ہونا ظاہر ہوگیا ہاں ہمارے بعض بھائیوں کا بعض متقشفی وہابیہ کے فریب سے دھوکا پاکر یہ عذر باقی ہے کہ یہ احکام تواُن کے لیے ہیں جو مذہب اہلسنت سے خارج ہیں اور وہابی ایسے نہیں فلاں فلاں وہابی تو سُنّی ہیں اس کا جواب اسیقدر بس ہے کہ عزیز بھائیو دین حق کے فدائیو دیکھو یہ دام درسبزہ ہیں دھوکے میں نہ آئیو بھلا وہابی صاحب جو چاہیں بکیں وہاں نہ خوف خدا نہ خلق کی حیا۔ مگر پیارے سُنیو تم نے یہ کیونکر باور کرلیا کہ بعض وہابی اہلسنت ہیں عزیزو کیا یہ اس کہنے سے کچھ زیادہ عجیب تر ہے کہ فلاں رات دن ہے یا فلاں نصرانی مومن ہے۔ جب سنت وہابیت سے صاف مباین ہے تو اُن کا اجتماع کیونکر ممکن ہے۔ ہاں یوں کہتے تو ایک بات تھی کہ فلاں فلاں لوگ جو وہابی کہلاتے ہیں وہابی نہیں اہلسنت ہیں۔ بہت اچھا چشم ما روشن دلِ ماشاد خدا ایسا ہی کرے اگر واقع اس کے مطابق ہے تو ہمارا کیا ضرر اور اس فتوے پر اس سے کیا اثر فتوے میں زید وعمرو کسی کی تعیین نہ تھی سائل نے

وہابی کی نسبت سوال کیا مجیب نے وہابی کے باب میں جواب دیا فلاں اگر وہابی نہیں سُنی ہے اس سوال و جواب دونوں سے بری ہے فتوے کی صحت میں کیا شک پروری ہے پھر عزیز بھائیو یہ تنزلی جواب اُس کے تسلیم ادعا پر مبنی ہے ابھی امتحان کا مرحلہ باقی و دیدنی ہے زبان سے کہدینا کہ ہم وہابی نہیں گنتی کے لفظ ہیں کچھ بھاری نہیں الٓمّٓ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون ○ کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اس زبانی کہدینے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور اُن کی آزمائش نہ ہوگی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بہت اچھا جو صاحب مشتبہ الحال وہابیت سے انکار فرمائیں امور ذیل پر دستخط فرماتے جائیں کھوٹے کھرے کا پردہ کھُل جائیگا چلن میں (۱) مذہب وہابیہ[ف۱] ضلالت و گمراہی ہے (۲) پیشوایانِ وہابیہ مثل ابن عبد الوہاب نجدی و اسمٰعیل دہلوی و نذیر حسین دہلوی و صدیق حسن بھوپالی اور دیگر چھُٹ بھیے آروی بٹالوی پنجابی بنگالی سب گمراہ بددین ہیں (۳) تقویۃ الایمان و صراط المستقیم و رسالہ یکروزی و تنویر العینین تصانیف اسمٰعیل اور ان کے سوا دہلوی و بھوپالی وغیرہما وہابیہ کی جتنی تصنیفیں ہیں صریح ضلالتوں گمراہیوں اور کلمات کفریہ پر مشتمل ہیں (۴) تقلید ائمہ فرض قطعی ہے بے حصول منصب اجتہاد اُس سے روگردانی گمراہ بددین کا کام ہے غیر مقلدین مذکورین اور اُن کے اتباع واذناب کہ ہندوستان میں نامقلدی کا بیڑا اُٹھائے ہیں محض سفیہان نامشخص ہیں ان کا تارک تقلید ہونا اور دوسرے جاہلوں اور اپنے سے اجہلوں کو ترک تقلید کا اغوا کرنا صریح گمراہی وگمراہ گری ہے (۵) مذاہب اربعہ اہلسنت سب رشد وہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اُسی کا پیرو رہے کبھی کسی مسئلہ میں اُس کے خلاف نہ چلے وہ ضرور صراط مستقیم پر ہے اُس پر شرعًا کوئی الزام نہیں ان میں سے ہر مذہب انسان کے لیے نجات کو کافی ہے تقلید شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ ضالین متبع غیر سبیل المؤمنین ہیں (۶) متعلقات انبیا و اولیا علیہم الصلاۃ والثنا مثل استعانت و نداو علم و تصرف بعطائے خدا وغیرہ مسائل متعلقہ اموات و احیا میں نجدی و دہلوی اور اُن کے اذناب نے جو احکام شرک گڑھے اور عامہ مسلمین پر بلا وجہ ایسے ناپاک حکم جڑے یہ اُن گمراہوں کی خباثت مذہب اور اُس کے سبب انھیں استحقاق عذاب وغضب ہے (۷) زمانہ کو کسی چیز کی تحسین و تقبیح میں کچھ دخل نہیں۔ امر محمود جب واقع ہو محمود ہے اگرچہ قرون لاحقہ میں ہو اور مذموم جب صادر ہو مذموم ہے اگرچہ ازمنہ سابقہ میں ہو بدعت مذمومہ صرف وہ ہے جو سنت ثابتہ کے رد و خلاف پر پیدا کی گئی ہو جواز کے واسطے صرف

ف۱: وہابیت سُنیت کی کسوٹی۔
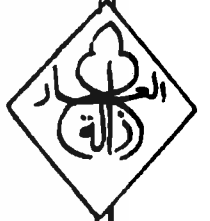
اتنا کافی ہے کہ خدا اور رسول نے منع نہ فرمایا کسی چیز کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہ ہو تو اُسے منع کرنے والا خود حاکم وشارع بننا چاہتا ہے (۸) علمائے کرام حرمین طیبین نے جتنے فتاوے ورسائل مثل الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ وغیرہا رد وہابیہ میں تالیف فرمائے سب حق وہدایت ہیں اور ان کا خلاف باطل وضلالت حضرات یہ جنت سنت کے آٹھ باب ہادی حق وصواب ہیں جو صاحب بے پھیر پھار نے حیلہ وانکار بکشادہ پیشانی ان پر دستخط فرمائیں تو ہم ضرور مان لیں گے کہ وہ ہرگز وہابی نہیں ورنہ ہر ذی عقل پر ظاہر ہو جائیگا کہ منکر صاحبوں کا وہابیت سے انکار نرا حیلہ ہی حیلہ تھا مسمے پر جمنا اور اسم سے رمنا اس کے کیا معنے؏ منکر می بودن وہم رنگ مستاں زیستن ❖ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ الحمد للہ کہ یہ مختصر بیان تصدیق مظہر حق و تحقیق اوائل عشرہ اخیرہ ماہ مبارک ربیع الاول شریف سے چند جلسوں میں بدر سمائے تمام اور بلحاظ تاریخ ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار نام ہوا وصلے اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین

مسئلہ ۴۳ غرہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سُنّی المذہب ہے اور ہندہ زوجہ شیعی مذہب رکھتی ہے اور باہم کسی طریقہ پر عقد بھی ہو گیا ہے ایسی حالت میں شرعاً ہم بستری یعنی مجامعت جائز ہے اور ایسی حالت میں جو اولاد ہوگی وہ نطفہ صحیح ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

آجکل کے روافض تبرائی علی العموم کافر مرتد ہیں شاید شاذ و نادر اُن میں کوئی مسلمان نکل سکے جیسے کوّوں میں سپید رنگ کا کوا ایسی عورت سے نکاح محض باطل ہے اور قربت صریح زنا اور اولاد یقیناً ولد الزنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۴ از کلکتہ سندریا بٹی ۱۰۹ متصل مسجد ناخدا دکان کتب شیخ فخر الدین مرسلہ نظیر حسن صاحب ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ

بعالیخدمت جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام افضالہ پس از سلام مسنون الاسلام آنکہ زید نے

اپنی سگی یعنی حقیقی بہن کی لڑکی کی لڑکی سے بحکم ایک عالم کے عقد کیا یہ نکاح از روئے شرع شریف کے عندالاحناف جائز ہے یا ناجائز مفصل تحریر فرمائیے بینوا توجروا۔

الجواب

عقد مذکور زنائے محض ہے حرام قطعی ہے سخت عظیم شدید گناہ کبیرہ ہے نہ فقط حنفیہ بلکہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ تمام امت مرحومہ کے اجماع سے حرام ہے نص قرآن عظیم سے حرام ہے قال اللہ تعالٰی حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم واخواتکم وعمٰتکم وخالٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت اس آیہ کریمہ میں رب عزوجل نے بنات کا لفظ تین جگہ ارشاد فرمایا کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری بیٹیاں بھائی کی بیٹیاں بہن کی بیٹیاں اگر بنات یعنی بیٹیاں پوتی نواسی کو بھی شامل تو ضرور بھائی بہن کی پوتی نواسی بھی اسی حکم حرمت میں داخل اور اگر شامل نہیں تو خود اپنی پوتی نواسی بھی حکم آیت میں داخل نہیں تو اس جاہل بیباک کے طور پر وہ بھی حلال ٹھہریگی لقولہ تعالٰی واحل لکم ماوراء ذٰلکم لاجرم کتب تفسیر میں اسی آیت کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہونا ثابت فرمایا اور کتب فقہ میں انہیں بھتیجی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنایا معالم التنزیل میں ہے یدخل فیھن بنات اولاد الاخ والاخت وان سفلن تفسیر کبیر میں ہے النوع الثانی من المحرمات البنات کل انثی یرجع نسبھا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فھی بنتک النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھٰذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب والارحام اھ ملتقطا تفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد العقل میں ہے بنات الاخ وبنات الاخت تتناول القربی والبعدی تفسیر جلالین میں ہے وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت ویدخل فیھن اولادھم فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین میں ہے شملت العبارۃ بنت ابن الاخ وان سفل وبنت ابن الاخت وان سفل ملتقی الابحر میں ہے تحرم علی الرجل اختہ وبنتھا وبنت اخیہ وان سفلتا نقایہ میں ہے حرم اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب شرح وقایہ میں ہے وبنات الاخوۃ والاخوات وان سفلت فیحرم جمیع ھؤلاء اصلاح میں ہے حرم علی المرء اصلہ وفرعہ واختہ وفرعہا وفرع اخیہ درر میں ہے واختہ وبنتھا وان سفلت فتح القدیر میں ہے یدخل فی بنات الاخ والاخت بناتھن وان سفلن اختیار شرح مختار وخزانۃ المفتین میں ہے وبنات الاخ وبنات الاخوات وان سفلن فھؤلاء محرمات بنص الکتاب نکاحا ووطأ ودواعیہ

علی التابید فتاوٰے قاضی خاں وغیرہا میں ہے وبنات الاخوات وان سفلن محیط سرخسی وفتاوٰے عالمگیری میں ہے ولکن ابنات الاخ والاخت وان سفلن انوار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے المحرمات علی التابید بالنسب الامہات وان علت والبنات وان سفلت وبنات الاخوۃ والاخوات وان سفلت اس جاہل احمق نکاح کرنے والے پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اُس اپنی سگی بیٹی سے جدا ہو جائے اور اس اجہل اضل عالم ظالم پر لازم کہ از سرنو کلمہ اسلام پڑھے اپنے اُس ناپاک ملعون فتوے سے توبہ کرے اپنی عورت سے نکاح از سرنو کرے بشرطیکہ وہ بھی اُسکی بہن کی پوتی نہ ہو اعلام بقواطع الاسلام میں ہے ومن ذلک (ای من المکفرات) ان یستحل محرما بالاجماع کالخمر واللواط ولو فی مملوکہ الخ خلاصہ وہندیہ میں ہے من اعتقد الحرام حلالا او علی القلب یکفر الٰہی اس زمانہ پر فتن کے ہر فتنہ وشر سے تیری پناہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۵ از نواب گنج ضلع بریلی مکان تحصیلدار ظہور الاسلام صاحب مرسلہ حضرت سید نور عالم میاں صاحب مارہروی ۵ رجب ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع شریف اساطین فرقہ اہلسنت وجماعت متبعین ملت حنفیہ اس باب میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کی زندگی میں اُس کی خواہر حقیقی عینی سے نکاح کیا اور بعد نکاح خواہر زن مگر قبل خلوت صحیحہ یا اُس سے خلوت صحیحہ کے بعد پہلی بی بی کو طلاق دیدی ان دونوں صورتوں میں یہ نکاح عندالشرع درست وجائز ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جب ایک بہن نکاح میں ہو دوسری سے نکاح حرام قطعی ہے قال اللہ تعالٰی وان تجمعوا بین الاختین تو یہ نکاح ضرور حرام وناجائز واقع ہوا اور پہلی زوجہ کو اس نکاح فاسد کے بعد پیش از خلوت خواہ بعد خلوت طلاق دیدینا اُس حرام کو حلال اُس فاسد کو صحیح اُس ناجائز کو جائز نہیں کرسکتا علما تصریح فرماتے ہیں کہ اگر اولا زوجہ کو طلاق دے اور ہنوز اُس کی عدت نہ گزری ہو کہ اُس کی بہن سے نکاح کرلے یہ نکاح حرام ہوگا تو یہاں کہ پہلے اُس کی خواہر سے نکاح کرلیا بعد کو طلاق دی کیونکر حلال ہوسکتا ہے درمختار میں ہے حرم الجمع بین المحارم نکاحا وعدۃ ولو من طلاق بائن شخص مذکور پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اس دوسری کو چھوڑ دے پھر اگر پہلی کی عدت گزر چکی ہے تو اُسے اختیار ہوگا کہ اس دوسری کو چھوڑ کر ابھی معاً اُس سے نکاح کرلے ورنہ اتنا انتظار فرض ہے کہ اُس پہلی کی عدت گزر جائے اُس کے بعد اس دوسری سے نکاح صحیح بروجہ شرعی کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶: ۵ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معاذ اللہ ساس سے زنا کے باعث جب منکوحہ حرام ہوجائے تو اُس سے پردہ بھی فرض ہوجاتا ہے یا وہ مثل محارم کے ہوجاتی ہے کہ دیکھنا چھونا تنہا مکان میں رہنا جائز ہی بینوا توجروا

الجواب

مذہب اصح یہی ہے کہ حرمت مصاہرت اگرچہ معاذ اللہ زنا سے ناشی ہوئی ہو عورت کو مثل محارم کے کردیتی ہے تو نظر و مس بشہوت تو قطعاً حرام ہوگئے اور بلاشہوت میں حرج نہیں جبکہ اپنے یا عورت کے لیے حدوث شہوت کا اندیشہ نہ ہو بحالت اندیشہ بلاشہوت بھی دیکھنا چھونا حرام ہوگا بلکہ اگر شک بھی ہو کہ شاید مجھے یا عورت کو شہوت پیدا ہو یا نہ ہو جب بھی حکم حرمت ہے اور تنہا ایک مکان میں جانے کی تو اصلاً اجازت نہیں کہ یہ خواہی نخواہی مظنہ شہوت ہے خصوصاً منکوحہ میں جو ایک زمانے تک اس کے نکاح میں رہ چکی اور باہم حجاب و تکلف مرتفع رہا تھا تو عندالانصاف جب منکوحہ سے معاذ اللہ حرمت مصاہرت پیدا ہو اُسے مثل اجنبیہ تصور کرنے ہی میں احتیاط ہے وباللہ العصمۃ درمختار میں ہے ینظر الرجل من محرمہ ھی من لا یحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنا الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا وان لم یأمن اوشك لایحل النظر والمس کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبٰی اھ ملتقطا ردالمحتار میں ہے قولہ ولو بزنا ای ولو کان عدم حل نکاحہا بسبب زناہ باصولہا او فروعہا قال الزیلعی وقیل انہا کالاجنبیۃ والاول اصح اعتبار الحقیقۃ لانہا محرمۃ علیہ علی التابید اُسی میں ہے قولہ اوشك معناہ استواء الامرین تاتارخانیہ درمختار میں ہے والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصہرۃ الشابۃ ردالمحتار میں ہے قال فی القنیۃ وفی استحسان القاضی الصدر الشہید وینبغی للاخ من الرضاع ان لایخلو باختہ من الرضاع لان الغالب ہناك الوقوع فی الجماع اھ وافاد العلامۃ البیری ان ینبغی معناہ الوجوب ہنا اھ مافی رد المحتار قلت فاذا کان الغالب ذلك فی الاخت رضاعا فما ظنك فی التی کانت تحتہ زمانا وقد ذاق کل عسیلۃ صاحبہ نسأل اللہ العفو والعافیہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۷: از مارہرہ مطہرہ مدرسہ درگاہ معلٰے مرسلہ مولوی رحمۃ اللہ صاحب ۱۷ رجب ۱۳۱۶ھ

زید نے ہندہ کے ساتھ عرصہ پندرہ برس کا ہوا کہ نکاح کیا لڑکا بھی پیدا ہوا پھر زید چلا گیا اور اب تک اُس کی
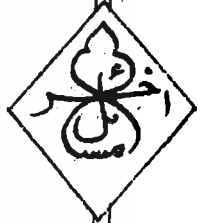
خبر نہ لی نہ نان نفقہ دیا چند بار اُس کو واسطے دینے طلاق کے تحریر کیا جواب نہ دیا اب ہندہ دوسرا عقد کرنا چاہتی ہے بخیال حالات زمانہ نہ معلوم کہ کیا امر نامناسب آیندہ پیش آئے اُس وقت بجز ندامت اہل دنیا والزام شرع کچھ سود نہوگا پس یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جبتک موت یا طلاق نہو حرام ہے قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء چارہ کار نالش ہے ورنہ صبر ورنہ یہ نکاح خود کیا حرام نہوگا تو وہم آیندہ سے بچنے کے لیے قصداً حرام کاری کے کیا معنے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ[۲۸] ۔ از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاک خانہ کمال گنج موضع پھول تولی مرسلہ مولوی عبداﷲ نبی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں **سوال اول** سید سید شیخ شیخ پٹھان پٹھان آیا ان قوموں میں بڑے بھائی کی لڑکی اور چھوٹے بھائی کا لڑکا اس صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں **سوال دوم** زید و عمر و حقیقی چچا زاد بھائی ہیں اب زید عمرو کی دختر کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں اور غیر حقیقی میں کیا حکم ہے **سوال سوم** آپس میں بھائی اور بہنوں سوائے نسبی اور رضاعی کے نکاح جائز ہے یا نہیں **سوال چہارم** زید کا دادا غیر حقیقی ہے اب زید اُس غیر حقیقی دادا کی دختر سے نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ان سب صورتوں میں یعنی اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا چچا زاد بھائی کی بیٹی یا غیر حقیقی دادا کی اگرچہ وہ حقیقی دادا کا حقیقی بھائی ہو اور رشتے کی بہن جو ماں میں ایک نہ باپ میں شریک نہ باہم علاقہ رضاعت جیسے چچا ماموں خالہ پھپھی کی بیٹیاں یہ سب عورتیں شرعاً حلال ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت ومصاہرت قائم نہو قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم نقایہ میں ہے حرم علی المرء اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب وصلبیۃ اصلہ البعید درمختار میں ہے حلال بنت عمہ وعمتہ وخالہ وخالتہ لقولہ تعالٰی واحل لکم ما وراء ذلکم اھ **قلت** ویدخل فیھم اعمام ابیہ وجدہ وان علا وامہ وجدتہ وان علت وعماتھم واخوالھم وخالاتھم کما دخلن فی قولہ تعالیٰ وعمٰتکم وخٰلٰتکم کما فی التبیین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۹: مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۶ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو بہنیں اور ایک بیٹی ہے اور اُن کا نکاح بھی ہوگیا ہے اب آیا زید کی بیٹی کو زید کے دونوں بہنوں کے شوہر سے پردہ کرنا واجب ہے یا نہیں اور بعد مرنے ایک ہمشیرہ کے اُس کے شوہر سے زید کی لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں اور اُس سے بھی پردہ اس حالت میں ہے یا نہیں اور جس بہن کا شوہر زندہ ہے اُس سے بھی نکاح درست ہے یا نہیں بینوا بالدلیل توجروا باجر الجزیل۔

الجواب

پھپھی یا خالہ یا بہن اور اسی طرح جتنی عورات عورت کی محارم ہیں اُن کی زندگی میں اُن کے شوہروں سے عورت کا نکاح اگرچہ حرام واصلہ قولہ عزوجل وان تجمعوا بین الاختین وفی الحدیث لاتنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا مگر وہ عورت کے محارم نہیں ہوجاتے کہ اُن سے نکاح صرف اُس حالت تک حرام جبتک اُس کی پھپھی یا خالہ یا بہن یا کوئی محرم عورت اُن کے نکاح میں ہے بعد افتراق بموت یا طلاق ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح حلال ہے اور محرم وہ ہوتا ہے جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہوسکے اُس کی حرمت ابدیہ ہو جیسے باپ بیٹا بھائی بھتیجا بھانجا وغیرہم اور جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے اُس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے خواہ فی الحال اُس سے نکاح ہوسکتا ہو یا نہیں اگر حرمت فی الحال عدم پردہ کے لیے کافی ہو تو چاہیے کہ زن شوہر دار کا تمام جہان میں کسی سے پردہ نہ ہو کہ جبتک وہ اپنے شوہر کے عقد عصمت میں ہے کسی کو اُس سے نکاح روا نہیں قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء اسی طرح جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں موجود ہوں چاہیے کہ اُس سے کسی عورت شوہر دار خواہ بے شوہر کا پردہ نہ ہو کہ جبتک ان چار میں سے کسی سے بذریعہ موت یا طلاق جدائی نہ ہو پانچواں نکاح اُسے حلال نہیں غرض یہ سب ہندی ہوسیں اور جاہلانہ رسمیں ہیں شرع مطہر میں پھپا اور خالو اور بہنوئی اور جیٹھ اور دیور اور چچا پھپھی خالہ ماموں کے بیٹوں اور راہ چلتے اجنبی سب کا ایک حکم ہے بلکہ ان سے زیادہ احتیاط لازم ہے کہ نرے اجنبی سے طبعی حجاب ہوتا ہے نہ اُسے جلد ہمت پڑسکتی ہے نہ وہ بے تکلف گھر میں آسکتا ہے بخلاف ان کے ولہذا حدیث میں ہے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ارأیت الحمو یا رسول اللہ جیٹھ دیور کا حکم ارشاد ہو فرمایا الحمو الموت یہ تو موت ہیں
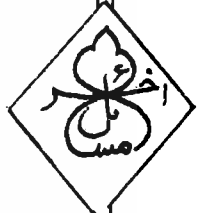
والعیاذ باللہ تعالٰی اس بیان سے تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہوگیا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰: از عثمان پور ڈاک خانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی مرسلہ محمد حسن یار خاں صاحب ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی سُنی المذہب کو اپنی دختر شیعی تبرائی وقاذف حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے عقد نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے اور کوئی سُنی باوجود ناجائز سمجھنے کے بھی ایسا کرے تو اُس کی بابت شرعًا کیا حکم ہے جواب مختصر ومدلل مرحمت فرمایا جائے بینوا توجروا

الجواب

معاذ اللہ رافضی قاذف[۱] باجماع مسلمین کافر ملعون ہے یہاں تک کہ جو اُسے کافر نہ جانے خود کافر ہے ردالمحتار میں ہے لاشك فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا الخ اُسی کے باب البغاۃ میں ہے لان ذلك تکذیب صریح القراٰن جو شخص[۲] اپنی دختر یا خواہر ایسے کے نکاح میں دے وہ یقینًا دیوث ہے وہ اپنی بہن بیٹی کو صریح زنا کے لیے دینے والا ہے حدیث ارشاد فرماتی ہے کہ اُس پر جنت حرام ہے اللہ تعالٰی روز قیامت اُس پر نظر رحمت نہ فرمائیگا احمد والنسائی والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثة لاینظر اللہ الیہم یوم القیمة العاق لوالدیہ والمرأة المترجلة المتشبهة بالرجال والدیوث تین شخصوں پر اللہ تعالٰی روز قیامت نظر نہ کریگا ماں باپ کو آزار دینے والا اور مردانی عورت مردوں کی وضع بنانے والی اور دیوث وروی الحاکم والبیہقی فی الشعب بسند صحیح عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیہ والدیوث ورجلة النساء تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کا نافرمان اور دیوث اور مرد وضع عورت الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما ثلثة لایدخلون الجنة ابدا الدیوث والرجلة من النساء ومدمن الخمر تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے دیوث اور مردانی وضع کی عورت اور شرابی والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱: از موضع مذکور بوساطت نواب نثار احمد خاں صاحب بریلوی ۱۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں

سوال اول: زید باوجود علم ہونے کے حقیقی دو بہنوں کو اپنے عقد میں لایا اور دونوں کے ساتھ اوقات بسر کرتا ہے اہل اسلام اس حرکت سے مانع ہوئے لیکن زید نے کچھ خیال نہ کیا نہ دونوں میں سے کسی کو

---

[۱] ف: مسئلہ رافضی تبرائی جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت ملعونہ لگائے کافر ہے اور جو اسے کافر نہ جانے خود کافر۔

[۲] ف: جو اپنی بیٹی یا بہن رافضی تبرائی کو دے وہ یقینًا دیوث ہے اور شرع میں اس کی سخت وعید۔

ف ۱: عاق یعنی والدین کی نافرمان اولاد اور وہ عورت جو مردوں کی وضع بنائے اور دیوث کی طرف نظر رحمت نہ فرمائیگا۔

ف ۲: تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں: دیوث، مردانی وضع کی عورت، شرابی۔

جدا کیا مسلمانوں نے مجبور ہو کر زید سے اجتناب اختیار کیا مگر بعض اشخاص نے زید کا ساتھ دیا تو از روئے شرع شریف مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے یا نہیں اور زید ونیز اس کے ہمراہیوں کے یہاں خورونوش اور سلام علیک جائز ہے یا نہیں اور زید پر کونسی عورت جائز ہے اولٰی یا ثانیہ یا دونوں ناجائز ہیں جواب مدلل مرحمت فرمائیے بینوا توجروا۔

الجواب

اولٰی وثانیہ کہنے سے واضح ہوا کہ دونوں سے معاً نکاح نہ کیا تھا اس صورت میں ثانیہ سے نکاح حرام ہوا لقولہ تعالٰی وان تجمعوا بین الاختین اور جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا تھا زوجہ حلال تھی اسے ہاتھ لگاتے ہی وہ بھی حرام ہوگئی اب جب تک اس دوسری کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے زوجہ کو بھی ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں زید پر فرض ہے کہ اسے ترک کردے جب اس کی عدت بعد متارکہ گزر جائے گی اس وقت زوجہ اس کے لیے حلال ہوگی فی ردالمحتار الثانی باطل ولہ وطء الاولٰی الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولٰی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ کما لو وطی اخت امرأتہ بشبہۃ حیث تحرم امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبہۃ عن البحر مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے قال اللہ تعالٰی فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین۔ زید سے جب تک تائب نہ ہو ابتداء بالسلام ممنوع ہے کہ وہ فاسق معلن اور گناہ کبیرہ پر مصر ہے فی الدرالمختار (ف۱) یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا الخ وفی ردالمحتار عن فصول العلامی لایسلم علی الشیخ المازح الکذاب واللاغی ولا علی من یسب الناس او ینظر وجوہ الاجنبیات ولا علی الفاسق المعلن ولا علی من یغنی او یطیر الحمام مالم تعرف توبتہم اور اس کے ساتھ کھانے پینے سے بھی احتراز چاہیے سنن ابی داؤد وجامع ترمذی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نھتھم علماؤھم فلم ینتھوا فجالسوھم فی مجالسھم وآکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علی لسان داؤد وعیسٰی بن مریم الحدیث جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے ان کے مولوی مانع آئے انہوں نے نہ مانا اب وہ مولوی ان کے پاس بیٹھے ساتھ کھانا کھایا پانی پیا تو اللہ تعالٰی نے ان میں ایک کے دل دوسرے پر مارے اور ان سب کو ملعون کردیا داؤد وعیسٰی بن مریم علیہم الصلاۃ والسلام کی زبان پر، زید کا ساتھ دینے والے اگر خاص اس گناہ میں اس کے مدد ومعاون ہوئے جب تو ظاہر کہ وہ بھی زید کے مثل بلکہ اس سے

ف۱: فاسق معلن سے ابتداء بالسلام مکروہ ہے یوہیں ایسے مذاق کذاب لاغی سے یوہیں گیر سے اور اس سے جو اجنبیات کو گھورتا یا کبوتر اڑاتا ہو یوہیں گانے والا اور ... جب تک ان کی توبہ معلوم نہ ہو۔

ف۲: ایک سخت حدیث ان مسلمانوں کے بارے میں جو فاسقوں کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا رکھیں۔

بدتر ہیں قال اللہ تعالیٰ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان حدیث میں ہے من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام جو کسی ظالم کے ساتھ مدد دینے کو چلے اور وہ جانتا ہو کہ یہ ظالم ہے وہ اسلام سے نکل جائے رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اگر اسی قدر ہو کہ زید سے باوصف اس حرکت کے راضی ہیں جب بھی بدلیل حدیث مذکور بنی اسرائیل شریک گناہ و مستحق توہین و تذلیل ہیں حدیث میں ہے الذنب شؤم علے غیر فاعلہ (الی قولہ) وان رضی بہ شارکہ یعنی گناہ کرتا ایک ہے اور اس کا وبال اوروں پر بھی پڑتا ہے کہ جو اس پر راضی ہو وہ بھی شریک گناہ ہے رواہ فی مسند الفردوس عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال دوم

سُنّی کو اپنی دختر شیعی کے نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے اور کوئی سُنّی باوجود ناجائز سمجھنے کے ایسا کرے تو اس کی بابت شرعاً کیا حکم ہے اور جو کہ سُنّی و شیعہ کی قرابت زمانہ سلف سے اس وقت تک جاری ہے اس کا کیا باعث ہے آیا اس وقت میں علمائے دین نے اس طرف کچھ توجہ نہیں فرمائی یا اس وقت کے شیعہ سے اس وقت کے شیعہ میں کچھ فرق ہے اس کی وجہ مدلل زیب قلم فرمائیے کہ سائل کی خلش و معترضین کا اعتراض دفع ہو جواب مختصر و مدلل مرحمت فرمایا جائے بینوا توجروا

الجواب

آج کل کے عام رافضی منکران ضروریات دین اور باجماع امت کفار مرتدین ہیں کما حققناہ فی فتاوٰنا وفی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ علاوہ اور کفریات کے دو کفر تو ان کے عالم و جاہل مرد و عورت سب کو شامل ہیں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم سے افضل ماننا اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے کافر ہے اور قرآن عظیم سے معاذ اللہ صحابہ کرام وغیرہم اہلسنت کا چند پارے یا سورتیں آیتیں گھٹانا کچھ الفاظ تغییر تبدیل کر دینا اور جو قرآن عظیم کے ایک حرف ایک نقطے کی نسبت ایسا گمان کرے کافر ہے قال اللہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ان کے مجتہد حال نے یہ عقائد باطلہ اور دیگر عقیدۂ کفر یہ صاف صاف لکھکر اپنی مہر کر دی ان میں جو کوئی خود ان عقائد کا معتقد نہ بھی ہو تو مجتہد کو کافر ہرگز نہ کہے گا بلکہ جناب

ف ۱: سمعی و نقلی دوست ... فاعل کے ساتھ وبال ... ہے
ف ۲: غیر نبی کو نبی سے افضل جاننا اجماعاً کفر ہے
ف ۳: جو قرآن عظیم کو ناقص کہے یقیناً کافر ہے
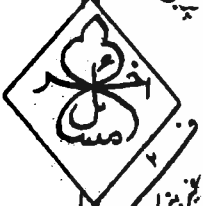
قبلہ وکعبہ ہی مانے گا اور جو منکر ضروریات دین کو معظم دینی جانے یا کافر ہی نہ کہے خود کافر ہے بزازیہ و درمختار وغیرہما میں ہے من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر لہذا جزم کیا جاتا ہے کہ آج کل رافضیوں میں کوئی مسلمان ملنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کوّوں میں سپید رنگ والا۔ ایسوں کے ساتھ مناکحت تو حرام قطعی و زنائے خالص ہے جو اپنی بہن بیٹی ان کو دے دیوث ہے اس عقد باطل کے ذریعہ سے جو نام اُس کی بہن بیٹی کو ملنے والے ہیں اُن میں ہلکے نام یہ ہیں زانیہ فاجرہ قحبہ فاحشہ روسی رنڈی بدکار جو اسے پسند کرتا ہو اس کبیرہ فاحشہ پر اقدام کرے ورنہ اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرے اور اگر بالفرض کوئی رافضی ایسا ملے جسے مسلمان کہہ سکیں تو حضرات[ف1] شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر صرف تبرا بھی فقہائے کرام کے نزدیک مطلقًا کفر ہے کما نص علیه فی الخلاصة والفتح والدر وغیرها من الاسفار الغر تو فقہا کے طور پر ہر تبرائی کے ساتھ مناکحت میں وہی احکام ہونگے اور بفرض غلط اس سے بھی محفوظ ملے تو آخر گمراہ بددین ہونے میں تو شبہہ نہیں اور ایسے کو بیٹی دینا شرعًا گناہ وممنوع ہے کما بیناہ فی رسالة مفردة فی هذا الباب سمیناها ازالة العار بحجر الکرائم عن کلاب النار ائمہ معتمدین سلف صالحین سے ہرگز یہ امر ثابت نہیں اور اگر نادرًا شاید کہیں وقوع ہوا ہو تو اُس کا منشا اُس کے رفض پر اطلاع نہ پانا اور رافضی کے دین میں تقیہ ہونا وامثال ذلك من الاعذار ہوگا اس وقت اور پہلے کے روافض میں اتنا فرق بھی ہے کہ اول اتنی آزادی نہ تھی عام طور پر انکار ضروریات دین کی جرأت وتمادی نہ تھی رافضی تو اب پیدا ہوئے زناکاری وحرام خواری تو اُن سے بھی ہزاروں برس پہلے رائج ہے کیا علمائے دین نے اس طرف کچھ توجہ نہ فرمائی یا اس وقت کے زنا واکل حرام سے اُس وقت کے زنا وحرام کو کچھ فرق ہے۔ حاشا علمائے دیندار ہر قرن وطبقہ وزمانہ میں منع فرماتے آئے ماننا نہ ماننا عوام کا فعل ہے اور ہدایت کرنا نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار۔ یہی حال گمراہوں سے میل جول کا ہے کہ علمائے اہل حق صحابہ وتابعین وائمہ دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین قرنًا فقرنًا منع فرماتے آئے رسائل ردندوہ خصوصًا فتوائے جدیدہ فقیر مسمّٰی بہ **فتاوی الحرمین برجف ندوة المین** ملاحظہ ہوں پھر اگر عوام نہ مانیں یا دنیا پرست مولوی ضلالت کی طرف بلائیں تو اس کا کیا علاج اور علمائے الحق پر کیا الزام والی اللہ المشتکی من ضعف الاسلام ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

[ف1] حضرات شیخین کریمین صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تبرا فقہائے کرام کے نزدیک مطلقًا کفر ہے۔

مسئلہ ۵۴ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر نے طلاق بائن دی درمیان عدت کے ہندہ نے نکاح ثانی کرلیا بعد نکاح کم وبیش ایک سال کے شوہر ثانی ہندہ کا باہر چلا گیا اور کچھ خبر گیراں نہ ہوا اب کچھ کم ایک سال کے بعد بتحریک ورثہ ہندہ ونیز بخواہش خود ہندہ کو اپنے پاس بلانا چاہتا ہے لیکن اب ہندہ و ورثہ ہندہ اسکے یہاں بھیجنے پر رضامند نہیں اور نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ نکاح درمیان عدت کے جائز نہیں تھا اب نکاح ثالث کسی شخص دیگر سے کرنا چاہتی ہے آیا یہ نکاح بلا طلاق جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

مسئلہ ۱ ف: بحالت عدت اگر ہندہ کو بفسخ بائن نکاح کیا اور عدت کی حاجت نہیں اور اگر معلوم نہ تھا تو متارکہ اور بعد متارکہ عدت کی ضرورت ہے۔

الجواب

اگر اس دوسرے شخص کو وقت نکاح معلوم تھا کہ عورت ہنوز عدت میں ہے یہ جان کر اس سے نکاح کرلیا جب تو وہ زنائے محض تھا عدت کی کچھ حاجت نہیں نہ طلاق کی ضرورت بلکہ ابھی جس سے چاہے نکاح کرلے جبکہ شوہر اول کی عدت گزر چکی ہو اور اگر اُسے [ف۱] عورت کا عدت میں ہونا معلوم نہ تھا تو طلاق کی اب حاجت نہیں مگر متارکہ ضرور ہے یعنی شوہر کا عورت سے کہنا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا عورت کا اُس سے کہہ دینا کہ میں تجھ سے جدا ہوگئی اس کے بعد عدت بیٹھے عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرے درمختار میں ہے لا عدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر عالما بذٰلک ودخل بہا وبہ یفتی۔ ردالمحتار میں ہے اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لا یوجب العدۃ ان علم انہا للغیر الخ اُسی میں ہے [ف۲] فسخ ھذا النکاح یصح من کل منہما بمحضر الاٰخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ والفسخ بعید کذا فی البحر اُسی میں علامہ خیر الدین رملی سے ہے الحق عدم [ف۳] الفرق ولذا جزم بہ المقدسی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲ ف: عدت کے اندر جو نکاح بوجہ عدم علم عدت ہوا اُس کا فسخ عورت و مرد دونوں ایک دوسرے کے سامنے کرسکتے ہیں۔

ف ۳: متارکہ اور فسخ میں کچھ فرق نہیں یہی حق ہے علامہ مقدسی نے اسی پر جزم فرمایا۔

مسئلہ ۱۹۵ از شہر کہنہ لاڈلے میاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی حقیقی بہن کی رضیع بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حقیقی بہن کی رضاعی بہن ہونا خود یہ رشتہ موجب حرمت نہیں جبکہ اُس کے ساتھ کوئی وجہ حرمت نہ پائی جائے مثلاً اگر حقیقی بہن کی رضاعی بہن یوں ہے کہ اُس نے اُس کے ماں یا باپ کا دودھ پیا ہے تو وہ خود اس کی بھی رضاعی بہن ہوئی اور اس پر حرام ہے اور اگر یوں ہے کہ زید کی بہن نے اُس لڑکی کی ماں کا دودھ پیا یا دونوں نے تیسری عورت کا دودھ پیا جس سے زید کو کوئی علاقہ نہیں تو اس

صورت میں وہ لڑکی زید پر حرام نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵ از مقام بیاورہ ایجنسی بھوپال ملک مالوہ مرسلہ محمد عاشق علی صاحب اہلکار نظامت ۲۹ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سائلہ اپنی حیات میں بخواہش اولاد چاہتی ہے کہ میرا شوہر میری ہمشیرہ حقیقی بیوہ کے ساتھ اپنا عقد کر لیوے اور شوہر اس کا رضامند ہے جو کچھ کہ حکم شرع شریف سے ہو آگہی بخشی جائے۔

الجواب

جب زوجہ مرجائے یا اُسے طلاق دے اور عدت گزر جائے تو اُس وقت زوجہ کی بہن سے نکاح جائز ہوتا ہے بغیر اس کے حرام قطعی و مثل زنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان تجمعوا بین الاختین رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں فلا تعرضن علی بناتکن ولا اخواتکن واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶ ۱۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح سالی کی لڑکی سے بعد فوت بی بی کے درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زوجہ کا انتقال ہوتے ہی فوراً اُس کی بھانجی بھتیجی سے نکاح جائز ہے لعدم الجمع نکاحا ولا عدۃ اذ لا عدۃ علی الرجل لما حققہ فی العقود الدریۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۷ مسئولہ ثناء اللہ صاحب متصل سرائے خام ۵ جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا بعد نکاح کے چھ مہینے کے واسطے سفر کو گیا داماد کو اور اپنی بیوی کو مع لڑکی کے مکان پر چھوڑ گیا بعد واپس آنے سفر کے دیکھا کہ بیوی منکوحہ اپنی کو حاملہ پایا بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ حاملہ داماد سے ہوئی تھی آیا لڑکی اُس کی داماد کے نکاح سے علیحدہ ہو گئی یا نہیں اور طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں اور مہر اُس لڑکی کا بذمہ داماد رہا یا نہیں اور زوجہ اُس کی بعد وضع حمل کے اُس کی رہی یا نہیں اور داماد کے نکاح میں اُس کی زوجہ آسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب
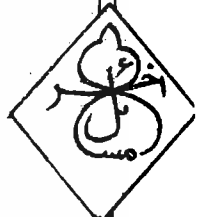
چھ مہینے بلکہ دو سال سے ایک دن کم کے بعد واپس آکر عورت کو حاملہ پانے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ وہ حمل دوسرے کا ہے اور بدگمانی قطعی حرام ہے اور تحقیقات اگر بذریعہ شہود ہے یعنی لوگوں نے گواہی دی کہ اُس کی زوجہ نے داماد سے زنا کیا تو بہ قریب بہ ناممکن ہے شہادت کے لیے عدالت درکار ہے جو یہاں گویا عنقا ہے پھر ثبوت زنا کے لیے چار مرد عادل کا مشاہدہ ضرور کہ اُنھوں نے اپنی آنکھ سے اُس کا اندام اُس کے بدن میں سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا یہ کہاں متصور۔ لوگ محض قرائن و قیاسات پر اُڑا دیتے ہیں اس پر اعتبار حلال نہیں اور وہ سب شرعاً اسّی اسّی کوڑے کے مستحق ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اُنھیں فاسق فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ ایمان رکھتے ہو تو پھر ایسی بات زبان سے نہ نکالنا یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین تحقیقات کا تو یہ حال ہے یہ تو تہمت زنا رکھنے کا حکم تھا ہاں ثبوت مصاہرت کے لیے دو گواہ بھی کافی ہیں اگرچہ صرف مس بشہوت کی گواہی دیں اور اگر کوئی گواہ نہ ہو تو عورت اور داماد اپنے حال سے خوب آگاہ ہیں اور اُن کا رب اُن سے زیادہ اُن کا حال جانتا ہے۔ اگر واقعی اُس نے بشہوت اُس عورت کے بدن کو صرف ہاتھ ہی لگایا تو جب بھی اُس کی منکوحہ ہمیشہ کے لیے اُس پر حرام ہوگئی وہ اُس کی بیٹی ہوگئی اور ساس تو اُس کی ماں تھی ہی اب وہ دونوں ماں بیٹیاں اس پر ابداً لآباد تک حرام ہیں کسی طرح کبھی اُن سے نکاح نہیں ہو سکتا اُس پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کو چھوڑ دے اور اُس کا مہر ادا کر دے زوجِ زید بدستور نکاح میں ہے زنا کے سبب اُس کے نکاح میں خلل نہ آیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵ ۱۲ رجادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے نکاح ثانی کیا اُس کے ایک لڑکی شوہر اول سے ہے اب اُس کا نکاح شوہر ثانی کے بھائی سے کرنا چاہتی ہے جو اس لڑکی کا سوتیلا چچا ہے یہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ماں کا شوہر ثانی نہ اپنا باپ ہے نہ اُس کا بھائی اپنا چچا نہ سگا نہ سوتیلا۔ سوتیلا چچا وہ ہے کہ اپنے باپ کا سوتیلا بھائی ہو نہ وہ کہ سوتیلے باپ کا بھائی ہو۔ یہ نکاح حلال ہے قال تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذلکم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹: ۲۰ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ زید کے پدر ومادر سے خسر اور خوشدامن کو بوجوہ ناروا ناراضی پیدا ہوئی لہذا زید کی زوجہ کو خسر وخوشدامن نے طلب کیا زید اور پدر ومادر زید نے کہا کہ ناراضی فیما بین کی دور ہوجائے تو زوجہ کو بھیجیں گے اس پر بکر کے مکان سے کہ وہاں بتقریب دنیاوی زوجہ زید کی گئی تھی زبردستی جاکے خسر کے بھیجے ہوئے آدمی اور خوشدامن زوجہ کو لے گئے اب جب زید نے چاہا کہ میری زوجہ میرے گھر آئے تو خسر اور خوشدامن مجیب ہوئے کہ زید نے تو طلاق دیدی اور جھوٹے گواہ بھی بنائے اور ارادہ دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا خسر وخوشدامن رکھتے ہیں پس یہ نکاح ثانی بدون طلاق زوج اول کے جائز ہوگا یا ناجائز اور وطی زوج ثانی سے حرام ہوگی یا حلال بینوا توجروا

الجواب

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح ثانی محض باطل ہوگا اور زوج ثانی سے وطی نری زنا ہوگی جتنے لوگ اس سخت شدید کبیرہ عظیمہ میں اس حال سے آگاہ ہوکر شریک ہونگے سب سخت گنہگار و مستحق عذاب نار ہونگے اور اُن میں پہلے عذاب دوزخ کا استحقاق جھوٹے گواہوں کو ہوگا جن کی ناپاک گواہی ایسے ناپاک فاحشہ بات کی تمہید ہوگی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا جو کسی عورت کو اُس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں رواہ الامام احمد وابن حبان والبزار والحاکم وقال صحیح واقرہ عن بریدۃ وابوداود والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ وابو یعلی بسند جید والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس وفی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم جب کسی کی عورت کو شوہر سے بگاڑ دینے پر یہ حکم ہے تو معاذ اللہ عورت کو شوہر سے توڑ کر دوسرے کے نکاح میں کرادینا کیسا اشد واخبث ظلم ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں عدلت شھادۃ الزور الاشراک باللہ عدلت شھادۃ الزور الاشراک باللہ عدلت شھادۃ الزور الاشراک باللہ ثم قرأ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر کی گئی جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر کی گئی جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر کی گئی تین بار اسے فرماکر حضور نے یہ آیت اُس کی سند میں پڑھی کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے بچو ناپاکی سے کہ وہ بت ہیں اور بچو جھوٹی گواہی سے رواہ ابوداود والترمذی

ف۱: جو کسی کی عورت کو اُس سے بگاڑ دے بحکم حدیث وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گروہ سے نہیں ہے۔

ف۲: جھوٹی گواہی پر بہت سخت وعیدیں وارد ہیں۔
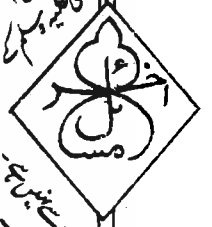
وابن ماجۃ عن خریم بن فاتک رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لن یزول قدما شاھد الزور حتی یوجب اللہ لہ النار ہرگز جھوٹے گواہ کے پاؤں جگہ سے ہٹنے نہ پائیں گے کہ اللہ تعالٰی اُس کے لیے جہنم واجب کردیگا رواہ ابن ماجۃ والطبرانی فی الکبیر والحاکم وصحح سندہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما جب مطلق جھوٹی شہادت کا یہ وبال ہے جس میں پیسہ دو پیسہ مال پر جھوٹی گواہی بھی داخل تو شہادت کذب سے کسی کے ناموس کو برباد کر دینا کسقدر سخت موجب غضب الٰہی ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بدایوں مولوی ٹولہ مسئولہ شیخ نذر اللہ صاحب ۳۰ شوال ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے ایک عورت اُس کے نکاح میں تھی بعدہ اُس کی حقیقی بہن سے نکاح کر لیا اب وہ دونوں سگی بہنیں اُس کے پاس ہیں جب اُس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے یہ امام شافعی کے مذہب میں جائز ہے اس صورت میں اُسے امام بنانا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا حرام قطعی ہے اس کی حرمت ایسی نہیں کہ کسی امام نے اپنے اجتہاد سے نکالی ہو جسمیں دوسرے امام کو خلاف کی گنجائش ہو۔ نہ اس کی حرمت کسی حدیث آحاد سے ہے کہ جسے وہ حدیث نہ پہنچے یا اُس کی صحت اُسے ثابت نہ ہوئی وہ انکار کر سکے بلکہ اس کی حرمت قرآن عظیم نے خاص اپنی نص واضح صریح سے ارشاد فرمائی ہے کہ حرمت علیکم امھتکم وبنتکم واخوتکم (الی قولہ عزوجل) وان تجمعوا بین الاختین الآیہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور یہ کہ اکھٹی کرو دو بہنیں۔ دیکھو جس طرح آدمی پر اُس کی ماں بہن بیٹی حرام ہے اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنا اُس پر حرام ہے زید نے امام شافعی پر سخت جھوٹ بہتان افترا کیا اور اب تک تو وہ اس ایک فعل سے فقط حرامکار و مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب نار تھا اب اُسے مسلمانوں کے اماموں میں مختلف فیہ ماننا کہ اُس کی حرمت قطعیہ کا منکر ہوا اور اُس کا کام سرحد کفر تک پہنچا اُس کا معاملہ بہت سخت ہو گیا اُسے امام بنانا حرام ہے اُس کے پیچھے نماز محض باطل ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے
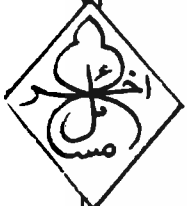
کہ جب تک وہ اپنے اس ناپاک فعل سے باز نہ آئے اس دوسری کو الگ کرکے جدا نہ کردے اپنے اس نجس ترقول سے توبہ نہ کرے نئے سرے سے تجدید اسلام نہ کرے جبتک اس کے پاس نہ بیٹھیں اس سے میل جول نہ کریں ورنہ خوف کریں کہ اس کی آگ انھیں بھی نہ پھونک دے قال اللہ تعالٰی واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۱ مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب ساکن امرت سر کٹرہ حکیمان نزیل بریلی ۵ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو زوجہ تھیں زوجہ اولٰی سے ایک بیٹا عمرو اور ثانیہ سے تین بیٹے بکر خالد ولید ہوئے عمرو کا بیٹا سعید ہوا سعید کی دختر لیلٰی تھی لیلٰی کی دختر سلمٰی ہے یہ سلمٰی عمرو کے بیٹے سعید کی نواسی عمرو کے سوتیلے بھائیوں بکر و خالد و ولید پر حرام ہے یا حلال بینوا توجروا۔

الجواب

سلمٰی اپنی ماں لیلٰی کے ان سب سوتیلے دادوں پر ایسے ہی حرام ہے جیسے اس کے سگے دادا عمرو پر۔ وہ ان سب کی بیٹی ہے اسے ان میں کسی کے لیے حلال جاننا نص قطعی واجماع امت کا انکار اور موجب کفر ہے قال اللہ تعالٰی حرمت علیکم امھتکم وبنتکم واخواتکم وعمتکم وخالتکم وبنت الاخ وبنت الاخت اللہ تعالٰی بھائی کی بیٹیوں کو حرام فرماتا ہے اور بھائی عام ہے سگا ہو خواہ سوتیلا ماں جدا ہو خواہ باپ جدا اور بیٹیاں عام ہیں خواہ بھائی کی اپنی بیٹی ہوں یا پوتی یا نواسی یا اس کے بیٹے یا بیٹی کی بیٹی پوتی نواسی آخر تک عالمگیریہ میں ہے اما الاخوات فالاخت لاب وام والاخت لاب والاخت لام وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن تفسیر کبیر میں بیان بنت صلبی میں ہے کل انثی یرجع نسبھا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فھی بنتک اسی میں ہے القول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۲ از پورن پور ضلع پیلی بھیت ۱۴ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں زید اپنی عورت چھوڑ کر مرگیا عورت بیوہ اندر ایام عدت کے عمرو سے مرتکب زنا کی ہوئی حاملہ ہو زنا کا قرار پاگیا عدت کے ایام اب گزر گئے عمرو مستدعی نکاح کا اسی عورت سے ہے اب نکاح جائز ہے اور وطی کرنا قبل استبراء کے بھی جائز ہے
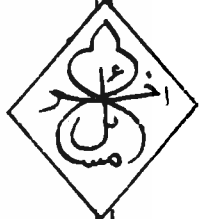
یا نہیں اور کفارہ ذمہ زانی وزانیہ کے عائد ہوتا ہے یا نہیں جواب سے مشرف فرما کر داخل اجرو حسنات ہوں بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وفات شوہر کی عدت گزر گئی تو اب عورت کو نکاح جائز ہو گیا اور وضع حمل کا انتظار زانی خواہ غیر زانی کسی کو ضرور نہیں کہ حمل جو اثنائے عدت وفات میں حادث ہو اس سے عدت موت کہ چار مہینے دس دن ہے نہیں بدلتی رد المحتار میں ہے فی النہر ان المعتدۃ لوحملت فی عدتھا ذکر الکرخی ان عدتھا وضع الحمل ولم یفصل والذی ذکرہ محمد ان ھذا فی عدۃ الطلاق اما فی عدۃ الوفاۃ فلا تتغیر بالحمل وھو الصحیح کذا فی البدائع فرق اتنا ہے کہ خود عمرو جس کے زنا سے یہ حمل رہا ہے وہ اب اگر نکاح کرے تو اسے فی الحال وطی جائز ہے اور دوسرے شخص سے نکاح ہو تو نکاح صحیح ہے مگر اسے تا وضع حمل زنا عورت کو ہاتھ لگانا ناجائز ہوگا درمختار میں ہے صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع لو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا زانی وزانیہ پر جو حد شرع مطہر نے لازم فرمائی ہے وہ یہاں کہاں مگر توبہ فرض ہے اور اللہ عزوجل کا عذاب سخت ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ازاکبر آباد مرسلہ محمد عبد الرزاق صاحب بانی ہتی اڈیٹر رسالہ ہمدرد سلام آگرہ ۹ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے کی شادی اپنے حقیقی بھائی کی بیٹی سے کردی یا تایا یا چچازاد دو بھائیوں نے آپس میں اپنے لڑکے اور دوسرے بھائی کی بیٹی سے نکاح کر دیا تو از روئے شرع شریف یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں اور چچازاد بہن تایازاد بھائی پر اور تایازاد بھائی کی دختر چچازاد بھائی کے پسر پر حلال ہے یا نہیں (۲) اگر جائز اور حلال ہے تو جو شخص اس حکم کو نہ مانے اور یہ کہے کہ گو یہ مسئلہ شرع شریف کا ہے لیکن ہم اس پر عمل نہیں کرتے کہ ہماری برادری اور باپ داداؤں سے کبھی ایسا نہیں ہوا تو ایسے لوگوں سے ملنا جلنا اور برادرانہ برتاؤ رکھنا کیسا ہے اور نیز ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں (۳) اگر کوئی گروہ ایسے نکاح کرنے والے کا حقہ پانی میل جول برادرانہ بند کردیں اور اس نکاح کو ننگ وناموس قومی تصور کریں تو ان سے میل جول رکھنا چاہیے یا نہیں (۴) اگر ایسے لوگوں کی مخالفت سے ماں باپ ناراض ہوں تو باطاعت والدین گو مخالفت شرع شریف ہو جائے ان سے میل جول رکھنا چاہیے یا اطاعت شریعت مقدم رکھے گو والدین ناراض ہو جائیں بینوا توجروا
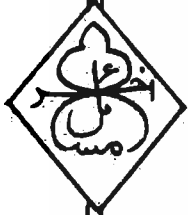
الجواب

دو بھائی حقیقی ہوں خواہ عم زاد اُن میں ہر ایک کی اولاد دوسرے کی اولاد پر قطعاً یقیناً باجماعِ امت جائز وحلال ہے چچا ماموں خالہ پھپی کی اولاد کو بہن بھائی کہنا ایک مجازی بات ہے جسے ہرگز آیۂ کریمہ محارم کے کلمات اخواتکم یا بنت الاخ وبنت الاخت کسی اسلامی مذہب میں شامل نہیں بلکہ نص قطعی قرآن عظیم گواہ ہے کہ یہ عورتیں ہرگز بہنوں میں داخل نہیں اللہ تعالٰی فرماتا ہے یایھا النبی انا احللنا لك ازواجك التی اٰتیت اجورھن وما ملکت یمینك مما افاء اللّٰہ علیك وبنٰت عمك وبنٰت عمٰتك وبنٰت خالك وبنٰت خٰلٰتك الآیۃ اے نبی بیشک ہم نے حلال کیں تمہارے لیے تمہاری زوجات جن کے مہر تم نے دیے اور تمہاری کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھپیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں ہاں ہنود عنود نے انہیں حقیقی بہن بھائی کی طرح سمجھا ہے جیسے متبنّی کو بزعم باطل بیٹا اور اُس کی زوجہ کو حقیقی بہو کے مثل جانتے ہیں مشرکان عرب اس پچھلے مسئلے میں مشرکان ہند کے ہم خیال تھے جس پر اُن سفہا نے نکاح حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا پر طعن واعتراض کیے اور قرآن عظیم نے اُن کے شیطانی خیال اُن کے منہ پر مار دیے قال تعالٰی فلما قضٰی زید منھا وطرا زوجنٰکھا لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیاۗئھم اذا قضوا منھن وطرا۔ عم وعمہ وخال وخالہ کی بیٹیوں کو مشرکین عرب بھی بہن نہ جانتے تھے ان سے مناکحت اُن میں بھی رائج تھی اور مسلمانوں میں بھی ہمیشہ رائج تھی اور اب تمام ممالک اسلامیہ میں شائع وذائع ہے اُس کی سب سے اعلٰی نظیر حضرت امام حسن مثنّٰی وحضرت فاطمہ صغرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما کا نکاح ہے کون نہیں جانتا کہ حضرت امام حسن مثنّٰی حضرت امام حسن مجتبٰی کے صاحبزادے ہیں اور حضرت فاطمہ صغرٰی حضرت امام حسین شہید کربلا کی صاحبزادی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین پھر یہ اُن کے نکاح میں تھیں حضرت امام عبداللہ محض رضی اللہ تعالٰی عنہ انہیں دونوں پاک مبارک والدین سے پیدا ہوئے اُنہیں محض اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ دُنیا میں پہلے شخص تھے جن کے ماں باپ دونوں حضرت بتول زہرا صلی اللہ تعالٰی علی ابیہا الکریم وعلیہا وسلم کی اولاد امجاد ہیں۔ باپ حضرت خاتون جنت کے پوتے اور ماں اُن کی پوتی صحیح بخاری شریف میں ہے لما مات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنھم ضربت امرأتہ القبۃ

علی قبرہ سنۃ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے (امرأتہ) فاطمۃ بنت الحسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم وھی ابنۃ عمہ یہ نیا مسئلہ خاص مشرکین ہند کی گڑھت ہے وہ بھی ہندوستان کے بعض شہروں کے لیے بعض دیگر مثل دکن کے سکان کو شاید وہ بھی حلال مانتے ہیں۔ ہنود عنود کو تو آسان ہے کہ اُن کا امام ہوائے نفس و شیطان ہے عجب اُس سے جو دعوٰی اسلام رکھے قرآن عظیم کو اپنا امام جانے اور پھر خلاف قرآن مسائل شیطان مانے والعیاذ باللہ رب العلمین غالبًا یہ ایسے ہی لوگوں کی ناپاک اوہام ہو سکتے ہیں جن کے باپ دادا ہندو تھے اسلام لائے تھوڑا زمانہ گزرا ہوا اور رہے جاہل بے شعور اور صحبت اہل علم سے دور۔ دلیں وہی اگلے خیالات بے معنے جمے ہوئے ہیں اور موروث ہونے کے باعث گویا طبیعت ثانیہ ہو گئے ہیں اب کہ حکم قرآن عظیم معلوم ہوا طبعی گھن کہ اس سے چڑھی ہوئی ہے اُس کے امتثال سے مانع آتی ہے جیسے کوئی پُرانا پجاری برہمن جاری خوبی قسمت سے مشرف باسلام ہو جائے اور اُس کے سامنے نوجوان گئی کا نفیس عمدہ فربہ تازہ سُرخ بریاں خوشبو خوشنما نرم چکنا چٹپٹا سلونا گوشت پیش کیا جائے تو عادت قدیم کے باعث یکا یک اُس کی ہمت اس لذیذ نوالے کے لیے یاری نہ دے گی بلکہ دیکھتے ہی آنکھ بند ہو جائے گی۔ اگر فی الواقع ان لوگوں کے انکار کا صرف اسی قدر منشا ہی خوب جانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ یہ نکاح حلال ہیں ان میں کوئی قباحت نہیں اور ہنود کہ انھیں حرام سمجھتے ہیں یہ اُن کا شنیع و قبیح زعم ہے بااینہمہ اُس عادت قدیمہ کے سبب اُس سے جھجکتے بچتے ہیں جب تو کفر نہیں مگر یہ خیال ناپاک رسوم کفر کا بقیہ ہے اُن پر فرض ہے کہ اسے دل سے دور کریں اور پورے پورے اسلام میں داخل ہوں ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے یایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطن انہ لکم عدو مبین ○ فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم ○ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملئکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامور ○ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے پھر اگر لغزش کرو بعد اس کے کہ تمہارے پاس آچکیں روشن آیتیں تو جان رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہی کہ آئے اُن پر اللہ کا عذاب بادل کی گھٹاؤں میں اور فرشتے اور ہو چکے ہونے والی اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام جلالین شریف میں ہے نزل فی عبد اللہ بن سلام و اصحابہ لما

عن موا السبت[۵] وکرھوا الابل بعد الاسلام ادخلوا فی السلم الاسلام کافۃ ای فی جمیع شرائعہ
یعنی جب علمائے یہود مشرف باسلام ہوئے عادت قدیمہ کے باعث اونٹ کے گوشت سے کراہت
کی کہ یہود کے یہاں اونٹ حرام تھا اور تعظیم شنبہ کا عزم کیا کہ یہود میں ہفتہ معظم تھا اُس پر حق سبحٰنہ وتعالٰی
نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو اُس کے سب حکم
مانو ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہو والعیاذ باللہ تعالٰی اگر یہ لوگ نہ مانیں تو مسلمانوں کو چاہیے ان
سے میل جول نہ کریں خصوصاً جن سفہا نے وہ ناپاک کلمہ کہا کہ گو یہ مسئلہ شرع کا ہے مگر ہم الخ اور جنہوں نے
ایسے نکاح کرنے والے کو برادری سے خارج کر دیا وہ سخت ظالم اور شدید مجرم ہیں مسلمانوں کو اُن سے
احتراز پر ضرور ہے قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ظالموں کی طرف میل نہ
کرو کہ تمہیں چھوئے دوزخ کی آگ اُن کے پیچھے نماز ممنوع ہے کہ وہ اس تعصب و تشدد کے باعث
فاسق معلن ہوئے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اُسے امام بنانا گناہ کما نص علیہ
فی الغنیۃ وغیرھا وحققناہ فی النھی الاکید اس صورت میں حتی الوسع کوشش کرے کہ والدین راضی
رہیں اور ان کی مخالطت سے بھی نجات ملے ورنہ ظاہری مخالطت اُس قدر کہ منجر بہ معصیت نہ ہو مجبوراً
محض والدین کے دکھانے تک بجالائے فان ایذاءھما من اشد الکبائر[ف۱] ولیست مخالطتھم علی ما
وصفنا فی السوء والشناعۃ مثل العقوق ومن ابتلی[ف۲] ببلیتین اختار اھونھما وقد کان سیدنا
عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما حامل لواء صفین مع ابیہ رضی اللہ تعالٰی
عنہ طاعۃ لہ من دون قتال مع علمہ ان الحق مع امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ
وکان یعتذر عن ذلك بان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرہ بطاعۃ ابیہ
رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اگر معاذ اللہ اُس انکار کی وجہ یہ ہو کہ اس نکاح کو واقع میں حرام جانتے اور
حکم شرع کو باطل مانتے مسئلہ کفار کو صحیح و حسن سمجھتے ہیں جب تو صریح کفار مرتدین ہیں اُن سے
میل جول قطعی حرام۔ اب اس صورت میں اُن کی عورتیں اُن کے نکاح سے نکل گئیں اُن سے ہم بستری
زنا ہوگی اولاد ہوئی تو ولد الزنا ہوگی اُن کے پیچھے نماز باطل محض اُن سے[ف۳] میل جول میں والدین کی
اطاعت ناجائز اُن سے مخالفت وجدائی لازم اگرچہ ماں باپ ناراض ہوں رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی

ف۱: ایذاء والدین اشد کبائر سے ہے۔

ف۲: جو دو بلاؤں میں مبتلا ہو اسے چاہیے کہ ہلکی کو اختیار کرے۔
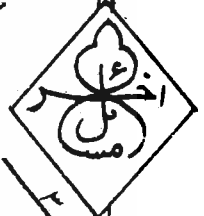
مسئلہ: مرتدین سے میل جول میں والدین کی اطاعت حرام۔

ف۳: مسئلہ: اللہ کی معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔

اطاعت نہیں رواہ البخاری ومسلم وابوداود والنسائی عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ غمز العیون میں ہے اتفق مشایخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترک المضاجعۃ عندھم حال الحیض حسن فھو کافر اور اتنا حکم تو پہلی صورت میں بھی ہے کہ جس نے وہ الفاظ انکار کہے احتیاطاً تجدید اسلام وتجدید نکاح کرے جامع الفصولین میں ہے قال لخصمہ حکم الشرع کذا فقال خصمہ من برمم کار می کنم بشرع نے قیل کفر وقیل لا درمختار میں ہے فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۶۴ - از ملک بنگالہ ضلع پتبہ ڈاک خانہ پہنگاشی موضع مختار گاتی مرسلہ مصلح الدین صاحب ۱۲ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقیقی بھانجہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں بادلیل عنایت ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حرام قطعی ہے وہ خود اس کی بیٹی ہے قال اللہ تعالٰی وبنت الاخت وھن یشملن بنا تھا من بطنھا ومن ابنھا ومن بنتھا وان سفلن واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۵

چہ می فرمایند علمائے دین وحامی شرع متین دریں مسئلہ کہ اگر مردے از طریق اہلسنت وجماعت وزنے از طریق اہل شیعہ وباہم مرد وزن صیغہ نکاح مروجہ بطریق اہلسنت وجماعت خوانده باشد وہنوز خلوت صحیحہ بلکہ رسم رخصت مروجہ ہندوستان نہ شده باشد وحالا باہم رضامندی نہ چہ حکم دارد آیا نکاح صحیح ست یا نہ بینوا توجروا

الجواب

آں زن اگر بسلامت قلب خود از عقائد مکفرہ بری ست نکاح صحیح شد وبعد نکاح عدم رضائے اورا اعتبارے نے وحکما سپرد شوہر کرده شود واگر در رنگ عامہ روافض زمانہ عقیدت مکفرہ دارد

نکاح با و باطل محض ست نہ سُنّی را رسد نہ رافضی نہ یہودی نہ مجوسی ہیچکس را لان المکفر من اھل الھوی کالمرتد حکمہ حکمہ وللمرتد ان لا ینکحہا مسلم ولا کافر اصلی ولا مرتد مثلہا کما نصوا علیہ آرے اگر وقت نکاح از کفر بری بود تا آنکہ نکاح صحیح شد وحالا ارتکاب او کند تا ازحبالہ نکاح بدر آید ایں حیلت ومکیدہ کاش ہم بسوے زن زنند وحکم ببقائے نکاح و وجوب تسلیم نفس کنند کما ھو المختار للفتوی الآن علی ما حققناہ فی فتاونا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۶: از جناب مولوی بشیر احمد صاحب علی گڑھی مدرس اوّل مدرسہ منظر اسلام بریلی ۱۹ ذی الحجہ ۲۴ ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔

(۱) سوتیلی خالہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

خالہ سگی ہو یا سوتیلی مثل ماں کے حرام قطعی ہے قال اللہ تعالٰی وخالٰتکم درمختار میں ہے کالاشقاء وغیرھن ہاں منکوحہ پدر کہ اس کی ماں نہیں اُس کی سگی بہن بھی حلال ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو قال تعالٰی واحل لکم ماوراء ذٰلکم مگر وہ اس کی خالہ نہیں کہ جس کی بہن ہے وہ اس کی ماں نہیں مگر مجازا اور ادعائے مجاز بے قرینہ مدفوع و نامسموع اور بفرض غلط اگر سوتیلی ماں کی بہن بھی سوتیلی خالہ ہو تو ماں کی سوتیلی بہن یقینا سوتیلی خالہ ہے بلکہ وہی اطلاقا اکثر اور فیما اظہر تو بعض عمائد غیر مقلدین ف۱ سے تحلیل حرام وتضلیل عوام کے دونوں الزام مدفوع نہیں ہوسکتے واللہ تعالٰی اعلم۔

ف۱: الرد علی بعض الجہلۃ اہل العصر فی التضلیل۔

مسئلہ ۶۷

کوئی شخص اگر ساس یا سالی سے آشنائی اور صحبت کرے تو عورت اُس کے نکاح سے باہر ہوجاتی ہے اور اس کی عدت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سالی سے زنا عورت کو حرام نہیں کرتا ساس کو بشہوت ہاتھ لگانے ہی سے عورت ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے کہ کسی طرح اُس کے لیے حلال نہیں ہوسکتی مگر نکاح نہیں جاتا بلکہ متارکہ ضرور ہے مثلا عورت سے کہدے میں نے تجھے چھوڑا یا ترک کردیا متارکہ کے بعد عدت واجب ہوگی جبکہ عورت سے خلوت کرچکا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم

ایسی دو عورتوں کا ایک وقت میں نکاح میں لانا کہ اگر ایک کو مرد اور ایک کو عورت فرض کیا جائے تو صورت محرمات میں آجائیں تو درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

دو عورتیں کہ ان میں جس کو مرد فرض کریں دوسری اس پر ہمیشہ حرام ہو ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں خواہ ایک وقت میں خواہ مختلف اوقات میں جیسے ماں بیٹی کو بعد فرض ماں بیٹا یا باپ بیٹی ہونگی اور اگر ایک کو مرد فرض کیے سے دوسری اس پر حرام ابدی ہو مگر دوسری کو مرد ٹھہرانے سے وہ پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرسکتے ہیں جیسے ساس بہو کہ ساس مرد ہو تو وہ خسر اور بہو ہیں بہو خسر پر ہمیشہ حرام ہے اور اگر بہو مرد ہو تو اب ساس سے کوئی رشتہ نہیں وہ اس کے لیے حلال ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ از چھبل ستار گنج ڈاکخانہ خاص ضلع نینی تال مرسلہ الٰہی بخش صاحب کاریگر۔

ہادی دین شرع متین جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم۔ بعد سلام علیکم وسعد لبستہ کے التماس ہے آپکی ذات مجمع کمالات ہم عاصیوں کےلیے باعث افتخار ہے اور ہر مشکل مسئلہ میں آپ سے عقدہ کشائی ہوکر کار ثواب میں داخل ہوکر کار نیک کے پابند ہوسکتے ہیں ایک عورت بیوہ نے اپنی لڑکی نابالغ کو لڑکے کی زوجیت میں دیا بعد تھوڑی مدت میں وہ لڑکی نابالغ مرگئی بعد تھوڑی مدت کے اُس عورت نے جو بیوہ پہلے سے تھی اب اُس لڑکے اپنے داماد سے نکاح کرلیا ہے اور اب اُس نکاح سے اب ایک بچہ موجود ہے آیا یہ نکاح درست ہے یا حرام ہے۔

مسئلہ دوم

ایک شخص نے ایک عورت بیوہ سے نکاح کرلیا اُس عورت بیوہ کا جو پہلا خاوند تھا اُس سے ایک لڑکا تھا جو اب عورت کے دوسرے نکاح کرنے پر ہمراہ آیا تھا وہ لڑکا جوان ہوکر مرگیا اور اُس کی ماں بھی مرگئی اب اس جوان لڑکے کی بیوی بیوہ ہے اور اب اُس لڑکے کا باپ یعنی اب سوتیلا ہے اور یہ سوتیلا باپ اس سوتیلے لڑکے کی بیوہ بیوی کو یعنی اپنی اب سوتیلی بہو کو یعنی اب سوتیلے بیٹے کی بیوی بیوہ کو نکاح میں لایا چاہتا ہے اور حرام بھی کیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بیوہ بہو حاملہ ہے اور

اُس کا حمل تقریباً چار ماہ کا ہے اور اسی قدر عرصہ اُس کے خاوند کو مرے ہوئے گزرا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد مرنے اپنے سوتیلے بیٹے کے وہ شخص اپنی سوتیلی بہو کے ساتھ فعل کرتا رہا اب یہ نہیں معلوم کہ حمل بیٹے کا ہے یا باپ کا البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ سوتیلے بیٹے کا یعنی اُس کے شوہر کا ہے کیونکہ اُس کے شوہر کو مرے ہوئے بھی عرصہ چار ماہ کا گزرا ہے آیا بعد وضع حمل کے نکاح ہونا یعنی سوتیلے بیٹے کی بیوہ بیوی سے خسر سوتیلے کا جائز ہے یا ناجائز والسّلام دوسرے مسئلہ کا اصل قصہ مختصر یہ ہے کہ سوتیلے بیٹے کی بیوہ بیوی کو سوتیلا خسر اپنے نکاح میں لاسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

(جواب سوال اول) ساس پر داماد مطلقاً حرام ہے اگرچہ اُس کی بیٹی کی رخصت بھی نہ ہوئی ہو اور قبل رخصت مرگئی ہو قال اللہ تعالیٰ وامھٰت نسائکم یہ نکاح حرام محض ہوا وہ بچہ ولد الحرام ہوا ان دونوں پر کہ حقیقۃً ماں بیٹے ہیں فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں واللہ تعالیٰ اعلم

(جواب سوال دوم) جبکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اُس بیوہ کا یہ حمل اپنے شوہر کا ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو اس سے نکاح حرام قطعی ہے بعد وضع حمل نکاح کرسکتا ہے لقولہ تعالیٰ وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم مع قولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئولہ مولوی محمد امانت الرسول صاحب از رام پور محلہ پیلا تالاب۔

سوتیلی ماں کو اگر باپ تین طلاقیں دیدے لڑکا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں بدلیل تحریر ہو والسّلام۔ بینوا توجروا

الجواب

لا الٰہ الا اللہ سوتیلی ماں حقیقی ماں کی برابر حرام قطعی ہے اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں ماں کی حرمت سے پہلے سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرمائی ہے اذ قال اللہ تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم الی قولہ تعالیٰ انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا ۝ نہ نکاح کرو اُن عورتوں سے جن سے تمہارے باپ نکاح کرچکے بیشک وہ بےحیائی اور خدا کو دشمن اور نہایت بُری راہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از شہر کہنہ مسئولہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب ۱۲ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عدت میں نکاح پڑھوا دیتا ہے اور یتی بعض کو صرف
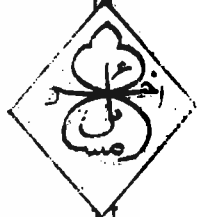
جماع سے بچنے پر حمل کرتا ہے صحیح ہے یا غلط اور اس شخص کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

عدت میں نکاح حرام قطعی ہے بلکہ نکاح تو بڑی چیز ہے قرآن عظیم نے عدت میں نکاح کے صریح پیام کو بھی حرام فرمایا نکاح بعد عدت کر لینے کے وعدہ کو بھی حرام فرمایا صرف اس کی اجازت دی ہے کہ دل میں خیال رکھو یا کوئی پہلودار بات ایسی کہو جس سے بعد عدت ارادۂ نکاح کا اشارہ نکلتا ہو صاف صاف یہ ذکر نہو کہ میں بعد عدت تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں یہاں تک کہنا بھی حرام ہے تو خود نکاح کر لینا کیونکر حلال ہوگا پھر پہلودار بات بھی عدت وفات والی سے کہنا جائز ہے عدت طلاق والی سے باجماع امت وہ بھی جائز نہیں قال اللہ عزوجل والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسھن بالمعروف و اللہ بما تعملون خبیر ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتب اجلہ واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ واعلموا ان اللہ غفور حلیم ۞ یعنی تم میں جو لوگ مریں اور عورتیں چھوڑیں وہ عورتیں چار مہینے دس دن اپنی جانوں کو روکے رہیں جب عدت پوری ہوجائے پھر جو کچھ اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اُس کا تم پر الزام نہیں اور خدا جانتا ہے کہ تمھیں اُن سے نکاح کا خیال گزریگا مگر باہم نکاح کا وعدہ خفیہ بھی نہ کر رکھو ہاں اُس طریقہ معلوم پر کنایۃً کچھ کہہ سکتے ہو اور جبتک عدت پوری نہو نکاح کا قصد بھی نہ کرو اور جان لو کہ اللہ تمھارے دلوں کی بات جانتا ہے تو اُس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے یعنی عذاب نہ آنے پر مغرور نہو کہ وہ حلیم ہے فتح القدیر میں ہے قولہ ولا باس بالتعریض فی الخطبۃ اذا دالمتوفی عنھا زوجھا اذ التعریض لا یجوز فی المطلقۃ بالاجماع اگر کوئی شخص عدت میں نکاح پڑھا دیا کرتا اور اُسے حرام و زنا جانتا تو اتنا ہوتا کہ وہ سخت مرتکب کبائر اور زانی و زانیہ کا دلال ہوتا مگر وہ جو اُسے جائز بتاتا اور قرآن عظیم میں تحریف کرکے تربص کو فقط منع جماع پر حمل کرتا ہے وہ ضرور منکر قرآن مجید ہے اور اُس پر یقیناً کفر لازم اُس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اپنے اُس قول ناپاک کو جھٹلائے اور نئے سرے سے اسلام لائے اُس کے بعد اپنی عورت سے نکاح کرے واللہ تعالیٰ اعلم

ف: مطلقہ رجعیہ و بائنہ کو [illegible] پیام [illegible] نہیں

مسئلہ۲۷۳: از سلون شریف ضلع رائے بریلی احاطہ شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

جناب مولنا صاحب مجدد مأۃ حاضرہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ زن فاحشہ رنڈی وغیرہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو بعد توبہ یا بغیر توبہ بھی اگر بعد توبہ جائز ہے تو توبہ کی قید کیوں ہے کتابیہ سے تو بلا توبہ جائز ہو اور اس سے بلا توبہ جائز نہو عقل سلیم خلاف حکم کرتی ہے اور اگر ناجائز ہے تو کیوں والسلام۔ بینوا توجروا

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ زن فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو ہاں اگر اپنے افعال خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تاقدر قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب مگر یہ حکم اس کی اس بے غیرتی پر ہے نفس نکاح پر اس سے اثر نہیں حق سبحنہ وتعالٰی نے محرمات گنا کر فرمایا واحل لکم ما وراء ذلکم رہی آیہ کریمہ والزانیۃ لاینکحھا الا زان او مشرك وحرم ذلك علی المؤمنین اس میں چار تاویلیں ماثور ہیں اُن میں سے اول کی دو فقیر کے نزدیک اصح واحسن ہیں تاویل اول نکاح سے عقد ہی مراد ہے پہلے زانیہ سے نکاح حرام تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا یہ قول سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے اور بغوی نے اُسے ایک جماعت کی طرف منسوب کیا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس کی تصحیح کی کتاب الام میں فرماتے ہیں اختلف اھل التفسیر فی ھذہ الآیۃ اختلافا متباینا فقیل ھی عامۃ ولکن نسخت بقولہ تعالٰی وانکحوا الایامی الخ وقد رویناہ عن سعید بن المسیب وھو کما قال وعلیہ دلائل من الکتاب والسنۃ فلا عبرۃ بما خالفہ اھ بحصولہ نقلہ فی عنایۃ القاضی تفسیرات احمدیہ میں ہے ھذا ھو الذی اختارہ الفقیہ ابو اللیث وقال ان الآیۃ منسوخۃ او معناھا الزانی لاینکح الا زانیۃ او مثلھا اھ اقول الذی رأیت من لفظ الفقیہ فی بستانہ قال سعید بن جبیر والضحاك معناھا الزانی لایزنی الا بزانیۃ مثلہ وھکذا روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما وقد قیل ان الآیۃ منسوخۃ لان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان امرأتی لاترد ید لامس فقال طلقھا فقال انی احبھا قال صلی اللہ تعالٰی
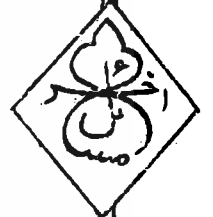
وسلم فامسکہا اھ فقولہ معناھا الزانی لاینکح صوابہ لایزنی وجزمہ بان الفقیہ جزم بالنسخ غیر ظاہر من کلام الفقیہ واللہ تعالٰی اعلم رغائب الفرقان میں ہے قیل انہ صار منسوخا اما بالاجماع وھو قول سعید بن المسیب وزیف بان الاجماع لاینسخ ولاینسخ بہ واما بعموم قولہ تعالٰی وانکحوا الایامٰی فانکحوا ماطاب لکم وھو قول الجبائی وضعف بان ذلك العام مشروط بعدم الموانع السببیۃ والنسبیۃ ولیکن ھذا المانع ایضا من جملتہا اھ **اقول** مانسب الی الجبائی فھو۔ ؏

مسئلہ ۱۲: از فرید آباد ڈاک خانہ غوث پور ریاست بہاولپور مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی۔
دوازدہم محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

شرعًا قبل متارکہ وتفریق بین المحارم غیر مدخولہ سے کسی دوسرے کا نکاح درست ہے یا نہیں۔ اور قاضی شرعًا کون ہے۔ بوقت ضرورت فسخ وتفریق اس ملک ریاست بہاولپور اسلامیہ میں جو تحت قبضہ نصارٰی ہے کون حق فسخ وتفریق بالا رکھتا ہے۔ ملا کا ہے۔ یا گردا ور قاضیان سرکار کا۔ یا محض حکام کا۔ اور حکام بعض صاحب اسلام ہیں بعض اہل ہنود ان میں کوئی امتیاز ہے یا سب اس کا حق رکھتے ہیں اس ریاست اسلامی میں دو عورات ایک شخص سے یکے بعد دیگرے نکاح کرچکی ہیں اور بحکم شرعی وان تجمعوا بین الاختین ... علی التعاقب صح الاول وبطل الثانی متارکہ یا تفریق ثانیہ کی ضرورہے لیکن ناکح متارکہ نہیں کرتا۔ تفریق لازمی ہے دریافت طلب یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے بینوا توجروا

الجواب

اسلامی ریاست میں مسلمان حاکم کہ وہابی رافضی قادیانی نیچری وامثالہم سے نہ ہو نائب شرع ہے مگر یہاں نہ قاضی کی حاجت نہ متارکہ شوہر کی ضرورت کہ نکاح رأسًا فاسد واقع ہوا عورت تنہا اس کے فسخ کا اختیار رکھتی ہے شوہر سے کہدے میں نے اس حرام نکاح کو چھوڑا پھر اگر مجامعت نہ ہوئی تو ابھی ورنہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے تنویر الابصار و در مختار میں ہے یثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلاینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما ردالمحتار میں ہے قولہ فی الاصح وقیل بعد الدخول لیس لاحدھما فسخہ الا بحضرۃ الاٰخر قولہ یجب علی القاضی ای ان لم یتفرقا اسی میں ہے فسخ ھذا النکاح من کل منہما بمحضر الاٰخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ والفسخ بعید کذا فی البحر۔ اسی میں نہر سے ہے الحق عدم الفرق ولذا جزم

ف: اسلامی ریاست میں سلطان حاکم بانتیہ شرع ہوگا

افسوس کہ یہ فتوی ایسے منقول ہوا آگے دستیاب ہوسکا جتنا ملا اتنا چھاپ دیا باقی اگر کبھی آئندہ کہیں مل سکا تو وہ بھی ان شاء اللہ تعالٰی ملحقہ یا بطور ترکی چھاپ دیا جائیگا یا کسی آئندہ میں ۱۲

بہ المقدسی فی شرح نظم الکنز بحرالرائق میں ہے دعمنافی باب المھر انما تکون من المرأۃ ایضا ولذا ذکرمسکین من صورھا ان تقول فارقتک اس مسئلہ کی تمام تحقیق ہمارے فتاوے میں ہے اور یہاں اس کی حاجت نہیں کہ عورت کے فسخ کو شمار کہیں یا نہیں اُسے فسخ کا اختیار بلاشبہہ بالاتفاق ہے دفعا للمعصیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مین پوری محلہ زیر قلعہ راجہ مرسلہ سعد اللہ صاحب معمار ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ہندہ بیوہ نے زید سے تعلق ناجائز پیدا کیا اور سنا ہے کہ چند حمل بھی ساقط ہوئے اور ہندہ نے اپنی دختر کا کہ وہ بھی صغر سنی میں بیوہ ہو گئی تھی زید کے ساتھ جس سے خود تعلق ناجائز رکھتی تھی بلا رضامندی دختر خود جبر کر دیا نہ یہ نکاح درست ہوا یا نہیں اور اب اُس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ بلا طلاق ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے یہ نکاح حرام محض ہے زید پر فرض ہے کہ وہ اُسے چھوڑ دے زید کے چھوڑنے کے بعد عدت کے دن پورے کرکے جس سے چاہے نکاح کرلے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از جے پور راجپوتانہ چاندپول بازار متصل دکان گوبند رام تو لُوگرا فر مرسلہ حافظ رحیم بخش صاحب خرادی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حرمت مصاہرت کے لیے عورت کا مشتہاۃ ہونا ضروری ہے ھذا اذا کان حیۃ مشتھاۃ اما غیرھا یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ رفلا) تثبت الحرمۃ بھا اصلا ۹ درمختار اور مشتہاۃ کم سے کم نو سال کی لڑکی ہو سکتی ہے تو عبارۃ ذیل بھی او یزداد انتشارا ای ان تکون منتشرۃ قبلہ حتی قیل من اتسمیت النہ وطلب امرأتہ لوطیھا فاولجھا بین فخذی بنتھا لا تحرم علیہ اما مالم یزدد انتشارا ووجد الشھوۃ من احدھما یکفی جو شرح چلپی کے صفحہ ۹۳ کے متعلقہ حاشیہ پر درج ہے نوسال یا اس سے زائد کی لڑکی کے واسطے معلوم ہوتی ہے باآنکہ دو سال کی لڑکی پر بھی یہ مسئلہ عائد ہو سکتا ہے۔ یعنی حرمت مصاہرۃ ثابت ہو جائے گی یا کیا۔

الجواب

ثبوت حرمت مصاہرت کے لیے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ عامہ کتب میں تصریح ہے۔ اور وجد الشھوۃ من احدھما یکفی کے یہ معنے نہیں کہ صرف یہ مشتہی اور دختر غیر مشتہاۃ یا

ف ۱: حرمت مصاہرت کے لیے دونوں کا مشتہی و مشتہاۃ ہونا ضروری ہے، ایک کا کافی نہیں۔

عورت مشتہاۃ ہو اور لڑکا غیر مشتہی تو حرمت ثابت ہو جائے یہ کسی کا بھی قول نہیں بلکہ اُس کے یہ معنے ہیں کہ یہ مشتہی ہو اور وہ مشتہاۃ اور بالفعل شہوت ایک کی طرف سے ہو مثلاً اُس کے سوتے میں مس بشہوت کیا کہ اُسے اطلاع بھی نہ ہوئی تو حرمت ہو گئی کہ وجود من احدہما کافی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از اہم ڈاک خانہ نمبر ۱۶ بمبئی مرسلہ حاجی محمد سلیمن بن داؤد جی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید کا نکاح زید کی بھتیجی کی دختر سے حلال ہے یا حرام یعنی زید و بکر حقیقی دونوں بھائی ایک باپ مادر کی پشت سے ہیں اب زید کا نکاح بکر کی نواسی سے حلال ہے یا نہیں جیسا خدا و رسول کا حکم ہو قرآن مجید حدیث فقہ سے حکم صادر فرمائیں بھتیجی کی لڑکی سے اور بھانجی کی لڑکی سے اور بھتیجے کی بیٹی اور بھانجے کی لڑکی سے نکاح درست ہے اور بھتیجی و بھانجی سے تو حرام ہے مگر ان کی اولاد آل سے جائز ہے یا حرام ہے۔

الجواب

حرام قطعی ہے یہ سب اس کی بیٹیاں ہیں جیسے بھتیجی بھانجی ویسے ہی ان کی اور بھتیجوں اور بھانجوں کی اولاد اور اولاد اولاد کتنے ہی دور سلسلہ جائے سب حرام ہیں بنات پوتیوں نواسیوں دور تک کے سلسلے سب کو شامل ہے جس طرح فرمایا گیا حرمت علیکم امھٰتکم و بنٰتکم تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور ماؤں میں دادی نانی پر دادی پر نانی جتنی اوپر ہوں سب داخل ہیں اور بیٹیوں میں پوتی نواسی پر پوتی پر نواسی جتنی نیچے ہوں سب داخل ہیں یوہیں فرمایا و بنٰت الاخ و بنٰت الاخت تم پر حرام کی گئیں بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں ان میں بھی بھائی بہن کی پوتی نواسی پر پوتی پر نواسی جتنی دور ہوں سب داخل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ضلع بہرائچ محلہ ناظرہ پورہ بمکان سید منصب علی صاحب عرضی نویس مرسلہ سید نصیر الدین صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید مذہب سنت والجماعت نے ایک عورت شیعہ کے مطابق مذہب شیعہ صیغہ پڑھایا اور نکاح بطریق اہلسنت نہیں کیا اور مدۃ العمر دونوں اپنے اپنے مذہب پر قائم رہے ایسی حالت میں جو اولاد ہوئی وہ جائز یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب

آج کل تبرائی رافضی علی العموم مرتدین ہیں اور مرتد مرد خواہ عورت سے دنیا بھر میں کسی کا نکاح

نہیں ہوسکتا جو کچھ اولاد ہوگی ولد الحلال نہیں ہوسکتی عالمگیری میں فتاوے ظہیریہ سے ہے یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا الی ان قال واحکامھم احکام المرتدین۔ اُسی میں مبسوط سے ہے لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد اس کے بعد صیغۂ نکاح کی بحث کی کچھ حاجت نہیں سُنیوں کے طور پر نکاح ہوتا تو کب ہوسکتا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹ از میراں پور کٹرہ تحصیل تلہر ضلع شاہجہانپور متصل چوکی۔ مرسلہ قاضی تفضل حسین صاحب نائب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حاملہ عورت کا نکاح جائز ہے یا نہیں نیز یہ بھی تحریر فرمائیے کہ بوڑھے آدمیوں کے نکاحوں کا کیا حال ہے۔

الجواب

عورت جسے حلال سے حمل ہو دوسرے شخص سے اُس کا نکاح باطل محض ہے جبتک بچہ پیدا نہ ہولے اور اگر بے شوہر عورت اور حمل زنا کا ہے تو اُس سے نکاح ہوسکتا ہے پھر اگر وہی نکاح کرے جس کا یہ حمل ہے تو وہ پاس بھی جاسکتا ہے اور اگر دوسرا شخص نکاح کرے تو جبتک بچہ پیدا نہ ہولے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ کما فی الدر المختار وغیرہ بوڑھا نابالغ کے حکم میں ہے اُس کا نکاح ولی کی اجازت سے ہوگا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰۰

زید نہایت بدچلن تھا اب وہ مفقود الخبر ہے اور زید کی عورت کو گزراوقات کرنا دشوار ہے اور زید کے باپ نے اُس عورت کو نظر بد سے دیکھا اور زنا کیا اس صورت میں وہ عورت اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے تاکہ اپنی گزراوقات کرے اور اس حرام سے بچے اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

معاذ اللہ اگر یہ زنا ثابت ہو اور اُس کا ثابت ہونا بہت دشوار ہے تو عورت اپنے شوہر پر ضرور ہمیشہ ہمیشہ حرام ہوگئی مگر نکاح سے نہ نکلی جبتک شوہر اپنی زبان سے اُسے چھوڑنے کا کوئی لفظ نہ کہے درمختار میں ہے بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج بآخر الا بعد المتارکۃ

ف ۱: روافض کی تکفیر بعض اُن کے عقائد کفریہ مثل رجعت اموات بدنیا کے سبب۔

ف ۲: مسئلہ حاملہ اور بوڑھے کا نکاح ولی کی اجازت سے ہوگا۔
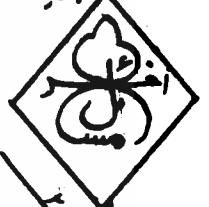
وانقضاء العدة والوطء بها لا يكون زنا اسی میں ہے تجب العدة بعد الوطء لا الخلوة للطلاق لا للموت من وقت التفريق او متاركة الزوج وان لم تعلم المرأة بالمتاركة فی الاصح اھ قال الشامی خص الشارح المتاركة بالزوج كما فعل الزيلعی لان ظاهر كلامهم انها لا تكون من المرأة اصلا مع ان فسخ هذا النكاح يصح من كل منهما بمحضر الأخر اتفاقا والفرق بين المتاركة والفسخ بعيد كذا فی البحر وفرق فی النهر بان المتاركة فی معنى الطلاق فيختص به الزوج اما الفسخ فرفع العقد فلا يختص به وان كان فی معنى المتاركة ورده الخير الرملی بان الطلاق لا يتحقق فی الفاسد فكيف يقال ان المتاركة فی معنى الطلاق فالحق عدم الفرق ولذا جزم به المقدسی فی شرح نظم الكنز الخ وتمامه فيما علقناه على البحر اھ ذكر فيه استناد الرملی بما ليس له بل عليه كما بينته فی منحة الخالق وبالجملة فلا يثبت من كلامهم الا اختصاص الزوج بالمتاركة لا يتم خلافه اصلا۔ اقول وقول النهر ان المتاركة فی معنى الطلاق معناه ان المتاركة فی الفاسد فی معنى الطلاق فی الصحيح فلا يمسه ما ذكر الرملی وايده الشامی واما الاستشكال بقولهم كما فی الد يثبت لكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر من صاحبه دخل بها او لا فی الاصح خروجا عن المعصية فلا ينافی وجوبه بل يجب على القاضی التفريق بينهما اھ فاقول يترا أى لی والله تعالى اعلم ان هذا فيما اذا وقع فاسدا كما اذا نكحها بلا شهود او بعد ما مس امها وذلك لانه لم يثبت له اليد الشرعية عليها اصلا وكان لكل منهما فسخه ازالة للمعصية وما ذكروا ههنا من تخصيص المتاركة بالزوج فهو فيما اذا طرأ الفساد فحرم لا تنفرد بالفسخ لانه ليس دفعا بل رفع ليد شرعية ثبتت للزوج فلا بد من متاركته والحكمة فيه ان لو جوزنا تفردها فيه بالفسخ لشاعت الفتن فكل امرأة تريد ان تفارق زوجها تقبل ابنه مثلا بشهوة فيفسد النكاح فتفسخه متى شاءت وتنكح من شاءت وهذا باب يجب سده یہاں کہ شوہر مفقود ہے اور حرمت موجود ہے عورت پر لازم کہ حاکم شرع کے حضور مرافعہ کرے اور وہ ثبوت لے اگر دو گواہان عادل سے پدر زید کا زوجہ زید کے ساتھ فعل بد کا ارتکاب ثابت ہو لان هذا هو نصاب ثبوت حرمة المصاهرة وان لم يثبت به الزنا فی حق الحد تو ان دونوں مرد وزن میں تفریق کردے بعد تفریق سے عورت تین حیض کی عدت کرے اس کے بعد نکاح ثانی جائز ہو سکتا ہے واللہ تعالی اعلم

ف / مسئلہ رضا عفی عنہ العلاء وما علی والشامی۔

آخر مسئلہ

مسئلہ ۱۵۱: از شہر بریلی مسئولہ عبدالجلیل صاحب طالب علم ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر آپس میں حقیقی برادر ہیں زید عمر میں بکر سے بڑا ہے اور بکر عمر میں چھوٹا ہے زید سے۔ زید کے پاس ایک لڑکی ہے اور اس سے زید کو ایک نواسی بھی ہے بکر کے پاس ایک لڑکا ہے اس صورت میں زید اگر اپنی نواسی سے اپنے برادر حقیقی کے لڑکے کے ساتھ نکاح کردے تو نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

چچا کی نواسی سے نکاح جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲: از رنگون مرسلہ جناب سیٹھ عبدالستار ابن اسمٰعیل صاحب قادری برکاتی رضوی ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی سوتیلی والدہ کی سگی ہمشیرہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

سوتیلی ماں ماں نہیں قال اللہ تعالٰی ان امھتھم الا الّٰئی ولدنھم اُس کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے قال تعالٰی واحل لکم ما وراء ذلکم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳: از رامپور مرسلہ فاروق حسن صاحب ایڈیٹر اخبار دبدبہ سکندری ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ نادرۃ الوقوع میں کہ زید اپنے بیٹے عمرو کی زوجہ ہندہ سے فعل حرام کا مرتکب ہوا اب مابین عمرو وہندہ کے نکاح باقی ہے یا نہیں اور اگر عورت خود اقرار کرے کہ زید جو میرے شوہر کا باپ ہے وہ مجھ سے بالجبر وطی کیا اور زید منکر ہے تو کیا حکم اور اگر زید وہندہ دونوں اقرار کریں وقوع وطی کا جب کیا حکم پھر اگر وقوع وطی کو شہادات سے ثابت کیا جاوے تو شاہدوں کی شہادات کی صورت کیسی ہونی چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اس فعل سے عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے مگر نکاح زائل نہیں ہوتا نہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے جب تک شوہر متارکہ نہ کرے مثلاً کہے میں نے تجھے چھوڑا اور عدت گزرے اُس کے
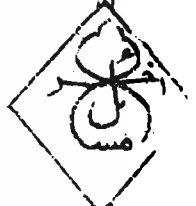
بعد نکاح دوسرے سے کرسکے گی درمختار میں ہے بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج بآخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ عورت[ف۱] کا بیان کوئی چیز نہیں جبتک شوہر اُس کی تصدیق نہ کرے درمختار میں ہے لو ان الحرمۃ لیست الیھا قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیہ اور اگر پدر شوہر بھی اقرار کرے جب بھی شوہر پر حجت نہیں لانہ یرید ازالۃ ملک ثابت بشھادۃ واحد لاسیما[ف۲] وھی علی فعل نفسہ وشھادۃ المرء علی فعل نفسہ لاتقبل کما نصوا علیہ قاطبۃ ہاں اگر شوہر کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو تو اُس پر واجب ہے کہ عورت کو اپنے اوپر حرام جانے اور متارکہ کردے بزازیہ پھر ہندیہ میں ہے فان وقع عندہ صدقہ وجب قبولہ یا دو شاہد عدل کی گواہی سے یہ امر ثابت ہو اگرچہ اسی قدر کہ اس کے باپ نے اُسے بشہوت مس کیا یا بشہوت بوسہ لیا کہ حرمت کو اسی قدر بس ہے تنویر الابصار میں ہے تقبل الشھادۃ علی اللمس والتقبیل عن شھوۃ فی المختار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۴ از بنڈیل اسٹیشن وڈاک خانہ ضلع ہوگلی۔ مرسلہ حقا خاں صاحب ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے خاص دادا کی پرنتنی اور جو کہ اپنے خاص دادا کی بھانجی کی لڑکی ہوتی ہے اور ایک رشتہ سے اپنی چچیری چچی ہوتی ہیں اُن سے عقد کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

پردادا کی پرنواسی۔ دادا کی بھانجی کی بیٹی۔ چچیری خواہ حقیقی چچی۔ اس میں کوئی رشتہ مانعِ نکاح کا نہیں۔ اُس سے نکاح جائز ہے جبکہ رضاعت وغیرہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۵ از ضلع پورنیہ ڈاک خانہ فارس گنج از دوکان بخشی شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی خوشدامن سے قصداً وطی کی اب اُس کی بی بی کا نکاح اُس کے ساتھ قائم رہا یا نہیں یا پھر اُس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جس نے اپنی منکوحہ کی حقیقی ماں سے وطی کی یا اُسے قصداً خواہ کسی طرح بشہوت ہاتھ لگایا اُس کی عورت اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی کبھی نہ اُسے رکھ سکتا ہے نہ کسی حال اُس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے

ف۱: محض عورت کا بیان حرمت مصاہرت کے لیے کوئی چیز نہیں جب تک شوہر تصدیق نہ کرے۔
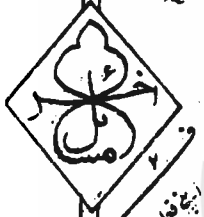
ف۲: اپنے فعل پر خود اپنی شہادت مقبول نہیں۔

اُس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے تاکہ وہ اُس کے نکاح سے باہر ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۵ از ٹانڈہ چھنگا ڈاک خانہ درو ضلع بریلی مرسلہ ہدایت اللہ صاحب پارچہ فروش ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مریم و مسماۃ سکینہ کی والدہ ایک ہے لیکن باپ دونوں کا علیحدہ علیحدہ ہیں اب مسماۃ مریم کی ایک دختر ہے جس کا نکاح مسماۃ مریم نے بکر کے ساتھ کر دیا ہے اب بکر اپنی زوجہ کی خالہ کو جس کا نام سکینہ ہے نکاح میں لانا چاہتا ہے نزدیک اللہ و رسول کے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سکینہ سے اُس کا نکاح حرام ہے۔ ہاں جب اس کی یہ عورت مرجائے یا یہ اُس کو طلاق دیدے اور عدت گزر جائے اُس وقت سکینہ سے نکاح کرسکے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶ از موضع لال پور ڈاک خانہ موہن پور ملک بنگال مرسلہ منیر الدین احمد کمرلوی لال پوری۔ ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اخت علاتی کی لڑکی کی لڑکی کے ساتھ نکاح حلال ہے یا حرام۔ بینوا توجروا

الجواب

اپنی علاتی بہن کی پوتی سے نکاح حرام قطعی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۷ از موضع میوڈی ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۲۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا نکاح کسی عورت سے کیا اور اُس عورت کی ایک دختر بھی پہلے شوہر کی اُس کے ساتھ تھی بعد چند مدت کے اُس عورت کا انتقال ہوگیا اب زید یہ چاہتا ہے کہ میں اس لڑکی کے ساتھ اپنا نکاح کرلوں تو یہ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں اگرچہ بی بی گھر میں ہو یا نہ ہو اور اگر ایسا کرلیا ہو تو کیا حکم شریعت ہے ایسے لوگوں کے لیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر اُس عورت سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اُس کے بعد اُس کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے ورنہ حرام اور اگر کرلیا ہو تو جدا کردینا اور جدا ہو جانا فرض قطعی قال اللہ تعالٰی وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم واللہ تعالیٰ اعلم
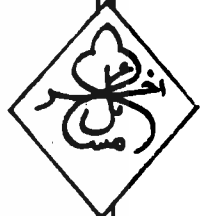
مسئلہ از موضع بھونی ڈاک خانہ امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ محمد نور صاحب ۲۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی عبدالرزاق نے ایک مسماۃ محمودہ عرف نورجہاں کے ساتھ نکاح کیا اور اُس کے بعد اُس کی بہن جو ایک ماں سے پیدا ہوئی ہیں مگر باپ دونوں کا دو ہیں اُس کا نام مسماۃ نجبن ہے نکاح کر لیا عرصہ تقریباً چھ ماہ سے زائد ہوگیا مسلمانوں نے یہاں کے اس بات کو بہت بُرا سمجھا اور اُس سے کہا کہ ایک عورت کو دونوں میں سے طلاق دیدو مگر وہ نہیں سمجھا اس پر جملہ مسلمانوں نے اپنا رسم ترک کر دیا تو وہ مجبور ہوگیا مسماۃ نورجہاں زوجہ اول سخت بیمار ہوگئی کہ اُس کے پاس لوگوں کو بیٹھنا دشوار ہوگیا اُس نے خواہش کی میری طلاق ہو جاوے تو افضل ہے اور مسماۃ نورجہاں اب عرصہ ایک ہفتہ سے کسی جگہ بلا اجازت شوہر گھر سے چلی گئی ہے اور ہنوز مفقود الخبر ہے اب عبدالرزاق و نورجہاں مفقود الخبر کی خواہش یہ تھی کہ ہم میں باہمی طلاق ہو جاوے اور مسماۃ نجبن سے نکاح ہو جاوے تو مناسب ہو ایسی صورت میں مسماۃ نورجہاں کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں اور نجبن سے دوبارہ نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

نورجہاں کو طلاق دینے کے بعد اُس کی عدت گزر جائے یعنی اُسے تین حیض آکر ختم ہو جائیں اس کے بعد نجبن سے نکاح کر سکتا ہے ورنہ حرام حرام حرام واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ہوڑہ محلہ بنیا پاڑہ مدرسہ دارالعلوم مرسلہ میر احسان علی صاحب مدرس ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جس نے اپنی عورت کو طلاق دیدیا ایک ہفتہ ہوا طلاق دیکر اور جس شخص سے اب نکاح ہوگا وہ عورت اُسی شخص کے گھر ہے مگر وہ شخص باہر رہتا ہے اندر مکان کے نہیں جاتا کہتا ہے کہ جبتک نکاح نہوگا اندر نہ جاؤں گا اور عورت کی دایہ وغیرہ سے جانچ کرایا گیا کہ حمل تو نہیں ہے معلوم ہوا کہ حمل نہیں ہے اس صورت میں اگر نکاح کر دیا جاوے تو گناہ تو نہیں ہو سکتا۔ جلد ہی اس وجہ سے کیجاتی ہے کہ شیطان ہر وقت بہکاتا ہے اس صورت میں جلد نکاح کر دیا جاوے اس پر کیا حکم ہے صرف گناہ کا خیال کر کے ایسا ہو کہ عدت کے اندر نکاح کر دیا جاوے حمل نہیں ہے بینوا توجروا

الجواب

عدت کے اندر نکاح حرام حرام حرام۔ نکاح تو نکاح نکاح کا پیام دینا حرام۔ اگر نکاح ہوا اور قربت ہو نرا زنا ہوگا اس سے زیادہ یہاں شیطان کا بہکانا اور کیا ہے جسے خود چاہ رہے ہو عورت کو ایام عدت شوہر ہی کے
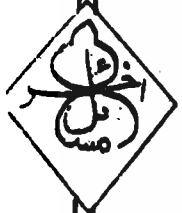
مکان پر پورے کرنے فرض ہیں وہاں سے نکلنا حرام ہے اب کہ نکل آئی ہے فرض ہے کہ فوراً شوہر کے یہاں چلی جائے اور وہیں عدت کے دن پورے کرے اگر یہاں سے وہاں تک تین دن کی راہ نہو ورنہ اطمینان کی جگہ رہے اس شخص کے یہاں جبتک ہرگز نہ رہے جس سے اندیشہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰ از مقام ٹانڈہ چھنگا ڈاکخانہ درو تحصیل کچھا مرسلہ عبداللہ صاحب نائب بنجارہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مریم و سکینہ ہمشیر حقیقی ہیں لیکن باپ دونوں کے جُدا ہیں ایک خیاط دوسرا انداف اب مریم کی ایک دختر ہے جس کا نام فاطمہ ہے اور فاطمہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوگیا ہے اب زید اپنی زوجہ کی حقیقی خالہ کو نکاح میں لاکر دونوں سے ہم بستر ہو رہا ہے اس صورت میں اللہ و رسول کا کیا حکم ہے عزوجل وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا دونوں نکاح جائز ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حرام حرام حرام قطعی حرام اُس پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کی خالہ کو چھوڑ دے اور جبتک اُس کی عدت گزرے زوجہ کو ہاتھ لگانا بھی اس پر حرام ہے جب اُس کی خالہ عدت سے نکل جائے اُس وقت اسے اپنی زوجہ کے پاس جانا حلال ہوگا وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۱ از سلطان پور ملک اودھ مرسلہ عبدالخالق صاحب عرائض نویس کچہری دیوانی ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی تین شادیاں ہوئیں زوجہ اول سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اُس کی شادی زید کے حقیقی بھتیجے کے ساتھ ہوئی اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو زید کی حقیقی نواسی ہوئی اور زید کی تیسری شادی جو ہوئی اس سے تین لڑکے ہیں اب زید اس اپنے لڑکے یعنی زینہ کی شادی اپنے حقیقی بھتیجے کی لڑکی کے ساتھ کیا چاہتا ہے پس ایسی حالت میں جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب

حرام حرام وہ صرف اس کے بھائی کی پوتی نہیں جو اس کے بیٹے کو حلال ہو۔ خود اس کی نواسی بھی ہے تو اس کے بیٹے کی بھانجی ہے اگرچہ بیٹا اور زوجہ سے ہے اور وہ بیٹی اور سے تھی بہرحال بھانجی ہے اور بھانجی حرام قال تعالیٰ وبنٰت الاخت واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲ از شہر آگرہ کلو گلی نائی منڈی مرسلہ رحیم بخش صاحب مالک کارخانہ رحیم شو فیکٹری ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جو پابند مذہب اہلسنت والجماعت تھا اُس نے اپنا عقد
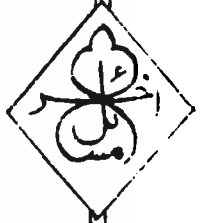
نکاح مسماۃ ہندہ کے ساتھ کیا جو مذہب اہل شیعہ رکھتی تھی زید نے اپنے بیٹے عمرو کا نکاح جو بطن ہندہ سے پیدا ہوا تھا بحالت نابالغی بکر کی لڑکی حلیمہ نابالغہ کے ساتھ کر دیا اور بوجہ نابالغی منکوحہ حلیمہ کی وداع نہیں ہوئی حلیمہ نجیب الطرفین اہلسنت والجماعت ہے زید بقضائے الٰہی فوت ہوگیا زید کی بیوہ ہندہ و نیز اُس کی تمام اولاد ہر طریقہ سے پابند اہل تشیع ہے عمرو اب بالغ ہوکر چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو رخصت کرا کر لیجاوے حلیمہ بھی اب چونکہ بالغہ ہے وہ اپنے عقد میں ایک غیر مذہب کے آدمی شیعہ کو منظور نہیں کرتی اور اُس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی نیز والدین حلیمہ بھی اب وداع سے انکاری ہیں اندریں صورت یہ نکاح حلیمہ کا جو بحالت نابالغی ایک شیعہ کے ساتھ ہوا تھا از روئے شرع شریف جائز رہا یا باطل اور حلیمہ اپنا عقد نکاح کسی دوسری جگہ کرسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

آج کل جو لوگ شیعہ کہلاتے ہیں یعنی تبرائی رافضی اُن کے ساتھ نکاح باطل محض ہے اگر حلیمہ اور اُس کے اولیا سب راضی ہیں تو اللہ و رسول راضی نہیں حلیمہ کو حرام ہے کہ اپنے آپ کو اُس کی زوجیت میں سمجھے فتاوٰی ظہیریہ و حدیقہ ندیہ و عالمگیریہ میں امثال روافض کے لیے ہے احکامھم احکام المرتدین نیز عالمگیری میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۳: از شمس آباد ضلع کیمل پور مرسلہ مولٰنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۶ / صفر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید خود عرصہ تیرہ برس سے ملک افریقہ میں رہتا ہے اُس کی خوشدامن کہتی ہے کہ اُس نے میرے ساتھ فعل بد کیا ہے اس پر دو گواہ اس امر کے معائنہ کے ہیں کہ ایک کہتا ہے کہ میں نے بوقت دوپہر کے فلاں مقام میں دونوں کو عین مشغولی میں دیکھا دوسرا کہتا ہے کہ دونوں کو کپڑے پہنتے ہوئے دیکھا ہے۔ اُس موضع کے کل لوگ ہر ایک مکان کے ایک دو آدمی جن کا مجموعہ ۵۰ نفر ہوتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ قرائن قاطعہ سے ہم لوگ جانتے ہیں کہ زید اور اُس کی خوشدامن باہم بدمعاش تھے اور اُن کے ناجائز تعلق میں کوئی شک نہ تھا برابر دو برس تک دونوں کا باہم اختلاط اور انبساط رہا جب ان دو گواہوں نے اُن کو ایسی کریہ صورت میں دیکھا تب سے زید فرار کرگیا اور بایک دوسرے سے کہہ گیا کہ اب یہ میری عورت غیر مدخولہ جو کہ اس خوشدامن کی دختر ہے میرے اوپر حرام ہے؟
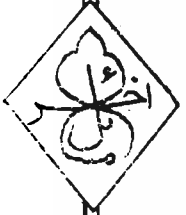
جس کو اُس کا دل چاہے دے دے اُس کی عورت اب عرصہ آٹھ دس برس سے جوان ہے اور خورد و نوش
وسکونت کی اُس کو بہت تکلیف ہے اور غالب گمان ہے کہ کہیں حرامکاری میں مبتلا ہو جائے پس اگر کوئی
عالم افقہ واورع اُس علاقہ کا بموجب عبارت حدیقہ ندیہ واذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ
فالامور کلہا مفوضۃ الی العلماء یصیرون ولاۃ کے اُس غائب کے باپ کے روبرو یا اُس کی طرف سے
کسی کو وکیل کر کے اُس پر سمع دعویٰ و شہادت کر کے تفریق کا حکم دیدے تو درست ہوگا یا نہیں اور اگر
درست ہے تو چونکہ غائب ولایت قاضی میں نہیں لہذا اُس کی طرف سے مسخر پکڑنے کی کیا صورت
ہوسکتی ہے شامی جلد ۴ صفحہ ۳۵۳ باب القضاء میں وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر الخ کے متعلق ہے
وتفسیر المسخر ان ینصب القاضی وکیلا عن الغائب لیسمع الخصومۃ علیہ وشرطہ عند القائل بہ
ان یکون الغائب فی ولایۃ القاضی -

الجواب

صورت مسطورہ اگر واقعی ہے تو اصلا نہ کسی قضا کی حاجت نہ تفریق کی ضرورت نہ مسخر وہ کارنہ قضا
علی الغائب عورت کو اختیار ہے فی الحال جہاں چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے دو حال سے خالی نہیں یہ حرمت
مصاہرت یا تو نکاح دختر سے پہلے ہوئی یا بعد اگر پہلے ہوئی تو نکاح سرے سے فاسد و مردود واقع ہوا
عورت بذات خود اُسے فسخ کر سکتی ہے اگرچہ شوہر کی غیبت میں کہ وہ معصیت ہے اور اعدام معصیت
سب پر واجب کما حققناہ فیما علی ردالمحتار علقناہ درمختار میں ہے (و) یثبت (لکل واحد منہما فسخہ
ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ اور اگر وہ حرمت
مصاہرت بعد نکاح واقع ہوئی تو نکاح فاسد تو ہو گیا مگر بلا متارکہ فسخ نہ ہوگا اور عورت کو دوسری جگہ نکاح
کا اختیار نہ ہوگا اور یہ متارکہ صرف شوہر ہی کر سکتا ہے کما بیناہ و فقنا فیما علی ابن عابدین علقنا
درمختار میں ہے بحرمۃ المصاہرۃ لایرتفع النکاح حتی لا یحل لہا التزوج باخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء
العدۃ والوطی بہا لا یکون زنا اُسی میں ہے مبدؤھا ای العدۃ) فی النکاح الفاسد بعد التفریق
من القاضی بینہما او المتارکۃ ای اظہار العزم من الزوج علی ترک وطئہا لا مجرد العزم لو مدخولۃ
یہاں کہ زید نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اب یہ میری عورت غیر مدخولہ میرے اوپر حرام ہے جس کو اُس کا
دل چاہے دیدے بالاتفاق متارکہ ہو گیا اور نکاح فسخ ہو گیا قضاء قاضی کی کچھ حاجت نہیں نہ غیر مدخولہ کو

عدت کی حاجت اس وقت جس سے چاہے نکاح کرلے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۴ از قصبہ ایانوان محلہ سادات ضلع فتحپور مرسلہ سید محمد رفیع صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی فقیرے نے سماۃ بیبا کا دجبکہ اُس کی گود میں سماۃ حفیظن اُس کی لڑکی دودھ پیتی تھی) اندرایام رضاعت کے دودھ پیا اسی سماۃ بیبا کے دوسری لڑکی سماۃ فہیمن پیدا ہوئی اب فقیرے مذکور کا نکاح سماۃ فہیمن کے ساتھ کیا گیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو سماۃ فہیمن کسی دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں اور فہیمن کو فقیرے سے طلاق حاصل کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بیبا کی اگلی پچھلی سب لڑکیاں فقیرے کی حقیقی بہنیں ہیں اور اُن میں کسی سے اُس کا نکاح نہیں ہوسکتا حرام محض ہے اُس پر فرض ہے فہیمن کو فوراً چھوڑ دے اور وہ نہ چھوڑے تو فہیمن پر فرض ہے کہ فوراً اُس فاسد نکاح کو فسخ کردے اور عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے درمختار میں ہے یثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلایناف وجوبہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ از موضع خورد مئو ڈاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فوت ہونے بیوی کے بیوی کی خالہ و عمہ سے نکاح جائز ہے یا ناجائز اور لڑکی کے طلاق دینے پر یا لڑکے کے مرجانے پر بہو کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں۔

الجواب

زوجہ کے مرنے پر اُس کی خالہ و عمہ سے نکاح جائز ہے قال تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذٰلکم اور بیٹا مرجائے خواہ طلاق دیدے اُس کی زوجہ سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے قال تعالیٰ وحلائل ابنائکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶ از پرسونہ پرگنہ بریلی مرسلہ شیخ کریم اللہ و منشی الہ دین و معین الدین و سعدی و شیخ مسیت زمیندار و بندو خاں و واحد کھیا و غلامی ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

جناب عالی گزارش ہے کہ مسمی میڈو نور باف نے نکاح کیا تھا اُس کی بی بی کے ساتھ ایک لڑکی

آئی تھی اُس کے ساتھ مسمی مبڈ و مذکور نے حرکت ناشایستہ کی اور ایک لڑکا بھی پیدا ہوا ہے اب اُس کو علیحدہ کر دیا ہے وہ اپنی خطا معاف کرانا چاہتا ہے حضور پُر نور اس امر میں کیا فتوے فرماتے ہیں فقط

الجواب

اُس کی عورت اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اُس پر فرض ہے کہ فوراً اُسے چھوڑ دے اور اب کبھی اُس سے کسی طرح نکاح نہیں کرسکتا نہ کبھی کسی طرح اس لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے یہ اُس کی بیٹی کی جگہ ہے اور بی بی ماں کی جگہ ہوگئی دونوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئیں دونوں کو فوراً جدا کر دے اور سچے دل سے تائب ہو اور نماز کی پوری پابندی کرے تو اُسے ملالیں ورنہ ہمیشہ برادری سے خارج رکھیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۷ از پیران پٹن معرفت اسٹیشن میانہ محلہ قصاب واڑہ مرسلہ کمال بھائی یارو بھائی۔

۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً بکر کے دو فرزند ہیں ایک کا نام زید ہے دوسرے کا عمرو زید کا نکاح ہونے سے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام فاطمہ ہے اب فاطمہ کی شادی ہونے سے فاطمہ کے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام مریم ہے اب مریم کا نکاح عمرو کے ساتھ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں اور اس میں دودھ کا تعلق کسی طرف سے اور کسی ذریعہ سے کسی کا بھی نہیں اور یہ جو دونوں فرزند بکر کے ہیں یعنی زید و عمرو ان دونوں کی والدہ الگ الگ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زید عمرو کا بھائی ہے فاطمہ عمرو کی بھتیجی ہے مریم عمرو کی بھتیجی کی بیٹی ہے جیسے بھتیجی حرام ہے یونہیں بھتیجی کی بیٹی حرام ہے بھتیجی بیٹی ہے اور بھتیجی کی بیٹی نواسی۔ عمرو مریم کا نانا ہے نانا کے لیے نواسی کیسے حلال ہوسکتی ہے قال اللہ تعالٰی وبنت الاخ تم پر بھائی کی بیٹیاں حرام ہیں بیٹیوں میں نواسیاں پوتیاں بھی داخل ہیں جیسے فرمایا حرمت علیکم امھتکم وبنتکم تم پر حرام ہیں تمہاری مائیں تمہاری بیٹیاں۔ بیٹیوں میں نواسی پوتی نہ داخل ہوں تو آدمی پر خود اُس کی پوتی نواسی کہاں سے حرام ہوگی کہ قرآن مجید میں تو بیٹیاں حرام فرمائیں اور یہ محرمات گنا کر فرمایا واحل لکم ما وراء ذلکم ان کے سوا اور جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں۔ بالجملہ بھائی کی نواسی حرام ہونے سے انکار قرآن و اسلام سے انکار ہے نقایہ میں ہے حرم علی المرء اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب الخ جامع الرموز میں ہے من الاخوات کالاب والام ولاحدھما

وبنات الاخت وان بعدت واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸ از شہر بریلی سبزمنڈی مسئولہ کبیر احمد صاحب ۲ رجادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی نواسی زوجہ اول سے اور زید کا لڑکا زوجہ ثانیہ سے جس کو ایک شخص غیر نے پالا ہے کیا پسر زید زید کی نواسی کی لڑکی سے عقد کرسکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

حرام ہے وہ اس کی بھانجی کی بیٹی ہے اس کی نواسی کی جگہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ از فتحپور محلہ سیدواڑہ مرسلہ نورخاں محرر محمد یار خاں وکیل ہائی کورٹ ۸ رجادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر دونوں کی عورتیں رشتہ میں سگی بہنیں تھیں زید کی بی بی کی تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں منجملہ اُن کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی مرگئی اور ایک لڑکی بیوہ موجود ہے اور بکر کی بی بی کا ایک لڑکا بن بیاہا موجود ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب زید کا پہلا لڑکا پیدا ہوا ہے تو بکر کے اس لڑکے نے اپنی خالہ یعنی زید کی بی بی کا دودھ پیا تھا بعد اُس کے تین اولاد کے بعد زید کی یہ لڑکی پیدا ہوئی جو اس وقت بیوہ موجود ہے اُس سے بکر کے اس کنوارے لڑکے سے نکاح درست ہے یا ہوسکتا ہے جبکہ بکر کے بیٹے نے زید کی بی بی کا دودھ پیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ زید کی بی بی کا دودھ بکر کے بیٹے نے پیا ہے اور زید کی بیٹی بہ اُس دودھ شریکی بھائی کی تیسری اولاد کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ان دونوں کا نکاح حرام قطعی ہے وہ آپس میں سگے بھائی بہن ہیں تین یا تیس اولاد کے بعد اس لڑکی کا پیدا ہونا زید اور زید کی بی بی کو بکر کے بیٹے کے ماں باپ ہونے سے خارج نہ کرے گا نہ اُن کی کسی اولاد کو پسر بکر کے بھائی بہن ہونے سے قال اللہ تعالیٰ واخوتکم من الرضاعۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰ از نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ سید نثار حسین صاحب ۱۵ رجادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید کی زوجہ ہندہ کی ہمشیرہ زاہدہ ہے زاہدہ کے زید سے بلانکاح لڑکا پیدا ہوا ہندہ کے ساتھ زید کا نکاح رہا یا نہیں اور زاہدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب
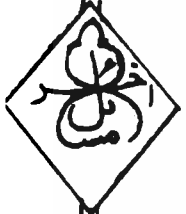
ہندہ بدستور اُس کے نکاح میں ہے سالی کے ساتھ زنا حرام ہے مگر عورت کو حرام نہیں کرتا زاہدہ سے جبتک ہندہ اس کے نکاح میں ہے نکاح نہیں کرسکتا اگر ہندہ مرجائے تو اُسی وقت یا یہ اُسے طلاق دیدے تو عدت گزرنے پر زاہدہ سے نکاح کرسکے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ [۱۰۱] از لاہور مسجد بیگم شاہی مسئولہ مولوی احمد الدین صاحب ۶ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

زید نے ہندہ سے نکاح کیا بحالت نابالغی ہندہ زید نے اُس سے وطی کی بعد وطی ہندہ کو طلاق دیدی اُس نے عمرو سے نکاح کیا عمرو سے ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی تو یہ لڑکی زید پر حرام ہے یا نہیں ماں سے محض نکاح بیٹی کو حرام کرتا ہے یا نہیں یونہیں بیٹی سے نکاح ماں کو۔ دونوں میں وطی شرط حرمت ہی یا نہیں اور وطی کے لیے کیا بلوغ مدخولہ شرط ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ بیٹی سے مجرد نکاح ماں کو حرام ابدی کرتا ہے وطی کی شرط نہیں قال تعالیٰ وامھٰت نسائکم اور وطی ہو تو بدرجۂ اولیٰ نکاحاً ہو تو بالاجماع اور بلا نکاح ہو تو ہمارے نزدیک اور ماں سے مجرد نکاح بیٹی کو حرام نہیں کرتا جبتک وطی نہ ہو قال تعالیٰ وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم ہاں اگر وطی ہو تو تحریم آئیگی اُسی تفصیل پر کہ نکاح میں بالاجماع اور بلا نکاح ہمارے نزدیک تو وہ صغیرہ نابالغہ جس سے زید نے صحبت کی پھر طلاق دیدی اور اُس نے دوسرے سے نکاح کیا اور اُس سے اس عورت کے بیٹی پیدا ہوئی یہ بیٹی قطعاً شوہر اول پر حرام ہے کہ جب صحبت کی دخلتم بھن صادق آگیا بلوغ کی شرط نہیں ہاں اگر صغیرہ چار پانچ برس کی بچی ہو جہاں ایلاج حشفہ ممکن نہو تو البتہ حرمت نہ ہوگی کہ صحبت نہ ہوگی اور مدخولہ کی ماں مطلقاً حرام ہے خواہ مدخولہ بالحلال ہو یا بالحرام اور زوجہ کی والدہ ابداً اپنی ماں کی طرح ہے زوجہ کے مرنے یا طلاق ہو کر عدت گزرنے کے بعد بھی کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۱۰۲] از موضع سندھولی ضلع بریلی مسئولہ غفور صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ علاوہ چچی وپھوپی وممانی ودادی ونانی وخالہ وغیرہ کے رشتہ داروں میں کس عورت سے نکاح جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب
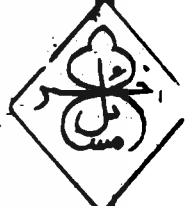
چچی اور ممانی سے بھی نکاح جائز ہے نسبی رشتوں میں چار قسم کی عورتیں حرام ہیں ایک وہ کہ یہ جن کی اولاد سے ہے جیسے ماں دادی نانی کتنے ہی اوپر کی ہوں۔ دوسری وہ جو اس کی اولاد ہیں جیسے بیٹی پوتی نواسی کتنے ہی نیچے کی ہوں۔ تیسری وہ جو اس کے ماں یا باپ کی اولاد خواہ اولاد در اولاد جیسے بہن بھانجی بھتیجی اور ان کی اور بھائیوں بھتیجوں کی اولاد کتنی ہی دور ہوں۔ چوتھی وہ کہ ماں باپ کے سوا اور جن کی اولاد سے یہ شخص ہے جیسے دادا دادی نانا نانی کتنے ہی اوپر کے ہوں اُن کی خاص اپنی اولاد جیسے اپنی پھوپی خالہ یا اپنے ماں یا دادا یا دادی یا نانا یا نانی کی پھوپی خالہ۔ ان لوگوں کی اولاد کی اولاد حرام نہیں جیسے پھوپی کی بیٹی یا خالہ کی بیٹی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۱ از موضع سندھولی ضلع بریلی مسئولہ غفور صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواری لڑکی کا حمل زید سے رہ گیا اُس کے والدین نے عمرو کے ساتھ نکاح کر دیا اب علمائے دین کی خدمت بابرکت میں استغاثہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ جس کا نطفہ ہے اُسی کے ساتھ نکاح جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عمرو کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے۔

الجواب

نکاح عمرو سے بھی جائز ہے مگر عمرو کو اُس کے پاس جانا منع ہے جب تک بچہ نہ ہولے یہ اُس صورت میں ہے کہ حمل زنا کا ہو اور اگر زنا نہ ہوا بلکہ شبہہ اور دھوکے سے زید اسکے ساتھ ہم بستر ہوا تو بیشک جب تک بچہ نہ ہولے دوسرے سے نکاح جائز ہی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا پھر اُس کی بہن کو بھی گھر میں ڈال لیا۔ زید کا ہندہ سے وطی کرنا کیسا ہے اور دونوں بہنوں کی اولاد کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر دوسری کو بلا نکاح گھر میں ڈال لیا تو پہلی سے وطی بدستور جائز ہے اُس سے جو اولاد ہوگی اولاد حلال ہی اور اس دوسری سے صحبت حرام و زنا ہے اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی اور اگر دوسری سے بھی نکاح کر لیا تو جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا پہلی سے وطی حلال ہے۔ لیکن جس وقت اس دوسری کو ہاتھ لگائے گا پہلی سے قربت بھی حرام ہو جائے گی جب تک اس دوسری کو چھوڑے اور اس کی مدت
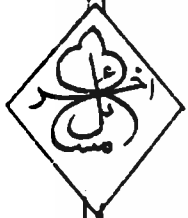
گزرے اُس وقت تک پہلی بھی حرام ہے اس صورت میں دونوں عورتوں سے اس کے بعد جو اولاد ہوگی اگرچہ اسی کی ٹھہرے گی ولدالزنا نہوگی مگر ولدالحرام ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳ رذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

زید کے والد نے زید کی زوجہ سے زنا بالجبر کیا عورت نے زید سے کہدیا اُس پر زید نے اپنی عورت کو طلاق دیدی جس کو عرصہ تین ماہ کا ہو گیا اُس کے بعد زید سے عورت نے کہا کہ تم نے مجھپر تہمت رکھا تھا اس لیے میں نے یہ غلط بات بیان کی زید نے عورت کو طلاق دی اب وہ اپنی اس عورت کو نکاح میں رکھ سکتا ہے۔

الجواب

اگر زید نے صرف عورت کے بیان پر اُس کو طلاق دیدی تو طلاق ہوگئی مگر ہمیشہ کے لیے اس کا زید پر حرام ہونا ثابت نہ ہوا جبتک زید خود اس بیان کی تصدیق نہ کرے لیکن سائل نے بیان کیا کہ زید نے تین طلاقیں دیں زید گنہگار ہوا اور عورت سے اب بغیر حلالہ کے نکاح نہیں کر سکتا یوں اُسے رکھے گا تو حرام ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مرسلہ قاضی محمد ابراہیم و قاضی نیاز الدین صاحبان صدیقی صابون فروش سنیہ دروازہ اندر جھانسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ ایسی عورتیں جو آوارہ ہیں بے پردہ رہتی ہیں کھلے بندوں چلتی پھرتی ہیں زنا بھی اُن سے ثابت ہوا اور حمل بھی گرائے گئے ہوں یا طوائف وغیرہ تو ایسی عورتوں کا نکاح بلا استبراء رحم جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ خدا آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب

اگر وہ کسی کی منکوحہ نہیں تو بلا استبراء رحم بلکہ خاص حالت حمل زنا میں اُن سے نکاح جائز ہے مگر حمل خود اُس ناکح کا نہو تو اسے قربت جائز نہیں جبتک وضع حمل نہو جائے لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ درمختار واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔

ایک شخص نے اپنے حقیقی بیٹے کی بی بی سے زنا کیا اور عورت اس کی مقر ہے مرد یعنی جس نے زنا کیا اُس کو تمام برادری کے لوگوں نے علیحدہ کر دیا اُس سے بات چیت سب بند ہے سلام وغیرہ سب لوگ
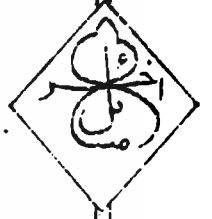
نہیں کرتے اور مرد زانی نہ اقرار کرتا ہے نہ انکار بلکہ جب لوگ کہتے ہیں کہ تو نے بڑا بھاری گناہ کیا تو کہتا ہو کہ خطا ہوئی کیا کریں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ عورت کیا اب اپنے خاوند اصلی کے پاس رہ سکتی ہے اور اُس کے لیے حلال ہے یا کہ دوسرے شخص سے نکاح کرے اور کیا اس عورت کو خاوند سے طلاق لینے کی بھی ضرورت ہے اور کیا جبتک کہ وہ طلاق نہ دے اُس وقت تک غیر سے نکاح نہیں کرسکتی بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بلا طلاق دیے غیر سے نکاح نہیں کرسکتی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ طلاق کی ضرورت نہیں وہ عورت اپنے خاوند اصلی کے لیے حرام ہوگئی اور کیا یہ عورت مہر لے سکتی ہے۔

الجواب

شوہر اگر مانتا ہے کہ ایسا ہوا تو عورت اُس پر ہمیشہ کو حرام ہوگئی کسی حیلہ سے اُس کی زوجیت میں نہیں آسکتی اُس پر فرض ہے کہ اُسے فوراً جدا کردے متارکہ کرے مثلاً کہدے میں نے تجھے چھوڑا ہے اس کے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اس لیے زیادہ طلاق کی بھی حاجت نہیں اور اگر شوہر کو امر مذکور کا وقوع تسلیم نہیں تو صرف عورت کے کہنے سے ثبوت نہیں ہوسکتا اگر شوہر نے طلاق نہ دی وہ اس کی عورت ہے اور دی تو جیسی طلاق دی ویسا حکم۔ اگر تین طلاقیں دیں تو بے حلالہ اُس سے نکاح نہیں کرسکتا۔ رہا مہر وہ تمام صورتوں میں مطلقاً لازم ہے مہر متاخر میں عورت کو لینے کا اختیار بعد متارکہ یا طلاق یا موت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ازمقام اکلترہ ضلع بلاسپور مسئولہ حامد علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی سے زنا کیا اب کیا یہ بیوی اپنے اصلی شوہر جو کہ زانی کا لڑکا ہے رہ سکتی ہے اور اگر نہیں رہ سکتی تو دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اور شوہر اول سے مہر لینے کی مستحق ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ کہ زنا کیا جھوٹ بک دینے سے ثابت نہیں ہوسکتا اس کے لیے چار شاہد چاہئیں بغیر اس کے زید کا باپ اگر اقرار بھی کرے اور زید باور نہ کرے تو اُس کا اقرار زید پر حجت نہیں ہاں اگر شہادت شرعیہ سے ثابت ہوجائے یا زید اُس کی تصدیق کرے تو عورت زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی مگر ابھی نکاح سے نہ نکلی دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی جبتک زید اُسے نہ چھوڑے اور اس صورت میں زید پر فرض ہوگا کہ فوراً اُسے چھوڑ دے اُس کے بعد عورت عدت کرے بعد عدت سوائے زید کے جس سے
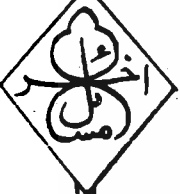
چاہے نکاح کرسکتی ہے زید پر اس کا مہر بہرحال لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۹ از کولمبو سیلون مسئولہ عبدالقادر صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح کرسکتے ہیں اور کن کن سے ناجائز مفصل تحریر فرمائیں بینوا توجروا

الجواب

وہ شخص جن کی اولاد میں ہے جیسے باپ دادا نانا جو اس کی اولاد میں ہو جیسے بیٹا پوتا نواسا اُن کی بیبیوں سے نکاح حرام ہے اور خسر کی بی بی سے بھی حرام ہے جبکہ وہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو۔ باقی رشتہ داروں کی بیبیوں سے اُن کی موت یا طلاق و انقضائے عدت کے بعد نکاح جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۰ از کوہ رانی کھیت کوٹھی انجینیر اسپیل مرسلہ غلام محمد صاحب ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

شیعہ مذہب کا نکاح سُنی مذہب کی لڑکی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں لڑکا اور اُس کا باپ شہادت دلاتے ہیں کہ ہم سُنی مذہب ہیں اور اگر تم شیعہ سمجھتے ہو تو اپنے دل کے اطمینان کے واسطے ہمیں سُنی مذہب کرلو اور جو اُن کے ہم وطن ہیں وہ کہتے ہیں ہم لوگ شیعہ ہیں اور ان کے گاؤں میں سُنی مذہب رہتے ہیں اور ان کے خاندان سے واقف ہیں کہ یہ سُنی مذہب ہیں اس پر یہاں کے مسلمان کہتے ہیں کہ انھیں ہم نے ہمیشہ شیعہ مذہب کا برتاؤ کرتے دیکھا اور بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ لڑکی شیعہ مذہب میں نہیں ہیں اور ان کے والد کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے (۲) اور دو شخص نے یہ کہا کہ لڑکی کا باپ اور لڑکے کی ماں کچھ تعلق رکھتے ہیں اس پر لڑکی کے باپ نے قرآن شریف لاکر کہا اس کو اُٹھاؤ۔ وہ انکار کیا اور چلا گیا اور کوئی ثبوت نہوا (۳) جب برات گئی اور لڑکی کا بھائی مولانا صاحب کے پاس گیا کہ نکاح پڑھانے کو آئیں گے یا نہیں تو انھوں نے کہا میں نہیں آؤنگا تو کون آئیگا نکاح کے وقت وہ نہیں آئے اور کہا کہ جو کوئی اُن کا نکاح پڑھائیگا اُس کی عورت طلاق ہوجائے گی۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) رافضیوں میں تقیہ ہے بے حاجت بھی تقیہ کرتے ہیں حاجت کے وقت کا کیا اعتبار اور اشتباہ مٹانے کی کیا صورت کہ تقیہ وہ ملعون چیز ہے جس کا کرنے والا سب کچھ کہہ لیگا خالص اسلام بولیگا اور بیدین کفر بھرا ہوگا۔ رافضیوں کی شہادت کہ یہ سُنی ہے کیا معتبر ہوسکتی ہے۔ رافضی کی گواہی کچھ معتبر نہیں۔
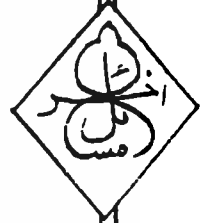
کا ایمان لھم بعض مسلمانوں کی گواہی کہ یہ شیعہ نہیں اور اور مسلمانوں کی شہادت کہ انھیں شیعی برتاؤ کرتے دیکھا یہ شہادت اثبات ہے اور وہ شہادت نفی اور شہادت نفی مقبول نہیں لہذا یہ نکاح ہرگز نہ کیا جائے قال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) ایسے خالی بیانوں سے ناجائز تعلق ثابت نہیں ہوتا واللہ تعالیٰ اعلم (۳) اس کے رافضی ہونے کے سبب جس نے نکاح پڑھانے سے انکار کیا بہت اچھا کیا اور وہ حکم جو اس نے بیان کیا اگرچہ مطلق نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ جب رافضی کے ساتھ سنیہ کا نکاح جائز و حلال جانا تو خود اس کی عورت نکاح سے نکل جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱ از رانی کھیت صدر بازار مسئولہ محمد ابراہیم خاں صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک خان تبت کا اور اس کا لڑکا اپنے آپ کو سنت جماعت بتاتے اور قرآن شریف کی رو سے اپنا طریقہ سنت جماعت بتاتے ہیں اور قریب ۳۰۔ ۳۵ سال سے رانی کھیت میں رہتے ہیں اب سب لوگ ان کو رافضی مذہب کہتے ہیں۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ سنی کی لڑکی کا نکاح ایسے شخص سے ہوسکتا ہے یا نہیں یہ شخص غریب ہے سب لوگ عداوت سے رافضی کہنے لگے ہیں ان کے سب طریقے روزے زکوۃ نماز کے اہلسنت وجماعت کی طرح ہیں رانی کھیت کی مسجد کے مولنا نے جن کا نام عبدالرحمن ہے نکاح نہیں پڑھایا کہ رافضی کا نکاح سنی سے نہیں ہوسکتا عداوت سے سب مسلمان ایک ہوگئے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بلاوجہ عداوت سے سب مسلمانوں کا ایک ہوجانا معقول نہیں اور رافضیوں کا تقیہ معلوم ہے اور نکاح امر عظیم ہے احتیاط لازم ہے حدیث میں فرمایا کیف وقد قیل وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲ از لکھنؤ بنگال بنک ڈاکخانہ حضرت گنج مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب۔

مسئلہ ذیل میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کی سسرال کے رشتہ کے ماموں کا لڑکا اور زید کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اپنے حقیقی ماموں کے بیٹے سے بیٹی کا نکاح جائز ہے سسرال کے رشتہ کا ماموں تو بہت دور ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو مثل رضاعت وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم

ف۱: شہادت نفی جو نفی محیط نہ ہو اثبات مقدم ہے اس کے سامنے وہ مقبول نہیں۔

مسئلہ ۱۱۳: از شہر اکیاب تھانہ کیوکٹو موضع کاؤنچی بازار مرسلہ مولوی سکندر علی صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ نیازیہ خیرآباد ضلع سیتاپور ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ہذہ المسألۃ شخصے قاسم زنے را کہ در قرابتش بنت بنت رضاعی مر برادر حقیقی قاسم باشد بحبالۂ نکاحش آمد و ظن او چناں بود کہ موافق مذہب خود جائز ست۔ از علما ہم استفتا نمودہ بود و ایشاں بصحت نکاحش قضا نمودند پس از چندے علمائے احناف بعدم جواز نکاحش فتوے می دادند و جماعت مسلمین را بدو مجالست و مواکلتش منع می کنند مادامیکہ تفریق نکاحش نکند۔

جواب بنگالیان

بر تقدیر تصدیق مسئول عنہا علمائے شریعت غرا و فضلائے طریقت بیضا بالخاصہ فقہائے مذہب حنیف و علمائے ملت منیف می نگارند کہ چوں علمائے مذہب مستمرہ شان مجتہد باشد یا مقلد ظناً یا سہواً عملے کنند و حکمے بکارے صادر نمایند و قضا بر آں تنفیذ فرمایند و پس آں دانستند و وقوف یافتند کہ ہماں عمل و فعل زیشان بظہور پیوستہ بطبق مذہب شان نپرداختہ و بمشرب یکے از ائمہ و دیگرے کہ معدود و محدود و بسنت جماعت ست در پیوستہ پس بار دیگر تنقیض و تردید آنہا کردن روا و جائز نباشد بل ہمیں مسلک تقلید نمودہ کہ ہم خالی از تلفیق دارد ہماں عمل و فعل را لامحالہ صحیح و درست دارند و نیز ازیں تقلید ظنی از مذہب مستمرہ خود خارج نشوند و منسوب بداں مذہب دیگر نگردند پس مناکحت قاسم بدیں منوال ہمیں مقال صادقست کہ لاریب و لامحالہ صحیح و نافذ گردیدہ است اگرچہ بالفرض والتقدیر مخالف مذہب حنفی آمدہ لیکن بمسلک اہل ظواہر کمثل امام ہمام شافعی علیہ رضوان الباری وغیرہ کہ مسلوک و مشمول بسنت جماعت ست بپرداختہ و در پیوستہ کہ علمائے احناف بظن جواز مذہب شان مظنون شدہ بنت بنت رضاعی را مر برادر حقیقی قاسم مذکور بود و حکم نکاحش دادہ بودند بحالیکہ در تحت حجاب ممنوعات کلیہ حنفیہ محجوب و مستور بودہ و در ضمن ضابطۂ مامور بہا محللات اہل ظواہر کہ ہمچوں شافعی وغیرہ ہستند مکشوف و مظہر ماندہ پس ہرگز علمائے احناف را نمی رسد کہ تفریق و افتا در نکاحش کنند کہ آں مستلزم تحقیر و تنکیر سنت جماعت گردد و حقارت یکے را از سنت جماعت عنداللہ موجب ضلالت دارد کما قال العلامۃ ابن عابدین الشامی الحنفی فی رد المحتار ناقلا عن العلامۃ الشرنبلالی فی عقد الفرید ان لہ التقلید بعد العمل کما اذا صلی ظانا صحتہا علی مذہبہ ثم تبین بطلانہا فی مذہبہ وصحتہا علی مذہب غیرہ فلہ تقلیدہ ویجتزی بتلک الصلوۃ
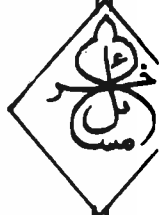
على ما قال فى البزازية انه روى عن ابى يوسف انه صلى الجمعه مغتسلاً من الحمام ثم اخبر بفارة
ميتة فى بئر الحمام فقال نأخذ بقول اخواننا من اهل المدينة اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا
اھ وايضاً فيه تحت قول الدر المختار واما المقلد الخ مانقله فى القنية عن المحيط وغيره وجزم
به المحقق فى فتح القدير وتلميذه العلامة قاسم وادعى فى البحران المقلد اذا افتى بمذهب
غيره وبرواية ضعيفة اوبقول ضعيف نفذ واقوى ما تمسك به ما فى البزازية عن
شرح الطحاوى اذا لم يكن القاضى مجتهداً وقضى بالفتوى ثم تبين انه على خلاف مذهبه
نفذ وليس لغيره نقضه وله ان ينقضه كذا عن محمد وقال الثانى ليس له ان ينقضه ايضاً
لان امضاء الفصل كامضاء القاضى لا ينقض۔ ودليل مذہب الظاہر کہ ملحق بسنت جماعت ست
ومخالفت فرعی درباب رضاعت باحناف می دارند ہچوں امام ہمام شافعی وغیرہ مستند ہمیں ست
چنانچہ شارح مسلم امام نووی درشرح آں می نگارند ولم یخالف فی هذا الا اهل الظاهر وابن علية
فقالوا لا تثبت حرمة الرضاع بين الرجل والرضيع ونقله المازرى عن ابن عمر وعائشة رضى الله
تعالىٰ عنهما) واحتجوا بقوله تعالىٰ وامهتكم التى ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة ولم يذكر
البنت والعمة كما ذكرهما فى النسب وامام ابو عیسےٰ ترمذی درجامع ترمذی شاں می آرند۔
حدثنا الحسن ابن على اخبرنا ابن نمير عن هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة قالت
جاء عمى من الرضاعة يستأذن على فابيت ان أذن له حتى استأمر رسول الله صلى الله تعالىٰ
عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فليلج عليك هذا فانه عمك قالت
انما ارضعتنى المرأة ولم يرضعنى الرجل قال فانه عمك فليلج عليك هذا احديث حسن صحيح
والعمل على هذا ابعض اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وغيرهم كرهوا
لبن الفحل والاصل فى هذا حديث عائشة وقد رخص بعض اهل العلم فى لبن الفحل
والقول الاول اصح رواه الترمذى وقال الشامى ونظير هذه ما نقله العلامة بيرى فى
اول شرحه على الاشباه عن شرح الهداية لابن شحنة ونصه اذا صح الحديث وكان على
خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفيا
بالعمل به فقد صح عن ابى حنيفة امام الاعظم انه قال اذا صح الحديث فهو مذهبى وقد حكى

ذلک ابن عبد الرحمن ابی حنیفۃ وغیرہ من الائمۃ الخ وقاضی خاں وصاحب ہدایہ ہماں مذہب اہل ظاہر نقل بالتصریح فرمودہ اند کما قال فی فتاوی قاضی خاں وقال الامام الہمام الشافعی الحرمۃ لا تثبت من جانب الاب والفقہاء یسمون ھذہ المسألۃ لبن الفحل وقال فی الہدایۃ وفی احد قولی الشافعی لبن الفحل لا یحرم لان الحرمۃ لشبہۃ البعضیۃ واللبن بعضہا لا بعضہ ہرگاہ از دلائل کتب فقہائے حنفیہ مبین وبرہن گردید کہ تزویج قاسم نامی نزد علمائے حنفی روا و درست گردیدہ واز ان مذہب حنفی بیرون نہ آمدہ باوجود آں اگر جماعت مسلمین بروے زبان طعن ولعن بکشایند پس عند اللہ ماخوذ شوند وعند الناس مستوجب سزا کما ھو فی کتب الفقہ من اذی مسلما بقول او بفعل ولو بغمز العین عزر پس ایشاں مادامیکہ تائب وآئب نہ شوند از مواکلت ومشاربت جماعت مسلمین خارج کردہ شوند چنانچہ وارد شدہ کہ وایاک ومجالسۃ الشریر فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔ والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

الراقم احقر الحقیر

محمد عظیم الدین کیوکتوی بہاریاروی خلف الہدیٰ شیخ اکبر علی سلمہٗ

بانی مسجد مہتمم مدرسہ اسلامیہ محلہ وی

تحریر دیگر بہ تائید آں

آرے مذاہب ائمہ اربعہ جملگی درحق ست وحق ہماں دائر ست اگر مجتہد مطلق یا مقلد محض بمذہب شاں عملے وفعلے قضا کند بعدہ دانستہ کہ مخالف مذہب شاں وموافق مذہب دیگرے کہ معدود سنت جماعت ست بخطائے ظن شاں ملصق گشتہ فقہا احناف روا نمیدارند کہ بار دیگر آں را ابطال وافساد کنند تا موجب تحقیر وتنفیر بمذاہب ائمہ سنت جماعت لازم نیاید آں خطائے عظیم وسخط جسیم باشد عند اللہ تعالیٰ لہذا علما ازاں ابا وانکار فرمودند ودر تواریخ بروایت صحیح مروی شدہ کہ بارے در مجلس شریف حضرت پیران پیر غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ از کسے مذکور شدہ بود کہ امام احمد حنبل در اجتہاد پایہ چنداں ندارند لہذا در مذہب شاں جماعت قلیل دارند بمجرد استماع آں حضرت پیران پیر رضی اللہ عنہ چیں برجبیں آوردہ وغضبناک شدہ فرمودند کہ ازیں
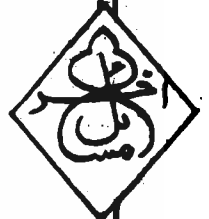
تاریخ عبدالقادر بمذہب احمد حنبل رضی اللہ عنہ تقلید نمودہ وپیش ازیں بمذہب امام مالک بودند سبحان اللہ ما اعظم شانہ وما اکبر شانہم وفخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم درشان ائمہ اربعہ رحمۃ من اللہ ووسعۃ من اللہ فرمودند ونقل السیوطی عن عمر ابن عبدالعزیز اختلاف ائمۃ الھدی رحمۃ من اللہ تعالیٰ علی ہذہ الامۃ کل یتبع ما صح عندہ وکلہم علی ہدی وکل یرید اللہ تعالیٰ وتمامہ فی کشف الخفا۔ پس تزویج قاسم نزد فضلائے حنفی بتصحیح آمدہ اگرچہ بالفرض مخالفت مذہبی روے دادہ وازحنفیت نیز بیرون نیامدہ کما حررہ المجیب لللہ درہ واجرہ ولقد نظرت ہذہ الفتوی بامعان النظر وتصفحت ہذہ المسألۃ بصفحات الکتب الفقہیۃ الحنفیۃ فوجدت صحیحا مطابقا بالکتاب وموافقا للصواب واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل۔ کتبہ الحقیر الراجی الی رحمۃ ربہ الخلاق عبدالرزاق الکیوکتوی غفرلہ۔

الجواب

ایں ہمہ جہل شدید وضلال بعید وافترا بر شرع مجید ست نکاح بابنت بنت الاخ بعینہ ہمچو نکاح با دختر خود ست نسبا باشد یا رضاعا وحرام قطعی ست باجماع ائمہ دین ونص قرآن مبین وصحاح احادیث سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین نسبت جوازش بامام شافعی خواہ بامام دیگر از ائمہ مسلمین خطائے محض ست وایں بنگالیان کہ فتوی بجوازش دادہ بودند علمانہ بودند بہزاراں درجہ بدتر از جہلا بودند وآنان وایشان کہ فتوی ملعونہ ایشاں را تائید می کنند ہمہ ہا حرام خدارا حلال می نمایند ہمچو کساں را حرام وسخت حرام ست کہ تصدی بافتا کنند درحدیث فرمود من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض ہر کہ بے علم فتوی دہد ملائکہ آسمان وزمین بروے لعنت کنند آں حکم جواز وایں فتوائے نفاذ ہر دو ملعون ست وبرآں حاکمان وایں مفتیان توبہ فرض ست ورنہ مسلمان از مجالست ایشاں احتراز کنند ودرہیچ امر فتوی از ایشاں خواستن حرام ست قال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتخذ الناس روسا جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا مفتیان ختم نہ کنند اینکہ گفتہ شد خیرخواہی ایشاں بود حرام خدارا حلال گرفتن وزنائے پدر با دخترش روا داشتن نہ سہل کاریست ہر کہ برہمچو ضلالت فظیعہ تنبیہ کرد مستوجب شکر ست نہ مستحق شکایت واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم وبرآں ناکح زانی فرض ست کہ دختر را از تصرف خود واگزارد وبرآں منکوحہ مزنیہ فرض ست کہ بپاے کہ دارد از زنائے پدرش بگریزد فوراً فوراً فوراً ورنہ آناں ومزوجان آناں ومجوزان اینہا ہمہ عذاب شدید الٰہی را منتظر باشند نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم امام اجل ابوزکریا نووی کہ احد الشیخین
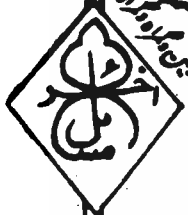
مذہب امام ہمام مطلبی ست ونص او ہمچو نص امام شافعی ست رضی اللہ تعالٰی عنہم در شرح صحیح مسلم فرماید اما الرجل المنسوب ذلك اللبن الیه لکونه زوج المرأۃ او وطئها بملك او شبهة فمذهبنا ومذهب العلماء کافة ثبوت حرمة الرضاع بینه وبین الرضیع ویصیر ولدا له واولاد الرجل اخوۃ الرضیع واخواته ویکون اخوۃ الرجل اعمام الرضیع واخواته عماته ویکون اولاد الرضیع اولاد الرجل ولم یخالف فی هذا الا اهل الظاهر وابن علیة ایں تصریح صریح ایں امام شافعیہ ببیں کہ مذہب ما وجملہ علما تحریم ست ودر وخلاف نکردند جز فرقۂ ظاہریہ وابن علیہ طرفہ آنکہ مجیب عبارت مذکورہ نووی از ینجا نقل کرد کہ لم یخالف فی هذا الخ وصدر کلام کہ فرمودہ بود ندکہ مذہب ما ومذہب جملہ علما تحریم ست در پردہ اخفا داشت وامام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ را ظلما از اہل ظاہر شمرد حالانکہ ظاہریہ[ف۱] طائفہ ایست مخالف ائمہ اربعہ وسائر مجتہدین۔ شاہ عبدالعزیز صاحب گفتہ اند داود ظاہری وتبعانش را از اہل سنت وجماعت شمردن درچہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست رافضیان کہ ظاہریہ را سنی گرفتہ باقوال ایشاں بر اہلسنت اعتراض می کردند شاہ صاحب جوابش دادند کہ فرقہ ظاہریہ ہرگز از اہلسنت نیست ایں جہل وسفاہت شماست کہ ایشاں را سنی گرفتہ بر سنیاں طعن می کنید امام ابن حجر مکی شافعی در کف الرعاع فرماید واعلم ان الائمة صرحوا[ف۲] بان الظاهریة لایعتد بخلافهم ولایجوز تقلید احد منهم لانهم سلبوا العقول حتی انکروا القیاس الجلی نیز فرمود لانهم اصحاب ظاهریة محضة تکاد عقولهم ان تکون مسخت ومن وصل الی انه یقول ان بال الشخص فی الماء تنجس او فی اناء ثم صبه فی الماء لم یتنجس کیف یقام له وزن ویعد من العقلاء فضلا عن العلماء ہمچناں دیگر اکابر شافعیہ تصریح بلبن فحل کردہ اند ودر مذہب خود بوئے از خلاف ندادہ اند واجلۂ اکابر اوراسا مذہب ائمہ اربعہ واصحاب ایشاں وفقہائے امصار گفتہ اند امام احمد عسقلانی شافعی در ارشاد الساری فرمود فیه دلیل علی ان لبن الفحل یحرم حتی تثبت الحرمة فی جهة صاحب اللبن کما تثبت فی جانب المرضعة فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اثبت عمومة الرضاع والحقها بالنسب وهذا مذهب الشافعی وابی حنیفة وصاحبیه ومالك واحمد کجمهور الصحابة والتابعین وفقهاء الامصار امام حافظ عسقلانی شافعی در فتح الباری فرماید ذهب الجمهور من الصحابة والتابعین وفقهاء الامصار کابی حنیفة وصاحبیه ومالك والشافعی واحمد واتباعهم الی ان لبن الفحل یحرم امام یوسف اردبیلی شافعی درکتاب الانوار فرماید والفحل الذی منه اللبن ابوه واولادہ من المرضعة وغیرها اخوته واخواته علامہ زین الدین شافعی تلمیذ ابن حجر مکی در قرۃ العین فرماید تصیر المرضعة امه وذو اللبن اباہ وتسری الحرمة من الرضیع

ف۱: فرقہ ظاہریہ مخالف ائمہ اربعہ وتمام مجتہدین ہے ان کے امام داؤد ظاہری کو اہلسنت سے جاننا جہل وسفاہت ہے وہ ہرگز اہلسنت نہیں۔

ف۲: فرقہ ظاہریہ کی تقلید جائز نہیں کہ یہ مسلوب العقل اور قیاس جلی کے منکر ہیں۔

الی اصولہما و فروعہما و حواشیہما نسباً و رضاعاً تا اینجا ہمہ نصوص کبرائے شافعیہ است و صاحب البیت ابصر بما فی البیت و صاحب الدار ادری امام اجل قاضی عیاض مالکی در شرح صحیح مسلم فرماید لم یقل احد من ائمۃ الفقہاء و اہل الفتوی باسقاط حرمۃ لبن الفحل الا اہل الظاہر و ابن علیۃ والمعروف عن داود موافقۃ للائمۃ الاربعۃ امام جلیل بدر الدین محمود عینی در عمدۃ القاری فرمایند لبن الفحل یحرم وھو قول ابی حنیفۃ و مالک والشافعی و احمد و اصحابہم و قال القاضی عیاض لم یقل احد من الائمۃ الخ اینست نقل و نصوص ائمہ اجلہ ثقات اثبات و [ف1] نسبتے کہ در خانیہ و ہدایہ واقع شد معارضش نتواں بود و در نقل [ف2] مذہب غیر بارہا زلت رُو می نماید یکے از اکابر شافعیہ [ف3] تحلیل [ف4] زنا بحربیہ در دار الحرب و دیگرے از اجلہ شافعیہ حلت [ف5] غراب بحضرت امام اعظم نسبت کردہ و ہر دو باطل است در ہمیں [ف6] ہدایہ حلت متعہ [ف7] بامام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نسبت نمود حالانکہ امام مالک بروئے حد زنا می زنند کما ھو قول عبد اللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما اذ قال جرب علی نفسک لان فعلتہا لارجمنک باحجارک بخلاف [ف8] حنفیہ و دیگر ائمہ کہ حرام دانند و تا حد نرسانند بالجملہ جواز ایں نکاح باطل است ہرگز نہ مذہب امام شافعی است نہ مذہب ہیچکس از ائمہ مجتہدین متبوعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ابن علیہ [ف9] مردے از محدثین است عداد او در مجتہدین ائمہ نیست و اگر باشد منفرد [ف10] است و ظاہریہ [ف11] خود مبتدعانند و مبتدع را در اجماع اعتبارے نیست و وفاقش ملحوظ نشود و بخلافش خلل نہ پزیرند لانہم لیسوا من الامۃ علی الاطلاق کما فی التوضیح وغیرہ لیسوا من امۃ الاجابۃ و انما ھم من امۃ الدعوۃ کما فی مرقاۃ المفاتیح وغیرہا و خود در خصوص ظاہریہ از امام ابن حجر مکی گزشت کہ مخالفت ایشاں اصلا قابل التفات نیست پس دریں مسئلہ حکم بخلاف را زنہار مساغ نیست **اولاً** خلاف سنت مشہورہ است کہ ان اللہ [ف12] حرم من الرضاع ما حرم من النسب ایں حدیث بالفاظ متنوعہ و روایات متظافرہ در دواوین اسلام مروی و منقول است و از صدر اسلام تا حال میان علما متلقی بالقبول ہمیں امام ترمذی در ہماں جامع فرماید والعمل علی ھذا عند عامۃ اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہم لا نعلم بینہم فی ذلک اختلافاً و حکم [ف13] بر خلاف سنت مشہورہ نافذ نشود در تنویر الابصار است اذا رفع الیہ حکم قاض آخر نفذہ الا ما خالف کتاباً او سنۃً مشہورۃً او اجماعاً **ثانیاً** مخالف اجماع من یعتد باجماعہم افتادہ است کما تقدم بیانہ و امام شعرانی شافعی در میزان الشریعۃ الکبری فرمود اتفق الائمۃ علی انہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب و حکم بر خلاف اجماع نفاذ نیست ائمہ ثقات اثبات از حکایات شاذہ غافل نبودند بلکہ خود ذکر نمودہ اند باز

تصریح فرمودہ کہ دریں مسئلہ جز ظاہریہ وابن علیہ کسے را خلاف نیست چنانکہ امام قاضی عیاض مالکی وامام ابو زکریا نووی شافعی وامام محمود عینی حنفی گزشت **فـ۱** لمن الغریب نسبۃ الاغراب الیھم علی ما وقع فی فتح المغیث واگر بالفرض اینجا قولے ضعیف محکی بودکما اول بہ فی الفتاوٰی الخفی پس حکم وفتوے **فـ۲** بر قول ضعیف ومرجوح خود جہل وخرق اجماع است کما فی تصحیح القدوری للعلامۃ قاسم والدر المختار ثالثاً حکم بخلاف قاضی مجتہد راست مقلد را روا نبود **فـ۳** بخلاف امام خود حکم کردن درتنویر الابصار است قضی **فـ۴** فی مجتھد فیہ بخلاف رأیہ لاینفذ مطلقا وبہ یفتی ودر درمختار است ۵ ولوحکم القاضی بحکم مخالف لمذہبہ ماصح اصلا بسط در ردالمحتار آورد واما المقلد فلا یملک المخالفۃ عجیب عبارتش از سابق ولاحق قطع کردہ آورد وخود دریقدر منقول خود لفظاً حی ندید بر سر ابتغا اگر از ہمہ گزرند قضا شرعی چیز نیست کہ رفع خلاف می کند نہ کہ دو حرف خوانند وخود را بر مسند افتاء نشانند ہر چہ خواہند بزبان رانند وخلاف مرتفع شود ومذہب مردود ومندفع حاشا للہ لایقول بمثلہ فضلا عن فاضل نسأل اللہ العفو والعافیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیر مصطفٰے رضا قادری نوری غفرلہ

فی الواقع نکاح مذکور باطل وحرام محض ست وبرآنکس از دختر دختر برادر خودش فوراً فوراً جدا شدن فرض ست تزویج اینان جہل وتنفیذ او ظلم شدید واللہ تعالٰی اعلم۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

مسئلہ ۱۱۱ از موضع بہار ضلع بریلی مسئولہ عبدالرحمٰن خاں صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکے نے سنا کہ میرے والد نے میری بی بی کے ساتھ زنا کیا ہے اس پر اُس کو غصہ آیا اور اپنی بی بی کو مارا اور طلاق دیکر مکان سے علیحدہ کردیا یعنی نکال دی لڑکی نے اپنے مہر کی نالش کردی مہر اُس کا جو کچھ تھا اُس کی ڈگری ہوگئی لڑکے کا وکیل کہتا ہے کہ طلاق اُس نے غصہ میں دی اس وجہ سے نہیں ہوئی اور لڑکی کا وکیل کہتا ہے کہ طلاق ہوگئی اس صورت میں کون سچا ہے کون سے وکیل کی بات مانی جائے یعنی طلاق ہوئی کہ نہیں ہوئی۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ صحیح اور ثبوت شرعی سے ثابت ہے کہ اُس کے باپ نے اُس کی بی بی سے زنا کیا جب تو وہ عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اُس پر فرض تھا کہ اُسے فوراً جدا کردے جو طلاق دی یہ جدا کرنا ہی ہوا اور اب وہ اُسے کبھی واپس نہیں لے سکتا اور اگر امر مذکور ثبوت شرعی سے ثابت نہ ہو نہ لڑکے نے اُس کی

فـ۱: اعتراض علی فتح المغیث

فـ۲: قول ضعیف ومرجوح پر حکم وفتوٰی جہل وخرق اجماع ہے

تصدیق کی ہو تو یہ طلاق طلاق ہوئی اور مجرد غصہ کا عذر مسموع نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵ از غازی پور محلہ بربرہنہ بر مکان منشی واحد علی صاحب مسئولہ محمد ادریس صاحب ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عمر ۱۶ سال بی بی جمیلہ عمر ۲۵ سال سے جو کہ رشتہ میں زید کی مامی ہوتی ہے ہمیشہ مذاق و تفریح کرتا رہا ہو کسی وقت میں زید نے جمیلہ کا ہاتھ یا پیر پکڑ لیا ہو اور ایک مرتبہ بوسہ بھی لے لیا ہو - از روئے شہوت و مذاق کے - کچھ عرصہ کے بعد بکر جو کہ رشتہ میں زید کا باپ ہے صغرے سے جو کہ جمیلہ کی لڑکی ہے نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید از روئے شرم و حیا کے اس بات کو ظاہر نہیں کر سکتا ہے تو ایسی حالت میں نکاح ہوگا یا نہیں اگر نہ ہو تو اور کوئی صورت جواز کی نکل سکتی ہے از روئے کفارہ کے یا نہیں (۲) اور اگر نکاح کر دیا ہو اس وقت میں کیا صورت ہو سکتی ہے (۳) اور ہماری طرف مامی اور بھاوج سے مذاق اور تفریح کرنا کچھ عیب میں داخل نہیں - بینوا توجروا

الجواب

بھاوج یا مامی سے ایسا مذاق حرام قطعی ہے اور کرنے والا اور وہ عورت دونوں فاسق اور اُن کے شوہر باپ بھائی اگر اس پر راضی ہوں دیوث ہیں اور دیوث پر جنت حرام اور صغرے سے بکر کا نکاح حلال ہے درمختار میں ہے اما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ فحلال واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک بہن کا لڑکا ہے اور دوسری بہن کی دختر کی لڑکی ہے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں (۲) سالی حقیقی سے نکاح اُس وقت میں جائز ہے کہ اپنے بیٹے کا نکاح بھی سالی کی دختر سے کیا جائے اور بر تقدیر جائز بھی ہے تو پہلے کس کا نکاح ہو - بینوا توجروا

الجواب

(۱) ہاں جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) جب عورت مر جائے یا اُسے طلاق دے اور عدت گزر جائے تو سالی سے نکاح جائز ہے اور سالی کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح مطلقاً جائز ہے خواہ پہلے اُس کا نکاح کریں یا پہلے اپنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷ از مدرسہ رحمانیہ رائے بریلی مسئولہ محمد ابراہیم صاحب ۲۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مساۃ ہندہ زید کی دوسری زوجہ ہے اور زید کی زوجہ

اولی کے چند لڑکے ہیں اُن میں سے ایک لڑکے نے ہندہ سے کئی بار اظہار تعشق کیا اور کہا کہ ہم تم بھاگ چلیں اور کئی بار اپنا آلت منتشر ہندہ کے ہاتھ میں بلا حجاب کسی کپڑے کے پکڑا دیا کئی بار بوسہ لے لیا اور دو مرتبہ آمادہ زنا ہوگیا یہاں تک کہ ازار کھولدیا اور پوری کوشش کی کہ دخول کرے مگر ایک مرتبہ کسی نے آواز دیکر بُرا بھلا کہا اور ایک مرتبہ ہندہ پوری کوشش کرکے بھاگ نکلی ان وجوہ سے ہندہ کا پردۂ عصمت چاک نہیں ہوا مگر ان سب صورتوں میں ہندہ متنفر تھی اور اس کو کبھی شہوت نہیں ہوئی اور ہر مرتبہ ہندہ نے اپنے شوہر زید کو خبر دی مگر اُس نے سمجھا دیا کہ لڑکے کا معاملہ ہے بدنامی بہت ہوگی اس کا اظہار نہ کرو مگر لڑکے کو بہت بُرا بھلا کہا گیا اور ساتھ کھانا چھوڑ دیا اور مارا بھی مگر لڑکا اپنی حرکات ناشائستہ سے باز نہیں آیا اب ایسی صورت میں ہندہ زید پر حرام ہوگی یا نہیں اور اگر حرام ہوگئی تو وہ اپنا نکاح دوسرا بلا طلاق زید کرسکتی ہے یا نہیں اور اگر نکاح کرسکتی ہے تو عدت بیٹھنا ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

جبکہ پسر زید نے زن زید سے یہ افعال خبیثہ کیے کہ قطعاً بشہوت تھے تو زن زید زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اگرچہ زن زید کی طرف سے شہوت نہ ہونا تسلیم کرلیا جائے کہ مس میں ایک طرف سے شہوت کافی ہے درمختار میں ہے تکفی الشہوۃ من احدھما مگر نکاح زائل نہ ہوا زید پر لازم ہے کہ عورت سے متارکہ کرے یعنی اسے چھوڑ دے مثلاً کہے میں نے تجھے چھوڑا اُس کے بعد عورت عدت کرے اُس کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے زید یا پسر زید سے کبھی نہیں کرسکتی زید کی بیٹی کی جگہ ہوگئی اور پسر زید کی ماں کی جگہ تھی ہی۔ جبتک زید متارکہ نہ کرے اور عدت نہ گزرے دوسرے سے نکاح حرام ہے درمختار میں ہے بحرمۃ المصاھرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸ از روضۂ حضرت مجدد الف ثانی سرہند شریف مسئولہ عبد القادر صاحب مدرس درگاہ شریف۔ ۳۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرزائی مذہب شخص کی دختر نابالغہ سے جو عقد نکاح ہوگیا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔ دختر مذکورہ اپنے مذہب کو کچھ نہیں جانتی ہے والد اُس کا انتقال کرچکا ہے صرف اُس کی والدہ نے نکاح ایک حنفی مذہب سے کردیا ہے ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے اُس کو علیحدہ کردیا جائے یا تا وقت بلوغ رکھا جائے بینوا توجروا

الجواب

مرزائی مرتد ہیں کما ھو مبین فی حسام الحرمین اور مرتد مرد ہو یا عورت اُس کا نکاح کسی مسلمان یا کافر اصلی یا مرتد غرض انسان یا حیوان جہان بھر میں کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا عالمگیری میں ہے لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط عورت اگرچہ نابالغہ ہے سال دوسال کی ناعاقلہ بچی نہ ہوگی اور عقل وتمیز کے بعد اسلام وارتداد صحیح ہیں تنویر الابصار میں ہے اذا ارتد صبی عاقل صح کاسلامہ سمجھ وال ہونے کی حالت میں اگر اُس نے مرزائیت قبول کی یا اتنا ہی جانا کہ مرزا نبی یا مسیح یا مہدی تھا تو اسی قدر اُس کے مرتدہ ہونے کو بس ہے۔ تجربہ ہے کہ یہ مرتد لوگ بہت بچپن سے اپنی اولاد کو اپنے عقائد کفریہ سکھاتے ہیں تو سائل کا کہنا کہ اپنے مذہب کو کچھ نہیں جانتی ہے بعید از قیاس ہے۔ پھر ان لوگوں سے ایسی قرابت قریبہ رکھنا بارہا منجر بہ فتنہ وفساد مذہب ہوتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی تو سلامت اسی میں ہے کہ اُس کو فوراً جدا کردیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۹: از ریاست فرید کوٹ کوٹھی ماہیر گنج مسئولہ علیم الدین صاحب فراش ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ غیر مقلدوں کے ساتھ تعلقات رکھنا اور اُن کے ساتھ رشتہ ناتا اپنے لڑکے لڑکی کا جائز ہے یا حرام اور اگر حرام ہے تو حنفی المذہب اپنی لڑکی کو کسی طور سے واپس لے سکتا ہے بینوا توجروا

الجواب

غیر مقلدوں سے میل جول حرام ہے اور اُن سے مناکحت ناجائز کما بیناہ فی رسالتنا ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اُس کا نکاح تمام جہان میں کسی سے نہیں ہوسکتا نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ مسلمان سے نہ انسان سے نہ حیوان سے جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط حنفی اگر اس میں مبتلا ہوا ہو تو اپنی لڑکی اسی دعوے سے واپس لے کہ نکاح ہوا ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۰: از مندسور مالوہ اے۔ وی۔ ایم سکول ریاست گوالیار مسئولہ محمد عبدالمجید صاحب مدرس۔ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ایک بیوہ عورت حاملہ ہوگئی اور بروقت تحقیقات پولیس مسماۃ مذکورہ نے بیان کیا کہ یہ حمل خاص میرے داماد کا ہے ایسی حالت میں منکوحہ داماد مسماۃ مذکورہ کی حرام ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

فقط اُس عورت کے کہنے سے داماد پر اُس کی منکوحہ حرام نہیں ہوسکتی با ثبوت شرعی ہو یا داماد اقرار کرے اُس وقت اُس کی منکوحہ پر حرام ابدی ہونے کا حکم دیا جائیگا ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱ از بستی محلہ دکھن دروازہ دُھنیا ٹولہ مسئولہ بقر عیدن صاحب ضلعدار محکمہ افیون۔ ار رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ دو برس سے مفرور ہوگئی ہے اور نہ طلاق دی نہ اُس کا کچھ پتا ہے کہ زندہ ہے یا مرگئی زید اپنی بی بی کی حقیقی بہن سے چاہتا ہے کہ نکاح کروں تو یہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ناجائز، قال تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین زید اگر چاہتا ہے تو زوجہ کو طلاق دے اور تا انقضائے عدت انتظار کرے اس کے بعد اُس کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے انقضائے عدت یہاں ظن غالب سے لیا جائیگا فانہ ملتحق فی الفقہیات بالیقین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲ از احمد نگر دکن گنج بازار متصل مسجد شاہی مسئولہ محمد ابراہیم صاحب خطیب حنفی قادری ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) زید و عمرو حقیقی بھائی ہیں عمرو اپنے پوتے کے ساتھ زید کی لڑکی سے نکاح کرانا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں۔
(۲) زید نے چھ ماہ کی عمر میں زینب کا دودھ ہندہ کے ساتھ پیا اور ہندہ کی عمر چار سال کی تھی کیا زینب کی تیسری لڑکی سے زید کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) یہ نکاح جائز ہے کہ حقیقی پھپھی نہیں رشتہ کی پھپھی ہے قال تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم جیسے بھتیجی سے بیٹے کا نکاح جائز ہے حالانکہ وہ رشتہ میں اس کی بہن ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) زینب زید کی ماں ہوگئی اور زینب کی جتنی اگلی پچھلی اولاد ہے سب زید کی بہن بھائی زینب کی کسی لڑکی سے زید کا نکاح جائز نہیں قال تعالیٰ واخوٰتکم من الرضاعۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳ مولوی عبد اللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۹ھ
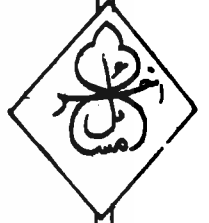
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو حقیقی بہنیں اُن کا نکاح زید و اُس کے حقیقی لڑکے کے ساتھ جائز ہے یا نہیں اور جن لوگوں میں ایسا جائز ہے اُن کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شرعاً جائز ہے کہ ایک بہن کا نکاح باپ اور دوسری کا بیٹے سے ہو اس میں کچھ حرج نہیں جبکہ کوئی مانع شرعی اور وجہ سے نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۱: از شاہجہانپور مسئولہ خان بہادر فصیح الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ۲۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان عورت یا مرد کسی دوسرے مذہب کے مرد یا عورت سے مثلاً بدھ۔ جین۔ ہندو۔ دہریہ وغیرہ سے مناکحت کرسکتا ہے یا نہیں ایسی صورت میں کہ وہ غیر مذہب والا مرد یا عورت اسلام قبول نہ کرے اور اپنے مذہب پر قائم رہے اگر نہیں کرسکتا ہے تو اس بارہ میں احکام کلام مجید کیا ہیں براہ مہربانی اُن آیات شریفہ کو درج فرمایا جائے بینوا توجروا

الجواب

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہوسکتا کتابی ہو یا مشرک یا دہریہ یہاں تک کہ اُن کی عورتیں جو مسلمان ہوں اُنھیں واپس دینا حرام ہے قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنٰت مھٰجرٰت فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنٰت فلا ترجعوھن الی الکفار لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن۔ اے ایمان والو جب تمھارے پاس اسلام لانے والی عورتیں کافروں کا دیار چھوڑ کر آئیں تو اُن کی آزمائش کرو اللہ خوب جانتا ہے اُن کے ایمان کو پھر اگر تمھیں آزمائش سے اُن کا ایمان ثابت ہو تو اُنھیں کافروں کو واپس نہ دو نہ مسلمان عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ کافر مسلمان عورتوں کے لیے حلال ہیں۔ مسلمان مرد کا فرہ کتابیہ سے نکاح کرسکتا ہے قال اللہ تعالٰی الیوم احل لکم الطیبٰت وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن آج کے دن ستھری چیزیں تمھارے لیے حلال کی گئیں اور کتابیوں کا ذبیحہ تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا ذبیحہ اُن کے لیے حلال ہے اور تمھارے لیے حلال کی گئیں پارسا مسلمان عورتیں اور عفت والی کتابیہ عورتیں جب تم اُنھیں اُن کے مہر دو۔ لیکن غیر کتابیہ سے مسلمان مرد کو نکاح حرام ہے قال اللہ تعالٰی لاتنکحوا المشرکٰت حتی
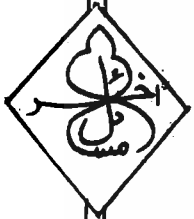
یؤمن ولامة مؤمنة خیر من مشرکة ولو اعجبتکم مشرکہ یعنی غیر کتابیہ سے نکاح نہ کرو جبتک ایمان نہ لائیں اور بے شک ایک مسلمان باندی کافرہ غیر کتابیہ سے اچھی ہے اگرچہ وہ کافرہ تمھیں پسند آئے یہ حکم کافران اصلی کا ہے مرتد و مرتدہ کا نکاح تمام عالم میں کسی سے نہیں ہوسکتا نہ مسلم سے نہ کافر سے نہ اصلی سے نہ مرتد سے فتاوے عالمگیریہ میں ہے لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از بنگال مدرسۂ معین الاسلام ڈاک خانہ جنگل باداہل موضع کاوکاسی ضلع جسر مسئولہ عبدالصمد صاحب ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بی بی یعنی اپنی بہو سے زنا کیا اب وہ بی بی مذکورہ اپنے شوہر کے لیے حلال رہے گی یا نہیں اور دونوں کے درمیان نکاح باقی رہے گا یا طلاق ہوگئی اگر طلاق ہوگئی تو کس قسم کی اور علت طلاق ہونے کی کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

لوگ اپنی طرف سے خیالات باطلہ باندھ لیتے یا فقط دو ایک شخصوں یا صرف عورت کے کہنے پر اتہام لگاتے ہیں اس کا تو کچھ اعتبار نہیں بلکہ شہادت عادلہ شرعیہ ہو یا شوہر تصدیق کرے اُس وقت حرمت کا حکم دیا جائیگا عورت ہمیشہ کے لیے اپنے شوہر پر حرام ہوجائے گی کہ اُس کے باپ کی مدخولہ ہوگئی اور باپ کی مدخولہ بیٹے پر حرام ابدی ہے قال اللہ تعالٰی ولا تنکحوا مانکح اٰباؤکم مگر طلاق نہ ہوئی نہ نکاح سے خارج ہوئی جبتک شوہر متارکہ نہ کرے مثلاً اُس سے کہے میں نے تجھے چھوڑ دیا یا جُدا کیا جب یہ کہیگا اور عدت گزر جائے گی اُس وقت عورت کسی تیسرے شخص سے نکاح کرسکے گی اُن دونوں باپ بیٹوں پر تو ہمیشہ کے لیے حرام ہے شوہر پر فرض ہے کہ اُسے متارکہ کردے کہ اب اُسے رکھ نہیں سکتا تو چھوڑنا لازم۔ قال تعالٰی فامساک بمعروف او تسریح باحسان درمختار میں ہے وبحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۶ از سُواوالہ ڈاک خانہ ریڑہ ضلع بجنور مسئولہ حکیم عبدالرحمن ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ کہ زید نے اپنے لڑکے عمرو کی زوجہ سے زنا بالجبر کیا یا زنا کی نیت کی جس کا اقرار دونوں کرتے ہیں اس صورت میں یہ عورت عمرو کی مطلقہ ہوگئی یا نہیں اور کونسی طلاق واقع ہوئی
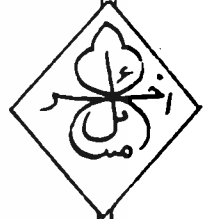
عدت بھی ہوگی یا نہیں عمرو کے لیے یہ عورت کسی طرح پھر بھی حلال ہوسکتی ہے یا نہیں۔ وقوع زنا۔ نیت زنا۔ دواعی زنا۔ تینوں میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔ یہی استفتا اس سے قبل مولانا عزیزالرحمٰن صاحب مفتی دیوبند کی خدمت میں ارسال کیا تھا جس کے جواب میں بوجہ انتقال مولانا محمود الحسن صاحب نوراللہ مرقدہ انھوں نے یہ مختصر جواب دیا تھا کہ اگر عمرو اس کا مقر نہیں ہے تو اُس کے حق میں اُس کی عورت حرام نہیں ہوئی انتہی چونکہ یہ فیصلہ بروئے پنچایت برادری طے ہونے والا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ کل مسئول عنہا امور کا جواب دیکھنے پر اگر حکم ہو تو برادری میں اُن سے انقطاع یا حقہ پانی بند کی سزائے مروج دے سکتے ہیں یا نہیں یا محض اُن سے جرمانہ وصول کرکے غربا و مساکین کی دعوت کرائی جائے اور وہ جرمانہ مسجد یا اور کسی نیک کام میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

محض نیت زنا سے کچھ نہیں ہوتا اور بیٹے پر اُس کی زوجہ حرام ابدی ہونے کے لیے صرف دواعی بھی کافی ہیں اگر عمرو کے قلب پر ان کا صدق جمتا ہے تو لازم ہے کہ وہ عورت کو اپنے اوپر حرام سمجھے فان التحری من دلائل الشرع وقول الفاسق معتبر اذا وقع التحری علی صدقہ یوہیں اگر عمرو نے اُن کی تصدیق کی تو عورت کی حرمت ابدی کا حکم ہے لان الاقرار حجۃ ملزمۃ اور اگر نہ اس نے اُن کی تصدیق کی نہ اس کے قلب پر اُن کا صدق جمتا ہے تو عورت اس پر حرام نہ ہوئی لان الاقرار حجۃ قاصرۃ لاتعدو المقر پھر جن صورتوں میں عورت اس پر حرام مانی جائے گی ہمیشہ کے لیے حرام ہوگی۔ کسی طرح ان باپ بیٹوں کے لیے حلال نہیں ہوسکتی مگر ہنوز طلاق نہ ہوئی عمرو پر فرض ہوگا کہ اُسے چھوڑ دے اور اُس کے چھوڑنے کے بعد عورت پر عدت لازم ہوگی بعد عدت کسی تیسرے سے نکاح کرسکے گی۔ درمختار میں ہے وبحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ اگر بصورت حرمت عمرو عورت کو رکھے تو مسلمان اُس سے میل جول چھوڑ دیں مگر جرمانہ لینا حرام ہے اور اُسے مسجد میں صرف کرنا اور دیوبندیوں سے فتوے پوچھنا حرام اور اُن کے فتوے پر عمل کرنا حرام اور انھیں مولانا یا نوراللہ مرقدہ کہنا حرام تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے شان الوہیت وشان رسالت میں اُن کی سخت گستاخیوں کے سبب اُن کی تکفیر پر اتفاق کیا اور حسام الحرمین شریف میں فرمایا من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر یعنی جو اُن کے
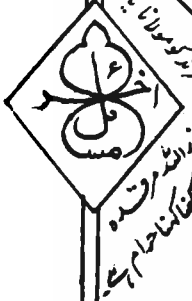
اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر والعیاذ باللہ تعالٰے واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ مسئولہ مولنا مولوی احمد مختار صاحب میرٹھی مورخہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

(۱) ما قولکم ایہا العلماء الکرام۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد و مہدی مسیح موعود اور پیغمبر صاحب وحی والہام ماننے والے مسلم ہیں یا خارج از اسلام اور مرتد۔

(۲) بشکل ثانی اُس کا نکاح کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ یا اُن کی ہم عقیدہ عورت سے شرعًا درست ہے یا نہیں۔

(۳) بصورت ثانیہ جس عورت کا نکاح ان لوگوں کے ساتھ منعقد کیا گیا ہے اُن عورات کو اختیار حاصل ہے کہ بغیر طلاق لیے اور بلا عدت کسی مرد مسلم سے نکاح کرلیں۔ بینوا آجرکم اللہ تعالٰے۔

الجواب

(۱) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو وہ تو مطلقًا کافر مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لیے مانے قال اللہ تعالٰی ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وقال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر اُسے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدد یا ایک ادنٰی درجہ کا مسلمان جاننا درکنار جو اُس کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اُس کے کافر ہونے میں ادنٰی شک کرے وہ خود کافر مرتد ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) قادیانی عقیدے والے یا قادیانی کو کافر مرتد نہ ماننے والے مرد خواہ عورت کا نکاح اصلًا قطعًا ہرگز زنہار کسی مسلم کافر یا مرتد اُس کے ہم عقیدہ یا مخالف العقیدہ غرض تمام جہان میں انسان حیوان جن شیطان کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط اُسی میں ہے وباب تصرفات مرتد ہیں منہا ما ھو باطل بالاتفاق نحو النکاح لا یجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولا مرتدۃ ولا ذمیۃ ولا حربیۃ ولا مملوکۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) جس مسلمان عورت کا غلطی خواہ جہالت سے کسی ایسے کے ساتھ نکاح باندھا گیا اُس پر فرض فرض فرض ہے کہ فورًا فورًا فورًا اُس سے جدا ہو جائے کہ زنا سے بچے اور طلاق کی کچھ حاجت نہیں بلکہ طلاق کا کوئی محل ہی نہیں طلاق تو جب ہو کہ نکاح ہوا ہو نکاح ہی سرے سے نہ ہوا نہ اصلًا عدت کی ضرورت کہ زنا کے لیے عدت نہیں بلا طلاق و بلا عدت جس مسلمان سے چاہے نکاح کرسکتی ہے درمختار میں ہے نکحہا کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل رد المحتار میں ہے ای فالوطء فیہ زنا لا یثبت بہ النسب

واللہ تعالٰی اعلم

فقط
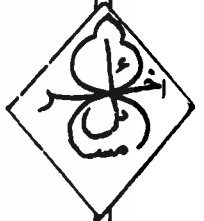
مسئلہ ۱۲۶: قصبہ نہٹور ضلع بجنور محلہ میاں صاحب سادات اول مرسلہ سید محمد مختار احمد صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۴ھ روز چہار شنبہ

مکرم معظم بندہ جناب قبلہ مولنا صاحب زاد فضلکم۔ السلام علیکم مزاج شریف۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع نائب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ زید کی دو زوجہ زوجہ اول کا انتقال ہوگیا اس سے اُس کے ایک نواسہ زوجہ دوم کے ایک لڑکی اب زوجہ دوم کی لڑکی سے زوجہ اول کے نواسہ کا نکاح درست ہے یا نہیں گویا سوتیلی خالہ سے یعنی اپنی ماں کی سوتیلی بہن سے جو دوسری ماں سے پیدا ہو کوئی شخص اپنا نکاح کرسکتا ہے سبب یہ ہے کہ ناکح کا باپ اور منکوحہ کا باپ اور ماں دونوں علیحدہ ہیں کیونکہ بعض شخص کچھ ایسی حجت پیدا کرتے ہیں کہ چچا زاد یا تائی زاد یا خالہ زاد بہن بھائی حقیقی کا نکاح جائز ہے جبکہ ناکح اور منکوحہ کے ماں اور باپ کا ایک باپ اور ایک ماں ہیں جو کہ کس طرف سے شمار ہوتی ہے کسی ایسی عام فہم صورت میں جواب صاف اور کسی مستقل حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زوجہ دوم کی وہ لڑکی اگر زید ہی کے نطفہ سے ہے تو بلاشبہہ زید کے نواسہ پر حرام قطعی ہے اور اگر کسی دوسرے شوہر سے ہے تو جائز ہے جزئیت کے بارہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اپنی فرع اور اپنی اصل کتنی بعید ہو مطلقاً حرام ہے اور اپنی اصل قریب کی فرع اگرچہ بعید ہو حرام ہے اور اپنی اصل بعید کی فرع قریب حرام ہے اور اپنی اصل بعید کی فرع بعید حلال اپنی فرع جیسی بیٹی پوتی نواسی کتنی ہی دور ہو اور اصل ماں دادی نانی کتنی ہی بلند ہو اور اصل قریب کی فرع یعنی اپنی ماں اور باپ کی اولاد یا اولاد کی اولاد کتنی ہی بعید ہو اور اصل بعید کی فرع قریب جیسے اپنے دادا پر دادا نانا پرنانا دادی پر دادی نانی پرنانی کی بیٹیاں یہ سب حرام ہیں اور اصل بعید کی فرع بعید جیسے انھیں اشخاص مذکورہ آخر کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب کی فرع نہوں صورت مذکورہ میں جبکہ زوجہ دوم کی لڑکی زید کے نطفہ کی ہو تو وہ اس کے اصل بعید کی فرع قریب ہوئی زید اس کا نانا ہے وہ اس کی اصل بعید ہوا اور یہ لڑکی اُس کی بیٹی یہ اُس کی فرع قریب ہوئی لہٰذا حرام ہوئی اور اگر دوسرے شوہر سے ہے تو اس سے کوئی تعلق نہ ہوا لہٰذا حلال ہوئی چچا خالہ ماموں پھپی کی بیٹیاں اس لیے حلال ہیں کہ وہ اس کی اصل بعید کی فرع بعید ہیں یعنی دادا نانا کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب سے نہیں نقایہ میں ہے حرم علی المرء اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب وصلبیۃ اصلہ البعید وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷: مسئولہ حافظ محمد علاء الدین صاحب پیش امام جامع مسجد مقام بلرامپور ڈاک خانہ رانگہ ڈیہہ ضلع مانبھوم۔

(۱) جن عورتوں سے نکاح حرام ہے وہ کون کون ہیں عام فہم بیان ہو خصوصاً میرے سمجھنے کے قابل۔

(۲) جو عورت زید کے بڑے بھائی کے نکاح میں آچکی ہو بعد مرنے بڑے بھائی کے اُس عورت یعنی اپنی بھاوج سے

زید عقد کرسکتا ہے یا نہیں اس کا جھگڑا پڑا ہوا ہے اس کو خلاصہ تحریر فرمائیں فقط

الجواب

حرمت کے اسباب متعدد ہیں اول نسب جیسے ماں بیٹی بہن خالہ پھوپی بھتیجی بھانجی دوم رضاعت دودھ کے رشتہ سے یہ عورتیں دودھ پلانے والی ماں اور اُس کی بیٹی بہن اور جس نے اپنا دودھ پیا بیٹی اور جن مرد و عورت کا دودھ پیا اُن کی بہنیں خالہ پھوپی اور اپنے رضاعی بھائی بہن کی اولاد یا اپنے بھائی بہن کی رضاعی اولاد بھتیجی بھتیجیاں وغیرہ علیہ سوم مصاہرت کہ اپنے اصول مثلاً باپ دادا نانا اور اپنی فروع مثلاً بیٹا پوتا نواسہ ان کی بیبیاں یا جن عورتوں کو انھوں نے بشہوت ہاتھ لگایا ہو یونہیں اپنی بی بی یا مدخولہ کی ماں دادی نانی چہارم شرک یعنی غیر کتابی کافرہ عورت مسلمان پر حرام ہے پنجم ارتداد جو عورت مسلمان ہوکر اسلام سے نکل جائے اُس سے نکاح حرام ہے اگرچہ وہ کتابیوں ہی کا دین اختیار کرے ششم پانچویں یعنی جب چار عورتیں نکاح میں موجود ہوں تو پانچویں حرام ہے ہفتم دو محارم میں جمع کرنا مثلاً ایک عورت نکاح میں ہے توجبتک وہ نکاح میں رہے اُس کی بہن پھوپی خالہ بھتیجی بھانجی سے نکاح حرام ہے ہشتم جب کوئی آزاد عورت نکاح میں ہو تو اُس کے ہوتے ہوئے کنیز سے نکاح جائز نہیں نہم جس عورت کو تین طلاقیں دے چکا جب تک حلالہ نہ ہو اُس سے نکاح حرام ہے دہم جس عورت سے لعان کرچکا جبتک اپنے نفس کی تکذیب نہ کرے اُس سے نکاح نہیں کرسکتا یازدہم وہ عورت کہ دوسرے کے نکاح میں ہو دوازدہم وہ عورت کہ دوسرے کی عدت میں ہو جزئیات بہت کثیر ہیں تفصیل کو اجزا درکار ہیں یہ چند اجمالی باتیں ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲ عدت گزرنے کے بعد کرسکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹ از دوار کا اوکھا کاٹھیا وار مرسلہ نانک حبیب خاں ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

مصدر بوارق معانی مظہر شوارق فیض رسانی ادام اللہ عنایتکم۔

السلام علیکم۔ دست بستہ آداب۔ خیریت طرفین کا خواستگار ہوں۔

سوال۔ وہ لڑکی کہ جس نے بچپن میں میری اُس ہمشیرہ کا دودھ ایک یا دو دفعہ نیند کی حالت میں پیا ہو کہ اُس کی اور میری والدہ ایک ہو اور والد جُدا آیا وہ لڑکی میرے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں اور اگر وہ لڑکی میرے نکاح میں آچکی ہو اور دودھ پلانے کی واردات پیچھے ظاہر ہوئی اس کے لیے کیا فتوے ہے براہ نوازش بہت جلد مطلع فرماکر فخر بخشیں۔

الجواب

جس لڑکی نے سائل کی بہن کا دودھ پیا اگرچہ اس کے سوتے میں اگرچہ ایک ہی بار اگرچہ ایک ہی قطرہ اگرچہ وہ بہن سائل سے صرف ماں میں شریک اور باپ میں جدا تھی وہ لڑکی سائل کی بھانجی ہوگئی اور اُس سے اُس کا نکاح حرام قطعی ہے اور اگر نادانستگی میں ہوگیا اور اب بہ ثبوت شرعی رضاعت ثابت ہوئی تو سائل پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اُسے جدا کردے کہ وہ اُس کی بھانجی اور مثل حقیقی دختر کے ہے پھر اگر جماع واقع ہوا تو مہر دینا آئیگا جو مہر مثل و مہر مسمے میں کم ہو اور عورت اس کے چھوڑنے کے بعد تین حیض عدت کرے گی پھر جس سے چاہے نکاح کرے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۱۳۰] مسئولہ میاں قدرت اللہ صاحب چشتی از مقام پٹن ضلع گجرات ریاست بڑودہ ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ

ولی
حامد
یازو
دوسری عورت
کمال
نسب
پہلی عورت
علی
احمد
ولی
خدیجہ
کریما

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ لڑکا کمال اور لڑکی کریما دونوں کے درمیان نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اس شجرہ سے واضح ہے کہ کمال اور ولی دونوں آپس میں سوتیلے بھائی ہیں باپ ایک اور ماں جدا اور کریمہ ولی کی نواسی یعنی بیٹی کی بیٹی ہے تو وہ کمال پر حرام ہے نکاح نہیں ہوسکتا قال اللہ تعالیٰ وبنت الاخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۱۳۱] از مارہرہ شریف مرسلہ محمد نعیم صاحب ۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے اپنے لڑکپن میں جبکہ اُسکی عمر صرف دس یا گیارہ سال تھی ایک چودہ سالہ عورت سے جسکی شادی اُسی ماہ میں ہوئی تھی عورت کے رغبت کرنے اور سکھانے سے زنا کیا لیکن لڑکا نابالغ تھا۔ اب اُس عورت سے ایک لڑکی ہے اس لڑکی کا نکاح لڑکے مذکور سے جس نے اپنی نابالغی کی حالت میں اُس کی ماں سے زنا کیا تھا جائز اور درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اُس وقت لڑکے کی عمر ۱۲ برس سے کم تھی تو حرمت ثابت نہ ہوئی۔ وہ لڑکا اس عورت کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے درمختار میں ہے لو جامع غیر مراہق زوجۃ ابیہ لم تحرم فتح رد المحتار میں ہے لا بد فی کل منہما من سن المراھقۃ واقلہ للانثی تسع وللذکر اثنا عشر لان ذلک اقل مدۃ یمکن فیہا البلوغ کما صرحوا بہ فی باب بلوغ الغلام وھذا یوافق ما مر من ان العلۃ ھی الوطء الذی یکون سببا للولد والمس الذی یکون سببا لھذا الوطء ولا یخفی ان غیر المراھق منہما لا یتأتی منہ الولد واللہ تعالیٰ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱: از کھنڈوا ضلع نماڑ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ جس کی عمر آٹھ برس کی ہے باپ اُس کا اُس کی خوردگی میں انتقال کرگیا پھر بعد اُس کی ماں سے نکاح ہی اُس کی ولایت و کفیل ہی ایک چچا اُس کا ہے وہ لڑکی کے باپ مرحوم سے تخمیناً چالیس سال سے بالکل علیحدہ ہے کسی نوع کا واسطہ و تعلق باہمی نہیں اس لڑکی کا نکاح بے اجازت والدہ کے ایسے مقام پر لیجا کر پڑھا دیا جہاں ماں موجود نہ تھی پس یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

تقریر سوال سے واضح کہ اُس لڑکی کا دادا یا کوئی جوان بھائی نہیں پس صورت مستفسرہ میں اُس کا چچا ہی اُس کا ولی ہے جس کے ہوتے ماں کو بھی اختیار نہیں اور چچا کا باپ سے جُدا و بے علاقہ ہونا اُس کی ولایت شرعیہ کو ساقط نہیں کرتا کہ غایت درجہ قطع رحم ہوگا اور اُس کی نہایت گناہ اور گناہ مسقط ولایت نہیں تنویر الابصار میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ درمختار میں ہے فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام فتاوے خیریہ میں ہے لان الام لاتملک تزویجہا مع العم فتاوے خانیہ میں ہے الفسق لایمنع الولایۃ[ف۱] پس وہ نکاح کہ بے اجازت چچا کے ہوا اُس کی اجازت پر موقوف رہیگا اگر رد کردے باطل ہوجائیگا مجمع الانہر میں ہے وقف[ف۲] تزویج فضولی وھو من لم یکن ولیا ولا اصیلا ولا وکیلا علی اجازۃ من لہ العقد فان اجاز ینفذ والا لا اور اجازت دے تو نافذ ہوجائیگا بشرطیکہ جس شخص کے ساتھ نکاح ہوا وہ اس دختر کا کفو ہو اور اس کے مہر میں کمی فاحش نہ کی گئی ہو ورنہ اگر کفو نہیں یا مہر میں ایسی کمی ہے تو نکاح اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتا نہ چچا وغیرہ ان اولیا کی اجازت سے نافذ ہوسکے کہ ایسا نکاح اگر خود چچا کے ہاتھوں کا کیا ہوتا تاہم باطل تھا پھر اُس کے جائز کیے نفاذ کیونکر پاسکتا ہے درمختار میں ہے ان[ف۳] کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے اصلا ای لالازما ولا موقوفا علی الرضا بعد البلوغ فتح القدیر میں ہے العم ونحوہ لم یصح منھم التزویج بغیر الکفو اور کفو[ف۴] کے یہ معنے کہ اُس کی قوم یا مذہب یا اعمال یا پیشے میں بہ نسبت خاندان دختر کے کوئی ایسا قصور و عیب نہ ہو جس کے سبب اولیائے دختر کو عار لاحق ہو نہ ایسا محتاج ہو کہ اگر یہ دختر بالفعل قابل جماع ہے تو نفقہ نہیں دے سکتا یا کسیقدر مہر کل یا بعض از روئے شرط یا حسب رواج بلد معجل ہے تو فی الحال اُس کے ادا پر قادر نہیں تنویر میں ہے تعتبر (یعنی الکفاءۃ) نسبا وحریۃ واسلاما ودیانۃ ومالا وحرفۃ ملتقی الابحر میں ہے وتعتبر[ف۵] مالا فالعاجز عن المہر المعجل والنفقۃ غیر الکفو الخ شامی میں ذخیرہ و فتح القدیر سے ہے قولہ لو تطیق الجماع فلو صغیرۃ لاتطیقہ فھو کفو وان لم یقدر علی النفقۃ لانہ لانفقۃ لھا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم سبحنہ احکم۔

مسئلہ ۲: ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ ہجری قدسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صغیرہ کا باپ اُس کے نکاح کی زید کے ساتھ اپنے پسر جوان کو اجازت دیکر اپنی نوکری کے مقام پر کہ وہاں سے سات آٹھ کوس ہے چلا گیا اُس کے پیچھے وہ نکاح ہوا رخصت کے بعد باپ آیا چوتھی کی رخصت اُس کے سامنے ہوئی اور برسوں آئی گئی اب سات برس کے بعد باپ کہتا ہے میں اس نکاح سے راضی نہیں اس صورت میں باپ یا اُس صغیرہ کو بعد بلوغ حق فسخ نکاح پہنچتا ہے یا نہیں اور وہ نکاح کہ بھائی

نے کیا صحیح ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ ثابت ہو کہ پدر صغیرہ نے اپنے پسرِ جوان کو دخترِ نابالغہ کے نکاح کی زید کے ساتھ اجازت دی اور وہ نکاح حسبِ اجازت واقع ہوا تو اب اُسے نہ پدرِ صغیرہ خود فسخ کرسکے نہ صغیرہ بعد بلوغ اُس کا اختیارِ فسخ رکھے بلکہ وہ نکاح قطعاً صحیح ونافذ ولازم ہوگیا فان الاذن توکیل وفعل الوکیل کفعل الموکل ومن سعی فی نقض ما تم من جهته فسعیه مردود علیه۔ تنویر میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی ابا اوجدا الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳: ۲ رجب المرجب ۱۳۰۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیلٰے کا باپ بکر اُس کا نکاح عمرو کفو کے ساتھ کردینے کی اجازت اپنے جوان بیٹے خالد کو دے کر بریلی سے اپنی نوکری پر بیسل پور کہ یہاں سے بیس کوس ہے چلا گیا خالد برادر وہندہ مادر لیلٰے کو عمرو سے نکاح منظور نہ تھا اُن کی مرضی زید کے ساتھ نکاح میں تھی کہ وہ بھی مثل عمرو آپس اور برادری ہی کا ہے لہٰذا برخلاف اجازتِ بکر مادر وبرادر لیلٰے نے جلدی کرکے لیلٰے نابالغہ دہ سالہ کا نکاح زید نابالغ ہفت سالہ سے کردیا جب پدر لیلٰے آیا خبر سُن کر سخت ناراض ہوا اور دختر کو سسرال سے بُلالیا اور پھر نہ جانے دیا اس پر سات برس کا زمانہ گزرا کہ لیلٰے بالغہ ہوگئی مگر زید ہنوز نابالغ ہے لیلٰے نے بالغہ ہوتے ہی فوراً اُس نکاح سے انکار کردیا اور دوسری جگہ اپنا نکاح کیا چاہتی ہے اس صورت میں نکاح اول فسخ ہوا اور ہندہ کو نکاح ثانی کا اختیار ملا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

چند روز ہوئے کہ یہ مسئلہ سائل کی طرف مقابل یعنی پدر زید نے فقیر سے دریافت کیا اور اُس میں صورتِ سوال بالکل اس کے خلاف تھی اُس نے ظاہر کیا تھا کہ پدر لیلٰے اُس کے نکاح کی اجازت خالد اپنے پسرِ جوان کو اسی زید کے ساتھ دے گیا تھا اور چوتھی کی رخصت اُس کے سامنے ہوئی اور لیلٰے برسوں آتی گئی اب سات برس کے بعد کہنا ہے میں راضی نہیں اس پر فقیر نے لکھا تھا کہ مضمون مذکور ثابت ہو تو بیشک نکاح صحیح ولازم ہوگیا جسے کوئی فسخ نہیں کرسکتا اب پدر لیلٰے یہ شکل اظہار کرتا ہے اور اُس کے ساتھ چند کسان برادری جو اپنے آپ کو فریقین کا رشتہ دار قریب بتاتے ہیں بقسم اس بیان بکر کی تائید کرتے ہیں۔ غرض علم واقع حق جل وعلا کو ہے اگر یہ لوگ سچے ہیں اور صورتِ سوال یونہیں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نکاح برخلاف اجازت پدر ہوا تو اگر اُس نے ناراضی میں اس نکاح کے رد کرنے کا کوئی لفظ کہا تو نکاح اُسی وقت فسخ ہوگیا اور اگر کوئی ایسا لفظ نہ کہا اور نہ اس پر راضی ہوا نہ اُس نے کبھی رخصت کی اور لیلٰے نے بالغہ ہوکر انکار

کردیا تو اب نکاح فسخ ہوگیا کہ برادرِ لیلٰے کو جب پدرِ لیلٰے نے خاص عمرو کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی تھی تو اُسے بتوکیل پدر اسی قدر کا اختیار تھا اب کہ اُس نے مخالفت کرکے زید سے نکاح کردیا یہ نکاح نکاحِ فضولی ٹھہرا درمختار میں ہے اجمعوا انہ لم یجز لوامرہ بمعینۃ فخالف اھ ملخصا یعنی الوکیل بالنکاح ردالمحتار میں ہے فی کل موضع لاینفذ فعل الوکیل فالعقد موقوف علی اجازۃ الموکل اور نکاح فضولی بے اجازت نافذ نہیں ہوتا پس اگر لیلٰے کے باپ نے رد کیا تو جبھی رد ہوگیا اور اگر نہ رد کیا نہ اجازت دی اور لیلٰے نے بالغہ ہوکر فسخ کردیا تو اب فسخ ہوگیا فی ردالمحتار من فصل الفضولی عن جامع الفصولین یتوقف علی اجازۃ ولیہ مادام صبیا ولو بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجاز بنفسہ جاز ولم یجز بنفس البلوغ بلا اجازۃ پس لیلٰے کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے واللہ تعالٰی اعلم واعلم[ف] ان غیبۃ بکر لم تکن منقطعۃ حتی تنتقل الولایۃ الی الاخ فیکون تزویجہ ایاھا صحیحا نافذا ولو غیر لازم فلا ینفسخ بمجرد فسخہا بل تحتاج فیہ الی حکم القاضی کما فی الھدایۃ والدر وغیرھما من الاسفار اما علی ما اختارہ اکثر المتأخرین وجزم بہ فی التنویر وغیرہ وقال فی التبیین ان علیہ الفتوی وھو التقدیر بمسافۃ القصر فالامر واضح واما علی ما اختارہ اکثر المشایخ وقال السرخسی ومحمد بن الفضل واصحاب الذخیرۃ والمجتبی والبحر انہ الاصح وصاحب الھدایۃ انہ اقرب الی الفقہ والامام قاضی خان فی شرح الجامع الصغیر انہ احسن الاقاویل والزیلعی فی التبیین انہ احسن والمحقق فی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ وعلیہ مشی فی الاختیار والنقایۃ والملتقی والباقانی ونقل ابن الکمال ان علیہ الفتوی وفی شرح الملتقی عن الحقائق انہ اصح الاقاویل وعلیہ الفتوی ویشیر کلام النھر الی اختیارہ وفی البحر ان الاحسن الافتاء بہ وبالجملۃ کان ارجح التصحیحین وھو کونہ بحیث لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفو الذی حضر وان کان مختفیا فی نفس البلد فلان المبنی عندھم الحاجۃ الی استطلاع مفوت للکفو الحاضر لما فیہ ضرر والولایۃ للنظر فوجب سقوطھا وھھنا کلا الامرین منتفی الحاجۃ الی الاستطلاع لحصول الاطلاع فانہ قد اذن فی التزویج لعمرو وفوات الکفو لوجود عمرو وبل لقائل ان یقول ان لاغیبۃ اصلا لوجود التوکیل ووجود الوکیل کوجود الموکل فظن انہ تزویج نافذ صدر عن ولایۃ ظن باطل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹ ربیع الآخرہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نابالغ کا نکاح ہندہ نابالغہ کے ساتھ اُن کے وارثوں نے کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور زید یا ہندہ بعد بلوغ اُسے فسخ کرسکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

ف: ولی اقرب غائب بغیبت منقطعہ ہو تو ولی ابعد کی طرف حق ولایت منتقل ہوجاتا ہے اور غیبت منقطعہ میں دو قول مصحح ہیں ارجح یہ کہ اگر ولی کا انتظار کیا جائے تو کفو حاضر فوت ہوجائیگا یعنی انتظار نہ کریگا کہیں اور کرلیگا۔

الجواب

سائل مظہر کہ زید کا نکاح اُس کے باپ نے کیا اور باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہوتا ہے یعنی اولاد کو اُس کے فسخ کا اختیار نہیں ہوتا فی الدرالمختار لزم النکاح ولو بغبن فاحش بزیادۃ مھرھا او بغیر کفوان کان الولی ابا اوجدا لم یعرف منھما سوء الاختیار اور ہندہ کا نکاح اُس کے چچا نے کیا کہ پدر ہندہ مرچکا تھا اس حالت میں اگر زید ہندہ کا کفو نہیں یعنی اُس سے قوم یا دین یا پیشہ وغیرہا امور معتبرہ میں ایسا گھٹا ہوا ہے جس کے ساتھ نکاح ہونا باعث عار وبدنامی ہو یا یہ کہ ہندہ کا جس قدر مہرمثل تھا اُس سے بہت کم مہر باندھا گیا تو ان صورتوں میں نکاح اصلاً صحیح نہ ہوا یہاں تک کہ اگر ہندہ بالغہ ہو کر اُسے جائز رکھے جب بھی جائز نہ ہوگا فی الدرالمختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وما فی صدر الشریعۃ صح ولھما فسخہ وھم اور اگر یہ بات نہیں بلکہ زید کفو ہے اور مہرمثل میں کمی فاحش نہ ہوئی تو نکاح صحیح ہوگیا مگر ہندہ کو اختیار ہے کہ بعد بلوغ فوراً اُس نکاح کو رد کردے اور حاکم شرع کے حضور دعوی کرکے فسخ کرالے فی الدرالمختار وان کان من کفو وبمھر المثل صح ولصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ بشرط القضاء للفسخ مگر از انجا کہ ہندہ بکر ہے تو بحالت بلوغ جس وقت نکاح پر مطلع ہو فوراً اور پہلے سے مطلع تھی تو بالغ ہوتے ہی معاً نکاح کو رد کردے اگر ذرا بھی دیر کی تو نکاح لازم ہوجائیگا اور اُسے فسخ کرانے کا اختیار نہ رہیگا فی الدرالمختار بطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ از چھاؤنی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ بعد بیوہ ہوجانے کے اپنا نکاح ایسے شخص سے چاہتی ہے جس سے اُس کے ماں باپ ہندہ سے اس امر پر راضی نہیں اب اگر ہندہ ناراضی والدین گوارا کرکے اپنا نکاح اُس سے کرلے تو آیا یہ نکاح شرعاً درست ہوگا یا نادرست بینوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ شخص جس سے ہندہ بہ ناراضی پدر اپنا نکاح بطور خود کیا چاہتی ہے ہندہ کا کفو ہے یعنی اُس کی قوم یا پیشہ یا مذہب وغیرہا میں بہ نسبت ہندہ کے کوئی ایسا قصور وعیب نہیں جس کی وجہ سے ہندہ کا اُس کی مناکحت میں آنا پدر ہندہ کے لیے موجب عار ہو تو بلاشبہہ نکاح صحیح ودرست ہوجائیگا اور والدین کی ناراضی اگرچہ ہندہ کو نقصان کرے مگر جواز نکاح میں خلل نہ آئیگا قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم الایم احق بنفسھا من ولیھا رواہ الائمۃ مالک واحمد ومسلم وابو داود والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وغیرھم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما
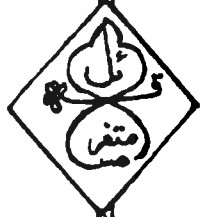
درمختار میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا ۱ھ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۱۶ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور زید کی اہلیہ نے انتقال کیا دو بیٹیاں چھوڑیں۔ ورلڑکیوں کا کوئی وارث سوا ایک ماموں حقیقی کے کوئی نہ تھا ماموں نے ایک لڑکی کہ جس کی عمر تخمیناً سات برس کی تھی اس کا نکاح اپنے بیٹے کے ساتھ کردیا جس کو اب عرصہ آٹھ برس کا ہوا اور بڑی لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کردیا اب بڑی دختر باغوا اپنے شوہر کے اپنی چھوٹی ہمشیر کو بہکاتی ہے کہ تو کہدے کہ میری نابالغی میں نکاح ہوا ہے میں راضی نہیں ہوں تو میں تیرا نکاح اپنے دیور سے کرادونگی چنانچہ چھوٹی لڑکی اب اپنے ماموں سے کلمات ناراضی بیان کرتی ہو اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

سائل اظہار کرتا ہے کہ اس چھوٹی لڑکی کو بالغہ ہوئے سال بھر گزرا اور اُسے نکاح کی خبر کئی برس سے ہے اور یہ کلمات ناراضی اُس نے کوئی دو مہینے سے کہنے شروع کیے ہیں۔ اگر یہ بیان واقعی ہے تو وہ نکاح لازم ہوگیا اور عورت کو حق اعتراض اصلانہ رہا جبکہ اُسے پہلے سے نکاح پر اطلاع تھی تو جس آن میں بالغہ ہوئی فوراً اُسی آن میں اگر ناراضی ظاہر کردیتی تو اُسے حق اعتراض رہتا یہاں تک کہ اگر بالغہ ہو کر ایک لمحہ کو بھی دوسرے کام یا دوسری بات میں مصروف رہی تو اب اعتراض کا اختیار نہیں رکھتی یہاں تو جوان ہونے پر کئی مہینے بعد اُس نے اعتراض شروع کیا ہے یہ اصلاً قابل قبول نہیں عورت پر فرض ہے کہ اس جہالت سے باز آئے اور اُس کی بہن پر فرض کہ پرائی زوجہ کو اغوا نہ کرے ورنہ سوا گناہ کے کچھ حاصل نہو گا فی الدر المختار بطل خیار البکر بالسکوت لو عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس اھ ملخصاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا جو کسی عورت کو اُس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں رواہ ابوداود والنسائی وابن حبان والحاکم باسناد صحیح عن ابی ہریرۃ ونحوہ احمد وابن حبان والبزار والحاکم بسند صحیح عن بریدۃ وابویعلی والطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابن عباس والطبرانی فی الاوسط والصغیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶ رجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک لڑکی نابالغہ کہ جس کی عمر گیارہ برس کی ہے اور اُس کی ماں مرچکی ہے اور باپ اُس کا گوالیار میں نوکر ہے نانا اُس لڑکی کا باپ کی غیبت میں لڑکی کو اپنے یہاں لے گیا اور بلامشورہ باپ کے اُس کا نکاح ایک رافضی سے کردینا چاہتا ہے جب باپ کو اطلاع ہوئی آیا اور نانا کو ممانعت کی کہ میں ایسی تقریب ہرگز

روا نہیں رکھتا بلکہ اس مضمون کا اُس نے نوٹس بھی دیدیا ہے مگر وہ اپنے ارادہ سے باز نہیں رہتا ہے لڑکی کو روک رکھا ہے اور لڑکی اور اُس کا باپ سب سُنّی ہیں اس صورت میں اگر نانا اُس نابالغہ کا نکاح باوجود ممانعت پدر کے اُس رافضی سے کردیگا تو صحیح ہوگا یا نہیں اور نانا کو لڑکی کے اپنے پاس بٹھا رکھنے اور باپ سے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں۔

الجواب

باپ کے ہوتے نانا کوئی چیز نہیں نہ بے اُس کی اجازت کے وہ نکاح کردینے کا مختار یہاں تک کہ اگر نانا بے اجازت پدر اُس نابالغہ کا کسی سُنّی سے نکاح کردیگا اور باپ روا نہ رکھیگا تو وہ نکاح باطل ہے نہ کہ رافضی کہ آجکل عموماً مرتدین ہیں اور اُن سے سنیہ عورت کا نکاح اصلاً صحیح نہیں علاوہ بریں اس قدر میں تو شک نہیں کہ رافضی سنیہ بنت سُنّی کا کفو نہیں ہوسکتا اور غیر کفو سے جو نکاح باپ دادا کے سوا دوسرا کردیگا ہرگز صحیح نہ ہوگا نہ کہ باپ کی صریح ممانعت کی حالت میں یہ نکاح کیا جائے یہ کیونکر وجہ صحت رکھیگا پس یقیناً یہ نانا کا محض ظلم ہے اگر وہ ایسا کریگا تو ہرگز نکاح نافذ نہ ہوگا بلکہ باطل ہوگا اور لڑکی نو برس کی عمر سے باپ ہی کے پاس رہے گی اگر ماں ہوتی تو وہ بھی نو برس کے بعد اپنے پاس نہ رکھ سکتی نہ کہ نانا یہ سب ظلم و تعدی ہے تنویر الابصار میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثٰی علی ترتیب الارث والحجب درمختار میں ہے لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اُسی میں ہے ان کان المزوج غیرھما ای الاب وابیہ ولو الام لا یصح من غیر کفو اصلاً اُسی میں ہے لیس فاسق[ف۱] کفوا للصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح ھ انتھٰی ملخصا ردالمحتار میں ہے قولہ اصلا ای لا لازما ولا موقوفا علی الرضا بعد البلوغ درمختار میں ہے الام والجدۃ احق بھا حتی تشتھی وبہ یفتی وقدر بتسع وبہ یفتی واللہ تعالٰی اعلم۔

[ف۱] فاسق، زن صالحہ کا کفو ہے نہ فاسقہ بنت صالح کا۔

مسئلہ یکم شعبان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ باکرہ تھی اُس کے ولی نے اپنی اجازت سے اُس کا نکاح زید کے ساتھ کردیا ہندہ کو معلوم تھا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ ہوگا لیکن اُس نے خاص اجازت اپنی زبان سے نہیں دی اور نہ انکار کیا اس صورت میں ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ جائز ہوگیا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو ولی اور نکاح پڑھانے والے پر کیا کفارہ ہوگا بینوا توجروا

الجواب

اصل یہ ہے کہ زن بالغہ پر کسی کی ولایت جبریہ نہیں اور اُس سے پیش از نکاح اذن لینا مسنون ہے اگر بے اذن لیے نکاح کیا جائے تو وہ نکاح نکاح فضولی ہے کہ اجازت زن پر موقوف رہے گا اگر جائز رکھے جائز ہوجائے اور

ردکردے تو باطل مگر زن دوشیزہ کا سکوت بھی اذن ہوتا ہے جبکہ خود ولی اقرب یا اُس کا وکیل یا فرستادہ نکاح کرنے کا اذن سے اذن لے بشرطیکہ جس کے ساتھ نکاح کا اذن لیا گیا عورت اُسے پہچانتی بھی ہو اور بغیر استیذان ولی کے مجرد اس جاننے پر کہ میرا نکاح فلاں کے ساتھ کیا جائیگا خاموش رہنا اذن نہیں کہ اذن وعلم میں زمین آسمان کا فرق ہے یہاں تک کہ اگر ولی اقرب کے ہوتے ولی ابعد اذن لے اور دوشیزہ سکوت کرے تاہم یہ سکوت اذن نہ ٹھہریگا تو جہاں اصلاً استیذان نہو مجرد واقفیت پر خاموشی کیونکر اذن ہوسکتی ہے درمختار میں ہے لاتجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ فان استأذنها ھو ای الولی وھو السنة او وکیله او رسوله فسکتت عن ردہ مختارة فھو اذن ای توکیل ان علمت بالزوج لتظھر الرغبة فیه اوعنه ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی لو یحصون والا لا فان استأذنها غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرة بسکوتها اھ ملخصا وفی ردالمحتار عن البحر عن المحیط ان زوجها بغیر استئمار فقد اخطأ السنة وتوقف علی رضاھا اھ وفیه قوله لو یحصون عبارة الفتح وھم محصورون معروفون لھا اھ پس صورت مستفسرہ میں اگر ولی اقرب نے بروجہ مذکور ہندہ سے اذن لیا اور اُس نے سکوت کیا تھا جب تو یہ نکاح خود ہی جائز ونافذ ہوا کہ کواریوں کا زبان سے صراحۃً اذن دینا ضرور نہیں قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم واذنھا صماتھا اور نہ نکاح فضولی ہوا کہ قولاً یا فعلاً رد کردے تو رد ہوجائے اور قولاً یا فعلاً یا سکوتاً اجازت دے تو جائز ہوجائے رد قولی یہ کہ خبر نکاح سُن کر صاف کہے میں نے رد کیا یا مجھے منظور نہیں یا میں نکاح کرنا ہی نہیں چاہتی یا اور کوئی کلمہ ان کے مثل اور رد فعلی یہ کہ مثلاً ہاتھ ہلادے کہ میں راضی نہیں یا اور کوئی حرکت ایسی کرے جس سے اس نکاح سے حقیقۃً نفرت وناراضی ظاہر ہو اور اجازت قولی یہ کہ میں راضی ہوئی یا مجھے پسند ہے یا خدا مبارک کرے یا بہتر ہوا یا اس کی مثل اور الفاظ اور اجازت فعلی مثلاً بلاجبر واکراہ شوہر کے یہاں رخصت ہوکر جانا یا خلوت میں اپنے پاس اُسے آنے دینا یا اُس سے مہر یا نفقہ طلب کرنا یا اور کوئی فعل کہ دلیل رضامندی ہو اور اجازت سکوتی یہ کہ خود ولی یا اُس کا رسول یا ایک ثقہ پرہیزگار یعنی جس کی عدالت وثاقت معلوم ہو یا دو مستور الحال یعنی جنکا کوئی فسق نہ معلوم ہو نکاح ہوجانے کی عورت کو خبر دیں اور وہ شوہر کو پہچانتی ہو اور غیر اب وجد نے نکاح کیا ہو تو مہر میں کمی فاحش نہ کی ہو اور شوہر اس کا کفو بھی ہو یعنی اُس کے دین یا نسب یا پیشہ وغیرہا میں کوئی بات ایسی نہو جس کے باعث اُس سے نکاح اس کے اولیا کے حق میں عار ہو اس صورت میں عورت خبر سُن کر خاموش رہے تو یہ خاموشی بھی اجازت تصور کی جائے گی۔

غرض یہ پانچ صورتیں ہیں دو رد کی کہ اُن کے وقوع سے نکاح باطل ہوجائے گا اور تین اجازت کی کہ اُن کے

وقوع سے نفاذ پائیگا اور جب تک ان پانچ میں سے کوئی صورت واقع نہ ہو بدستور موقوف رہے گا جبتک کہ ان میں سے ایک واقع ہو مثلاً ہنوز عورت کو نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی یا خبر دو اجنبی فاسقوں یا ایک اجنبی مستور الحال نے دی اور عورت خاموش ہورہی یا خود ولی خواہ اُس کے فرستادہ نے اطلاع دی مگر عورت شوہر کو نہ پہچانتی تھی یا پہچانتی تھی مگر جس اب وجد کے سوا اور ولی نے نکاح کردیا وہ کفو نہ تھا یا مہر مثل سے کمی فاحش کی تھی تو ان سب صورتوں میں یہ خاموشی نہ اجازت ہوگی نہ رد بلکہ عورت کو اختیار رہیگا چاہے جائز کردے خواہ باطل اتقن ھذا التحریر فانک لاتجدہ بھذا التحریر فی غیر ھذا التحریر والحمد ﷲ الھادی القدیر درمختار میں ہے لوبلغھا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجأۃ السماع اھ قال ط ای فیحتمل انھا نفرت من النکاح عند اعلامھا بہ فیبطل العقد ولایلحقہ الرضا اھ قلت فاذا تبین ذلک کان ردا محققا کما لایخفی وفی الدر ایضا زوجھا ولیھا واخبرھا رسولہ او فضولی عدل فسکتت فھو اذن ای اجازۃ ان علمت بالزوج اھ قال الشامی الشرط فی الفضولی العدالۃ او العدد فیکفی اخبار واحد عدل او مستورین الخ قال فی الدر فلو استاذنھا غیر الاقرب فلا بد من القول کالثیب او ماھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کطلب مہرھا ونفقتھا ودخولہ بھا برضاھا وقبول التھنیۃ ونحو ذلک اھ ملخصا وفی رد المحتار عن البحر عن الظہیریۃ لوخلا بھا برضاھا عندی ان ھذا اجازۃ اھ وفی البزازیۃ الظاھر انہ اجازۃ اھ قلت وتمام الکلام علی الافعال التی تدل علی الرضا فی فتاونا ثم فی الشامیۃ فی البحر اختلف فیما اذا زوجھا غیر کفو فبلغھا فسکتت فقال لایکون رضا وقیل فی قول ابی حنیفۃ یکون رضا ان کان المزوج ابا اوجدا وان کان غیرھما فلا کما فی الخانیۃ اخذا من مسألۃ الصغیرۃ المزوجۃ من غیر کفو اھ قال فی النھر وجزم فی الدرایۃ بالاول بلفظ قالوا اھ ما فی الشامی قلت وقدمہ فی الخانیۃ وھو لایقدم الا الاظہر الاشہر لکن قالوا یؤتی بہ للتبری وقد علل فی الخانیۃ للقول الثانی بتعلیل جلیل والتعلیل دلیل التعویل ونص فی المحیط والمبسوط وجامع قاضی خاں ثم الکاکی شرح الھدایۃ لثم الشلبی علی التبیین انہ قول الامام وقد صحح فی الکفایۃ والکافی والدرایۃ والدرر التفرقۃ بین الاب والجد وغیرھما بناء علی مذھب الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ اور بے اذن لیے ولی کا نکاح کردینا اگرچہ خلاف سنت ہے مگر گناہ نہیں یونہیں نکاح پڑھانے والے پر کوئی الزام نہیں کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

ف ۱: بغیر اذن لیے نکاح پڑھا دینا خلاف سنت ہے گناہ نہیں۔

مسئلہ ۹: صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نکاح لڑکی نابالغ کا جس کی عمر قریب تین سال کے ہی
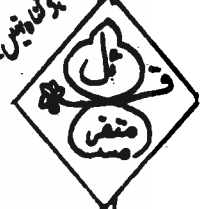
ساتھ عمرو نابالغ کے جس کی عمر قریب چار سال کے ہے بولایت مادر لڑکی کے جائز ہے یا نہیں درحالیکہ باپ کے چار پانچ پشت کے لوگ چچا تاؤ وغیرہ موجود ہوں اور اب بعد بالغ ہونے کے وہ لڑکی اُس نکاح سے ناراض بھی ہے۔

الجواب

اگر وہ لڑکا جس سے اس نابالغہ کا نکاح ہوا اس کا کفو نہ تھا یعنی قوم در وش و مذہب وغیرہا امور معتبرہ سے کسی بات میں بہ نسبت دختر ایسا نقص رکھتا تھا کہ اس دختر کا اُس کے نکاح میں دیا جانا اولیائے دختر کے لیے باعث ننگ و عار ہو تو وہ نکاح سرے سے باطل واقع ہوا۔ یونہیں اگر دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کر دی گئی مثلاً مہر مثل پچاس ہزار تھا اس نکاح میں پچیس ہزار بندھا تو بھی یہ نکاح باطل محض ہوا ان دونوں صورتوں میں بعد بلوغ اگر دختر خود اجازت دے اور نکاح نہ صرف ماں بلکہ اُن سب اولیا نے ملکر کیا ہو جب بھی صحیح نہیں ہوسکتا کہ نابالغہ کے ایسے نکاح کرنے کا باپ یا دادا کے سوا کسی کو اختیار نہیں درمختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اھ ردالمحتار میں ہے فی فتح القدیر لو کبرت واجازت لا یصح لانہ لم یکن عقد اموقوفا اذ لا مجیز لہ اور اگر نہ لڑکا ایسا تھا نہ مہر مثل میں اس طرح کی کمی تو صحیح ہوگیا مگر از انجا کہ یک جدی مردوں میں سے جبتک کوئی موجود ہو ماں کو ولایت نکاح نہیں ہوتی بلکہ اُن میں جو در باب وراثت مقدم ہو وہی ولی ہوتا ہے فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام لہذا یہ نکاح اُس ولی کی بے اجازت صرف ماں نے کر دیا تو نکاح فضولی ہوا اور اجازت ولی پر موقوف رہا اگر اُس نے خبر نکاح سُن کر رد کر دیا مثلاً کہا میں اس نکاح کو جائز نہیں رکھتا یا رد کرتا ہوں یا میں راضی نہیں یا اس کے مثل اور الفاظ تو رد ہوگیا اب دختر کی رضامندی و ناراضی کا بھی اعتبار نہیں کہ سرے سے نکاح باقی ہی نہ رہا اور اگر ابتداً باجازت ولی واقع ہوا یا تزویج مادر کے بعد ولی نے اجازت دیدی تھی مثلاً کہا بہتر ہوا یا میں نے پسند کیا یا مجھے منظور یا ان کے مانند اور کلمات تو نکاح نافذ ہوگیا فی الدر المختار لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ پھر بھی از انجا کہ مزوج غیر اب وجد اور دختر دوشیزہ ہے اُسے اتنا اختیار دیا جائے گا کہ پہلے سے نکاح کی خبر رکھتی ہو تو اپنے بالغ ہوتے ہی اور بعد بلوغ اطلاع پائے تو خبر سُنتے ہی فوراً بے وقفہ کہہ سکتی ہے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں یا میں نے اُسے فسخ کر دیا یا مجھے ناپسند ہے یا اس کے مثل اور کوئی امر کہ دلیل ناراضی ہو پس اگر بلوغ یا اطلاع پر فی الفور اُس نے یہ ناراضی ظاہر کی تو اُسے اجازت دی جائے گی کہ قاضی کے حضور دعوی کرکے نکاح فسخ کرالے اور اگر ایک لحہ بھی بے عذر سکوت کیا یا کسی دوسرے کام یا کلام میں مشغول ہوئی تو اب وہ نکاح لازم ہوگیا اس کے بعد اظہار ناراضی کچھ بکار آمد نہیں درمختار میں ہے وان کان من کفو وبمہر المثل صح ولکن لہما ای لصغیر

وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس اور اگر وہ نکاح نہ ابتداءً اجازت ولی سے ہوا نہ زمانہ نابالغی دختر میں ولی نے اجازت دی نہ رد کیا بلکہ اُسے خبر ہی نہ ہوئی یا بعد خبر سکوت محض کیا یہاں تک کہ دختر بالغہ ہوئی تو اب وہ خود اجازت دختر پر موقوف ہوا پس اگر دختر نے اس اظہار ناراضی سے پہلے بعد بلوغ کوئی کلمہ اجازت کہا یا دلالۃً اُس کے کسی فعل یا حال سے رضامندی ثابت ہوئی تھی مثلاً بالغ ہوئے پر شوہر کے پاس گئی یا اُس سے کوئی برتاؤ زناشوئی کا کیا یا کسی نے فلاں کی دُلھن کہکر پکارا اس نے جواب دیا تو نکاح لازم ہوگیا اب ناراضی محض بے سود ہے اور اگر ہنوز قول یا فعل یا حال سے رضا ثابت نہ ہونے پائی تھی کہ اُس نے ایسی ناراضی ظاہر کی جس سے ردِ نکاح مفہوم ہوا تو بیشک نکاح باطل ہوگیا فی فتح القدیر یتوقف علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر فلو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجازہ بنفسہ نفذ لانہا کانت متوقفۃ ولا تنفذ بمجرد بلوغہ مستفتی ان سب صورتوں کو سمجھکر جو صورت واقعہ ہو اس کے حکم پر عمل کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰: ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ از رائپور علاقہ جے پور ڈاک خانہ ہنڈون مرسلہ منشی محمد فرزند حسن صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طوائف قوم مسلمان نے جس کی عمر تخمیناً ۲۸ یا ۲۹ سال ہوگی زناکاری سے توبہ کرکے ایک شریف مسلمان سے اپنا نکاح کرلیا۔ اب اُس کی نائکہ کہتی ہے کہ میں ولی ہوں بے میری اجازت کے نکاح جائز نہیں اور زید کہتا ہے کہ طوائف خود فعل مختار بالغہ ہے تیری اجازت کی حاجت نہیں اور ولی واسطے ہدایت کار نیک کے ہوتا ہے زنا کے لیے ولی نہیں نابالغ کا ولی بھی فعل بدکرانے کا مختار نہیں ایسی ولایت شرعاً باطل ہے نائکہ کسی طرح ولی نہیں ہوسکتی جو لونڈی اُس نے حرام کی کمائی سے حرام کاری کے لیے خریدی وہ شرعاً لونڈی نہیں ہوسکتی بلکہ جو شرعاً ایسی ولایت کا دعوی کرے وہ قابل سزا ہے پس صحیح قول زید کا ہے یا نائکہ کا بینوا توجروا۔

الجواب

قول زید کا صحیح ہے اور نائکہ کا دعوی محض باطل و قبیح۔ ہندوستان میں جو بعض خدا ناترس محتاج اپنی اولاد قحط وغیرہ میں بیچ ڈالتے ہیں شرعاً یہ بیع کسی حالت میں جائز نہیں بلکہ باطل و محض مہمل و بے معنے ہے وہ ہرگز لونڈی غلام نہیں ہوسکتی نہ خریدنے والا اُن کا مالک ہوسکتا ہے نہ کسی وجہ سے استحقاق اُن میں رکھتا ہے کہ حُر کی بیع محض باطل ہے ہدایہ میں ہے بیع المیتۃ[ف۱] والدم والحر باطل لانہا لیست اموالا فلا تکون محلا للبیع تو نائکہ کا دعوی ولایت صریح مردود و ناقابل سماعت ہے ہدایہ میں ہے الباطل[ف۲] لایفید ملک التصرف اور جبکہ وہ عورت

ف۱: مسئلہ: مردار اور دم اور حُر کی بیع باطل محض ہے کہ وہ محل بیع نہیں۔

ف۲: عقد باطل سے ملک تصرف حاصل نہیں ہوتی۔

بالغہ ہے تو اپنی جان کا آپ اختیار رکھتی ہے نکاح کہ اُس نے بہدایت الٰہی زنا سے تائب ہو کر ایک شریف مسلمان سے کرلیا قطعاً صحیح ولازم ہے جو کسی کے رد کیے رد نہیں ہوسکتا فتاوٰی عالمگیری میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی اُسی میں ہے سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزۃ عن امرأۃ شافعیۃ بکر بالغۃ زوجت نفسہا من حنفی بغیر اذن ابیہا والاب لایرضی و ردہ ھل یصح ھذا النکاح قال نعم جب خود باپ کی نسبت یہ حکم ہے تو ناکح کا دعوٰی کیا قابل التفات ہوسکتا ہے یہ محض جہل ناسزا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ[۱۲] از پیلی بھیت محلہ ملک احمد خاں مرسلہ حافظ بشیر احمد خاں صاحب ۱۵ رجب ۱۳۱۰ھ

جناب عالی گزارش یہ ہے ایک لڑکی کا نکاح نابالغی میں باپ کی ولایت سے ہوا اب وہ لڑکی بالغ ہوئی وہ اپنے باپ کے فعل کو ناپسند کرتی ہے باپ کی ولایت سے نکاح جائز ہے یا ناجائز ہے فقط

الجواب

صورت مسئولہ میں حق جواب بلکہ حق جواب یہ ہے کہ باپ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح جس شخص سے کیا اگر وہ کفو ہی یعنی دین ونسب وپیشہ ومال وغیرہ میں کوئی امر ایسا نہیں رکھتا کہ اُس سے تزویج باعث عار ہو نہ دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی تو وہ نکاح مطلقاً صحیح ونافذ ولازم ہے اگرچہ دختر ناپسند کرے اگرچہ باپ اس سے پہلے معروف بسوئے اختیار ہو کہ اس نکاح میں اُس کا حسن اختیار ظاہر تو پہلے کے سوء اختیار اس کی صحت میں مخل نہیں ہوسکتے یونہی اگر باپ وقت تزویج نشہ میں نہ تھا نہ اس سے پیشتر اپنی کسی قاصرہ کا نکاح غیر کفو سے یا مہر مثل میں کمی فاحش پر کرکے معروف بسوء اختیار ہوچکا تو بھی یہ نکاح صحیح ولازم ہے اگرچہ غیر کفو سے ہوا اگرچہ مہر مثل میں کمی فاحش کی ہو ہاں اگر دونوں امر مجتمع ہیں یعنی اس نکاح میں کفاءت بمعنی مذکور نہیں یا مہر میں کمی فاحش ہے اور ہنگام تزویج نشہ میں یا پہلے سے معروف بسوء اختیار تھا تو اس صورت میں نابالغہ کا نکاح اگرچہ بولایت پدری ہے اصلاً صحیح نہیں درمختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے وکذا لوکان سکران فزوجہا من فاسق اوشریر اوفقیر او ذی حرفۃ دنیئۃ لظہور سوء اختیارہ فلاتعارضہ شفقتہ المظنونۃ بحر ردالمحتار میں ہے قلت ویقتضی التعلیل ان السکران اوالمعروف بسوء الاختیار لو زوجہا من کفو بمہر المثل صح لعدم الضرر المحض (الٰی قولہ) وھذا مفقود فی السکران ومسیئ الاختیار اذا خالف لظہور عدم رایہ وسوء اختیارہ فی ذلک انتہی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ[۱۳] از پیلی بھیت ایضاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ نابالغہ کا نکاح عمرو سے اُس

حالت میں کہ اوضاع و اطوار عمرو موصوف کے درست نہ تھے اپنی ولایت سے کر دیا جب ہندہ مذکورہ رخصت کے زمانہ تک خود بلوغ کو پہنچی تو اُس نے اپنے شوہر عمرو کو محرمات و ممنوعات شرعیہ کا مرتکب اور مامورات و مشروعات کا محترز پا کر اپنے باپ زید کے فعل کو قبیح سمجھا اُس تزویج کو ناجائز رکھا پس صورت مسئولہ میں ہندہ کا عمرو سے عقد منعقد ہوا یا فسخ ہوا بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ ہنگام تزویج عمرو میں کوئی امران بد اطواریوں سے نہ تھا بلکہ یہ باتیں اُس نے بعد میں اختیار کیں تو عدم کفارت بعد نکاح حادث ہوئی اور ایسی عدم کفارت اصلا مانع صحت نکاح نہیں خصوصاً تزویج پدر میں کہ آیندہ کا علم ہندہ کی قدرت سے باہر ہے ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا پس اس بنا پر ہندہ کا اُس نکاح کو ناجائز رکھنا اصلا قابل سماعت نہیں درمختار میں ہے والکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالھا بعدہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف: اعتبار کفارت وقت عقد ہے بعد عقد اگر زائل ہو جائے نہیں۔

مسئلہ ۱۳ ۲۳ رجب ۱۳۱۰ھ

بالغہ کا نکاح باپ خود کسی کفو سے کرے استیذان بالغہ ضرور ہے یا نہیں نہیں تو مستحب و مسنون یا مباح یا کچھ بھی نہیں۔

الجواب

بالغہ پر ولایت نہیں استیذان نفاذ نکاح کے لیے ضرور ہے اگر بے استیذان نکاح کردیگا نافذ نہ ہوگا بلکہ اجازت بالغہ پر موقوف رہے گا اگر جائز کریگی جائز ہو جائیگا رد کردے گی رد ہو جائیگا کما صرحوا بہ قاطبۃ باقی واجب نہیں کہ ترک پر گناہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴ ۱۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا باپ مفقود الخبر ہے اور اُس کا کچھ پتہ معلوم نہیں اور ہندہ کا ایک بھائی بالغ ہے جس کی عمر سترہ برس کی ہے اور سبزہ آغاز ہندہ کا نکاح اُس کی ماں اور اُس کے بھائی نے کر دیا اس صورت میں یہ نکاح ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں جبکہ ہندہ نابالغہ ہے اور اُس کا باپ مفقود الخبر ہے اور ہندہ کے جوان بھائی نے اُس کا نکاح کیا تو وہ نکاح ہو گیا بشرطیکہ جس شخص سے نکاح کیا ہو وہ اُس کا کفو ہو یعنی اُس کی قوم یا پیشہ یا مذہب وغیرہ میں کوئی بات ایسی نہ ہو کہ اُس کے نکاح سے ہندہ کے اولیا کو ننگ و عار آئے اور بشرطیکہ مہر میں ایسی کمی نہ کی گئی ہو جس کا
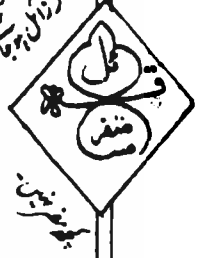
تحمل لوگ نہ کرتے ہوں اور اگر ان باتوں میں سے ایک بات ہوگی یعنی اُس شخص کے قوم یا مذہب یا پیشہ وغیرہ میں کوئی امر موجب ننگ و عار ہوگا یا مہر میں ایسی سخت کمی کی گئی ہو مثلاً ہندہ کا مہر مثل دس ہزار تھا اور بھائی نے پانچ ہی ہزار پر نکاح کر دیا تو ان صورتوں میں وہ نکاح اصلاً نہ ہوا والمسائل منصوص علیہا فی الدرالمختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ نکاح دختر نابالغہ کا باوجود انکار دختر نابالغہ اور حیات ہوتے اُس کے باپ کے بے اجازت اُس کے باپ کے اُس کی ماں نے زید کے ساتھ کر دیا آیا شرعاً یہ نکاح ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ یہ نکاح مادر و برادر بالغ نے بریلی میں کیا اور اُس کا باپ کانپور میں موجود ہے جسے ہنوز اس نکاح کی اطلاع نہ ہوئی اور جس لڑکے سے نکاح ہوا وہ اُس کا کفو ہے اگر یہ سب بیان واقعی ہیں تو دیکھا جائیگا کہ ناکح کفو اس قدر انتظار پر راضی ہو سکتا تھا کہ باپ کو خط لکھا جائے اور اُس کی اجازت منگائی جائے یا وہ اس پر راضی نہ ہوتا بلکہ اتنے انتظار پر نکاح ہی نہ کرتا اگر یہ پچھلی صورت فرض کی جائے جس کے وقوع کی امید بہت ہی ضعیف بلکہ کالمعدوم ہے کہ انتظار جواب میں یہ بات ہاتھ سے جاتی تھی تو نکاح نافذ ہو گیا بشرطیکہ مہر مثل میں کمی فاحش نہ کی گئی ہو اور اگر ایسا نہ تھا بلکہ انتظار جواب کر لیتا اور غالب ایسا ہی ہے تو یہ نکاح بشرط مذکور اجازت پدر پر موقوف ہے اگر جائز رکھے گا جائز ہو جائیگا اور باطل کر دیگا تو باطل ہو جائیگا فی الدرالمختار للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان علیہ الفتوی اھ مختصرا وفی ردالمحتار قال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رایہ فات الکفو الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب وفی البحر عن المجتبی عن المبسوط انہ الاصح وفی النہایۃ اختارہ اکثر المشایخ وصححہ ابن الفضل وفی الہدایۃ انہ اقرب الی الفقہ وفی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ وفی شرح الملتقی من الحقائق انہ اصح الاقاویل وعلیہ الفتوی وعلیہ مشی فی الاختیار والنقایۃ ویشیر کلام النہر الی اختیارہ وفی البحر فکان احسن الافتاء بما علیہ اکثر المشایخ اھ ما فی ردالمحتار قلت لاسیما فی ھذا الزمان فان العجلۃ الدخانیۃ قد جعلت مسافۃ القصر کمسافۃ واحدۃ بل اقل فوجب التعویل علی ما افتی بہ اکثر المشایخ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ عورت کے مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی ہو مثلاً مہر مثل سو روپے کا تھا اس نکاح میں پچاس کا باندھا تو سرے سے نکاح ہی نہ ہوا فی الدرالمختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح بغبن فاحش واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خاں صاحب ۱۵ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے اہلسنت وجماعت دریں مسئلہ کہ مسماۃ ہندہ ورثہ شرعیہ ندارد ودختر از نطفہ زید مگر زید بسعی تام از ایام طفلی پرورش کردہ تا بعمر دہ سالہ در رسیدہ وبسبب اطلاق پرورش زید ولی ہندہ ظاہر بعد زید منکوحہ زید نکاح ہندہ بہمراہی خیراتی خاں کردہ فرار شد وقتیکہ زید آمدہ بر نکاحش وقوف یافتہ راضی نگشت دریں صورت بدون اجازت زید نکاح ہندہ خورد سالہ درست ست یا نہ بیان فرمایند بعبارت کتب رحمۃ اللہ علیکم اجمعین۔

الجواب

اولاً دیدہ باید کہ شخصے کہ زن زید ہندہ را اجبالہ نکاحش داد باہندہ کفائت دارد یا نے اگر ندارد ومثلاً در نسب یا حرفہ یا روش یا مذہب قصورے دارد کہ ہندہ را در نکاحش آمدن نزد اہل عرف موجب عار باشد انگاہ ایں نکاح باطل محض افتد کہ باجازت ہیچکس روئے نفاذ نہ بیند تا آنکہ ہندہ اگر خویشتن بعد رسیدن باجازت کند ہم روئے نیابد زیراکہ تزویج باغیر کفوجز پدر یا پدر پدر کہ دریں کار بسوء اختیار معروف نباشند ہیچکس را نمی رسد کما نصوا علیہ قاطبۃ وفی جامع الصغار ولی غیر الاب والجد زوج الصغیرۃ من غیر کفؤ فادرکت الصبیۃ فاجازت لا یجوز واگر کفاءت دارد انگاہ دیدنی ست کہ ہندہ ہنگام نکاح ہیچ قریبے قریب یا بعید مرد یا زن از جانب پدر یا مادر اگرچہ در غایت بعد ودوری می داشت یا نے اگر می داشت پس ہماں کس ولی نکاح اوست نکاح مذکور براجازت آں ولی موقوف ست خواہ ایں زید باشد یا دیگرے اگر اجازت دہد جائز شود واگر رد کند باطل گردد واگر باہندہ ہیچکس را از زندگان وقت نکاح قرابتے نسبی نبود در زید را وہ غیر او را انگاہ در دیار ما کہ زیر ولایت ہیچ قاضی شرع وحاکم اسلام نیست نظر کردن ست اگر دراں شہر عالمے از علمائے دین کہ فقیہ وصاحب فتوی واعلم علمائے بلد باشد موجود ست پس نکاح مذکور براجازت او موقوف ست اگر اجازت دہد نافذ شود واگر رد کند باطل گردد فی الحدیقۃ الندیۃ عن الفتاوی العتابیۃ اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکولۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیہم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمہم واگر آنجا ہمچو عالمے نیز نباشد آنگاہ ایں نکاح اصلا انعقاد نیافت خود باطل محض ست لکونہ عقد فضولی صدر ولا مجیز فی جامع الصغار النکاح فی موضع لا یکون تحت ولایۃ قاض فانہ لا ینعقد اھ وفی رد المحتار عن الفتح مالا مجیز لہ ای مالیس لہ من یقدر علی الاجازۃ یبطل کما اذا زوجہ الفضولی یتیمۃ فی دار الحرب او اذا لم یکن سلطان ولا قاض لعدم من یقدر علی الاجازۃ حالۃ العقد فوقع باطلا اھ ملخصا بے قرابت بمجرد پرورش ولایت نکاح ثابت نشود فی جامع الصغار من یتولی صغیرا وصغیرۃ لا یملک تزویجہما پس دریں صورت اجازت وعدم اجازت زید چیزے نیست واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱: از قاضی باڑی ضلع ہردوئی ڈاک خانہ شاہ آباد مرسلہ حضرت سید امیر حیدر صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ سید سجاد حسین، مرحوم نے چار لڑکیاں اور ایک زوجہ چھوڑ کر انتقال کیا بعد چند عرصہ کے ایک لڑکی فوت ہوگئی بعد اُس کے زوجہ نے انتقال کیا تین لڑکیاں دو منسوبہ اور ایک نابالغہ چھوڑی بعد دو سہ ماہ کے دختر کلاں نے بھی انتقال کیا اب لڑکی نابالغ کے نکاح کی اجازت بموجب شرع شریف کے فوقیت ہمشیرہ حقیقی کو ہے یا نانی نانا کو حاصل ہے فقط

الجواب

اس نابالغہ کے دادا پردادا یا اُن کے باپ دادا پردادا کی اولاد پسری میں کوئی مسلمان عاقل بالغ مرد باقی ہے تو اس کے نکاح کی ولایت اُسی کو ہے اس کے ہوتے نانا نانی بہن بلکہ ماں بھی کوئی چیز نہیں اور اس طرح کے مرد متعدد ہیں تو اُن میں جو قریب تر ہوگا یعنی جو اس نابالغہ کے نسب میں بہ نسبت دوسروں کے کم واسطوں سے ملیگا وہی ولایت پائیگا اور جو برابر درجے کے ہیں وہ ہر ایک ولی ٹھہریگا مثلاً ہندہ بنت زید بن عمرو بن بکر بن خالد ہے اور سعید ورشید پسران حمید بن حامد بن خالد اور باقر ابن جعفر بن احمد بن حامد اور کبیر صغیر منیر پسران طاہر بن مظہر بن حامد مذکور ہیں تو ولایت نکاح ہندہ سعید ورشید دونوں کو یکساں ہے اور اُن کے ہوتے باقر وکبیر وصغیر ومنیر کو استحقاق نہیں ہاں اگر ددھیال میں کوئی مرد ایسا نہیں خواہ یوں کہ سرے سے کوئی مرد رہا ہی نہیں یا جو ہے وہ مجنون یا رفض وغیرہ بد مذہبیوں میں حد کفر تک پہنچا ہوا ہے تو اُس وقت اشخاص مذکورین سوال میں ولایت نکاح نانی کو [ف۱] ہے وہ نہ رہے تو نانا کو وہ نہ رہے تو بہن کو اور ان سب میں بھی عقل واسلام کی شرط ضرور ہوگی یعنی اگر مذہب میں فساد ہو تو حد کفر تک نہ پہنچا ہو ورنہ مرتد [ف۲] کو کسی پر ولایت نہیں اگرچہ دعوٰی اسلام رکھتا ہو فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلاتوسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریۃ وتکلیف واسلام فی حق مسلمۃ وولد مسلم فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب ثم للجد الفاسد ثم للاخت الخ اھ ملخصا وفی رد المحتار صرح فی الجوھرۃ بتقدیم الجدۃ علی الاخت ونقل ذلك الشرنبلالی عن شرح النقایۃ للعلامۃ قاسم قال ولم یقید الجدۃ بکونھا لام اولاب اھ ملخصا وفیہ عن الخیریۃ ان الجدۃ لاب اولی من الجدۃ لام قولا واحدا فتحصل بعد الام ام الاب ثم ام الام ثم الجد الفاسد تامل اھ قال وما جزم بہ الرملی افتی بہ فی الحامدیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲: از کلکتہ اسٹریٹ ۱۶۲ ومرم تلا مرسلہ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب ۴ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اُس کے ماموں نے درصورت نہ ہونے والد

ف۱: نانی کے ہوتے نانا کو ولایت نکاح نہیں۔

ف۲: مرتد کو کسی پر ولایت نہیں اگرچہ دعوی اسلام رکھتا ہو جیسے روافض زمانہ۔
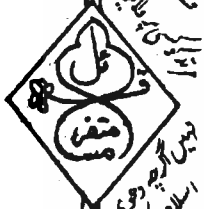
اور چچا اور برادر اور دادا اُس لڑکی کے بوجود گی، والدہ کے کر دیا تھا اب اُس نے بحالت بلوغ اس نکاح کو منظور نہ کیا تو وہ نکاح باقی رہے گا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اگر عورت کی نامنظوری اس بنا پر ہے کہ ماموں نے جس کے ساتھ اُس کا نکاح کیا وہ اُس کا کفو نہیں یعنی اس سے قوم یا دین یا پیشہ وغیرہ امور معتبرہ میں ایسا گھٹا ہوا ہے جس سے نکاح اُس کے لیے باعث ننگ و عار ہے یا اس بنا پر کہ ماموں نے اس کے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہے جب تو وہ نکاح خود ہی باطل محض ہوا جسے خود شرع مطہر نکاح نہیں ٹھہراتی عورت کی منظوری و نامنظوری کو کچھ دخل نہیں اور اگر یہ دونوں وجہیں نہیں بلکہ کسی اور سبب سے نامنظور کرتی ہے تو اس صورت میں اگر عورت نے کہ بکر تھی بعد بلوغ خبر نکاح سنتے ہی یا پہلے سے معلوم تھا تو بالغہ ہوتے ہی فوراً بلا توقف اختیاری نامنظوری ظاہر نہ کی تو نکاح لازم ہوگیا اب عورت کو اصلاً کوئی چارہ کار نہیں اور اگر فی الفور آن بلوغ میں یا بعد بلوغ نکاح معلوم ہوا تو آن استماع خبر میں معاً اپنی نامنظوری ظاہر کی تو انجا کہ نکاح غیر اب وجد کا کیا ہوا ہے عورت کو اختیار فسخ حاصل ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ بطور خود فسخ کر دے اور اُس کے حبالۂ زوجیت سے باہر ہو جائے بلکہ یہ کہ حاکم شرع کے یہاں دعوی رجوع کرے حاکم بعد تحقیقات امور مذکورہ نکاح فسخ کر دے در مختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب وابیہ لا یصح النکاح من غیر کفوٴ او بغبن فاحش اصلا ومن کفوٴ وبمہر المثل صح ولصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ وشرط للکل القضاء وبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس وان جھلت اھ ملتقطا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۹ از شہر کہنہ ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام و فضلائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے انتقال کیا اور دو لڑکی ایک قریب ایک سال اور دوسری قریب تین سال اور بیوی اور والدہ اور تین بھائی چھوڑے ان لڑکیوں نے تا مدت سات سال زیر سایہ اپنی والدہ اور چچاؤں کے پرورش پائی قضائے الٰہی بعد سات سال والدہ نے بھی انتقال کیا چونکہ چچا اپنے اپنے تعلقوں پر تھے یہاں موجود نہ تھے خالائیں آئیں اور حیلہ و فریب کر کے لڑکیوں کو لے گئیں کہ تا آنے چچاؤں کے یہ لڑکیاں ہمارے پاس ہیں جب چچا آئیں گے فوراً روانہ کر دیں گے یہاں سے لیجا کر دونوں لڑکیوں کے نکاح عدم موجودگی چچاؤں میں باختیار خود اپنے لڑکوں کے ساتھ کر لیے اس صورت میں یہ نکاح ہوئے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

آٹھ سال کی لڑکی ضرور نابالغہ ہے یونہیں دس سال کی بھی جب تک حیض نہ آئے یا پندرہ سال کامل کی عمر نہ ہوجائے اور نابالغ کے نکاح کا اختیار عصبہ کو ہے عصبہ کے ہوتے ذوی الارحام کو کوئی چیز نہیں ہدایہ میں ہے لغیر العصبات من الاقارب ولایۃ التزویج عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی معناہ عند عدم العصبات چچا عصبہ ہے اور خالہ ذوات الارحام سے خالہ[ف] سگے چچا سے چھتیسویں درجے میں ہے کہ حقیقی[۱] چچا نہ ہو تو سوتیلے[۲] چچا کو نکاح کی ولایت ہے پھر حقیقی[۳] چچا کے بیٹے کو پھر سوتیلے[۴] چچا کے بیٹے کو پھر باپ[۵] کا حقیقی چچا پھر سوتیلا[۶] پھر باپ[۷] کے حقیقی چچا کا بیٹا پھر سوتیلے[۸] کا پھر دادا[۹] کا حقیقی چچا پھر سوتیلا[۱۰] پھر دادا[۱۱] کے حقیقی چچا کا بیٹا پھر سوتیلے[۱۲] کا پھر اور[۱۳] دور کا سگا چچا پھر سوتیلا[۱۴] پھر اس[۱۵] کا بیٹا پھر اُس[۱۶] کا پھر آزاد[۱۷] کرنے والا پھر اُس[۱۸] کا عصبہ یہ سب عصبات ہیں جب ان میں کوئی نہ ہو تو ماں[۱۹] ولی ہے پھر دادی[۲۰] پھر نانی[۲۱] پھر بیٹی[۲۲] پھر پوتی[۲۳] پھر نواسی[۲۴] پھر پسر کی پوتی[۲۵] نواسی پھر دختر کی[۲۶] پھر نانا[۲۷] پھر سگی بہن[۲۸] پھر سوتیلی[۲۹] پھر ماں کی اولاد[۳۰] جو باپ میں شریک نہیں۔ پھر سگی بہن[۳۱] کی اولاد پھر سوتیلی[۳۲] کی پھر اولادِ[۳۳] مادر کی پھر پھپھی[۳۴] پھر ماموں[۳۵] اور جب ان سب میں بھی کوئی نہ ہو تو خالہ[۳۶]۔ ان تمام درجات کی تفصیل عالمگیری و درمختار و ردالمحتار وغیرہا سے ظاہر فتاوٰی قاضی خاں میں ہے النکاح الی العصبات واقرب العصبات الی الصغیر والصغیرۃ الاب ثم الجد ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوھما علی ھذا الترتیب وان سفلوا ثم العم لاب وام اھ ملخصا درمختار میں ہے فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (وعد درجات الی ان قال) ثم الخالات پس چچا کے ہوتے جو نکاح خالہ کردے چچا کی اجازت پر موقوف ہے اگر جائز رکھے جائز ہوجائے اور اگر رد کردے تو باطل ہوجائے درمختار میں ہے لوزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۰: از سوروں ضلع ایٹہ محلہ ملک زادگان مرسلہ مرزا حامد حسن صاحب ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان بالغ لڑکی ناکتخدا کا نکاح اُس کی ماں نے عدم موجودگی پدر میں اپنے عزیز و اقارب جمع کرکے اپنے بھانجے کے ساتھ کردیا باپ بھی اس لڑکے کو جانتا ہے اور اس پر راضی بھی تھا مگر یہ کہتا تھا کہ جبتک یہ نوکر نہ ہو مت کرنا اس صورت میں یہ نکاح شرعًا درست ہوا یا نہیں اور ماں کو بموجودگی باپ کے اولاد پر ایسا اختیار رہے یا نہیں۔

الجواب

نابالغ اولاد پر باپ کے ہوتے ماں کے لیے ایسا اختیار اصلاً نہیں اور بالغ اولاد پر ماں باپ کسی کے لیے ولایت جبری نہیں حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الایم احق بنفسہا من ولیہا رواہ الستۃ

کما البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما درمختار میں ہے لا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ صورت مذکورہ میں جبکہ لڑکی بالغہ ہے تو اُس کا نکاح بے اُس کی اپنی اذن کے نہ ماں کے کیے نافذ ہوسکے نہ باپ کے ہاں جس عورت بالغہ کا ولی موجود ہو وہ غیر کفو سے اپنا نکاح نہ خود کرسکتی ہے نہ دوسرے کو اذن دے سکتی ہے جبتک ولی اُس شخص کے غیر کفو ہونے پر مطلع ہوکر پیش از نکاح بالتصریح اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے ورنہ وہ نکاح محض باطل ہوگا کہ پھر رضائے ولی سے بھی صحیح نہیں ہوسکتا درمختار میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر اور کفو وہ جس کے قوم مذہب چلن پیشے وغیرہ میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جس کے سبب اُس کے ساتھ نکاح اولیائے دختر کے لیے اہل عرف کے نزدیک موجب ننگ وعار و بدنامی ہو نہ ایسی حالت محتاجی ناداری بے حرفگی وبے سامانی میں ہو کہ عورت کا نفقہ واجبہ نہ چل سکے یا جس قدر مہر شرعًا یا عرفًا پیشگی دینا ٹھہرا ہے نہ دے سکے درمختار میں ہے تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شھر لو غیر محترف والا فبان کان یکتسب کل یوم کفایتھا لو تطیق الجماع وحرفۃ اھ ملخصا پس اگر شخص مذکور ان سب نقائص سے خالی تھا اور نکاح باذن دختر ہوا تو بلاشبہہ صحیح وتام ونافذ ہوگیا جس میں ناموجودی ونا راضی پدر کچھ خلل انداز نہیں نہ اُس کا نوکر نہ ہونا مخل ہوسکتا ہے جبکہ وہ اور مال رکھتا ہو یا کسی دستکاری سے اپنے اور زوجہ کے کھانے پہننے کے قابل کماسکتا ہو یا حسب عادت بلاد اُس کے ماں باپ بہو بیٹے کی کافی خبرگیری رکھیں اور کچھ مہر پیشگی دینا ہو تو اُس کے ادا پر بھی قادر ہو درمختار میں ہے الصبی[ف۱] کفو بغنی ابیہ او امہ بالنسبۃ الی المھر المعجل لا النفقۃ لان العادۃ ان الاٰباء یتحملون عن الابناء المھر لا النفقۃ ذخیرہ اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے مقتضاہ انہ لو جرت العادۃ بتحمل النفقۃ ایضا عن الابن الصغیر کما فی زماننا انہ یکون[ف۲] کفوا بل فی زماننا یتحملھا عن ابنہ الکبیر الذی فی حجرہ والظاھر انہ یکون کفوا بذلک لان المقصود حصول النفقۃ من جھۃ الزوج بملک او کسب او غیرہ ویؤیدہ ان المتبادر من کلام الھدایۃ وغیرھا ان الکلام فی مطلق الزوج صغیرا او کبیرا الخ ہاں اگر دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی گئی ہے تو ماں باپ کو اس پر اعتراض پہنچتا ہے جس کا حاصل اس قدر کہ مہر مثل پورا کرالیا جائے اور پورا نہ کرے تو قاضی نکاح فسخ کردے نہ یہ کہ خواہ مخواہ نکاح رد ہوجائے درمختار میں ہے لو نکحت[ف۳] باقل من مھرھا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مھر مثلھا او یفرق القاضی بینھما دفعا للعار البتہ اگر امور مذکورہ بالا سے کسی امر میں ایسا خلل ہے جس کے باعث وہ شرعًا کفو نہ ٹھہرے اور باپ نے

ف۱: نابالغ کے والدین غنی ہوں تو وہ بھی غنی مانا جائیگا۔

ف۲: شوہر اگر خود محض نادار ہو تو وہ اپنے ماں باپ کی غنا سے کفو ٹھہرے گا اگرچہ بالغ ہو جبکہ [illegible]

ف۳: [illegible]

اُس پر مطلع ہو کر اپنی رضامندی ظاہر نہ کر دی تھی تو بیشک یہ نکاح سرے سے باطل ہوا کہ اب باپ کی رضامندی سے بھی صحیح نہیں ہو سکتا اس تقدیر پر فرض ہے کہ مرد و عورت فوراً جُدا ہو جائیں اور اس نکاح کو ترک کریں پھر اگر چاہیں تو بعد اجازت صریحۂ پدر از سر نو نکاح کریں واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ ۲۸ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ ہے اُس کے باپ دادا بھائی بھتیجا کوئی نہیں حقیقی چچا ہیں چچا کا نابالغ لڑکا ہے اگر یہ ولی جائز اپنی بھتیجی نابالغہ کا اپنے پسر نابالغ سے بولایت خود ایسی حالت میں نکاح کر دے کہ لڑکی زیر پرورش نانی کے ہو اُس کے پاس موجود نہ ہو تو یہ نکاح صحیح وجائز ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

صحیح وجائز ہے جبکہ وہ لڑکا اُس نابالغہ کا کفو ہو اور نابالغہ کے مہر مثل میں صریح کمی نہ کی جائے در مختار میں ہے ان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ لا یصح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمھر المثل صح اھ ملخصا جبکہ یہ شخص لڑکے لڑکی دونوں کا ولی ہے تو دو گواہوں کے سامنے اُس کا صرف اتنا کہدینا کہ میں نے اپنی فلاں بھتیجی اپنے فلاں بیٹے کے نکاح میں اتنے مہر پر دی کفایت کرتا ہے کچھ لڑکے یا لڑکی کا حاضر ہونا ضرور نہیں نعم یجب ان لا یکون غائبا غیبۃ منقطعۃ فانہ لا یبقی ولیا علی ما صححوہ کما نقحہ فی رد المحتار در مختار میں ہے یتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول کان کان ولیا من الجانبین اھ ملخصا و فی رد المحتار کزوجت ابنی بنت اخی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲

عمرو اور زید دو حقیقی بھائی ہیں اُن میں زید ایک لڑکی نابالغ چھوڑ کر مر گیا عمرو نے اپنی بھاوج بیوہ زوجہ زید سے لڑکی نابالغ کو حیلہ کر کے اپنے مکان پر لے گیا اُس لڑکی نابالغ کا نکاح بلا اجازت اُس کی والدہ کے کسی شخص بیمار کے ساتھ اپنی اجازت سے کر دیا اب عمرو اپنی بھاوج سے متقاضی ہے کہ لڑکی کا نکاح ہم نے اپنی اجازت سے کر دیا اور رخصت نہیں کیا اب رخصت کر دو ورنہ عدالت ہوگی اس صورت میں بیوہ پوچھتی ہے کہ علماء دین و مولویان شرع متین کیا فتوے دیتے ہیں کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں فتوی لکھکر مہر و دستخط سے مزین فرمائیں۔

الجواب

نابالغہ کی ولایت اُس کے چچا کو ہے (بشرطیکہ کوئی جوان بھائی بھتیجا حاضر نہ ہو) چچا کے ہوتے ماں کو اختیار نہیں

اور شوہر کی بیماری سے بھی درستی نکاح میں کوئی خلل نہیں آتا پس اگر وہ شخص جس سے عمرو نے اپنی بھتیجی کا نکاح کردیا اُس کا کفو ہے (یعنی قوم مذہب پیشہ وغیرہ میں اُس کی بہ نسبت ایسا کم نہیں کہ اُس سے نکاح ہونا اس صغیرہ کے اولیا کو باعث عار ہو) اور مہر مثل میں فاحش کمی بھی نہ کی تو نکاح بیشک صحیح ہوگیا جس پر ہاں کو کسی طرح اعتراض نہیں پہنچتا ہاں لڑکی جوان ہوکر اگر خود ناراضی ظاہر کرے تو حاکم شرع کے حضور نالشی ہوکر فسخ کراسکتی ہے اور اگر وہ شخص کفو نہیں یا چچا نے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہے مثلاً مہر مثل سو روپے کا تھا اس نے پچاس روپے باندھے تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فی الدر المختار ان کان المزوج غیر الاب وابیه ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح وللصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ اھ مختصرا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نابالغ کا نکاح بہ اجازت ہندہ اُس کی پھپھی کے محمودہ بالغہ کے ساتھ ہوا وقت نکاح عمر زید کی چودہ[۱۴] سال کی اور عمر محمودہ کی سولہ[۱۶] سال کی تھی زید نکاح سے چار[۴] مہینے بعد فوت ہوگیا آیا یہ نکاح صحیح اور دین مہر محمودہ کا واجب الادا ہے یا نہیں اور ہے تو کس قدر اور زید و محمودہ دونوں سنی المذہب ہیں بحوالہ کتاب جواب تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ زید کا ایک جوان بھائی موجود ہے پس صورت مذکورہ میں اولا اس قدر معلوم ہوجانا ضروری ہے کہ شرعاً بلوغ کا مدار خواہی نخواہی عمر ہی پر نہیں رکھا گیا کہ جبتک آدمی اتنے سال کا نہ ہو بالغ نہ کہا جائیگا اگرچہ تمام آثار جوانی واضح و آشکار ہوں عالم میں کوئی عالم اس کا قائل نہیں بلکہ حقیقۃً لڑکوں میں مدار کار انزال و احتلام اور لڑکیوں میں حیض وغیرہ پر ہے اس لیے علما تصریح فرماتے ہیں کہ لڑکا کم سے کم بارہ[۱۲] برس اور لڑکی نو برس میں بالغ ہوسکتی ہے ہاں جب یہ امور ظاہر نہوں تو اُس وقت عمر پر حوالہ کیا۔ گیا ہے فی الدر المختار بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ھو الانزال والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فیھما شیئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اھل زماننا وادنی مدتہ لہ اثنا عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین ھو المختار اھ ملخصا پس ممکن کہ زید چہاردہ سالہ وقت نکاح بالغ ہو جب تو صحت نکاح و وجوب تمامی مہر میں کچھ نزاع ہی نہیں اسی طرح اگر نابالغ تھا اور نکاح باجازت

ف ۱ لڑکے کو جب احتلام وانزال ہو بالغ ہے اور لڑکی احتلام وحیض وحمل سے بالغ ہوتی ہے۔ کم سے کم لڑکا بارہ برس کی عمر میں بالغ ہوسکتا ہے اور لڑکی نو برس میں اور زیادہ سے زیادہ دونوں پندرہ برس میں ہیں۔

برادر واقع ہوا یا اُس وقت معمولی اجازت صرف بھیجی سے لی گئی ہو اور بھائی نے جبھی یا کسی اور وقت صراحۃً خواہ دلالۃً اس نکاح کو جائز رکھا اور پسند کیا یا یہ بھی نہ ہوا مگر چند مدت بعد زید بالغ ہوگیا اور خود اُس نے یہ نکاح جائز رکھا ان سب صورتوں میں نکاح بھی نافذ اور مہر بھی کامل واجب فی الدر المختار للولی لا الوصی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبراً اھ وفی تنویر الابصار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ اھ وفی الدر المختار لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اھ وفی الخانیۃ نفذ باجازۃ الصبی بعد بلوغہ اھ وفی الدر المختار ف۱ المہر یتأکد عند وطء او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما اھ ہاں اگر ان امور میں سے کچھ نہ واقع ہوا یعنی نہ زید بالغ تھا نہ نکاح بہ تجویز ولی واقع ہوا نہ ولی نے کسی وقت صریحاً یا دلالۃً اُس کی اجازت دی نہ زید خود لائق اجازت ہوا یہاں تک کہ مر گیا تو بیشک نکاح باطل ہوگیا لان ف۲ الموقوف یبطل بالموت قبل الاجازۃ کما لا یخفی علی احد اور جلسۂ نکاح میں ولی کا مجرد خاموش بیٹھا رہنا اجازت وپسندی پر یقین نہیں دلا سکتا بلکہ اُس کا کوئی فعل ایسا ہونا چاہیے جس سے رضامندی سمجھی جائے مثلاً دولھن کو منہ دکھائی دینا یا دولھا کی سلامی کے روپے لینا یا مبارکباد لینا دینا وغیرہ ذلک مما یدل علی الرضا وفی رد المحتار تقدم ان البالغۃ لو زوجت نفسہا غیر کفو فللولی الاعتراض ما لم یرض صریحا او دلالۃ کقبض المہر ونحوہ فلم ف۳ یجعلوا سکوتہ اجازۃ والظاہر ان سکوتہ ھنا کذلک فلا یکون سکوتہ اجازۃ لنکاح الابعد وان کان حاضرا فی مجلس العقد ما لم یرض صریحا او دلالۃ تأمل اور اس صورت میں مہر بھی لازم نہ آئے گا لان النکاح باطل والباطل معدوم والمعدوم لا یفید البتہ اگر ایسی صورت میں یہ ثابت ف۴ ہو کہ زید نابالغ نے بعد اس عقد غیر نافذ کے ممدوحہ سے بالجبر قربت کی اور ممدوحہ اُس وقت حقیقۃً حالت جبر واضطرار میں تھی نہ وہ حالت جو ابتدا بوجہ شرم وحجاب عموماً انکار ابکار کی باعث ہوتی ہے بلکہ وہ حالت جو زن عفیفہ کو مرد اجنبی کے ساتھ ہو[illegible] ہے تو اس تقدیر پر ہندہ کا مہر مثل ذمہ زید لازم ہونا چاہیے وذلک لان ف۵ الموقوف قبل الاجازۃ لا یحل الوطی بل ولا النظر کما صرح بہ فی احکام الخلوۃ من باب المہر من رد المحتار عن النہر عن النہایۃ وقد تبین بالموت انہا لم تکن زوجتہ ولا حد ف۶ للشبہۃ وللصبی فیجب العقر الا ان تکون مطاوعۃ فلا یوجب لعدم الفائدۃ اذ لو لزم لرجع بہ الولی علیہا لانہا مکلفۃ وقد وقع ما وقع بامرھا لکونہا طائعۃ کما فی رد المحتار عن الشرنبلالیۃ عن الفتح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴ از کلکتہ دھرم تلا اسٹریٹ عـــہ ۱۶۲ مرسلہ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علما اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح بسبب نہ رہنے باپ دادا کے اُس کے ماموں نے

اپنی ولایت سے کردیا تھا اب بحالت بلوغ لڑکی نے اُس نکاح کو منظور نہ کیا اور بعین حالت بلوغ دو چار آدمیوں کو بُلا کر اظہار کیا کہ میں اس وقت بالغ ہوئی اپنے ولی کے نکاح کو نامنظور کرکے فسخ کیا آپ لوگ اس امر کے شاہد ہیں اور اس فسخ کی خبر اُس کے ناکح کو ہوئی اور دین مہر بھی معاف کردیتی ہے تاہم صفائی نہیں کرتا قریب سال کے گزرا اور دربارہ مسئلہ فسخ درمختار وغیرہ میں ہے کہ فسخ کی خبر قاضی کو کرے قاضی تفریق کردے اور اس سلطنت انگریزی میں قضایا نہیں حکم قضا یا حکام ہائی کورٹ کے تعلق ہے اور ہائی کورٹ میں خبر کے واسطے وکیل اور بیرسٹر مبلغ ایک ہزار طلب کرتے ہیں اور لڑکی مذکورہ نان نفقہ کو محتاج اور عالم شباب رکھتی ہے خوف شیطانی غالب ہے پس ایسی صورت میں کیا کرے بیان فرمائیے بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع اس فسخ کے لیے قضائے قاضی شرط ہے کما فی الدر المختار اور حاضری شوہر وقت تفریق بھی ضرور فی ردالمحتار الزوج لوکان غائبا لم یفرق بینہما ا لم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نھر قلت وبہ صرح الاستروشنی فی جامعہ اور ہائی کورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں دارالقضاء شرعی نہیں نہ وہ حکام حکام وقضاۃ شرع تو ایسے مسائل میں اُن کی طرف رجوع اگر آسان بھی ہو تو اصلاً مفید نہیں کہ اُن کے فسخ کیے یہ نکاح فسخ نہ ہوگا اور عورت بدستور زوجۂ شوہر رہیگی بلکہ وہاں جو عالم فقیہ سُنّی تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اس قسم کے خاص دینی کاموں میں اُس کی طرف رجوع لازم ہے اور اگر وہاں یہ بھی نہ ہو تو چارۂ کار یہ ہے کہ زن وشوہر اس معاملہ کو پنچایت پر رکھیں مسلمان پنچ بعد ثبوت بمواجہہ شوہر تفریق کردے نکاح فسخ ہوجائیگا فان الحکم کالقاضی فی کل مالیس بحد ولا قود ولا دیۃ علی عاقلۃ کما نصوا علیہ اور اگر شوہر پنچایت پر راضی نہ ہو تو عورت کسی اسلامی ریاست کے شہر میں جائے جس طرح یہاں ریاست رامپور وغیرہا اور وہاں قاضی شرع کے حضور (جس کی قضا کو نواب والی ملک مسلمان نے نہ اُس شہر والوں سے خاص کردیا ہو نہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر حکم کے لیے مقید کیا ہو) استغاثہ کرے وہ بلحاظ قواعد شرعیہ تفریق کرسکتا ہے اور اگر شوہر بھی وہاں جانے پر راضی ہو یا قاضی کی طلبی پر اُسے جانا ضرور ہو جب تو امر آسان ہے اب اُس قاضی میں صرف اتنی شرط ہوگی کہ والی نے صرف اہل شہر کے ساتھ اُس کی قضا کو خاص نہ کردیا ہو جیسا کہ اکثر یہی ہے کہ تخصیص نہیں کرتے وذلک لما عرف ان القضاء یتخصص بکل ماخصص بہ المقلد کما فی الاشباہ والدر وغیرھما واذا لم یخصص باھل البلد لم یشترط ان یکون المتداعیان من اھل البلد کما فی ردالمحتار وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔

ف۱: مسئلہ بحالت غیبت شوہر قاضی تفریق نہیں کرسکتا، وقت تفریق حاضری شوہر ضرور ہے۔
ف۲: مسئلہ ہائی کورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں شرعی دارالقضاء نہیں نہ ان حکام کے فسخ کیے نکاح فسخ ہو۔

مسئلہ ۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ کے باہم شادی بولایت پدران عالم نابالغی زوجین میں ہوئی بعد ایک عرصہ کے زید نابینا ہوگیا اور ہنوز وہ دونوں نابالغ ہیں اور پدر ہندہ نے وفات پائی اب مادر وعم ہندہ اُسے رخصت کرنا نہیں چاہتے اور کہتے ہیں ہم اپنی بیٹی زید کو نہیں دینگے اس صورت میں ماں کے انکار سے اُس نکاح میں خلل آیا یا نہیں اور ماں یا ہندہ یا چچا کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح مذکور بحالہ باقی ہے اور مادر وعم ہندہ بلکہ کسی کے انکار سے اُس میں خلل نہیں آتا نہ انہیں اختیار فسخ حاصل یہاں تک کہ اگر خود ہندہ بعد بلوغ فسخ نکاح چاہے تاہم منفسخ نہ ہوگا فی تنویر الابصار ولزم النکاح ولو بغبن فاحش ان کان الولی ابا او جدا الخ وفی فتاوی قاضی خاں اذا بلغ الصغیر او الصغیرۃ قد زوجھما الاب والجد لا خیار لھما انتھی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶ ۳۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر مرگیا اور ۲ دولڑکی ایک کی عمر ۳ برس کی اور ایک کی ۶ برس کی۔ ۶ برس کی عمر کی لڑکی کو اُس کی پھپھی چوری سے لے گئی اپنے گھر کو جب ہندہ کو معلوم ہوا تو وہ اس فکر میں رہی کہ جب موقع پاوے اپنی لڑکی کو لے آئے اور اپنے عزیزوں سے بھی کہہ رکھا کہ جب موقع ملے تو میری لڑکی کو میرے پاس لے آؤ حسب اتفاق وہ لڑکی ہندہ کی کسی دُکان پر گوشت لے رہی تھی اور ہندہ کا بھانجہ اُس طرف آرہا تھا اُسے گودی میں اُٹھا لایا اور ہندہ کو دیدیا جب وہ لڑکی ہندہ کے پاس آگئی تو چھ سات روز بعد اُس کی پھپھی آئی اور ہندہ سے کہا میں نے اس کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کردیا ہے اب اس کو بھیجدو ہندہ نے کہا میں ماں تھی میری بلا اجازت تم نے کیوں نکاح کیا میں اس لڑکی کو نہیں دونگی اور اس کے نکاح کا مجھے اختیار ہے اور وہ لڑکی ایک برس اپنی پھپھی کے رہی اور چھ برس کی عمر میں گئی تھی اور اُس کی ماں کے پاس۔۔۔ آئے ہوئے چار پانچ برس کا عرصہ ہوا اس حساب سے اب گیارہ یا بارہ برس کی عمر ہے تو اس صورت میں وہ نکاح فاسد رہا یا قائم رہا اور ہندہ اُس کا اور جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے آیا بموجب شرع شریف کے کرسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ان لڑکیوں کا کوئی حقیقی بھائی بھتیجا چچا چچا کا بیٹا پوتا غرض دادا پردادا کی اولاد سے کوئی عاقل بالغ مرد نہ تھا

تو اُن کی نکاح کی ولایت ان کی ماں ہی کو تھی پھپی کو ماں کے ہوتے کچھ اختیار نہ تھا جو نکاح پھپی نے بے اجازت ماں کے کیا جبکہ ماں نے اُسے رد کردیا کہ تم نے کیوں کیا میں اس کو نہ دونگی اس کا مجھے اختیار ہے وہ نکاح باطل ہوگیا اب ہندہ کو اختیار ہے جہاں مناسب دیکھے لڑکی کا نکاح کردے فی الدر المختار ان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مسئلہ ۲۷ از شہر اعظم گڑھ مرسلہ خواجہ عنایت اللہ خاں صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ مسماۃ محمودہ کا نکاح حامد ایک شخص ہم کفو کے ساتھ مندرجہ ذیل صورت میں ہوا ہے صرف پدر محمودہ کو یہ نکاح حامد کے ساتھ کرنا منظور نہیں تھا مگر مادر محمودہ ونیز تمام خاندان کو بہر صورت منظور تھا اس لیے یہ نکاح بہ تحریک مادر محمودہ ودیگر بزرگان خاندان بغیبت پدر محمودہ کے جبکہ وہ اپنے علاقہ پر بفاصلہ بارہ تیرہ کوس کے تھا باعلان عام منعقد کیا گیا چونکہ محمودہ عاقلہ بالغہ تھی اس لیے ایک روز قبل از انعقاد نکاح اُسکی ہم عمر ایک کتخدا لڑکی واسطے استمزاج محمودہ کے بھیجی گئی اُس سے محمودہ نے کہا کہ یہ نکاح مجھکو بدل منظور ہے یہ بھی کہا کہ اس میں یہ خوبی ہے کہ میں تم سے اور نیز تمام اعزہ سے جُدا نہونگی اور ایک ہی جگہ رہونگی دوسرے روز بروز جمعہ اُس کا عقد قرار پایا۔ ایک وکیل اور دو گواہ جس کمرہ میں محمودہ تھی واسطے دریافت رضامندی کے گئے وحسب رواج اس ملک کے سوال جواب کرکے واسطے پڑھانے نکاح کے باغ حامد میں جہاں نکاح پڑھانے والا واعزہ اور نیز شہر کے معزز وممتاز لوگ موجود تھے واپس آئے واپس آنے پر یہ معلوم ہوا کہ وکیل وگواہان نے محض مادر محمودہ سے رضامندی حاصل کی ہے اس پر حاضرین کی یہ رائے ہوئی کہ مسماۃ محمودہ عاقلہ بالغہ ہے اُس سے پوچھنا ضروری امر ہے لہذا پھر وکیل وگواہان گھر میں جائیں اور خاص محمودہ سے دریافت کریں چنانچہ وکیل وگواہان ونیز چند اعزہ محمودہ کے گھر میں گئے معلوم ہوا کہ مسماۃ محمودہ نماز صلاۃ التسبیح پڑھ رہی ہے وکیل نے یہ کہا کہ محمودہ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو دریافت کیا جائے تھوڑی دیر کے بعد محمودہ نماز پڑھ چکی ایک گواہ نے محمودہ کو بایاں سلام اور ایک عزیز نے دونوں سلام پھیرتے دیکھا اُس جگہ قریب محمودہ کے مادر محمودہ وبہن حامد بیٹھی ہوئی تھیں بعد فراغت نماز حسب احکام شرعیہ ایجاب وقبول کے الفاظ محمودہ سے بغرض حصول رضامندی کہے گئے تو مادر محمودہ نے حسب رواج اس ملک کے وموافق رسم شرفائے اس دیار کے کہا کہ ہاں منظور ہے اور محمودہ ساکت رہی مگر وکیل نے کہا کہ محمودہ خود عاقلہ وبالغہ ہے اُس کو اپنی زبان سے ایجاب وقبول کے الفاظ کا اعادہ کرنا چاہیے اس بات پر مادر محمودہ نے ونیز اور لوگوں نے کہا کہ ہندوستان میں شریفوں کی کوئی لڑکی کنواری آج تک کبھی بولی ہے کہ یہ بولے گی بلکہ

بالعموم سکوت علامت رضامندی ہوتی ہے مگر باایںہمہ وکیل نے بمقابلہ گواہان کے محمودہ کا نام لیکر کلمات ایجاب و قبول کو پوچھا کہ محمودہ تمکو منظور ہے محمودہ اُس وقت محض ساکت رہی اور کچھ سرنگوں ہوگئی اس طور پر دوبارہ بااصرار دریافت کیا گیا تو اپنے مُنھ پر دونوں ہاتھ رکھکر اور زیادہ جُھکی تیسری دفعہ وکیل نے اسی طرح تقریر کی محمودہ کی وہی حالت سکوت وخاموشی کی رہی بعد اُس کے وکیل وگواہان باغ حامد میں آئے اور حسب اصول شرعیہ و دستور مروجہ نکاح محمودہ کا حامد کے ساتھ جماعت کثیر کے روبرو ہوگیا اور بعد نکاح مکان محمودہ میں حسب دستور سب اعزہ آئے و باہم مبارک وسلامت ہوئی اور رسوم شربت نوشی کی عمل میں آئی جس پر مادر و بہن ونانی محمودہ نے شادمانی کا اظہار کیا اور یہ واقعہ قبل از نماز جمعہ کے تھا اور شب میں آٹھ بجے والد محمودہ کا علاقہ سے مکان پر آگیا اور اُس نے ایک شور وغل برپا کیا صبح کو تمام اعزہ کو بُلاکر یہ کہا کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا اور کہنے لگا کہ مادر محمودہ کہتی ہے کہ محمودہ کو یہ نکاح منظور نہ تھا اور وقت اعادہ الفاظ نکاح بغرض حصول رضامندی کے محمودہ نماز میں تھی اور جب وہ سجدہ سہو میں جانے لگی تو حامد نے اُس کا سر پکڑ لیا۔ آپ لوگ چلیں اور گھر میں دریافت کرلیں اعزہ گھر میں آئے اُن کے روبرو پدر محمودہ نے مادر محمودہ سے یہ پوچھا کہ آیا محمودہ کو یہ عقد منظور تھا یا نہیں آیا وہ نماز میں تھی یا نہیں بجواب اس کے مادر محمودہ نے یہ کہا کہ محمودہ نے یہ کہا تھا کہ مجھکو منظور ہے اور سجدہ سہو کی بابت مادر محمودہ نے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتی اگرچہ مکرر سہ کرر والد محمودہ مادر محمودہ سے دیر تک سجدہ سہو کی نسبت پوچھتا رہا مگر وہ انکار ہی کرتی رہی اگرچہ بیان والد محمودہ کا بالکل خلاف وقوع واقعہ کے تھا اور صریح بے اصل تھا دوپہر تک والد محمودہ اس امر پر غلو کرتا رہا کہ بوجہ مشغولی نماز کے یہ نکاح نہیں ہوا جب یہ امر بے اصل کسی طرح سے ثابت نہ ہوا کہ وقت نکاح کے محمودہ نماز میں تھی تو اُس نے بعد دوپہر کے اعزہ کو جمع کرکے یہ خواہش ظاہر کی کہ علیحدگی ہوجائے جس علیحدگی کا مطلب یہ تھا کہ طلاق ہوجائے حامد اور اعزہ حامد نے اس علیحدگی کو منظور نہیں کیا اگرچہ عرصہ تک والد محمودہ کا اس پر اصرار تھا۔ محمودہ خواندہ ہے اس اثنا میں محمودہ نے ایک رقعہ دستخطی اپنے والد کو لکھا کہ مجھے آپ کی خوشی منظور ہے مجھے سوائے نماز وروزہ کے اور کوئی چیز نہیں چاہیے مگر لفظ طلاق کا ہرگز درمیان میں نہ آنے پائے اور انھیں الفاظ کا اعادہ محمودہ نے اپنی چند ہم عمروں سے بھی کیا صورت استمزاج ماقبل نکاح وسکوت بوقت نکاح وتحریر رقعہ بعد نکاح واظہار خیال از ہم عمران سے منظوری ورضامندی محمودہ کی اس نکاح کی نسبت بخوبی ثابت ہے اور اس وقت تک یہ نکاح محمودہ کو منظور ہے۔ چونکہ یہ نکاح باپ محمودہ کی غیبت میں برضامندی محمودہ و مادر محمودہ ونیز تمام خاندان فریقین ہوا ہے تو ایسی صورت میں یہ نکاح از روئے فقہ

جائز ہوا یا نہیں بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر حامد محمودہ کا کفو شرعی ہے یعنی اُس کے نسب ومذہب وروش وپیشہ وغیرہ میں کوئی بات ایسی نہیں کہ اُس سے نکاح ہونا اولیائے محمودہ کے لیے باعث ننگ وعار ہو تو نکاح مذکور منعقد ہوجانے میں اصلاً شبہہ نہیں اگرچہ محمودہ وقت طلب اجازت نماز ہی پڑھتی ہو بلکہ اگرچہ اُس سے اصلاً اجازت نہ لی گئی ہو والد محمودہ کا ادعا کہ نکاح نہ ہوا محض باطل وبے معنی ہے عقد بے اجازت غایت یہ کہ عقد فضولی ہو پھر عقد فضولی صحیح ومنعقد ہوتا اور اجازت صاحب اجازت پر اُس کا نفاذ موقوف رہتا ہے نہ کہ اصلاً باطل ٹھہرے فی الدر المختار الفضولی من یتصرف فی حق غیرہ بغیر اذن شرعی کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا کطلاق وعتاق وله من یقدر علی اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا نظر بوقائع مذکورہ سوال عقد محمودہ ایسا ہی واقع ہوا نکاح سے ایک دن پہلے ہم عمر لڑکی سے جو گفتگو آئی اور محمودہ نے پسند ظاہر کی وہ صرف رائے تھی نہ کسی شخص کو نکاح کرنے کی توکیل۔ وقت تزویج اذن لینے پر جو سکوت محمودہ نے کیا وہ بھی توکیل کے لیے ناکافی تھا کہ ولی اقرب یعنی پدر چند ہی کوس پر تھا اور اذن لینے والا جب نہ خود ولی اقرب ہو نہ اُس کا وکیل نہ اُس کا رسول تو دوشیزہ کا سکوت بھی معتبر نہیں اذن صاف درکار ہے فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار ان استاذنھا غیر الاقرب کاجنبی والمراد به من لیس له ولایة لکن رسول الولی قائم مقامه فیکون سکوتھا رضا عند استئذانه کما فی الفتح والوکیل کذلك کما فی البحر عن القنیة) او ولی بعید (کالاخ مع الاب اذا لم یکن الاب غائبا غیبة منقطعة کما فی الخانیة) فلا عبرة لسکوتھا بل لابد من القول کالثیب البالغة او ما ھو فی معناه من فعل یدل علی الرضا معہذا رسم اکثر دیار ہند یہ یوں ہے کہ وکالت واذن زید کے نام لیتے ہیں اور پڑھانے والا عمرو ہوتا ہے یوں با وصف اذن صریح بھی عقد عقد فضولی رہتا ہے کہ جسے اذن تھا اُس نے نہ پڑھایا فی رد المحتار عن الرحمتی عن الحموی عن کلام محمد فی الاصل ان مباشرة وکیل الوکیل بحضرة الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرة الوکیل بنفسه بخلافه فی البیع اھ و فی وکالة غمز العیون عن الولوالجیة ھو الصحیح بہرحال یہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور اجازت محمودہ پر موقوف رہا اب بعد نکاح محمودہ کا رقعہ اگرچہ بنظر بعض تدقیقات علمیہ کہ عوام خصوصاً عورات کی بات اُن پر محمول ہونی مستبعد وناقبول مدارک فقہیہ ہے رد واجازت کا قطعی فیصلہ نہ کرے تاہم شک نہیں کہ اُس سے ظاہر و متبادر یہی ہے کہ محمودہ نے اس نکاح کو جائز رکھا اگرچہ رضائے پدر کے لیے شوہر سے علیحدہ اور عمر بھر نماز روزے پر قانع رہنا قبول کرتی ہے مگر طلاق
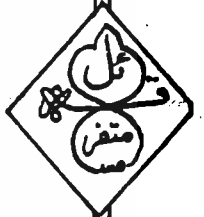
ہرگز راضی نہیں اور طلاق باآنکہ مزیل نکاح ہے نہ دہی سبقت نکاح چاہتی ہے نہ کہ اُس کی ناپسندی کہ بقائے نکاح کی رضامندی ہے اور اُسی قدر نفاذ نکاح موقوف کے لیے کافی ہے لما مر من الدر المختار من قولہ او ماھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا پس صورت مستفسرہ میں بشرط کفارت مذکورہ نکاح محمودہ جائز و تام و نافذ و لازم ہے جس پر پدر وغیرہ کسی کو حق اعتراض نہیں واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۸: از بھوندپوری ضلع ترائی نینی تال ۲۰ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا نکاح خالد نابالغ سے ہوا ہندہ اُس وقت نو برس کی تھی ہندہ کا باپ بھائی چچا وغیرہ کوئی ولی سوا ماں کے نہیں یہ نکاح ماں کی رضامندی سے ہوا مگر اذن ہندہ نابالغہ سے لیا اور خالد کا نکاح اُس کے باپ نے کیا مگر قبول خود خالد سے کرایا گیا بعد نکاح ہندہ نے خالد کے یہاں جانا نہ چاہا اس بنا پر اُس کے ماموں نے روک رکھا مگر پیشکار کی تنبیہ سے جو یہاں دیہات میں مثل حاکم سمجھا جاتا ہے ہندہ پندرہ برس یا اُس سے کم کی عمر میں رخصت ہوکر خالد کے یہاں گئی اور چار برس وہیں رہی وقت نکاح ہندہ و خالد دونوں نابالغ سمجھ وال تھے نہ تو بالغ تھے نہ ناسمجھ بچے ہندہ پندرہ برس کی عمر میں بالغ ہوئی اب پھر اُس نے اپنی ناراضی ظاہر کی اور دوسری جگہ اپنا نکاح کیا چاہتی ہے اس صورت میں یہ اختیار اُسے ہے یا نہیں ہندہ کا بیان ہے کہ آج تک ہم بستری نہ ہوئی اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ یہاں کے لوگ بوجہ نقصان آب وہوا کے ضعیف و کمزور بہت ہوتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ خالد ہندہ کا نسب و مذہب وغیرہا میں ہر طرح کفو ہے اور مہر اُس کے یہاں کے رواج سے زیادہ باندھا گیا لہذا نکاح صحیح ہوگیا ہاں اس وجہ سے کہ ہندہ کا نکاح کرنے والا اُس کا باپ دادا نہیں ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً اختیار فسخ تھا اگر اُس نے حیض آتے ہی معاً ناراضی اور فسخ کی طلبگاری ظاہر کی تو نکاح فسخ کیا جائیگا اور اگر ذرا بھی دیر کی تو اب نکاح لازم ہوگیا کہ ہرگز فسخ نہیں ہوسکتا فی الدر المختار ان کان المزوج غیر کالاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفوٴ او بغبن فاحش اصلا وان من کفوٴ وبمہر المثل صح ولھما خیار الفسخ بالبلوغ وبطل خیار البکر بالسکوت اھ ملتقطا اسے بہت کامل تحقیق کرنی ضرور ہے کہ معاً حیض آتے ہی عورت کا مطالبہ فسخ کرنا بہت نادر ہے خصوصاً جبکہ جاہلہ ہو اور تقریر سوال سے ظاہر اس کا خلاف ہے اور پیش از بلوغ اظہار ناراضی کوئی چیز نہیں عورت اگر اس میں فریب کرے گی اور بعد بلوغ ایک ذرا دیر بھی خاموش رہی یا کوئی اور بات کی تھی اور اب یہ ظاہر کریگی

کہ میں نے فوراً فوراً بالغ ہوتے ہی بلا تاخیر سب میں پہلے یہی لفظ کہا تھا اور اس بنا پر فسخ کا حکم لیکر دوسرے سے نکاح کرلے گی تو ہمیشہ ہمیشہ زناکاری کی بلا میں گرفتار رہے گی۔ اتنا اور بھی معلوم رہے کہ مدت کے بعد اُس کا یہ دعوٰی کہ میں نے حیض آتے ہی فوراً نکاح فسخ کر دیا تھا بے گواہان عادل شرعی کے ہرگز قبول نہ ہوگا کما بینہ فی ردالمحتار والله سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹ از اعظم گڑھ مرسلہ خواجہ عنایت اللہ خاں صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے جو اہل کفو ہندہ سے تھا ہندہ بالغہ باکرہ کا نکاح بغیبت اُس کے باپ کے جو صرف بارہ کوس کے فاصلہ پر اپنے علاقہ پر تھا برضامندی مادر ونانی وبسکوت وگریہ ہندہ اپنے ساتھ بوکالت وشہادت تین اقربا خاص ہونا ظاہر کیا زید اب کہتا ہے کہ ہندہ نے خود اپنی زبان سے صراحت کے ساتھ میرے نکاح کو قبول کیا تھا وکیل گواہان زید حسب بیان زید شہادت دیں ہندہ کہتی ہے میں نے ہرگز ہرگز نہ زبان سے اقرار و نہ کسی طرح منظوری اپنی ظاہر کیا تھا و بلا رضامندی اپنے باپ کے مجھکو یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہی باپ ہندہ کا نہ پہلے راضی تھا نہ اب راضی ہے پس ایسا نکاح و شخص عنداللہ والرسول کیسا اور ہوا یا نہیں اور سوال یہ ہے کہ زید و گواہان زید و وکیل کو ترجیح ہے یا کیا صورت کس کے مقابلہ میں کس کو ترجیح دوسرا سوال یہ ہے کہ نکاح مذکورہ بالا حسب اظہار ہندہ اگر بحالت سکوت وگریہ ہندہ بغیبت اُس کے باپ کے حسب کیفیت نارضامندی و فاصلہ مرقومہ اُس کے ہوا ہو تو ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

تقریر سوال سے واضح کہ یہ نکاح بغیبت پدر ہندہ بوجہ ناراضی پدر ہندہ عمل میں آیا ایسی حالت میں بارہ کوس کا فاصلہ کسی قول پر غیبت منقطعہ نہیں ہو سکتا مسافت قصر نہونا ظاہر اور یہاں ولی ابعد کی تعجیل (بحالیکہ ماں یہاں ولی ابعد ہو بھی) اس وجہ سے نہیں کہ ولی اقرب سے مشورہ لینے میں دیر لگے گی اور اتنی دیر میں کفو حاضر ہاتھ سے نکل جائے گا بلکہ اس لیے کہ ولی اقرب کی رائے اپنے ارادہ کے خلاف معلوم ہے اور اُس کے خلاف کام کرنا منظور تو ہرگز یہ صورت ناقل ولایت بولی ابعد نہیں ولا تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض ایسا ہو تو شرع مطہر نے جس حکمت سے ترتیب رکھی ہے راَساً باطل ہو جائے ہر ولی ابعد سے ابعد ہر زن بے عقل و بے خرد کو اختیار حاصل ہو کہ پدر مہربان یا برادر شفیق ولی قریب کو دو کوس بس بلکہ گھر سے باہر مسجد یا بازار ہی تک جائے اور وہ اُس کے خلاف رائے جس سے چاہے نکاح کردے یہ مقاصد شرع سے منزلوں دور ہے بالجملہ قول آخر میں انتقال ولایت جب ہے کہ انتظار کی دیر باعث فوت کفو ہو نہ یہ بوجہ علم ناراضی قصداً انتظار نہ کیا جائے فی ردالمحتار اختلف فی حد الغیبۃ فاختار المصنف تبعاللکنز انھامسافۃ القصر

ونسبه فی الهدایة لبعض المتأخرین والزیلعی لاکثرهم قال وعلیه الفتوی اھ وقال فی الذخیرة الاصح انه اذا کان فی موضع لو انتظر حضوره او استطلاع رأیه فات الکفو الذی حضر فالغیبة منقطعة والیه اشار فی الکتاب اھ وفی النهایة واختاره اکثر المشایخ وفی شرح الملتقی عن الحقائق علیه الفتوی اھ مختصرا فی الدر المختار وثمرة الخلاف فیمن اختفی فی المدینة هل تکون غیبة منقطعة اور ولی ابعد بحالت عدم انتقال ولایت یا کوئی اجنبی کہ ولی اقرب کا وکیل و رسول نہو جب بکر بالغہ سے اذن نکاح مانگے تو اُس کا سکوت معتبر نہیں بلکہ قولاً یا فعلاً صاف اظہار رضا ضرور ہے بحال سکوت نکاح فضولی ہوگا اور اجازت عروس پر موقوف رہے گا اسی طرح اگر غیر ولی اقرب نے بلا اذن بکر بالغہ نکاح کردیا پھر اُسے خبر ہوئی تو اجازت صریحہ سے نافذ ہوگا سکوت کافی نہیں فی الدر المختار ان استأذنها الولی او وکیله او رسوله او زوجها ولیها واخبرها رسوله او فضولی عدل فسکتت عن رده مختارة او ضحکت غیر مستهزئة او تبسمت او بکت بلا صوت فهو اذن فان استأذنها غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرة بسکوتها بل لابد من القول کالثیب البالغة او من فعل یدل علی الرضا کطلب مهرها ونفقتها وتمکینها من الوطی اھ مختصرا وفی الهندیة عن جامع المضمرات ان کان لها ولی اقرب من المزوج لایکون السکوت منها رضا ولها الخیار ان شاءت رضیت وان شاءت ردت پس صورت مستفسرہ میں کہ زید نے اولاً اجازت نکاح بسکوت و گریہ ہندہ ظاہر کی اور بعد کو اجازت بلفظ صریح کا مدعی ہوا اگریہ دونوں بیان وقت واحد کی نسبت ہیں مثلاً پہلے کہتا تھا کہ ہندہ سے جب اذن لیا گیا تو اُس نے سکوت وگریہ کیا اب کہتا ہے صریح اذن دیا تو اگرچہ پھر یہاں بیان سابق کے خلاف اور صاف صورت تناقض ہے لانه اقر اولا بعدم ثبوت الملك له علیها اذکان ملك حیث لانفاذ ولذا لایحل الوطی فی الموقوف مگر یہ تناقض محل خفا میں ہے کہ زوج وقت استیذان دولھن کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا اور یہ فعل خاص دولھن کا ہے جس پر زوج کو اطلاع بذریعہ حکایت ہی ہوتی ہے ممکن کہ پہلے کسی نے غلط طور پر صرف سکوت وگریہ بیان کیا اور اس نے اُس کے اعتبار پر یہی ظاہر کیا بعدہ تحقیق ہوا کہ اذن بالفاظ صریحہ تھا بلکہ دولھنوں سے استیذان میں دیر لگتی ہے ممکن کہ جس وقت تک ناقل اول وہاں موجود تھا سکوت وگریہ ہی کیا ہو اُس کے اُٹھ جانے کے بعد مثلاً (ہوں) کہا زوج کو اول حکایت اولے ہی پہنچی تھی بعد کو دوسری تحقیق ہوئی ایسا تناقض شرعاً عفو ہے اشباہ میں ہے التناقض غیر مقبول الا فیما کان محل الخفاء غمز العیون میں ہے فی الفواکه البدریة قد اغتفروا التناقض فی کثیر من المسائل التی یظهر فیها عذر منها لو قال هذه رضیعتی ثم اعترف بالخطاء یصدق وله ان یتزوجها بعد ذلك اذا لم یثبت علی اقراره والعذر انه مما یخفی

ف۱: اجنبی یا ولی ابعد نے اذن طلب کیا اس نے سکوت کیا تو اذن نہ ہوا۔

ف۲: محل خفا میں تناقض عفو ہے۔

ف۳: مسئلہ: اگر کوئی شخص کہے کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر خطا کا اعتراف کرے تو سچا مانا جائیگا اور اُس سے نکاح جائز ہوگا جبکہ اپنے اقرار پہ ثابت نہ رہا۔

علیه فقد یظهر بعد اقرارہ علی خطاء الناقل اھ مختصرًا تو اس صورت کا حاصل یہ قرار پایا کہ مرد نکاح نافذ کا دعوی کرتا ہے اور عورت انکار اور اگر یہ بیان دو وقت مختلف کی نسبت ہیں یعنی سکوت وگریہ استیذان پیش از نکاح یا بلوغ خبر نکاح کے وقت بیان کیا تھا اور اب مدعی ہے کہ اس کے بعد دولھن نے بلفظ صریح نکاح جائز کردیا تو یہ رد و اجازت نکاح ف۱ موقوف میں اختلاف زوجین کی صورت ہے بہرحال صورت مسئولہ میں اگر جانب شوہر شہادت عادلہ کافیہ نہ ہو تو قول عورت کا قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر قسم کھالے گی نکاح باطل ٹھہریگا اور جبکہ دعوی شوہر اجازت بالفاظ صریحہ ہے تو یہاں ہر صورت میں بینہ شوہر ہی کو ترجیح ہے اگر گواہان عادل شرعی سے اپنا دعوی ثابت کردیگا نکاح ثابت ونافذ قرار پائے گا یونہی بحالت عدم گواہاں اگر دولھن قسم کھانے سے انکار کریگی دعوی شوہر ثابت ہوجائیگا یہ سب حکم قضا ہے رہا واقع کا حال وہ رب العزة کے علم میں ہے اور دونوں اہل معاملہ اور اُن کے شرکا روا قف جو جھوٹا ہوگا عند اللہ عذاب الیم شدید کا سزاوار ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی فی الدر المختار قال الزوج للبکر البالغة بلغك النکاح فسکت وقالت رددت النکاح ولا بینة لهما علی ذلك ولم یکن دخل بها طوعا فی الاصح فالقول قولها بیمینها علی المفتی به وتقبل بینته علی سکوتها لانه وجودی بضم الشفتین ولو برهنا فبینتها اولی الا ان یبرهن علی رضاها او اجازتها **قلت** فرض المسألة فی تزویج الاب فقوله سکت بمعنی اجزت وقوله یبرهن علی رضاها واجازتها ای صریحا کما بینه فی رد المحتار ولنذکر طرفا من کلامه لانضاح المقام قال رحمه الله تعالٰی **قوله** فالقول قولها لانه یدعی لزوم العقد وملك البضع والمرأة تدفعه فکانت منکرة ثم ذکر فی البحر ذکر الحاکم الشهید فی الکافی لو ادعی احدهما ان النکاح کان فی صغرہ فالقول قوله ولا نکاح بینهما اھ قلت مثلها فی الذخیرة بقوله لان النکاح فی حالة الصغر قبل اجازة الولی لیس نکاحا معنا وذکر قبله ان الاختلاف لو فی الصحة والفساد فالقول لمدعی الصحة بشهادة الظاهر ولو فی اصل وجود العقد فلمنکر الوجود ثم ان الظاهر ان ما نحن فیه من قبیل الاختلاف فی اصل وجود العقد لان الرد صیرالایجاب بلا قبول **قوله** الا ان یبرهن ای فترجح بینته لاستوائهما فی الاثبات وزیادة بینته باثبات اللزوم کذا فی الشرح وعزاہ فی النهایة للتمرتاشی وکذا هو فی غیر کتاب من المعتمد لکن فی الخلاصة عن ادب القاضی للخصاف ان بینتها اولی ففی هذہ الصورة اختلاف المشائخ ولعل وجهه ان السکوت لما کان مما تتحقق الاجازة به لم یلزم من الشهادة بالاجازة کونها بامر زائد علی السکوت ما لم یصرحوا بذلك کذا فی الفتح وتبعه فی البحر واستفید منه التوفیق بین القولین بحمل الاول علی ما اذا

ف۱: مسئلہ رد و اجازت نکاح موقوف میں جب اختلاف زوجین ہو تو اگر شہادت عادلہ کافیہ سے زوج کا قول ثابت ہو ورنہ قسم کے ساتھ عورت کا قول معتبر ہوگا اگر عورت نے قسم کھانے سے انکار کیا تو جب بھی نکاح ثابت

صرح الشھود بانھا قالت اجزت اورضیت وحمل الثانی علی ما اذا شھد وا بانھا اجازت اورضیت لاحتمال اجازتھا بالسکوت فافھم اھ ملتقطا وفی الھندیۃ لواقام الزوج البینۃ انھا اجازت العقد حین اخبرت واقامت البینۃ انھاردت حین اخبرت کانت البینۃ بینۃ الزوج کذا فی السراج الوھاج رہی باپ کی ناراضی وہ صحت ونفاذ نکاح میں خلل انداز نہیں جبکہ عورت حرہ عاقلہ بالغہ اور شوہر کفو ہے فی الدرالمختار نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا اھ ملخصا وفیہ لاتجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اھ ہاں اگر مہر مثل میں کمی فاحش واقع ہوئی ہو تو باپ کو حق اعتراض حاصل ہے یہاں تک کہ مہر مثل پورا کردیا جائے یا قاضی زن وشو میں تفریق کردے فی الدرالمختار لو نکحت باقل من مہرھا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلھا او یفرق القاضی بینھما دفعا للعار اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰: از مہد پور علاقہ اندور مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پدر ہندہ نے نکاح اپنی دختر کا بعمر چہار سالہ کیا تھا جب وہ ایام شعور پر فائز ہوئی تو اُس شوہر کو پسند وقبول نہیں کرتی اس صورت میں نکاح اُس کا جائز ہے یا منسوخ اور بعد جُدائی زوجین مہر اُس کا ذمہ شوہر عائد ہوتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

باپ جو اپنے نابالغ بچے کا نکاح کردے وہ مطلقاً لازم ہوتا ہے کہ نابالغ کو بعد بلوغ بھی اُس پر اعتراض کا حق نہیں ہوتا اگرچہ نکاح غیر کفو سے یا مہر میں غبن فاحش کردے مثلاً دختر کو کسی رذیل قوم یا کسی ذلیل پیشے والے یا غلام یا فاسق کے نکاح میں دے یا اُس کا مہر مثل ہزار روپے ہو پانسو یا سو پر نکاح کردے یا پسر کا نکاح کسی کنیز یا ذلیل قوم یا فاسقہ فاجرہ سے کرے یا عورت کا مہر مثل ہزار روپے ہو پسر کی طرف سے دو ہزار باندھ دے ان سب وجوہ میں باپ کا کیا ہوا نکاح لازم وناقابل فسخ ہے مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ ایسا نکاح خلاف شفقت پدری کرتے وقت باپ نشے میں ہو دوسرے یہ کہ اس سے پہلے بھی اپنے کسی بچے کے نکاح میں ایسی ہی بے شفقتی برت چکا ہو تو البتہ یہ نکاح ناجائز ہوگا فی الدرالمختار لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مھرھا وزیادۃ مھرہ او بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لوکان سکران فزوجھا من فاسق اوشریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیئۃ لظھور سوء اختیارہ فلا تعارضہ شفقتہ المظنونۃ بحر اھ وفی ردالمحتار زوج بنتہ من فاسق صح وان تحقق بذلک انہ سیئ الاختیار واشتھر بہ عند الناس
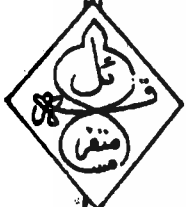
فلوزوج بنتا اخری من فاسق لم یصح الثانی لانہ کان مشھور السوء الاختیار قبلہ بخلاف العقد الاول الخ وفیہ قولہ فزوجھا من فاسق وکذا لو زوجھا بغبن فاحش فی المھر لایجوز اجماعاو الصحیح یجوز بحر عن الذخیرۃ ثم قال وکذا السکران لو زوج من غیر الکفو کما فی الخانیۃ وبہ علم ان المراد بالاب من لیس بسکران ولا عرف بسوء الاختیار اھ وفی الخانیۃ اذا زوج الرجل ابنہ امرأۃ باکثر من مھر مثلھا او زوج بنتہ الصغیرۃ باقل من مھر مثلھا او وضعھا فی غیر کفوٴ او زوج ابنہ الصغیر امۃ او امرأۃ لیست بکفوٴ لہ جاز فی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صاحباہ رحمھما اللہ تعالٰی لایجوز واجمعوا علی انہ لایجوز ذٰلک من غیر الاب والجد ولا من القاضی اھ وفی البحر الرائق ثم الخیریۃ ظاھر کلامھم ان الاب اذا کان معروفا بسوء الاختیار لم یصح عقدہ باقل من مھر المثل ولا باکثر فی الصغیر بغبن فاحش ولا من غیر الکفوٴ لھما سواء کان عدم الکفاءۃ بسبب الفسق اولا الخ واقع اگر یہ صورتیں ہوں جن میں نکاح شرعاً جائز نہیں تو اگر ہنوز ہمبستری یعنی جماع حقیقی کا وقوع نہ ہوا مہر اصلا لازم نہیں ورنہ مہر مثل دینا ہوگا فان الوطء فی دار الاسلام لایخلو عن حد او عقر کما نصوا علیہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱: از امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ سعید الدین خاں صاحب رئیس امریا ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

عرض بخدمت علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغ صغیر سن کہ والد اُس کا فوت ہوگیا اور دادا اور بھائی اُس کا کوئی نہیں تھا اور اُس کے سگے چچا نے اپنے بھائی مرحوم کی زوجہ یعنی اُس لڑکی نابالغہ کی والدہ سے بغیر رضامندی والدہ اُس لڑکی کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کردیا اب وہ لڑکی بالغ ہوئی تو وہ کہتی ہے کہ میرا نکاح اس شخص کے ساتھ نہیں اور نہ کرونگی۔ عرض پرداز ہوں کہ نزد خدا اور رسول مقبول نکاح فسخ ہوگیا یا وہی نکاح قائم رہا اگر فسخ ہوگیا تو اُس کا نکاح دوسرے کے ساتھ کیا جائے ورنہ جیسا حکم ہو بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع جبکہ دختر نابالغہ کا نہ باپ ہو نہ دادا نہ جوان بھائی نہ جوان بھتیجا تو چچا ہی اُس کا ولی اقرب ہے اُس کے کیے ہوئے نکاح میں ماں کی رضامندی و نارضامندی کا کچھ لحاظ نہ ہوگا تنویر الابصار میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریۃ وتکلیف فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام الخ ہاں یہ دیکھا جائیگا کہ جس سے چچا نے نکاح کردیا اگر اُس دختر کا کفو نہیں یعنی اُس سے کم قوم ہے جس کے ساتھ اُس کے نکاح میں ننگ وعار ہے یا ذلیل پیشہ یا محتاج یا بدمذہب یا بدرویہ ہے غرض کسی وجہ سے وہ صورت ہے کہ اُس کے ساتھ
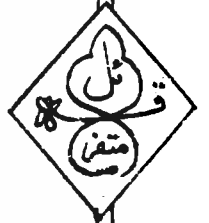
نکاح میں دختر واقربائے دختر کی مطعونی و ذلت ہے یا مہر جو چچا نے باندھا اُس میں دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کردی ہو کہ لوگ اپنے جو نرم گرم کرلیا کرتے ہیں اُن میں یہاں تک کمی نہیں پہنچتی مثلاً ہزار روپیہ مہر مثل تھا پانسو باندھ دیا تو ان دونوں صورتوں میں وہ چچا کا کیا ہوا نکاح محض باطل ہوا دختر سچ کہتی ہے کہ میرا نکاح نہ ہوا درمختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب وابیہ لا یصح من غیر کفؤ و بغبن فاحش اصلا ۱ اور اگر ان دونوں خللوں سے خالی ہے یعنی جس سے نکاح کیا وہ وقت نکاح دختر کا کفو بمعنی مذکور تھا اور مہر مثل میں بھی ویسی کمی نہ کی گئی تو نکاح صحیح ہوگیا مگر ہندہ کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے تو بالغہ ہونے پر اس نکاح کو پسند نہ کرے اور دعوی کرکے فسخ کرالے تنویر میں ہے وان کان من کفؤ وبمہر المثل صح ولہا خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ ۲ دُر میں ہے بشرط القضاء للفسخ لیکن کواری لڑکی کو یہ اختیار اسی قدر ملتا ہے کہ اگر پہلے سے نکاح کی خبر ہے تو بالغہ ہوتے ہی یعنی جس وقت علامت بلوغ مثل حیض وغیرہ ظاہر ہو یا پندرہ برس کامل کی عمر ہوجائے فوراً بلا توقف اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کردے اور اگر نکاح کی خبر بالغہ ہونے کے بعد ملی تو جس وقت خبر ہوئی فوراً اُسی وقت ناپسندی جتا دے اور اگر ذرا دیر لگائی یا اس سے جدا کوئی آدھی بات کی کچھ چُپ رہی یا بیٹھی تھی کھڑی ہوگئی یا کھڑی تھی ایک قدم اٹھا لیا اُس کے بعد ناراضی کا اظہار کیا تو ہرگز نہ سُنا جائیگا اور نکاح لازم ہوجائیگا تنویر الابصار میں ہے خیار البکر بالسکوت عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس اس نابالغہ کے بارے میں اس کا دیکھ لینا ضرور ہے کہ اُس نے بالغہ ہوتے ہی فوراً ناراضی ظاہر کی ہے یا ایک لمحہ کی دیر بھی لگائی تھی تو اب اُسے نکاح سے انکار حرام ہے وہ ضرور اُس کی زوجہ ہے ورنہ اختیار دعوی رکھتی ہے واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۳۷ از مراد آباد محلہ بازار دیوان متصل مکان نواب تفضل علیخاں مرسلہ حکیم برہان الحق صاحب ۲۷ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح کردیا اُس وقت عمر اُس کی تخمیناً سات یا آٹھ برس کی ہوگی اور پیشتر نکاح سے لڑکی کا باپ اور چچا اور تایا قضا کرگئے تھے مگر ایک بھائی تایازاد حقیقی جس کی عمر تخمیناً ۲۶ - ۲۷ برس کی اُس وقت تھی اب موجود ہے مگر بوقت نکاح والدہ دختر نے اپنی ولایت سے نکاح اس لڑکی کا کردیا شرعاً یہ نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جس نابالغہ کے باپ دادا جوان بھائی بھتیجا چچا نہوں تو جوان بھائی چچازاد ہی اُس کے نکاح کا ولی ہے اُس کے ہوتے ماں کو اپنی دختر کے نکاح کردینے کا اختیار نہیں فتاوی قاضی خاں میں ہے اقرب العصبات الی الصغیر

والصغیرۃ الاب ثم الجد ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوھما ثم العم لاب وام ثم العم لاب ثم بنوھما وعند عدم العصبۃ الاقرب الاقرب الام اھ مختصرا پس صورت مذکورہ میں ماں کا کیا ہوا نکاح اس بھائی کی اجازت پر موقوف ہے اگر رد کردیگا رد ہوجائیگا یا جائز کردیگا جائز ہوجائیگا بشرطیکہ وہ نکاح کسی غیر کفو یعنی ایسے شخص سے نہ ہوا ہو جو اس دختر سے قوم یا پیشے یا مذہب وغیرہ میں ایسا کم ہو کہ اُس کے ساتھ نکاح ہونا باعث ننگ و عار ہو نہ دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہو ورنہ وہ نکاح سرے سے باطل ہے بھائی بھی اُسے جائز نہیں کرسکتا۔ درمختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لایصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مسئولہ حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ۱۰ رجب ۱۳۱۵ھ

سوال اول

ولی ابعد ولی اقرب کی غیبت میں اگر نکاح کردے تو ولی اقرب درصورت خلاف مرضی اُس کے فسخ کرسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

ہاں جبکہ غیبت منقطعہ نہ ہو فی الدر المختار فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم

غیبت کی تفاسیر میں سے کہ مدت قصر یا دشواری استطلاع رائے یا اُس بلد میں قافلہ سال بھر میں ایک مرتبہ جاتا ہو ہیں کونسی تفسیر معتمد علیہ ہے۔

الجواب

اول پر بھی فتوی دیا گیا اور ثالث اختیار امام قدوری ہے اور کتاب التجنیس والمزید میں کہا ہے راہ کو اختیار اکثر مشایخ و اعدل الاقاویل فرمایا کما فی مجمع الانھر اور امام سغدی نے مفقود الخبری اختیار فرمائی امام محمد سے ایک روایت بیس ایک پچیس منزل کی آئی کما فی جامع الرموز تو یہ سات قول ہیں جن میں اقوی و اوفق و مذیل بآکد الفاظ فتیا صرف اول و دوم ہیں مگر اصح التصحیحین وارجح الترجیحین و ماخوذ و معتمد علیہ یہی ہے کہ جب اُس کی رائے لینے تک کفو حاضر انتظار نہ کرے اور اُس پر اُٹھا رکھنے میں یہ موقع ہاتھ سے جاتا ہے تو غیبت غیبت منقطعہ ہے یہاں تک کہ اگر ولی اقرب شہر ہی میں روپوش ہو اور پتا نامعلوم یا رسائی نہیں اور انتظار باعث فوت کفو ہو تو غیبت منقطعہ سمجھی جائے گی اور ولی بعید کو جو مراتب ولایت پر اُس اقرب کے متصل ہے ولایت ہاتھ آئیگی

اور اگر اقرب ہزار کوس دور ہے اور کفو حاضر نہیں یا انتظار پر راضی تو یہ غیبت منقطعہ نہیں ولی بعید نکاح کر یگا تو نافذ نہ ہوگا بلکہ اجازت اقرب پر موقوف رہے گا فی تنویر الابصار للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب مسافۃ القصر اھ فی رد المحتار نسبہ فی الھدایۃ لبعض المتأخرین والزیلعی لاکثرھم قال وعلیہ الفتوی اھ **قلت** وکذا قال علیہ الفتوی فی الولوالجیۃ کما فی مجمع الانھر قال القھستانی فی جامع الرموز ھو الصحیح وبہ یفتی اھ فی الدر واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفؤ الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان علیہ الفتوی وثمرۃ الخلاف فی من اختفی فی المدینۃ ھل تکون غیبۃ منقطعۃ اھ قال الشامی قال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رایہ فات الکفؤ الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب اھ وفی البحر عن المجتبی والمبسوط انہ الاصح وفی النھایۃ واختارہ اکثر المشایخ وصححہ ابن الفضل وفی الھدایۃ انہ اقرب الی الفقہ وفی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ وانہ لاتعارض بین اکثر المتأخرین واکثر المشایخ ای لان المراد من المشایخ المتقدمون وفی شرح الملتقی عن الحقائق انہ اصح الاقاویل وعلیہ الفتوی اھ وعلیہ مشی فی الاختیار والنقایۃ ویشیر کلام النھر الی اختیارہ وفی البحر والاحسن الافتاء بما علیہ اکثر المشایخ اھ کلام الشامی **قلت** والزیلعی مع قولہ الاول علیہ الفتوی ذکر تصحیح الثانی عن شمس الائمۃ السرخسی ومحمد بن الفضل ثم قال وھذا احسن اھ وقال فی جواھر الاخلاطی وعلیہ الفتوی کما فی الھندیۃ ورأیتنی کتبت ھھنا علی ھامش رد المحتار علی قول البحر الاحسن الافتاء الخ مانصہ **قلت** لاسیما فی ھذا الزمان فان العجلۃ الدخانیۃ قد ردت مسافۃ القصر الی اقصر من مسافۃ ساعتین فکیف یبنی الامر علیھا بل وجب التعویل علی ما افتی بہ اکثر المشایخ رحمھم اللہ تعالٰی اھ ما کتبت **اقول** وشیئ اخر وھو ان القول الثانی یبنی الامر علی الحاجۃ والنظر ولاشک ان الولایۃ انما ھی للنظر ودفع الضرر فکان من الفقہ اثبات الولایۃ للذی یلی الاقرب عند کونہ بحیث لو وقف الامر علی رأیہ لتضررت بہ القاصرۃ وعدمہ عند عدمہ کما اذا کانت صغیرۃ جدا ولا کفؤ یستعجل ولاحرج فی الانتظار ففیم یفتات علی الاب الشفیق ویوکل الامر الی بعید سحیق وربما لایؤمن ان یترک النظر لھا لمصلحۃ نفسہ اولجلب حطام فظھر ان فی القول الاول سلب الولایۃ حیث یحتاج الیھا کالمختفی فی البلد واثباتھا حیث لاحاجۃ الیھا کما فی ھذہ الصورۃ ھذا ورأیتنی کتبت علی قول الدر وثمرۃ الخلاف الخ مانصہ **اقول** وحیث المدار عند اھل القول الثانی علی فوات الکفؤ فکما لم تعتبر مسافۃ القصر شرطا للانتقال کذلک لانظر الیھا عند عدم الفوات والاستعجال

فلووجدت ولم یفت الکفو بانتظارہ او استطلاع رأیہ لم یجز تزویج الابعد علی الثانی خلافا للاول فالثمرۃ غیر محصورۃ فیما قال ھذا ما ظھرلی فلیحرر اھ وھو کما تری ظاھر محرر لما علمت ولما مر من عبارات الملتقی والذخیرۃ وغیرھما فان مفاھیم الخلاف[1] معتبرۃ فی عبارات العلماء بالوفاق کما نصوا علیہ بالاطباق ثم رأیت فی مجمع الانھر فلوا نتظرہ الخاطب لم ینکح الابعد فھذا عین ما فھمت وللہ الحمد واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

سوال سوم

یہ جو فقہا لکھتے ہیں کہ ولی ابعد غیبت میں اقرب کے نکاح کرا سکتا ہے یہاں ولی ابعد سے کیا مراد ہے عصبہ یا مطلق وارث گو ذوی الارحام ہی سے ہو اگر مراد عصبہ ہے تو حدیث عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے جو مؤطائے امام محمد کے باب الرجل یجعل امر امرأتہ بیدہا میں مخرج ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنی بھتیجی عبدالرحمن بن ابی بکر کی بیٹی کا نکاح عبداللہ بن زبیر سے کرا دیا باوجودیکہ عبدالرحمٰن شام میں تھے کیا جواب ہے کہ عمہ ذوی الارحام سے ہے۔
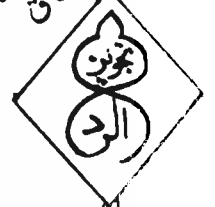
الجواب

ابعد میں افعل التفضیل اپنے باب پر نہیں بلکہ اُس سے ہر ولی بعید مراد ہے مگر نہ مطلقاً بلکہ وہی جو اُس ولی اقرب کے متصل ہو یعنی باقی تمام اولیا میں کوئی اُس سے اقرب نہ ہو سب اُس سے نیچے ہوں یا برابر مثلاً باپ غائب اور جد وبرادران وعم موجود ہیں تو ولایت جد کے لیے ہے نہ برادران وعم کے واسطے اور جد نہ ہو تو سب برادران ہمسر کو نہ عم کو فی رد المحتار المراد بالابعد من یلی الغائب فی القرب کما عبر بہ فی کافی الحاکم وعلیہ فلو کان الغائب اباھا ولھا جد وعم فالولایۃ للجد لا للعم اور جبکہ ذوی الارحام بلکہ مولی الموالاۃ بھی ہمارے نزدیک سلسلۂ اولیا میں داخل تو من یلی الغائب فی القرب انھیں بھی شامل مثلاً ولد الام ولی اقرب غائب ہے تو اُس کے من یلی فی القرب یہی ذوی الارحام ہیں اور ذوی الارحام اقرب الاولیاء الموجودین ہوں تو اُن کی غیبت میں مولی الموالاۃ من یلی ہے کما ھو قضیۃ الترتیب وھو ظاھر جدا درمختار میں ہے ثم لولد الام ثم لذوی الارحام ثم مولی الموالاۃ ثم للسلطان الخ اور ردالمحتار میں اختیار سے ہے ولا تنتقل الی السلطان لان السلطان ولی من لا ولی لہ وھذہ لھا اولیاء جب ہمارے نزدیک ذوی الارحام و مولی الموالاۃ بھی سلطان پر مقدم تو بحکم ھذہ لھا اولیاء یہاں بھی لا تنتقل الی السلطان کا حکم محکم مگر صرف اسی قدر کہ ذوی الارحام بھی کبھی بحالت غیبت اقرب ولایت پاتے ہیں حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے رفع شبہہ مذکورہ نہ کریگا اوپر معلوم ہو چکا کہ مطلقاً ہر بعید ولی نہیں ہو جاتا بلکہ وہی جو اُس اقرب کے بعد سب سے اقرب ہو جد وعمہ کے درمیان تمام عصبات وتمام اصحاب فروض وبعض ذوی الارحام بکثرت اولیا ہیں حضرت حفصہ

---

[1] مفاھیم الخلاف معتبرۃ فی عبارات العلماء بالوفاق

بنت عبدالرحمٰن بن الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم کے لیے بحالت غیبت پدر اُن میں کسی کا اصلا موجود نہ ہونا بہا نتک کہ ولایت حضرت عمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے لیے ثابت ہو بہت مستبعد ہے بلکہ جواب یہ ہے کہ واقعۃ عین لا عموم لہا[ف۱] وقائع عین ہرگونہ احتمال کے محل ہوتے ہیں ممکن کہ حضرت حفصہ وقت نکاح بالغہ ہوں تو اُن پر ولایت مجبرہ کسی کو نہیں۔ ممکن کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو تزویج کے لیے تجویز و پسند فرمایا اور اقرب الاولیا الحاضرین کو اُن سے نکاح کر دینے کا حکم کیا اور اُنھوں نے حسب حکم والا نکاح کر دیا ہو تو نکاح ہوا تو ولی مستحق ہی کی ولایت سے مگر حضرت کے حکم حضرت کی رائے حضرت کی تجویز سے ہونے کے باعث حضرت کی طرف منسوب ہوا ایسی نسبتیں شائع وذائع ہیں جیسے فتح الامیر الحصن وقطع السلطان اللص وغسل علی فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما جب منذر بن زبیر نے حضرت عبدالرحمٰن کی ناراضی پاکر انھیں اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو تفریق کر دیں حضرت عبدالرحمٰن نے اُس پر اپنی خواہر مطہرہ سے عرض کی ماکنت لاردامرا قضیتہ مجھے نہیں پہنچتا کہ اُس بات کو رد کروں جس کا آپ نے حکم فرمایا اور اگر انما زوجت حفصۃ کے معنے یہی رکھے جائیں کہ ام المومنین نے بنفس نفیس تزویج فرمائی تو ممکن کہ ولی مستحق سے ذکر فرما کر اجازت لے لی ہو اب یہ صورت توکیل کی ہو جائے گی بہرحال کوئی مقام شبہہ واشکال نہیں یہ وہ وجوہ ہیں کہ خاطر فقیر میں آئیں اور امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی نے ام المومنین کے خصائص سے شمار فرمایا کہ بوجہ اُس قرب کے جو حضرت قدسی منزلت کو حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تھا اُن کی یہ تزویج جائز رہی زرقانی علی مؤطا الامام مالک میں ہے قال مالک فی الموازیۃ انما کان ذلک لمثل عائشۃ لمکانہا من رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال چہارم

اُس مسئلہ میں اگر ولی البعد نے غیر برادری میں نکاح کر دیا تو کیا حکم ہوگا۔

الجواب

ولی اقرب کہ غائب ہے پدر یا جد صحیح ہے ہر ایک غیر معروف بسوئے اختیار یا معروف کہ اس سے پہلے اپنی ولایت سے کسی بچے کا نکاح غیر کفو سے یا مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ کر چکا ہو یا ان دونوں کا غیر۔ اور جبکہ غائب پدر ہو تو ولی البعد جد معروف بسوئے اختیار یا غیر معروف یا کوئی اور یہ نو صورتیں ہوئیں اور ہر تقدیر پر غیبت منقطعہ ہے یا غیر۔ وہ غیر برادری خواہ برادری والا کفو ہے یا غیر یعنی نسب یا مذہب یا حرفت یا روش یا مال غرض کسی بات میں اس سے ایسی کمی رکھتا ہے کہ اُس سے نکاح اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ و عار ہے۔ نکاح

ف۱: وقائع عین لا عموم لہا۔

مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ ہو مثلاً دختر کا مہر مثل ہزار تھا پانسو باندھے یا زوجہ پسر کا پانسو تھا ہزار باندھے یا خیر۔ یہ جملہ بہتر صورتیں ہوئیں ان کے حکم کا ضابطہ بتوفیق اللہ تعالٰی یہ ہے کہ اگر غیبت غیر منقطعہ تھی اور ولی غائب پدر یا جد غیر معروف بسوئے اختیار ہیں تو یہ نکاح مطلقاً اُن کی اجازت پر موقوف اگرچہ غیر کفو وغبن فاحش سے ہو اور اگر غائب مذکور معروف بسوئے اختیار تو نکاح مطلقاً باطل محض اگرچہ غیبت پدر میں جد صحیح غیر معروف بسوئے اختیار نے کیا ہو والوجه فی ذلك ان الغیبة اذا لم تكن منقطعة لاتكون الولایة لغیره كما قدمنا فی المسألة الاولی وللاب والجد لهما التزویج بغیر الكفؤ وبالغبن الفاحش اذا لم یعرفا بسوء الاختیار مجانة وفسقا كما فی الدر المختار وغیره من الاسفار وقد قال فیه وفی متنه تنویر الابصار فی فصل الفضولی كل تصرف صدر منه كتزویج وله مجیز ای من یقدر علی اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا ومالا مجیز له حالة العقد لاینعقد اصلا اھ فاذا لم یعرفا به فهذا عقد وقع له من یملك تنفیذه فوقف وان عرفا فلا فلا توقف بتزویج جد لم یعرف به بغیبة اب معروف به وان كان الجد یملكه اذا لم یعرف به فان هذا انما هو حین قیام ولایته وهو عند غیبة الاب غیبة غیر منقطعة لایلی اصلا ولو من كفؤ فضلا عن غیره اور اگر ولی غائب غیر اب وجد ہے تو کفو سے بے غبن فاحش اجازت غائب پر موقوف لقیام ولایته بعدم الانقطاع اور غیر کفو یا غبن فاحش سے مطلقاً باطل لعدم المجیز اگرچہ اس ولی غائب بغیبت غیر منقطعہ کے سوا صغیر وصغیرہ کا باپ یا دادا غیر معروف بسوئے اختیار غائب بغیبت منقطعہ زندہ موجود ہو کہ غیبت منقطعہ مثل موت ہے بناء علی ما صحح فی البدائع انما تنقل الولایة عن الاقرب الی من یلیه فی القرب حتی لو زوجها حیث هو لم یجز والیه یمیل كلام المبسوط والهدایة والفتح بل هما مصرحان به وسیأتی بعض نصوصهما فی جواب الخامس وقواه الزیلعی روایة ودرایة وعلیه فرع فی محیط السرخسی وذكر الشامی انه الذی فی اكثر الكتب وقد قال فی الهدایة والبحر فوضناه الی الابعد كما اذا مات الاقرب اھ اما علی ما استظهر فی الخانیة والظهیریة والتنویر والدر وعلیه فرع الاسبیجابی فی شرح مختصر الطحاوی وعلیه مشی فی البحر من انها لاتنفی ولایته وانما تحدث لمن یلیه فیكون كان هنا ولیین مستویین كاخوین اوعمین فایهما عقد نفذ فالظاهر فیما ذكرنا التوقف اذا لم یكن الاب اوالجد معروفا بسوء الاختیار لانه وقع وهوله مجیز فافهم اور اگر غیبت منقطعہ تھی تو غیر کفو یا غبن فاحش سے مطلقاً باطل مگر اس صورت میں کہ غائب پدر ہو اور مزوج جد صحیح کہ نہ معروف بسوئے

ف۱: فضولی نے جو عقد کیا اگر کوئی ایسا ہے جو جائز کرسکے تو اس کی اجازت پر موقوف ہوگا ورنہ باطل ہوگا۔

ف۲: لعله ان عرفا بسوء الاختیار فلا مجیز فلا توقف بل یبطل ثم فرع علیه فقال فلا

ف۳: ولی اقرب غائب ہو تو ولی دوم جس کا مرتبہ اس کے بعد ہے ولی ہوگا یا اس صورت میں بھی ولی اقرب ہی ولی رہے گا یا دونوں ولی ہوں گے۔

اختیار ہونہ اس تزویج کے۔ قدت لفتے میں کہ اس تقدیر پر یہ عقد نہ صرف صحیح و نافذ بلکہ لازم ہوگا جو کسی طرح رد نہیں ہوسکتا اھ اور اگر نکاح کفو سے بے غبن فاحش ہے تو مطلقاً تام و نافذ مگر ولی مزوج اگر جد ہے جب تو لازم بھی ہوگیا ورنہ غیر لازم کہ قاصر و قاصرہ کو اگر پیش از بلوغ نکاح کی خبر ہے تو بلوغ ہوتے ہی ورنہ بعد بلوغ جب خبر پائیں اختیار ملیگا کہ اس پر معترض ہو کر قاضی شرع سے نکاح فسخ کرالیں والمسائل ظاہرۃ وفی کتب المذہب دائرۃ وقد قال فی الخیریۃ قد نصوا علی ان غیر الاب والجد اذا زوج الصغیر او الصغیرۃ مع وجود احدھما ان کان بغیبتہ وثبوت الولایۃ لہ بالغیبۃ المجوزۃ لذلک فلھما خیار البلوغ لانہ زوج بالولایۃ اھ ملخصا کتبت ھھنا علی ھامش رد المحتار ما نصہ وانظر ھل اذا عاد الاب او الجد حتی عادت الولایۃ کما نصوا علیہ ھل یکون لہ ایضا الاعتراض قبل بلوغ الصغیرین ام ھو لھما خاصۃ حتی یبلغا والظاہر ھو الاول لانہ لدفع ضرر خفی کما فی الھدایۃ او ضرر غیر متحقق کما فی الفتح فینبغی ثبوتہ لمن لہ النظر وانما النظر لدفع الضرر فلم ذا یؤخر مع امکان الدفع قبل ان یتقرر ثم ان قلنا بحصول ذلک للاب والجد ولم یجیزا رضا حتی بلغ الصغیران فھل یکون ھذا الاعراض عن الاعتراض مبطلا لخیار الصغیرین کما لو زوج الابوان بانفسھما الظاھر لا لان النکاح اذا وقع بغیبتھما فقد نفذ غیر موقوف علی اجازتھما فلم ینسب الیھما ایقاعا ولا انفاذا و اعراضھما عن اعتراضھما لا یوجب ابطال حق الصغیرین کما اذا لم یزاحما لما یتصرف فی مالھما فلیتأمل ولیحرر اھ ما کتبت واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف ۱: باپ اور دادا سفر میں ہوں اور دوسرے ولی نے نکاح کر دیا واپسی کے بعد اُن کو اعتراض کا حق ہونا چاہیے۔

مسئلہ ۳۷ سوال پنجم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سو کوس سے زائد سفر میں گیا ہے اُس کے مکان پر اُس کی والدہ اور اُس کی دختر زینب نامی اور اُس کا پھوپی زاد بھائی خالد موجود ہیں زید نے اپنی والدہ کو لکھا کہ زینب کا نکاح بغیر میری اجازت کے نہ کرنا میں خود سفر سے آکر اپنے برادر کے پسر کے ساتھ کروں گا مگر اُس کی والدہ نے بغیر دریافت کیے زید کے اور بغیر دریافت کیے خالد کے جو موجود تھا اپنی رائے سے اپنی پوتی زینب نابالغہ کا نکاح بہت دور کے عزیزوں میں کر دیا اس صورت میں زید سفر سے آنے کے بعد فسخ نکاح کرا سکتا ہے یا نہیں اور خالد جو بحالت عقد اپنے مکان پر موجود تھا اور اُس کی رائے کے خلاف نکاح ہوگیا تو آیا یہ بھی زینب نابالغہ کا نکاح فسخ کرا سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

خالد تو یہاں کوئی چیز نہیں نہ اُسے کچھ اختیار کہ ابن عمۃ الاب ذوی الارحام سے ہے اور دادی بالاتفاق اُن پر مقدم۔ فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب الی قولہ ثم ذوی الارحام مگر تقریرِ سوال سے جو صورت ظاہر وہ صاف شہادت دے رہی ہے کہ یہ نکاح اُس وجہ پر واقع نہ ہوا جو شرعِ مطہر نے غیبت ولی اقرب میں ولی ابعد کے لیے رکھی ہے قطع نظر اس سے کہ یہاں دادی ولی ابعد ہے بھی یا نہیں (کہ ابعد وہ جو اقرب کے بعد مرتبۂ ولایت میں ہو غیبت پدر میں دادی اُس وقت ولی ابعد ہوسکتی ہے کہ دادا بھائی بھتیجا چچا چچا کا بیٹا سگے سوتیلے غرض دادا پردادا کی اولاد کا کوئی مرد عاقل بالغ کتنے ہی دور کے رشتے کا اصلاً موجود نہ ہو نہ زینب کی ماں حاضر ہو کہ یہ سب مراتب ولایت میں دادی پر مقدم کما تقدم وقد حققنا تقدم الام علی ام الاب فیما علقنا علی رد المحتار) مذہب معتمد میں بحالت غیبت اقرب ولی ابعد کو بے اجازت اقرب اپنی رائے سے صغیرہ کا نکاح کردینے کا اختیار صرف اس ضرورت سے دیا جاتا ہے کہ سردست صغیرہ کے لیے کوئی کفو خواستگار حاضر و موجود ہے اور اُسے اتنی مہلت منظور نہیں کہ ولی اقرب واپس آئے یا اُس کا جواب لیا جائے اگر اتنا انتظار کرتے ہیں تو اس دیر کے باعث کفو موجود نکاح پر راضی نہ ہوگا اور موقع ہاتھ سے نکل جائیگا فوات کفو کے سبب صغیرہ کو نقصان پہنچیگا کہ کفو ہر وقت میسر نہیں آتا کیا معلوم پھر ہاتھ نہ لگے لہٰذا بضرورت اُس ولی اقرب کے بعد کے درجے کا جو ولی حاضر ہے شرعِ مطہر اُسے اجازت دیتی ہے کہ تو کردے وجہ یہ کہ احراز کفو شرعِ مطہر میں سخت مہم و مہتم بالشان ہے اور کفو حاضر کا ہاتھ سے کھودینا ضرر و نقصان۔ بلکہ سرے سے نابالغ پر ولایت تزویج کی تشریع اگرچہ باپ ہی کی ہو اسی حکمت کے لیے واقع ہوئی ورنہ بچپن میں نکاح کی کیا ضرورت۔ فتح القدیر میں ہے النکاح یراد لمقاصد ولا تتوفر الا بین المتکافئین عادۃ ولا یتفق الکفو فی کل زمان فاثبات ولایۃ الاب بالنص بعلۃ احراز الکفوء اذا ظفر بہ للحاجۃ الیہ اذ قد لا یظفر بمثلہ اذا فات بعد حصولہ حدیث میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یا علی ثلث لا تؤخرھا الصلٰوۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا اے علی تین چیزوں میں دیر نہ کرنا نماز جب اُس کا وقت آئے اور جنازہ جب حاضر ہو اور زنِ بے شوہر جب اُس کے لیے کفو پاسے رواہ الترمذی والحاکم عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا جاء کم الاکفاء فانکحوھن ولا تربصوا بھن الحدثان جب تمہارے پاس کفو آئیں تو لڑکیاں بیاہ دو اور اُن کے لیے حادثو
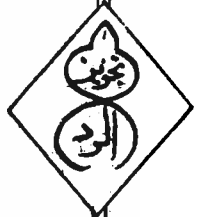
کا انتظار نہ کرو رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یعنی دیر میں شاید کوئی حادثہ پیش آئے کہ فی التاخیر آفات چند حدیثوں میں ہے حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اتاکم من ترضون خلقہ ودینہ فزوجوہ الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کا چال چلن دین تمہیں پسند ہو تو اُس سے نکاح کردو ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا رواہ الترمذی وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ وابن عدی عن ابن عمر والترمذی والبیھقی فی السنن عن ابی حاتم المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہم وغیرہ ردالمحتار میں ہے کالاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفؤ الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب فتح القدیر میں ہے اذ لو ابقینا ولایۃ الاقرب ابطلنا حقہا وفاتت مصلحتہا ہدایہ میں ہے ھذا اقرب الی الفقہ لانہ لا نظر فی ابقاء ولایتہ حینئذ تو ابعد کے لیے حصول ولایت تین شرط پر مشروط اوّل یہ البعد بغیبت اقرب جس کے نکاح میں دے صغیرہ کا کفو ہو فانہ ان لم یکن کفؤا فایش یفوت بفوتہ والکلام تمس الحاجۃ دوم وہ کفو ولی اقرب کا جواب آنے تک نہ رُکے ورنہ ہرگز ابعد کو اختیار نہ ہوگا جامع الرموز ومجمع الانہر میں ہے لو انتظرہ الخاطب لم ینکح الابعد منحۃ الخالق میں ہے ان رضی الخاطب ان ینتظر الی استیذان الولی الاقرب لم یصح للابعد العقد سوم اس جلدی کرنے والے کفو کے سوا اور کوئی کفوخواستگار نکاح ایسا حاضر نہ ہو جو جواب آنے تک انتظار پر راضی ہو فانہ حینئذ لا یفوتہا الکفو الخاطب بالفعل انما یفوت ان فات احدہما ولیس فی ذلک ابطال حقہا ولا تفویت مصلحتہا حتی تسلب الولایۃ من قریب شفیق الی بعید سحیق وھذا ظاھر لا سترۃ علیہ یہاں اولاً زید کا بھتیجا جس کے ساتھ تزویج زینب کا ارادہ وہ اپنے خط میں لکھ چکا ظاہرا صریح کفوخواستگار موجود ہے یہ دوسرا جس کے ساتھ نکاح کیا گیا اگر کفو بھی تھا اور اتنی دیر میں ہاتھ سے نکل بھی جاتا تو دوسرا تو موجود تھا تو وہ ضرورت جس کے لیے ولی ابعد کو اختیار ملتا متحقق نہ ہوئی ولہذا علامہ خیر الدین رملی حاشیہ بحر الرائق مسئلہ عضل ولی اقرب میں فرماتے ہیں الولایۃ بالعضل نیابۃ انما انتقلت للقاضی لدفع الاضرار بہا ولا یوجد مع ارادۃ التزویج بکفؤ غیرہ علامہ شامی حاشیہ بحر میں لکھتے ہیں ان کان الکفؤ الاٰخر حاضرا وامتنع الاب من تزویجہا من الاول واراد تزویجہا من الثانی لا یکون عاضلا لان شفقتہ دلیل علی انہ اختارہ لہا الانفع ثانیاً جب خط مذکور آنے اور ارادۂ زید ظاہر ہوجانے کے بعد یہ نکاح واقع ہوا تو ظاہر کہ یہ جلدی اس لیے نہ تھی کہ کفو حاضر کو اتنی مہلت نہیں زید کا جواب آنے تک بیٹھا نہ رہے گا بلکہ قصداً اُس کی رائے کے خلاف جانکر بالا بالا کارروائی کرلی گئی کہ وہ نہ آنے پائے اور اپنا مطلب ہوجائے

۹۱

یہ ہرگز نہ ضرورت نہ مصلحت نہ مرادِ شرع سے اسے مناسبت بلکہ مقصودِ شرع سے صاف مناقضت شرع مطہر نے مراتب ولایت کی ترتیب اسی دن کے لیے رکھی تھی کہ جس کی عقل کامل صغیر السن پر شفقت وافر ان بیچاروں کے کام آرام کا انتظام اہتمام اُس کے ہاتھ میں دیا جائے نہ کسی کم شفقت یا ناقص العقل کے قبضے میں اگر ترک انتظار اسی کا نام رکھا جائے کہ ولی اقرب کی رائے اپنے خلاف معلوم ہے لہذا اُس سے دریافت کا انتظار نہیں کرتا کہ وہ پوچھے سے منع کر دیگا تو ایسی غیبت تو ہر وقت نقد وقت ہوسکتی ہے آخر مذہب معتمد پر غیبت منقطعہ میں سفر در کنار شہر سے باہر ہونا بھی شرط نہیں کما فی الخانیۃ والبحر والدر وغیرھا صغیرہ کا مہربان باپ اسکی مصلحت کا خواہاں اُس کی مضرت سے ترساں جب مسجد میں نماز کو جائے گھر میں کوئی عورت ناقصۃ العقل والدین اپنی خواہش کے مطابق جس کفو کو چاہے بیٹی دیدے اگرچہ باپ جانتا ہو کہ اس سے رشتہ میں صغیرہ کی شامت ہے تو شرع مطہر میں باپ کی تقدیم اور اُس کی رائے وشفقت پر اس قدر اعتماد عظیم (کہ اگر وہ ایک بار کفو کے ہوتے غیر کفو سے بیاہ دے تو تمام جہان میں کسی کو اختیار اعتراض نہیں کہ اُس نے کفارت سے بڑھکر کوئی مصلحت سوچ لی ہوگی فی ردالمحتار انہ لوفور شفقتہ بالابوۃ لایزوج بنتہ من غیر کفؤ وبغبن فاحش الا لمصلحۃ تزید علی ھذا الضرر کعلمہ بحسن العشرۃ معھا وقلۃ الاذی ونحو ذلک) سب بیکار و معطل ہوکر رہ گئے ان ھذا البعید من الفقہ ای بعید بلکہ ایسی باگ چھوڑنے میں سخت فتنوں کا احتمال قوی ہے مثلاً زن بیخرد اپنے کسی عزیز کے ساتھ بوجہ قرابت خواہ کسی طمع سے یا دلالہ خبائث کی باتوں میں آکر کسی شخص سے دختر قاصرہ کا نکاح چاہتی ہو پدر شفیق آگاہ ہو کہ یہ بدمذہب یا کم نسب ہے یا اور کسی وجہ سے کفو نہیں وہ منع کردے اُس کے جاتے ہی یہ ناقصۃ العقل اُس بُری جگہ لڑکی اُٹھا دے اور دعوے کرے کہ یہ کفو تھا انتظار میں فوت ہوجاتا لہذا مجھے ولایت ملی اب کہیں۔ یہ ہوگا کہ ذی عزت آدمی معاذ اللہ ایسے معاملات کچہری تک لیجانے عزت کرے اور قہر درویش برجان درویش کہکر خاموش رہے تو نابالغہ کو کیسا ضرر عظیم پہنچا اگر دعوے کرے تو عدم کفارت کا ثبوت دینا دشوار ہو خصوصاً مثل مذہب میں کہ بہت بدمذہب خصوصاً روافض خصوصاً ایسی جگہ تقیہ کی بڑی ڈھال رکھتے ہیں تو ایسی اجازتوں میں کیسی آفتوں کا فتح باب ہے والعیاذ باللہ العزیز الحکیم **ثالثاً** مذہب معتمد بلکہ قول مقابل پر بھی ولی اقرب کی غیبت منقطعہ میں ابعد کو ولایت دینے کا منشا صرف یہ کہ ولایت اس لیے رکھی گئی ہے کہ اُس کی رائے سے نابالغ کو نفع پہنچے اور جب وہ ایسا غائب ہے تو اُس کی رائے سے نفع معدوم لہذا جو اُس کے بعد درجہ رکھتا ہے اُس کی رائے پر رکھیں گے ہدایہ میں ہے ان ھذہ ولایۃ نظریۃ ولیس من النظر التفویض الی من لاینتفع برأیہ ففوضناہ الی الابعد

والغیبۃ المنقطعۃ ان یکون بحال یفوت الکفو باستطلاع رأیہ اھ ملتقطا فتح القدیر میں ہے لانظر فی التفویض الی من لاینتفع برأیہ لان التفویض الی الاقرب لیس لکونہ اقرب بل لان فی الاقربیۃ زیادۃ مظنۃ للحکمۃ وھو الشفقۃ الباعثۃ علی زیادۃ اتقان الرائی للمولیۃ فحیث لاینتفع برأیہ اصلا سلبت الی الابعد بحر الرائق میں ہے قولہ وللابعد التزویج بغیبۃ الاقرب مسافۃ القصر ای ثلثۃ ایام فصاعدا لان ھذہ ولایۃ نظریۃ ولیس من النظر التفویض الی من لاینتفع برأیہ ففوضناہ الی الابعد یہاں کہ ولی اقرب کی رائے سے انتفاع بالفعل حاصل وہ خط لکھ چکا اپنی رائے ظاہر کرچکا تواب ابعد کی رائے پر رکھنے کا کیا منشا اس کی رائے تواسی لیے لی جاتی ہے کہ اقرب کی رائے سے انتفاع معدوم نہ اس لیے کہ اُس کی رائے سے جو نفع حاصل ہے اُس کے رد وابطال کے واسطے یہ سراسر عکس مقصود ہے تو نظر بحالات واقعہ صاف ظاہر کہ یہ اُس صورت سے بہت ابعد ہے جس میں شرع مطہر اقرب سے ابعد کی طرف ولایت نقل فرمائے لاجرم غیبت زید غیبت منقطعہ نہیں اور وہی بدستور ولی اقرب ہے اُس کے سوا دادی وغیرہا کسی کا کیا نکاح نکاح فضولی ہے کہ زید کی اجازت پر موقوف تو فسخ کراسکنا کیا معنے زید خود اپنے قول سے فسخ کرسکتا ہے زبان سے کہدے میں نے یہ نکاح رد کیا فوراً رد وباطل ہو جائیگا محیط وہندیہ وشرح تنویر وغیرہا میں ہے واللفظ للاخیر لوزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ یہ سب کلام اُس حالت میں ہے کہ جس سے زینب کا نکاح ہوا زینب کا کفو ہو اور اگر کفو نہیں یعنی نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن یا مال غرض کسی بات میں ایسا کم ہے کہ اُس سے اس کا نکاح ہونا زید کے لیے باعث عار ہو جب تو حکم بلا دقت ظاہر کہ مذہب معتمد پر یہاں سرے سے غیبت منقطعہ کی پہلی ہی شرط متحقق نہ ہوئی تو ایسا نکاح قطعاً اجازت پدر پر موقوف اگرچہ باپ ہزار کوس پر ہو وہ بھی جبکہ زید اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی نکاح غیر کفو سے نہ کرچکا ہو ورنہ یہ نکاح زینب اُس کی اجازت پر بھی موقوف نہ رہا سرے سے خود ہی باطل محض ہوا لعدم وجود من فضولی لایجیز ظاہر حال صورت سوال تو یہ ہے اور اگر فرض کیجیے کہ جدہ زینب کی یہ جلدی اور جس سے نکاح ہوا اُس کی بے انتظاری اُس بنا پر نہ تھی بلکہ واقعی یہی امر تھا کہ صرف یہی کفو خواستگار ہے بھتیجا وغیرہ یا تو خواستگار ہی نہیں یا ہیں توکفو نہیں اور یہ کفو اپنی کسی ضرورت کے باعث اس درجہ مستعجل ہے زید نے کہ خط لکھا اُس وقت کوئی کفو خواستگار نہ تھا اب اگر اُسے اطلاع ہو کہ یہ موقع ہاتھ آیا اور ایسا خواستگار پایا عجب نہیں کہ وہ بھی رضامند ہو مگر بے مہلتی کے باعث خط یا آدمی بھیجکر دریافت کرنے کا وقت کہاں انتظار میں کفو فوت ہوگا زینب کو ضرر پہنچیگا فی الواقع اگر حالت یہ تھی تو بیشک زید کی غیبت پر غیبت منقطعہ کی تعریف مذکور صادق

نظر آئے گی اور کہا جائیگا کہ اب جو ولی حاضر درجات ولایت میں اُس کے بعد ہے اُس نے ولایت پائی اب اول تو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نکاح میں زینب کے مہر مثل میں کمی فاحش تو نہ ہوئی مثلاً اُس کا مہر مثل پچاس ہزار تھا پچیس ہزار بندھے اگر ایسا ہے تو یہ نکاح مطلقاً باطل محض ہوا کہ اب باپ بھی جائز کرے تو جائز نہ ہوگا مگر یہ کہ باپ کی غیبت منقطعہ میں زینب کا جد صحیح ولی حاضر ہو جو اس سے پہلے کوئی نکاح اپنے کسی زیر ولایت کا ایسی بے شفقتی کا نہ کرچکا ہو اور یہ نکاح دادی نے اُس کی اجازت سے کیا یا بعد وقوع اُس نے جائز رکھا اور نافذ کردیا اور اس اجازت سابقہ یا لاحقہ کے وقت نشے میں نہ تھا تو البتہ جائز بلکہ لازم ہوگا کہ پھر کسی طرح رد نہیں ہوسکتا مگر تقریر سوال سے زینب کا دادا موجود ہونا مفہوم نہیں درمختار میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرھا وبغیر کفوء ان الولی المزوج ابا اوجد الم یعرف منہما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لوکان سکران اھ وفی الخیریۃ ومثل الوکالۃ السابقۃ الاجازۃ اللاحقۃ اور اگر یہ نکاح اس عیب سے بھی خالی ہے یعنی مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی تو اب یہ دیکھنا ضروری ہے کہ باپ اور جد کے درمیان جسقدر اولیا ہیں جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے اُن میں سے کوئی موجود تھا یا نہیں اگر تھا تو دادی نے اُس سے اجازت لے لی تھی یا نہیں اگر لی تھی تو بعد وقوع نکاح قبل واپسی پدر اُس ولی نے جائز کردیا یا نہیں اگر کوئی ولی نہ تھا یہاں تک کہ بعد پدر دادی ہی ولی اقرب ٹھہری یا تھا تو اُس سے اجازت لے لی یا بعد وقوع قبل واپسی پدر اُس نے اجازت دیدی تو بیشک یہ نکاح صحیح و تام و نافذ ہوگا کہ باپ اُسے رد نہیں کرسکتا فی فتح القدیر لوحضر الاقرب بعد عقد الابعد لایرد عقدہ وان عادت ولایتہ بعودہ مگر یہ ولی جس نے اول یا بعد اجازت دی اگر زینب کا دادا نہیں جیسا کہ صورت سوال سے بھی ظاہر ہے تو یہ نکاح اُس کی اجازت سے نافذ ہی لازم اب بھی نہ ہوا زینب کو بعد بلوغ اختیار ملیگا کہ اگر پہلے سے نکاح کی خبر ہے تو بالغہ ہوتے ہی فوراً فوراً ورنہ بلوغ کے بعد جس وقت خبر ملے اُسی وقت معاً اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کردے کہ اس صورت میں حاکم اس نکاح کو فسخ کردیگا اگرچہ پیش از بلوغ زینب ہمبستری بھی واقع ہولی ہو مگر ازانجا کہ زینب دوشیزہ ہے دیر لگانے کا اختیار نہ ہوگا اگر پہلے سے خبر ہے تو بالغہ ہونے ورنہ خبر پانے پر بلا عذر وضرورت ایک لمحہ کی دیر کرے گی تو اختیار ساقط اور نکاح لازم ہوجائے گا اگرچہ وہ اس مسئلہ سے ناواقف ہو اور انجانی کے سبب فوراً مبادرت نہ کی ہو درمختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام من کفو و بمہر المثل صح ولکن لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء بالفسخ وبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولا

ف ۱: ولی اقرب غائب بغیبت منقطعہ تھا اس لیے ولی ابعد نے نکاح بشروط کردیا تو وہ نافذ ہوگیا اب اگر ولی اقرب [illegible] نہیں [illegible] ولایت اس کی جانب عود کر آئی تھی

تجویز الود

یمتد الی اٰخر المجلس وان جهلت به اھ ملتقطا اور اگر دادی سے بالاتر جو ولی موجود تھا باپ کے آنے سے پہلے اُس نے رد کر دیا تو باطل ہوگیا باپ کو فسخ کی کیا حاجت اور اگر ہنوز نہ اُس ولی نے اجازت دی نہ رد کیا تھا کہ آگیا تو اب وہ توقف اُس ولی سے منتقل ہوکر خود زید کی اجازت پر رہیگا اگر رد کر دیگا اُسی وقت باطل ہوجائیگا فی الدرالمختار وتبیین الحقائق للامام الزیلعی واللفظ له وعنه فی الھندیة یبطل ولایة الابعد بمجیئ الاقرب لاماعقد لانه حصل بولایة تامة **تنبیہ نفیس اقول** وباللہ التوفیق یہ تمام کلام فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے کلمات علمائے کرام کے اُس ظاہری مفاد پر مبنی کیا کہ بادی النظر میں اذہان عامہ اُس طرف جائیں اور اگر حق تحقیق وعین تدقیق چاہیے تو نگاہ مقصود شناس جزم وقطع کے ساتھ اُسی ابتدائی بات پر حکم کریگی جسے ہم نے اولاً ظاہر صورت سوال بنا کر دوبارہ فرضاً اُس سے تنزل کیا تھا یعنی اس غیبت کا غیبت منقطعہ نہونا اور ولایت پدر کا بدستور باقی رہنا اور اگر یہ نکاح منعقد واقع ہوا تو مطلقاً بلا استثناء ہر حال وہر صورت میں اجازت ولی اقرب پر توقف پانا اور اُس کے رد کیے سے فوراً رد ہوجانا۔ جب مذہب معتمد میں بنائے کار اس پر ٹھہری کہ ولی اقرب کے ایاب یا جواب کے انتظار میں کفو فوت ہوتا اور موقع ہاتھ سے نکلا جاتا ہو کیا معلوم پھر کفو ملے یا نہیں تو یہ بات ہمارے اعصار وامصار میں کواری لڑکیوں کے حق میں جبکہ ولی اقرب کا پتا معلوم اور وہاں تک ڈاک کی آمد ورفت بے دقت مرسوم ہو متصور نہیں ادھر تو ازمنۂ سابقہ میں نہ راہیں ایسی آسان تھیں نہ ڈاک کے ایسے انتظام منزلوں میں منزلیں طے ہوتیں خط جاتا تو آدمی لیجاتا پھر تنہا کی گزر دشوار نہ ہر وقت قافلے میسر نہ ہر شخص قاصد بھیجنے پر قادر اُدھر اُن بلاد طیبہ میں نکاح کی یہ رسم کہ آج خطبہ ہوا کل نکاح ہوگیا دو ایک روز کی دیر لگی تو دوسری جگہ موجود یہاں یہ رواج کہ مہینوں میں منگنی مدتوں میں بیاہ بات ٹھہرتے ٹھہرتے سال پلٹ جائیں اگر خوش قسمتی سے دو چار مہینے کی آمد ورفت پیام سلام میں کسی کا نکاح ہوگیا تو لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ہیں چٹ منگنی پٹ بیاہ۔ پھر خطوط کی آمد ورفت وہ کہ تیسرے دن کلکتہ خط پہنچے چوتھے دن بمبئی وہ کونسا جلد باز ہوگا کہ آج پیام دے اور آج ہی نکاح چاہے ایک ہفتہ کا انتظار ہو تو نکاح ہی نہ کرے یا صبح شام دوسری جگہ نکاح ہوجائے ہندوستان کی لڑکیاں سہل نہیں ملتیں ایک ایک بڑھیا کے موہنہ سے سُن لیجیے کہ میاں لڑکیاں آندھی کے بیر تو نہیں نہ جوتیاں ٹوٹیں نہ چادریں پھٹیں کیا کوئی پھٹ سے ہاں کہدیتا ہے تو مقاصد علما پر نظر شاہد عدل کہ یہاں غیبت منقطعہ وہی کہی جاسکتی ہے کہ یا تو ولی اقرب کا پتا نہ معلوم ہو آخر بے نشان کا کبتک کوئی انتظار کرے یا کسی ایسے دور دراز ملک غیر میں ہو جہاں ڈاک پر اطمینان نہو خطوط جائیں اور پتا نہ چلے آدمی بھیجو تو صرف کثیر دو ایسی

صورتوں میں کفو کا یہ عذر ہو سکتا ہے کہ کب تک بیٹھیں اور ممکن کہ زبان نہ دو تو انتظار میں وہ مدتیں گزریں کہ دوسری جگہ اُس کی ٹھیک ٹھاک ہو جائے ورنہ ہندوستان بلکہ آج کل برہما میں بھی جو موجود اور پتا معلوم ہے اُسکی نسبت عادۃً کوئی کفو یہ تقاضا نہ کریگا کہ ہم آٹھ دس روز کا انتظار ہرگز نہ کرینگے کرنا ہے تو آج کر دو اور بالفرض کوئی زبان دینے میں جلدی بھی کرے تو یہاں کفو کی روک تھام کے لیے منگنی وہ عمدہ صیغہ ہے جس سے اُس کا اطمینان ہو جائے اور رائے ولی اقرب فوت نہ ہونے پائے منگنی کے بعد مدتوں دونوں طرف ساز وسامان کی درستی میں گزرتے ہیں بلکہ یہاں کے رواج سے اپنی منگیتر کو بھی من وجہ گویا اپنی ناموس جانتے اور دوسری جگہ اُس کے نکاح سے بُرا مانتے اور اُس کے انتظار میں سال گزارتے ہیں منگنی کے بعد خدا جانے کتنی بار ولی اقرب کی رائے لے سکتے ہیں اُس کے جواب ملنے تک انتظار نہ ہونا کیا معنے یہ عذر مصنوع وہیں پیش ہوگا جہاں اپنی اغراض فاسدہ سے ولی اقرب کے خلاف رائے بالا بالا کارروائی کرنی ہوگی جو شرع مطہر کے بالکل نقیض مراد ہے اور اُس کی توسیع میں انھیں آفات کا دروازہ کھلنا جو ابھی ہم ذکر کر آئے شاید شاذ و نادر برخلاف عادت ملک اگر کہیں ایسی جلدی پائی بھی جائے تو امور نادرہ بنائے احکام فقہیہ نہیں ہو سکتے بلکہ عادت شائعہ پر حکم دینا واجب کما نصوا علیہ فی غیر ما مسألۃ منھا مسألۃ دخول النساء الحمام فی الدر المختار وغیرہ ومنھا مسألۃ جوار الحرمین فی فتح القدیر ومنھا مسألتنا ھذہ بناء علی ما کان معتادا عندھم علی خلاف ما ھو العادۃ عندنا فیہ ایضا الی غیر ذلک مما لایخفی علی من خدم کما نھم الطیبۃ بلکہ انصافاً وہ علما بھی جنھوں نے مسافت قصر اختیار فرمائی اگر ریل اور ڈاک اور یہاں کے عادات ملاحظہ فرماتے ہرگز حکم نہ دیتے۔ بریلی کا ساکن مرادآباد تک گیا اور اُس کی ولایت اپنی اولاد پر سے سلب ہوئی جس کے دن میں دو پھیرے ہو سکتے ہیں بالجملہ جب مدار کار انتظار کے سبب فوت کفو پر ٹھہرا تو اس مناط کا تحقق ضروری جبتک یہ حالت نہ ہو غیبت منقطعہ ہرگز نہیں اس پر نظر کامل رکھنا اور اصحاب اغراض کے فریبوں سے بچنا لازم ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[ف] ہاں کوئی بیوہ سن رسیدہ باختیار خود کسی سے شرعی نکاح خالی از رسوم کر لینا چاہے تو وہاں جلدی متصور وہ اول تو ہندیوں کی عادت نہیں اور ہو بھی تو ہماری بحث سے خارج کہ یہاں کلام قاصرہ میں ہے اور قواصر کے باب میں ضرور وہی عادت لہذا فقیر اُن صور مذکورہ بالا کے سوا یہاں غیبت منقطعہ کے حکم پر زنہار جسارت روا نہیں رکھتا یہ بعونہ تعالٰی فقہ انیق وحق تحقیق ہے وباللہ التوفیق وھدایۃ الطریق والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

تجویز الرد

ف: من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔

مسئلہ ۳۸: ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۱۵ھ کلکتہ دھرم تلا اسٹریٹ مسجد ٹیپو سلطان مرسلہ حافظ محمد علیم صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک لڑکی بعمر چھ سال تھی زید نے اس کی منگنی عمرو سے کردی بعدہ زید کا انتقال ہوگیا جب لڑکی تیرہ برس کی ہوئی کوئی علامت بلوغ کی اس سے ظاہر نہیں زید کے پدر خاص نے لڑکی کی عدم موجودگی میں اس کا نکاح عمرو سے کردیا چار مہینے کے بعد زید متوفی کے چچا نے لڑکی کی موجودگی میں اس کا نکاح عقد بکر سے کردیا بخیال اس کو بالغہ ٹھہرانے کے مگر کوئی نشانی بلوغ کی آج تک لڑکی سے ظاہر نہیں اس صورت میں شرعاً کونسا نکاح معتبر ہے بینوا توجروا۔

الجواب

یتیمہ نابالغہ کا سب سے زیادہ ولی اقرب واقدم اس کا حقیقی دادا یعنی اس کے باپ کا باپ ہے اس کے ہوتے باپ کے چچا خواہ کسی شخص کو کچھ اختیار نہیں اس کے دادا کا کیا ہوا نکاح کسی کے رد کیے رد نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اگر وہ خود بالغہ ہوکر اس نکاح کو رد کرے ہرگز رد نہ ہوگا نہ ولی کے نکاح کرتے وقت نابالغہ کا موجود ہونا درکار ہے کہ نابالغہ پر ولایت جد جبری ہے اور اس کا حاضر ہونا نہ ہونا سب یکساں تو اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ نابالغہ اس چار مہینے میں بالغہ ہوگئی اور باپ کے چچا نے اس کی موجودگی میں اس کی رضا سے اس کے بالغہ ہونے پر اس کا نکاح بکر سے کردیا جب بھی یہ نکاح محض باطل و نامعتبر ہے وہ لڑکی عمرو کی زوجہ ہے جب تک موت یا طلاق نہ ہو دوسرے سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء ردالمحتار میں ہے لزم النکاح بلا توقف علی اجازۃ احد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الاب والجد الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۳۹: از اوجین جوبلی میر صاحب مرسلہ مرزا مختار علی بیگ صاحب وکیل ۱۹ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی اللہ بیلی حجام نے اپنی دختر زیتون کا نکاح ۱۳۰۶ھ میں مسمی احمد قوم حجام سے کہ اللہ بیلی کا ہم قوم ہو رشتہ دار ہے کیا وقت نکاح زیتون چار پانچ سال کی تھی اب ۱۳۱۵ھ میں جبکہ زیتون قریب ۱۳ یا ۱۴ سال کے ہوئی احمد نے رخصت چاہی اللہ بیلی نے انکار کیا احمد نے فوجداری میں نالش کی اللہ بیلی نے عذر کیا کہ داماد میرا نامرد ہے ہجڑوں میں گانا بجاتا ہے اگر ڈاکٹر اس کا مرد ہونا تحریر کردیں تو رخصت میں عذر نہیں ڈاکٹر نے بعد معائنہ ظاہر کیا کہ احمد کے اعضائے تناسل کو حالت تندرستی میں پایا ہنوز فوجداری سے حکم اخیر نہ ہوا تھا کہ اللہ بیلی نے دیوانی میں دعوی فسخ نکاح ان وجوہ پر کیا کہ وہ نامرد ہے ہجڑوں کے افعال قبول کرکے حالت شرمناک اختیار کرلی ہے میری برابری کا نہ رہا زیتون کا نکاح نابالغی میں ہوا ہے فسخ قرار دیا جائے

احمد کو ان الزاموں سے قطعی انکار ہے جانبین سے شہادتیں اپنے اپنے موافق گزریں اگر بالفرض الزامات نامردی وغیرہ تسلیم بھی کر لیے جائیں تو ایسی صورت میں حسب استغاثہ پدر زیتون یا زیتون کا نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں یا خود بخود بوجوہات مظہرہ پدر زیتون نکاح فسخ ہے اور دعویٰ منجانب پدر زیتون بوجہ اس کے کہ عمر زیتون ۱۳-۱۴ سال کی ہے جائز ہے یا نہیں یا ایک سال قمری کی مہلت تاریخ یکجا ہونے زن و شو سے دی جائے گی اور زوجہ رخصت پر مجبور کی جائے گی یا نہیں اور ہم بستری احمد و زیتون کی کرائی جائے گی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں پدر زیتون کا دعویٰ اصلاً قابل سماعت نہیں زنانوں کے افعال اختیار کر لینا اگرچہ مسقط کفاءت ہے مگر کفاءت وقت نکاح درکار ہے بعد نکاح شوہر کیسے ہی شرمناک افعال اختیار کرے نکاح فسخ نہیں ہو سکتا درمختار میں ہے الکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالھا بعدہ فلو کان وقتہ کفوًا ثم فجر لم یفسخ رہا دعویٰ نامردی وہ بھی منجانب پدر زیتون اصلاً مسموع نہیں کہ اگر زیتون ہنوز نابالغہ ہے جب تو یہ دعوے دائر ہی نہیں ہو سکتا کہ اس دعوے کے لیے عورت کا بالغہ ہونا شرط ہے اور اگر بالغہ ہے تو خود زیتون کا مدعیہ ہونا درکار باپ کو دعوی کا کوئی حق نہیں درمختار میں ہے ف۲ فرق الحاکم بطلبھا لو حرۃ بالغۃ ردالمحتار میں ہے فلو صغیرۃ انتظر بلوغھا فی المجبوب والعنین لاحتمال ان ترضی بھما بحر وغیرہ نیز درمختار و ردالمحتار میں ہے طلبھا یتعلق بالجمیع ای جمیع الافعال وھی فرق واجل وبانت ح عن النھر اور اگر فرض کیا جائے کہ زیتون نے خود ہی بعد بلوغ دعوی کیا پدر زیتون محض وکیل ہے جب بھی ہنوز کہ رخصت تک نہ ہوئی زن و شو میں ہم بستری واقع نہ ہوئی طلب فسخ کا کوئی محل نہیں حکم شرعی یہ ہے کہ عورت شوہر سے ہم بستر ہو اگر شوہر اس پر قدرت نہ پائے تو اس وقت دعوے کرے جب حاکم کو ثابت ہو کہ فی الواقع اس نے قدرت نہ پائی تو اس کے بعد حاکم شرع شوہر کو ایک سال کامل کی مہلت دے اور اس مدت میں عورت کو اس سے جدا رہنے کا کوئی حق نہیں جتنے دنوں خود اس سے جدا رہے گی مدت میں مجرا نہ ہونگے سال گزرنے پر بھی اگر قدرت نہ پائے تو عورت پھر دعوے کرے اور حاکم پھر ثبوت قدرت نہ پانے کا لے اگر ثابت ہو جائے تو عورت کو اختیار دے کہ خواہ شوہر کے پاس رہنا پسند کرے یا اس کے نکاح سے جدا ہونا اگر عورت فوراً فوراً بلا توقف جدائی پسند کرلے تو حاکم شوہر کو طلاق کا حکم دے وہ نہ دے تو آپ تفریق کردے اور اگر عورت ذرا بھی اختیار جدائی کے اظہار میں تاخیر کرے تو دعوے باطل اور اختیار زائل درمختار میں ہے ف۳ وجدتہ عنینا اجل سنۃ قمریۃ ورمضان وایام حیضھا

منها لامدة غيبتها ومرضه ومرضها فان وطئ مرة فيها فلا بانت بالتفريق من القاضى ان ابى طلاقها بطلبها وبطل حقها لو وجد منها دليل اعراض بان قامت من مجلسها، او اقامها اعوان القاضى او قام القاضى قبل ان تختار شيئا لامكانه مع القيام اھ مختصرا پس صورت مستفسرہ میں پدرِ زیتون رخصت کردینے اور زیتون ہم بستری پر مجبور کی جائے گی اُس کے بعد اگر نامردی پائے تو طریقہ مذکورہ عمل میں لائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰: ۲۹ رشوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بالغ ہے اور اُس کا باپ دادا چچا بھائی وغیرہ نہیں ایک ماموں ہے اُس نے عورت سے اذن نکاح کا نہ لیا باہر سے باہر دو گواہ کرکے نکاح کردیا یہ نکاح ہوا یا نہیں دوسری ایک عورت بالغ ہے اُس کی ماں موجود ہے نہ عورت نے اذن دیا نہ اُس کی ماں نے بلکہ سوتیلے باپ نے نکاح کا اذن دیا یہ نکاح ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

دونوں صورتوں میں جبکہ عورتیں بالغہ ہیں اور اُن سے بغیر اذن لیے نکاح کردیے گئے تو وہ نکاح ان عورتوں کی اجازت پر موقوف رہے اگر انھوں نے خبر سُن کر جائز رکھے جائز ہوگئے اور اگر رد کردیے رد ہوگئے اور اگر اب تک ساکت ہیں نہ رد کیے نہ جائز رکھے تو اب اُنھیں اختیار ہے چاہے جائز کردیں چاہیں باطل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱: از کانپور مدرسہ احسن المدارس مرسلہ محمد عبدالحلیم صاحب ۱۳ رجب ۱۳۱۶ھ

چہ میفرمایند علمائے محققین وفضلائے مدققین اندریں مسئلہ کہ باوجود برادرِ حقیقی مخطوبہ عم حقیقی مخطوبہ استیذان نکاح از مخطوبہ کرد ومخطوبہ بالغہ باکرہ است صامت ماند آں صموت را اذن دانستہ عم حقیقی مخطوبہ وکالۃً نکاح او را منعقد کرد و باو خلوت صحیحہ ہم گردید دریں صورت نکاح باطل خواہد شد یاچہ۔ بینوا توجروا

الجواب

سکوت بکر کہ بجائے اذن داشتہ اند دراں صورت ست کہ استیذان خود ولی اقرب یا وکیل یا رسول او کردہ باشد کما فی الدر وغیرہ اینجا کہ استیذان ولی ابعد بحالِ قیام اقرب کردہ است اگر نہ بروجہ وکالت و رسالت از اقرب بود سکوت زن اصلا کارے نکشود نکاح نکاح فضولی شدہ بر اجازت زن موقوف ماند اگر پیش ازیں خلوت یا اجازتے دیگر قولا یا فعلا یا سکوتا چنانکہ در فتاوائے خود وجوہ آنہا روشن کردہ ایم از زن قولے یا فعلے مظہر رد نکاح بمیان نیامدہ بود وایں خلوت برضائے او روئے نمود نکاح موقوف نفاذ یافت

فی الدرالمختار ان استاذنہا غیر الاقرب کولی بعید فلا عبرۃ لسکوتہا بل لابد من القول او ما ھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کتمکینہا من الوطئ و فی ردالمحتار عن البحر عن الظہیریۃ لو خلابہا برضاھا ھل یکون اجازۃ لا روایۃ لہذہ المسألۃ وعندی ان ھذا اجازۃ اھ قال وفی البزازیۃ الظاھر انہ اجازۃ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: از عظیم آباد پٹنہ لودی کٹرہ مرسلہ جناب مولٰینا مولوی قاضی عبدالوحید صاحب رحمہ اللہ تعالٰی سلخ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

عمرو نامی ایک شخص بوقت انتقال اپنے ایک لڑکی ہندہ نامی ایک بی بی زبیدہ ایک بھائی حقیقی خالد ایک بھائی علاتی بکر چھوڑا ہندہ ہمراہ اپنی مادر اور نانی کے پرورش پاتی رہی اب وہ بالغ ہے سن اس کا زائد چودہ سال سے ہے ہندہ کی ولایت کا سارٹیفکٹ گورنمنٹ سے ہندہ کی ماں کو ملی ہے اس وقت تک ہندہ مادر و نانی کے مکان میں ابتدائے پیدائش سے رہکر پرورش و تعلیم پائی ہے خالد نے یعنی چچا حقیقی ہندہ کے براہ چالاکی و بخیال نفع معاش بلاعلم و رضامندی ہندہ و چچا علاتی و مادر و نانی وغیرہ کے ایک شخص غیر کے مکان پر اپنے بیٹا سے بولایت اپنے ایک شخص کو وکیل مقرر کرکے ہندہ کا عقد کردیا ہے اور کوئی خبر ہندہ کو نہیں دی گئی جس وقت ہندہ کو افواہا خبر نکاح کی پہنچی اسی وقت اس نے نکاح کو نامنظور کیا اور بہت بیزار ہوئی علما بدلائل کتاب جواب سے سرفراز فرمائیں فقط

الجواب

شرعاً عورت کے بالغہ ہونے کے لیے پندرہ سال کامل کی عمر ضرور ہے یا اس سے پہلے حیض وغیرہ علامات کا ہونا بغیر اس کے صرف چودہ سال سے زیادہ عمر ہونا کافی نہیں۔ ہاں نو سال کے بعد سے پندرہ سال کے قبل تک جو عورت کے لیے امکان و احتمال بلوغ کی عمر ہے اگر عورت اپنا بالغہ ہونا ظاہر کرے تو بے حاجت شہادت بغیر قسم لیے اس کا قول مان لیا جائیگا جبکہ اس کے جسم و قوی کی حالت اس دعوے کی تکذیب نہ کرتی ہو اور وہ بالغہ ہونے کی وجہ بھی بیان کردے یعنی مثلاً کہے مجھے حیض آیا یا خواب میں احتلام ہوا اس سے میں نے اپنا بلوغ جانا خالی دعوے بے بیان معنے بلوغ مقبول نہیں اور اگر بدن و قوی کی حالت ظاہرہ قابلیت بلوغ نہ بتاتی ہو تو اس کا دعوٰی اصلاً مسموع نہ ہوگا جبتک دلیل شرعی سے بلوغ ثابت نہ ہو یہی احکام بارہ سال کے بعد سے پندرہ سال کے قبل تک پسر کے لیے ہیں فی الدرالمختار بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد شیئ فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی وادنی مدتہ لہ اثنتا
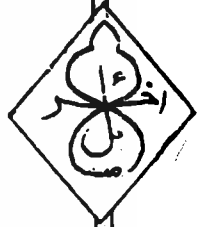
عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین ھو المختار فان بلغ ھذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاھر وھو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والالا یقبل قولہ شرح وھبانیہ وفی الشرنبلالیۃ یقبل مع تفسیر کل بماذا بلغ بلایمین اھ مختصرا وفی ردالمحتار عن جامع الفصولین عن فتاوی النسفی عن القاضی محمود السمرقندی ان مراھقا اقر فی مجلسہ ببلوغہ فقال بماذا بلغت قال باحتلام قال فماذا رأیت بعد ماانتبہت قال الماء قال ای ماء فان الماء مختلف قال المنی قال ما المنی قال ماء الرجل الذی یکون منہ الولد قال علی ماذا احتلمت علی ابن اوبنت اواتان قال علی ابن فقال القاضی لابد من الاستقصاء فقد یلقن الاقرار بالبلوغ کذا قال شیخ الاسلام ھذا من باب الاحتیاط وانما یقبل قولہ مع التفسیر وکذا جاریۃ اقرت بحیض اھ

پس صورت مستفسرہ میں اگر وقت نکاح ہندہ کا بلوغ ثابت ہو خواہ شہادت شرعیہ خواہ ہندہ کے بیان مفصل سے جسے ظاہر حال ہندہ تکذیب نہ کرتا ہو نہ صرف اتنی بات سے کہ اُس کی عمر چودہ سال سے زائد ہے تو بیشک اُس پر چچا خواہ ماں کسی کی ولایت جبریہ نہ تھی اُس کا نکاح بے اُس کی اجازت کے نافذ نہیں ہوسکتا جب اُس نے خبر پاکر نامنظور کیا رَد و باطل ہوگیا فی الدرالمختار الولایۃ نوعان ولایۃ ندب علی المکلفۃ ولو بکرا وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیبا وفیہ بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد اور اگر اُس وقت ہندہ بالغہ نہ تھی اگرچہ بعد نکاح معاً بلوغ ہوگیا ہو تو بلاشبہہ اُس کا ولی شرعی وہی عم حقیقی تھا اُس کے ہوتے ماں یا علاتی چچا کوئی چیز نہیں نہ سارٹیفکٹ شرعاً کچھ اثر رکھتا ہے فی الدرالمختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام اس حالت میں یہ چچا کا بیٹا جس کے ساتھ چچا نے اس نابالغہ کا نکاح کردیا اگر مذہب یا اطوار یا پیشے وغیرہ کی رو سے ایسا نقص رکھتا ہو جس کے سبب اُس کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہونا عرفاً موجب عار ہو یا چچا نے ہندہ کے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہو مثلاً مہر مثل ہزار روپے کا تھا پانسو کا باندھا تو ان صورتوں میں وہ نکاح سرے سے مردود و باطل محض ہوا اور ان نقائص سے پاک تھا تو بیشک نکاح صحیح ونافذ ہوگیا جسے نہ ماں یا علاتی چچا کی ناراضی سے ضرر نہ قبل بلوغ ہندہ کی نامنظوری و بیزاری کا اثر ہاں بعد بلوغ اُسے اختیار ملے گا کہ نکاح سے ناراضی ظاہر کرکے حاکم شرع سے بحضور شوہر نکاح فسخ کرالے فی الدرالمختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ لایصح النکاح من غیر کفؤ اوبغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمہر المثل صح ولصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ اوالعلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ اھ مختصرا وفی ردالمحتار فیہ ایماء الی ان الزوج لوکان غائبا لم یفرق بینہما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نہر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۳: ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

زید کا نکاح عمرو کی لڑکی کے ساتھ قرار پایا تھا اور شرائط یہ تعین کہ شرع پیمبری نکاح و مہر باندھا جائے ہنگام نکاح پڑھانے کے کچھ حجت زیادتی مہر پر زید و عمرو کے مابین ہوئی جس پر زید مجلس سے اٹھکر مکان کو چلا گیا عمرو نے بحالت غصہ و رنج کے اُسی وقت ایک مؤذن سے کہا کہ تم میری لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کردو چنانچہ بکر اُس وقت مجلس میں موجود تھا مؤذن صاحب نے جو کہ قاضی یا مولوی نہیں ہیں صرف تین کلمے پڑھائے اور ایجاب و قبول کرا دیا کوئی وکیل و گواہ نہیں تھا اور نہ مہر کی تعداد بکر کو بتائی صرف یہ کہدیا کہ مثل لڑکی کی ماں کے مہر باندھا جائے عمرو کی لڑکی بالغ ہے جس کی عمر پندرہ سال ہے لڑکی کی ماں نے اور نہ خود لڑکی نے اجازت نکاح کی دی تھی صرف لڑکی کے والد نے اجازت نکاح کی بحالت رنج و غصہ کے دی تھی تو ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

سائل مظہر کہ اُس جلسہ میں بہت آدمی تھے تو وہی سننے والے گواہ کافی تھے نکاح ہوگیا مگر عورت جبکہ بالغہ ہے تو اگر باپ نے اُس سے اجازت خاص بکر کے ساتھ نکاح کردینے کی یا مطلق نکاح کی نہ لی تھی تو نکاح عورت کی اجازت پر موقوف رہا اگر وہ جائز کردے گی جائز ہو جائیگا اور رد کردیگی رد ہو جائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۴: از کانپور نئی سڑک متصل گرجاگھر متصل مکان احسان اللہ وکیل مکان ڈاکٹر اللہ یار خاں مرسلہ خداداد خاں صاحب ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ

جناب مولانا صاحب زیدت معالیکم فی الدارین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مجھے تعجب ہے کہ آجکل ندوہ کی ایسی خراب حالت کیوں ہوگئی ہیں نے وہاں کے مفتی صاحب کے نام سے ٹکٹ رکھکر ایک استفتا بھیجا مگر مطلقاً جواب نہیں دیا اُن سے اگر اُس کا جواب نہیں ہوسکتا تھا تو واپس کردینا چاہیے تھا نہ کہ دبا بیٹھنا۔ افسوس علماؤں کا نام بدنام کرنے کو جلسہ قائم کیا گیا ہے بیشک ؎ بدنام کنندہ نکونامی چند۔ میرا تو پہلے ہی سے ارادہ تھا کہ آپکے پاس بھیجوں مگر غلطی ہوئی کہ وہاں بھیجدیا۔ خیر اب بعینہٖ آپکی خدمت میں روانہ کرتا ہوں کہ آپ براہ نوازش جواب سے مشرف فرمائیے۔ جواب کے لیے ٹکٹ پیش خدمت ہے زیادہ حد ادب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا علاتی بھائی اُس کی عینی ماں اور ماموں کے مقابلہ میں ولی جائز ہے یا نہیں وبر تقدیر ولی جائز ہونے کے اُس کی عدم موجودگی میں بلا اطلاع و رضا لڑکی کی بالغہ کا غیر کفو کے ساتھ ماموں اور اُس کی ماں کا عقد کردینا کیسا ہے اور نیز لڑکی
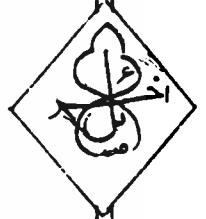
کی ماں اپنے شوہر کا متروکہ دین مہر میں پاچکی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اس لڑکی کا ولی نکاح اس کا علاتی بھائی ہے ماں یا ماموں اس کے ہوتے کچھ استحقاق نہیں رکھتے فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (الی قولہ) ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال الخ اھ ملتقطا شرع مطہر میں غیر کفو وہ ہے جس کے نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے باعث اس عورت کا اس سے نکاح ہونا اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ و عار ہو اور یہاں عوام غیر قوم کو غیر کفو کہتے ہیں اگرچہ شرافت میں اپنا ہمسر ہو بلکہ بعض تو یہاں تک توسیع کرتے ہیں کہ اگرچہ اپنے سے برتر ہو شرع میں اس پر نظر نہیں مغل پٹھان کفو ہیں شیخ قریشی و سادات کرام کفو ہیں اپنا ہم قوم بدمذہب کفو نہیں یہاں اگر عدم کفاءت یہی محاورہ عامیہ کے طور پر تھا یعنی وہ شخص اس دختر کا ہم قوم نہ تھا مگر اس طرح کا کوئی نقص نہ رکھتا تھا کہ شرعاً غیر کفو ہو جب تو یہ نکاح مطلقاً صحیح و منعقد ہو گیا رضا و اطلاع برادر کی حاجت نہیں دختر کہ بالغہ ہے اگر اس سے اذن لیکر ہوا تو نافذ ہو گیا ورنہ دختر ہی کی اجازت پہ موقوف رہا اگر جائز کرے گی نافذ ہوگا رد کر دے گی باطل ہو جائیگا برادر وغیرہ کسی ولی سے کوئی تعلق نہیں لانقطاع الولایۃ بالبلوغ کما نصوا علیہ اور اگر عدم کفاءت بمعنی مذکور شرعی تھا تو یہ نکاح کہ بے رضائے ولی عصبہ ہوا اصلا نہ ہوا کہ اگر باجازت دختر تھا تو عورت جو نکاح غیر کفو سے بے رضائے عصبہ کرے باطل ہے اور اگر ماں یا ماموں نے بطور خود بے اذن دختر کیا تو یہ وہ عقد فضولی ہے جس کا نافذ کرنے والا کوئی نہیں کہ اختیار تنفیذ عورت کو ہوتا وہ خود ایسے نکاح پر قادر نہیں اور ہر عقد فضولی کہ وقت وقوع جس کا کوئی منفذ نہ ہو باطل ہے ولی عصبہ بھی اپنی رضا شامل کر کے اسے صحیح نہیں کر سکتا کہ یہاں رضائے ولی قبل عقد لازم ہے بعد عقد لغو و بیکار ہے فی الدر المختار یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فی رد المحتار ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر فی الدر من فصل الفضولی کل تصرف صدر منہ کبیع و تزویج وطلاق و لہ مجیز ای من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفا و مالا مجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۲۵ از ستار گنج ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی دختر کی منگنی کرکے زوجہ اور دختر چھوڑ کر فوت ہوا ایک دن والدہ کی غیبت میں اس لڑکی بالغہ کو چند شخصوں نے زبردستی ایک گھر میں کر دیا والدہ
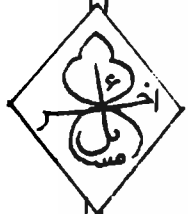
نے کچہری میں دعویٰ کیا اُدھر کا جواب یہ ہے کہ متوفی کا ایک بھائی جو دوسرے باپ سے تھا اُس نے بلا اجازت دختر و والدہ دختر کے نکاح کر دیا پس اس صورت میں ولایت نکاح ماں کو ہی یا نہیں اور کس کس رشتے دار کو ماں کے سامنے اجازت ولایت ہی جس نے زبردستی اُس لڑکی کو گھر میں رکھا ہی اُس نے لڑکی کی والدہ کا دودھ پیا ہی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بالغہ پر ولایت جبر یہ کسی کو نہیں ولی نکاح ہر عصبہ ہی یعنی نزدیک یا دور کتنے ہی دور کے دادا پر دادا کے اولاد میں جو مرد عاقل بالغ ہو رشتے میں سگا ہو یا سوتیلا مثلاً عورت کے پر دادا کے سوتیلے پر دادا کی نسل میں پر پوتے کا پر پوتا جبتک ان میں سے کوئی شخص عاقل بالغ موجود ہو ماں کو اصلا ولایت نہیں اور بعد بلوغ تو ماں کو ولایت سے کوئی تعلق ہی نہیں خواہ عصبہ موجود ہو یا نہو لان حق الاولیاء بعد ذلك انما هو فی الاعتراض ان نكحت غير كفؤ وبغبن فاحش فی مهر المثل او ابطال النكاح بغير الكفو اذا لم يرض الولی به قبل العقد صريحا مع العلم بعدم الكفاءة وذلك انما هو فی حق العصبة لا غير كما نص عليه فی الدر وغيره دودھ شریک بھائی سے نکاح نہو سکنا خود ظاہر ہے مگر الزام اُس حالت میں ہی جب اُنھیں دودھ شریک ہونا معلوم ہو واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۶ از کانپور محلہ فراش خانہ عقب آبکاری سڑک جدید متصل کوڑہ گھر مکان حافظ زبیر حسن عطار مرسلہ سید سعید الحسن صاحب ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساۃ ہندہ کے ایک بیٹی مساۃ رضیہ شوہر متوفی سے ہی جب رضیہ کی عمر آٹھ برس دو مہینے کی تھی ہندہ نے رضیہ کا عقد بزمانہ نابالغی ساتھ خالد کے کر دیا لیکن بوجہ نابالغی رضیہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رخصت ہوئی بدستور اپنی ماں کے ساتھ رہی اب زمانہ عقد کو چار سال سے زیادہ عرصہ گزرا اور رضیہ بھی اب ہوشیار و بالغ ہوئی اس درمیان میں خالد نے ایک دوسری عورت کو رکھ لیا جس سے اطفال بھی پیدا ہوئے خالد کی وضع اور اطوار و چال چلن ہندہ و رضیہ کو تمام تر ناگوار ہیں اور تعلق ہونا خالد سے نہیں چاہتی کمال درجہ نفرت و انکار رکھتی ہی اور خلع چاہتی ہی بحکم شرع شریف مساۃ رضیہ کو کیا کرنا چاہیے جس سے اُس کو خالد سے قطع تعلق ہو جائے اور عقد فضولی یہ عقد نابالغی قرار پائے گا یا نہیں اور تعمیل حکم خلع کا کس طریقہ سے کیا جائیگا اور مدت نابالغی از روئے شرع شریف ہندوستان میں علی الخصوص ممالک مغربی و شمالی کے لیے کس سنہ و سال کی مقدار سے ہی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر خالد رضیہ کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا پیشے وغیرہ میں ایسا کم ہی کہ اُسکے ساتھ رضیہ کا عقد ہونا
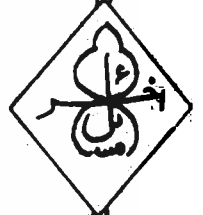
اولیائے رضیہ کے لیے موجب ننگ و عار ہو جب تو یہ نکاح سرے سے نہ ہوا مگر یہ کہ نکاح کرنے والا رضیہ کا دادا ہو جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کسی نابالغ کا نکاح غیر کفو سے نہ کر چکا ہو یہ نکاح اُس کے اذن سے ہوا یا بعد نکاح اُس نے اپنی ولایت کی حالت میں نافذ کر دیا جائز رکھا تو نکاح صحیح و لازم ہے کہ بعد بلوغ رضیہ کی ناراضی بھی اُسے کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتی اور اگر خالد رضیہ کا کفو بمعنی مذکور ہے مگر رضیہ کے لیے کوئی ولی عصبہ مثلاً عاقل بالغ بھائی یا بھتیجا یا چچا یا چچا کا بیٹا غرض دادا پردادا کی اولاد سے کوئی مرد موجود تھا اور ماں نے بغیر اُس کے اذن کے نکاح کر دیا تو تین صورتیں ہیں اگر اُس ولی نے نکاح کی اطلاع پاکر اپنی حالت ولایت میں رد کر دیا تو اس صورت میں بھی وہ نکاح باطل ہو گیا کہ اب رضیہ کی رضا بھی اُسے نافذ نہیں کر سکتی اور اگر سُن کر اب تک ساکت رہا نہ رد کیا نہ جائز رکھا تو وہ نکاح نکاحِ فضولی اور اجازت ولی پر موقوف تھا جب رضیہ بالغہ ہوئی وہ اجازت خود اس کی طرف منتقل ہو آئی اب اسے اختیار ہے چاہے جائز کر دے جائز ہو جائیگا چاہے رد کر دے مثلاً کہدے میں نے اس نکاح کو رد کیا میں اس نکاح پر راضی نہیں یا مجھے یہ نکاح نامنظور ہے صرف اتنے کہنے سے رد ہو جائیگا زیادہ کسی امر کی حاجت نہیں اور یہ اختیار رضیہ کو ہمیشہ رہے گا جب تک نکاح کو جائز نہ کر دے کہ اُس کے بعد پھر اختیار رد نہیں رہتا اور اگر نکاح مذکور ولی غیر جد نے سُن کر جائز کر دیا تھا یا ابتداءً نکاح ماں نے باذن ولی مذکور کیا یا رضیہ کے لیے کوئی ولی عصبہ تھا ہی نہیں خود ماں ولی تھی جس نے نکاح کر دیا تو ان سب صورتوں میں وہ نکاح صحیح و نافذ ہو گیا مگر ازانجا کہ نکاح کنندہ غیر اب جد اور رضیہ دوشیزہ ہے اُسے اتنا اختیار ملا کہ معاً بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً اُس نکاح کا فسخ چاہے تو فسخ کر دیا جائیگا اگر بعد بلوغ ذرا دیر گزری اور اُس نے فسخ کا ارادہ ظاہر نہ کیا تو نکاح تام و لازم ہو گیا کہ اب اُس کی رضا و عدم رضا کو کچھ دخل نہ رہا اس صورت اخیرہ اور نیز اُس صورت سابقہ میں جبکہ نکاح دادا کے کر دینے سے لازم ہو چکا ہو رضیہ اگر جدائی چاہے تو اُس کے ہاتھ میں کوئی ذریعہ سوا خلع چاہنے کے نہیں یعنی بعوض مہر خواہ اور مال کے جس پر شوہر راضی ہو شوہر سے طلاق مانگے اگر وہ دیدیگا قطع تعلق ہو جائے گا ورنہ صبر لازم ہے فتح القدیر میں ہے الصبی اذا باع او اشتری او تزوج یتوقف علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر فلو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجاز بنفسہ نفذ لانھا کانت متوقفۃ ولا تنفذ بمجرد بلوغہ اھ مختصرا و فی تنویر الابصار بطل خیار البکر بالسکوت عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس وان جھلت بہ الخ و باقی المسائل مشہورۃ و فی الکتب مذکورۃ نابالغی کی حد پندرہ سال کی عمر تک ہے اس مدت سے پہلے اگر دختر کو نو برس یا پسر کو بارہ برس کی عمر کے بعد آثار بلوغ مثل احتلام و حیض ظاہر ہو گئے تو اُسی وقت سے حکم بلوغ ہو جائے گا ورنہ پندرہ برس

ولی بالغ ہو گیا تو خود اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا۔

کی عمر پوری ہونے پر لڑکا لڑکی دونوں مطلقاً بالغ سمجھے جائیں گے اگرچہ کوئی علامت بلوغ ظاہر نہ ہو بہ یفتی کما فی الدر المختار وغیرہ لقصور اعمار زماننا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۷: از احمد آباد گجرات محلہ چکلہ کالوپور متصل پُل گلیارہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کی منگنی کرنے کے لیے سفر سے دوسرے شخص پر لکھا کہ میری لڑکی کی منگنی فلاں لڑکے کے ہمراہ کرنا لڑکی لڑکا دونوں نابالغ ہیں یہاں اس شخص نے جس کو فقط منگنی کی اجازت دی گئی تھی خود ولی ہوکر بعد منگنی کے نکاح بھی کردیا اُس کے والد کو خبر ہوئی کہ لڑکی کا نکاح جس کو منگنی کا اختیار دیا تھا کردیا اُس سے یہ شخص خوش ہوا اور اُس کے پڑھائے ہوئے نکاح پر انکار نہ کیا اب یہ نکاح عندالشرع منعقد ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

منگنی کی اجازت نکاح کی اجازت نہ تھی فان ھذا عقد وذالك وعد وقد یفعل الوعد لینتظر الخاطب ثم ینظر ویتأنی فیہ فان وافق اجیب والا امتنع فلا یکون الرضا بالوعد رضا بالعقد وھذا ظاھر جدا تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور اجازت ولی پر موقوف رہا بعد سماع خبر اگر ولی نے قولاً یا فعلاً اُس کی تنفیذ ظاہر کی نافذ ہوگیا صرف دل میں [ف۱] خوش ہونا اور زبان سے انکار نہ کرنا کافی نہیں لانہ سکوت والساکت لاینسب الیہ قول [ف۲] درمختار میں ہے قبض ولی لہ الاعتراض المھر ونحوہ مما یدل علی الرضی رضا دلالۃ لاسکوتہ ما لم تلد اھ مختصرا پس اگر واقع اسی قدر ہے تو نکاح بدستور اُس کی اجازت پر موقوف ہے باطل کردے خواہ نافذ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸: ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بیوہ نے اپنا عقد ایک شریف (اپنی خاندانی) سے کرلیا اس پر عمرو وبکر وخالد نے اُسے اور اُس کی ماں اور شوہر کو برادری سے نکال دیا اور ایذا دی اُس میں کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ہندہ نے عقد ثانی بعد عدت گزرنے کے کیا اور شوہر دوم بدمذہب نہیں جس سے نکاح باطل یا گناہ ہو تو ہندہ پر کوئی عصبہ اپنا ولی رکھتی ہے تو شوہر دوم اُس کا کفو تھا یا اگر کفو نہیں اور ولی نے [illegible] دیدہ ودانستہ [illegible] از نکاح صریح اجازت دیدی ہو تو ان صورتوں میں ہندہ اور اُس کی ماں اور شوہر پر کچھ الزام نہیں خالد عمرو بکر صرف بوجہ

ف۱: ولی کا خبر نکاح سنکر دل میں خوش ہونا اجازت نکاح کے لیے کافی نہیں جب تک قولی یا فعلی اجازت نہ ہو

ف۲: الساکت لاینسب الیہ قول

نکاح ثانی انھیں ایذا دیتے ہیں ظالم و گنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہیں اُن پر توبہ فرض ہے اگر نہ کریں تو خود ہی لوگ برادری سے نکال دینے کے قابل ہیں جو لوگ ان خالد عمرو بکر کا ساتھ دیں گے وہ بھی مستحق عذاب ہوں گے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان گناہ اور زیادتی میں باہم مدد نہ کرو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ستایا اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ تعالٰی کو ایذا دی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹: ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی دس برس کی ہے ماں نانی چچا میں سے کس کو اس کے نکاح کا اختیار ہے اور دختر کا ایک بھائی بھی دوازدہ سالہ ہے بینوا توجروا۔

الجواب

چچا کو ہے اگر بھائی نابالغ ہو ورنہ بھائی کو۔ بارہ برس کی عمر میں بلوغ ممکن ہے اگر وہ دعوٰی بلوغ کرے مانا جائے گا کما فی الدر المختار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۰: مسئولہ کرم الدین صاحب ساکن جلالپور جٹان محلہ ساہو ملن ضلع گجرات ملک پنجاب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و فضلائے اسلام مبین اس صورت میں کہ خالد نے اپنی لڑکی نابالغہ جس کی عمر اندازی دس یا گیارہ برس کی تھی رحیم بخش بالغ کے ساتھ نکاح پڑھا دیا اب بوجہ کوئی فساد کے دختر بالغہ مذکور چاہتی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے آیا شرعاً ممکن ہے کہ عقد مذکور باختیار دختر موصوفہ فسخ ہو جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

باپ دادا جو نکاح نابالغہ کا کردیں وہ لازم ہو جاتا ہے لڑکی بعد بلوغ کے خواہ کوئی اور اُسے فسخ نہیں کرسکتا مگر صرف دو تین صورتوں میں جس کی اس وقت تفصیل کی حاجت نہیں ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل مستفتی صاحب کو چاہیے کہ مفصل کیفیت سے مطلع کریں کہ وہ کیا فساد ہے جس کے سبب اب عورت فسخ چاہتی ہے اور اس فساد پر کب اطلاع ہوئی اور باپ بھی وقت نکاح اُس پر مطلع تھا یا نہیں وہ فساد بعد نکاح حادث ہوا یا پہلے سے تھا غرض سب حال بتفصیل تام بیان کیا جائے تو جواب دیا جائے درمختار میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۱: مسئولہ شاہ معین احمد صاحب از ڈاکخانہ نگر سیٹشن نوبتپور ضلع پٹنہ۔

مسئلہ ایذائے مسلم ایذائے رسول ہے اور ایذاء رسول ایذاء اللہ جل جلالہ

ناحق ایذائے مسلم حرام ہے وہ بحکم حدیث ایذائے رسول ہے اور ایذاء الرسول ایذاء اللہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زینب کی کل ایک اولاد ہے یعنی ہندہ دختر بکر بالغہ ہے ہندہ کے باپ نے قضا کیا۔ زید ہندہ کا علاتی بھائی ہے زینب ہندہ کی ماں اور زید برادر علاتی نے ہندہ کی نسبت خالد بن بکر ساکن فلاں جگہ سے مقرر و پختہ پڑ کیا اس کی خبر ہندہ کو بخوبی ہوگئی اس طرح سے کہ ہندہ اُسی مکان میں رہتی تھی اور اُس کے سامنے نسبت کی گفتگو ہوئی اور اُس پر ثابت ہوگیا کہ میری نسبت فلاں جگہ فلاں شخص سے ہے گو اُس سے خاص کر کسی نے کہا اور پوچھا نہیں اُس کے بعد رقعہ تقرری تاریخ آمد برات کا خالد بن بکر کے یہاں سے آیا اس کی اطلاع بھی ہندہ کو ہوئی چنانچہ اُس روز وہ سنواری بھی گئی اور جو جو مراسم کہ قبل نکاح اس طرف رائج ہیں مثلاً مانجھ وغیرہ میں بیٹھنا اس سب کو اُس نے انجام دیا اور کسی طرح کی نارضامندی نہیں ظاہر کیا یہاں تک کہ تاریخ مقررہ پر برات آئی اور احباب واقربا اندر باہر جمع ہوئے اس کی اطلاع بھی ہندہ کو ہوئی اس وقت بھی ہندہ نے کسی طرح نارضامندی ظاہر نہیں کی زید برادر علاتی نے چند شخصوں کے سامنے عمرو کو وکیل بالنکاح مقرر کیا اور عمرو نے جہاں برات کا قیام تھا وہاں جا کر سب لوگوں کے سامنے خالد بن بکر سے ہندہ کا نکاح مہر مثل پر کرا دیا مگر اس کی اطلاع ہندہ کو عمرو وکیل نے یا زید برادر علاتی نے نہیں دیا بلکہ عورتوں میں کہہ دیا گیا کہ نکاح ہوگیا اور یہ بات مشتہر ہوگئی کہ نکاح ہوگیا اُس کے بعد جو جو مراسم شادی اس طرف رائج ہیں اُن سب کو ہندہ نے بخوبی ادا کیا اور کسی طرح کی نارضامندی نہیں ظاہر کیا یہاں تک کہ رخصتی بھی ہوئی اور نوبت استراحت کی بھی آئی ان تمام متذکرہ بالا زمانہ میں کبھی ہندہ نے اپنی نارضامندی نہیں ظاہر کی اور نہ اس وقت تک کسی طرح کی نارضامندی ظاہر کرتی ہے تو یہ نکاح صحیح ہوا یا کسی طرح کا شبہہ یا نقص رہ گیا یہ شبہہ صرف اس وجہ کر پیدا ہے کہ ہندہ بکر بالغہ تھی اُس سے قبل نکاح زید برادر علاتی نے یا کسی شخص نے صراحۃً استمزاج نہیں لیا اور نہ بعد نکاح صراحۃً اُس کو خبر دیا گو اُس کو خارجی طریقہ سے سب باتیں معلوم تھیں اور معلوم ہوئی اور نہ اس وقت تک اپنی نارضامندی ظاہر کرتی ہے بلکہ ظاہرا خوش معلوم ہوتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں یہ نکاح فضولی تھا اگر خبر نکاح سُن کر ہندہ نے کوئی قول یا فعل اظہار ناراضی کا نہ کیا بلکہ عادل ثقہ سے نکاح کی خبر سُن کر خاموش ہی ہو رہی یا خبر کسی عادل سے نہ سُنی نہ ولی نے اُسے اطلاع کرا بھیجی تو ساکت رہی یہاں تک کہ شوہر سے برضا ہم خواب ہوئی تو نکاح نافذ و تام ہوگیا فی الھندیۃ اذا امکنت الزوج من نفسھا بعد ما زوجھا الولی فھو رضا وفی الدر المختار زوجھا ولیھا و اخبرھا رسولہ او فضولی

ف ۱ ولی نے بالغہ کا نکاح کر دیا اور بالغہ کو خبر نہ ملی یا کسی اور عادل نے اطلاع نہ دی یا ولی کے قاصد نے خبر دی اور عورت سن کر ساکت رہی یا ہم بستری پر راضی ہوئی تو نکاح ہوگیا اور اذن ہے۔

مدل فسکتت فھو اذن واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۱: از صاحب گنج گیا مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۴ رشعبان ۱۳۲۴ھ

علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں زید اور اُس کی زوجہ ہندہ میں جنگ باغوائے مفسدان بدکاران پیدا ہوا اور ہندہ کے بطن سے ایک لڑکی زید کی جس کا نام سعیدہ تھا اور عمر گیارہ برس گیارہ مہینے کی تھی بکر نے اپنے لڑکے خالد کی منسوب سعیدہ سے چاہا زید کو منظور نہ ہوا تب بکر نے ہندہ زوجہ زید کو برہم کرایا اور ہندہ نے اسقدر فساد مچایا کہ زید کو مجبوری ہوئی بمجبوری وتاکید وبخوف حکام ضلع بخیال اس کے کہ رفع جملہ فساد وقصہ ہوجائیگا اور یہ ثابت بھی کیا گیا تھا کہ اگر یہ عقد ہوگا تو قصہ سب دفع ہوگا وصلح سے زمانہ گزریگا اس منسوب کو منظور کیا اور سعیدہ اپنی لڑکی کا نکاح خالد سے بلا اذن کردیا لیکن خالد وسعیدہ سے آج تک ملاقات نہ ہوئی و نہ سعیدہ سے کسی قسم کی رضامندی لی گئی نہ سعیدہ کو سمجھایا گیا کہ کیا ہوتا ہے اور بعد نکاح کے خالد لندن چلا گیا اور بحیلہ تحصیل انگریزی وہاں فسق وفجور ولہو ولعب میں مبتلا ہوا چھ برس ہوا کہ خالد لندن میں ہی نہ پڑھتا ہی نہ آتا ہے اور نہ کسی قسم کی خبرگیری یا پرسش سعیدہ کی کرتا ہی زید نے بکر کو وخالد کو بھی دونوں پدر وپسر کو لکھا کہ شادی کرلی جائے اور خالد آئے اور اپنی منکوحہ کو لیجائے مگر نہ خالد آتا ہی نہ کسی قسم کی کفالت خرچہ کی سعیدہ کی خالد یا بکر اُس کے باپ کی طرف سے ہوتی ہے اور بلکہ زید سے خرچہ لندن کے قیام کا طلب کیا جاتا ہے ان حالتوں سے نکاح فسخ ہوگا یا نہیں اور سعیدہ مجاز ہے کہ اپنے باپ کے نکاح کو جو بخوشی نہیں بلکہ محض بمجبوری وبخوف حکام وقت وتوقع رفع خرخشہ کیا تھا اور رفع خرخشہ بھی نہ ہوا بلکہ بعد از بسیاری جنگ کے خلع وجدائی درمیان زید وہندہ کے ہوگئی تو ایسے نکاح کو سعیدہ توڑ سکتی ہے یا نہیں اور خالد کا کب تک انتظار کیا جائیگا نہ وہ آتا ہے اور نہ کسی قسم کی خبرگیری اخراجات کی بھی سعیدہ کی کرتا ہے بدستور سعیدہ اپنے باپ کے گھر ماں سے بھی جُدا پڑی ہی اور زید کو یہ بھی خیال ہی کہ خالد ہرگز نہیں آئیگا اور آئیگا تو بوجہ طرز معاشرت بدل جانے وصحبت غیر مذاہب کے حقوق کی تعمیل پوری اولٰی خالد سے ادا نہ ہوگی ایسی حالت میں شریعت کیونکر سعیدہ کو مجبور کریگی اور باپ کے ایک لغو ومجبوری سے عمل کے باعث وہ غریب بدقسمت سعیدہ پریشانی میں مبتلا رہے گی۔

الجواب

باہمی جھگڑے قصے نہ حد اکراہ تک پہنچتے ہیں نہ نکاح میں اکراہ کو دخل ہی اگر ولی کسی کے جبر واکراہ ہی سے نکاح کردے نکاح ہوجائیگا فی الھندیۃ من الاکراہ زوجھا ولیاؤھا مکرھین فالنکاح جائز نابالغہ سے اجازت لینے کی حاجت نہ باپ کے کیے ہوئے نکاح پر عورت کو بعد بلوغ حق اعتراض۔ مگر اُس حالت میں کہ شوہر وقت نکاح

فائدہ: مسئلہ اگر بحالت اکراہ ولی نابالغہ کا نکاح کردے تو نکاح جائز ہوگا۔

کفو نہ تھا اور باپ اس سے پہلے بھی کبھی اپنی ولایت سے کسی لڑکی کا نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو غیر کفو وہ جس سے نکاح ہونا عرفاً اولیائے ہندہ کے لیے وجہ ننگ و عار ہو کہ وہ نسب یا پیشے یا مذہب یا چال چلن میں رذیل و ذلیل و بدنام ہو۔ یہاں جب یہ صورتیں نہیں نکاح بیشک نافذ و تام و لازم ہوگیا جو کسی کے رد کیے سے رد نہیں ہوسکتا یہ اس حالت میں ہے کہ سعیدہ وقت نکاح نابالغہ ہو جیسا کہ بظاہر اس کی عمر مذکور سے مترشح ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اس عمر پر بلوغ نادر ہے اور اگر بالغہ تھی کہ لڑکی نو۹ برس کی عمر میں بھی بالغہ ہوسکتی ہے تو وہ نکاح کہ باپ نے اسکے بے اذن کیا نکاح فضولی تھا اسے خبر پہنچنے پر اختیار تھا کہ رد کردیتی مگر یہ رد اسی جلسہ خبر میں ہوسکتا تھا اگر جلسہ بدلکر رد کرے تو مقبول نہ ہوگا اور تقریر سوال سے سعیدہ کا رد کرنا اصلاً ظاہر نہیں بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ساکت رہی اور بکر کا سکوت بھی اذن ہی تو نکاح یوں بھی لازم ہوگیا جس کے رد کی طرف سبیل نہیں مگر صورت مذکورہ میں عورت کا ضرر صریح ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[ف۱] عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو اور فرماتا ہے وعاشروھن بالمعروف[ف۲] عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو اور فرماتا ہے اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[ف۳] جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور انھیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی لاؤ اور فرماتا ہے فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ[ف۴] پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ عورت کو یوں کر چھوڑو جیسے ادھر میں لٹکتی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام[ف۵] دین اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرت پہنچانا۔ لہذا حاکم پر واجب ہے کہ خالد پر جبر کرے کہ یا تو ہندہ کو رخصت کرائے یا طلاق دے اور اگر وہاں کی صحبت سے خالد کا دین فاسد ہوگیا کہ نیچریوں کی طرح ضروریات دین پر ہنسنے لگا تو آپ ہی نکاح جاتا رہے گا والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳: مرسلہ حاجی احمد اللہ خاں صاحب مرحوم از پیلی بھیت ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں ایک عورت ہندہ جس کی عمر ۱۳ برس کی تھی باپ اس کا فوت ہوگیا اب ہندہ کے نکاح کی اجازت اس کی ماں نے ہندہ کی سوتیلی بہن جس کی عمر تخمیناً قریب چالیس سال کے ہوگی اس بہن نے ہندہ کو بچپن سے مثل اولاد کے پالا تھا اجازت دی تھی بلکہ ہندہ نے خود بھی اقرار کیا تھا ہندہ کی ماں نے سوتیلی بہن سے یہ کہلا بھیجا تھا کہ تمکو اختیار ہے جہاں چاہو اس کا نکاح کردو ہندہ کی بڑی بہن اور بہنوئی نے اپنے کفو میں ایک شریف خاندان کے لڑکے کے ساتھ بلکہ رشتہ داری میں نکاح کردیا اب بعد دو برس کے کچھ جھگڑا عورات میں باہم کسی بات پر ہوا یعنی ہندہ کی ساس اور ہندہ کی بڑی بہن میں اس پر

ف۱: قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ یا عورتوں کو اچھی طرح رکھو یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو۔

ف۲: عورتوں سے حکم قرآن عظیم نیک برتاؤ برتنا چاہیے۔

ف۳: اللہ کا حکم ہے کہ عورتوں کو اپنے مقدور بھر وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو انھیں ضرر نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی کرو۔

ف۴: عورت کو معلقہ بنا رکھنے کی ممانعت قرآن عظیم سے۔

ف۵: حدیث ہے کہ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرار، یعنی نہ آپ ہی بے سبب نقصان اٹھانا نہ دوسرے مسلمان کو ناحق نقصان پہنچانا۔ مسلمان کے شایان نہیں۔

مسماۃ ہندہ کی ماں اور بہن دونوں اب یہ کہتی ہیں کہ ہندہ کا نکاح اس وجہ سے کہ اُس عمر تک بالغ نہیں ہوئی تھی وقت نکاح کے ہندہ کے چچا اور بھائی موجود نہیں تھے مگر اُن کو علم تھا اور ہندہ کی ماں اور بہن میں ایک مدت سے رنج تھا آمد و رفت نہیں تھی جس پر ہندہ کی ہمشیرہ نے اُس کی والدہ سے اجازت چاہی تھی قبل از مہینہ بیس روز آگے دونوں میں صلح ہوگئی اور والدہ ہندہ کی لڑکی کو دو چار روز آگے اپنے مکان کو لے گئی تھی جب تاریخ نکاح قریب آئی تو پھر ہندہ کو اُس کی بڑی بہن جس نے کہ اُس کو پالا تھا اُس کے مکان پر بھیجدیا واسطے نکاح کے اب ہندہ کی والدہ اپنے مکان پر ہندہ کو لے گئی بڑی بہن کے مکان سے بخوشی ہندہ کی بڑی بہن کے خاوند ہندہ کے بہنوئی ہندہ کے نکاح میں گواہ تھے اور بہنوئی کے بڑے بھائی وکیل نکاح کے تھے نکاح خواں نابینا تھے تو ایسی صورت میں نکاح ہندہ صحیح قرار پائیگا یا باطل۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ہندہ وقت نکاح فی الواقع نابالغہ تھی اور اُس کے نکاح کی اجازت اُس کے جوان بھائی نے نہ دی تھی تو جو نکاح بڑی بہن نے ماں کی اجازت سے کیا بھائی کی اجازت پر موقوف رہا اگر بھائی نے نکاح کی اطلاع پاکر انکار کر دیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا اور اگر پسند کیا اجازت دی تو نافذ ہوگیا اور اگر ہنوز کچھ نہ کہا اور ہندہ اب بھی نابالغہ ہے تو اب بھی بھائی کی اجازت پر موقوف ہی اگر جائز کر دیگا نافذ ہوجائیگا اور رد کر دیگا تو باطل ہوجائیگا اور اگر ہندہ کے بالغہ ہونے تک بھائی نے نہ رد کیا نہ اجازت دی اور اب ہندہ بالغہ ہوگئی یعنی اُس کی عمر پورے پندرہ سال کی ہوگئی یا اُسے حیض آنے لگا تو اب وہ نکاح خود ہندہ کی اجازت پر موقوف ہے اگر جائز کر دیگی جائز ہوجائیگا اور اگر رد کر دیگی باطل ہوجائیگا اور اگر نکاح بھائی کی اجازت سے ہوا تھا یا بعد نکاح بھائی نے قبل بلوغ ہندہ اجازت دیدی تو نکاح نافذ تو ہوگیا مگر ہندہ کو خیار بلوغ ملیگا یعنی بالغہ ہوتے ہی فوراً فوراً اگر اُس نکاح سے اُس نے انکار کر دیا ایک لفظ کی دیر نہ لگائی تو دعویٰ کر کے اُس نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۴۳ مرسلہ حکیم محمد علی حسین خاں صاحب جاگیردار ریاست گوالیار صدر لشکر نیا بازار ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین سوالات مندرجہ ذیل کی نسبت (۱) لڑکی کے والد نے مظہر کو دہلی سے واسطے عقد لڑکی اپنی کے بمقام بھوپال طلب کیا اور بعد پہنچنے برات کے سرکار عالیہ میں ایک درخواست تحریر کر کے پیش کی کہ میں نے لڑکے کو بلا لیا ہے سرکار عالیہ خداوندی فرما کر اس کار خیر کا اپنے روبکاری سے اہتمام فرماویں میں نے تاریخ عقد ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ یوم دوشنبہ مقرر کر دی ہے (۲) سرکار عالیہ نے

یہ درخواست منظور فرماکر جملہ انتظامات ضروری کیا تب حکم نافذ فرمادیا اور صاحبزادگان دام اقبالہ اور قاضی صاحب وغیرہ کو بُلاوا بھی پہنچ گیا (۳) لڑکی اپنے ماموں کے یہاں تھی لڑکی کے والد عقد کے دن لڑکی کو لانے کی غرض سے ماموں کے مکان پر گئے ماموں نے عین وقت پر بھیجنے لڑکی سے قطعی انکار کیا بیچارے شریف باپ نے اُس غیرت کی وجہ سے زہر کھاکر اپنی جان کو ہلاک کیا (۴) باپ ولی جائز کی اجازت تحریری بعد فوتی اُس کے یہ عقد کیا تب کچھ وقعت اور اثر رکھتی ہے یا نہیں (۵) اب ماموں لڑکی کا بوجہ نفسانیت مظہر کے ساتھ عقد کرنے سے انکاری ہی اور اسی کے قبضہ میں لڑکی ہی (۶) لڑکی کا سن گیارہ سال کچھ ماہ کا ہے (۷) ورثا میں لڑکی کے ایک چچا حقیقی اور ایک ماموں حقیقی ایک بھائی حقیقی نابالغ اور والدہ مطلقہ یہ شخص غیر کے نکاح میں ہیں (۸) لڑکی کے چچا صاحب اس لڑکی کا مظہر سے عقد کرنے پر رضامند ہیں ان کی یعنی چچا صاحب موصوف کی محض اجازت سے عدم موجودگی اور بغیر اطلاع لڑکی کے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں یا کہ لڑکی کا موجود ہونا وقت نکاح کے لازمی ہی فقط

الجواب

صورت مذکورہ میں جبتک وہ لڑکی نابالغہ ہی (یعنی اُسے حیض شروع نہ ہوا یا پندرہ سال کامل کی عمر نہ ہوئی) اُس وقت تک اُسکا ولی نکاح اُس کا چچا ہی اور لڑکی کے بلوغ سے پہلے اُس کا بھائی بالغ ہوجائے تو ولایت چچا سے بھائی کی طرف منتقل ہوجائے گی بہرحال ماموں یا ماں کو اُس کے نکاح کا کچھ اختیار نہیں تنویر الابصار و درمختار میں ہی الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم للاخت ثم لولد الام ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال دختر کی نابالغی میں چچا یا بالغ ہوکر بھائی اگر اُس کا نکاح ایسے شخص سے کردیگا جو اس لڑکی کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اُس کے ساتھ اس دختر کا نکاح باعث ننگ وعار ہو نہ دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کرے مثلاً لاکھ روپیہ مہر مثل ہو یہ پچاس ہزار باندھ دیں جب ان دونوں نقصانوں سے خالی ہو تو چچا یا بھائی کا وہ کیا ہوا نکاح نافذ وصحیح تام ہوگا نہ لڑکی سے اذن لینے کی اُنکو حاجت نہ اطلاع دینے کی نہ وقت نکاح لڑکی کے وہاں موجود ہونے کی یہ سب بے ضرورت امور ہیں درمختار میں ہی للولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا اُسی میں ہے لو زوجہا الاقرب حیث ہو جاز النکاح ماں یا ماموں کو اس نکاح پر اصلا اعتراض نہیں پہنچ سکتا ہاں لڑکی کہ دوشیزہ ہی اگر بالغہ ہوتے ہی معاً کہدے گی کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں یا اول سے اُسے اطلاع نکاح نہ تھی تو بعد بلوغ جس وقت خبر پائی فوراً نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے تو اس صورت میں البتہ خود اُسکو اختیار ہوگا کہ حاکم شرع کے حضور رجوع کرکے چچا یا
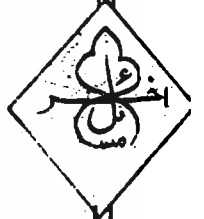
بھائی کا کیا ہوا نکاح فسخ کرائے درمختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ان کان من کفوو بمہر المثل صح ولھما ای لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ ویبطل خیار البکر بالسکوت لو عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس ہاں چچا یا بھائی جس سے نکاح کردیں اگر وہ بعنی مذکور دختر کا کفو نہو اگرچہ ہم قوم ہو یا مہر مثل میں کمی فاحش کریں تو سرے سے نکاح ہوگا ہی نہیں درمختار میں ہے ان کان المزوج غیرھما لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا واللہ تعالیٰ اعلم۔

باپ کی اجازت تحریری کی عبارت محتاج نظر ہے دیکھا جائے کیا لکھا اور اب اس کا کیا اثر ہے اور اس کی چنداں حاجت بھی نہیں کہ ولی شرعی موجود ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئولہ محمد صبور صاحب ولد منشی محمد ظہور حسین صاحب مرحوم مغفور ساکن بریلی محلہ پل قاضی ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ عورت نے ایسے رنڈوے شخص کے ساتھ نکاح کیا کہ جس کے دو لڑکے زوجہ اولیٰ سے تھے اب ان زن وشو سے ایک دختر پیدا ہوئی بعدہ اس شوہر ثانی کا انتقال ہوگیا زاں بعد اس بیوہ عورت نے پھر اپنا نکاح کرلیا اب وہ لڑکی جو شوہر ثانی سے پیدا ہوئی تھی نابالغ ہے کہ جس کا نکاح اس عورت اور حال کے تیسرے شوہر نے ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ بموجودگی اس کے والدین کے کردیا کہ جس کے اندر ابتداءِ قرار داد نسبت میں قبل از نکاح دوسرے شوہر کے دونوں لڑکوں کا بھی مشورہ رضامندی تھا لیکن وقت نکاح کے یہ دونوں لڑکے موجود نہ تھے اب یہ دونوں لڑکے اس نکاح سے نارضامند ہیں آیا یہ نکاح جائز طریقہ سے ہوا یا ناجائز طور پر اور اب قابل رہنے کے ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

شوہر دوم یعنی پدر دختر کے دونوں لڑکے کہ زوجہ اولیٰ سے ہیں اگر بالغ ہیں تو وہی اس دختر کے ولی ہیں۔ اگر ان دونوں یا اُن میں ایک نے پیش از نکاح عورت کے شوہر سوم یا خود عورت کو اس دختر کا نکاح اس نابالغ کے ساتھ کرنے کی اجازت دی تھی اور وہ نابالغ اس دختر کا کفو تھا یعنی نسب وغیرہ میں ایسا کم نہ تھا جس کے سبب اُس سے نکاح اس دختر کے اولیا کے لیے باعث ننگ وعار ہو تو یہ نکاح صحیح وجائز ونافذ واقع ہوا اور بلا وجہ صحیح شرعی اب ان لڑکوں کی ناراضی معتبر نہیں فان من سعی فی نقض ما تم من جھتہ فسعیہ مردود علیہ ہاں دختر کو اختیار ہوگا کہ اگر پسند نہ کرے تو بالغہ ہوتے ہی معاً انکار کردے نکاح فسخ کرادیا جائے گا لانہ غیر اب وجد اور اگر لڑکوں نے ان کو نکاح کردینے کی اجازت نہ دی تھی اگرچہ وقت مشورہ اپنی رضامندی

ظاہر کی تھی تو یہ نکاح کہ دختر کی ماں اور اُس کے شوہر سوم نے بے اجازت اولیا کیا اجازت اولیا پر موقوف رہا اُن لڑکوں نے خبر نکاح سُن کر اگر کوئی کلمہ رضا کہدیا یا کوئی فعل کہ رضا پر دال ہو کیا تو نکاح نافذ ہوگیا اور اب ان کی نارضامندی بلا وجہ صحیح شرعی معتبر نہیں بلکہ وہی بحال بلوغ دختر کو اختیار انکار و دعوی فسخ ہوگا اور اگر کوئی قول و فعل رضا کا بعد نکاح اُن سے صادر نہ ہوا تھا کہ اُنھوں نے اُسے رد کردیا تو نکاح رد ہوگیا اور اب یہ دختر اُن سے محض اجنبیہ ہے اور اگر وہ لڑکا اس عورت کا کفو نہیں یعنی کوئی ایسی کمی رکھتا ہے جس سے اُس کے ساتھ نکاح اولیائے دختر کے لیے باعث بدنامی و مطعونی ہو تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں اگرچہ خود لڑکوں نے کیا ہوتا اگرچہ دختر بعد بلوغ اُس پر راضی ہوتی لانہ یفتی فی غیر الکفو بعدم الصحۃ اصلا لفساد الزمان واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶: از بدایوں براہم پور مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پدر ہندہ نابالغہ کو بکر نے از راہ فریب یہ یقین دلایا کہ خالد اُس کا ہم قوم اور شریف الخاندان ہے اور اس طرح زید کو اس امر کی ترغیب دی کہ وہ اپنی نابالغہ دختر ہندہ کا نکاح خالد نابالغ سے کرے چنانچہ خالد کے ساتھ زید نے ہندہ اپنی دختر نابالغہ کا عقد کرادیا ہندہ بعد عقد خالد کے ماموں زاد ہمشیر کے گھر جس کے زیر پرورش خالد بیان کیا گیا تھا رہی صغیرہ ہندہ کو اب علم اس بات کا ہوا کہ خالد اس کا ہم قوم و کفو نہیں ہے بلکہ ولد الحرام ذلیل قوم ہے تو ہندہ نے خالد کو اپنا شوہر نہیں جانا اور نہ اُس کے پاس آئی گئی اور معاہدہ نکاح جو مرتب ہوا تھا بوقت بلوغ فسخ کردیا یہ انفساخ مطابق شرع محمدی ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

ہاں صورت مستفسرہ میں نکاح فسخ کیا جائیگا یعنی ہندہ کو اختیار دعوے اور بعد دعوی حکما فسخ ہوگا فاضی خاں و فتح القدیر و بزازیہ ورد المحتار وغیرہ میں ہے زوج بنتہ من رجل ظنہ مصلحا لا یشرب مسکرا فاذا ھو مدمن فقالت بعد الکبر لا ارضی بالنکاح ان لم یکن ابوھا یشرب المسکر ولا عرف بہ وغلبۃ اھل بیتہا مصلحون فالنکاح باطل بالاتفاق اھ۔ ردالمحتار میں ہے معناہ انہ سیبطل کما فی الذخیرۃ لان المسألۃ مفروضۃ فیما اذا لم ترض البنت بعد ما کبرت کما صرح بہ فی الخانیۃ والذخیرۃ وغیرھما وعلیہ یحمل ما فی القنیۃ زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ حر الاصل وکان معتقا فھو باطل بالاتفاق اھ وعلم من عبارۃ القنیۃ انہ لا فرق فی عدم الکفائۃ بسبب الفسق او غیرہ حتی لو زوجھا من فقیر او ذی حرفۃ ولم یکن کفوا لھا لم یصح افادہ فی البحر درمختار میں ہے الفرقۃ ان من قبلھا ففسخ وان من قبلہ فطلاق وشرط

للکل القضاء لا تمامیۃ خانیہ میں ہے لایکون الفسخ بعدم الکفاءۃ الا عند القاضی لانہ مجتہد فیہ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۷: مسئولہ خان بہادر مولوی محمد خلیل اللہ خاں ڈاک خانہ گولا ضلع کھیری

سماۃ ہندہ نے انتقال کیا اور اولاد دختری سے دو لڑکیاں چھوڑیں وقت انتقال سماۃ مذکورہ کی لڑکیوں نے اپنے حقیقی نانا کی پرورش ہر قسم کی اس وقت تک پائی دختران کی عمر سن بلوغت کو پہنچی ہے والد لڑکیوں کا اپنے وطن میں موجود ہے اور کسی قسم کی امداد پرورش دختران مذکور نہیں کرتا والد دختران مذکور کا شادی کا انتظام کرتا ہے تو والد منع آتا ہے والد شریک شادی دختران مذکور بوجہ اس کے کہ صرف شادی سے علیحدہ رہے نہیں ہوتا ہے تو ایسی حالت میں حقیقی نانا بحیثیت ولی کے نکاح کرسکتا ہے اگر نکاح دختران مذکور کا حقیقی نانا ایسی حالت مذکورہ میں کردے تو کیا مناسب ہے۔ بینوا توجروا۔

ف: فسخ بوجہ عدم کفاءت قاضی ہی کرسکتا ہے

الجواب

لڑکیاں جبکہ بالغہ ہوگئیں اُن پر ولایت جبریہ کسی کی نہ رہی اُن کی رضا سے جو نکاح اُن کا ہو صرف دو حالت میں ولی یعنی اُن کے باپ کو اُن پر اعتراض کا حق ہوگا اول یہ کہ جس سے نکاح کیا جائے وہ اس دختر کا کفو یعنی نسب یا مذہب یا چال چلن یا پیشہ وغیرہ کسی بات میں اُس سے اتنا کم ہو کہ اُس سے نکاح ہونا پدر دختر کے لیے باعث ننگ و عار ہو اس صورت میں تو جبتک باپ پیش از نکاح اُس شخص کو غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت نہ دے نکاح ہوگا ہی نہیں محض باطل ہوگا۔ دوم یہ کہ دختروں کے مہر میں کمی فاحش کی جائے مثلاً اُس کا مہر مثل ہزار روپے ہو اور پانسو باندھا جائے اس صورت میں باپ کو اعتراض کا حق ہوگا یہاں تک کہ شوہر مہر پورا کردے اور جب ان صورتوں سے پاک ہو یعنی جس سے نکاح کیا جائے وہ نسب و مذہب وغیرہ میں دختر سے ایسا کم بھی نہ ہو کہ اُس سے نکاح ہونا پدر دختر کے لیے باعث مطعونی و بدنامی ہو اور مہر مثل میں بھی کمی فاحش نہ کی جائے تو لڑکیوں کی اجازت سے نانا کا ایسا کیا ہوا نکاح صحیح و تام و نافذ و لازم ہوگا جس پر پدر دختراں کو کوئی اعتراض نہیں پہنچتا درمختار میں ہے لایجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اُسی میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ولہ اذا کان عصبۃ الاعتراض فی غیر الکفو ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا اُسی میں ہے لونکحت باقل من مہرھا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا ویفرق القاضی بینہما دفعا للعار واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸: از موضع ساندھن ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ محبوب احمد صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

والدہ ہندہ نابالغہ کے فوت ہونے پر ہندہ کے شرعی وارث موجود ہیں مگر وہ ولی بننے سے انکار کرتے ہیں ہندہ کی

ماں حقیقی جس نے اب عقد ثانی کر لیا ہے وہ یا اُس کا شوہر ثانی ولی بن سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

ولی بننا نہ بننا اپنا اختیاری نہیں جس کو شرع مطہر نے ولی کیا وہ ولی ہے اُس کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا ہاں اگر صورت یہ ہے کہ کفو موجود ہے اور ولی بلا وجہ شرعی اُس کے نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے اور اُس انکار میں کفو کے فوت ہونے کا اندیشہ صحیح ہے تو جو ولی ابعد ہے اگرچہ ماں ہو اگرچہ نکاح کر چکی ہو وہ وہاں کے عالم دین سنی صحیح العقیدہ کے صوابدید سے نابالغ کا نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ازافضل گڑھ ضلع بجنور محلہ قاضی سرائے مرسلہ راغب الدین صاحب ۴ ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے ہندہ سے نکاح کیا ایک دختر پیدا ہوئی جب عمر دختر کی تین سال کی ہوئی زید نے ہندہ کو طلاق دی وہ دختر بھی ہندہ کے پاس رہی بعد ختم ہونے عدت کے ہندہ نے اپنا نکاح بکر سے کیا جب دختر کی عمر قریب نو سال کے ہوئی تب اُس کا نکاح ہندہ اور بکر نے ایک سے کر دیا وہ شخص بالکل اسلام سے واقف نہیں نہ روزہ رمضان شریف نہ نماز کبھی ادا کرتا ہے اب عمر دختر کی ہندرہ سال ہے وہ پابند صوم وصلاۃ ہے اور کلام مجید اور دو چار کتاب مسائل کی جانتی ہے وہ اُس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی اور ولی اصل زندہ ہے اُس نے اجازت نکاح نہیں دی یہ نکاح عند الشرع درست ہے یا نہیں۔

الجواب

ایسے گول سوال کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا نکاح بکر و ہندہ نے کیا اُس وقت لڑکی نو برس کی تھی معلوم ہونا چاہیے کہ بالغہ تھی یا نابالغہ نو برس کی لڑکی بھی بالغہ ہوسکتی ہے اُس نکاح کی خبر زید کو کب پہنچی اور اُس نے اُس وقت یا اُس کے بعد کیا کہا وہ لفظ لکھے جائیں رخصت کس کے اختیار سے ہوئی شوہر کے یہاں سے باپ کے یہاں بھی آنا جانا رہا یا نہیں لڑکی اگر اُس وقت نابالغہ تھی تو کب بالغہ ہوئی اُس کو کتنا زمانہ گزرا پھر وہ جو شوہر کے یہاں نہیں رہنا چاہتی یہ کتنے زمانہ سے ہے اور یہ کراہت صرف قلب سے ہے یا زبان سے بھی کچھ کہا گیا تو کیا لفظ کہے اور کب کہے شوہر سے اُس کے کوئی اولاد بھی ہوئی یا نہیں ان سب باتوں کا مفصل جواب ملنے پر حکم لکھا جاسکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از چھاؤنی ملتان مرسلہ کریم بخش صاحب خانساماں ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حسین بخش خانساماں کی دختر کی شادی پیر بخش خانساماں از کوہ سپاٹو ضلع شملہ عرصہ گیارہ بارہ برس کا
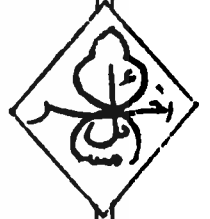
ہوا کہ جس وقت برخورداری کی نسبت پیر بخش خانساماں کے ساتھ بند و بست کیا گیا تھا تو اُس وقت پیر بخش خانساماں کی پہلی زوجہ جو کہ شادی کی ہے سبب نہ اولاد ہونے کے دوسری شادی کا انتظام کیا دختر حسین بخش کے ساتھ پیر بخش اقرار گھر دامادی کا کیا جو رجسٹر مسجد کوہ سپاٹو ضلع شملہ میں موجود ہے اور پیش امام مسجد کے جنہوں نے نکاح پڑھایا تھا وہ بھی اسی وقت موجود ہیں جس وقت نکاح وغیرہ سے فارغ ہوئے تو دوسرے دن پیر بخش نے جھگڑا کرنا شروع کیا کہ میری زوجہ میرے ہمراہ بھیجدو لڑکی کے والدین نے پنچ کی رو سے انکار کیا کہ چند عرصہ تم ہمارے ہمراہ رہو جب تمھاری بی بی کی رضا تمھارے ساتھ جانے کی ہو لے جاؤ اس شخص نے اصرار کیا کہ میرے ہمراہ ابھی بھیجدو یعنی شروع سے جھگڑا یہاں کئی ایک ماہ ان کا جھگڑا رہا چند عرصہ کے بعد جو کہ زوجہ پیر بخش کا چھوٹا بھائی تھا اس نے فیصلہ کیا کہ پیر بخش کی زوجہ پیر بخش کے ہمراہ کر دیا بعد عرصہ کے لڑکی حمل سے ہوئی تو اپنی ماں کے پاس آئی لڑکی پیدا ہوئی جو اس وقت ۱۳-۱۴ برس کی ہے جس وقت لڑکی ۲ دو ماہ کی ہوئی تو زوجہ پیر بخش اپنے خاوند کے ساتھ چلی گئی بسبب نا اتفاقی ان دونوں عورتوں میں جھگڑا رہا چھ ماہ کے بعد زوجہ پیر بخش پھر اپنے والدین کے پاس آ گئی پھر ان کا اتفاق کر دیا گیا پھر زوجہ پیر بخش اپنے خاوند کے ہمراہ چلی گئی عرصہ تین ماہ بعد پھر واپس بھیجدی پیر بخش کے پھر بعد کو لڑکا پیدا ہوا جو کہ عمر گیارہ بارہ برس کا ہے نہ تو اُس شخص نے کھانا کپڑا دیا نہ اپنے بچوں کو لے گیا چار دفعہ پنچایت میں فیصلہ ہوا کہ جو کچھ زر بچوں کی پرورش کرنے میں ہوا وہ ادا کر دو اور اپنے بال بچوں کو لیجاؤ مگر یہ شخص پنچوں میں بھی اقرار کر گیا وہ پورا نہ کیا نہ جواب دیا یعنی بہتیرا کچھ اس شخص کو سمجھایا گیا لیکن اس عرصہ ۱۱-۱۲ برس میں کوئی خیال نہ کیا پچھلے سال اس لڑکی کے ماموں نے منگنی بھی کر دی اس وقت بھی کوئی خیال نہ کیا بلکہ خود جا کر لڑکی کے ماموں نے کہا کہ یا تو تم لڑکی کی شادی کرو اگر تم لڑکی کی شادی نہیں کر سکتے تو تم لادعوی ہو کوئی جواب نہیں دیا اب لڑکی کے ماموں نے چاہا کہ شادی کر دی جائے تو پیر بخش نے اپنے خسر کے نام نوٹس دی کہ تم لڑکی کی شادی نہ کرنا ورنہ ہم کچہری میں دعویٰ کریں گے آپ کی زیر باری ہو گی اس لڑکی کا ماموں ملتان گیا جب نوٹس دی اس ۱۱-۱۲ برس کے اندر ایک پیسہ اپنے بال بچوں کو نہیں دیا گواہ موجود ہیں۔ یہ فیصلہ آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے کہ آپ شریعت کی رو سے فتوے عنایت فرمائیں۔

الجواب

لڑکی بالغہ ہے یعنی اُسے ماہواری عارضہ آتا ہے جب تو نکاح میں خود لڑکی کی اجازت کافی ہے بشرطیکہ کسی غیر کفو سے نکاح نہ ہو یعنی ایسے سے نہ ہو جو مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں اتنا کم ہو جس سے نکاح اس دختر کا پیر بخش کے لیے باعث ننگ و عار ہو اور اگر لڑکی نابالغہ ہے تو ضرور اُس کے باپ کی اجازت درکار ہے بے اُس کی اجازت کے

اگر ماں یا ماموں یا کوئی نکاح کردیگا تو پیر بخش کی اجازت پر موقوف رہے گا وہ جائز کردیگا جائز ہو جائیگا رد کردیگا باطل ہو جائیگا ہاں اگر کفو کے ملتے ہوئے پیر بخش نکاح میں تاخیر کثیر کرے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو نہ آپ نکاح کرے نہ دوسرے کو اجازت دے تو اُس وقت پیر بخش سے اُتر کر نابالغہ کا جو ولی ہوگا مثلاً دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا پھر سگا بھتیجا پھر سوتیلا پھر سگا چچا پھر سوتیلا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا غرض دادا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد عاقل بالغ کہ باپ کے بعد اُس سے قریب تر کوئی نہ ہو اُسے اختیار ہوگا کہ لڑکی کا نکاح کسی کفو بمعنی مذکور سے کردے اور اُس وقت باپ کو اعتراض کا کوئی حق نہ ہوگا اگر دادا پردادا دور نزدیک کی اولاد قریب وبعید میں کوئی ایسا مرد نہ ہو اُس وقت ماں کو اختیار ملیگا درمختار میں ہے ان لم تکن عصبۃ فالولایۃ للام اسی میں ہے یثبت للابعد التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعا خلاصہ ردالمحتار میں ہے بامتناعہ عن التزویج من کفوٴ بمھر المثل اما لو امتنع عن غیر الکفوٴ او لکون المھر اقل من مھر المثل فلیس بعاضل ط یہاں ضرر سے مراد یہ ہے کہ کفو ملتا ہو اور اُس کے ساتھ اس نابالغہ کا نکاح کسی وجہ سے خلاف مصلحت نہ ہو مہر مثل بھی پورا دینے کہتا ہو اور بلاوجہ باپ نہ مانے اور نکاح نہ کرے نہ کوئی دوسرا کفو موجود ہو جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس حالت میں اور جو اولیا ہم نے شمار کیے اُن میں سے جو قریب تر ہو اُس سُنی دیندار عالم کی رائے سے جو وہاں سب سے زیادہ فقیہ ہو اس کفو موجود سے مہر مثل یا اُس سے زائد پر نکاح کردے وذلک لانھم اختلفوا فی المراد بالابعد الذی یثبت لہ التزویج بعضل الاقرب فذھب فی شرح الوھبانیۃ ان المراد الابعد من اولیاء النسب وبہ جزم فی البحر ونقلہ فی الدر ثم استدرک علیہ بما فی القھستانی عن الغیاثی لو لم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفوٴ اھ قال ش ای خوف فوتہ ثم نقل عن رسالۃ العلامۃ الشرنبلالی کشف المعضل فیمن عضل نصوصا وافرۃ منطوقۃ علی ان المراد بالابعد القاضی ولا قاضی ھھنا فقد تدارکنا بما ذکرنا من جمیع النظرین واللہ المستعان واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱ از موضع پکریا ڈاکخانہ بانکی ضلع ڈالٹن گنج مرسلہ سید منہاج الحق حبیب صاحب احراری ۸ رجب الاولی سنہ ۱۳۳۶ھ

ہندہ کے شوہر نے قضا کیا اور عمرو سے بیوہ کا ناجائز تعلق ہوا بعد خبر پانے کے بکر جو ہندہ کا چچا ہے بسا سرزنش گھر میں بند رکھا اور کچھ دنوں باہر نکلنے نہ دیا اور بزور اپنے لڑکے زید سے جس کی بی بی موجود ہے بے رضامندی جو بخوف ہلاکت ہندہ نے قبول کیا نکاح کردیا وکیل نکاح واقعہ معلوم ہے بمقابلہ شاہدین اجمل جو چچا زاد بھائی بیوہ کے بہ رضامندی اجازت عقد نکاح چاہی بخوف جان ہندہ نے قبول کیا اور اذن دیا بعد دو چار ماہ کے موقع وقت پاکر عمرو کے

یہاں چلی آئی اور ہنوز اُس کے مکان میں موجود ہے ہندہ سے بمقابلہ چند گواہان پوچھا گیا حلفاً بیان کیا کہ ہمکو ہرگز ہرگز منظور نہ تھا جبر سے بکر وغیرہ کے جو دھمکی ہلاکت دیا تھا اقبال کیا بعدہٗ ہم دونوں کو یعنی ناکحین کو لوگوں نے ایک مکان میں بند کر دیا چنانچہ خلوت صحیحہ بھی اُسی قاعدہ مسطورہ صدر سے ہوا بس صورت مستفسرہ میں امید وار جواب باصواب کا ہوں۔ ایسا نکاح جائز ہوسکتا ہے یا نہیں کیونکہ ہندہ نے اقرار زبانی کیا ولی حالت کسی کو معلوم نہیں صورت مذکورہ بالا میں طلاق کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں حسب بیان وخواہش ہندہ بغیر طلاق عمرو سے نکاح یا بعد طلاق وعدت۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر واقعی اکراہ ومجبوری کی صورت نہ تھی صرف دھمکی تھی اور اسے بھی صحیح طور پر اندیشۂ جان نہ تھا جب تو وہ اذن صحیح ہوگیا اور اگر اُس وقت واقعی اکراہ تھا اور شوہر کے پاس جانا بلا اکراہ ہوا تو اگر پہلے نہ بھی تھی اب ہوگئی ان دونوں صورتوں میں نکاح صحیح ہوگیا اور بغیر موت یا طلاق شوہر وانقضائے عدت دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر جانا بھی باکراہ تھا اور جیسا کہ ہندہ کا بیان ہے خلوت بھی باکراہ ہوئی تو یہ مسئلہ شدید الاشکال ہے کتابوں میں اس کا جزئیہ کہیں نہیں علامہ خیر الدین رملی کی نظر حاشیۂ بحر الرائق میں صحت توکیل کی طرف گئی اور حاشیۂ منح الغفار میں عدم جواز کی طرف علامہ شامی نے کتاب الاکراہ میں اول کی طرف میل فرمایا اور آخر میں بھی لکھا کہ الحاصل ان المحل محتاج الی زیادۃ التحریر ھذا غایۃ ماوصل الیہ فھمنا القاصر واللّٰہ تعالٰی اعلم فقیر نے اُس پر اپنی تعلیقات میں اُن کی ابحاث سے جواب دیے اور تعلیقات کتاب الطلاق میں اولا وجوہ جواز لکھکر اُنھیں رد کیا اور عدم جواز کی ترجیح بیان کی اور آخر میں یہی لکھا کہ بالجملۃ فالمحل محل اشتباہ فلابد من تحریر فوق ذٰلک واللّٰہ تعالٰی اعلم ایسی شدید مشتبہ حالت میں بھی احتیاط یہی ہے کہ بلا طلاق ومرور عدت نکاح ثانی کی جرأت نہ کی جائے واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲ از سہسرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

نابالغ کے نکاح میں اُس کے ولی سے ایجاب کرانے کی نوبت پہنچے گی تب تعین مہر بحیثیت ولی کے ہوگی پس بعد بلوغ اقبال سے وہ نابالغ اُس مہر کے ناراض ہو اور انکار کرے تو کیا حکم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وہ ولی جس نے نابالغ کا نکاح کیا اس کا باپ یا باپ نہ ہونے کی حالت میں دادا ہے ایسا جو اس سے پہلے کوئی

نکاح اپنی ولایت سے مہر میں ایسے فرق کثیر پر یا غیر کفو سے نہ کرچکا ہو نہ اس نکاح کے وقت نشہ میں ہو جب تو نکاح صحیح اور یہی مہر لازم ہوگیا نابالغ کو کسی وقت کوئی حق اعتراض نہیں اور اگر نکاح کرنے والا اب وجد کے سوا اور کوئی ولی ہے یا اب وجد ہیں اور اس نکاح کے وقت نشہ میں تھے یا اس سے پہلے بھی کوئی نکاح اپنی ولایت سے ایسا کرچکے تھے اور مہر میں مہر مثل سے فرق کثیر ہے مثلاً پسر کا نکاح ہے اور عورت کا مہر مثل دس ہزار تھا انھوں نے پندرہ ہزار بندھوایا یا دختر کا نکاح ہے اور مہر مثل دس ہزار تھا انھوں نے پانچ ہزار بندھوایا تو اس صورت میں نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت ہے اور اگر فرق فاحش نہیں مثلاً پسر کے نکاح میں دس ہزار کا گیارہ ہزار یا دختر کے نکاح میں دس ہزار کا نو ہزار تو نکاح ہوگیا پھر اگر وہ ولی جس نے نکاح کیا غیر اب وجد ہے تو صغیر صغیرہ کو خیار بلوغ ملیگا جو غیر اب وجد کے نکاح کرنے میں مطلقاً ملتا ہے اگرچہ مہر مثل میں کوئی کمی بیشی نہ ہوئی ہو صغیرہ اگر بکر ہے تو بالغہ ہوتے ہی فوراً یا اس کے بعد علم نکاح ہو تو علم پاتے ہی معاً اگر اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کریگی تو دعوے کرکے قاضی سے فسخ کراسکے گی اور صغیرہ اگر ثیب ہے یا صغیر کا نکاح ہے تو انھیں بعد بلوغ مطلقاً اختیار اعتراض رہے گا جبتک صراحۃً اپنی رضا ظاہر نہ کریں یا کوئی فعل ایسا نہ کریں مثلاً بوسہ وکنار جو رضا پر دلیل ہو درمختار میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها وزیادۃ مهرہ او بغیر کفو ان کان الولی المزوج ابا اوجدا لم یعرف منهما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران وان کان المزوج غیرهما لا یصح النکاح من غیر کفوء او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفوء وبمهر المثل صح ولهما خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ وبطل خیار البکر بالسکوت عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اخر المجلس وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضاء او دلالۃ کقبلۃ ولمس ولا بقیامهما عن المجلس لانه وقت العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اھ ملتقطا فتاوٰی قاضیخاں میں ہے اذا زوج الرجل ابنه بامرأۃ باکثر من مهر مثلها او زوج ابنته الصغیرۃ باقل من مهر مثلها او وضعها فی غیر کفو او زوج ابنه الصغیر امۃ او امرأۃ لیست بکفوء له جاز فی قول ابی حنیفۃ رحمه اللہ تعالٰی وقال صاحباہ رحمهما اللہ تعالٰی لا یجوز واجمعوا علی انه لا یجوز ذلك من غیر الاب والجد ولا من القاضی عالمگیری میں ہے لو زوج ولدہ من غیر کفء بان زوج ابنه امۃ او ابنته عبدا او زوج بغبن فاحش بان زوج البنت ونقص من مهرها او زوج ابنه وزاد علی مهر امرأته جاز عند ابی حنیفۃ تبیین وعندهما لا تجوز الزیادۃ والحط الا بما یتغابن الناس فیه قال بعضهم فاما اصل النکاح فصحیح ولا صحان النکاح باطل عندهما کافی والخلاف فیما اذا لم یعرف سوء اختیار الاب اما اذا عرف فالنکاح باطل اجماعاً
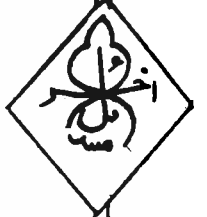
وکذا اذا کان سکران السراج الوھاج اھ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳: از مندیاہو ضلع جونپور محلہ قضیانہ مرسلہ حافظ کریم بخش صاحب ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

زید نے قضا کی اُس کا ایک حقیقی بھائی جو مدت دراز سے علیحدہ رہتا ہے اور مرحوم سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتا تھا زندہ ہے زید کی ایک لڑکی جواب قریب بلوغ ہے اور اُس کی شادی برادری میں ۱۰ رجب المرجب کو ہونے والی ہے اس لڑکی کی ایک سوتیلی ماں ہے جس نے اس کی پرورش کی اور شادی بھی کرتی ہے زید کے حقیقی بھائی سے اُس نے اس کی شادی کے متعلق مدد چاہی کہ تمام اہل برادری کے سامنے اُس نے انکار کیا کہ میں نہ اس شادی میں شریک ہونگا نہ مجھ سے کسی قسم کا واسطہ ہے جہاں چاہیں شادی کریں مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس لیے سخت پریشانی ہے کہ اُس کی بیوہ سوتیلی ماں نے کل انتظام شادی کا کرلیا ہے خدانخواستہ اگر وہ عین وقت مخل ہو تو اُس بیوہ کا سخت نقصان ہوگا گو امید نہیں ہے کہ وہ ایسا کرے کیونکہ اُس نے سب اہل برادری کے سامنے اپنی بے تعلقی بیان کرتا ہے مگر احتیاطًا ضرورت ہے کہ علما کی بھی سند موجود ہو لڑکی کا ولی اُس کی بڑی بہن کا شوہر ہوسکتا ہے اُس کی بڑی بہن کا انتقال ہوچکا ہے اور دوسری بہن مع شوہر موجود ہے اور سوتیلی ماں کے چار لڑکے اُس کے باپ کے نطفہ سے موجود ہیں جن میں سے دو کی عمر ۱۶-۱۴ سال کی ہے اور ایک سوتیلی ماں ہے اور تمام اہل برادری ہیں ان میں اس کا ولی کون ہوسکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں اُس نابالغہ لڑکی کے نکاح کا ولی نہ اُس کا حقیقی چچا ہوسکتا ہے نہ بہن نہ بہنوئی نہ ماں بلکہ لڑکی کا سوتیلا بھائی کہ ۱۶ سولہ سال کا ہے اُس کے نکاح کا ولی ہے اور دوسرا کہ ۱۴ سال کا ہے اگر وہ بالغ ہے تو وہ بھی۔ درمختار وغیرہ میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب لہٰذا لڑکی کا نکاح کفو میں مہر مثل یا زائد پر جوان سوتیلے بھائی کی اجازت سے ہونا چاہیے اگر ماں حقیقی بھی ہوتی تو اُس کا کیا ہوا نکاح بھی اس بھائی کی اجازت پر موقوف رہتا اور جبکہ اس بھائی کی اجازت سے ہو یا بعد نکاح قبل رد یہ اُسے جائز کردے اور نکاح میں مہر مثل سے کمی فاحش نہ کی گئی ہو اور جس سے نکاح ہوا وہ کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح ان بھائیوں کے لیے وجہ عار و بدنامی ہو تو وہ نکاح صحیح ہوجائے گا اور چچا اُس میں کسی طرح خلل انداز نہیں ہوسکتا ہاں لڑکی کو اختیار ہوگا کہ بالغہ ہوتے ہی اگر فورًا اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کردے تو دعوٰی کرکے فسخ کراسکے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۴: از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ سید محمد تقی صاحب قادری ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی عمر چار پانچ سال کی تھی کہ اُس کے ماں باپ نے قضا کی اور ہندہ کو اُس کی حقیقی نانی نے پرورش کیا جبکہ ہندہ کی عمر آٹھ نو سال کی ہوئی تو اُس کی حقیقی نانی نے ہندہ کا عقد اپنے دوسرے نواسے کے ساتھ کردیا گو ہندہ کے بھائی حقیقی تھے مگر اُس موقع پر موجود نہ تھے جبکہ اُس کا عقد اُس کی نانی نے کیا تھا بعد شادی ہونے کے بعد سے پانچ چھ برس کامل تک ہندہ کو نہ اُس کے شوہر نے روٹی کپڑا دیا اور نہ اُس کے ساس سسر نے بدستور سابق ہندہ اپنی نانی کے پاس رہی اور اُس نے اُس کو روٹی کپڑا دیا جبکہ ہندہ کی عمر چودہ سال کچھ ماہ کی ہوئی اور اُس کو پہلا ایام ہوا اُس وقت ہندہ مع اپنی نانی کے اپنے محلہ کے ایک گھر میں آئی اور اُس نے دو مرد اور تین عورتوں کے روبرو کہا کہ میری شادی میری نانی نے جس کے ساتھ کی تھی اُس سے میں رضامند نہیں ہوں اور میں اُس کے ساتھ اپنی عمر کسی طرح بسر نہیں کرسکتی ایسی حالت میں وہ نکاح ہندہ کا رہا یا ٹوٹ گیا نمبر ۲ اُس کے پانچ ماہ بعد ہندہ کا دوسرا نکاح ہندہ کی رضامندی سے دوسرے شخص کے ساتھ کردیا گیا جبکہ وہ بالغ ہوچکی تھی اس صورت میں یہ نکاح جائز سمجھا جائیگا یا نہیں۔ اگر ہندہ کا پہلا شوہر عدالتی لڑائی فساد سے اپنی عورت کو لینا چاہے وہ ان تمام امورات کو مدنظر رکھ کر ہندہ کو لے سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

جس سے ہندہ کا پہلا نکاح ہوا اگر وہ ہندہ سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم تھا کہ اُس کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہونا برادران ہندہ کے لیے باعث ننگ وعار وبدنامی ہو تو وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں یفتی بعدم الصحۃ فی غیر الکفو لفساد الزمان درمختار وغیرہ اور اگر ایسا نہ تھا تو وہ نکاح صحیح ومنعقد ہوگیا لصدورہ من فضولی ولہ مجیز ہندہ اگر بالغ ہوتے ہی ناراضی ظاہر کرتی اُس نکاح کو فسخ کراسکتی اب کہ دیر لگائی وہاں سے دوسری جگہ جاکر وہ الفاظ کہے اب نکاح لازم ہوگیا بے موت یا طلاق شوہر اول اُس سے جُدا نہیں ہوسکتی دوسرا نکاح جو کیا باطل محض ہے اُس پر فرض ہے کہ فوراً اُس سے جُدا ہوجائے درمختار میں ہے بطل خیار البکر بالسکوت مختارۃ عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۵: از موضع سموال ڈاک خانہ سیگتر ریاست جموں ضلع میرپور ملک پنجاب براستہ جہلم مرسلہ حافظ مطیع اللہ صاحب ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں مثلاً زید کی لڑکی نابالغہ کا بعد وفات زید لڑکی کی والدہ نے کسی جگہ
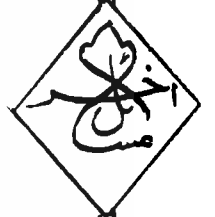
ناتا یعنی ساک کردیا اور اُن نے لڑکی مذکورہ کو کسی قدر زیور اور کپڑا دیا اپنے زعم میں اُنھوں نے لڑکی اپنی منکوحہ سمجھ لی بعد گزرنے دو تین سال کے والدہ لڑکی کے پاس گئے تاکہ شادی کر دیوے اُس نے کہا مجھے فرصت نہیں پھر چلے گئے دوبارہ جس کے ذریعہ سے منگنی کی تھی بھیجکر سوال کیا۔ پھر والدہ لڑکی نے انکار کیا منگنی والوں نے کہا زیور وغیرہ واپس کرو وہم اس سے رہے غرض وہ اپنے زیورات وغیرہ لیکر واپس چلے آئے اور دعوی ناتا چھوڑ دیا اب لڑکی بالغ ہے اور اُس کی والدہ مرگئی ہے دوبارہ ناتے والے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم نے ناتا نہیں چھوڑا اور نہ ہم نے زیور لیا وکیل نے لیا ہوگا۔ آیا بروقت منگنی نابالغ کا اُس کی والدہ یا چچا یا برادر نے کر دیا اُس کو بموجب شریعت اختیار فسخ ہے بحکم وطما الخیار فی غیر الاب والجد لیکن بروقت بلوغ قاضی کے نزدیک بیان دیوے اور قاضی حکم فسخ کرے چونکہ اس ولایت میں کوئی قاضی نہیں تو کیا اس ملک میں عالم علما فسخ کرسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

محض منگنی کوئی چیز نہیں اور اُن کا منکوحہ سمجھ لینا باطل ہے جبکہ ایجاب قبول نہ ہوا ہو اس صورت میں فسخ کی کیا حاجت کہ نکاح ہی نہ تھا جسے فسخ کیا جائے ہاں اگر ایجاب و قبول ہوگیا تھا تو بیشک صورت مذکورہ میں نابالغہ کو خیار فسخ ہے اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً اُسی مجلس میں انکار و اعتراض کرے تو دعویٰ فسخ کرسکتی ہے۔ اعلم و افقہ اہل بلد بحضور زوج فسخ کرے اور اُس کی تنفیذ بذریعہ کچہری کرالے۔ اور اگر مجلس بلوغ میں سکوت کیا تو اب دعوی فسخ نہیں کرسکتی نکاح لازم ہوگیا جبکہ کفو سے ہوا ہو یعنی زوج زوجہ سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہو کہ اُس سے اس کا نکاح اولیا کے لیے عرفاً باعث ننگ و عار ہو کہ اس صورت میں غیر اب وجد کا کیا ہوا نکاح باطل محض ہوتا ہے جب سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت والمسائل کلھا مصرحۃ بھا فی عامۃ زبر المذھب کالدر المختار وغیرہ و مسألۃ العالم فی الحدیقۃ الندیۃ عن فتاوی الامام العتابی وقد فصلنا الکل فی فتاونا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲ از شہر بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ حمید اللہ صاحب یکم جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی عمر ۱۴ سال کی ہے اور اُس کے والد نے خط اپنی بیوی کے نام اس مضمون کا بھیجا ہے کہ جس طرح چاہو کرو تمھیں اختیار ہے ماں نکاح کرنا چاہتی ہے اور والد اس کے یہاں موجود نہیں ہیں عدم موجودگی میں والد کے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب
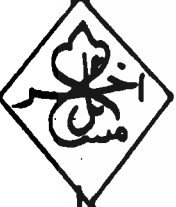
اگر ثابت ہو کہ یہ خط اُس کا ہے تو ماں کو اختیار ہے اگر لڑکی نابالغہ ہو اور بالغہ کی خود اپنی اجازت معتبر ہوتی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۷: از کوٹلی ڈاک خانہ خاص ضلع مظفر پور مرسلہ عبدالحلیم شاہ صاحب ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو تین شادی محل اولٰی مرحومہ سے دو لڑکا ایک لڑکی اور محل ثانی لاولد مرحوم محل سوم قائم سے دو لڑکا اور ایک لڑکی زید نے محل اولی کی اولاد کو اپنی حیات میں علیحدہ کردیا جو کہ زید کو بدرمیان اولاد محل اولٰی کے کوئی سروکار نہیں بلکہ سُننے میں آتا ہے کہ زید نے محل اولٰی والی اولاد کو عاق کیا تھا اور زید محل سوم کے ساتھ مع اولاد کے رہتے تھے زید نے اپنی حیات میں محل سوم کی لڑکی کی نسبت بکر کے لڑکے سے کی تھی یعنی نسبت شادی کی مقرر ہوئی تھی چونکہ عمر لڑکی کی دس برس کی تھی بعد مقرر کرنے نسبت مذکورہ کے زید نے قضا کیا بعد قضا کرنے زید کے ایک سال بعد مسماۃ محل سوم نے اپنی لڑکی کی شادی بولایت خاص بکر کے لڑکے کے ساتھ کردی اُسی درمیان میں محل اولٰی والی اولاد سے جو کہ عاق شدہ ہے اُس سے معاملہ حقداری کا ساتھ محل سوم مسماۃ کے تھا بعد شادی ہونے تھوڑے زمانہ کے اور اُٹھ جانے معاملہ حقداری کے محل اولٰی والی اولاد نے محل سوم والی مسماۃ کو اپنی رائے میں یعنی میل میں لے آئے اب محل اولی والی اولاد کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ عقد ناجائز ہوگا کیونکہ اس لڑکی کا وارث میں ہوسکتا ہوں یعنی اس کا ولی میں ہونگا بلکہ اس لڑکی کو اپنی سُسرال سے لاکر اپنے گھر میں رکھ لیا ہے اور دوسری شادی کرنے پر لڑکی کی آمادہ ہے آیا یہ عقد جو کہ مسماۃ محل سوم والی نے بولایت اپنے کیا ہے کیا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

فی الواقع بھائی اگرچہ سوتیلا ہو اُس کے ہوتے ماں کو ولایت نہیں جو نکاح ماں نے کیا اور کسی جوان بھائی کا اذن نہ تھا نہ بعد نکاح کسی جوان بھائی نے جائز کیا اُسے جو جوان بھائی فسخ کرے فسخ ہوجائیگا اور عاق کردینا شرعاً کوئی چیز نہیں نہ اس سے ولایت زائل ہو، درمختار میں ہے لو زوجہا الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ واللہ تعالٰی اعلم۔

ف ۱: عاق کرنے سے ولایت نہیں جاتی۔

مسئلہ ۶۸: از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ ایوب حسن صاحب ولد قاضی محمد یوسف صاحب ۲۱ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہاجرہ خاتون عرف بنو دختر راحت حسین مرحوم کا جس کی عمر اس وقت پندرہ برس چھ ماہ ہے اُس کی ماں نے بساز اپنے بھائی اولاد حسین اور بھانجے قطب الحسن (قطب الحسن کو
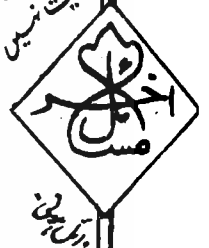
ہاجرہ کی بڑی بہن بیاہی ہے، جبکہ مکان پر کوئی شخص از ذکور موجود نہ تھا اپنی بہن کے لڑکے عزیز الحسن سے جو قطب الحسن مذکور سے چھوٹے ہیں بوکالت اپنے بھائی حقیقی اولاد حسین مذکور وبگواہی بندہ حسن جو قطب الحسن و عزیز الحسن مذکور کے عمزاد ہیں وبگواہی احمد حسین جو قطب الحسن کے نزہی رشتہ دار ہیں نکاح پڑھوا دیا۔ بیان ہاجرہ خاتون جو کہ بموجودگی ممتاز حسین و فرحت حسین و صولت حسین کلام پاک پر ہاتھ رکھ کر بیان کیا میرے سامنے قبل نکاح کے واقع کے چند مرتبہ میری بہن زوجہ قطب الحسن نے عزیز الحسن سے میرا نکاح کیے جانے کا تذکرہ کیا مگر میں نے قطعی انکار کیا اور میرے اس انکار کی خبر قطب الحسن و عزیز الحسن اور ان کی والدہ اور میری ماں اور بہنوں کو کماحقہ ہو چکی تھی اب بوقت نکاح جب مجھ سے اذن طلب کیا گیا میں بوجہ لحاظ و شرم بآواز بلند اس مجمع میں انکار نہ کرسکی مگر انکاری سر ہلایا اور اول ہو نہ جو انکار تھا کیا میری آواز نکلتے ہی میری بہنوں اور خالہ و ماں نے غل و شور مچا دیا کہ ہوگیا ہوگیا میں عزیز الحسن کے ساتھ نکاح کیے جانے کو نہ قبل اس واقع کے نہ اس وقت اور نہ اب رضامند ہوں مجھ پر خدا اور اس کے رسول کی پھٹکار ہو جو اس میں ایک لفظ بھی غلط کہتی ہوں۔ بیان گواہ بندہ حسن جو تحریر کرا لیا گیا ہے۔ بتاریخ ۲۹ دسمبر ۱۹۱۸ء بوقت ۵ بجے شام قطب الحسن مجھکو قاضی ٹولہ بغرض نکاح عزیز الحسن کے لے گئے وہاں پر جاکر مجھکو معلوم ہوا کہ تم گواہ ہو کہ مسماۃ بنو دختر راحت حسین مرحوم ہے جب اندر گیا تو معلوم ہوا کہ لڑکی روتی تھی اور اس کو ایک عورت پکڑے تھی اس میں ایک آواز روتی ہوئی نکلی جس پر اس کی والدہ اور ہمشیرہ نے کہا کہ ہوگیا۔ میں لڑکی کی آواز کو ٹھیک طریقہ پر انداز نہیں کرسکا کہ کس کی آواز ہے چونکہ میں تھوڑے فاصلہ سے تھا اس لیے یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ آواز اقرار سے تھی یا انکار سے۔ فرحت حسین یعنی لڑکی کے چچا بھی وہاں موجود نہ تھے اور نہ پیشتر کی ان کی گفتگو کا کوئی ذکر میرے سامنے ہوا تھا کہ وہ کیوں نہ شریک ہوئے۔ دستخط بندہ حسن۔ بیان گواہ احمد حسین جو تحریر کرا لیا گیا ہے۔ میں واسطے نکاح مسماۃ بنو دختر راحت حسین کے گیا تھا وہاں جاکر مجھکو گواہ بنایا گیا میں نے اندر جاکر اس کی والدہ سے دریافت کیا اس نے اقرار کیا اور اجازت نکاح کی دی پھر میں نے لڑکی سے اذن طلب کیا وہ پردہ میں تھی اندر سے اوں کی آواز آئی پھر نکاح پڑھوا دیا گیا فرحت حسین بوقت نکاح موجود نہ تھے۔ دستخط احمد حسین۔ وکیل صاحب مسمی قاضی اولاد حسین علیل تھے اور اس کے بعد زیادہ علیل ہوگئے اور انتقال ہوگیا کوئی بیان تحریری حاصل نہ ہوسکا۔ قاضی صاحب نے جنہوں نے کہ نکاح پڑھایا ہے مکان پر یا اس موقع پر قسم ذکور سے کسی کو نہ پاکر قطب الحسن سے کہا کہ ایسا نکاح پڑھوا کر مجھکو کسی مقدمہ میں ماخوذ تو نہ کراؤ گے جو کوئی مرد مکان پر موجود نہیں ہے جس کا جواب قطب الحسن نے یہ دیا کہ کسی مرد کی کچھ ضرورت نہیں ہے لڑکی خود بالغ ہے قاضی صاحب نے لڑکی سے ایجاب قبول کرا دیا۔ اندر کا
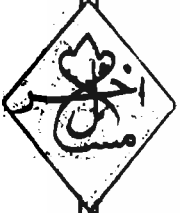
کچھ حال اُس وقت قاضی صاحب کو نہ بتایا گیا۔ بعد کو قاضی صاحب کو گواہان اور وکیل صاحب کے بیانات سے طرح طرح کے شکوک عدم جواز نکاح کے پیدا ہوئے جس کی وجہ سے ضرورت فتوے لینے کی ہوئی معروضہ احقر۔ اب وہ لوگ طرح طرح کے دباؤ رخصت کے ڈالتے ہیں اور لڑکی بالکل قطعی انکار کرتی ہے حتی کہ جان دینے پر آمادہ مگر وہاں رخصت کیے جانے کو منکر ہے۔ معاملہ مذکور بالا کو غور فرما کر حکم شرع شریف سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب

اللہ واحد قہار عالم الغیب والشہادہ ہے یہ معاملہ حلال حرام خصوصاً خاص شرمگاہ کا ہے جس کی حرمت سخت اشد ہے اگر واقع میں ہاجرہ بالغہ نے اذن دیدیا تھا اگرچہ دباؤ سے اگرچہ جبراً تو نکاح صحیح ہوگیا اور اب اُسے انکار کا کچھ اختیار نہیں اگر نہ مانے گی اور دوسری جگہ نکاح کرے گی زنا ہوگا زنا زنا۔ اور اگر واقع میں اُس نے انکار کیا تھا اور اُسے اذن بنا کر ہوگیا ہوگیا اُڑایا تو حرام حرام سخت حرام ہے کہ اُسے عزیز الحسن کی زوجہ سمجھا جائے پہلی صورت میں ہاجرہ اور دوسری میں عزیز الحسن وغیرہ اس کے ساعی مستحق لعنت الٰہی وعذاب شدید ہونگے باقی جو شہادتیں مذکور ہوئیں ثبوت اذن کے لیے محض ناکافی ہیں اُن کی بناپر ہاجرہ کہ اذن سے منکر ہے مجبور نہیں کی جاسکتی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۹ از پیلی بھیت محلہ شیخ چاند متصل سرائے پختہ مرسلہ حافظ ولایت احمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح چچا حقیقی کی ولایت سے جو اُس کے علم میں نابالغہ تھی بعدم موجودگی ہندہ و مادرِ ہندہ، زید نابالغ کے ساتھ بولایت دادا حقیقی زید عرصہ پانچ سال کا گزرا ہوا تھا دو سال سے زید بالغ ہے اب رخصت کرانا چاہتا ہے تو مادرِ ہندہ سے معلوم ہوا کہ ہندہ وقت نکاح کے بالغہ تھی ماں ہندہ کی رخصت نہیں کرتی ہے اور کہتی ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہے مادرِ ہندہ کے بیان کی تصدیق کرلی گئی کہ صحیح ہے۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ ہندہ بالغہ تھی اور اُس سے اذن نہ لیا گیا اور چچا نے نابالغہ سمجھ کر بے اذن لیے خود پڑھا دیا تو یہ نکاح اجازت ہندہ پر موقوف رہا اس پانچ برس کے عرصہ میں اگر اُس نے اگرچہ اپنی ہم عمر لڑکیوں میں کوئی کلمہ اس کی اجازت کا کہا ہے جائز ہوگیا رد کا کہا ہے رد ہوگیا اب تک کچھ نہیں کہا ہے تو اب اگر رد کردے گی رد ہوجائیگا جائز کردیگی جائز ہوجائیگا یہ خوب یاد رہے کہ اعتبار سب میں پہلی بار کا ہے نکاح کی اطلاع کے بعد سب میں اول اگر کلمہ رد کہا ہے رد ہوگیا اُس کے بعد ہزار بار اجازت دے بیکار ہے اور سب میں اول اگر کلمہ اجازت کہا ہے جائز ہوگیا اُس کے بعد لاکھ بار رد کرے بے اثر ہے اللہ واحد قہار سے ڈرے یہ معاملہ حلال حرام نکاح وزنا کا ہے جو بات واقعی ہو
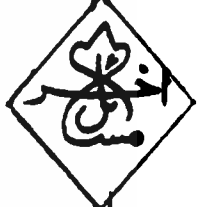
ظاہر کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از قصبہ اوریا ضلع اٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب مدرس ۹ رشعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) زید کی بیوی معہ بیٹی ہندہ کے اپنے والد کے گھر زید کی رضامندی سے گئی زید کا خسر جو چچا بھی ہوتا ہے اُس نے اپنے خاندان کے لڑکے بکر کے ساتھ زید مذکور کی لڑکی ہندہ سے عقد کر دیا بلا اطلاع زید اور ہندہ ابھی نابالغ ہے وہ عقد جائز ہوا یا نہیں اُس عقد کو کون اور کتنے عرصہ تک فسخ کرسکتا ہے (۲) اگر ہندہ بالغ ہے اور وہ اپنے شوہر کے گھر پر رہی اور اُس کے ہمراہ اپنے والد زید کے گھر آئی اور چندے قیام بکر یعنی ہندہ کے شوہر کا رہا اُس کے بعد وہ ملازمت پر چلا گیا اس صورت میں یہ عقد درست ہوا یا نہیں جبکہ ہندہ بالغ ہے (۳) زید کے جائے قیام سے زید کی سُسرال فاصلہ پر ہے جہاں پر ہندہ کا عقد بکر کے ساتھ ہوا تھا جس وقت زید کے ملنے والوں نے زید سے یہ سوال کیا کہ تم یہاں پر موجود رہے اور وہاں پر عقد بلا اجازت جبکہ ہندہ نابالغ تسلیم کیجاوے کیونکر ہوا اُس وقت زید مذکور نے یہ جواب دیا کہ ہم اجازت دے آئے تھے کہ آپ عقد کر دیں اور ہمکو صرف اطلاع دیں تاکہ ہم اُس خوشی میں میلاد شریف کریں ایسی صورت میں اجازت صحیح ہوئی یا نہیں اور عقد جائز ہوا یا نہیں (۴) کچھ واقعات ایسے ہیں جس سے زید کی رضامندی کا پتہ چلتا ہے مثلاً زید کے مکان پر تنہا آیا بکر شوہر ہندہ کا اور قیام کیا اور زید اُس کو یعنی داماد کو اکثر مجالس و بازار میں ہمراہ لے گیا دریافت کرنے پر بھی کہا کہ یہ داماد ہے اس کے چند یوم کے بعد وہ داماد اپنی ملازمت پر چلا گیا جس کو عرصہ ۴ یا ۵ سال کا ہوا اسی قدر عرصہ عقد کو۔ جس وقت وہ ملازمت پر گیا تھا اول تو خط و کتابت بھی رہی سُنا گیا ہے اب زید کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ نہیں معلوم کہاں پر ہے نہ خط آتا ہے اور نہ کچھ خرچ کی خبر لیتا ہے اول تو ہم کو یعنی زید کو اس لڑکے بکر کے ساتھ عقد اپنی لڑکی ہندہ کا منظور نہیں تھا خیر اگر ہو بھی گیا تھا تو جبراً قہراً منظور کیا ابتک اُس کا راستہ دیکھا یعنی داماد کا جس کو عرصہ ۴ یا ۵ سال کا ہو گیا ان واقعات سے یہ عقد صحیح ہوا یا نہیں جبکہ ہندہ نابالغ تھی (۵) بعض کا یہ قیاس ہے کہ ہندہ اُس وقت بالغ تھی جب عقد ہوا اور یہ واقعات جو اوپر مذکور ہیں زید یعنی ہندہ کا جائز ولی باپ کے ساتھ پیش آئے وہ عقد جائز ہوا یا نہیں۔ (۶) اب زید کی نیت میں خلل آیا اور وہ اب نمبر ۳ کے مضمون سے انکار کرتا ہے کہ میں نے ہرگز نہیں کہا کہ اجازت دیدی تھی لیکن نمبر ۴ کے مضمون سے نہیں انکار کرسکتا کیونکہ یہ چشم دید واقعات ہیں نمبر ۱ کی عبارت کو تسلیم کرکے سُنا گیا ہے کہ فتوے منگایا مگر کسی کو دکھلایا نہیں ہے کہ اس میں کیا سوال کیا ہے اور آج چار پانچ سال کے بعد ہندہ کا عقد فسخ کرکے اپنے طور پر اور اُس کا عقد ایک اور شخص سے کر دیا ہے محض اس بنا پر کہ وہ جائز ولی
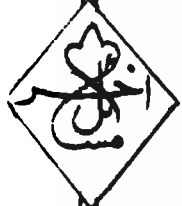
نہیں تھے میں ولی جائز ہوں مجھکو اختیار ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ۵ سال تک تو خاموش رہا زید اور نمبر ۴ کے واقعات اُس داماد بکر کے ساتھ پیش آئے کیا ایسی حالت میں یہ عقد اب ۵ سال کے بعد فسخ ہو سکتا تھا یا نہیں اور عقد ثانی ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کیا یہ حرام ہے اور اولاد بھی حرامی ہوگی (۷) ہم لوگ زید کے ساتھ ربط ضبط رکھیں یا نہیں اگر میل جول قائم رکھیں تو گناہگار ہونگے یا نہیں جبکہ اس نے شرع کے خلاف کام کیا۔

(۸) بعد میں تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ ہندہ کی رخصت نہیں ہوئی اور نہ وہ اپنے شوہر کے گھر گئی اور نہ اس کے ہمراہ شوہر مذکور آیا لیکن شوہر ہندہ کا مکان پر زید کے آیا اور قیام کیا اور زید مذکور نے اپنے ملنے والوں سے کہا یہ داماد ہے اور سب کو دکھلایا نمبر ۲ کو اس معاملہ سے علیحدہ تصور کرکے بقیہ کل نمبروں کا جواب دیجیے اور نمبر ۲ کا جواب بھی علیحدہ سے دیجیے دوسرا واقعہ خیال فرماکر۔

الجواب

(۱) جبکہ ہندہ نابالغہ ہے یہ نکاح اجازت زید پر موقوف رہا اگر جائز کر دیگا جائز ہو جائیگا رد کر دیگا باطل ہو جائیگا زید اگر سکوت محض کرے کوئی قول یا فعل ایسا نہ کرے جس سے اُس نکاح کا جائز یا رد کرنا ثابت ہو یہاں تک کہ ہندہ بالغہ ہو جائے تو اُس وقت اُس کا رد یا جائز کرنا خود ہندہ کے اختیار ہو جائیگا (۲) درست ہو گیا اگر بکر ہندہ کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ ہندہ کا اُس سے نکاح زید پدر ہندہ کے لیے باعث ننگ و عار ہو (۳) اجازت صحیح ہے عقد جائز ہو گیا (۴) جبکہ ہندہ نابالغہ تھی اور باپ نے اُسے منظور کیا اور بکر کو اپنا داماد کہا نکاح نافذ ہو گیا (۵) ہندہ اگر بالغہ تھی اور نکاح اُس کے اذن سے ہوا یا بعد نکاح اُس نے قولاً یا فعلاً جائز کر دیا مثلاً بغیر رد کے بخوشی رخصت ہو کر گئی تو نکاح نافذ ہو گیا جبکہ بکر ہندہ کا کفو ہو اور اگر ہندہ سے کوئی قول و فعل اجازت کا اب تک صادر نہ ہوا تو نافذ نہ ہوا اگرچہ اُس کے باپ سے کچھ واقعات پیش آئے ہوں (۶) اگر ہندہ نابالغہ تھی اور نمبر ۲ کا مضمون ثابت ہو تو وہ نکاح تام و لازم ہو چکا زید کو کوئی اختیار اُس کے فسخ کا نہ رہا یہ نکاح ثانی باطل ہوا اس میں قربت حرام ہوگی اور اولاد ولد الحرام۔ اور اگر ہندہ بالغہ تھی اور وہ کسی قول یا فعل سے نافذ کر چکی تھی جب بھی وہی جواب ہے جبکہ بکر ہندہ کا کفو ہو اور اگر نافذ نہ کر چکی تھی اور رد کرکے نکاح ثانی کیا تو حرج نہیں اگرچہ بکر اُس کا کفو ہو اور اگر ہندہ نے نافذ کیا لیکن بکر اُس کا کفو نہ تھا تو نکاح صحیح نہ ہوا اگرچہ بعد کو زید بھی راضی ہو گیا ہو لان شرط صحتہ رضا الولی قبل النکاح صریحا مع العلم بانہ غیر کفو کما اوضحہ فی رد المحتار اس صورت میں اُس غیر صحیح نکاح کو چھوڑ کر اگر نکاح ثانی کر لیا حرج نہ ہوا اور یہی نکاح ثانی صحیح ہوا اگر شرائط صحت کا جامع ہو اور اولاد ولد الحلال وہو تعالیٰ اعلم۔
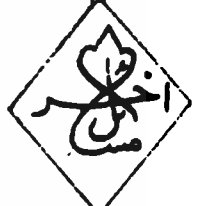
(۷) اوپر کے جوابوں سے معلوم ہوا کہ زید کس صورت میں گنہگار ہے اور کس میں نہیں۔ اگر صورت وہ ثابت ہو جس میں اس نے ایسے حرام کا ارتکاب کیا تو اس سے میل جول ترک کرنے میں گناہ نہیں بلکہ مناسب ہے اور نہ ترک کریں اور گناہ کو گناہ جانیں اور اس کے سبب اُسے بُرا سمجھیں جب بھی حرج نہیں ہاں جو سمجھے کہ میرے ترک کے سبب زید کو توبہ کرنی ہوگی وہ ضرور ترک کرے (۸) صورت واقعہ میں استفتا کا یہ طریقہ نہیں ہوتا بات پوری تحقیق شدہ پر فتوی لینا چاہیے بہر حال جواب ہر نمبر کا ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر سلطان پور محلہ پرتاب گنج مرسلہ حافظ عبدالغنی وعبدالحمید صاحبان ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بکر کے لڑکے خالد کے ساتھ اپنے کفو میں اور مہر بھی بلحاظ اپنے کفو کے کردیا اور زید نے کئی مرتبہ ہندہ کو رخصت بھی کیا اور بکر نے زید سے اقرار بھی لے لیا تھا کہ اگر ہندہ بالغہ ہے تب میں اُس کا نکاح اپنے لڑکے خالد سے کروں گا ورنہ نہیں۔ لہذا زید نے اقرار کیا کہ ہندہ بالغ ہے اُس کے بعد نکاح ہوا اب بعد ان واقعات کے بوجہ دنیاوی مخاصمت کے ہندہ بذریعہ نوٹس کے اطلاع دیتی ہے کہ میرا نکاح حالت نابالغی میں ہوا تھا اب میں حد بلوغیت اور خود مختاری کو پہنچ گئی ہوں مجھکو والدین کے کیے ہوئے نکاح کے فسخ کا حق حاصل ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ مذکورہ کو حق فسخ حاصل ہے یا نہیں۔ اور اوس کے فسخ کرنے سے یہ نکاح جو باپ نے کیا ہے فسخ ہوگا یا نہیں۔

الجواب

ہندہ کو اصلا نکاح مذکور کے فسخ کا اختیار نہیں نہ اُس پر کچھ اعتراض کرسکتی ہے اگر وہ نابالغہ ہی تھی جیسا اُس کا بیان ہے تو باپ کے کیے ہوئے نکاح پر نابالغہ بعد بلوغ معترض نہیں ہوسکتی درمختار میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی الذی زوج ابا او جد الصغیر ف منہا سوء الاختیار الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از پیلی بھیت مرسلہ واحد اللہ صاحب ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید شدت مرض میں تھا اُس حالت میں اُس کے حقیقی بھائی نے اُس سے اُس کی کم سن لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کرنے کی اجازت لے لی اور نکاح کردیا زید تین روز کے بعد انتقال کرگیا اب لڑکی کی عمر سات برس کی اور لڑکے کی ۲۴ برس کی ہے تو یہ نکاح ہوگیا یا نہیں مگر عرض یہ ہے کہ لڑکا لڑکی کا کفو نہیں کہ وہ ذلیل عورت کی نسل سے ہے لڑکی کے باپ کا بھی انتقال ہوگیا۔

الجواب

شدت مرض صحت اجازت کو مانع نہیں هذا القدرماذکرہ السائل فیجب علیہ ولا نزید ما یکون تعلیلا مان کا غیر کفو ہونا اولاد کو غیر کفو نہیں کردیتا کہ نسب باپ سے ہے نہ کہ ماں سے قال تعالٰی وعلی المولود لہ رزقھن اور بالفرض کفاءت نہ بھی ہوتو باپ ایک بار غیر کفو سے بھی نکاح کرسکتا ہے لہذا صورت مستفسرہ میں وہ نکاح صحیح ولازم ہوگیا جس کے فسخ کا کسی کو بھی اختیار نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳ از ریاست رامپور محلہ شیخ عنایت خاں مدرسہ عزیزیہ مرسلہ محمد سفیر الرحمن صاحب بنگالی ۳ ذوالقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی بالغہ ہے اور سن بھی چودہ برس کا ہے اس کے باپ نے جس لڑکے کے ساتھ اس کی شادی مقرر کردی ہے وہ ہونے والا شوہر نہ کہ باپ کے ذکر کرنے سے بلکہ اور کسی طریقہ سے لڑکی کو معلوم ہے کہ میری شادی اُس شخص کے ساتھ مقرر کرادی ہے اور وہ دوسرے شہر میں رہتا ہے جب باپ عقد پڑھانے کو لڑکی کے مکان کو چلا نہ اُس وقت لڑکی سے اجازت لی اور نہ کچھ کہا بلکہ ویسے ہی وہاں جاکر مجلس میں کہہ دیا کہ میں نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دی یہ نکاح نافذ ہوا یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر بالغہ نے پہلے اجازت نہ دی تھی نکاح اُس کی اجازت پر موقوف رہا جائز کردے گی جائز ہوجائیگا جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو رد کردے گی باطل ہوجائے گا اگرچہ کوئی مانع شرعی نہ ہو درمختار میں ہے لا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴ ۱۳ ذوالقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا دادا جمال الدین شاہ مرحوم ایک درویش شخص تھا چنانچہ اُس نے اپنی عمر زہد و عزلت میں ایک جگہ میں بسر کردی اور زید کا باپ فرید الدین مرحوم ایک متورع اور عالم شخص تھا اور زید خود بھی بحمدہ تعالٰی ایک متقی اور عالم اور صوفی اور خوشحال اہل وعیال کے تین چار برس کے نفقے کا مالک شخص ہے اور مکان مملوک رکھتا ہے اور زید کی بیوی ہندہ ایک پابند صوم وصلاۃ اور تالیہ قرآن پاک اور قاریہ اوراد و وظائف عورت ہے اور زید کی لڑکی زینب بھی ایک صوم وصلاۃ کی شائق اور اوراد و وظائف کی جانب راغب اور کذب وغیرہ امور نامشروع سے محترز بہت نیک اور سیدھی لڑکی ہے اسی وجہ سے زید باوجود زینب کی نسبتیں متعدد جگہ سے آنے کے زینب کے بلوغ کے بھی سات آٹھ بلکہ اور زیادہ سال بعد تک کسی شریف عالم متقی شخص کی تلاش میں تھا اور اُن نسبتوں کو بوجہ اُن میں سے کسی کے موافق مرضی نہ ہونے کے منظور نہیں کیا تھا کہ یکایک عمرو کہ جس کی بابت

چار پانچ سال پیشتر خالد سے بات چیت ہوئی تھی اور خالد نے اُس کا بہت متقی ہونا ظاہر کیا تھا چنانچہ کہا تھا کہ میں نے ایک حلقہ مسمے حلقہ حبیب جاری کر رکھا ہے جس میں ایک خاص طریقہ سے درود شریف پڑھا جاتا ہے اُس کا عمرو سر حلقہ ہے) آگیا اور اُس نے زید وہندہ کو یہ دھوکا دیکر کہ میں اخبار شائع کرتا ہوں اُس میں دو سو۲۰۰ روپیہ ماہوار نفع ہے اُس میں سے پچاس۵۰ روپیہ ماہوار اپنی والدہ کو اُن کے خرچ کے لیے دیتا ہوں حالانکہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جس مقام میں اخبار شائع کرتا تھا وہاں کئی سو روپیہ کا قرضدار تھا اور کرایہ ریل تک پاس نہ تھا دوسرے شخص کے کرایہ سے زید کے شہر تک آیا تھا اور اپنی والدہ کو ایک حبّہ بھی ماہوار نہ دیتا تھا اور اب جو زید کے شہر سے اپنے وطن میں بھاگ گیا ہے کسی طرح سے کچھ نہیں کماتا کمال عسرت میں ہے ایک مہینہ تو کیسا ایک ہفتہ کی بھی قوت کا مالک نہیں۔ اور نیز یہ فریب دیکر کہ میرے رہنے کی موروثی پختہ حویلی ہے حالانکہ کرایہ کے مکان میں رہتا ہے اور وہ کرایہ بھی اُس کی والدہ اپنی محنت مزدوری سے ادا کرتی ہے اور نیز یہ فریب دیکر کہ میں عالم ہوں میں نے حدیث شریف کی سند فلاں عالم سے حاصل کی حالانکہ یہ بالکل غلط کہ فارسی عربی کی ابتدائی کتابوں کی بھی لیاقت نہیں رکھتا اور نیز اپنے تقوے وورع کا فریب دیکر کہ میں مشائخ وقت میں سے فلاں کا خلیفہ طریقت ہوں حالانکہ نماز پنجگانہ کا بھی پابند نہیں بلکہ لونڈے بازی وغیرہ امور شنیعہ کا عادی اور اشد فاسق ہے چنانچہ عقد کے پانچویں یا چھٹے روز شب کے وقت ایک لونڈے سے پکڑا گیا پس اُس کی صبح ہی کو جو گیا تو آج عرصہ قریب ڈیڑھ سال کے ہوتا ہے نہ ایک پیسہ خرچ بھیجا اور ایک ہفتہ کے وعدہ پر ۱۵۰ روپیہ قرض لے گیا تھا نہ ایک پائی اُس کا دیا زید کی لڑکی زینب بالغہ کے ساتھ عقد کر لیا پس عقد کے بعد جب یہ سب حالات معلوم ہوئے تب سے زینب اور زید اور ہندہ عمرو سے سخت متنفر ہیں اور زینب اُس کے یہاں جانا اور زید وہندہ اُس کے یہاں جانے دینا ہرگز منظور نہیں کرتے تو یہ تو ظاہر ہے کہ عمرو مالاً اور دیانۃً زینب کا کفو ہرگز نہیں اور درمختار میں ہے یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ صورت مرقومہ میں عام اس سے کہ خلوت صحیحہ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو درمختار کی اس عبارت کے بموجب بطلان نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے یا نہیں اور اگر اس عبارت کے بموجب حکم بطلان نہیں دیا جاسکتا تو کسی اور عبارت کے مطابق زینب اور اُس کے اولیاء کو حق فسخ حاصل ہے یا نہیں اور اگر ہے تو فسخ کی کیا صورت ہے۔

الجواب

نکاح مذکور اصلاً محتاج فسخ نہیں۔ فسخ تو وہ ہو جو منعقد ہوا ہو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں باطل محض ہے ظاہر ہے کہ زینب عاقلہ بالغہ ہے اُس کا نکاح بے اُس کے اذن کے نفاذ نہیں پاسکتا لانقطاع الولایۃ بالبلوغ درمختار

اگر یہ نکاح بے اُس کی اجازت کے ہوا اور اُس نے خبر پاکر رد کر دیا تو اگر کفو سے ہوتا جب بھی رد و باطل ہو جاتا لانہ نکاح فضولی عالمگیریہ میں ہے لایجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتہا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوھاج اور اگر اُس کے اذن سے ہوا تو خود زینب کا کیا ہوا ہے کہ غیر کفو سے کیا فتاوی خیریہ میں ہے تزویجہ لہا باذنہا کتزوجہا بنفسہا وھی مسئلۃ من نکحت غیر کفوء اور اگر بلا اذن کیا تھا اُس نے بعد کو اجازت دی جائز رکھا تو اب بھی زینب ہی کا کیا ہوا ہے فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ خیریہ وغیرہا عامۃ الکتب بہرحال یہ وہ نکاح ہے کہ زن عاقلہ بالغہ نے غیر کفو سے کیا کہ فاسق ہرگز صالحہ بنت صالح کا کفو نہیں درمختار میں ہے لیس فاسق کفوًا الصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاہر نہر عامہ شروح میں ہے لایکون الفاسق کفوا لبنت الصالحین متن مجمع میں ہے لایکون الفاسق کفوًا للصالحۃ اُسی میں ہے قال بعض المشایخ رحمہم اللہ تعالی الفاسق[ف۱] لایکون کفوا لبنت الصالحین معلنا کان اولم یکن وھو اختیار الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل فتاوے امام فقیہ النفس میں ہے لایکون الفاسق کفوء البنت الصالحین نیز الیاسعر کہ نہ روزانہ کماتا ہو نہ ایک مہینے کے اپنے ہی قوت کا مالک ہو۔ نفقہ درکنار کفو نہیں ہو سکتا اگرچہ عورت بھی فقیرہ ہو درمختار میں ہے تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر محترف ر دالمحتار میں ہے شمل[ف۲] مالو کانت فقیرۃ بنت فقراء کما صرح بہ فی الواقعات معللا بان المہر والنفقۃ علیہ فیعتبر ھذا الوصف فی حقہ اور بالغہ کہ اپنا نکاح غیر کفو سے کرے باطل محض ہے جبکہ ولی رکھتی ہو مگر اُس صورت میں کہ ولی نے پیش از نکاح اُسے غیر کفو جانکر صراحۃً اجازت دیدی ہو ان تین شرطوں سے ایک بھی کم ہوگی نکاح اصلا نہوگا درمختار میں ہے یفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفوء بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ ردالمحتار میں ہے یصدق بنفی الرضا بعد المعرفۃ وبعدمہا وبوجود الرضا مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلاث لاتحل وانما تحل فی الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفوء مع علمہ بانہ کذلک اھ اُسی میں ہے لا بد حینئذ لصحۃ العقد من رضاہ صریحا وعلیہ فلو سکت قبلہ ثم رضی بعدہ لایفید فلیتامل اھ وکتبت علیہ جزم بہ فی الخیریۃ تبعا للبحری لوجہ فیہ ماسننا لہ الخ یہاں رضائے ولی غیر کفو جانکر نہ تھی بلکہ کفو سمجھکر لہذا اصلا معتبر نہیں۔ شرط انعقاد نہ پائی گئی اور نکاح باطل محض ہوا زینب پر فرض ہے کہ اُس سے فوراً جدا ہو جائے اگرچہ خلوت ہو چکی ہو اور زید وہندہ پر حرام ہے کہ اُسے عمرو کے یہاں بھیجیں کہ وہ نرا اجنبی بلکہ اُس سے بدتر ہے نسأل اللہ العفو والعافیہ

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۶: از کلکتہ بھوانی پور ڈاک خانہ بھوانی پور رسہ روڈ نمبر ۱۰۹ مرسلہ شیخ حاجی نادر علی صاحب قصاب ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً ایک لڑکی کی شادی چھ مہینے کی عمر میں ہوئی اور لڑکے کی عمر اُس وقت پانچ برس کی تھی تب دونوں کی شادی ہوگئی اور اب لڑکی کی عمر اس وقت چودہ برس کا ہے اور لڑکا یا لڑکے کے کوئی وارث ابھی تک کوئی طرح کا لڑکی کی خبر نہیں لینے گئے اور لڑکی خدا کے فضل سے تین قسم کے علم سے بھی واقف اچھی طرح سے ہے اور لڑکا بالکل جاہل ہے کچھ علم سے تعلق نہیں اور نہ لڑکے کی طرف سے کوئی شخص لڑکی کا پُرسان حال ہوئے بھی سب وجوہات سے اب لڑکی کہتی ہے کہ ہم اول شوہر کو طلاق دیکر نکاح ثانی کرینگے۔ لڑکی اول شوہر کو طلاق دیکر نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں اور طلاق اُس پر واجب ہوگا یا نہیں اس مسئلے کو حضور ارشاد فرماویں تاکہ لڑکی اگر نکاح ثانی کرے اور لڑکی کی طرف سے کوئی کارروائی مقدمہ وغیرہ کا کرے تو ہم کو اس مسئلہ کو پیش کرنا ہوگا خوب کوشش کرکے بلکہ جو فرماویں خرچ وغیرہ کے لیے تو غلام خدمت کے لیے حاضر ہے۔

الجواب

یہاں فتوے پر کوئی خرچ نہیں لیا جاتا نہ اس کو اپنے حق میں روا رکھا جاتا ہے طلاق دینا عورت کے اختیار نہیں نہ وہ شوہر کو طلاق دے سکتی ہے نہ اُس کے دیے طلاق پڑسکتی ہے قرآن عظیم میں فرمایا بیدہ عقدۃ النکاح حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ الساق ہاں اس کی تفصیل معلوم ہونی چاہیے کہ لڑکی کا نکاح چھ مہینے کی عمر میں اُس کے باپ نے کیا یا دادا نے یا اور کسی ولی نے اور باپ کے سوا جس کسی نے کیا اُس سے قریب تر کوئی ولی تھا یا نہیں۔ تھا تو کون تھا اور اُس نے قبل نکاح یا بعد نکاح خبر سُن کر کیا کہا لڑکی کو پہلا عارضہ ماہواری کس سال کس مہینے کون تاریخ کس منٹ پر آیا اور اس نکاح سے ناراضی کا اظہار اُس نے کس سال کس مہینے کس دن تاریخ کس منٹ پر کیا لڑکی کی قوم کیا ہے اور لڑکے کی کیا۔ لڑکا مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں بہتر یا برابر یا کتنا کمتر ہے یہ سب باتیں ایمانًا سچی سچی بتائی جائیں تو جو صورت واقعہ ہو اُس کا جواب دیا جائیگا فقط

مسئلہ ۳۰۷: از جاورہ مرسلہ مولوی مصاحب علی صاحب امام مسجد چھیپیان ۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا والد زید قریبًا ایک ہزار میل کی مسافت پر تھا والدہ اور چچا بکر نے رضامند ہو کر ہندہ کے والد کی تحریری اجازت حاصل کرکے مفتی شہر کو بتا کر خود نکاح خالد کے ساتھ کردیا نکاح کے ڈھائی مہینے بعد زید اپنے مکان پر آیا چنانچہ خالد نے اپنے خسر کی دعوت کی اور زید نے جلسۂ دعوت میں نکاح

کی رضامندی ظاہر کی ساڑھے چار ماہ تک رسومات عیدی وغیرہ رسومات دامادی خسری خالد کے ساتھ رکھے اب باہمی رنجش ہونے پر خالد نے زید سے اپنی زوجہ رخصت کرنے کو کہا زید کہتا ہے میں نے خط نہیں لکھا تھا یعنی نکاح کرنے کی اجازت اپنے بھائی بکر کو نہیں دی تھی اور نکاح فسخ کرنا چاہتا ہے تو کیا اس خط کے انکار سے باوجودیکہ بعد آجانے کے ساڑھے چار ماہ تک رسومات مذکورہ برتے گئے نکاح فسخ ہوسکتا ہے ہندہ کی عمر وقت نکاح بارہ برس کی تھی اور اب ۱۲ ½ برس ہے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں انکار خط اُسے کچھ مفید نہیں انکار خط سے اتنا ہوا کہ اجازت سابقہ ثابت نہ ہوگی اور غایت درجہ نکاح نکاح فضولی ٹھہریگا اگر یہ صورت غیبت منقطعہ کی نہ لی جائے علی ما فصلناہ فی فتاوٰنا مگر نکاح فضولی بعد اجازت نافذ ولازم ہے اور اجازت لاحقہ مثل وکالت سابقہ کما فی الفتاوی الخیریۃ وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از علی گڑھ محلہ بیرم بیگ مدرسہ عربی عائشہ خاتون مرسلہ محمد صدیق حسین صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بھتیجی کا نکاح اُس کی نابالغی میں کردیا جس وقت وہ بالغ ہوئی اُسی وقت اُس لڑکی نے اُس نکاح اور شوہر کے مکان جانے سے انکار کیا اب اُس لڑکی کا نکاح باقی رہا یا نہیں اور دوسری جگہ اُس کا نکاح ہوسکتا ہے اور مہر لازم آویگا بینوا توجروا

الجواب

یہ معاملہ حلال وحرام بلکہ نکاح وزنا کا ہے اللہ سے ڈریں اور جو واقعی بات ہو اُس کے حکم پر عمل کریں غلط بیان پر فتوی لینا حشر میں نفع نہ دیگا نہ زنا کو حلال کردیگا غیر اب وجد نے جو نکاح کفو سے کیا ہو اُس کا حکم یہ ہے کہ نابالغہ بعد بلوغ معاً بلاتاخیر انکار کرسکتی ہے اور ذرا بھی دیر لگائی تو نکاح لازم ہوگیا انکار کا اصلاً اختیار نہیں اور یہاں فور محض بلاتاخیر بہت نادر ہے اللہ واحد قہار سے ڈر کر زنا کو نہایت بدتر خبیث سمجھ کر دیکھیں اگر نابالغہ نے جس گھنٹے منٹ سکنڈ میں اُسے پہلا حیض آیا فوراً فوراً معاً معاً اُسی وقت اُس نکاح سے انکار کیا تو البتہ وہ دعوی کرکے اُس کو فسخ کراسکتی ہے بشرطیکہ کفو سے ہوا ہو اور اگر چچا نے غیر کفو سے کیا جو مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں وقت نکاح ایسا کم تھا کہ اُس سے نکاح اس کے لیے باعث ننگ وعار ہو تو نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا ضرورت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ یکم ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سعیدہ بی بی کا عقد اول موضع گھرامیں بشیرالدین کے ساتھ ہوا ایک لڑکی پیدا ہوئی جب لڑکی قریب ڈیڑھ سال کے ہوئی سایۂ پدری سے جدا ہوا اب بیوہ اپنی لڑکی کو لیکر باپ اور بھائیوں کے یہاں آرہی سوا چار برس کے بعد نکاح ثانی موضع کرگھناں میں عبدالصمد سے ہوا خاوند دیگر کا ایک لڑکا کہ جس کی عمر چھ سال کی تھی بیوی سابق سے تھا بصد سختی وتشدد وبہزار زجر وتوبیخ بی بی سے اذن لیکر اپنے لڑکے کا عقد بیوی ثانی کے ہمراہ جو لڑکی آئی تھی جس کی عمر چھ سال کی تھی جبریہ کرادیا گیا لڑکی کا نہ کوئی چچا حقیقی نہ بھائی صرف چچا زاد چچا اور چچا زاد بھائی اور دو پھوپھیاں حقیقی اور نانا اور ماموں حقیقی ہیں اور وہاں موجود نہ تھے اور نہ اطلاع جب لڑکی سن بلوغ کو پہنچی اور اس کا اظہار ہوا فوراً پکار اٹھی یعنی منٹ بھی پورا نہ ہونے دیا کہ مجھکو اس شوہر کے یہاں کسی نوع جانا منظور نہیں اور ہرگز ہرگز نہ جاؤنگی دن کے سات یا آٹھ بجے کا واقعہ ہے معزز اشخاص شاہد ہیں۔

الجواب

سوال میں یہ فقرہ کہ فوراً پکار اٹھی حکم شرعی سننے کا نتیجہ ہے اور آگے اس کی تفسیر نے کہ یعنی منٹ بھی پورا نہ ہونے دیا اسے پھر بگاڑ دیا فانہ ان بقی تمام اللہ قیقۃ ثانیۃ او ثانیتین صدق انھا لم تتم ولکن این الفود یہ معاملہ حلال وحرام نکاح وزنا کا ہے بات بناکر کچھ حکم لے لینا زنا سے نہ بچالیگا۔ پھر اگر تمام شرائط شرعیہ متحقق ہو بھی لیں تو عورت کے کہنے سے نکاح فسخ نہیں ہوجاتا بلکہ اس کو دعوی کا اختیار ملتا ہے حاکم مجاز کے یہاں دعوے کرے وہ تحقق شرائط شرعیہ کا گواہان عادل سے ثبوت لے جب ثبوت ہوجائے تو حاکم نکاح فسخ کرے ویسے نہیں ہوسکتا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹ از لاہور کوسلی بازار انارکلی مدرسہ تعلیم القرآن معرفت مولوی احمدالدین صاحب مرسلہ جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۔ ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

بجناب مستطاب حضرت عالم اہلسنت وجماعت مجدد مائۃ حاضرہ زید فضلہم بعد نیاز مندی عقیدت مندانہ درمختار باب الولی میں ہے وللولی الاعتراض فی غیر الکفو مالم تلد لئلا یضیع الولد طحطاوی وابوالمکارم حاشیہ شرح وقایہ وبنایہ علی الھدایہ وحاشیہ شلبی علی الزیلعی وہندیہ میں لکھا کہ بعد ولادت بھی بنا بر ظاہر الروایات ولی کو اعتراض ہے فسخ کے لیے اور امام حسن رحمۃ اللہ تعالٰی کی روایت مفتی بہا پر ابتدا ہی سے بطلان نکاح کا حکم باقی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت حق اولیا کی مسقط نہیں اور یہی خادم الاقدام کا مقصود بھی ہے اس بارہ میں حضور کو تکلیف تو ہوگی مگر حضور کے توکل اوقات ہی اسی کام کے لیے وقف ہیں ثبوت تفریق واعتراض بعد الولادۃ کے لیے حضور سے جہاں تک توثیق ہوسکے بہتر ہے بشرطیکہ خادم کا اعتقاد خدام عالی شان کے اعتقاد سے مطابق ہو ورنہ خیر

خادم نے ثبوت تفریق کا دعوی کیا ہے وان ولدت اور دوسری جانب کے مولوی لوگ اس کے عدم پر ہیں آج ۲۶ / اس مہینے انگریزی اور آئندہ دسمبر مہینے کی ۸ / لاہور میں جج کے پاس مقرر ہے فقیر کو بھی جانا ہوگا۔ سیّدزادی کو ایک مرد غیر سیّد غیر قریشی نے نکاح کرلیا ہے اور مقدمہ بازی میں اس کا بچّہ بھی ہوگیا ہے۔ دوسری جانب کے مولوی کہتے ہیں کہ علویات کا نکاح مع تراضی اولیا یا بلا تراضی باطل کہنا شیعہ کا مذہب ہے اور بنایہ کی عبارت سے مستند ہیں وفی البسیط ذهب الشیعة الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرهم مع التراضی قال السروجی وهما قولان باطلان اس قولان باطلان سے کون سے دو قول مراد ہیں یہ عبارت تفسیر طلب ہے۔ حضور فیض گنجور اس عریضہ کا جواب اس پتہ پر ارشاد فرمائیں ۸ / تاریخ سے اگر ایک دو روز اول جواب پہنچے تو فقیر اس تحریر منیر کو جلسہ علما میں پیش کردے امید تو پختہ ہے کہ علما بھی مان لیں گے ورنہ حاکم فیصلہ تسلیم کرلیگا۔ ایسی حالت میں کہ مقدمہ ہوتے ہوتے اولاد پیدا ہوگئی اور چند روز میں مرگئی تو اب بھی حق اعتراض للاولیا ہے یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بملاحظہ مولٰنا المکرم ذی المجد والکرم والفضل الاتم مولٰنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب اکرمہ اللہ تعالٰی وتکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے ۲۷ / محرم سے یکم ربیع الاول شریف تک بخار کے دورے ہوئے جن میں بعض بہت شدید تھے اب تین روز سے ببرکت دعا، جناب بخار تو نہیں آیا مگر ضعف بدرجہ غایت ہے اسی حالت حمی میں پہلے سوال سامی کا جواب حاضر کردیا تھا اور رسالہ دربارۂ ذبیحہ پہلے جبل پور جانے اور اب اس بخار کے دوروں کے سبب نہ ہوسکا طالب عفو و دعا ہے بنایہ اور ابو المکارم میرے پاس نہیں شلبی علی الزیلعی وہندیہ میں بعد ولادت بھی بقاء حق اعتراض صرف شیخ الاسلام سے نقل کی ہے اور اس کی طرف کوئی میل ان کی عبارت سے نہیں پایا جاتا اکابر ومشاہیر کا جزم اسی پر ہے کہ مالم تلد زیلعی میں تھا الا اذا سکت الی ان تلد فیکون رضا کالہ اس پر شلبی نے کہا وعن شیخ الاسلام ان له التفریق بعد الولادة ایضا ام کمال منقول عنه کمال کی عبارت یہ ہے لا یکون سکوت الولی رضا الا ان سکت الی ان ولدت فلیس لہ ح التفریق وعن شیخ الاسلام ان له التفریق بعد الولادة ایضا ہندیہ میں پہلے شرح جامع صغیر قاضی خاں سے نقل کیا لا یبطل حقه فی الفسخ وان طال الزمان حتی تلد پھر نہایہ سے نقل کیا اذا ولدت منه فلیس للاولیاء حق الفسخ حکم اس میں بھی یہی لکھا ہے آگے استدراکًا قول شیخ الاسلام ذکر کیا اور طحطاوی میں تو اس قول کا ذکر تک نظر نہ آیا بلکہ ایک عبارت شارح سے ایہام ہوتا تھا کہ اگر ولی کو خبر نکاح نہ ہو تو بعد ولادت بھی معترض

ہوسکتا ہے اس پر اعتراض کردیا متن میں تھا لہ کا اعتراض مالم تلد اسے شارح نے یوں بنایا مالم یسکت حتی تلد اس پر محشی نے فرمایا الاولی حذف ما فی الشرح لانہ یفھم ان ذلک عن علم فلو کان عن غیر علم یکون لہ الاعتراض وان ولدت والعلۃ تنفی ذلک فالاولی ابقاء المصنف علی ظاھرہ فتامل روافض کے نزدیک کوئی قرشی غیر علوی علویہ کا کفو نہیں اور ہمارے نزدیک قریش بعضھم اکفاء بعض میرے پاس بنایہ نہیں کہ دوسرا قول معلوم ہو۔ یہ صورت کہ یہاں واقع ہوئی کہ ولی دعوٰی تفریق کرچکا اُس کے بعد ولادت ہوئی اختلاف سے برکراں ہے مسقط حق تفریق سکوت حتی تلد تھا وہ نہ پایا گیا کہ قبل ولادت دعوٰی دائر ہوچکا پھر ان تکلفات کی ضرورت کیا ہے جبکہ مفتی بہ مطلقاً فساد وعدم انعقاد ہے والسلام۔

مسئلہ از شہر ام ضلع شاہ آباد محلہ شاہ جمعہ مرسلہ شیخ عبدالواحد صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت کیا اور ایک زوجہ زینب اور دو دختر نابالغہ ہندہ وکلثوم ایک باپ خالد کو چھوڑا تو اُن دونوں دختران نابالغہ کا ولی کون شخص ہوگا۔

الجواب

اُن دختران کے مال ونکاح سب کا ولی اُن کا دادا خالد ہے اگر اُن کا باپ کسی کو اپنی اولاد یا جائداد کی غورپرداخت ونگہداشت سپرد نہ کرگیا ہو ورنہ وہ وصی ولی مال دختران ہوگا اور نکاح کا ولی بہرحال خالد درمختار میں ہے ولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ ثم بعدھم جد ۱ھ الصحیح وان علا الخ اسی میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث ولیس للوصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیہ الاب بذلک علی المذھب واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بریلی محلہ چھوٹا دروازہ مسئولہ فخر الدین صاحب ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک شخص رنڈوا ہے اُس نے نکاح ثانی کیا بعدہ اُس شخص کے پہلے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا جو اُس کی سوتیلی خالہ ہے یہ جائز ہے یا نہیں (۲) وہ لڑکی عرصہ ۸ سال سے دوسرے لڑکے کو والدین نے دی ہوئی ہے موافق رواج کے روبرو گواہوں کے والدین نے دی ہے مگر جو رخصتی کے وقت نکاح ثانی ہوتا ہے وہ باقی ہے (۳) جبکہ لڑکی کے والدین زندہ ہیں اور لڑکی کنواری ہے تو بغیر رضامندی والدین کے کیا وہ غیر شخصوں کو ولی بناسکتی ہے اپنے نکاح میں (۴) قاضی جس کو پورا علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین حقیقی زندہ ہیں اور موجود ہیں تو وہ بلا دریافت اُس کے والدین اُن کی بے علمی میں غیر شخص کو ولی مقرر کرکے لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے اگر نہیں تو ایسے قاضی کے واسطے کیا حکم ہے۔

الجواب

(۱) سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے کچھ حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم (۲) دو نکاح کہیں نہیں ہوتے پہلی منگنی ہوتی ہے وہ نکاح نہیں ہوتا بات زبان پھیر کر کہنا کچھ مفید نہیں دو سال سے دی ہوئی ہے وہ جلسہ نکاح کرنے کے لیے تھا یا منگنی کا اور کیا لفظ طرفین نے کہے تھے پوری بات بیان کی جائے (۳) لڑکی اگر بالغ ہے تو اُسے خود اپنے نکاح کا اختیار ہے اور نابالغہ ہے تو وہ باپ کے ہوتے کسی کو ولی نہیں بنا سکتی واللہ تعالیٰ اعلم (۴) بالغہ کا نکاح اسکی اجازت سے پڑھا جاسکتا ہے اگرچہ والدین کو علم نہ ہو ہاں ہاں یہ ضرور ہے کہ جس سے یہ نکاح ہو وہ بالغہ کا کفو ہو یعنی مذہب نسب چال چلن پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح ہونا لڑکی کے باپ کے لیے باعث ننگ و عار ہو ورنہ نکاح نہ ہوگا۔ اور اگر نابالغہ ہے تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا قاضی نے بدنیتی نہ کی تو الزام نہیں ورنہ الزام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳۱۲ از شہر محلہ گندہ نالہ مسئولہ عبدالودود دلیڈر صاحب ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بالغ لڑکی اگر نکاح کے وقت بوجہ شرم و حجاب اپنی زبان سے ایجاب و قبول کے الفاظ ادا نہ کرے صرف یہ ہو کہ اس کے عزیز و قریب مستورات جو اس کے گرد و پیش موجود ہیں وہ کہدیں کہ ہاں لڑکی کو منظور ہے اور بالعموم اکثر نکاحوں میں اسی طرح کی صورت واقع ہوا کرتی ہے لڑکیاں بوجہ شرم و حجاب خود نہیں بولتی ہیں ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں اور اُس کا اقرار سکوتی ایجاب و قبول کے قائم مقام سمجھا جائیگا یا نہیں۔ (۲) لڑکی بالغ ہے مگر یتیم ہے اس کی ماں نے اس کا نکاح کیا متوفی باپ کے بھائی یعنی چچا تائے موجود نہ تھے آیا اُن کی عدم موجودگی نکاح کے جواز پر شرعاً کچھ مؤثر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ولی اقرب مثلاً باپ وہ نہ ہو تو دادا وہ نہ ہو تو بھائی وہ نہ ہو تو بھتیجا وہ نہ ہو تو چچا وہ نہ ہو تو چچا کا بیٹا اگر خود جا کر بالغہ دوشیزہ سے اذن لے یا اپنی طرف سے کسی کو اذن لینے کے لیے اُس کے پاس بھیجے اور وہ طلب اذن پر سکوت کرے تو یہی اذن ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصماتھا اذنھا اور اگر نہ ولی اقرب خود گیا نہ اپنی طرف سے کسی کو اذن لینے کے لیے بھیجا بلکہ اور شخص بے اس کے بھیجے بطور خود اُس سے اذن لینے گیا تو اُس کا سکوت اذن نہ ہوگا اگرچہ یہ اذن لینے والا کیسا ہی قریب رشتہ دار ہو جبکہ ولی اقرب نہ ہو مثلاً باپ کے ہوتے ہوئے دادا یا حقیقی بھائی اپنی طرف سے اذن لینے جائیں ضرور ہوگا کہ عورت خود ہاں کہے اپنی زبان سے اذن دے پاس بیٹھنے والیوں کا یہ ظلم ہوتا ہے کہ وہ دھکا دینے کو
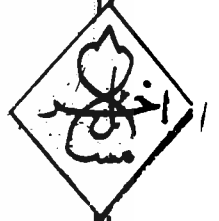
ہوں ہاں کر دیتی ہیں اس صورت میں جو نکاح ہوگا وہ نکاح فضولی ہوگا جبکہ کفو کے ساتھ ہو دختر کی اجازت پر موقوف رہیگا اگر خبر سُن کر اس وقت یا بعد کو بے اظہار نفرت جائز کر دے جائز ہو جائیگا رد کر دے رد ہو جائیگا اگر اپنے کسی قول یا فعل سے صراحۃً دلالۃً اب تک رد نہ کیا ہو تو بخوشی رخصت ہو کر جانا اذن ہے اس وقت نکاح نافذ ہو جائیگا واللہ تعالٰی اعلم ۔

۲۔ چچا کے ہوتے ماں اگر یتیمہ بالغہ کا نکاح یتیمہ سے اذن لیکر کر دے یا بعد نکاح وہ دختر اذن قولاً یا فعلاً دیدے تو نکاح صحیح و نافذ و لازم ہے چچا تھا یا بھائی کسی کو گنجائش اعتراض نہیں جبکہ نکاح کفو سے کیا ہو یعنی وہ شخص مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہیں جس کے ساتھ اس دختر کا نکاح اس کے ولی کے لیے باعث ننگ و عار و بدنامی ہو اگر ایسا ہے تو نکاح ہوگا ہی نہیں اور اگر یتیمہ نابالغہ ہے کہ حقیقۃً یتیمہ وہی ہوتی ہے تو اگر ماں نے غیر کفو بمعنی مذکور سے نکاح کر دیا تو ہوا ہی نہیں اور کفو سے کیا تو چچا وغیرہ جو ولی اقرب ہو اُس کی اجازت پر موقوف رہے گا رد کر دے گا رد ہو جائیگا جائز کر دیگا جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: از شہر محلہ گندہ نالہ مسئولہ عبدالودود لیڈر صاحب ۲۷ رجادی الاولی ۱۳۳۸ھ

ما قولکم رحمکم اللہ وایدکم بنصرہ فی یتیمۃ بلغت من عمرھا خمسۃ عشر سنین زوجتہا امہا برضاھا باحد من الاکفاء ولکن لم یحضر المجلس النکاح اولیاء الیتیمۃ المذکورۃ کالاعمام وغیرھم وما استشیروا فی ھذا الباب وتولت فی امر النکاح امہا وحدھا لانہا کانت وحدھا الکفیلۃ لبنتہا الی الآن ھل جاز النکاح ام لا۔

الجواب

ان بلغت قبل ھذہ العلامۃ بحیض اوتمت لہا قبل اذنہا بالنکاح خمس عشرۃ سنۃ کوامل وکان النکاح من کفو لیس فی دینہ ولا نسبہ ولا خلقہ ولا حرفتہ مایتعیر بہ اولیاؤھا عرفاجاز النکاح فان وقع بعد اذنہا اورضیت بہ بعد وقوعہ قبل ردہ لاتم ولزم ولیس لہا ولا لاحد من اولیائہا الا عتراض علیہ وان کان من غیر کفوء بالمعنی المذکور فھو باطل رأسا وان اذنت واجازت اوبنفسہا تولت وان کان من کفو ولم تبلغ بعد توقف علی اجازۃ الولی ان اجاز جاز وان ابطل بطل وان سکت لااولیاء حتی بلغت آل الامر الیہا فلتمض اولترد والمسائل ظاھرۃ و فی الکتب دائرۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۵: از اجمیر شریف محلہ لاکھن کوٹھری مرسلہ مولٰنا مولوی مشتاق احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ معینیہ اجمیر معلٰی۔ یکم رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بالغہ لڑکی کی والدہ اور بھائیوں نے ایک

میراثی کو رشتہ کرنے کے واسطے بھیجا کہ فلاں قبیلہ میں رشتہ کرآؤ۔ اُس قبیلہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ نہ کرنا میراثی نے کچھ روپیہ رشوت کا لیکر دوسری جگہ رشتہ کردیا بعد ازیں لڑکی اور والدہ اور بھائیوں کو اطلاع ہوئی اُنھوں نے دو آدمیوں کو بھیجا کہ رشتہ والوں سے کہدو کہ ہم نہیں رشتہ کرتے اور پھر لڑکی کے بھائی بھی گئے منع کرنے کے واسطے آخرکار وہ باز نہ آئے اور میراثی نے چند ایام اپنی طرف سے مقرر کرکے برات منگوائی برات آنے پر لڑکی اور والدہ بھائی نکاح سے سراسر انکار کرتے رہے حتی کہ پانچ چھ ایام اسی طرح گزر گئے چونکہ برات کے ساتھ چند رؤسا تھے انھوں نے گرد نواح کے سب رؤسا جمع کیے اور کہا کہ جس صورت سے ہوسکتا ہے ہمیں نکاح دلادو سب رؤسا نے جمع ہوکر لڑکی کے بھائیوں کو ایک مقدمہ جعلسازی میں پھانس دیا وہ بیچارے غریب عاجز ہوکر کہنے لگے کہ اچھا نکاح ٹھہرادو جب لڑکی سے اذن لینے کے واسطے گئے اُس نے انکار کردیا پھر ایک شخص نے لڑکی کو جبراً خاموش کردیا اور بہلی میں بٹھا کرلے گئے بوقت وداع لڑکی کے بھائیوں نے لڑکی سے پوچھا تجھکو کپڑا وغیرہ دیں لڑکی نے انکار کیا اور کہا کہ میرا نکاح ہی نہیں ہے تم کس واسطے دیتے ہو بعد آنے کے وہ اب تک انکار پر مصر ہے عرصہ پانچ سال کا ہوا۔ یہ نکاح عند الشرع ہوا یا نہیں۔

الجواب

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اور اُس نے اذن نہ دیا بلکہ صاف انکار کردیا اور بالجبر رخصت کے وقت بھی تصریحاً کہا کہ میرا نکاح ہی نہیں ہے اور جب سے ابتک انکار پر مصر ہے تو نکاح مذکور باطل ومردود محض اور اُن جبر کرنے والوں کا ظلم خالص ہے بھائیوں نے بجبر نہ سہی بخوشی اجازت دی ہوتی یا خود نکاح کردیا ہوتا بالغہ کے انکار سے وہ بھی فوراً باطل ہوجاتا نہ کہ اُن کی اجازت بھی جبر سے یونہیں اگر بعد نکاح انکار کے بعد بالغہ خود بھی راضی ہوجاتی مفید نہ ہوتا کہ باطل شدہ نکاح رضا سے صحیح نہ ہوسکے گا نہ کہ وہ اب تک انکار پر مصر ہے غرض اس باطل نکاح کو نکاح سمجھنا جہل بعید وظلم شدید ہے عالمگیریہ میں ہے لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلك فالنکاح موقوف علی اجازتھا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوھاج درمختار میں ہے بلغھا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بمبئی بھیل روڈ پوسٹ ۱۰ معرفت خلیفہ احمد اللہ صاحب مرسلہ جمیل محمد خاں صاحب ہوٹل ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

ایک بالغہ شیعہ لڑکی نے برضا ورغبت خود بلا اجازت والدین ایک سنی المذہب افغانی النسب سے چار گواہ اور ایک وکیل کی موجودگی میں قاضی کے سامنے بمعرفت قاضی نکاح کیا منکوحہ کے والدین بوجہ شیعہ ہونے کے اُس کا یہ نکاح فسخ کرانا چاہتے ہیں اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ چونکہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس لیے نکاح کے فسخ کرانے کا استحقاق ہیں

حاصل ہے۔ دوسرے یہ کہتے ہیں کہ چونکہ نکاح ہم کفو سے نہیں ہوا لہذا ہمیں فسخ کا اختیار ہے وکیل جو مجلس نکاح میں لڑکی کی جانب سے مقرر ہوا تھا وہ اس بات کا تو اقرار کرتا ہے کہ نکاح ہوا میں وکیل بھی بنا مگر لڑکی کے ایجاب و قبول کی آواز نہیں سُنی۔ قبل از نکاح لڑکی نے گواہان کے سامنے اقرار کیا ہے کہ میں سنت جماعت حنفی مذہب اختیار کر چکی ہوں۔
نکاح کے گواہ موجود ہیں اور وہ مقر ہیں کہ ہمارے سامنے نکاح ہوا ایجاب قبول کی آواز ہمارے کانوں تک آئی اور قبل از نکاح لڑکی نے کہا کہ میں سنت جماعت ہو چکی ہوں۔

الجواب

بالغہ پر ولایت جبر یہ کسی کی نہیں خصوصًا اس حالت میں کہ وہ سُنیہ ہے اور باپ رافضی عدم کفارت کی وجہ کوئی سائل نے نہیں لکھی اگر صرف بربنائے مخالف مذہب ایسا کہا جاتا ہے تو سُنی لاکھوں درجے رافضی سے اعلیٰ ہے اور مُغل پٹھان با عتبار قوم ہم کفو ہیں اُس کے باپ کا اعتراض باطل ہے اور اُسے کوئی اختیار فسخ نہیں نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا ایم احق بنفسہا اللہ عزوجل فرماتا ہے لن یجعل اللّٰہ للکفرین علی المومنین سبیلا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ کوہ رانی کھیت متصل جامع مسجد مسئولہ عبدالرحمٰن خاں صاحب خانسامان ۹ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص اہلسنت وجماعت نے ایک رافضی کی بیوی سے کہا کہ تو مجھ سے مل تو اُس رافضی کی عورت نے کہا کہ اس شرط پر ملونگی اگر تو اپنی بیٹی کی شادی میرے بیٹے سے کرے اُس شخص مذکور نے اس شرط کو قبول کیا اور مدت دراز تک زنا کاری رہی اور ابھی تک موجود ہے اب وہ لڑکی اہلسنت کی جوان ہو گئی ہے اور شخص مذکور اُس کی شادی اُس رافضی سے کرنے کو تیار ہے اور اُس لڑکی سنیہ کا نانا موجود ہے وہ بھی منع کرتا ہے اور تمام اہلسنت وجماعت منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں مگر شخص مذکور کہتا ہے کہ جائز ہے اب اس صورت میں یہ لڑکی اپنے نانا کو مل سکتی ہے یا نہیں اور یہ نکاح جائز ہے یا ممنوع شرعًا اس میں گناہ ہوگا یا نہیں۔

الجواب

یہ نکاح حرام قطعی اور زنائے خالص ہے عالمگیری میں ہے لا یجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولا مرتدۃ ولا ذمیۃ لا حرۃ ولا مملوکۃ جبکہ وہ لڑکی جوان ہے اور باپ اُسے معاذ اللہ زنا کے لیے دینا چاہتا ہے تو نانا وغیرہ دیگر اولیا پر لازم ہے کہ لڑکی کو اُس کے قبضۂ تصرف سے نکال کر فورًا لڑکی کی رضا سے کسی سُنی صحیح العقیدہ کفو کے ساتھ اُس کا نکاح کر دیں واللہ تعالیٰ اعلم۔
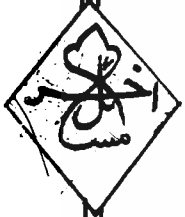
مسئلہ ۸۸: از مقام گھو۔گھو۔ڈلک خانہ اسٹیٹ ضلع دیناجپور ڈاک خانہ خاص مسئولہ حاجی سید نور الحسن صاحب بہاری۔ ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغہ جس کے دو نابالغ بھائی حقیقی ہیں اور ایک حقیقی ماں اور ایک حقیقی چچا اور ایک حقیقی ماموں ہیں لڑکی نابالغہ اور دونوں بھائی نابالغ اور اس کی ماں یعنی ان چاروں کی کفالت بعد فوت باپ وشوہر۔ بھائی شوہر کا وبھائی ماں کا یعنی ماموں حقیقی وچچا حقیقی کر رہا ہے ماموں وچچا حقیقی اور دو بھائی نابالغ حقیقی پردیس میں چچا وماموں کے ساتھ ہیں ماموں وچچا وبھائی کی عدم موجودگی میں غیر اقربا اور لڑکے کی ماں نے بہکا کر لڑکی کی ماں کو راضی کرکے بغیر چچا کی اجازت سے نکاح کر دیا اس نکاح سے ماموں اور چچا دونوں سخت ناراض ہیں اور کفالت کرنے سے دست بردار ہیں لڑکی ہمیشہ سے جب سے اپنی ماں کے ساتھ اپنے حقیقی چچا کے مکان میں رہتی ہے شوہر مجازی سے کوئی تعلق نہیں ہوا صرف عقد ہوا ہے رسم بارات وغیرہ باقی ہے نکاح جائز ہوا یا نہیں اگر ناجائز ہوا تو دوسرے کے ساتھ یا شوہر اول کے ساتھ دوبارہ جائز ہوگا یا نہیں۔

الجواب

یہ شخص جس سے نکاح ہوا اگر لڑکی کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے دختر کے لیے باعث ننگ وعار ہے جب تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں نہ جب تک لڑکی نابالغہ ہے کسی ایسے شخص سے کوئی اس کا نکاح کر سکتا ہے اور اگر جس سے نکاح ہوا وہ کفو ہے یعنی کسی بات میں ویسا کم نہیں تو یہ نکاح لڑکی کے حقیقی چچا کی اجازت پر موقوف رہا اگر اس نے جائز کر دیا اگرچہ ناراضی کے ساتھ مثلاً کہا خیر نکاح تو ہو گیا مگر ہم کفالت سے دست بردار ہیں تو نکاح نافذ ہو گیا چچا یا ماموں کسی کو اختیار نہیں کہ دوسری جگہ نکاح کر دے ہاں لڑکی کو اس پر اعتراض کا حق ہوگا اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً فوراً اپنی ناراضی کا اظہار کرے اور اگر چچا نے خبر سن کر رد کیا تو رد ہو گیا چچا کو اختیار ہے جس کفو سے چاہے نکاح کر دے اگرچہ اسی شوہر سے غرض ان الفاظ پر مدار ہے جو چچا نے خبر نکاح سننے پر پہلی پہل کہے ایما نًا وہ پورے الفاظ بے کم وبیش وتبدیل معلوم ہونا ضرور ہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹: از موضع آچورہ ڈاک خانہ بہاری ضلع فرید پور ملک بنگال مسئولہ حاجی عبد الغنی صاحب ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی لڑکی بالغہ ہندہ نے بلا اجازت زید کے اپنے کفو بکر کے ساتھ نکاح کیا زید سن کر نہایت ناخوش ہو کر بکر کے مکان سے حیلہ وبہانہ کرکے ہندہ کو اپنے مکان میں لے آیا پھر ہندہ سے کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں ہوا اس لیے کہ میں تیرا باپ ہوں بلا اجازت باپ کے نکاح صحیح نہیں اس حال

میں ایک سال سے زیادہ گزر گیا پھر زید نے ہندہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کیا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نکاح ثانی صحیح ہے یا نہیں اگر نہیں تو جو اولاد عمرو سے ہوئی اُس کا اور زید کا شرع شریف میں کیا حکم ہے زید امام ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر نکاح ثانی صحیح ہے تو بکر پر مہر مثل لازم ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

پہلا نکاح عورت نے جس سے کیا تھا اگر وہ کفو شرعی تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس کے ساتھ عورت کا نکاح ہونا عورت کے باپ کے لیے باعث ننگ و عار ہو تو وہ پہلا نکاح صحیح ہوگیا اور یہ دوسرا نکاح باطل ہوا عورت کا باپ اور یہ دوسرا شوہر دونوں سخت کبیرہ کے مرتکب ہیں اور بچہ جو پیدا ہوا وہ پہلے ہی شوہر کا ہے اس صورت میں زید کو امام کرنا گناہ ہے جبتک توبہ نہ کرے اور اگر پہلا نکاح عورت نے جس سے کیا وہ بمعنی مذکور کفو شرعی نہ تھا تو وہ پہلا نکاح باطل ہوا دوسرا نکاح صحیح ہوا بچہ اس دوسرے شوہر کا ہے زید و عمرو پر کوئی الزام نہیں اُن کے پیچھے نماز اس وجہ سے ممنوع نہیں۔ پہلا نکاح جس سے ہوا تھا اگر وہ قربت کرچکا ہے تو اُسے مہر مثل دینا آئیگا یعنی ایسی عورت کا جتنا مہر ہو جو مہر بندھا تھا اُس کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ از موضع اٹریا ضلع بریلی مسئولہ قمر الدین صاحب یکم صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ تھی اور بالغہ تھی کیونکہ اُس کے ایک لڑکا پیدا ہو چکا تھا اُس رانڈ نے عقد ثانی کے واسطے ایک شخص کو جو اُسی کی ذات کا تھا اور جوان بھی تھا اور علم دار بھی تھا اور روٹی کپڑے سے خوش تھا تجویز کی مگر اُس جوان کے واسطے اس رانڈ کا والد نکاح کرنے کو راضی نہ تھا زید نے کچھ لالچ پاکر اُس شخص کی طرف سے جس کے ساتھ رانڈ کا والد راضی تھا بریلی سے تعویذ اور مٹھائی لیجاکر کھلایا تاکہ اس کا خیال اُس جوان کی طرف ہو جس سے اُس کا والد راضی تھا اور زید نے مٹھائی کھلاتے وقت اُس شخص کا نام لیا کہ وہ رانڈ جس سے راضی تھی کہ تم کو میں اُس شخص کی طرف سے مٹھائی کھلاتا ہوں جس سے کہ تم راضی ہو اس کے بعد میں اُس رانڈ کا نکاح اُسی شخص کے ساتھ زبردستی کرادیا کہ جس سے وہ رانڈ ناراض تھی اور زبردستی چند آدمی پکڑ اُس شخص کے یہاں پہنچا آئے یہ نکاح درست ہے یا نہیں اور زید کو انجمن کی طرف سے صدر بنایا ہے اب اس زید کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں کیونکہ انجمن والوں نے زید کو صدر ممبر بنایا تو اُن کو یہ قصہ معلوم نہیں تھا اور یہ نکاح زبردستی زید ہی کی کوشش سے ہوا تھا بینوا توجروا۔

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت کو اذن دیتے وقت بتا دیا گیا تھا کہ یہ نکاح دوسرے سے ہوتا ہے جس سے وہ راضی نہیں لیکن کسی نے ہاتھ پکڑے کسی نے پاؤں اور اُس سے جبراً اذن دلوایا صورت مذکورہ میں نکاح صحیح ہوگیا کہ نکاح وطلاق میں اکراہ کو دخل نہیں جس طرح خوشی سے ہوجاتے ہیں یونہی جبر سے بھی حدیث میں ارشاد ہوا ثلٰث جدھن جد و ھزلھن جد النکاح والطلاق والعتاق باقی رہا یہ کہ مجبور کرنا شرعاً کوئی وجہ الزام رکھتا ہے یا نہیں ممکن کہ نہ رکھتا ہو بلکہ عورت کی خیر خواہی عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں اور باپ سے زیادہ اولاد پر کون مہربان ہے سوا اللہ و رسول کے ظاہر یہی ہے کہ جہاں وہ چاہتی تھی اُس میں شر تھا اور جہاں باپ نے چاہا اُس میں خیر تو ایسے احتمال قوی کی حالت میں اُس جبر کو وجہ الزام نہیں ٹھہرا سکتے جیسے مریض کو بالجبر دوا پلانا لہٰذا اس وجہ سے امامت زید میں کوئی خلل نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۱: از شہر کہنہ محلہ صوفی ٹولہ مسئولہ طفیل احمد صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نکاح اُس کے والدین نے ایک لڑکے کے ہمراہ جو کہ ایک بیوی معہ دو بچوں کے چھوڑ چکا ہے اور لڑکی کا خالہ زاد بھائی ہوتا ہے لڑکی کے اقربا (تایا۔ پھوپا۔ بھائی وغیرہ) کو بغیر جمع کیے غیر محلہ میں دھوکہ سے لیجا کر سرائے خام کے ایک طالب علم سے اس طرح پر پڑھوایا کہ ماموں جو کہ دونوں (لڑکی اور لڑکے) کا ہوتا ہے وکیل بنا (اور گواہ اول دونوں کا خالو ہے اور گواہ دوم لڑکے کا تایا زاد بھائی ہوتا ہے) جب ماموں اذن لینے گیا تو اُس نے جواب نہ دیا پھر مکرر اصرار کرنے پر بھی جواب نہ دیا تو ماموں نے اُس کے ایک طمانچہ مارا کہ جس کے سبب سے وہ رونے لگی اور ماموں نے باہر آکر نکاح پڑھوا دیا۔ لڑکی جانے پر رضامند نہیں ہے کیونکہ وہ اگلی بیوی کا حال دیکھ چکی ہے۔ تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ لڑکی کی عمر وقت نکاح دو مہینے اوپر پندرہ سال کی تھی اگر یہ بیان اور صورت سوال واقعی ہے تو وہ نکاح فضولی ہوا اجازت لینے والے اور گواہوں کا رشتہ دار ہونا تو کوئی مخل نہیں اور بکر کا رونا بھی اذن میں شامل کیا جاتا ہی مگر نہ وہ رونا کہ طمانچہ مارنے سے ہو وہ ہرگز دلیل اجازت نہیں ہوسکتا تو عقد نہ ہوا مگر عقد فضولی اور لڑکی کی اجازت پر موقوف رہا اگر اُس نے اظہار اجازت سے پہلے اظہار ناراضی کیا نکاح رد ہوگیا اور شوہر کو اُس پر کوئی دعوی نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲: از حیدرآباد دکن قصبہ نارائن پینٹھ جی۔ آئی۔ پی ریلوے کرشنا مسئولہ سید اکرم علی عرف مطلوب شاہ صاحب مدرس فارسی عربی مدرسہ سلطانیہ درجہ اول ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ عاقلہ بالغہ حرہ مکلفہ۔ باکرہ نے بلا اجازت ولی جائز

اپنا عقد دو گواہان شرعی کے روبرو اپنے ایک ہم کفو سے کر لیا پس یہ نکاح از روئے مذہب حنفی ہوا یا نہیں اگر ہوا تو کیا ولی جائز فسخ کرکے بلا طلاق وخلع ہندہ کا عقد کسی مالدار سے جبراً کرنا چاہتا ہے اگر کر دے تو اس کا وبال کس پر ہوگا اور یہ فعل اُس کا کس حد تک جائز ہے۔ کیا رواج عرف عام وقانون شرع شریف پر کسی حالت میں مرجح ہوسکتا ہے اور ولی جائز کا جھوٹا حلف ہندہ کے مقابلہ میں معتبر ہوگا یا ہندہ کا قول بینوا توجروا۔

الجواب

شرعاً کفو کے معنے یہ ہیں کہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن کسی بات میں ایسا کم نہو کہ اُس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار ہو اگر وہ اس معنے پر کفو ہے تو حرہ مکلفہ کا برضائے خود بے اجازت ولی اُس سے نکاح نافذ ولازم ہے ولی اُسے ہرگز فسخ نہیں کرسکتے اگر بلا طلاق اُس کا نکاح دوسری جگہ کر دینگے باطل محض ہوگا اور اُس میں تربت زنائے خالص جس کا وبال مرتکب تزویج پر ہوگا عالمگیریہ میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفہ بلا ولی درمختار میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی اور اگر اس معنی شرعی پر کفو نہیں اگرچہ ہم قوم ہو جسے عوام میں کفو کہتے ہیں مثلاً مذہب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اُس عورت کا اُس سے نکاح ولی زن کے لیے باعث عار وبدنامی ہے تو زن مکلفہ کا بے اجازت ولی اُس سے نکاح باطل ومردود ومحض ہے درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً رواج عرف قانون کوئی چیز شرع مطہر پر مرجح نہیں قال اللہ تعالیٰ ان الحکم الا للہ وقال تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون ۰ سائل نے کچھ نہیں لکھا کہ عورت اور اُس کے ولی میں کس بات کا اختلاف ہے جس کا جواب دیا جائے کہ اُن میں کس کا قول معتبر ہے کہیں اس کا قول معتبر ہوگا کہیں اُس کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳ ضلع ہوگلی ڈاک خانہ تیلن پاڑہ باڑی عجب میاں مسئولہ سلطان احمد خاں صاحب مرزاپوری ۴ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی بعمر بارہ برس کی ہے اُس کا عقد کرنے کو اُس کا باپ ایک مرد نابالغ سے کرنے کو وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کرینگے اور رسم دنیاوی بھی کر دیا گیا کہ لڑکا لڑکی کے واسطے کپڑا اور مٹھائی وغیرہ اور دس پانچ برادری کے لوگوں کو ساتھ لیکر گیا لڑکی کے باپ نے برادری کے روبرو سب سامان لیا اور اقرار کیا کہ فلاں تاریخ میں نکاح کر دونگا کہ درمیان میں لڑکی کا باپ بیمار ہوگیا اور زیادہ علیل ہوگیا سو وہ مکان پر چلا گیا جس کو عرصہ چھ ماہ کا ہوگیا لڑکی اور اُس کی ماں بہیں پر رہ گئے اور اب بھی موجود ہے جب سے لڑکی کا باپ مکان گیا وہی لڑکا برابر خرچ وغیرہ کا بھی بار اُٹھاتا ہے اب وہ لڑکا لڑکی کی ماں سے بہت زور کرتا ہے کہ میرا نکاح

کردو عورت کئی مرتبہ خط بھی مکان پر لکھا مگر کچھ جواب نہیں آیا کہ زندہ ہے یا مرگیا۔ لڑکی کی ماں پہلے راضی نہ تھی مگر جب لڑکے نے کہا کہ اگر تم نکاح نہیں کرتی ہو تو جو کچھ روپیہ میرا اتنے عرصہ میں خرچ ہوا اُس کو دو ورنہ ہم نالش کرینگے سو اب لڑکی کی ماں نکاح لڑکی کا کرنے پر راضی ہے اور کہتی ہے کہ ہم راضی ہیں نکاح پڑھوا لو اور یہ کہا کہ شوہر میرا کہہ گیا تھا کہ ہم مکان سے واپس آکر جب شادی کریں گے اس وجہ سے ہم نہیں راضی ہوئے تھے سو اب اُن کا کچھ پتہ نہیں ہے میں خوشی سے کہتی ہوں کہ قاضی کو بُلا کر ایجاب وقبول کرکرا لو اور لڑکی بھی اپنے بُرے بھلے کو پہچانتی ہے سو وہ بھی رضامند ہے اور عرصہ چھ ماہ سے اُسی مرد کے ہمراہ گویا رہتی ہے جو باتیں حق حق تھیں اُس کو لکھکر علمائے دین کے حضور میں پیش کر دیا جو کچھ حکم شریعت مطہرہ کا ہو بیان فرمائیں اور ذیل میں جو علامت انگوٹھہ کا ہے وہ اُن برادریوں کا ہے جن کے سامنے لڑکی کے والدنے اقرار کیا اور کپڑا وغیرہ لیا اُن لوگوں کے سامنے یہ سوال لکھا گیا اور دستخط لیا گیا لہذا عدم موجودی اُس کے والد کے نکاح ہونے یا نہ ہونے سے یا جس طرح اور جس قاعدہ سے نکاح ہو اس مسئلہ کو حضور تحریر کریں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

لڑکی اگر نابالغہ ہے تو اُس کے نکاح کے لیے ولی کی ضرورت ہے ولی اُس کا باپ ہے۔ بے اجازت پدر کسی کو لڑکی کے نکاح کرنے کا اختیار نہیں۔ اور پہلے اُس کا راضی ہونا اور وعدہ کرنا اجازت کے لیے کافی نہیں کہ اُس نے کسی کو وکیل نہیں کیا اب اُس سے اجازت لی جائے اگر اُس کا پتا نہ چلے تو لڑکی کا جوان بھائی اُس کا ولی ہے وہ نہ ہو تو بھتیجا وہ نہ ہو تو چچا کا بیٹا اسی طرح جو عصبہ ہو اور اگر عصبات میں کوئی نہ رہا ہو تو البتہ اُس وقت ماں کو ولایت ہوگی اور اُس کی اجازت سے نکاح ہوسکے گا اور اگر لڑکی بالغہ ہے یعنی اُسے ماہواری عارضہ آچکا ہے تو خود اُس کی اپنی اجازت کافی ہے مگر بہر حال باپ کے سوا جو دوسرا شخص اُس کا نکاح کرے یا بالغہ ہو کر خود کرے یہ ضرور ہوگا کہ جس سے نکاح کیا جائے وہ اس لڑکی سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح ہونا لڑکی کے اولیا کے لیے باعث ننگ و عار ہو ورنہ نکاح ہوگا ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۴: از پیلی بھیت محلہ غفار خاں مسئولہ حکیم سعید الرحمٰن خاں صاحب، ۷ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رفیق بیگم کا نکاح اُس کی نابالغی میں جبکہ اُس کا باپ دادا زندہ نہ تھے اُس کے چچا نے اپنے پسر کے ساتھ کر دیا نابالغہ مذکورہ نے بالغ ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ اُس نے نکاح مذکور کو نامنظور وناپسند کرکے فسخ کر دیا اور بذریعہ نوٹس رجسٹری شدہ شوہر کو جو ہنوز نابالغ ہے اور اُس کے والد کو بھی اطلاع دیدی۔ نوٹس یہ لکھکر واپس آیا بعد ازاں رفیق بیگم نے دیوانی میں نالش کی اور حسب ذیل استدعائے
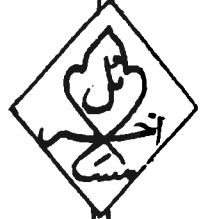
دادرسی کی۔

"استقرار اس امر کا فرما دیا جائے کہ جو نکاح مدعیہ کا اُس کی نابالغی میں ہوا تھا اور جس کو مدعیہ نے بعد بلوغ شرعی کے مسترد کر دیا ہے مدعیہ بوجوہ مصرحہ عرضی نالش نکاح مذکور کی فسخ اور کالعدم ہوجانے کی وجہ سے پابند نہیں ہے اور اب مدعیہ زوجہ مدعا علیہ کی نہیں ہے" ہنوز اُس نالش کا فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ رفیق بیگم فوت ہوگئی ایسی حالت میں نکاح مذکور وقت وفات رفیق بیگم کے قائم و برقرار متصور ہوگا یا فسخ و مسترد اور شوہر کو ترکہ رفیق بیگم کا پہنچیگا یا نہیں۔

الجواب

رفیق بیگم کی اخیر سانس تک نکاح برقرار تھا وہ اپنے شوہر کی زوجیت ہی میں مری شوہر اُس کے نصف ترکہ کا وارث ہوگا اور نصف مہر بھی اُس پر سے ساقط ہوگیا نصف مہر بحق دیگر ورثا دیگا خیار بلوغ سے عورت کو یہ حق نہیں ہوتا کہ اپنا نکاح خود فسخ کرلے نہ اُس کے فسخ کیے فسخ ہوسکتا ہے بلکہ اُسے صرف دعویٰ فسخ کا اختیار ملتا ہے بعد دعوے قاضی شرع کے فسخ کیے سے فسخ ہوگا اگر قبل فسخ مرجائے تو زوجیت ہی میں مرے گی ردالمحتار میں ہے قولہ فیفسخہ القاضی فلا تثبت ھذہ الفرقۃ الا بالقضاء لانہ مجتھد فیہ وکل من الخصمین یتشبث بدلیل فلا ینقطع النکاح الا بفعل القاضی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵ ضلع سکھر سندھ اسٹیشن ڈھرکی ڈاک خانہ خیر پور ڈھرکی خاص دربار معلے قادریہ جونڈی شریف ازطرف ابوالنصر فقیر سرور شاہ ۱۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی۔ شخصے بہین حیات پدر خود بلا رضامندی و شمولیت وے نکاح خواہر صغیرہ بمعاوضہ بازو بجائے کردہ پدرش بعد خبر یافتن انکار کرد۔ و بعد چند مدت راضی شدہ بازو معاوضہ را در نکاح پسر خود گرفت و بازانکار کرد۔ آیا از انکار اول نکاح باطل شد یا نہ۔ محض اقبال بعد انکار تجدید ایجاب وقبول فائدہ دار دیا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب

نکاح نابالغہ کہ برادرش بے اجازت پدر کرد نکاح فضولی بود بر اجازت پدر موقوف چوں پدر باستماع خبر انکار کرد فوراً باطل شد و باطل را عود نیست باز راضی شدن پدر بکار نیاید تا از سر نو ایجاب و قبول پیش شہود نہ کنند در درمختار ست بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد در ردالمحتار ست لان نفاذ التزوج کان موقوفا علی الاجازۃ وقد بطل بالرد در بحرالرائق ست الاجازۃ شرطہا قیام العقد واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶ از ضلع بلاسپور امام مسجد الکترا۔

ایک بڑھیا کی لڑکی تھی اُس کی برادری والے بلا رضا مندی شادی کرنے لگے بڑھیا مذکورہ نکاح کے وقت نامناسب رہنے پر دوسری کوٹھری پر روتی تھی اور یہ خبر ہی نہیں کہ میری لڑکی کا کیا ہو رہا ہے لڑکی کی عمر پانچ یا چھ سات سال کی تھی اس لڑکی کو یہ کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہو رہا ہے یا کیا ہوا اس لڑکی مذکور کے وارث سوائے بڑھیا ماں کے کوئی اس کے باپ دادا کی شاخ میں بھی نہ تھے بلکہ بلا وارث والوں نے نکاح طفلیت میں پڑھایا تو کیا یہ نکاح صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں سوائے اس کے جو لوگ نامناسب نکاح بنایا ہوا داماد نکاح لے کیے تو بڑھیا مذکور غریب بیوہ منہاری بیچنے والی بچی کو کوئی گذر کرتی تھی بعض وقت یہ بنا ہوا داماد دو تین بار گیا تو بڑھیا بطور مہمان نوازی کے کھلاتی پلاتی بطور برادرانہ لیکن کچھ بڑھیا کی بچّی سے سروکار بات چیت دیگر حرکات سے پاک رکھتی تھی جاتے وقت بڑھیا جب روکتی تھی تو بنا ہوا داماد برائے نام کا داماد دکھلے ہوئے الفاظ میں یہ صاف صاف کہتا تھا کہ مجھ کو کیوں روکتی ہے میں نہ رہوں گا اور نہ کسی کو چاہتا ہوں اور یا نہ رکھونگا پس یہ ہے کہ متعلق ایک تو نکاح ہی درست نہیں ہوا اور جو بنا ہوئے داماد والوں کی طرف سے نکاح بھی مغالطاً ثابت کریں تو جب وہ ایسا الفاظ کہا ہوا سے کہے کہ نہ رکھونگا نہ چاہتا ہوں تو بھی نکاح والے کا نکاح ساقط ہو جاتا ہے تو اب لڑکی کا نکاح بڑھیا بالغی میں پڑھا دے تو اولاد بھی ہوتی تو جو اولاد مسلمان ہوں فقط۔

الجواب

دوسرا سوال مہمل ہے اتنی باتوں کا جواب لکھا جائے تو اُس کا جواب ہو (۱) اس لڑکی کے دادا پر دادا نزدیک دور کی اولاد میں کوئی مرد اس نکاح کے وقت تھا یا نہیں بے تحقیق کوئی نہ تھا نہ کہہ دیا جائے کہ تحقیق کے بعد نکلتے ہیں۔ (۲) اگر ایسا کوئی مرد تھا تو اُس نے نکاح کی خبر سُن کر کیا لفظ کہے (۳) اگر ایسا کوئی مرد نہ تھا تو ماں نے نکاح ہو جانے پر کیا لفظ کہے اور اُس کے بعد کیا لفظ کہے یا کچھ نہ کہا (۴) جب وہ شخص آتا تھا تو ماں اُس کی خاطر داماد کی سی کرتی تھی یا عام مہمانوں کی سی (۵) لڑکی کو اب ماہواری عارضہ آتا ہے یا نہیں اُس کی عمر اب کیا ہے عارضہ ماہواری آتا ہے تو کب سے آتا ہے (۶) ماں کو اس نکاح سے وجہ ناراضی کیا تھی (۷) لڑکی کو اگر عارضہ ماہواری آیا تو فوراً اُس کے آتے وقت اس نکاح کے بارے میں کچھ کہا یا کتنی دیر بعد کچھ کہا یا کچھ نہ کہا اور اگر عارضہ ماہواری اب تک نہ آیا اور لڑکی کی عمر پندرہ برس کی ہو گئی تو جس وقت عمر پندرہ کی ہوئی تھی اُس وقت یا اس کے دیر کے بعد لڑکی نے اس نکاح کے بارے میں کیا کہا تھا یا کچھ نہ کہا (۸) یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جس سے نکاح ہوا اُس کی قوم کیا ہے اور لڑکی کی کیا قوم ہے اور اُس کا چال چلن کیسا ہے اور اُس کا مذہب کیا ہے کیا پیشہ کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴ از لکھنؤ چھتر منزل کلب مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب قادری رضوی ۶ رجب ۱۳۳۹ھ پنجشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کسی وجہ سے اپنا نکاح پڑھانے نہیں جاسکتا تو اپنے پیر بھائی کو اپنا ولی بنالیا تو ولی نکاح پڑھا کر لاسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اسے ولی نہیں وکیل کہتے ہیں کسی کو اپنا وکیل کردے کہ میری طرف سے ایجاب قبول کر آؤ نکاح پڑھانے والا اس سے کہے کہ فلاں بن فلاں بن فلاں کی سب سے بڑی یا سب سے چھوٹی لڑکی (یا جس طرح تعیین ہو) میں نے تیرے موکل فلاں بن فلاں بن فلاں کے نکاح میں اتنے مہر پر دی وکیل کہے میں نے اپنے موکل مذکور کی طرف سے اس کے لیے قبول کی۔ یا وکیل خود عورت یا اس کے وکیل یا نابالغہ ہے تو اس کے وکیل سے کہے کہ میں نے تجھے یا فلانہ بنت فلاں بن فلاں کو کہ تیری موکلہ ہے یا جس کا تو ولی ہے اپنے موکل فلاں بن فلاں بن فلاں کے نکاح میں لیا عورت یا اس کا وکیل یا ولی کہے میں نے قبول کیا نکاح ہوجائیگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵ از تلہر ضلع شاہجہان پور محلہ عمر پور مسئولہ شیخ سلامت اللہ صاحب پارچہ فروش ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کتنی عمر میں لڑکی کا نکاح جائز اور کتنی عمر ہو تو ناجائز یعنی لڑکا سن بلوغ بحکم شرع کتنی عمر میں ہوتا اور کتنی عمر مدت سال کی ہو تو نکاح جائز ہوتا ہے جبکہ اس کا کوئی حقیقی شخص وکیل مطلق نہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جب آثار بلوغ ظاہر ہوں لڑکے کو احتلام لڑکی کو حیض اس وقت سن بلوغ ہے۔ اور اگر آثار نہوں تو پندرہ برس پوری عمر ہونے پر حکم دیا جائے گا۔ اگر لڑکی نو برس کامل یا لڑکا بارہ برس کامل کا ہوچکا ہے اور وہ دعوٰی بلوغ کریں اور ان کی ظاہری حالت اس دعوے کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کا قول مان لیا جائے گا جبتک ان صورتوں میں سے کسی صورت پر بلوغ ثابت نہ ہو وہ بغیر اذن ولی کے اپنا نکاح نہیں کرسکتے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶ از نصرات پرگنہ پڑاوہ ریاست علاقہ ٹونک محلہ سلطان پورہ مسئولہ ابراہیم حسین صاحب ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی سے ۱۴ سال سے علیحدہ رہتا ہو عورت حاملہ تین ماہ کی ہو اسی حمل سے لڑکی پیدا ہوئی اور لڑکی ۱۴ سال تک اپنی ماں کے پاس پرورش پائی باپ نے کسی قسم کی امداد نہیں دی نہ کبھی لڑکی کو بلوا کر دیکھا ایسی صورت میں جوان لڑکی چودہ سال کی بالغ ہوگئی ہے لڑکی نے اپنی خوشی اور اس کی والدہ نے اپنی اجازت سے لڑکی کا نکاح کردیا باپ موجود نہ تھا نکاح بھی ہم قوم سے ہوا یعنی غیر قبیلہ میں نہیں ہوا یہ نکاح جائز

رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شرعًا وہ لڑکی اُسی کی ہے اگرچہ کتنے ہی برسوں سے عورت سے علیحدہ ہو فقط چودہ برس کی عمر ہونا بلوغ کے لیے کافی نہیں اگر حیض نہ آیا ہو نابالغہ ہے نکاح کے لیے اُس کی اجازت کوئی چیز نہیں اور ماں کا کیا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر جائز کر دیگا جائز ہو جائیگا رد کر دیگا باطل ہو جائیگا اور اگر لڑکی واقعی بالغہ ہو گئی تھی حیض آچکا تھا تو وہ کفو میں اپنے نکاح کی مختار ہے غیر کفو میں بغیر اجازت باپ کے کہ اُس نے پیش از نکاح غیر کفو جانکر صراحۃً اجازت دی ہو لڑکی کا نکاح اُس کی اجازت سے باطل ہے۔ غیر کفو ہونے کے لیے یہی ضرور نہیں کہ کم قوم ہو بلکہ مذہب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم کہ اُس کے ساتھ نکاح ہونا لڑکی کے لیے باعث بدنامی ہو یہ بھی غیر کفو ہونا ہے اگرچہ خاص اُسی خاندان کا ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹: از سیمتہ ڈاک خانہ درابچنہ تحصیل ڈیرہ غازی خاں مسئولہ اللہ بخش صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک عورت زینب پر عاشق ہوا باوجود اہل وعیال کے اُس کے عشق میں مغلوب ہو کر اپنی دختر صغیرہ چار سالہ کا نکاح حق مہر زینب پر برادر زینب عمرو زوجہ دار سے کر دیا بعد اُس کے زید نے زینب سے عقد کر کے سر میل کیا اور اُسی وقت بیمار ہوا بعد ہفتہ کے فوت ہو گیا اب وہ لڑکی بالغہ ہو کر کہتی ہے کہ میرے باپ نے مرض عشق میں جو میرا نکاح نااہل غیر پردہ دار سے کر دیا ہے مجھے منظور نہیں آیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صغیرہ کا نکاح کہ اُس کے باپ نے کیا لازم ہے صغیرہ کو بعد بلوغ اُس کے فسخ کا کوئی حق نہیں اور عذرات کہ سوال میں لکھے مہمل وبے معنے ہیں شرع میں اُن کی کوئی اصل نہیں درمختار میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش او من غیر کفؤ ان کان المزوج ابا او جدا لم یعرف منہما سوء الاختیار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰: از شہر بھن پوری دریبہ محلہ مکان مولوی حکیم محمد عباس مسئولہ نثار احمد صاحب ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زوجہ زید نے چند لڑکے چھوڑ کر انتقال کیا زید نے اپنا عقد ثانی ہندہ سے کیا۔ ہندہ سے بھی چند لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی پھر زید نے بھی انتقال کیا ہندہ اپنی اولاد کو لیکر اپنے میکے چلی گئی اُس کے سوتیلے لڑکے اُس کو اپنے حسب مقدرت ماہانہ خرچ خورو نوش پہنچاتے رہے پھر ہندہ بھی مرگئی اور اُس کا بھائی ان بھانجی بھانجوں پر قابض ہو گیا اور اپنی بھانجی کا عقد خالد سے بلا صلاح ومشورہ اُس کے علاتی بھائیوں کے پوشیدہ طور پر کر دیا جب یہ خبر عالم آشکار ہوئی تو بالا بالا اُس کے علاتی بھائیوں کو بھی خبر پہنچی تو کسی ترکیب سے اپنی سوتیلی بہن کو خالد

کے مکان سے بلوالیا اور اب یہ چاہتے ہیں کہ اپنی سوتیلی بہن کا کسی معزز سے نکاح کردیں اور وہ لڑکی بھی اپنے شوہر خالد سے نہایت بدظن ہے بوقت عقد اُس کی عمر ۹ سال کی تھی اب گیارہ سال سے زائد نہیں اس صورت میں کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں جبکہ دختر ہندہ نابالغہ کا کوئی حقیقی بھائی بالغ نہ ہو تو اُس کے علاتی بھائیوں میں جو بالغ ہوں اُس کے ولی نکاح ہیں وہ نکاح کہ اُس کے ماموں نے ان بھائیوں سے چھپا کر کردیا ان بھائیوں کو اختیار ہے کہ حسب اجازت شرع کسی کفو شرعی سے بغیر مہر مثل میں کمی فاحش کیے ہوئے اُس کا نکاح کردیں اگر اب بھی نابالغہ ہے اور اگر اب بالغہ ہوگئی یعنی عارضۂ ماہواری آنے لگا تو کسی کفو شرعی سے نکاح کرلینے کا اُسے خود اختیار ہے بہرحال طلاق کی کچھ حاجت نہیں کہ بھائیوں کے رد کیئے سے ماموں کا کیا ہوا نکاح جڑ سے فسخ ہوگیا اور خالد کو اُس دختر سے کچھ تعلق نہ رہا پھر طلاق سے کیا علاقہ۔ درمختار میں ہے لو زوج الا بعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ واللہ تعالٰی اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ از مراد آباد محلہ قانون گویان مرسلہ محمد نبی خاں صاحب رئیس اوائل جمادی الاولٰی ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ شریف زادی جس کے باپ نے انتقال کیا اور بھائی کوئی نہیں صرف عمر واُن کا حقیقی چچا ولی شرعی ہے مادر ہندہ نے غیبت عمرو میں باذن ہندہ بے اطلاع عمرو اُس کا نکاح زید کم قوم غیر کفو یعنی قصاب مالدار سے کردیا جب عمرو آیا اور مطلع ہوا اس خیال سے کہ نکاح تو ہو ہی گیا مصلحتاً منظور کرلیا اور ہندہ کی رخصت کردی کہ برضائے ہندہ وطی بھی واقع ہوئی اب ہندہ اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور تا ادائے مہر معجل زید کے یہاں جانا یا اُسے اپنے نفس پر قدرت دینا نہیں چاہتی اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے اور ہندہ کا

ناشزہ کہا جائیگا یا نہیں اور اُسے زید کے یہاں نہ جانے اور اپنے نفس کے بچانے کا اختیار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں نہ ہندہ ناشزہ نہ زید کو اُس پر دسترس نہ زنہار اُسے قدرت دینگے کہ ہندہ کو اپنے یہاں بُلائے نہ ہرگز ہندہ کو اجازت دینگے کہ بطور زوجیت اُس کے یہاں جائے بلکہ شرعًا دونوں پر واجب کہ اس نکاح فاسد و واجب الفسخ سے دست برداری کریں اور زید نہ مانے تو ہندہ پر لازم کہ بطور خود فسخ کردے صرف اسی کے فسخ کیے سے فسخ ہوجائے گا اور یہ بھی نہ کرے تو حاکم پر واجب کہ اُن میں تفریق کردے اور ہندہ کے لیے مہر مثل اُتنا کہ مہر مسمّی پر زیادہ نہو زید پر لازم آئے گا وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ نکاح غیر ولی یعنی ماں نے کہ چچا کے ہوتے اُسے ولایت نہیں بے رضائے ولی باذن ہندہ کیا تو درحقیقت یہ زن بالغہ کا بطور خود نکاح کرنا ہوا کہ بسبب اذن ولایت متحقق ہوئی اور فعل وکیل بعینہٖ فعل مؤکل ہے فی الخیریۃ مثل فی بکر بالغۃ زوجھا اخوھا لامھا من غیر کفو باذنھا اجاب تزویجہ لھا باذنھا کتزوجھا بنفسھا وھی مسئلۃ من نکحت غیر کفو بلا رضا اولیائھا اھ ملخصا اور روایت مفتی بہا مختار للفتوٰی یہ ہے کہ بالغہ ذات الاولیا جو اپنا نکاح غیر کفو سے کرے وہ اُسی وقت صحیح ہوسکتا ہے کہ ولی شرعی پیش از نکاح صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر کرے اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ شخص کفو نہیں ورنہ اگر عدم کفاءت پر مطلع نہ تھا یا تھا مگر پیش از نکاح اُس نے تصریحًا اظہار پسند و رضا نہ کیا تو ہرگز نکاح صحیح نہیں اگرچہ ولی مذکور نکاح کے وقت ساکت بھی رہا ہو اگرچہ باوجود اطلاع اصلا انکار نہ کیا ہو اگرچہ بعد وقوع نکاح صاف صاف تصریح رضامندی بھی کردی ہو اگرچہ اُس کی رخصت وغیرہ خود ہی کی ہو یہ سب باتیں بیکار ہیں اور اُس نکاح کی کہ شرعًا صحیح نہ ہوا اصلاح نہیں کرسکتیں فان الرضی اللاحق انما ینفع فی الموقوف دون الفاسد درمختار میں ہے یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ اسی طرح فتح القدیر و فتاوٰے خانیہ و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر وغیرہا میں ہے وفی رد المحتار ھذہ روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ اُسی میں ہے السکوت منہ لا یکون رضی کما ذکرنا درمختار میں ہے یجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئھا ولم یزد علی المسمی ویثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینھما اھ ملخصا واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲ از سہسوان ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۰۵ھ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے غیر شہر سے سہسوان میں آکر اپنے آپ کو سُنّی اور قوم کا سید ظاہر کیا عمرو نے کہ شیخ انصاری ہے اپنی لڑکی لیلٰی جس کی عمر وقت نکاح بارہ یا تیرہ برس کی تھی بیان زید سے دھوکا کھا کر اُسے بیاہ دی وہ لڑکی اور اُس کا باپ سب اہلسنت وجماعت ہیں ہنوز رخصت بھی نہ ہوئی تھی نہ لیلٰی نے زید کی صورت دیکھی تھی کہ زید چلا گیا اور جب سے اصلاً خبر نہیں کہ زندہ ہے یا مرگیا اسے کوئی دو برس کا زمانہ ہوا اب جو اُس کا حال دریافت ہوا تو وہ رافضی نکلا اور شراب خواری و قماربازی اس کے علاوہ ہے جب سے یہ کیفیت معلوم ہوئی تو لیلٰی اور اُس کا باپ عمرو اور اُس کی ماں سب ناراض ہیں اور لیلٰی جس کی عمر چودہ پندرہ برس کی ہے اپنا نکاح اور شخص سے کیا چاہتی ہے جو مذہب کا سُنّی اور اعمال کا نیک ہو اس صورت میں شرع شریف لیلٰی کے حق میں کیا حکم دیتی ہے بینوا توجروا

الجواب

اللّٰھم العفو والعافیہ روافض میں جو ضروریات دین سے کسی امر کا منکر ہو مثلاً قرآن عظیم کو بیاض عثمانی نہ کہے اس کے ایک لفظ ایک حرف ایک نقطے کی نسبت گمان کرے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام یا ہم اہلسنت خواہ کسی شخص نے گھٹا دیا بڑھا دیا بدل دیا یا حضرت جناب امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے کسی کو انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والتسلیم کل یا بعض سے افضل بتائے قطعاً کافر ہے اور اُس کا حکم مثل مرتدین کے والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی فتاوٰی عالمگیری میں ہے یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا (الی ان قال) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ آج کل عامہ روافض اسی قسم کے ہیں اُن کے عالم جاہل چھوٹے بڑے تحریراً تقریراً علی الاعلان ان کفریات کا اعتراف کرتے اور اُن کے معتقد کو مومن کامل جانتے اور اپنا پیشوا و مجتہد مانتے ہیں تو اگر اُن میں بعض بالفرض خود معتقد نہ تھے تو یوں کافر ہوئے شفا شریف میں ہے نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام او وقف فیھم او شك او صحح مذھبھم وان اظھر الاسلام واعتقدہ الخ واقرہ علیہ العلامۃ الخفاجی فی نسیم الریاض اسی لیے کہا جاتا ہے کہ روافض زمانہ میں کسی ایسے کا ملنا جسے ایک ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں کبریت احمر کے ملنے سے کچھ زیادہ ہی دشوار ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے یہ مسئلہ اپنے فتاوٰی میں مشرحاً بیان کیا اور بارہا ان لوگوں سے بطلان مناکحت پر فتوٰی دیا اکابر و مشاہیر علمائے عصر اس افتا میں فقیر سے موافق ہیں ہاں جو اس درجہ کا نہ ہو اور ضروریات اسلام سے کسی شئے کا انکار نہ کرتا ہو نہ اُس کے منکروں کو مسلمان جانتا ہو اگرچہ اپنی خباثت سے تبرائے ملعونہ شنیعہ مغضوبہ تک پہنچے صحیح مذہب معتمد مشرب پر بدعتی فاجر ہے نہ مرتد کافر کما حققہ ابی وسیدی معتمد امام المحققین قدس سرہ المکین فی فتاواہ پس اگر زید مذکور جس کے ساتھ لیلٰی کا نکاح ہوا درجہ اول کا رافضی تھا

ف۱: قرآن عظیم میں صحابہ وغیرہ کی طرف سے لفظ کی کمی بیشی و تبدیل کا قائل یقیناً کافر ہے۔

ف۲: جو مولٰی علی کو کسی نبی سے افضل کہے کافر ہے۔

ف۳: قطعی کافر کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے اگرچہ اپنے کو مسلمان کہتا ہو۔

جب تو وہ نکاح یقیناً جزماً باطل محض ہے جیسے کسی ہندو نصرانی یہودی مجوسی کے ساتھ بلکہ ان سے بھی بدتر کہ مرتد اخبث اقسام کفار ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی اس صورت میں لیلٰے کو ایک آن کا انتظار بھی ضرور نہیں بے دغدغہ جس سے چاہے نکاح کرلے اور اگر اس کا رفض درجہ دوم سے متجاوز نہ تھا تو صورت مسئولہ میں کہ نکاح باپ نے کیا اور تقریر سوال سے واضح کہ جب تک فریب زید نہ کھلا تھا لیلٰے وہ والدین لیلٰے سب اسے راضی تھے پس عام ازیں کہ لیلٰے وقت نکاح بالغہ تھی یا نہیں ہر طرح نکاح منعقد ہوگیا مگر ازانجا کہ رافضی مرد زن سنیہ بنت سنی کا کفو نہیں ہوسکتا اور زید نے اپنے آپ کو سنی بناکر فریب مغالطہ دیا لہٰذا شرع مطہر اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار دیگی اگر لیلٰے ہنگام نکاح صغیرہ تھی تو بعد بلوغ اُسے اعتراض وانکار کا اختیار ہوا یا ہوگا اور بالغہ تھی تو جس وقت فریب زید کھلا اُسے اور اس کے اولیا سب کو اختیار دعوٰی فسخ ملا، ردالمحتار میں ہے فی النوازل لوزوج بنتہ الصغیرۃ ممن ینکر انہ یشرب المسکر فاذا ھو مدمن لہ وقالت لاارضی بالنکاح ای بعد ماکبرت ان لم یکن یعرفہ الاب بشربہ وکان غلبۃ اھل بیتہ صالحین فالنکاح باطل لانہ انما زوجہ علی ظن انہ کفؤ ام ثم معناہ انہ سیبطل کما فی الذخیرۃ لان المسئلۃ مفروضۃ فیما اذا لم ترض البنت بعد ما کبرت کما صرح بہ فی الخانیۃ والذخیرۃ وغیرھما ولا فرق فی عدم الکفاءۃ بین کونہ بسبب الفسق اوغیرہ الخ ملتقطا

درمختار میں ہے لوزوجھا برضاھا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لاخیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجھا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفؤ لھم الخیار ولوالجیہ فلیحفظ شامی میں ہے فی البحر عن الظہیریۃ لو انتسب الزوج لھا نسبا غیر نسبہ فان ظھر دونہ وھو لیس بکفؤ فحق الفسخ ثابت للکل مگر اس اختیار کے یہ معنی نہیں کہ عورت یا اولیا خود ہی فسخ کرلیں کہ یہ تو ہرگز جائز نہیں اور اسی پر قناعت کرکے نکاح ثانی کرلیں گے تو زنہار نہ ہوگا بلکہ اس کے یہ معنے کہ قاضی شرع کے یہاں رجوع لائیں جب اُس کے نزدیک آفتاب روشن کی طرح ثابت ہوجائے کہ واقعی زید رافضی تھا اور اُس نے ان لوگوں کو دھوکا بھی دیا یہ اس وقت تک اُس کے احوال سے آگاہ نہ تھے تو اب زید کا پتہ ہے (کہ اُسے بلاکر اُس کے حضور مقدمہ سُنا جائے) یا پتا معلوم ہے تو وہ ایسی جگہ ہے جہاں قاضی نہیں (کہ مقدمہ ترتیب دیکر گواہوں کو بلحاظ شرائط کتاب القاضی الی القاضی وہاں بھیجدیں کہ وہ قاضی اُسے دارالقضا میں حاضر کرکے بمواجہہ فریقین حکم فسخ سناوے) اور زید کو یہاں بلاتے ہیں تو آتا نہیں اور اُس پر جبر کا کوئی طریقہ نہیں، غرض ہر طرح قاضی مذکور ضرورت و مجبوری ملاحظہ کرلے اُس وقت زید کے عزیزوں یا دوستوں سے کسی کو اور وہ نہ ملیں تو اور کسی بے لگاؤ متدین آدمی کو زید کا نائب و وکیل غرلہ دیکر اُس کے حضور مقدمہ سُنے اور بعد ثبوت کامل نکاح فسخ کردے اور ازانجا کہ حسب تصریح سوال ہنوز زید و لیلٰے میں خلوت نہ ہوئی تھی اصلاً انتظار عدت کی حاجت نہیں حکم قاضی ہوتے ہی فوراً جس سے چاہے
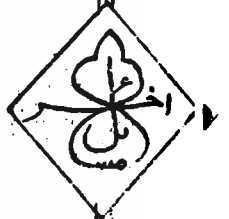
نکاح کرسکتی ہے فتاوٰی قاضی خاں میں ہے لایکون الفسخ لعدم الکفاءة الا عند القاضی لانه مجتهد فیه الخ درمختار میں ہے شرط للکل القضاء الا ثمانیة الخ ردالمحتار میں ہے فیه ایماء الی ان التزوج لوکان غائبا لایفرق بینهما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نہر اور اسی میں ہے قال فی جامع الفصولین الظاهر عندی ان یتأمل فی الوقائع ویحتاط ویلاحظ الحرج والضرورات فیفتی بحسبها جوازا او فسادا مثلا لوطلق امرأته عند العدل فغاب عن البلد ولا یعرف مکانه او یعرف ولکن یعجز عن احضاره او عن ان تسافر الیه هی او وکیلها لبعده او لمانع اٰخر ففی مثل هذا لو برهن علی الغائب وغلب علی ظن القاضی انه حق لا تزویر ولا حیلة فیه فینبغی ان یحکم علیه وله وکذا المفتی ان یفتی بجوازه دفعا للحرج والضرورات مع انه مجتهد فیه ذهب الیه الائمة الثلثة وفیه روایتان عن اصحابنا وینبغی ان ینصب عن الغائب وکیل یعرف انه یراعی جانب الغائب ولا یفرط فی حقه اھ واقره فی نور العین قلت و یؤیده ما فی الفتح من باب المفقود لا یجوز القضاء علی الغائب الا اذا رأی القاضی مصلحة فی الحکم له وعلیه فحکم فانه ینفذ لانه مجتهد فیه اھ ملخصا تنویر میں ہے الغدة سبب رجوعها النکاح المتأکد بالتسلیم وماجری مجراه اور اگر لیلے کے شہر میں کوئی قاضی نہ ہو تو اس کی تدبیر ہم مسئلہ مفقود میں لکھ چکے واللہ اعلم بالصواب والیه سبحٰنه وتعالٰی المرجع والمآب۔

مسئلہ ۳ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زن بازاری کے لڑکا پیدا ہوا جب وہ لڑکا سن بلوغ کو پہنچا تب اُس نے دین اسلام قبول کیا اب جو شخص کہ پہلے سے اہل اسلام تھا اُسے اپنی لڑکی صغیرہ کا نکاح اس کے ساتھ کر دینا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے قال اللہ عزجلالہ ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا الآیۃ مگر یہ نکاح غیر کفو کے ساتھ ہے دو وجہ سے اولاً عورت قدیمی مسلمان ہے اور یہ شخص نومسلم اور نومسلم مسلمان قدیم کا کفو نہیں فی الدرالمختار مسلم بنفسه غیر کفو لمن ابوها مسلم ثانیاً اُس کی ماں زنان بازاری سے تھی اور ان بلاد کا عرف عام ہے کہ ایسے شخص سے نکاح کر دینا اولیائے زن کے لیے قطعاً موجب عار ہوتا ہے اور یہی بنائے عدم کفاءت ہے فی فتح القدیر الموجب هو استنقاص اهل العرف فیدور معه لہٰذا اس میں اُن سب شرائط کا لحاظ واجب ہوگا جو غیر کفو سے نکاح کرنے میں ہیں مثلاً جبکہ دختر نابالغہ ہے اور باپ برضائے خود اُس شخص کے نکاح میں دینا چاہتا ہے تو لازم ہے کہ اس سے پہلے اپنی کسی بیٹی کا نکاح غیر کفو

سے نہ کرچکا ہو ورنہ ناجائز ہوگا فی الدرالمختار لزم النکاح بغیر کفؤ ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا اھ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر کہنہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ عاقلہ بالغہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کیا عمرو کی نسبت اُس وقت شبہہ ہوا تھا کہ شاید رافضی ہو اس پر اُس سے پوچھا گیا اُس نے صاف انکار کیا اور اپنے آپکو سُنّی بتایا اور بہت صفائی کے ساتھ اپنے سُنّی ہونے کا اطمینان دلایا یہاں تک کہ ہندہ کے معمولی اذن و رضا سے نکاح ہوگیا ہندہ رخصت ہوکر عمرو کے یہاں گئی کچھ عرصہ کے بعد جب ماہ محرم آیا اور زید نے ہندہ کو اپنے یہاں بلایا اُس وقت عمرو کا رافضی ہونا ظاہر ہوا اُس نے ہندہ کا زیور وغیرہ سب اُتار کر ایک نیلا چتھڑا رافضیوں کا سا اُڑھا کر ہندہ کو بھیجدیا اور تحقیق ہوا کہ عمرو رافضی ہے جب سے زید نے ہندہ کو اُس کے یہاں جانے نہ دیا اب علمائے اہلسنّت سے فتوے طلب ہے کہ اس صورت میں عمرو رافضی اور ہندہ سُنّیہ کا نکاح صحیح ہے یا نہیں بیّنوا توجروا۔

الجواب

قطع نظر اس سے کہ آج کل عام رافضی ضروریاتِ دین کے منکر اور دائرہ اسلام سے قطعًا خارج ہیں جن سے کسی کا نکاح اصلًا کسی طرح نہیں ہوسکتا بفرضِ باطل اگر یہ شخص اُس حد کا نہ بھی ہو نہ اُن منکرانِ ضروریاتِ دین اور اُن کے مجتہدین کو مسلمان جانتا ہو تاہم اس قدر میں شک نہیں کہ رافضی سُنّی کا کفو نہیں ہوسکتا درمختار میں ہے وتعتبر یعنی الکفاءۃ فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفؤا لصالحۃ الخ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ طحطاوی حاشیہ درمختار میں زیر قول شرح تزوجتہ علی انہ حر او سنی او قادر علی المھر والنفقۃ فبان بخلافہ فرمایا فقد الکفاءۃ بالرق فی الاول وفی الدین فی الثانی وفی المال فی الثالث اور جبکہ ہندہ عاقلہ بالغہ تھی اور نکاح اُس کے اذن سے واقع ہوا تو حقیقۃً وہ ہندہ کا خود اپنا نکاح کرنا تھا کہ بالغہ پر سے ولایت منقطع اور فعل وکیل فعل مؤکل ہے خصوصًا نکاح میں کہ یہاں تو وکیل سفیر و معبّر محض ہوتا ہے اور تقریر سوال سے ظاہر کہ زید ولی ہندہ کو اُس وقت تک عمرو کا رافضی ہونا معلوم نہ تھا عمرو نے براہ فریب اُسے مغالطہ دیا اور وہ اسے سُنّی سمجھ کر نکاح پر راضی ہوا تو حاصل اس صورت کا یہ ٹھہرا کہ عورت نے اپنا نکاح غیر کفو سے کیا اور ولی کو
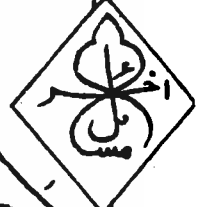
پیش از نکاح اُس کے غیر کفو ورافضی ہونے پر اطلاع نہ تھی ایسی صورت میں ظاہر الروایۃ تو یہ ہے کہ عورت اور اُس کے ولی دونوں کو اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار ہے درمختار میں ہے تزوجتہ علی انہ سنی فبان بخلافہ کان لھا الخیار فلیحفظ انتہے ملخصاً اُسی میں ہے اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار ولوالجیہ فلیحفظ مگر روایت صحیحہ ومفتے بہا پر نکاح اصلاً نہ ہوا فتاوے خیریہ میں ہے سئل فی بکر بالغۃ زوجھا اخوھا من غیر کفوٍ باذنھا اجاب تزویجہ لھا باذنھا کتزوجھا بنفسھا وھی مسئلۃ من نکحت غیر کفوٍ بلا رضاء اولیائھا افتی کثیر بعدم انعقادہ اصلاً وھی روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ ففی المعراج معزیا الی قاضی خاں وغیرہ والمختار للفتوی فی زماننا روایۃ الحسن اھ ملخصاً درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ ردالمحتار میں ہے قولہ بلا رضی نفی عــــلی المقید الذی ھو رضی الولی والقید الذی ھو بعد معرفتہ ایاہ فیصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمھما وبوجود الرضی معہ عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لا تحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذلک اھ پس صورت مستفسرہ میں حکم یہ ہے کہ عمرو وہندہ کا نکاح اصلاً منعقد نہ ہوا نہ وہ اس کا شوہر ہے نہ یہ اُس کی زوجہ نہ اسے اُس کے یہاں بھیجنا یا جانا روا نہ اُس کو اس پر کسی قسم کا اختیار یا دعوی واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ از دیورنیا مسئولہ عنایت حسین صاحب ۸ شوال ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے سالے کے ساتھ میں کر دیا اور اُس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ شخص جملہ منہیات میں مبتلا ہے جیسے شراب خواری اور جوا بازی اور زناکاری اور چوری کرتا ہے تمام اور عارضہ سوزاک اور آتشک وغیرہ کا موجود ہے اور علاوہ اس کے غیر کفو بھی ہے اور تارک الصلاۃ ہے اور خویش دامن وغیرہ اُس کی صالحین میں سے ہیں اور اُن کو اس تعویب سے نہایت خفت اور ذلت اور عار معلوم ہوتی ہے آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ یہ لڑکی وقت نکاح نابالغہ ویتیمہ تھی اور اس کے کوئی بھائی بھی نہیں چچا نے جس سے نکاح کیا وہ پیش از نکاح بھی ایسا ہی بدرویہ وبد اطوار تھا اگر یہ بیان واقعی ہے تو نکاح مذکور اصلاً نہ ہوا فی الدرالمختار ان کان المزوج غیر ھما ای غیر الاب وابیہ لا یصح النکاح من غیر کفوٍ اصلاً وما فی صدر الشریعۃ صح ولھما فسخہ وھم

اُسی میں ہے وتعتبر فی العرب و العجم دیانة ای تقوی فلیس فاسق کفوء الصالحۃ او فاسقة بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاہر نہر انتہی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ سیدزادی کا نکاح اُس کے چچا نے گیارہ برس کی عمر میں بے اطلاع باپ کے اُن کی غیبت میں زید پٹھان سے کردیا آیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

پٹھان سیدزادی کا کفو نہیں ہوسکتا تو یہ نکاح کہ بے اطلاع پدر تھا عام ازانکہ ہندہ اُس وقت بالغہ ہو خواہ نابالغہ اس نکاح پر راضی تھی خواہ ناراض مطلقاً محض باطل واقع ہوا یہاں تک کہ اب اگر اُس کا باپ بھی جائز رکھے تو درست نہیں ہوسکتا زید و ہندہ کو باہم قربت ناروا اور ہندہ اب بالغہ ہو تو اُسے ورنہ اُس کے ولی کو اختیار ہے کہ بے طلاق لیے جس سے چاہے نکاح کردے زید ہرگز مزاحم نہیں ہوسکتا کہ مذہب مفتی بہ پر وہ محض اجنبی ہے فی رد المحتار عن کافی الامام الحاکم الشہید قریش بعضہم اکفاء لبعض والعرب بعضہم اکفاء لبعض ولیسوا باکفاء لقریش ومن کان لہ من الموالی ابوان او ثلثة فی الاسلام فبعضہم اکفاء لبعض ولیسوا باکفاء للعرب اھ وفی الدر المختار یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقة ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ اھ وفی رد المحتار عن البحر الرائق اذا کان لہا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ولیۂ ہندہ کو کہ سیدزادی ہے دھوکا دیکر اپنی قوم اور اپنا اور اپنے باپ کا مشہور نام اور اپنی ماں کا کنیز غیرشرعی ہونا چھپاکر بذریعہ تحریر و تقریر اپنے آپ کو شیخ یا سید اور ڈھائی بسوہ حقیت کا مالک ظاہر کرکے ہندہ سے نکاح کرلیا اور اُس ملک فرضی کو مہر ہندہ قرار دیا بعد خلوت صحیحہ ہندہ کو معلوم ہوا کہ نہ زید کا وہ نام نہ قوم نہ زمین بلکہ وہ کنیزک غیرشرعی سے پیدا ہے اب ہندہ نارضامند ہوکر فسخ نکاح چاہتی ہے آیا صورت مستفسرہ میں نکاح مذکور کو خود فسخ یا اُس کے فسخ کا دعوی کرسکتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ نابالغہ ہے اور یہ نکاح اب وجد نے نہ کیا یا انھیں نے کیا مگر اس بارہ میں اُن کی

بے احتیاطی پہلے بھی ہوئی تھی یعنی کبھی اور بھی اپنی کسی بیٹی پوتی کا غیر کفو دنی القوم یا محتاج سے نکاح کرچکے ہوں تو یہ نکاح اصلاً صحیح نہ ہوا۔ اگر ہندہ کے لیے دور و نزدیک کہیں کوئی ولی مرد عصبہ عاقل بالغ حر مسلم مثلاً باپ دادا بھائی بھتیجا اپنا چچا یا اپنے باپ یا دادا کا چچا یا ان میں کسی کی اولاد ذکور عام ازاں کہ اب وجد کے سوا یہ سب سگے ہوں یا سوتیلے موجود ہے اور یہ نکاح اُس کے بے اطلاع ہوا یا مطلع تھا مگر اُس نے صراحۃً نکاح کی اجازت نہ دی اگرچہ سکوت کیا ہو اگرچہ مجلس عقد میں موجود رہا ہو یا صراحۃً اجازت و رضامندی بھی ظاہر کی بلکہ خود متولی نکاح ہوا مگر وہ ان حالات باطنۂ زید پر وقوف نہ رکھتا تھا تو ان سب صورتوں میں مذہب مفتیٰ بہ پر وہ نکاح محض باطل وکالعدم بلکہ شرعاً فی الحقیقۃ منعدم ہے اگرچہ بعد وقوع نکاح و علم بحالات زید ولی ہندہ صراحۃً کہہ دے کہ میں ایسی حالت پر بھی اس نکاح پر راضی اور اسے جائز رکھتا ہوں تاہم کچھ حاصل نہیں کہ جو شرعاً باطل ہے کسی کی رضامندی سے صحیح نہیں ہوسکتا اس تقدیر پر تو فسخ کی خود کیا حاجت کہ جب عقد ہوا ہی نہیں تو فسخ کیا کیا جائے فی الدر المختار یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ اھ فی رد المحتار لا یلزم التصریح بعدم الرضی بل السکوت منہ لا یکون رضی کما ذکرنا فلابد لصحۃ العقد من رضاہ صریحا وعلیہ فلو سکت قبلہ ثم رضی بعدہ لا یفید فلیتامل اھ وفیہ یصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمھا وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لا تحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذلک اھ اور اگر ہندہ کے لیے اس قسم کا کوئی ولی نہیں یا جو ہیں وہ کل یا بعض یا درصورت تفاوت درجہ صرف ولی اقرب پیش از نکاح با وجود وقوف بحالات زید صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر کرچکا ہو تو بشرطیکہ ہندہ بالغہ ہو صحت نکاح میں کچھ شبہہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ ۴ رمضان مبارک ۱۳۱۳ھ

ماقولہم رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ پٹھان کے لڑکے اور سید کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ لڑکی جوان ہے اور اُس کا باپ زندہ دونوں کو معلوم ہے کہ یہ پٹھان ہے اور دونوں اس عقد پر راضی ہیں باپ خود اُس کے سامان میں ہے جب صورت یہ ہے تو اس نکاح کے جواز میں اصلاً شبہہ نہیں کما نص علیہ فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ یعقوب علیخاں صاحب ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح ہندہ بعمر چار سالہ ہوا تھا اور اُس وقت عمر اُس کے زوج بکر کی پانچ سال تھی جب بکر سن تمیز کو پہنچا تو مردی سے خارج ہے اور ہمراہی ہیجز رقص کرتا ہے تو نامردی اور اُن حرکات زشت کے باعث والد ہندہ عار و کسر شان سمجھکر دختر کے بھیجنے میں منکر ہے اور اب دختر کی عمر چودہ سال ہے شوہر کو پسند وقبول نہیں کرتی تو اس صورت میں دربارہ جواز و عدم جواز نکاح کیا حکم ہے اور بعد تفریق دین مہر اُس کا ذمہ شوہر عائد ہوتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگرچہ مخنثوں کے ساتھ رقص کرنا بیشک زوال کفارت کا باعث ہے کہ ایسے شخص سے رشتہ ضرور موجب ننگ و عار ہے مگر کفارت کا اعتبار ابتدائے نکاح کے وقت ہے اگر اُس وقت کفو ہو پھر کفارت جاتی رہے تو اُس کا لحاظ نہ ہوگا فی الدر المختار والکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالھا بعدہ فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ ظاہر ہے کہ خصلت شنیعہ بکر میں بعد نکاح پیدا ہوئی تو اس وجہ سے ابتداً اُس کے نکاح پر اعتراض نہیں بلکہ یہ دیکھا جائیگا کہ آیا جس وقت نکاح ہوا اُس وقت بھی بکر کفو ہندہ تھا یا نہیں اور مہر ہندہ میں اُس کے مہر مثل سے کمی فاحش ہوئی یا نہیں اور نکاح ہندہ کے باپ یا اُس کی عدم ولایت کی حالت میں دادا نے کیا یا ان کے غیر مثلاً ماں بھائی چچا وغیرہم نے اور ان میں سے کسی نے کیا تو بحالت ولایت خود کیا مثلاً باپ وغیرہ جو اس سے اقرب تھے شرعاً قابل ولایت نہ تھے خواہ اُن کی ولایت نہ رہی تھی یا بحال عدم ولایت کیا تھا کہ دوسرا ولی اقرب موجود تھا پھر اس تقدیر پر ولی اقرب نے سُن کر جائز کر رکھا یا رد کر دیا یا ہنوز ساکت ہے غرض صورتیں بہت ہیں اور ان سب کا حکم شرعی یہ کہ صغیرہ کا نکاح جب غیر اب وجد نے کیا ہو اگر مہر مثل میں کمی فاحش کی یا زوج اُسی وقت مثلاً بوجہ کم قوم ہونے کے کفو نہ تھا تو وہ نکاح سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتا اگرچہ یہ غیر ہی اُس وقت ولی اقرب ہو اور اگر اُس وقت کفارت بھی اور مہر میں بھی کمی فاحش نہ ہوئی تو بحال عدم ولایت نکاح اجازت ولی اقرب پر موقوف رہتا ہے اگر اُس نے جائز کر دیا نافذ ہو گیا رد کر دیا باطل ہو گیا ساکت ہے تو ابھی اُسے اختیار ہے کہ رد کر دے خواہ نافذ اور اگر وہ ساکت ہی رہے یہاں تک کہ صغیرہ سن بلوغ کو پہنچی تو اب اُسے خود اختیار ہوگا کہ اُس نکاح موقوف کو رد یا نافذ کر دے اور بحال ولایت نکاح منعقد و نافذ ہوتا مگر صغیرہ کو خیار بلوغ ملتا ہے یعنی اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر نکاح کا حال اُسے پہلے سے معلوم ہے تو جس وقت بالغہ ہو یعنی علامت بلوغ مثل حیض ظاہر ہو یا پندرہ برس کی عمر ہو جائے اور اگر پہلے سے معلوم نہیں تو بعد بلوغ جس وقت نکاح کی خبر ہو کہدے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں اس صورت میں حاکم مطلقا

ف۱ کفارت کا اعتبار وقت نکاح ہے اگر وقت نکاح کفو تھا اور بعد میں کفارت نہ رہی تو نکاح بدستور صحیح ہے۔

فل مسائل متعلقہ

نکاح فسخ کر دیگا اگرچہ شوہر نامرد و مخنث نہ بھی ہو مگر اس خیار میں کواری لڑکی کو حکم ہے کہ بالغہ ہوتے ہی یا بعد بلوغ خبر پاتے ہی فوراً فوراً بلا توقف اپنی ناراضی ظاہر کرے اگر ذرا دیر لگائے گی یہ خیار جاتا رہے گا اگرچہ شوہر نامرد و مخنث سہی اور جو لڑکی شوہر رسیدہ ہو اُسے اختیار وسیع ملتا ہے کہ بعد بلوغ یا بالغہ ہونے پر اطلاع کے بعد جب چاہے ناراضی ظاہر کرے نکاح فسخ کر دیا جائیگا جبتک کہ وہ صراحۃً زبان یا کسی فعل مثلاً بوسہ لینے یا نان و نفقہ مانگنے سے رضامندی ظاہر نہ کرے اور جب باپ دادا نکاح کریں تو صغیرہ کو اس راہ سے اصلا اختیار فسخ نہیں ہوتا اگرچہ کفارت نہ ہو یا مہر مثل میں کمی فاحش ہو بشرطیکہ نکاح خود باپ دادا نے پڑھایا یا شوہر و مقدار مہر معین کرکے کسی کو وکیل کیا یا جس نے چاہا بلا اجازت پڑھا دیا مگر جب باپ یا دادا ولی اقرب کو خبر ہوئی تو باوصف علم عدم کفارت و غبن فاحش اُسے نافذ کر دیا کہ ان صورتوں میں بھی وہ نکاح باپ دادا کا بذات خود ہی کیا ہوا ٹھہریگا اور صغیرہ کو اصلا اختیار اعتراض نہ ملے گا مگر یہ کہ باپ یا دادا اس تزویج یا توکیل یا تنفیذ کے وقت نشے میں ہوں یا اس سے پہلے بھی اپنے کسی بچے کا نکاح غیر کفو یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کر چکے ہوں تو یہ نکاح اُن کا کیا ہوا بھی صحیح نہیں ہوتا فی الدر المختار لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفوان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا لم یعرف منہما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران وان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمہر المثل صح ولکن الصغیر والصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ وبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولا یمتد الی آخر المجلس وان جہلت بہ وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ علیہ کقبلۃ ولمس اھ ملتقطا وفیہ عن النہر بحثاً لو عین (ای الاب او الجد) لوکیلہ القدر (ای قدر المہر) صح اھ موضحا وفی رد المختار وکذا لو عین لہ رجلا غیر کفؤ کما بحثہ العلامۃ المقدسی اھ وفیہ بعیدۃ عن البحر عن المحیط ان الجواز ثبت باجازۃ الولی فالتحق بنکاح باشرہ اھ وفی التنویر والدر (للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب) فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ زمسافۃ القصر واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفؤ الخاطب جوابہ وعلیہ الفتوی اھ مختصرا وفی فتح القدیر لو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجاز بنفسہ نفذ لانہا کانت متوقفۃ الخ پس اگر نکاح ہندہ میں صورت واقعہ وہ تھی جس میں نکاح سرے سے صحیح ہی نہ ہوا یا صحیح ہو کر بسبب رد ولی اقرب باطل ہوگیا جب تو ظاہر ہے کہ بکر کو ہندہ پر
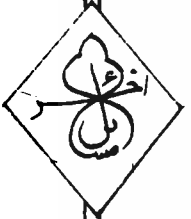
کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا نہ وہ اس کی زوجہ نہ یہ اُس کا شوہر اور جب کہ ہنوز رخصت نہیں ہوئی جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے مہر اصلاً لازم نہیں بلکہ ایسی حالت میں اگر فی الواقع مرد نامرد ہو اس صورت میں مہر لازم ہونے کی کوئی شکل ہی نہیں کہ نکاح غیر صحیح ہو تو مہر جماع سے لازم ہوتا ہے اور نامرد قابل جماع نہیں اور اگر صورت وہ ہو جس میں نکاح ہنوز اجازت صاحب اجازت پر موقوف ہو تو اگر پدرِ ہندہ کی جانب سے قبل اس انکار کے اجازت ورضا متحقق نہ ہوئی تھی تو اب اس انکار سے رد ہوگیا اور اگر یہ انکار اس طور پر ہے کہ نکاح کو تو رد نہیں کرتا مگر رخصت کرنا نہیں چاہتا تو اب یہ ولی ہندہ یا بحال بلوغ خود ہندہ کے ہاتھ کی بات ہے رد کردیں رد ہوجائیگا۔ اور جبکہ جماع نہ ہوا مہر کچھ نہیں کما یاتی لکونہ فسخا اور اگر صورت وہ تھی جس میں ہندہ کو خیار بلوغ ملے اور وہ اس خیار کو حسب شرائط مذکورہ استعمال میں لاچکی یا ہنوز اُس کا وقت نہیں آیا کہ ہندہ ابھی نابالغہ ہے تو جب وقت آئے استعمال میں لائے تو بھی ہندہ کو نجات کامل ہے دفت حاصل کہ فقط اُس کا یہ اظہار ناراضی کرنا ہی حکم فسخ کا منشا ہوجائیگا اور حاکم مجرد اسی بنا پر نکاح فسخ کردیگا اور اب بھی مہر اصلاً عائد نہ ہوگا کہ نکاح فسخ سے گویا بے ہوا ہوجاتا ہے فی رد المحتار المھر کما یلزم جمیعہ بالدخول کذا بموت احدھما قبل الدخول اما بدون ذلک فیسقط ولو الخیار منہ لان الفرقۃ بالخیار فسخ للعقد والعقد اذا انفسخ یجعل کانہ لم یکن کما فی النھر ہاں اگر صورت وہ تھی جس میں ہندہ کو خیار بلوغ سرے سے نہ ملا یا ملا تھا اور از انجا کہ ہندہ کوآری ہے جسے خیار وسیع نہیں ملتا بوجہ سکوت ساقط ہوگیا تو اب بالفعل ہندہ خواہ اُس کے باپ کو اصلاً کوئی حق اعتراض وانکار حاصل نہیں نکاح صحیح وتام ہوچکا اور اُن حرکات شنیعہ کا بکر میں پیدا ہوجانا مبطل یا وجہ ابطال نکاح نہیں اور ابھی کہ ہندہ کی رخصت نہ ہوئی نامردی بکر کا دعوٰی قابل سماعت نہیں کہ عورت کے حق میں نامرد وہ ہوتا ہے جو خاص اُس عورت کی فرج داخل کے اندر ذکر حشفہ تک غائب کرنے پر قادر نہ ہو اور یہ باختلاف زمان مختلف ہوسکتا ہے ممکن کہ کوئی شخص[ف۱] ایک عورت کی فرج میں ادخال نہ کرسکے اور دوسری پر قادر ہوجائے تو اُس دوسری کے حق میں نامرد نہ ہوگا فی الھندیۃ عن النھایۃ ان کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض وذلک لمرض اولضعف فی خلقہ اولکبر سنہ اوسحر فھو عنین فی حق من لایصل الیھا بلکہ اگر تسلیم ہی کرلیں کہ بکر ہندہ کے حق میں بھی نامرد ہے تاہم اس بنا پر رخصت سے انکار نہیں ہوسکتا کہ نامردی مبطل نکاح نہیں ہوتی بلکہ بعد دعوٰی[ف۲] وثبوت عدم مجامعت مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جاتی ہے اور عورت ہرگز اختیار نہیں رکھتی کہ ان دونوں کو اُس سے ؎ ادھر گزار دے جتنے دن

ف۱: ممکن کہ ایک عورت پر کسی وجہ خاص سے قادر نہ ہو دوسری پر قادر ہو تو دوسری کے حق میں عنین نہیں۔

ف۲: اگر عورت شوہر کی نامردی کا دعوٰی کرے [illegible]
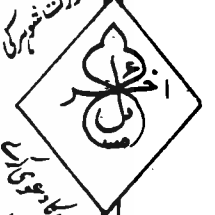
خود جُدا رہے گی مدت میں اُتنے روز اور بڑھا دیے جائیں گے فی الدر المختار وجدتہ عنینا اجل سنۃ ورمضان وایام حیضہا منہا وکذا حجہ وغیبتہ لامدۃ حجہا وغیبتہا جب زوجہ کے حق میں نامردی بثبوت شرعی ثابت ہونے کے بعد بھی عورت ہنوز خودمختار نہیں ہوتی جبتک مدت یک سال گزرنے پر بھی عدم جماع ثابت ہوکر تفریق نہ ہوجائے تو پیش از رخصت ایسے خیالات کی بنا پر خودمختاری ہرگز صحیح نہیں بلکہ چارہ کار وہی حاکم شرع کے حضور دعوٰی نامردی اور بعد ثبوت بکارت اُس کے حکم سے مہلت یکسالہ ملنی اور بعد مرور میعاد حاکم شرع کو بقائے بکارت ثابت ہونے پر ہندہ کے فوراً تفریق مانگنے پر خود بکر یا وہ نہ مانے تو حاکم شرع کا تفریق کردینا ہے اُس وقت طلاق بائن ہوجائے گی اور اگر بکر نے ہندہ سے خلوت ہی نہ کی تو نصف مہر اور خلوت کی اور ادخال ذکر پر قدرت نہ پائی تو کل مہر لازم آئے گا فی الھندیۃ ان اختارت الفرقۃ امر القاضی ان یطلقہا بائنۃ فان ابی فرق بینہما ھکذا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الاصل کذا فی التبیین والفرقۃ تطلیقۃ بائنۃ کذا فی الکافی ولہا المھر کاملا وعلیہا العدۃ بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بہا والا فلا عدۃ علیہا ولہا نصف المھر ان کان مسمی والمتعۃ ان لم یکن کذا فی البدائع واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک شخص اجنبی عمرو کے مکان پر رہتا تھا عمرو نے وارثان ہندہ کو بہکا کر اور دھوکا دیکر زید کا نسب سیّد بتایا اور نکاح کرادیا بعد چند مدت کے معلوم ہوا کہ سیّد نہیں نوربات ہے اب وارثان ہندہ کو شرم معلوم ہوتی ہے اور بہت اہانت ہے کہ سیّد اور نوربات کا نکاح بہت عار ہے لہذا وارثان ہندہ کو فسخ کرنا فی زماننا جائز ہے یا نہیں زید بعد ظاہر ہونے حال کے وہاں سے چلاگیا وقت رخصت زوجہ سے قسم کھا کر کہا میں اس قریہ میں تاحیات نہ آؤنگا پھر اسی مضمون کا خط لکھ بھیجا اب اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں کچھ حاجت فسخ نہیں کہ وہ نکاح سرے سے خود ہی نہ ہوا سائل مظہر کہ ہندہ بالغہ ہے اور روایت مفتی بہا پر ولی والی عورت کے لیے کفاءت شرط صحت نکاح ہے یا ولی اقرب پیش از عقد عدم کفاءت پر دانستہ اپنی رضا ظاہر کردے بعد عقد راضی ہوجانا بھی نفع نہیں دیتا فی ردالمحتار

تعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح علی ظاھر الروایۃ ولصحتہ علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی اھ وفی الدر المختار یفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی فلا تحل بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ اھ مختصرا فی ردالمحتار ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر یہاں جبکہ وہ کفو نہیں اور ولی کو دھوکا دیا گیا دونوں امر سے کچھ متحقق نہ ہوا اور نکاح باطل محض رہا بعد ظہور حال زید کی وہ قسم و تحریر سب مہمل ہے جس پر ہندہ کے لیے کوئی حکم حرمت مترتب نہیں ہوسکتا اما مسألۃ الھندیۃ انتسب لھا الزوج نسبا غیر نسبہ فان ظھر دونہ وھو لیس بکفؤ فحق الفسخ ثابت للکل ومسألۃ الدرر عن الولوالجیۃ نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لا خیار لھا بل للاولیاء ولو زوجھا برضاھا وشرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفؤ کان لھم الخیار فظاھر ان کل ذلک مبنی علی الظاھر وھو صحۃ العقد وثبوت الاعتراض کیف وقد نقل المسألۃ فی الخانیۃ عن الاصل اما علی المختارۃ للفتوی فلا صحۃ اصلا کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از الٰہ آباد چوک مرسلہ مولوی عبدالغفور صاحب سوداگر ۲۳ صفر ۱۳۱۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ان العالم العجمی کفؤ للسیدۃ ام لا بینوا بسند الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

نعم اذا کان دینا متدینا لان فضل العلم فوق فضل النسب قال اللہ تعالٰی یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت وقال تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون فی وجیز الامام الکردری العجمی العالم کفء للعربی الجاھل لان شرف العلم اقوی وارفع وکذا العالم الفقیر للغنی الجاھل وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفو للجاھل القرشی والعلوی اھ وفی الفتح والنھر وغیرھما عن جامع الامام قاضیخان العالم العجمی یکون کفؤا للجاھل العربی والعلویۃ لان شرف العلم فوق شرف النسب اھ وفی النھر والدرر جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ والوجہ فیہ ظاھر الخ وفی ردالمحتار عن الخیر الرملی عن مجمع الفتاوی عن المحیط العالم یکون کفؤا للعلویۃ لان شرف الحسب اقوی الخ قال وذکر ایضا یعنی الرملی انہ جزم بہ فی المحیط والبزازیۃ والفیض وجامع الفتاوی والدر الخ وتمام تحقیقہ فیہ وفی الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ قد قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما للعلماء درجات فوق المؤمنین بسبعمائۃ درجۃ ما بین کل درجتین مسیرۃ خمسمائۃ عام وھذا مجمع علیہ وکتب العلم طافحۃ بتقدم العالم علی القرشی

ولم یفرق سبحٰنہ وتعالٰی بین القرشی وغیرہ فی قولہ تعالٰی ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون اھ ملتقطا

قلت وانما قیدنا بکونہ دینا متدینا لانہ ھو العالم حقیقۃ واما اصحاب الضلال فشر من الجھال فان الجھل المرکب اشنع واخنع وصاحبہ فی الدارین احقر واوضع صغارھم کالانعام بل ھم اضل وکبارھم کالکلاب لابل اذل اخرج الدارقطنی قال حدثنا القاضی الحسین بن اسمعیل نا محمد بن عبداللہ المخرمی نا اسمعیل بن ابان ثنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع کلاب اھل النار واخرجہ عنہ ابوحاتم الخزاعی فی جزئہ الحدیثی بلفظ اصحاب البدع کلاب اھل النار ولابن نعیم فی الحلیۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ قال العلماء الخلق الناس والخلیقۃ البہائم نسأل اللہ السلامۃ والعفو والعافیۃ ثم **اقول** یجب التقیید ایضا بما اذا لم یکن من المتناھین فی الدناءۃ المعروفین بہا کالحائک والدباغ والخصاف والحلاق ونظائرھم فان المدار علی وجود العار فی عرف الامصار کما صرح بہ العلماء الکبار قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ اھ وفی رد المحتار قد علمت ان الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ فعلی ھذا من کان امیرا او تابعہ وکان ذامال ومروءۃ وحشمۃ بین الناس لاشک ان المرأۃ لا تتعیر بہ فی العرف کتعیرھا بدباغ وحائک ونحوھما وان کان الامیر او تابعہ اکلا اموال الناس لان المدار ھنا علی النقص والرفعۃ فی الدنیا اھ مختصرا ولا شک ان العلویۃ فی بلادنا لاتتعیر بالافاغنۃ والمغول المحلین بحلیۃ العلم والفضل فانھم فی انفسھم یعدون ھنا من الشرفاء الانجاب فاذا انضاف الی ذلک فضل العلم جبر نقص نسبھم بالنسبۃ الی العلوی بخلاف الحاکۃ والحلاقین واشالھم فان التعیر بھم لایزول لعلمھم اللھم الا اذا تقادم العہد وتناساہ الناس وظہر لہ الوقع فی القلوب والعظم فی العیون بحیث لم یبق العار لبنات الکبار وذلک قلیل جدا فی ھذہ الامصار بل لایکاد یوجد عند الاعتبار ومن عرف المدار عرف ان الحکم علیہ یدار فافہم واعلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: مرسلہ حاجی موسٰی عربی ۳ رذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ سادات کرام بیبیوں سے غیر قوم غیر سید مثل شیخ مغل پٹھان وغیرہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب
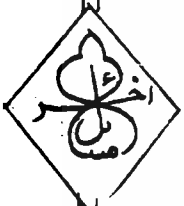
سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کرسکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہوسکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو اُس سے بھی مطلقاً نکاح ہوسکتا ہے ورنہ اگر سیدانی نابالغہ ہے اور اُس غیر قریش کے ساتھ اُس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے اور اگر باپ دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کرچکے ہیں تو اب اُن کے کیے بھی نہ ہوسکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اُس کا ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے اُس غیر قریشی سے اپنا نکاح کرسکتی ہے اور اگر اُس کا کوئی ولی یعنی باپ دادا پردادا اُن کی اولاد ونسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اُس نے پیش از نکاح اُس شخص کو غیر قریشی جانکر صراحۃً اُس نکاح کی اجازت دی جب بھی جائز ہوگا ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا ان تمام مسائل کی تفصیل درمختار وردالمحتار وغیرہما کتب معتمدۂ مذہب اور فقیر کے فتاوے میں متعدد جگہ ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵: از رسالہ مرسلہ سید محمد شاہ صاحب ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

ایک شخص کا قول ہے کہ سید یعنی آل نبی کی دختر ہر ایک کو پہنچ سکتی ہے یعنی ہر مسلمان سے عقد جائز ہے دوسرے نے جواب دیا کہ اگر جاروب کش مسلمان ہوجائے تو بھی جائز ہے تو اُس کا جواب دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔

الجواب

شخص مذکور جھوٹا کذاب اور بے ادب گستاخ ہے سادات کرام کی صاحبزادیاں کسی مغل پٹھان یا غیر قریشی شیخ مثلاً انصاری کو بھی نہیں پہنچتیں جبتک وہ عالم دین نہ ہوں کہ اگرچہ یہ قومیں شریف گنی جاتی ہیں مگر سادات کا شرف اعظم واعلٰی ہے اور غیر قریش، قریش کا کفو نہیں ہوسکتا تو رذیل قوم والے معاذ اللہ کیونکر سادات کے کفو ہوسکتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالغہ سیدانی خود اپنا نکاح اپنی خوشی ومرضی سے کسی مغل پٹھان یا انصاری شیخ غیر عالم دین سے کرے گی تو نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں جبتک اُس کا ولی پیش از نکاح مرد کے نسب پر مطلع ہوکر صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے اور اگر نابالغہ ہے اور اُس کا نکاح باپ دادا کے سوا کوئی ولی اگرچہ حقیقی بھائی یا چچا یا ماں ایسے شخص سے کردے تو وہ بھی محض باطل ومردود ہوگا اور باپ دادا بھی ایک ہی بار ایسا نکاح کرسکتے ہیں دوبارہ اگر کسی دختر کا نکاح ایسے شخص سے کرینگے تو اُن کا کیا ہوا بھی باطل ہوگا کل ذٰلک معروف فی کتب الفقہ کالدر المختار وغیرہ من الاسفار وقد فصلنا القول فیہ فی فتاونا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷ از مدرسہ تحصیلی نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ مدرس اول مدرسہ مذکور ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ جو غیر کفو تھا لاعلمی میں کردیا بعد بلوغ زوجہ اور علم غیر کفو ہونے زوج کے زوجین میں نااتفاقی ہے اور ہندہ بھی بعد علم کے نہایت ناراض ہے اور دختر کی مفارقت چاہتی ہے مگر خالد محض ایذارسانی کی وجہ سے اُس کو طلاق نہیں دیتا اس صورت میں یہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں اور زوجہ مذکورہ کو نکاح ثانی کرنے کا اختیار رہی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

سائل نے بعد استفسار اظہار کیا کہ عورت پٹھان ہے اور خالد قوم کا دُھنا اور اُس نے اپنے آپکو پٹھان ظاہر کرکے براہ فریب نکاح کرلیا منکوحہ مذکورہ کا وقت نکاح باپ دادا کوئی نہ تھا ہاں جوان بھائی موجود تھا مگر کسی وجہ سے جلسہ نکاح میں شریک نہ ہوا نہ ماں نے اُس سے اجازت لی۔ پس صورت مستفسرہ میں شرعاً یہ نکاح ہوا ہی نہیں فسخ کسے کیا جائے دختر ہندہ کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے درمختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفو اصلا وما فی صدر الشریعۃ صح ولھما فسخہ وھم ردالمحتار میں زیر قول شارح تعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح فرمایا ای علی ظاہر الروایۃ ولصحتہ علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی درمختار میں ہے لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے انھم قالوا کل عقد لا مجیز لہ حال صدورہ فھو باطل لا یتوقف فتح القدیر سے ہے ای لا مجیز لہ ای ما لیس لہ من یقدر علی الاجازۃ یبطل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۸ از سنبھل ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

زید پہلے ٹھاکر تھا اب اپنے والدین وعیال واطفال کو چھوڑکر مشرف باسلام ہوگیا زید کی خواہش ہے کہ نکاح کرے زید کا کُل خاندان اُس سے برعکس ہے بی بی کو مسلمان ہونا قبول نہیں پس ایسی حالت میں سوالات ذیل ازروئے شرع شریف حل طلب ہیں زید کی عمر اب ۲۲ سال ہے (۱) زید مشرف باسلام ہونے کے بعد کون قوم شمار کیا جائے اگر شیخ تو کون شیخ کیونکہ شیخ بہت قسم کے ہیں (۲) کس قوم کی لڑکی کے ساتھ زید کا نکاح ہوسکتا ہے فی الحال سب اقوام انکار کرتی ہیں شرع شریف کی رو سے کس قوم پر استحقاق ہے (۳) اب زید کی اولاد ماں کی قوم پر مانی جائے گی یا باپ کی ذات پر (۴) شرع شریف کی رو سے رذالت اور شرافت قوم پر منحصر ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

مسلمان ہونے سے دونوں جہان کی عزت حاصل ہوتی ہے مگر مذہب کسی قوم کا نام نہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جس قوم و قبیلہ کے لوگ اسلام لاتے بعد اسلام بھی اُسی قوم و قبیلہ کی طرف نسبت کیے جاتے ہندوانی قوموں میں چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں اُن میں چھتری یعنی ٹھاکر دوسرے نمبر پر ہیں ہندوستان میں اکثر سلطنت اسی قوم کی رہی ولہذا انھیں رجپوت کہتے ہیں تو ہندی قوموں میں ان کا معزز ہونا ظاہر ہے اور ہماری شریعت مطہرہ نے حکم دیا کہ اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ جب تمھارے پاس کسی قوم کا عزت دار آدمی آئے تو اُس کی خاطر کرو۔ خالی آنے پر تو یہ حکم تھا اور جو بندۂ خدا بہدایت الٰہی بالکل ٹوٹ کر ہم میں آملا ہم میں کا ہو گیا اُس کا کس قدر اعزاز و اکرام اللہ سبحٰنہ کو پسند ہوگا۔ اسلام کی عزت کی برابر اور کیا عزت ہے اس لئے تو اُسے اور بھی چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگادیے اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اُسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المومنون اخوۃ اور فرماتا ہے فاخوانکم فی الدین پھر جو کسی معزز قوم کا اسلام لائے اُسے کیونکر حقیر سمجھا جائے شیخ کسی خاص قوم کا نام نہیں ہندوستان میں مسلمانوں نے تین قومیں خاص شریف قرار دیں اور انھیں سید یا میر اور خاں اور بیگ کے خطاب دیے کہ ان سب لفظوں کے معنے عربی و فارسی و ترکی میں سردار ہیں باقی تمام شرفا مثل اولاد امجاد خلفائے کرام و بنی عباس و انصار کو ایک لقب عام دیا شیخ کہ یہ بھی بمعنی بزرگ ہے ان کے سوا جو قومیں رہ گئیں کہ دنیاوی عرف میں رذیل سمجھی جاتی ہیں اُنھوں نے جب دیکھا کہ میر و خاں و بیگ تو خاص خاص اقوام کے لقب ہیں اُن میں گنجائش نہیں اور شیخ ایک عام لفظ ہے جس میں باقی سب داخل تو اسی کو سمائی والا خطاب پاکر سب قوموں نے اپنی بھرتی اُسی میں کردی دُھنا جولاہا جس سے پوچھیے اپنے آپکو شیخ بتائیگا مگر حقیقۃً شیخ کی اصطلاح صرف اُنھیں شریف قوموں یعنی صدیقی فاروقی عثمانی علوی جعفری عباسی انصاری و امثالہم کے لیے ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُستاذ امام عطا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ تھا کہ جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہو اس کی ولاء اُس کے لیے ہے فی ردالمحتار عن البدائع عند عطاء ہو مولی للذی اسلم علی یدہ اور ولاء ایک رشتہ ہے مثل رشتہ نسب کے حدیث میں ہے الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب اخرجہ الحاکم والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس کی ولاء جس

قوم کے لیے ہو وہ انہیں میں گنا جاتا ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مولی القوم من انفسھم رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مذہب کا ایک حدیث بھی پتا دیتی ہے من اسلم علی یدیہ رجل فلہ ولاءہ جس کے ہاتھ پر کوئی شخص ایمان لائے تو اس کا رشتہ ولاء اسی سے قرار پائے اخرجہ الطبرانی فی الکبیر وابن عباس والدارقطنی والبیھقی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عجب نہیں کہ اس حدیث کا منشا بھی یہی ہو کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من اسلم من اھل فارس فھو قرشی اہل فارس سے جو اسلام لائے وہ قرشی ہے رواہ ابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کہ قریش نے فارس فتح کیا اُس کے لوگ ... ہاتھوں پر مشرف باسلام ہوئے۔ اس مذہب کی بنا پر جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوگا بطور رشتہ ولاء اُسی قوم میں گنے جانے کے قابل ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) زید جبکہ خود اپنے ... سے مسلمان ہوا تو اُسے دربارہ نکاح کفو وہمسر ہونے کا حق اُسی عورت پر پہنچتا ہے جو خود مسلمان ہوئی ہو جس لڑکی کا باپ مسلمان ہوا اور اُس کے ... میں یہ لڑکی پیدا ہوئی خود مسلمان ہونے والا اُس کا بھی کفو نہیں فی الدرالمختار اما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلام فمسلم بنفسہ غیر کفو لمن ابوھا مسلم ومن ابوہ مسلم غیر کفو لذات ابوین وابوان فیھما کالآباء لتمام النسب بالجد اھ مختصرا اور اس کے سوا پانچ صورتیں اُس کے نکاح کی اور ہیں ایک یہ کہ عورت عاقلہ بالغہ جس کا کوئی ولی نہ ہو برضائے خود اس سے نکاح کرے دوم ایسی عورت کا ولی بھی پیش از نکاح اسے نومسلم جان کر اس کے ساتھ نکاح کرنے پر صراحۃً اپنی رضا ظاہر کر دے سوم نابالغہ کا باپ یا یتیمہ کا دادا اس کے ساتھ نکاح کر دے جبکہ اس سے پہلے کسی نابالغہ کا نکاح اپنی ولایت سے کم قوم یا کسی طرح کے غیر کفو میں نہ کر چکا ہو چہارم مجہول النسب لڑکی کا حاکم اسلام اپنی ولایت سے اس کے نکاح میں دیدے پنجم یہ شخص علم دین حاصل کرلے مسلمانوں میں اس کی علمی فضیلت اوروں کی نسبی شرافت یا اسلامی قدامت کے ہم پلہ ہو جائے عار عرفی باقی نہ رہے اُس وقت یہ شخص ہر قوم وقبیلہ کا کفو ہوسکتا ہے (۳) اولاد ہمیشہ باپ کی قوم پر ہوتی ہے قال تعالیٰ وعلی المولود لہ رزقھن رہا شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم تم میں زیادہ مرتبہ والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقوی رکھتا ہے ہاں دربارۂ نکاح اس کا ضرور اعتبار رکھا ہے کہ باپ دادا کے سوا کسی ولی کو اختیار نہیں کہ نابالغہ لڑکی کا نکاح کسی غیر کفو سے کر دے جس سے اس کی شادی عرف میں باعث ننگ وعار

اگر کر دیگا نکاح نہوگا عاقلہ بالغہ عورت کو اجازت نہیں کہ بے رضامندی صریح اولیا اپنا نکاح کسی غیر کفو سے کرلے اگر کرلے گی نکاح نہوگا والمسائل مسرودۃ فی کتب المذھب جمیعا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱ از کوپاگنج ڈاک خانہ کوپاگنج محلہ پورہ چندن ضلع اعظم گڑھ مکان مولوی الٰہی بخش صاحب مرسلہ حافظ محمد عبدالکریم صاحب، ۱۸ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت داشتہ رکھا یعنی ہندہ کو جو خالد کی منکوحہ تھی اور خالد نے طلاق نہیں دیا اور جس زمانے سے زید نے ہندہ کو اپنے پاس رکھا اُس کے بطن سے کئی ایک لڑکے لڑکی پیدا ہوئے زید لڑکے لڑکی کی شادی چاہتا ہے لوگ کہتے ہیں حرامی ہیں پس حدیث شریف میں ایسی لڑکے لڑکیوں کے بارہ میں کوئی وعید وارد ہے یا اُس فعل کا عذاب ثواب اُن کے ماں باپ کو ہوگا بینوا توجروا

الجواب

سائل نے محاورے کے مطابق لفظ ثواب بھی لکھدیا جس طرح کسی حکایت پر کہتے ہیں عذاب و ثواب برگردن راوی حالانکہ اُس کا محل وہاں ہے کہ اُس امر میں دو باتوں کا احتمال ہو حرام میں ثواب کی کیا گنجائش یہ لفظ خطائے شدید ہے آئندہ احتراز لازم۔ زنا کا عذاب صرف زانی و زانیہ پر ہے اولادِ زنا پر اُس کا وبال نہیں قال اللہ تعالٰی لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی حدیث میں ہے لیس علی ولد الزنا من وزر ابویہ شیئ ولد الزنا پر اپنے ماں باپ کے گناہ سے کچھ نہیں رواہ الحاکم عن الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا حدیث صحیح میں اولادِ زنا کی نسبت اس قدر وارد ہے کہ ولد الزنا ^ف۱^ شر الثلثۃ حرام کا بچّہ اپنے ماں باپ سے بھی بدتر ہوتا ہے رواہ الامام احمد وابوداود والحاکم والبیھقی فی السنن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ بھی وہی حرکات اختیار کرے خود دوسری حدیث میں اس مطلب کی تصریح ارشاد ہوئی کہ ولد الزنا شر الثلثۃ اذا عمل بعمل ابویہ حرامی اپنے ماں باپ سے بھی بدتر ہے جب کہ اُن کی طرح وہی کام کرے رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیھقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن یا یہ معنے کہ یہ عادتوں خصلتوں میں غالبًا اُن سے بھی بدتر ہوتا ہے جبکہ علم و عمل اسکی اصلاح نہ کریں اصلاح نہ کریں کہ بُرے تخم سے بُری ہی کھیتی پیدا ہوتی ہے ع شمشیر نیک زاہن بد چوں کند کسے اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ ^ف۲^ فرخ الزنا لا یدخل الجنۃ زنا کا چوزہ جنت میں نہ جائیگا رواہ ابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند ضعیف یعنی غالبًا اُس سے وہ افعال صادر

ف۱: حدیث ولد الزنا شر الثلثہ کا مطلب

ف۲: حدیث فرخ الزنا لا یدخل الجنۃ کا مطلب۔

ہونگے جو سابقین کے ساتھ دخول جنت سے روکیں گے بالجملہ یہ مطلب کسی طرح نہیں کہ اُن کے گناہ کا عذاب اس پر ہو یا بے گناہ کیسے یہ کسی وعید کا مستحق ہو مگر امر نکاح میں شرع مطہر نے کفارت کا بھی لحاظ فرمایا ہے دختروں کے لیے مطلقا بالغہ ہوں خواہ نابالغہ اور پسروں کے لیے جبکہ نابالغ ہوں کما حررہ فی ردالمحتار مستندا لما فی البدائع وحققناہ بما فی البحر والخیریۃ والخانیۃ والتبیین والکافی والسراج الوہاج والھندیۃ کما ذکرنا فیما علقناہ علی ردالمحتار اور شک نہیں کہ جس کا ولد الزنا ہونا مشہور ہو اُس سے دختر حلال کا نکاح عرفا باعث ننگ و عار و انگشت نمائی ہوتا ہے اور یہی معنے عدم کفارت کے ہیں فی الشامیۃ عن الفتح ان الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ تو بحالت عار کسی عورت کا نکاح ولد الحرام کے ساتھ نہیں ہوسکتا اگر کیا جائیگا نکاح اصلا نہوگا مگر دو صورت میں ایک یہ کہ دختر نابالغہ کا نکاح باپ یا وہ نہو تو دادا اپنی تزویج سے کرے اور وقت نکاح نشے میں نہ ہو نہ اس سے پہلے اپنی ولدیت سے کسی دختر کا نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو دوسرے یہ کہ زن بالغہ برضائے خود کرے اور اُس کے لئے کوئی ولی ہو تو وہ پیش از نکاح باوصف اس اطلاع کے کہ وہ شخص ولد الحرام ہے تصریحًا اپنی رضا ظاہر کردے۔ والمسائل مفصلۃ فی الدر وغیرہ یوہیں اگر پسر کے نکاح میں دختر حرام کا دینا وہاں کے عرف میں باعث بدنامی و عار ہو تو نابالغ پسر کا نکاح بھی ایسی دختر سے اصلا نہوگا سوا اُسی صورت پدر وجد بشرط مذکور کے علی ما تقرر فی ما تقرر واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ازبدایوں مرسلہ مولوی عبدالرسول محب احمد صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

زید نے کہ صدیقی شریف متقی ہے خالد اور عمرو کے کہنے سے کہ خالد تیرا کفو ہے اور شریف خاندان ہے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ کردیا اب بعد نکاح معلوم ہوا کہ خالد کے یہاں ہمیشہ سے پیشہ حرامکاری چلا آرہا ہے اُس کے خاندان کے اکثر لوگ پیشہ زناکاری کرتے ہیں اور اسی قسم کی اُن اولادیں ہیں مگر اب خالد نے اپنی بہنوں کا نکاح لوگوں کے کہنے سُننے سے شرعی طور پر کردیا فقط اب زید ایسی حالت میں کیا کرے کہ اس ہونے خالد کو اُس کے اخبار پر اپنا کفو سمجھکر ہندہ نابالغہ کا نکاح کردیا تھا آیا یہ نکاح شرعًا جائز و لازم ہے یا نہیں۔ اور زید کو اس وقت حق فسخ حاصل ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں زید کو حق فسخ حاصل ہونے میں تو اصلا کلام ہو ہی سکتا والوالجیہ و درمختار میں ہے اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفو کان لہ

کلام اس میں ہے کہ فسخ کی حاجت بھی ہے یا نہیں بہت کتب میں تصریح ہے کہ ایسا نکاح محض باطل ہے اور جب باطل ہے تو سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا ضرورت ہے فتاوے قاضی خاں وفتاوے بزازیہ ونوازل امام فقیہ ابو اللیث وفتح القدیر شرح ہدایہ ورد المحتار علی الدر المختار وغیرہا میں ہے واللفظ للوجیز زوج بنته من رجل ظنه مصلحا لایشرب مسکرا فاذا هو مدمن فقالت بعد الکبر لاارضی بالنکاح ان لم یکن ابوها یشرب المسکر ولاعرف به وغلبة اهل بیتها مصلحون فالنکاح باطل بالاتفاق اھ وقال فی النوازل فالنکاح باطل لانه انما زوج علی ظن انه کفؤ اھ قنیہ میں ہے زوج بنته الصغیرة من رجل ظنه حر الاصل وکان معتقا فهو باطل بالاتفاق مگر ذخیرہ میں اس بطلان کو بطلان آئندہ یعنی بطلان بعد الفسخ کے ساتھ تفسیر فرمادیا۔ رد المحتار میں ہے ما مر عن النوازل من ان النکاح باطل معناه انه سیبطل کما فی الذخیرة لان المسئلة مفروضة فیما اذا لم ترض البنت بعد ما کبرت کما صرح به فی الخانیة والذخیرة وغیرهما وعلیه یحمل ما فی القنیة الخ عالمگیریہ میں ہے رجل زوج ابنته الصغیرة من رجل ظن انه صالح لایشرب الخمر فوجده الاب شریبا مدمنا وکبرت الابنة فقالت لاارضی بالنکاح ان لم یعرف ابوها یشرب الخمر وغلبة اهل بیته الصالحون فالنکاح باطل ای یبطل وهذه المسألة بالاتفاق کذا فی الذخیرة وانما الخلاف بین ابی حنیفة وصاحبیه رحمهم الله تعالٰی فیما اذا زوجها من رجل عرفه غیر کفؤ فعند ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی یجوز لان الاب کامل الشفقة وافر الرأی فالظاهر انه تامل غایة التامل ووجد غیر الکفؤ اصلح من الکفؤ کذا فی المحیط اور نظر بقواعد ظاہر یہی ہے کہ شوہر کی طرف سے ولی کو دھوکہ دیئے جانے کی صورت میں مطلقاً بطلان کا حکم ہو ردالمحتار میں ہے الظاهر ان یقال لایصح العقد اصلا کما فی الاب الماجن والسکران مع ان المصرح به ان لها ابطاله بعد البلوغ وهو فرع صحته فلیتأمل اھ **اقول** فرع مذکور کی اصل کتاب الاصل اعنی مبسوط امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے اور وہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اور ظاہر الروایۃ میں بالغہ کا غیر کفو سے بلارضائے ولی نکاح کرلینا صحیح ہے ولی کو اختیار فسخ ہے اور مختار للفتوی روایت حسن ہے کہ وہ نکاح ہوتا ہی نہیں اور فساد زمانہ کے باعث جو وجہ علما نے وہاں فرمائی یہاں بھی بلاتفاوت جاری ہے تو حکم عبارات مذکورہ میں تاویل نہ کرنا اور دھوکے کی صورت میں نکاح کو سرے سے باطل نہ ٹھہرانا بظاہر وجیہ رکھتا ہے لااقل اختیار فسخ ہونے میں شک نہیں درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم

جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے لانہ لیس کل ولی یحسن المرافعۃ والخصومۃ ولا کل قاض یعدل ولو احسن الولی وعدل القاضی فقد یترك انفۃ للتردد علی ابواب الحکام واستثقالا لنفس الخصومات فیتقرر الضرر فکان منعہ دفعا لہ فتح اسی طرح اور کتب میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸: از کھیرا رائے پور ضلع مظفرپور محلہ نور الحلیم شاہ شریف آباد مرسلہ مولوی شریف الرحمٰن صاحب مرحوم ۱۴ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید حرامی ہے مگر مسلمان دیندار ہے شرعاً اس کے لڑکا لڑکی سے نکاح والے اپنے لڑکا لڑکی کا عقد کرسکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح میں کفائت معتبر ہے اور کفائت کا مدار عرف پر ہے اگر ان سے رشتہ عرفاً باعث ننگ وعار ہو تو احتراز کیا جائے خصوصاً دختر میں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹: مسئولہ اختر حسین خاں از بریلی محلہ شاہ آباد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک یتیم نابالغہ سیدزادی لیکر پالی اور اُسی نابالغی میں اُس کا نکاح ایک پٹھان سے کردیا اور اُس کا بالغ بھائی تھا اُسے اطلاع بھی نہ دی بوجہ نابالغی رخصت نہ ہوئی اب وہ شخص مفقود الخبر ہے اور لڑکی بالغہ ہوگئی اس صورت میں وہ اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ بیانات واقعی ہیں تو وہ نکاح اصلاً نہ ہوا۔ لڑکی کو اختیار ہے جس اچھی جگہ چاہے اپنا نکاح کرلے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰: از شہر بریلی محلہ براہم پور مسئولہ محمد عرف کمال اللہ شاہ صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ سے بعد دینے طلاق کے اپنی دختر نابالغہ کو طلب کیا اُس نے دینے سے انکار کیا اُس وقت زید بارادۂ سفر دور دراز کے مجبور ہوا اور تنبیہ کردیا کہ خبردار اس کا نکاح خلاف رائے میری کے نہ ہو چنانچہ مساۃ مذکورہ نے عدم موجودگی زید کے اُس دختر نابالغہ کا نکاح خلاف رائے زید کے کردیا وہ شوہر دختر مثل عورات بازاری کے رقص کرنے والا ہے اور پابند صوم وصلاۃ نہیں شرابخوار ہے اب دختر بفضلہ تعالٰی بالغہ ہے اُس نے دفتر شکایات اُس شوہر کا اپنے باپ زید سے بیان کیا کہ میرا نکاح
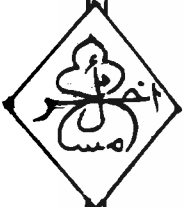
اُس شخص کے ساتھ جائز ہوا یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب

سائل نے بیان کیا نکاح ہوئے تین برس ہوئے اور عورت کی عمر اُس وقت گیارہ سال تھی اور نابالغہ تھی اور مرد کی عمر ۲۵ سال تھی اور جھی سے ناچنے کا پیشہ رکھتا تھا اور اسی وجہ سے باپ نے اُس کے ساتھ نکاح کرنے کو منع کر دیا تھا باپ اندور چلا گیا۔ اس کے پیچھے عورت نے نکاح کر دیا اور باپ کو کوئی خبر نہ ہوئی۔ لڑکی تین مہینے سے بالغہ ہوگئی اب کوئی ایک ہفتہ ہوا اُس کا باپ اندور سے آیا تو اب لڑکی نے اُس سے شکایت کی اس سے پہلے اُس نے بھی کچھ نہ کہا اگر صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح مذکور باطل محض ہوگیا ابتداءً جب نکاح واقع ہوا ہے اجازت پدر پر موقوف تھا لانہ وان کان من غیر کفوٴ والمزوج غیر اب وجد لکنہ عقد فضولی صدر ولہ مجیز ھو الاب لان لہ التزویج من غیر کفوٴ۔ جبکہ اس مدت میں عورت بالغہ ہوگئی تو اب وہ نکاح خود اُس کی اجازت پر موقوف ہوگیا اور اس نے بعد بلوغ مدت سکوت کیا تو اُس کی طرف سے اجازت ہوگئی تو اب یہ ایسا ہوا کہ بالغہ نے اپنی رائے سے ایسے شخص کے ساتھ نکاح کر لیا اور ایسا شخص ضرور غیر کفو ہے اور اُس کے ساتھ بالغہ کا اپنی رائے سے نکاح کر لینا باطل محض ہے درمختار میں ہے ویفتی بعدم الصحۃ فی غیر کفوٴ لفساد الزمان لہٰذا یہ نکاح باطل محض ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱ از سیرہ ضلع ہوشنگ آباد محلہ مانپورہ مسئولہ حافظ شاہ افضل خاں صاحب ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں براہ کرم جواب سے مع دلائل نقلی کے مشرف وممتاز فرمائیں (۱) ایک عورت ہے جو نسبی سیدہ ہے اُس سے کسی شخص نے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کیا تو اُس کو لوگ کافر کہتے ہیں تو کیا شخص مذکور کافر ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے۔ (۲) عورت بالغہ جو نسباً سیدہ ہے باکرہ ہو یا ثیبہ یا مطلقہ کسی شخص سے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کرے تو جائز ہوگا یا نہیں (۳) مرد غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا اور اگر وہ نکاح جائز ہوا تو جو اولاد کہ اُس سے پیدا ہوگی وہ نسباً سید کہلائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) حاشا للہ اسے کفر سے کیا علاقہ کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہیے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کہ بطن پاک حضرت بتول زہرا

عنہا سے امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح میں دیں اور اُن سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور امیرالمومنین عمر نسبًا سادات سے نہیں (۲) سیدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی ہو جائے گا اگرچہ سیدنہ ہو مثلاً شیخ صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی، اور اگر غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہو گا جیسے کسی شیخ انصاری یا مغل ۔ پٹھان سے مگر جبکہ وہ معزز عالم دین ہو (۳) جب باپ سید نہ ہوا ولاد سید نہیں ہو سکتی اگرچہ ماں سیدانی ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از شہر محلہ سوداگران بریلی مسئولہ مولوی احسان علی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸ صفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغہ ہوگئی اور فی الحال کوئی کفو نہیں ملتا کہ جس کے یہاں نکاح ہو غیر کفو ملتے ہیں یعنی کم حیثیت والے یا لڑکی کے والدین سے زائد حیثیت کے ملتے ہیں مگر ذاتاً کامل اچھے نہیں مثلاً لڑکے کے آبا و اجداد اچھے تھے لیکن اُن کی جورو طوائف تھی بعد نکاح اُس سے یہ لڑکا ہوا تو دونوں میں کس کے یہاں کرنا بہتر ہے یا کفو کا انتظار کرے۔ بینوا توجروا

الجواب: فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفائت نہیں کفو وہ نہیں ہے جس کے ساتھ اُس عورت کا نکاح اُس کے اولیا کے لیے باعث ننگ و عار ہو باپ اگر شریف القوم ہے اور طوائف سے بعد توبہ اُس نے نکاح کیا تو اس سے بچہ کی نسب پر حرف نہیں آتا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از ریاست جاورہ۔ لال املی مسئولہ ممتاز علی خاں صاحب اہلکار محکمہ حساب ۲ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو یہ یقین دلا کر کہ تمہارا نکاح شوہر محمود جو نجیب الطرفین اور تمہارا کفو ہے کرایا گیا لیکن ہندہ کو بعد نکاح ثابت ہوا کہ شوہر یعنی محمود غیر کفو ہے اب ہندہ اور اس کے عزیز و اقارب اپنے کفو میں غیر کفو کا داخل ہونا عار سمجھتے ہیں اور ہندہ ایسے غیر کفو کو خود بھی شوہر بنانا عار و ننگ خاندان سمجھتی ہے نیز اُس کا اصلی باپ یعنی زید بھی اس تعلق غیر کفوی سے ناراض ہے پس ایسی حالت میں نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں یا غیر کفو ہونے کی حالت میں نکاح فسخ ہی مانا جائے ہندہ بالغہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جبکہ ہندہ بالغہ ہے اور نکاح غیر کفو سے ہوا اور زید پدر ہندہ نے قبل نکاح اُسے غیر کفو جان کر اُس سے نکاح کی اجازت نہ دی تو نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ مگر غیر کفو کے معنی شرعًا یہ ہیں کہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اُس کے ساتھ اُس کا نکاح اس کے اولیا کے لیے واقعی باعث ننگ و عار ہو کہ بعض جاہلانہ خیالات پر۔ بعض عوام میں دستور ہے کہ خاص اپنے ہمقوم کو اپنا کفو سمجھتے ہیں۔ دوسری قوم والے کو اگرچہ اُن سے کسی بات میں کم نہ ہو غیر کفو کہتے ہیں اس کا شرعًا لحاظ نہیں جیسے شیخ صدیقی ہو وہ شیخ فاروقی کو اپنا کفو نہ جانے یا سید ہو اور وہ شیخ صدیقی یا فاروقی یا اور قریشی کو اپنا کفو نہ سمجھے حالانکہ حدیث میں

ہے قریش بعضهم اکفاء لبعض، ردالمحتار میں ہے فلو تزوجت هاشمیة قرشیا غیرهاشمی لم یرد عقدها واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از لکھنؤ محلہ سبزی منڈی مکان نگین ڈبٹن عقب مکان ابراہیم صاحب عینک ساز مرحوم مرسلہ عبدالمجید صاحب ۲۸ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام رحمہم اللہ علیہم اس مسئلہ میں کہ لڑکی نابالغہ کی شادی بغیر حکم یا بے اجازت اس کے والد کے کسی غیر کفو شخص کے ہمراہ اُس لڑکی کی ماں کرے تو جائز ہے اور جبکہ اس کی ماں کو بھی دھوکا دیا گیا ہو یعنی جو شخص اُس لڑکی کے ساتھ شادی کررہا ہے اور اپنے آپ کو ملفا نہایت شریف شخص بتارہا ہے لیکن دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شخص نہایت پنچ ذات کا شخص ہے تو ایسی حالت میں اُس لڑکی کی ماں ناراض ہوکر اور باپ بھی ناراض ہوکر اس لڑکی کا نکاح فسخ کراسکتا ہے یا نہیں آیا ان دونوں یعنی لڑکی کے والدین کو شرعًا یہ حق حاصل ہے کہ اپنی لڑکی کو بغیر طلاق دلوائے ہوئے دوسرے شریف النسب شخص سے نکاح کراسکتے ہیں یا طلاق دلوانے کی ضرورت ہوگی فقط بینوا توجروا۔

الجواب: اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ نابالغہ کی شادی اُس کی ماں نے خصوصًا ایسے شخص سے کردی خواہ دانستہ یا دھوکے سے اور والد کا اذن نہ اجازت تو اس صورت میں بدرجہ اولٰی یہ نکاح سرے سے بے ثبات محض ہوا باپ کو نکاح فسخ کرانے کی اُس حالت میں بھی حاجت نہ تھی کہ نکاح کفو سے ہوا ہوتا اُس کا رد کردینا ہی کافی ہوتا تو یہاں بدرجہ اولٰی اس کا صرف اتنا کہہ دینا بس ہے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں وہ رد ہوجائے گا اور والد کو اختیار ہوگا کہ بغیر طلاق دوسری جگہ نکاح کردے لانہ عقد فضولی صدر ولہ مجیز فتوقف علی

اجازتہ فیرتد برد ہ اور اگر والد اس سے پہلے اپنی کسی دختر کا نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو تو اب اُس کی اجازت سے بھی جائز نہ ہوسکتا سرے سے ہوا ہی نہیں لانہ عقد فضولی صدر ولا مجیز لہ لکون الاب عرف بسوء الاختیار فیطل رأسا کما فی الدر وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵ از شہر بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۰ شوال ۱۳۳۵ھ

صاحبان علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔

زید نے اپنے آپ کو قوم کا پٹھان خاندانی ظاہر کیا اور بکر سے کہا کہ تم اپنی دختر کا نکاح میرے ساتھ کردو بکر نے اپنی دختر کا نکاح زید کے ساتھ کردیا بعد نکاح ہوجانے کے بکر کو معلوم ہوا کہ زید قوم کا پٹھان نہیں ہے دھوکا دیکر نکاح کیا اور وہ قوم کا فقیر تکیہ دار قبرستان ہے کہ جس سے میرے خاندان میں حقارت ہوگی اور سبب بدنامی ہوگی بکر نے اپنی دختر کو رخصت کرنے سے انکار کیا اور بعد نکاح کے رخصت نہیں کی اور بکر قوم کا سید ہے۔

الجواب

دختر بالغہ تھی یا نابالغہ۔ کیا عمر تھی۔ عارضہ ماہواری آتا تھا یا نہیں وقت نکاح دختر سے اذن لیا تھا یا نہیں سب حال مفصل لکھا جائے کہ سوال لائق جواب ہو فقط

عالیجاہا وقت نکاح دختر کی عمر ۱۳ سال دو ماہ کی تھی عارضہ ماہواری آتا تھا اذن لڑکی سے لیا گیا تھا لیکن اُس نے جواب دیا کہ میں کچھ نہیں جانتی اس پر مجبوراً اُس کی چچی نے اجازت دی اجازت لڑکی کے باپ کی تھی بلکہ صرف لڑکی کا باپ اور بھائی بھی دونوں گواہ نکاح تھے۔ فقط

الجواب

صورت مستفسرہ میں ظاہر ہے کہ زید کسی طرح سادات تو سادات کسی مغل پٹھان کا بھی کفو نہیں ہوسکتا اور لڑکی بالغہ تھی اور اُس نے اذن لینے پر لفظ یہ کہے کہ میں کچھ نہیں جانتی ظاہر ہے کہ یہ صاف اذن نہیں بلکہ اُس سے معاملہ میں اپنا دخل نہ دینا بحسب منطوق مستفاد ہوتا ہے اور کبھی بحسب تو بیہ دوسروں کے اختیار پر چھوڑنا بھی مفہوم ہوتا ہے یعنی مجھے بحث نہیں تم جیسا جانو کرو بر تقدیر دوم یہ نکاح دختر کی اجازت سے قرار پائیگا اور بالغہ کہ ولی رکھتی ہے اپنا جو نکاح غیر کفو سے کرے جسے پیش از نکاح غیر کفو جانکر ولی نے صراحۃً اجازت نکاح نہ دی ہو وہ نکاح باطل محض ہوتا ہے کما فی البحر والدر وغیرہ فی رد المحتار اس تقدیر پر تو یہ نکاح اصلاً ہوا ہی نہیں اور بر تقدیر اول نکاح فضولی تھا اور ضرور ہے کہ بعد نکاح دختر کو نکاح ہوجانے کی خبر عادۃً پہنچی اب دو حال سے

خالی نہیں یا تو اُس نے خبر سُن کر اُس نکاح فضولی کو جائز کیا اگرچہ یوہیں کہ خبر سُنکر مسکرائی یا خاموش رہی یا جائز نہ کیا بلکہ اپنی ناراضی کا اظہار کیا بر تقدیر دوم ظاہر ہے کہ وہ نکاح کہ اجازت دختر پر موقوف تھا اُس کے اظہار ناراضی سے مردود و باطل ہوگیا بر تقدیر اول پھر یہ نکاح با جازت دختر ٹھہرا لان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ وقد صرح بہ فی الخیریۃ فی مثل الجزئیۃ اور بالغہ جو ولی رکھتی ہے بے اجازت صریحہ ولی بعد علم بعدم کفاءت جو نکاح غیر کفو سے کرے باطل ہے تو اس طرح باطل ہوگیا غرض صورت مذکورہ میں جس پہلو پر دیکھا جائے یہ نکاح باطل محض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶: قصبہ کسست ڈاک خانہ بندھیا چل ضلع مرزاپور مرسلہ محمد زکریا صاحب ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی محمد یحییٰ نے انتقال کیا اور شاہ عبدالکریم والد اور اپنی والدہ اور برادر حقیقی حافظ محمد زکریا اور ہمشیرہ اور زوجہ مساۃ احمدی بی بی اور دختر مساۃ محمودہ بی بی زوجہ اولیٰ اور دختر مساۃ راضیہ بی بی زوجہ ثانیہ یا احمدی بی بی کو چھوڑا شاہ عبدالکریم نے بولایت خود مساۃ محمودہ بی بی کا عقد مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے ننہالی رشتہ دار کے فرزند سے کر دیا اور شاہ عبدالکریم کا انتقال ہوگیا قبل انتقال ہونے کے شاہ عبدالکریم مرحوم مساۃ احمدی بی بی زوجہ مولوی محمد یحییٰ مرحوم و حافظ محمد زکریا اپنے فرزند کو بلا کر وصیت کیا کہ مساۃ راضیہ بی بی جس کی عمر تخمیناً ڈیڑھ سال کی ہے اُس کا عقد تمہارے بیٹے عبدالسلام کے ساتھ بولایت جائز اپنے کیے دیتا ہوں اگر تم اس کے خلاف کروگے تو مواخذہ عقبیٰ تمہارے ذمہ ہوگا۔ اب اُس لڑکی مساۃ راضیہ بی بی کا عقد جس کی عمر تخمیناً تیرہ ۱۳ خواہ چودہ ۱۴ سال کی ہے مساۃ احمدی بی بی اور اُس کے نانا شاہ عبدالعزیز ایک ایسے شخص کے ساتھ جو سب انسپکٹر ہی اور تارک الصلاۃ و داڑھی منڈواتا ہے اور رشوت خوری اور اُس کے خاندان سے اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے خاندان سے اور مساۃ احمدی بی بی کے خاندان سے کبھی کوئی رشتہ داری اور قرابت نہیں رہی اور نہ کچھ واسطہ کرنا چاہتے ہیں حافظ محمد زکریا مانع ہے کہ حق ولایت شرعاً مجھکو حاصل ہے اور لڑکی نابالغ ہے قانوناً اٹھارہ برس بلوغ کا رکھا گیا ہے اور وہ سب انسپکٹر غیر کفو ہے اور خلاف شریعت محمدیہ کے اُس کے افعال و حرکات ہیں اور تبرائی رافضیوں سے اُس کی رشتہ داری اور اُس کی محفلوں اور مجلسوں میں وہ شریک ہوتا ہے اس لیے اُس سے نکاح ناجائز اور بدون اجازت ولی یعنی مربی اُس کا نکاح اُس کی ماں اور نانا وغیرہ نہیں کرسکتے آیا شرعاً ولی جائز کون ہے۔ آیا شرعاً غیر کفو سے اور کفو اور غیر کفو کی تعریف شریعت محمدیہ میں کیا تعریف ہے۔ آیا ایک مسلمہ کا نکاح ایسے شخص سے جو تارک الصلاۃ ہو اور خلاف

تعریف ہے۔ آیا ایک مسلمہ کا نکاح ایسے شخص سے جو تارک الصلاۃ ہو اور خلاف شریعت نبویہ کے کام کرتا ہو جائز ہے آیا وصیت پر عمل جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سوال سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالکریم نے اپنے انتقال سے پہلے اپنی نابالغہ پوتی راضیہ کا نکاح حافظ محمد زکریا کے بیٹے سے کہ غالباً وہ بھی اُس وقت نابالغ ہوگا کیا آگے سوال میں یہ کچھ مذکور نہیں کہ محمد زکریا نے اُسی جلسہ میں الفاظ قبول کہے یا نہیں اور اُس وقت دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں جلسہ میں حاضر اور شاہ عبدالکریم و حافظ محمد زکریا کے ایجاب و قبول کو سننے والے اور اس گفتگو کو عقد نکاح سمجھنے والے موجود تھے یا نہیں اگر حافظ زکریا نے اُسی جلسہ میں اپنے بیٹے کے لیے کہا کہ میں نے قبول کیا اور دو گواہوں نے سُنا اور سمجھا تو راضیہ کا اُسی وقت نکاح ہوگیا اب اگر اُس کا وہ شوہر موجود ہے تو دوسرے سے نکاح ہوسکتا ہی نہیں اور اگر یہ صورت نہ تھی اور سوال سے ظاہر یہی ہے کہ نہ تھی کہ محمد زکریا اپنے ولایت کے دعوے سے اس نکاح سے مانع ہے یہ نہیں کہتا کہ اُس کا نکاح تو میرے بیٹے سے ہوچکا تو اب دو صورتیں ہیں اگر راضیہ کے اولیا اور گھر والے صالحین و متبع شرع ہوں اور ایک ایسے شخص کے ساتھ کہ فاسق معلن ہے راضیہ کا نکاح اُن کے لیے باعث ننگ و عار ہے یا وہ نسب غیرہ کسی اور بات میں ایسی کمی رکھتا ہے تو راضیہ کے لیے کفو نہیں شریعت مطہرہ میں بلوغ ظہور آثار پر ہے عورت کم از کم نو برس کی بالغہ ہوسکتی ہے جبکہ اُسے عارضہ ماہواری آنا شروع ہو اور اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو جب پندرہ برس پورے کی عمر ہو جائے بالغہ ہو جائے گی راضیہ کی عمر پندرہ برس سے کم ہے تو اگر اُسے عارضہ ماہواری آتا ہے بالغہ ہے ورنہ نابالغہ اگر نابالغہ ہے جب تو شخص مذکور سے کہ غیر کفو ہے اُس کا نکاح ہوسکتا ہی نہیں محمد زکریا کہ اُس کا ولی ہے اگر وہ بھی کرے گا باطل محض ہوگا نہ کہ احمدی یا شاہ عبدالعزیز کہ ولی ہی نہیں اور اگر بالغہ ہے تو اس پر ولایت جبریہ کسی کو نہیں بے اُس کی اجازت کے کفو سے بھی نکاح نہیں ہوسکتا اور غیر کفو سے وہ خود بھی نہیں کرسکتی جبکہ اُس کا ولی اس سے نکاح پر راضی نہیں اگر کرے گی تو باطل محض ہوگا غرض اس شخص کے غیر کفو بمعنی مذکور ہونے کی حالت میں بنا راضی محمد زکریا یہ نکاح کسی طرح نہیں ہوسکتا خواہ راضیہ بالغہ ہو یا نابالغہ اور اگر وہ اس معنی پر غیر کفو نہیں یعنی راضیہ کے خاندان والے بھی اسی قسم کے افعال رکھتے ہیں اور نسب مذہب غیرہ میں بھی کوئی ایسی کمی نہیں کہ یہ رشتہ اولیائے راضیہ کے لیے باعث ننگ و عار ہو اس صورت میں اگر راضیہ کو عارضہ ماہواری آتا ہے تو وہ خود اپنے نفس کی مختار ہے اگر اُس کے ماں یا ماما یا نکاح کردیں گے اور وہ اجازت دے دے گی صحیح و نافذ ہوگا اور محمد زکریا کو کوئی اختیار اعتراض نہ ہوگا اور اگر راضیہ راضی نہ ہوگی تو محمد زکریا کے کیے بھی نافذ نہیں ہوسکتا نہ کہ احمدی و عبدالعزیز کے اور اگر اسے عارضہ ماہواری نہیں آتا تو اب اختیار محمد زکریا کو ہے اگر احمدی و عبدالعزیز بے اجازت محمد زکریا نکاح کردیں گے اجازت محمد زکریا پر موقوف رہے گا اگر وہ رد کردے گا باطل ہو جائے گا جائز کردے گا جائز ہو جائے گا فالمسائل کلہا مشہورۃ فی عامۃ الاسفار مذکورۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

البسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجل ۱۳۰۵ھ

مسئلہ از مراد آباد مرسلہ محمد نبی خاں صاحب یکم جمادی الاخری ۱۳۰۵ھ

سوال اوّل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے ہندہ کا نکاح ہوا مہر نصف معجل نصف مؤجل ٹھہرا حسب رواج ہندہ کی رخصت ہوگئی کہ وطی برضائے ہندہ واقع ہوئی بعدہ زید بداطوار نکلا اور ہندہ سے بہت ایذا و اضرار و تکلیف و آزار کے ساتھ پیش آیا ہندہ ان وجوہ سے ناراض ہوکر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور تا وصول مہر معجل اس کے پاس جانے سے انکار رکھتی ہے اس صورت میں ہندہ کو مہر معجل لینے تک حق منع نفس حاصل ہے یا نہیں اور منع کرنے سے ناشزہ ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

سوال دوم
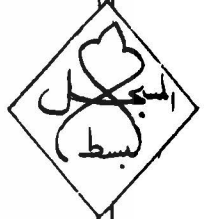
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب ادائے مہر معجل سے پہلے وطی برضائے زوجہ وقع ہوجائے تو اس صورت میں برخلاف مذہب امام مذہب صاحبین کو کہ منع نفس کا حق ساقط ہوجاتا ہے بوجوہ مصرحۂ ذیل ترجیح دینی صحیح و ترجیح اور نظر فقہی میں قرین تحقیق و تنقیح ہے یا نہیں (۱) درمختار میں ہے جب ایسے امر کی نسبت مابین ابوحنیفہ اور ان کے مریدوں (یعنی صاحبین) کے اختلاف ہو تو رائے مریدوں کی غالب ہونی چاہیئے (۲) امام ابوحنیفہ اور امام محمد دونوں محض ذہنی باتوں کے متفنن تھے لیکن قاضی ابویوسف کو اسی قدر علم روایات تھا اور بوجہ عہدہ قاضی القضاۃ کے موقع متعلق کرنے اصول کا حالات انسان سے حاصل تھا اور ان کے قواعد خصوصاً معاملات دنیوی و تعبیر شرع میں اس قدر مستند سمجھے جاتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ یا امام محمد کی رائے ان سے متفق ہو تو ان کی رائے از روئے ایک قاعدہ مسلمہ کے قبول کی جاتی ہے (۳) سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حال کی کتاب مستند شرع یعنی فتاوی عالمگیری (کی عبارت یہ ہے) اس سے ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے کے خلاف نہ صرف ان کے دو مشہور مریدوں بلکہ شیخ الصفار نے بھی جہاں تک کہ بحث ہم خانگی کو تعلق ہے رائے ظاہر کی ہے (۴) امام ابوحنیفہ اور ان کے دو مرید قانون حنفی میں تین استاد سمجھے گئے ہیں اور میں قاعدہ عام تصور کرتا ہوں کہ اختلاف رائے ہو تو دو کی رائے بمقابلہ تیسرے کے غالب ہوگی بموجب معمولی قاعدہ شرع کے میں رائے دو مریدوں کی بطور کثرت رائے منجملہ تین استادوں کے اختیار کرتا ہوں (۵) اس حق کے نفاذ میں کہ زوجہ کے ساتھ ہم خانگی کرے مانع یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہر معجل ادا نہ ہوا اور یہ قاعدہ محض اس مواخذے کی مشابہت پر مبنی ہے جو بائع کو مال پر تا ادائے قیمت قبل حوالگی مال کے حاصل رہتا ہے لیکن اس مواخذے میں در اصل حق ملکیت مشتری کا قیاس کرلیا گیا ہے اور جبکہ حوالگی عمل میں آجائے تو اسی وقت وہ مواخذہ ختم ہوجاتا ہے انتہے بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ المنعم علینا فی المعجل والمؤجل والصلٰوۃ والسلام علی من ختم دفتر الرسالۃ فو معجل وعلی الہ وصحبہ وجمیع اٰل دینہ الی المعجل

جواب سوال اوّل

صورت مستفسرہ میں ہندہ کو حق منع نفس حاصل ہے اسے اختیار ہے جبتک مہر معجل وصول نہ کرلے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرے اس منع کیے سے ناشزہ نہ ہوگی وقایہ میں ہے لھا منعہ من الوطی والسفر بھا والنفقۃ لو منعت ولو بعد وطی او خلوۃ برضاھا نقایہ میں ہے قبل اخذ المعجل لھا منعہ من الوطء والسفر بھا ولو بعد وطی برضاھا

بلا سقوط النفقۃ کنز میں ہے لھا منعہ من الوطی والاخراج للمھر وان وطئھا تنویر الابصار میں ہے لھا منعہ من الوطی والسفر بھا ولو بعد وطی اوخلوۃ رضیتھما درمختار میں ہے لان کل وطأۃ معقود علیھا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی اُسی میں ہے النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجھا ولو منعت نفسھا للمھر دخل بھا اولا اھ ملخصاً تحقیق مقام یہ ہے کہ مہرِ معجل لینے سے پہلے وطی یا خلوت برضائے عورت واقع ہوجانا صاحبِ مذہب امام اقدم قدوہ اعظم امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک حق منع نفس و منع سفر کسی کا اصلاً مسقط نہیں اور عورت کو اختیار ہے جبتک ایک روپیہ بھی باقی رہ جائے نہ تسلیم نفس کرے نہ شوہر کے ساتھ سفر پر راضی ہو اگرچہ اس سے پہلے بارہا وطی برضامندی ہوچکی ہو اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک صرف خلوت برضا واقع ہوجانا بھی حق منع نفس و منع سفر دونوں کا مسقط ہے امام ابوالقاسم صفار علیہ رحمۃ الغفار دربارۂ سفر قول امام اور دربارہ وطی قول صاحبین پر فتوے دیتے اصل مفتی اس تفصیل کے یہی ہیں اُن کے بعد جس نے ادھر میل کیا انھیں کا اتباع کیا مثلاً امام صدر شہید شرح جامع صغیر میں ان کا مسلک نقل کرکے فرماتے ہیں وانہ حسن امام بزدوی شرح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں ھذا احسن فی الفتیا کما نقلہ عنہ فی البنایۃ وکذا الطحطاوی عن البحر عن غایۃ البیان جواہر الاخلاطی میں ہے واستحسن بعض المشایخ اختیارہ اھ اسی طرح ہندیہ میں محیط سے ہے ولفظہ بعض مشایخنا مگر اکثر اکابر ائمہ و علما و فقہا مذہب امام کو ترجیح دیتے اور اُسی پر جزم و اعتماد کرتے ہیں متون کہ خاص نقل مذہب صحیح و معتمد کے لیے وضع کیے جاتے ہیں علی العموم اسی مذہب پر ہیں فتاوٰی خیریہ میں ہے بہ صرحت المتون قاطبۃ اور وقایہ و نقایہ و کنز و تنویر و درمختار کی عبارتیں سُن چکے کہ اُنھوں نے تصریحاً مذہب صاحبین کی نفی فرمائی۔ اور جب ماتن نے باب نفقہ میں ولو منعت نفسھا للمھر فرمایا شارح نے دخل بھا اولا اور بڑھایا تاکہ اُس کی نفی پر تنصیص تام ہوجائے اسی طرح وافی و مختار میں بھی اسی پر اقتصار کیا اور درمختار میں صرف اسی مذہب پر دلیل قائم کی کما سبق نقلہ اور اقتصار[ف۱] و تعلیل دونوں دلیل اختیار و تعویل ردالمحتار میں ہے اقتصارہ فی المتن (یعنی تنویر الابصار) یفید ترجیحہ اھ ملخصا ذکرہ فی کتاب القضاء مسئلۃ ولایۃ بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین طحطاوی میں ہے الاقتصار علیہ یدل علی اعتمادہ اھ ذکرہ قبیل الوصیۃ بثلث المال عقود الدریہ میں ہے التعلیل دلیل الترجیح اُسی میں ہے ھو المرجح اذ ھو المحلی بالتعلیل اھ ذکرھما فی النکاح قبل باب الولی علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی الابحر[ف۲] میں کہ بتصریح فاضل شامی متون معتمدہ فی المذہب سے ہے قول امام کو مقدم رکھا اور اُسی پر حکم دیکر صاحبین کی طرف خلاف نسبت کیا حیث قال ھذا اقبل الدخول

ف۱: اقتصار و تعلیل دلیل اختیار و تعویل ہیں اور اس پر شواہد۔

ف۲: ملتقی الابحر متون معتمدہ مذہب سے ہے۔
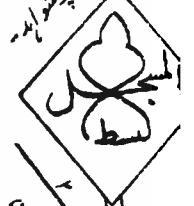
ولذا ابعدہ خذہ فالھما اور وہ خود دیباچۂ ملتقی[ف۱] میں تصریح فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں میں جس قول کو مقدم لاؤں وہی ارجح ہے شارح نے فرمایا وہی مختار للفتوی ہے متن و شرح کی عبارت یہ ہے صرحت بذکر الخلاف بین ائمتنا وقدمت من اقاویلھم ماھو الارجح (المختار للفتوی) اسی طرح فتاوی قاضی خاں میں امام علامہ فقیہ النفس[ف۲] نے قول امام کی تقدیم کی اور وہ اُسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو اشہر و اظہر ہو خود اپنے فتاوے کے خطبے میں فرمایا قدمت ماھو الاظہر وافتتحت بما ھو الاشہر علما فرماتے ہیں تو جسے یہ پہلے بیان کریں وہی قول معتمد ہے حاشیۂ طحطاویہ میں ہے اصطلاحہ تقدیم الاظہر فیکون ھو المعتمد اھ ذکرہ فی کتاب الوصایا اول باب الوصی امام برہان الدین فرغانی صاحب[ف۳] ہدایہ کی عادت مستمرہ ہے کہ استدلال کے وقت قول مختار کی دلیل اخیر میں لاتے ہیں تاکہ اقوال سابقہ کے دلائل سے جواب ہو جائے اور نقل اقوال کے وقت غالباً قول قوی کو پہلے ذکر فرماتے ہیں تاکہ اول صحیح مسئلہ سمع متعلم میں آئے درمختار میں نہر الفائق سے ہے تاخیر صاحب الھدایۃ دلیلھما (ای فی مسئلۃ کساد فلوس القرض) ظاھر فی اختیار قولھما اھ ذکرہ اٰخر باب الصرف قبیل التذنیب اسی طرح فتح القدیر میں ہے افندی زین الدین رومی نتائج الافکار حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں من عادۃ المصنف المستمرۃ ان یؤخر القوی عند ذکر الادلۃ علی الاقوال المختلفۃ لیقع المؤخر بمنزلۃ الجواب عن المقدم وان کان قدم القوی فی الاکثر عند نقل الاقوال اب یہاں اُنھوں نے مذہب امام کو پہلے نقل بھی کیا اور اُسی کی دلیل کو مؤخر بھی لائے اور دلیل صاحبین کو برقرار بھی نہ رکھا تو بوجوہ عدیدہ ترجیح قول امام کا افادہ فرمایا علامہ سید جلال الملۃ والدین خوارزمی نے کفایہ حاشیہ ہدایہ میں تائید مذہب امام کو دوبالا کیا اور ایک مسئلہ متفق علیہا سے جسے صاحبین بھی تسلیم فرمائیں قول امام کو رنگ ایضاح دیا حیث قال لابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی انھا منعت منہ ما قابل البدل کما لوسلم البائع[ف۴] بعض المبیع الی المشتری لایسقط حقہ فی حبس ما بقی منہ اسی طرح صدر الشریعۃ شرح وقایہ و کافی شرح وافی و اختیار شرح مختار و مستخلص شرح کنز و غیرہا شروح میں مذہب امام پر دلیل قائم کی اور دلیل صاحبین سے جواب دیے امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی نے فتح القدیر میں ترجیح ہدایہ اور علامہ شیخی زادہ عالم دیار رومیہ قاضی دولت علیہ عثمانیہ معاصر و مستند صاحب درمختار نے مجمع الانہر میں تقدیم ملتقی اور علامہ یوسف چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں اعتماد متن و شرح اور محقق علامہ وسیع النظر دقیق الفکر محمد بن عابدین شامی نے ردالمحتار علی الدرالمختار میں افادات درمختار کو مقرر

ف۱: متن میں جس قول کو مقدم رکھیں وہی ارجح و مختار للفتوی ہے۔

ف۲: فقیہ النفس امام قاضی خاں بھی اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو اظہر و اشہر ہو اور وہی قول معتمد ہے۔

ف۳: صاحب ہدایہ قول قوی کو مقدم کرتے ہیں۔ اور قول مختار کی دلیل کو مؤخر کرنا ان کی عادت مستمرہ ہے۔

ف۴: مسئلہ بائع نے قبل وصول ہونے ثمن کے مبیع کا ایک حصہ اگرچہ مشتری کو دیدیا ہو تو بقیہ کے روکنے کا اسے حق حاصل ہے جب تک کل ثمن وصول نہ پائے۔

مسلم رکھا اور ترجیح مذہب امام میں خلاف ونزاع کی طرف بھی اشارہ نہ کیا پھر بکثرت علمائے اہل متون وشروح وفتاوی ان مذکورین اور ان کے غیر سے باب النفقات میں عورت کو طلب مہر معجل کے لیے بالفاظ ارسال و اطلاق منع نفس کا استحقاق بتاتے ہیں اور اصلا عدم وطی وخلوت برضا کی قید نہیں لگاتے کما یظھر بالمراجعۃ الی کتبھم بلکہ شرح وقایہ میں تو صورت مسئلہ یوں فرض کی کہ حز وجھا بحق کما لولم یعطھا المھر المعجل فخرجت عن بیتہ اور ظاہر ہے کہ شوہر کے یہاں آنے کے بعد غالبًا وطی واقع ہی ہوتی ہے بااینہمہ حکم مطلق چھوڑا اور تقیید کی طرف مطلق التفات نہ فرمایا یہ اطلاقات بھی اُسی اختیار مذہب امام سے خبر دے رہے ہیں لاجرم علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار نے قول امام ہی پر فتوٰی دیا اور مذہب آخر کا ذکر تک نہ کیا فتاوی خیریہ لنفع البریہ میں ہے سئل فی المرأۃ اذا سلمت نفسھا قبل استکمال ما شرط تعجیلہ لھا من المھر ھل لھا بعد ذلك منع نفسھا عنہ اجاب لھا منع نفسھا حتی تستکمل ذلك عند الامام وان کانت سلمت نفسھا وبہ صرحت المتون قاطبۃ آخر یہ علمائے محققین وعظمائے مدققین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین فتوائے امام صفار واختیار بعض مشائخ سے غافل نہ تھے پھر قول امام ہی پر جزم واعتماد فرماتے ہیں کوئی تو قول صاحبین کا نام تک نہیں لیتا اور اکثر متون کا یہی حال ہے کوئی صاف وہ الفاظ بڑھاتا ہے جس سے اُن کے مذہب کی صریح نفی ہوجائے کوئی صرف مذہب امام ہی پر دلیل قائم کرتا ہے کوئی دلیل صاحبین سے جواب دیتا ہے جنھوں نے وعدہ کیا کہ قول قوی کو مقدم لائیں گے وہ اسی مذہب کی تقدیم کرتے ہیں جنھوں نے التزام کیا کہ دلیل معتمد کی تاخیر کریں گے وہ اسی کی دلیل پیچھے لاتے ہیں غرض طرح طرح سے ترجیح وتصحیح مذہب امام کا افادہ فرماتے ہیں اور کراسہ ناظرین شراح ومحشین کہ مذکور ہوئے تقریر وتسلیم سے پیش آتے ہیں ناچار ماننا پڑے گا کہ ان سب کے نزدیک معتمد ومرجح ومحقق منقح مذہب امام ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ اور قوت دلیل کہ مطالعہ ہدایہ وکافی واختیار وغیرہا سے واضح ہوتی ہے اس پر علاوہ پس جبکہ یہی مذہب امام اعظم ہے اور اسی پر متون کا اجماع اور اسی کی دلیل اقوی اور اسی قدر کثرت سے اس کے مرجحین تو وجہ کیا ہے کہ اُس سے عدول کیا جائے حالانکہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقا قول امام پر فتوے دے اور قاضی عموماً مذہب امام پر فیصلہ کرے یعنی جب تک کوئی ضرورت مثل تعامل المسلمین یا اجماع المرجحین علی الخلاف کے داعی ترک نہ ہو کما فی مسئلۃ جواز المزارعۃ وتحایرہ تقلیل من انائع المسکر اور حکم دیتے ہیں کہ قول امام سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ مشائخ مذہب اُس کے خلاف پر فتوے دیں منیہ وسراجیہ ومحیط امام سرخسی وفتاوی غیری وبحر الرائق ونہر الفائق وفتاوی خیریہ

ف۱: علما بصراحت حکم فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقًا قول امام پر فتوٰی دے اور قاضی عموما امام ہی کے مذہب پر فیصلہ دے مگر بضرورت داعیہ ترک۔

ف۲: مسئلہ

ف۳: مسئلہ

وتنویر الابصار وشرح علائی وحاشیہ طحطاویہ وغیرہا کتب معتمدہ میں اس امر کی تصریح ہے درمختار میں ہے یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفة علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وھو الاصح منیہ وسراجیہ بحرالرائق میں فرمایا یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافہ اور ایسا ہی فتاوے خیریہ میں ہے خصوصًا صورت مسؤلہ میں جبکہ تقریر سوال سے ظاہر کہ زید کی طرف سے سوء معاشرت ہندہ کے ساتھ واقع ہوئی تو یہاں تو ایک اور فتوی قول امام کے موافق ہے تہذیب میں کلام امام ابوالقاسم نقل کرکے فرماتے ہیں المختار عندی فی المنع ان کان سوء المعاشرة من الزوج لہا المنع وان کان من جہتہا فلیس لہا المنع وفی السفر قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالی عنہ اسی طرح فتاوی ابراہیم شاہی وفتاوی حمادیہ میں اُس سے نقل کیا ہے اس بارے میں کلام اجمالی اور قدرے تفصیل مباحث کی ہمارے فتوائے ثانیہ میں آتی ہے وباللہ التوفیق بالجملہ صورت مستفسرہ میں عند التحقیق مفتی ہو قاضی کے لیے قول امام ہی پر اعتماد ہے واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

جواب سوال دوم

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق اس تقریر میں امر اول ایک سخت حیرت انگیز بات ہے درمختار میں اس مطلب کا کہیں پتا نہیں بلکہ اُس میں صراحۃً اس کا خلاف مصرح کتاب القضا میں فرماتے ہیں یأخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفة علی الاطلاق پھر منیۃ المفتی وفتاوی سراجیہ سے نقل کیا ہو الاصح ہاں ایک قول حاوی قدسی سے یہ لائے کہ قوت دلیل پر مدار ہے پھر اُسے بھی برقرار نہ رکھا اور نہرالفائق سے نقل فرمایا الاول اضبط اور تحقیق وتوفیق وہ ہے جو اتن نے فرمایا کہ لایخیر الا اذا کان مجتہدا یعنی جو خود مجتہد ہو وہ قوت دلیل پر نظر کرے اور ہم پر وہی ترتیب لازم کہ علی الاطلاق مذہب امام پر افتاء وقضا کریں جبتک کوئی مانع قوی وعظیم نہ پایا جائے کما سنذکرہ انشاء اللہ تعالی امر دوم کے جواب میں اولاً عبارت درمختار کہ ابھی گذری اور وہ عبارات کثیرہ کہ انشاء اللہ تعالی عنقریب لکھتا ہوں بس ہیں ثانیاً کلمات علماء میں نہ عموما نہ بعد تخصیص معاملات دنیوی کہیں اس کا نشان نہیں کہ جب امام ابویوسف کے ساتھ حضرات طرفین سے ایک رائے اور ہو تو ان کی تجربہ کاری کے باعث اُس کا قبول قاعدہ مسلّمہ ہے ہاں علماء نے مسائل وقف وقضا کی نسبت بیشک فرمایا کہ وہاں غالباً قول ثانی پر فتوی ہے اُس سے ہر وہ امر کہ زیر قضا آسکے مراد نہیں تاکہ امثال صوم وصلاۃ کے سوا نکاح وبیع وہبہ واجارہ

ف۱: بحث قول امام وصاحبین ومشائخ۔
ف۲: احکام قضا میں بھی بقول امام افتاء واجب ہے۔
ف۳: مجتہد کے سوا کسی کو قول امام سے عدول جائز نہیں۔
ف۴: مسائل وقف وقضا میں غالباً قول امام ثانی پر فتوی ہے۔

ورہن وغیرہا تمام ابواب فقہ کو عام ہوجائے یوں تو وقف بھی اسی قبیل سے تھا پھر خاص اُسے الگ گننے کے کیا معنی نہ ہرگز عالم میں کوئی عالم اس کا قائل اور خود ہزاران ہزار کتب فقہ اس کے خلاف پر گواہ عادل کہ لاکھوں مسائل معاملات میں بھی قول امام ہی پر فتوٰی ہے اگرچہ رائے امام ابویوسف سے امام محمد بھی موافق ہوں بلکہ یہ امر خاص اُن مسائل میں اکثری طور پر ہے جنھیں فقہا کتاب القضا و کتاب الوقف میں لکھتے ہیں اشباہ والنظائر میں جہاں یہ فائدہ زیر قاعدہ المشقۃ تجلب التیسیر لکھا وہاں یہی مسائل شمار کیے حیث قال ووسع ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی القضاء والوقف والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بھما کجوز للقاضی تلقین الشاھد وجوز کتاب القاضی الی القاضی من غیر سفر ولم یشترط فیہ شیئا مما شرطہ الامام وصحح الوقف علی النفس وعلی جھۃ تنقطع ووقف المشاع ولم یشترط التسلیم الی المتولی ولا حکم القاضی وجوز استبدالہ عند الحاجۃ الیہ بلا شرط وجوزہ مع الشرط ترغیبا فی الوقف وتیسیرا علی المسلمین ثالثًا ان مسائل میں تو موافقت رائے دیگر کی بھی حاجت نہیں کما یظھر بالمراجعۃ تو کلمات علما اس قید کے بھی مساعد نہیں رابعاً کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام ابویوسف علماً امام اعظم کے ہم پلہ ہیں امام سے بے اذن لیے ان کے مجلس درس منعقد کرنے پر امام کا کسی کو پانچ سوال لے کر بھیجنا ان کا ہر مسئلے میں مختلف جواب دینا ہر جواب پر سائل کی طرف سے تخطیہ ہونا آخر متحیر ہو کر خدمت امام میں رجوع لانا مشہور اور اشباہ والنظائر وغیرہا میں مذکور علما فرماتے ہیں جو مسئلہ امام کے حضور طے نہ ہولیا قیامت تک مضطرب رہے گا امام ابویوسف بعض مسائل میں پریشان ہو کر فرماتے جہاں ہمارے اُستاذ کا کوئی قول نہیں اُس میں ہمارا یہی حال ہے بحر الرائق کے مفسدات الصلاۃ میں ہے لقد صدق صاحب الفتاوی الظھیریۃ حیث قال فی الفصل الثالث فی قراءۃ القران ان کل مالم یرو عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی فیہ قول بقی کذلک مضطربا الی یوم القیمۃ وحکی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ کان یضطرب فی بعض المسائل وکان یقول کل مسئلۃ لیس لشیخنا فیھا قول فنحن فیھا ھکذا انتہی امام ابویوسف سے منقول ہے میں بعض مسائل میں جانتا حدیث میری طرف ہے تنقیح کے بعد کھلتا کہ امام نے جس حدیث سے فرمایا میری خواب میں نہ تھی او کما قال رحمہ اللہ تعالٰی امر سوم میں فتاوی عالمگیری کو سب کتب پر ترجیح دی گئی حالانکہ وہ ایک فتاوی ہے اور علما ارشاد فرماتے ہیں عمدہ ترین کتب مذہب متون ہیں پھر شروح پھر فتاوی عند التخالف متون سب پر مقدم ہیں اور فتاوی سب سے مؤخر پھر کیونکر روا ہو کہ سب میں مفضول کو سب سے افضل

ف ۱: شفقت کر کے سبب علم میں آسانی پیدا کی گئی ہے۔
ف ۲: جو مسئلہ حضرت امام کے حضور طے نہ ہولیا تا قیامت مضطرب ہی رہیگا۔
ف ۳: حضرت امام ابویوسف فرماتے جس میں ہمارے استاذ کا کوئی قول نہیں اس میں ہمارا یہی حال رہتا ہے۔
ف ۴: امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے میں بعض مسائل میں جانتا حدیث میری طرف ہے تنقیح کے بعد کھلتا کہ امام نے جس حدیث سے فرمایا میری خواب میں نہ تھی۔
ف ۵: متون شروح پر اور شروح فتاوی پر مقدم ہیں۔

قرار دیجیے ردالمحتار میں ہے مافی الفتاوی اذا خالف مافی المشاھیر من الشروح لایقبل درمختار میں ہے حیث تعارض متنہ وشرحہ فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا بحرالرائق میں ہے اذا تعارض مافی المتون والفتاوی فالمعتمد مافی المتون کما فی انفع الوسائل وکذا یقدم مافی الشروح علی مافی الفتاوی اھ نقلہ الشامی من القضا فی فصل الحبس حموی شرح اشباہ میں ہے غیر خاف ان مافی المتون والشروح ولوکان بطریق المفہوم مقدم علی مافی فتاوی وان لم یکن فی عبارتھا اضطراب رہا امام صفار کا دربارۂ وطی قول صاحبین اختیار فرمانا اُس کا جواب ہمارے فتوائے سابقہ سے مل سکتا ہے جس سے ظاہر کہ قول امام کو کتنی وجہ سے ترجیح ہے اولاً قوت دلیل جس کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب ظاہر ہوگی ثانیاً کثرت مفیدان وسلمان ترجیح جن میں ایک امام[ف۱] برہان الحق والدین فرغانی صاحب ہدایہ ہیں جن کی جلالت شان آفتاب نیم روز وماہتاب نیم ماہ سے اظہر ایک[ف۲] امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام ہیں جن کی نسبت علما کی تصریح کہ پایۂ اجتہاد رکھتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے بعض معاصر انھیں لائق اجتہاد کہتے حالانکہ معاصرت دلیل منافرت ہے ردالمحتار میں ہے قدمنا غیر مرۃ ان الکمال من اھل الترجیح کما افادہ فی قضاء البحر بل صرح بعض معاصریہ بانہ من اھل الاجتہاد ایک[ف۳] امام علامہ فقیہ النفس قاضی خاں ہیں جن کی نسبت علما فرماتے ہیں ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں ہے فی تصحیح القدوری للعلامۃ قاسم ان مایصححہ قاضی خان من الاقوال یکون مقدما علی مایصححہ غیرہ لانہ کان فقیہ النفس اور فرماتے ہیں ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے ردالمحتار میں ہے لکن علی ذکرہ ما قالوا لایعدل عن تصحیح قاضی خاں فانہ فقیہ النفس ثالثاً اجماع متون جن کی عظمت مکان ابھی سُن چکے پھر اُن کا اطباق واتفاق کیسا ہوگا ولہذا بارہا دیکھا ہے کہ علمائے شروح[ف۴] وفتاوے کی بعض صریح تصحیحیں صرف اس بنا پر رد کردی ہیں کہ متون اس کے خلاف پر ہیں درمختار کی کتاب القسمۃ میں ہے قال فی الخانیۃ وعلیہ الفتوی لکن[ف۵] المتون علی الاول فعلیہ المعول دیکھو امام اجل قاضی خاں سا مرجح اور علیہ الفتوی سا لفظ ترجیح جسے علما آکد الفاظ تصحیح سے شمار کرتے ہیں بااینہمہ کہا گیا کہ متون اول پر ہیں تو وہی معتمد ہے امام کے نزدیک عصبات[ف۶] کے بعد ولایت نکاح ماں کو ہے قہستانی شرح مختصر الوقایہ میں لکھا صاحبین کے نزدیک غیر عصبہ ولی نہیں اور یہی ایک روایت امام سے ہے پھر مضمرات شرح قدوری سے نقل کیا وعلیہ الفتوی مگر محققین نے نہ مانا کہ خلاف متون ہے۔ بحرالرائق ونہرالفائق دونوں میں فرمایا ماقیل من ان الفتوی علی الثانی غریب لمخالفتہ المتون الموضوعۃ لبیان الفتوی اھ علامہ شامی نے ردالمحتار میں اسے نقل کرکے

ف۱: صاحب ہدایہ امام اجل ترجیح سے ہیں۔

ف۲: صاحب فتح القدیر امام کمال الدین ابن الہمام مرتبہ اجتہاد اور اصحاب ترجیح سے ہیں۔

ف۳: امام قاضی خاں اصحاب ترجیح سے ہیں ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے۔

ف۴: شروح وفتاوے کی بعض صریح تصحیحیں متون کے خلاف ہونے کے سبب علما نے رد فرمادیں۔

ف۵: جس پر متون ہوں وہی قول معتمد ہے اگرچہ دوسرا کسی معتمد کا مفتی بہ اور مرجح ہو۔

ف۶: عصبات کے بعد ولایت نکاح ماں کو ہے۔

مقرر رکھا کو بیچ سے نجاست نکلے اور وقت وقوع نہ معلوم ہو تو امام ایک یا تین دن سے تنجس مانتے ہیں اور صاحبین فی الحال صاحبِ محیط کہ ائمہ ترجیح سے ہیں دربارہ وضو وغسل وعجین قول امام اور ان کے ماورا میں قول صاحبین اختیار کرتے اور وہ اور امام زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں اسی تفصیل کو ھو الصحیح کہتے ہیں اور اسی پر بحر الرائق و منح الغفار و تنویر الابصار و درمختار میں جزم کیا بااینہمہ علامہ شامی اسے رد کرتے اور عدم تسلیم کی پہلی وجہ یہی لکھتے ہیں کہ مخالف لاطلاق المتون قاطبۃ حموی شرح اشباہ میں ایک مسئلے کی نسبت جس میں روایت ابی یوسف کو حاوی قدسی میں علیہ الفتوی اور اشباہ میں المصحح المعتمد کہا فرماتے ہیں مجرد دعوی الحاوی ان الفتوی علیہ لایقتضی انہ المصحح المعتمد فی المذھب کیف واصحاب المتون قاطبۃ والشروح ماشون علی قولھما (یعنی الطرفین) ومشی اصحاب المتون تصحیح التزامی علی ان مافی المتون والشروح مقدم علی مافی الفتاوی

رابعاً یہی مذہب امام ہے اور علما فرماتے ہیں قول امام ہی پر اعتماد ضرور ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ کرام مذہب صاحبین کی تصحیح کریں کما یاتی آنفا ان شاء اللہ تعالٰی امر چہارم میں جس قاعدہ کا ذکر ہوا جب سے مذہب حنفی عالم میں آیا کسی عالم نے دربارہ اختلاف امام وصاحبین اُسے جاری نہ کیا نہ ہرگز تمام دُنیا میں کوئی اس کا قائل بلکہ سلف وخلف کا اجماع کامل اُس کے خلاف پر گواہ عادل ہزارہا مسائل میں صاحبین نے خلاف کیا پھر شرق وغرب سے کتب فقہیہ جمع کرکے دیکھئے قول صاحبین معدود ہی جگہ مفتی بہ ملیگا جہاں اختلاف زمانہ کے سبب تغیر حکم ہوا یا تعامل و دفع حرج کے مثل کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آئی علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں حصل المخالفۃ من الصاحبین فی نحو ثلث المذھب ولکن الاکثر فی الاعتماد علی قول الامام میں یہاں ائمہ محققین کی بعض عبارات پر اقتصار کرتا ہوں جن سے کالشمس ظاہر کہ سوا مواضع معدودہ کے قول امام ہی پر اعتماد لازم اور اُس کے خلاف کثرت رائے بلکہ فتوائے مشائخ پر بھی التفات نہیں کہ ایک آفتاب لاکھ ستاروں کو چھپالیتا ہے اُسی سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حالی کی مستند کتاب یعنی فتاوی علمگیری میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے اذا اختلفوا فیما بینھم قال عبد اللہ بن المبارك یؤخذ بقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی لانہ کان من التابعین وزاحمھم فی الفتوی تنویر الابصار میں ہے یاخذ بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق درمختار کا منیہ وسراجیہ سے نقل کرنا گزرا ھو الاصح آدم یہی کہ القاضی کالمفتی آدم یہ بھی کہ نہر الفائق میں اسی کو اضبط کہا اسی کی کتاب ادب المقال میں تصحیح کی کما فی الحاشیۃ الطحطاویۃ اسی پر امام محقق علی الاطلاق نے جزم فرمایا اور بعض مشائخ جو کہیں قول صاحبین پر افتا کر دیتے ہیں

ف۱: صاحب محیط ائمہ ترجیح سے ہیں۔

ف۲: بعض جگہ قول صاحبین پر فتوٰی کے وجوہ۔

ف۳: ایک تہائی مذہب کے قریب صاحبین نے خلاف امام کیا ہے لیکن اکثر اعتماد قول امام ہی پر ہے۔

ف۴: امام اعظم تابعی ہیں۔

اُسے بلاوجہ قوی محض نامقبول ٹھہرایا حاشیہ شامیہ میں ہے رد المحقق ابن الہمام علی بعض المشائخ
حیث افتوا بقول الامامین بانہ لایعدل عن قول الامام الا لضعف دلیلہ۔ بحرالرائق میں ہے قد صححوا
ان الافتاء بقول الامام فینتج من ھذا انہ یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافہ اھ
نقلہ العلامۃ الطحطاوی اول القضاء۔ فتاوٰی خیریہ کی کتاب الشہادات مسئلہ شہادۃ الاعمی میں ہے المقرر
ایضا عندنا انہ لایفتی ولایعمل الا بقول الامام الاعظم ولایعدل عنہ الی قولہما او قول احدہما او
غیرہما الا لضرورۃ من ضعف دلیل او تعامل بخلافہ کمسئلۃ المزارعۃ وان صرح المشائخ بان الفتوی
علی قولہما لانہ صاحب المذہب والامام المقدم ؎ اذا قالت حذام فصدقوھا ÷ فان القول
ما قالت حذام۔ بعینہٖ اسی طرح بحرالرائق کی کتاب الصلاۃ بحث اوقات میں تصریح فرمائی اور اُسے ردالمحتار
وحاشیہ طحطاویہ میں نقل کرکے مقرر رکھا امام المحققین شیخ الاسلام برہان الدین صاحبِ ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں
فرماتے ہیں الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال۔ مسئلہ وقت عشا میں جو قول صاحبین کو دُرر
میں مفتی بہ بتایا علامہ نوح افندی نے اس پر فرمایا لایجوز الاعتماد علیہ لانہ لایرجح قولہما علی قولہ الا بموجب
من ضعف دلیل او ضرورۃ او تعامل او اختلاف زمان ولم یوجد شیئ من ذلک فالعمل علی قولہ
اھ نقلہما العلامۃ الطحطاوی فی مبحث اوقات الصلاۃ۔ پھر یہ ضعفِ دلیل جسے علما مرجع عدول فرماتے ہیں
اس کے معنی بھی سمجھ لیجئے یہ وہ ہے کہ اعاظم ائمہ مجتہدانِ فتوی اُس کے ضعف پر تنصیص کریں نہ وہ جسے من وتو
اپنے اذہانِ قاصرہ سے ضعیف سمجھ لیں کہ اول تو یہ دلائل جو مصنفین لکھتے ہیں کیا معلوم کہ امام کی نظر انہیں پر تھی اور
ہو بھی تو ہم کیا اور ہمارا ضعیف سمجھنا کیا ؎ گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش ÷ نظام مملکت خویش خسرواں دانند۔
علامہ طحطاوی فرماتے ہیں انہ قد یظہر قوۃ لہ بحسب ادراکہ ویکون الواقع بخلافہ او بحسب دلیل ویکون لصاحب
المذہب دلیل آخر لم یطلع علیہ اھ اب مجھے اس تحقیق انیق کے بعد اصلاً ضرورت نہ رہی کہ امرِ پنجم کی طرف
توجہ کروں میرا یہی کلام ہرگز نہ دلائل کے جواب میں بس ہے معہذا جو کچھ اُس میں بیان ہوا اُسی دلیل سے ماخوذ ہے
جو ہدایہ وشرح وقایہ وکافی واختیار ومستخلص وغیرہا میں مذہب صاحبین پر ظاہر کی گئی اور اُس کے ساتھ ہی انہیں
کتابوں میں اُس کا نفیس جواب بھی دے دیا جہاں تک میری نظر ہے کوئی کتاب مستند ایسی نہ ملے گی جس میں
یہ تقریر مسطور اور اُس کا جواب نہ مذکور ہو میں یہاں صرف درمختار کے وہ مختصر لفظ جو انہوں نے امام صدر الشریعۃ
وغیرہ سے اخذ کرکے لکھے نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں۔ دلیل امام یہیں فرماتے ہیں کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض

لا یوجب تسلیم الباقی اس مرام نفیس کی توضیح وتلخیص یہ ہے کہ بیع عین پر وارد ہوتی ہے وہ ایک بار سپرد ہوکر کیا باقی ہے کہ محبوس ہو بخلاف نکاح کہ عورت کے گوشت پوست پر وارد نہیں منافع بضع پر ہے اور وہ متجدد تو بعض کی تسلیم کُل کی تسلیم نہیں نہ بعض پر رضا سے کل پر رضا لازم وبعبارۃ اخری شرع نے حق حبس دیا ہے نہ اختیار استرداد اور مبیع میں تجدید منع بشکل استرداد ہی معقول اور نکاح میں منفعت ماضیہ کی واپسی محال تو نہوگا مگر حبس منفعت آئندہ ولہٰذا اگر بیع ف۱ میں بھی چند چیزیں ایک عقد میں بیچیں اور بعض بخوشی دیدیں بعض باقی کو روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہو کہ یہاں بھی بوجہ تعدد اقباض بعض اقباض کُل نہیں کفایہ میں ہے لوسلم البائع بعض المبیع الی المشتری لایسقط حقہ فی حبس ما بقی منہ پس فرق واضح ہوگیا اور استدلال ساقط ہیں یہاں تطویل کلام نہیں چاہتا کہ یہ امر تو علما پہلے ہی طے فرماچکے مگر شاید اتنا کہنا بیکار نہو کہ خود امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی بیع ونکاح کے اس مسئلے میں زمین آسمان کا فرق رکھتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے نزدیک مہر مؤجل کے لیے بھی عورت کو حق منع حاصل اور ثمن ف۲ مؤجل ہو تو استحقاق حبس بالاجماع زائل وہ فرماتے ہیں حق حبس بیع میں اصل عقد کا اقتضا نہیں اور نکاح میں بحالت اطلاق نفس عقد کا مقتضٰی ہے ولہٰذا ف۳ شوہر پر تقدیم تسلیم مطلقاً لازم اگرچہ مہر اشیائے متعینہ سے ہو جیسے عبد یا دار یا ثوب اور بیع میں مشتری پر تقدیم اُسی حالت میں ضرور کہ مبیع عین ہو اور ثمن دین جیسے درہم ودینار امام سغناقی نہایہ میں کہ ہدایہ کی پہلی شرح ہے تقریر مذہب ابی یوسف میں فرماتے ہیں قال ان موجب النکاح عند الاطلاق تسلیم المھر عینا کان او دینا فحین قبل الزوج الاجل مع علمہ بموجب العقد فقد رضی بتاخیر حقہ الی ان یوفی المھر بعد حلول الاجل وبہ فارق البیع لان تسلیم الثمن اولا لیس من موجبات البیع لامحالۃ الاتری ان البیع لوکان مقایضۃ لایجب تسلیم احد البدلین اولا فلم یکن المشتری راضیا بتاخیر حقہ فی المبیع الی ان یوفی الثمن وجعل الفتوی علی قول ابی یوسف اس طرح فتح القدیر وغیرہ شروح ہدایہ میں ہے پھر باوجود اس قدر تفرقوں کے کیونکر مانا جائے کہ نکاح میں یہ حکم محض مشابہت بیع ہی پر مبنی ہے کہ اُس کے احکام سے کہیں تفاوت نہ کرسکے یہ مسئلہ ایک بسوط رسالے کے قابل تھا وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ واللہ ولی الھدایۃ منہ البدایۃ والیہ النھایۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳ از سہسوان ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے صرف نکاح کرکے چلا گیا رخصت نہ ہوئی نہ ایک نے

ف۱: اگر چند چیزیں ایک عقد میں بیچیں بعض بخوشی دیدیں بعض باقی کو روک سکتا ہے جبتک ثمن وصول نہ ہو۔

ف۲: اگر ثمن مؤجل ہو یعنی ادا کی کوئی مدت مقرر ہو تو اجماع ہے کہ بائع مبیع کو حبس نہیں کرسکتا۔

ف۳: مسئلہ: بیع مقایضہ (جس میں دونوں جانب متاع ہو یعنی اسباب) میں اولاً واجب نہیں احد البدلین کی تسلیم یعنی کسی پر پہلے سپرد کرنا ضرور نہیں۔

دوسرے کی صورت دیکھی دو برس بعد ہندہ نے اُس پر نالش کی کہ رخصت کرائے یا طلاق دے وہ کچہری میں آیا اور حاکم کے سامنے طلاق نامہ لکھدیا پدر ہندہ نے کل مہر ہندہ بے اجازت ہندہ معاف کردیا ہندہ اس معافی کو نامنظور کرتی اور اپنا نصف مہر مانگتی ہے اس صورت میں ہندہ پر عدت لازم ہے یا نہیں اور اس کا دعوی مہر صحیح ہے یا نہیں اور باپ کے معاف کیے سے مہر معاف ہوگیا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کے مہر معاف کردینے کا اختیار نہیں نہ ہرگز اُس کے معاف کیے معاف ہوسکے فان البنت ان کانت بالغۃ فلا ولایۃ للاب علیہا اصلا وان صغیرۃ فالولایۃ للنظر ولا نظر فیما تمحض للضرر کتب المذہب طافحۃ بہذا پس اگر زید نے بلاشرط معافی مہر طلاق دی تھی تو بیشک ہندہ پر طلاق بائن واقع ہوئی جس کے سبب وہ زید کے نکاح سے نکل گئی اور ازانجا کہ ہنوز خلوت نہ ہوئی تھی عدت کی بھی حاجت نہیں فی مجمع الانہر[1] طلق غیر المدخول بہا بانت لا الی عدۃ اھ ملتقطا اور اسی لیے نصف مہر ہندہ زید پر واجب الادا جس کے دعوی کا اُسے ہر وقت اختیار اذلا حالۃ تنتظر بعد الافتراق بموت او طلاق اور اگر اُس نے یوں کہا تھا کہ میں نے ہندہ کو اس شرط پر طلاق دی کہ مجھے مہر معاف ہوجائے تو صورت مسئولہ میں نہ مہر معاف ہوا نہ طلاق پڑی اذا فات الشرط فات المشروط اس تقدیر پر دعوی مہر میں وہی حکم ہوگا جو عورت کو بحالت زوجیت دیا جاتا ہے کہ مہر معجل ہو تو فی الفور لے سکتی ہے اور کچھ وعدہ مقرر ہوا ہو تو میعاد معلوم تک نہیں مانگ سکتی اور کچھ نہ ٹھہرا ہو تو اُس شہر کے رواج پر چھوڑیں گے یعنی ایسی حالت میں جو وہاں کا عرف ہو اُسی پر عمل ہے فی النقایۃ[2] المعجل والمؤجل ان بینا فذاک والا فالمتعارف واللہ تعالی اعلم

مسئلہ[3]: ۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ہجری از سہسوان مرسلہ حافظ علی محمد صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح اُس کی رضاعی بہن کے ساتھ بوجہ لاعلمیت کے ہوا اور وہ اُس کے تصرف میں بھی رہی تو اس صورت میں زید پر دین مہر واجب الادا ہے یا نہیں۔

الجواب

صورت مسئولہ میں پورا مہر مثل واجب ہے اگرچہ مہر مسمی سے زائد ہو ردالمحتار وطحطاوی علی الدرالمختار میں زیر قول شارح ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطء ولم یزد علی المسمی لرضاہا بالحط فرمایا ہذا وفی الخانیۃ[3] لو تزوج محرمہ لاحد علیہ وعلیہ[4] مہر مثلہا بالغا ما بلغ اھ فہی مستثناۃ الا ان یقال ان

نکاح المحارم باطل لا فاسد الخ ای فلا استثناء خانیہ میں اوس کی امثلہ میں فرمایا نحو الام والبنت والاخت والعمۃ والخالۃ او تزوج بامرأۃ ابیہ او ابنہ الخ فذکر محرمات الصہر ایضا فافاد شمول محرمات الرضاع بالاولی وقال فی ردالمحتار تحت قولہ شبہۃ العقد لوطء محرم نکحھا مانصہ اطلق فی المحرم فشمل المحرم نسبا ورضاعا او صہریۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ بلاغ پختہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب یکم ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

چہ میفرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ تعداد مہر شرع محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چہ مقدار ست بینوا توجروا

الجواب

مہر را در شرع مطہر جانب کمی حدے معین ست یعنی دہ درہم اما جانب زیادت ہیچ تحدید نیست ہرچہ کہ بستہ شود ہمانقدر بحکم شرع محمدی لازم آید صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم قال اللہ تعالٰی وآتیتم احدٰہن قنطارا پس تعیین نتواں کرد کہ ہمیں قدر مقدار مہر شرعی ست نہ غیر او آرے ایں لفظ در بسیارے از عوام اہل حرفہ ایں بلاد شائع و ذائع است مانا کہ او را مقابل رسم شرفاء و متمولان ہند نہادہ باشند آناں در مہور مغالات و افراط را از حد گزرانیدہ بر گردن کم مایہ پنجہ پنجاہ ہزار و صد ہزار وازاں ہم فزوں تر بار می نہادند اینان بتقلیل گرائیدہ مہر کمی سہل الحصول می بستند وایں را بمقاصد شرع مطہر نزدیکتر دانستہ مہر شرع محمدی میگفتند تا رفتہ رفتہ تسمیہ و تعیین از میان برخاست و در بسیارے از عقود ایشاں ہمیں لفظ بر زبانہا ماند اگر پرسی چہ قدر مہر بستہ شد گویند شرع محمدی دگر ہیچ و چوں ایں لفظ اصطلاح خاص ایشاں ست واجب ست در فہم مرادش رجوع ہم بایشاں کردن فانہ یجب ان یحمل کلام کل عاقد وحالف وموص وواقف علی عرفہ کما فی ردالمحتار وغیرہ پس اگر مراد و متعارف ایشاں یا گروہے از ایشاں ازیں لفظ ہماں اقل مقادیر مہر ست نزد آں گروہ دہ درم لازم آید و قومے را کہ مقصود و مفہوم مہر سرادق عفت فلک رفعت کنیزاں درگاہ طہارت پناہ حضرت بتول زہرا صلوات اللہ وسلامہ علی ابیہا الکریم وعلیہا باشد آنجا چار صد مثقال سیم کہ بسکہ وقت یکصد و شصت روپیہ است واجب شود و کسانیکہ خود اذہان ایشاں نیز از معنی ایں لفظ خالی ست ہمیں سخنیست کہ بر زبان رانند و مفہوم و مرادش خود ندانند (و می ترسم کہ غالب ہمچنیں باشد) تا آنگاہ ظاہر آنکہ مہر مثل لازم گردد اذ ھو الاصل اذ ھو الاعدل فلا عدل عنہ الا عند صحۃ التسمیۃ وقد فسدت لمکان الجہالۃ فوجب المصیر الی الاصل وراجع الہدایۃ

وغیرھا من الکتب المعللۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر معرا بیان تعجیل وتاجیل سے قبل از موت وطلاق واجب الادا فی الحال ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں زعموا وجوب ادا فی الحال ہے نہ کلیۃً عدم بلکہ مدار عرف وعادت پر ہے اگر عرف یہ ہے کہ قبل از موت وطلاق ادا کر دیتے ہیں تو فی الحال ادا لازم ہے ورنہ نہیں فی مختصر الوقایۃ والمعجل والمؤجل ان بینا والا فالمتعارف وفی شرحھا والمختار ھذا فان المتأخرین اختاروا ھذا بناءً علی المتعارف واللہ اعلم بالصواب وعندہ تعالیٰ ام الکتاب

مسئلہ از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ

چہ میفرمایند علمائے شریعت پناہ دریں مسئلہ کہ اگر زن فاسقہ گردد ومرد بوجہ فسق او طلاقش دہد مہر ساقط شود یا نے وبچہ کار تمام مہر عورت دورمی شود وبچہ کار نصف میماند بینوا بیانا شافیا اجرکم اللہ تعالیٰ اجراً وافیا۔

الجواب

مہر بنفس عقد زناشوئی واجب شود وبوطی یا خلوت صحیحہ یا موت احد الزوجین تاکد وتقرر یابد کہ بعد وقوع یکے ازینہا بہیچ وجہ پارۂ ازاں بے ادا یا ابراء ساقط نگردد اگرچہ زن معاذ اللہ فسق وفجور ورزد یا عیاذًا باللہ مرتدہ شود فی الدر المختار یتأکد عند وطء او خلوۃ صحت او موت احدھما فی رد المحتار افاد ان المھر وجب بنفس العقد لکن مع احتمال سقوطہ بردتھا او تقبیلھا ابنہ او تنصفہ بطلاقھا قبل الدخول وانما یتأکد لزوم تمامہ بالوطء ونحوہ (الی قولہ) قال فی البدائع واذا تأکد المھر بما ذکر لا یسقط بعد ذلک وان کانت الفرقۃ من قبلھا لان البدل بعد تأکدہ لایحتمل السقوط الا بالابراء کالثمن اذا تأکد بقبض المبیع اھ آرے اگر پیش از وقوع چیزے از مؤکدات ثلثہ مذکورہ زن معاذ اللہ ارتداد کند یا پدر یا پسر شوہر یعنی اصل یا فرعش زنا نماید یا بشہوت پدر یا پسر شوئے را بوسہ دہد یا دست بذکر آناں رساند یا ذکر شاں را بشہوت نظر کند یا صغیرہ خود را شیر دہد یا احد الزوجین بخیار بلوغ فسخ نکاح اختیار کند یا در عقد فاسد پیش از وطی حقیقی متارکہ شود دریں صور ہمہ مہر ساقط گردد و آگر شوئے

معاذ اللہ مرتد شود یا با مادر یا دختر زن اینی اصل یا فرع ش زنا کند یا بشہوت مادر یا دختر زن را بوسہ چیند یا مساس کند یا در برکند یا فرج اندرونی آنہا بیند دریں صور نیمۂ مہر سقوط پزیرد وغیر ایں صور صورتہائے دیگر نیز ہست کہ اگر در جملہ انہا بتفصیل کلام وتحقیق احکام وتنقیح مرام پردازیم رسالہ مستقلہ می باید نوشت

فی الدر المختار یجب نصفه بطلاق قبل وطء او خلوة فی رد المحتار لو قال بکل فرقة من قبله لتشمل مثل ردته وزناه وتقبیله ومعانقته لام امرأته وبنتها قبل الخلوة قهستانی عن النظم اھ وفیه عن البحر عن القنیة طلقها قبل الدخول او جاءت الفرقة من قبلها یعود نصف المهر فی الاول والکل فی الثانی الی ملك الزوج الخ وفی التنویر للموطوءة کل مهرها ولغیرها نصفه لو ارتد ولا شیئ لو ارتدت اھ وفی الدر المختار لو ارضعت الکبیرة ضرتها الصغیرة حرمتا ولا مهر للکبیرة ان لم توطأ لمجیئ الفرقة منها وللصغیرة نصفه لعدم الدخول اھ ملخصا وفی رد المحتار فی النکاح الفاسد بعدم الشهود مثلا مهر المثل ان یکن دخل اما اذا لم یدخل لا یجب شیئ اھ ملتقطا وفی الدر المختار لصغیر وصغیرة خیار الفسخ بالبلوغ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیه ویلزم کل المهر الخ وفی الشامی قوله ویلزم کل المهر لان المهر کما یلزم جمیعه بالدخول ولو حکما کالخلوة الصحیحة کذلك یلزم بموت احدهما قبل الدخول اما بدون ذلك فیسقط ولو الخیار منه لان الفرقة بالخیار فسخ للعقد والعقد اذا انفسخ یجعل کأنه لم یکن کما فی النهر اھ هذا واعلم ان من العلماء من قرر له ضابطة وهی ان کل فرقة جاءت من قبل الزوج قبل الدخول فانها تنصف المهر وکل فرقة اتت من قبلها تسقط وهو الذی یبتنی علیه ما ذکر الشامی عن القهستانی عن النظم ومنهم من استثنی منها خیار البلوغ لما مر انه وان کان منه لا ینصف بل یسقط وهو الذی اختاره فی الدر المختار ولکن ردهما فی الذخیرة بما اذا ملك الزوجة قبل الدخول بشراء مثلا حیث ینفسخ النکاح ویسقط المهر کله مع انها فرقة جاءت من قبله وحقق الضابطة بان کل فرقة جاءت من قبله وهی طلاق فانها تنصف وکل ما جاءت وهی فسخ فانها تسقط ورده فی البحر بردة الزوج حیث تنصف کما علمت مع انها فسخ جاء من قبله ثم قال فالحق ان لا یجعل لهذه المسألة ضابط بل یحکم فی کل فرد بما افاده الدلیل اھ هذا هو الذی حمل العبد الضعیف علی الاقتصار علی ذکر بعض الصور وعدم التعرض لضابط ـ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ـ
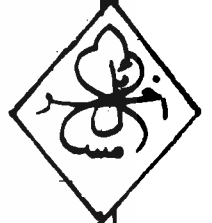
مسئلہ از اٹاوہ قریب کچہری منصفی مرسلہ مولوی علی حبیب صاحب علوی ۲۰ ذی الحجہ ۱۳ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس صورت میں کہ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح شرعی دوہزار روپے مہر پر بکر بالغ کے ساتھ کیا قضارا دختر مذکورہ بعد نکاح کے ایّام نابالغی میں زید کے گھر مرگئی اب زید پدر و دیگر وارثان شرعی متوفاۃ مذکورہ کو دعوی مہر مذکور کا بکر شوہر دختر متوفاۃ پر شرعاً پہنچتا ہے تو کس قدر کا بحوالہ کتب معتبرہ فقہ حنفی جواب مرحمت ہو گو اس مسئلہ کا جواب اصول سے بہت صاف دیا جاسکتا ہے مگر مستفتی کو اصرار ہے کہ بحوالہ کتاب اس صورت خاص میں حکم دیا جائے میرے پاس جو کتابیں ہیں اُن میں باوصف تلاش یہ صورت خاص نہ ملی چونکہ آپ کا کتب خانہ بہت بڑا ہے اور نظر آپ کی اکثر کتب پر بہت وسیع ہے اس واسطے صورت مسئلہ تحریر کی جاتی ہے جواب سے جس قدر جلد مشرف فرمائیے گا ممنون ہونگا۔ بینوا توجروا

الجواب

اگرچہ موت احدالزوجین کے سبب مہر کا متأکد ہوجانا اور تمام و کمال لازم آنا یونہی علی وجہ الاطلاق جمیع کتب مذہب متون و شروح و فتاوے میں مبین جس میں بالغ و نابالغ و دخول و عدم دخول کی اصلاً کوئی تقیید و تخصیص نہیں اور صرف اسی قدر جواب مسئلہ میں قطعاً بس تاہم اگر یہ صورت خاص معینہ ہی درکار ہے کہ عورت نابالغہ ہو اور ولی اُس کا نکاح ایک مہر پر کردے اور وہ قبل بلوغ شوہر نادیدہ مرجائے تو یہ جزئیہ بھی بہت کتب میں صاف صاف مصرح اور حکم اُس کا وہی کہ بوجہ موت کل مہر لازم بلکہ علمانے اُس صورت میں اس کی تصریح فرمائی کہ ولی مزوج غیر اب وجد ہو جہاں نکاح لازم نہیں ہوتا اور بعد بلوغ صغیر و صغیرہ کو اختیار طلب فسخ دیا جاتا ہے تو شاید کسی کو عدم تأکد کا توہم ہوتا نہ کہ تزویج پدر کہ قطعاً لازم و ناقابل فسخ ہے یہاں کسی کو بھی اُس کا وہم گزرنا اصلاً معقول نہیں ملتقی الابحر اور اُس کی شرح مجمع الانہر میں ہے للولی انکاح الصغیر والصغیرۃ فان مات احدھما ورثہ الاٰخر بلغا اولا ویجب المھر کلہ وان مات قبل الدخول اھ ملتقطا[2] قلت ومعلوم ان ضمیر مات الی احدھما الشامل للزوج والزوجۃ کما لایخفی درمختار میں ہے یتوارثان فیہ (یعنی الصغیر والصغیرۃ) ویلزم کل المھر تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق میں ہے وتوارثا قبل الفسخ لان النکاح صحیح والملک بہ ثابت فان مات احدھما فقد انتھی النکاح سواء مات قبل البلوغ اوبعدہ لان الفرقۃ بینھما لاتقع الابقضاء القاضی فیتوارثان ویجب المھر کلہ وان مات قبل الدخول الخ پس صورت مستفسرہ میں کل مہر مسمی ذمہ بکر لازم ہوا جس میں نصف یعنی ایک ہزار روپے کا وہ خود وارث ہے بقیہ ورثہ ہزار روپے
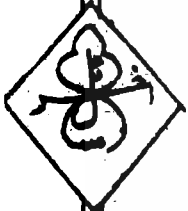
کا اس پر دعوٰی کرسکتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹: ۲۰ رمضان مبارک ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر کی زوجہ منکوحہ کو اُس کی غیبت میں بھگا کرلے گیا اور اُس سے زنا کرتا ہے اور واسطے برارت الزام تعزیرات ہند کے دعوٰی دلاپانے دین مہر شرعی زوجہ بکر کی جانب سے بصیغہ دیوانی دائر کراکر بیان کرایا کہ مجھکو بکر نے طلاق دیدی میرا مہر شرعی بکر زوج میرے سے دلایا جائے اس صورت میں از روئے شرع شریف زوجہ ہندہ مفرورہ کو وصولیابی مہر کا استحقاق ہے یا نہیں اور مہر ہندہ کا مؤجل ہے اور کوئی میعاد معین قرار نہ پائی اور بکر نے طلاق بھی نہیں دی بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو عورت کو ہرگز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں کہ جب مہر مؤجل بندھا اور میعاد کی کوئی شرح بیان میں نہ آئی کہ سال بھر بعد ادا کیا جائیگا یا دس برس تو شرعاً اُس کی میعاد موت یا طلاق قرار پائی ہے فتاوی عالمگیری میں ہے لاخلاف لاحد ان تأجیل المھر الی غایۃ معلومۃ نحو شھر او سنۃ صحیح وان کان لاالی غایۃ معلومۃ فقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضھم یصح وھو الصحیح وھذا لان الغایۃ معلومۃ فی نفسھا وھو الطلاق او الموت الا یری ان تاجیل البعض صحیح وان لم ینص علی غایۃ معلومۃ کذا فی المحیط فتاوی قاضی خاں میں ہے رجل تزوج امرأۃ بالف علی ان کل الالف مؤجل ان کان للاجل معلوما صح التاجیل وان لم یکن لا یصح وذالم یصح التاجیل یؤمر الزوج بتعجیل قدر ما یتعارفہ اھل البلد ثم یوخذ منہ الباقی بعد الطلاق او بعد الموت فلا یجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی فلا یحبسہ پس میعاد سے پہلے دین کا مطالبہ ہرگز روا نہیں نہ ایسا دعوٰی مسموع ہوسکے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰: از سنبھل ضلع بہرائچ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب تاجر لٹھا ۷ رمضان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلاوجہ شرعی اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دیدی، جب ہندہ کے ولی یعنی خالد اُس کے باپ نے زید سے مہر طلب کیا تو زید مدعی اس امر کا ہوا کہ میرا مہر دس درم کا تھا اور صورت یہ واقع ہوئی ہے کہ تعداد مہر کی نہ ہندہ اور اُس کے ولی ثمانذ کو یاد ہے اور نہ قاضی نکاح خواں اور نہ وکیل کو یاد ہے اور نہ یہ امر یاد ہے کہ وقت نکاح کون کون گواہ مقرر ہوئے تھے لیکن اُس قوم میں ادنے ادنے عورتوں کا بھی مہر کم درجہ پانچسو روپے اور دو دینار سرخ اکثر ہیں اور دس درم
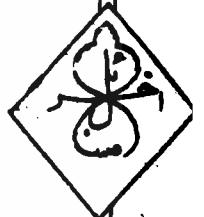
مہر جیسا کہ دعوی زید کا ہے اُس قوم میں کسی کا نہیں بلکہ غالباً اُس شہر میں بھی جہاں یہ دونوں طلاق دہندہ اور مطلقہ رہتی ہے شاید کسی کا بھی نہو اور اسی اعتبار سے کہ اکثر عرف قوم میں ادنے درجہ پانچسو روپے اور دو دینار سُرخ ہے خالد ولی ہندہ مدعی اور طالب پانچسو روپے اور دو دینار سُرخ کا ہے پس ایسی شکل میں ہندہ بقول اپنے زوج طلاق دہندہ کے دس درم پائے گی یا بموجب عرف اپنی قوم کے حسب مدعی اپنے اور اپنے ولی خالد کے پانچسو روپیہ اور دو دینار سُرخ پانے کی مستحق ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عبارت سوال سے واضح کہ یہ طلاق بعد رخصت وخلوت زن وشو واقع ہوئی پس اگر واقع ایسا ہی ہے تو صورت مستفسرہ میں زوج وزوجہ میں جو اپنے دعوے پر گواہان عدول شرعی قائم کردیگا اُسی کے موافق فیصلہ کردیا جائیگا اور اگر دونوں اپنے اپنے مطابق گواہ شرعی دیدیں تو عورت کے مہر مثل پر نظر کرینگے اگر وہ پانچسو روپے دو دینار سرخ یا اس سے زائد ہو تو دس درم کی ڈگری ہوگی اور اگر دس درم ہو تو پانچسو روپے اور دو دینار سُرخ کی اور اگر دس درم سے زائد اور پانچسو روپے دو دینار سے کم ہو تو جتنا مہر مثل ہو اُسی قدر دلایا جائیگا اور اگر اُن میں کوئی اپنے دعوے پر گواہ نہ لاسکے تو بھی مہر مثل کو دیکھیں گے اگر پانچسو روپے دو دینار یا اس سے زائد ہوا تو عورت سے قسم لیں گے واللہ میرا نکاح اس کے ساتھ دس درم پر نہ ہوا اگر قسم کھالے گی تو پانچسو روپے دو دینار سُرخ کی ڈگری ہوگی اور قسم سے انکار کرے گی تو دس درم پائے گی اور اگر مہر مثل دس درم ہوا تو مرد سے قسم لیں گے واللہ میں اس عورت کو پانچسو روپے دو دینار پر اپنے نکاح میں نہ لایا اگر قسم کھالے گا دس درم کی ڈگری ہوگی اور انکار کیا تو پانچسو روپے دو دینار دینے ہونگے اور اگر دس درم سے زائد اور پانچسو روپے دو دینار سے کم ہو تو مرد وزن دونوں سے قسم لی جائے گی اور اولی یہ کہ شوہر سے ابتدا کریں اگر وہ قسم سے انکار کرے پانچسو روپے دو دینار دلائیں اور قسم کھالے تو عورت سے قسم لیں اگر وہ انکار کرے دس درم پائے اگر وہ بھی کھالے تو مہر مثل دلائیں فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار ان اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح (الی قبل الدخول او بعدہ ولو بعد الطلاق والدخول رحمتی) فالقول لمن شہد لہ مہر المثل بیمینہ وای اقام بینۃ قبلت سواء شہد مہر المثل لہ اولہا اولا ولا وان اقاما فبینتہا مقدمۃ ان شہد لہ وبینتہ ان شہد لہا لان البینات لاثبات خلاف الظاہر وان کان مہر المثل بینہما تحالفا والاولی البداءۃ بتحلیف الزوج فایہما نکل لزمہ دعوی الآخر وان حلفا ہنا وبر

تھنی بہ رای بمهر المثل) اھ ملتقطا قلت[۳] وفی عبارۃ الدر ھھنا تقصیر نبہ علیہ الشامی والمسألۃ فی الخانیۃ والھندیۃ وغیرھما واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ[۱۱] از بریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۱۳۔ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

مہر ازواج مطہرات حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کس قدر تھا اور مہر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کا کسقدر مع تعداد درہم و دینار و تطبیق سکہ رائج الوقت ارشاد ہوا اور وزن درہم و دینار موافق وزن اس وقت کے کیا ہے بینوا توجروا

الجواب

عامۂ ازواج مطہرات و بنات مکرمات حضور پُر نور سید الکائنات علیہ وعلیہن افضل الصلوات و اکمل التحیات کا مہر اقدس پانچسو درہم سے زائد نہ تھا مسلم فی صحیحہ عن ابی سلمۃ قال سألت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کم کان صداق النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالت کان صداقہ لازواجہ ثنتی عشرۃ اوقیۃ ونش قالت اتدری ما النش قلت لا قالت نصف اوقیۃ فتلک خمسمائۃ درھم احمد والدارمی وللاربعۃ عن امیر المومنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ماعلمت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نکح شیئا من نسائہ ولا انکح شیئا من بناتہ علی اکثر من اثنتی عشرۃ اوقیۃ مگر ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفین خواہر جناب امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ ان کا مہر ایک روایت پر چارہزار درہم کما فی سنن ابی داود دوسری میں چارہزار دینار تھا کما فی المستدرک صححہ الحاکم واقرہ الذھبی ولا یخالف ھذا ما مر من حدیثی ام المومنین وامیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہما فان ھذا الامھار لم یکن من رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بل من ملک الحبشۃ سیدنا النجاشی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر اقدس چار سو مثقال چاندی علی ما ذکر فی المرقاۃ الجزم بہ عن روضۃ الاحباب والمواھب درہم[ف۱] شرعی کا وزن ۳ ماشہ ۱⅕ سُرخ چاندی ہے کما حققنا فی الزکوۃ من فتاوٰنا اور دینار[ف۲] ایک مثقال یعنی ۴.۵ ماشہ سونا یہی وزن سبعہ ہے یعنی سات مثقال وزن میں برابر دس درہم کے فی تنویر الابصار کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل اور باعتبار[ف۳] قیمت ایک دینار شرعی دس درہم کا تھا فی ردالمحتار فی الھدایۃ کل دینار عشرۃ دراھم قال فی الفتح ای یقوم فی الشرع بعشرۃ کذا کان فی الابتداء

ف۱: درہم شرعی کا وزن۔
ف۲: دینار کا وزن۔
ف۳: دس درہم دینار کی قیمت۔
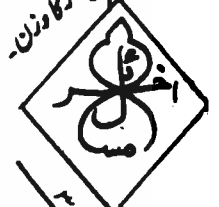
یہاں کا روپیہ ۱۱ ماشہ ۲ سرخ ہے تو درہم اُس کا ۲۱/۲۵ ہے کہ مجنس کرنے سے درہم ۱۲۶ روپیہ ۲۵۰ ہوا تو درہم روپے کا ۱۲۶/۲۵۰ یعنی ۶۳/۱۲۵ ٹھہرا جس کا حاصل یہ کہ ۶۳ روپے برابر ۱۲۵ درہم کے یا ایک روپیہ برابر ۱ ۶۲/۶۳ درم کے ولہذا نصاب فضہ کہ دو سو درم ہے اس روپے سے ۵۶ آتی ہے ۵۶ درم کے ۱۱۱ ۹/۶۳ ہوئے اور چار سو مثقال کے ایک سو ساٹھ روپے دس درم اقل مقدار مہر ہے ۶/۱۲ ۹ ۳/۵ پائی یعنی دو روپے پونے تیرہ آنہ اور پانچواں حصہ پیسے کا چار ہزار درم کے یہاں کے سکہ سے ایک ہزار ایک سو بیس روپے ہوئے اور ہر دینار دس درم کا ہے لہذا چار ہزار دینار کے گیارہ ہزار دو سو روپے۔ اس حساب[ف۲] سے ظاہر ہوا کہ زمانہ اقدس رسالت میں سونے کی قیمت ساڑھے سات روپے تولہ سے بھی کم تھی کہ جب دینار یعنی ساڑھے چار ماشہ سونا دس درم یعنی دو روپے ۱۲ آنے ۹ ۳/۵ پائی کا تھا تو بحساب اربعہ ایک تولہ سونا ۷ روپے ۵ آنے ۴/۵ پائی کا ہوا یہ برکات دنیا تھیں علاوہ برکات دینیہ کے جن کا شمار اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں کرسکتا وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا والحمد للہ رب العالمین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از بڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنی کا جھانپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ بائی بنت غلام حسین ۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ

عورت کا مہر سوا دس ہزار روپے کا ہے مرد نے نان نفقہ بند کرلیا ہے عورت نے مہر کا دعوٰی کیا ہے اس صورت میں مہر اُسے دلایا جائیگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر مہر پیشگی یعنی شوہر کے پاس جانے سے پہلے دینا قرار پایا تھا یا کوئی میعاد معین ٹھہری تھی کہ اتنی مدت کے بعد دیا جائیگا اور وہ مدت گزر گئی جب تو عورت ابھی دعوٰی کرسکتی ہے اور فوراً دلایا جائیگا اور اگر کچھ مدت مقرر نہ ہوئی تھی تو وہاں اُس شہر کے عرف وعادت پر عمل ہوگا اگر وہاں کا عرف یہ ہے کہ ایسی صورت میں عورت جب طلب کرے ادا کیا جاتا ہے تو دعوٰی قابل سماعت ہے مہر ابھی دلایا جائے اور اگر عرف یہ ہے کہ ایسی حالت میں جب مرد وعورت میں کسی کا انتقال ہو یا مرد طلاق دیدے اُس وقت مہر کا مطالبہ ہوتا ہے تو اُسی وقت ملیگا اُس سے پہلے دعوٰی نہ سُنا جائیگا نقایہ میں ہے المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف ہمارے شہروں کا عرف یہی ہے تو یہاں عورت کو پیش از طلاق یا موت مطالبۂ مہر کا اختیار نہیں ایسے ہی عرف کے سبب ردالمحتار کتاب القضا میں ہے حق طلبہ انما ثبت لھا بعد الموت او الطلاق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳: شعبان معظم ۱۳۱۱ھ

ف۱: سکۂ انگریزی سے درہم و دینار کا حساب۔

ف۲: عہد پاک رسالت میں سونا فی تولہ ۷ روپے ۵ آنے ۴/۵ پائی تھا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بوقت نکاح تصریح مہر معجل ومؤجل نہیں ہوئی تو کس وقت میں مہر ذمہ شوہر واجب الادا ہوگا۔

الجواب

جب طلاق یا زن وشوہر میں کسی کی موت واقع ہو اُس وقت واجب الادا ہوگا اُس سے پہلے عورت مطالبہ نہیں کرسکتی ہو المتعارف فی بلادنا فی ردالمحتار عن طلبہ انماثبت لها بعد الموت اوالطلاق لامن وقت النکاح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳ از بڑودہ پہلی پلٹن تیسری کمپنی مکان شیخ امام صوبہ دار مرسلہ رحمت بی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

شرع محمدی حنفیہ مذاہب کا اس سوال کے جواب میں کیا حکم ہے میرا مہر سات سو روپے کا تھا میں نے اپنے شوہر کو معاف کردیا میں نے نیک کام کیا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بیشک نیک کام کیا اور اُس میں بڑے ثواب کی امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من نفس عن غریمہ اومحی عنہ کان فی ظل العرش یوم القیمۃ جو اپنے مدیون کو مہلت دے یا معاف کردے قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہو رواہ الامام احمد ومسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والامام البغوی فی شرح السنۃ عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال ھذا حدیث حسن اگلی اُمتوں میں ایک گنہگار آدمی اپنے مدیونوں سے درگزر کیا کرتا تھا جب وہ مرا اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہوں سے درگزر فرمائی رواہ الشیخان عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُسے جنت میں جگہ بخشی رواہ عنہ وعن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما مولیٰ تعالیٰ نے فرمایا جب یہ اپنے مدیون سے درگزر کرتا تھا تو مجھے تو زیادہ لائق ہے کہ درگزر فرماؤں رواہ مسلم عن ابی مسعود وعنہ وعن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کلھم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر مسماۃ ہندہ صغیرہ نابالغہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کرنا چاہا وقت نکاح کے وکیل نکاح نے تعداد مہر کی مبلغ دس ہزار روپے اور دو دینار شرع ظاہر
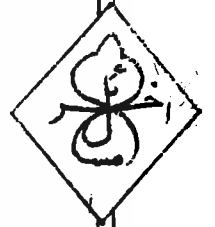
کی اس پر عمرو کی طرف سے لوگوں نے کہا کہ تعداد مہر کی بہت ہے عمرو کی حیثیت اتنی بھی نہیں کہ دسواں حصہ اس کا ادا کر سکے تعداد مہر کی کم کرنا چاہیے وکیل نکاح نے جواب دیا کہ تعداد مہر کم کرنے کا مجھکو اختیار نہیں ہے مگر یہ مہر ایسا نہیں ہے جو دونوں کی زندگی میں لیا دیا جائے جبکہ اُس مہر پر نکاح ہوگیا اور ہندہ باپ کے گھر سے آکر عمرو کے گھر دو تین مہینے رہی مگر بوجہ صغیرہ و نابالغہ ہونے ہندہ کے عمرو کو استمتاع وطی نہیں ہوا بعدہٗ زید ہندہ کو بلا مرضی عمرو کے اپنے گھر لے گیا اور اب عمرو کے گھر نہیں آنے دیتا ہے اور دعوی بعض مہر کا بہ ترک بعض مہر کے بجانب ہندہ کے بولایت اپنے بوجہ نابالغی ہندہ کے کرتا ہے پس اس صورت میں مہر عمرو سے دلایا جائیگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

مہر میں جب نہ یہ شرط کی جائے کہ کُل یا اسقدر پیشگی لیں گے جسے معجل کہتے ہیں نہ اُس کے ادا کے لیے کوئی میعاد معین کی جائے مثلاً سال دو سال یا جو قرار پائے جسے مؤجل کہتے ہیں تو وہ عرف بلد پر رہے گا جس شہر میں عام طور پر یہ رواج ہو کہ مثلاً نصف یا ربع یا کسی قدر بغیر تصریح تعجیل کے بھی پیشگی لیتے ہیں وہاں اُتنا پیشگی دینا ہوگا اور جہاں عرف یوں ہے کہ بے موت یا طلاق لینا دینا نہیں ہوتا وہاں جبتک زوجین میں کسی کا انتقال یا طلاق واقع نہ ہو اختیار مطالبہ نہ دینگے مختصر الوقایہ میں ہے المعجل والمؤجل ان بینا فذاک والا فالمتعارف ہمارے بلاد میں عام مہور بیان تعجیل و تاجیل سے خالی ہوتے ہیں اور رواج یہ ہے کہ اُس کے لزوم ادا کو موت یا طلاق پر موقوف رکھا جاتا ہے پس صورت مسئولہ میں اگر وکیل نکاح اس مضمون کی تصریح بھی نہ کرتا کہ یہ وہ مہر نہیں جو زندگی میں لیا دیا جائے تاہم پدر ہندہ بحالت نابالغی اور خود ہندہ بعد بلوغ تا وقتیکہ موت یا طلاق نہو عمرو سے کسی جزو مہر کا مطالبہ نہ کرسکتے رد المحتار میں ہے حق طلبہ انما یثبت لہا بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح یہاں کہ وکیل نکاح نے وقت نکاح اس مضمون کی صاف تصریح کر دی بدرجہ اولٰے کسی کو اختیار مطالبہ نہیں واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا کہ زنا سے حاملہ تھی نکاح غیر زانی سے کہ اُسے اُس کے حمل سے اطلاع نہ تھی ہوگیا آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور یہ عذر مرد کا کہ میں نے باکرہ

سمجھ کر نکاح کیا تھا نہ حاملہ اسقاط مہر کے لیے کافی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہے اب نکاح کرنے کی ضرورت نہیں مگر جس صورت میں حمل اس مرد سے نہیں رہا تو اُسے قبل از وضع حمل مباشرت اور اُس کے دواعی اس عورت کے ساتھ جائز نہیں درمختار میں ہے وصح نکاح حبلی من زنالا حبلی من غیرہ ای الزنا لثبوت نسبہ ولومن حربی او سیدھا المقر بہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع اور یہ عذر کہ میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا نہ حاملہ مہر کو ساقط نہ کریگا کہ بکارت عورت کی طرف سے معتبر نہیں۔ کتاب مذکور میں ہے لا تعتبر من جانبھا لان الزوج مستفرش فلا تفیظہ دناءۃ الفراش وھذا عند الکل فی الصحیح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از محلہ ذخیرہ مسئولہ مولوی برکات احمد صاحب وکیل دیوانی۔

مولانا صاحب دام عنایتکم۔ سلام مسنون کے بعد عارض ہوں ایک مسئلہ شرعی بتا دیجیے وہ یہ ہے کہ مہر کب واجب ہوتا ہے اگر معجل ہو تو کس وقت اور مؤجل ہو تو کس وقت خلوت صحیحہ وجوب مہر کے واسطے ضروری ہے یا نہیں اور خلوت صحیحہ کس کو کہتے ہیں اُس کی تعریف کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مہر معجل وہ مہر یا پارہ مہر کا ہے جس کا ادا کرنا فوراً قرار پایا ہو خواہ از روئے شرط کہ نفس عقد نکاح میں تعجیل مذکور ہو یا عقد کے بعد شرط تعجیل ٹھہری ہو خواہ از روئے عرف جبکہ وہ شرط صریح کے مخالف نہ واقع ہو یہ مہر فوراً واجب الادا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے ادا سے پہلے شوہر عورت کو بے اُس کی رضا کے ہاتھ نہیں لگا سکتا بلکہ رخصت نہیں کرا سکتا اور مؤجل وہ جس کے لیے کوئی میعاد معین قرار دی گئی ہو مثلاً ایک سال دس سال یا جسقدر ٹھہرائیں یہ اُس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آجائے اُس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی جامع الرموز میں ہے المھر المعجل والمؤجل ان بینا ای بین فی العقد ان کلہ او بعضہ یکون معجلا او مؤجلا فذلک المبین واجب اداؤہ علی ما بین اور اگر مؤجل کہا اور کوئی میعاد اصلاً نہ بیان کی تو وہ طلاق یا موت تک مؤجل ٹھہرے گا اور بعد فرقت ہی واجب الادا ہوگا اس سے پہلے مطالبہ کا عورت کو اصلاً استحقاق نہیں ردالمحتار میں ہے من اول الفروع المذکورۃ فی کتاب القضاء قبل باب التحکیم مسئلۃ علم معاملۃ اللہ عوضے
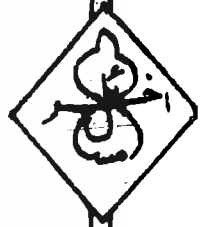
بعد مرود لکن اسنة لومات زوج المرأة او طلقها بعد عشرین سنة مثلا من وقت النکاح فلها طلب موخر المہر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح اسی طرح جس پارۂ مہر یا کُل مہر کی نسبت تعجیل وتاجیل کا کچھ ذکر نہ آیا وہ بھی موت یا طلاق تک موجل ٹھہریگا کہ ایسی صورت میں مدار عرف بلد پر ہے اور یہاں عام عرف شائع فی البلاد یہی ہے کہ جس مہر کی تعجیل مشروط نہ ہوئی اُسکا مطالبہ تا وقت فرقت نہیں کیا جاتا نقایہ میں ہے المعجل والموجل ان بینا فذاک والا فالمتعارف اور خلوت صحیحہ یہ ہے کہ زن وشو تنہائی کے مکان میں جہاں کسی کے آنے جانے یا نظر پڑنے سے اطمینان ہو یوں متفق ہوں کہ اُن کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا نہ ہو جو ان کے افعال کو سمجھ سکے نہ اُن میں کسی کو مقاربت مانع شرعی یا حسی ہو مثلاً مرد یا عورت کی ایسی کم سنی جس میں صلاحیت قربت وقابلیت صحبت نہ ہو یا شوہر کی ناسازی طبع یا عورت کا حیض یا نفاس یا ایسے مرض میں ہونا جس کے سبب وقت وقوع فعل قربت سے اُسے مضرت پہنچے یا اُن میں کسی کا نماز فرض یا ماہ رمضان میں روزہ فرض سے مشغول ہونا کل ذلک فی الخانیة والدرالمختار وحواشیه اور خلوت صحیحہ وجوب مہر کی شرط نہیں وجوب مہر تو عقد نکاح سے ہوتا ہے ہاں خلوت سے مہر متاکد ہو جاتا ہے بایں معنی کہ اگر پیش از وطی وخلوت صحیحہ طلاق دیتا تو نصف مہر لازم آتا اب کہ خلوت واقع ہوگئی کُل لازم آئیگا نقایہ میں ہے یجب نصفه بطلاق قبلها ای قبل خلوۃ الصحیحة اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ہندہ سے نکاح ہوا اور خلوت صحیحہ برضائے زوجہ واقع ہوگئی اور مہر مؤجل قرار پایا تھا اب ہندہ مطالبہ کرتی ہے اور زید کے پاس نہیں جاتی اور زید درصورت نہ آنے ہندہ کے مہر دینے سے منکر ہے اس صورت میں یہ مطالبہ صحیح اور بوجہ نہ آنے ہندہ کے مہر ساقط ہو جائیگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

کوئی جزو مہر کا بعد وقوع خلوت صحیحہ فہمہ شبہہ سے ساقط نہیں ہو سکتا اور تمامی مہر کا ادا کرنا زید پر لازم مگر ہندہ کو بوجہ تاجیل وو قوع خلوت برضائے زوجہ بالاتفاق مطالبہ مہر ومنع نفس کا اختیار حاصل نہیں امام ابو یوسف سے کہ مہر مؤجل میں تخییر منع منقول ہے قبل از تسلیم نفس ووقوع وطی یا خلوت صحیحہ

برضائے زوجہ پر محمول ہے کہ وہ بعد از تسلیم مہر معجل میں بھی اختیار منع نہیں دیتے حالانکہ وہاں بوجہ تعجیل حق منع و مطالبہ ہوگیا ہو چکا ہے پس مؤجل میں کہ ایسا نہیں بالاولی نہ دینگے فی الہدایۃ وللمرأۃ ان تمنع نفسہا حتی تأخذ المھر ای المعجل ولو کان المھر کلہ مؤجلا لیس لہا ان تمنع نفسہا لاسقاطہا حقہا بالتاجیل کما فی البیع وفیہ خلاف ابی یوسف وان دخل بہا فکذٰلک الجواب عند ابی حنیفۃ وقالا لیس لہا ان تمنع نفسہا انتہی ملخصا ومثلہ فی غیرہا من کتب الفقہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ [19] ۲۔ محرم ۱۳۱۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بغیر اجازت شوہر کے کئی مرتبہ اپنے میکے چلی گئی اور اپنے شوہر سے اکثر لڑتی رہتی ہے اور ایک دفعہ اُس نے اپنے شوہر کو مارا بھی اگر شوہر مہر اُس کا ان وجوہ کے سبب نہ دے تو مواخذہ ہوگا یا نہیں اور اُس کو اپنے گھر رکھے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

وہ عورت فاسقہ ہے سخت گنہگار ہے مگر ان حرکات کے سبب مہر ساقط نہ ہوگا رکھنے نہ رکھنے کا مرد کو اختیار ہے مگر اگر نہ رکھنا چاہے تو طلاق دیدے یہ جائز نہیں کہ نکال دے اور طلاق بھی نہ دے اور خبر گیری بھی نہ کرے ہاں وہ خود ہی نکل جائے تو اس پر نان نفقہ واجب نہیں جبتک واپس نہ آئے لا غنا ناشزۃ ولا نفقۃ للناشزۃ وقال تعالٰی فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ [2] از لکھنؤ محمود نگر اصح المطابع مرسلہ مولوی محمد عبد العلی صاحب مدراسی ۱۶ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایجاب و قبول مہر فاطمی پر بلا تصریح و تعیین دراہم و سکہ وغیرہ ہو یعنی بروقت نکاح صرف مہر فاطمی کا لفظ کہا جائے یہ نہ کہا جائے کہ مہر فاطمی پر جس کی اس قدر دراہم شرعی یا سکہ رائج الوقت ہوتے ہیں نکاح قبول کرتا ہوں تو اس صورت میں مہر فاطمی ہی رہے گا یا مہر مثل کی طرف عود کر جائیگا بوجہ اختلاف روایات کے جو دربارۂ مہر جناب فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وارد ہیں بینوا توجروا

الجواب

مہر فاطمی ہی رہے گا ذخیرہ پھر بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے والفظ للبحر لیس من صور عدم التسمیۃ ما لو تزوجت بمثل مھر امھا والزوج لا یعلمہ مقدار مھر امھا فانہ جائز بمقدار مھر امھا الخ مہر اقدس
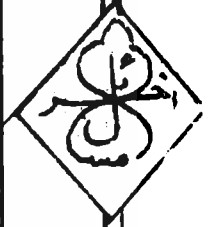
حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہا الکریم وعلیہا وسلم میں اگرچہ روایات بظاہر
مختلف ہیں مگر بتوفیق اللہ تعالیٰ اُن سب میں تطبیق بروجہ نفیس ودقیق حاصل ہے **فاقول**
وباللہ التوفیق اس بارے میں روایات مسندہ معتمد بہا تین ہیں اوّل یہ کہ مہر مبارک درم ودینار نہ تھے
بلکہ ایک زرہ کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین مولی المسلمین کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ الکریم کو عطا فرمائی تھی وہی مہر میں دی گئی اخرج ابن سعد فی طبقاتہ اخبرنا خالد بن مخلد ثنا
سلیمٰن ھو ابن بلال ثنی جعفر بن محمد عن ابیہ اصدق علی فاطمۃ درعا من حدید وعن حازم عن
حماد بن زید عن ایوب عن عکرمۃ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لعلی حین زوجہ فاطمۃ
اعطہا درعک الحطمیۃ قال الحافظ فی الاصابۃ ھذا مرسل صحیح الاسناد ابوداؤد فی سننہ عن ابن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لما تزوج علی فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعطہا شیئا قال ما عندی شیئ قال این درعک الحطمیۃ احمد فی
مسندہ من طریق ابن ابی نجیح عن ابیہ عن رجل سمع علیا یقول اردت ان اخطب الی رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابنتہ فقلت واللہ ما لی من شیئ ثم ذکرت صلتہ وعائدتہ فخطبتہا
الیہ فقال وھل عندک شیئ قلت لا قال فاین درعک الحطمیۃ التی اعطیتک یوم کذا وکذا قلت
ھو عندی قال فاعطہا ایاہا ابن اسحٰق فی السیرۃ الکبری حدثنی ابن ابی نجیح عن مجاھد عن علی
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ انہ خطب فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ھل عندک من شیئ قلت لا قال فما فعلت الدرع التی سلحتکہا یعنی من مغانم بدر
دوم چارسو اسی درم تھے اخرج الائمۃ احمد فی المناقب وابوداؤد وابوحاتم الرازی وابن حبان فی صحیحہ
کلہم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعضہم اتم سیاقا من بعض قال جاء ابوبکر ثم عمر یخطبان فاطمۃ
الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فسکت ولم یرجع الیہما شیئا فانطلقا الی علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ یأمرانہ بطلب ذلک قال علی فنبہانی لامر کنت عنہ غافلا فقمت اجر ردائی حتی اتیت
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت تزوجنی فاطمۃ قال عندک شیئ فقلت فرسی وبدنی
قال اما فرسک فلا بد لک منہا واما بدنتک فبعہا فبعتہا باربعمائۃ وثمانین درھما فجئتہ بہا فوضعتہا
فی حجرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقبض منہا قبضۃ فقال ای بلال ابتع بہا لنا طیبا وامرھم

ان يجهزوها فجعل لها سرير مشرط ووسادة من ادم حشوها ليف وقال لعلی اذا اتتك فلا تحدث شيئا حتی اتيك فجاءت مع ام ايمن حتی قعدت فی جانب البيت وانا فی جانب وجاء رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم الحديث وفی الخميس فی رواية خطبها علی وجها النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم علی اربعمائة وثمانين درهما الخ وفيه قيل انه باع الدرع باثنتی عشرة اوقية وكل اوقية اربعون درهما وكان ذلك مهر فاطمة من علی رضی الله تعالٰی عنهما سوم چارسو مثقال چاندی اخرج الحافظ رضی الدين ابوالخير احمد بن اسمعيل القزوينی الحاكمی وابوعلی الحسن بن شاذان عن انس ايضا رضی الله تعالٰی عنه فی حديث طويل قال فيه فی خطبة النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم ثم ان الله تعالٰی امرنی ان ازوج فاطمة من علی بن ابی طالب فاشهدوا انی قد زوجته علی اربعمائة مثقال فضة ان رضی بذلك علی ثم دعا النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم بطبق من بسر ثم قال انتهبوا فانتهبنا ودخل علی فتبسم النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم فی وجهه ثم قال ان الله عزوجل امرنی ان ازوجك فاطمة علی اربعمائة مثقال فضة ارضيت بذلك فقال قد رضيت بذلك يارسول الله فقال صلی الله تعالٰی عليه وسلم جمع الله شملكما واخرج لكما وبارك عليكما واخرج منكما كثيرا طيبا قال انس فوالله لقد اخرج منهما الكثير الطيب ورواه ابن عساكر نحوه من طريق محمد بن شهاب بن ابی الحياء عن عبدالملك بن عمر عن يحيی بن معين عن محمد بن دينار عن هشيم عن يونس بن عبيد عن الحسن عن انس رضی الله تعالٰی عنهما وذكره محمد بن طاهر فی تكملة الكامل لابن عدی كما نقله الحافظ فی لسان الميزان ان كے سوا جو اقاويل مجهولہ ہيں كہ پانسو درم مہر تھا يا چاليس مثقال سونا نقلهما فی الرحمانية عن بعض حواشی شرح الوقايہ يا انيس مثقال ذهب ذكره فی المرقاة انه اشتهر بين اهل مكة قال ولا اصل له سب بے اصل ہيں اما ماحاول القاری من توجيه هذا المشهور بقوله اللهم الا ان يقال ان هذا المبلغ قيمة درع علی رضی الله تعالٰی عنه فاقول لايلتئم لما علمت انما بيعت باربعمائة وثمانين درهما وتسعة عشر مثقالا من الذهب لاتبلغ بسعر ذلك الزمن المبارك الامائة وتسعين درهما اذ كل دينار مثقال وكل دينار بعشرة دراهم نعم يجوز ان يكون هذا النقد ير ببعض الاسعار الواقعة فی البلدة الكريمة فی بعض الازمنة المتأخرة والله تعالٰی اعلم ولكن اما ماحاول هو رحمه الله تعالٰی
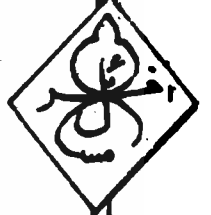
من الجمع بین نقد یری الدراھم والمثاقیل بان عشرۃ دراھم سبعۃ مثاقیل مع عدم اعتبار الکسور۔

فاقول ویتجہ ایضا فان اربعمائۃ مثقال فضۃ علی ھذا خمسمائۃ واحد وسبعون درھما وکسر وار بعمائۃ وثمانون درھما ثلثمائۃ وستۃ وثلثون مثقالا فالکسر فی الاول ازید من النصف فلا یحذف وفی الثانی اقل فلا یبرفع علی انہ لامعنی لاسقاط الزیادۃ فی الدراھم والقصر علی ثمانین بل لوکان لقیل خمسمائۃ کما لایخفی فلیتامل لعل لکلامہ وجہا اخر اب بتوفیقہ تعالٰی توفیق سنیئے پہلی دو روایتوں میں وجہ تطبیق ظاہر ہے کہ مہر میں زرہ دی کہ چارسو اسی کو بکی اب چاہے زرہ کہئے خواہ اتنے درم حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ طبری نے دونوں روایت میں اسی طرح توفیق کی ذخائر العقبٰی فی مناقب ذوی القربٰی میں فرماتے ہیں اختلف فی صداقھا رضی اللہ تعالٰی عنہا کیف کان فقیل کان الدرع ولم یکن اذ ذاک بیضاء ولا صفراء وقیل کان اربعمائۃ وثمانین وورد مایدل لکلا القولین ویشبہ ان العقد وقع علی الدرع وانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعطاھا علیا لیبیعھا فباعھا واتاہ بثمنھا فلا تضاد بین الحدیثین، ھ ملخصا اور پر ظاہر کہ روایت مسندہ ثانیہ کے الفاظ ہی خود اس تطبیق کے شاہد ہیں ولہذا علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں کلام طبری نقل کرکے فرمایا ھذا الجمع مدلول الحدیث السابق اور روایت ثالثہ سے ان کی توفیق یوں کہ حدیث زرہ کو ہمارے علمائے کرام نے مہر معجل پر محمول فرمایا جو وقت زفاف اقدس ادا کیا گیا قلت ویشھد لہ ایضا الحدیث المذکور حیث ذکر انہ جاء بالدراھم فامر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشراء الطیب وان تجھز وقال لعلی ما قال فان ذلک انما کان حین زفت لاحین العقد کما لایخفی مولانا علی قاری مرقاۃ میں زرہ کی نسبت فرماتے ہیں دفعھا الیھا مھرا معجلا امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر پھر علامہ علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں ان العادۃ عندھم کان تعجیل بعض المھر قبل الدخول حتی ذھب بعض العلماء الی انہ لایدخل بھا حتی یقدم شیئا لھا نقل عن ابن عباس وابن عمر والزھری وقتادۃ تمسکا بمنعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیا فیما رواہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ لما تزوج بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اراد ان یدخل بھا فمنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی یعطیھا شیئا فقال یارسول اللہ لیس لی شیئ فقال اعطھا درعک فاعطاھا درعہ ثم دخل بھا لفظ ابی داؤد ورواہ النسائی ومعلوم ان الصداق کان اربعمائۃ درھم وھی فضۃ الخ قلت وحدیث ابی داؤد کما تری نص صریح لایقبل التاویلات لان ھذا کان حین البناء ومعلوم

ان البناء كان بعد مدة اشهر من حين العقد ثم الرواية الثالثة مصرحة بان العقد وقع على اربعمائة مثقال فضة وليس فی الروايات الاولی ما يصرح بصدور العقد على الدرع ومن مارس الاحاديث علم ان الرواة ربما يختصرون الاشياء فلا بد من رد المحتمل الی المنصوص والجمع بين مهما امكن فكيف وهو واضح جلی ثم قول المحقق معلوم ان الصداق كان اربعمائة درهم استشكله فی المرقاة ای لمخالفته لحديثی المثاقيل والدراهم جميعا اقول^{ف۱} ولا اشكال فان الدراهم كانت مختلفة على عهد رسول الله صلى الله تعالٰی عليه وسلم وعهد ابی بكر الصديق الی زمن امير المؤمنين عمر رضی الله تعالٰی عنهما فمنها ما كان زنة مثقال ومنها دون ذلك ثم ان عمر هو الذی ردها الی وزن سبعة فی رد المحتار عن الطحطاوی عن منح الغفار اعلم ان الدراهم كانت فی عهد عمر رضی الله تعالٰی عنه مختلفة فمنها عشرة دراهم على وزن عشرة مثاقيل وعشرة على ستة مثاقيل وعشر على خمسة مثاقيل فاخذ عمر رضی الله تعالٰی عنه من كل نوع ثلثا كی لا تظهر الخصومة فی الاخذ والعطاء فالمجموع سبعة ولذا كانت الدراهم العشرة وزن سبعة اهـ ملخصا وفی خزانة المفتين برمز الفتاوی الامام ظهير الدين ان الاوزان فی عهد رسول الله صلى الله تعالٰی عليه وسلم وعهد ابی بكر رضی الله تعالٰی عنه كانت مختلفة فمنها ما كان الدرهم عشرون قيراطا ومنها ما كان عشرة قراريط وهو الذی يسمی وزن خمسة ومنها ما كان اثنی عشر قيراطا وهو الذی يسمی وزن ستة فلما كان فی زمن عمر رضی الله تعالٰی عنه طلبوا منه ان يجمع الناس على نقد واحد فاخذ من كل نوع الخ ومن الدليل على ذلك ان المحقق جعل الدرع ما عجل من المهر وقد بيعت باربعمائة وثمانين فكيف يكون المعجل من اربعمائة اربعمائة وثمانين پس حاصل یہ قرار پایا کہ اصل مہر کریم جس پر عقد اقدس واقع ہوا چار سو مثقال چاندی تھی ولہذا علمائے سیر نے اس پر جزم فرمایا مرقاۃ میں ہے ذكر السيد جمال الدين المحدث فی روضة الاحباب ان صداق فاطمة رضی الله تعالٰی عنها كان اربعمائة مثقال فضة وكذا ذكره صاحب المواهب الخ زرہ بریم پیشگی وقت زفاف دی گئی کہ بحکم اقدس چار سو اسی درم کو بکی وبہ ظهر ما فی قول العلامة^{ف۲} المحب الطبری يشبه ان العقد وقع على الدرع وانما حقه ان يقال ان المعجل كانت الدرع ولعل حامله عليه ذهوله عن حديث المثاقيل المصرح بان العقد انما وقع عليها لا على الدرع ولا على الدراهم ولذا الم يذكره الا هو لين

ف۱: اعتراض على العلامة على القاری

ف۲: اعتراض على العلامة محب الطبری
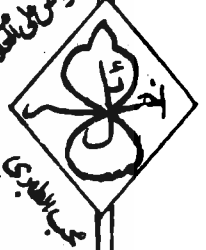
کماذکرت مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے اور یہاں کا روپیہ سوا گیارہ ماشے تو چار سو مثقال کے پورے ایک سو ساٹھ روپے ہوئے ماشہ فاحفظہ فلعلک لا تجد ھذا التحریر فی غیر ھذا التحریر واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ ازبیلی بھیت محلہ بشیر خاں مسئولہ احمد حسین خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ ۲۳ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسلمان سے ایک مسلمان کا نکاح ہوا اُس کے بعد نکاح کنندہ کو معلوم ہوا کہ اُس عورت کے باپ سے مجھکو رشتہ شیر خوار گی ہے یعنی میری ماں نے اس کے باپ کو دودھ پلایا ہے اور اس زمانہ میں بوجہ عدم واقفیت ہم بستری بھی ہوگئی ایسی صورت میں نسبت جواز نکاح کے کیا حکم ہوگا اور مہر کی نسبت کیا حکم فرمایا جائیگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ امر مذکور معلوم و ثابت ہو لیا تو ظاہر ہوا کہ وہ عورت اس شخص کی بھتیجی ہے اور نکاح ناجائز و فاسد فی ردالمحتار یحرم من الرضاع اصولہ وفروعہ وفروع ابویہ وفروعھم اس پر فرض ہے کہ فوراً اُسے ترک کردے اور اُس سے جدا ہو جائے زبان سے کہدے کہ میں نے تجھے چھوڑا یا تیرے نکاح کو ترک کیا فی ردالمحتار فی البزازیۃ المتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لاتکون الا بالقول کخلیت سبیلک اوترکتک الخ اور از انجاکہ ہم بستری یعنی مجامعت واقع ہولی عورت کے لیے مہر مثل تمام وکمال لازم آیا اگرچہ مہر مسمی سے زائد ہو نکاح فاسد میں ضرور یہ حکم ہے کہ جب مہر کچھ معین کیا گیا ہو تو لازم تو مہر مثل ہی آئیگا مگر مہر قرار یافتہ سے زیادہ نہ دلایا جائیگا مثلاً ہزار روپیہ مہر ٹھہرا تھا تو اگر مہر مثل ہزار یا ہزار سے زائد ہے تو ہزار ہی دلائے جائیں گے اور مہر مثل ہزار سے کم ہے تو صرف اُسی قدر دلائیں گے ہزار تک نہ بڑھائیں گے لیکن بعض صورتیں اس سے مستثنٰی ہیں از انجملہ نکاح محارم کہ نادانستہ وقوع میں آیا وہاں بعد وطی مہر مثل پورا لازم آتا ہے اگرچہ مسمی سے زائد ہو مسمی کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے گا اور یہاں یہی صورت واقع ہے کہ وہ اس کی بھتیجی اور محرم رضاعی ہے فی تنویر الابصار یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطء لابغیرہ ولم یزد علی المسمی واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ ۲۲ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح ایام نابالغی میں زید کے ساتھ ہوا اور نکاح کے صورت سے ایک لمحہ کو بھی ہندہ زید کے گھر نہیں گئی اور نہ ہم صحبت ہوئی اس صورت میں ہندہ مہر

ف: بعض نکاح فاسد میں مہر مثل پورا دلایا جائیگا اگرچہ مسمی سے زائد ہو جیسے محارم سے نکاح۔

چاہئے تو پاسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ زن وشو نے انتقال کیا اور اُن میں ایک کا مرجانا بھی مہر کو موکد کرتا ہے پس صورت مذکورہ میں کل مہر ہندہ ترکہ زید پر لازم ہے جبکہ وہ نکاح لازم واقع ہوا جیسا کہ اب وجد نے کیا یا نافذ غیر لازم تھا اور ہنوز ازردا حدالزوجین کا انتقال ہوگیا فی الدرالمختار یتأکد عند وطء او خلوۃ صحت اوموت احدھما الخ، اور اگر نکاح منعقد ہی نہ ہوا تھا جیسے غیر اب وجد نے نابالغی ہندہ میں غیر کفو سے یا مہر مثل میں کمی فاحش کے ساتھ نکاح کردیا کہ شرعاً ایسا نکاح باطل ہے یا موقوف منعقد ہوا اور ہنوز نافذ نہ ہونے پایا تھا کہ اُن میں ایک نے انتقال کیا جیسے بحالت ولایت پدر اُس کے غیر نے بے اُس کی اجازت نکاح کردیا اور ہنوز باپ نے جائز نہ کیا تھا کہ احد الزوجین نے وفات پائی تو اس صورت میں اصلا کچھ مہر وغیرہ نہ ملیگا فی ردالمحتار للمھر کما یلزم جمیعہ بالدخول والخلوۃ کذلک بموت احدھما قبل الدخول اما بدون ذلک فیسقط لان العقد اذا انفسخ بجمیع کان لم یکن نھر اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اُس عورت کو مرد کے قابل نہ پایا اُس کے جسم میں ہڈی ہے ایک زمانے کے بعد زید نے اُسے طلاق دیدی اب اُس کا مہر دینا واجب ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں آدھا مہر دینا آئے گا درمختار میں ہے یجب نصفہ بطلاق قبل وطء او خلوۃ اُسی میں ہے (الخلوۃ بلا مانع کرتق التلاحم (وقرن) عظم (وعفل) غدۃ (کالوطء فی تاکد المھر اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ریاست ریواں محلہ گھوگھر مرسلہ عبداللہ خاں صاحب چابک سوار ۱۰ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ ہندہ کو باشتباہ زنا اپنے مکان سے نکال دیا چار ماہ سے زائد ہوتا ہے کہ نان نفقہ مطلقاً نہ دیا قریب ایک ماہ کے ہوتا ہے جلسہ واحد میں تین طلاق دیے مگر نہ روبرو عورت کے بلکہ دوسرے اشخاص کے۔ دین مہر عورت کا صہ قرار
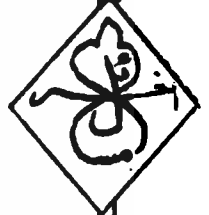
پایا تھا شوہر نے قطعہ مکان مالیتی عہ بعوض دین مہر رجسٹری کرا کر دخل دیدیا تھا اب بے دخل کر کے نکال دیا اپنے دیے ہوئے زیورات کا مسماۃ سے بجبر و اکراہ بنالش کچہری دعویدار ہے۔ پس صورت مسئولہ میں آیا مرد مجاز ہے کہ علاوہ دین مہر کے جو اشیا از قسم زیورات وغیرہ عورت کو بنوادیا تھا جبراً واپس لے سکتا ہے یا نہیں جواب بحوالہ کتب معتبرہ مع ترجمہ عبارات عربی جلد مرحمت فرمایا جائے بینوا توجروا

الجواب

تین طلاقیں ہوگئیں عورت کے روبرو ہونا کچھ شرط نہیں قطعہ مکان کہ بعوض دین مہر دیا تھا ملک عورت ہے عورت بذریعہ نالش واپس لے سکتی ہے۔ علاوہ مہر جو اشیا مثل زیور وغیرہ زید نے ہندہ کو دیں اگر گواہان عادل شرعی یا اقرار زید سے ثابت ہو کہ وہ چیزیں زید نے ہندہ کو ہبہ کردی تھیں تو زید اُن کی واپسی کا اختیار نہیں رکھتا فتاوٰے قاضی خاں وفتاوٰے عالمگیری میں ہے اذا وھب احد الزوجین لصاحبہ لا یرجع فی الھبۃ وان انقطع النکاح بینھما یوہیں جس چیز کی نسبت بثبوت شرعی ثابت ہو کہ اُن بلاد میں شوہر اپنی زوجہ کو یہ شے بطور ہبہ ہی دیتے ہیں عرفاً عورتیں بتملیک شوہر اُس کی مالک سمجھی جاتی ہیں اُس میں بھی زید کو اختیار واپسی نہیں علما فرماتے ہیں المعھود عرفا کالمشروط نصا مگر جبکہ اس قسم دوم کی چیزیں زید گواہان شرعی سے ثابت کردے کہ میں نے دیتے وقت جتا دیا تھا کہ برتنے کے لیے دیتا ہوں تجھے مالک نہیں کرتا تو البتہ وہ چیز ملک شوہر سمجھی جائے گی اور وہ بالجبر واپس لے سکتا ہے علما فرماتے ہیں الصریح یفوق الدلالۃ اسی طرح زیور کپڑا وغیرہ ہر وہ چیز کہ شوہر نے دی اور تملیک صراحۃً خواہ عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہوئی اُس میں بھی قول شوہر کا معتبر ہے جبراً واپس لے سکیگا اور بلا تملیک شوہر عورت کے برتنے پہننے استعمال کرنے سے ملک عورت ثابت نہیں ہوسکتی البتہ گھر میں پہننے کے کپڑے جن کا دینا بحکم نفقہ شوہر پر واجب ہوچکا ہو وہ دیکر اگر دعوٰے کرے کہ میں نے عورت کو مالک نہ کیا تھا تو اس میں شوہر کا قول معتبر نہ ہونا چاہیے عقود الدریہ میں ہے قال فی البحر فی البدائع اقرت بالملک لزوجھا ثم ادعت الانتقال الیھا لا یثبت الانتقال الا بالبینۃ اھ فلابد من بینۃ علی الانتقال الیھا منہ بھبۃ او نحو ذلک ولا یکون استمتاعھا بمشریہ ورضاہ بذلک دلیلا علی انہ ملکھا ذلک کما تفھمہ النساء والعوام وقد افتیت بذلک مرارا اھ وینبغی تقییدہ بمالم یکن من ثیاب الکسوۃ الواجبۃ علی الزوج اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۷: از کٹرہ ڈاک خانہ اویرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم رضا صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جاہل نے بدون طلاق اپنی زوجہ کی رضاعی بہن سے نکاح کرلیا جب اُس کو معلوم ہوا کہ جمع بین الاختین حرام ہے تب اُس نے ثانیہ کو طلاق دینا چاہا ثانیہ نے کہا اگر مجھکو طلاق دینا چاہتے ہو تو میرا مہر ادا کرو تو اس صورت میں بسبب ناجوازی نکاح زوجہ ثانیہ کے زوجہ ثانیہ کے حق میں صرف تفریق ہی معتبر ہے یا اُس پر طلاق واقع ہوگا اور مہر زوجہ ثانیہ زوج پر باوجود عدم جواز نکاح لازم آئے گا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ایک بہن جب نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح نکاح فاسد ہے متارکہ یعنی چھوڑ دینا جدا کردینا واجب ہے اور وہ طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے یہاں تک کہ اگر الفاظ طلاق کہیگا جب بھی متارکہ ہی ٹھہریگا طلاق میں شمار نہوگا پھر اگر اس دوسری سے حقیقۃً وطی یعنی خاص فرج داخل میں بقدر حشفہ ایلاج ذکر کرچکا تھا تو مہر مثل و مہر مسمّی سے جو کم ہو لازم آئیگا ورنہ کچھ نہیں اگرچہ خلوت بلکہ بوس وکنار بشہوت بلکہ غیر فرج داخل میں ادخال کرچکا ہو۔ فی الدر المختار یجب مہر المثل فی نکاح فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشھود بالوطء فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئھا ولم یزد علی المسمی ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل اھ باختصار وفی رد المحتار قولہ کشھود ومثلہ تزوج الاختین معا ونکاح الاخت فی عدۃ الاخت قولہ فی القبل فلو فی الدبر لا یلزمہ مہر خلاصہ وقنیہ فلا یجب بالمس والتقبیل بشھوۃ شیئ بالاولی کما صرح بہ البحر اھ ملتقطا وفی الدر من العدۃ الخلوۃ فی النکاح الفاسد لا توجب العدۃ والطلاق فیہ لا ینقص عدد الطلاق لانہ فسخ جوہرۃ اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ازجنگل کوکرہ ڈاک خانہ گولا ضلع کھیری مرسلہ عبدالرحمن خاں صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح بعوض دس درہم مہر کے کیا تو ایسی صورت میں کہ ملک ہند میں رواج درہم کا نہیں ہے بجائے دس درہم کے دس درہم چاندی کافی ہوگی یا تعداد اُس کی روپے آنے سے پوری کرنی ہوگی اگر روپے آنے مہر کے تجویز کیے جائیں گے توکسقدر ہوں گے اور کم سے کم کتنا مہر ہوسکتا ہے بینوا توجروا

الجواب

چاندی کافی ہے سکہ ہونے کی کچھ ضرورت نہیں کم سے کم مہر دس ہی درہم ہے یعنی ۲ دو تولے

ف۱: نکاح فاسد وہ نکاح ہے جس میں شرائط صحت سے کوئی شرط مفقود ہو مثلاً بے شہود نکاح۔

ف۳: نکاح فاسد تھا اور وطی بجائے قبل دبر میں کی تو مہر

ساڑھے سات ماشے چاندی اُس تولے سے جس کے حساب میں یہ انگریزی روپیہ سواگیارہ ماشہ کا ہے نہ روپیہ بھر کا تولہ جو بعض بلاد میں معروف ہے مہر خود اس قدر چاندی ہو یا چاندی کے سوا اور کوئی شے اتنی ہی چاندی کی قیمت کی فی الدر المختار اقله عشرة دراهم فضة وزن سبعة مثاقیل مضروبة کانت اولا ولو دینا او عرضا قیمته عشرة وقت العقد فی رد المحتار فلوسمی عشرة تبرا او عرضا قیمته عشرة تبرا لامضروبة صح وزن کے اعتبار سے دس درم کے دو روپے ایک اٹھنی ایک چوانی اور ۹ ۳/۵ پائی ہوئے یعنی کچھ کم دو روپے تیرہ آنے اگر روپے اٹھنی چوانی دے تو اسی قدر دینا ہوگا لان الجنس لا معتبر فیه للقیمة اور چاندی کے علاوہ اور کوئی چیز دے تو دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی کی قیمت معتبر ہوگی مثلاً چاندی ۱۲ / تولہ ہو تو ایک روپے ساڑھے پندرہ آنے کی قیمتی شے کافی ہو واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰ ۶ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید سے بتعین ۲۵۰۰۰ مہر کے ہوا زید کو مہر میں اضافہ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں اگر ہے تو اُس کے لیے کیا شرائط لازم وضروری ہیں۔

الجواب

شوہر کو ہر وقت زوجہ کے مہر میں زیادت کرنے کا اختیار ہے اور اب مہر یہی قرار پائیگا جو بعد اس زیادت کے مقرر ہوا اور اُس کے لیے تجدید نکاح کی حاجت نہیں بلا تجدید بھی زیادت کرسکتا ہے نہ گواہوں کی ضرورت تنہائی میں باہم اضافہ کرلینا صحیح ہوجائیگا نہ زیادت جنس مہر سے ہونی لازم خلاف جنس بھی صحیح ہے مثلاً روپے مہر تھے اب کوئی جائداد اضافہ کردی وہ روپے اور یہ جائداد سب کا مجموعہ مہر ہوجائیگا نہ اگلے مہر کا باقی ہونا شرط اگر ادا کردیا یا معاف ہوچکا ہے تو اُس کے بعد بھی زیادت روا ہے صحت زیادت کے لیے صرف تین شرطیں درکار ہیں دو بالاتفاق ایک تو اُس زیادت کا معلوم ومعین ہونا مثلاً یہ کہا کہ میں نے تیرے مہر میں کچھ بڑھا دیا تو یہ زیادت باطل دوسرے اُسی جلسہ میں عورت کا اُسے قبول کرلینا اگر عورت نے قبول نہ کیا یا بعد مجلس بدلنے کے قبول کیا زیادت صحیح نہ ہوگی تیسری شرط مختلف فیہ بقائے نکاح ہے اگر بعد زوال نکاح بموت خواہ بطلاق بائن یا انقضائے عدت بعد طلاق رجعی زیادت کی تو ایک روایت پر صحیح نہ ہوگی نہر الفائق میں اسی کو ظاہر الروایۃ قرار دیا درمختار میں ہے زید علی ما سمی فانها تلزمه بشرط قبولها فی المجلس

او قبول ولی الصغیرۃ ومعرفۃ قدرھا وبقاء الزوجیۃ علی الظاھر نھر) ردالمحتار میں ہے افاد انھا صحیحۃ ولو بلا شھود او بعد ھبۃ المھر والابراء منہ وھی من جنس المھر او من غیر جنسہ بحر وفی النھر الوسائل لا یشترط فیھا لفظ الزیادۃ بل تصح بلفظھا وبقولہ راجعتک بکذا ان قبلت وکذا بتجدید النکاح وان لم یکن بلفظ الزیادۃ علی خلاف فیہ وکذا الو اقر لزوجتہ بمھر وکانت قد وھبتہ لہ فانہ یصح ان قبلت فی مجلس الاقرار وان لم یکن بلفظ الزیادۃ اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲ ۶ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے مہر معجل سے ششم حصہ بکر شوہر نے وقت نکاح ادا کردیا اب ہندہ کو بقیہ پانچ حصوں کا مطالبہ قبل افتراق زن وشو پہنچتا ہے یا نہیں اور اگر رخصت بلاخلوت صحیحہ واقع ہولی ہو تو دعوی کا اختیار رہا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بالاتفاق ہندہ کو قبل افتراق بموت یا طلاق بقیہ مہر معجل کا دعوٰی اور جب تک تمام وکمال وصول نہ کرلے شوہر کے گھر جانے سے باز رہنا اور اپنے نفس کو شوہر سے روکنا پہنچتا ہے اور اصل مذہب یہ ہے کہ اگر خلوت بلکہ قربت برضائے زوجہ واقع ہولی تو اُس کے بعد بھی زوجہ کو ہر وقت اختیار دعوٰی ومطالبہ ومنع نفس حاصل ہے جب چاہے رُک جائے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دے اور اُس کے گھر جانے سے انکار کرے جبتک پورا مہر معجل نہ لے لے درمختار میں ہے لھا منعہ من الوطئ ودواعیہ والسفر بھا ولو بعد وطئ وخلوۃ رضیتھما لان کل وطأۃ معقود علیھا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی لاخذ ما بین تعجیلہ من المھر کلہ او بعضہ او اخذ قدر ما یعجل لمثلھا عرفا بہ یفتی اُسی میں ہے لھا السفر والخروج من بیت زوجھا للحاجۃ وزیارۃ اھلھا بلا اذنہ مالم تقبض المعجل واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

مہر کی تعداد شرع پیغمبری کیا ہے اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر کیا تھا بینوا توجروا

الجواب

مہر شرعی کی کوئی تعداد مقرر نہیں صرف کمی کی طرف حد معین ہے کہ دس درم یعنی تقریبًا ڈھائی روپے
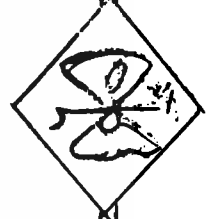
یعنو آنے سے کم نہو اور زیادہ کی کوئی حد نہیں جس قدر باندھا جائے لازم آئے گا حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر اقدس چار سو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے روپے سے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳ از فرید پور ضلع بریلی مرسلہ قاضی محمد نبی جان صاحب ۲۷۔ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے مہر شرعی پر نکاح کیا مگر اب وہ طلاق دیتا ہے بوجہ نافرمانی کے اور وہ تخمیناً ۲۵۰ روپے کا قرضدار ہے اور قرض سودی ہے وہ اُس کے مہر سے کس صورت سے ادا ہووے اور کتنا مہر دلوادے بموجب حکم خدا و رسول سے تحریر فرمائیے۔

الجواب

مہر شرعی جو لوگ یہ سمجھکر باندھتے ہیں کہ سب سے کم درجے کا مہر جو شریعت میں مقرر ہے تو اس صورت میں دو تولے سات ماشے چار رتی چاندی دینی آئے گی اور جو یہ سمجھکر باندھتے ہوں کہ جو مہر حضرت خاتون جنت کا تھا تو ڈیڑھ سو تولے چاندی آئے گی یعنی انگریزی روپے سے ایک سو ساٹھ روپے بھر اور جس کی سمجھ میں کچھ معنی نہیں خالی ایک لفظ بول دیتے ہیں تو وہاں مہر مثل لازم آنا چاہیے یعنی اس عورت کے ددھیال میں جو عورت اس کی ہم عمر اور صورت شکل اور کواری یا بیاہی ہونے میں اور اُن باتوں میں جن سے مہر کم بیش ہو جاتا ہے اس عورت کی مانند ہو اُس کا جو مہر بندھا ہو وہ دینا آئے گا اور جو اپنوں میں ایسی عورت نہ ملے تو بیگانوں سے دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

سوال اوّل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح ساتھ عمرو کے عوض مہر پانچ ہزار روپے اور وہ دینا بشرح کے کردیا تھا اور یہ بات قرار پاگئی تھی اور وکیل نکاح نے تصریح کردی تھی کہ مہر نہ تو اس وقت نقد لیا جائیگا اور نہ رخصت کے وقت اور نہ کوئی وعدہ ادائے مہر کا ہے اور ہنوز رخصت نہیں ہوئی ہے تو ہندہ مذکورہ یا اُس کے باپ کو کس وقت میں طلب کرنے جزو یا کل مہر کا اختیار حاصل ہوگا اور اس مہر کو کونسا مہر کہا جائے گا بینوا توجروا

الجواب

ایسے مہر کا مطالبہ بعد موت زوج یا زوجہ یا طلاق ہوسکتا ہے اس سے قبل نہیں۔ یہ نہ معجل ہے کہ قبل رخصت دینا قرار نہ پایا نہ مؤجل کہ کوئی اجل یعنی میعاد مقرر نہ کی گئی بلکہ عرفاً موخر ہے ردالمحتار میں ہے لو مات زوج المرأۃ اوطلقها بعد عشرین سنۃ من وقت النکاح فلها طلب موخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت اوالطلاق لا من وقت النکاح واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۲ سوال دوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر موجل کے کیا معنے ہیں اور غیر موجل کے کیا معنے ہیں اور معجل جس کا حرف ثانی عین مہملہ ہے کیا معنے ہیں اور ان کا حکم کیا ہے بینوا توجروا اور دینار سُرخ کتنے روپے کا ہوتا ہے۔

الجواب

مہر موجل وہ جس کے لیے کوئی میعاد مقرر کی ہو مثلاً دس برس بعد دیا جائے گا اور غیر موجل وہ کہ تعین و تقرر میعاد نہ ہو فان کان مع نفی الاجل کان معجلا والا فلا اور معجل وہ جس کا قبل رخصت ادا کرنا قرار پایا ہو موجل کا مطالبہ میعاد آنے پر ہوسکتا ہے اُس سے پہلے اختیار نہیں اور معجل کو عورت فوراً مانگ سکتی ہے اور جب تک نہ ملے رخصت سے انکار کا اُسے اختیار ہے اور جو نہ معجل اور نہ موجل وہ بحکم عرف طلاق یا موت تک موخر ہے اس سے پہلے اختیار مطالبہ نہیں۔ فی النقایۃ المعجل والموجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف واللہ تعالیٰ اعلم دینار شرعی دس درم شرعی کا ہوتا ہے دس درم[ف۱] انگریزی روپے سے دو روپے تیرہ آنے ہوتے ہیں یا پچواں حصہ پیسہ کا کم کما حققنا فی الزکاۃ من فتاونا واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف۱: شرعی دس درم انگریزی روپے سے دو روپے تیرہ آنے پیسہ کا پانچواں حصہ کم۔

۳۳ مسئلہ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی لڑکی کا نکاح تھا اور قاضی صاحب نے نکاح پڑھا دیا کلمہ و دعا قنوت اور دونوں امنت باللہ پڑھا کر اقرار پڑھایا تھا اور فاتحہ کے لیے جب حاضرین محفل پڑھنے کو ہوئے تب ایک قاضی دیگر جگہ کے تھے وہ اس نکاح میں گواہ تھے لڑکی کی طرف سے اور درجہ دوم شرع پیغمبری قائم کیا گیا تھا تو نکاح پڑھانے والے قاضی نے کہا کہ مجھکو اس کی تعداد معلوم نہیں ہے کہ کتنی تعداد ہے وہ جو قاضی گواہ تھے اُس نکاح کے وہ کہنے لگے ۵۰۰ روپے درجہ دوم کی میں خلاصہ کردیوں تاکہ محفل میں اور لوگوں کو معلوم ہو جائے پڑھانے والے نے کہا کہ میں درجہ اوّل

درجہ دوم درجہ سوم درجہ چہارم کی تعداد مجھکو معلوم نہیں مع نام درجہ تعداد روپیہ کے آگاہی ہوجائے۔

الجواب

شریعت میں مہر کی کم سے کم تعداد مقرر ہے کہ دس درم سے کم نہو جس کے اس روپے سے کچھ کوڑیاں کم دو روپے تیرہ آنے بھر چاندی ہوئی یعنی دو روپے بارہ آنے ۹ ۳/۵ پائی بھر اس کے سوا شریعت میں مہر کا کوئی درجہ مقرر نہیں فرمایا ہے یہ ان قاضیوں کی گڑھت ہے ۵ ۹ روپے کا کوئی درجہ مہر کا نہیں ہے۔ اکثر ازواج مطہرات کا مہر پانسو درم تھا کہ یہاں کے روپوں سے ایک سو چالیس ہوئے اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھا جس کے ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی ہوئی اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار ہزار درم یا دینار تھا جس کے گیارہ سو بیس یا گیارہ ہزار دو سو روپے ہوئے مہر معین کر دینا چاہیے فقط شرع پیغمبری یا اُس کا فلاں درجہ کہنا بیوقوفی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر میں تجھکو طلاق دوں تو سو روپے مہر کے ادا کروں اور اگر مجھ سے خود طلاق چاہے گی تو تجھکو مبلغ تین روپے میں دونگا اور کچھ نہ دونگا اب خود ہندہ درخواست طلاق کی زید اپنے شوہر سے روبرو وکیل اور روبرو گواہان نکاح مسمیان عظیم اللہ اور رحمٰن کے حسب درخواست ہندہ کے زید نے ہندہ کو طلاق دیدی آیا ہندہ اس صورت میں سو روپے پانے کی مستحق ہوگی یا تین روپے پانے کی بینوا توجروا۔

الجواب

نہ تین روپے نہ سو روپے بلکہ اُس عورت کا مہر مثل دیکھا جائے وہ اگر سو روپے یا سو سے زائد ہو تو سو روپے دیے جائیں اور اگر تین روپے یا بالفرض تین روپے دو تین آنے کم ہوں کہ یہاں تک کمی کی گنجائش ہے تو تین روپے دیے جائیں اور اگر تین روپے سے زائد اور سو روپے سے کم ہوں تو پورا مہر مثل دیا جائے درمختار میں ہے نکحہا علی الف ان اقام بہا وعلی الفین ان اخرجہا فان اقام بہا فلہا الالف لرضاہا بہ والا فمہر المثل لایزاد علی الفین وینقص عن الف لاتفاقہما علی ذلک بخلاف مالو تزوجہا علی الف ان قبیحۃ والفین ان جمیلۃ فانہ یصح نقلۃ جہالۃ الی اخرہ مختصرا (اقول) وفیما نحن فیہ الجہالۃ اشد من الصورۃ الاولی فثمہ احد الشرطین حاصل والثانی علی الخطر

وھھنا کان کل علی الخطر المجاز ان لایقع شیئ منھا فلا یطلون ولا نسأل فتمکنت الجھالۃ فنسد التسمیتان توجب مھر المثل مطلقا واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵: ازلاہور مسئولہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ۲۳ شعبان ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت منکوحہ کو کسی قبالہ میں یہ عبارت لکھدی (جوکچھ تقریبات شادی وغمی خانگی اورخاندانی میں تھوڑا یا بہت صرف ہوگا اُس کے سرانجام کا صرفہ میرا ہے اور آمدنی تنخواہ ودیہی جاگیر سے کچھ علاقہ نہیں پس تحریر کے بعد قبالہ نویس خود یا بعد وفات قبالہ نویس کے اُس کی اولاد اس شرط کی وفا نہ کرے بلکہ زوجہ مذکورہ کو جو کچھ دیا جائے وہ اُس کے دین مہر وغیرہ میں شمار کیا جائے اور شرعًا کیا حکم ہے آیا قاضی شریعت اس شرط کی ایفا پر قبالہ نویس یا اُس کے اولاد کو مجبور کرسکتا ہے یا نہیں اور وہ دیا ہوا اُس کے دین مہر میں محسوب ہوسکتا ہی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

فی الواقع اُس وعدہ کی وفا پر شرعًا جبر نہیں کما نص علیہ فی الاشباہ والنظائر وجامع الفصولین شوہر نے جو کچھ دیا اگر دینے کے وقت مہر کے سوا اور کسی وجہ کا نام لیا جس پر وہ جانب شوہر سے ہبہ وعطیہ قرار پاسکے جب تو اسے مہر میں محسوب کرنیکا اختیار نہیں یوہیں نان ونفقہ واجبہ کو اُس میں محسوب نہ کرسکے گا اگرچہ دیتے وقت نام نفقہ نہ لیا ہو بلکہ وہ نفقہ ہی ٹھہریگا یوہیں اور اشیا جو از روئے عرف ہدیہ قرار پاتی ہیں اور جوان تینوں صورتوں سے جُدا ہے اُس میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر بقسم کہدے گا کہ میں نے مہر میں دیا تھا مہر میں محسوب ہوگا یوہیں بعد شوہر اولاد شوہر جو کچھ سمجھے اھ ظاہر حال بسبب عرف ورسم قوم منافی ارادہ مہر ہو نہ اُنھوں نے صراحۃً غیر مہر کسی اور وجہ کے لیے اُسے قرار دیا ہو تو اُن کا قول بھی معتبر ہے لان المملک ادری بجھۃ التملیک کما فی عقود الدریۃ وغیرھا درمختار میں ہے لوبعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جھتہ عند الدفع غیر المھر کقولہ لشمع اوحناء ثم قال انہ من المھر لم یقبل لوقوعہ ھدیۃ فلا ینقلب مھرا فقالت ھدیۃ وقال من المھر فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لھا فی غیر المھیأ للاکل دنھا فی المھیأ لہ لان الظاہر یکذبہ ولذا قال الفقیہ المختار انہ یصدق فیما لا یجب علیہ کخف وملاءۃ لا فیما یجب کخمار ودرع اھ مختصرا ردالمحتار میں ہے قال فی الفتح الذی یجب اعتبارہ فی دیارنا ان جمیع ما ذکر من الحنطۃ واللوز والدقیق والسکر

وشاة الحیة و باقیھا یکون لہ لکون القول فیھا قول المرأۃ لان المتعارف فی ذٰلک کلہ ان یرسلہ ھدیۃ والظاھر معھا لا معہ ولا یکون القول قولہ الا فی نحو الثیاب والجاریۃ وذکرنا تائیدہ فی البحر و تقییدہ عن النھر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔
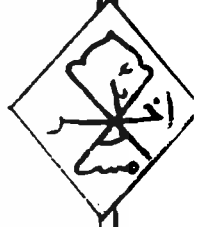
مسئلہ ۳۶: مسئولہ مولوی عبدالغنی صاحب از حسن پور ضلع مرادآباد محلہ چاہ کنکرہ ۔ رمضان ۱۳۲۴ھ

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومتوجہان شرع متین دربارہ مہر معجل وموجل۔ مہر معجل کے کیا معنے ہیں اور منکوحہ کو کس وقت زرمہر کا مجاز وصول کرنے کا ہے اور کوئی سبب ہے یا نہیں اور اس کی کچھ تعداد ہے یا نہیں۔ مہر مؤجل کے کیا معنی اور کس وقت منکوحہ کو زرمہر وصول کرنے کا مجاز ہے اور اس کی کوئی تعداد بھی ہے یا نہیں اور کوئی سبب ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

مہر تین قسم ہے معجل کہ پیش از رخصت دینا قرار پالیا ہو اس کے لیے عورت کو اختیار ہے کہ جبتک وصول نہ کرلے رخصت نہ ہو اور اگر رخصت ہوگئی تو اسے اب بھی اختیار ہے کہ جب چاہے مطالبہ کرے اور اس کے وصول تک اپنے نفس کو شوہر سے روک لے اگرچہ رخصت کو بیس برس گزر گئے ہوں دوسرا مؤجل جس کی میعاد قرار پائی ہو کہ دس برس یا بیس برس یا پانچ دن کے بعد ادا کیا جائیگا اس میں جبتک وہ میعاد نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں اور بعد انقضائے میعاد ہروقت مطالبہ کرسکتی ہے تیسرا مؤخر کہ نہ پیشگی کی شرط ٹھہری ہو نہ کوئی میعاد معین کی گئی ہو۔ یونہی مطلق ومبہم طور پر بندھا ہو جیسا کہ آج کل عام مہر یونہیں بندھتے ہیں اس میں تاوقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں مہر معجل و مؤجل کے لیے شرع مطہر نے کوئی تعداد معین نہ فرمائی جتنا پیشگی دینا ٹھہرے اس قدر معجل ہوگا باقی کی کوئی میعاد قرار پائی تو اتنا موجل ہوگا ورنہ مؤخر رہے گا ہاں اگر کسی قوم یا شہر کا رواج عام ہو کہ اگرچہ تصریح نہ کریں مگر اس قدر پیشگی دینا ہوتا ہے تو بلا قرارداد صریح بھی اتنا معجل ہوجائے گا باقی بدستور مؤجل یا مؤخر رہے گا درمختار میں ہے لہا منعہ من الوطئ ودواعیہ ولو بعد وطء وخلوۃ رضیتہما لاخذ ما بین تعجیلہ من المھر کلہ او بعضہ او اخذ قدر ما یعجل لمثلھا عرفا بہ یفتی ان لم یؤجل او یعجل کلہ فکما شرطا ردالمحتار میں ہے لومات زوج المرأۃ او طلقھا بعد عشرین سنۃ مثلا من وقت النکاح

فلھا طلب مؤخر المہر لان حق طلبہ انما ثبت لھا بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷

حضور اول یہ بتا دیجیے کہ بلاتعیین مہر نکاح ہوگا یا نہیں اگر لفظ شرعی مہر کہا جائے اور کوئی تشریح نہ کی جائے تو کس قدر مہر سمجھا جائیگا بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح بلاتعیین مہر بلکہ نفی مہر کے ساتھ بھی صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مثل دینا آتا ہے یوہیں مہر شرعی کہنے سے بھی جبکہ ان کی اصطلاح میں اس سے کوئی خاص مقدار مثلاً اقل درجہ مہر یا مہر حضور بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد نہو ورنہ جو ان کی اصطلاح معروف ہے وہی لازم آئے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال دوم ۳۸

مہر شرعی جو بنات صالحات کا لکھا ہے چار سو مثقال چاندی کا آج کل کے سکہ سے کس قدر روپے ہوتے ہیں

الجواب

چار سو مثقال چاندی مہر حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا یہاں کے سکے سے ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال سوم ۳۹

مہر ازواج مطہرات کا پانچ سو درم کا سوائے بی بی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہ دو ہزار اوقیہ یا پانچ سو دینار کا لکھا ہے سکہ مروجہ سے کسقدر ہوتے ہیں وزن درم اور اوقیہ اور مثقال اور دینار کی صراحت فرما دیجیے۔

الجواب

پانچ سو درم کے اس سکہ رائجہ سے ایک سو چالیس روپے ہوتے ہیں درم شرعی تین ماشے ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا اور مثقال کہ وہی وزن دینار شرعی ہے ساڑھے چار ماشے۔ ایک اوقیہ چالیس درم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال چہارم ۴۰

اقل درجہ دس درم شرعی کی سکہ مروجہ سے کے روپے ہوتے ہیں۔

الجواب

دس درم کے اس سکہ سے دو روپے تیرہ آنے ایک پیسے کا پانچواں حصہ دو سو درم کے پورے چھپن روپے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال پنجم

آج کل جو حیثیت سے زیادہ مہر باندھا جاتا ہے جس کے ادا کی کوئی صورت حالت موجودہ سے نہیں ہے دل میں یہ خیال کر لینا کہ کچھ دینا تو نہیں پڑتا ہے صرف زبانی جمع خرچ ہے قبول کر لو ایسے خیال سے کوئی نکاح میں تو نقص نہ آئے گا۔

الجواب

نکاح میں کوئی نقص نہیں مگر ایسا خیال عند اللہ سخت قبیح و شنیع ہے یہاں تک کہ حدیث میں ارشاد ہوا جو مرد و عورت نکاح کریں اور مہر کے دینے لینے کی نیت نہ رکھیں یعنی اُسے دَین نہ سمجھیں وہ روزِ قیامت زانی و زانیہ اُٹھائے جائیں گے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ششم

وہ کونسی صورت طلاق کی ہے کہ ایک جوڑی کپڑے پانے کی زوجہ مستحق ہے۔

الجواب

نکاح جب بلا تعیین مہر ہوا اور عورت کو قبل خلوت طلاق دی جائے تو ایک جوڑا واجب آتا ہے جس کی قیمت پانچ درم شرعی سے کم نہ ہو اور عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو ان دو حدوں کے اندر اگر مرد و زن دونوں غنی ہوں اعلیٰ درجہ کا واجب ہوگا اور دونوں فقیر تو ادنیٰ اور ایک فقیر ایک غنی تو اوسط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ مسیح الدین صاحب ۱۵۔ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید کی بی بی ہندہ کو اُس کے میکے والوں نے محض جھوٹی خبر پر کہ ہندہ کو سسرال والے زہر دیدیں گے روک رکھا ہے اور اُن کا یہ ارادہ ہے کہ ہندہ کا دین مہر وصول کر کے ہندہ کی شادی دوسری جگہ کر دیں آیا قبل طلاق دیئے شوہر کے ہندہ کے دین مہر کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں اور اُس کا دوسری جگہ نکاح کر دینا جائز ہے یا نہیں اور اُسے روک رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ ہندہ کا مہر سوا لاکھ روپے ہے جس میں نصف معجل ہے اور نصف غیر معجل مگر معجل میں زمانے کی کوئی حد نہیں ہے۔

الجواب

آدھا مہر یعنی ساڑھے باسٹھ ہزار روپیہ جب تک ادا نہ کرے زید کو ہندہ کے بلانے کا کوئی اختیار نہیں اور میکے والے ہندہ کو روک سکتے ہیں قبل طلاق اگر نکاح کر دیا جائیگا حرام وزنا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴ از مراد آباد محلہ مقبرہ مرسلہ حاجی کریم بخش صاحب ۱۵- ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زوج نے زوجہ کے نام کچھ زمین مہر معجل میں دیدی اور غیر معجل مہر شوہر کے ذمہ ہے زوج سے لڑکی تولد ہوئی یا لڑکا تولد ہوا اب زوج زوجہ سے ناراض ہے اور طلاق دیتا ہے اب وہ معاملہ برادری کے پنچوں میں ہے اگر پنچ مہر معجل واپس کرلیں اور غیر معجل بھی نہ دلائیں اور کچھ روپے مساۃ کو دیکر رضامند کرلیں اور زوج سے طلاق دلوادیں تو ایسے پنچوں پر کیا حکم ہے اور زوجہ سے مہر معجل واپس کرنے کا کچھ گناہ ہے یا نہیں اور پنچوں کو کس بات کا لحاظ رکھنا لازم ہے اور اگر پنچ کسی کی رعایت کرکے فیصلہ کریں تو کیا کچھ گناہ ہے۔

سوال دوم ۱۴۵

جو معاملات برادری کے متعلق طے ہوں اور شریعت سے باہر ہوں تو کیا گناہ ہے۔

الجواب

یہ معاملہ رضامندی پر ہے جبکہ وہ جانے کہ باہم نباہ نہ ہوگا تو زوجہ اپنی خلاصی کے لیے کُل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس دے اور اُس کے سوا اور روپے بھی دے سب جائز ہے قال تعالیٰ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ ہاں اگر پنچوں نے اُسے ناجائز طور پر دبایا تو گناہگار ہوئے اور عورت کے حق میں گرفتار جن معاملات میں شریعت مطہرہ نے اپنے حق کے لیے کوئی حکم خاص فرمایا ہے اُس کا اتباع مسلمانوں پر فرض کسی کی رضامندی اُس کی مخالفت کو جائز نہیں کرتی جیسے سُود کہ اگر لینے دینے والے دونوں راضی ہوں جب بھی حرام قطعی ہے اور جن امور میں شرع نے اپنے حق کے لیے کوئی حکم نہ فرمایا جو ممانعت ہے وہ بندہ کے حق کے سبب ہے اُن میں اگر صاحب حق راضی ہوجائے تو ممانعت نہ رہے گی جیسے پرایا مال جبراً لینا حرام اور اُس کی خوشی سے حلال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۶ از شہسرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۲- جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

نمبر ا۔ اصناف تعین مہر میں کہ معجل وموجل ومثل ہے معجل میں کلام نہیں الا موجل میں کابین کا لکھنا ضرور ہے یا نہیں ہے تو موافق شریعت کے مضمون کیا ہے۔

نمبر۲۔ مہر مثل میں ازواج مطہرات رسول علیہ التحیۃ والصلاۃ سے کہ امہات المومنین والمومنات ہیں افضل یا خاندانی مثل ام وعمہ عروس وداماد۔

الجواب

مہر معجل وہ ہے جو پیشگی دینا ٹھہرے اور مؤجل وہ جس کی ایک میعاد معین قرار پائے کہ اتنے زمانے کے بعد ادا کیا جائے گا اور مؤخر وہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرا نہ اُس کا کوئی وقت معین کیا گیا مہر مثل کوئی ان کی مقابل قسم نہیں مؤجل کی دستاویز لکھنی بہتر ہے قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ تفسیر احمدی میں ہے فی الزاھدی ان الاٰیۃ عامۃ فی السلم وکل دین یصح فیہ الاجل مدارک التنزیل میں ہے الامر للندب لباب التاویل میں ہے وھو قول جمھور العلماء اور مضمون میں وہی طریقہ معہودہ کافی ہے جو تمسکات میں رائج ہے کہ میں فلاں بن فلاں ساکن فلاں ہوں میں نے فلاں تاریخ فلانہ بنت فلاں بن فلاں سے اتنے مہر پر نکاح کیا جس کی ادا اتنے دنوں بعد قرار پائی ہے اقرار کرتا ہوں کہ مہر مذکور میعاد مذکور پر ادا کرونگا واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال دوم

ازواج مطہرات کا مہر کس کے لیے مہر مثل ہوسکتا ہے اُن کے مثل کون ہے مہر مثل سے اپنے خاندان پدری کا مہر مراد ہے بہن پھوپی وغیرہ جو عمر ومال وجمال وبکارت وغیرہا میں اس کے مثل ہیں ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں امہات المومنات نہیں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں انا ام رجالکم لا ام نسائکم میں تم مردوں کی ماں ہوں تمہاری عورتوں کی ماں نہیں ہوں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲: از بجواڑا کاٹھیاواڑ مرسلہ حاجی عبداللطیف صاحب ۱۵۔ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

تجدید نکاح میں مہر کم از کم کتنا باندھنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مہر کی مقدار کم سے کم دس درم بھر چاندی ہے جس کی مقدار تقریباً دو روپے پونے تیرہ آنے بھر ہوئی باقی جو احکام مہر کے ابتدائی نکاح میں ہیں وہی تجدید نکاح میں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳: از موضع میونڈی بزرگ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ...... ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی نا کتخدا کا نکاح کسی شخص سے کر دیا اور وہ شخص بلا قربت حاصل کیے اپنی بی بی کے مرگیا اور کسی طرح کی کوئی بات چیت نہیں کی یعنی کسی طرح کا

ف۱: امہات المومنین اور امہات المومنات

ف: ازواج مطہرات مسلمان مردوں کی ماں ہیں عورتوں کی ماں نہیں۔

کوئی فصل نہیں کیا اب علمائے دین فرمادیں کہ اس لڑکی نا کتخدا کا کتنا مہر اُس کے شوہر کے مال یا جائداد وغیرہ سے چاہیے نصف یا پورا اور اگر اُس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرنا چاہیں تو کتنے دنوں کے بعد کیا جائے بعض شخص کہتے ہیں کہ ایسے نکاح کی عدت نہیں ہوتی ہے کیونکہ جب اُس کے شوہر نے اُس سے قربت ہی نہیں کی تو عدت کس چیز کی کرنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ تین ماہ کی عدت کے بعد نکاح ایسے کا جائز اب علمائے دین فرمادیں کہ جو لوگ غلطی پر ہیں یا صحیح پر اور جو لوگ غلطی پر ہوں اور شریعت کو نہ مانتے ہوں اُن کے لیے کیا سزا شرع اطہر میں ہے فقط بینوا توجروا۔

الجواب

سزا پوچھنا لغو ہے آج کون کس کو سزا دے سکتا ہے جو شریعت کو نہ مانے جہنم میں سزا پائے گا جب شوہر مرجائے پورا مہر واجب ہوتا ہے اگرچہ ایک نے دوسرے کی صورت نہ دیکھی ہو اور چار مہینے دس دن کی عدت فرض ہے اس سے پہلے نکاح حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۸ ازبلرام پور ضلع گونڈہ مرسلہ سکنڈ ماسٹر مڈل اسکول ۳۔ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

بکر اپنی لڑکا کا نکاح زید کے ساتھ کر دینے کے لیے چند شرائط پر تیار ہے زید جو بسلسلۂ ملازمت بیس روپیہ ماہوار سے زائد حیثیت نہیں رکھتا ہے حسب حیثیت تنخواہ زائد سے زائد کتنے روپیہ پر اُس کا مہر شرعی ہونا جائز ہے اور حیثیت سے زائد مہر ہونے پر کیا مواخذہ ہے۔

الجواب

حیثیت سے زائد مہر نا مناسب ہے کوئی گناہ نہیں جس پر مواخذہ ہو فان المال غاد ورائح واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۹ از شہر بریلی محلہ صندل بازار مرسلہ نواب نثار احمد خاں صاحب ۸۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت فوت ہو جائے تو اُس کے ورثا شرعی سے مہر عورت مذکورہ متوفی کا اُس کا شوہر یا ورثا رشوہر بخشوالیں تو شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔

الجواب

وارثان زن میں جو عاقل بالغ معاف کریگا اُس کا حصہ معاف ہو جائے گا اگر سب عاقل بالغ ہوں اور سب معاف کر دیں تو سب معاف ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۰ ۲۰۔ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک فاحشہ سے توبہ کراکے نکاح کیا بروقت عقد نکاح مہر شرع پیمبری صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مقرر ہوا تھا اور اُس کے قبیلہ کی کوئی عورت نہیں بلکہ اُن کا نکاح بھی نامعلوم اب مہر مثل معلوم نہیں ہوسکتا زید نے اُس کو قرآن مجید پڑھوایا اب بعد فوت زید کے وہ عورت زید کو سخت گالیاں دیتی ہے یہاں تک کہ ولدالزنا بھی کہہ دیتی ہے وہ لوگ کہ زندگی زید میں اُس کے سامنے نہ آتے تھے اب برابر آتے ہیں راتوں کو گھومتی ہے وکیلوں کے پاس جاتی ہے اب وہ کل اشیاء پر دعوٰی کرتی ہے مکان بیچنا چاہتی ہے تو اب اُس کا کتنا مہر از روئے شرع شریف نکلتا ہے اور اُس کی گفتگو ہے کہ وہ کہتی ہے مرگیا وہ جہنمی جو مجھکو یہاں چھوڑ گیا پڑیں اُس کے لاشے میں کیڑے تین بھائی اور والدین اور والد اور ایک ہمشیرہ بھی ہے۔

الجواب

اُس کے اقوال افعال کی سزا اللہ کے یہاں ہے اس سے اُس کا مہر یا حصّہ نہیں جاتا مہر شرع پیمبری سے اگر اُن لوگوں کے عرف میں اقل مقدار مہر مراد ہوتی ہے تو وہ دس درم ہے یعنی دو روپے پونے تیرہ آنے اور ۳/۵ پائی اور اگر اُن کی مراد مہر حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا ہوتی ہے تو وہ چارسو مثقال چاندی یعنی یہاں کے ایک سو ساٹھ روپے بھر اور اگر مہر ازواج مطہرات مراد ہے تو پانسو درم یعنی یہاں کے ایک سو چالیس روپے اور اگر کوئی خاص رقم اُن کے ذہن میں نہیں تو مہر مثل لازم آئے گا جو ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی یا ایک سو چالیس روپے سے زائد نہ ہوکہ یہ قلت ضرور مراد ہوتی ہے یہاں کے کثیر التعداد مہروں سے بھاگنے کے لیے یہ لفظ عوام نے وضع کیا ہے تو اُن سے زیادہ نہ دیا جائے گا وارث اگر کمی کا دعوٰی کریں تو بحلف کہیں کہ ایسی عمر وشکل کی بازاری عورت کا مہر مثل اتنا ہوتا ہے یا حاکم تجویز کرے جو اُس مقدار سے زائد نہ ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۲: از ضلع رائے پور سی پی مرسلہ سردار خاں صاحب کلرک چاندی ڈویژن دفتر ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر معجل کی شرط ادا کیا ہے اور زید کا نکاح ہندہ سے بمہر معجل قرار پایا لیکن عرصہ دراز تقریباً ۲ سال کا گزرا کہ وہ مہر معجل ادا نہ ہوا ایسی حالت میں کیا معجل موجل ہوسکتا ہے یا اُس کا استحقاق جاتا رہا درصورت ضبط استحقاق آیا زید اور ہندہ کی خلوت صحیح ہوئی۔ بینوا توجروا

الجواب

ادا نہونے سے مہر کا استحقاق کبھی نہیں جاسکتا اور جو مہر معجل ٹھہرا ہے وہ ہمیشہ معجل ہی رہے گا جبتک عورت اُسے اپنی رضا سے موجل نہ کردے پچیس برس مطالبہ نہ کرنا اُس کے حق میں خرق نہیں لاتا وہ اب بھی جس وقت چاہے اپنے مہر معجل کا مطالبہ کرسکتی ہے اور جبتک نہ ملے اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے درمختار میں ہے (ولها منعه من الوطی) ودواعیه شرح مجمع (والسفر بها ولو بعد وطئ وخلوة رضیتهما) لان کل وطأة معقود علیها فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی (لاخذ ما بین تعجیله) من المهر کله او بعضه واللّٰه تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳: از مدن پور مرسلہ عزیز الدین صاحب ۲- رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ دیہات میں ہمارے یہاں رواج ہے کہ مہر کی تفصیل نہیں ہوتی اور بعض لوگ کرتے بھی ہیں تو اس طرح کہ زیور وغیرہ مہر معجل دیتے ہیں اور بعض قاضی غیر معجل نام رکھدیتے ہیں ورنہ علی العموم نہ معجل نام رکھتے ہیں نہ موجل تو ایسی حالت میں ہندہ اپنے شوہر زید سے مطالبہ دین مہر کرسکتی ہے یا نہیں کہ پہلے میرا مہر ادا کردو تو میں اپنے والدین کے یہاں سے رخصت ہوں تمھارے گھر چلوں گی اور حال یہ ہے کہ فی الحال زید کو مہر ادا کرنے کی مقدرت بھی نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ نہ مہر معجل ٹھہرا کہ رخصت سے پہلے ادا کیا جائے نہ مؤجل کہ اتنی مدت معین گزرنے پر دیا جائے یا جتنا معجل ٹھہرا تھا وہ زیور وغیرہ دیکر ادا ہوچکا باقی نہ معجل ٹھہرا نہ مؤجل خواہ قاضی نے غیر معجل کہدیا یا کچھ نہ کہا ہو تو اب ہندہ کو جب تک طلاق یا دونوں میں سے ایک کی موت نہ واقع ہو ہرگز مطالبہ مہر کا کچھ حق نہ تھا نہ وہ اس لیے رخصت سے انکار کرسکتی ہے اگرچہ زید کو فی الحال ادائے مہر کی لاکھ مقدرت ہو ردالمحتار کتاب القضا میں قبیل باب التحکیم ہے لوماتت زوج المرأة او طلقها بعد عشرین سنة مثلا من وقت النکاح فلها طلب مؤخر المهر لان حق طلبه انما یثبت لها بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح واللّٰه تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۴: از رچھا ۱۹- رجب شریف یوم دوشنبہ ۱۳۳۸ھ مرسلہ رفیق احمد صاحب۔

ایک عورت سے اس کے خاوند نے کہا تو اپنا مہر معاف کردے اُس نے کہا کہ میں معاف نہیں کرتی اس کے اوپر اُس کے خاوند نے سخت پریشان کیا اور تنگ رکھا اور ساس سسر نے بھی بُرا بھلا کہا لہذا وہ عورت اپنے ماں باپ کے یہاں آگئی ہے اُس کا خاوند لینے آیا تو اُس نے سوال کیا کہ میں اپنا مہر جبتک کل نہ لونگی جبتک نہ جاؤں گی اُس کے خاوند نے کہا کہ ہم تم کو زبردستی پکڑ لیجائیں گے اور یہ بھی کہا کہ تو مہر کا کیا
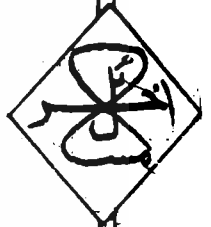
کرے گی تو اُس نے کہا کہ میں مسجد بنواؤں گی اب عرض یہ ہے کہ پنچ لوگ بلا مہر ادا کرائے اُس کو زبردستی لیجا سکتے ہیں یا نہیں میاں بیوی میں نا اتفاقی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ مہر بلا میعادی ہے لہذا قبل موت یا طلاق اُس کے مطالبہ کا عورت کو کچھ اختیار نہیں نہ اُس کی وجہ سے اپنے آپ کو شوہر سے روک سکتی ہے اُسے شوہر کے یہاں جبراً جانا ہوگا اور شوہر پر حرام قطعی ہے کہ اُس پر معافی مہر کا جبر کرے اور اگر جبر کرکے معاف کرالے گا معاف نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵ از رامسہ تحصیل گوجرخاں ڈاک خانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۸۔ شوال ۱۳۳۸ھ

ایک مرد اور زوجہ صرف اول روز ایک کوٹھے میں رہے ہیں اور دشمن گرد گرد کوٹھے کے مارنے کے لیے کھڑے رہے ہیں اور زوجین کو بھی یہ حالت معلوم تھی علی الصباح اُس مرد نے طلاق دیدی ہے مرد دخول کا مقر اور عورت منکر ہے اب یہ دخول یا خلوت صحیحہ قابل اعتبار ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر کوٹھے کا دروازہ اندر سے بند ہے اور مسقف ہے یا دیواریں بلند ہیں کہ دشمنوں کے گھس آنے کا اندیشہ نہیں تو خلوت صحیح ہے ورنہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے تصح علی سطح لا نافوقہ وحدھما وامنا من صعود احد ھما الیھما ملتقطا صورت اگر پہلی تھی تو عورت کا دخول سے انکار بیکار ہے کہ مہر کامل بہرحال لازم ہو گیا دخول ہوا ہو یا نہیں۔ ہاں صورت ثانیہ میں شوہر کا کہنا کہ دخول ہوا کل مہر لازم ہونے کا اقرار ہے اور عورت کا انکار اُس کا رد ہے اور اقرار مقرلہ کے انکار سے رد ہو جاتا ہے تو صرف نصف مہر پائے گی ھذا ما ظھرلی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶ از پنڈوا بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مسئولہ نعمت اللہ شاہ صاحب خاکی ۹ محرم ۱۳۳۹ھ

اگر کسی نے بی بی کے نزع کے وقت اُس سے کہا کہ میرا دین مہر معاف کیا اُس نے زبان سے بوجہ آواز بند ہو جانے کے جواب نہ دیا لیکن سر ہلا دیا تو اُس کا دین مہر معاف ہوا یا نہیں۔

الجواب

مرض الموت میں مہر کی معافی بے اجازت دیگر ورثا معتبر نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۷ از اودے پور میواڑ ہاتھی دروازہ مدرسہ شرفیہ مسئولہ عبدالرحیم خلف مولوی شرف شاہ صاحب ۱۳۳۹ھ محرم

ایک شخص مسمٰی زبیر خاں نے دو عورتیں کیں اور ہر دو عورتوں کے تین تین بچے ہیں سابق عورت کو بوجہ معمولی

لڑائی کے طلاق دیکر ایک طلاق کی تحریر لکھدی اُس میں یہ مضمون درج کیا کہ جو کہ تیرا مہر ہے اُس میں تیرے بطن کے دونوں بچے تجھ کو مہر میں دیے اور حمل سے بھی تھی بعد طلاق کے لڑکی بھی پیدا ہوئی وزیر خاں فوت ہو گیا بعد عدت کے اس عورت نے نکاح ثانی کر لیا اب یہ اس وقت بالکل بچے بالغ ہیں اور آوارہ ہیں سو یہ لڑکے جدّی حق پانے کے حقدار ہیں یا نہیں۔

الجواب

دونوں لڑکے اور وہ لڑکی اپنے باپ کے مال میں حصّہ پائیں گے اور طلاق شدہ اگرچہ حصّہ نہ پائے گی مگر مہر کی مستحق ہے اور وہ جو کہدیا تھا کہ دونوں بیٹے تیرے مہر میں دیے فضول تھا اس سے مہر ادا نہیں ہوتا ہاں اگر عورت نے یہ کہدیا ہو کہ دونوں بیٹے میرے دو میں نے مہر چھوڑا تو مہر نہ پائیگی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از کریلی گنج ضلع نرسنگ پور ڈاکخانہ وتحصیل نرسنگ پور مسئولہ الٰہ بخش صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

زید اپنی عورت ہندہ کو عرصہ تقریباً پانچ سال سے علیحدہ کیے ہوئے ہے ہندہ کے ماں باپ اس عرصہ مذکورہ میں چند مرتبہ اپنی لڑکی کو زید کے گھر چھوڑ آئے لیکن بوجہ عدم توجہی زید۔ زید کی ماں بہن ہندہ کو اقسام اقسام کی تکالیف دیتے ہیں جو اُس سے برداشت نہیں ہوسکتیں مزید براں نان نفقہ کی بھی کفالت نہیں کرتا نہ اُس کو رخصت دیتا کہ وہ اپنا دوسرا انداز کرے اور مہر ہندہ کا تعدادی پانچ ہزار از قسم معجل ہے اب ہندہ اپنے ماں باپ کے یہاں ہے پس ایسی صورت میں ہندہ زر مہر کچہری سے پانے کی مستحق ہوسکتی ہے یا نہیں اور اپنے نفس کو اُس سے علیحدہ کر سکتی ہے یا نہیں کیونکہ زید کی نیت صرف اُس کو اور اُس کے ماں باپ کو اذیت پہنچانی ہے ورنہ اُس کا وجہ کفاف ایسا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو متوسط حالت پر نان نفقہ کی کافی طور پر امداد پہنچا سکتا ہے اس لیے عرض ہے کہ موافق شرع شریف جو ہندہ کے حق میں انسب ہو اُس سے ابلاغ فرمایا جائے۔

الجواب

مہر اگر واقعی معجل بندھا ہے تو ہندہ ہر وقت اُس کا مطالبہ کر سکتی ہے زید نہ دے تو بذریعہ نالش وصول کرے اور جبتک نہ ملے ہندہ کو اختیار ہے کہ اپنے نفس کو زید سے روکے اور اُس کے گھر نہ جائے اور اس روکنے کی وجہ سے ہندہ کا نان نفقہ زید پر سے ساقط نہ ہوگا لانہا منعت بحق فلم تکن ناشزۃ والمسئلۃ فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار ہاں یہ نا ممکن ہے کہ ہندہ بغیر طلاق یا موت شوہر وانقضائے عدت دوسرے سے نکاح کر سکے قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء واللہ تعالیٰ اعلم۔
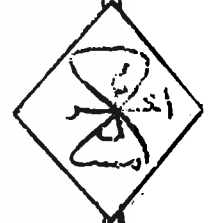
مسئلہ۵۹ از شہر محلہ برہمپورہ مسئولہ حاجی شاہ محمد عرف کمال اللہ شاہ صاحب ۲۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ معصومن زوجہ لعل محمد کے مہر کا حال اس طرح معلوم ہوا ہے کہ وہ خود کہتی ہے کہ میرا ایک سو دس روپیہ کا مہر ہے اور وکیل و گواہ نکاح مسماۃ مذکورہ کے فوت ہوگئے کوئی زندہ نہیں ہے اس کی چچازاد بہنیں چار ہیں جن میں سے تین کے مہر کی تعداد معلوم نہیں سب یہی کہتے ہیں کہ شرع پیغمبری تھا اور ایک چچازاد بہن کا مہر...... مبلغ پانچسو روپیہ ہونا معلوم ہوا ہے جو کہ مسمی ننھے کی زوجہ ہے ایسی صورت میں مسماۃ معصومن کا مہر کیا قائم کیا جائیگا۔

الجواب

جبکہ عورت ایک سو دس روپے اپنا مہر بتاتی ہے اور اس سے زائد بھی اس کے خاندان میں باندھا گیا ہے اور اس کے خلاف پر کوئی شہادت نہیں تو اس پر اس سے حلف لیا جائے اگر حلف سے کہدے کہ میرا مہر ایک سو دس روپے بندھا تھا تو ایک سو دس دلائے جائیں گے عالمگیری میں ہے امرأۃ ادعت علی زوجھا بعد موتہ ان لھا علیہ الف درھم من مھرھا فالقول قولھا الی تمام مھر مثلھا کذا فی محیط السرخسی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۶۰ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ حاجی کفایت اللہ صاحب ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ بہت محتاج ہے اور خانہ ویران بظاہر کوئی جلۂ رزق نہیں رکھتی اس کا بھائی زید مزدوری کرکے لاتا ہے اس میں دونوں گزر کرلیتے ہیں ہندہ کے خسر نے بعد اپنی موت کے ایک مکان تقریباً ڈیڑھ سو گز وسعت کا چھوڑا جو اب ٹوٹ پھوٹ گیا اس کے دو وارث ہوئے ہندہ کا شوہر اور دوسرا ہندہ کا جیٹھ ہندہ کے جیٹھ نے اپنا حصہ اپنے لڑکے کو دیدیا اب ہندہ کے شوہر کے حصے پر قبضہ کرکے بیچنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں ہندہ کا کیا حق ہے اس واسطے کہ میرے بھائی کو غائب ہوئے تقریباً تیس برس ہوگئے غالباً مرگیا کیونکہ پانچ چھ برس سے اس کی خبر نہیں اور قانون کہتا ہے کہ تین برس کے بعد دعوائے مہر نہیں چل سکتا ہے اور وکیل کہتا ہے کہ دعوائے مہر کرو تم کو ملے گا اور وکیل یہ رائے دیتا ہے کہ تمہارا دعوی چلے گا اس صورت میں کہ ہندہ کہے کہ میرے شوہر کے مرنے کی خبر تو تم نے مجھے آج دی ہے میں ابھی تک اپنے آپ کو بیوہ نہیں جانتی تھی میں جانتی تھی کہ وہ زندہ ہے اگر اب تم کہتے ہو کہ مرگیا تو آج سے تین برس تک مہر طلب کرنے کا مجھ کو حق ہے ہندہ کے عزیزوں میں سے کسی کو

مہر کی تعداد یاد نہیں اس نکاح کو کما بیشی چالیس برس ہوئے ہونگے ہندہ کو خوب یاد ہے کہ میرا مہر دوسو روپے تھا اور میں سنتی ہوں کہ میری والدہ اور پھوپی کا مہر بھی دوسو روپے تھا اور اب میری بھتیجیوں اور میرے بھائیوں کا مہر بھی دوسو روپے ہے اب ہندہ کے اقوال پر اُن کا حق شرعی دلانے کے لیے اہل محلہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا مہر دوسو روپے کا تھا ان کے لیے کچہری میں اُس کا حق شرعی دلانے کے لیے یہ کہدینا جائز ہوگا یا نہیں کہ ہاں دوسو روپے تھا ان لوگوں کی گواہی پر اگر اُس کا حق انشاء اللہ تعالیٰ ملیگا تو اُس کا جینا اور مرنا آسانی ہو جائیگا کسی وقت ہندہ کے جیٹھ نے ہندہ کی خبر نہیں لی کہ وہ کس حالت میں ہے بینوا توجروا۔

الجواب

ہندہ جو دوسو روپے مہر بیان کرتی ہے اور اُس وقت کا کوئی گواہ نہیں اور ثابت ہو کہ یہ اُسکا خاندانی مہر مثل ہے تو ضرور دوسو روپے دلائے جائیں گے۔ گواہوں کی گواہی یہ جائز نہ ہوگی کہ ہمارے سامنے دوسو روپے کا مہر بندھا تھا۔ بلکہ یہ گواہی دینا کہ اس کا مہر مثل دوسو روپے ہے۔ یہی گواہی اُس کی ڈگری کے لیے کافی ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ حفیظ اللہ خاں صاحب محلہ ٹیکور قصبہ چنار پوسٹ آفس چنار ضلع مرزاپور۔ ۱۸ جمادی الآخرہ ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سال بھر اور تین ماہ پردیس رہا بعدہ جب اپنے مکان پر واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اُس کی بیوی کو آٹھ مہینے کا حمل ہے اس وجہ سے وہ شخص مذکور طلاق دینے پر آمادہ وتیار ہے ایسی حالت میں بعد طلاق کے وہ عورت کچہری مجاز میں مہر کا دعوی کرسکتی ہے یا نہیں اور شرعاً مہر پانے کی مستحق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس وجہ سے اُس کا طلاق پر آمادہ ہونا محض ناواقفی ہے شریعت میں حمل کی مدت دو برس کامل ہے اتنی مدت تک بچہ پیٹ میں رہ سکتا ہے اور دایہ وغیرہ کی یہ شناخت کہ آٹھ مہینے کا ہے کچھ معتبر نہیں بہرحال اگر طلاق دیگا مہر واجب الادا ہوگا اور اگر مرد کی جھوٹی بدگمانی بالفرض صحیح ہو جب بھی عورت مہر کی مستحق ہے کہ معاذ اللہ زنا سے مہر ساقط نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ لاپتہ۔ ۱۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اُس کی

حیات میں اُس کی چھوٹی بہن کے ساتھ نکاح کیا نکاح دوم جائز ہے یا ناجائز۔ اور ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہوگی وہ کیسی ہوگی اور زید کا متروکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں اور یہ دونوں عورتیں مہر پانے کی مستحق ہیں یا نہیں۔

الجواب

زوجہ جبتک زوجیت یا عدت میں ہے اُس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے قال تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین اُس سے جو اولاد ہوگی شرعاً اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں اُسے ولد حرام بمعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں۔ جبتک اس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا پہلی حلال تھی اُس وقت تک کے جماع سے جو اولاد پہلی سے ہوئی ولد حلال ہے اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہو وہ بھی شرعاً اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں۔ دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید سے ہوئیں زید کا ترکہ پائیں گی کہ نسب ثابت ہے ہاں زوجہ ثانیہ ترکہ نہ پائے گی کہ نکاح فاسد ہے۔ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں۔ پہلی مطلقاً اور دوسری اُس صورت میں کہ حقیقۃً اُس سے جماع کیا ہو فقط خلوت کافی نہیں، پھر پہلی اپنا پورا مہر پائے گی اور دوسری مہر مثل اور جو مہر بندھا تھا ان دونوں میں سے جو کم ہو وہ پائے گی درمختار میں ہے یجب مہر المثل فی نکاح فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشھود ومثلہ تزوج الاختین معاً ونکاح الاخت فی عدۃ الاخت اھ ش) بالوطء لا بغیرہ کالخلوۃ ولم یزد علی المسمی لرضاھا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل ہدایہ باب نکاح الرقیق میں ہے بعض المقاصد فی النکاح الفاسد حاصل کالنسب ووجوب المہر والعدۃ درمختار میں ہے یستحق الارث بنکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعاً واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از رامپور مدرسہ انوار العلوم مسئولہ جلال الدین پٹھان ۱۶ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مدعیہ نے اپنے گواہان سے یہ ثابت کیا کہ میرا دین مہر ایک لاکھ روپے کا تھا۔ فریق ثانی نے گواہان سے اس امر کا ثبوت پیش کیا کہ ہندہ کا دین مہر دس ہزار روپے کا تھا۔ صورت مسئولہ میں گواہان کمی مہر کے معتبر ہوں گے یا زیادتی کے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر شوہر زندہ اور نکاح قائم ہے یا طلاق بعد خلوت ہوئی ہے یا شوہر مرگیا اور عورت کی نزاع اُس کے

ف۱: اولاد ثابت النسب باپ کا ترکہ پائیگی اگرچہ حرامی ہو۔

ف۲: مسئلہ نکاح فاسد میں احد الزوجین دوسرے کا وارث نہیں۔

وارثوں سے ہے ان سب صورتوں میں دیکھا جائے کہ عورت کا مہرمثل دس ہزار خواہ کم ہے یا ایک لاکھ خواہ زائد یا دس ہزار سے زیادہ ایک لاکھ سے کم ہے۔ پہلی صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہیں لاکھ روپے کی ڈگری ہوگی دوسری صورت میں فریق ثانی کے گواہ معتبر ہیں دس ہزار دلائے جائیں گے۔ تیسری صورت میں جتنا مہرمثل ہے اُتنے کی ڈگری دینگے۔ یہ سب اُس حال میں ہے کہ دونوں کے گواہ قابل قبول شرع ہوں اور وجہ شرع پر شہادت ادا کی ہو اور اگر اُن میں ایک ہی فریق کے گواہ ایسے ہیں تو مطلقاً انھیں کا اعتبار ہوگا خواہ لاکھ کے ہوں یا دس ہزار کے۔ دوسرے فریق کی شہادت کالعدم ہوگی اور اگر دونوں فریق کی شہادت شرعاً کالعدم ہو تو پہلی صورت میں فریق شوہر سے حلف لیں گے کہ لاکھ روپے مہر نہ بندھا تھا اگر قاضی کے حضور حلف سے انکار کردیگا لاکھ کی ڈگری ہوگی اور حلف کرلیگا تو دس ہزار کی۔ اور دوسری صورت میں ہندہ سے حلف لیں گے کہ دس ہزار مہر نہ بندھا تھا اگر قاضی کے سامنے حلف سے انکار کردے گی دس ہزار پائے گی اور حلف کرلے گی تو لاکھ۔ اور تیسری صورت میں دونوں فریق پر حلف رکھیں گے جو قاضی کے یہاں حلف سے انکار کردے گا دوسرے کا دعوی ثابت ہو جائے گا اور اگر دونوں حلف کرلیں گے مہرمثل دلایا جائیگا اور اگر زن وشوہر میں طلاق قبل خلوت کے بعد اختلاف ہوا تو مطلقاً قول شوہر بحلف معتبر ہے۔ جس طرح بعد موت زوجین اُن کے ورثہ میں اختلاف ہو تو مطلقاً وارثان شوہر کا قول معتبر ہے درمختار میں ہے (ان اختلفا) فی المھر (فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول لمن شھد لہ مھر المثل) بیمینہ (وای اقام بینۃ قبلت) سواء (شھد لہ اولھا اولا ولا وان اقاما فبینتھا) مقدمۃ (ان شھد لہ وبینتہ ان شھد لھا وان کان بینھما تحالفا فان حلفا او برھنا قضی بہ وان برھن احدھما قبل برھانہ) لانہ نور دعواہ اھ اقول قولہ وان کان بینھما مسألۃ مستأنفۃ غیر داخلۃ تحت قولہ وان اقاما جمع فیہ ما اذا برھن احدھما اوکلاھما اولا احد فبین احکام الصور الثلث وقد اختار قول ابی بکر الرازی الذی صححہ قاضی خان فی شرح الجامع الصغیر والسغناقی فی النھایۃ وجزم بہ فی الملتقی وقدمہ فی الھدایۃ والتبیین وغیرھما ان لاتحالف الا اذا کان المھر بینھما فسقط ف۱ اعتراض العلامۃ الشامی انہ کان علیہ حذف قولہ تحالفا لانہ اذا برھنا لاتحالف وان قولہ وان برھن احدھما یغنی عنہ قولہ قبلہ وای اقام بینۃ قبلت الخ ظلہ درّہ ما امھرہ وقول الکرخی انھما یتحالفان مطلقا سواء شھد المھر لہ اولھا اولا ولا وصححہ فی المبسوط والمحیط وجزم بہ فی الکنز فی باب التحالف اقول لکن الاول ھو المذکور فی الجامع الصغیر کما فی ش فترجح بہ

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ الشامی۔

بعد تکافؤ التصحیحین خلافا لما فی البحر انه لم یر من رجح الاول فلذا اجعلنا علیہ المعول وباللّٰہ التوفیق بدائع وہندیہ میں ہے ولو اختلفا بعد الطلاق بعد الدخول او الخلوۃ فکما لو اختلفا حال قیام النکاح وان کان قبل الدخول والخلوۃ والمہر دین فاختلفا فی الالف والالفین فالقول قول الزوج وتینصف ما یقول الزوج ولم یذکر الخلاف ذکرہ الکرخی وحکی الاجماع وقال نصف الالف فی قولہما اھ وصححہ فی البدائع وشرح الطحاوی ورجحہ فی الفتح تبیین الحقائق وعلمگیریہ میں ہے فان مات الزوجان ووقع الاختلاف بین الورثۃ فی مقدار المسمی فالقول قول ورثۃ الزوج ردالمحتار میں ہے فیلزمہم ما اعترفوا بہ بحر ولا یحکم بمہر المثل لان اعتبارہ یسقط عند ابی حنیفۃ بعد موتہما درر اھ لکن اھو فی نسختی بمہر المثل اقول والاولی اسقاط الباء واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ریاست جاورہ لال املی مسئولہ ممتاز علیخاں صاحب اہلکار محکمۂ حساب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے لیے مہر کا ہونا لازم ہے جو عموماً متعین ہوتا ہے مہر کی نقد اودھار بھی ضروری ہے اگر عورت چاہے تو کیا سب کو مثل نقد یا مثل اپنے مطالبہ یا قرضہ کے حاصل کرسکتی ہے اس کی حسب ذیل تشریح فرمادی جائے (الف) مہر معجل کی یہ تعریف ہے کہ تاوقتیکہ زوجہ تمام و کمال مہر معجل وصول نہ کرے اُسے اختیار ہے کہ خواہ وہ زوج کے گھر جائے یا نہ جائے یا اُس سے بات چیت کرے یا نہ کرے پس اگر زوج نے دھوکے سے منجملہ مہر معجل جو زیور ہندہ کو دیا تھا وہ نکاح کے بعد جب دُلھن گھر گئی واپس لے لیا پس اب زوج بھی اُس کا مقروض سمجھا جائے گا یا نہیں اور زوج نے منجملہ مہر معجل کے پانسو۵۰۰ روپیہ کا مکان حسب منشار زوجہ خود خرید کردینے کا تحریری اقرار کیا تھا تو کیا ہندہ اب مہر معجل پانے کی مستحق ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا جبتک اُسے مہر معجل نہ پہنچے اُسے زوج کے گھر جانا چاہیے یا نہیں اگر اُسے اختیار ہے تو کیا جبتک شوہر مہر معجل ادا نہ کردے وہ نان ونفقہ پاسکتی ہے یا نہیں (ب) مہر غیر معجل نکاح اور خلوت صحیحہ کے بعد کب سے کب تک زوجہ پاسکتی ہے کیونکہ مہر غیر معجل کے لیے کوئی زمانہ مقرر نہیں اگر بعد خلوت صحیحہ ہر وقت مہر پانے کی مستحق ہے تو جبتک اپنا مہر اتنا نہ وصول کرلے زوج کے گھر رہنے سے انکار کرسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح کے لیے مہر لازم ہے بایں معنے کہ مہر کا ذکر نکاح میں ہو یا نہ ہو بلکہ مہر کی نفی شرط کرلی ہو جب بھی مہر دینا آئیگا

تعیین مہر نکاح کے لیے کچھ ضرور نہیں اگر تعیین نہ ہوگی مہر مثل دینا پڑیگا۔ مہر کہ نکاح میں مقرر کیا جاتا ہے تین قسم ہے معجل مؤجل مؤخر۔ معجل وہ کہ قبل رخصت دینا قرار پائے عورت کو اختیار ہے کہ جب تک اُسے تمام وکمال وصول نہ کرلے شوہر کے یہاں نہ جائے اور اُس نہ جانے سے وہ نفقہ سے محروم نہ ہوگی پانسو روپیہ کا مکان اگر منجملہ مہر قرار پایا تھا تو اس کے وصول تک بھی ہندہ اپنے آپ کو روک سکتی ہے۔ زیورات جو مہر معجل میں دیے گئے تھے وہ مہر ادا ہوگیا پھر اگر زوج نے دھوکا دیکر واپس لے لیے تو اُس سے مہر معجل اُس کے ذمہ عود نہ کرے گا اور اس کی وجہ سے عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار نہ ہوگا کہ مہر تو زیور پر قبضۂ زن سے ادا ہو لیا تھا اب یہ عورت کا ایک مال ہے کہ زوج نے غصب کر لیا اگر بعینہ باقی ہے اُس کا واپس دینا فرض ہے اور ہلاک ہوگیا تو اُس کا تاوان دے۔ اور مہر مؤجل وہ جس کے ادا کی ایک میعاد معین قرار پائی ہو مثلاً سال بھر بعد یا دس برس بعد میعاد جبتک نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں بعد انقضائے میعاد مطالبہ کرسکے گی اور میعاد آنے پر اگر شوہر دینے میں تاخیر کرے تو اُس کے لیے اپنے نفس کو نہیں روک سکتی خصوصاً جبکہ رخصت ہوچکی ہو شرح جامع صغیر امام قاضی خاں میں ہے لوکان المھر مؤجلا لیس لھا المنع قبل حلول الاجل ولا بعدہ وعلی قول ابی یوسف لھا المنع الی استیفاء الاجل اذا لم یکن دخل بھا درمختار میں ہے وفی البحر عن الفتح ھذا کلہ اذا لم یشترط الدخول قبل حلول الاجل فلو شرطہ ورضیت بہ لیس لھا الامتناع اتفاقا اُس پر حاشیۂ فقیر جد الممتار میں ہے اقول وعرف بلادنا الدخول قبل اداء شیئ منہ والمعروف کالمشروط فلا یکون لھا الامتناع اجماعا۔ مؤخر وہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرا ہو نہ اُس کی کوئی میعاد مقرر کی ہو اُسکا مطالبہ نہیں ہوسکتا مگر بعد موت یا طلاق نہ اُس کے لیے کسی وقت اپنے نفس کو روک سکتی ہے فتاوے خانیہ میں ہے اذا لم یصح التاجیل یؤمر الزوج بتعجیل قدر ما یتعارفہ اھل البلدۃ فیؤخذ منہ الباقی بعد الطلاق او الموت ولا یجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولا یحبسہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از قصبہ نرہر ڈاک خانہ چڑوہ ضلع شنجانا دلی محلہ پیرزادگان مرسلہ منشی محمد علی صاحب آرم مدرس ۲۔ شوال ۱۳۳۹ھ

اس مسئلہ میں شریعت غرائے اسلام کا کیا حکم ہے ایک شخص نے آپکا نکاح ثانی کیا اور اپنی تمام جائداد کا مہر مقرر کیا جائداد علی التوریث چلی آرہی ہے جس میں ایک کھیت زمین بارانی مکان سکنی ۲ مسی خانقاہ ہر قسم حصہ خود ایک گاؤں سے کچھ نقد رقم آتی ہے وہ رقم حصہ خود غرض سب جائداد منقولہ غیر منقولہ کا مہر مقرر

کرکے اپنی بیوی کے نام ہبہ کردی۔ یہ جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیسا مہر لازم آئے گا۔ اُس کے ایک حقیقی بہن بھی ہے مگر یہاں رواج ہمشیرہ کو حصہ کا نہیں۔ رشتہ کے بھتیجے موجود ہیں جو حسب دستور اُس کے بعد مستحق جائداد وغیرہ ہیں۔ عمر ساٹھ برس ہے جو مکان اور جائداد مہر ہوکر ہبہ ہو چکی اس کے سوا اور کوئی مکان رہنے کو اور نان نفقہ کو کوئی وجہ معاش نہیں۔ یہاں نکاح ثانی نہیں ہوتا اب یہ کوشش جاری ہوا ہے۔ یہی وجہ زیادتی مہر ہے ان سب صورتوں میں یہ شخص یا ہر شخص ایسا مہر مقرر کرسکتا ہے۔

الجواب

جس قدر جائداد اُس شخص کو متروکہ پدری یا مادری سے پہنچی اُس میں سے جس قدر اس کا حصہ ہے وہ مہر میں ملک زوجہ ہوگیا اور جتنا حصہ اس کی بہن کا ہے اگر وہ اجازت دیدے تو وہ بھی ملک زوجہ ہوگیا اور اگر وہ اجازت نہ دے تو حصہ خواہر کی جتنی قیمت ہے وہ اسے مہر میں دینا پڑے گی عالمگیریہ میں ہے فاذا تزوجها على هذا العبد وهو ملك الغير او على هذه الدار وهي ملك الغير فالنكاح جائز والتسمية صحيحة فبعد ذلك ينظر ان اجاز صاحب الدار او صاحب العبد ذلك فلها عين المسمى وان لم يجز المستحق لا يبطل النكاح ولا التسمية حتى لا يجب مهر المثل وانما يجب قيمة المسمى كذا في المحيط آمدنی خانقاہ جیسے نذور وغیرہا کہ فی الحال معدوم ہیں وہ داخل مہر نہ ہوئیں مگر ان چیزوں کے نکل جانے سے جائداد کے حصص موجودہ کہ مہر کیے گئے اُن پر اثر نہ پڑیگا وہ مہر میں ہو چکے نہ اس کی وجہ سے مہر مثل لازم آئے بلکہ وہی حصص موجودہ مہر میں دیے جائیں گے عالمگیری میں ہے واذا سمى في العقد ما هو معدوم في الحال بان تزوجها على ما يثمر نخيله العام او على ما تخرج ارضه العام او على ما يكتسب غلامه لا يصح التسمية وكان لها مهر المثل رد المحتار میں ہے لو سمى عشرة دراهم ورطل خمر فلها المسمى ولا يكمل مهر المثل بعض بھتیجے اس کے وارث ہونا یا نفقہ کے لیے کچھ پاس نہ رہنا مانع صحت مہر نہیں جو مہر میں دے چکا دے چکا اور جو کوئی ایسا مہر باندھے گا اُس کا یہی حکم ہوگا اگرچہ ایسا کرنا عقل سے بعید ہے اور وہ رواج کہ بہن کو ترکہ نہیں دیتے باطل ومردود ہے اس سے اُس کا حق ساقط نہیں ہوتا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲: از راعہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاک خانہ جاتلی مسئولہ محمد جی صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

رئیس المحققین عمدۃ الاماثل محافظ الدین دام لطفہ۔ تسلیم کے بعد عرض خدمت ہے کہ (۱) اگر طالق او مطلقہ دونوں کہہ سکتے ہیں کہ نہ ہم نے وطی کی ہے نہ ایک جگہ تنہائی میں بیٹھے ہیں اب حضور انور بتائیں کہ ان کے

کینے پر اعتماد کرکے بغیر عدت کیے نکاح کیا جائے تو کچھ نکاح خواں پر تو گناہ نہیں ہے یا ہے (۲) اگر محض عورت طلاق کی دخول اور خلوت صحیحہ سے منکرہ ہے اور طلاق کہتا ہے میں دخول کیا ہے یا برعکس ہو تو کس کے قول پر اعتماد کرکے بغیر عدت کیے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کیا جائے یا نہیں (۳) ثبوت خلوت صحیحہ اور دخول کا گواہان سے ہوگا یا طلاق مطلقہ سے سند فقہا مع عبارت کتب و اسم کتاب ارشاد ہو قیمت رجیمہ دی جائے گی بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جبکہ ظاہر حال اُن کے قول کا مکذب نہ ہو تو اُس کا اعتبار کیا جائیگا نکاح خواں پر کوئی الزام نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر عورت خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر منکر ہو تو عورت کا قول معتبر ہے تنویر میں ہے ولوافترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لها ردالمحتار میں ہے قوله فقالت بعد الدخول المراد منه الاختلاف فی الخلوۃ اور اگر عکس ہو تو قول شوہر بدرجۂ اولیٰ معتبر ہے کہ وہ مقر ہے اور عورت انکار سے متعنت۔ درمختار میں ہے ولا اصل ان من خرج کلامه تعنتا فالقول لصاحبه بالاتفاق ردالمحتار میں ہے تعنتا بان ینکر ماینفعه ف۱ بہرحال اُن میں جو کوئی خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتا ہو دوسرے کو قبل عدت نکاح پر اقدام نہ چاہیے قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کیف وقد قیل واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳) دربارۂ دخول تو ظاہر ہے کہ گواہوں کو کچھ دخل نہیں کہ وہ اُس پر مطلع نہیں اور ظاہرا خلوت صحیحہ بھی شہادت سے جدا۔ اُن کا علم اگر محیط ہوسکتا ہے تو صرف اتنی بات کو کہ ہمارے سامنے یہ دونوں تنہا مکان میں گئے اُس میں کوئی اور نہ تھا اور کواڑ بند کرلیے اس پر اگر ثابت ہوئی تو صرف خلوت صحیحہ کے لیے تو یہ بھی لازم ہے کہ کوئی مانع نہ حسی ہو نہ شرعی نہ طبعی۔ ف۲ اُس پر شہادت نفی پر شہادت ہوگی اور وہ معتبر نہیں خصوصاً بعض موانع وہ ہیں جو شاہدوں کی اطلاع سے وراہیں معہذا اگر شوہر خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتا ہے تو وہ مقر ہے اقرار کے ساتھ شہادت کیسی۔ اور اگر عورت بیان کرتی ہے تو وہ منکرہ ہے اور گواہ منکر سے نہیں لیے جاتے بلکہ مدعی سے ہاں یہ صورت متصور ہے کہ عورت اپنے اوپر سے دفع حلف کے لیے اقرار شوہر کے گواہ دے جو شہادت دیں کہ ہمارے سامنے شوہر نے خلوت صحیحہ ہونے کا اقرار کیا هذا کله ماقلته تفقها والفقیر الآن منذ ۃ علی جبل بعید عن وطنی وکتبی فان اصبت فمن ربی وعنده العلم بالحق وهو حسبی واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسائل پر بفضل اللہ تعالیٰ۔ یہاں کبھی کوئی اجرت نہیں لی جاتی اور اُس کو

ف ۱: جو شخص ایسی بات سے انکار کرے جس میں اسکا فائدہ ہو تو اس کا قول معتبر نہیں۔

ف ۲: شہادت اثبات پر ہوتی ہے نفی پر نہیں۔

سخت عیب سمجھا جاتا ہے ما اسئلکم علیہ من اجران اجری الا علٰی رب العلمین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۰: از کانپور طلاق محال مکان ابوالضیف حکیم نورالدین صاحب مسئولہ عبیداللہ صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) کسی قبیلہ میں یہ رسم ہے کہ عقد کے پیشتر جو کچھ شرائط متعلق عقد کرنا ہوتے ہیں نوشاہ سے بتوسط والدین یا کسی دیگر عزیز قریب کے اس طرح پر طے کرتے ہیں کہ نوشاہ بالکل خاموش بیٹھا رہتا ہے اور دوسرے لوگ جو کچھ اُس کے واسطے طے کر دیتے ہیں اُس کا وہ پابند سمجھا جاتا اور پابندی بھی کرتا ہے تو کیا زید کو جو اُسی قبیلہ کا ہے اور اس سے بھی اس رسم قبیلہ کے مطابق یہ طے کیا گیا ہے کہ وہ بعد بلوغ زوجہ کے سُسرال میں رہکر نان ونفقہ کی خبرگیری کرتا رہے گا اور بعوض دین مہر جس کی تعداد ۵۵۰۰ پانچہزار پانچسو ہے جائداد غیر منقولہ بنام زوجۂ خود دوسال کے اندر خرید وادیگا یا نقد ادا کردیگا مگر بعد عقد کے زید ان معاہدوں کے پورا کرنے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے معاہدہ میرے والد سے ہوا تھا نہ مجھ سے حالانکہ معاہدہ کے وقت زید بھی موجود تھا اور باوجود بالغ ہونے کے اُس نے معاہدہ کے کسی جز سے انکار نہیں کیا۔ تو کیا ایسی صورت میں حسب رواج قبیلہ زید ان معاہدوں کے پورا کرنے کا ذمہ دار ہے یا نہیں بینوا توجروا (۲) ہندہ کا عقد زید سے اس طرح پر ہوا کہ حسب رواج قبیلہ عقد سے چار یوم پیشتر زید سے بتوسط والدین یہ طے پایا تھا کہ مہر مؤجل باجل دوسال مقرر ہے اس طرح پر کہ چاہے دوسال کے اندر بعوض دین مہر مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپیہ کے جائداد غیر منقولہ بنام ہندہ خریدوا دی جائے گی یا مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپیہ نقد بابت دین مہر ادا کر دیا جائیگا مگر بروقت عقد یہ تفصیل دوہرائی نہیں گئی صرف اتنا کہا گیا کہ مہر مؤجل تعدادی ساڑھے پانچ ہزار روپیہ تو کیا یہ مہر مطلق میں شمار کیا جائیگا یا باجل دوسال مؤجل ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) شرع مطہر کا قاعدہ عامہ ہے کہ المعروف کالمشروط جبکہ اُن لوگوں میں عام رواج یہی ہے کہ شوہر کے سامنے شرائط کیے جاتے ہیں اور وہ ساکت رہتا ہے اور اُس کا سکوت ہی قبول قرار پاتا ہے اور اُن شرائط کی پابندی کرتا ہے تو زید کہ اُنھیں لوگوں میں سے ہے اس قاعدہ سے مستثنٰی نہیں ہوسکتا مگر پہلا معاہدہ بیکار ہے سُسرال میں رہنا ایک وعدہ ہے جس کی وفا پر جبر نہیں اور زوجہ کو اپنے پاس رکھنا حق شوہر وحکم شرعی ہے قال تعالٰی واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم شوہر جب چاہے اُن

حق کا مطالبہ کرسکتا۔ لکن ترکت قسمہا لہا ان تعود متی تشاء اور دوسرے معاہدہ سے مہر دو برس کے لیے مؤجل ہوگا اُس پر لازم ہے کہ دو برس کے اندر ادا کردے خواہ جائداد خرید کر یا نقد۔ اگر صرف جائداد خرید دینے کا معاہدہ ہوتا تو وہ بھی محض ایک وعدہ ہوتا زوجہ کو دو برس کے بعد مطالبۂ مہر ہی کا استحقاق ہونا نہ بالخصوص جائداد کا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) اگر شوہر تسلیم کرے کہ عقد اُسی قرارداد کی بنا پر ہوا تھا اور مؤجل سے وہی اجل مراد تھی تو دو سال میں ادا کرنا لازم ہوگا ورنہ اطلاق لفظ اپنا عمل کریگا اور یہ مہر مؤخر رہے گا کہ قبل موت وطلاق مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا کہ تاجیل بوجہ جہالت اجل صحیح نہ ہوئی فتاوی امام قاضی خاں میں ہے رجل تزوج امرأۃ بالف علی ان کل الالف مؤجل ان کان لاجل معلوم صح التاجیل یؤمر الزوج بتجیل قدر ما یتعارفہ اہل البلدۃ فیؤخذ منہ الباقی بعد الطلاق او بعد الموت ولا یجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولا یجبر عالمگیریہ میں ہے تأجیل المہر الی غایۃ معلومۃ یصح وان کانت الغایۃ معلومۃ فی نفسہا وھی الطلاق او الموت کذا فی المحیط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از سرائی صالحہ ضلع ہزارہ تحصیل ہری پور مرسلہ حاجی عبدالعزیز خاں صاحب ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے نواسہ خالد کی منگنی میں جرگہ عام میں ایک زیور از قسم طلائی اس کے والد عمرو کو دیکر بطور ہبہ کہا کہ یہ تمھاری لڑکے کی طرف سے بطور نشانی لڑکی کو پہناتا ہوں۔ اس وقت عمرو کا لڑکا خالد نابالغ تھا اور عمرو نے وہ زیور زید سے قبول کرلیا لڑکی کے ہاتھ میں خالد کی طرف سے پہنایا گیا۔ اب وہ دونوں یعنی لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں کسی خاص وجہ سے لڑکی کی طرف سے وہ زیور وغیرہ اور پارچات واپس ہوکر طلاق ہونے پر فریقین تیار ہیں لیکن وہ زیور جو زید اپنی طرف سے نواسہ کو دیا ہے اور لڑکی کو اُس کی طرف سے پہنایا گیا تھا زید کہتا ہے کہ وہ مجھکو واپس ہوئے اور لڑکا کہتا ہے کہ میں اب بالغ ہوں مجھکو ملے اور عمرو لڑکی کا والد کہتا ہے مجھکو ملنا چاہیے اس لیے صاحبان شرع شریف سے مفصل طور پر دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا اس صورت میں اس زیور کے لینے کا شرعاً کون مستحق ہے کیا نانا یا باپ یا خود لڑکا جس کی منگنی ہوئی تھی جواب باصواب عنایت فرماکر اجر دارین حاصل فرمائیں۔ بینوا توجروا اگر صورت مسئولہ میں ہبہ ہے تو نانا نواسے سے وہ زیور شرعاً واپس لینے کا حق دار ہے یا نہ۔

الجواب

ایسے زیور یا پارچہ کو ہمارے عرف میں چڑھاوا کہتے ہیں اسے دولھا کی طرف سے دولھن کو دیتے ہیں اگرچہ عرف وعادت ناس کا اختلاف ہے بعض ہبۃً دیتے ہیں بعض عاریۃً مگر وہ جو دولھا کے اقارب دولھا کے یہاں بھیجتے ہیں اُس میں اصلاً اختلاف نہیں وہ یقیناً بطور ہبہ وامداد ہی ہوتا ہے۔ کسی حالت میں انھیں اُس کی واپسی کا دعوی نہیں ہوتا اولاد کی شادیوں میں جو ایسی اعانت کی جاتی ہے اس میں اعانت کرنے والا اگر تصریح کردے کہ یہ میں نے ہبہ کی جب تو وہ اُس کی ہے اور تصریح نہ کرے تو وہ چیز اگر اولاد کے مناسب ہے تو اُن کی ہے ورنہ اگر یہ امداد کرنے والا باپ کے اقارب یا شناساؤں سے ہے تو وہ ہبہ باپ کے لیے ہے اور ماں کے اقارب سے یا شناساؤں میں ہے تو ماں کے لیے مگر یہ کہ امداد کرنے والے نے اس وقت کچھ نہ کہا اور اب وہ موجود ہے اور بیان کرے کہ میں نے فلاں کو ہبہ کیا تھا مثلاً باپ یا ماں یا اولاد کو تو اُس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے اذا اتخذ الرجل عذیرۃ للختان فاھدی الناس ھدایا ووضعوا بین یدی الولد فسواء قال المھدی ھذا للولد اولم یقل فان الھدیۃ تصلح للولد مثل ثیاب الصبیان اوشیئ یستعملہ الصبیان مثل الصولجان والکرۃ فھو للصبی لان ھذا تملیک للصبی عادۃ وان کانت الھدیۃ لاتصلح للصبی عادۃ کالدراھم والدنانیر ینظر الی المھدی فان کان من اقارب الاب اومعارفہ فھو للاب وان کان من اقارب الام اومعارفھا فھو للام لان التملیک ھنا من الام عرفا وھنالک من الاب فکان التعویل علی العرف حتی لووجد سبب اووجہ یستدل بہ علی غیرما قلنا یعتمد علی ذلك وکذلك اذا اتخذ ولیمۃ لزفاف ابنتہ فاھدی الناس ھدایا فھو علی ماذکرنا من التقسیم وھذا کلہ اذا لم یقل المھدی شیأ وتعذر الرجوع الی قولہ اما اذا قال اھدیت للاب اوللام اوللزوج اوللمرأۃ فالقول للمھدی کذا فی الظھیریۃ بالجملہ زید کی طرف سے وہ زیور ہبہ ہونے میں تو کوئی کلام نہیں اور جبکہ اُس کے لفظ وہ ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے کہ یہ تمھارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی تو یہ نواسے کو ہبہ ہوا اور وہ اُس وقت نابالغ تھا اور اُس کے باپ نے قبول کرکے قبضہ کرلیا تو ہبہ تمام ہوگیا اور نواسہ اُس کا مالک ہوگیا اُس میں نہ باپ کا حق ہے نہ نانا کا، نہ نانا اُسے کسی طرح واپس لے سکتا ہے کہ قرابت محرمہ مانع رجوع ہے۔ درمختار میں ہے لو وھب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمیا اومستأمنا لایرجع واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹: از چاندہ پاڑا ڈاک خانہ شہرت گنج ضلع بستی مسئولہ محمد یار علی صاحب نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے وقت لڑکی بالغہ کے والدین نے بخیال دنیا اس قدر وسیع مہر مندھوایا کہ لڑکا بالغ اپنے والدین کی جائداد موجودہ سے کسی صورت ادا نہیں کرسکتا لڑکے نے اس خیال سے کہ اگر منظور نہ کروںگا نکاح نہوگا مجبوراً محض اللہ کے بھروسے پر اپنے نزدیک نکاح جائز سمجھکر منظور کرلیا جب مکان پر ہمراہ رہنے کا دونوں کا اتفاق ہوا تو اُسی ہفتہ کے اندر لڑکی بالغہ نے بخوشی ورضامندی بغیر کسی مجبوری اور دباؤ شوہر کے سامنے اللہ کو شہید وبصیر جانکر جمیع انبیا وملائکہ کا واسطہ دلاکر معاف کردیا جب سے آج تک ایک سال کا زمانہ گزرا میاں بی بی دونوں ساتھ ہیں اب چند روز سے لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ نکاح ناجائز و حرام ہوا اور یہ صحبت حرام کاری ہے لڑکا بخوف عقبیٰ اپنی برارت کے لیے ہر صورت سے راضی ہے گوکہ بی بی اُس کو بہت محبوب ہے مگر شرعی فتوے پر کاربند ہونے کو دل وجان سے تیار ہے مہر جو بندھا ہے اُس کی تعداد ایک ہزار دو اشرفی لڑکے کے والدین کی جائداد تقریباً پانچسو روپے سکہ رائج الوقت بینوا توجروا۔

الجواب

اگر لڑکے کے پاس ایک پیسے کا سہارا نہوتا اور دس کرور اشرفی کا مہر باندھا جاتا جب بھی نکاح صحیح تھا اور معاذ اللہ اُسے حرامکاری سے کچھ تعلق نہ تھا یہ جو حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جن کا نکاح ہوا اُن کی نیت میں ادائے مہر نہیں وہ روز قیامت زانی وزانیہ اُٹھائے جائیں گے یہ اُن کے واسطے ہے جو محض برائے نام جھوٹے طور پر ایک لغو رسم سمجھکر مہر باندھیں شرعاً نکاح اُن کا بھی ہوجائے گا اور وہ بحکم شریعت زانی وزانیہ نہیں زن وشو ہیں اگرچہ قیامت میں اُن پر اُس بدنیت کا۔۔۔۔ وبال مثل زنا ہو کہ انھوں نے حکم الٰہی کو ہلکا سمجھا یہاں کہ لڑکے نے اللہ عزوجل پر بھروسا کرکے قبول کیا تو اس صورت سے کچھ علاقہ نہوا پھر جبکہ لڑکی بالغہ نے بلے کسی دباؤ کے بخوشی معاف کردیا معاف ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم
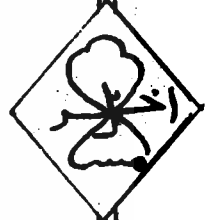
الجہاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۵ صفر ۱۳۰۶ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا اور جہیز میں اُس کو کچھ زیور یا اسباب یا جائداد دی تو اُس مال کا مالک اُس لڑکی کے حین حیات میں اُس کا شوہر ہو سکتا ہے یا وہ لڑکی ہی مالک ہے بینوا توجروا۔

الجواب

وہ مال تمام و کمال خاص ملک عورت ہے دوسرے کا اُس میں کچھ حق نہیں فی ردالمحتار کل احد یعلم ان الجہاز ملک المرأۃ وانہ اذا طلقہا تاخذہ کلہ واذا ماتت یورث عنہا ولا یختص بشیٔ منہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جو زیور اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا اُس کی مالک دختر زید ہے یا اُس کا شوہر اور اگر شوہر بے اذن زوجہ اُس میں تصرف کرے تو نافذ ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

زیور وغیرہ جہیز کہ زید نے اپنی بیٹی کو دیا خاص ملک دختر ہے شوہر کو کسی طرح کا استحقاق مالکانہ اُس میں نہیں نہ اُس کا تصرف بے رضا و اذن زوجہ نافذ ہو سکے فی الدرالمختار جہز ابنتہ بجہاز وسلمہا ذلک لیس لہ الاسترداد منہا ولا لورثتہ بعدہ ان سلمہا ذلک فی صحتہ بل تختص بہ وبہ یفتی علامہ شامی فرماتے ہیں کل احد یعلم ان الجہاز ملک المرأۃ لا حق لاحد فیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ یہ جو متعارف ان شہروں میں ہے کہ دولہا کی طرف سے جوڑہ وغیرہ دولہن کو بھیجا جاتا ہے بایں امید کہ اُدھر سے بہت زیور وغیرہ ملیگا لہٰذا بامید عوض جوڑے گراں قیمت سو روپے دو سو روپے کے اور دیگر اسباب قیمتی مناسب اُس کے بھیجتے ہیں اور یہ صراحت بھی ہوتی ہے

کہ اُدھر سے دوسو کا مال جائے گا تو اُس کے عوض میں چار سو کا مال ملیگا ایسا ہی دولہن کی طرف سے دولھا کے واسطے جوڑہ وغیرہ گراں قیمت بھیجا جاتا ہے پھر جب زوجین میں جُدائی ہوگئی اور زوجہ کی طرف سے طلب اپنے دیئے کی ہوئی اور زوج کی طرف سے بمقتضائے ایمانداری جو کچھ اُدھر سے آیا تھا جوڑہ وغیرہ سب دیدیا اور رسیداُن اشیا کی لکھوالی اس صورت میں زوج کی طرف سے جو کچھ جوڑا و زیور وغیرہ گیا تھا واپس ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اور اگر ہلاک کردے ایک شخص اُن دونوں میں سے جو دیا تھا اُس کو دوسرے نے تو اس صورت میں ہلاک کردینے والے سے وہ دوسرا شخص جس کا مال ہلاک کیا لے سکتا ہے یا نہیں والدین زوج نے اپنے پسر کی زوجہ کو کچھ زیور وغیرہ واسطے تالیف قلوب کے بایں غرض کہ ہمارے گھر میں رہے گا اور ہروقت ہمارے اختیار میں جس وقت چاہیں گے اُس کو دوسرے کام میں لائیں گے اور پھر جب چاہیں گے بنادیں گے جیسا کہ تاجروں میں ہے کہ بطور عاریت کے ایسا مال دیا کرتے ہیں واسطے زیبائش اپنے گھر کے نہ بطور تملیک کے اس صورت میں مالک اُس مال کے والدین ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص ملک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں طلاق ہوئی تو کُل لے لیگی اور مرگئی تو اُسی کے ورثا پر تقسیم ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے کل احد یعلم ان الجھاز للمرأۃ اذا طلقھا تاخذہ کلہ واذا ماتت یورث عنہا۔ ہاں مرد بلکہ بحالت ہمخانگی اُن کے والدین بھی بعض اشیائے جہیز مثل ظروف و فروش وغیرہا اپنے استعمال میں لاتے ہیں اور عرفاً اس سے ممانعت نہیں ہوتی اس کی بنا ملک شوہر یا والدین شوہر پر نہیں بلکہ باہمی انبساط کہ زن وشو کے املاک میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا جیسے عورتیں بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں اس سے وہ اُن کی ملک نہ ہوگئے عقود الدریہ کتاب الدعوی وکتاب الفرائض میں بحرالرائق سے ہے لایکون استمتاعھا بمشریہ ورضاہ بذلک دلیلا علی انہ ملکھا ذلک کما تفھمہ النساء والعوام وقد افتیت بذلک مرارا یہاں سے ظاہر کہ جانب شوہر کی بری اگرچہ بامید کثرت جہیز گراں بہا بنے معاوضہ نہیں کہ اگر یہ اشیا اپنے ملک پر رکھتے اور وقت پر برلائے نام بھیجتے ہوں کہ ہماری چیز پھر ہمارے گھر آجائے گی جب تو ظاہر کہ جانب شوہر سے کوئی تملیک نہ ہوئی اور تملیک ہی قصد کرتے اور دُلہن کو اس گہنے جوڑے کا مالک جانتے ہوں تاہم معاوضہ نہ ہوا کہ اس کے عوض میں جس شے کی امید رکھتے ہیں یعنی جہیز وہ بھی تو ملک زوجہ ہی ہوگا اور عوض و معوض ایک ملک میں جمع

نہیں ہوسکتے ہاں کثرتِ جہیز کی امید پر بھاری جوڑے گہنے بھیجتے ہیں مگر نہ اس لیے کہ ہم یہ دیکر جہیز کے مالک ہوں گے بلکہ اس خیال سے کہ بسبب انبساط مذکور ہمیں بھی تمتع وانتفاع ملے گا ہمارے گھر کی زیب و آرائش ہوگی نام ہوگا آڑے وقت حاجت ہر گونہ کار برآری کی توقع ہے کہ یہاں کی نیک بیبیاں غالباً اپنا مال خصوصاً ہنگام ضرورت اپنے شوہروں سے دریغ نہیں رکھتیں یہ وجوہ اس طمع پر باعث ہوتی ہیں کہ ادھر سے دو سو کا جائے گا تو چار سو کا آئے گا جیسے بلادِ شام وغیرہ میں اسی امید پر مہر بڑھاتے ہیں فی ردالمحتار کل احد یعلم ان الجہاز ملک المرأۃ ولا یختص بشیئ منہ وانما المعروف انہ یزید فی المہر لتاتی بجہاز کثیر لیزین بہ بیتہ ویتفخر بہ باذنہا ویرثہ ہو واولادہ اذا ماتت کما یزید فی مہر الغنیۃ لاجل ذٰلک لا لیکون الجہاز کلہ اوبعضہ ملکا لہ ولا لیملک الانتفاع بہ وان لم تأذن۔

پس صورتِ مستفسرہ میں جہیز تو ذمہ دینا واجب ہی تھا اور اس کی واپسی سے بری کی واپسی لازم نہیں کہ وہ اس کا عوض نہ تھی بلکہ اس کا حکم آگے آتا ہے شوہر کا جوڑا کہ ادھر سے آتا ہے بعد قبضہ قطعاً ملکِ شوہر ہوجاتا ہے کہ لوگ اس سے تملیک ہی کا قصد کرتے ہیں وذٰلک واضح لاخفاء بہ پس اگر وہ اس نے ہلاک کردیا خواہ ہلاک ہوگیا تو ادھر والے اس کا کوئی تاوان اس سے نہیں لے سکتے کہ ہلاکِ موہوب مطلقاً مانع رجوع ہے[ف۱] یونہی اگر جوڑا عورت کے والد یا والدہ نے اپنے مال سے بنا کر بھیجا جیسا کہ ان بلاد میں اکثر یہی متعارف ہے اور یہ شخص نسباً ان کا محرم مثلاً بھتیجا بھانجا ہے یا نکاح پہلے ہولیا بعدہ جوڑا مال زوجہ سے برضائے زوجہ بنا کر بھیجا گیا تو ان صورتوں میں بھی واپس لینے کا اصلاً اختیار نہیں اگرچہ جوڑا سلامت موجود ہو کہ قرابت محرمہ وزوجیت دونوں مانع رجوع ہیں[ف۲] فی الدرالمختار وردالمحتار یمنع الرجوع فیہا حروف دمع خزقہ فالزاء الزوجیۃ وقت الہبۃ فلو وہب لامرأۃ ثم نکحہا رجع ولو وہب لامرأتہ لا کعکسہ ای لو وہبت لرجل ثم نکحہا رجعت ولو لزوجہا لا والقاف القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ نسبا لا یرجع والہاء ہلاک العین الموہوبۃ وکذا اذا استہلکہا کما ہو ظاہر صرح بہ اصحاب الفتاوٰی رملی اھ ملتقطین فتح القدیر وغیرہ میں ہے لوبعث الیہا من مالہ فلہ الرجوع لو قائما والا فلا ولو من مالہا باذنہا فلا رجوع لانہ ہبۃ منہا والمرأۃ لا ترجع فی ہبۃ زوجہا ہاں اگر جوڑا ملکِ شوہر میں موجود اور باقی موانع رجوع بھی مفقود ہوں مثلاً والدین زن نے بنایا تو ان سے قرابت محرمہ نسبیہ نہ ہو یا مال زوجہ سے بنا تو پیش از نکاح بھیجا گیا ہو تو شوہر کی رضا یا قاضی کی قضا سے رجوع کا اختیار ہوگا کہ طرفین سے جوڑوں کا جانا

ف۱: ہلاکِ موہوب مطلقاً مانع رجوع ہے۔

ف۲: قرابت محرمہ اور زوجیت دونوں مانع رجوع ہیں۔

بحکم عرف دونوں جانب کی مستقل رسم ہے نہ ایک دوسرے کے عوض میں ولہذا اگر ایک جانب سے مثلاً بوجہ افلاس جوڑا نہ آئے تو بھی دوسری طرف والے بھیجتے ہیں تو عوض صریح کہ موانع رجوع سے ہے متحقق نہیں پھر دولہا کی جانب سے بری میں ہرگز اُس جوڑے کا خیال نہیں ہوتا جو دولہا کو ملتا ہے بلکہ محض ناموری یا وہی کثرت جہیز کی طمع پروری بہرحال یہ ہبہ معاوضہ سے خالی ہے تو بشرائط مذکورہ دولہن والوں کو رجوع کا اختیار[ف۱] مگر گنہگار ہونگے حضور پُرنور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں العائد فی ہبتہ کالعائد فی قیئہ دیکر پھیرتے والا مثل کُتّے کے ہے کہ قے کرکے پھر کھالے رواہ الائمۃ احمد والستۃ بالفاظ شتی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما درمختار میں ہے (کرہ) الرجوع (تحریما) وقیل تنزیہا نہایہ اھ **اقول** والاول الذی جزم بہ فی المتن واشار الشارح الی تضعیف خلافہ فانہ ھو الصحیح الذی لامعدل عنہ لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحل للرجل ان یعطی عطیۃ فیرجع فیہا رواہ الائمۃ احمد والاربعۃ عن ابن عمر وابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم قال فی المنتقی صححہ الترمذی اس صورت میں شوہر نے اگر یہ جوڑا واپس کردیا تو رجوع صحیح ہوگئی اور اُس کی ملک سے خارج ہوگیا لتحقق الرجوع بالتراضی اھ اگر موجود صورت اولٰی ہے یعنی قرابت وزوجیت وغیرہما کوئی مانع تو اس حال میں بھی اگر اُس نے برضائے خود جوڑا اُنھیں ہبہ کرنے کے ارادہ سے واپس دیا ہبہ صحیح ہوگیا فی الدرالمختار اتفق الواھب والموھوب لہ علی الرجوع فی موضع لایصح رجوعہ من المواضع السبعۃ السابقۃ کالھبۃ لقرابتہ جاز ھذا الاتفاق منہما جوھرۃ وفی المجتبی لاتجوز الاقالۃ فی الھبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانہا ھبۃ اھ اور اگر اس گمان پر واپس دیا کہ جوڑا بھی مثل جہیز ہے بعد افتراق اس کی واپسی بھی مجھ پر لازم تو یہ واپس دینا معتبر نہ ہوگا نہ وہ جوڑا ملک شوہر سے نکلیگا اُسے اختیار ہے اب واپس لے لے اور اُن پر لازم کہ واپس دیں لان الرجوع حیث لایصح انما یصح ھبۃ مبتدأۃ کما تقدم واذلا ھبۃ فلا صحۃ ولا عبرۃ بالظن البین خطؤہ قال فی العقود الدریۃ من کتاب الشرکۃ من دفع شیئا لیس بواجب علیہ فلہ استردادہ الا اذا دفعہ علی وجہ الھبۃ واستھلکہ القابض کما فی شرح النظم الوھبانی وغیرہ من المعتبرات اھ وفی الخیریۃ من الوقف قد صرحوا بان من ظن ان علیہ دینا فبان خلافہ یرجع بما ادی ولو کان قد استھلکہ رجع ببدلہ اھ دولہن کا گہنا جوڑا جو بری میں جاتا ہے اگر نصاً یا عرفاً اُس میں بھی تملیک مقصود ہوتی ہو جیسے شکر میوہ عطر پھلیل وغیرہ میں مطلقا ہوتی ہے تو وہ بھی بعد قبضہ منکوحہ ملک منکوحہ ہوگا ہمارے یہاں شرفا کا عرف ظاہر یہی ہے ولہذا بعد

ف۱: رجوع کا جہاں اختیار ہو وہاں بھی رجوع سے گنہگار ہوگا۔

رخصت اُس کے واپس لینے کو سخت معیوب و موجب طعن جانتے ہیں اور اگر لے لیں تو طعنہ زن یہی کہتے ہیں کہ دیکر پھیر لیا یا صرف دکھانے کو دیا تھا جب دُلھن آگئی چھین لیا یعنی یہ اُن کی رسم معہود کے خلاف ہے اس صورت میں تو اُس کے لیے بھی بعینہ وہی احکام ہونگے جو دولھا کے جوڑے میں گزرے کہ بعد ہلاک دولہن سے تاوان لینے کا اصلا اختیار نہیں جیسے شکر میوہ کا تاوان بٹ جانے کے بعد نہیں لے سکتا اگرچہ ہنوز کھانے میں نہ آیا ہو فان الخروج عن ملك الموھوب له ایضا من الموانع کما فی الدر و سائر الاسفار الغر یوہیں اگر وہ جوڑا گہنا بحالت قرابت محرمہ والدین شوہر یا بعد نکاح شوہر نے بنا کر بھیجا تو رجوع نامتصور ورنہ بحالت بقائے موہوب و فقدان موانع برضائے زوجہ یا قضائے قاضی واپسی گناہ کے ساتھ ممکن ہاں جہاں عرف تملیک نہ ہو بلکہ صرف پہنانے کے لیے بھیجا جاتا اور بنانے والوں ہی کی ملک سمجھا جاتا ہو وہاں دُلہن کی ملک نہیں ایک عاریت ہے کہ بحالت بقا جس سے ہر وقت رجوع جائز و حلال اور بحال ہلاک اگر قبل افتراق زوجہ کے پاس بے اُس کے فعل کے تلف ہوگیا مثلاً چور لے گیا گر پڑا دولہن کے پہننے برتنے میں ٹوٹا بگڑا خراب ہوگیا بشرطیکہ وہیں تک اپنے استعمال میں لائی ہو جہاں تک کے پہننے پر عرفا رضامندی سمجھی جاتی ہو تو ان صورتوں میں دولہن پر تاوان نہیں فان العواری [ف1] لاتضمن بالھلاك من غیر تعد کما فی التنویر وغیرہ و فی الھندیۃ عن العمادیۃ اذا انتقص [ف2] عین المستعار فی حالۃ الاستعمال لایجب الضمان بسبب النقصان اذا استعملہ استعمالا معھودا۱ھ اور اگر خلاف عرف و عادت بے طوری سے پہننے میں خراب کیا مثلاً بھاری جوڑے یا موتیوں کے نازک جڑاؤ گہنے راتوں کو پہنے سو رہی یا صرف آنے جانے میں پہننے کا عرف تھا یہ گھر میں پہنتی ہے تو نقصان کا تاوان دیگی یوہیں اگر بے احتیاطی بے پرواہی سے گما دیا یا بعد طلاق اپنے گھر لے آئی اور یہاں کسی طرح تلف ہوگیا تو قیمت دینی آئے گی لان العاریۃ کانت موقتۃ دلالۃ الی بقاء الزوجیۃ فانتھت کانتھائھا فامساکھا بعد ذلك تعد منھا وان لم تستعمل فی جامع الفصولین لو کانت [ف3] العاریۃ موقتۃ فامسکھا بعد الوقت مع امکان الرد ضمن وان لم یستعملھا بعد الوقت ھو المختار سواء توقتت نصا او دلالۃ الخ اقول ھذا ھو المنصوص علیہ فی الاصل کما فی الھندیۃ فیترجح علی مافیھا ان من مشائخنا من قال بان ھذا اذا انتفع بھا بعد الوقت فان لم ینتفع بھا لم یضمن وھو المختار الخ فان الفتوی [ف4] متی اختلف وجب المصیر الی ظاہر الروایۃ مثل ھھنا اولی کما لایخفی اور وہ زیور وغیرہ کہ والدین زوج اپنی بہو کے پہننے برتنے کو

بنا دیتے ہیں جس میں نصاً یا عرفاً کسی طرح مالک کر دینا مقصود نہیں ہوتا وہ بدستور ملک والدین پر ہی ہوگا اُس میں کچھ حق نہیں کما تقدم فی استمتاع المرأۃ بمشری الزوج اس کے احکام وہی احکام عاریت ہیں کہ مفصلاً مذکور ہوئے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰، رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مسمی زید نے اپنے پسر ابومحمد کی شادی ساتھ حبیبہ بنت خالد کے بصرف زر اپنے کے کی خالد نے بطریق جہیز اسباب و زیور وغیرہ دیکر زوجہ ابومحمد کو بدستور معروف رخصت کیا بعد چند روز کے زید نے اپنی خوشی سے ابومحمد اور اُس کی زوجہ کا کھانا پینا علیحدہ کیا اُس وقت اُس کی زوجہ نے اپنا مال و اسباب جو اُس کے والدین نے اُسے دیا تھا زید یعنی خسر سے طلب کیا زید نے کہا وہ مال ہمارا ہے ہم نے بالعوض اُس روپے کے جو شادی ابومحمد میں صرف ہوا رکھ لیا ہے اب فرمائیے کہ عندالشرع اُس مال و اسباب کی مالک زوجہ ابومحمد ہے یا زید والد ابومحمد ہے بینوا توجروا۔

الجواب

وہ زیور و اسباب کہ زوجہ ابومحمد اپنے جہیز میں لائی خاص اُس کی ملک ہے ابومحمد یا اُس کے باپ کا اُس میں کچھ حق نہیں اور وہ روپیہ کہ زید نے ابومحمد کی شادی میں صرف کیا بحکم عرف شائع و عام تبرع و احسان قرار پائے گا کہ زید اُس کا مطالبہ کسی سے نہیں کرسکتا اور اگر قرض بھی ٹھہرے مثلاً ابومحمد بالغ نے خود استدعا کی کہ میری شادی کے مصارف آپ میری طرف سے کر دیجئے میں واپس دونگا یا زید ہی نے اُس سے کہا کہ یہ صرف تیری طرف سے بطور قرض کرونگا اُس نے قبول کرلیا یا ابومحمد نابالغ تھا زید نے قبل صرف لوگوں کو گواہ کرلیا کہ یہ خرچ میں طرف ابومحمد سے بطور قرض اٹھاتا ہوں میں اُس سے واپس لوں گا اور اس صورت میں صرف وہی کیا جو رسم و عادت و حیثیت کے موافق تھا ان سب صورتوں میں جو اُٹھایا وہ قرض ہے مگر اُس کا تقاضا ابومحمد سے کرے زیور و اسباب کہ ملک زوجہ ہے اُس روپے کے عوض کیونکر لے سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فصـــــــــل اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید ایک زوجہ اور ایک پسر بالغ اور ایک دختر بالغہ اور دو لڑکیاں نابالغہ چھوڑ کر فوت ہوا نابالغ بہنیں اپنے جوان بھائی بکر کی پرورش میں رہیں (جب وہ بالغ ہوئیں تو بکر نے اُن کی شادیاں معمولی خرچ سے کردیں اور جو بڑی بہن بکر کی تھی اُس کی شادی زید نے خود اپنی زندگی میں کردی تھی اُس کی پرورش یا شادی کا خرچ بکر کے پاس سے نہ ہوا) صرف دو بہنوں کا خرچ پرورش شادی اس نے مال متروکہ ومشترکہ سے کیا اس صورت میں یہ خرچ بکر کو ان دونوں چھوٹی بہنوں سے مجرا ملسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

رسالہ

الجواب

یہاں تین چیزیں ہیں (۱) خرچ پرورش (۲) شادی کے مصارف بالائی یعنی جہیز کے سوا جو اور خرچ ہوتے ہیں جیسے برات کا کھانا خدمتیوں کا انعام سمدھیانے کے جوڑے دولھا کی سلامی سواریوں کا کرایہ برات کے پان چھالیا وغیرہ ذلک (۳) دولہن کا جہیز۔ بتوفیق اللہ تعالٰی ہر ایک کا حکم علیحدہ سُنیئے خرچ پرورش بیشک بحکم دیانت بحالت عدم وصی وارثان کبیر کو وارثان صغیر کی پرورش کرنا اور اُن کے کھانے پہننے وغیرہ ضروریات کی چیزیں اُن کے لیے خریدنا اور ان امور میں اُن کا مال بے اسراف وتبذیر اُن پر اُٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وہ بچے اُن کے پاس ہوں اگرچہ یہ اُن پر وصایت وولایت مالیہ نہ رکھیں تنویر الابصار ودرمختار وردالمحتار وغیرہا اسفار میں ہے جاز شراء ما لا بد للصغیر منه کالنفقة والکسوة واستیجاره ای الظئر منهم ای ممن ذکر لا بد للصغیر منه لاخ وعم وام وملتقط هو فی حجرهم ای کنفهم[1] علامہ شامی قول درمختار لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولا ولایته الا فی مسائل[2] کی شرح میں بعض مسائل استثنا ارشاد فرماتے ہیں لذا لو انفق بعض اهل المحلة علی مسجد لا متولی له من غلته لحصیر ونحوه او انفق الورثة الکبار علی الصغار ولا وصی لهم فلا ضمان فی الکل دیانة اھ ملخصا[3] اقول ولا یخالفه بل ربما یؤیده ما فی شهادة الاوصیاء من الطحطاوی

عن الفصول حیث قال ورثة صغار وکبار وفی الترکة دین وعقار فهلك بعض المال وانفق الکبار بعض علی انفسهم وعلی الصغار فما هلك فهو علی کلهم وما انفقه الکبار ضمنوا حصة الصغار ان کانوا انفقوا بغیر امر القاضی او الوصی وما انفقوه بامر احدهما احتسب لهم الی نفقة مثلهم اھ فان هذا اخذ وجدا لوصی ومامر نصه عن مه لا یساعن بلادنا فا فهم پس جو کچھ بکر نے اُن لڑکیوں کی پرورش میں صرف کیا اگر نفقہ مثل کا دعوی کرے تو بیشک دیانۃً مجرا پائے گا فانه کان ماذونا له فی ذلك من جهة الشرع فلا یکون ضمینا بل امینا مقبول القول مالم یدع ما یکذبه به الظاهر الا تری الی ما قدمنا عن الفصول حیث حکم بالاحتساب الی نفقة المثل عند وجود الاذن ممن له الاذن کالوصی والقاضی والشرع المطهر احق من له الاذن وقد وجد منه الاذن فی مسئلتنا وان لم یوجد من وصی او قاض فقد انهما هنا رأسا وانت تعلم ان المفتی انما یفتی بالدیانة بل قد ابتنا عرش التحقیق بتوفیق المولی سبحنه وتعالی فی کتاب الوصایا من العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة ان الابن الکبیر فی امصارنا هذه فی اعصارنا هذه یقوم مقام وصی ابیه علی الاولاد الصغار من دون حاجة الی تصریح بالوصایة لوجود الاذن والتفویض دلالة بحکم العرف القاضی المطرد مع تحقق الضرورة الملجئة الی اعتبار تلك الدلالة والله یعلم المفسد من المصلح ومن لم یعرف اهل زمانه ولم یراع فی الفتیا حال مکانه فهو جاهل مبطل فی قوله وبیانه وقد بینا المسئلة بحمد الله بجل مجده بما یتبین المراجعة الیه وحینئذ خالع مر اظہر اور نفقۂ مثل کے یہ معنی کہ اتنی مدت میں ایسے بچوں پر اتنے مال والوں میں متوسط صرف بے تنگی و اسراف کس قدر ہوتا ہے اُتنا مجرا پائے گا عالمگیری میں ہے نفقة المثل ما یکون بین الاسراف والتقتیر کذا فی المحیط رد المحتار میں ہے ماینفق علی مثلهم فی تلك المدة مصارف شادی عبارت سوال میں مذکور کہ دونوں قاصرہ وقت شادی جوان تھیں اور سائل نے بعد استفسار بذریعہ تحریر اظہار کیا کہ مصارف عروسی و جہیز عروس سب بکر نے محض اپنی رائے سے کیے والدہ کا انتقال دونوں قاصرہ کی شادی سے پہلے ہوا اور بہنیں ان کی شادیوں میں عام لگانوں کی طرح شریک ہوئیں نہ اُن سے دربارۂ صرف کوئی استفسار ہوا نہ اُن کا کوئی اذن نہ قاصرات سے کہا گیا کہ ہم یہ صرف تمہارے حصہ سے کرتے یا جہیز تمہارے حصہ میں دیتے ہیں اور واقعی ہمارے بلاد میں مصارف شادی کو آپس سے پوچھکر نہیں ہوتے نہ اُن سے اس امر میں کوئی اذن لیا جاتا ہے پس اگر بیان مذکور صحیح ہے تو جو کچھ

مصارف بالائی جس قاصرہ کی شادی میں ہوئے وہ دولہن کے حصہ میں مجرا نہیں ہوسکتے لانا وان قلنا بوصایۃ بکر دلالۃ کما اشرنا الیہ فقد انقطعت الولایۃ بالبلوغ ردالمحتار میں غایہ سے ہے انھم (یعنی الورثۃ الکبار) اذا کانوا حضورا لیس للوصی التصرف فی الترکۃ اصلا[۱] الااذا الخ تو ان مصارف میں جو کچھ بکر نے صرف کیا بہنوں کے ساتھ تبرع واحسان ہوا جسے کسی سے مجرا نہ پائے گا سب صرف اسی کے حصہ پر پڑیگا خواہ ضمنا تا خواہ قصاصا دوسرے ورثہ جنھوں نے نہ خود صرف کیا نہ صراحۃً اذن دیا بری رہیں گے اگرچہ اُنھوں نے صرف ہوتے دیکھا اور خاموش رہے ہوں اذلا ینسب الی ساکت قول اشباہ میں ہے لو رأی غیرہ یتلف مالہ فسکت لایکون اذنا بالاتلاف خصوصاً اگر اُن میں کوئی اُس وقت نابالغہ ہو کہ نابالغ کا اذن بھی معتبر نہیں فانہ لیس من اھل التبرع ولا لاحد ان یتبرع من مالہ بزازیہ وبحرالرائق وردالمحتار وتنویرالابصار وسراج وہاج وغیرہا میں ہے الھبۃ والقرض وما کان اتلافا للمال اوتملیکا من غیر عوض فانہ لایجوز مالم یصرح بہ نصا اھ[۲] **اقول** ھذا افادوہ فی شریکی العنان والمفاوضۃ مع ان کلا منھما وکیل عن صاحبہ وماذون التصرف فی المال من جانبہ فکیف بالشریک شرکۃ العین فانہ اجنبی صرف عن حصۃ اخیہ لیس لہ التصرف فیہ کما نصوا علیہ حاشیہ طحطاویہ میں ہے التجھیز لایدخل فیہ الجمع والموائد فالفاعل لذلک ان کان من الورثۃ یحسب علیہ من نصیبہ ویکون متبرعا وکذا ان کان اجنبیا اھ ملخصا۔ دولہن کا جہیز وہ اگر بکر نے بطور ہبہ نہ دیا بقصد مجرائی دیا تو یہ دینا کچھ اثر پیدا نہ کریگا جبکہ باہم کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ آئی کہ یہ اشیاء تیرے فلاں حصّہ کے معاوضہ میں دیتے ہیں اس کے بعد کُل ترکہ یا ترکہ کی فلاں قسم میں تیرا حصّہ نہ ہوگا نہ بالیقین یہ ہوا کہ اموال منقولہ کی ہر جنس جُدا جُدا جوڑ کر دولہن کا حصّہ نکال کر ہر چیز سے خاص جس قدر اُس کے حصّہ میں آیا بے کمی بیشی ایک ذرہ کے اُس کے لیے جُدا کر لیا اور وہی اُس کے جہیز میں دیا ہو فضلا عن الاقتصار علی المثلیات والتحرز عن الاستبداد بلااستبداد الی فی القیمیات نہ اجناس مختلفہ میں قسمت جبر بے تراضی ممکن یہاں تک کہ قاضی کو بھی اُس کا اختیار نہیں کما نصوا علیہ فی الکتب جمیعا تو غایت درجہ اس قدر رہا کہ بکر نے دیتے وقت اپنے دلمیں سمجھ لیا کہ یہ ہم علی الحساب دیتے ہیں جو کچھ جہیز کی لاگت ہے دولہن کے حصّہ میں مجرا لیں گے صرف اتنا سمجھ لینا کوئی عقد شرعی نہیں ہوسکتا قسمت نہ ہونا تو ظاہر اور صلح وتخارج یوں نہیں کہ کل ترکہ یا اُس کی کسی قسم سے حصّہ دولہن کا ساقط نہ کیا گیا نہ دولہن کے خیال میں ہوگا کہ اب فلاں قسم ترکہ میں میرا کوئی دعوی نہ رہا اگرچہ میرا حصّہ مقدار جہیز سے زائد نکلے نہ ایسا امر بے تصریح رضامندی فقط ایک طرف کے خیال پر عقد ٹھہر سکتا ہے

فان العقد رابط ولا بد فی الربط من شیئین معہذا عندالحساب جہیز کی لاگت میں اختلاف پڑنا ممکن بلکہ مظنون تو قطع نزاع جس کے لیے صلح وتخارج کی وضع ہے حاصل نہوا[ف۱] وما من شیئ خلا عن مقصودہ الا یبطل[ف۲] وجہالۃ المصالح عنہ انما لا تمنع جواز الصلح اذا لم تفض الی منازعۃ ولا منعت[ف۳] درمختار میں ہے الصلح شرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ نہایہ میں ہے جہالۃ[ف۴] تفضی الی المنازعۃ تمنع جواز الصلح اھ ملخصین رہی بیع وہ اگر بتصریح ایجاب وقبول بھی ہوتی مثلاً بکر کہتا ہے میں نے یہ جہیز بعوض اُن اشیائے متروکہ کے جو بمقدار مالیت جہیز تیرے حصّہ میں آئیں بیع کیا اور دولہن قبول کرتی تاہم فاسد ہوتی کہ نہ جہیز کی لاگت بیان میں آئی نہ یہ معلوم کہ اُس کی مالیت کی کتنی چیزیں اور کیا کیا اشیا حصۂ عروس میں آئیں گی یہاں کہ اس قدر بھی نہ ہوا بلکہ کوئی تذکرہ درمیان نہ آیا صرف بکر نے ایک امر سمجھکر جہیز سپرد کیا یہ بھی خبر نہیں کہ اُس وقت قلب عروس میں کیا نیت تھی اسے کیونکر کوئی عقد شرعی قرار دے سکتے ہیں ومعلوم انہ لیس من عقد یتم بالنیۃ بل لا بد من شیئ یظہر القصد القلبی ویکون دلیلا علی الرضا النفسی فتح القدیر میں ہے[ف۵] رکنہ الفعل الدال علی الرضا بتبادل الملکین من قول او فعل اھ نعم المظہر قد یکون نصا وہو اللفظ المقرر للایجاب والقبول وقد یکون دلالۃ کالمساومۃ واخذ المثمن بعد بیان الثمن فی بیع التعاطی وحیث لا حاجۃ الی البیان للعرف العام کالخبز مثلا حیث یکون لہ قیمۃ معلومۃ لا تختلف ففتح الباب ثم الدکان وجلوسہ للبیع واعدادہ للخبز لذلک دلیل علی البیع واخذ المشتری علی الشراء اما ہہنا[ف۶] فان فرضت دلالۃ من بکر فلا دلالۃ اصلا من قبل العروس ولئن سلمت ایضا فالتعاطی ہہنا من احد الجانبین وہو وان جاز عند البعض وبہ یفتی وہو ارجح التصحیحین فلا بد فیہ عند مجیزہ من بیان البدل والبدل ہہنا کما علمت مجہول فلم ینعقد البیع اجماعا فتاوی عالمگیری میں ہے[ف۷] الشرط فی بیع التعاطی الاعطاء من الجانبین عند شمس الائمۃ الحلوانی کذا فی الکفایۃ وعلیہ اکثر المشائخ وفی البزازیۃ ہو المختار کذا فی البحر الرائق والصحیح ان قبض احدہما کاف لنص محمد رضی اللہ تعالی عنہ علی ان بیع التعاطی یثبت بقبض احد البدلین وہذا ینتظم الثمن والمبیع کذا فی النہر الفائق وہذا القائل یشترط بیان الثمن لانعقاد ہذا البیع بتسلیم المبیع وہکذا حکی فتوی الشیخ الامام ابی الفضل الکرمانی کذا فی المحیط پس واضح ہوا کہ جہیز دینے میں کسی عقد شرعی کی حقیقت تو خفیفت صورت بھی نہ تھی تو یہ دینا اصلاً کوئی اثر تبدل ملک پیدا نہ کریگا بلکہ وہ مال جس کی ملک تھا

بدستور اُسی کی ملک پر رہے گا اب معرفت مالک درکار ہے جو چیزیں عین متروکہ تھیں مثلاً زیور برتن کپڑے وغیرہا کہ مورثوں نے چھوڑے بعینہ جہیز میں دیئے گئے وہ جیسے سب وارثوں میں پہلے مشترک تھیں اب بھی مشترک رہیں گی اور جو اشیا بکر نے خرید کردیں وہ سب مطلقاً ملک بکر تھیں اور اب بھی خاص اُسی کی ملک پر ہونگی اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں لما علم من ان الشراء اذا وجد نفاذا علی الشاری نفذ غایت یہ کہ مال مشترک سے خریدنے میں بکر باقی ورثہ کے حصص کا ذمہ دار رہے گا کما نقلنا فی مواضع من فتاونا عن ردالمحتار پھر اس قسم یعنی مملوکات بکر پر دولھن کا قبضہ قبضۂ امانت ہوگا لحصولہ بتسلیط المالک پس جس چیز کو دولھن نے استہلاک نہ کیا بغیر اُس کے فعل کے چوری وغیرہ سے ہلاک ہوگئی اُس کا تاوان دولھن پر نہ آئے گا اور جو اُس کے فعل و تعدی سے تلف ہوئی اُس کی قیمت بکر کے لیے دولھن کے ذمہ واجب ہوگی لان الامین ضمین اذا تعدی اور جو باقی ہو وہ بعینہ بکر کو واپس دے اور قسم اول یعنی عین متروکہ سے جو کچھ جہیز میں دیا گیا اُس پر دولھن کا ہاتھ دست ضمان ہوگا یعنی کسی طرح اُس کے پاس ہلاک ہوجائے مطلقاً تاوان آئے گا وذلک لان بکرا قد تعدی علی حصص الشرکاء بتجھیز الاخت من مال مشترک و تسلیمہ الیھا جھازا لتلبس وتستعمل وبالتصرف تستقل وکل ید مترتبۃ علی ید ضمان ید ضمان پس باقی وارث جنھوں نے اذن نہ دیا مختار رہیں گے کہ جو کچھ ہلاک ہوا چاہیں اپنے حصوں کا تاوان بکر سے لیں لانہ الغاصب چاہیں دولھن سے لانھا کغاصبۃ الغاصب فتاوٰے خیریہ میں ہے الید المترتبۃ علی ید الضمان ید ضمان فلرب البھیمۃ ان یضمن من شاء الخ اور وہ بکر یا دولھن جس سے ضمان لیں اُسے دوسرے پر دعوٰی نہیں پہنچتا اما بکر فلانہ الغاصب وانما قبض العروس بتسلیطہ واما العروس فلانھا قبضت لنفسھا لا لبکر ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے

ف۱

وھب الغاصب المغصوب او تصدق او اعار وھلک فی اید یھم وضمنوا المالک لا یرجعون بما ضمنوا المالک علی الغاصب لانھم کانوا عاملین فی القبض لانفسھم بخلاف المرتھن والمستاجر والمودع فانھم یرجعون بما ضمنوا علی الغاصب لانھم عملوا لہ الخ اور جو کچھ باقی ہوں وہ دولھن سے واپس لے کر فرائض الٰہیہ پر تقسیم ہوجائیں یہ سب احکام اُس صورت میں تھے کہ بکر نے جہیز بطور ہبہ نہ دیا ہو اور بیشک اس امر میں کہ ہبہ کی نیت تھی یا مجرائی کی بکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا لانہ الدافع فھو ادری بجھۃ الدفع کما

ف۲

فی الاشباہ وجامع الفصولین والفتاوی الخیریۃ وغیرہا کتاب وقد نصوا علیہ فی مسائل کثیرۃ

ف۳

اقول ولیس فی تجھیز الاخوۃ الاخوات اذا کن ذوات مال شریکات فی ما بایدی الاخوۃ

من الترکۃ ف فاش یقضی بالھبۃ بخلاف الاباء والامھات فی بلادنا وکیف یکون الظاھر قصد التبرع مع بقاء الواجب بل الظاھر انھم یریدون الاحتساب علیھن من انصبائھن **اسی طرح** اگر بکر نے دل میں نیت ہبہ کی مگر دولہن نے ہبہ جانکر قبضہ نہ کیا بلکہ مثلاً اپنے حصّہ کا معاوضہ یا حصّے میں مجرائی سمجھکر لیا تو بھی بعینہ یہی احکام ہونگے کہ اس صورت میں دولہن کی طرف سے قبول ہبہ نہ پایا گیا فان القبول فرع العلم وھی اذا لم تحسبہ ھبۃ کیف یتصور انھا قبلت الھبۃ بحرالرائق میں ہے وکذا بقولہ اذنت للناس جمیعا فی ثمر نخلی من اخذ شیئا فھو لہ فبلغ الناس من اخذ شیئا یملکہ کذا فی المنتقی وظاھرہ ان من اخذہ ولم یبلغہ مقالۃ الواھب لایکون لہ کما لایخفی اھ[1] **اقول** ومثلہ ما فی الھندیۃ عن الخلاصۃ ف رجل سیب دابتہ فاصلحھا انسان ثم جاء صاحبھا واقر وقال قلت حین خلیت سبیلھا من اخذ فھی لہ او انکر فاقیمت علیہ البینۃ او استحلف فنکل فھی للاٰخر سواء کان حاضرا سمع ھذہ المقالۃ او غاب فبلغہ الخبر اھ ووجھہ ظاھر فانہ اذا علم بمقالۃ الواھب فیکون الاخذ علی جھۃ الاتھاب ویقوم القبض مقام القبول بخلاف ما اذا لم یعلم فانہ لم یتحقق القبول قطعا وھو مدار ثبوت الملک للموھوب لہ قطعا سواء جعل رکنا کما نص علیہ فی التحفۃ والولوالجیۃ والکافی والکفایۃ والتبیین والبحر ومجمع الانھر والدرالمختار وابی السعود وغیرھا من کتب الکبار وھو ظاھر الھدایۃ وملتقی الابحر وغیرھما من الاسفار الغر او شرطا کما نص علیہ فی المبسوط والمحیط والھندیۃ وغیرھا وافاد فی البدائع انہ الاستحسان وان الاول قول زفر وعلی کل فاتفق القولان علی انہ لاتملک فیھا بدون القبول وھو الذی نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا وقد حققنا المسئلۃ بتوفیق اللہ تعالٰی علی ھامش ردالمحتار بمالامزید علیہ تو اس حالت میں بھی وہ اشیا بدستور ملک اصل مالک پر رہیں گی خواہ بکر ہو یا سب ترکا، اور احکام سالفہ عود کریں گے **ہاں** اگر بکر کا ارادہ ہبہ قولاً یا فعلاً یا دلالۃً کسی طرح ظاہر ہوا جس کے سبب دولہن نے اُسے ہبہ ہی سمجھکر قبضہ کیا تو البتہ ایجاب و قبول دونوں متحقق ہوگئے فان القبض بوجہ الاتھاب قبول وان ناقصاکما فی مشاع یقسم لاستواء الکل فی الدلالۃ علی الرضا کما لایخفی ولوالجیہ میں ہے القبض فی باب الھبۃ جار مجری الرکن فصار کالقبول پس جو اشیاء بکر نے خرید کر جہیز میں دیں اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں دولہن کی مالک مستقل ہوگئی اور بکر پر اُس مال مشترک میں اور ورثہ کے حصص کا تاوان آیا جن کے

بے اذن یہ شراء واقع ہوا یہاں تک کہ خود اُس دولہن کے حصے کا بھی جس نے جہیز پایا فان المبدل وان وصل الیہا لکن الشراء نفذ علی بکر فوقع الملک لہ وتم الضمان ثم العطاء للعروس ہبۃ علیحدۃ من مال نفسہ فلا یرتفع بہ ضمان قسط العروس اور جو کچھ عین ترکہ سے ہبہ کیں تو ہبہ باقی ورثہ کے حق میں نافذ نہ ہوا ذلا اذن منہم ولا ولایۃ علیہم تو اُن کے حصے تو ہر حال دولہن کے ہاتھ میں مضمون رہے اور ضمان کا یہی حکم کہ اُنھیں اختیار ہے چاہیں بکر پر ڈالیں یا دولہن پر جس پر ڈالیں دوسرے سے مجرا نہ پائیگا کما قدمنا عن البزازیۃ رہا بکر کا اپنا حصہ جہیز میں جو مال قابل تقسیم تھا یعنی اُس کے حصے کیجیے تو وہی انتفاع اُس سے ہوسکے جو قبل از تقسیم ملتا تھا جب تو بکر کے حصے میں بھی ہبہ صحیح نہ ہوا لانہا ہبۃ مشاع فیما یقسم اس صورت میں مال مذکور بدستور شرکت جمیع ورثا پر رہے گا اور جو کچھ دولہن کے ہاتھ میں کسی طرح ہلاک ہوگا اُس میں حصہ بکر کا تاوان خاص دولہن پر پڑے گا فتاوٰے خیریہ میں ہے لاتصح ہبۃ المشاع الذی یحتمل القسمۃ ولایفید الملک فی ظاہر الروایۃ قال الزیلعی ولو سلمہ شائعا لایملکہ فیکون مضمونا علیہ اھ ملخصا وتمامہ فیہما وفی رد المحتار اسی طرح اگر مال ناقابل تقسیم ہو مگر دولہن نہ جانے کہ اس میں بکر کا حصہ کس قدر ہے جب بھی ہبہ صحیح نہ ہوگا اور بعد ہلاک وہی حکم ہے کہ بکر کا تاوان دولہن پر آئے گا بحر الرائق میں ہے یشترط فی صحۃ ہبتہ المشاع الذی لایحتملہا ان یکون قدرا معلوما حتی لو وہب نصیبہ من عبد ولم یعلمہ ..... بہ لم یجز محیط امام سرخسی میں ہے واذا علم الموہوب لہ نصیب الواہب ینبغی ان تجوز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی نقلہما فی الفتاوی الہندیۃ جامع الفصولین میں فتاوے امام فضلی سے ہے اذا ہلکت افتنت بالرجوع للواہب ہبۃ فاسدۃ لذی رحم محرم منہ اذ الفاسدۃ مضمونۃ علی مامر اور اگر دولہن کو معلوم تھا تو اس قدر میں ہبہ صحیح ونافذ وتام ولازم ہوگیا اور ان اشیا میں دولہن اپنے اور بکر دونوں کے حصص کی مالک ہوگئی باقی ورثہ کے حصے بدستور دست عروس میں حکم ضمان پر ہیں جن کا حکم بار ہا گزرا اور اول سے آخر تک سب صورتوں میں جو مشترک چیزیں دولہن کے ہاتھ میں تلف ہوئیں اُن میں دولہن اپنے حصہ کا تاوان کسی سے نہیں لے سکتی کہ اُس کا مال اُسی کے ہاتھ میں ہلاک ہوا اور بکر نے اُس کے حصے پر کوئی تعدی نہ کی فانہ انما سلم الملک لید من ملک فہلک فی یدہا فعلیہا ہلک ہذا کلہ من اولہ الی اٰخرہ مما افیض علی قلب الفقیر من فیض القدیر واخذتہ تفقہا من کلمات العلماء اعظم اللہ اجورہم یوم الجزاء فما اصبت فمن اللہ تعالٰی ولہ الحمد علیہ وما اخطأت فمن قصور نفسی وانا اتوب الیہ

اتقن هذه اتقانا کبیرا فان المسائل مما تمس الیه الحاجة کثیرا فاغتنم هذا التفصیل الجمیل والحمد للّٰه علی فیضه الجلیل واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم

فصل دوم

مسئلہ ۶ تا ۱۲: از بیجانگر پاراں لائے پور ممالک متوسط مرسلہ شیخ اکرم حسین صاحب متولی مسجد و دبیر مجلس انجمن نعمانیہ
۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً

فیض النسا بیگم مدعیہ بنام حسام الدین داروغہ جنگل مدعا علیہ — دعوی واپس پانے سامان جہیز ہر قسم کپڑے وزیورات وغیرہ متروکہ لڑکی متوفیہ مسماۃ فیض النسا بیگم نے اپنی سوتیلی لڑکی خدیجہ بی بی کی شادی حسام الدین کے ساتھ کردی ڈیڑھ برس بعد وہ لڑکی مرگئی اور اُس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا بعمر ایک سال بعد چار مہینے مرنے ماں کے وہ لڑکا مرگیا فیض النسا بیگم کا دعوی ہے کہ کُل سامان جہیز زیور وغیرہ جو وقت شادی خدیجہ بی بی مرحومہ کو جہیز دی تھی واپس ملے اور صرفہ سامان جہیز وغیرہ میں اپنے پیسے سے کرنے کے سبب میں واپس پانے کی حقدار ہوں۔ سامان جہیز واپس ملنے کا رواج مُلک مدراس میں جاری ہے۔ جواب حسام الدین یہ ہے مر زیورات متوفیہ کے حکم سے اُسی کے دوا معالجہ میں رہن رکھکر خرچ ہوا مجھکو اس قدر وسعت نہ تھی کہ اس قدر عرصہ دراز کی بیماری میں اس کثیر صرفہ کے بار کا متحمل ہوسکتا اس کے علاوہ اور بھی بہت سا میرا ذاتی خرچ ہوا ہے متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے مرنے وقت زندہ تھا ماں کی جائداد کا لڑکا مالک ہوا اور بعد مرنے لڑکے کے میں باپ اُس کا وارث ہوں۔ متوفیہ کی سوتیلی ماں کا کوئی حق نہیں ہے۔ عالمان دین اور مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں۔ (۱) مُلک مدراس میں متوفیہ لڑکی کا جہیز واپس لینے کا رواج ہے فرمائیے شرع میں کیا حکم ہے (۲) شرع میں رواج ملک کو مداخلت ہی کیا (۳) جہیز میں جو سامان لڑکی کو دیا جاتا ہے وہ کیا عاریۃً سمجھا جائے گا یا تملیکاً (۴) شرح وقایہ جلد سوم میں ہبہ واپسی کا حکم ہے کیا ہبہ جہیز اُسی قسم کا

ہبہ ہے حسب دعوی مدعیہ (۵) جو شے منجانب مدعیہ خاص مدعا علیہ یعنی داماد کو وقت شادی کے ملی ہے اُس کے واپس پانے کا کیا مدعیہ کو حق ہے (۶) جو جہیز یاسامان مدعا علیہ نے وقت شادی اپنی بی بی کو دیا اُس پر بھی حق واپس لینے مدعیہ کا ہے یا نہیں (۷) متوفیہ کے حکم سے زیورات وقت بیماری رہن رکھکر صرف ہوا اُس کے چھڑانے کا کون ذمہ دار ہے بینوا توجروا۔

الجواب

جواب سوال اول تا چہارم

حکم شرع مطہر کے لیے ہے عرف ورواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں ان الحکم الا للہ ہاں بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے خواہ یوں کہ اگر یہ شے معروف ورائج ہوجائے تو اُس کے لیے حکم یہ ہے ورنہ یہ جس طرح وقف منقول کہ اشیائے منقولہ میں جس کا وقف معروف ہو جائز ورنہ نہیں یا استصناع یعنی بے طریق سلم معدوم چیز اُجرت دیکر بنوانا اس میں جن اشیا کے بنوانے کا رواج ہو جائز ورنہ نہیں یا شرط فی البیع کہ جو شرط مفسد معروف ہوجائے محتمل ہے ورنہ نہیں الی غیر ذلك مما صرحوا به فی الکتب خواہ یوں کہ حکم فی نفسہ حاصل اور عرف اُس کی صورت کا بتانے والا مثلاً مرتہن کا شے مرہون سے انتفاع اگر باذن راہن بے شرط ہو جائز ورنہ حرام اب اگر عرف ورواج ہو کہ بے طمع نفع بمرہون قرض نہیں دیتے جیسے ہمارے زمانہ میں تو مطلقاً حکم حرمت دیاجائیگا کما فی الشامی عن الطحطاوی وقد افتیت به مرارا یہاں عرف نے بتادیا کہ صورت صورت شرط ہے نہ یہ کہ قرض ورہن خالص واقع ہوئے اور اُس کے بعد راہن نے برضائے خود مرتہن کو اجازت انتفاع دی ایسی ہی جگہ المعروف کالمشروط یا المعہود عرفا کالمشروط لفظا کہتے ہیں کتب فقہیہ میں دونوں صورتوں کی مثالیں بکثرت موجود یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ والدین اپنے مال سے دولہن کو جہیز دیتے ہیں اور دینا ہبہ وعاریت دونوں کو محتمل تو بنظر اصل حکم مطلقاً انھیں کا قول معتبر ہونا چاہیے تھا فان الاصل ان الدافع ادری بجهة الدفع وایضا اذا احتمل الامران تعین الاقل اذ هو المتیقن والی هذا نظر الامام شمس الائمة السرخسی فاختار ان القول للاب مطلقاً مگر عرف بلاد مظہر قصد ومراد ہوتا ہے جہاں عرف غالب تملیک ہو وہاں دعوی عاریت نامقبول اور جہیز دینا تملیک ہی پر محمول جبتک گواہان شرعی سے اپنا عاریۃً دینا ثابت نہ کریں اور جہاں عرف غالب عاریت ہو یا دونوں رواج یکساں وہاں آپ ہی اُن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا

رسالہ

اور ایسی جگہ جہیز دینا تملیک نہ سمجھا جائیگا مشیا علی الاصل المار لعدم ما یحمل علی العدول عنہ یہی صحیح و
معتمد ومختار للفتوی ہے بل ہو التوفیق بین الاقوال فاذا حقق فالیہ المآل درمختار میں ہے جہز ابنتہ ثم
ادعی ان ما دفعہ لہا عاریۃ وقالت ہو تملیک او قال الزوج ذلك بعد موتہا لیرث منہ وقال الاب
او ورثتہ بعد موتہ عاریۃ فالمعتمد ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ
جہازا لا عاریۃ واما ان مشترکا کمصر والشام فالقول للاب اسی میں ہے بہ یفتی بحرالرائق میں ہے فی
فتح القدیر والتجنیس والذخیرۃ المختار للفتوی ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب
یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ کما فی دیارنا وان کان مشترکا فالقول قول الاب عقود الدریہ میں ہے
حیث کان العرف مشترکا فالقول للاب مع یمینہ وقد ذکروا ان کل من کان القول قولہ یلزمہ الیمین
الا فی مسائل اوصلہا فی شرح الکنز الی نیف وستین مسألۃ لیست ہذہ منہا وافتی قارئ الہدایۃ
القول قول الاب والام انہما لم یملکاہا وانما ہو عاریۃ عندہم مع الیمین اھ مختصرا پھر عرف جن
خصوصیتوں کے ساتھ ہو سب کی مراعات واجب مثلاً شرفا میں عرف تملیک ہے کم درجہ کے لوگوں میں
مشترک تو صرف شرفا ہی کی جانب سے تملیک سمجھی جائے گی یا حسب حیثیت ایک مقدار خاص تک
جہیز دینے کا عرف ہو اور زیادہ ہو تو عاریت تو جب اسی مقدار تک دیا گیا ہو تملیک سمجھیں گے بحرالرائق
میں ہے قال قاضی خان وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان کان الاب من الاشراف
والکرام لا یقبل قولہ انہ عاریۃ وان کان الاب ممن لا یجہز البنات بمثل ذلك قبل قولہ نہرالفائق
میں ہے وہذا لعمری من الحسن بمکان درمختار میں ہے لوکان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول لہ اتفاقا
بالجملہ یہاں مدار عرف ورواج پر ہے اور ان سب اقوال وتفاصیل کا یہی منشا تو جدھر عرف
لے جائے اسی طرف جانا واجب مگر یہ کہ کوئی دلیل دیگر اس سے صارف ہو مثلاً باپ پر بیٹی کا قرض آتا تھا وہ
کہتا ہے میں نے قرض میں دیا یہ کہتی ہے اپنے مال سے کیا تو باپ ہی کا قول بقسم معتبر ہے کہ مدیون کے حال
سے یہی ظاہر کہ ادائے دین کی فکر مقدم رکھے گا بحرالرائق میں ہے لوکان لہا علی ابیہا دین فجہزہا ابوہا
ثم قال جہزتہا بدینہا علی وقالت بل بمالك فالاصح للاب وقیل للبنت انقرویہ میں ہے والاول
اصح فانہ لو قال الاب کان لامك علی مائۃ دینار فاتخذت الجہاز بہا وقالت بل بمالك فالقول
للاب جامع الفتاوی وکذا فی القنیۃ **اقول** وباللہ التوفیق مگر اگر بحالت دین بھی عرف قاضی تملیک

ہو تو اسی پر نظر کی جائے گی کہ اب دلالت دین دلالت عرف کے معارض نہ رہی ہدایہ میں ہے (من بعث[ف] الی امرأتہ شیئاً فقالت ھو ھدیۃ وقال الزوج ھو من المھر فالقول قولہ لانہ ھو المملک فکان اعرف بجھتہ التملیک کیف وان الظاھر انہ یسعی فی اسقاط الواجب الا فی الطعام الذی یؤکل) فان القول قولھا والمراد منہ مایکون مھیأ للاکل لانہ یتعارف ھدیۃ فاما فی الحنطۃ والشعیر فالقول قولہ لما بینا اھ فانظر کیف رجح دلالۃ العرف علی دلالۃ انہ مدین فالظاھر منہ السعی فی اسقاط الدین ثم زاد الشارحون[برول] ضا العرف کیفما سار قال المحقق فی الفتح ھذا والذی یجب اعتبارہ فی دیارنا ان جمیع ما ذکر من الحنطۃ واللوز والدقیق والسکر والشاۃ الحیۃ وباقیھا یکون القول فیھا قول المرأۃ لان المتعارف فی ذلک کلہ ارسالہ ھدیۃ فالظاھر مع المرأۃ لامعہ ولایکون القول لہ الا فی نحو الثیاب والجاریۃ اھ وقال فی النھر الفائق واقول وینبغی ان لایقبل قولہ ایضاً فی الثیاب المحمولۃ مع السکر ونحوہ للعرف اھ وقال السید ابوالسعود فی حاشیۃ الکنز بعد نقلہ واقول ینبغی ان یکون القول لھا فی غیر النقود للعرف المستمر اھ وقال فی ردالمحتار قلت ومن ذلک مایبعثہ الیھا قبل الزفاف فی الاعیاد والمواسم من نحو ثیاب وحلی وکذا ما یعطیھا من ذلک اومن دراھم او دنانیر صبیحۃ لیلۃ العرس ویسمی فی العرف صبحۃ فان کل ذلک تعورف فی زماننا کونہ ھدیۃ لا من المھر ولا سیما المسمی صبحۃ فان الزوجۃ تعوضہ عنھا ثیابا ونحوھا صبیحۃ العرس ایضا اھ فکل ذلک انما ھو العرف قضی بکونہ ھدیۃ مع العلم بان الزوج مدین بالمھر فسقطت بجنبہ دلالۃ الدین لکذلک لو ان العرف ھھنا عم وطم ولو الاب مدینا لھا وجب القضاء بالتملیک وکان القول قولھا ھکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام واللہ الموفق وبہ الاعتصام اور شک نہیں کہ اب عامۂ بلاد عرب و عجم کا عرف غالب وظاہر وفاش ومشتہر مطلقاً یہی ہے کہ جہیز جو دولہن کو دیا جاتا ہے دولہن ہی کی ملک سمجھا جاتا ہے بلکہ جہیز کہتے ہی اُسے ہیں جو اُس وقت بطور تملیک دولہن کے ساتھ بھیجا جاتا ہے کماسبق من قول الدر والبحر والفتح والتجنیس والذخیرۃ ان الاب یدفع مثلہ جھازا لا عاریۃ ہمارے بلاد میں عموماً شرفا و اوساط وعامۂ اراذل سب کا یہی عرف ہے جہیز واپس لینے یا بیٹی کے قرض میں محسوب کرنے کو سخت عیب وموجب طعن سمجھیں گے تو یہاں علی العموم تملیک ہی مفہوم اور سماع دعوی عاریت بے بینہ معدوم ردالمحتار میں ہے ھذا العرف غیر معروف فی زماننا فان کل احد یعلم ان الجھاز ملک المرأۃ وانہ اذا طلقھا تاخذہ کلہ واذا ماتت یورث عنھا اھ وفیہ

عن حاشیۃ الاشباہ للسید محمد ابی السعود عن حاشیۃ العلامۃ الشرف الغزی قال قال الشیخ الامام الاجل الشہید المختار للفتوی ان یحکم بکون الجہاز ملکا لا عاریۃ لانہ الظاہر الغالب الخ ملک مداس میں کہ واپس لینے کا رواج ہے اگر مثل عامۂ بلاد دنیا وہاں بھی جہیز تملیکا ہی دیتے اور تملیک کا اُس سے قصد کرتے ہیں اور یہ واپسی بعد موت عروس اس بنا پر ہوتی ہے کہ اُسے ہبہ تاحین حیات سمجھتے ہیں جب تو وہ مثل دیگر بلاد ہبہ کاملہ ہوجاتا ہے اور حین حیات کی شرط لغو و باطل بعد موت عروس ترکہ عروس قرار پاکر وارثان عروس پر منقسم ہوگا درمختار میں ہے جاز العمری للمعمر لہ ولورثتہ بعدہ لبطلان الشرط شوہر وغیرہ دیگر ورثۂ عروس پر واپسی کا جبر ہرگز نہیں ہوسکتا نہ اُس کا اصلا استحقاق فان موت احد العاقدین من موانع الرجوع ہبہ میں واپسی جہاں ہوبھی سکتی ہے تو اُسی وقت تک کہ واہب و موہوب لہ دونوں زندہ ہوں جب اُن میں کوئی مرجائے تو اُسی شرح وقایہ وغیرہ تمام کتب میں تصریح ہے کہ اب رجوع نہیں اور اگر وہاں تملیکا نہیں دیتے بلکہ عاریت مقصود ہوتی ہے تو بیشک یہ واپسی حق و بجا و مطابق شرع مطہر ہے اگرچہ دولھن کی حیات ہی میں واپس لے فان علی الید ما اخذت حتی تردہ ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلہا یہاں تک چار سوال پیشین کا جواب تھا سائل نے کلیۃً سوال کیے لہذا اُن کے جواب میں ان مسائل کی حاجت ہوئی ورنہ مسئلہ فیض النساء بیگم سے اس بحث کو علاقہ نہیں۔ یہ حکم کہ بحالت عدم عرف تملیک مدعی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کہ میں نے اپنے مال سے عاریۃً جہیز دیا لہذا واپسی کا مستحق ہوں عامۂ کتب مذہب میں باپ کے لیے مذکور ہے اور بحکم عرف حقیقی ماں کو بھی اُس سے لاحق کیا گیا واقعی ماں باپ اپنے ہی مال سے اولاد کا جہیز تیار کرتے ہیں تو اُن کی طرف سے ہونا بحکم ظاہر خود ثابت۔ رہا دعوی عاریت وہ بحال عدم دلیل تملیک انہیں اصول پر واجب القبول بخلاف اجنبی کہ اُس کا یہ دعوی حد دعوی سے ہرگز متجاوز نہیں یہاں تک کہ علامہ بحر نے بحر میں حقیقی ماں اور دادا کے لیے بھی اس حکم کے ہونے میں تردد فرمایا اور جبکہ اُن کے تلمیذ علامہ غزی نے متن تنویر میں ماں کے مثل پدر ہونے پر جزم کیا علامہ طحطاوی کو حقیقی نانی دادی کے مثل مادر ہونے میں تردد رہا فقال تحت قولہ والام کالاب فی تجہیزھا انظر ہل الجدۃ مثلہا علامہ ابن وہبان نے اپنی رائے سے دیگر اولیا کو اسی حکم میں شامل کرنے کی بحث کی علامہ ابن الشحنہ نے اُس میں نظر کردی کہ علامہ شرنبلالی نے نقل فرماکر مقرر رکھی اور شک نہیں کہ یہ الحاق سخت

ف۱: ہبہ تا حین حیات ہبہ کاملہ ہے اور حین حیات کی شرط لغو و باطل۔

ف۲: بحالت عدم عرف تملیک مدعی کا قول بقسم معتبر ہوگا۔

رسالہ

مسئلہ باپ کے لیے ہے یہ حکم حقیقی ماں کو بھی شامل اور دادا کے لیے بھی ہے۔

ف۳: تعریض علی العلامۃ ابن وہبان۔

محل تأمل ہے جبتک والدین کی طرح عرف عام وفاش سے ثابت نہ ہوجائے کہ سب اولیا بھی اپنے ہی مال سے جہیز دیتے ہیں بلکہ ہمارے بلاد میں تنہا ماں کے مال خاص سے بھی تجہیز ہونا ہرگز معروف نہیں جہیز مطلقًا مال پدر سے ہوتا ہے یا بعض اشیا ماں بھی شامل کردیتی ہے نہ کہ خاص مال مادر سے ہو مگر جبکہ باپ مال نہ رکھتا ہو یا اُس سے جُدا ہو کر ماں نے بطور خود نزویج کی ہو تو ان دو صورتوں کے علاوہ ماں کا دعوی اختصاص بھی ضرور محتاج بینہ ہونا چاہیے کہ ظاہر اُس کے لیے شاہد نہیں کما لایخفے واللہ تعالٰی اعلم وھذا بحمد اللہ **تحقیق شریف** فتح بہ المولی القوی اللطیف علی عبدہ الذلیل الضعیف التغنم بہ تطر العلامۃ عبد البر واتجہ بہ کلام البحر فلتسن لک کما تھمد لیتجلی عندک الامر قال ابن وھبان فی منظومتہ ؎ ومن فی جھاز البنت قال اعرتہ ٭ یصدق والاشھاد فیشرط اظھر۔ ثم قال فی شرحھا ینبغی ان یکون الحکم فیما اذا جھزھا الام وولی الصغیرۃ اذا زوجھا کما مر لجریان العرف فی ذلک کذلک الخ ای الھما انما یجھزون من اموالھم فکان الظاھر شاھدا لھم قال الشارح العلامۃ قلت وفی الولی عندی نظر اھ وھکذا نقلہ الشرنبلالی فی تیسیر المقاصد واقر قال فی الدر (کالام) وولی الصغیرۃ (کالاب) فیما ذکر اھ قال ط قولہ فیما ذکر ای فی اعتبار العرف وھذا الحکم فی الام والولی بحث لابن وھبان قال العلامۃ عبد البر وفی الولی عندی نظر ای فان الغالب من حالہ العاریۃ بخلاف الابوین لمزید شفقتھما لکن حیث کان العرف مستمرا ان الولی یجھز من عندہ فلا نظر اھ **اقول** لیس منشأ النظر ثبوت الحکم بعد تسلیم العرف وانما الشان فی جریان العرف فلا یسلم ادعی قول ابن وھبان لجریان العرف فی ذلک کذلک وبہ ظھر انہ ما کان ینبغی تفسیر قولہ ماذکر باعتبار العرف فان العرف اذا ثبت اینما ثبت فھو القاضی الماضی القول لاتفرقۃ فی ذلک بین اب وام وغیرھما بل المراد فیما ذکر من قبول دعوی العاریۃ من مالہ وکذلک لیس تفسیر النظر ماذکر بل النظر انما لانسلم ان الغالب من حالہ التجھیز من مالہ ثم اعلم ان العلامۃ البحر بعد ما افاد حکم الاب کما تقدم قال فی البحر صغیرۃ تجھز جھاز ابمال الوابیھا وسعیھا حال صغرھا وکبرھا فماتت امھا فسلم ابوھا جمیع الجھاز الیھا فلیس لاخوتھا دعوی نصیبھم من جھۃ الام اھ ثم قال وبھذا یعلم ان الاب او الام اذا جھز بنتہ ثم مات فلیس لبقیۃ الورثۃ علی الجھاز سبیل لکن ھل ھذا الحکم المذکور فی الاب یتأتی فی الام والجد فلو جھزھا جدھا ثم مات وقال تملکی وقال

زوجها ملكها صارت واقعة الفتوى ولم ار فيها نقلا صريحا اھ قال فی منحة الخالق قال الرملی الذی یظھر ببادی الرای انهما ای الام والجد كذلك اما الام فلما قدمه من قول القنية صغيرة لبست جهازا من مال امها وابيها الخ واما الجد فلقولهم الجد كالاب [ف۱] الا فی مسائل ليست هذه منها تأمل اھ اقول ماكان هذا البحر الطام الحبر التام ليذكر فرع القنية فی هذه الاسطر العديدة ويفرع عليه بنفسه ان الاب او الام اذا جهز بنته فليس لوارث على الجهاز سبيل ثم يتردد متصلا به فی الحاق الام بالاب فی كون التجهيز منها ظاهرا فی التمليك حتى يرد عليه بما قدم من قول القنية وهل يتأتى مثله الا ممن لا يكاد يفهم ما يخرج من رأسه فكيف يحمل على مثله كلام مثل هذا الجليل النبيل ولذا لما لم [ف۲] يتضح الامر عند العلامة السيد الطحطاوی اسقط لفظ الام من كلام البحر واقتصر على قوله هل هذا الحكم المذكور فی الاب يأتی فی الجد الخ لكن العلامة الشرنبلالی فی غنيته لم يستبعده فقال قال صاحب البحر هل هذا الحكم المذكور فی الاب يأتی فی الام والجد صارت واقعة الفتوى ولم ار فيها نقلا صريحا اھ وقال العلامة الشامی تردد فی البحر فی الام والجد الخ وقال الرملی ما سمعت فانما الامر ما [ف۳] فتح المولى سبحنه وتعالى ان الا تردد فی الحاق الام بالاب فی كون التجهيز منها تمليكا لمكان العرف وانما تردد رحمه الله تعالى فی قبول دعوى التجهيز من مال نفسها عارية فان الاكثر ان الجهاز انما يكون من مال الاب ولا مساس لفرع القنية بما هو فيه ولا ما قدم من قوله بهذا يعلم ان الاب اذا الام الخ ينافيه ولذا لا نظر [ف۴] ههنا الى كون الجد كالاب الا فی مسائل فان هذا امر لا يؤخذ الا من العرف وانما قبلنا دعوى الاب لما علمنا من العرف الفاشی ان الجهاز يكون من ماله فكان الظاهر شاهدا له فان ثبت مثله فی الجد فذاك والا فلا الحاق ولا اشتراك هكذا ينبغی التحقيق والله ولی التوفيق واغرب [ف۵] من هذا ما ذكره بعده فی منحة الخالق من قوله قلت وجزم فی متن التنوير ان الام كالاب فی تجهيزها وعزاه فی شرح المنح الى فتاوى قارئ الهداية وفی شرحه الدر المختار معزيا الى شرح الوهبانية وكذا ولی الصغيرة ولا يخفى شموله الجد وغيره اھ اقول نعم لا يخفى ولكن البحر انما يقول لم ار فيها نقلا صريحا وبحث ابن وهبان ليس من النقل فی شیئ والعبد [ف۶] الضعيف فی عجب من سوق الدر المسألة مساق المنقول مع علمه بانه بحث منه وقد بحث فيه الشارحون

ف۱: دادا باپ کی طرح ہے مگر چند مسائل میں۔

ف۲: معروضۃ رابعۃ علی العلامۃ ط

ف۳: معروضۃ علی العلامتین الرملی والشامی

ف۴: ایضاً ثامنۃ علی العلامتین المذکورین۔

ف۵: معروضۃ علی ش

ف۶: ایضاً علیہ

ف۷: معروضۃ علی العلامۃ صاحب الدر المختار۔

وقد علمت مما قدمنا ان بحثهم حسن وجيه فالحمد لله على حسن التنبيه بالجملہ جب حقیقی دادی نانی حقیقی دادا حقیقی ماں میں علمائے کرام نے تردد فرمایا تو سوتیلی ماں کہ محض اجنبیہ ہے کیونکر اس حکم پدر میں شریک ہوسکتی ہے اجنبی کے لیے صورت مستفسرہ میں یہی حکم لکھتے ہیں کہ اُس کا دعوی بے گواہان مسموع نہ ہوگا درمختار میں ہے الام وولی الصغیرة کالاب فیما ذکر وفیما یدعیه الاجنبی بعد الموت لایقبل الا ببینة شرح وہبانیہ اور یہاں گواہوں سے اثبات عاریت کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ باپ ماں یا اجنبی جس کے ذمے اقامت بینہ کا حکم ہو گواہان عادل شرعی سے شہادت دلائے کہ میں نے یہ جہیز عروس کو دیتے وقت شرط کر لی تھی کہ عاریۃ دیتا ہوں دوسرے یہ کہ دولہن کا اقرارنامہ بتصدیق شہود عدول پیش کرے جس میں اُس نے اقرار کیا ہو کہ یہ جہیز مجھے فلاں نے اپنی ملک سے عاریۃً دیا ہے بحرالرائق میں ہے قال فی التجنیس والولوالجیة والذخیرة والبینة الصحیحة ان یشهد عند التسلیم الی المرأة انی انما سلمت هذه الاشیاء بطریق العاریة او یکتب نسخة معلومة ویشهد الاب علی اقرارها ان جمیع ما فی هذه النسخة ملك والدی عاریة فی یدی منه الخ **اقول** وباللّٰہ التوفیق یہاں دو مرحلے ہیں اول اس کا اثبات کہ یہ جہیز میں نے اپنے مال سے دیا ان بلاد میں باپ اس کے ثابت کرنے میں گواہوں کا محتاج نہیں لما تقدم من جریان العرف فی ذالك کذالك بلکہ دولہن یا اسکے ورثہ اسکے منکر ہوں تو وہ گواہ دیں کہ یہ جہیز باپ نے اپنے مال سے نہ دیا دولہن کی ملک سے بنایا بخلاف اجنبی کہ اُسے اولاً یہی ثابت کرنا ضرور ہوگا لعدم ظاہر یشهد له فی ذلك وانما البینة علی کل من یدعی خلاف الظاهر پھر اگر یہ امر بینہ یا اقرار عروس یا تسلیم ورثہ سے ثابت ہو تو دوسرا درجہ ثبوت عاریت کا ہے یہاں اگر عرف عام یا مشترک سے عاریۃً دینا ثابت یا محتمل ہو تو ظاہرا اجنبی بھی مثل پدر بعد ثبوت اول اس ثبوت دوم میں محتاج اقامت بینہ نہیں کہ جب آباء عاریۃً دیتے ہیں تو اجنبی کا قصد عاریت ہرگز خلاف ظاہر نہیں بلکہ بلحاظ اجنبیت وہی اظہر ہے ولا بینة علی من شهد له معه انه قد ثبت انه الدافع فهو ادری بجهة الدفع مع ما تقدم من ان لاقل هو المتعین فی ما احتمل تو جبتک صراحۃً کوئی دلیل تملیک نہ پائی جائے بحال عموم یا اشتراک عرف عاریت اجنبی کا اس فعل پر اقدام خواہی نخواہی قصد تملیک پر محمول نہ ہونا چاہیے اور اگر عرف عام تملیک ہو کہ جہیز دینا مالک کرنا ہی سمجھا جاتا ہو جیسا ہمارے بلاد میں ہے کہ اقارب اجانب جو

ف: انما البینۃ علی کل من یدعی خلاف الظاہر

تجہیز کریں تملیک ہی کرتے ہیں اگر کوئی کسی لڑکی کو پال لیتا یا ویسے ہی کسی یتیمہ کا نکاح کرتا ہے تو جو کچھ جہیز میں دیتا ہے یقیناً تملیک ہی کا ارادہ کرتا ہے چند روزہ عاریت دیکر واپس لینے کا اصلاً وہم بھی نہیں گزرتا تو ایسی حالت میں اس ثبوت وہم یعنی دعوی عاریت میں اجنبی بھی آپ ہی محتاج گواہان ہوگا لما علمت ان المعهود عرفا کالمشروط نصا اسی طرح اگر جہیز دیئے ایک زمانہ ممتد گزر جائے دولہن برتتی استعمال کرتی تصرف کرتی رہے اور اس کی جانب سے بے مانع غیبوبت وغیرہ سکوت مطلق رہے طلب واپسی ظاہر نہ ہو پھر ایک مدت مدیدہ خصوصاً موت عروس کے بعد دعوی کرے کہ میں نے تو عاریۃً دیا تھا مجھے واپس ملے تو اب بھی اُس کا یہ دعوی خلاف ظاہر و محتاج بینہ ہی والدین واولاد کا معاملہ دوسرا ہے اُن میں ایک دوسرے کے مال سے مدۃ العمر متمتع رہے تو باہم گوارا ہوتا ہے عرفاً اجانب سے متوقع نہیں کہ اتنی مدت تک اپنا مال دوسرے کے ایسے تصرف و استعمال میں چھوڑے رہیں اور اپنی ملک ہونا زبان پر نہ لائیں وھذا کما قال فی[1] البحر قال فی المبتغی من زفت الیه امرأته بلا جهاز فله مطالبة الاب بما بعث الیه من الدنانیر والدراهم ولو سکت بعد الزفاف طویلا لیس له ان یخاصمه بعده اھ مختصرا وفی رد المحتار قال الشارح فی کتاب الوقف ولو سکت بعد الزفاف زمانا یعرف بذلك رضاه لم یکن له ان یخاصم بعد ذلك وان لم یتخذ له شیئ اھ ح واشار بقوله یعرف الی ان المعتبر فی الطول والقصر العرف اھ وفیه عن البزازیة لانه لما کان محتملا وسکت زمانا یصلح للاختیار دل ان الغرض لم یکن الجهاز اھ **قلت** وقد نصوا ان من رأی احدا یتصرف فی شیئ زمانا ثم ادعی انه له ولم یکن ثم ما نع من دعواه لم تسمع قطعا للحیل وقد بیناه فی الدعاوی من فتاونا قرۃ العیون میں ہے لوجهزها[2] الاجنبی ثم ادعی انه عاریة بعد موتها لا یقبل قوله الا ببینة لان الظاهر انه لا یجهزها ویترکه فی یدها الی الموت الا بمالها بخلاف الاب والام فانهما یجهزانها بمال انفسهما لکن یکون ذلك تملیکا تارة وتارة عاریة ولذا قال شارح الوهبانیة وفی الولی عندی نظر الخ ای فی جعله کالاب والام لان الظاهر فی غیرهما انه لا یجهزها الا بمالها اھ **اقول** هذا کلام قد رزق حظه من الحسن وهو یخرم مع ما قدمت من التحقیق والله تعالی ولی التوفیق ولعلك تفطنت مما القینا علیك سابقا ولا حظا ان الموت غیر قید وقد احسن السید العلامة الطحطاوی حیث

قال قد ذکرا لمصر فی باب المھر ان الاٰم کالاب وان حکم الموت لحکم الحیاۃ اھ ھذا کلہ ماظھر لی والعلم بالحق عند ربی والحمد للہ رب العلمین -

بہرحال مسئلہ فیض النساء بیگم میں حکم یہی ہے

کہ اُس کا یہ دعوی یوں قابل سماعت نہیں اولاً اُس کی بنائے دعوی پر نظر لازم آیا واپسی بخیال ہبہ تاحین حیات چاہتی ہے (جس طرح لفظ کپڑے وزیورات وغیرہ متروکہ لڑکی متوفیہ سے اس کا کچھ پتہ چلتا ہے جبکہ عرضی دعوے میں فیض النسا بیگم کے لفظ یہی ہوں کہ عاریت کو مستعیر متوفی کا ترکہ نہیں کہتے) جب تو دعوی سرے سے باطل ومردود کہ بعد موت موہوب لہ اختیار واپسی مفقود اور اگر بزعم عاریت طالب واپسی ہے تو یہ دعوی کہ بعد مرور مدت خصوصًا بعد موت عروس ہوا بہرکیف محتاج شہادت ہے انھیں دو طریقہ مذکورہ سے کسی طریقہ پر گواہاں عادل شرعی سے ثبوت دے کہ یہ جہیز بدیں تفصیل خدیجہ بی بی کو میں نے اپنے مال خاص سے عاریۃً دیا اگر گواہ دے دے فبہا اور نہ دے سکے تو حاکم یا حکم شرعی شوہر خدیجہ وغیرہ ورثہ سے قسم لے کہ واللہ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ جہیز مال فیض النسا بیگم سے خدیجہ بی بی کے پاس عاریۃً تھا اگر وہ قسم کھالیں تو مقدمہ بحق وارثان خدیجہ ورنہ بحق فیض النسا بیگم فیصل ہو طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے قولہ وفیما ادعیہ الاجنبی ای من انہ اعار المتوفی ھذا الشیئ لا یصدق الا ببینۃ ولہ ان یحلف الوارث ان انکر علی العلم کما ھو الحکم فی نظائرھا اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

جواب سوال پنجم

بھی تقریرات سابقہ سے واضح اس دعوی کے ثبوت میں کہ یہ اشیا وقت شادی حسام الدین کو فیض النسا بیگم نے اپنے مال سے دیں فیض النسا بیگم محتاج گواہان ہے اگر یہ امر شہادت یا اقرار مدعا علیہ سے ثابت ہو تو دربارہ تملیک وعاریت وہی عرف وغیرہ دلائل پر نظر ہوگی اگر نصًا یا عرفًا کسی طرح دلالت تملیک ثابت ہو جس طرح ہمارے بلاد میں رواج عام ہے کہ دولھن والوں کی طرف سے سلامی وغیرہ میں جو کچھ کپڑے یا نقد یا دیگر اشیا دولھا کو دیتے ہیں اُس سے تملیک ہی کا ارادہ کرتے ہیں بلکہ یہاں عاریت بتانا جہیز دختر کو عاریت کہنے سے زیادہ موجب ننگ وعار سمجھتے ہیں) تو وہ دینا ہبہ سمجھا جائے گا اور فیض النسا بیگم اگر عاریت کہے گی تو بغیر اُن طرق ثبوت کے مسموع نہ ہوگا اور اگر دلالت تملیک متحقق نہیں تو فیض النسا بیگم کا قول عاریت بقسم قابل قبول ہوگا پھر اگر اس مال کا ہبہ ہونا ثابت ہو تو اس میں سے جو کچھ تلف ہو گیا

خواہ حسام الدین کے اپنے فعل سے یا بلا قصد یا اُس نے کسی کو دے دیا یا بیچ ڈالا تو اُس کی واپسی ممکن نہیں فان ھلاک الموھوب وخروجہ عن ملک الموھوب لہ کلاھما من موانع الرجوع اور جو بدستور اُس کے پاس موجود ہے اور کوئی مانع موانع رجوع سے نہیں تو فیض النسا بیگم بتراضی یا بقضائے قاضی واپس لے سکتی ہے مگر گنہگار رہوگی کہ ہبہ میں رجوع سخت مکروہ و ممنوع ہے بغیر اس کے بطور خود رجوع نہیں کر سکتی اور اگر عاریت ہونا ثابت قرار پائے تو جو جہیز موجود ہے اُسے بطور خود واپس لے سکتی ہے اگرچہ حسام الدین نے کسی کو دیدیا یا بیع کر دی ہو فان العواری مردودۃ وتصرف الفضولی بالرد یبطل اور جو تلف ہو گیا اگر بے فعل حسام الدین تلف ہوا مثلاً چوری گیا جل گیا ٹوٹ گیا اور اُس میں حسام الدین کی طرف سے کوئی بے احتیاطی نہ تھی تو اُس کا تاوان نہیں لے سکتی فان العاریۃ امانۃ لا تضمن الا بالتعدی اسی طرح جو کچھ حسام الدین کے پہننے برتنے میں تلف ہوا نقصان ہوا اُس کا بھی تاوان نہیں جبکہ اُس نے عادت و عرف کے مطابق اُسے برتا استعمال کیا ہو فانہ کان بتسلیط منھا وما کانت العاریۃ الا للاستعمال ہاں جو کچھ حسام الدین نے قصداً خراب کیا یا اُس کی بے احتیاطی سے ضائع ہوا یا عرف و عادت سے زیادہ استعمال کرتے میں ہلاک ہو گیا اُس کا تاوان حسام الدین سے لے سکتی ہے لحصول التعدی فصول عمادی میں ہے اذا انتقص عین المستعار فی حالۃ الاستعمال لا یجب الضمان بسبب النقصان اذا استعملہ استعمالا معھودا واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال ششم

جو مال حسام الدین نے وقت شادی خواہ بعد شادی اپنی بی بی کو دیا اُس کی واپسی سے فیض النسا بیگم کو کچھ علاقہ نہیں ہو سکتا کہ اگر حسام الدین نے عاریۃ دیا تھا تو وہ خود اُس کا مالک ہے اور اگر زوجہ کو مالک کر دیا تھا تو بعد مرگ زوجہ اُس کے پسر و شوہر کو پہنچ کر پھر حسام الدین کے پاس آیا فیض النسا بیگم کا اُس میں کوئی حق نہ تھا نہ ہے وھذا ظاھر جدا واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

جواب سوال ہفتم

اس سوال کا جواب اُسی تحقیق جوابات سابقہ پر مبنی ہے زیور جہیز اگر بنظر احکام مذکورہ ملک خدیجہ بی قرار پائے تو وہ ایک چیز ہے کہ بحکم مالک رہن رکھی گئی مورثہ مدیونہ ہے اور مرتہن دائن وارث فک رہن کرائیں گے یا بتراضی باہمی وہی شئے دین مرتہن میں دیدینگے۔ یا زیور دین میں بیچا جائیگا

کچھ ہوگا یہ اُن کا باہمی معاملہ ہے جس سے فیض النسا بیگم کو کوئی تعلق نہیں اور اگر زیوروں کا ملک فیض النسا بیگم اور خدیجہ بی کے پاس عاریت ہونا ثابت ہو تو نظر کرینگے کہ یہ رہن رکھنا بے اجازت فیض النسا بیگم تھا یعنی نہ اُس سے اذن لے کر رہن رکھا نہ اُس نے بعد رہن اس تصرف کو جائز کیا جب تو اُسے اختیار ہے کہ رہن فسخ کرکے اپنی چیز مرتہن سے واپس لے لے مرتہن اپنا دین ترکہ خدیجہ بی سے لیتا رہے ردالمحتار میں ہے لانه تصرف فی ملکه علی وجه لم یؤذن له فیه فصار غاصبا وللمعیر ان یاخذه من المرتهن ویفسخ الرهن جوهرة اور اگر اُس سے پوچھکر اُس کی مرضی کے مطابق رہن رکھا (اگرچہ صورۃ حاضرہ میں ظاہرا اس کی امید نہیں) یا بعد رہن اُس نے اس تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کردیا تو رہن صحیح و نافذ ہوگیا اب فیض النسا بیگم جبتک دین مرتہن ادا نہو شئے مرہون واپس نہیں لے سکتی ہاں یہ اختیار رکھتی ہے کہ اگر ورثۂ خدیجہ بی فک رہن میں دیر لگائیں یہ خود مرتہن کو اُس کا دین دیکر اپنی چیز چھڑالے اور جو کچھ مرتہن کو دے ترکہ خدیجہ بی سے واپس لے عالمگیریہ میں محیط امام سرخسی سے ہے لو اراد المعیر افتکاکه لیس للراهن والمرتهن منعه ویرجع علی الراهن بما قضی لانه مضطر فی قضائه لاحیاء حقه وملکه درمختار میں ہے لو رهن دار غیره فاجاز صاحبها جاز ردالمحتار میں ہے ویکون بمنزلة مالو اعادها لیرهنها واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳: از رائے پور چھتیس گڈھ بیجناتھ پارہ مرسلہ منشی محمد قاسم صاحب حوالدار پیشی ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مقدمہ ذیل میں فیض النسا بیگم انجمن نعمانیہ رائے پور میں دادخواہ تھی کہ میں نے اپنی سوتیلی لڑکی مسماۃ خدیجہ بی بی کی شادی مسمی حسام الدین سے کردی اور لڑکی مذکورہ نے رحلت کی اب مجھے حسب رواج ملک اپنے کے جو کچھ مال متاع بنام جہیز اپنی لڑکی کو دی ہوں حسام الدین سے واپس دلایا جائے چونکہ بوقت دینے اسباب جہیز اپنی لڑکی کو مطابق رسم رواج عادت عالم کے نہ تو نیت تملیک کی کی جاتی ہے نہ ہبہ و عاریت کی بلکہ یوہیں بلا کسی نیت کے جو کچھ دینا منظور ہو وقت رخصت دولھا دولھن کے ہمراہ اُن کے کردیا کیے جاتا ہے غرض جو رواج عام خاص و عام میں پشتہا پشت سے جاری ہے حسام الدین سے واپس دلاکر دادرسی فرمائی جائے انتہی ارباب انجمن فیصلہ مقدمہ ہذا کا صرف اپنی ہی معلومات پر منحصر نہ فرماکر علمائے دین سے بھی فتووں کا

استندعا کیا چنانچہ فتوی علمائے دیوبند کا آخر فیصلہ فتوی روایات فقہ اس بارہ میں یہ ثابت ہوتا ہے
کہ شرفا میں مطلقا تملیک سمجھا جاتا ہے اور بغالب ظن عرف میں یہی ہے کہ کوئی شخص اسباب شادی دیکر واپس
نہیں لیتا لیکن باینہمہ عرف وہاں کا یہی ہے کہ واپس لیا جاتا ہے اور ہبہ و تملیک نہیں ہوتا فیض النسا بیگم
اُس کو واپس لے سکتی ہے انتہی فتوی ندوۃ العلما جس جگہ میں یہ عرف ہو کہ اشیائے جہیز بطور تملیک دیا جاتا
ہے جیسا کہ بلاد ہندوستان میں بھی یہی رواج ہے تو اُس مقام میں اشیاء لڑکی کی ملک ہو جائے گی
اور لڑکی کے ماں باپ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ واپس کر لے ہاں جس مقام میں رواج عاریۃ دینے کا ہے وہاں
اشیائے جہیز ملک لڑکی کی نہ ہونگی اور ماں باپ کو اختیار ہوگا کہ واپس کر لے فیض النسا بیگم کو چاہیے
کہ گواہوں سے اسباب جہیز دینا اپنے مال سے ثابت کر دے اُس کے بعد حسب رواج کاربند ہو انتہی
فیض النسا کے اپنے مال سے دینے پر صدہا گواہ موجود ہیں۔ فتوی جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب
بریلوی۔ سوال انجمن نعمانیہ رائے پور۔ سوال۔ شرع میں رواج ملک کو بھی مداخلت ہے کیا۔ جواب۔
مولانا صاحب حکم شرع مطہر کے لیے ہے عرف و رواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں ہاں بعض احکام
کو شرع اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے خواہ یوں کہ اگر یہ شے معروف و رائج ہو جائے تو اُس کے
لیے یہ حکم ہے خواہ یوں کہ حکم فی نفسہٖ حاصل اور یہ اُس کی صورت کا بتانے والا ہے یہ مسئلہ جہیز بھی صورت
ثانیہ سے ہے کہ والدین اپنے مال سے دولھن کو جہیز دیتے ہیں اور دینا ہبہ و عاریت دونوں کو محتمل اور اُن کا
تعین عرف پر محمول جہاں عرف غالب تملیک ہو وہاں دعوی عاریت نامقبول اور جہیز دینا تملیک ہی پر
محمول جبتک گواہان شرعی سے اپنا عاریت دینا ثابت نہ کریں اور جہاں عرف غالب عاریت ہو یا
دونوں رواج یکساں ہوں وہاں اُن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ایسی جگہ جہیز دینا تملیک نہ سمجھا جائیگا الخ
جناب من فتوی جناب کا قائز انجمن نعمانیہ ہوکر کے عرصہ دو سال کا ہوا ہوگا اس عرصہ دراز میں اکثر
اوقات پیش نظر یعنی جناب رکن اعظم انجمن جناب مولوی حکیم مسمی ابو سعید صاحب کے بھی رہا یقین ہوا
کہ مولوی صاحب اُن فتووں کے مطالب مقاصد ظاہر روایات کے موافق و مطابق بخوبی سمجھ و بوجھ گئے
ہونگے آخر الامر بروز جلسہ مع فتوے جناب کا بھی فتوی مولوی صاحب نے پڑھا اور جملہ اول جناب کے فتوے کا یہ تھا
"حکم شرع مطہر کے لیے ہے" مولوی صاحب نے جملہ مذکور کا خلاصہ اس طرح بیان فرمایا کہ جو حکم شرع کا ہے
وہ پاک ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں علاوہ بریں مولانا ممدوح کے فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ
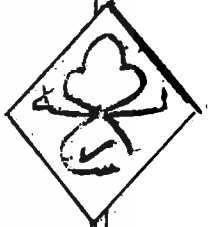
رواج ملک کو شرع میں کچھ دخل نہیں و نہ فیض النسا بیگم موافق دعوی اپنے اشیاء جہیز پانے کی کسی طرح حقدار ہو سکتی ہے بلکہ دعوی اُس کا شرعاً مردود اور رواج ملک مطرود کیونکہ رواج ملک بمقابلہ شرع کے ایک بیہودہ بات ہے غرض ارباب انجمن نے مولوی صاحب کے لاطائل بیان کو عدم وقعت مسائل فتوی سے بلا غور و تامل مان لیا انتہی۔ التماس بندہ محمد قاسم ع دل صاحب انصاف سے انصاف طلب ہے اگرچہ یہ ناچیز حسب مقدور انجمن تمانیہ میں بہت کچھ رویا مگر نہ رونے کا اثر ہوا نہ گانے کا چونکہ تاریخ ملاحظہ فتوی سے تا آخر یہی کہتا رہا کہ مقدمہ مذکور میں جو رواج ملکی کا ذکر ہے پر فتوی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رواج حکم میں عین شرع محمدی ہے اور جس پر حکم شارع علیہ السلام کا موجود ہیں فیض النسا بیگم موافق فتوی علمائے دین کے مال و اسباب جہیز کا موافق شرع محمدی کے واپس لینے کی مستحق ہے جیسے مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی اپنے فتوے میں لکھتے ہیں **قولہ** ہمارے بلاد میں رواج عام ہے کہ دولھن والے اپنی طرف سے سلامی وغیرہ میں جو کچھ کپڑے و نقد دولھا کو دیتے ہیں اُس سے تملیک ہی کا ارادہ کرتے ہیں وہ دینا ہبہ سمجھا جائے گا۔ غرض بندہ جناب کے مسئلہ کا خلاصہ ممبران انجمن کو اس طرح سمجھا و سوجھا دیا کہ ہندوستان میں ہزارہا بندہ خدا اس طرح کے بھی ہیں کہ جنھوں نے عمر خود میں کبھو نام تملیک کا سنا نہ ہبہ و عاریت کا بلکہ خاص رواج ملک کے بلانیت تملیک و ہبہ و عاریت کے جو کچھ دینا ہے بیٹی داماد کو دیا کرتے ہیں مگر اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ یہ جو اسباب شادی ہم بیٹی داماد کو دیتے ہیں وہ سب خاص ملک انھوں ہی کی ہے بس اس قدر سمجھنا انھوں کا حکم تملیک کا رکھتا ہے بس اسی کا نام شرع محمدی ہے پس اُس رواج عام کی تعمیل ہر فرد بشر پر کیا معنے بلکہ حاکم پر بھی واجب ہے پس اسی طرح اہل مدراس بھی بلانیت تملیک و ہبہ و عاریت کے اسباب جہیز دیا کرتے ہیں مگر دینے کے وقت اُن کی نیت یہ ہوا کرتی ہے کہ بعد فوت لڑکی کے وہ سب مال و اسباب واپس لیا کرینگے اور دولھا بھی سمجھ لیا ہے کہ مجھے ضرور ہی واپس دینا ہوگا پس یہ طرفین کے سمجھ لینے کا نام شرع محمدی میں معاہدہ ٹھہرا پس اُس کے واپس لینے میں کون امر شرعی مانع ہے پس بموجب رواج شرعی کے ایک بڑے زبردست فاضل و فقیہ مسمی صوبیدار شیخ حسین صاحب نے بمجرد فوت ہوتے ہی اپنی بہو کے اُس کا سب مال و اسباب جہیز کا واپس کر دیا اور اس مال کے استعمال کو واسطے اپنے حلال نہ جانا اور اس معاملہ کو ممبران انجمن
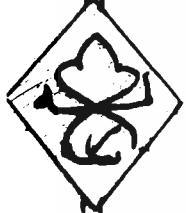
بخوبی جانتے ہیں بمقابلہ سمجھ اپنے نہ تو خدا کی مانے وہ نہ رسول خدا کی تو پھر علما فضلا کی کب ماننے لگے غرض اگر کوئی ہندوستانی مدراسی عورات کو شادی کرے بعد موت اُس عورت کے موافق رواج ملک کے اُس کو سب واپس دینا ہوگا چونکہ پابندی رواج ملک کی اُس پر واجب ہوگی برخلاف رواج ملک اپنے کے غرض فیض النسا بیگم کا اسباب جہیز دینا لڑکی اپنی کو موافق رواج ملک کے طرفین کی رضامندی سے شرعاً معاہدہ ٹھہرا جو حقیقت میں نظیر عاریت کی ہو سکتی ہے غرض فتوے سے علمائے دین کے صرف دو بات ہے اولاً یہ کہ جس ملک میں رواج تملیکا کا ہے وہاں بلک لڑکی کی ہوگی اُس میں ماں باپ واپس لے نہیں سکتے اور جہاں رواج عاریۃً دینے کا ہے وہاں ماں باپ واپس لے سکتے ہیں اور ملک مدراس میں موافق رواج قدیم کے بمجرد فوت ہونے لڑکی کے جو کچھ اسباب جہیز میں دیا گیا ہے واپس لیا کرتے ہیں نہ وہاں کوئی تملیک کو پوچھتا ہے وہ نہ عاریت کو خواہ شوہر متوفیہ کا عربی ہو و یا سندھی و یا ہندوستانی بلا عذر رواج ملک کے واپس کر دینا ہے انتہی الناس فیض النسا بیگم موافق رواج ملک اپنے کے اور مطابق فتویٰ علمائے دین کے جو آگے لکھ چکا ہوں اپنے داماد ہندوستانی سے پا سکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا

ثانیاً فیض النسا بیگم کی نسبت جو کچھ حکم مناسب ہو مختصر طور سے دو چار سطر کافی ہیں باقی جناب کے فتوے کا پہلا مسئلہ جو رواج اسباب جہیز وغیرہ کی نسبت ہے آگے اس استفتا کے لکھا ہوں جس کا پہلے جملہ حکم شرع مطہر کے لیے ہے اس تمام مسئلہ کا خلاصہ سہل وسلیس عبارت موافق عام فہم کے جس میں عربی و فارسی عبارت ولغات نہ ہو براہ نوازش تحریر فرمائیں عین بندہ نوازی ہوگی امید کہ جواب بھی اسی کاغذ میں مرحمت ہونا اعتبار میں بندہ کے فرق نہ ہو۔

الجواب

فتوائے فقیر کا وہ مطلب کہ رکن اعظم انجمن نے بیان کیا محض غلط ہے نہ اُن الفاظ سے کسی طرح اُس کا وہم گزر سکتا ہے سائل نے ان لفظوں سے سوال کیا تھا کہ شرع میں رواج ملک کو مداخلت ہے کیا ان کے جواب میں اگر ہاں کہا جاتا تو ایک برے معنی کو موہم ہوتا کہ شرع کے حکم میں اُس کے غیر کو مداخلت ہے اور اگر (نہ) کہا جاتا تو معنی غلط مفہوم ہوتے کہ عرف کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں حالانکہ صدہا احکام شرع مطہر نے عرف پر دائر فرمائے ہیں لہٰذا ان لفظوں سے جواب دیا گیا کہ حکم شرع مطہر کے لیے ہے یعنی اصل حاکم شرع شریف ہے عرف ورواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں کہ خلاف شرع
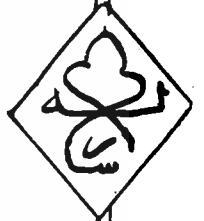
یا بے حکم شرع عرف وغیرہ اپنے آپ کوئی حکم لگا سکیں ان الحکم الا للّٰہ حکم کا مالک بس ایک اللہ ہے ہاں بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے کہ جہاں جیسا عرف ہو شرع اُس کا لحاظ فرماکر ویسا ہی حکم دیتی ہے تو اصل حکم شرع ہی کے لیے ہوا اور اُسی کے معتبر رکھنے سے وہاں عرف کا اعتبار ہوا یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ شرع نے یہاں عرف ورواج ملک پر مدار کار رکھا ہے اگر جہیز دیکر دولھن کو اُس کا مالک سمجھتے ہیں تو تملیک ہوگئی اور اگر واپس لے لیتے ہیں تو عاریت رہی اُس فتوے کے صاف معنے یہی تھے نہ یہ کہ یہاں رواج ملک مطلقاً مردود و بے اعتبار ہے اُسی فتوے میں صراحۃً یہ لفظ موجود تھے بالجملہ یہاں مدار عرف ورواج پر ہے اور ان سب اقوال وتفاصیل کا یہی منشا توجدھر عرف لیجائے اُسی طرف جانا واجب الخ سائل نے سوالات کلی طور پر کیے تھے کہ شرع میں رواج کو دخل ہے یا نہیں جہیز جولڑکی کو دیا جاتا ہے عاریت سمجھا جائے گا یا نہیں اس وجہ سے جواب میں اُن تفصیلوں تحقیقوں کا افادہ ضرور ہوا اب کہ آج کے سوال میں خاص مسئلہ فیض النسا بیگم سے سوال اور تصریحاً بیان ہے کہ یہاں تملیک مقصود نہیں ہوتی اور عموماً واپس لیتے ہیں اور گواہ موجود ہیں کہ فیض النسا بیگم نے یہ جہیز اپنے ہی مال سے دیا اس کا جواب اسی قدر ہے کہ اس صورت میں ضرور فیض النسا بیگم جہیز واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے جبکہ اُس کی طرف سے کوئی دلیل تملیک نہ پائی گئی ہو کہ جبکہ وہاں مطلقاً عموماً بعد موت عروس واپسی جہیز کا رواج ہے تو ظاہرا یہ رواج حقیقی ماں باپ کے سوا اوروں میں بھی دائر وسائر ہوگا کہ جو شخص اپنے مال سے عروس کو جہیز دے بعد موت عروس واپس لے کہ جب حقیقی ماں باپ ہمیشہ واپس لیتے ہیں تو اور لوگ بدرجہ اولی واپس لیتے ہوں گے تو اس عرف واپسی بعد الموت میں فیض النسا بیگم بھی داخل ہوئی ہاں غیروں کے لیے یہاں محل نظر اتنا ہی تھا کہ جہیز اپنے مال سے دینا ثابت ہو اُس کی نسبت سائل بیان کرتا ہے کہ صدہا گواہ موجود ہیں تو اب فیض النسا بیگم کو اختیار واپسی ملنے سے کوئی مانع نہ رہا وذلک کلہ ظاہر لمن حقق النظر فی فتونا الاولی ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲ از انجمن بریلی ۴۔ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن اسلامیہ بریلی نے ایک یتیمہ کا نکاح کیا بعد نکاح کے معلوم ہوا کہ یتیمہ عورت نہیں اس وجہ سے شوہر نے نہیں رکھا اور سامان جہیز جو انجمن سے یتیمہ کو دیا گیا تھا

وہ واپس آیا آیا وہ جہیز حق انجمن کا ہے یا یتیمہ کو ملنا چاہیے۔

الجواب

بیان تفصیلی سوال آرندہ سے معلوم ہوا کہ یتیمہ عورت تو ضرور ہے مگر مرد کے قابل نہیں عورت نہونے سے سائل کی یہی مراد ہے صورت مستفسرہ میں وہ جہیز خاص ملک یتیمہ ہے انجمن کا اُس میں کچھ حق نہیں کہ جہیز ان بلاد بلکہ عامہ امصار کے عرف عام میں تملیکاً دیا جاتا ہے اور عورت اُس کی مالک مستقل ہوتی ہے مرد کے قابل نہونا کچھ مانع ملک نہیں فی رد المحتار کل احد یعلم ان الجھاز ملك المرأۃ **اقول** تحقیق مقام یہ ہے کہ انجمنوں میں جو روپیہ چندے سے جمع ہوتا ہے اگرچہ ملک چندہ دہندگان سے خارج نہیں ہوتا کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی کتاب الوقف من فتاونا مگر صدر انجمن جس کے حکم سے یہ سب کام ہوتے ہیں تمام تصرفات جائزہ انجمن میں چندہ دینے والوں کا وکیل مجاز ہے اسباب جہیز کہ اُس نے خرید اگرچہ یہاں کسی شے معین کی خریداری پر توکیل نہیں نہ وقت شرا یہ نیت ظاہر کہ چندہ دینے والوں کے لیے خریدتا ہوں مگر جبکہ زر چندہ سے قیمت دی گئی تو اشیائے خریدہ بھی اُن سب کی ملک ہوئیں بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ بکار انجمن برائے انجمن خریداری نیت الموکلین ہے کہ انجمن اُن ہی کی ہیأت مجموعی سے عبارت ہے فی الدرالمختار لو وکلہ بشراء شیئ بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمال الموکل اھ ملتقطا اب جس طرح وہ وکیل بالشرا تھا وکیل بالہبہ بھی ہے تو یہ ایک ہبہ ہے کہ جماعت کی طرف سے بنام یتیمہ واقع ہوا اور ایسا ہبہ مطلقا جائز ہے اگرچہ شے موہوب قابل قسمت بھی ہو لان القابض واحد فلا شیوع فی الدرالمختار وھب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع یہ اُس صورت میں ہے کہ یتیمات کا نکاح کرنا انھیں مال انجمن سے جہیز دینا اغراض مشتہرہ معلومۂ انجمن میں داخل ہو جس سے اس امر میں بھی مالکان چندہ کی طرف سے توکیل صدر حاصل ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ بلا اذن مالکین یہ تجہیز صدر نے بطور خود کی تو اب وہ اس شرائے سامان میں فضولی ہوگا اور شرا جبتک نفاذ پائے مشتری پر نافذ ہوتا ہے اور اس صورت میں وقت شرا چندہ دہندوں کی طرف اضافت نہونا خود ظاہر تو تمام سامان ملک صدر ہوا اور اُس کی طرف سے یتیمہ کے لیے ہبۂ تامہ ہوگیا یوں بھی صورت مذکورہ میں مال ملک یتیمہ ہوگا حق انجمن سے اصلاً علاقہ نہیں ہاں انجمن کے روپے کا تاوان صدر پر آئیگا لحذہ نہ واتلافہ فیما لم یوذن بہ درمختار میں ہے
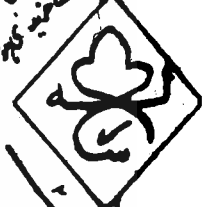
لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ اذا لم یضفہ الی غیرہ فلو اضاف بان قال بع ہذا لفلان فقال بعتہ لفلان توقف بزازیہ وغیرہا اھ باختصار واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی جس وقت شادی ہوئی تو اُس کے والدین نے حسب دستور جوڑے زیور وغیرہ چڑھایا اور بعد نکاح ہونے کے لڑکی کے والدین نے کچھ زیور اور جوڑے وغیرہ جہیز میں دیا بعدہٗ کچھ زیور نکاح کے بعد بنوا دیا زید نے۔ اور کچھ کپڑا وغیرہ بھی علاوہ معمولی کپڑے کے اور اُس عورت نے وقت مرنے اپنے شوہر کے اور اب تک مہر بھی معاف نہیں کیا بلکہ مرتے وقت اُس کے پاس بھی نہیں گئی اور زید کے تام کچھ جائداد وغیرہ نہیں ہے اس صورت میں اُس مال کا مالک کون ہوگا اور مہر کا ادا کرنا کسی کے ذمے عائد ہوگا یا نہیں اگر عائد ہوگا تو کس کے ذمے ہوگا۔

الجواب

جو کچھ زیور کپڑا برتن وغیرہ عورت کو جہیز میں ملا تھا اُس کی ملک خاص عورت ہے اور جو کچھ چڑھاوا شوہر کے یہاں سے گیا تھا اُس میں رواج کو دیکھا جائیگا اگر رواج یہ ہو کہ عورت ہی اُس کی مالک سمجھی جاتی ہے تو وہ بھی عورت کی ملک ہوگیا اور اگر عورت مالک نہیں سمجھی جاتی ہے تو وہ جس نے چڑھایا تھا اُسی کی ملک ہے خواہ والد شوہر ہو یا والدہ یا خود شوہر۔ اور جو زیور زید نے بعد نکاح بنوایا اگر عورت کو تملیک کردی تھی یعنی یہ کہدیا تھا کہ میں نے یہ زیور تجھے دے ڈالا تجھے اُس کا مالک کردیا اور قبضہ عورت کا ہوگیا تو یہ زیور بھی ملک زن ہوگیا اور اگر کہا کہ تجھے پہننے کو دیا تو شوہر کی ملک رہا اور اگر کچھ نہ کہا تو رواج دیکھا جائیگا اسی طرح زیور بنا دینے کو اگر عورت کی تملیک سمجھتے ہیں تو بعد قبضہ عورت مالک ہوگی ورنہ ملک شوہر پر رہا۔ عورت کا مہر ذمہ شوہر ہے اگر شوہر کا کچھ مال مثلاً یہی زیور کہ اُس نے بنا دیا تھا اور عورت کی ملک اُس میں ثابت نہ ہوئی تھی یا اور جو چیز ملک شوہر پائے اُس سے وصول کرے اگر ملک شوہر کچھ نہ ملے تو شوہر کے والدین وغیرہما سے کچھ مطالبہ کسی وقت نہیں کرسکتی جبکہ اُنھوں نے مہر کی ضمانت نہ کرلی ہو اُس کا معاملہ عاقبت پر رہا اور افضل یہ ہے کہ شوہر کو معاف کردے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ملک برہما شہر اکیاب تھانہ منگڈو ج پوسٹ آفس ناکپورا بازار ضلع رامپور بیل مسئولہ ناظر علی صاحب

داد وسند معتاد و معروف کہ در مصالح انتظام مناکحت و مصاہرت مروج و مالوف ست از روئے شرع شریف جائز است یا نہ اگر چیزے ونقدے بنا بر عرف دیار خود از خاطب و ناکح گرفتہ می شود خواہ بشرط باشد یا بغیر شرط چنانکہ در دیار بنگالہ و برہما از قدیم الایام دستور ست کہ از خطاب و ناکح قبل عقد نکاح بطور ساچق لوازمہ شادی و نکاح کہ مراد از برگ تنبول و پوپل و جغرات و شکر وغیر ذلک باشد و خرچہ ضیافت احباب طرفین می گیرند جائز خواہد شد یا نہ و بعضے علمائے بنگالہ و برہما می گویند کہ بایں طور گرفتن جائز نیست زیراکہ رشوت ست و در ارقام رشوت داخل پس قول ایشاں صحیح ست یا نہ بینوا بالسند الکتاب توجروا من اللہ الوہاب فی یوم الجزاء والحساب۔

الجواب

رشوت آنست کہ در بعض اقوام اراذل شائع ست کہ دختر و خواہر خود را بزنی ندہند تا چیزے بمعاوضہ از خاطب برائے خود نگیرند و نیز آنست کہ کسے مولیہ خود را بزنی دادہ باشد و بشوئی نسپرد تا چیزے برائے خود نگیرد فی البزازیۃ الاخ ابی ان یزوج الاخت الا ان یدفع الیہ کذا فدفع لہ ان یاخذہ قائما اوھالکا لانہ رشوۃ اھ وفی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار اخذ اھل المرأۃ شیئا عند التسلیم بان ابی ان یسلمھا اخوھا ونحوہ حتی یاخذ شیئا فللزوج ان یسترد لانہ رشوۃ اما انچہ بر وجہ صلہ و ہدیہ و معونت متعارف شدہ است تا در ضیافات وامثالہا صرف کردہ شود زنہار نہ رشوۃ ست نہ حرام فی الخیریۃ رجل خطب من اٰخر اختہ ودفع لہا شیئا یسمی ملاک ودراھم ایضا من عادۃ اھل الزوجۃ اتخاذ طعام بھا ان اذن لھم باتخاذہ واطعامہ للناس صار کانہ اطعم الناس بنفسہ طعاما لہ وفیہ لا یرجع تمام تحقیق ایں مسئلہ در فتاوے فقیر مذکور ست واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۷: از کھاتہ نگر یا مرسلہ سید ضیاء الدین احمد صاحب ۹ محرم شریف ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد نعیم خاں نے اپنے بست سالہ لڑکے عبدالرحیم خاں کا نکاح ایک لڑکی سے کیا اور قبل عقد حسب رواج کچھ زیور طلائی و نقرئی اس لڑکی کو چڑھایا رخصت نہ ہونے پائی تھی کہ عبدالرحیم خاں انتقال کر گیا لڑکی اپنے والدین کے گھر رہی شوہر کو بالکل دیکھا بھی نہیں ایسی حالت میں وہ زیور والد متوفی کو قابل واپسی ہے یا نہیں اور یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ ایسے موقع پر اکثر زیور عاریت لے کر بھی چڑھا دیتے ہیں اور بعد رخصت واپس لیکر دیدیتے ہیں

یہ شخص بہت قلیل المعاش اور معمولی شخص تھا اس کے والدین اس قدر حیثیت نہیں رکھتے کہ اس قدر کثیر الیت کے زیور کو اپنے پسر کی زوجہ کو بعد رخصت بھی بخشیدہ و موہوبہ سمجھ لیتے اور اُن کے یہاں رواج عام بھی خانگی ایسا ہی ہو رہا ہے کہ اگر ایسا چڑھاوا چڑھایا تو بعد رخصت واپس لے لیا اگر ذی مقدور ہوئے اور حاجت نہ ہوئی تو چھوڑ دیا فقط

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُس کی واپسی ضروری ہے لانہ لاھبۃ نصا ولا دلالۃ ولو اشترط العرف لم یدل علی التملیک وکان الدافع ادری بجھۃ الدفع فکیف وقد دل علی التملیک من اخفاء ذات الید وھذا منھم کما ذکر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئولہ عبدالرحیم خاں یکم رجب ۱۳۲۹ھ

(۱) شادی کے قبل جس کو چڑھاوا کہتے ہیں جو کہ دولھن کو کچھ زیورات وکپڑا وغیرہ پہنایا جاتا ہے وہ کیسا ہے۔

الجواب

جائز ہے پھر اگر اُس سے مقصود دولھن کو مالک کر دینا ہوتا ہو تو بعد قبضہ دولھن مالک ہو جائے گی ورنہ جس نے چڑھایا اُس کی ملک رہے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جسکو لگن کہتے ہیں ایک پیتل کی تھالی ہوتی ہے جسمیں کچھ روپیہ کپڑا وغیرہ دولھن کی طرف سے رکھکر دولھا کے مکان پر آتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں اور اس کا مالک کون ہے۔

الجواب

جائز ہے اور دولھا بعد قبضہ اُس کا مالک ہو جاتا ہے کہ اس میں یہی عرف عام ہے اور لگنے میں رواج مختلف واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹ از بلہاری احاطہ مدراس مرسلہ محمد نصیر الدین صاحب قادری حنفی ۲۴۔ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید بچپن سے اپنے باپ کے ساتھ ایک ہی دوکان میں بیوپار کرتا رہا (یعنی اپنے باپ کے ماتحت تھا اور کام بھی کرتا تھا) اور اپنے باپ ہی کے گھر میں تھا مذکور زید کی شادی باپ عمرو نے ہی کیا اب زید نے انتقال کیا مرحوم زید کی عورت اپنا جہیز اور اپنا مال وزر اور وہ مال جو نسبت کے وقت اس کو دیے ہیں (عرف میں جس کو چڑھاوا کہتے ہیں) اور اپنا مہر اپنے خسر سے طلب کر سکتی ہے یا نہیں اور اس کی عدت

میں نان ونفقہ کس کے ذمہ ہے بینوا توجروا

الجواب

جہیز تو سب عورت کا ہے اس میں کسی کا حق نہیں ردالمحتار میں ہے کل احد یعلم ان الجہاز ملک المرأۃ لاحق لاحد فیہ اور چڑھاوے کا اگر عورت کو مالک کر دیا گیا تھا خواہ صراحۃً کہدیا تھا کہ ہم نے اس کا تجھے مالک کیا یا وہاں کے رسم و عرف سے ثابت ہو کہ تملیک ہی کے طور پر دیتے ہیں جب تو وہ بھی عورت ہی کی ملک ہے ورنہ جس نے چڑھایا اس کی ملک ہے باقی مال و زر جو اپنے باپ کے یہاں سے لائی یا شوہر یا شوہر کے باپ نے بطور تملیک اس کو دیا یعنی ہبہ کر کے قبضہ دیدیا وہ بھی عورت ہی کی ملک ہے اور اگر گھر کے خرچ کے لیے دیا اور مالک نہ کیا یا بطور امانت اس کے پاس تھا تو شوہر یا اس کا باپ جس کا تھا اسی کا ہے، مہر کا مطالبہ شوہر پر ہے اگر اس کا ذاتی کوئی مال ہو اس سے وصول کرے شوہر کے باپ پر دعوی نہیں کر سکتی جبتک اس نے کفالت نہ کر لی ہو عدت طلاق کا نفقہ ہوتا ہے عدت موت کا نفقہ ہی نہیں جس کا وہ کسی سے مطالبہ کر سکے اپنے پاس سے کھائے واللہ تعالٰی اعلم۔
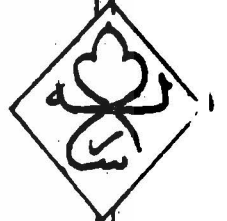
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱: از شاہجہاں پور محلہ بارہ دری مرسلہ عبداللہ خاں صاحب ۵۔ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید نے قادیانی مذہب اختیار کرلیا اور اُس کی عورت بدستور اپنے اصلی مذہب حنفی پر قائم رہی گو زید نے مذہب قادیانی گوارا کرنے میں اپنی عورت کو مجبور نہیں کیا لہذا ایسی حالت میں کہ جب ما بین زن و شوہر کے اختلاف مذہب ہوگیا از روئے حکم شرع شریف کے بحالت طرز معاشرت درمیان زن و شوہر جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں عورت فوراً نکاح۔ سے نکل گئی اُن میں باہم کوئی علاقہ نہ رہا مرد محض بیگانہ ہوگیا اب اُس سے قربت زنائے خالص ہوگی تنویر الابصار میں ہے وارتداد احدھما فسخ فی الحال واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲: از ریاست بھوپال کچا بنگلہ چیف سکریٹری صاحب مرسلہ مجتبٰی علیخاں صاحب ۱۶۔ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت قوم نصارٰی یا مجوس ہے اور وہ عورت مسلمان نہیں ہوئی ہے وہ اپنے مذہب پر قائم ہے ایک شخص کہ وہ مسلمان ہے اور وہ شخص اُس کے ساتھ عقد کرنا چاہتا ہے اور وہ عورت مسلمان نہیں ہوئی تو اُس کے ساتھ نکاح جائز ہے یا مسلمان ہوئے تو جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

عورت مجوسیہ سے مسلمان نکاح نہیں کرسکتا اگر کریگا باطل ہوگا۔ یوہیں نصرانیہ سے ایک قول پر اور دوسرے قول پر نصرانیہ سے نکاح اگرچہ ہوجائیگا مگر ممنوع و گناہ ہے۔ پہلے قول پر اُس سے بچنا فرض ہے اور دوسرے قول پر واجب واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳: از خیرآباد ڈاکخانہ خاص محلہ شیخ سرائے ضلع سیتاپور مرسلہ امتیاز علی صاحب ۹۔ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ دونوں مسلمان حنفی المذہب زن و شوہر ہیں ہندہ سیّدہ ہے مگر جاہل بیوقوف تُند مزاج ہے اور زید شیخ کچھ لکھا پڑھا اور سخت مزاج غصہ ور ہے اور ہر دو معزز اور ایسے خاندان کے ہیں جو اپنے مذہب کے پابند و مطیع اور مسائل شریعت سے واقف
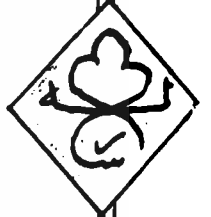
ہیں جس میں ایک دوسرے کے حقوق کے بھی مسائل شامل ہیں زید چاہتا ہے کہ ہندہ پرورش اطفال وخدمت خود وخاطر مدارات اعزا واحباب وامور خانہ داری ومہمان نوازی تابمقدور کرے اگر کوئی کام زید کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو زید ہندہ سے سختی سے پیش آتا ہے اور اکثر سخت مگر مہذب الفاظ کہتا ہے ایسے کاموں میں وسط رمضان مبارک میں زید ہندہ سے خفا ہوا اور ہندہ سے کہا کہ میں نے تم کو بارہا نصیحت کی اور پھر اپنے اور تمہارے گھر والوں میں نصیحت کی مگر کچھ سودمند نہ ہوا اب صرف اذیت کا درجہ باقی ہے جس کو اگر میں چاہوں تو مجھکو پہنچانے کا حق ہے اور یہ شرعی احکام ہیں مگر میں بوجہ شرافت اس کو پسند نہیں کرتا ہوں اگر تم کو یہ پسند نہیں ہے اور نباہ ہونا مشکل ہے تو مجھ سے کہدو کہ میں تمکو آزاد کردوں یعنی طلاق دیدوں کیونکہ شریعت کی یہ تعلیم ہے بعد کو تم اپنا کرلینا جیسا تم کو اچھا معلوم ہو میں اپنا کرونگا اس میں کوئی عیب نہیں ہے اس پر ہندہ نے غصہ میں آکر یہ کہا کہ (چولھے میں جائے ایسی شریعت یا مَری پڑے ایسی شریعت پر) زید کو فقرہ اول یاد ہے کہ ہندہ نے کہا تھا ہندہ اس سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے فقرہ نمبر ۲ کہا تھا اور کہتی ہے کہ مجھ سے غصہ میں روزمرہ کی بول چال کے مطابق یہ الفاظ نکل گئے اس سے میری غرض یا نیت اسلام سے خارج ہونے کی نہ تھی نہ تحقیر شریعت لہذا مفصلہ ذیل امور کا جواب برائے خدا ورسول بحوالہ کتب جلد مرحمت فرمایئے (۱) کیا فقرۂ مذکورہ بالا سے ہندہ مرتد ہوگئی اور اسلام سے خارج ہوئی (۲) اگر مرتد ہوگئی تو کیا نکاح فسخ ہوگیا اور ہندہ درجۂ طلاق میں گئی (۳) کیا زید اب بلاطلاق دیے ہوئے ہندہ سے تعلق ترک کرسکتا ہے اور کوئی مواخذہ اُس سے نہ ہوگا (۴) کیا بحالت مرتد ہونے کے اور نکاح فسخ ہونے پر مہر سابقہ کلیۃً یا اُس کا کوئی جز اُس پر واجب الادا ہی یا بالکل سوخت (۵) کیا ایسی صورت میں ہندہ بعد تجدید ایمان بلا اجازت زید دوسرا نکاح کرسکتی ہے (۶) کیا ہندہ کا نفقہ ایسی صورت میں زید پر واجب الادا ہے (۷) اگر ہندہ نے تجدید ایمان کرلیا تو کیا زید وہندہ باہم دگر تجدید نکاح پر شرعاً مجبور ہیں اور اگر نہ کریں تو کوئی مواخذہ تو نہ ہوگا (۸) صورت حال میں اگر زید تجدید نکاح پر تیار ہو تو مہر سابقہ تعداد پر معین ہوگا یا اب تعداد جدید فریقین کی رضامندی پر معین ہوگی (۹) صورت حال میں کیا ہندہ زید کی مرضی کے موافق کم مہر پر مجبور کی جاوے گی اور تعداد مہر کم سے کم کیا ہوسکتی ہے۔

الجواب

ہندہ نے پہلا خواہ کہا ہو خواہ دوسرا ہر طرح اُس کا ایمان جاتا رہا کہ اُس نے شرع مطہر کی توہین کی مگر ہندہ[ف۱] نکاح سے نہ نکلی نہ ہرگز اُسے روا ہے کہ بعد اسلام کسی دوسرے سے نکاح کرلے لان الفتوی علی روایۃ النوادر لاجل فساد الزمان کما بیناہ فی فتاوٰنا ہاں بعد اسلام[ف۲] زید سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی احتیاطاً للاصل المذہب زید اگر اُس سے ترک تعلق چاہے تو طلاق دے ہندہ کا نفقہ زید پر نہیں جبتک اسلام نہ لائے کہ وہ اپنے فعل سے زید پر حرام ہوگئی ہے ولا نفقۃ لمرتدۃ مگر مرتدہ[ف۳] ہونے سے مہر مدخولہ ساقط نہیں ہوتا تمام وکمال بدستور زید پر واجب ہے تجدید نکاح میں مہر جدید برضائے فریقین معین ہونا یا پہلی تعداد کا لحاظ کچھ ضرور نہیں بلکہ ہندہ سب سے کم مہر پر مجبور کی جاسکتی ہے جس طرح[ف۴] نکاح پر مجبور کی جائے گی درمختار میں ہے تجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی ردالمحتار میں ہے فلکل قاض ان یجدد بمہر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا مہر کی اقل مقدار دس درم ہے کہ یہاں کے روپے سے تیرہ آنے سے کچھ کم ہے یعنی ۱۲ ر ۹ ۳/۵ پائی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ[۷] از قصبہ محمد خاں صاحب امام جامع مسجد ملاجی صاحب ڈاک خانہ خاص کلانہ ضلع رہتک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ کسی ہندو کی لڑکی نابالغ بغیر اجازت والی کے کہیں سے لے آوے اور بغیر مسلمان کیے نکاح پڑھا دیوے جائز ہے یا کہ نہیں اور اگر جائز ہے تو جس نے نکاح پڑھایا ہے اُس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا کہ نہیں اور اُس پر کیا جرم ہے اور اسی طرح سے مسلمان نابالغ لڑکی سے بغیر اجازت والی کے دوسرا کوئی نکاح پڑھا دیوے تو پھر والی اُس کو توڑ سکتا ہے یا کہ نہیں اور پڑھانے والے پر کیا الزام ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

نابالغہ کا نکاح بے اجازت ولی نافذ نہیں ہوسکتا ولی اُسے فسخ کرسکتا ہے اور ہندو کی لڑکی سمجھ وال کہ اسلام وکفر جانتی ہے اگر کفر اختیار کرے تو خود مشرک ہے۔ اور سمجھ وال نہ ہو تو اپنے باپ کے اتباع سے مشرکہ ہے بہرحال اُس سے نکاح باطل ہے اگرچہ باجازت ولی ہو ہاں اگر سمجھدار ہونے کی حالت میں ایمان لے آئے اُس کے بعد باجازت اُس کے کسی ولی مسلم ورنہ اذن حاکم اسلام سے نکاح کیا جائے تو صحیح ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ[۸] از لکھنؤ محلہ گڈھیا کمال جہاں مسئولہ مولوی عابد حسین صاحب جاسوی ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

ف۱: عورت اگر کفر کرے تو نکاح سے نہیں نکلتی یہی مفتٰی بہ ہے۔

ف۲: بعد اسلام تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی۔

ف۳: مرتدہ کے لیے نفقہ نہیں۔

ف۴: ارتداد زن سے مہر ساقط نہیں ہوتا۔

ف۵: [illegible]
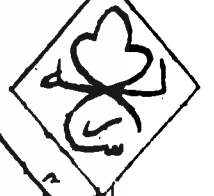
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رافضیہ عورت سے نکاح شرعًا جائز ہے یا ناجائز نیز اگر دھوکہ سے کوئی شخص کسی رافضیہ عورت سے نکاح کرلے مثلًا زید کو یہ نہیں معلوم ہے کہ عورت کا مذہب سُنّی ہے یا شیعہ اور زید سے پوشیدہ بھی رکھا جائے اور بعد کو معلوم ہوجائے اور منکوحہ توبہ بھی نہ کرے تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

رافضیہ سے نکاح باطل محض ہے اُس وقت معلوم ہو یا نہ ہو بہرحال اُس پر فرض ہے کہ اُس سے جُدا ہوجائے وہ محض اجنبیہ ہے اصلًا قابلیت نکاح نہیں رکھتی جبتک اسلام نہ لائے عالمگیریہ میں ہے وکذلك لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ف ۱: کافر کے لیے عدت اصلًا نہیں۔

مسئلہ از بنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۵ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک ہندو قوم کھٹک نے اپنی عورت کو اپنے مذہب کے موافق طلاق دیدی تخمینًا چار ماہ کے بعد عورت مذکورہ مسلمان ہوئی اپنی خوشی و رضامندی سے اور جس جلسے میں مسلمان ہوئی اُسی جلسہ میں نکاح بھی ہوا نکاح کیسا ہوا اور اس میں عدت کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں نکاح صحیح ہوگیا ف۱ کافر کے لیے عدت تو اصلًا نہیں رد المحتار میں ہے لا عدۃ من الکافر عند الامام اصلا فلا ف۲ تثبت الرجعۃ للزوج بمجرد طلاقھا وقیل تجب والاصح الاول کما فی القھستانی عن الکرمانی ومثلہ فی الغایۃ وذکر فی الفتح انہ اولی اور جب وہ طلاق دے چکا اُسے عورت سے کچھ علاقہ نہ رہا کہ بعد اسلام زن اُس کے اسلام یا انکار کا انتظار کیا جائے اور یہاں بوجہ عدم حکومت اسلام تین حیض گزرنے تک اُس کے اسلام نہ لانے کو قائم مقام انکار ٹھہرا کر حکم فرقت دیا جائے درمختار میں ہے لو اسلم احد المجوسیین فی دار الحرب وملحق بھا لم تبن حتی تحیض ثلثا قبل اسلام الاٰخر اقامۃ لشرط الفرقۃ (وھو مضی ھذہ المدۃ ش) مقام السبب وھو الاباء لان الاباء لا یعرف الا بالعرض وقد عدم العرض لانعدام الولایۃ ومست الحاجۃ الی التفریق لان المشرك لا یصلح للمسلم واقامۃ الشرط عند تعذر العلۃ جائز فاذا مضت ھذہ المدۃ صار مضیھا بمنزلۃ تفریق القاضی بدائع ش) ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بھا یہاں نفس طلاق سے فرقت پہلے ہی ہوچکی اور عدت ہے نہیں لہذا انتظار کی اصلًا حاجت نہیں عورت اگرچہ طلاق ہوتے ہی

ف ۲: مسئلہ: کافر اگر اپنی عورت کو طلاق دیدے تو شوہر کو رجعت ثابت نہ ہوگی۔
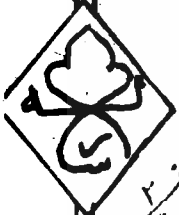
فوراً مسلمان ہوجائے مسلمان ہوتے ہی فوراً نکاح کرسکتی ہے ہدایہ میں ہے لابی حنیفۃ انھا ای العدۃ اثر النکاح المتقدم وجبت اظہار الخطرہ ولا خطر بملك الحربی ولھذا لا تجب علی المسبیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مسجد جامع میرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ سراج الحق صاحب امام جامع مذکور وشیخ بدو دربان چکل ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ھذہ المسألۃ ھل یجوز لزید عند الاختلاط ان یقبل خد منکوحتہ وثدیھا وان یمص ثدیھا وان یدخل ثدیھا فی فمہ شھوۃً وتلذذاً سواءً کانت ذات لبن ام لا وسواء کانت مراھقۃ ام بالغۃ فبینوا حکم کل شق منھا بالادلۃ والتفاصیل۔

الجواب

یجوز للرجل التمتع بعرسہ کیفما شاء من قرنھا الی قدمھا الا ما نھی اللہ تعالٰی عنہ وکل ما ذکر فی السؤال لا نھی عنہ اما التقبیل فمسنون مستحب یؤجر علیہ ان کان بنیۃ صالحۃ واما مص ثدیھا فکذلك ان لم تکن ذات لبن وان کانت واحترس من دخول اللبن حلقہ فلا باس بہ وان شرب شیئاً منہ قصداً فھو حرام وان کانت غزیرۃ اللبن وخشی ان لو مص ثدیھا یدخل اللبن فی حلقہ فالمص مکروہ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن رتع حول الحمی اوشك ان یقع فیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

السؤال الثانی

وکم مدۃ یجوز لہ السفر حال کونہ مجرداً عنھا۔

الجواب

السفر ان كان بضرورة تقدر بقدرها ولا يعين له حد وقد امر صلى الله تعالٰى عليه وسلم بتعجيل القفول بعد قضاء الحاجة والسفر قطعة من العذاب يمنع احدكم طعامه وشرابه ومنامه فاذا قضى احدكم نهمته فليعجل اوكما قال صلى الله تعالٰى عليه وسلم اما اذا كان بلا ضرورة ولم يستصحبها معه فلا يمكث اكثر من اربعة اشهر بذلك امر امير المؤمنين عمر الفاروق رضى الله تعالٰى عنه وفى الحديث قصة والله تعالٰى اعلم۔

مسئلہ ۳۷: از حیدر آباد دکن معرفت پوسٹ ماسٹر مرسلہ حسام الدین صاحب ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمرو زید کے خالو ہوتے ہیں اور ان کا وطن قدیم امیٹھی خطہ اودھ ہے ان کی تعلقات ملازمت حیدر آباد میں ہوئے زید اصل باشندہ کاکوری ضلع لکھنؤ کا ہے اور اس نے خطہ متوسطہ میں ملازمت انگریزی اختیار کی۔ تعارف و قرابت سابقہ کی وجہ سے زید کا نکاح عمرو کی دختر کے ساتھ حیدر آباد میں ہوا اور کوئی شرط کسی قسم کی مہر وآمد و رفت وغیرہ کی نسبت نہیں ہوئی بعد نکاح عمرو نے اپنی دختر کو زید کے ساتھ متعدد مرتبہ زید کی جائے ملازمت مختلف اضلاع خطہ متوسطہ پر اس کے ہمراہ روانہ کردیا حتی کہ زید کی صلب سے ہندہ دختر عمرو کے تین اولادیں ہوئیں۔ نکاح کو چھ سال بعد مسماۃ ہندہ اور خود والد ہندہ کو یہ عذر ہوا کہ زید کے ساتھ سفر دور دراز جائے ملازمت زید پر جانا منظور نہیں کیونکہ ان کا بیان ہے کہ زید کو شرعاً ایسا حق نہیں کہ وہ ہندہ کو سفر میں اپنے ساتھ لے جائے مطالبہ مہر باعث انکار سفر نہیں قابل دریافت یہ امر ہے کہ ایسی حالت میں زید کو اپنی زوجہ ہندہ کو اپنی جائے ملازمت وسکونت پر لیجانے کا شرعاً حق ہے کہ نہیں اگر ہندہ عذر اذیت و تکلیف دہی بر جانے سے انکار کرے اور اس عذر کو ثابت نہ کرسکے یا ثبوت پیش کردہ اگر سمجھا جائے تو زید بعد ادخال ضمانت معتبر ہندہ کو اپنے ساتھ لے جانے کا مجاز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل حکم یہ ہے کہ مرد جہاں رہے اپنی عورت کو اپنے ساتھ رکھے، قال اللہ تعالٰی: واسکنوھن من حیث سکنتم۔ اور ساتھ ہی یہ حکم ہے کہ عورت کو ضرر نہ پہنچائے اُسے تنگی نہ کرے، قال اللہ تعالٰی: ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن۔ جبکہ مہر معجل نہ تھا یعنی پیش از رخصت دینا قرار نہ پایا تھا تو عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا کوئی اختیار نہیں نہ اس کا باپ اسے شوہر سے جدا کرسکتا ہے ہاں اگر شوہر کی طرف سے عورت کو ضرر رسانی و بلاوجہ شرعی ایذا دہی بروجہ کافی ثابت ہو تو اسکا بندوبست کیا جائے اگرچہ کچہری کے ذریعہ سے ضمانت داخل کرنے سے ظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ زید کوئی ایسا کفیل معتمد پیش کریگا جو زید کو ایذا رسانی سے مانع ہوسکے اور عمرو و ہندہ کو اس پر اعتبار ہو یا یہ معنی ہیں کہ کوئی ضامن دیا جائے گا کہ اگر زید ایذا رسانی کرے تو اتنا روپیہ جرمانہ

کا بھرے اور وہ نہ دے تو ضامن دیگا۔ اگر معنی اوّل مراد ہیں تو صحیح و قابل قبول ہیں اور معنی دوم مراد ہیں تو یہ شرعاً ناجائز و باطل ہے مالی جرمانہ نہیں ہوسکتا لانہ منسوخ والعمل بالمنسوخ حرام واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از قادری گنج ضلع بیربھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

جماع کے وقت شوہر کا اپنی بی بی کی فرج دیکھنا تاکہ لذت پوری پوری حاصل ہو یا شوہر کا اپنی بی بی کی شرمگاہ کو مس کرنا اور عورت کا اپنے شوہر کے آلہ تناسل کو مس کرنا تاکہ آلہ تناسل ایستادہ ہو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

زوجین کا وقت جماع ایک دوسرے کی شرمگاہ کو مس کرنا بلاشبہہ جائز بلکہ بہ نیت حسنہ مستحسن و موجب اجر ہے کما روی عن نفس سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مگر اُس وقت رویت فرج سے حدیث میں ممانعت فرمائی اور فرمایا فانہ یورث العمی وہ نابینائی کا سبب ہوتا ہے علمانے فرمایا کہ محتمل ہے کہ اس کے اندھے ہونے کا سبب ہو یا وہ اولاد اندھی ہو جو اس جماع سے پیدا ہو یا معاذ اللہ دل کا اندھا ہونا کہ سب سے بدتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب القسم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوجہ کو بے وجہ شرعی ایذا دینا اور رعایت مساوات دو زوجہ میں نہ کرنا اور دونوں کو مکان واحد میں جبراً رکھنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ہر چند اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی الرجال قوامون علی النساء بما فضل بعضھم

علی بعض وبما انفقوا من اموالھم یہاں تک کہ حدیث میں آیا اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کا حکم کرتا عورت کو حکم دیتا کہ مرد کو سجدہ کرے مگر عورتوں کو بے وجہ شرعی ایذا دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ اُن کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی اور اُن کی بدخوئی پر صبر اور اُن کی دلجوئی اور جن باتوں میں مخالفت شرع نہیں اُن کی مراعات شارع کو پسند ہے جناب رسالت مآب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواج مطہرات کی دلجوئی کرتے اور فرماتے ان من اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ اور فرماتے خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وعاشروھن بالمعروف امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں واعلم انہ لیس من حسن الخلق معھا کف الاذی عنھا بل احتمال الاذی منھا والحلم عند طیشھا وغضبھا اقتداء برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کے حق اُن پر مقرر فرمائے اُن کے حق بھی مردوں پر مقرر کیے ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف از انجملہ کھلانے پہنانے وغیرہما امور اختیاریہ میں اُنھیں برابر رکھنا واجب ہے فی الدر المختار یجب وظاھر الآیۃ انہ فرض نھر ان یعدل ای ان لا یجوز فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ یہاں تک کہ اگر فرق کریگا قیامت میں ایک طرف جھکا اٹھیگا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من کان لہ امرأتان فمال الی احدیھما دون الاخری جاء یوم القیمۃ واحد شقیہ مائل اور اُنھیں مکان واحد میں جبراً رکھنا جائز نہیں بلکہ ہر ایک کو مکان علیحدہ کا مطالبہ شوہر سے پہنچتا ہے فی الدر المختار فلکل من زوجتیہ مطالبتہ بیت من دار علیحدۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رعایت مساوات دو زوجہ میں مرد پر واجب ہے یا نہیں اور اگر ایک اُن میں قوم طوائف سے ہو تو کچھ فرق کیا جائے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

مرد پر اپنی دو زوجہ حرہ کو کھلانے اور پہنانے اور پاس رہنے وغیرہا امور اختیاریہ میں برابر رکھنا واجب ہے اور اس امر میں طوائف وغیر طوائف شریف ورذیل میں کچھ فرق نہیں کہ آیت قسم مطلق ہے فی الدر المختار یجب وظاھر الآیۃ انہ فرض نھر ان یعدل ای ان لا یجوز فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ یہاں تک کہ اگر فرق کرے گا قیامت کو ایک طرف جھکا اٹھیگا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من کان لہ امرأتان فمال الی احدھما دون الاخری جاء

یوم القیمۃ واحد شقیہ مائل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کچھ ایوں ضلع مراد آباد مکان حکیم غلام علی صاحب مرسلہ حکیم غلام احمد صاحب ۲۷ رمضان مبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عدل بین الزوجین میں کھانے کی کیا صورت ہے آیا جو چیز ایک زوجہ کو کھانے کو دی وہی دوسرے کو بھی دے اگرچہ از قسم تکلفات ہو یا فقط معمولی غذا میں مثلاً ایک کو دوسری زوجہ سے خفیہ دودھ پلایا یا ثمار فصل کھلائے تو اُسی قدر دوسری کو بھی دینا ضرور ہے یا یہ مستحب ہے اگر دوسری کو بھی دینا ضروری ہے تو صورت ذیل میں کچھ فرق ہے یا نہیں مثلاً ایک زوجہ نے زوج سے کسی چیز کی فرمائش کی چونکہ اُس کی طبیعت اُس چیز کے کھانے کو چاہتی تھی باین وجہ خفیۃً دوسری زوجہ سے اس کی فرمائش کو پورا کر دیا تو دوسری کو بھی شے مذکورہ کا کھلانا بذمہ زوج ضرور ہے یا نہیں اگر ضرور ہے تو اس میں کچھ فرق ہے یا نہیں کہ اگر دوسری زوجہ بھی اس شے کی فرمائش کرتی تو اس کو بھی پورا کرتا یا عمداً اگر زوج اپنی خواہش طبیعت سے کچھ شے ایک زوجہ کو کبھی کوئی شے دوسری زوجہ کو کھلاتا ہے مگر برابری نہیں ہے کہ جس قیمت اور جس لذت کی وہ شے ہے دوسری کو وہ نہیں ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں ایک یہ صورت ہے کہ ایک زوجہ کھانا کھانے وقت زوج کو کھانا پکا کر لاتی ہے دوسری نہیں آتی ہے خاطراً اُس کو ہر ترکاری سے قدرے قدرے کھلایا تو اس میں زوج گنہگار رہا یا نہیں اور خفیہ میں یہ مصلحت ہے کہ دونوں زوجہ میں بغض نہیں پڑتا ہے اور زوج سے دونوں خوش رہتی ہیں کیونکہ ایک کی دوسری کو خبر نہیں جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب

کھانا دو قسم ہے ایک اصل نفقہ جو زوجہ کے لیے زوج پر واجب ہے دوسرا اُس سے زائد مثل فواکہ و پان والائچی وعطایا و ہدایا قسم اول میں برابری صرف اُس صورت میں واجب ہے جب دونوں عورتیں مالی حالت فقر وغنا میں یکساں ہوں ورنہ بلحاظ حال زوج کے ساتھ غنیہ کے لیے اُس کے لائق واجب ہوگا اور فقیرہ کے لیے اُس کے لائق مثلاً زوج اور ایک زوجہ دونوں امیر کبیر ہیں کہ اپنے اپنے یہاں ان کی خوراک باقر خانی ومرغ پلاؤ ہے اور دوسری زوجہ فقیرہ ہے کہ جوار باجرے کی روٹی کھاتی اور آپ پیستی پکاتی ہے ان عورتوں کے نفقہ میں مساوات واجب نہیں ہو سکتی پہلی کے لیے وہی بریانی اور مزعفر لازم ہے اور دوسری کے لیے گیہوں کی روٹی اور بکری کا

گوشت پہلی کے لیے خادم بھی ضرور ہوگا دوسری آپ خدمت کرلے گی پہلی کو زیب اور زینت چننے گی دوسری کو نہ زیب اور ساٹھن بہت ہے پہلی کے لیے مکان بھی عالیشان درکار ہوگا دوسری کے لیے متوسط۔ اور قسم دوم میں مطلقًا برابری چاہیے جو چیز جتنی اور جیسی ایک کو دے اتنی ہی اور ویسی ہی دوسری کو بھی دے۔ دودھ چائے میوے پان چھالیا الائچی برف کی قفلیاں سُرمہ مہندی وغیرہ وغیرہ تمام زوائد میں مساوات رکھے کہ وہاں فرق اصل وجوب میں تھا یہ اشیا واجب نہیں ان میں ایک کو موضح رکھنا اُس کی طرف میل کرنا ہوگا اور میل ممنوع ہے فرمائشوں کا حال بھی یہیں سے واضح ہوگیا اگر اُس نے وہ فرمائش اپنے اصل نفقہ کے متعلق کی ہے اور وہ اس کی مستحق ہے اور دوسری مستحق نہیں تو اس پر لازم نہ ہوگا کہ دوسری کو بھی وہی چیز دے اور نفقہ سے زائد شے کی کی تو برابری درکار ہوگی کہ وہ بعد فرمائش بھی عطیہ کی حد سے خارج نہیں وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکل بنیك نحلت مثل ھذا قال لا قال لاتشھدنی علی جور فاذا کان التفضیل فی العطایا جورا ومیلا فی البنین ففی الازواج اولٰی واحرٰی اور چھپا کر دینے سے دونوں کی رضا سمجھنی غلطی ہے بلکہ جسے چھپا چھپا کر دیگا وہ جان لیگی کہ میری جگہ اس کے قلب میں زائد ہے وہ دوسری کو دبانے کی جرأت کرے گی اور یہ تخم فساد کا بونا ہوگا تنویر الابصار و درمختار میں ہے یجب ان یعدل ای لایجوز فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ لافی المجامعۃ کالمحبۃ بل یستحب رد المحتار میں ہے قال فی البحر قال فی البدائع یجب علیہ التسویۃ فی الماکول والمشروب والملبوس والسکنی والبیتوتۃ وھکذا ذکر الولوالجی والحق انہ علی قول من اعتبر حال الرجل وحدہ فی النفقۃ واما علی القول المفتی بہ من اعتبار حالھما فلا فان احدھما قد تکون غنیۃ والاخرٰی فقیرۃ فلا یلزم التسویۃ بینھما مطلقا فی النفقۃ اھ ورأیتنی کتبت علیہ مانصہ یقول العبد الضعیف غفرلہ بقی لہ محملان اٰخران الاول ان تستوی المرأتان یسارا واعسارا وح لامحل للتفاضل بینھما بل تجب التسویۃ فی الماکول والمشروب والملبوس والسکنی ایضا کالبیتوتۃ مطلقا والیہ الاشارۃ بقولہ فلا یلزم التسویۃ بینھما مطلقا فی النفقۃ علی ان مطلقا ناظر الی المنفی دون النفی فیکون محصلہ سلب الاطلاق لا اطلاق السلب فانہ غیر سدید والثانی ان یراد مایزاد علی النفقۃ من الھدایا والعطایا فلا ما نع من ایجاب التسویۃ بینھما فیھا بل ھو الظاھر نفیا للمیل المنھی عنہ اھ ماکتبتہ وارجوا ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲: از شہر محلہ ربڑی ٹولہ مسئولہ احسان علی صاحب زردوز ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

ف: فتوٰی اس پر ہے کہ نفقہ میں مرد و عورت دونوں کی حالت کا اعتبار ہے۔

مسئلہ متفرقہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ کی چند اولادیں ہوئیں ان میں سے صرف ایک بچہ چند سال کا دائم المریض حیات ہے اس ہندہ کو مرض ایسا سخت لاحق ہے کہ ہر بار سخت تکلیف اور مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور مس ہر بار وقت ولادت یہی تجویز کرتی ہے کہ یہ عورت ضرور مر جائے گی مگر شافی مطلق برحق ہر بار بعد تکلیف بسیار وخرچ کثیر کے اچھا کر دیتا ہے چنانچہ حال میں بعد ولادت وصحت کے۔ ہندہ نے اپنی جان بچانے اور ہر بار غم وصدمہ سے بچنے کے لیے عہد کیا کہ اب میں اپنے زوج سے جماع نہ کروں گی تاکہ اسباب نطفہ نہ واقع ہو اور اپنے زوج سے کہا کہ تم کو صبر نہ آوے تو دوسری شادی کر لو اور جو مقدرت ہو تو مجھے نان ونفقہ بھی نہ دو پس شوہر نے کہا کہ اگر شرع شریف تجھکو اس امر کی اجازت دے تو مضائقہ نہیں میں صبر کر لوں اور جو شرع اس عہد کی اجازت نہ دے تو میں اپنے حقوق اور منافع اور تیرے حقوق کو تلف ہرگز نہیں کر سکتا لہذا تحریر فرمائیں کہ شرعاً کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

ایسی صورت میں شوہر ہندہ کے کہنے پر عمل کر سکتا ہے دوسری شادی کر لے اور ہندہ سے جدا رہے جبتک ہندہ راضی ہو اور نان نفقہ ہندہ کو بھی ضرور دے اگر ہندہ اس کے یہاں رہے اور اگر ہندہ اپنا نفقہ ساقط کر دے تو اختیار ہے کہ نہ دے جبتک ہندہ پھر از سر نو مطالبہ پر نہ آئے اور اگر ہندہ اپنے والدین کے یہاں چلی جائے اور شوہر کے بلانے پر نہ آئے تو آپ ہی اس کا نفقہ ساقط ہے جبتک واپس نہ آئے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از کانپور طلاق محال مطب حکیم نورالدین صاحب مسئولہ عبید اللہ صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نابالغہ ۱۲ سال کی جو مجامعت کی متحمل نہیں ہو سکتی ہے اس کا ولی اسے شوہر کے یہاں جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جب بارہ سال کی ہو غالباً متحمل ہو سکتی ہے مگر کسی صورت نادرہ میں کہ بہت کمزور نازک ہو اور مرد دیو قامت قوی الجثہ کہ واقعی عدم تحمل مظنون ہو تو اس صورت میں بیشک روک سکتا ہے اور عند الاختلاف اس کا فیصلہ رائے قاضی سے ہوگا وہ دیکھکر تجویز کریگا کہ عورت تحمل کر سکتی ہے یا نہیں رد المحتار میں ہے قد صرحوا عند نا بان الزوجۃ اذا کانت صغیرۃ لا تطیق الوطی لا تسلم الی الزوج حتی تطیقہ والصحیح انہ غیر مقدر بالسن بل یفوض الی القاضی بالنظر الیھا من سمن او ھزال وقد منا عن التاترخانیۃ
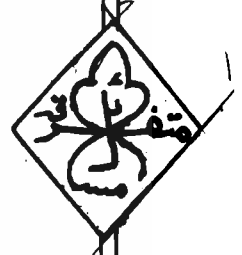
ان البالغة اذا كانت لاتحتمل لايؤمر بدفعها الى الزوج ایضا فقوله لاتحتمل یشمل مالو کان لضعفها او ھزالھا او لکبرآلته واللہ تعالٰی اعلم۔

متفرقات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۳۱: از سہسوان ضلع ایٹہ محلہ ملک زادگان مرسلہ مرزا حامد حسن صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرو ایک شخص جس کی ایک لڑکی جوان ہے اور بہت جگہ سے پیغامِ نسبت کے اُس کے پاس آئے لیکن اُس نے سب کو جواب دیا اور زید کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی نسبت کردی بعد چند عرصہ کے عمرو مذکور نے زید کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی نسبت چھڑا کر دوسری جگہ پر یعنی بکر کے لڑکے سے کردی اب یہ نسبت جو آخر جگہ پر بکر کے لڑکے سے کی گئی ہے درست وجائز ہے یا نہیں یا کہ اول عمرو کے لڑکے سے کہ جس کے ساتھ اُس نے پہلے نسبت کردی تھی اُس کی اجازت اور رضامندی لینا چاہیے اور اگر عمرو کا لڑکا اجازت نہ دے تو بکر کے لڑکی کے نکاح میں تو کوئی نقص شرعی باقی نہیں رہا مفصل طور پر جواب مرحمت فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نسبت صرف ایک اقرار ووعدہ ہے اور ایک جگہ نسبت کرکے چھوڑ الینا خلف وعدہ[2] جس کی تین صورتیں ہیں اگر وعدہ سرے سے صرف زبانی بطور دنیا سازی کیا اور اُسی وقت دل میں تھا کہ وفا نہ کریں گے تو بے ضرورت شرعی وحالت مجبوری سخت گناہ وحرام ہے ایسے ہی خلاف وعدہ کو حدیث میں علامات نفاق سے شمار فرمایا کما بیناہ فی رسالتنا ابناء الحذاق بمسالك النفاق وھو محمل ما فی الاشباہ من الخلف علی الوعد حرام الخ اور اگر وعدہ سچے دل سے کیا پھر کوئی عذرِ مقبول وسبب معقول پیدا ہوا تو وفا نہ کرنے میں کچھ

حرج کیا ادنے کراہت بھی نہیں جبکہ اُس عذر ومصلحت کو اس وفائے وعدہ کی خوبی وفضیلت پر ترجیح ہو خصوصًا امرِ نکاح میں کہ عمر بھر کے ساتھ کا سامان اور سخت نازک معاملہ ہے خصوصًا بیچاری شریف زادیوں کے لیے خصوصًا بلادِ ہندوستان میں پس اگر نسبت کے بعد کوئی حرج ونقصان ظاہر ہو نسبت چھوڑالی جائے ورنہ اپنی زبان پالنے کے لیے ایک بےکس بے زبان کو عمر بھر مضرت میں پھنسانا ہوگا خصوصًا جبکہ ضرورت دینی ہو مثلاً معلوم ہوا کہ جس سے نسبت قرار پائی رافضی وہابی یا اور کسی قسم کا بدمذہب ہے کہ اس صورت میں نسبت چھوڑ لینا شرعًا لازم قال تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین وللعقیلی عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم لڑکی والوں کو تو لحاظ مصالح واحتراز مفاسد زیادہ اہم ہے لڑکے والے بھی اگر ترک میں مصلحت سمجھیں ترک کردیں حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ضباعہ بنت عامر بن قرط رضی اللہ تعالٰی عنہا کو نکاح کا پیام دیا انھوں نے قبول کیا پھر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مصلحت پیش آئی ترک فرمایا فی المواھب وشرحہا للعلامۃ الزرقانی السادسۃ ضباعۃ اسلمت قدیما بمکۃ وھاجرت وکانت من اجمل نساء العرب خطبھا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی ابنھا سلمۃ بن ھشام فقال یارسول اللہ ماعنك مدفع افاستأمرھا قال نعم فاتاھا فقالت اللہ افی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تستأمرنی انی ابتغی ان احشر معہ ازواجہ ارجع الیہ فقل لہ نعم قبل ان یبدولہ فقیل للنبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھا کبرت فلما عاد ابنھا وقد اذنت لہ سکت عنھا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم ینکحھا رضی اللہ تعالٰی عنہا ملخصا اور اگر کوئی عذر ومصلحت نہیں بلاوجہ نسبت چھوڑائی جاتی ہے تو یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے وھو محمل ما فی ردالمحتار من ھنا تعلم ان خلف الوعد مکروہ لاحرام وفی الذخیرۃ یکرہ تنزیھا لانہ خلف الوعد ویستحب الوفاء بالعھد یہ بات اس تقدیر پر بیجا وخلاف مروت ہے مگر حرام وگناہ نہیں حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان یفی ولکن الخلف ان یعد الرجل ان لایفی رواہ ابویعلی فی مسندہ عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن اس صورت میں یہ کراہت جب ہی دفع ہوگی کہ پہلے جہاں نسبت کی تھی وہ بخوشی اجازت دیدیں یہ تو نسبت چھوڑانے کا حکم تھا رہا دوسری جگہ نکاح کرنا اس میں کسی طرح کوئی خلل نہیں خواہ یہاں تینوں صور مذکورہ سے کوئی صورت واقع ہو کہ نسبت بہرحال صرف وعدہ ہی وعدہ تھی کوئی عقد تو نہ تھی کہ اب بے موت یا طلاق دوسری جگہ نکاح نہ ہوسکے ہاں جبتک وہاں سے نسبت چھوٹ نہ جائے دوسروں کو

مسئلہ
بے عذر ومصلحت وعدہ خلافی بیجا وخلاف مروت مکروہ تنزیہی ہے حرام نہیں۔

پیام دینے کی ممانعت ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ حتی ینکح او یترک اخرجہ الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ جدا بات ہے مگر نکاح بے نسبت چھوڑے بھی کردیا جائیگا تو نکاح میں کچھ نقص نہیں کما لایخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲: موضع علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان مبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نسبت یا نکاح کے وقت جو روپیہ لوگ لیتے ہیں حلال ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر وہ روپیہ دینے والا اس لیے دیتا ہے کہ اس کے لالچ سے میرے ساتھ نکاح کردیں جب تو وہ رشوت ہے اُس کا دینا لینا سب ناجائز وحرام فی الھندیۃ انفق علی طمع ان یتزوجھا قال الاستاذ قاضی خان الاصح انہ یرجع علیھا زوجت نفسھا اولم یتزوج لانہ رشوۃ اھ ملخصا یونہیں اگر اولیائے عورت نے کہا کہ اتنا روپیہ ہمیں دے تو تجھ سے نکاح کردینگے ورنہ نہیں جیسا کہ بعض دہقانی جاہلوں میں کفار ہنود سے سیکھ کر رائج ہے تو یہ بھی رشوت وحرام ہے فی الھندیۃ خطب امرأۃ فی بیت اخیھا حتی یدفع الیہ دراھم فدفع وتزوجھا یرجع بما دفع لانھا رشوۃ کذا فی القنیۃ اور اگر یہ صورتیں نہیں بلکہ ایک رسم ہے کہ نکاح سے پہلے دولھا کی طرف سے کچھ روپیہ دولہن کی طرف جائے جیسے ہمارے بلاد میں گہنا اور جوڑا جاتا ہے جسے چڑھاوا کہتے ہیں اگر نکاح ہوجائے تو ہوجائے ورنہ وہ مال واپس دیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں اور اس کا حکم وہی ہے کہ اگر نکاح نہ ٹھہریگا تو واپس دیا جائیگا فی الھندیۃ سئل عن محمد عمن ارسل الی اھل خطیبتہ دنانیر ثم اتخذ ولہ ثیابا کما ھو العادۃ ثم بعد ذلک یقول ھو نقد نہا من المھر ھل یکون القول قولہ فقال القول قول الباعث قیل لہ لو دفع الیھم دنانیر فقال انفقوا البعض الی اجرۃ الحائک والبعض الی ثمن الشاۃ للشراء والبعض الی الجوزقۃ کما ھو العادۃ ثم فعلوا ذلک فرفقت الیہ ثم بعد ذلک یدعی انی بعثت الدنانیر لاجل المھر یقبل قولہ قال اذا صرح بالقول لایقبل قولہ فی التعیین وسئل ابو حامد عن رجل خطب لابنہ خطیبۃ وبعث الیھا دراھم ثم مات الاب وطلب سائر الورثۃ المیراث من ھذا المال المبعوث فقال ان تمت الوصلۃ بینھما فھو ملک لابنہ وان لم تتم فھو میراث وان کان الاب حیا یرجع الی بیانہ وسئل والدی عمن بعث الی المخطوبۃ سکرا وجوزا ولوزا وتمرا وغیرھا ثم بدا لھم فترکوا المعاقدۃ ھل

لھذا الخاطب ان یرجع علیھم بالستر دادما دفع فقال ان فرق ذلک علی الناس باذن الدافع لیس له حق الرجوع وان لم یأذن له فی ذلک فله ذلک کذا فی التتارخانیۃ اھ قوله فھو ملک لابنه

اقول انت تعلمان ھذا ابتداء علی العرف فان کان العرف ان یراد بذلک تملیک العروس فھو ملکھا لاملک الزوج کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علیخاں صاحب ۶ صفر ۱۳۱۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد کے لائق ہے وہ اک پاک ذات ٭ جس نے پیدا کی یہ ساری ممکنات ٭ اور حبیب اپنے کو بس پیدا کیا ٭ جس سے عالم میں ہوئی نور وضیا

محمد یعقوب علیخاں خلف پیر محمد خاں مرحوم نظامی چشتی قادری۔ خدمت فیض موہبت میں عرض پرداز ہے کہ یہ فتوٰی نوشتہ مولوی عبدالرحیم صاحب دہلوی نظر احقر سے گزرا اُس کے مضمون سے اکثر ساکنان ہند اہل اسلام پرگناہ درکنار کفر عائد ہوتا ہے اس واسطے عبارت فتوی خدمت شریف میں روانہ کرکے طالب جواب ہوں کہ تسکین خاطر کی جائے ان اللہ لایضیع اجرالمحسنین۔ **خلاصۂ فتوی یہ ہے** جاننا چاہئے مسلمانو کہ نکاح بیوہ کا ثابت ہے قرآن مجید وحدیث شریف سے فرمایا اللہ تعالٰی نے وانکحوا الایامی منکم یعنی نکاح کردو بیوہ عورتوں کا اور فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی یعنی نکاح کرنا میری سنت ہے اور جس نے مونھ پھیرا میرے طریقہ سے یعنی انکار کیا سو وہ مجھ سے نہیں پس جو لوگ اس سے انکار کریں یا عیب اور برا جانیں یا کرنے والوں پر طعن کریں حقیر جانیں ذات سے نکالیں یا نکاح کرنے والوں کو روک دیں نہ کرنے دیں یا ایسی فساد کی بات اُٹھا دیں جس سے حکم خدا اور سنت رسول جاری نہ ہو اور کافروں کی رسم قائم رہے یا جاہلوں کے کہنے سُننے کا خیال کرکے خدا اور رسول کا حکم قبول نہ کریں سو یہ سب قسم کے لوگ کافر ہیں عورتیں اُن کی نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں نماز روزہ کچھ قبول نہیں کھانا پینا ان لوگوں کے ساتھ ہرگز درست نہیں جبتک کہ توبہ نہ کریں۔ اس واسطے کہ اُن سب صورتوں میں انکار حکم خدا اور تحقیر سنت لازم آتا ہے اور یہ ظاہر کفر ہے جیسا کہ تمام کتابوں میں لکھا اور آیت مذکور کی تفسیر میں آیا ہے کہ جو کوئی عیب جانے دوسرے نکاح کو وہ بے ایمان ہے پس سب مسلمانوں کو واجب ہے کہ جن لوگوں کے گھر میں بیوہ عورت لائق نکاح کے ہو اُن کو سمجھا دیں اور نصیحت کردیں اور جو نہ مانیں تو تعزیر دیں اور جو تعزیر کا قابو نہ چلے تو اُن کے گھر کا کھانا پینا بولنا سلام علیک کرنا سب چھوڑ دیں

اور اپنی شادی غمی میں اُن کو نہ بلائیں اور نہ اُن کے جنازے پر جاویں اگر ایسا نہ کریں گے تو یہ بھی اُن کے ساتھ دُنیا و عاقبت کے وبال میں گرفتار ہونگے سوائے بھائیو نکاح رانڈوں کا کردو اور جو نہ مانے اُس سے ملنا چھوڑ دو اور ذات سے ڈالدو نہیں تو تمہارے بھی ایمان جانے کا خوف ہے مکہ کے سوا سو بزرگوں نے یہ فتوے بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اب بھی جو لوگ نہ مانیں گے دُنیا میں بے عزت اور تباہ ہو جائیں گے اور آخر کو بے ایمان مرینگے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی سال ۱۳۰۲ھ میں عشا کے وقت ہزار آدمیوں نے دیکھا کہ ایک سُرخی بڑی شدت کی مدینہ مبارک کی طرف نمودار ہوئی اور بڑی دیر تک رہی پھر تمام آسمان میں پھیل گئی اس ہیبت کی تھی کہ اُس کی طرف دیکھا نہ جاتا تھا مکہ شریف میں تمام بزرگوں نے فرمایا کہ بڑا بھاری غضب ہونے والا ہے سو ایک بزرگ کو خواب میں الہام ہوا کہ یہ سُرخی ہندوستان کی بیوہ عورتوں کا خون جمع ہو کر جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کرنے آیا تھا سو عنقریب اُن مسلمانوں پر غضب آنے والا ہے جلد نکاح کر دیں ورنہ بھاری وبا آئے گی اور قحط پڑیگا کہ اکثر بستیاں کی طرح غارت ہو جائیں گے الٰہی سب مسلمانوں کو ہدایت کر اور غضب سے بچا آمین یارب العلمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

الجواب

اس مسئلہ میں جاہلان ہند دو فرقے ہو گئے ہیں ایک اہل تفریط کہ نکاح بیوہ کو ہنود کی طرح سخت ننگ و عار جانتے اور معاذ اللہ حرام سے بھی زائد اُس سے پرہیز کرتے ہیں نوجوان لڑکی بیوہ ہو گئی اگرچہ شوہر کا مونھ بھی نہ دیکھا ہو اب عمر بھر یونہی ذبح ہوتی رہے ممکن ہے کہ نکاح کا حرف بھی زبان پر نہ لاسکے اگر ہزار میں ایک آدھ نے خوف خدا و ترس روز جزا کرکے اپنا دین سنبھالنے کو کہ حدیث میں آیا من تزوج فقد استکمل نصف دینہ فلیتق اللہ فی النصف الباقی جس نے نکاح کیا اُس نے اپنا آدھا دین پورا کر لیا باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیھقی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نکاح کر لیا اُس پر چارطرف سے طعن و تشنیع کی بوچھار ہے بیچاری کو کسی مجلس میں جانا بلکہ اپنے کُنبے میں مونھ دکھانا دشوار ہے کل تک فلاں بیگم یا فلاں بانو لقب تھا اب دوخصمی کی پُکار ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ بُرا کرتے اور بیشک بہت بُرا کرتے ہیں باتباع کفار ایک بیہودہ رسم ٹھہرالینی پھر اُس کی بنا پر مباح شرعی پر اعتراض بلکہ بعض صورتیں ادائے واجب سے اعراض کیسی سخت جہالت

اور نہایت خوفناک حالت ہے پھر حاجت[ف۱] والی جوان عورتیں اگر روکی گئیں اور معاذ اللہ بشامت نفس کسی گناہ میں مبتلا ہوئیں تو اُس کا وبال ان روکنے والوں پر پڑیگا کہ یہ اُس گناہ کے باعث ہوئے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مکتوب فی التوراۃ من بلغت لہ ابنۃ اثنتی عشرۃ سنۃ فلم یزوجھا فاصابت اثما فاثم ذٰلک علیہ اللہ عزوجل توراۃ شریف میں فرماتا ہے جس[ف۲] کی بیٹی بارہ برس کی عمر کو پہنچے اور وہ اُس کا نکاح نہ کردے اور یہ دختر گناہ میں مبتلا ہو تو اُس کا گناہ اس شخص پر ہے۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن امیر المؤمنین عمر الفاروق وعن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند صحیح جب کوآری لڑکیوں کے بارہ میں یہ حکم ہے تو بیاہیوں کا معاملہ تو اور بھی سخت کہ دختران دوشیزہ کو حیا بھی زائد ہوتی ہے اور گناہ میں تفضیح کا خوف بھی زائد اور خود ابھی اس لذت سے آگاہ نہیں صرف ایک طبعی طور پر ناواقفانہ خطرات دلمیں گزرتے ہیں اور جب آدمی کسی خواہش کا لطف ایک بار پاچکا تو اب اُس کا تقاضا رنگ دگر پر ہوتا ہے اور ادھر نہ ویسی حیا نہ وہ خوف واندیشہ اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین دوسرے اہل افراط کہ اکثر واعظین[ف۳] وہابیہ وغیرہم جہال متشددین ہیں ان حضرات کی اکثر عادت ہے کہ ایک بیجا کے اُٹھانے کو دس بیجا اُس سے بڑھکر آپ کریں دوسرے کو خندق سے بچانا چاہیں اور آپ عمیق کوئیں میں گریں مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر مشرک بے ایمان ٹھہرادینا تو کوئی بات ہی نہیں ان صاحبوں نے نکاح بیوہ کو گویا علی الاطلاق واجب قطعی و فرض حتمی قرار دے رکھا ہے کہ ضرورت ہو یا نہو بلکہ شرعاً اجازت ہو یا نہو بے نکاح کیے ہرگز نہ رہے اور نہ صرف فرض بلکہ گویا عین ایمان ہے کہ ذرا کسی بنا پر انکار کیا اور ایمان گیا اور ساتھ لگے آئے گئے پاس پروسی سب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے کہ کیوں پیچھے پڑکر نکاح نہ کردیا اور اگر بس نہ تھا تو پاس کیوں گئے بات کیوں کی سلام کیوں لیا بات بات پر عورتیں نکاح سے باہر جنازہ کی نماز حرام تمام کفر کے احکام ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ھلک المتنطعون ہلاک[ف۴] ہوئے بیجا تشدد کرنے والے رواہ الائمۃ احمد ومسلم وابوداود عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ **وانا اقول**[ف۱] **وباللہ التوفیق** حق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نکاح ثانی مثل نکاح اول فرض و واجب سنت مباح مکروہ حرام سب کچھ ہے صور واحکام کی تفصیل سُنیے (۱) جس عورت[ف۵] کو اپنے نفس سے خوف ہو کہ غالباً اُس سے شوہر کی اطاعت اور اُس کے حقوق واجبہ کی ادا نہ ہوسکے گی اُسے نکاح ممنوع و ناجائز ہے

اگر کرے گی گنہگار ہوگی یہ صورت کراہت تحریمی کی ہے (۲) اگر یہ خوف[ف۱] مرتبۂ ظن سے تجاوز کرکے یقین تک پہنچا جب تو اُسے نکاح حرام قطعی ہے حکم ایسی عورتوں کو نکاح اول خواہ ثانی کی ترغیب[ف۲] ہرگز نہیں دے سکتے بلکہ ترغیب دینی جو خلاف شرع و معصیت ہے کہ گناہ کا حکم دینا ہوگا یہ عورتیں یا اُن کے اولیا اگر نکاح سے انکار کرتے ہیں تو گناہ سے انکار کرتے ہیں اُنھیں انکار سے پھیرنے والا جاہل و مخالف شرع (۳) جنھیں[ف۳] اپنے نفس سے ایسا خوف نہ ہو اُنھیں اگر نکاح کی حاجت شدید ہے کہ بے نکاح کیے معاذ اللہ گناہ میں مبتلا ہونے کا ظن غالب ہے تو ایسی عورتوں کو نکاح کرنا واجب ہے (۴) بلکہ بے نکاح[ف۴] معاذ اللہ وقوع حرام کا یقین کلی ہو تو اُنھیں فرض قطعی یعنی جبکہ اُس کے سوا کثرت روزہ وغیرہ معالجات سے تسکین متوقع نہ ہو ورنہ خاص نکاح فرض و واجب نہ ہوگا بلکہ دفع گناہ جس طریقہ سے ہو حکم ایسی عورتوں[ف۵] کو بیشک نکاح پر جبر کیا جائے اگر خود نہ کریں گی وہ گنہگار ہونگی اور اگر اُن کے اولیا اپنے حد مقدور تک کوشش میں پہلو تہی کرینگے تو وہ بھی گنہگار ہونگے ایسی جگہ ترک و انکار پر بیشک انکار کیا جائے مگر کتنا صرف اُتنا جو ترک واجب و فرض پر ہوسکتا ہے نہ یہ جاہلانہ جبروتی حکم کہ جو انکار کرے کافر جو روک دے کافر جو نہ کرنے دے کافر فرائض[ف۶] ادا نہ کرنے یا اُن کی ادا سے باز رکھنے پر آدمی کافر نہیں ہوتا جبتک ایسے فرض کی فرضیت کا منکر نہ ہو جس کا فرض ہونا ضروریات دین سے ہے پھر ترک واجب و فرض پر جس قدر انکار و تشدد کرسکتے ہیں وہ بھی یہاں اُس وقت روا ہوگا جب معلوم ہو کہ اس عورت سے اطاعت و اداے حقوق واجبہ شوہر کا ترک متیقن یا مظنون نہیں کہ ایسی حالت میں تو فرضیت و وجوب درکنار عدم جواز و حرمت کا حکم ہے پھر یہ بھی ثابت ہو کہ اس عورت کی حالتِ حاجت اُس حد تک ہے کہ نکاح نہ کرے گی تو گناہ میں مبتلا ہوجانے کا یقین یا ظن غالب ہے کہ بغیر اس کے وجوب اصلا نہیں اور جب کسی خاص عورت کے حق میں یہ امور بروجہ شرعی ثابت نہ ہوں تو مسلمان پر بدگمانی خود حرام اور محض اپنے خیالات پر تارک فرض و واجب ٹھہرا دینا بیباک کا کام پھر امر حاجت میں عورت کا اپنا بیان مقبول ہوگا کہ حاجت نکاح امر خفی و وجدانی ہے جس پر خود صاحب حاجت ہی کو ٹھیک اطلاع ہوتی ہے جب وہ بیان کرے کہ مجھے ایسی حاجت نہیں تو خواہی نخواہی اُس کی تکذیب کی طرف کوئی راہ نہیں ہوسکتی عُمر وغیرہ کا مظنہ سب جگہ یکساں نہیں ہوتا مزاج عقل حیا خوف اشتغال احوال ہموم افکار صحبت اطوار صدہا اختلافوں سے مختلف ہوجاتا ہے جس کی تفصیل اہل عقل و تجارب پر خوب روشن ہے درمختار میں ہے یکون واجبا عند التوقان (المراد شدۃ الاشتیاق

کما فی الزیلعی ای بحیث یخاف الوقوع فی الزنا لو لم یتزوج اذ لا یلزم من الاشتیاق الی الجماع الخوف المذکور بحر) فان تیقن الزنا الا به فرض نھایۃ (ای بان کان لا یمکنہ الاحتراز من الزنا الا بہ لان مالا یتوصل الی ترک الحرام الا بہ یکون فرضا بحر وقولہ لا یمکنہ الاحتراز الا بہ ظاہر فی فرض المسألۃ فی عدم قدرتہ علی الصوم المانع من الوقوع فی الزنا فلو قدر علی شیئ من ذلک لم یبق النکاح فرضا او واجبا عینا بل ھو او غیرہ مما یمنعہ من الوقوع فی المحرم) وھذا ان ملک المھر والنفقۃ والا فلا اثم بترکہ بدائع (ھذا الشرط راجع الی القسمین اعنی الواجب والفرض وزاد فی البحر شرطا اٰخر فیھما وھو عدم خوف الجور والظلم قال فان تعارض خوف الوقوع فی الزنا لو لم یتزوج وخوف الجور لو تزوج قدم الثانی فلا افتراض بل یکرہ افادہ الکمال فی الفتح ولعلہ لان الجور معصیۃ متعلقۃ بالعباد والمنع من الزنا من حقوق اللہ تعالٰی وحق العبد مقدم عند التعارض لاحتیاجہ وغنی المولٰی تعالٰی اھ) ویکون مکروھا (ای تحریما بحر) لخوف الجور فان تیقنہ (ای الجور) حرم اھ ملخصا مزیدا من ردالمحتار ما بین الخطین اقول ویؤید تعلیل البحر حدیث ابن ابی الدنیا وابی الشیخ عن جابر بن عبد اللہ وابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والغیبۃ فان الغیبۃ اشد من الزنا ان الرجل قد یزنی ویتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لا یغفر لہ حتی یغفر لہ صاحبہ (۵) اگر حاجت کی حالت اعتدال پر ہو یعنی نہ نکاح سے بالکل بے پروا ہی نہ اُس شدت کا شوق کہ بے نکاح وقوع گناہ کا ظن یا یقین ہو ایسی حالت میں نکاح سنت ہے مگر بشرطیکہ عورت اپنے نفس پر اطمینان کافی رکھتی ہو کہ مجھ سے ترک اطاعت اور حقوق شوہر کی اضاعت اصلا واقع نہ ہوگی (۶) اگر ذرا بھی اس کا اندیشہ ہو تو اُس کے حق میں نکاح سنت نہ رہے گا صرف مباح ہوگا بشرطیکہ اندیشہ حد ظن تک نہ پہنچے ورنہ اباحت جد اسرے سے ممنوع وناجائز ہوجائے گا کما سبق درمختار میں ہے یکون سنۃ مؤکدۃ فیاثم بترکہ (مع الاصرار) حال الاعتدال (ای الاعتدال فی التوقان ان لا یکون بالمعنی المار فی الواجب والفرض وھو شدۃ الاشتیاق وان لا یکون فی غایۃ الفتور کالعنین ولذا فسرہ فی شرحہ علی الملتقی بان یکون بین الفتور والشوق وفی البحر والمراد حالۃ عدم الخوف من الجور وترک الفرائض والسنن فلو خاف فلیس معتدلا فلا یکون سنۃ فی حقہ کما افادہ فی البدائع) وترک الشارح قسما سادسا ذکرہ فی البحر عن المجتبٰی وھو الاباحۃ ان خاف العجز عن الایفاء

بمواجبه اهـ اى خوفا غير راجح والا كان مكروها تحريما لان عدم الجور من مواجبه اهـ ملتقطا من بيانا من ابن عابدين حکم بحالت سنیت بیشک نکاح کی ترغیب بتاکید کی جائے اور اُس سے انکار پر سخت اعتراض پہنچتا ہے اُسی قدر جتنا ترک سنت پر چاہیے اور درصورت اباحت نہ نکاح پر اصلا جبر کا اختیار نہ اُس سے انکار پر کچھ اعتراض و انکار کہ مباح کو شرع مطہر نے مکلف کی مرضی پر چھوڑا ہے چاہے کرے یا نہ کرے پھر انصاف کی میزان ہاتھ میں لیجیے تو عورتوں کے حق میں سنیت نکاح بھی بہت ندرت سے ثابت ہوگی ہزار میں ایک ہی ایسی نکلے گی جس کے لیے سنت کہہ سکیں کیا کسی عورت کی نسبت خود وہ یا اُس کے اولیا یہ تشدد والے حضرات پورے طور پر ضامن ہو جائیں گے کہ اس سے نافرمانی شوہر یا اُس کے کسی حق میں ادنےٰ تقصیر واقع ہونے کا اصلا اندیشہ نہیں ایسی بے معنی ضمانت وہی کر سکتا ہے جسے نہ مردوں کے حقوق عظیمہ پر اطلاع نہ عورات کی عادات و نقصان عقل و دین پر وقوف کیا حدیث صحیح میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد نہ سنا کہ رأیت النار فلم ار کالیوم منظرا قط افظع ورأیت اکثر اھلھا النساء میں نے دوزخ ملاحظہ فرمائی تو آج کی برابر کوئی چیز سخت و شنیع نہ دیکھی اور میں نے اہل دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھیں فقالوا یا رسول اللہ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ یعنی حضور اس کا کیا سبب ہے قال بکفرھن فرمایا اُن کے کفر کے باعث قیل یکفرن باللہ عرض کی گئی کیا اللہ عزوجل سے کفر کرتی ہیں قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتی ہیں لو احسنت الی احدٰھن الدھر ثم رأت منک شیئا قالت ما رأیت منک خیرا قط اگر تو اُن میں کسی کے ساتھ عمر بھر احسان کرے پھر ذرا سی بات خلاف مزاج تجھ سے دیکھے تو کہے میں نے کبھی تجھ سے کوئی بھلائی نہ دیکھی رواہ الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حدیث ۲۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان المرأۃ خلقت من ضلع اعوج لن تستقیم لک علٰی طریقۃ فان استمتعت بھا استمتعت بھا وبھا عوج وان ذھبت تقیمھا کسرتھا وکسرھا طلاقھا عورت ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے ہرگز کسی راہ پر تیرے لیے سیدھی نہ ہوگی اگر تو اُس سے نفع لے تو اُس کی کجی کے ساتھ نفع لے اور سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے اور اُس کا توڑنا طلاق دینا ہے رواہ مسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ ونحوہ احمد وابن حبان والحاکم عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہما حاصل یہ کہ پسلی ٹوٹ جائے گی مگر سیدھی نہ ہوگی عورت بھی بائیں پسلی سے بنی ہے نہ نبھے تو طلاق دیدے مگر ہر طرح موافق آئے یہ مشکل ہے حدیث ۳۔ ایک بی بی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی

یا رسول اللہ میں عورتوں کی فرستادہ ہوں حضور کی بارگاہ میں جن عورتوں کو خبر ہے اور جنھیں خبر نہیں سب میری اس حاضری کی خواہاں ہیں اللہ عزوجل مردوں عورتوں سب کا پروردگار و خدا ہے اور حضور مردوں عورتوں سب کی طرف اُس کے رسول اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض کیا کہ فتح پائیں تو دولتمند ہو جائیں اور شہید ہوں تو اپنے رب کے پاس زندہ رہیں رزق پائیں اور ہم عورتیں اُن کے کاموں کا انتظام کرنے والیاں ہیں تو ہمارے لیے وہ کونسی طاعت ہے جو ثواب میں جہاد کی برابر ہو فرمایا طاعة ازواجھن والمعرفة بحقوقھم وقلیل منکن من یفعله شوہروں کی اطاعت اور اُن کے حق پہچاننا اور اُس کی کرنے والیاں تم میں تھوڑی ہیں رواہ البزار والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

حدیث ۴ - کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاملات والدات مرضعات رحیمات باولادھن لولا ما یأتین الی ازواجھن لدخل مصلیاتھن الجنة۔ حمل کی سختیاں اُٹھانے والیاں جننے کی تکلیف جھیلنے والیاں دودھ پلانے والیاں اپنے بچوں پر مہربانیں اگر نہ ہوتی وہ تقصیر جو اپنے شوہروں کے ساتھ کرتی ہیں تو اُن کی نماز پڑھنے والیاں سیدھی جنت میں جاتیں اخرجه الامام احمد وابن ماجة والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرك عن ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنہ تو سنیت درکنار اکثر عورتوں کے لیے اباحت ہی ثابت رہے یہی بڑی بات ہے پھر اُن کے انکار پر اعتراض اور نکاح پر اصرار کی کیا سبیل نہ کہ اعتراض بھی معاذ اللہ تا حد اکفار اور اصرار بھی ہم پہلوئے اکراہ و اجبار ولھذا احادیث میں وارد کہ حقوق شوہران کی شدت سُن کر متعدد بیبیوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے عمر بھر نکاح نہ کرنے کا عہد کیا اور حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا مگر جاہل واعظین خصوصاً وہابیہ ہمیشہ خدا و رسول سے بڑھکر چلا چاہتے ہیں جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ۱ - کہ ایک زن خثعمیہ نے خدمت اقدس حضور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ حضور مجھے سُنائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے کہ میں زن بے شوہر ہوں اُس کے ادا کی اپنے میں طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ یوہیں بیٹھی رہوں فرمایا فان حق الزوج علی الزوجة ان سألھا نفسھا وھی علی ظھر قتب ان لا تمنعه نفسھا ومن حق الزوج علی الزوجة ان لا تصوم تطوعا الا باذنه فان فعلت جاعت وعطشت ولا یقبل منھا ولا تخرج من بیتھا الا باذنه فان فعلت لعنتھا ملٰئکة السماء وملٰئکة الارض وملٰئکة الرحمة وملٰئکة العذاب حتی ترجع تو بیشک شوہر کا حق زوجہ پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اسی

ف ۱ عورتوں کو اپنے شوہر کی اطاعت اور اُن کے حقوق کی معرفت ثواب میں جہاد کے برابر ہے

ف ۲ متعدد بیبیوں نے عمر بھر شوہر نہ کرنے کا عہد کیا حضور نے انکار نہ فرمایا ... جنت کو جانا ہی ہے

ف ۳ شوہر کے بعض حقوق

سواری پر اُس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے اور مرد کا حق عورت پر یہ ہے کہ اُس کے بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عبث بھوکی پیاسی رہی روزہ قبول نہ ہوگا اور گھر سے بے اذن شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی تو آسمان کے فرشتے زمین کے فرشتے رحمت کے فرشتے عذاب کے فرشتے سب اُس پر لعنت کرینگے جبتک پلٹ کر آئے یہ ارشاد سن کر اُن بی بی نے عرض کی لاجرم لا اتزوج ابدا ٹھیک ٹھیک یہ ہی کہ میں کبھی نکاح نہ کرونگی رواہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث ۲ کہ ایک بی بی نے دربارِ دُرربار سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی میں فلاں دختر فلاں ہوں فرمایا میں نے تجھے پہچانا اپنا کام بتا عرض کی مجھے اپنے چچا کے بیٹے فلاں عابد سے کام ہے فرمایا میں نے اُسے بھی پہچانا یعنی مطلب کہہ۔ عرض کی اُس نے مجھے پیام دیا ہے تو حضور ارشاد فرمائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے اگر وہ کوئی چیز میرے قابو کی ہو تو میں اُس سے نکاح کر لوں فرمایا من حقہ لو سال منخراہ دما او قیحا فلحستہ بلسانہا ما ادت حقہ لو کان ینبغی لبشر ان یسجد لبشر لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا اذا دخل علیہا بما فضلہ اللہ علیہا مرد کے حق کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ اگر اُس کے دونوں نتھنے خون یا پیپ سے بہتے ہوں اور عورت اُسے اپنی زبان سے چاٹے تو شوہر کے حق سے ادا نہ ہوئی اگر آدمی کا آدمی کو سجدہ روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ مرد جب باہر سے اُس کے سامنے آئے اُسے سجدہ کرے کہ خدا نے مرد کو فضیلت ہی ایسی دی ہے یہ ارشاد سن کر وہ بی بی بولیں والذی بعثک بالحق لا اتزوج ما بقیت الدنیا قسم اُس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں رہتی دُنیا تک نکاح کا نام نہ لونگی رواہ البزار والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۳۔ ایک صاحب اپنی صاحبزادی کو لے کر درگاہ عالم پناہ حضور سید العلمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی میری یہ بیٹی نکاح کرنے سے انکار رکھتی ہے حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اطیعی اباک اپنے باپ کا حکم مان۔ اُس لڑکی نے عرض کی قسم اُس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں نکاح نہ کرونگی جبتک حضور یہ نہ بتائیں کہ خاوند کا حق عورت پر کیا ہے فرمایا حق الزوج علی زوجتہ لو کانت بہ قرحۃ فلحستہا او انتثر منخراہ صدیدا او دما ثم ابتلعتہ ما ادت حقہ شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اگر اُس کے کوئی پھوڑا ہو عورت اُسے چاٹ کر صاف کرے یا اُس کے نتھنوں سے پیپ یا خون نکلے عورت اُسے نگل لے تو مرد کے حق سے ادا نہ ہوئی اُس لڑکی نے عرض کی والذی بعثک بالحق لا اتزوج ابدا قسم اُس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں کبھی شادی

نہ کرونگی حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لا تنکحوھن الا باذنھن عورتوں کا نکاح نہ کرو جبتک اُن کی مرضی نہو رواہ البزار وابن حبان فی صحیحہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ امام حافظ زکی الملۃ والدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کی سند جید اور اُس کے سب راوی ثقات مشہورین ہیں انتہی سبحٰن اللہ اس حدیث جلیل کو دیکھیے دختر نا کتخدا کو نکاح سے انکار باپ کو اصرار باپ حضور کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں صاحبزادی عین دربار اقدس میں قسم کھاتی ہیں کہ کبھی نکاح نہ کرونگی اس پر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ اُس انکار کرنے والی پر ناراض ہوتے ہیں نہ اعتراض کرتے ہیں بلکہ اولیا کو ہدایت فرماتے ہیں کہ جبتک ان کی مرضی نہو ان کا نکاح نہ کرو کہاں یہ ارشاد ہدایت بنیاد کہاں وہ جبرو تی حکم زبردستی کا ظلم کہ اگرچہ ایک بار نکاح ہوچکا اب بیوہ ہوگئی خواہی نخواہی دوبارہ نکاح پر جبر کرو اور پھر بیوہ ہو تو پھر سہ بارہ گلا دباؤ اگر مان لے تاخیر اور انکار کرے تو کافرہ ہوگئی اور ساتھ لگے اولیا کی بھی خیر نہیں اگر وہ خواہ مخواہ نکاح نہ کردیں تو اُن پر بھی معاذ اللہ عزوجل کا غضب ٹوٹے عیاذاً باللہ یزید پلیدکی طرح غارت ہوں۔ مرتے وقت ایمان جانے کا اندیشہ مزہ یہ کہ ان حضرات کے نزدیک ایک حکم شریعت مطہرہ کا اُنھوں نے چھوڑا دوسرے حکم فرض قطعی کے ترک کی یہ مسلمانوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ مرجائیں تو اُن کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو حالانکہ حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلٰوۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت براکان اوفاجرا وان ھو عمل الکبائر ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد چاہے اُس نے کتنے ہی گناہ کبیرہ کیے ہوں اخرجہ ابوداود وابویعلی والبیہقی فی سننہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح علی اصولنا معشر الحنفیۃ دوسری حدیث میں ہے مولائے دوجہان سرور کون ومکان صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صلوا علی کل میت ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھو اخرجہ ابن ماجۃ عن واثلۃ والد ابی الطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہما تیسری حدیث میں ہے حضور سید عالم مولائے اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صلوا علی من قال لا الٰہ الا اللہ اخرجہ ابوالقاسم الطبرانی فی معجمہ الکبیر وابونعیم فی حلیۃ الاولیاء عن عبد اللہ ابن الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما معاذ اللہ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے احکام کو پس پشت ڈالنا اور اپنی طرف سے نئی شریعت نکالنا بیوہ کے نکاح نہ کرنے سے لاکھ درجے بدتر ہے جبھی تو کہا تھا کہ یہ حضرات اور کو خندق سے بچائیں اور خود گہرے کوئیں میں گر جائیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم بالجملہ عند التحقیق عامہ زنان خصوصاً زنان ما

ف۱: ہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض ہے وہ نیک ہو یا بد

کے حق میں غایت درجہ حکم اباحت ہے اور مباح سے انکار پر اصلاً مواخذہ نہیں خصوصاً جب اس کے ساتھ اور کوئی مصلحت بھی ترک نکاح پر داعی ہو صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب خواہر امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو پیام نکاح دیا عرض کی مالی عنک رغبۃ یا رسول اللہ ولکن لا احب ان اتزوج وبنی صغار یا رسول اللہ مجھ حضور سے مجھے بے رغبتی تو ہے نہیں مگر مجھے یہ نہیں بھاتا کہ میں نکاح کروں اور میرے بچے چھوٹے چھوٹے ہیں سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خیر نساء رکبن الابل نساء قریش احناہ علی طفل فی صغرہ وارعاہ علی بعل فی ذات یدہ عرب کی تمام عورتوں میں بہتر زنان قریش ہیں اپنے بچے پر اس کے بچپن میں سب سے زیادہ مہربان اور خاوند کے مال کی سب سے زیادہ نگاہ رکھنے والیاں رواہ الطبرانی عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا برجال ثقات قالت خطبنی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت فذکرہ دوسری صحیح حدیث میں ہے جب حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے انھیں پیام دیا یوں عرض کی یارسول اللہ لانت احب الی من سمعی وبصری وحق الزوج عظیم فاخشی ان اضیع حق الزوج یارسول اللہ بیشک حضور مجھے اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں سے زیادہ پیارے ہیں اور شوہر کا حق بڑا ہے میں ڈرتی ہوں کہ حق شوہر مجھ سے قلت ہو اخرجہ ابن سعد بسند صحیح عن الشعبی مرسلاً تیسری حدیث میں ہے خطبہا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت لولدین بین یدیھا کھی بھذا رضیعا وبھذا ضجیعا جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے نکاح کے لیے فرمایا اپنے دو بچوں کی طرف کہ سامنے موجود تھے اشارہ کرکے عرض کی یہ دودھ پیتا اور یہ ساتھ سونے کو بہت ہے رواہ عن ابی نوفل بن عقرب ایضا مرسلاً ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر اول حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیوہ ہوئیں امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں پیام نکاح دیا انکار کر دیا پھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیام دیا انکار کر دیا پھر حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیام دیا عرض کی انی امرأۃ غیری وانی امرأۃ مصبیۃ ولیس احد من اولیائی شاھدا میں رشک ناک عورت ہوں (یعنی ازواج مطہرات سے شکر رنجی کا خیال ہے) اور عیالدار ہوں اور میرا کوئی ولی حاضر نہیں حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے عذروں پر کچھ عتاب نہ فرمایا نہ یہ ارشاد ہوا کہ تم سنت سے منکر ہوتی ہو تم پر شرعی الزام ہے بلکہ عذر سن کر اُن کے علاج وجواب ارشاد فرما دیے کہ تمہارے رشک کے لیے ہم دعا فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُسے دور کر دے (چنانچہ ایسا ہی ہوا

ام المومنین ام سلمہ باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ اس طرح رہتی تھیں گویا یہ ازواج ہی میں نہیں صلے اللہ تعالیٰ علی بعلہن وعلیہن وبارک وسلم) اور تمھارے بچے اللہ و رسول کے سپرد ہیں اور تمھارا کوئی ولی حاضر و غائب میرے ساتھ نکاح کو ناپسند نہ کریگا رواہ احمد والنسائی وغیرہما عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح ابن ابی عاصم کی روایت میں ہے منجملہ عذروں کے یہ بھی عرض کی کہ اما انا فکبیرۃ السن میری عمر زیادہ ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انا اکبر منک میں تم سے بڑا ہوں رواہ من طریق عبد الواحد بن ایمن عن ابی بکر بن عبد الرحمن عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین نے سنہ ۶۱ یا ۶۲ میں وفات پائی[ف۱] عمر شریف چوراسی برس کی ہوئی قالہ الواقدی وکثیر من العلماء نقلہ عنہم فی الاصابۃ وھو الصواب کما فی الزرقانی اور حضور اقدس[ف۲] صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر شوال سنہ ۴ ہجری میں اُن سے نکاح فرمایا ھو الصحیح کما فی الزرقانی تو جس وقت اُنھوں نے ترک نکاح کے لیے عمر زیادہ ہونے کا عذر عرض کیا ہے تیس سال کی نہ تھیں یہی کوئی چھبیس ستائیس برس کی عمر تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے ابن سعد انھیں ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ اُنھوں نے فرمایا بلغنی انہ لیس امرأۃ یموت زوجہا وھو من اھل الجنۃ وھی من اھل الجنۃ ثم لم تتزوج بعدہ الا جمع اللہ بینہما فی الجنۃ جس عورت کا شوہر مرجائے اور وہ دونوں جنتی ہوں پھر عورت اُس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُن دونوں کو جنت میں جمع فرمائے۔ اسی بنا پر اُنھوں نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تھا آؤ ہم تم عہد کریں کہ جو پہلے مرجائے دوسرا اُس کے بعد نکاح نہ کرے مگر یہ علم الٰہی میں امہات المومنین میں داخل ہونے والی تھیں حضرت ابوسلمہ نے قبول نہ فرمایا رواہ من طریق ابن عاصم الاحول عن زیاد بن ابی مریم عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سلمیٰ بنت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر شہید ہوئے وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں اور کہا میرے شوہر نے شہادت پائی اور لوگ مجھے پیام دے رہے ہیں میں نکاح سے انکار رکھتی ہوں کیا آپ امید کرتے ہیں کہ اگر میں اور وہ جمع ہوئے تو میں آخرت میں اُن کی زوجہ ہوں فرمایا ہاں! احمد فی المسند حدثنا ابو احمد ثنا ابان بن عبد اللہ البجلی عن کریم بن ابی حازم عن جدتہ سلمیٰ بنت جابر ان زوجہا استشہد فاتت عبد اللہ بن مسعود فقالت انی امرأۃ استشہد زوجی وقد خطبنی الرجال فابیت ان اتزوج حتی القاہ فترجو لی ان اجتمعت انا وھو

ف۱ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنہ ۶۱ھ یا سنہ ۶۲ھ میں وفات پائی حضرت قدسی منزلت کی عمر شریف چوراسی سال کی ہوئی۔

ف۲ حضرت ام سلمہ سے آخر شوال سنہ ۴ھ میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے نکاح فرمایا۔

ف۳ عورت نے اگر شوہر کی وفات کے بعد کسی سے نکاح نہ کیا اور وہ دونوں جنتی ہوں تو دونوں کو اللہ جنت میں جمع فرمائے گا۔

[۱] صحح الاول العجلی و الثانی ابو عمر بن عبد البر و الثالث الحافظ فی التقریب وھناک تصحیح رابع وھو سنۃ ۵۹ صححہ القسطلانی فی المواھب وقال الزرقانی وھو معارض لھذہ التصحیحات واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

ان اکون من ازواجه قال نعم فقال له رجل مارأیناك نفلت هذا منذ قاعد ناك قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ان اسرع امتی لی لحوقا فی الجنۃ امرأۃ من احمس حضرت سید سعید شہید سیدنا امام حسین صلی اللہ تعالٰی علی جدہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم کی زوجہ مطہرہ رباب بنت امرئ القیس کہ حضرت اصغر و حضرت سکینہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی والدہ ماجدہ ہیں بعد شہادت امام مظلوم رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت شرفائے قریش نے انھیں پیام نکاح دیا فرمایا ماکنت لا تخذ صہرا بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں وہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں جبتک زندہ رہیں نکاح نہ کیا ذکرہ ابن الاثیر فی الکامل مرثیہ حضرت امام انام رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتی ہیں ؎ واللہ لا ابتغی صہرا بصہرکم حتی اغیب بین الرمل والطین ۔ خدا کی قسم میں تمھارے رشتہ کے بعد کسی سے رشتہ نہ چاہونگی یہاں تک کہ ریت اور مٹی میں دفن کردی جاؤں ذکرہ ہشام بن الکلبی بلکہ علامہ ابوالقاسم عماد الدین محمود بن احمد فارابی کتاب خالصۃ الحقائق لما فیہ من اسالیب الدقائق میں صحابیات حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بی بی رباب ہی رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ذکر کرتے ہیں انہا کانت زوجا لرجل یقال له عمرو فتعاهدا ایهما مات قبل الاخر لا یتزوج الذی یبقی حتی یموت فمات فاقامت مدۃ فزوجها ابوها فرأت فی تلك اللیلۃ عمروا انشد ها ابیاتا فاصبحت مذعورۃ وقصت علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القصۃ فامرها ان تستأنس بالوحدۃ حتی تموت وامر زوجها بفراقها ففعل ذلك یعنی وہ ایک شخص عمرو نامی کی زوجہ تھیں اُن کے آپس میں عہد ہو لیا تھا کہ جو پہلے مرے دوسرا تادمِ مرگ نکاح نہ کرے عمرو کا انتقال ہوا رباب ایک مدت تک بیوہ رہیں پھر اُن کے باپ نے اُن کا نکاح کردیا اُسی رات اپنے پہلے شوہر کو خواب میں دیکھا اُنھوں نے کچھ شعر اس معاملے کی شکایت میں پڑھے یہ صبح کو خائف و ترساں اُٹھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حال عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مرتے دم تک تنہائی سے جی بہلائیں اور اس شوہر کو حکم دیا کہ انھیں چھوڑ دے اُنھوں نے چھوڑ دی نقلہ الحافظ فی الاصابۃ وقال ھی حکایۃ مشھورۃ لعبد ہذبن الخ بلکہ احادیث میں ہے خود حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس بیوہ کی نہایت تعریف فرمائی جو اپنے یتیم بچوں کو لیے بیٹھی رہے اور ان کے خیال سے نکاح ثانی نہ کرے حدیث ا۔ سنن ابی داود میں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید المرسلین صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا انا وامرأۃ سفعاء الخدین کھاتین یوم القیمۃ واومی بیدہ یزید بن زریع السبابۃ والوسطی امرأۃ ایمت من زوجھا ذات منصب وجمال حبست نفسہا علی یتامٰہا حتی بانوا وماتوا میں اور چہرہ کا رنگ بدلی ہوئی عورت روزِ قیامت ان دو انگلیوں کے مثل ہونگے (راوی نے انگشتِ شہادت اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کرکے بتایا یعنی جیسے یہ دو انگلیاں پاس پاس ہیں یونہیں اُسے روزِ قیامت میرا قرب نصیب ہوگا) وہ عورت کہ اپنے شوہر سے بیوہ ہوئی عزت والی صورت والی باایں ہمہ اُس نے اپنے یتیم بچوں پر اپنی جان کو روک رکھا یہاں تک کہ وہ اُس سے جدا ہوئے یا مرگئے۔ چہرہ کی رنگت بدلی ہوئی سیاہی مائل ہونا یہ کہ بے شوہری کے سبب بناؤ سنگار کی حاجت نہیں حدیث ۲- ابن بشران انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما امرأۃ قعدت علی بیت اولادھا فھی معی فی الجنۃ جو عورت اپنی اولاد پر بیٹھی رہے گی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگی۔ حدیث ۳- ابو یعلٰی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انا اول من یفتح باب الجنۃ الا انی اری امرأۃ تبادرنی فاقول لھا مالك ومن انت فتقول انا امرأۃ قعدت علی ایتام لی سب سے پہلے جو دروازۂ جنت کھولیگا وہ میں ہوں مگر میں ایک عورت کو دیکھوں گا کہ مجھ سے آگے جلدی کریگی میں فرماؤنگا تجھے کیا ہے اور تو کون ہے وہ عرض کریگی میں وہ عورت ہوں کہ اپنے یتیموں پر بیٹھی رہی امام عبدالعظیم منذری فرماتے ہیں اسنادہ حسن ان شاء اللہ تعالٰی **تنبیہ** حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بہشت میں تشریف لیجانا بارہا ہوگا اولیت مطلقہ[ف۲] حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے خاص ہے دروازہ کھلنا حضور والا ہی کے لیے ہوگا رضوان دارو غہ جنت عرض کریگا مجھے یہی حکم تھا کہ حضور سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں حضور پر کوئی نبی مرسل بھی تقدیم نہیں پاسکتا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجمعین۔ یہ سب مضامین احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں جن کی بعض فقیر نے اپنے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں ذکر کیں حضور کے بعد اور بندگانِ خدا جائیں گے دروازہ کھلا پائیں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پہلے سے فتح باب فرماچکے ہونگے قال تعالٰی جنّٰت عدن مفتحۃ لھم الابواب۔ یہاں[ف۳] جو اُس عورت کا آگے ہونا وارد ہوا یہ اور بار کے تشریف لیجانے میں ہے جب اہتمام کارامت میں آمد ورفت فرماتے ہونگے نہ کہ خاص باراول میں وباللہ التوفیق الحمد للہ اس تحقیق انیق سے مسئلہ کا حکم بھی بنہایت ایضاح منصۂ ظہور پر مرتفع ہوا اور اہل ارتداد کے وہ متعصبانہ احکام بھی مخذول ومندفع والحمد للہ

ف۱: بیوہ کو اپنے یتیم بچوں کے لیے بیٹھی رہے اُس کی فضیلت میں چند احادیث۔

ف۲: دخول جنت میں اولیت مطلقہ حضور اقدس علیہ التحیۃ والثناء کے لیے خاص ہے۔

ف۳: حدیث انا اول من یفتح باب الجنۃ میں امرأۃ تبادرنی کے اشکال کا دفع اور حدیث کا مطلب۔

علٰی ما وفق وعلّم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ وسلم یہاں تک نفس نکاح اور اُس پر اجبار اور عورت یا اولیاء کی جانب سے ترک یا انکار اور اُن کے انکار پر زجر و انتہار کا حکم تھا اب رہا نکاح ثانی پر طعن اقول وباللہ التوفیق ہماری تحقیق سابق سے روشن ہوا کہ نکاح ثانی مطلقاً فرض یا واجب یا سنت نہیں بلکہ عامۂ زنان کے لیے نہایت درجہ مباح ہی ہے اور مباح[ف۱] پر طعن صرف اُسی صورت میں کفر ہوسکتا ہے کہ اس کی اباحت ضروریات دین سے ہو اور باوصف اس کے یہ شخص اُسے شرعاً مباح نہ جانے نکاح ثانی کی اباحت بیشک ضروریات دین سے ہے کہ تمام مسلمین اُس سے آگاہ، قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اس پر گواہ قال اللہ تعالٰی عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن (الٰی قولہ تعالٰی) ثیبٰت وابکارا وقال تعالٰی فلما قضٰی زید منہا وطرا زوجنٰکہا وقال تعالٰی فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ کریمہ وانکحوا الایامٰی میں ایم کے نکاح کردینے کو فرمایا ایم ہر زن بے شوہر کو کہتے ہیں جس کے اطلاق میں کوآری مطلقہ بیوہ سب داخل اگرچہ ایم خاص بیوہ کا نام نہیں بالخصوص بیوہ کے لیے یہ آیتیں ہیں قال تعالٰی[ف۲] والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا فاذا بلغن اجلہن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر ○ ولا جناح[ف۳] علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونہن ولکن لا تواعدوہن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتٰب اجلہ وقال تعالٰی والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجہم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسہن من معروف واللہ عزیز حکیم ○ ان آیات کریمہ کا جملہ جملہ جواز نکاح بیوہ پر نص صریح ہے پھر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واہلبیت کرام وصحابۂ عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے قولاً وفعلاً وتقریراً اُس کی اباحت متواتر ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا کے سوا تمام ازواج مطہرات حضور سید الکائنات علیہ وعلیہن الصلوات والتحیات ثیبات تھیں کما ثبت ذٰلک فی صحیح البخاری من حدیث نفسہا ومن حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم مگر کلام اسمیں ہے کہ جاہلان ہند جو اُسے ننگ و عار سمجھتے ہیں آیا اس بنا پر ہے کہ اُسے از روئے شریعت ہی حلال نہیں جانتے ایسا ہو تو بیشک کفر ہے مگر انصافاً عامۂ ناس سے اس کا اصلاً ثبوت نہیں جس مسلمان سے پوچھیے صاف اقرار کریگا کہ شرعاً بے شک جائز ہم ناجائز وحرام نہیں جانتے بلکہ از روئے رسم لوگوں کے نزدیک ایک ننگ و عار کی بات ہے بخیال طعن وبدنامی اُس سے احتراز ہی

ایسے خیالات پر ہرگز حکم تکفیر نہیں ہو سکتا سلفاً و خلفاً تمام لوگوں میں معاملات دنیویہ میں مصالح دنیویہ کے لحاظ
سے ہی باہم ایک دوسرے پر صدہا مباحات میں طعن و سرزنش رائج ہے وہاں کیوں گیا یہ کیوں کیا فلاں
سے کیوں ملا حالانکہ یہ سب امور مباحات شرعیہ ہیں یہ تو خاص خاص ہر شخص کے اپنے ذاتی معاملات میں ہے
اور مصطلحات عامہ قوم یا شاملہ ملک میں بھی بہت باتیں مباح شرعی ہیں کہ بوجہ عرف و عادت معیوب ٹھری
ہیں کہ اس احتراز و اعتراض میں اکثر یہ حضرات مکفرین بھی شریک۔ مثلاً باپ کے سامنے اپنے زوج یا زوجہ
سے ہمکلام ہونا خصوصاً نئے دلوں میں۔ یوہیں باپ یا پیر وغیرہا بزرگوں کے حضور حقہ پینا یا خصر دو دا وجب
راتکو ایک پلنگ پر ہوں اونکے پاس جانا پاس بیٹھنا بات کرنا اونکا بدستور لیٹے رہنا۔ ماں بہن بیٹی کا اپنے
بیٹے بھائی باپ کے سامنے سینہ و پستاں کھولے پھرنا۔ شریف عورتوں کا برقع اوڑھکر سر بازار سودے
خریدنا اجنبی لوگوں سے باتیں کرنا ان میں کونسی بات شرعاً ممنوع و نا جائز ہے مگر رسم و رواج و اصطلاح
حادث کیوجہ سے اب تمام اہل حیا انھیں عیب جانتے ہیں جو ایسے امور کا مرتکب ہو اوسپر طعن کرینگے
کیا اس بنا پر معاذ اللہ سب مسلمان کافر ٹھہرینگے اسی قبیل کا طعن و اعتراض یہاں کے عوام کو نکاح ثانی
میں ہے تو اوسپر بے تکلف حکم کفر جاری کرنا سخت مجازفت اور کلمۂ طیبہ پر بیباکانہ جرأت ہے والعیاذ باللہ
رب العلمین صحیح حدیث سے ثابت کہ حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت
ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سالی حضرت اسماء
رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر کا پانی خود بھر کر لاتیں اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کے
لیے بیرون شہر دو میل پر جاکر دانہائے خرما جمع فرماتیں اونکی گٹھری پیادہ پا اپنے سر مبارک پر اوٹھا کر لاتیں
ایکبار چلتے ہوئے راہ میں حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع ایک جماعت انصار کرام کے ملے حضور نے
انھیں بلایا اور اونٹ کو بیٹھنے کا حکم فرمایا کہ اپنے پیچھے سوار فرمالیں اونھوں نے مردوں کے ساتھ چلنے میں
حیا کی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت کا خیال آیا تمامنا حضرت زبیر سے حال کہا فرمایا واللہ تمھارا
گٹھلیاں سر پر لیکر چلنا مجھپر زیادہ سخت تھا اس سے کہ تم حضور کے ساتھ سوار ہو لیتیں صحیحین میں ہے عن اسماء
بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالت تزوجنی الزبیر وماله فی الارض من مال ولا مملوك ولا شیئ غیر ناضح وغیر
فرسه فكنت اعلف فرسه واستقی الماء واخرز غربه واعجن ولم اكن احسن اخبز وكان یخبز جارات لی من
الانصار وكن نسوة صدق وكنت انقل النوی من ارض الزبیر التی اقطعه رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم علی رأسی وھی منی علی ثلثی فرسخ فجئت یوما والنوی علی راسی فلقیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومعہ نفر من الانصار فدعانی ثم قال اخ اخ لیحملنی خلفہ فاستحییت ان اسیر مع الرجال وذکرت الزبیر وغیرتہ وکان اغیر الناس فعرف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی قد استحییت فمضی فجئت الزبیر فقلت لقینی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلی راسی النوی ومعہ نفر من اصحابہ فاناخ لارکب فاستحییت منہ وعرفت غیرتک فقال واللہ لحملک النوی کان اشد علی من رکوبک معہ قالت حتی ارسل الی ابو بکر بعد ذلک بخادم یکفینی سیاستہ الفرس فکانما اعتقنی۔ تکفیر کرنے والے حضرات ذرا سچ سچ کہیں اونکے یہاں کے معزز شریف شہری لوگ کیا اسے روا رکھیں گے کہ اونکی شریف خاندانی بیبیاں گھر کا پانی کوئیں سے بھر کر لائیں شہر سے دو دو کوس پر جاکر گھوڑے کے لیے گھاس چھیلیں گھاس کا گٹھا سر پر رکھکر سر بازار لائیں بہنوئی نہیں خاص اپنے حقیقی بھائی ہی کے پیچھے مردوں کے مجمع میں اونٹ پر چڑھی پھریں کیا وہ ان باتوں کو عیب نجانیں گے کیا وہ انپر طعن نہ کریں گے اگر نہیں تو زبانی جمع خرچ کی نہیں سہی ذرا کر دکھائیں اور اگر ہاں تو پہلے اپنی نسبت حکم بتائیں پھر اور مسلمانوں پر منہ آئیں میں اس قسم کی بکثرت حدیثیں پیش کرسکتا ہوں مگر عاقل کو ایک حرف کافی اور نامنصف کو دفتر ناوافی بلکہ اگر نظر دقیق کیجئے تو ایک وجہ وہ بھی نکل سکتی ہے کہ کوئی شخص ان بلاد میں نکاح ثانی کو ممنوع شرعی جانے اور اوسکی تکفیر کیطرف اصلا راہ نہ ہو وہ یہ کہ مثلاً زید زعم کرے کہ نکاح ثانی فی نفسہ اگرچہ مباح ہے مگر ان اعصار و امصار میں نکاح بیوہ پر لوگ طعنہ زن ہو کر کبیرۂ شدیدہ میں واقع ہوتے اور اس عورت کی مذمت کرتے اور اوس سے نفرت رکھتے ہیں تو یہاں اس کا فعل مسلمانوں کے ایسے مہالک عظیمہ میں واقع ہونے اور اونپر دروازۂ کبائر و اتباع شیطان کھلنے کا باعث ہوگیا ہے اور جو مباح ایسے امور کی طرف منجر ہو اس عارض کیوجہ سے مباح نہیں رہتا شرعاً قابل احتراز ہو جاتا ہے نظیر اس کی عوام کے سامنے حقائق عالیہ و دقائق عالیہ کا ذکر جو انکے مدارک و افہام سے ورا ہو کہ اشاعت علم فرض اور کتمان حرام مگر یہاں عوام کا فتنہ میں پڑنا گناہ میں مبتلا ہونا متوقع لہذا اونکے سامنے ایسا بیان شرعاً ممنوع۔ حدیث میں ہے۔ حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ لوگوں سے وہ باتیں کہو جنھیں وہ پہچانیں کیا یہ چاہتے ہو کہ لوگ اللہ و رسول کی تکذیب کریں رواہ البخاری فی صحیحہ عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ موقوفا علیہ والدیلمی فی مسند الفردوس عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ۲۔ امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم۔ ہمیں حکم ہے کہ لوگوں سے بقدر اونکی عقول کے کلام کریں

رواہ الامام ابو عبدالرحمٰن السلمی ومن طریقہ الدیلمی والحسن بن سفیان فی مسندہ وابو الحسن التمیمی فی کتاب العقل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **حدیث ۳** ما حدث احد کم قوما بحدیث لا یفہمونہ الا کان فتنۃ علیہم تم میں کوئی شخص کسی قوم سے کوئی ایسی حدیث کہ اونکی سمجھ سے ورا ہو بیان نہ کریگا مگر یہ کہ وہ حدیث اون پر فتنہ ہو جائیگی رواہ العقیلی وابن السنی وابو نعیم فی الریاضۃ وغیرھم عنہ عن المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوسری روایت میں ہے لا تحدثوا امتی من احادیثی الا ما تحملہ عقولہم فیکون فتنۃ علیہم میری امت سے میری حدیثیں نہ بیان کرو مگر وہ جو اونکی عقلیں اوٹھالیں کہ وہ حدیث اون پر فتنہ ہو جائیگی رواہ عنہ ابو نعیم ومن طریقہ الدیلمی وذیہ قد کان ابن عباس یخفی اشیاء من حدیثہ ویفشیہا الی اہل العلم تیسری روایت میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یا ابن عباس لا تحدث قوما حدیثا لا تحتملہ عقولہم اے ابن عباس لوگوں سے وہ حدیث نہ بیان کر جو انکی عقل میں نہ آئے رواہ عنہ فی مسند الفردوس۔ **حدیث ۴** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں ما انت بمحدث قوما حدیثا لا تبلغہ عقولہم الا کان لبعضہم فتنۃ تو جب کسی قوم سے وہ حدیث بیان کریگا جس تک اونکی عقل نہ پہنچے وہ ضرور اون میں کسی پر فتنہ ہو جائے گی رواہ مسلم فی مقدمۃ صحیحہ۔ **قلت** ومن ھذا الباب ما کان الامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ یخفی فی بعض مجالسہ القول برؤیۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ لیلۃ المعراج کما ذکرہ الزرقانی وقد صح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال حفظت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الاٰخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم رواہ البخاری۔ **نظیر ۲** عمامہ کا شملہ چھوڑنا یقیناً سنت مگر جہاں جہال اسپر ہنستے ہوں وہاں علمائے متاخرین نے غیر حالت نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا جسکا منشا وہی حفظ دین عوام ہے شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی رسالہ آداب لباس میں فرماتے ہیں فقہا ارسال شملہ بر این قیاسی بسیار است وارسال آن سنت مؤکدہ دانند وعلماء متاخرین سوائے صلوات پنجگانہ شملہ را ارسال ندار ند از برائے طعن ومسخرہ جہال زمانہ اھ ملخصا۔ **نظیر ۳** قرآن عظیم کی دسوں قرائتیں حق اور دسوں منزل من اللہ دسوں طرح حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پڑھا اور حضور سے صحابہ صحابہ سے تابعین تابعین سے ہم تک پہونچا تو ان میں ہر ایک کا پڑھنا بلاشبہ قرأت قرآن ونور ایمان ورضائے رحمٰن ہے بااینہمہ علماء نے ارشاد فرمایا کہ جہاں جو قرأت رائج ہو نماز وغیر نماز میں عوام کے سامنے وہی قرأت پڑھیں دوسری قرأت جس سے ان کے کان آشنا نہیں نہ پڑھیں مبادا وہ اسکے
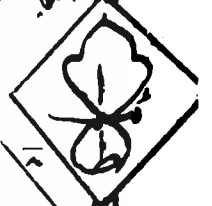
ہنسنے یا طعن کرنے سے اپنا دین خراب کریں ہندیہ میں ہے فی الحجۃ قرأۃ القرآن بالقراءات السبعۃ والروایات کلہا جائزۃ ولکنی اری الصواب ان لا یقرء القراءۃ العجیبۃ بالامالات والروایات الغریبۃ کذا فی التاتار خانیۃ۔ ردالمحتار میں ہے۔ ان بعض السفہاء یقولون مالا یعلمون فیقعون فی الاثم والشقاء ولا ینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علی ما فیہ نقصان دینہم ولا یقرأ عندہم مثل قراءۃ ابی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزۃ والکسائی صیانۃ لدینہم فلعلہم یستخفون او یضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحۃ فصیحۃ ومشایخنا اختاروا قراءۃ ابی عمرو وحفص عن عاصم اھ من التاتارخانیۃ عن فتاوی الحجۃ **نظیر** ہم قریش نے جب زمانۂ جاہلیت میں کعبہ از سر نو بنایا کچھ تنگی خرچ کچھ اپنی اغراض فاسدہ سے بنائے جلیل حضرت خلیل صلے اللہ تعالیٰ علی ابنہ وعلیہ وبارک وسلم میں بہت تغیرات کردیں دو دروازۂ غربی وشرقی سے صرف ایک درشرقی رکھا اور اُسے بھی زمین سے بہت بلندی پر نکالا کہ جسے چاہیں داخل سے مشرف ہونے دیں جسے چاہیں محروم رکھیں گز دوں زمین جانب شمال چھوڑدی کہ عمارت بڑھانے میں خرچ بیجوہ درکار تھا باآنکہ یہ صریح بدعت جاہلیت وتغیر سنت ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تھی مگر حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض بغرض حفظ دین نومسلمین اوسے قائم وبرقرار رکھا کہ تغیر بے ہدم عمارت موجودہ نہوتی خدا جانے اونکے دلوں میں کیا وسوسہ گزرے صحیحین میں ہے عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت سألت النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الجدر امن البیت ہو قال نعم قلت فما لہم لم یدخلوہ فی البیت قال ان قومک قصرت بہم النفقۃ قلت فما شان بابہ مرتفعا قال فعل ذلک قومک لیدخلوا من شاؤا ویمنعوا من شاؤا ولولا ان قومک حدیث عہدہم بالجاہلیۃ فاخاف ان تنکر قلوبہم ان ادخل الجدر فی البیت وان الصق بابہ بالارض وفی اخری ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لہا یا عائشۃ لولا ان قومک حدیث عہد بجاہلیۃ لامرت بالبیت فہدم فادخلت فیہ ما اخرج منہ والزقتہ بالارض وجعلت لہ بابین بابا شرقیا وبابا غربیا فبلغت بہ اساس ابراہیم یہ تقریر اگرچہ دعوی ممانعت کے اثبات سے قاصر یا سراپا غلط ہی سہی مگر شک نہیں کہ اب تکفیر قطعاً محال کہ آمیں نفس اباحت کا کہ ضروریات دین سے تھی انکار نہوا بلکہ اوسمیں کسی ایسی چیز کا بھی انکار نہیں جسکی وجہ سے تکفیر درکنار تضلیل ہوسکے غایت یہ کہ خطا وغلط کہیے وہ بھی بلحاظ دعوی ممانعت ورد شبہہ نہیں کہ نظائر مذکورہ بلاد میں نکاح ثانی سے مصلحۃً احتراز کیجہ وجہ موجہ ہوسکتی ہیں جبکہ نوبت تا وجوب بلا فرض نہو کما لا یخفی علی اولی النہی واللہ الہادی الی صراط سوی بالجملہ تکفیر اہل قبلہ واصحاب کلمۂ طیبہ میں جرأت وجسارت

محض جہالت بلکہ سخت آفت جسمیں وبال عظیم ونکال کا صریح اندیشہ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول
وفعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع وفظیع ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں اگر کوئی ضعیف سی ضعیف نحیف سی نحیف تاویل پیدا ہو جسکی
رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اوسی کیطرف جائیں اور اسکے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں
حدیث ۱ میں ہے حضور سید العلمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الاسلام یعلو ولا یعلی اسلام غالب رہتا ہے
مغلوب نہیں ہوتا اخرجہ الرویانی والدارقطنی والبیھقی والضیاء فی المختارۃ والخلیل کلھم عن عائذ بن عمرو المزنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ احتمال اسلام چھوڑکر احتمالات کفر کیطرف جانیوالے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں
والعیاذ باللہ رب العلمین حدیث ۲ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفوا عن اھل لا الٰہ الا اللہ لا تکفروھم
بذنب فمن اکفر اھل لا الٰہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں سے زبان روکو انھیں کسی
گناہ پر کافر نہ کہو لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے رواہ الطبرانی فی الکبیر
بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث ۳ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلاث من اصل
الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللہ ولا یکفر بذنب ولا یخرجہ من الاسلام بعمل تین باتیں اصل ایمان میں
داخل ہیں لا الٰہ الا اللہ کہنے والے سے باز رہنا اور اوسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہا جائے اور کسی عمل پر
اسلام سے خارج نہ کہیں رواہ ابو داود عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۴ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم لا تکفروا احدا من اھل القبلۃ اہل قبلہ سے کسیکو کافر نہ کہو رواہ العقیلی عن ابی الدرداء
رضی اللہ تعالیٰ عنہ **الحمد للہ** کلام اپنی نہایت کو پہنچا اور حکم مسئلہ نے من جمیع الوجوہ رنگ ایضاح
پایا **خلاصہ مقصود** یہ کہ عوام ہند جو نکاح بیوہ کو باتباع رسم مردود ہنود ننگ و عار سمجھتے ہیں اور کیسی ہی
حالت حاجت وضرورت شدیدہ ہو معاذ اللہ حرام کے مثل اوس سے احتراز رکھتے ہیں برا کرتے ہیں اور بہت
برا کرتے بیجا پر ہیں اور سخت بیجا پر خانصاحب شیخ صاحب مرزا صاحب درکنار وہ کوئی حضرت میر صاحب ہی
ہوں تو کیا اونکی بیٹیاں بہنیں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص جگر پاروں سیدۃ النساء بتول زہرا
صلے اللہ تعالیٰ علی ابیہا وعلیہا وسلم کی بطنی صاحبزادیوں سے زیادہ عزت والیاں بڑھکر غیرت والیاں ہیں جنکے
دو دو تین تین اور اس سے بھی زائد نکاح ہوئے سبحن اللہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک مسلمانو ذرا کلمہ پڑھنے
کی شرم کرو اور اپنے آقا اپنے مولیٰ اپنے بادشاہ عرش بارگاہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت چھوڑکر ناپاکوں
گندوں اینٹ پتھر کے بندوں کے قدم پر قدم نہ دھرو ذرا غور تو کرو کس کی راہ چھوڑتے اور کس گمراہ کے پیچھے

دوڑتے ہو بقول دشمن پیماں دوست شکستی۔ ببیں کہ ازکہ بُریدی وبا کہ پیوستی۔ نکاح کی چھ صورتیں اور انکے احکام مفصلاً گذرے اونھیں بغور دیکھو اور بصدق دل عمل میں لاؤ کہ دنیا و آخرت کے منافع پاؤ اور اس اسم نیک کے طعن و تشنیع سے قطعاً باز رہو کہیں اس اندھے کوئیں میں گرکر نور ایمان کو خیرباد نہ کہو۔ ادھر ان حضرات اہل تکفیر سے التماس کہ شوق سے منکر کو اٹھایئے بری رسم کو مٹایئے مگر ذرا اپنا بھی نفع ونقصان دیکھے بچانے اپنا بھی دین وایمان رو کے سنبھالیے یہ کیا موقع ہے اور کو نصیحت آپکو فضیحت۔ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کی عظمت جانو تو اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سخت آفت مانو یہاں نیل قابو میں ہے جسے چاہو کافر بتاؤ مشرک کہہ جاؤ مگر اوس دن کا بھی کچھ جواب بنا رکھو جب لا الہ الا اللہ کو اپنے قائلوں کیطرف سے جھگڑتا دیکھو۔ آہی لا الہ الا اللہ کے اوتارنے والے اہل لا الہ الا اللہ کو ہدایت فرما اور ہمیں لا الہ الا اللہ کے سچے ایمان پر دنیا سے اٹھا آمین آمین آلہ الحق آمین والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

الحمد للہ

کہ یہ شافی جواب چند ضعیف جلسوں میں ۱۵ صفر ۱۳۱۲ھ کو تمام اور بلحاظ تاریخ
الطائب التہانی فی النکاح الثانی نام ہوا۔ امید کرتا ہوں
کہ یہ سب مباحث رائقہ ودلائل فائقہ حصہ خاصہ خامۂ فقیر اور اس
مسئلہ کی توضیح اس مطلب کی تنقیح میں آپ ہی اپنی نظیر
ہوں۔ والحمد للہ اولا وآخرا وباطنا وظاہرا
والصلاۃ والسلام علی سید الانام محمد الحبیب
وآلہ الکرام وردا وصدرا وسرا وجہرا
والحمد للہ رب العلمین واللہ
سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

رضا دار الاشاعت کی قابل قدر پیش کش

علم نحو کا بیش بہا خزانہ منظر عام پر آگیا، یعنی

جامع الغموض شرح کافیہ فارسی کا اردو ترجمہ رضا دار الاشاعت کے زیر اہتمام چھپ رہا ہے چونکہ ساڑھے آٹھ سو ۸۵۰ صفحات پر پھیلی ہوئی اس مبسوط کتاب کا ترجمہ تقریباً تیرہ ۱۳۰۰ سو صفحات پر مشتمل ہوگا۔ لہذا مناسب یہ سمجھا گیا کہ اس کو قسطوار شائع کیا جائے تاکہ طلبہ کے لئے سہولت رہے اس لئے کہ اس کتاب کے خریدار اکثر وبیشتر طلبہ ہی ہوں گے۔ چنانچہ قسطوار شائع کیا جارہا ہے اور اب تک کل آٹھ قسطوں میں سے پانچ قسطیں طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں۔ یعنی نصف سے زیادہ چھپ چکی ہے۔ ہر قسط کے صفحات ۱۶۰، ہوتے ہیں اور سائز ۲۰×۳۰/۸، فی قسط عام قیمت ۲۵، روپے، طلبہ وتاجران کتب کے لئے خصوصی رعایت کے ساتھ ۱۵، روپے میں رسال کی جاتی ہے۔ جملہ اخراجات بذمہ خریدار۔

مزید پروگرام کے مطابق آٹھ قسطوں کو دو جلدوں میں مجلد کرکے بھی پیش کیا جائے گا۔ یعنی ہر جلد میں چار قسطیں ہوں گی۔ لہذا پہلی چار قسطوں کو مجلد کرالیا گیا ہے۔ چنانچہ اب پہلی چار قسطیں یکجا مجلد بھی دستیاب ہیں اور علیحدہ علیحدہ بھی،

آپ سے گذارش ہے کہ اس دینی وعلمی کام میں ہمارا تعاون کریں اور زیادہ سے زیادہ آرڈر سے نوازیں۔ چہار قسط مجلد ریگزین، ہدیہ ...۔۱۱۵، روپے

رضا دار الاشاعت

بہیڑی ضلع بریلی شریف ۲۴۳۲۰۱ یوپی

کتاب الطلاق

مسئلہ ۱: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ
یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے شریعت پناہ وطریقت آگاہ دریں مسئلہ کہ زوجہ مسمی زید کار فحش و ناقصہ علانیہ می نماید وزوجہ عمرو بہ خلاف شوہر خود می باشد ...... وکار فحش پوشیدہ می کند وایں کار زشتہ او ہم پہلوئے یقین کامل ست پس بہ تشکیک یقینی شوہر شوہر او طلاق دادن خواہد درست ست یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب: درصورت مستفسرہ طلاق باجماع درست ومباح ست زیراکہ در اباحت طلاق علماء راسہ قول ست یکے آنکہ مطلقا مباح ست گو بے سبب محض باشد مشی علیہ العلامۃ الغزی فی متن التنویر وزعم شارحہ العلامۃ العلائی انہ ہو قول العلامۃ وادعی العلامۃ البحر فی البحر انہ الحق وانہ المذہب دوم آنکہ جز بوجہ پیری زن یا آوارگی وبد وضعی او اباحت نہ دارد وہو قول ضعیف کما فی رد المحتار سوم آنکہ اگر حاجتے باشد مباح ست ورنہ ممنوع ہمیں صحیح ومؤید بدلائل ست صححہ العلامۃ المحقق علی الاطلاق فی الفتح وانتصر لہ خاتم المحققین العلامۃ الشامی بما یتعین استفادتہ ایں جاکہ آوارگی زناں متحقق ست ہر سہ قول بر اباحت طلاق متفق آمد بلکہ چوں فسق وارتکاب چیزے از محرمات ثابت شود طلاق مستحب گردد فی الدر المختار بل یستحب لو موذیۃ او تارکۃ صلوۃ غایۃ وفی رد المحتار الظاہر ان ترک الفرائض غیر الصلوۃ کالصلوۃ اما واجب نیست اگر شوئے دادن نخواہد فی الدر المختار لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲: از کسراٹون پرگنہ فتکن آباد ڈاکخانہ سرسا گنج مرسلہ سید تصدق حسین صاحب زمیندار ورئیس موضع مذکور
۶ رجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغہ کی شادی ایک شخص سے ہوئی جو آنکھوں سے معذور ہے عورت کی عمر اب دس برس کی ہے اس کے سسرال والے چاہتے ہیں کہ اوسے شوہر سے طلاق دلوا کر شوہر کے چھوٹے بھائی سے اس کا عقد کردیں اور عورت کی بڑی بہن بیوہ کا اس نابینا سے نکاح کریں اس صورت میں چھوٹی بہن کہ بے خطا ہے کوئی شرعی جرم اس کے ذمہ نہیں طلاق دینا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو اس کا مہر ادا کرنا پڑیگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بلاوجہ شرعی طلاق دینا اللہ تعالٰی کو سخت ناپسند ومبغوض ومکروہ ہے حدیث میں ہے: ابغض الحلال

الی اللہ تعالٰی الطلاق مگر وہ اس کا اختیار ضرور رکھتا ہے اگر دے گا ہو جائے گی پھر اگر زوجہ سے ابھی خلوت یعنی بغیر کسی مانع کے تنہا یکجائی نہ کی یا زوجہ کہ ابھی دہ سالہ ہے قابلیت جماع اصلاً نہ رکھتی ہو جب تو نصف مہر دینا ہوگا اگر بندھا ہو اور کچھ نہ بندھا ہو تو ایک پورا جوڑا جس میں دوپٹہ پاجامہ اور عورتوں کے چھوٹے کپڑے اور جو تا سب کچھ ہو اور مرد و عورت دونوں کے حال کے لحاظ سے عمدہ نفیس یا کم درجہ یا متوسط ہو دینا آوے گا جس کی قیمت نہ پانچ درہم سے کم ہو نہ عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ ہو اگر مرد و عورت دونوں غنی ہیں تو نفیس اور دونوں فقیر تو ادنی اور ایک فقیر دوسرا غنی تو اوسط اور اگر یہ سالہ لڑکی قابل جماع ہے اور خلوت ہو چکی تو پورا مہر لازم ہوگا تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے تجب متعۃ لمفوضۃ وھی من زوجت بلا مھر طلقت قبل الوطء وھی درع وخمار وملحفۃ (قال فخر الاسلام ھذا فی دیارھم اما فی دیارنا فیزاد علی ھذا ازار ومکعب کذا فی الدرایۃ قلت مقتضی ھذا ان یعتبر عرف کل بلدۃ لاھلھا فیما تکتسی بہ المرأۃ عند الخروج اھ ش) لاتزید علی نصف مھر المثل لو الزوج غنیا ولا تنقص عن خمسۃ دراھم لو فقیرا وتعتبر المتعۃ بحالھما کالنفقۃ بہ یفتی (فان کان غنیین فلھا الاعلی من الثیاب او فقیرین فالادنی او مختلفین فالوسط وما ذکرہ قول الخصاف وفی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ قال فی البحر الارجح قول الخصاف لان الولوالجیۃ صححہ وقال وعلیہ الفتوی کما افتوا بہ فی النفقۃ اھ ش) الکل ملخص واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳: از ملک بنگالہ موضع سیتاپور علاقہ کملا مرسلہ انوار الدین باراول ۹ / شعبان ۱۳۱۶ھ وبار دوم از ڈھاکہ موضع بوگر مرسلہ مولوی حسن علی صاحب ۲۴ / شعبان ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق حق اللہ یا حق العباد۔ بینوا توجروا۔

الجواب: طلاق کسی کا حق نہیں حق وہ جس کا مطالبہ پہنچے اور طلاق کا مطالبہ عورت کو نہیں پہنچتا بلکہ بے وجہ شرعی مطالبہ کرے تو گنہ گار ہو اور اللہ عزوجل بھی طلاق طلب نہیں فرماتا بلکہ اُسے ناپسند و مبغوض رکھتا ہے تو نہ وہ حق اللہ ہے نہ حق العبد ہاں جب مرد عورت کو وجہ شرعی پر نہ رکھ سکے مثلاً نامرد ہو تو اُس وقت شرعاً اس پر طلاق دینی لازم ہو جاتی ہے قال اللہ تعالٰی فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف ایسی حالت میں ضرور وہ حق العبد و حق اللہ دونوں ہو جائے گی حق العبد تو یوں کہ عورت کی خلاصی اسی سے متصور۔ اور حق اللہ یوں کہ ہر حق العبد حق اللہ بھی ہے جس کے ادا کا وہ حکم فرماتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴: از ملک بنگال ضلع سلہٹ ڈاکخانہ ایٹ کھولا موضع نارائن پور مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب روز عرفہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں سوال اول کسی نے تین برس کے بعد ایک عورت کے طلاق پر گواہی دی

اب شرعاً گواہ مقبول ہے یا مردود اور مدت فاصلہ جو درمیان طلاق اور شہادت کے ہے مانع شہادت ہے یا نہیں اور قبل اس شہادت کے تذکرہ طلاق اور عدم تذکرہ میں کوئی فرق ہے یا نہیں بینوا توجروا مع الدلائل۔ سوال دوم طلاق حق اللہ ہے یا حق العباد مع برہان قاطع بینوا توجروا۔

الجواب: طلاق بمعنی الایقاع یعنی اُس کا احداث اصلاً منجملہ حقوق نہیں حیث لامطالبۃ لا من جھۃ العبد ولا من اللہ تعالٰی بل ابغض الحلال الی اللہ الطلاق البتہ جب اداے حق زوجہ پر قادر نہ ہو جیسے عنین وغیرہ تو طلاق حق العبد ہے حق زن کے لیے دیانۃً بھی واجب ہے اور ہر واجب دیانۃ حق اللہ سبحنہ تو اس حالت خاص میں طلاق حق العبد بھی ہے اور حق اللہ بھی ہے بقولہ تعالٰی فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف اور طلاق بمعنی الوقوع یعنی بعد حدوث اُس کا ثمرہ کہ حالاً یا مآلاً تحریم فرج ہے حق اللہ عزوجل ہے ولہذا اس پر ادائے شہادت کے لیے کسی کا مدعی ہونا ضرور نہیں یہاں تک کہ زن و مرد دونوں منکر ہوں مگر دو شاہد شرعی شہادت دیں حکم طلاق دیا جائے گا اور اُن دونوں کے انکار پر اصلاً التفات نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے یجب الاداء بلاطلب الشھادۃ فی حقوق اللہ تعالٰی کطلاق امرأۃ ای بائنا وعتق امۃ وتدبیرھا طحطاوی میں ہے وتقبل ولو انکر الزوجان ولہذا الطلاق بائن ہیں اگر شاہدین جانبین کہ زوجین بعد طلاق بھی بوجہ ناجائز معاشرت رکھتے ہیں اور بلاعذر شرعی شہادت ایک مدت تک ادا نہ کریں فاسق ہوجائیں گے اور اب ان کی گواہی مردود ہوگی قنیہ واشباہ و درمختار میں ہے متی اخر شاھد الحسبۃ شہادتہ بلاعذر فسق فترد غمز العیون میں ہے شاھد الحسبۃ اذا اخر شھادتہ ھل المعتبر خمسۃ ایام او ستۃ اشھر فیہ خلاف ذکرہ فی القنیۃ ولم یذکرہ المصنف رحمہ اللہ تعالٰی قال بعض الفضلاء الذی یظھر ان ذکر خمسۃ ایام فی کلام القنیۃ لیس بقید بل المدار علی التمکن من الشھادۃ عند القاضی ویدل علیہ مافی الصیرفیۃ شھدا انھما کانا یعیشان عیش الازواج وکان مطلقھا منذ کذا لاتقبل لانھما صارا فاسقین بتاخیرھما الشھادۃ اھ پس صورت مسئولہ میں اگر طلاق مغلظہ تھی یا طلاق بائن تھی اور ادائے شہادت سے کوئی عذر صحیح مانع نہ تھا ورنہ کی تو گواہی مردود ہے۔ اگرچہ ہنوز تین ہی دن ہوئے ہوں نہ کہ تین برس اور اس سے پہلے تذکرہ وعدم تذکرہ طلاق میں کوئی فرق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از بریلی محلہ نقشبندیان مسئولہ سید ولایت حسین صاحب ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملہ میں کہ زید اور اس کی خالہ کے باہم نفاق دلی ہے اور دونوں کے مکان سکنے کا صحن ایک ہے زید اپنی زوجہ کو ممانعت کرتا ہے کہ تو میری خالہ کے صحن مکان میں مت جایا کر اور میری خالہ سے مت مل اور نہ بات کر نہ کچھ لینے دینے کا رسوم رکھ کہ وہ میری مخالف ہے اور وہ اُس کی نہیں مانتی اور اُس کے خالہ کے مکان میں جانا اور اُس سے بات کرنا اور راہ و رسم نہیں چھوڑتی اور جب زید اس بات پر اُس سے سخت کلامی کرتا ہے تو وہ برابر سخت کلامی کرتی ہے اور اپنے ماں باپ اور خالہ سے

زید کو مجبور کراتی ہے یہاں تک زید کو اور اس کی والدہ کو تنگ کرتی ہے اور بے حرمتی کی باتیں کرتی ہے اور زید اسکی نافرمانی کی وجہ سے اپنی زوجہ کو طلاق شرعی دینا چاہتا ہے تو ایسی عورت نافرمان کو طلاق دینا جائز ہے یا نہیں اور اس حالت میں کہ وہ بار حمل سے ہو جیسا ارشاد ہو عمل کیا جاوے۔

الجواب:۔ حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے بنائی گئی ہے ٹیڑھی ہی چلے گی اور اگر تو اس سے فائدہ لینا چاہے تو اسی حال پر اس سے نفع اٹھا اور سیدھی کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی اور اس کا توڑنا اُسے طلاق دینا ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ مسلمان عورت سے اچھا برتاؤ کرو کہ اگر تمھیں اس کی ایک عادت ناپسند ہوئی تو دوسری عادت پسند ہوگی اور اللہ عزوجل فرماتا ہے عسیٰ ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ۝ قریب ہے کہ تم ایک بات کو مکروہ جانو گے اور اللہ عزوجل اس میں بہت بھلائی رکھے گا اور اگر عورت کو طلاق دیکر پھر کبھی نکاح نہ چاہے تو خیر ورنہ کیا معلوم کہ دوسری اس سے بھی بُری ملے اس لیے حتی الامکان عورت کے ساتھ نیک برتاؤ اور اسکی دلجوئی اور اسے خوش کرکے اپنی اطاعت پر لانا اور اسکی کج خلقی پر صبر کرنا چاہیئے اور اصلاح ناممکن ہو تو طلاق دے سکتا ہے مگر ایک طلاق رجعی سے زیادہ دینا گناہ ہے فقط ایک بار اس سے کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی پھر اگر عدت کے اندر یعنی حاملہ کے بچہ پیدا ہونے سے پہلے دل میں اُسے رکھنے کی آئی تو زبان سے کہلے میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھر لیا وہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی ورنہ اس سے الگ رہے یہانتک کہ بچہ پیدا ہو جائے اسوقت وہ نکاح سے نکل جائے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۶:۔ از چھاؤنی فیروزپور مرسلہ عبدالعزیز خاں پنشنر یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

بخدمت اقدس حامی شرع رسول حاوی معقول ومنقول حضرت مجدد مائتہ حاضرہ جناب مولانا صاحب دامت فیوضہم۔

سودبانہ السلام علیکم کے بعد گذارش ہے کہ طلاق بہر نہج کہ باشد عورتوں کو اس کا علم ہو یا نہ ہو واقع ہو جاتی ہے مگر اس کا ایقاع بلا وجہ موجہ مبیحہ شرعیہ نادرست اور حرام ہے والیقاعہ مباح عند العامۃ لاطلاق الاٰیات اکمل وقیل قائلہ الکمل الاصح انہ حظر الا لحاجۃ الخ درمختار۔ معاشرت نساء کے بارے میں جو آیات اور احادیث وارد ہیں انہیں بھی جانب عدم ایقاع اور حرمت مرجح معلوم ہوتی ہے بعد نکاح ایقاع طلاق وعدم ایقاع کل مختار ہے اور عدم ایقاع مختار اور پسندیدہ نظر اور الی الاٰیات والاحادیث التی وردت فی المعاشرت بالنساء بعد چند سال کے اگر آپس میں شقاق واقع ہو تو بنا بر مطابق آیت والتی تخافون نشوزھن مصالحت کی راہ سے اختیار کی بنا بریں قرار پایا کہ میں اس عورت کو ہرگز طلاق نہ دوں گا تا زندگی اور اقرار نامہ لکھدیا اور اپنے اختیار ایقاع طلاق کو اس معاہدہ سے باطل کر دیا ہے اور بروئے اقرار نامہ کے طلاق نہیں دے سکتا کہ اس سے نقض معاہدہ لازم آتا ہے نقض معاہدہ حرام ہے واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا واقع ہوا بدیں لحاظ عورت کہ بلا وجوہ موجہ شرعیہ حرام اور محظور ہوگا لہذا سوال کے جواب میں طلاق دینا بلحاظ اقرار نامہ محظور وممنوع لکھنا درست اور استفتا ثانی میں عدم وقوع طلاق عبارت عالمگیریہ سے بظاہر ثابت ہوتا ہے وہ بھی صحیح ہے کیونکہ

مسماۃ حبیب خاتون کے خاوند نے طلاق نامہ اس بناء پر لکھوایا ہے کہ اُسے خرچ نہ دینا پڑے لہذا اُس کا طلاق نامہ لکھوانا قابل سماعت نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اس کا بیان ہے کہ میں نفقہ نہیں دوں گا میں اُسکو طلاق نامہ رجسٹری بذریعہ ڈاک بھیج چکا ہوں مسماۃ حبیب خاتون نے واپس کردیا مسماۃ خاتون انکاری ہے اور کہتی ہے کہ مجھے خبر تک بھی نہیں کہ مجھے طلاق دیا گیا اور طلاق نامہ میرے پاس نہیں بھیجا گیا لہذا ملتمس ہوں کہ براہ عنایت ونوازش قدیمانہ کے دست بستہ عرض ہے کہ آپ ہر دو استفتار کو بعد ملاحظہ کے حقیقت مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کیونکہ اس مسئلہ کی اشد ضرورت ہے اور جناب کی ذات والاصفات پر کمال بھروسہ ہے۔

سوال۔ جو عورت صالحہ نمازی اللہ اور رسول کی تابعدار ہے احکام شریعت کی پابند خاوند کی تابعدار ہر ایک حکم میں مع ہذا چار پانچ سال بعد کسی ناچاقی کے وقت میں روبروئے پنچایت اقرار نامہ بھی لکھدیا جس میں شرط ہے کہ تا زندگی طلاق نہیں دونگا کیا وہ اپنے اس اقرار نامہ کے روسے اس عورت کو طلاق دینا جائز اور درست ہے اور شیر خوار لڑکی بھی اس کے پاس ہے۔

سوال متعلق سوال سابق اقرار نامہ

سائل نے یہ بھی تحریر کردیا ہے اس قرار نامہ کے ضمن میں کہ نان نفقہ بابت پانچ روپیہ ماہوار دیا کروں گا خرچ نہ بھیجنے پر عورت نے حاکم کے پاس نالش کی ہے مدعا علیہ کی طلبی ہوئی اس پر جواب دعوی کے ساتھ وکیل نے طلاق نامہ لکھواکر پیش کردیا ہے یہ طلاق نان ونفقہ کے نہ لازم ہونے کے لیئے پیش کیا ہے کہ میں اس کو طلاق نامہ دے چکا تھا جس سے عورت انکاری ہے کیا یہ طلاق نامہ اس کا ایسی صورت میں معتبر ہے اور نان ونفقہ اس پر واجب نہ ہوگا۔

جواب سوال اوّل

شے واحد میں حل وخطرہ دو جہت سے مجتمع ہونا کچھ بعید نہیں طلاق فی نفسہ حلال ہے اور ازانجا کہ شرع کو اتفاق محبوب وافتراق مبغوض ہے بے حاجت یا ریت محظور ہے حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع کی طرف صاف اشارہ فرمایا گیا ابغض الحلال الی اللہ الطلاق حلال بھی فرمایا اور مبغوض بھی آیہ کریمہ میں مطلقا ارشاد ہوا یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ اور حدیث میں فرمایا لعن اللہ الذواقین والذواقات اور فرمایا ان المختلعات ھن المنافقات اور فرمایا حلف بالطلاق مومن ولا استحلف بہ الا منافق آیت کا وہ حکم اور احادیث کے یہ ارشادات انھیں وجہین حل وبغض پر ہیں اگر عورت پر کوئی شبہ ہو یا وہ عاصیہ ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو یا بوڑھی ہوگئی ہو اور اُسے قسم بین النساء سے بچنا ہو تو ان سب صورتوں میں طلاق بلا کراہت جائز ومباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں مستحب علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت نماز نہ پڑھے اور یہ ادائے مہر پر قادر نہ بھی ہو جب بھی طلاق دیدینی چاہئے کہ لان یلقی اللہ ومھرھا فی عنقہ خیرلہ من ان یعاشر امرأۃ لاتصلی کما فی الخانیۃ والغنیۃ وغیرھما بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہوتی ہے۔ جیسے اسکو اسکے ماں باپ عورت کو طلاق دینے کا حکم دیں اور نہ دینے میں ان کی ایذا وناراضی ہو واجب ہے کہ طلاق دیدے۔ اگرچہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو لان العقوق حرام والاجتناب عن الحرام واجب حدیث میں فرمایا وان امراک ان تخرج من اھلک ومالک فاخرج ہاں بے حاجت بلا وجہ شرعی طلاق دینا مکروہ

وممنوع ہے مگر دیگا تو پڑ ضرور جائیگی کہ وہ اسکی زبان پر رکھی گئی بیدہ عقدۃ النکاح اس کا مرتکب مکروہ بلکہ گناہ گار ہوتا بھی اسکے وقوع کو نہیں روکتا جیسے حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکم الٰہی فطلقوھن لعدتھن کی نافرمانی ہے مگر دیگا تو ضرور ہو جائیگی اور یہ گناہگار عہدنامہ کا اثر فقط اتنا ہوگا کہ بلاحاجت جو طلاق دینا مکروہ تھا اب سخت مکروہ ہوگا کہ نقض عہد بھی ہوگا مگر وقوع سے یہ بھی مانع نہیں ہوسکتا دیگا تو پڑ جانے میں شبہ نہیں اگرچہ مخالفت کا عہد بھی اس پر الزام آئیگا۔ اس عہد کا اگر حاصل یہ تھا کہ اپنے اختیار طلاق کو سلب کرتا ہے تو وہ عہد ہی مردود ہے کہ تغییر حکم شرع ہے شرع مطہر نے اسکو مالک کیا ہے اس ملک کو باطل نہیں کرسکتا حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مابال اقوام یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فھو رد وان کانت مائۃ شرط شرط اللہ احق واوثق ردالمحتار میں ہے یقع کثیرا فی کلام العوام انت طالق تحلی للخنازیر وتحرمی علی وافتی فی الخیریۃ بانہ رجعی لان قولہ وتحرمی علی ان کان للحال فخلاف المشروع لانھا لاتحرم الابعد انقضاء العدۃ وان کان للاستقبال فصحیح ولاینافی الرجعۃ وکذلک افتی بالرجعی فی قولھم انت طالق لاینردک قاض ولاعالم لانہ لایملک اخراجہ عن موضوعہ الشرعی وایدہ فی حواشیہ علی المنح بمافی الصیرفیۃ لوقال انت طالق ولارجعۃ لی علیک فرجعیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم:۔ طلاق نامہ دربارہ وقوع طلاق ضرور معتبر ہے اسکے کہنے سے کہ میں طلاق دے چکا ہوں ضرور طلاق ہوجائیگی لانہ یملک انشاءہ فی الحال فلاینازع فیما قال ہاں زمانہ کی طرف اس کی اسناد اگر کرے کہ اتنے دن ہوئے میں اسے طلاق دے چکا ہوں تو یہ مدت نہ مانی جائیگی بلکہ اسی وقت سے طلاق قرار پائے گی درمختار میں ہے لواقر بطلاقھا منذ زمان ماض فان الفتوی انھا من وقت الاقرار مطلقا نفیا لتھمۃ المواضعۃ۔ مگر نفقہ مفروضہ ساقط کرنے کے لیے اس کا قول معتبر نہ ہوگا اس وقت تک کا نفقہ مفروضہ دلائیں گے اور اسوقت سے مطلقہ مانیں گے اور آج سے تمامی عدت تک کا نفقہ واجب کرینگے۔ ہاں اگر عورت بھی تسلیم کرلے کہ اتنا زمانہ ہوا طلاق ہوچکی اور عدت گذر چکی تو بے شک نفقہ لازم نہ آئے گا مگر طلاق بہرحال اس وقت سے لازم ہے درمختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے لکن ان کذبتہ فی الاسناد اوقالت لاادری وجبت العدۃ من وقت الاقرار ولھا النفقۃ والسکنی وان صدقتہ فکذلک غیرانہ لانفقۃ ولاسکنی بقولھا قولھا علی نفسھا خانیۃ ذخیرہ امام برہان الدین محمود پھر ہندیہ میں امام خصاف رحمۃ اللہ تعالٰی سے ہے لوان رجلا قدمتہ امرأتہ الی القاضی وطالبتہ بالنفقۃ وقال الرجل کنت طلقتھا منذ سنۃ وانقضت عدتھا وجحدت الطلاق لایقبل فان شھد لہ شاھدان بذلک والقاضی لایعرفھما فانہ یامرہ بالنفقۃ علیھا فان عدلت الشھود واقرت انھا حاضت ثلث حیض فی ھذہ السنۃ فلانفقۃ لھا فان اخذت منہ شیئا ردت علیہ بدائع امام ملک العلماء میں ہے لم یقبل قولہ فی ابطال نفقتھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:۔ از بنارس محلہ پتر کنڈہ مکان بولن صاحب مرسلہ مولوی ابوالخیر سید حسن صاحب ۱۳ جمادی الآخری ۱۳۲۰ھ

سیدی مولائی وماوائی مدظلہ اللہ تعالٰی بعد السلام علیکم کے خدمت میں عرض یہ ہے کہ حضور معتمد علیہ کلی ہیں لہٰذا یہ استفتاء بھیجا جاتا ہے حضور ہی کے مہر پر جواز وعدم جواز ہے اگرچہ اکثر علماء نے دستخط کیا ہے صورت سوال یہ ہے۔ چہ می فرمایند علمائے دین اندریں صورت کہ زید بحضور خالد بعدم موجودگی عدم تسمیہ ہندہ یعنی زوجہ خود گفت "یک طلاق۔ دو طلاق۔ سہ طلاق میدہم یا می دہم ہیچ یک نہ گفتہ وبکر کہ برادر حقیقی زید ست می گوید کہ روبروئے من بلاتسمیہ وبلا حضور ہندہ می گفت طلاق میدہم طلاق میدہم طلاق میدہم عمرو میگوید کہ صباح زید زپرسیدم کہ شب گزشتہ در مکان شما شور وغل بچہ سبب بود گفت من طلاق دادہ ام (بلا حضور ہندہ وبلا تسمیہ و اضافت) وہندہ لفظ طلاق از جائے دیگر شنیدہ می گوید کہ زید یعنی شوہرم مرا طلاق دادہ است زید ازو انکار می سازد۔ دریں صورت ہندہ مطلقہ خواہد شد یا نہ حضور والا راسخ المحققین ہیں تو نہ کبھی اس حقیر کو حضور وملازمت حاصل نہ ہوئی لیکن فیوضات نامتناہی سے مستفیض ہوتا ہے اکثر فتوی حضور کے اس شہر میں آتے رہتے ہیں یہ واقعہ اس خاکسار کے بالمواجہ ہوا ہے زید نے بلا تسمیہ وخطاب واضافت بحالت عدم موجودگی ہندہ لفظ طلاق وطلاق دیتا ہوں کہا ہے اور صبح کو بوقت دریافت عمرو زید نے کہا کہ میں نے جو کہا کہ میں نے طلاق دیا ہے بلا تسمیہ وبلا اضافت بطرف زوجہ اس کہنے سے زید کی مراد وہی لفظ طلاق ہے جو شب کو کہا تھا انشا نہیں خبر دے رہا ہے طلاق شب کی۔ زیادہ حد ادب

الجواب: حکم ہر دو گونہ است حکم دیانت وحکم قضا۔ دیانت آنکہ فیما بین العبد وربہ باشد اھ جا دیگراں را دخل نیست او داند وخدائے او۔ دریں سخن اضافت بسوئے زن نیست اگر در دل ہم قصد اضافت نہ کردہ باشد قطعاً طلاق نیست وذلك لان الطلاق لاوقوع له الا بالایقاع ولا ایقاع الا باحداث تعلق الطلاق بالمرأة ولا یتاتی ذلك الا بالاضافة ولو فی النیة فاذا اخلیا عنه لم یکن احداث تعلق اذ لاتعلق الا بتعلق فلم یکن ایقاعا فلم یورث وقوعا وهذا ضروری لایرتاب فیه مجرد تلفظ بلفظ طلاق بے اضافت بزن نہ در لفظ ونہ در قصد اگر موجب تطلیق شود ہر کسے کہ لفظ طلقت یا طلاق دادم یا می دہم بر زبان آرد زن او مطلقہ شود اگرچہ ہمیں قصد حکایت دارد ولازم آید کہ طلبہ در کتاب الطلاق ازیں گونہ صدہا الفاظ می خوانند ودر بحث وتکرار بار بار زبان رانند زنان ہمہ سہ طلاقہ مانند هل هذا الا بهت بحث در محیط وہندیہ وغیرہما است لا یقع فی جنس الاضافة اذا لم ینو لعدم الاضافه الیها زید بنیت خود عالم ہست وعالم الضمائر والسرائر جل جلالہ از وعالم اگر ارادہ طلاق ہندہ نہ کردہ بود ہندہ ہمچناں زن اوست وفہم وقول دیگراں ہیچ زیاں نیارد آنچناں کہ محبان قصد طلاق فتوائے مفتی بعدم طلاق سود نہ دارد واللہ علیم بذات الصدور والیہ سبحانہ ترجع الامور واما حکم قضا کہ قاضی وزن باں کاربند ند پس تحقیق آں ست کہ قضاء نیز حکم بوقوع طلاق را از تحقق اضافت ناگزیر ست کما فی کتب المذہب لایحصی عددها ولا ینقطع مددها ومن فقیر در تعلیقات خودم بر ردالمحتار بعد تحقیق آں کہ اضافت در لفظ ہر چند گونہ است تحقیق نمودہ ام کہ چوں لفظ از ہمہ وجوہ اضافت تہی باشد آنگاہ بنگرند اگر ایں جا نہ باشد کہ با او راجح ترا ارادہ اضافت ست قضاءً حکم بطلاق کنند نظرا الی الظاہر واللہ یتولی السرائر اگر شوہر قسم

انکار آں را ارادہ کند پس او را مصدق دارند و زن را مطلقہ نانگارند لکونہ امینا فی الاخبار عن نفسہ وقد اتی بما یحتملہ کلامہ و در ہندیہ از فتاوی می آرد رجل قال لامرأتہ اگر تو زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لم انو الطلاق لانہ لما حذف فلم یکن مضیفا الیہا ہندیہ از محیط می نگارد سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابونصر عن سکران قال لامرأتہ اتریدین ان یطلقک قالت نعم فقال بالفارسیۃ اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی واخرجی من عندی وھو یزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ ہمچناں در خانیہ فرمود وزاد معللا لانہ لم یضف الطلاق الیہا نیز در ہندیہ از ذخیرہ نگارم می سپارد سئل نجم الدین عمن قال لامرأتہ چوں تو روی طلاق دادہ شد وقال لم انو الطلاق ھل یصدق قال نعم ہم در خانیہ و بزازیہ است قال لہا لاتخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقہا ویحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول لہ واگر ہیچ قرینہ نیست آنگاہ حکم طلاق اصلا نکنند مگر آنکہ شوہر اقرار ارادۂ طلاق نماید در خلاصہ وہندیہ و وجیز وانقروی وغیرہا است سکران ھربت منہ امرأتہ فتبعہا ولم یظفر بہا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع ولفظ مجموعہ چناں ست فرت ولم یظفر بہا فقال سہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والالا و در بحر الرائق لو قال طالق فقیل من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ اھ فقد علق الوقوع علی اقرارہ انہ عناہا این ست تحقیق انیق وبہ یحصل بتوفیق اللہ تعالی التوفیق وتمام الکلام فی غیر المقام مع توضیح المسائل وتنقیح الدلائل مذکور فیما علقنا علی رد المحتار فعلیک بہ فانک لاتجدہ فی غیرہ والحمد للہ العزیز الغفار چوں ایں معنی عالی منجلی شد حالا در مسئلہ دائرہ نظر باید پیداست کہ لفظ عاری از اضافت ست وسائل فاضل در نامۂ خودش وانمودہ کہ صدر ایں کلام از زید ابتداءً بود بے مکالمۂ احدے دربارۂ طلاق ہندہ حتی یتوھم وجود الاضافۃ فی سوال صدر ھذا جوابا لہ والسوال معاد فی الجواب باز آغاز اظہار سوال آنست کہ زید ہمیں یک طلاق دو طلاق سہ طلاق گفت ومی دہم وغیرہ بادایچ نیامیخت پس ایں صورت از وجہ دوم اعنی عدم قرینہ مذکورہ باشد کما رأیت النص فی قولہ بعد طلبہا وعدم الظفر بہا سہ طلاق او لبسہ طلاق پس اینجا قضاءً نیز حکم طلاق را خود گنجائشے نیست لانہ ح یتوقف علی اقرارہ وزید ھھنا آبٍ عنہ کما ذکر فی السوال واگر رنگ ثبوت گیرد کہ زید طلاق می دہم گفتہ بود چناں کہ بکر برادرش وانمود آنگاہ غایت آنکہ ایں صورت از صور وجہ اول باشد فان قولہ میدہم ان نفی احتمالات اخر کانت لیستوی الی ما عری عنہ کان یقول سہ طلاق یوبلید دادنی است او دادن میخواہم او سہ طلاق را سزاوار است الی غیر ذلک مما لیس من الایقاع شیئ فلاینفی احتمال ارادۃ غیرہا ولیس باصرح من قولہ لامرأتہ لاتخرجی فانی حلفت بالطلاق بل ولا من قولہ لہا اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق بل الحق ان ھذین اللفظین المنصوص علیہما اصرح وان من قولہ طلاق میدہم من دون ذکر جا بے لامرأتہ ھندا ولا من غیرہ پس ایں جا نیز حکم طلاق علی الاطلاق تواں کرد

بلکہ اگر زید بقسم گوید کہ بایں سخن ارادۂ طلاق زنش نکردہ بود مصدق دارند وزن را مطلقہ شمارند کما قدمنا النصوص علیہ، ہمچناں قول او بجواب عمرو کہ طلاق دادہ ام نیز از اضافت خالی است در سوال وجواب ہیچ جا ذکر زن نیست پس قضاءً حکمش ہماں حکم الفاظ سابقہ است و دیانۃً ازاں ہم آساں تر است کہ طلاق دادہ ام صریح در اخبار است اگر ایں جا اضافت در نیت داشتہ باشد نیز طلاق نیفتد نیز الفاظ گزشتہ از اضافت منویہ عاری بود ولانہ ح لایکون الا اخبارا کاذبا والاخبار الکاذب لایرد بہ طلاق دیانۃ کما نص علیہ فی الخیریۃ ورد المحتار وغیرہما من معتمدات الاسفار پس درصورت مستفسرہ حکم قضا آن است کہ اگر ثابت ہماں بمجرد لفظ یک طلاق دو طلاق سہ طلاق بے ضم می دہم است کما مشروح فی اول السوال آنگاہ باز ید ہیچ تعرض نکنند بعدم ثبوت الطلاق اصلا واگر بہ دو شاہد عدل ثبوت نپذیرد کہ سہ بار طلاق میدہم گفتہ بود پس زید را سوگند دہند اگر حلف کرد کہ بایں سخن طلاق زن نخواستہ ام رہائش گزارند و دامنش دارند واگر نکول کند بارادۂ طلاق معترف شود طلاق رنگ ثبوت یابد۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اقول وباللہ التوفیق بقی بعد اشیاء فانک ان تتبعت فروع ترک الاضافۃ وجدتھم ربما یقولون لا یقع مالم یقل اردتھا فھذا یدل علی ان الوقوع مشروط بالقول وربما قالوا یقع مالم یقل اردت غیرھا اولم ارد طلاقھا فھذا یدل علی ان عدم الوقوع ھو الموقوف حتی لولم یقل ذلک وقع وان لم یقل اردت فلانۃ وربما تراھم یحکمون بالوقوع من دون حاجۃ الی النیۃ مع ترک الاضافۃ حیث وجدت فی کلام فی خاطب کالمرأۃ اوغیرھا واخری تراھم یبنون مع وجود الاضافۃ فی کلام المخاطب لہ بما یسمعھم یحکمون بالوقوع مطلقا من دون نیۃ مع عدم الاضافۃ الا فی قولہ مولا فی قول غیرہ وربما یبنون فی ھذہ الصورۃ فھذہ اختلافات یتحیر لدیھا من لم یتامل ولم ینزل کل فرع علی ماینبغی ان ینزل والذی تحصل للعبد الضعیف ۔۔۔۔۔ بتوفیق المولی اللطیف جل وعلا ان الاضافۃ لابد منھا اما فی اللفظ واما فی النیۃ اذ الطلاق لا یکون الا بالایقاع ولا ایقاع الا بعد تعلق الطلاق بالمرأۃ ولیس ذلک الا بالاضافۃ وھذا ضروری لاشک فیہ اذ لولاہ لزم الطلاق علی کل من تلفظ بلفظ طلاق او طالق ونحوھما وان لم یرد علی ھذا ولم یرد طلاق مرأتہ وھو باطل قطعا فاشتراط الاضافۃ حق لامریۃ فیہ نعم قد توجد الاضافۃ فی اللفظ فلایحتاج فی الحکم الی النیۃ وقد لا فیحتاج الی ظھور النیۃ اما وجود الاضافۃ فی اللفظ فاقول علی ثلثۃ انحاء الاول تحققھا صریحا فی کلام الزوج وھذا الذی ذکر الحلبی والطحاوی امثلتہ کقولہ انت طالق او طلقتک او ھذہ او زینب او بنت زید او ام عمرو او اخت بکر او امرأتی طالق الثانی تحققھا فیہ لاجل کونہ جوابا لکلام تحققت فیہ فیتحقق فی الجواب ایضا لان السؤال معاد فی الجواب وھذا ما فی الھندیۃ عن الخلاصۃ قالت طلاق بدست تو است مرا طلاق کن فقال طلاق می کنم وکرر ثلثا طلقت ثلثا اھ وفیھا عن الذخیرۃ سئل شمس الائمۃ الاوزجندی عن امرأۃ قالت لزوجھا لوکان الطلاق بیدی لطلقت نفسی الف تطلیقۃ فقال

الزوج من نیز ہزار دادم ولم یقل دادم ترا قال یقع الطلاق اھ وفیہا عن العمادیۃ زن را گفت ترا طلاق دادم
مردمان ملامت کردند گفتند دیگر دادم نہ گفت وی را دو نہ گفت طلاق قال یقع اذا کان فی العدۃ اھ وفیہا عن الخانیۃ
دخلت علیہ ام امرأتہ فقالت طلقتہا ولم تحفظ حق ابیہا وعاتبتہ فی ذلک فقال ھذہ ثانیۃ او ثالثۃ
تقع اخری ولو عاتبتہ ولم تذکر الطلاق فقال ھذہ المقالۃ لاتقع الزیادۃ الا بالنیۃ اھ وفی جامع الفصولین
برمز فش لفوائد شیخ الاسلام برھان الدین قال ترا یک طلاق معہ گفت ودیگر دادم یقع اخر لانہ
جواب لذلک وبناء علیہ اھ قلت یعنی اذا ذکروا فی الملامۃ طلاق المرأۃ کی یکون معادا فی الجواب و
الا لم یقع بدون نیۃ کما سمعت من الخانیۃ وانما لم یذکرہ فتین لان العادۃ ذکر مالیم علیہ فی الملامۃ
کما لایخفی فان قلت الیس فی الھندیۃ عن الذخیرۃ سئل نجم الدین عمن قالت لہ امرأتہ مرا برگ با تو باشیدن
نیست مرا طلاق دہ فقال الزوج چوں تو روئے طلاق دادہ شد وقال لم انو الطلاق ھل یصدق قال نعم ووافقہ
فی ھذا الجواب بعض الائمۃ اھ وفیہا عن المحیط سئل نجم الاسلام الفقیہ ابونصر عن سکران قال
لامرأتہ اتریدین ان اطلقک قالت نعم فقال اگر تو زن منی یک طلاق و دو طلاق سہ طلاق قومی اخرجی من عندی
وھو یزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ اھ ومثلہ فی الخانیۃ معللاً بانہ لم یضف الطلاق الیہا
اھ فلم یحکموا بالوقوع مع وجود الاضافۃ فی کلاھما اما فی فرع الامام نجم الدین فظاھر، واما فی فرع الفقیہ
ابی نصر والخانیۃ فلان قولہا نعم کان جوابا لقولہ اتریدین ان اطلقک فکانہا قالت ارید ان تطلقنی فقلت و
باللہ التوفیق المخاطب اذا اتی فی کلامہ بکلام اجنبی عن الجواب یخرج عن کونہ جوابا ویصیر کلاما مبتدأً ففی
المسئلتین انما کان جواب قولہا ان یقول طلاق دادہ شد او یک طلاق و دو طلاق و سہ طلاق ولو اقتصر علی ھذا الحکم
بالوقوع من دون الحاجۃ الی نیتہ کما کان فی الفروع المتقدمۃ التی تلونا لکنہ لما زاد قولہ چوں تو روی او قولہ
اگر تو زن منی لم یبق جوابا وصار کلاما مبتدأً فلم تسر اضافۃ السؤال الیہ وقد نص علی ھذا الاصل العلماء کما لایخفی
علی من خدم کلماتہم من ذلک ما فی ایمان الکتاب ص۳۱ عن الذخیرۃ قال لہ تغد معی قال واللہ لا اتغدی
فذھب الی بیتہ وتغدی مع اھلہ لایحنث لان قولہ خرج جوابا لسؤال المخاطب وقد امکن جعلہ جوابا لانہ
لم یزد علی حرف الجواب بخلاف ما لو قال واللہ لا اتغدی معک لانہ زاد علی حرف الجواب ومع الزیادۃ علیہ
لایمکن ان یجعل جوابا اھ ملخصا فان قلت ما الجواب عن فرع الھندیۃ عن الخلاصۃ لو قالت طلقنی فضربہا و
قال، لہذا اینک طلاق لایقع ولو قال اینک طلاق یقع اھ فقد کانت الاضافۃ موجودۃ فی السؤال وھو لم
یزد فی الجواب شیئا حتی یجعل کلاما مبتدأً قلت لما اخذ یضربہا بعد قولہا طلقنی اورث ذلک احتمالاً فی
کونہ جوابا فکان ضربہا علی سؤالہا وقال اینک طلاق می خواہی بل الظاھر من الضرب ھو الرد دون الجواب فان

الجواب بمعنی اجابة المسئول وقبول المامول وھذا معنی قولھم یحتمل جوابا وردا اوجوابا وردا او۔ جوابًا محضًا۔ فاذا وقع الاحتمال لم یتیقن بکونه جوابا حتی یحکم بدرایة اضافة السوال الیه فمعنی قوله لایقع ای مالم ینو وقوله یقع ای وان لم ینو لوجود الاضافة ح فی نفس الکلام۔ الثالث ان لایشتمل کلامه علی الاضافة ولایکون خرج مخرج الجواب لکن یکون اللفظ خصه العرف بتطلیق امرأة بحیث یطلق یفھم منه ایقاع الطلاق علی المرأة کقولھم الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فانه کما قال فی رد المحتار صار فاشیا فی العرف فی استعماله فی الطلاق لایعرفون من صیغ الطلاق غیرہ ولایحلف به الا الرجل فلھھنا وان لم تذکر الاضافة لفظا لکنھا ثابتة عرفا والمعھود عرفا کالموجود لفظا فمن ھھنا وجدت الاضافة فی اللفظ وحکم بالوقوع من دون نیة فھذہ صور تحقق الاضافة فی اللفظ اما اذ خلا عنھا بوجوھھا الثلثة فح لابد من وجودھا فی النیة فان نوی وقع والا لا وھذا ما قال فی الھندیة عن المحیط لایقع فی جنس الاضافة اذا لم ینو لعدم الاضافة الیھا اھ ھذا فیما بینه وبین ربه تعالی اما قضاء فتنقسم ھذہ الصورة الی قسمین الاول ان توجد ھھنا قرینة یتأنس بھا علی تحقق النیة ویکون ھو الاظھر فی المقام فح یحکم بالوقوع مالم یقل انی لم اردھا فان قاله فلا یصدق الا بالیمین فان حلف صدق لکونه امینا فی الاخبار عما فی نفسه وقد اتی بما یحتمله کلامه وھذا ما قال فی الھندیة عن الخلاصة عن الفتاوی رجل قال لامرأته اگر تو زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لم انو الطلاق لانه لما حذف فلم یکن مضیفا الیھا اھ فان الاضافة وان عدمت بوجوھھا الثلثة لکن التعلیق علی قوله اگر تو زن منی یفید تبادر ارادة طلاق المرأة فیتوقف انتفاء الوقوع علی نفیه النیة ولایتوقف علی الوقوع علی اقرارہ بھا وعلم منھا الفرعان المارّان عن الامام نجم الدین وعن شیخ الاسلام ابی نصر فانھما وان خرجا عن تحقق الاضافة لخروج الکلام عن الاجابة لکن الذی جری بینھما مع قوله فی الشرط چوں تو روی واگر تو زن منی یفید ما ذکرنا فلذا توقف عدم الوقوع علی ادعائه عدم النیة ومنه فرع البزازیة والخانیة قال لھا لاتخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفه بطلاقھا ویحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول له اھ وذلك کما افاد الشامی ان العادة ان من له امرأة انما یحلف بطلاقھا لا بطلاق غیرھا فقوله انی حلفت بالطلاق ینصرف الیھا مالم یرد غیرھا لانه یحتمله کلامه اھ ومنه فرع القنیة عن الامام برھان الدین محمود صاحب المحیط رجل دعته جماعة الی شرب الخمر فقال انی حلفت بالطلاق انی لا اشرب وکان کاذبا فیه ثم شرب طلقت وقال صاحب التحفة لایطلق دیانة اھ فقول البزازی لایقع دیانة ان لم ینو وقضاءً الیمین ان قال لم انو بدلیل قوله فالقول له وقول البرھان طلقت ای قضاءً مالم یقل انی لم اردھا کما قال الشامی انه

یمکن حملہ علی ما اذا لم یقل انی اردت الحلف بطلاق غیرھا فلا یخالف ما فی البزازیہ اھ وقول صاحب التحفۃ لا یطلق دیانۃ ظاھر لان الاخبار انما کان کاذبًا اما قولی انما یصدق بالیمین فلما صرحوا بہ من انہ حیث یکون القول لہ فانما یصدق بالیمین کما صرح بہ فی التبیین وغیرہ۔ الثانی ان لا تکون ھذہ قرینۃ ذلک وح یتوقف علی الوقوع اخبارا بالنیۃ فان اقر وقع والا لا اذ لا سبیل الی الحکم بالوقوع بالشک وھذا ما قال فی الھندیۃ عن الخلاصۃ سکران ھربت منہ امرأتہ فتبعھا ولم یظفر بھا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئًا لا یقع اھ وفی مجموعۃ القروی عن البزازیۃ فرت ولم یظفر بھا فقال سہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا اھ وقال فی البحر لو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ اھ فقد علق الوقوع علی اقرارہ انہ علی امرأتہ

فان قلت ما الفرق بین ھذہ الفروع وبین قولہ حلفت بالطلاق فان الرجل کما لا یحلف عادۃ الا بطلاق امرأتہ کذالک لا یقول سہ طلاق او طالق الا لھا فکان ینبغی الوقوع ما لم یقل لم اعنھا **قلت** الفرق بین فان ارادۃ الحلف بالطلاق متحققۃ بصریح قولہ حلفت فیحمل علی الظاھر المعتاد ما لم یصرف اما ھھنا فارادۃ الایقاع غیر متحققۃ ولعلہ فی نفسہ سہ طلاق واوش بایراد سہ طلاق راست دارست واما من ھو جالس فی بیتہ فاذا تلفظ بلفظ طالق فکیف یجوز الحکم بانہ ارادبہ ایقاع الطلاق علی امرأتہ ولیس فی حال ولا قال دلیل علیہ فوجب التوقیف علی اخبارہ عما فی نفسہ ھذا کلہ مما فاض علی قلب العبد الذلیل من بحار فیوض الرب الجلیل فقد التأمت الفروع جمیعا وارتفع الاضطراب ونزل کل فرع منزلہ من الصواب والحمد للہ رب العالمین **نعم** بقی ھھنا فرع فی الھندیۃ عن الخلاصۃ لو قالت مرا بچہ بدی لعیب بازدہ فقال لعیب باز دادمت ونوی یقع بہ یقع الطلاق ولو قال بعیب باز دادم بغیر التاء لا یقع وان نوی اھ فان الفصل الاخیر منہ من القسم الاخیر الذی ذکرنا فکان ینبغی علی ما اصلنا لا یقع دیانۃ ما لم ینو ولا قضاء ما لم یخبر عن نیۃ الطلاق لا ان لا یقع وان نوی فانہ یفید انہ بدون التاء لیس من الفاظ الطلاق اصلاً کقولہ لا حاجۃ لی فیک ولا رغبۃ اولا اشتھیک وامثال ذلک وھو کما تری مشکل فلعل المعنی ان اللفظ من الکنایات وھو مع التاء ایضا محتاج الی النیۃ کما لا یخفی فاذا عدم التاء احتاج الی نیتین نیۃ الطلاق ونیۃ الاضافۃ ولا شک ان احدھما لا تکفی فقولہ قال بعیب باز دادمت ونوی لیس معناہ الا نیۃ الطلاق المحتاج الیھا لاجل کون اللفظ من الکنایات فھی المراد ایضًا من قرینۃ اخو بقولہ فی الفصل الاخیر وان نوی ای لو قال بغیر التاء لا یقع وان نوی باللفظ الطلاق لخلوہ عن الاضافۃ فیحتاج بعد الی شیئ اخر وھی نیۃ الاضافۃ صح فافھم وتأمل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرًا ھذا وبا تقرر

تحریر ان لا اعتراض على الفاضل الشامي ولا على العلامة البحر رحمة الله عليه فانهما اتيا بما في الوجيز و
الخانية فانهما ايضا نصا على عدم الوقوع و عللا بترك الاضافة فكما وجب حمل كلامهما على ما تقدم
كذالك يحمل عليه كلام هذين الفاضلين بيد ان الامامين اتيا بعده بما اوضح المراد من قولهما من القول
قوله والفاضلين اقتصرا على ذلك فبقى كلامهما على الايهام وليس في كلامهما ان الاضافة الصريحة اللفظية
شرط الوقوع حتى يتوجه عليه بقية كلام الفاضل المحشي رحمه الله تعالى نعم علل الفاضلان الشارحان
الحلبي والطحاوي بان الاضافة شرط ولم توجد فقولهما الاضافة شرط حق في نفسه كما قررنا ولكن لا
يصح الجزم بعدم الوجدان فان الشرط مطلق الاضافة نصا او عرفا او جوابا والمفقود جزما هي الاضافة
اللفظية المنصوصة وليست بشرط فالاخذ ان كان فعلى المحشيين دون الفاضلين العلامتين ـ اللهم الا
في ترك الايضاح كما علمت هكذا ينبغي تحقيق المقام والله ولي الفضل والانعام ۱۲ **قوله** وكذا المضارع
طلاق می کنم، طلاق سیکنم، طلاق می کنم ثلث. لان سیکنم يتمحض للحال وهو تحقيق بخلاف قوله کنم لانه يتمحض
للاستقبال وبالعربية قوله اطلق لا يكون طلاقا لانه دائر بين الحال والاستقبال فلم يكن تحقيقا مع
الشك حتى ان في موضع غلب استعماله للحال كان تحقيقا كقول الكافر اشهد ان لا اله الا الله وكقوله
الشاهد اشهد لهذا وكقول الحالف احلف بالله ۱۲

قوله اذا غلب في الحال وانت على علم بانه يدين على كل حال اي ولو غلب في الحال ۱۲ خيريه ص۳۹
فائدة المضارع اذا غلب في الحال صريح قلت وصيغة الحال بلساننا عليحدة فينبغي ان يقع بها اذا كان
صريحا من دون نية ومنها قوله میں تجھے چھوڑتا ہوں[عمه] بخلاف قوله میں تجھے چھوڑے دیتا ہوں فان غالب الاستعمال
في العزم على الفعل دون تحقيقه فافهم وتامل ۱۲ـ **قوله** وجزم الزيلعي وبه جزم في الفتح في شئت كما ياتي
ص۴۴۶ وبه جزم في الخلاصة ثم في خزانة المفتين في لفظ شئت ۱۲ **اقول** لكن جزم في خزانة المفتين
عازيا للخانية بالوقوع من دون نية بخلاف قوله اردت طلاقك حيث لا يقع ما لم ينو والوجه فيه ظاهر ۱۲
قوله سيذكر الشارح تصحيح عدم الوقوع به اي ان لم ينو لان المقصود به الرد على البحر في جعله صريحا
اما ان نوى فيقع لكن رجعيا لا بائنا كما سياتي ص۴۶۶ **قوله** في النهر عن الولوالجية انه كناية والواقع به
رجعي كما سياتي ص۴۶۶ ۱۲ **قوله** وهذا بمنزلة الكناية لكن الواقع رجعي كما سياتي ص۴۶۶ ۱۲ **قوله** و
ذكره ايضا في باب الكنايات **اقول** سياتي من الشارح ص۴۶۶ التصريح بوقوع الرجعي به اذا نوى

عمه سياتي حاشية ص ... بانضمام الاعتبار بالاستعمال القليل ۱۲ـ

ويقره المحتى هناك فلا اخذه ١٢ **قوله** من غير حرف العطف **اقول** الاولى ان يقال ولم تبلغ التطليقات ثلثا ليشمل ما اذا كان طلقها من قبل ثنتين ثم طلقها اخرى فانها تبين مع عدم الاقتران بالعدد نصا ولا اشارة فافهم ١٢ **قوله** او تدل عليها من غير حرف العطف كقوله انت بائن فيكون انت طالق بائن رجعية لان الصفة وان دلت على البينونة لكنها بحرف العطف ١٢ **قوله** ولا مشبه بعد ككانت طالق كالف ١٢ **قوله** او صفة تدل عليها كانت طالق كالجبل ١٢ ص٥٠ **قوله** فتلفظ به غير عالم بمعناه فلا يقع اصلا... ولا قضاء **قوله** ص٥٠ وهي ليست الخ اى الامرأة ١٢ **قوله** والمرأة كالقاضي ويأتي ص٧٦ ١٢ **قوله** والفتوى على انه ليس لها قتله هذه المسائل كلها تأتي متنا وشرحا ص٥٩٠ **قوله** ص٧١ سنذكره في باب الكنايات ص٧٦ وسيرجع عنه ثمه ١٢ **قوله** ص٧٢ فتامل فانه بعيد جدا ١٢ **قوله** بخلاف العتق لانه مما يجب كما في الكفارة والنذر بخلاف الطلاق ١٢ **قوله** لان حذف اخر الكلام معتاد عرفا تاتارخانية وخانية وخزانة المفتين ١٢ **قوله** فاذا كان حذف الاخر معتادا عرفا كيف وقد وضع في الخانية ص٢١ المسئلة في غير المنادى وبغير كسر اللام ثم علل بان حذف اخر الكلام معتاد في العرب **فائدة** قال في الخانية وقال الفقيه ابو القاسم رحمه الله تعالى لو ان عجميا قال ذلك بالفارسية وحذف حرف الاخر لا يقع وان نوى لانه غير معتاد في العجم ولهذا لو قال لعبده تو آزا ولم يذكر الدال لا يعتق وان نوى قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى لا فرق بين العربية والفارسية اذا نوى صحت نيته اهـ قلت وتقديمه الاول يفيد انه الاظهر الاشهر كما قد تقرر والله تعالى اعلم ١٢ **قلت** ولا شك في ظهوره فان المدار اذا كان الاعتياد فلا يتعدى من اعتاد **قوله** ص١٢ فانه يتوقف على النية مع وقوع الرجعي كما ياتي ص٧٣ ١٢ **قوله** الصحيح فيه عدم الوقوع اى بلا نية ١٢ **قوله** قالوا لا يقع ما لم ينو ١٢ قال وكذا الاست **اقول** لحديث كذبت استاه بني الزرقا ١٢ **قوله** قال صلى الله تعالى عليه وسلم على اليد ما اخذت حتى ترد وقال صلى الله عليه وسلم وهم يد على من سواهم ١٢ **قوله** قلت قد يجاب بان المعتبر الاول الخ **اقول** العبد الضعيف لا يحصل هذا الجواب ولا يظهر له مساس بالايراد فان المحقق رحمه الله تعالى لا ينكر ان المدار العرف وان لم يتعورف التعبير عن الكل عند قوم باليد بل بالاصبع او الانملة يقع بها لا شك اذا كان الحالف من اولئك القوم وانما الشأن في وقوعها بقضي الوقوع بلفظ الفرج دون اليد فان النظر الى الواقع لا يفيد الفرق بينهما اذ لم يشترط الفرج ايضا عن الكل كاليد وقد وقع التعبير في الجملة باليد ايضا كالفرج فقول العلماء بالوقوع في الفرج وعدمه في اليد محتاج الى الفرق هذا معنى الايراد والجواب لا يمسه اصلا كما لا يخفى ولعل الامر والله تعالى اعلم ان التعبير

عن الکل بالفرج کان متعارفا فی زمن الائمۃ ثم انقطع ذلك التعارف والتعبیر بالید لم یتعارف فکما ھو الاٰن فجاء الحکم منقولا بالفرق کما کان مقتضی التعارف اذ ذاك وان کان النظر عدم الوقوع فیھما نظرا الی العرف الحادث فلیتأمل واﷲ تعالٰی اعلم ۱۲ **قال** ص۴۱۹ ویقع بثلاثۃ انصاف طلقتین ثلاث لان نصف طلقتین طلقۃ ۱۲ **قولہ** ص۴۲۰ فانہ لایقع **اقول** ان الغرض ۔۔۔ تعارف قوم استعمال ھذا اللفظ فی الطلاق بحیث یصیر حقیقۃ عرفیۃ عندھم فیہ فلانسلم انہ لایقع بہ ج ۱۲ **قال** ص۴۲۲ (ای الدر ۱۲) او بری (ولیس بشیئ ولو نوی) **اقول** لکن فی الھندیۃ ص۱۳۵ عن المحیط امرأۃ قالت لزوجھا انا بری منك فقال الزوج انا بری منك ایضًا فقالت انظر ماذا تقول فقال مانویت الطلاق لاتقع الطلاق لعدم النیۃ اھ فافاد ان لونوی وقع وفیھا ص۱۳۶ عن الخلاصۃ لوقال لھا از تو بیزار شدم لایقع بدون النیۃ ولو قالت بیزار شو از من ودست باز دار از من فقال بیزار شدم لیشرط النیۃ وبقولھا ھذا لایصیر حال مذاکرۃ الطلاق اھ وفیھا اخر الباب عن التاتارخانیۃ لوقال بیزارم از زن وخواستہ آن ان نوی طلاقًا یکون طلاقًا والا فلا اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین بل ھو فی الخانیۃ ص۲۱۸ ولاشك ان البراءۃ تعم من الجانبین بخلاف الطلاق فالظاھر ما فی ھذہ المعتبرات الستۃ وغیرھا ۱۲ **قولہ** ص۴۲۴ (ای الدر ۱۲) لان الکاف للتشبیہ فی الذات ومثل للتشبیہ فی الصفات **اقول** لیس المعنی ان الکاف للتشبیہ فی نفس الذات والمثل للتشبیہ فی الصفات الزائدات والا ورد زید کالاسد بل المعنی ان الکاف یقتضی التشبیہ الذاتی بالذات لا فی صفۃ بخلاف مثل ففی الصفات کلھا قال القاری فی منح الروض ص۱۶۴ روی عن ابی حنیفۃ رحمہ اﷲ تعالٰی انہ قال ایمانی کایمان جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ولا اقول مثل ایمان جبرئیل لان المثلیۃ تقتضی المساواۃ فی کل الصفات والتشبیہ یکفی لہ المساواۃ فی بعضہ اھ واما المسئلۃ فتوجیھہ ان ھکذا مع اشارۃ الاصابع لایفھم منہ عرفا الا التشبیہ فی العدد بخلاف مثل ھذا فیحتمل التشبیہ فی العدد وفی الصفۃ کالطول والشدۃ والقوۃ وھذا اذن فھو الثابت ثم الحق ان مثل ایضا لایقتضی المساواۃ فی جمیع الصفات بل فیما بہ التماثل کما حققہ فی شرح المقاصد من ابحاث الکثرۃ وفی شرح العقائد تحت قولہ لایشبھہ شیئ وانما الفرق بین الکاف والمثل ان الکاف یقتضی المشارکۃ فی وجہ الشبہ ولو مع التفاوت ومثل یقتضی الشرکۃ فیما بہ التماثل علی وجہ التساوی فی ذلك الشیئ من کل وجہ ای بحیث یسد احدھما مسد الاٰخر ۱۲ **قولہ** ص۴۲۵ ھذا خلاصۃ ما فیھا وھو توفیق حسن تشھد بہ اسالیب کلام الامام رضی اﷲ عنہ ۱۲ **قولہ** ص۴۲۶ فانما تطلق واحدۃ خانیۃ الذی رأیت فیھا اٰخر فصل الکنایات ھکذا لوقال انت طالق ھکذا واشار باصبع واحدۃ فھی واحدۃ وان اشار باصبعین فھی ثنتان وان اشار بثلاث فھی ثلاث

والمعتبر فیه الاصابع المنشورة دون المضمومة فان قال عنیت الکف او المضمومتین لایصدق قضاء وقال انت طالق مثل هذا واشار بالثلثة اصابع ونوی ثلثا فثلث وان نوی واحدة فواحدة اھ فلیرجع من محل اخر۔ **قولہ** هکذا مثل قولہ بثلاث **اقول** منهیین تاؤه بالباء وانما هو مثل ان یقول انت ثلاث فلیراجع حکم هذا فان وقعت به وقعت بهذا والا، لا وهو الظاهر واللّٰه تعالٰی اعلم **قولہ** ص۳۰ ولعدة اذا انقضت العدة بحر و فتح ۱۲

قولہ ص۳۹ انظر الیه لم یبه فی الفتح فی مسئلة طالق بدون العطف ایضا ولم یرتضه حیث قال ولو امکن ان یقال الایقاع ببائن وصفا لها وطالق قرینة فاستغنی به عن النیة فلم یحتج الیها کما یحتاج الی النیة لو افرد لم یبعد لکن فیها فیما هو لم یذکر وجهه ثم فتح اللّٰه سبحانه بوجهه ان قوله بائن یحتمل ان یکون وصفا للمرأة فتقع الاخری وان یکون صفة للطلاق فتقع الاخری وان یکون صفة فتقع واحدة بائنة فلا تثبت الاخری بالشك نعم ان نوی بائنا اخری فقد عین الاحتمال الاول فتقع ثنتان ۱۲ **قولہ** لم یتعین تکرر الایقاع **اقول** وباللّٰه التوفیق لو حمل علی هذا لزم لحوق البائن البائن لان الثانیة بائنة فالاولی ایضا بالضرورة کما مر انفا عن الفتح والبائن لایلحق البائن فوجب ان لایحمل قوله بائن علی الایقاع بل یکون بیانا لان هذا الطلاق یکون مجامعا للبینونة ولو بعد حین هذا فی الواؤ واما ثم فمتعین فی التاخیر ولاشك ان کل طلاق رجعی بحیث یجامع البینونة ولو بعد

عه تامل مع ما یاتی شرحا منه ان المراد بالصریح مالایحتاج الی نیة وان کان الواقع به بائنا فلعل هذه العنایة انما هی فی الطلاق البائن اللاحق دون الطلاق الذی یلحق به ولیحرر والحق ان هذا لیس بشیء والا امتنع لحوق البائن الرجعی الصریح وهو خلاف الاجماع لان الرجعی کلما لحقه بائن یصیر بائنا فیکون لحوق البائن البائن والوجه فی بطلانه ظاهر فانه انما لحق الرجعی فجعله بائنا ضرورة لانه لحق البائن بل قرر العلامة سعدی افندی ان الرجعی لایرجع بائنا بلحوق البائن وانما لایظهر حکم الرجعة لیس فتامل فان الامر اشکل لان المحقق ابهمه واهمل واللّٰه المستعان ۱۲ ثم فتح المولی سبحانه وتعالٰی ان الکلام فیما لم یوجد دلالة الحال انما تعمل حیث تعینت الاضافة الی المرأة ودار اللفظ بین ارادة معنی الطلاق وعدمها وقامت الدلالة علی الارادة فارتفع المانع من الحکم اما ههنا فقوله وبائن او ثم بائن یحتمل ان یکون وصفا للمرأة وان یکون بیانا للثمرة تحصل بالطلاق والاول یحتمل ان یکون بمعنی الطلاق او غیره لان اللفظ کنایة والثانی یحتمل ان یکون الثمرة متصلة او منفصلة علی ان ثم للتراخی فی الذکر فبدلالة الحال وتقدم الصریح انما تعین ارادة معنی الطلاق علی احتمال ان یکون بائن صفة المرأة لم یرتفع احتمال کونه بیان ثمرة المحتملة للاتصال والانفصال فلم تثبت الاخری ولا البینونة بالشك بخلاف تبائن لانه ان کان وصفا للمرأة فقد زال احتمال معنی غیر الطلاق بدلالة الحال وان کان بیان الثمرة فقد زال احتمال

حين فلم يفد هذا شيئًا زائدًا طلقا ثم افادوا جمیعًا من انه نوى بطالق واحدة وببائن اخرى فبائنتان يؤيد ما حققه من انه اذا اراد بقوله انت بائن بائن بائنتين فهو كما نوى وفاقا للعلامة البحر وخلافا للفاضل المحشى لكن فى التأثير ماتقدم ان ليس هذا من لحوق البائن بالبائن اصلا ۱۲ **قوله** مع الواو وثم **اقول** لا يختص بهما بل يجرى فى الفاء ايضا ۱۲ **قوله** ورجح فى البحر الثانى وبه جزم فى الصيرفية كما مر ص۔۔۔ ۱۲ **قوله** وخطاء من افتى فى هذه المسئلة ۱۲ **قوله** مثل قوله ولا رجعة لى عليك **اقول** بل يظهر لى انه ادون منه فان الغداء من ملاك الرجعة لا يكون الا فى البائن بخلاف عدم رد قاض ولا وال فانه حاصل فى الرجعى ايضا فانها ان ردت برجعية لا يرد قاض ولا غيره ۱۲ **قوله** ص۲۳۲ فهم لو قصد بقوله الخ **اقول** ولا يرد ان يحرمها او تحريم نفسه عليها طلاق بلا نية كما تقدم لان هذا مضارع ظاهر الاستقبال كقوله طلاق كنم او تكونين مطلقة فافهم ۱۲ **قوله** وقع به اخرى بائنة بالدمينو **اقول** الاولى ان يقال بائنة اخرى لانه المنوى بهذا الطلاق والواقع به بائن كانت الاولى الواقعة بانت طالق بائنة ضرورة كما لا يخفى ۱۲ **قوله** ص۲۳۲ لان القليل واحدة **اقول** هذا التعليل يخالف المدعى فان القليل ان كان هو الواحدة والكثير الثلاث فنفى القليل لا ينتظم الثنتين واذن الثنتان هو المستفاد من لا قليل ولا كثير بل الاشبه ان يقال ان كل ما وراء الثلاث قليل لان القلة والكثرة امر اضافى فاذا نفى القليل انتفى ما وراء الثلاث فوقع الثلاث فلا ترتفع ۱۲ **قوله** انه يقع واحدة **اقول** وهو الاوفق بالوجه الذى ذكرنا للقول الاول فى لا قليل ولا كثير وذلك لان الكثير امر اضافى فينتظم ما وراء الواحدة فاذا قال لا كثير نفى ما وراء الواحدة فتثبت الواحدة فلا ترتفع بقوله لا قليل ۱۲ **قوله** اثبت القليل **اقول** فيه نظر ظاهر فان نفى الكثير لا يستلزم ثبوت القليل بل بينهما وسط والا كان قول القائل فى شئ لا قليل ولا كثير مناقضة لنفسه وهو باطل فافهم ۱۲ **قوله** فمناط الفرق من التعبير بالفعل الماضى اھ **اقول** لم يكن هو مناط الفرق بل يكون الاخر وصف المرأة فيلغو او الطلاق فيقع الثلاث وانت تعلم ان فى هذا يستوى التعبيران فلو قال طلقتك اخر ثلاث وجعل اخر حالا عن المفعول لغا ولو قال انت طالق اخر ثلاث بنصب الاخر ۔۔۔۔ المحذوف اى طلاق اخر ثلاث وقعن ۱۲ **قوله** ص۲۳۲ امكن وجود العدد اى والعلم به ۱۲ قال لست الشيخ بذكر المسئلة ص۔ ۱۲ **قال** ان نوى خلافا لما هو قوله وقدمه فى الخانية لكن قال فى جوهرة الاخلاطى ولو يقع وان نوى هو المختار وسنذكر على ص۶۲ فليتامل ۱۲ **قوله** [اى الدرر ۱۲] لكن فى المحيط ذكر الوقوع اھ **اقول** ومثله نقل فى الهندية عن البدائع خلافا لما نقل عنها فى البحر ومثلها ايضا فى مجمع الانهر عن الجوهرة وفى فتح الله المعين عن الشرنبلالية عن الجوهرة الانفصال بالنفاء وعلى كل فالبينونة ثابتة لكن على الاول ثنتان وعلى الثانى واحدة فثبت البينونة باليقين ولم تثبت الحرمة بالشك ولله الحمد ۱۲ منه رضى الله تعالٰى عنه

قولہ والطلاق فلایکون الا انشاء نحوہ فی ط ۱۲ **قولہ** وتنتین تنزھا ای دیانۃ ۱ **اقول** ھذہ غایۃ من کلم الفاضل المحشی وکم من فرق بین حکم الدیانۃ والتنزہ کما سنوضحہ فی مسئلۃ التعلیق ص۳۲ فالوجہ ان یقال یحمل الاول علی الحکم والفتوی الثانی علی التنزہ والتقوی ۱۲ **قولہ** وصدقھم اخذ بقولھم ھکذا ھو فی الاشباہ ص۲۵ لکن الذی فی الھندیۃ المعریۃ ص۳۶۳ ج۱ اصدقھم واٰخذ بقولھما اھ وھذا قول محمد حین سأل عنہ ابن سماعۃ فانقلت لعل ھذا ھو الظاھر فان بعد ما کانوا عدولا ای حاجۃ الی تصدیقہ ایاھم بل کیف یکون ان یکذبھم وھم عدول قلت نعم لکن ھھنا دقیقۃ وھو ان الغرض ان العدول اخبروا بالاقل فھھنا ان کذبھم وقال بل کنت طلقت ثلاثا اخذ بقولہ اما ما ذکرت فذلک اذا کان العدول اخبروا بالاکثر فھھنا لابد وان یاخذ بقولھم لذا کان یشک نعم لو علم خطاءھم فھو فیما بینہ وبین ربہ علی ما یعلم من نفسہ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۱: از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاک خانہ جاتلی مسئولہ محمد جی، ۲۰ شعبان ۱۳۳۹ھ

شمس العلماء رئیس الفضلاء خان خاناں جناب احمد رضا خاں صاحب دام لطفہ السلام علیکم۔ اگر بے اضافت طلاق دیجائے تو کیا حکم ہوگا واقع ہوگی یا نہ قاضی خاں مجتہد المسائل سے ہے اور شامی ناقلوں سے ہے ان کے باہمی اختلاف ہو کس پر حکم دیا جائے۔

الجواب: طلاق بے اضافت میں جبکہ ایقاع مفاد ہو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر بحلف کہہ دے گا کہ زوجہ کو طلاق مقصود نہ تھی مان لیں گے یہی مفاد قاضی خاں ہے اور یہی شامی نے تحقیق کیا اُن میں تخالف نہیں خانیہ میں فالقول لہ صراحۃ اسی پر دال ہے وتمام تحقیقہ فی رسالتنا فی الباب واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹: سوال منقول نہیں۔

جواب بذریعہ تار برقی۔

اگر طلاق کی نیت تھی تین طلاقیں ہوگئیں۔

جواب بذریعہ ڈاک: جبکہ زید کے کلام میں عورت کی طرف طلاق کی نسبت اصلاً نہ تھی کہ تجھ کو یا فلانہ عورت یا اپنی زوجہ یا دختر فلاں کو طلاق ایک دو تین نہ دینے ہی کا کوئی ذکر زبان پر آیا کہ طلاق ایک دو تین دی یا ہوئی جس کے باعث بظاہر زوجہ ہی کو طلاق دینا مفہوم ہوتا نہ عورت ہی کے کلام میں ایسے الفاظ تھے جن کے جواب میں زید کے یہ لفظ بظاہر اُس پر ایقاع طلاق سمجھے جاتے مثلاً وہ کہتی میں طلاق چاہتی ہوں مجھے طلاق دے بلکہ عورت کی طرف سے سکوت محض تھا تو جس طرح خود یہ الفاظ محض ناصاف و محتمل ہیں ممکن کہ یہ مراد ہو کہ طلاق ایک دو تین میں نے تجھے دیں ممکن کہ یہ مقصود ہو کہ طلاق ایک دو تین گنتی چاہتی ہے جس کے باعث عنداللہ یہاں مدار نیت شوہر پر ہوا اگر ان الفاظ کے کہنے میں طلاق کی نیت تھی تین طلاقیں ہوگئیں ورنہ کچھ نہیں اسی طرح بوجہ عدم ظہور مراد عندالناس بھی بیان شوہر کی طرف رجوع ضرور۔ اگر وہ اقرار کرے کہ یہ لفظ میں نے بقصد طلاق کہے تھے تین طلاقوں کا حکم دیا جائے گا اور بے حلالہ اُس سے نکاح نہ کر سکے گا۔ اس صورت میں عورت کو عدت گزرنے پر اختیار ہوگا جس سے چاہے نکاح کرلے ورنہ شک و احتمال کے سبب اس پر حکم

طلاق نہیں ہوسکتا نہ عورت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے وہ بدستور شوہر کی زوجیت میں سمجھی جائے گی فان الیقین لایزول بالشک اگر واقع میں اس نے نیت کی اور اس نے ظاہر نہ کی تو اس کا وبال اور اپنے اور عورت دونوں کے زنا کا عذاب شوہر پر ہوگا عورت پر الزام نہیں کہ دلوں کا مالک اللہ ہے عزوجل وعلا ولا تزر وازرۃ وزر اخری عورت اپنے آپ کو مطلقہ نہیں سمجھ سکتی اگر دوسرے سے نکاح کرے گی حرامکار ٹھہرے گی فانہا مکلفۃ بالظاہر واللہ تعالی یتولی السرائر۔ ہندیہ میں محیط سے ہے لایقع فی جنس الاضافۃ اذا لم ینو لعدم الاضافۃ الیہا۔ اسی میں خلاصہ سے ہے سکران ھربت منہ امرأتہ فتبعہا ولم یظفر بہا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع۔ انقرویہ میں بزازیہ سے ہے فرت ولم یظفر بہا فقال بسہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا۔ بحرالرائق میں ہے لو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ۔ عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے قالت طلقنی فضربہا وقال لہا اینک طلاق لایقع ولو قال اینکت طلاق یقع۔ اس بیان سے واضح ہوگیا کہ دوسرے عالم کا جواب تو محض باطل تھا صواب تھا بحال نیت تین طلاقیں ہوں گی جن میں رجعت محال اور بحال عدم نیت ایک بھی نہ ہوگی تو رجعت کا خیال محض خیال محال اور پہلے عالم کا جواب بھی غلط تھا کہ یہاں تین طلاقیں صرف بصورت نیت ہیں نہ مطلقا واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ: از سرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ شیخ محمد دوبان چکل شیخ محمد سراج الحق امام مسجد جامع ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

محمد مظفر کا اپنی والدہ سے جھگڑا ہو رہا تھا اس کی والدہ نے کہا کہ اگر اپنی بی بی کو نہ چھوڑو گے تو تم سور کھاؤ اسی طرح تین مرتبہ بولی مظفر نے کہا طلاق دیتے ہیں پھر اس نے بلاقصد غصہ کے ساتھ اپنی والدہ کے پاس سے کہا طلاق طلاق طلاق بغیر مخاطب کرنے کسی کو اب شرعاً صورت مسئولہ میں مظفر کی بی بی پر طلاق پڑے گی یا نہیں۔

الجواب: تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ: از سوناٹ معین دفتر مدرسہ دارالعلوم ضلع اعظم گڑھ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

نقل اسٹامپ قیمتی عہ

جمن ابن منا میاں ان کو لکھ کر دیتا ہوں کہ آپ کی لڑکی الفت کا خرچ عمر بھر پورا کروں گا اور بغیر علیم اللہ ستار باز کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا اگر آپ کے حکم عدولی کروں تو آپ اور سب پنچ جو چاہیں کریں سب منظور ہے کیونکہ ہمارا کوئی ماں اور باپ نہیں ہے آپ لوگ ہمارے مالک باپ ہیں تاریخ ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء اور اگر سب خلاف ہو تو اس شرط پر طلاق (دستخط) انگوٹھا جمن مقر (اسمائے شاہدان) (۱) علیم اللہ ستار باز ہماری لڑکی الفت جو ہے اگر ہم قضا کر جائیں تو ہمارے گھر کا سامان اور جتنا مال ہو اور جتنی ہم پر قرض ہو سب الفت کا قرض بھی وہ سب دے اور مال وغیرہ وہی اور دوسرے کا تعلق نہیں باقی گواہ اور گذرے دستخط عبدالرحمن قوال اجمیری بقلم خود محمد ابراہیم ابن محمد اسمعیل۔ یہ فتوی بمبئی سے آیا ہے مگر سوال نہایت مجمل یعنی اقرارنامہ کا ہے ایک روپیہ کے اسٹامپ پر اقرارنامہ تحریر ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ جمن منکوح اس اقرارنامہ کے چار روز بعد مع الفت نکاح جمن مذکور الفت کو اپنے سسر کے ساتھ رہتا تھا مگر قریب دو برس کے ہوا۔

علیم اللہ اپنے سسر کو چھوڑ کر اور بیوی اُلفت کو بھی بمبئی میں آوارگی اختیار کیا ہے اور بیوی کو نہ روٹی کپڑا دیتا ہے نہ کسی قسم کی خبر گیری کرتا ہے نوٹس بھی ساۃ الفت وعلیم اللہ ستار ساز کی طرف سے دیگئی مگر کچھ جواب نہیں دیتا لہذا اب ساۃ اُلفت مطلقہ ہوئی یا نہیں۔

الجواب: صورۃ مذکورہ میں طلاق کسی طرح نہیں ہوسکتی قطع نظر اُس نقص کے جو الفاظ اقرار نامہ میں ہے جس میں عورت کی طرف اضافت طلاق نہیں اور اُس میں جن کو اس انکار کی گنجائش ملتی کہ زوجہ کو طلاق مراد نہ تھی جب یہ اقرار نامہ نکاح سے پہلے لکھا گیا اور اُس میں شرط نکاح کا ذکر نہیں تو اگر صاف یوں کہا ہوتا کہ میں ایسا کروں تو الفت پر تین طلاقیں، اور وہ ایسا کرتا جب بھی ہرگز طلاق نہ ہوتی اذلا ملک حینئذ ولا اضافۃ الیہ ولا الی سببہ فلغی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳: موضع مانیا والہ ضلع بجنور از کفایت علی صاحب وحمایت علی صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

حضور والا۔ بعد سلام عرض ہے کہ غلام کی بیوی اطاعت نہیں کرتی سمجھانا اثر نہیں کرتا والدین بھی ناخوش ہیں والدین کی خوشی ہے کہ طلاق دیدو تو حضور اُس کو کس طریقہ سے طلاق دی جائے خاکسار اور والدین میں ایک کوڑی مہر دینے کی طاقت نہیں مہر دو سو پانچ سو اشرفی میں نے قبول کرلیا تھا عورت معاف نہیں کرتی مگر مہر کی ایک کوڑی کا گورنمنٹی کاغذ اسٹامپ نہیں ہے کچہری سے بھی عورت کا ولی ایک کوڑی نہیں لے سکتا یہاں کے مولوی سے دریافت کیا تو یہ کہا کہ شرعًا ساڑھے بارہ روپے دینے چاہئیں بینوا توجروا۔

الجواب: اگر آپ طلاق دینا چاہیں تو عورت جب حیض سے فارغ ہو اُس کے بعد قبل جماع اُس سے ایکبار کہیے کہ میں نے تجھے طلاق دی پھر اُسے چھوڑے رہیے اور اُس سے بالکل الگ رہیے یہانتک کہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہوجائیں اُس وقت وہ نکاح سے نکل جائے گی اور مہر اگر وہ معاف نہ کرے تو بہرحال دو سو پانچ اشرفیاں دینا لازم ہوں گی وہ کوئی شخص جاہل تھا جس نے ساڑھے بارہ روپے بتائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴: از بچھاچہ بارہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بچھاچہ بارہ ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت کے نان نفقہ سے بے خبر تھا کہ عورت کے وارثوں میں سے کسی نے آن کر اُس سے کہا کہ اگر تو نان نفقہ نہیں دے سکتا تو طلاق دیدے چنانچہ اُسی وقت اُس آدمی کے رُوبرو طلاق دے دی تو یہ طلاق ہوئی یا نہیں کیونکہ عورت وہاں نہ تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: طلاق ہوگئی طلاق کے لیے عورت کا وہاں حاضر ہونا کچھ شرط نہیں فانہ ازالۃ لاعقد کما لایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵: از پیلی بھیت مرسلہ شیخ فیض محمد صاحب ۶ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

زید اپنے مکان میں تنہا مقیم تھا اُس نے اپنی زوجہ کو طلاق دی لیکن زوجہ نے نہ سُنی نہ دوسرا آدمی تھا اس وجہ سے کہ او آدمی دوسرے مکان میں تھے پس طلاق ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

طلاق کے لیے زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سننا ضرور نہیں جبکہ شوہر نے اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے، اگرچہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچی عند اللہ طلاق ہوگئی عورت کو خبر ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلقہ جانے۔ ہاں اگر صرف دل میں طلاق دے لی تو بالاجماع نہ ہوگی یا زبان سے لفظ بکے مگر ایسے کہ زبان کو صرف جنبش ہوئی آواز اپنے کان تک آنے کے بھی قابل نہ تھی تو مذہب اصح میں یوں بھی نہ ہوگی فی الدر المختار ادنی الجھر اسماع غیرہ وادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ویجری ذٰلک فی کل مایتعلق بالنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ ووجوب سجدۃ تلاوۃ وعتاق وطلاق واستثناء فلو طلق او استثنی ولم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح اھ باختصار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از بدایوں قرشولی ٹولہ مرسلہ شیخ وہاب الدین احمد صاحب ۲۰ رجب مرجب ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ اپنی زوجہ سے یہ الفاظ کہے کہ تو عمرو یا بکر سے نکاح کرلے اور خالد اپنے والد کو مخاطب کرکے بموجودگی والدین ہندہ یہ کہا کہ میری بیوی کا نکاح ولید سے کرا دو۔ اس واقعہ سے دو تین مہینہ کے بعد زید نے ہندہ کے مکان پر آن کر ہندہ اور اس کے والدین کی عدم موجودگی میں ایک شخص غیر کو مخاطب کرکے کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر اس وقت میرے ساتھ نہ بھیجیں وہ شخص ان الفاظ کو سن کر چلنے لگا تو زید نے پھر انھیں الفاظ کا اعادہ کیا اور ہندہ اس کے ساتھ نہ بھیجی گئی۔ ہندہ حاملہ تھی اور یہی زید نے اسی روز ہندہ کے گھر کو چھوڑنے کے بعد یہ کہا کہ میں نے یہ الفاظ دھمکانے کو کہے تھے تاکہ میری بیوی کو میرے ساتھ کردیں اور میں اپنے الفاظ اب واپس لیتا ہوں واپس لیتا ہوں۔ واپس لیتا ہوں۔ یہ واقعہ ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ ہجری نبوی کا ہے۔ زید عرصہ زائد از سال سے بعارضہ مراق علیل ہے آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب: سائل نے اظہار کیا کہ زید نے ان اخیر الفاظ میں کہ میں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر اس وقت میرے ساتھ نہ بھیجیں کوئی لفظ عورت کی طرف اضافت کا نہ کہا تھا نہ نام نہ نسب نہ وصف نہ لقب نہ اشارہ مثلاً فلاں عورت یا فلاں کی بیٹی یا اپنی زوجہ کو یا اس کو وغیرہ وغیرہ کوئی لفظ اس قسم کا نہ تھا نہ یہ کلام کسی سوال کے جواب میں تھا جس سے اضافت پیدا ہو بلکہ ابتداءً یہی الفاظ اس نے بکے ہیں اس صورت میں زید سے قسم لی جائے اگر وہ حلف کرے کہ ان الفاظ سے اپنی زوجہ مراد نہ تھی تو حکم طلاق نہ دیا جائے گا وذٰلک ان زید امنکر ارادۃ الطلاق بھا کما فی السوال والاضافۃ فیکون القول قولہ بیمینہ وان کان الظاھر ارادۃ المرأۃ بذٰلک لانہ نوی محتمل کلامہ فیصدق خانیہ و بزازیہ وغیرہما میں ہے قال لھا لاتخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقہا ویحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول لہ اھ ہندیہ میں محیط سے ہے سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابونصر عن سکران قال لامرأتہ اتریدین ان اطلقک فقالت نعم فقال اگر تو زن من یک طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی واخرجی من عندی وھو تزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ اھ یہی اس کے پہلے لفظ کہ تو عمرو یا بکر سے نکاح کرلے

یا اس کا نکاح ولید سے کرادو محتاجِ نیت ہیں اگر بہ نیتِ طلاق کہے ایک طلاق بائن ہوئی اور بے نیتِ طلاق نہ تھی تو کچھ نہیں، اور اس بارے
میں کہ ان الفاظ سے اُس نے طلاق کی نیت نہ کی تھی اُس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر قسم کھالے گا حکمِ طلاق نہ ہوگا پھر واقع میں نیت
کی تھی اور جھوٹی قسم کھالی تو وبال اُس پر ہے۔ ردالمحتار میں ہے: فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان لو قال اذھبی فتزوجی و
قال لم انو الطلاق لایقع شیئ لان معناہ ان امکنک۔ وفی الذخیرۃ اذھبی وتزوجی لایقع الا بالنیۃ وان نوی
فھی واحدۃ بائنۃ وان نوی الثلاث فثلاث۔ غرض بیانِ سائل اُس تخفیف پر ہے اگر اُن سب الفاظ کی نسبت قسم کھالے اُن
میں کسی سے اُس نے طلاقِ ہندہ کی نیت نہ کی تھی تو اصلاً حکمِ طلاق نہ دیں گے اور اگر لفظِ اوّل پر قسم کھانے سے انکار کرے تو ایک طلاق بائن
پڑے گی کہ برضائے زوجہ عدت میں خواہ عدت کے بعد اُس سے نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی حاجت نہیں، اور اگر لفظِ دوم پر جو شخص غیر کے سامنے
کہے قسم کھانے سے انکار کرے تو تین طلاقیں ہوجائیں گی بے حلالہ اُس سے نکاح نہ کرسکے گا۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ زید کا مراق اس حد کو
نہ پہنچا ہو کہ وہ فاسد العقل مختل الحواس ہوگیا ہو کبھی عاقلوں کی سی باتیں کرے کبھی خاصے پاگلوں کی سی، اور اگر یہ حالت ہے (واللہ خوب
جانتا ہے) تو اصلاً طلاق نہ ہوگی اگرچہ اُس نے وہ سب الفاظ بہ نیتِ طلاق کہے ہوں۔ درمختار میں ہے: لایقع طلاق المجنون والصبی و
المعتوہ الخ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: مارہرہ شریف ضلع ایٹہ محلہ کمبوہ مرسلہ چودھری عبدالرحمن صاحب ۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین۔ ایک عورت اپنے خاوند سے بہت تنگ ہو اُس کا خاوند اُسے ستاتا ہو تو وہ لاچار ہو کر جواب طلب کرے
تو وہ جواب بھی ضد سے نہ دے اور حقوق بھی ادا نہ کرے تو پھر وہ غصہ میں جواب یعنی طلاق کا ارادہ کرے اور تنہائی میں جواب دے عورت کے سامنے
تو طلاق مانی جائے گی یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ عورت مجبور ہوکر کسی مرد سے عقد کرلے اور اس سے پانچ ماہ کم میاں بی بی کا سا واسطہ رہے
اور ایک اُس مرد سے لڑکا پیدا ہوگیا پھر اُس پہلے خاوند نے دعوٰی کیا کہ میں نے طلاق چار کے سامنے تو نہیں دی، غرض یہ کہ وہ جبریہ لیا
چاہتا ہے تو وہ عورت شرعاً پہلے خاوند پر جائز رہی یا نہیں۔

الجواب: بیانِ سوال سے ظاہر یہ ہے کہ شوہرِ اوّل طلاق دینے کا مقر ہے مگر عذر صرف یہ کرتا ہے کہ طلاق خفیہ دی چار
نہ دی لہٰذا اپنی جہالت سے طلاق نہ ہونا سمجھتا ہے، اگر ایسا ہے تو اس کا دعوٰی باطل ہے طلاق بالکل تنہائی میں دے جب بھی ہوجاتی ہے، اگر
عورت نے عدت گزرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کیا صحیح ہوگیا اور پہلے شوہر کو اُس پر کچھ دعوٰی نہیں پہنچتا۔ ہاں اگر شوہر سرے سے طلاق دینے
سے منکر ہو اور عورت کا نکاحِ ثانی کرنا اور پانچ ماہ دوسرے کے پاس رہنا اور اُس سے لڑکا پیدا ہونا ان باتوں کی شوہرِ اوّل کو خبر نہ ہو کہ کسی
دوسرے شہر میں ہوئی ہوں بعدِ اطلاع اُس نے دعوٰی کیا تو ضرور اُس کا دعوٰی قابلِ سماعت ہے اور عورت کا بیان کہ اُس نے طلاق دیدی تھی
بے گواہانِ شرعی ہرگز مسموع نہیں، عورت شوہرِ اوّل کو دلادی جائے گی پھر اگر واقع میں اُس نے طلاق دے دی تھی اور جھوٹا انکار کیا تو عورت پر
فرض ہے کہ جس طرح جانے اُس سے دُور بھاگے یا مہر وغیرہ دے کر طلاق لے اور اگر کچھ نہ کرسکے وبال اُس پر ہے اور عورت جب تک راضی نہ ہو مجبور
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶ :۔ از پیلی بھیت محلہ پکریا مسئولہ عبدالرحمٰن گھڑی ساز ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے تنہا ایک گوشہ میں بیٹھ کر جس کو کسی نے نہیں سنا اپنے دل کے اندر اپنی بیوی کو طلاق دی اس کو عرصہ پانچ ماہ کا گزرا اب وہ شخص رجوع کرنا چاہتا ہے اس کو کس طرح کرسکتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب :۔ اگر فقط دل میں طلاق دی تھی یوں کہ زبان سے کچھ کہا ہی نہ تھا یا کہا مگر فقط زبان کو حرکت تھی اتنی آواز نہ تھی کہ اپنے کان تک آنے کے قابل ہو جب تو طلاق ہوا ہی نہیں اور اگر ایسی آواز سے کہا کہ اپنے کان تک آنے کے قابل تھی اگرچہ بیٹھ یا ہوا یا کسی غل شور کے سبب اپنے کان تک نہ پہنچی تو طلاق ہوگئی اگر رجعی تھی تو عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے اور بائن تھی تو برضائے زوجہ اس سے نکاح کرسکتا ہے اور مغلظ تھی تو بے حلالہ نکاح نہیں ہوسکتا یہ اُن الفاظ پر موقوف ہے جو اس نے کہا اور جتنی بار کہا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷ :۔ از زامریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ تاج الدین خاں صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسمی زید نے غصہ میں آکر اپنی منکوحہ مساۃ ہندہ کو ایک شخص مسلمان و ایک عورت قوم ہنود کے روبرو طلاق دی۔ اور یہ بھی ہے کہ شخص مسلمان کے رُوبرو دو مرتبہ لفظ طلاق صاف طور سے اُس کے حق میں کہا اور زید وہاں سے کہہ کر تین چار قدم ہٹ کر چلا اور کچھ آہستہ اُس نے اپنی زبان سے کہا کہ وہ سننے میں نہیں آئے وہ عورت اہل ہنود جو وہاں موجود تھی بیان کرتی ہے کہ میں نے سُنا کہ اُس نے آہستہ سے بھی وہی لفظ طلاق کا کہا تھا جو پہلے دو مرتبہ کہہ چکا تھا زید کہتا ہے میں نے تیسری بار یہ لفظ طلاق نہیں کہا تھا زید ایک شخص بالکل جاہل اور امی ہے اس وقت زید و ہندہ دونوں راضی ہیں نکاح کس طرح ہو۔

الجواب :۔ اللہ عالم الغیب والشہادہ ہے وہ ہر ایک کے دل کی جانتا ہے اللہ سے ڈرے اگر واقع میں اس نے تیسری بار بھی طلاق دی تھی تو عورت نکاح سے نکل گئی اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا اور اگر وہ منکر ہے اور سوا اُس کافرہ عورت کے اور کوئی تیسری طلاق کا بیان نہیں کرتا تو کافرہ کی بات اصلاً معتبر نہیں جب تک عدت میں ہے وہ عورت کو رجعت کرسکتا ہے یعنی اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی اگر پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ ایک وہ اور دو یہ مل کر تین ہوگئیں عورت نکاح سے نکل گئی حلالہ کی ضرورت ہوگی یونہی اگر پہلے طلاق نہ دی تھی یہ دو دی ہیں تو آئندہ جب کبھی ایک طلاق دے گا جب کبھی ایک طلاق دے گا عورت بے حلالہ کے نکاح میں نہ آسکے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸ :۔ از رامپور مسئولہ محمد سعید۔

زید نے بحالت غضب اپنی زوجہ ہندہ کو یہ کہا کہ تجھ کو میں نے طلاق دیا اب اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں۔

الجواب :۔ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی غضب مانع طلاق نہیں بلکہ غالباً طلاق بحال غضب ہی ہوتی ہے والدھش شیء اٰخر بینتہ فی الخیریۃ ورد المحتار و تحقیقہ فی فتاوٰنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالت غصہ میں اپنی زوجہ مدخولہ سے دوبار کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی آیا یہ کون سی طلاق واقع ہوئی اور اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدت کے رجعت کا اختیار ہے اور بعد انقضائے عدت عورت اگر چاہے اُس سے نکاح جدید کر سکتا ہے اور ایام عدت حرہ موطوءہ میں تین حیض کامل ہیں اور اگر بوجہ صغر یا کبر کے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ اور لونڈی میں اگر حائضہ ہو تو دو حیض ورنہ ڈیڑھ مہینہ اور طریق رجعت یہ ہے کہ مطلقہ سے ایام عدت میں یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے پھیر لیا یا رد کیا یا روک لیا یا امثال اس کے کہے یا مابین عدت مس کرے یا بوسہ لے یا جماع کرے بہتر طریق اول ہے فی تنویر الابصار وھی فی حرۃ تحیض بعد الدخول ثلث حیض کوامل وفی من لم تحض لصغر او کبر ثلثۃ اشھر وفی امۃ تحیض حیضتان وفی امۃ لم تحض نصفہا لحرۃ وفیما اسند امۃ الملک الماثر فالعدۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰: ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

زید نے غصہ میں اپنی عورت کو طلاق دی اُس وقت ایک آدمی اور موجود تھا بعدہ جو شخص آیا اور پوچھا تو کہا میں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ڈیڑھ ماہ تک علیحدہ رہے اس درمیان میں جس آدمی نے پوچھا تم کیسے علیحدہ ہو تو بار ہا یہی کہا کہ طلاق دے دی تو طلاق ہوئی یا نہیں اگر ہو گئی تو نکاح کس طور پر ہونا چاہئے۔

الجواب: اگر اس وقت ایک بار طلاق دی تھی اور باقی بار اوروں کے پوچھنے پر کہا اور وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ میں نے ان دفعوں میں طلاق دینے کا ارادہ نہ کیا تھا بلکہ اُن کے پوچھنے پر خبر دی تھی تو صرف ایک طلاق ہوئی اگر رجعی تھی رجعت کر سکتا ہے جب تک عدت نہ گزرے ورنہ دوبارہ اس سے نکاح کر لے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱: از شہر مسئولہ علی محمد برادر ہندہ جس کا بیان ہے ۲ شعبان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرا شوہر تھا وہ اور میں اور ماں بھائی ایک ہی مکان میں رہتے تھے اور روٹی کپڑے پر لڑائی ہوتی تھی تو وہ مجھ کو مارتا اور بُرا بھلا کہتا تھا تو میں اور میری ماں کچہری جا کر ایک درخواست دے دی اور جب اُس نے آکر سنا تو مجھ سے کہا کہ تم میرے کام کی نہیں رہیں اور میں نے تم کو طلاق دے دی طلاق دینے پر میرے مکان میں آیا تو میری ماں نے یہ کہا کہ اب تیرا یہاں کیا کام ہے تو نے تو اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اب یہاں مت آ۔

الجواب: اگر یہ بیان سچ ہے تو ایک طلاق ضرور ہو گئی لیکن عورت ابھی نکاح سے نہ نکلی ہاں اگر پہلے لفظ سے بھی کہ تم میرے کام کی نہ رہیں اُس نے طلاق کی نیت کی ہو تو دو طلاقیں ہو گئیں اور عورت نکاح سے نکل گئی رہا یہ کہ اُس نے اس لفظ سے بھی نیت کی تھی یا نہیں یہ اُس کے بیان پر ہے اُس سے قسم لی جائے اگر قسم کھا لے کہ میں نے اُس لفظ سے نیت طلاق نہ کی تھی تو اس کا قول مان لیا جائے گا اور دو طلاقیں نہ ہوں گی ایک ہی رجعی ہو گی کہ عدت کے اندر اگر وہ اپنے نکاح میں پھیر لے عورت بدستور اُس کی زوجہ رہے گی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲: از ستار گنج ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے زید سے نکاح کیا مگر صحبت نہ ہوئی صبح کو بوجہ اغوائے چند اشخاص ہندہ نے مہر معاف کیا اور زید نے طلاق دے دی اس صورت میں اُسی روز شام کو نکاح ہندہ عمرو کے ساتھ جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورۃ مستفسرہ میں اگر زوج و زوجہ تنہائی کے مکان میں یکجا ہو لیے ہوں اور اُنمیں کوئی مانع حقیقی ایسا نہ ہو جسکی وجہ سے وطی اصلا نہ ہو سکے اُسکے بعد زید نے طلاق دی تو بیشک ہندہ پر عدت واجب ہے اگرچہ مباشرت نہ ہوئی فان الخلوۃ الصحیحۃ فی النکاح الصحیح مثل الوطی فی ایجاب العدۃ وصحۃ الخلوۃ ھٰھنا لعدم المانع الحقیقی وان وجد مانع شرعی کالصوم شرح نقایہ میں ہے العدۃ للطلاق بعد الدخول او الخلوۃ الصحیحۃ فانہ لو طلقھا قبل الدخول وبعد الخلوۃ الفاسدۃ والفساد للعجز عن الوطی حقیقۃ لم تجب العدۃ ولو کان لامر شرعی کصوم الفرض تجب کما فی قاضیخان وذکر فی المحیط انہ لا عدۃ بخلوۃ الرتقاء اھ ملخصا پس اگر عدت کے دوران کہ بعد طلاق تین حیض کامل کا گزرنا ہے دوسرے سے نکاح کریگی ہرگز صحیح نہ ہوگا اور حرام محض رہیگا عالمگیری میں ہے لایجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ وکذا المعتدۃ کذا فی السراج الوھاج سواء کانت العدۃ عن طلاق او وفات او دخول فی نکاح فاسد او شبھۃ نکاح کذا فی البدائع ہاں اگر خلوت بھی نہ ہوئی اور ویسے ہی طلاق دیدی تو ہندہ پر عدت نہیں اُسے اختیار ہے کہ اُسی وقت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے سبب وجوبھا یعنی العدۃ عقد النکاح المتأکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت او خلوۃ الخ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ [۲۳]:۔ از کیمپ میرٹھ لال کورتی بازار کوٹھی خان بہادر صاحب مرسلہ شیخ میر محمد صاحب۔ ۱۹ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید اور عمر (برادر منکوحہ زید) کی ایک روز کسی بات پر باہم سخت حجت ہوئی اور عمر نے زید اپنے بہنوئی سے کہا کہ مہربانی کرکے اس طرف کا ارادہ نہ کیجئے جس کا مقصد یہ تھا کہ میرے (عمرو) کے مکان پر نہ آئیے گا اس کے جواب میں زید نے غصہ کی حالت میں کہا میں اسکو طلاق دیچکا یا یہ کہا میں تو اسکو طلاق دیچکا اسی طرح تین چار مرتبہ یہی الفاظ کہے اس سے قبل اپنی زوجہ سے لفظ طلاق کبھی نہ کہے تھے کیا اس صورت میں زید کی منکوحہ پر طلاق ہوگئی یا نہیں۔

الجواب:۔ عمرو کی مراد اسطرف سے کچھ بھی ہو جبکہ زید اپنی زوجہ کی نسبت سمجھا اور اُسے تین بار کہا میں اسکو یا میں تو اسکو طلاق دیچکا تین طلاقیں ہوگئیں زید گنہ گار ہوا اور عورت بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی قال اللہ تعالیٰ فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ اور غصہ کا عذر بیکار ہے طلاق اکثر غصہ ہی میں ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ [۲۴]:۔ مسئلہ از پالی مارواڑ متصل دروازہ جھالر باڑہ مسئولہ نبی بخش صاحب۔ ۷ شوال ۱۳۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی رمضانی ولد گیگا نداف نے اپنی عورت جنا بنت محمد بخش قوم نداف ساکنہ پالی کو ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو حسب ذیل تین طلاقیں دیں اور نکال دیا پانچ روز بعد مولوی سید احمد علی صاحب کے پاس جاکر .... اپنا حال کہا اُنہوں نے جواب دیا میں شام کو فریقین کے بیان سنوں گا بعد عشا آئے اور فریقین اور گواہوں کے بیان لیکر طلاق کا زبانی دیکر چلے گئے وہ بیانات درج ذیل ہیں بیان گواہ اول مسمی رحمان علی شاہ درویش۔ اس طلاق سے میں واقف ہوں اُس نے اپنی عورت کو طلاق دی اور یہ لڑکی اپنے باپ کے مکان کے چوترے پر بیٹھی تھی تب میں نے اُس سے کہا آ بیٹی میں تجھ کو تیرے مکان پر لے چلوں تب وہ میرے ساتھ ہولی اُسوقت رمضانی نے ایک پتھر پھینکا اور کہا کہ شاہ صاحب اس کو کہاں لے جاتے ہو میں اسکو طلاق دے چکا ہوں اس کو جانے دو وہ اُسوقت اور بھی

ایک شخص میرے ساتھ تھا تب میں نے اس لڑکی کو باپ کے گھر جانے کو کہہ دیا اور میں اپنی جگہ جا بیٹھا تب رمضانی مذکور سے کہا گیا کہ بیان سچ ہے یا نہیں کہا ہاں سچ ہے۔ بیان گواہ ثانی مسمی نبی بخش ولد حسن جی نداف۔ میں ایمان سے بیان کرتا ہوں کہ یہ (رمضانی) واہی تباہی بکتا تھا میں نے کہا کہ اگر اسکو رکھنا منظور نہ ہو تو اس کو چھوڑدے یعنی طلاق دیدے تب اُسنے کہا کہ میں اسکو کل طلاق دیچکا ہوں اور باقی رہا مہر چار روپیہ تو اسکے باپ میں مانگتا ہوں باقی اپنے برتن وغیرہ بیچ کر دیدوں گا رمضانی سے کہا گیا یہ سچ بیان کرتا ہے اسنے کہا ہاں۔ پھر ایک قرآن مجید منگوا کر اس سے کہا گیا اگر تو نے طلاق نہیں دی ہے تو قرآن شریف ہاتھ میں لیکر قسم کھالے جواب دیا میں قسم نہیں کھاتا اس عورت کو قرآن دیدو اگر قسم کھالیگی سچی ہوگی شاید وہ بھی طلاق چاہتی ہو اور چھٹکارے کے واسطے قسم کھالے تو پھر کوئی علاج ہوگا اُسنے پھر یہی جواب دیا اگر یہ قسم کھالے گی تو سچی ہے تب اُس لڑکی سے کہا گیا تجھ کو اگر اُسنے طلاق دیدی ہو تو قرآن شریف ہاتھ میں لیکر قسم کھالے اُسنے دونوں ہاتھ قسم کے لیے قرآن شریف کے لیے لینے کو بڑھائے لیکن اس خیال سے کہ شاید حیض سے قرآن اُس کے ہاتھ میں نہ دیا اور کہا تو خدا کی قسم کھا کر بیان کر کہ کس طرح طلاق دی ہے تب اُسنے قسمیہ بیان کیا کہ ہمارے بار بار لڑائی رہتی ہے اس رات کو بھی ہوئی اور اُسنے کہا کہ میں تجھ کو صبح ٹھیک کرونگا جب صبح میں اُٹھی تو اس نے کہا کہ آٹا ہے یا نہیں تو میں نے کہا کہ آٹا تھوڑا ہے زیادہ تو نہیں تب اُسنے کہا منہ دیکھ کیواسطے کہا تھا تو نے کیوں نہیں پیسا اب میں نے کہا کہ اب پیسنے لاتی ہوں تب اُسنے کہا کہ اب کوئی ضرورت نہیں تو روٹی پکا تب اُسکے کہنے سے روٹی پکانے لگ گئی تو اُس نے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے تو چلی جا۔ تب میں اٹھ کر اپنے باپ کے گھر چلی آئی تو تھوڑی دیر بعد چچا نے مجھ کو بلوا کر لے گئے تو ہم دونوں کو سمجھا کر بٹھا آئے تب میں نے روٹی پکائی اور ہم دونوں نے کہا کہ تو کیوں آئی تجھ کو طلاق ہے تو چلی جا تو پھر میں وہاں سے چلی آئی باقی شاہ صاحب گواہ اول اور سیٹھ وغیرہ کا قصہ بیان کیا تب مسمی رمضانی سے دریافت کیا گیا یہ عورت سچ کہتی ہے اُس نے کہا ہاں سچ ہے فقط لہٰذا عرض یہ ہے کہ ان بیانوں پر طلاق ہوگئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: گواہوں کے بیان ناقص ہیں ان میں تین طلاقوں کا کہیں ذکر نہیں اور عورت کا قسم کھانا محض نامعتبر ہے کہ وہ مدعیہ ہے مدعی کا حلف نہیں سُنا جاتا اُس سے گواہ مانگے جاتے ہیں گواہ نہ ملیں تو مدعا علیہ پر حلف رکھا جاتا ہے۔ رمضانی نے جو گواہوں کے بیان کی تصدیق کی اُس سے صرف طلاق ثابت ہوگی تین طلاقوں کا ثبوت نہیں کہ اس کا ذکر بیان شاہدان میں خود نہ تھا ہاں اگر ثابت ہو کہ عورت کا بیان مذکور سُنکر رمضانی نے اس کی تصدیق کی تو بیشک تین طلاقیں ثابت ہوگئیں تصدیق بیان عورت کا اگر رمضانی کو اقرار ہے تو بہتر ورنہ اس تصدیق پر دو گواہ لینے ہونگے جو گواہی دیتا ہوں کہہ کر پوری صحیح شرعی شہادت ادا کریں اگر شہادت سے یہ تصدیق نہ ثابت ہو تو تین طلاقوں کا حکم نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر اُن میں کسی گواہ کے بیان رمضانی کا تصدیق کرنا اُس سے اقرار یا دو شاہدین عادلین کے اظہار سے ثابت ہو تو ایک طلاق ہوئی اگر رجعت نہ کی اور عدت گزر گئی تو عورت نکاح سے نکل گئی اور عدت کے اندر رجعت کرلی تھی تو عورت بدستور اُسکی زوجہ مانی جائیگی اور اگر کسی گواہ کی بھی تصدیق ثابت نہ ہو تو ایک طلاق کا بھی حکم نہ ہوا لیکن عورت اگر جانتی ہو کہ اُسنے مجھے تین طلاقیں ہی دی ہیں تو اُسپر فرض ہوگا کہ جس طرح جانے اُس سے بھاگے یا علانیہ طلاق حاصل کرے اگرچہ اپنے مہر کے بدلے اور مال دے کر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵: از مقام دریا سرائے پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد مرسلہ حاجی امیر حسین صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی طلاق کی نیت دل میں تو کی لیکن زبان سے کوئی طلاق کا لفظ نہیں

نکالا اور دو برس تک اس نے اس سے مجامعت بھی نہیں کی لیکن ہر طرح کا خلا ملا اور خورد و نوش و کل انتظامات خانہ داری کا برتاؤ برابر اسکے ساتھ رکھا آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور بی بی کا وہی نکاح سابق قائم رہا یا پھر اسکی تجدید کی جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نکاح سابق ہے اور جو سے تجدید کی کوئی حاجت نہیں نری نیت سے طلاق نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ دن میں سو بار نیت کرے جب تک زبان سے لفظ نہ کہے گا طلاق نہ ہوگی بلکہ زبان کی خالی حرکت بھی کافی نہیں جب تک اتنی آواز نہ ہو کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو اپنے کان تک پہنچے زبان کو جنبش ہوئی اور آواز اتنی بھی نہ نکلی کہ اپنے کان تک پہنچ سکتی جب بھی صحیح مذہب میں طلاق نہ ہوگی تنویر الابصار و ردالمحتار میں ہے ادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ویجری ذلک فی کل ما یتعلق بنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ وعتاق وطلاق وغیرھا فلو طلق ولم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح ہاں اگر آواز اتنی تھی کہ اپنے کان تک پہنچ سکتی اگرچہ کسی مانع مثلاً غل شور چکی مینہ بہرے پن وغیرہا کے سبب نہ پہنچی طلاق ہو جائیگی ادنی الحد خروج صوت یصل الی اذنہ ولو حکما کما لو کان ھناک مانع من صمم او جلبۃ اصوات او نحو ذلک واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶: از رامہ تحصیل گوجرخاں ڈاکخانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ تاج محمود صاحب ۱۰ / شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک لڑکے نے اپنے باپ سے بولا کہ تم میری زوجہ کو طلاق دے دو اس نے طلاق دیدی ہے یہ طلاق واقع ہوسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب: نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ دوسرے کو وکیل کرسکتا ہے نہ باپ بذریعہ ولایت اس کی طرف سے طلاق دے سکتا ہے فانہ ضرر والولایۃ للنظر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷: ۱۱ / ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت چار ماہ کا حمل رکھتی ہے اور شوہر طلاق دے تو طلاق جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: جائز و حلال ہے اگرچہ ایام حمل میں بلکہ آج ہی بلکہ ابھی ابھی اس سے جماع بھی کرچکا ہو فی الدر المختار حل طلاقھن ای الآئسۃ والصغیرۃ والحامل عقب وطی لان الکراھۃ فیمن تحیض لتوھم الحبل وھو مفقود ھنا مگر ایک طلاق رجعی دے اگر دو تین دے گا گنہگار ہوگا فی الدر المختار البدعی ثلث متفرقۃ او ثنتان بمرۃ او مرتین الخ یونہی طلاق بائن ایک ہی دے جب بھی ظاہر الروایۃ میں گناہ ہے فی رد المحتار الواحدۃ البائنۃ بدعیۃ فی ظاھر الروایۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸: از بریوا ڈاکخانہ امریا ضلع پیلی بھیت مسئولہ جناب محمد بخش صاحب و ذوالفقار خاں صاحب ۱۲ / شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک شخص نے حالت غصہ میں بسبب ملامت برادران زوجہ اپنے کے اپنی بیوی کو طلاق دی اور زمانہ طلاق میں عورت کو ۵ ماہ کا حمل تھا بعد طلاق ادر پورا ہونے مدت حمل کے عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور تین چار روز زندہ رہکر مرگیا یہ طلاق جائز ہے یا ناجائز اور ایسی صورت میں جو حکم مسئلہ ہو اطلاع دیجائے اس عورت کا دوسری جگہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: عورت کو حمل ہونا مانع وقوع طلاق نہیں۔ اگر طلاق بائن تھی تو مطلقاً اور اگر رجعی تھی اور بچہ پیدا ہونے تک

نہ زبانی رجعت کی نہ زوجہ کو ہاتھ لگایا تو بعد ولادت عورت نکاح سے نکل گئی اب اُسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر طلاق رجعی تھی اور قبل ولادت قول یا فعل کے ذریعہ سے شوہر نے رجعت کرلی تو عورت بدستور اُس کے نکاح میں ہے دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹:- از موضع بلہری ڈاکخانہ صفدر گنج ضلع بارہ بنکی مرسلہ مہدی حسن صاحب۔ ۱۷ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص درمیان فساد باہمی کے بحالت غیظ و غضب اپنی بی بی سے تین باریوں کہے کہ میں نے تجھے طلاق دیا میں نے تجھے طلاق دیا اور بروقت دینے کے یہ بھی اپنے دل میں ارادہ کرلیا ہو کہ میں ٹھیک ٹھیک اور صحیح عقل سے کہتا ہوں باوجودیکہ درمیان جھگڑے باہمی کے غصہ میں یہ سب باتیں وقوع میں آئیں ہوں تو اس حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور اگر طلاق ہوگئی تو پھر چند ساعت کے بعد غصہ فرو ہوگیا اور میاں اپنے ان افعال قبیحہ پر منفعل ہو کر بی بی کو رجعت کرنا چاہے اور بی بی بھی رجعت پر آمادہ ہو تو کس صورت سے بی بی میاں میاں پر حلال ہے فقط بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں عورت بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی یعنی اسکی عدت گزرے پھر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اُس سے ہمبستری ہو پھر وہ اُسے طلاق دے یا مرجائے اور عدت گزر جائے اُس کے بعد اُس شخص کو عورت سے نکاح جائز ہوگا قال اللہ تعالٰی فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاحتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰:- از شاہجہانپور محلہ بارزئی مسئولہ حفیظ اللہ صاحب۔ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ درباب طلاق فتوی مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کا کہ مجموعۃ الفتاوی جلد دوم ص۵۳ میں واقعہ ہے اور پیش خدمت نقل اُس کی اخیر تحریر میں موجود ہے کیا عندالضرورت ہم لوگ اُس پر عمل کرسکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا

نقل فتوی مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی قدس سرہ الولی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو حالت غضب میں کہا کہ میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق واقع ہونگے یا نہیں اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی میں مثلاً واقع نہ ہوں تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جائے گی یا نہیں۔

ھو المصوب الجواب:- اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اور بغیر تحلیل کے نکاح نہ درست ہوگا مگر بوقت ضرورت کہ اُس عورت کا علیحدہ ہونا اُس سے دشوار ہو اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا نظیر اُس کی مسئلہ نکاح زوجہ مفقود و عدت ممتدۃ الطہر موجود ہے کہ حنفیہ عندالضرورت قوم امام مالک پر عمل کرنے کو درست رکھتے ہیں چنانچہ ردالمحتار میں مفصلاً مذکور ہے لیکن اولٰی یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفتاء کرکے اس پر عمل کرے

واللہ اعلم حررہ عبدالحی عفی عنہ۔

الجواب: یہ فتوٰی نہیں گمراہ گری ہے اس پر عمل حرام قطعی ہے ان کے مجموعہ فتاوٰی میں ابن آل وزید وعمر کے فتوٰی بھی بھرے ہیں یہاں تک کہ غیر مقلدوں کے بھی یہ فتوٰی بھی کسی غیر مقلد کا ہوگا اور وہ بھی نرے جاہل اجہل کا جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک جلسہ میں تین طلاقیں ہوجانے پر جمہور صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے ہرگز امام شافعی یا کوئی امام اسکے خلاف کے قائل نہیں اور اگر وہ یہ جانتا ہے پھر امام شافعی کو مخالف مانتا ہے تو سخت کذاب مکار ہے اور عوام کو دھوکے دینے والا امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم شریف میں فرماتے ہیں قال الشافعی ومالك وابوحنیفۃ واحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلث یعنی امام شافعی وامام مالک وامام ابوحنیفہ وامام احمد وجمہور علمائے سلف وخلف کا یہی مذہب ہے کہ صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں معہذا اسے ضرورت ماننا صراحۃً مذہب کا ڈھانا ہے کون نہیں کہہ سکتا کہ عورت کا علیحدہ ہونا مجھ پر دشوار ہے کون نہیں کہہ سکتا کہ احتمال مفاسد ہے احتمال کو ضرورت جاننا عجب جہالت ہے نہ کہ فقط نفس پر شاق ہونے کو تمام تکلیفات شرعیہ کا ہدم کرے گا وہ سب نفس پر شاق ہونا ضرورت ٹھہرا والضرورات تبیح المحظورات ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ مسئلہ مفقود وامتداد طہر پر اس کا قیاس کیا صریح وسواس ہے پھر رفع اختلاف کو قضائے قاضی چاہئے یہاں فتوائے شافعی کی بھی ضرورت نہیں صرف ادلی ہے غرض وہ تحریر سراسر بطالت وجہالت کا خمیر ہے کسی طرح یقین نہیں کہ مولوی لکھنوی صاحب کی ہو اگرچہ غلطی کاتب سے انکا نام لکھ گیا ہو اور اگر واقعی انکی ہے تو اتباع حق کا ہے نہ غیر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱: از رامہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی۔ ۲۷ رشعبان ۱۳۳۹ھ

شمس العلماء، رئیس الفضلائے خانخاناں جناب احمد رضا خاں صاحب دام لطفہٗ۔ السلام علیکم اگر غضب کثرت سے ہو کہ ایسا غصہ ہو کہ کامل عقل نہ ہو اس حالت میں اگر طلاق صریح وغیرہ دیوے تو واقع ہوگی یا نہ۔

الجواب: غضب اگر واقعی اس درجہ شدت پر ہو کہ حد جنون تک پہنچادے تو طلاق نہ ہوگی اور یہ کہ غضب اس شدت پر تھا یا تو گواہان عادل سے ثابت ہو یا وہ اس کا دعوٰی کرے اور اُس کی یہ عادت معہود ومعروف ہو تو قسم کے ساتھ اُس کا قول مان لیں گے ورنہ مجرد دعوٰی معتبر نہیں یوں تو ہر شخص اس کا ادعا کرے اور غصہ کی طلاق واقع ہی نہ ہو حالانکہ غالبًا طلاق نہیں ہوتی مگر بحالت غضب ردالمحتار میں خیریہ سے ہے الدھش من اقسام الجنون فلایقع واذاکان یعتادہ بان عرف ھذا الدھش مرۃ یصدق بلابرھان اھ وتمام تحقیقۃ فی فتاوینا۔

مسئلہ ۳۲: از شہر پوربندر مقام کھاری مسجد مرسلہ مولوی محمد اسمٰعیل خاں صاحب ۷ رذی قعدہ ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت زینب سے حالت غصہ میں کہا زینب طلاق طلاق طلاق یعنی بے شمار طلاق جس کا اندازہ معلوم نہیں اور زید کہتا ہے کہ مجھ کو حالت غصہ میں خبر نہیں کہ میں نے کتنے دفع طلاق دیا ہے بحضور شاہدین اور زینب کے خویش واقارب کہتے ہیں کہ زید نے تین طلاقیں شمار دی ہیں اور اب زید اپنی عورت زینب سے رجعت کرنا چاہتا ہے اور عورت کے وارث انکار کرتے ہیں اور یہ آدمی نمازی ہے اور غریب ہے یہاں علماء نے فتوٰی دیا ہے کہ رجعت صحیح ہے مگر وہ لوگ نہیں مانتے اب

حق آپ کی جانب ہے جیسا کہ حکم شریعت ہو اگر آپ جواب نہ دوگے تو غریب کا حق مارا جائے گا اور دوسرا کوئی ہندوستان میں آپ جیسا عالم نہیں آپ کا فتویٰ اطراف میں جاری ہے بلینوا توجروا۔

الجواب :۔ جبکہ زید ان الفاظ سے طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے گنتی میں سہو بتاتا ہے اگر ثابت ہو کہ یہ لفظ تین بار کہے تین طلاقیں ہوگئیں رجعت ناممکن ہے بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا قال اللہ تعالٰی فلاتحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ [۳۳] :۔ از کلکتہ دھرم تلہ اسٹریٹ ۱۶۲ مرسلہ عزیز الرحمٰن صاحب پیش امام مسجد۔ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کئی آدمی مل کر ایک شخص سے کہا کہ تو اپنی اہلیہ کو طلاق دیدے پس اُسکی زبان سے بلانیت طلاق کے نکل پڑا کہ "ہاں ہاں ہاں" تو اس صورت میں اُس کی اہلیہ پر طلاق ہوگا یا نہیں جواب کتب دینیہ سے ارشاد ہو۔ بلینوا توجروا۔

الجواب :۔ جبکہ اُن اشخاص نے اُس سے طلاق زن کی درخواست کی اور اُس کے جواب میں اُس نے ہاں ہاں کہا طلاق اصلاً نہ ہوئی اگرچہ بہ نیت طلاق ہی کہتا کہ لفظ (ہاں) جب امر کے جواب میں واقع ہو تو اس کا حاصل وعدہ ہوتا ہے یعنی ہاں طلاق دیدوں گا اور اس سے طلاق نہیں ہوسکتی اگرچہ نیت کرے کہ طلاق کے لیے نیت بے لفظ کافی نہیں ہاں اگر وہ یوں کہتے کہ تم نے اپنی اہلیہ کو طلاق دیدی تو یہ اخبار یا بتقدیر لفظ کیا استخبار ہوتا اس کے جواب میں اگر وہ ہاں کہتا ضرور وقوع طلاق کا حکم دیا جاتا کہ اب وہ تصدیق واقرار ہے اس صورت کی تصریح کی ضرورت یہ بھی تھی کہ بعض اطراف ہند کے بلاد میں فاعل فعل متعدی کے ساتھ بھی لفظ (نے) نہیں کہتے مثلاً تو کہا یا آپ فرمائے بولتے ہیں اگر اُن لوگوں کا یہی محاورہ معلومہ معروفہ ہے اور دیدی بنائے معروفہ کہا تھا اور زید نے یہی معنی سمجھ کر ہاں کہا تو حکماً طلاق واقع مانی جائیگی، اگرچہ عند اللہ طلاق نہ ہوئی جبکہ واقع میں نہ دی تھی اور جھوٹ اقرار کردیا۔ تاج العروس میں ہے فی التھذیب قد یکون نعم تصدیقا ویکون عدۃ وحاصل ما فی المغنی وشروحہ انہ یکون حرف تصدیق بعد الخبر ووعدۃ بعد افعل ولاتفعل الخ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے سئل نجم الدین عن رجل قال لامرأتہ اذھبی الی بیت امك فقالت طلاق دہ تا بروم فقال تو بروومن طلاق دادم فرستم قال لاتطلق لانہ وعد کذا فی الخلاصۃ رد المحتار میں ہے فی البحر عن البزازیۃ والقنیۃ لواراد الخبر عن الماضی کذبا لایقع دیانۃ وان اشھد قبل ذلك لایقع قضاءً ایضاً واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ [۳۴] :۔ از کلکتہ امرتلہ لائن ۲۶ مسئولہ رحمت اللہ آدم غنی۔ ۲۰ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح ثابت رہا یا طلاق ہوا ہماری بی بی سے اور ہماری والدہ سے جھگڑا ہوا اس رنجش سے ہماری والدہ دوسرے مکان پر چلی گئی ایک ہفتہ بعد جمعرات کو سب لوگ گئے بی بی سے دریافت کیا کہ ہماری والدہ رنج ہو کر چلی گئی تم اُن کو راضی کرکے لاؤ بی بی نے انکار کیا میں نے بہت سمجھایا مگر وہ راضی نہ ہوئی میں نے کہا جب تک میری والدہ کو راضی نہیں کروگی ہم بھی تمھارے شریک رنج وملال کے نہیں ہونگے اس پر بی بی نے جواب دیا ہم تم کو اور تمھاری ماں کو نہیں چاہتے ہیں تم چلے جاؤ میں مکان آنے لگا بی بی نے کہا ایسے ہی کیوں جاتے ہو صفائی کرکے جاؤ ہم نے جواب دیا کہ کس کو صفائی کے لیے بلاویں اپنے دل میں ارادہ کیا کہ

روزانہ کے جھگڑے سے بہتر ہے کہ اسکو طلاق دینا ہی بہتر ہے چلے آئے بستی والوں نے پوچھا کسی کے نزدیک اسکو طلاق دیا ہمنے جواب دیا کہ اپنے دل سے طلاق اسکو دیدیا جسکو آٹھ نو مہینے کا زمانہ گزرتا ہے اُس تاریخ سے آجتک ہم سے اُس سے ملاقات نہیں ہے بعد پانچ چھ ماہ کے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم اپنی بی بی سے کیوں نہیں ملتے جواب دیا کہ ہم نے اسکو طلاق دیدیا بجواب اسکے تم نے کس کے نزدیک طلاق دیا ہم نے اُس کو کسی کے سامنے طلاق نہیں دیا اپنے دل سے اُس کو ترک کر دیا بجواب اسکے ان نے کہا کہ گھر بیٹھے طلاق طلاق طلاق نہیں ہوتا ہے کسی کے سامنے طلاق دینا چاہئے اس پر اسنے کہا کہ ایسے طلاق نہیں ہوتا ہے نہ ہوا اس پر ہم نے کہا ایک طلاق دو طلاق تین طلاق کہہ کر کہا کہ اب ہوا یا نہیں ان نے کہا اب ہو گیا۔

الجواب:۔ دل میں طلاق دینے سے نہیں ہوتی جب تک زبان سے نہ کہے بل بصوت یسمع نفسہ لولا مانع کما ھو الصحیح المعتمد فی کل ماھو قول کما فی الدر وغیرہ پہلے شخص کے جواب میں اگر یوں کہتا کہ اپنے دلمیں طلاق دیدی تو اس سے بھی طلاق نہ ہوتی لانہ اقرار بالباطل مگر اُسنے کہا کہ اپنے دل سے اس کو طلاق دیدی یا ایک طلاق رجعی ہوئی عبارت سوال سے ظاہر یہ ہے کہ اس گفتگو کے پانچ چھ مہینہ بعد دوسرے شخص سے گفتگو ہوئی اگر ایسا ہے اور اس پانچ چھ مہینے میں گفتگوئے شخص اول کے بعد سے ابتک عورت کو تین حیض شروع ہو کر ختم ہو چکے تو یہ تین طلاقیں نہ ہوئیں لفوات المحل بالبینونۃ عورت اُسی پہلی طلاق پر نکاح سے نکل گئی اب بلا حلالہ اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے اور اگر اس پانچ چھ مہینے میں عورت کو تین حیض آکر ختم نہ ہوئے تو اب تین طلاقیں ہو گئیں بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۳۵]:۔ طلاق کتنے مرتبہ دینے سے عورت نکاح سے باہر ہو سکتی ہے۔

الجواب:۔ تین مرتبہ طلاق ہو جائے تو عورت ایسی نکاح سے باہر ہوتی ہے کہ بے حلالہ پھر اُس سے نکاح نہیں کر سکتا اور تین مرتبہ سے کم کے لئے کچھ الفاظ مقرر ہیں کہ اُن سے نکاح جاتا ہے مگر بے حلالہ نکاح پھر کر سکتا ہے اور ابھی عورت سے خلوت کی نوبت نہ پہونچی ہو تو کسی لفظ سے ایک ہی طلاق دینے سے عورت نکاح سے باہر ہو جاتی ہے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ[۳۶]:۔ از اندور چھاؤنی رزیڈنسی گورنمنٹ پریس سنٹرل انڈیا مسئولہ عبدالکریم پسر سکندر خاں۔ پہلوان

۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص جس نے کہ اپنی زوجہ کو واقعی طلاق نہیں دی تھی کسی مقدمہ میں برسر اجلاس فریق ثانی کے سوال کے تردید میں جس نے کہ اُس کی زوجہ کا بوجہ نوع بنوع تکالیف کے اُس کے یہاں سے فرار ہونا ظاہر کیا تھا یہ جواب دیا کہ اُس کی زوجہ فرار نہیں ہوئی بلکہ میں نے اسکو طلاق دیدی تھی لیکن بعد میں تحقیقات سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور الصدر نے محض اپنی آبروریزی کے خیال سے نیز اپنی بات کو بالا رکھنے کی وجہ سے طلاق کا اظہار کچہری کے روبرو کیا تھا آیا ایسی صورت میں جیسا کہ اُسنے کچہری کے روبرو ظاہر کیا طلاق ہونا جائز ہے یا کیا (۲) شخص مذکور الصدر ہی نے ایک دعویٰ بازیابی زوجہ اپنی زوجہ کے خلاف کچہری مجاز میں دائر کیا کچہری نے بعد انفصال مقدمہ ایک نوٹس میعادی آٹھ یوم بایں مضمون بنام مدعی جاری کیا کہ میعاد مقررہ کے اندر مدعی اپنا

زوجہ کو اپنے مکان پر لے جائے ورنہ بعد انقضائے میعاد مذکور سمجھا جائے گا کہ مدعی مذکور کی جانب سے طلاق ثلاثہ ہوگئی چنانچہ نوٹس مجریہ بعد اطلاع یابی مدعی مذکور بلا کسی اطلاع کے کہ مدعی اپنی زوجہ کو اتنے روز میں لے جائے گا موصول کچہری مجاز ہوگا بعد اختتام میعاد مذکور وکیل مدعاعلیہا نے از روئے قانون مروجہ ہدایت کی کہ مدعاعلیہا اب اپنا عقد ثانی کر سکتی ہے اس صورت میں اگر خلاف مدعاعلیہا کسی قسم کا دعویٰ مدعی کی طرف سے ہوگا تو اس کا ذمہ دار میں ہوں لہٰذا عرض ہے کہ اس صورت میں بھی کہ جو یہاں کی گئی تحریر فرمائیں کہ از روئے شرع شریف طلاق ہوگئی یا نہیں۔

الجواب:۔ پہلی صورت میں ایک طلاق ہوجانے کا حکم دیا جائیگا اگرچہ عنداللہ طلاق نہ ہو جبکہ جھوٹ کہا ہو کما فی الفتاویٰ الخیریہ فیمن اقر بالطلاق کاذبا صورت دوم میں ہرگز طلاق نہ ہوئی نوٹس میں دوسرے کا یہ لکھ دینا اور شوہر کا جواب دینا محض مہمل ہے ہرگز اس سے عورت کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہیں ہوسکتا حدیث میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ [۳۷]:۔ از شہر رجمبٹ اکا کورنمبر ۶۳ چھاؤنی مسئولہ محمد حسین صاحب سہارنپوری ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمرو کو عشق ہوگیا تھا اور ہر وقت خیال معشوق رہتا تھا اور فکر مند دل رہتا تھا اور خلش بہت تھی عمرو نے گھبراہٹ میں طلاق دیدی اس کلمہ کو دن میں بار بار جنون کی حالت میں بیان کرتا تھا۔

الجواب:۔ فقط گھبراہٹ یا دماغ پر گرمی کا نام جنون نہیں اگر واقعی مجنون نہ تھا تو طلاق ہوگئی اگر تین بار کہی تو تین بار وہ الفاظ جو اُسنے بار بار کہے سائل نے بیان نہ کیے کہ اُن کا مفصل حکم دیا جاتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۳۸]:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ میں لڑائی ہوئی زید نے حالت غیظ و غضب میں ہندہ کو طلاقنامہ لکھدیا اور اپنے مکان سے نکال دیا اسے مدت گزری یہانتک کہ عدت گزر گئی اب زید کہتا ہے کہ مجھے طلاق منظور نہ تھی میں نے شدت غضب میں وہ طلاقنامہ لکھا تھا اور زبان سے کوئی لفظ طلاق نہ کہا تھا پس اس صورت میں زید کا یہ عذر قابل سماعت ہے یا نہیں ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں اور اگر ہوئی تو اب زید اُس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں اور ہندہ کا مہر زید پر واجب الادا ہوگیا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ غصہ مانع وقوع طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے تو اُسے مانع قرار دینا گویا حکم طلاق کا راسًا ابطال ہے ہاں اگر شدت غیظ و جوش غضب اس حد کو پہنچ جائے کہ اُس سے عقل زائل ہوجائے خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں زبان سے کیا نکلتا ہے تو بیشک ایسی حالت کی طلاق ہرگز واقع نہ ہوگی پس صورت مستفسرہ میں اگر زید اس حالت تک نہ پہنچا تھا تو صرف غصہ ہونا اُسے مفید نہیں اور طلاق جس طرح قول سے واقع ہوتی ہے یونہیں تحریر سے پس وہ طلاق واقع ہوگئی اور بسبب مرور عدت کے اب رجعت بھی نہیں کر سکتا ہاں اگر تین طلاقیں نہ تھیں تو نکاح جدید بے حلالے کے کر سکتا ہے ورنہ حلالہ کی ضرورت ہے کما ھو الحکم المعروف اور مہر ہندہ اس صورت میں بیشک زید پر واجب الادا ہے اور اگر وہ دعوے کرے کہ اُس تحریر کے وقت میرا غصہ ایسی ہی حالت کو پہنچا ہوا تھا کہ میری عقل بالکل زائل ہوگئی تھی اور مجھے نہ معلوم تھا کہ میں کیا کہتا ہوں کیا میرے منہ سے نکلتا ہے تو اطمینان ہندہ کے لئے اس کا ثبوت گواہان عادل سے

دے کہ اگرچہ عنداللہ وہ اپنے بیان میں سچا ہو اور اُسے عورت کے پاس جانا دیانۃً روا ہو مگر عورت کو بے ثبوت بقائے نکاح اوسکے پاس رہنا ہرگز حلال نہیں ہوسکتا تو ضرور ہوا کہ زید اپنے دعوٰی پر گواہ دے یا اگر معلوم و معروف ہے کہ اس سے پہلے بھی کبھی اوسکی ایسی حالت ہوگئی تھی تو گواہوں کی کچھ حاجت نہیں مجرد قسم کھا کر بیان کرے ورنہ مقبول نہیں (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۳۹ ازرامپور محلہ پھول واڑہ مرسلہ محمد علی صاحب۔ مورخہ ۷ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ طلاق کے کہ زید کی بیوی جب اپنے میکہ گئی تو علیل ہوگئی اور حاملہ بھی ہے جب کچھ فرصت ہوئی تو سسرال میں آئی شام کے ۷ بجے ماہ رمضان میں ایک دورہ گرمی یا کسی دوسری بیماری کے سبب سے لاحق ہوا اور اُسوقت کی حالت خطرناک تھی زید اپنے مکان پر موجود نہ تھا کچھ عرصہ کے بعد جب زید مکان پر آیا اور اپنی زوجہ کو ایسی حالت میں دیکھا فوراً واپس گیا تاکہ حکیم صاحب کو لائے جب حکیم صاحب کے یہاں وہ جارہا تھا تو اُس نے اپنی سسرال میں بھی اس واقعہ کی خبر کردی جسپر زید کے خسر اور ساس آگئے حکیم صاحب نے اپنی تشخیص سے یہ ثابت کیا کہ کسی چوٹ کی وجہ سے یہ دورہ پڑا ہے اس پر زید کے سالے نے یہ خیال کرکے کہ زید نے اسکی ہمشیرہ کو مارا ہے سخت و سست کہنا شروع کیا جسپر زید بھی وہی کہنے کے لیے تیار ہوگیا۔ نوبت بایں جارسید کہ ہاتا پائی شروع ہوگئی زید کی والدہ نے زید کے پھوپھا اور پھوپھا زاد بھائی کو آواز دی اور وہ زید کی زوجہ سے بھی یہی رشتہ رکھتے ہیں وہ فوراً آگئے اور زید کو پکڑ کر لے گئے اُسوقت زید کی حالت ایک دیوانے کتے کی تھی اسکو کسی بات کا ہوش نہ تھا اسی برات میں اوس نے یہ کہا کہ جس عورت کی وجہ سے یہ بے عزتی مجھکو اُٹھانا پڑی میں نے اوسکو تین طلاق پر چھوڑا لیکن یہ کلمہ ایک مرتبہ اسکے منہ سے نکلا زید کے خسر اپنی بیٹی کو اوسی وقت لے گئے جسکو ابتک دو ماہ اور کچھ دن گذرے اسپر کیا حکم ہے اور زید نے اپنی بیوی بلانے کے لیے کہا ہے۔

الجواب: تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ نکاح نہیں ہوسکتا مگر جبکہ گواہان عادل شرعی سے ثابت ہو کہ واقعی وہ اوسوقت حالت جنون میں تھا یا یہ معلوم ومشہور ہو کہ اوسے جب غصہ آتا ہے عقل سے باہر ہوجاتا ہے اور حرکات مجنونانہ اوس سے صادر ہوتی ہیں اس حالت میں اگر وہ قسم کھا کر کہہ دیگا کہ اوسوقت میرا یہی حال تھا اور میں عقل سے بالکل خالی تھا تو قبول کرلینگے اور حکم طلاق نہ دینگے اگر جھوٹا حلف کرے گا وبال اوسپر ہے والمسئلۃ فی الخیریۃ وردالمحتار وغیرہما واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۰ ۲۸ ربیع الثانی شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کسی کے جبر وظلم سے محض ناچار ومجبور ہوکر اپنی عورت کو طلاق دیدی اور طلاقنامہ لکھدیا تو اس صورت میں طلاق پڑیگی یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: طلاق بخوشی دی جائے خواہ بجبر واقع ہوجائیگی نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائیگا مگر یہ زبان سے الفاظ طلاق کہنے میں ہے اگر کسی کے جبر واکراہ سے عورت کو خط میں طلاق لکھی یا طلاقنامہ لکھدیا اور زبان سے الفاظ طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑیگی۔ تنویر الابصار میں ہے

ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا او مخطئا وفی ردالمحتار عن البحر ان المراد الاکراہ علی تلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھنا مگر یہ سب اوس صورت میں جبکہ اکراہ اکراہ شرعی ہو کہ اوس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہو اور وہ ایذا پر قادر ہو صرف اسقدر کہ اوسے اپنے سخت اصرار سے مجبور کردیا اور اوسکے لحاظ و پاس سے اسے لکھتے بنی اکراہ کے لیے کافی نہیں یوں لکھیگا تو طلاق ہوجائیگی کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱ ۔ از ڈاکخانہ راموچکما کول ضلع چٹا کانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید مفیض الرحمٰن ۱۰ رجادی الآخر ۱۳۳۶ھ

کسی نے کوئی شخص کو جبراً نشہ پلایا وہ حالت بیہوشی میں اگر عورت کو طلاق دیدے تو کیا طلاق واقع ہوگئی۔

الجواب ۔ لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر کہتے ہیں یہ جبر نہیں اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اوس نشہ میں طلاق دی بلاشبہ بالاتفاق ہوگئی۔ ہاں اگر جبر و اکراہ شرعی ہو مثلاً قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے جسکے نفاذ پر یہ اوسے قادر جانتا ہو یا یوں کہ کسی نے ہاتھ پاؤں باندہ کر منھ چیر کر حلق میں شراب ڈالدی تو یہ صورت ضرور جبر کی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اس نشہ میں اگر طلاق دے نہ پڑیگی درمختار میں ہے اختلف التصحیح فیمن سکر مکرھا او مضطرا ردالمحتار میں ہے صحح فی التحفۃ وغیرھا عدم الوقوع وفی النھر عن تصحیح القدوری انہ التحقیق واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲ ۔ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی کے نزدیک اگر طلاق جبراً دلوائی جاوے تو اگر خوف جان سے مجبوراً اگر کوئی عورت اپنی کو طلاق دیدیوے تو طلاق واقع ہوجاویگی یا نہیں اور اگر لفظ نفی آہستہ سے اپنی دبی زبان سے کہلیوے کہ وہ نہ سمجھے اور نہ سُنے تو بھی واقع ہوجاویگی یا نہیں مثلاً یہ کہے میں نے اپنی عورت کو طلاق نہیں دی یا لفظ استثنا انشاء اللہ آہستہ سے کہلیوے تو کیا حکم ہے یا اور کوئی حیلہ ہوسکتا ہے یا نہیں جس سے طلاق واقع نہو۔

الجواب ۔ طلاق اگر زبان سے دے کیسے ہی جبر و اکراہ سے دی ہو ہوجائیگی اور استثناء یا الحاق نفی اگر ایسی آواز سے تھا کہ خود اپنے کان تک پہنچنے کے قابل بھی نہ تھی تو وہ عنداللہ بھی معتبر نہیں طلاق ہوگئی اور اگر اپنے کان تک آواز آئی اوس مکرہ نے نہ سُنی علاوہ ضرریکہ تو قضاءً طلاق مانی جائیگی عنداللہ نہ ہوگی حیلہ یہ ہوسکتا ہے کہ اوسکے اکراہ پر کہے طلاق طلاق طلاق اور نیت یہ کرے کہ یہی مطالبہ کررہے ہو لیکن مکرہ اگر ہوشیار ہے اور بے تصریح اضافت نہ مانے تو کوئی حیلہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳ ۔ از حافظ شمس الدین شاہ آباد ضلع ہردوئی محلہ گگیانی ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پندرہ سال سے دیوانہ ہوگیا ہے اور اوسکی عورت ہے اوسکو اپنی عورت سے کوئی غرض و مطلب نہیں ہے اوسکا پورا نہیں کرسکتا کھانا کپڑا وغیرہ کچھ نہیں دیسکتا ہے

مسائل طلاق

عرصہ آٹھ دس ماہ کا ہوا اوس سے طلاق کے واسطے کہا گیا کہ اپنی عورت کو طلاق دیدے تب اوس نے دو مرد اور ایک عورت کے سامنے طلاق دیدی تین بار اپنی زبان سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی، عورت کون ہے جسکے روبرو طلاق دی دیوانہ کی ماں ہے مرد وہ کون ہیں جنکے روبرو طلاق دی ایک دیوانہ کا بھائی ہے دوسرا ایجا ہے یہ شخص ایسا دیوانہ نہیں ہے جو بالکل ہوش و حواس نہ رکھتا ہو۔ کھاتا پیتا ہے مکان میں رہتا ہے اوسکی کوئی جائداد ایسی نہیں ہے جو اپنا گذر کرسکے اسکی عورت دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ آیا طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی بیّنوا توجروا برائے مہربانی جواب سے جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب۔ مجنوں کی طلاق باطل ہے وہ لاکھ دفعہ طلاق دے ہرگز نہ ہوگی نہ عورت کو دوسرے سے نکاح جائز ہوگا نہ اوسکی طرف سے اوسکا ولی طلاق دے سکتا ہے لان الولایۃ للنظر لا للضرر کھانا پینا مکان میں رہنا منافی جنون نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۔ از شہر بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ زوجہ عبدالرحمٰن صاحب ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ محبوبن کا نکاح مسمی عبدالرحمٰن سے عرصہ نو سال کا ہوا جب ہوا تھا بعد نکاح ایک سال تک باقاعدہ رہا پھر اوسکے یہاں سے چلا گیا چونکہ مکان مسماۃ محبوبن کا تھا اسواسطے وہ اکیلی مکان میں رہی محلہ والے اوسکو سمجھا کر لائے غرضکہ اسیطرح کبھی وہ چلا جاتا اور کبھی آجاتا یہ ہیں عرصہ نو سال کا ہوا بعد نو سال کے وہ لوگ جو نکاح کے گواہ تھے اون کے سامنے کہہ گیا تین بار کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی اور کہا نہ تو میری بی بی نہ میں تیرا شوہر اب اس صورت میں نکاح جائز رہا یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب۔ سچ اور جھوٹ کا حال اللہ جانتا ہے یہ حلال و حرام و قبر و حشر کا معاملہ ہے بناوٹ سے حلال حرام نہ ہوجائیگا نہ اللہ تعالٰی کے یہاں بناوٹ کام دیگی جو دلوں کی چھپی جانتا ہے اگر واقع میں عورت جانتی ہے کہ وہ تین بار اوس سے یہ لفظ کہہ گیا تو عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اور اگر شوہر واپس آئے اور طلاق سے منکر ہو اور گواہوں میں دو گواہ عادل قبول شرع نہ نکلیں تو طلاق ثابت نہ ہوگی شوہر کے حلف کے بعد عورت اُسے جبراً واپس دلائی جائیگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۔ از فتحپور ضلع شیجا دائی درگاہ میں مسئولہ پیرجی محمد حنیف صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) کتنی بار طلاق دینے سے عورت خاوند پر حرام ہوسکتی ہے (۲) جو شخص اپنی زوجہ کو دس بار طلاق دے اور اوسکے ثبوت میں تین بار خاص اپنے ہاتھ سے تحریر لکھ لکھ کر لوگوں پر ظاہر کرے تو کیا وہ عورت بغیر حلالہ اوسکے لیے بغیر نکاح حلال ہوسکتی ہے (۳) اسی مطلقہ سے انھیں شرطوں پر بغیر حلالہ کیے یہی طلاق دینے والا خاوند صحبت کرتا رہے اور اوسکو بدستور اپنے عملدرآمد میں لاتا رہے اوسکا کیا حکم ہے اوسکی اولاد کیسی

اور اوسکی جائداد کی مستحق ہوگی یا نہیں اور ایسا شخص قابل خلافت وسجادگی وخرقہ درویشی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب (۱) جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں پھر وہ عورت اوسکے لیے بے حلالہ کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالٰی فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ واللہ تعالٰی اعلم (۲) جس نے دس طلاقیں دیں تین سے طلاق مغلظ ہوگئی اور باقی سات شریعت سے اوسکا استہزا تھیں بلا نکاح تو مطلقہ بائن بھی حلال نہیں ہوسکتی ہے اور یہ تو نکاح سے حرام محض رہیگی جبتک حلالہ نہو کہ اس طلاق کی عدت گزرے پھر عورت دوسرے سے نکاح کرے اور اوس سے ہم بستر بھی ہو پھر وہ طلاق دے یا مرجائے اور بہرحال اوسکی عدت گزر جائے اوسکے بعد اس پہلے سے نکاح ہوسکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں واللہ تعالٰی اعلم (۳) وہ صحبت زنا ہوگی اور اسے اگر مسئلہ معلوم ہے تو یہ زانی اور شرعًا سزائے زنا کا مستحق اور اولاد ولد الزنا اور ترکۂ پدری سے محروم اور ایسا شخص قابل خلافت وسجادہ نشینی نہیں وقد قال فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار انہ زنا اذا علم بالحرمۃ اور اس میں برابر ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ ہوں یا متفرق درمختار میں ہے لاحد بشبہۃ الفعل ان ظن حلہ کوطء معتدۃ الثلاث ولو جملۃ ردالمحتار میں ہے ای ولو کان تطلیقۃ الثلاث بلفظ واحد فلا یسقط عنہ الحد الا ان ادعی ظن الحل وکذا لو وقع الثلاث متفرقۃ بالطریق الاولی اذ لم یخالف فیہ احد لان القرآن ناطق بانتفاء المحل بعد الثلاثۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴۹۔ ۲۵ جمادی الاولی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ اور نابالغہ کا نکاح بذریعہ اون کے ولی کے ہوسکتا ہے یا نہیں (۲) زید نے اپنی لڑکی نابالغہ عمر تقریبًا دس سال کا نکاح ایک لڑکے چوبیس سالہ کے ساتھ کردیا اپنی ولایت سے درست ہے یا نہیں (۳) اگر اوس لڑکی نے کچھ اشارہ وقت لینے اقرار کے کردیا ہو تو بھی نکاح درست ہے اب عمرو نے ان تینوں صورتوں میں ایسی کسی صورت کو حاصل کرکے اپنی بی بی کو طلاق دے اوسکے باپ کے کہنے سے اور لڑکی بھی اپنی نادانی سے طلاق پر رضامند تھی طلاق ہوگئی لفظ طلاق یوں کہا طلاق دی طلاق دی طلاق دی تین دفعہ کہنے سے طلاق ہوگئی اب بعد طلاق اوسکا نکاح پھر پڑھایا جاوے تو کس شرط کے بعد نکاح جائز ہوجائیگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ نابالغ نابالغہ کا نکاح بذریعہ ولی کے ہوسکتا ہے۔ باپ نے اپنی نو دس برس کی لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ لڑکے کے ساتھ کردیا درست ہے وقد تزوج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا وھی بنت ست سنین وبنی بہا وھی بنت تسع سنین ولی جائز کے ہوتے نابالغہ کے اشارہ کی کوئی حاجت نہیں اور بغیر ولی کے نابالغہ کا اشارہ یا خود زبان سے صراحت ایجاب وقبول کرنا کافی نہیں شوہر عاقل بالغ اگر اپنی زوجہ نابالغہ کو طلاق دی ہوجائیگی نہ زوجہ کا راضی یا ناراض ہونا کچھ معتبر نہیں۔ زوجہ سے اگر خلوت صحیحہ خواہ فاسدہ ہوچکی تھی تو صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں۔ عورت پر اگرچہ نابالغہ ہو عدت لازم ہے جسے حیض نہ آیا اوسکی

اوسکی عدت تین مہینے ہے قال اللہ تعالی فعدتھن ثلثۃ اشھر واللائی لم یحضن اسکے بعد اوسکا نکاح ہوسکتا ہے فی الدر المختار العدۃ فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا اوکبر بان بلغت سن الایاس ثلثۃ اشھر ان وطئت فی الکل ولوحکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ مطلقا ردالمحتار میں ہے المطلقۃ قبل الدخول لایلحقھا طلاق اخر اذ لم تکن معتدۃ بخلاف ھذہ اور اگر ابھی خلوت کی نوبت نہ آئی تو ایک طلاق ہوئی او عورت پر عدت نہیں اوسیوقت جس سے چاہے نکاح ممکن ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۴۴ ۔ از بنڈی ضلع منڈلہ مرسلہ ولی محمد صاحب ۸ رجادی الاولی ۱۳۳۶ھ

محمد بخش اپنی عورت کو اس ترکیب سے ایک خطبہ میں طلاق دیا کہ طلاق طلاق طلاق اور مہر بھی جو کچھ تھا ادا کر دیا اور طلاق دیے ہوئے عرصہ ایک سال کا ہوا اور اب پھر دوبارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں مطابق دوسرے پارہ کے جیسا کہ چودھویں رکوع میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے مگر ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا صورت بالامیں مطابق قرآن وحدیث کے جواب مرحمت فرمایا جائے

الجواب :۔ اگر اوسنے اتنے ہی لفظ کہے کہ طلاق طلاق طلاق نہ یہ کہا کہ دی نہ یہ کہا کہ تجھکو یا اس عورت کو نہ یہ الفاظ کسی ایسی بات کے جواب میں تھے جس سے عورت کو طلاق دینا مفہوم ہو تو طلاق اصلا نہ ہوئی وہ بدستور اوسکی عورت ہے دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں اور اگر اوسکے ساتھ یا اوس بات میں جسکے جواب میں یہ الفاظ تھے وہ لفظ موجود تھے جن سے یہ مفہوم ہو کہ اوس نے اپنی عورت کو طلاق دی یا وہ اقرار کرے کہ میں نے یہ الفاظ عورت کو طلاق دینے کی نیت سے کہے تھے تو تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۴۵ ۔ از ڈھاکہ مرسلہ عبد الکریم میاں ۱۳ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی برادری میں کوئی بات لیکر آپس میں تنازع ہو رہے تھے اس گفتگو میں وہ شخص کہنے لگا بھائی میں ایک پریشانی اٹھاتا ہوں وہ یہ ہے کہ میری زوجہ کی سبب سے ہمیشہ پریشان ہوں کیونکہ وہ عورت میری باتوں میں دخل دیا کرتی ہے لہذا میں شرمندہ ہوں اوسوقت اوسکی زوجہ گھر میں تھی میاں جو اپنی زوجہ کی شکایت کیا زوجہ نے از اول تا آخر سب سنا زوجہ نے جواب دیا اگر میرے سبب تمہارے تکلیف اور ناگوار ہو تو مجھے نکال دوگے ورنہ کیا کروگے زوج زوجہ کا کلام سنتے ہی خفا ہوگیا اور کہا جا ایک طلاق دوطلاق تین طلاق وادم آیا اس صورت مذکورہ میں وہ عورت تین طلاق مغلظہ ہوا یا نہیں مگر طالق نہ مخاطب زوجہ کی ہوا نہ اون کا نام لیا اور سوال میں جو لفظ جا مقولہ اطالق ہے یہ معنی امر کی مقصود نہیں ہے بلکہ اون کا کلام میں اکثر یہ لفظ بولا کرتے ہیں معنی امر کے نہیں ہوتے ہیں بالا وجوہ ان وجوہات کے کیا حکم

الجواب :۔ اگر "جا" سرے سے کلمہ خطاب نہ ہوتا یا حسب قول سائل یہ اوس کا تکیہ کلام ہے اس سے خطاب کا ارادہ نہیں کرتا اور کلام مُتعلّق کہ جواب زوجہ میں ہے اوسکے جواب میں بھی نہ ہوتا ابتداً وہ اتنا ہی کہتا کہ تین

طلاق وادم جب بھی بلاشبہہ حکم طلاق مغلظ دیا جاتا کہ طلاق دینے سے ظاہر زوجہ ہی کا ارادہ ہے ہاں اذا جاکہ کلام زوجہ میں سوال طلاق نہ تھا نہ کلام زوج الفاظ ایک طلاق دو طلاق الخ عورت کی طرف اضافت ہے اور جا احتمال مذکور سائل کے علاوہ خود کنایات سے ہے صریح الفاظ سے نہیں کہ تقدم طلاق ہو کر خود مذاکرہ ثابت ہو جائے ان وجوہ سے عدم نیت کا احتمال باقی ہے اگر زوج بحلف شرعی کہدے کہ اوس نے نہ لفظ جا بہ نیت طلاق کہا نہ طلاق وادم سے زوجہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو اوس کا قول مان لینگے اور اصلا طلاق نہ ہونے کا حکم دینگے اگر جھوٹا حلف کرے گا اپنے زنا اور زوجہ کے زنا کا سخت شدید عظیم وبال اوسکی گردن پر ہے اور اگر ان میں سے کسی بات پر حلف نہ کرے یا صرف امر دوم پر حلف نہ کرے تو تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی اور اگر امر دوم پر حلف کرلے کہ اس طلاق وادم سے عورت کو طلاق کی نیت نہ تھی لیکن یہ حلف نہ کرے کہ لفظ جا بہ نیت نہ کہا تو عورت اوسے حاکم کے یہاں پیش کرے اگر حاکم کے سامنے حلف کرلیگا کہ جا بھی طلاق کی نیت سے نہ کہا تو حکم طلاق نہ ہوگا اور اگر وہاں بھی اس پر حلف سے باز رہا تو تین طلاق ہوجانے کا حکم دینگے وذلك لان المطلوب فی اللفظ الثانی لعدم الحکم بالطلاق وجود الحلف بانہ لم ینوبہ الطلاق فاذا لم یوجد حکم بہ قال فی الخانیۃ والبزازیۃ قال لھا لاتخرجی من الدار الاباذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقھا و یحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول لہ اھ فی ردالمحتار وفیھم منہ انہ لولم یقل ذلك ای لم یحلف انہ لم یرد بہ طلاقھا بل طلاق غیرھا تطلق امرأتہ لان العادۃ ان من لہ امرأۃ انما یحلف بطلاقھا لابطلاق غیرھا فقولہ ینصرف الیھا مالم یرد غیرھا لانہ یحتمل کلامہ لہ وتمام تحقیقہ فیما علقناہ علیہ والمطلوب فی اللفظ الاول لحکم الطلاق بہ نکولہ عن الحلف بانہ لم ینوبہ الطلاق والنکول لایکون الاعند القاضی فاذا نکل عندہ حکم بالطلاق بہ لحصلت الاضافۃ فی کلامہ فحل اللفظ الثانی من دون حاجۃ الی اقرارہ بالنیۃ لکونہ صریحا قال فی الدرالمختار من الکنایات والقول لہ بیمینہ ویکفی تحلیفھا فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینھما مجتبی اھ قال ط ثم ش فان نکل ای عند القاضی لان النکول عند غیرہ لایعتبر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹: از سرائے چھیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ صاحب امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۵ھ

زید نے ہندہ کو طلاق دی دس بارہ روز بعد نکاح کرکے اوسے پھر رکھ لیا برادری نے زید کو دبایا تو کہا میں نے طلاق رجعی دی تھی وہ بھی ایام حیض میں جو گواہ وقت طلاق موجود تھے وہ حلفی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے تین طلاقیں دیں اور زید بھی حلفی بیان کرتا ہے کہ ہاں طلاق دی مگر یہ نہیں کہتا کہ تین دیں یا ایک مجھے یاد نہیں قول دیدہ ہے کہ

عورت سے جو تکرار رہتی تھی اسلئے دھمکانے کو کاغذ تحریر کردیا تھا اب عورت و مرد نے کاغذ دونوں چاک کر ڈالے زید کہتا ہے کہ حشر کا بوجھ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں وہ غلط بیان کرتے ہیں برادری نے اوسے زید کو خارج کردیا ہے اور ۵عـــہ جرمانہ کردیے تو اب برادری میں اوسے ملالیں یا عورت کو الگ کراکر ملادیں اور جرمانہ برادر کا شرعًا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: طلاق جبکہ دیجائے واقع ہوجائیگی خواہ دھمکی مقصود ہو یا کچھ اور صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتے اون سے نیت کرے یا نہ کرے طلاق ہوجاتی ہے اگر وہ تین طلاقیں دینے یا لکھنے کا مقر ہے اور عذر یہ بیان کرتا ہے کہ دھمکی مقصود تھی طلاق کی نیت نہ تھی تو بلاشک تین طلاقیں ہوگئیں اور بغیر حلالہ اوسے رکھنا زنائے محض ہے جبتک اوس عورت کو نکال نہ دے اور علانیہ توبہ نہ کرے برادری میں ہرگز نہ ملایا جائے یونہیں اگر وہ مقر نہ ہو مگر دو گواہ ثقہ متقی عادل شرعی اپنے سامنے تین طلاقیں دینے کی شہادت دیتے ہوں جب بھی تین طلاقیں ہوگئیں۔ اور حکم یہی ہے جو اوپر گذرا اگر وہ تین طلاقوں کا اقرار کرتا ہو نہ گواہوں میں دو شخص ثقہ قابل قبول شرع ہوں۔ (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۵: از لکھن ضلع بریلی ۲۲ صفر ۱۳۱۶ھ مرسلہ قاضی اشفاق حسین صاحب

مع فتوائے شخصے مجہول غیر مقلد کہ تین ایک جلسہ میں ایک ہی طلاق ہے حضرت ارشاد فرمائیں کہ یہ فتوی صحیح ہے یا نہیں اور اسپر عمل جائز ہے یا نہیں ہمیں فقط حضرت پر اطمینان ہے جو حکم ہو اوسپر عمل کریں۔ والسلام

الجواب: مکرمی کرمفرمائے قاضی محمد اشفاق حسین صاحب اکرمکم اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ فتوی جسکی نسبت فقیر کا مسلک آپ دریافت فرماتے ہیں نظر سے گزرا یہ محض غلط حکم ہے اسپر عمل حرام ہے یہ نہ صرف ہمارے ائمہ بلکہ چاروں مذہب کے خلاف ہے اسکی تفصیل علمائے کرام اپنی تصانیف میں اعلی درجہ پر فرما چکے اونھیں باتوں کو جنکے جواب ہزار ہزار بار دیدیے گئے پھر پیش کردینا حضرات وہابیہ کا قدیمی داب ہے لطف یہ ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت صریح لکھا کہ انھوں نے فتوی دیا اور پھر یہ حکم خدا ورسول اسکے خلاف تھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ عمر نے خدا ورسول کا خلاف نہ کرنا چاہا حکم خدا اور رسول خود بھی جانتے تھے کہ وہ یہی ہے کیا فتوی اپنے گھر سے جو جی میں آئے کہہ دینے کا نام ہے یا خدا ورسول کا حکم بتانا ان کے اگلوں نے اسی معاملہ میں امیر المومنین عمر پر صریح تبرا لکھے ہیں۔ محمد ابن اسحق بخاری کی نقل کی اور دعوی یہ ہم کسی کے مقلد نہیں۔ اگر مقلد نہیں ہو تو امام بخاری کی بات مانتی کس آیات حدیث نے فرض کی۔ بخاری سے پہلے جو ائمۂ کرام امام مالک و امام ہشام بن عروہ کہ تبع تابعین تھے اور امام بخاری سے علم حدیث وعلم فقہ ہر بات میں بدرجہا افضل واعلی تھے اور ان کے سوا اور ائمہ نے جو قسمیں کھا کھا کر فرمایا کہ ابن اسحاق دجال کذاب ہے وہ کیوں نہ مانیے اس سے مقصود یہ کہ یہ حضرات جہاں جسکی بات مطلب کی دیکھتے ہیں اوسکا کلام وحی قرآن وحدیث ٹھہرا لیتے ہیں ورنہ پھینک دیتے ہیں کہ ہم کسی کے مقلد نہیں۔ والسلام

مسئلہ ۶: از بلرامپور ضلع گونڈہ محلہ پورنیا تالاب متصل یتیم خانہ مرسلہ نذر محمد آتشباز ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں ایک مجمع میں دیں۔ ہندہ عرصہ پانچ ماہ تک اپنے باپ کے گھر رہی پانچ مہینے کے بعد پھر زید کے گھر چلی گئی اور عرصہ دراز تک زید کے گھر رہی ہندہ کو جب تین طلاق کا مسئلہ معلوم ہوا تو زید سے منھ موڑنا چاہا تب زید قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے ایک طلاق دی تھی اور ایک مہینہ کے بعد رجعت کرلی تھی ہندہ رجعت کی منکر ہے اور تین طلاق پر گواہ رکھتی ہے ایسے وقت میں ہندہ کے گواہ معتبر ہونگے یا زید کی قسم معتبر ہوگی (۲) اگر عورت نے شہادت پیش کرکے کچہری انگریزی سے ڈگری اپنی طلاق کی حاصل کرلے تو یہ عورت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا ابتک پہلے ہی شوہر کی منکوحہ رہیگی (۳) تین طلاق یا طلاق کچہری انگریزی کی صورت میں اگر کچھ لوگ شوہر کی طرفداری کرکے عورت کو لوٹا لنا چاہیں تو کیا حکم ہے ان لوگوں کے ساتھ میل جول جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ ایسی صورت میں ہندہ کے گواہ معتبر ہیں جبکہ قابل قبول شرع ہوں اور زید کی قسم پر کچھ لحاظ نہ ہوگا ہاں اگر گواہ ناقابل قبول ہوں تو زید کی قسم معتبر ہوگی پھر اگر ہندہ اپنے ذاتی یقینی علم سے جانتی ہے کہ زید نے اوسے تین طلاقیں دی ہیں تو اوسے جائز نہ ہوگا کہ زید کے ساتھ رہے ناچار اپنا مہر یا مال دیکر جسطرح ممکن ہو طلاق بائن لے اور یہ بھی ناممکن ہو تو زید سے دور بھاگے اور یہ بھی ناممکن ہو تو وبال زید پر ہے جبتک کہ ہندہ راضی نہ ہو واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲:۔ از جھریا ضلع مان بھوم محلہ گوالہ ٹولی مسئولہ محمد یوسف صاحب ۲۹ رجمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ زید کا ہندہ کو تین بار طلاق دینا ایک طلاق کا حکم رکھتا ہے یا تینوں طلاق واقع ہوگئیں اور حلالہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں (۲) باوجود ممانعت زید کا نہ ماننا اور صریح لفظوں میں تین بار یہ کہنا کہ میں نے طلاق دیا ایسی صورت میں نیت پر طلاق کا مدار رہیگا یا نہیں اور زید کا یہ قول کہ لوٹانے کی نیت تھی معتبر ہوگا (۳) بہ نیت حلالہ خالد و ہندہ کو سمجھا کر راضی کرنا اور بدون اجازت ولی ہر دو کا برضا ایجاب وقبول کرلینا یہ نکاح جائز ہوا یا ناجائز (۴) اگر خالد کا نکاح درست ہے تو بغیر خالد کے طلاق دیئے یا بغیر صحبت کیے وعدت گزارے شوہر اول سے ہندہ کا نکاح کرادینا اور میاں بیوی کی طرح دونوں کا اکٹھا رہنا کیسا ہے اور نکاح کرانے والے حضرات اور جو لوگ اس نکاح سے راضی ہیں اور ایسے آدمی سے میل جول رکھتے ہیں اون کے لئے کیا وعید اور حکم شرعی ہے (۵) بالفاظ مرقومہ بالا حلالہ کی ترغیب دلانے والے کے لئے کیا حکم شرعی ہے (۶) خلاف واقع جھوٹی باتیں کہکر حق کو ناحق بنانے اور رسم قدیم نہ ٹوٹنے اور اپنی مونچھ کو تار رکھنے کے لئے اور حلال وحرام کی پرواہ نہ کرنے والے کے واسطے حکم شرع کیا ہے (۷) لڑکی و لڑکا حد بلوغیت کو کتنے برس کے بعد ہوتے ہیں اور جب بالغ دونوں ہیں تو اپنے نکاح کے مختار ہیں کہ نہیں کہ اوس میں بھی ولی کی ضرورت ہے کہ نہیں۔

الجواب:۔ (۱) بلاشبہ باجماع ائمہ اربعہ تینوں طلاقیں ہوگئیں اور بے حلالہ وہ اوسکے لیے حلال نہیں ہوسکتی قال اللّٰہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره واللّٰہ تعالیٰ اعلم (۲) اس صورت میں لوٹانے کی نیت حکم الٰہی کو بدلنا ہے اور یہ الفاظ صریح ہیں صریح میں حاجت نیت نہیں ہوتی جس نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ رجعت

کی نیت تھی تو ایک رجعی ہوئی وہ گمراہ ہے (۳) اگر خالد ہندہ کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم نہ تھا کہ ہندہ کا اوس سے نکاح اس کمی کے سبب اولیائے ہندہ کے لیے ننگ وعار ہوا اور انھوں نے دو گواہوں کے سامنے جو سنتے اور سمجھتے تھے ایجاب وقبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا اجازت ولی کی کوئی حاجت نہ تھی اذلا ولایۃ مجبرۃ علی البالغین کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ (۴) بحالت صحت نکاح خالد ظاہر ہے کہ بے طلاق وہ کسی سے نکاح نہیں کرسکتی قال تعالٰی والمحصنٰت من النساء اور اگر خالد بے صحبت کیے طلاق دے بھی دے جب بھی ہرگز شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوسکتی قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاحتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک جن لوگوں نے دانستہ یہ نکاح کرادیا سب زنا کے دلال ہوئے اور زید وہندہ زانی وزانیہ۔ اور اون سب کے لیے عذاب شدید ونار جہنم کی وعید ہے یونہیں وہ جو اس سے نکاح پر راضی ہوئے نکاح نہیں زنا پر راضی ہوئے والرضا بالحرام حرام وقد یکون کفرا والعیاذ باللہ تعالٰی ان سب سے مسلمانوں کو میل جول منع ہے قال تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین اون سے میل جول کرنے والے اگر اوس نکاح پر راضی یا اوسے ہلکا جانتے ہیں تو اون کے لیے بھی یہی حکم ہے (۵) اگر اوس نے زن وشو میں اصلاح اور اون کی مشکلکشائی کی نیت سے ترغیب دلائی تو اوس پر الزام نہیں بلکہ باعث اجر وثواب ہے (۶) جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے قال اللہ تعالٰی ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون رسم باطل کی پیروی کے لیے حلال وحرام کی پرواہ نہ کرنا کافروں کی عادت ہے قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اٰباءنا (۷) لڑکے اور لڑکی کو جب آثار بلوغ ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اوس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے کما فی الدرالمختار وعامۃ الاسفار بالغ کو اپنے نکاح میں ولی کی اصلا ضرورت نہیں یونہیں بالغہ کو جبکہ نکاح کفو سے ہو یا غیر کفو سے ہو تو اوس کا کوئی ولی نہ ہو۔ ورنہ جب تک ولی قبل نکاح اوس غیر کفو کو غیر کفو جانکر صریح اجازت نہ دے گا بالغہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا فی الدرالمختار ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم الجواز اصلا لفساد الزمان واللہ تعالٰی اعلم اور ایک بات یہ بھی قابل بیان رہی کہ وہ جس نے استہزاءً کہا تھا جھوٹی کتاب میں جائز لکھا ہے وہ بھی سخت گناہگار ہوا توبہ فرض ہے مسئلہ شرعیہ استہزا کا محل نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۵: ارڈھاکہ پٹی ضلع نوگانوں ملک آسام مرسلہ عبدالسبحان صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تمیز الدین اپنی منکوحہ سراج النساء کی اپنی حقیقی بہن پر عاشق ہوکر ایک رات مولوی اسرائیل علی صاحب ومحمد اسرافیل بیوپاری اور تمیز الدین بیوپاری اور عبدالغفار خیاط کو اپنے گھر میں بلا بھیجا کر کہا کہ آپ لوگ میری سالی کے ساتھ میرا عقد پڑھا دیجئے تب یہ لوگ پوچھے کہ تم اپنی بی بی کی موجودگی میں اوسکی حقیقی بہن
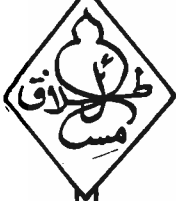
کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتے ہو اسوقت تمیز نے کہا تین روز قبل میں اپنی بیوی کو طلاق دیدیا کسی نے ان میں سے تمیز الدین کو پوچھا تم کس طرح پر طلاق دیا وہ جواب دیا کہ میں اپنی منکوحہ کو اسطرح پر طلاق دیا کہ تمکو ایک طلاق دو طلاق تین طلاق بائن یا اسوقت اوس کا بیوی پس پردہ حاضر تھی شاہد مذکورین نے اوس سے سوال کیا تمکو طلاق ملا وہ صاف جواب دی کہ مجھکو طلاق ملا اسکی بعد مولوی صاحب مذکور وغیرہم عقد پڑھا کر چلے آئے اور تمیز الدین کا ساس نے صبح کو اپنی چھوٹی لڑکی جسپر تمیز الدین نے عاشق ہوکر عقد کرنیکا ارادہ ظاہر کیا تھا تمیز الدین کا گھر سے اپنے گھر میں لیگئی کئے روز بعد تمیز الدین جو اپنی بیوی کو علٰحدہ رکھا تھا اوس سے ہمبستر ہونا شروع کیا تب لوگوں نے پوچھے تم اپنی منکوحہ کو طلاق دیکر حاضران محفل میں اقرار بھی کرچکو اب حرامی کیوں کرتے ہو تب تمیز الدین نے جواب دیا موافق شرع کے میں اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دیا بلکہ ایک کاغذ میں لکھ کر الماری پر رکھا تھا اسکو میری بیوی مکان صاف کرنے کے وقت پائی اور وہ عوام الناس میں شور مچائی فی الحقیقت میں زبان سے طلاق نہیں دیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگا یا نہیں اگر واقع میں ہو تو کون روز طلاق واقع ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مذکور میں تمیز الدین اللہ و رسول کا سخت گنہگار اور زانی حرامکار ہے وہ صاف صاف تین طلاق کا اقرار کرچکا اب اوس سے پھرنے کا اوسے کوئی اختیار نہیں پہلی عورت اوسپر ہمیشہ کو حرام ہوگئی جبتک حلالہ نہو اون مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہوجائیں اور اگر نہ مانیں تو مسلمان اون کو چھوڑ دیں کہ وہ زانی اور زانیہ ہیں ردالمحتار میں ہے لو وطئ معتدتہ من الثلاث عالما بحرمتھا فانہ زنا یحد بہ اور دوسری سے جو نکاح کیا وہ بھی حرام و باطل ہے کہ بہن کی عدت میں بھی دوسری بہن سے نکاح حرام ہے درمختار میں ہے حرم الجمع بین المحارم نکاحا وعدۃ وہ لوگ کہ صرف طلاق سنکر عدت میں نکاح پڑھا آئے سب گنہگار ہوے سب پر توبہ فرض ہے۔

مسئلہ ۵۴۶: از لکھنؤ محلہ چار باغ بالسمنڈی مرسلہ شاہ نعیم اللہ فخری چشتی نظامی قادری سہروردی ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

کتاب ارشاد الطالبین فقیہ سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جو بعینہ نقل کی جاتی ہے کہ بداں اے فرزند کہ ہر چہار مذہب حق اند و دانستن آں فرض ست و اختلاف درمیان ایشاں اختلاف برحمت ست نہ اختلاف بعداوت کہ الاختلاف راحت گفتہ اند و حنفی مذہب را نشاید کہ گوید مرا بشافعی چہ کارست زیرا کہ در ہنگام ضرورت از مذہبے بمذہبے انتقال کردہ شود چنانکہ بحج رفتن پیادہ بمذہب امام ابوحنیفہ روانیست پس عالمان حاجی ہاشمی را بمذہب مالکی بیسر اند کہ در مذہب او زکوٰۃ نیست و چوں بعرفات حاضر شد باز بمذہب ابوحنیفہ میگردد ایضا چوں کسے مطلقہ ثلثہ را حیلہ بکند باید کہ اورا از احکام و ارکان ایمان بپرسید اگر بداں عالم باشد باید کہ احکام و ارکان نماز بپرسید تا بے تحلیل نکاح جدید کند واگر ہماں را نیز میداند باید کہ اورا در مذہب امام احمد آرد کہ در مذہب او حق تعالٰی را بذات و صفات شناختن فرض ست اگر آنرا نمیداند نکاح جدید کند واگر آنرا نیز میداند ایں ہنگام تحلیل باید کرد عبارت ارشاد الطالبین ختم۔ یہ کتاب مولوی حافظ محمد جان صاحب فرنگی محلی معلم مدرسہ مولوی معین القضاۃ صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی اونھوں نے کہا کہ جو کچھ کہ لکھا ہے

وہ درست ہے عندالضرورۃ شرعی ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں انتقال کرنا جائز ہے ایک جلسہ میں اگر تین طلاق دیجائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک طلاق ہوجاتی ہے مگر اور ائمہ کے نزدیک طلاق نہیں ہوتی لہذا عندالضرورۃ دوسرے مذہب میں انتقال کرنے سے طلاق نہیں ہوگی۔ اسی طریق پر اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہوجائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ۹۰ برس کے بعد اوسکا دوسرا عقد ہوسکتا ہے مگر اور ائمہ کے نزدیک چار برس کے بعد اوسکو عدت بٹھلا دیا جائے اور بعد گزرنے میعاد عدت کے اوسکا دوسرا عقد کیا جاسکتا ہے پس عندالضرورۃ شرعی جو عورت کہ پابند مذہب امام ابوحنیفہ ہے دوسرے ائمہ کے مذہب میں انتقال کرکے اس طریق پر نکاح جدید کرسکتی ہے پر انتقال کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو اوس مذہب میں فرض کرلے اور ضرورت شرعی اسے کہتے ہیں کہ مثلاً مطلقہ کا عقد نہ ہونے پر خوف ہے کہ وہ ارتکاب زنا کرے اور اسطرح سے مبتلائے گناہ ہوجاوے یا اسطرح کی کوئی اور خرابی پیش آوے لہذا ایسی صورت میں مطلع صاف ہے مذہب امام احمد میں لاکر عقد جدید کرسکتا ہے۔ ۲۔ مولوی صاحب نے جو فرمایا کہ وہ عورت جو کہ پابند مذہب امام ابوحنیفہ ہے اوسکو دوسرے مذہب میں انتقال کرنا جائز ہے۔ مولوی حافظ محمد جان اور مولوی فقیہ سید علی کا قول کس مذہب کے اصول سے ہے اور اصل مقصد کیا ہے ۳۔ جو عورت کہ پابند نہ ہو کسی مذہب خاص کی رد سے کیا کرنا چاہیئے حالانکہ وہ اپنے آپکو گروہ اسلام سے سمجھتی ہے اور دعوی مذہب حنفیہ باوجود اس دعوی کے سماع بالمزامیر مذہب شافعیہ سے گردہ خاصان میں سے انتخاب کرکے اپنے اوپر روا رکھا ہم بریں بالائے طاق وہ گانا بجانا جسمیں اشتعال نفسانی ہوا و ہوس شیطانی پر ہیں اور ہر مذہب میں وہ سراسر حرام پایا گیا اس کا بھی وہ ارتکاب کرتی ہو اور جہالت زمانہ سے رسوم گراں کا ذان برتی ہے کیسے پابندی مذہب حنفیہ ایسے پر نامزد ہوسکتی ہے دعوی پابندی مذہب خصوصیت کا باطل لہذا ایسی عورت کو مذہب امام احمد میں فرض کرلینا جائز ہے یا فی الواقع اتباع ضروری چونکہ یہاں خدمت میں جناب مولنا مولوی عبدالکافی صاحب مدظلہ العالی کے پیش کیا گیا مولنا صاحب موصوف نے فرمایا حضور میں مولنا احمد رضا خاں صاحب کے بھیجا جائے لہذا مستدعی کہ جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

الجواب:۔ یہ مہملات ہیں اور شریعت پر جرأت اور ایک مسلمان کو خواہی نخواہی کفر میں ڈھکیلنا اور یہ چاہنا کہ جسطرح بنے اسے کافر کرلیں ائمہ دین تو یہ تصریح فرماتے ہیں کہ جاہلوں سے اگر کوئی مسئلہ ذات وصفات عقائد اسلامیہ کے متعلق پوچھو تو جواب پہلے بتادو نہ کہ اوس سے دقیق مسائل ذات وصفات پوچھے جائیں کہ کسی طرح اُسے کافر بنالیا جائے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ ائمہ دین فرماتے ہیں جو کسی مسلمان کی نسبت یہ چاہے کہ اس سے کفر صادر ہو وہ کفر کرے یا نہ کرے یہ ابھی کافر ہوگیا کہ مسلمان کا کافر ہونا چاہا اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ جس مصیبت کے ! سے یہ مبتلائے عظیم اوڑھنی چاہی وہ دو وجہ سے بدستور رہی ایک تو یہ محض کذب اور جھوٹ اور شریعت پر افترا ہے کہ تین طلاق کی مطلقہ اگر کفر کرے تو حلالہ کی حاجت نہیں اگر کفر کریگی تو دوہری حرمت ہوگئی ایک تو تین طلاق کی تھی وہ خاص اسی

کے لیے تھی اور دوسری اوسکے مرتد ہونے کی ہوئی کہ اب وہ جہان بھر میں کسی مسلمان کسی کافر کسی مرتد کسی آدمی کسی جانور کے نکاح کے قابل نہ رہی۔ مرتدہ کا نکاح جہان بھر میں کسی سے نہیں ہوسکتا نہ مرتد کا جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا کما فی العالمگیریۃ وغیرھا اور اگر اوسے کافرہ کرکے پھر مسلمان کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ اب حلالہ کی حاجت نہ رہی تو یہ بھی محض ہوس رجیم ہے حلالہ ضرور کرنا ہوگا اور بغیر حلالہ قطعًا حرام ایک تو یہ بھاری مصیبت ہوئی دوسرے وہ سب سے سخت پہاڑ ٹوٹا کہ یہ اوس کا کفر چاہنے والے اوس سے پہلے کافر مرتد ہوگئے اور اب دُنیا میں کسی سے اوس کا نکاح حلال نہ رہا اگر اب مسلمان ہوا اور یہ سمجھے کہ اب مجھے حلالہ کی حاجت نہ ہوگی تو یہ وہی ہوس ملعون ہے حلالہ ان کی دم سے بندھا ہوا ہے ہرگز پیچھا نہ چھوڑے گا تو کھایا اور کال بھی نہ کٹا اور کھایا بھی کیسا کہ آپ بھی مرتد عورت بھی مرتد انا للہ وانا الیہ راجعون سید علی ترمذی کی کوئی کتاب ارشاد الطالبین ہمیں نہیں معلوم اور ہو بھی تو حکم علی ترمذی کا نہیں محمد مدنی کا ہے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوسکی تفاصیل میں کلام کثیر ہے مگر اسکے بعد زیادہ تطویل کی حاجت نہیں۔ درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵: از موضع گیلانی ڈاکخانہ برگھ ریلوے اسٹیشن لکھی سرائے مرسلہ سید ضمیر الحسن صاحب ۱۲ شوال ۱۳۱۵ھ

تمامی علمائے ہند کی خدمت میں گذارش ہے کہ برابر بزرگان سے سنتے چلے آتے تھے کہ تین طلاق ایک جلسے میں دیجائے یا جلسات متفرقہ میں طلاق مغلظہ پڑیگی لیکن بالفعل لوگوں نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر ایک جلسے میں تین طلاق دیجائے طلاق رجعی پڑیگی جو لوگ بیچارے مسکین عمر کی تائید کرتے ہیں گمراہ کرتے ہیں۔

الجواب: المجیب مصیب فی الواقع مذہب منصور ومشرب جمہور وقول ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم یہی ہے کہ صورت مذکورہ میں تین طلاقیں واقع ہونگی ائمہ کرام وعلمائے اعلام شکر اللہ تعالٰی مساعیہم بحث تمام فرما چکے اب باتباع ابن قیم ظاہری المذہب فاسد المشرب سواد اعظم امت وحق واضح کی مخالفت نہ کرے گا الا من سفہ نفسہ ور امیر المومنین غیظ المنافقین امام العادلین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان اجل وارفع میں کلمات گستاخی بکنے اور اون کے مؤید کو گمراہ کرکہنے والا کھلا رافضی ہے خذلھم اللہ تعالٰی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۶: از رامپور متصل مرادآباد محلہ ملا ظریف۔ مرسلہ مولوی ریاست حسین خانصاحب ۲۸ رمضان ۱۳۱۵ھ

بخدمت شریف جناب مولوی صاحب دامت فیوضہم بعد سلام مسنون التماس محزون اینکہ برائے جواب مسئلہ اشد ضرورست اگر بزود تحریر فرمودہ عنایت فرمایند از عنایت واحسان بعید نخواہد شد ومردمان بسیار دعا سازند فیصلہ دریں باب درمیان فریقین بتحریر آنجناب قرار یافتہ است وعبارت خلاصۃ التفاسیر منقولہ از تفسیر احمدی رچونکہ عدد طلاق کے جاہلیت میں مقرر نہ تھے جسقدر چاہتے طلاق دیتے یہانتک کہ ایک عورت ام المومنین عائشہ کے پاس آئی اور اپنے

شوہر کے بار بار رجوع کرنیکی شکایت کی یعنی طلاق دی جب عدت پوری ہونے آئی رجوع کیا پھر طلاق دی یونہیں اوسے معلق چھوڑ دیا تھا حضرت صدیقہ نے حضور میں عرض کیا حق سبحانہ وتعالیٰ نے نازل فرمایا الطلاق مرتٰن (الخ) بباعث اردو قابل تسلیم فریقین دریک مسئلہ ہم قرار نیافتہ۔ اگر عبارت تفسیر احمدی مرقوم بودے قابل فیصلہ شدے اکنوں امیدوارم کہ آنحضور بتحریر عبارت کتب سرفراز نمودہ فیصلہ فرمایند والسلام

زید زوجۂ خود را ایک طلاق رجعی دادہ در عدت رجوع کردہ با او دو سال زندگانی کرد باز یک طلاق رجعی دادہ در عدت رجوع کردہ سہ سال او را بخانۂ خود داشت بعدہ باز یک طلاق رجعی داد اکنوں زید زوجۂ مذکورہ را بلا تحلیل تیس مستعار در نکاح خود تواں آورد یا نہ بینوا توجروا

الجواب :- حرام ست بالنص والاجماع تا بنکاح شوہرے دیگر در آید وشہد او را ذوق نماید واو طلاقش دہد یا بیرد وعدتش فراغ پذیرد قال تعالیٰ الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان الٰی قولہ عزوجل فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ فان طلقہا فلا جناح علیہما ان یتراجعا الآیۃ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا حتی تذوقی عسیلۃ ویذوق عسیلتك وفی المعالم عن عروۃ بن الزبیر کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصر ولا عدد وکان الرجل یطلق امرأتہ فاذا قاربت انقضاء عدتہا راجعہا ثم طلقہا کذلك ثم راجعہا یقصد مضارتہا فنزلت ھذہ الآیۃ الطلاق مرتٰن یعنی الطلاق الذی یملك الرجعۃ عقیبہ مرتان فاذا طلق ثلثا فلا تحل لہ الا بعد نکاح زوج غیرہ اھ والمسئلۃ اوضح من ان توضح واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۵۷ :- از ضلع خاندیس پچھم بھاگ تعلقہ نندھار ڈاکخانہ لکر مندھا سوستان کاٹھی مقام عکلکوا۔
مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

حلالے کے بارے میں ایک شخص نے نکاح کیا اور پہلی بی بی کا حق کل نہیں دا کیا وہاں پر قاضی نہیں ہے اپنے مکان کے لوگ آپ ہی قاضی آپ ہی وکیل آپ ہی گواہ جو شخص نے پہلے نکاح کیا اوس نے خوشی سے طلاق دیا اور وہ عورت نے خوشی سے طلاق لیا بعد دس روز اوسی عورت اور وہی دھنی ایک جگہ رہنے لگے اور وہ شخص طلاق دے کر تین مہینے رکھا پھر تین مہینے بعد حلالہ کیا حلالہ کرنے والا جو شخص تھا اوسکی بی بی رضا نہیں دی رضا لینے کے واسطے اپنی بی بی کو مارا تو بی بی نے زبردستی سے رضا دی اوسکا حلالہ درست ہوا کہ نہیں ایک دوسرے آدمی نے ایک عورت لے کے بھاگ گیا اوسکی دو لڑکیاں تھیں وہ بغیر نکاح کے اوس عورت کو رکھا بعد دو برس کے لڑکی ہوشیار ہوگئی اوس عورت کو چھوڑ کر بیٹی رکھنے لگا اوس شخص کے حرام سے ایک لڑکی ایک لڑکا پیدا ہوئے سوپہاں کے پنچوں نے جماعت سے باہر کر دیا سو اوس لڑکی سے بھی نکاح

نہیں ہوا ہے بعد بارہ مہینے کے جماعت کے آٹھ سے لوگ اوسکو ہمراہ لے گئے اور وہی لوگ کہتے تھے اس کا منہ دیکھنا روا نہیں ہے اب وہی لوگ اسکے ساتھ کھاتے پیتے ہیں اسکے بارے میں مسئلہ کیا کہتا ہے اور یہاں اسلام کی تضحیک کرتے ہیں اور کسی کو یہ خیال نہیں ہے کہ ہم اسلام کی مشکری کرینگے تو ہمارے کیا حال ہونگے۔ اسپر حضرت رسول خدا کی شریعت کا کیا بیان ہے۔

الجواب:۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہوں ایک دفعہ میں خواہ برسوں میں کہ ایک کبھی دی اور رجعت کرلی پھر دوسری دی اور رجعت کرلی اب تیسری دی دونوں صورتوں میں عورت اسپر بغیر حلالہ حرام ہے حلالہ کے یہ معنی ہیں کہ اس طلاق کے بعد عورت اگر حیض والی ہے تو اوسے تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں اور اگر حیض والی نہیں مثلاً نو برس سے کم عمر کی لڑکی ہے یا پچپن برس سے زائد عمر کی عورت ہے اور اس طلاق کے بعد تین مہینے کامل گزر جائیں یا اگر حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہولے اوسوقت اس طلاق کی عدت سے نکلے گی اوسکے بعد دوسرے شخص سے نکاح بروجہ صحیح کرے یعنی وہ شوہر ثانی اس کا کفو ہو کہ مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی میں ایسا کم نہ ہو کہ اوس سے اس عورت کا نکاح عورت کے اولیا کیلئے باعث بدنامی ہو یا اگر ایسا کم ہے تو عورت کا ولی نکاح ہونے سے پہلے اوسکو یہ جان کر کہ یہ کفو نہیں ہے اوسکے ساتھ نکاح کی بالتصریح اجازت دیدے یا یہ ہو کہ عورت بالغہ کا کوئی ولی ہی نہ ہو تو عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے اور ولی نے اوسے غیر کفو جانکر نکاح سے پہلے صریح اجازت نہ دی تو نکاح ہی نہوگا یونہی لڑکی اگر نابالغہ ہے اور اوسکے نہ باپ ہے نہ دادا بھائی چچا وغیرہ ولی ہیں۔ لوگوں نے کسی غیر کفو سے اوسکا نکاح کردیا جب بھی نکاح نہ ہوگا غرض جب شوہر ثانی سے نکاح صحیح طور پر واقع اور وہ اس سے ہمبستری بھی کرلے اور اوسکے بعد وہ طلاق دے اور اوس طلاق کی عدت اوسی طرح گزرے کہ یا تین حیض ہوں اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حمل رہ جائے تو بچہ پیدا ہونے کے بعد اسکے بعد پہلا شوہر اوس سے نکاح کرسکتا ہے ان میں سے ایک بات بھی کم ہوگی تو وہ نکاح نہ ہوگا زنا ہوگا۔ ہاں نکاح کے لیے چاہے وہ شوہر ثانی سے ہو یا پہلے سے قاضی یا وکیل یا برادری کے لوگوں کی ضرورت نہیں فقط مرد و عورت دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کریں نکاح ہو جائیگا نہ اسی کی ضرورت ہے کہ نکاح ثانی کرے تو پہلی بیوی سے اجازت لے یہ سب باتیں بے اصل ہیں فقط اوس طریقہ کی ضرورت ہے جو ہم نے لکھا اوسطرح پر اگر اصلا نہ ہوا مثلاً دوسرے شوہر نے جب طلاق دی اوسکے دس ہی دن بعد بے عدت گزرے پہلے شوہر نے اوس سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح نہ ہوا زا حرام ہوا اوس صورت میں ضرور ہوگا کہ عورت کو اوس سے جدا کردیا جائے اور نہ مانے تو اوسے برادری سے خارج کردیا جائے اسیطرح وہ شخص جس نے عورت کو رکھا اب اوسکی بیٹی کو رکھتا ہے وہ اسپر ضرور حرام ہے اگر نکاح نہ کرے جب تو زنا ہے ہی اور نکاح کرے جب بھی حرام ہے کہ وہ اوسکی بیٹی ہو چکی۔ برادری والوں کو چاہیئے کہ اگر وہ مرد و عورت جدا نہوں تو اون کو برادری سے خارج کردیں اور اون سے
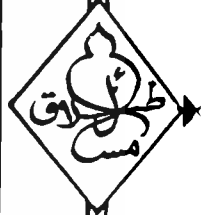
سلام کلام نہ کریں اونکے پاس نہ بیٹھیں اونھیں اپنے پاس نہ بیٹھنے دیں اور وہ لوگ جو پہلے اون سے جدا ہوگئے تھے اور اب مل گئے اور اون کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں بیجا کرتے ہیں اونھیں چاہیئے اس سے باز رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واما ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۸:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلالہ مع شرط کے یعنی اس قصد سے کہ بعد چند روز کے طلاق دیدے تاکہ زوج سابق کے واسطے بعد عدت گزرنے کے حلال ہو جائے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ شرائط اور چیز ہے اور قصد اور چیز۔ شرط تو یہ کہ عقد نکاح میں یہ شرط لگالے یہ ناجائز و گناہ ہے اور حدیث میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے اور قصد یہ کہ دل میں اسکا ارادہ ہو مگر شرط نہ کی جائے جائز ہے بلکہ ابہم اجر کی اُمید ہے۔ درمختار میں ہے (کرہ) التزوج الثانی (تحریما) لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ (بشرط التحلیل) کتزوجتك علی ان احللك (اما اذا اضمر ذلك لا) یکرہ (وکان) الرجل (ماجورا) لقصد الاصلاح اھ مختصر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹:۔ از کانپور بیگم گنج طلاق محل۔ مرسلہ احمد علی خاں وکیل ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک وقت حالت غصہ میں مجبور ہو کر ہندہ زوجہ کو تین بار طلاق دی نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مغلظ ہوگئی اور نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رہی توایسی حالت میں جو پیرو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے رجوع کرسکتا ہے یا نہیں۔ حالات مقدمہ یہ ہیں کہ زید کو ہندہ کے ساتھ محبت قلبی ہے اوس نے قصداً چھوڑ دینے کی نیت سے طلاق نہیں دی اور نہ ہندہ اپنے صدول حکم پر سمجھ سکتی ہے کہ مجھ پر طلاق ہوگی کیونکہ بجائے خود نادم تھی مگر ہندہ کی بہن جو دشمن ہندہ کی ہے چند الفاظ غیرت دلانے والے جو طلاق دینے پر مبنی تھے ایسے کہ جس سے زید کو مجبوراً غیظ آگیا اور دفعۃً تین بار طلاق دیکر ہندہ کے مکان سے اوٹھ آیا اب زید وہندہ کو سخت صدمہ ہے اور دو لڑکے یعنی ایک پسر بعمر ۹ سال اور ایک دختر بعمر ۵ سال جو ہندہ کے پاس ہیں اور ہندہ محتاج ہے پرورش بدقت کرسکتی ہے اور نیز بلا تعلیم رہنے کا خیال قوی ہے اور زید کو ایسا رنج ہے کہ نوبت بجان ہے برنظر حالات رجوع کرسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب:۔ ایک بار تین طلاقیں دینے سے نہ صرف نزد حنفیہ بلکہ باجماع مذاہب اربعہ تین طلاقیں مغلظہ ہو جاتی ہیں امام شافعی امام مالک امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ائمہ متبوعین سے کوئی امام اس باب میں اصلا مخالف نہیں صورت مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہوگئیں ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہے زید گنا ہگار ہوا اور عورت اوس کے نکاح سے ایسی خارج ہوئی کہ اب بے حلالہ ہرگز اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی اگر یونہیں رجوع کرلی بلا حلالہ نکاح جدید باہم کرلیا تو دونوں مبتلائے حرام کاری ہونگے اور عمر بھر حرامکاری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ

مخرجا اس نے تقوی نہ کیا بلکہ خلاف حکم خدا و رسول تین طلاقیں لگاتار دینے کا مرتکب ہوا اللہ عزوجل نے اسکے لیے مخرج نہ رکھا اب حلالہ کے سخت تازیانے سے اوسے ہرگز مفر نہیں یہانتک کہ ائمہ دین نے فرمایا کہ اگر قاضی شرع حاکم اسلام ایسے مسئلہ میں ایک طلاق پڑنے کا حکم دے تو وہ حکم باطل و مردود ہے۔ وہابیہ غیر مقلدین کے اب اس مسئلہ میں خلاف اوٹھا رہے ہیں گمراہ بددین ہیں اون کی تقلید حلال نہیں فتح القدیر میں ہے ذھب جمھور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع ثلث وفی سنن ابی داؤد عن مجاھد قال کنت عند ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فجاء رجل فقال انہ طلق امرأتہ ثلثا قال فسکت حتی ظننت انہ رادھا الیہ ثم قال ایطلق احدکم فیرکب الحموقۃ ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس فان اللہ عزوجل قال ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا عصیت ربک وبانت منک امرأتک ثم ذکر ادلتہ بروایۃ المؤطا عن ابن عباس وعن ابن مسعود وکابی داؤد عن ابن عباس وابی ھریرۃ معا ومثلہ عن ابن عمر قال وروی ایضا عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص واسند عبد الرزاق عن علقمۃ عن ابن مسعود ووکیع عن امیر المومنین علی وامیر المومنین عثمان بن عفان وقد قدمہ عن امیر المومنین عمر واوردہ بروایۃ ابن ابی شیبۃ والدارقطنی عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وذکرہ فی الاخر الکلام بروایۃ عبد الرزاق فی مصنفہ عن عبادۃ بن الصامت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین الی ان قال قد اثبتنا النقل عن اکثرھم صریحا بایقاع الثلث ولم یظھر لھم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال وعن ھذا قلنا لو حکم حاکم بان الثلث بفم واحد واحدۃ لم ینفذ حکمہ لانہ لایسوغ الاجتھاد فیہ فھو خلاف لا اختلاف واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰: از پیلی بھیت محلہ محمد واصل مرسلہ خلیق احمد صاحب ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مہلک مریض نے اپنی زوجہ کی نافرمانی کے سبب جو اسکی زوجہ نے اپنی ماں کے اشتعال کی وجہ سے اپنے زوج کو تکلیف دی اور ہر قسم کی خبرگیری شوہر سے کنارہ کش رہی اور وہ ۶۵ یا ۷ ماہ کی حاملہ تھی شخص مہلک مریض شوہر نے اپنی زوجہ کو پوسٹ کارڈ مروجہ پر حسب ذیل تحریر کے ذریعہ سے طلاق لکھ بھیجی مساۃ فلاں بنت فلاں کو واضح ہو کہ تمنے اپنی ماں کے اشتعال کے باعث جو کچھ میرے ساتھ برتاؤ کیا اور اسباب متفرق معہ بکس محمولہ پارچہ وغیرہ میرا رکھ لیا بہت اچھا کیا یہ ایک عمدہ طریقہ حصول مالیت کا ہے اسطور سے بہت کچھ جمع ہوسکتا ہے اسوجہ سے تم میرے لائق نہیں ہو۔ لہذا میں تمکو طلاق دیتا ہوں۔ مساۃ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے طلاق دی مساۃ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے طلاق دی مساۃ فلاں بنت فلاں جو میرے

نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے اوسکو طلاق دی۔ عورت کے بھائی کے نام کارڈ کا پتہ اسطور سے لکھا تھا جو ناخواندہ ہی بمقام فلاں محلہ فلاں پاس فلاں پہنچکر مساۃ فلاں بنت فلاں کو ملے۔ اب چونکہ شوہر کئی ماہ بعد صحت یاب ہوا تو گ طرفین یہ زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طور پر طلاق نہیں ہوئی اگر تحریر پوسٹ کارڈ کسی دوسرے کے نام جاتی جو اس کام کے واسطے مقرر کیا جاتا اوسکو لکھا جاتا کہ تم میری طرف سے بطور وکیل طلاق دیدو تب طلاق ہو جاتی دوسرے یہ کہ وہ عورت حاملہ تھی کسی صورت میں بھی طلاق نہیں ہوئی۔ لہذا آنجناب فیض مآب کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اس بارہ میں جو حکم شرع شریف ہو بدلائل اس سے سائل کو جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب: شخص مذکور تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے گنہگار ہوا اور عورت پر تین طلاقیں پڑ گئیں نکاح سے نکل گئی اب بے حلالہ اوس سے نکاح نہیں کرسکتا عورت کا حاملہ ہونا یا کسی کو طلاق دینے کا وکیل نہ کرنا کچھ منافی طلاق نہیں یہ محض جاہلانہ خیال ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۱: از بھوری ڈاکخانہ بھیکم پور ضلع علیگڈھ۔ مرسلہ عبدالرزاق صاحب ۲۳ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

زید نے بذریعہ خطوط اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پہلے خط جو کہ اپنے خسر کو لکھا یہ ہے کہ میں اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہتا ہوں مگر آپ کی رائے کا منتظر ہوں اُمید کہ مجھکو اظہار خیالات کی اجازت دی جائے مگر خسر نے جواب نہیں دیا اوسپر دوسرے خط میں لکھا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہی تھی مگر قبلہ نے سکوت اختیار فرمایا اب میں جرات کرتا ہوں کہ میری شادی آپکی لڑکی سے محض والد صاحب کی خواہش تھی مجھکو منظور نہ تھی اور نہ مجھکو آپ کی صاحبزادی سے کسی قسم کا تعلق رہا اور نہ آئندہ رکھنا چاہتا ہوں آجکی تاریخ سے آپ کی لڑکی کو طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں۔ آپ جانیں والد صاحب جانیں۔ اب اوس خط سے جس میں طلاق ہے اول میں انکار تھا اظہار جرأت والے خط میں اقرار تھا اوسکے تین سال بعد زید کا خسر زید کے پاس گیا اور کہا کہ میری لڑکی کے ساتھ تمہارا کیا ارادہ ہے اوس نے کہا کہ میرا کچھ تعلق نہیں ہے اوس نے کہا کہ میرے ساتھ سرائے تک چلو تاکہ تمہارے بیان کا سرائے میں کوئی گواہ بھی ہو جائے چنانچہ وہ سرائے میں آیا اور دو آدمیوں کے سامنے جن کا نام مرزا محمد صدیق بیگ ساکن خورجہ ضلع بلند شہر اور دوسرے کا نام حافظ فخر الدین ساکن آنولہ محلہ پٹھانان چنانچہ دونوں گواہوں کے بیانات ایک عالم محمد عبدالرشید سہسوانی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول فرخ آباد کے سامنے بیان ہوئے اونھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے یعنی زید نے کہ پہلے خطوط میں بھی اپنی بی بی کو طلاق دیچکا ہوں اور اب بھی طلاق مکرر سہ کرر دیتا ہوں چنانچہ وہ دونوں خطوں کی نقل اور تینوں کاغذات کی نقل دو کاغذ بیانات گواہ اور ایک کاغذ مولوی عبدالرشید صاحب موصوف کے ہمرشتہ سوال ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس صورت بالا میں زید کی بی بی کو طلاق واقعی ہوئی یا نہیں اگر ہوئی ہے تو عدت خطوط کے وقت سے شروع ہوگی یا گواہی دینے گواہان مذکور سے۔

نقل خط اوّل

قبلہ وکعبہ مدظلہ تسلیم بعد تعظیم عرصہ سے خیریت دریافت نہیں ہوئی تردد ہے اُمید کہ مطلع فرمایا جاؤں۔ نیاز مند کسی قدر اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہتا ہے جو میری دانست میں ضروری ہیں لیکن بلا استمزاج رائے جرأت نہیں کرسکتا مجھے اُمید ہے کہ آپ میری اس قسم کی گذارش کو ضرور منظور فرمائینگے جسکی شاہدات میری نظروں میں نہایت خوش آیند و مرغوب ہیں۔ زیادہ نیاز۔ احقر ازلی سید عابد علی۔

خط دوم بعد کا

قبلہ نعمت وکعبۂ کرامت مدظلہ العالی تسلیم بعد تکریم نیاز مند قبل اسکے اظہار خیالات اپنے کی اجازت چاہی قبلہ نے سکوت اختیار فرمایا نیاز مند خاموش ہورہا اب جرأت کرتا ہوں عرض کرنے کی جسکو جناب منظور فرمائیں گے۔ میری شادی جناب کی دختر کے ساتھ ہوئی محض والد صاحب کی خواہش تھی مجھکو منظور نہ تھی نہ مجھکو آپ کی صاحبزادی سے کسی قسم کا تعلق رہا اور آئندہ رکھنا چاہتا ہوں بموجب شرع کے آپ کی لڑکی کو آجکی تاریخ سے طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں آپ جانیں والد صاحب جانیں۔

بیان مرزا صدیق بیگ گواہ جن کے سامنے عابد علی نے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا اقرار کیا

عابد علی نے ہمارے سامنے عبدالرزاق سے سرائے بلہور میں یوں کہا کہ میں نے تمہاری لڑکی کو ایک عرصہ گزرا کہ بذریعہ تحریر کے طلاق دیچکا ہوں تم اوسی میری تحریر پر عملدرآمد کرو اور مکرر سہ کرر کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دی طلاق دی طلاق دی اور یہ لوگ مسافر مسلمان ہیں ان کے سامنے کہتا ہوں یہ لوگ شرعی گواہ ہوچکے ہیں یہ اٹھارہ اُن کا ہم مسافروں کی طرف تھا

بقلم مرزا صدیق بیگ ولد مرزا اسمٰعیل بیگ ساکن خورجہ ضلع بلندشہر۔ مہر (ابو محمد عبدالرشید عبیدالاسلام سہسوانی)

بیان حافظ فخر الدین ولد حافظ قیام الدین صاحب ساکن قصبہ آنولہ محلہ پٹھانان

عابد علی ہمارے سامنے عبدالرزاق صاحب سے سرائے بلہور میں یوں کہا کہ میں نے تمھاری لڑکی کو ایک عرصہ گزرا کہ بذریعہ اپنی تحریر کارڈ رجسٹری شدہ کے طلاق شرعی دیچکا ہوں تم اوسی میری تحریر پر عملدرآمد کرو اور اب مکرر سہ کرر کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دی طلاق دی طلاق دی اور یہ لوگ مسافر مسلمان ہیں ان سے کہتا ہوں یہ لوگ شرعی گواہ ہوچکے ہیں۔ یہ اٹھارہ ہم مسافران کی طرف تھا۔ العبد حافظ فخر الدین ولد حافظ قیام الدین ساکن آنولہ محلہ پٹھانان بقلم خود۔ مہر (ابو محمد عبدالرشید عبیدالاسلام سہسوانی)

آج تاریخ ۲۷ جولائی ۱۹۱۷ء مطابق ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ سید عبدالرزاق صاحب سکنہ جمہوری میرے یہاں تشریف لائے اور تین صاحب اور اون کے ہمراہ تھے سید عبدالرزاق صاحب نے میر عابد علی اپنے داماد کا اون کی لڑکی کو بذریعہ رجسٹرڈ تحریر موجودہ کے طلاق دینا اون تینوں ہمراہیوں میں سے دو صاحبوں کو میر عابد علی مذکور سے طلاق مذکور کے اقرار زبانی کا گواہ بیان کیا۔ گواہان مذکور الصدر نے میرے سامنے بدستخط خود اپنے اپنے بیان تحریر کیے ہیں۔ رجسٹرڈ تحریر موجود کا خود میر عابد علی کی تحریر ہونا اور نیز زبانی طلاق مکرر سہ کرر دینا بخوبی ثابت ہے۔ بیانات مذکورہ ہمرشتہ تحریر ہذا ہے۔

الراقم۔ خادم الاطبا والعلما ابو محمد عبدالرشید ظہور الاسلام سہسوانی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول فرخ آباد۔ بعد ہر دو دستخط سے آج تاریخ ۱۷ جولائی ۱۹۱۷ء کو روانہ کیا گیا۔

فہرست اوراق [تحریر راقم ایک۔ بیان مرزا صدیق بیگ ایک۔ بیان حافظ فخرالدین صاحب ایک] کل تین اوراق

الجواب :۔ کوئی تحریر بے شہادت یا اقرار کاتب مسلم نہیں ہو سکتی اگرچہ خط اوسی کا معلوم ہوتا ہو علما فرماتے ہیں الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم کما فی الھندیۃ وغیرھا یہاں عابد علی اس خط سے منکر ہے تو شہادت درکار اون دو گواہوں نے جو گواہی دی ناقص و ناتمام ہے وہ اپنے بیانوں میں عابد و عبدالرزاق کہتے ہیں ملک میں اس نام کے ہزاروں ہونگے شرط شہادت یہ ہے کہ اگر وہ حاضر ہوں تو اون کی طرف اشارہ کرکے گواہی دے کہ اس عابد علی نے اس عبدالرزاق کی بیٹی اپنی زوجہ کی نسبت یہ کہا اور اگر حاضر نہ ہوں تو اون کا نسب باپ دادا تک بیان کرے کہ عابد علی بن فلاں بن فلاں نے اپنی زوجہ فلاں بنت فلاں کی نسبت یہ کہا اور صحیح یہ ہے کہ دادا کا ذکر بھی ضرور ہے کما فی العالمگیریہ یعنی جبکہ فقط باپ کی طرف نسبت سے تمیز کامل نہ ہو جاتی ہو فان المقصود التعریف لا تکثیر الحروف کما فی جامع الفصولین والدرالمختار اگر دو گواہ ثقہ عادل اگرچہ یہی دو ہوں اسطرح شہادت ادا کریں تو ضرور تین طلاقیں ثابت ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲ :۔ از امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ مظفر علی خاں۔ ۳۰ محرم ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ محمودہ کے حق میں مضمون طلاق مندرجہ ذیل بہ شہادت دو شخصوں کے تحریر کردیا طلاق بائنہ ہوئی یا رجعی

مضمون طلاق

میں نے محمودہ منکوحہ اپنی کو طلاق دیدی اور چھوڑ دیا اور مجھکو اب اوس سے کوئی واسطہ نہیں رہا اور زبان سے تین بار طلاق ادا نہیں کیا صرف کاغذ پہ تحریر کردی۔

الجواب :۔ صورت مذکورہ میں زید سخت گنہگار ہوا عورت اوسکے نکاح سے نکل گئی اوس پر تین طلاقیں ہو گئیں اب بے حلالہ اوس سے نکاح بھی نہیں کرسکتا۔ زبان سے کہنا کچھ ضرور نہیں تحریر کافی ہے جبکہ بلا جبر و اکراہ شرعی ہو جیسا کہ یہاں ہوا اشباہ میں ہے۔ الکتاب کالخطاب لفظ اول و دوم دونوں صریح طلاق ہیں اور تیسرا لفظ اگرچہ کنایہ تھا مگر تقدم طلاق نے اوسے بھی طلاق کے لیے معین کردیا۔ ردالمحتار میں ہے دلالۃ الحال المراد بھا الحالۃ الظاھرۃ المفیدۃ لمقصود منھا تقدم ذکر الطلاق بحر عن المحیط اوسی میں ہے فی النھر دلالۃ الحال تعم دلالۃ المقال فتفسیر المذاکرۃ بسؤال الطلاق او تقدیم الایقاع کما فی اعتدی ثلاثا اسی طرح اور مواقع میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۳ :۔ از شاہ گڈھ ڈاکخانہ منب نگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ حافظ عبدالرحمن صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیوہ مساۃ ہندہ سے بدیں شرط نکاح کیا کہ وہ اپنے ناجائز متعلق سے قطع تعلق کرلے اوس نے منظور کیا اور نکاح ہوگیا ہندہ مذکورہ نے گو اوس ناجائز متعلق سے قطع تعلق کرلیا لیکن زید نے اوس سے گفتگو کرتے دیکھ لیا اور اس غصہ میں زید نے ایک لکھے پڑھے شخص سے کہا کہ تم ایک مضمون لکھدو جس سے میں ہندہ سے دست بردار ہوجاؤں اور وہ تحریر بذریعہ رجسٹری مساۃ کے پاس بھیجدوں یہ وہ الفاظ بعینہ تھے جو ادا کیے گئے تھے لکھے پڑھے شخص نے ایک تحریر لکھی جس میں ہندہ کو تحریر کیا کہ تم نے شرط پوری نہیں کی لہذا تم میری بیوی نہیں رہیں تمکو طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں اب مساۃ ہندہ کہتی ہے کہ گو میں نے شخص متعلق سے تمہارے مرضی کے خلاف گفتگو کی ہے لیکن اب کوئی واسطہ نہیں ہے نہ اب گفتگو کروں چونکہ زید کو طلاق رجعی یا بائن کا کچھ علم نہیں تھا لیکن زید کے ذہن میں قطعاً قطع تعلق نکاح نہ تھا زید نے مضمون طلاق سُن لیا تھا اب مساۃ پشیمانی کے ساتھ طالب معافی ہے اور زید بھی چاہتا ہے کہ مساۃ ہندہ مذکور میرے نکاح میں رہے واضح رائے عالی ہو کہ مساۃ ہندہ کو شخص متعلق سے گفتگو کرتے دیکھ کر اوسکے دوسرے تیسرے دن تحریر رجسٹری طلاق کی بھیجی تھی اور جس روز تحریری طلاق بھیجی اوسی روز ہندہ اور زید میں گفتگو ہوکر خواہشمند بقائے نکاح ہوئے ہیں کہ نکاح رہا یا نہیں۔

الجواب:- اوس نے اسکی درخواست سے لکھا اور اس نے لکھنے کے بعد سن بھی لیا اور عورت کو بھیجدیا عورت پر تین طلاقیں ہوگئیں اب بے حلالہ اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ذہن میں ہونے نہ ہونے وغیرہ کے عذر بیکار ہیں قال اللہ تعالٰی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۴:- از قصبہ حسن پور ضلع مرادآباد مرسلہ عطاء اللہ خاں سوداگر جفت ۱۵ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ سے عرصہ سے ناراض ہے اس کو زوجہ کی جانب بدگمانی ہے وہ عرصہ سے اس سے تقریری وتحریری ذرائع سے واقعات کو دریافت کررہا ہے اب اوس نے ایک خط اپنی زوجہ کے نام پردیس سے تحریر کیا ہے جسکی عبارت طول طویل ہے اسمیں سے بقدر ضرورت عبارت ذیل میں نقل کیجاتی ہے یہ ثابت ہے کہ یہ خط زید کا ہے کیونکہ وہ اپنے والد کو لکھتا ہے کہ میرے لڑکے کو اور میرے سامان کو زوجہ سے لیلو اور زید اپنے سالے کو بھی لکھتا ہے کہ تم میرے والد کو میرا سامان دیدو اور اپنی ہمشیرہ کے جہیز کا سامان اپنی ہمشیرہ کو دیدو اور میرے لڑکے کو بھی والد کو دیدو اسی خط میں اور بہت سی بیہودہ باتیں اپنی زوجہ کے متعلق تحریر ہیں اور کوئی اجنبی شخص ان کو نہیں لکھ سکتا اور زید کی بہت سی تحریریں انھیں قرائن کو ظاہر کرتی ہیں زید کے خط کی عبارت یہ ہے (تونے جسقدر جھوٹ سے کام لیا تیرے دل کو معلوم ہے مگر تو نے اب بھی پوشیدہ حال رکھا ہے اب میں اپنے دل سے طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی میں اسوجہ سے وہاں سے چپ ہوکر چلا آیا ہوں کہ تو ڈر کے مارے نہیں بتاتی) دریافت طلب امر یہ ہوا کہ زید نے جو یہ کلمات اپنے خط میں لکھے ہیں کیا اسکی زوجہ مطلقہ ہوگئی یا نہیں اگرچہ اسکی زوجہ نے کوئی راز پوشیدہ ہی رکھا ہو یا نہ رکھا ہو۔

الجواب :۔ ثبوت خط کے لئے اوسکا اقرار ہو یا گواہان عادل کی شہادت اگر وہ انکار کرے اور گواہ نہوں تو مجرد نشان خط ملنے یا اون قرائن سے ثبوت نہیں ہوسکتا علما نے فرمایا ہے لایعمل بالخط اور فرمایا ہے الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم پھر وہ لفظ کہ اوس نے لکھے ہیں محتمل ہیں کہ پوشیدہ رکھی بیائے معروف یا بیائے مجہول اگر عورت کو وثوق ہے کہ یہ خط اوسی کا ہے تو جبتک وہ انکار نہ کرے اسپر کاربندی کرسکتی ہے اگر یائے معروف ہے تو تین طلاقیں سمجھ سکتی ہے اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی تھی اور یائے مجہول ہے تو اب تین طلاقیں سمجھ سکتی ہے اگر کوئی بات اس خط کے بعد پوشیدہ کرے لیکن اگر وہ اس خط سے منکر ہو تو عورت کو بے شہادت عادلہ بالائی وثوق کام نہ دیگا۔

مسئلہ ۶۵ :۔ از محمود آباد ضلع سیتاپور مرسلہ مولنا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سنی حنفی محمود آبادی ۱۶ رجمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

حضرات علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا حکم فرماتے ہیں کہ زید نے ایک دن غصہ میں اپنی منکوحہ عورت کے واسطے فارغخطی تحریر کیا اور لکھا کہ میں نے طلاقیں دیں مگر زبان سے کچھ نہیں کہا اور نہ عورت نیز کسی کو اسکی بابت کچھ معلوم ہوا محض لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا مگر عورت نے کسی طرح معلوم کرلیا لہذا ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب :۔ اگر فارغ خطی باضابطہ لکھی تھی کہ میں فلاں بن فلاں بن فلاں ساکن فلاں ہوں میں نے اپنی زوجہ فلاں کو تین طلاقیں دیں جیسا کہ لفظ فارغخطی سے بھی ظاہر ہے فارغ خطی باضابطہ کاغذ ہی کو کہتے ہیں تو بلاشبہ تین طلاقیں ہوگئیں عورت بے حلالہ اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی عورت کو یا کسی کو خبر نہونا شرط طلاق نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶ :۔ از شہر محلہ کوہاڑا پیر مسئولہ قمر الدین صاحب ۲۰ رمحرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عقد نکاح کیا ہندہ کے ساتھ مگر بعدہ حسب شرائط ذیل بوجوہ خانگی ومصالح خاندانی تجویز طلاق قرار پائی اور طلاقنامہ لکھا گیا مگر حسب اندراج دستاویز مذکور کلمات شرعیہ کہ طلاق دی طلاق دی۔ طلاق دی اور جلسۂ عام میں طلقت کہا وقوع میں نہیں آئی بلکہ سرپرست منکوحہ نے حکمت عملی سے زبردستی دستاویز حاصل کرلیا اور اوس نے اوسکو روک لیا نیز مخفی نہ رہے کہ بعد عقد ہنوز رخصتی کے رسم عمل میں نہیں آئی ہے آیا بعد ملاحظہ بالا وبلحاظ شرائط تحت طلاق جائز ہے یا واقعی عمل میں بموجب شرع شریف نہیں آئی۔

شرائط جو عمل میں نہیں آئیں

(۱) کھنڈوہ طلائی وزنی ۲ تولہ بوقت عقد منجانب ناکح چڑھائے گئے تھے واپس ہونگی اور نیز مبلغ عہ روپیہ لڑکی والا بابت خرچ ناکح کو ادا کرے گا (۲) کل پارچہ پوشیدنی لڑکی والا ناکح کو واپس کرے گا جو کہ بوقت عقد چڑھایا تھا (۳) شرائط ۱ و ۲ کی تکمیل منجانب لڑکی والے کے ہونے کے بعد ناکح بروئے دستاویز مذکورہ طلاق دیگا اور جلسۂ عام میں اوسکا اعلان کریگا (۴) شرط نمبر ۳ کی تکمیل کے ساتھ معافی مہر منجانب منکوحہ لازم تھی۔

الجواب :۔ ایسے معاہدوں میں معروف یہ ہے کہ دستاویز کا لکھنا معاہدے کی تمہید ہوتا ہے نہ کہ تنفیذ۔ تنفید

اوتھیں شرائط پر مشروط ہوتی ہے جو معاہدے میں قرار پائے تو یہاں اگرچہ لفظاً تعلیق ہو عرفاً تعلیق ہوتی ہے والمشروط عرفاً کالمشروط لفظاً ولہذا اگر شوہر عورت سے کہے کہ تو مہر معاف کردے تو میں تجھے طلاق دیدونگا عورت نے کہا میں نے اپنا مہر معاف کیا شوہر نے طلاق نہ دی مہر معاف نہ ہوا کہ اگرچہ اوس نے بلاشرط الفاظ معافی کہے لفظوں میں کوئی شرط نہ تھی مگر معنیً شرط موجود تھی اور وہ نہ پائی گئی لہذا معافی نہ ہوئی اسیطرح یہاں طلاق معنیً اون شرائط سے مشروط ہے اور وہ نہ پائی گئی لہذا طلاق نہ ہوئی عالمگیریہ میں ہے امرأۃ قالت لزوجہا کابین ترا بخشیدم چنگ ازمن بدار انلم یطلقہا المہر برأعن المہر کذا فی الظہیریۃ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۹۷: از شہر کہنہ ۱۲ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو جسکو عرصہ قریب تین سال کے ہوا طلاق دیدی طلاق ہوجانے کا اقرار بکر نے زبانی عورت مطلقہ اور نیز عورت مذکورہ کے بھائیوں کی زبانی سنا ہے اب بکر مذکور اپنا نکاح اوس عورت سے کیا چاہتا ہے لہذا شرع کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب: سائل نے بیان کیا کہ عورت اور اوسکے بھائی تین طلاقیں اوتنی مدت سے ہونا بیان کرتے ہیں اور اب زید سال بھر سے غائب ہے اس صورت میں بکر کو چاہئے کہ اپنے دل کی طرف غور کرے اگر عورت اور اوسکے بھائیوں کا بیان دل پر جمتا ہو کہ یہ لوگ اسمیں سچے ہیں اور کوئی فریب نہیں کرتے تو بکر کو اختیار ہے کہ اس عورت سے نکاح کرلے جبکہ وہ اوس طلاق کے بعد عدت بھی گزرجانا بیان کرتی ہو یعنی طلاق کے وقت اگر حاملہ ہونا کہے جب تو ظاہر ہے کہ تین سال کے قریب زمانہ گذرا ضرور وضع حمل ہوکر عدت گذرگئی اور اگر حمل نہ تھا تو عورت یہ بیان کرے کہ طلاق کے بعد اوسے حیض تین بار شروع ہوکر ختم ہوچکا ہے اور اگر بکر کے دل پر ان کا سچ نہ جمے فریب معلوم ہوتا ہو تو ہرگز نکاح نہ کرے فی الھندیۃ عن الذخیرۃ لوان امرأۃ قالت لرجل ان زوجی طلقنی ثلثا وانقضت عدتی فان کانت عدلۃ وسعہ ان یتزوجہا وان کانت فاسقۃ تحری وعمل بما وقع تحریہ علیہ اسکی ضرورت اسوجہ سے ہے کہ آجکل عادل شخص کا ملنا دشوار ہے ورنہ اگر عورت عادلہ ہوتو اوسکا صرف اتنا بیان ہی کہ مجھے طلاق ہوگئی۔ اور عدت گذرگئی جواز نکاح کے لئے کافی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۹۸: قاضی عبدالغنی صاحب از ڈیڈوانہ مارواڑ محلہ قاضیان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور بسبب دلی رنجش کے روبرو دو تین شخص کے حرف طلاق مکرر سہ کرر زبان پر لایا ہندہ کے پاس ایک طفل شیرخوار تھا اسوجہ سے اوس نے اوسکی پرورش کی درخواست کی جس کا زید نے اقرار کیا کہ ہر ماہوار دودھ خرچ کے دیا کریگا چند عرصہ کے بعد ہندہ طالب مہر وزر ہوئی اب زید نے دیکھا کہ روپیہ ہاتھ سے جاتا ہے انکار ہوگیا کہ میں نے طلاق نہیں دی اس غرض سے کہ ہندہ نہ تو کسی دوسرے سے نکاح کرسکیگی

اور نہ گھر سے خروج ہوگا۔ اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ طلاق جائز ہے یا ناجائز۔ طلاق کن کن امور سے ہوتی ہے کیا ہندہ مستحق پرورش خرچ مہر ہے۔

الجواب:۔ طلاق کے مسئلے ایسے گول لکھنے کے نہیں ہوتے ہیں حرف طلاق مکرر سہ کرر زبان پر لایا اس سے کیا معلوم ہوا کہ اوس نے کیا الفاظ کہے حرف طلاق لاکھ بار زبان پر لانے سے بھی طلاق نہیں ہوتی اور ایک ہی بار کہنے سے ہو جاتی ہے اوسکے پورے الفاظ لکھے جائیں جنپر اصلا کم وبیش وتغیر نہ ہو اور یہ بھی کہ اسکے گواہ کون کون لوگ ہیں کہ اوسنے یہ لفظ کہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۹:۔ از ٹانڈہ ضلع فیض آباد مسئولہ حکیم سید حاضر علی ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

رہبر شریعت وطریقت جناب مولنا احمد رضا خانصاحب۔ السلام علیکم، ایک شخص سلیمان نے کئی آدمیوں کے سامنے طلاق دیکر طلاق نامے پر انگوٹھے کا نشان ثبت کر دیا۔ اس طلاقنامہ کے وصول پر مساۃ صغریٰ بی بی بالغ کے باپ نے اوسکا عقد چھ ماہ ہوا ایک متمول خوبصورت شخص سے کر دیا اب سلیمان چند مفسدوں کے بہکانے سے کہتا ہے میں نے طلاق نہیں دیا ہے مفسدوں کا منشا ہے کہ شوہر ثانی سے ناجائز طور پر کثیر رقم وصول ہو۔ نقل طلاقنامہ یہ ہے "۱۲ ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ ہجری بروز سشنبہ منکہ سلیمان بن عبدالرزاق حافظ۔ روبرو پنچوں کے لکھوا دیا ہوں کہ میری طبیعت خراب رہتی ہے میرے سر پر گرمی چڑھتی ہے تو تین تین چار چار روز ہوش نہیں رہتا اسوقت میری طبیعت بہت ٹھیک ہے اسلیے میں چار گواہی دیکر کے میری منکوحہ مساۃ صغریٰ بنت حیدر اوس کو تین طلاق دیکر اپنے نکاح سے دور کر دیا اگر مجھکو کوئی دیوانہ گردانے تو واقعی دیوانہ ہوں لیکن اسوقت دیوانہ نہیں ہوں اور مساۃ مذکور کی جانب سے ولی محمد ابن امام الدین مختار ہوکر مہر عدت معاف کر دیا ہے جب میں طلاق دیا ہوں ٹکٹ ار (نشان انگوٹھا سلیمان ولد عبدالرزاق حافظ)

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں اگر سلیمان کو اس تحریر کا اقرار ہے یا گواہان عادل سے ثابت ہو تو بیشک صغریٰ پر تین طلاقیں ہوگئیں اوسکا نکاح اگر عدت گزرنے کے بعد دوسرے شخص سے کیا گیا تو وہ نکاح صحیح ہے اور اگر عدت کے اندر کر دیا کہ سوال میں انقضائے عدت کا کوئی ذکر نہیں اور طلاقنامہ میں عدت کا معاف کرنا جاہلانہ لکھا ہے تو یہ دوسرا نکاح بھی باطل ہوا مگر سلیمان کو اب بھی صغریٰ پر کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا نہ وہ صغریٰ سے نکاح کر سکتا ہے کہ اس نکاح ثانی کے باطل ہونے کے سبب حلالہ صحیح نہ ہوا اور مختار میں ہے لا ینکح مطلقۃ بالثلاث حتی یطأھا غیرہ بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ از نابالہ چھاؤنی صدر بازار محلہ پلیداران مرسلہ نجے خاں نبیت ۵ ار رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

ایک شخص نے بخوشی چار آدمیوں کے سامنے اپنی عورت کو طلاق دی اب وہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں دی۔ یہ طلاق ہوئی یا نہیں۔

الجواب :۔ اگر واقع میں تین طلاقیں دی ہیں عند اللہ عورت اوس پر حرام ہوگئی بے حلالہ اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی قال اللہ تعالیٰ فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ اور اوس کا انکار اللہ عزوجل کے یہاں کچھ نفع نہ دیگا اون گواہوں پر فرض ہے کہ گواہی دیں اگر اون میں دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہوں طلاق ثابت ہوجائیگی اور اوس کا انکار دُنیا میں بھی نہ سُنا جائیگا اور اگراُن میں ایسے گواہ نہ ہوں اور عورت کے سامنے طلاق نہ دی ہو تو عورت اوس سے حلف لے اگر وہ حلف لے کہ میں نے طلاق نہ دی تو عورت اپنے آپ کو اوسکی زوجہ سمجھے اگر اوس نے حلف جھوٹا کیا تو وبال اوسپر ہے اور اگر خود زوجہ کے سامنے اوسے تین طلاقیں دیں اور منکر ہوگیا اور گواہ عادل نہیں ملتے تو عورت جس طرح جانے اوس سے رہائی لے اگرچہ اپنا مہر چھوڑ کر یا اور مال دیکر اور اگر وہ یوں بھی نہ چھوڑے تو جس طرح بن پڑے اوسکے پاس سے بھاگے اور اوسے اپنے اوپر قابو نہ دے اور اگر یہ بھی نہ ممکن ہو تو کبھی اپنی خواہش سے اوسکے ساتھ زن و شو کا برتاؤ نہ کرے نہ اوسکے مجبور کرنے پر اوس سے راضی ہو پھر وبال اوسپر ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از گنج مراد آباد ضلع اوناؤ مرسلہ شیخ حرمت علی صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ قریب دو سال کا ہوتا ہے کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے بارے میں بکر اور عمر کو خط لکھے ہیں کہ میں نے ہندہ کو طلاق دی اوسکو اب اختیار حاصل ہے اب زید آیا اور وہ حلفیہ بیان کرتا ہے میں نے بکر اور عمر کو خط نہیں لکھے اور وہ خط ہندہ کے پاس بکر نے رکھدیے تھے اب گم ہوگئے اور اسی دریافت میں زید نے بکر سے کہا تمنے خود خواہش ظاہر کی تھی کہ ہندہ کو طلاق دو تب میں نے طلاق نہیں دی ہندہ بھی اقرار کرتی ہے کہ زید سے بکر نے خواہش ظاہر کی تھی۔ فقط بینوا توجروا باحسن الثواب

الجواب :۔ ایسے خطوط سے ثبوت طلاق دو امر پر موقوف یا تو شوہر اقرار کرے کہ واقعی میں نے خط یہ خط لکھا تھا یا دو مرد خواہ ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شہادت شرعیہ دیں کہ ہمارے سامنے شوہر نے خط مذکور لکھا اشباہ وغیرہا میں ہے ان کتب علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونا وثبت ذلک باقرارہ او بالبینۃ فکالخطاب۔ پس صورت مستفسرہ میں اگر شہادت معتمدہ سے بروجہ کافی تحریر خط ثابت ہو تو الفاظ مذکورۂ سوال ایک سے تین تک جتنے خطوں میں لکھنے کا ثبوت تا بقائے عدت ہو اوسی قدر طلاقیں وقت تحریر سے پڑنے کا حکم دیا جائیگا مثلاً شہادت مقبولہ سے صرف ایک خط کا ثبوت ہوا تو جسوقت اوسنے یہ خط لکھا اوسوقت سے ایک طلاق مانیں گے اور اگر ایک خط عمرو کے نام اور دوسرا عدت کے اندر اونھیں الفاظ یا اون کے مثل سے بکر یا عمرو ہی کے نام لکھنا ثابت ہو تو دو اور اگر اسی طرح کے تین یا زائد خط ایک ہی شخص خواہ متعدد اشخاص کے نام لکھنے ثابت ہوں تو تین۔ کہ الفاظ مذکورہ کہ صریح ہیں ان میں ہر شخص کو لکھنا ہر بار کا لکھنا جدا طلاق سمجھا جائیگا۔ لما نصوا علیہ من ان التاسیس خیر من التاکید وان الصریح یلحق غیرہ ہاں اگر بعض خطوط میں الفاظ مذکورہ اور باقی میں اس طرح کا مضمون مسطور ہو کہ میں فلاں کو ایسا لکھ چکا ہوں یا میں نے

پہلے ہی لکھ دیا ہے وامثال ذلك مما یتعین الاخبار عن ذلك السابق لا یصلح للانشاء تو ان باقی خطوط کی تحریر اوسی طلاق سابق کا ذکر قرار پائیگی بعد اطلاق نہ ٹھہرے گی فی الھندیۃ عن الظہیریۃ لوطلقہا ثم قال لہا طلاق دادمت یقع اخری ولو قال طلاق دادہ است لا یقع اخری اور اگر شہادت کافیہ نہو تو ازانجا کہ زید منکر ہے اصلا ثبوت طلاق نہیں اگرچہ خطوط موجود اور اوسکے خط سے بالکل مشابہ ہوتے کہ شان خط ملنا کوئی حجت شرعیہ نہیں لما صرحوا بہ فی عامۃ الکتب ان الخط یشبہ الخط فلا یعتبر بکر و عمر کا بیان کہ ہمیں خط لکھے اگرچہ وہ دونوں ثقہ عادل بھی ہوں اگرچہ بکر پر اوس اظہار خواہش کے سبب اس امر میں کوئی اپنی غرض و تہمت بھی نہ ہو اصلا قابل التفات نہیں کہ کوئی کسی کو اوسکے سامنے خط نہیں لکھا کرتا ڈاک میں آئے یا قاصد لایا بہرحال اون کا یہ اظہار اوسی مشابہت خط یا بیان ایلچی پر مبنی ہوگا اور یہ کوئی شہادت شرعیہ نہیں کما لا یخفی علی ادنی خادم للفقہ وقد بیناہ فی رسالتنا ازکی الاھلال یہ جو کچھ گذرا دربارۂ حکم قضا ہے یعنی جبتک اون دو وجہ شہادت و اقرار میں کسی وجہ سے ثبوت نہو حکم طلاق نہ دیا جائیگا عورت کو حرام ہے کہ باوصف انکار شوہر ایسی مہمل خبر پر اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ کر کوئی کارروائی آزادی کرے۔ مردوں کو حرام ہے کہ اوسے مطلقہ ٹھہرا کر قصد تزوج کریں۔ مگر فی الواقع اگر زید اس انکار میں جھوٹا ہے تو اوس کا حساب لینے والا خدا ہے عورت ہر بلا سے پاک و جدا ہے خدا سے ڈرے اور حق ظاہر کرے واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

مسئلہ ۱۱۶:- مرسلہ حکیم علی حسین خاں از بریلی محلہ فراشی ٹولہ ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حامی شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عرصہ ساڑھے تین سال سے رنڈی کے ساتھ نکاح کر لیا اور ہندہ قدیمہ زوجہ کو اذیت و تکلیف دیتا رہا حتی کہ ایک روز سال گزشتہ ۱۴ مئی ۱۹۱۶ء کو بموجب دو شخص ثقہ عاقل و بالغ مسلم عمرو و بکر جو کہ اوسکے قرابت دار ہیں زید نے ہندہ سے کہا کہ مجھے تو عورت کی استطاعت نہیں۔ میں اپنے پسند سے رنڈی لے آیا اور تو میرے مطلب کی نہیں میں تجھکو رکھنا نہیں چاہتا ہوں۔ تجھکو میں نے طلاق دی تو میرے پاس سے چلی جا تجھکو اختیار اپنا ہے جو چاہے سو کر تجھکو اپنا اختیار ہے کہ میں نے رنڈی سے نکاح کر لیا اب زید طلاق سے انکار کرتا ہے اور نہ بلاتا ہے اور نہ آتا ہے اور نہ روٹی کپڑا دیتا ہے اور وہ دونوں شخص مقر ہیں اور زید کہتا ہے کہ میں ہندہ کو خوب دق کرونگا اور ہندہ صبر و تحمل سے عاجز ہو کر نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے پس بحکم شرع شریف طلاق ہوئی یا نہیں اور الفاظ مذکورہ سے کتنے طلاق واقع ہوئے اور ہندہ بعد عدت نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں شمار عدت کب سے ہوگا اور دین مہر کی مستحق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- جاہلوں سے فتوی لینا حرام ہے مخالفان دین کی طرف رجوع کرنا سخت اشد حرام ہی اس طلاق کو رجعی سمجھنا سخت جہالت ہے اور عدت اسوقت سے شروع سمجھنا اگر یہ طلاق بحالت جنون ہو بلکہ جب
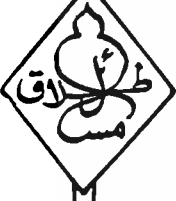
یہ حیض ختم ہوا اسکے بعد کا طہر ختم ہو جدید حیض شروع ہو اوسوقت سے عدت کا آغاز لینا دوسری جہالت ہے۔ بلکہ حکم شرعی یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں اگر بیان مذکور صحیح ہے عورت پر دو طلاقیں بائن پڑ گئیں عورت نکاح سے نکل گئی شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا فان اللفظ الخامس طلاق صریح والسادس لکونہ یحتمل الرد ان توقف علی النیۃ حتی فی المذاکرۃ فالسابع لایحتملہ وقد صارت الحالۃ بالطلاق حالۃ المذاکرۃ فوقع بلانیۃ لان البائن یلحق الصریح ولکونہ بائنا عاد الاول ایضا مثلہ لاستحالۃ الرجعۃ بعد البینونۃ فطلقت تطلیقتین بائنتین عدت اسی وقت سے لی جائیگی جب سے یہ طلاق دی اگرچہ حالت حیض میں دی ہو تمام احکام عدت مثلاً عورت پر گھر سے باہر جانے کی حرمت وغیرہ اسی وقت سے ثابت ہو جائینگے نہ یہ کہ حیض جدید کے بعد آغاز ہوں ہاں صرف یہ حیض شمار میں نہ آئیگا بلکہ اسکے بعد تین حیض کامل درکار ہونگے جبوقت سے یہ طلاق پڑی عورت کا مہر واجب الادا ہوگیا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۷: از کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ محمد ابراہیم خاں وکیل سررشتہ ۲۳ رجب ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو جسکی عمر ۱۵ سال کی ہے ہندہ کے باپ عمرو کے مواجہہ میں طلاق بائن مغلظ دیدیا اس طلاق کے اندازاً ایک سال بعد زید نے کسی طرح پر ہندہ کو بہکا کر یہ کہلا دیا کہ مجھے طلاق نہیں ہوئی ہے اور زید بھی طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اس صورت میں پدر ہندہ عمرو کو بروئے شریعت کیا اختیار حاصل ہے کیا عمرو قاضی کے سامنے دعوٰی پیش کرکے استقرار طلاق کی ڈگری لے سکتا ہے اور اپنی لڑکی ہندہ نابالغہ کو زید کے قبضہ سے نکال سکتا ہے۔

الجواب: اللہ عزوجل ہر غیب کو جانتا ہے فی الواقع اگر زید نے ہندہ کو طلاق مغلظہ دی تھی اور اب زید وہندہ دونوں منکر ہوگئے ہیں تو اون کا انکار کچھ مسموع نہیں اون پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جدا ہوجائیں ورنہ زنا ہے اور دونوں مستوجب عذاب جہنم وغضب جبار کا استحقاق ہے اگر وہ جدا نہوں تو ہندہ کے باپ پر فرض ہے کہ قاضی کے یہاں دعوٰی طلاق کرکے فوراً جدائی کرالے اگر وہ نہ کرے تو جو مسلمان اسپر اطلاع رکھتا ہے اوس پر فرض ہے کہ دعوٰی کرکے اون میں جدائی کرادے اسمیں ہر مسلمان کو دعوٰی کا اختیار ہے بلکہ اگر کوئی شخص دعوٰی نہ کرے تو جن جن کے سامنے زید نے طلاق دی تھی اون پر فرض ہے کہ قاضی کے یہاں حاضر ہوکر گواہی دیں اور اگر اون میں دو گواہ قابل قبول شرع ہوں تو قاضی پر فرض ہے کہ بغیر کسی مدعی کے اون کی شہادت سُن لے اور اون مرد و عورت کو جبراً جدا کردے اشباہ والنظائر میں ہے تسمع الشھادۃ بلادون الدعوی فی الحد الخالص وفی الطلاق والایلاء والظہار درمختار میں ہے تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا بخلاف حقوق اللہ تعالٰی لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم فکان الدعوی موجودۃ ہاں واقع میں زید نے طلاق نہ دی اور ہندہ کا باپ جھوٹا دعوٰی طلاق کرکے جدا کرانا چاہتا ہے تو وہ سخت غضب کا مستحق ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ اعلم

مسئلہ ۱۳۸: از بلرامپور ڈاکخانہ خاص ضلع گونڈہ محلہ پھاٹک جانب اتر سرائے پختہ مرسلہ نور محمد آتشباز ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک خواندہ آدمی ہے عرصہ پندرہ سولہ سال کا گزرتا ہے کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو بوجہ چند وجوہ طلاق واحد تنہا دی اور بعد گزرنے پندرہ یوم کے دونوں میاں بی بی نے رضامند ہوکر رجعت کرلی، اور آجتک زید کی زوجیت میں رہی اتفاقاً بعد سولہ برس کے دونوں میں نااتفاقی بوجہ ورغلانے ایک شخص کے جو زید کی تجارت میں شریک تھا ہوگئی اور زید کے مکان سے فرار ہوگئی بعد چند روز کے واپس آئی اور سابقہ طلاق واحد کو تین طلاقوں کی مقر ہوئی چونکہ زید برادری والا آدمی ہے پنچایت میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور گواہوں نے بیان کیا مجھے یاد نہیں ہے کہ زید نے طلاق واحد دی تھی یا طلاق ثلاثہ اوسوقت پنچایت میں زید سے قسم لی گئی زید نے طلاق واحد کی قسم کھالی ہندہ پھر زید کی زوجیت میں چند روز رہی بعد ازاں ہندہ پھر فرار ہوکر اور دو گواہ بے نمازی دائمی اور شراب خوار وزانی ایک برادری و دیگرے قوم دیگر کچہری دیوانی میں پیش کرکے مقدمہ دائر کرکے ڈگری حاصل کرلی اور اوس شخص کے مکان پر رہتی ہے جو کہ زید کا شریک تھا اور اوسی کے ورغلانے کا گمان غالب تھا اس صورت مسئولہ میں ہندہ کے گواہ مذکور کچہری کا قول معتبر ہوگا یا کہ گواہ اول پنچایتی برادران زید کا قسم معتبر ہوگا اور اہل برادری کو زید کے شریک جہاں ہندہ رہتی ہے اور اوسی کے ورغلانے کا تمام اہل برادری کو اور زید کو گمان غالب ہے تنبیہاً خاندان ترک کردینا جائز ہے یا نہیں اور ہندہ زوجہ زید کی ہوسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب: اگر یہ بیان واقعی ہے تو پنچایت کا فیصلہ حق تھا اوسکے بعد ہندہ کا چند روز اوسپر کاربند رہ کر اغوائے شیطان سے پھر فساد اوٹھانا اور دو فاسق گواہ پیش کرکے کچہری سے ڈگری لینا اوسے شرعاً کچھ مفید نہیں ہندہ بدستور زوجۂ زید ہے اور شریک زید پر اگر ہندہ کے اغوا کا ثبوت ہو تو اہل برادری ضرور اوسے برادری سے خارج کریں اوس سے میل جول چھوڑ دیں اوسکے پاس نہ بیٹھیں اللہ عزوجل فرماتا ہے واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۝ اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس منا من خبب امرأۃ علٰی زوجھا ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی کی عورت کو اوس سے بگاڑدے رواہ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ہریرۃ والطبرانی فی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر وفی الاوسط کابی یعلی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶: از پکھریرا ضلع مظفر پور محلہ نور العین شاہ شریف آباد مرسلہ شریف الرحمن صاحب ۱۳۳۶ھ شعبان

ہندہ کہتی ہے کہ مجھے میرا شوہر شیخ اسمٰعیل نے بیکدم پانچ طلاق دی ہے اور ایک لڑکی بھاوج اور ایک غیر عورت بالغ اور ایک لڑکا بارہ چودہ سالہ گواہ رکھتی ہے اوسکی مائی کہتی ہے کہ ہاں پانچ طلاق دی ہے اور بھاوج کہتی ہے کہ پانچ طلاق دی ہے غیر عورت موجودہ کہتی ہے کہ دو دی ہے لڑکا کہتا ہے کہ تین دی ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ وہاں مسماۃ موہن بھی تھی

مسماۃ مورن کہتی ہے کہ طلاق نہیں دی ہے اور پڑوس کے موجودہ لوگ سب بیک زبان کہتے ہیں کہ طلاق نہیں دی ہے اور ہمنبل شوہر ہندہ کہتا ہے کہ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے اور نہ دوں گا ہندہ اور ہندہ کی ماں اور بھاوج باہمی سازش سے مجھ پر تہمت جھوٹی کی ہے چونکہ میں بیمار تھا ہندہ کو اپنی خدمت کے لئے تنبیہ ومجبور کرتا تھا اس سے مجھ سے ناراض ہوکر جھوٹی تہمت مجھ پر کی ہے۔

الجواب: صورت مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں کہ اگر وہ لڑکا نابالغ ہو یا وہ خواہ بھاوج خواہ وہ دوسری عورت کہ دو طلاق کہتی ہے ثقہ عادل شرعی نہ ہو جب تو ظاہر یہانتک کہ اگر یہ لڑکا بالغ اور یہ اور ماں اور بھاوج سب ثقہ عادل ہوں فقط وہ غیر عورت ثقہ نہ ہو جب بھی طلاق اصلاً ثابت نہ ہوگی پہلی صورت میں اسلیے کہ صرف عورتیں ہیں اور تنہا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں اور دوسری صورت میں اسلیے کہ عدالت نہیں اور تیسری صورت میں اسلیے کہ ماں کی گواہی بیٹی کے حق میں مقبول نہیں درمختار میں ہے لاتقبل شہادۃ الفرع لاصلہ وبالعکس بحرالرائق میں ہے فی الولوالجیۃ تجوز شہادۃ الابن علی ابیہ بطلاق امرأتہ اذا لم تکن لامہ ولضرتہا لانہا شہادۃ علی ابیہ وان کان لامہ اولضرتہا لاتجوز لانہا شہادۃ لامہ اور بالفرض اگر یہ لڑکا بالغ اور بھاوج اور وہ دوسری عورت سب ثقہ عادل ہوں بھی تو دو طلاقیں ثابت ہوسکتیں کہ اسی قدر پر تینوں شاہدوں کا اتفاق ہے لیکن یہ مذہب صاحبین کا ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اب بھی شہادت مقبول نہیں کہ دو اور تین میں اختلاف ہے اور اختلاف شہود موجب رد شہادت۔ ہدایہ میں ہے یعتبر اتفاق الشاھدین فی اللفظ والمعنی عند ابی حنیفۃ فاذا شہد احدھما بالف والاٰخر بالفین لاتقبل الشہادۃ عندہ وعندھما تقبل علی الالف اذا کان المدعی یدعی الفین وعلی ھذا الطلقۃ والطلقتان والطلقۃ والثلث تو ثابت ہوا کہ صورت مستفسرہ میں اصلاً طلاق ثابت نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶: از گلاؤٹھی ضلع بلندشہر مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی کریم بخش صاحب مدرس ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا بیان ہے کہ میرے شوہر نے مجھکو طلاق دیدی ہے قطعی جسکو عرصہ ۲ مہینے کا ہوا اور اپنے بیان کی تائید میں اپنے دو بھائی حقیقی اور دو شخص غیر کو پیش کرتی ہے چنانچہ وہ چاروں قطعی طلاق دینا مسماۃ کو جان کرتے ہیں اور شوہر سے جو دریافت کیا گیا تو وہ انکار کرتا ہے اس صورت میں عورت مطلقہ سمجھی جائیگی یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: ان چاروں میں اگر عورت کے دونوں بھائی یا دونوں غیر یا ایک بھائی ایک غیر غرض کوئی سے دو شخص ثقہ عادل شرعی قابل قبول شہادت ہوں تو عورت ضرور مطلقہ سمجھی جائیگی شوہر کا انکار گواہان ثقہ کے حضور اصلاً مسموع نہ ہوگا بھائی کی گواہی بہن کے حق میں شرعاً قبول ہے درمختار میں ہے نصابہا للنکاح والطلاق رجلان اورجل و

امّا اثنان اَمہ ملتقطا فتاوی عالمگیریہ میں ہے تجوز شہادۃ الاخ لاختہ کذا فی محیط السرخسی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔ از ریاست رامپور مسئولہ امراؤ دلہا مفتی غلام حیدر صاحب محلہ زاخ دوارہ مورخہ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کے دروازہ پر جاکر آواز بلند اپنی زوجہ کے متعلق کہا کہ میں نے فلانے کی بیٹی فلانی کو طلاق دی۔ اب شوہر کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ ایک دفعہ محض خوف دلانے کے لئے غصہ کی حالت میں کہا تھا اور گھر میں زوجہ کے دو بھائی اور والدہ اور نانی اور دروازہ پر ایک ملازم کا بیان ہے کہ ہمنے طلاق دی دی دی کا لفظ تین دفعہ سنا اور دروازہ کے باہر دو شخصوں نے بھی اوسی آواز کا سُنا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دی کا لفظ ایک دفعہ سُنا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مذکورۂ بالا میں تین طلاق ہوئی یا ایک طلاق رجعی۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ عورت کے دونوں بھائی اور ملازم ان تینوں شخصوں میں اگر دو ثقہ عادل قابل قبول شرع ہیں تو تین طلاقیں ہوگئیں عورت بے حلالہ نکاح میں نہیں آسکتی بشرطیکہ بھائیوں نے اُسے آنکھ سے دیکھا ہوا ور ہوسکے قول مذکور لوکان سُنا اور اگر وہ گھر ہی میں رہے اور یہ باہر ہی رہا تو محض شناخت آواز پر شہادت نہیں ایک طلاق سے زائد ثابت نہوگی پھر اگر واقع میں تین بار دی کا لفظ کہا تو اوسپر فرض ہے کہ اوسے چھوڑ دے اور بے حلالہ ہاتھ نہ لگائے اگر خلاف کریگا مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذاب شدید واللہ علی کل شیئ شھید واللہ تعالی اعلم

مسئلہ :۔ تحصیل کچھا نینی تال مرسلہ عبدالغنی صاحب، ار رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو منکوحہ ہیں ہندہ، زینب۔ ہندہ نے چاہا کہ زینب زوجہ ثانیہ کو طلاق ہوجائے زید کو اہل وہ نے بہت ڈرایا دھمکایا مگر زید نے ہرگز نہ مانا زینب کو طلاق نہ دی ان مغویان وہ نے پٹواری وہ سے کہ از قوم ہنود تھا ساز کر کے طرح طرح کے نقصان مالی وجانی منجانب کچہری کے اندیشہ پیدا کر دیا اور کہا تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اپنی عورت زینب کو طلاق دیدو اور یہ کلمات اوس پٹواری ہندو نے اپنی زبان سے اسطرح نکالے کہ کہو میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی زید نے پٹواری سے پورا مخوف ہوکر کہا کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دیدی تین مرتبہ اس کلمہ کا اعادہ کیا اور کرایا مگر یہ لفظ طلاق سے ثابت نہ ہوا کہ کونسی بی بی کو زید سے مرد ہنود پٹواری نے طلاق دلوائی بعد تھوڑی دیر کے جبکہ جلسہ منتشر ہوگیا پٹواری نے زید سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی کون سی بی بی کو طلاق دی زید نے کسی کا کچھ نام بھی نہیں لیا اور کسی عورت کی طرف اشارہ بھی نہ کیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور زید شوہر اور زینب زوجہ کو باہم کیا کرنا چاہیے۔

الجواب :۔ جبکہ زید نے تین بار جدا جدا یہ لفظ اپنی زبان سے کہے کہ "میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی" اگرچہ ڈرانے دھمکانے جبر واکراہ سے اگرچہ وہ کہلوانے والا ہندو یا کوئی تھا اوس پر تین عدد طلاق ضرور لازم آئیں اگر اوسکی مراد زینب تھی تو زینب پر تین طلاق ہوگئیں اور اگر ہندہ مراد تھی تو ہندہ کو تین طلاقیں ہوگئیں اور اگر دھمکانے سے وہ الفاظ زبان سے ادا کردیے اور نیت نہ زینب کی تھی نہ ہندہ کی تو اب اوس کے اختیار میں ہے جبکی طرف چاہے ڈال دے اگر زینب کو کہے گا اوس

باقی عورت سے کی یا اس سے دو قسم تین ہیں دو۔ اس پر مائیں اور ایک اس پر ۵ بالعکس تو یہ چھ یہاں اگر بارہ ہوئیں اور تین صور تخصیص دو دوسرہ تقسیم سے ضرب کھا کر چھتیس چھتیس اٹھاون ۵۸۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱-۲-۳-۴-۵ ذیل میں بیاض ہے۔

مین طلاقیں ہوجائینگی اور ہندہ کو تو اوسپر۔ تنویر میں ہے لوقال امرأتی طالق ولہ امرأتان اوثلاث تطلق واحدۃ منھن ولہ خیار التعیین ردالمحتار میں ہے لا فرق فی ذلک بین المعلق والمنجز وکذا لا فرق بین حلفہ مرۃ اواکثر فلہ صرف الاکثر الی واحدۃ ففی البزازیۃ عن فوائد شیخ الاسلام قال حلال اللّٰہ علیہ حرام ان فعل کذا وفعلہ وحلف بطلاق امرأتہ ان فعل کذا وفعلہ ولہ امرأتان فاراد ان یصرف ھذین الطلاقین فی واحدۃ منھما اشار فی الزیادات الی انہ یملک ذلک اور جبکہ وہ خالی الذہن تھا کسی لفظ سے کسی عورت کی نیت نہ کی تھی لیکن یہ الفاظ خالی نہیں جاتے اور شرع اوسے تعیین کا اختیار دیتی ہے تو ظاہر اوسپر لازم نہیں کہ تینوں طلاقیں ایک ہی عورت پر ڈالے جبکہ ایک پر ایک اور ایک پر دو ڈال سکتا ہے اور دونوں پر یہ طلاق رجعی ہونی چاہیئے جبکہ اس سے پہلے دو والی کو ایک اور ایک والی کو دو طلاقیں نہ دے چکا ہو پھر اگر دونوں کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہے تو عدت کے اندر رجعت کرلے دونوں بدستور اوسکی زوجہ رہینگی ہاں آئندہ کبھی اگر دو والی کو ایک یا ایک والی کو دو طلاقیں دیگا تو تین ہوجائینگی اور پھر بے حلالہ اوس سے نکاح نہ کرسکیگا **اقول** والدلیل علٰی جواز التفریق مامر عن البزازیۃ عن شیخ الاسلام عن اشارۃ محمد انہ یملک الصرف الی واحدۃ ان اراد فقط افاد انہ یملک التفریق ان شاء والثلاث والاربع والاثنان فی ذلک سواء ولیس قولہ طلقت طلقت وامرأتہ طالق امرأتہ طالق امرأتہ طالق کقولہ طلقت امرأتی ثلاثا وامرأتی طالق ثلاثا فان ھنا قد افھم المغلظۃ فلا یملک التخفیف بالتفریق مع ان المروی عن الامام فیہ ایضا خیار التفریق غیر انہ تقع علی کل منھن واحدۃ بائنۃ لئلا یلغی وصف الاصل فی ردالمحتار رأیت بخط شیخ مشائخنا الرحمتی عن المنیۃ لوکان لرجل ثلاث نساء فقال امرأتی ثلاث تطلیقات تقع ثلاث لکل واحدۃ وعند ابی حنیفۃ لکل واحدۃ منھن طلاق بائن وھو الاصح اھ۲ **اقول** ای الااذا بین وعین احدٰیھن فعلیھا الثلاث فلا مخالفۃ فیہ لمسألۃ خیار التعیین خلافا لما فھم العلامۃ الشامی اما ھنا فکل کلمۃ علٰی حدۃ وکل تحتمل کل امرأتہ ولا ترجیح فالیہ البیان فان شاء جمع الکل علی حدۃ وان شاء فرق فاذا فرق فالواقع علی کل رجعیۃ اذ لا اصل ھھنا موصوفا بالبینونۃ وبہ انحل مافی ردالمحتار وباللّٰہ التوفیق واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۹ :- ۲۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو زوجہ ہیں جھمی اور بشیرن اور اوس نے دوبار یا تین بار کہا میری عورت کو طلاق اور کسی عورت کا نام نہ لیا تو اون میں کس پر اور کتنی طلاقیں پڑینگی۔ بینوا توجروا

الجواب :- صورۃ مستفسرہ میں یا تو وہ دونوں عورتیں مدخولہ ہونگی یا دونوں غیر مدخولہ یا ایک مدخولہ ایک

غیر مدخولہ اور ہر صورت میں یا تو ایک کی تخصیص کرے گا کہ میں نے اسی کو طلاقیں دی تھیں یا دونوں کو دینا بتلائے گا تو یہ چھ صورتیں ہوئیں اور بہر تقدیر لفظ مذکور دوبار کہا یا تین بار تو مجموع بارہ ہیں جن میں ہر جگہ مدخولہ کے اس لحاظ سے کہ اوسے پہلے ایک طلاق دیچکا ہے یا دو یا نہیں چار کیں بلکہ اٹھاون ہو جائینگی ان سب کا حکم چار اصل کلی سے نکل سکتا ہے **اول** غیر مدخولہ بتفریق طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتی یعنی غیر مدخولہ کو یوں کہے کہ اوسپر دو طلاق یا اوسپر تین طلاق جب تو اوسپر دو یا تین طلاقیں ہونگے اور اگر دو یا تین یوں کہا کہ تجھے طلاق تجھے طلاق تو ایک ہی طلاق ہو کر نکاح سے نکل جائیگی باقی لغو جائینگی **دوم** مدخولہ جمعا و تفریقا ہر طرح تین طلاق تک کی صالحہ ہے زیادہ کی نہیں کہ تین سے آگے طلاق ہی نہیں تو جس مدخولہ کو کبھی ایک طلاق دیچکا تھا اب اوسے دو سے زائد نہیں دے سکتا اور جسے دو دیچکا اوسپر ایک سے زیادہ نہیں ڈال سکتا اگر زیادہ دیگا باقی لغو ہو جائیگی **سوم** کلام جبتک مؤثر بن سکیگا لغو نہ ٹھہرائیں گے اور ایسا دعوی جس میں کوئی حصہ کلام کا لغو ہو جاتا ہو تسلیم نہ کریں گے۔ **چہارم** جسکے پاس دو زوجہ ہوں اور وہ بلا تعیین اپنی عورت کو طلاق دے تو اوسے اختیار ہے کہ وہ طلاق اون میں سے جسکی طرف چاہے پھیرے تعیین مطلقہ میں اوسکا بیان معتبر ہوگا جبتک اوس کے قبول میں کلام کا لغو ہونا نہ لازم آتا ہو یہ چاروں اصول جابجا کتب فقہ میں مصرح ہیں۔ پس اگر چھمی بشیرن دونوں مدخولہ ہیں تو اب اون میں سے جسکی تخصیص کریگا دو یا تین جتنی طلاقیں دی ہیں سب اوسی پر پڑینگی دوسری پر کچھ نہیں بشرطیکہ وہ اتنی طلاقوں کی صلاحیت رکھتی ہو مثلا دو بار لفظ مذکور کہا تو اب جسکی تخصیص کرتا ہے اوسے دو طلاقیں کبھی نہ دی ہوں یا تین بار کہا تو اصلا نہ دی ہو ورنہ جسقدر کی اسمیں صلاحیت ہے اوتنی اوسپر باقی دوسری پر پڑینگی جبکہ اوسمیں کل باقی کی صلاحیت ہو ورنہ ایک طلاق بناچاری لغو ٹھہریگی مثلا دو بار کہا اور چھمی کی تخصیص کی اور اوسے پہلے دو بار دیچکا تھا تو اس بار اوسپر ایک ہی پڑکر وہ تین طلاقوں سے مطلقہ ہو جائیگی اور اگر تین بار کہا اور اس سے پہلے ایک دیچکا تھا تو اب اوسپر دو ہی پڑکر تین ہو جائینگی اور دونوں صورتوں میں باقی ایک بشیرن پر پڑے گی اور اگر چھمی کو دو دیچکا تھا اب تین بار کہا تو اوسپر ایک پڑکر تین ہو گئیں اور باقی دو بشیرن پر پڑینگی جبکہ بشیرن کو پہلے دو نہ دیچکا ہو ورنہ ان دو باقیماندہ سے ایک ہی بشیرن پر پڑکر اوسکی بھی تین ہو جائینگی اور ایک مجبورانہ لغو جائیگی کہ اوسکے لئے کوئی محل نہیں اور اگر دونوں کو دینا بتاتا ہے تو ہر ایک پر ایک ایک تو ضرور پڑیگی رہی تیسری اگر اوسکی صلاحیت کسی میں نہیں تو لغو جائیگی اور خاص ایک میں ہے تو اوسی پر پڑیگی اور دونوں میں ہیں تو وہ جسے بتائیگا اوسپر ہوگی مثلا چھمی بشیرن دونوں پہلے دو دو طلاقیں پا چکی تھیں تو اب ہر ایک پر ایک ایک پڑکر تین تین ہو گئیں تیسری بیکار اور اگر مثلہ چھمی کو دو ہو چکی تھیں اور بشیرن کو ایک تو یہ تین جو دونوں کو دیں ان میں کی دو خاص بشیرن پر پڑینگی اور چھمی پر ایک اگرچہ وہ اس کا عکس بتاتا ہو کہ میں نے چھمی پر دو ڈالیں بشیرن پر ایک اور اگر دونوں کو ایک ایک طلاق ہو چکی تھی یا ایک بھی نہ ہوئی تھی یا ایک کو ایک دوسری کو اصلا نہ ہوئی تھی تو دونوں ان تین میں سے دو کی قابل ہیں جسپر دو بتائے گا اوسپر ان میں کی دو پڑینگی اور جسپر ایک اوسپر ایک اور اگر دونوں غیر مدخولہ ہیں تو ایک کی تخصیص اصلا قبول نہ ہوگی کہ باقی کی لغویت لازم آتی ہے

ل دونوں مدخولہ ہونے میں چھ صورتیں ہیں کہ دونوں سادہ ہوں یعنی اس سے پہلے کسی کو کوئی طلاق نہ دی تھی یا دونوں کو ایک ایک دے چکا تھا۔ یا دو دو۔ یا ایک سادہ دوسری کو ایک۔ یا ایک سادہ دوسری کو دو۔ یا ایک کو ایک دوسری کو دو۔ اور ایک مدخولہ دوسری غیر مدخولہ میں تین صورتیں ہیں کہ وہ مدخولہ سادہ ہو یا ایک پا چکی ہو یا دو تو یہ نو ہوئیں اور دسویں وہ کہ دونوں غیر مدخولہ۔ ان دسوں پر محتمل ہے کہ ایک کی تخصیص کرے یا دونوں کو دینی کہے بیس ہوئیں۔ ان بیسوں پر احتمال ہے کہ لفظ دو بار کہا یا تین بار چالیس ہوئیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالی عنہ،

لہ اس لئے کہ ان دس صورتوں میں چھ صورتیں اختلاف حال زوجہ کی ہیں یعنی چوتھی سے ۹ جس میں ایک سادہ اور دوسری کو ۲ ہو چکی ہے نویں ۲ ایک مدخولہ اور دوسری غیر مدخولہ ہے ۱۲ اور چار صورتیں دسوں سے متعلق ہونے والی ہیں دو کی تخصیص دو کی تقسیم ان صورتوں سے ان چار شکلوں میں جن میں حال زوجتیں متفق ہے کوئی اختلاف نہ پڑے گا جس کی چاہو تخصیص مان لو یا تین قسم کی تقسیم جس پر طلاق چاہو دو اور دوسری پر ایک واقع مان لو حکم ایک ہی رہے گا۔ لہذا یہ چاروں چار سے ملکر سولہ ہوئیں اور اسی طرح ان چھ صورتیں اختلافیہ میں تقسیم دو سے کوئی فرق نہ آئے گا کہ ہر ایک پر ایک پڑیگی اور بے شک وہ دونوں ایک حال کی ہوں ایک کے پڑنے کی ضرور صالحہ ہیں ورنہ اسکے نکاح میں نہ ہوتیں پر چھ مسئلے طلاق چھ ہی رہی۔ سولہ اور چھ بائیس مگر بحالت تخصیص دو یا سہ مائیکہ سہ یہ چھ مختلف الحکم ہوں گی کہ تخصیص ۲ یا ۳ کی اس

بلکہ ہر طرح دونوں پر ایک ایک پڑیگی اور اگر تین بار کہا تھا تو تیسری عبث جائیگی اور اگر مدخولہ و غیر مدخولہ ہیں اور تخصیص غیر مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول نہ ہوگی بلکہ دو کی صورت میں دونوں پر ایک ایک پڑے گی اور تین کی صورت میں غیر مدخولہ پر ایک اور باقی دو مدخولہ پر اگر اوسے پہلے دو نہ دے چکا ہو ورنہ اوسپر بھی ایک ہی اور تیسری بیکار اور اگر تخصیص مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول ہوگی جبکہ دو کی صورت میں اوسے پہلے دو اور تین کی صورت میں پہلے ایک یا دو نہ دے چکا ہو ورنہ ایک یا دو مدخولہ پر پڑ کر باقی ایک غیر مدخولہ پر پڑ جائینگی اور اگر دونوں کو دینا بتاتا ہے تو غیر مدخولہ پر ایک ہی پڑیگی اگرچہ اوسپر تین میں سے دو بتاتا ہو باقی مدخولہ پر بشرطیکہ تین کی صورت میں اوسے پہلے دو نہ دی ہوں ورنہ اوسپر بھی ایک پڑیگی اور ایک عبث۔ غرض تقسیم طلاق و تخصیص غیر مدخولہ کے احکام یکساں ہونگے خانیہ میں ہے لوکان لہ امرأتان لم یدخل بھما فقال امرأتی طالق امرأتی طالق بانتا وان قال اردت واحدۃ منھما لا یصدق وکذا لو قال امرأتی طالق وامرأتی طالق وکذا العتق ولوکان دخل بھما فقال امرأتی طالق امرأتی طالق کان لہ ان یوقع الطلاقین علی احدھما جو ہمارے اس بیان کو سمجھ لے وہ اس مسئلہ کے تمام باقی صدہا صور کے بھی احکام نکال سکتا ہے مثلاً دو زوجہ کی حالت میں یہ لفظ چار یا پانچ یا چھ بار کہا یا تین کی حالت میں دو سے نو تک یا چار کی صورت میں دو سے بارہ تک کہ اس سے زائد جو کچھ ہے وہ مطلقاً فضول ہوگا کما لا یخفی رہا ایک ہی بار کہنا اوس کا حکم سب صور میں یہی ہے کہ جسپر چاہے ڈال سکتا ہے کہ کم سے کم ایک کی صلاحیت تو ہر زوجہ میں ضرور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از بھیکم پور۔ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ حرہ کو یہ ہدایت کی کہ فلاں رشتہ دار میرا تیرا دشمن ہے لہذا تو اوس سے مراسم اتحاد ترک کر زوجہ نے نہ مانا زید نے بموجودگی چند اشخاص زوجہ کو طلاق دی اور عدت منقضی ہو چکی ہے۔ اب زید رجوع کیا چاہتا ہے اور کہتا ہے میں نے ایک یا دو بار اس موقع پر جہاں طلاق واقع ہوئی تھی طلاق دی تھی تین مرتبہ نہیں کہا تھا۔ اشخاص موجودین موقع و زوجہ مطلقہ بیان زید کی تصدیق کرتے ہیں۔ مگر عمرو و ہندہ و صفیہ کا بیان ہے کہ جب ہم سے ملا تھا اور ہم نے اوس سے کیفیت واقعہ طلاق کو اپنے مکان پر دریافت کیا تو زید نے ہمارے سامنے تین مرتبہ یہ کلمہ کہا کہ (میں طلاق دیتا ہوں) زید بیان عمرو وغیرہ کے تصدیق نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے عمرو وغیرہ میرے مخالف ہیں اور براہ مخالفت جو مجھ سے رکھتے ہیں یہ کہتے ہیں تاکہ میری عورت مغلظہ ہو جائے اور میں عورت سے رجوع نہ ہونے پاؤں ورنہ ظاہر ہے کہ موقع طلاق پر علیحدہ تین مرتبہ کہنے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ عمرو وغیرہ نے مجھ سے کیفیت دریافت کی میں نے صورت واقعہ ظاہر کی۔ اس صورت میں زید بتجدید نکاح اپنی زوجہ سے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں اور تحلیل کی ضرورت تو نہ ہوگی۔ اور اگر موقع وقوع طلاق سے علیحدہ ہو کر دوسرے مقام پر عمرو وغیرہ کے سامنے تین مرتبہ جملہ مذکورہ کہنا تسلیم کیا جائے تو وہ جملہ متصور ہوگا یا واقع کرنے والا طلاق مغلظہ کا۔ مترصد کہ بجوالہ کتاب زید کو بشرح ہدایت فرمائی جائے۔ بینوا توجروا

الجواب: صورت واقعہ اگر یونہی ہے تو طلاق مغلظہ ہرگز ثابت نہیں زید حرہ سے بے حاجت تحلیل نکاح کرسکتا ہے۔ عمرو وہندہ وصفیہ میں اگر ایک ہی شخص ثقہ عادل شرعی نہیں اگرچہ باقی دو بر وجہ کمال عدالۃ شرعیہ رکھتے ہوں جب توظاہر ہے کہ نصاب شہادت کامل نہیں اور آج کل عدالۃ شرعیہ مردوں میں کم ہے نہ کہ زنان ناقصات العقل والدین کہ اون میں ثقہ شرعیہ ہندوستان میں شاید گنتی کی ہوں کما بیناہ فی کتاب الشہادۃ من فتاوینا اسی طرح اگر اون میں کوئی شخص زید سے عداوت ظاہرہ دنیویہ اس حد پر رکھتا ہے جسکے باعث باوصف عدالت اوسکے حق میں متہم ہو جب بھی حسب فتوائے ائمہ متاخرین اسکی گواہی زید کے ضرر پر مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے تقبل من عدو بسبب الدین اولا ثم من المتدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لایامن من النقول علیہ اسی طرح اگر زید نے مکان عمرو پر دو جملہ اوسوقت کہا ہو کہ حرہ کی عدت گذر چکی ہو فان انقضاء العدۃ یجعلھا اجنبیۃ خارجۃ عن محلیۃ الطلاق اور اگر ان سب سے قطع نظر کیجئے بلکہ مان ہی لیجئے کہ زید نے جملہ مذکورہ ضرور کہا اور ایام عدت کے اندر ہی کہا اور اسقدر شک نہیں کہ یہ جملہ زمان حال بتاتا ہے نہ زمان ماضی تو حکایت طلاق سابق نہ ہوگا بلکہ جبکہ لفظ اسی قدر ہیں کہ "میں طلاق دیتا ہوں" اور اس میں کچھ نام و ذکر نہیں کہ کسے دیتا ہوں نہ بیان کوئی قرینہ واله ارادہ تطلیق حرہ پر دال تو حرہ پر وقوع طلاق کا حکم نہ ہوگا جبتک زید اقرار نہ کرے کہ میں نے ان لفظوں سے اوسے طلاق دینے کا قصد کیا تھا۔ خلاصہ وہندیہ میں ہے سکران ھربت منہ امرأتہ فتبعھا ولم یظفر بھا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع۔ بزازیہ وانقرویہ میں ہے فرت ولم یظفر بھا فقال سہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا۔ بحر الرائق میں ہے لوقال طالق فقیل من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ اھ فقد علق الوقوع علی اقرارہ انہ عنی امرأتہ۔ اور اگر بالفرض وجود قرینہ بھی تسلیم کرلیں تاہم جب کلام میں عورت کی طرف اصلا اضافت نہیں تو زید کا قول کہ میں نے طلاق حرہ کی نیت نہ کی قسم کے ساتھ مان لیا جائیگا اور طلاق مغلظ کا حکم نہ ہوگا محیط وخانیہ وہندیہ میں ہے سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابونصر عن سکران قال لامرأتہ اتریدین ان اطلقك قالت نعم فقال اگر تو زن منی یك طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی اخرجی من عندی وھو یزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ۔ نیز عالمگیری میں ہے فی الفتاوی رجل قال لامرأتہ اگر زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لم انو الطلاق لانہ لما حذف فلم یکن مضیفا الیھا۔ درمختار میں ہے لوقال ان خرجت یقع الطلاق اولا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیھا۔ بزازیہ وخانیہ میں ہے یقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقھا ویحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول قولہ۔ بالجملہ صورت مستفسرہ میں اگر عمرو وہندہ وصفیہ کا بیان صحیح بھی مانا جائے تاہم کسی طرح تین طلاقیں ہونا ثابت نہیں البتہ اگر واقع میں زید نے ایام عدت کے اندر انشائے طلاق حرہ کی نیت سے دو بار بھی جملۂ مذکورہ

ہی یا اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو ایک ہی بار بہ نیت ایقاع طلاق کہا ہو تو عند اللہ حرہ پر طلاق مغلظ ہوگئی اگر زید غلط انکار کریگا مفتی کا فتوی نفع نہ دیگا اللہ سے ڈرے اور جو امر واقع ہوا اوس پر عمل کرے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۱:- از صدر بریلی ۱۵ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوج کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی اور بیوی کہتی ہے کہ دی اور دونوں قسم کھاتے ہیں اور زوجہ ایک کاغذ پیش کرتی ہے کہ جس میں طلاق لکھی ہوئی ہے آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں بینوا توجروا

الجواب:- مرد کی قسم معتبر ہے عورت کی قسم فضول ہے جب گواہ نہیں مرد کو اقرار نہیں اوس کاغذ کو وہ اپنا لکھا مانتا نہیں۔ تو طلاق ہرگز ثابت نہ ہوگی ہاں اگر واقع میں طلاق دیدی ہے اور جھوٹ انکار کرتا ہے تو اوسکا وبال اور سخت عذاب اوسپر ہے۔ عورت خوب جانتی ہے کہ اس نے طلاق دیدی تھی تو اگر وہ طلاق رجعی تھی تو کچھ حرج نہیں اور اگر بائن تھی تو عورت کو اوس سے کہنا چاہئے کہ تونے طلاق نہیں دی سہی از سر نو نکاح میں کیا حرج ہے اور مرد کو چاہئے کہ تجدید نکاح کرلے اور اگر عورت جانتی ہے کہ وہ تین طلاقیں دیچکا ہے تو جس طرح ممکن ہو اوس سے بھاگے نجات حاصل کرے اپنا مہر وغیرہ چھوڑنے کے بدلے اوس سے طلاق مل سکے تو یوں لے نہ ممکن ہو تو عذاب اوسپر رہیگا جبتک یہ خود اوسکے پاس جانے کی رغبت نہ کریگی واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۲:- از شہر بریلی ذخیرہ مرسلہ کرامت حسین

ماقولکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالیٰ کہ زید کہتا ہے کہ میں نے دو طلاق اپنی زوجہ کو دی ہیں اور زوجہ کہتی ہے کہ مجھے علم طلاق دینے کا نہیں ہے اور گواہ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی ہیں آیا قول زید کا معتبر ہوگا یا گواہوں کا مع تصحیح نقل بیان فرمائیے فقط

الجواب:- اگر دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں نمازی پرہیزگار ثقہ عادل قابل قبول شرع گواہی شرعی دینگے تو تین طلاقیں ثابت ہوجائینگی زید کا انکار نہ سنا جائیگا اور اگر ایسے گواہ نہیں تو زید سے قسم لی جائیگی اگر اوس نے قسم کھانے سے انکار کردیا جب بھی تین طلاقیں ثابت ہوجائینگی اور اگر قسم کھالیگا کہ میں نے صرف دو ہی طلاقیں دی ہیں تیسری طلاق نہ دی تو دو ہی ثابت ہونگی پھر اگر جھوٹی قسم کھالی تو اوس کا وبال زید پر ہوگا عورت پر الزام نہیں گواہ شرعی نہ ہوں تو قسم لینے کے لیے عورت کا گھر میں اوس سے قسم لے لینا کافی ہوگا والمسائل کلھا منصوص علیھا فی کتب المذھب کالدر المختار وغیرھا واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۸۳:- محمد ارشاد علی صاحب معلم درجہ اول عربی مدرسہ عالیہ ریاست رامپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوگوں کے روبرو صرف یہ کہا کہ فلاں کو

طلاق زوجہ وغیرہ کسی کا نام نہیں لیا پھر کہا عزیز الرحمٰن کے باپ کی بیٹی فلاں کو طلاق بلاذکر نام زوجہ کے اور اس شخص کے علاوہ مطلق کی بی بی کے اور بھی کئی بیٹیاں ہیں بعد کو جب ایک شخص نے کہا یہ فلاں فلاں کیا کہتا ہے تب کہا آمنہ خاتون کو طلاق اور اس کی بیوی کا نام آمنہ خاتون ہے غرض پہلے جو طلاق مطلق اور مبہم تھی اسکو اقرار ثالث میں بالکل متعین کرکے بیان کیا ہے تو اس صورت میں اسکی بی بی پر کتنی طلاقیں واقع ہوگئیں جواب مدلل کتب فقہ سے مرحمت ہو۔

الجواب: صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں وقد فسر المبھم منصہ بعض السوال واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸: از شاہجہانپور محمد خلیل مرسلہ مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپوری ۱۳ ذی القعدۃ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر کسی دوسرے شہر میں ہے اور اوس نے طلاق تحریر کرکے اور رجسٹری بھی حسب قانون انگریزی اسپر کراکے بذریعہ ڈاک کے پاس اولیائے ہندہ کے ارسال کی تو اب سوال یہ ہے کہ تحریری طلاق حالانکہ اوس کاغذ پر شہادت بھی گواہوں کی لکھی یہ شرعًا معتبر ہے یانہیں اور بحالت عدم اعتبار ہندہ کو نکاح ثانی اپنا دوسرے شخص سے کرنا یا ولی ہندہ کو ہندہ کا نکاح کسی شخص ثانی سے کرادینا جائز ہے یانہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: ایسی مرسوم معہود تحریر مطلقًا معتبر وموجب وقوع طلاق ہے جبکہ بلا اکراہ ہو نص علی ذلک فی الاشباہ والبحر والدر والخانیۃ والھندیۃ وسائر الاسفار الغر تو واقع میں اگر یہ تحریر شوہر ہندہ نے برضائے خود لکھی دیانۃً ضرور طلاق واقع ہوگئی۔ رہا یہ کہ زن واولیائے زن اسپر کہاں تک کاربند ہوسکتے ہیں اسکی تین صورتیں ہیں اگر شوہر اس تحریر کا اقرار کرتا ہے تو ثبوت طلاق ظاہر اور اگر منکر ہے تو ہرگز معتبر نہیں جبتک حجت شرعیہ قائم نہ ہو۔

فان الخط یشبہ الخط فلا یعتبر والقاضی انما یقضی بالحجۃ لا بمجرد الخط وقد حققناہ فی کتاب الصوم من فتاونا والکثیر فیہ من المنقول عن الائمۃ الفحول اور اگر اقرار انکار کچھ معلوم نہیں مثلًا ہنوز اوس شہر سے واپس نہ آیا اس صورت میں اکبر رائے وغلبۂ ظن ان کے لیے حجت کاربندی ہے اگر اس خط کی صحت میں شبہ ہو تو ہندہ کو ہرگز حلال نہیں کہ اپنے آپ کو مطلقہ سمجھکر بعد عدت نکاح ثانی کرلے اور اگر اونھیں اطمینان قلب حاصل ہے کہ یہ خط اوس کا ہے تو نظر بظاہر اوس پر عمل کرسکتے ہیں شرعًا کافی لرخصۃ العمل ومغنی حاجت الاثبات میں فرق زمین وآسمان کا ہے ولہذا اگر شوہر انکار واعتراض سے پیش آئے اونکی اکبر رائے کام نہ دیگی اور پھر ثبوت بہ حجت شرعیہ کی حاجت پڑیگی خانیہ میں ہے

لوان امرأۃ غاب عنہا زوجہا فاخبرہا مسلم ثقۃ ان زوجہا طلقہا ثلثا او مات عنہا او کان غیر ثقۃ فاتاھا بکتاب من زوجہا بالطلاق وھی لاتدری ان الکتاب کتاب زوجہا ام لا الا ان اکبر رأیہا انہ حق لاباس بان تعتد وتزوج ہندیہ میں ہے ذکر فی کتاب الاقضیۃ ان کتب الخلیفۃ الی قضاتہ اذا کان الکتاب فی الحکم بشہادۃ شاھدین شہدا عندہ بمنزلۃ کتاب القاضی الی القاضی لایقبل الا بالشرائط التی ذکرناھا واما کتابہ انہ ولی فلانا او عزل فلانا فیقبل عنہ بدون تلک الشرائط

ویعمل بہ المکتوب الیہ اذا وقع فی قلبہ انہ حق ویمضی علیہ وھو نظیر کتاب سائر الرعایا بالشیئ من المعاملات فانہ یقبل بدون تلک الشرائط ویعمل بہ المکتوب الیہ اذا وقع فی قلبہ انہ حق کذا ھنا اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۵ :- از بروڈہ ملک گجرات موتی باغ بریا مرسلہ سید غلام سرور صاحب ۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

شرع محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عالم اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ ایک شخص نے اجمیر شریف سے جاکر اپنی عورت کو بڑودہ میں بذریعہ خط ایک طلاق بنام جماعت لکھ کر روانہ کیا میری عورت کو کہدینا میں نے ایک طلاق اپنی عورت کو دی جماعت نے عورت کو خط سُنا دیا دو مہینے کے بعد بڑودہ میں آیا عورت نکاح میں رہی یا نکل گئی مطابق سوال کے جواب عطا فرمائیے ثواب آپ کو خداوند تعالٰی عطا فرمائے گا۔

الجواب :- اگر واقع میں اوس شخص نے یہ خط آپ لکھا یا دوسرے کو عبارت مذکورہ بتاکر لکھوایا کہ میری عورت کی نسبت یہ الفاظ لکھدے تو جوقت اوسکے قلم یا زبان سے یہ لفظ نکلے اسیوقت سے عورت پر ایک طلاق پڑگئی اور اوسی وقت سے عدت کا شمار ہوگا اگرچہ یہ خط بڑودہ نہ پہنچتا یا وہ خود ہی لکھ کر نہ بھیجتا یا مکتوب الیہم عورت کو نہ سُناتے کہ جو الفاظ طلاق لکھے یا بتائے جب اون میں کوئی شرط نہیں کہ یہ خط جب پہنچے یا سُنایا جائے اوسوقت طلاق ہو تو اون کا لکھنا یا بتانا ہی طلاق کا موجب ہوگیا بھیجنے پہنچنے سنانے پر توقف نہ رہا مگر از انجا کہ طلاق رجعی ہے عورت نکاح سے نہ نکلیگی جبتک عدت نہ گذر جائے۔ ایام عدت میں بے تجدید نکاح عورت سے رجعت کرسکتا ہے مثلاً زبان سے کہدے میں نے اوسے اپنے نکاح میں پھر لیا بدستور اسکی زوجیت میں باقی رہیگی جس میں عورت کی رضامندی بھی ضرور نہیں اور اگر عدت گزرگئی تو برضائے عورت اوس سے از سرنو نکاح کرسکتا ہے کچھ حلالہ کی حاجت نہیں جبکہ اس سے پہلے دو طلاقین نہ دیچکا ہو۔ اور اگر واقع میں یہ اوس شخص کا کام نہیں بلکہ کسی اور نے بطور خود اسکے نام سے لکھ بھیجا ہے تو طلاق نہ واقع ہوئی کہ دوسرے کی دی ہوئی طلاق جبتک شوہر نافذ نہ کرے محض بے اثر ہوتی ہے ولہذا اس خط کے ذریعہ سے لوگوں کے نزدیک طلاق اوسیوقت ثابت ہوگی جبکہ اوسے اس خط کا اقرار ہو یا انکار کرے تو گواہان عادل شرعی گواہی دیں کہ اس نے ہمارے سامنے یہ کارروائی کی بغیر اس کے صرف اتنی بات کہ خط اسکے ہاتھ کا لکھا معلوم ہوتا ہے بکار آمد نہیں ہاں اگر واقع میں یہ کارروائی اسکی تھی اور منکر ہوگیا اور گواہ نہیں تو اوسکا وبال اوسی پر ہے عورت پر گناہ نہیں مبسوط امام محمد وخلاصہ وبزازیہ واشباہ وشافی وکفایہ وردالمحتار میں ہے ان کتب علی وجہ الرسالۃ مصدرا ومعنونا وثبت ذلک باقرارہ او بالبینۃ فکالخطاب فتاوی قاضی خاں و عالمگیری میں ہے ان ارسل الطلاق فما کتب یقع ویلزمھا العدۃ من وقت الکتابۃ وان علق بمجیئ الکتاب فما لم یجیئ الیھا لا یقع ملخصا خانیہ میں ہے رجل قال لغیرہ اخبر امرأتی بطلاقھا اوقل لھا انھا طالق طلقت الحال کما لو قال اکتب الی امرأتی انھا طالق اھ ملخصا ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یعتبر

اس مسئلہ کی باقی تحقیق ہمارے فتاوی میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹ :۔ از ملک چھتیس گڈھ شہر رائپور محلہ بیجناتھ باڑہ مکان منشی رحیم بخش عرضی نویس
مرسلہ منشی محمد اسحٰق صاحب ۱۰ رجب ۱۳۱۲ھ

بخدمت سراپا برکت جناب فیض مآب منبع علوم سبحانی ومعدن فیوض یزدانی جامع فروع واصول مولنا صاحب سلمہ اللہ تعالٰی۔ بعد از آداب کے بندہ محمد اسحٰق عرض رساں ہے کہ حضور پُرنور کا فتوٰی پہنچا کمال درجہ کی خوشی حاصل ہوئی اللہ تعالٰی آپ کو اجرِ عظیم بفحوائے خیر الناس من ینفع الناس عطا فرمائیگا التماس خدمت بابرکت میں یہ ہے کہ طالعورخاں اقرار کرتا ہے ایک مرتبہ نہیں ہزار مرتبہ اقرار کرچکا ہے فقط اوس کا مقولہ یہ ہے کہ بیشک یہ خط تو میں نے تحریر کیا ہے اب اسکے موافق مجھے شرع سے کیا حکم ہوتا ہے اور جب یہ خط آیا تو سرمست خاں صاحب نے طالعورخاں کی زوجہ عمدہ اور اوسکے والد نجم خاں کو حرف بحرف پڑھکر سنا بھی دیا اس صورت میں یہ معلوم کرنا منظور ہے کہ از روئے شرع عمدہ کے حق میں کیا حکم ہے طالعورخاں اوسپر اپنے ساتھ نکاح کرلینے کا جبر کرسکتا ہے یا نہیں اور عمدہ کو بوجہ اسکے کہ عدت گزرچکی جس سے چاہے نکاح کرلینے کا اختیار ہے یا نہیں اور حکم وقوع طلاق میں کیا صرف پہلے خط کو دخل ہے یا اوروں کو بھی۔ بینوا توجروا

الجواب : جبکہ طالعورخاں اسی خط کے لکھنے کا مقر ہے اور سرمست خاں نے حسب درخواست طالعورخاں یہ خط اون دونوں کو حرف بحرف سُنا بھی دیا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو مستفسرہ میں عمدہ کے حق میں حکم شرع یہ ہے کہ اوسپر دو طلاقیں بائن ہوگئیں ایک تو اوسیوقت جبکہ طالعورخاں نے یہ لفظ لکھے تھے کہ آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اوسکا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کردو کہ دوسرے سے نکاح زن کی اجازت دینی بیشک کنایاتِ طلاق سے ہے اور اس خط کی عبارت اول تا آخر نیت ازالہ نکاح میں ظاہر کما لایخفی علی کل ماھر وقد بیناہ فی ماسبق اور ان کنایوں سے طلاق بائن ہی پڑتی ہے کنز الدقائق میں ہے فی غیرھا بائنۃ وھی بائن حرام ابتغی الازواج اھ ملخصا تو بمجرد تحریر خط طلاق ہوگئی اور اسیوقت سے عدت کا شمار لیا جائے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے ان من الطلاق فکتب فتلزمھا العدۃ من وقت الکتابۃ اھ ملخصا اور دوسری اوسوقت جبکہ یہ خط حرف بحرف عمدہ اور اوسکے والد کو سرمست خاں نے سُنا یا کہ طالعورخاں کا لکھنا سرمست خاں سنادیتا کہ اوسپر طلاق شرعًا واجب ہوجائے طلاق معلق تھی تو جب شرط ایام عدت میں پائی گئی یہ طلاق بھی واقع ہوئی اور از انجا کہ پہلی طلاق بائن تھی یہ دوسری بھی خواہی نخواہی بائن ہوگئی ردالمحتار میں ہے اذا لحق الصریح البائن کان بائنا لان البینونۃ السابقۃ علیہ تمنع الرجعۃ کما فی الخلاصۃ بالجملہ عمدہ پر واجب کہ اپنے آپ کو طالعورخاں کے نکاح سے باہر سمجھے طالعورخاں کو اوسپر ہرگز جبر نہیں پہنچتا عمدہ کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے کہ طلاق بائن سے عورت خود مختار ہوجاتی ہے درمختار میں ہے انما تملک نفسھا بالبائن اور جبکہ پہلے ہی خط سے بائن طلاق پڑی اور عدت گذرچکی تو بعد کے خطوط کو وقوع طلاق میں کچھ دخل نہیں عالمگیری میں ہے شرطہ قیام القید فی المرأۃ من نکاح اوعدۃ کذا فی المحیط السرخسی اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔ از بریلی محلہ نیم کی چڑھائی مرسلہ چودھری اشتیاق احمد ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کو بذریعۂ تحریر کے یہ اطلاع دی کہ میں نے اپنی زوجہ کو علیحدہ کر دیا جس پر خالد نے یہ تحریر کر دیا کہ مہربانی کر کے مطلع کیجئے کہ آپ نے اپنی زوجہ ثانیہ کو طلاق دیدی زید نے خالد کی تحریر کے نیچے تحریر کر دیا جی ہاں اور بعد اسکے اپنے دستخط کر دیے کیا زید کی زوجہ ثانیہ کو اس تحریر سے طلاق واقعہ ہوگئی اور زید کو رجوع کا موقعہ نہ رہا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر زید مقر ہو یا گواہان شرعی سے ثابت ہو کہ یہ دونوں تحریریں اوسکی ہیں تو عورت نکاح سے نکل گئی رجوع نہیں کر سکتا ہاں بے حلالہ نکاح دوبارہ برضائے زوجہ کر سکتا ہے اگر اس سے پہلے کبھی اوسے دو طلاقیں نہ دیچکا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۶:۔ از ہانسی ضلع حصار ڈاکخانہ خاص مسئولہ محمد ظہیر الدین و محمد نظیر الدین عطاران ۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین وارباب تمکین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ کو کھانے پینے کی تکلیف دیتا تھا لہٰذا مسماۃ ہندہ کے والد نے بوجہ اپنی لڑکی کی تکلیف دفع کرنے کے پنچایت کو جمع کر کے فیصلہ چاہا حالانکہ زید پنچایت کے جمع کرنے پر راضی نہ تھا پنچایت نے یہ فیصلہ کیا کہ مسمی زید اپنی بیوی مسماۃ ہندہ کو مبلغ ماہوار دیا کرے جسکا ایک کاغذ بھی لکھا گیا بایں مضمون کہ اگر زید مذکور اپنی بیوی مسماۃ ہندہ مذکورہ رقم مجوزہ نہ دیگا تو ہندہ کو طلاق واقع ہو جاویگی جو بغرض دھمکی پنچایت نے لکھوایا تھا نہ کہ طلاق کی نیت سے زید نے نہ کاغذ لکھنے کو کہا اپنی زبان سے اور نہ اپنے قلم سے کاغذ مذکور لکھا بلکہ ایک دوسرے شخص نے کاغذ لکھا باوجودیکہ خود زید خواندہ شخص ہے اور کاغذ پر دستخط زید نے برادری کے خوف سے کیے ہیں خود راضی نہ تھا بعد فیصلہ پنچایت مسماۃ ہندہ کو اس کا والد اپنے مکان پر لے گیا اور ہندہ مذکورہ دو ماہ تک اپنے والد کے یہاں رہی اس عرصے میں زید نے وہ رقم مجوزہ پنچایت ہندہ کو نہیں دی اور جب ہندہ بعد دو ماہ کے زید کے مکان میں آئی تو زید برابر اسکو نان نفقہ دیتا رہا مذکورہ بالا صورت میں جبکہ زید نے وہ رقم مجوزہ پنچایت نہیں دی ہندہ کو طلاق ہوگئی یا بمصداق الاعمال بالنیات نہیں ہوئی کیونکہ نہ اسکی طلاق دینے کی نیت تھی اور نہ پنچایت طلاق دلانا چاہتی تھی بلکہ محض دھمکی تھی بینوا توجروا مع عبارۃ الکتاب وبحوالۃ الفصل والباب فقط

الجواب:۔ صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی۔ اور خود لکھنا اور دوسرے کے لکھے ہوئے کو سُن کر اوس پر دستخط کرنا یکساں ہے اور خوف برادری کہ حد اکراہ تک نہ ہو کوئی عذر نہیں اگر تحریر میں یہ تھا کہ آج سے اسقدر ماہوار یعنی ماہ بماہ دیا کرے اور ایک مہینہ گزر گیا کہ اوس نے نہ دیا تو ایک طلاق رجعی ہوگی عدت کے اندر اوسے رجوع کا اختیار ہے اگر پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دیچکا ہو ورنہ تین طلاقیں ہوگئیں اور بے حلالہ نکاح نہ ہو سکیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۷:۔ از موضع بھرتول ضلع بریلی مسئولہ نظام علی صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی بدلو کا نکاح مسماۃ کامنی سے عرصہ تین برس کا ہوا تھا کوئی اولاد مینا نہیں ہوئی عرصہ ڈھائی سال کا ہوا کہ بدلو ملازم ہو کر ڈیرہ اسمٰعیل خاں چلا گیا خبر گیری نان نفقہ کی چھوڑ دی جب اوس کی بیوی کے ورثا نے یعنی والدہ اور خالو نے خط بنا بر خبر گیری نان نفقہ کے روانہ کیے تو اوس نے اوس کے جواب میں خط

روانہ کیا کہ میں نے مسماۃ کامنی کو طلاق دی اور اوسے زوجیت سے چھوڑ دیا چنانچہ مزید احتیاط والدہ خالو مسماۃ کامنی نے تھانے میں رپٹ لکھائی اور خط دکھلا دیا اور ایک تار معرفت تھانہ دار روانہ کیا تار کا جواب بذریعہ خط بیرنگ کے دیا کہ میں نے مسماۃ کو طلاق دیدی پھر تیسرا خط آیا اوس میں بھی یہی لفظ تحریر ہیں کہ ہم نے مسماۃ کامنی کو طلاق دیدی اب یہ طلاق شرعی ہوئی یا نہیں تیسرے خط میں یہ لفظ تحریر ہیں کہ میری طرف سے تین دفعہ طلاق ہے اب ہمارے پاس خط نہ بھیجنا اب تار پھر دیا تب بھی جواب طلاق کا دیا۔

الجواب:۔ اگر کامنی کو واقعی صحیح اطمینان ہے کہ یہ خطوط بدلوہی کے لکھے ہوئے ہیں تو وہ اپنے آپ کو تین طلاقوں سے مطلقہ سمجھے اور بعد عدت نکاح کرسکتی ہے لیکن اگر وہ آیا اور اون خطوط کے لکھنے سے منکر ہوا تو بغیر شہادت گواہان عادل طلاق ثابت نہ ہوگی اور نکاح ثانی رد کردیا جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰:۔ از رنگپور مسئولہ محمد یونس۔ ۱۱ رمضان شریف ۱۳۳۹ھ

(۱) اگر زوجین میں طلاق کی بابت اختلاف ہو خاوند منکر اور بی بی طلاق کا ثبوت دینا چاہتی ہو تو ثبوت کا کیا طریقہ (۲) جانبین میں شاہدین موجود ہوں مطلقہ کے شاہد طلاق کی گواہی دیں اور خاوند کے اس بات پر کہ مطلقہ نے بعد طلاق اون سے کہا ہے کہ خاوند نے طلاق دینا چاہا تھا مگر نہ دی تو اب کونسی بات قابل سماعت ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بحالت اختلاف طلاق کا ثبوت گواہوں سے ہوگا اگر دو گواہ عادل شرعی شہادت بروجہ شرعی ادا کریں کہ اس شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی طلاق ثابت ہوجائیگی پھر اگر شوہر نفی کے گواہ دیگا یا اس بات کے کہ مطلقہ بعد طلاق اس سے بولی کچھ اصلا مسموع نہ ہوگا ہاں اگر عورت گواہ بروجہ شرعی نہ دے سکے تو شوہر پر حلف رکھا جائے گا اگر حلف سے کہدیگا کہ اوس نے طلاق نہ دی طلاق ثابت نہ ہوگی اور اگر حاکم شرعی کے سامنے حلف سے انکار کریگا تو طلاق ثابت مانی جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۱:۔ از کوٹہ راجپوتانہ محلہ روڑ پورہ فراش پاٹن مرسلہ عبدالشکور خاں صاحب ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی بعد عرصہ دراز ہندہ نے زید پر اس مضمون سے نالش زرمہر دائر کی کہ زید نے یہ کہہ کر کہ مجھکو میری والدہ یہ وصیت کر کے مری ہے کہ اگر تو اپنی زوجہ کو اپنی زوجیت میں رکھیگا تو میں قیامت میں دامنگیر ہونگی گھر سے نکالدیا زید نے زرمہر اپنے ذمہ واجب سمجھ کر دعوی زرمہر سے اقبال کیا اور ہندہ کو اپنی زوجہ ہونا قبول کر کے سپردگی زوجہ کی خواہش کی کچہری نے زرمہر کی ڈگری دیدی ہندہ نے ایک سال دس ماہ بعد نالش زرمہر کو طلاق کی بنا پر ظاہر کر کے یعنی وصیت والفاظ مذکورہ بالا کی بنا پر نالش نان ونفقہ ایام عدت دائر کی زید اس بیان ہندہ سے قطعی انکاری ہے بلکہ کچہری میں نالش سپردگی زوجہ دائر کی ہے تو کیا ایسی صورت میں ایسے الفاظ سے طلاق ہوسکتی ہے اور کیا نالش زرمہر طلاق کی بنا پر تصور ہوسکتی ہے اور کیا زید اپنی زوجہ کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے اور کیا ہندہ ایسی حالت میں

اتان ونفقہ ایام عدت پاسکتی ہے۔

الجواب: محض بیان ہندہ سے کہ زید نے اپنی ماں کی یہ وصیت بیان کرکے اوسے نکال دیا طلاق ثابت نہیں ہوسکتی جبکہ زید اوس بیان ہندہ کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اگر اتنے الفاظ خود بیان زید سے ثابت ہوں جب بھی ثبوت طلاق نہ تھے ماں کی وصیت بیان کرنا طلاق نہیں عورت کو گھر سے نکال دینا طلاق نہیں جبتک زبان سے بہ نیت طلاق نہ کہے کہ نکل جا اور نیت طلاق کا حال اوسکے اقرار سے ثابت ہوگا اگر وہ کہے میں نے بہ نیت طلاق نہ کہا اور قسم کھالے معتبر ہوگی وذلك لان اخرجی يحتمل ردا فيتوقف على النية لكل حال ويكفي تحليفها له في منزله كما في الدر المختار بالجملہ صورت مسئولہ میں طلاق ثابت نہیں زید اوسے اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے ہندہ کی نالش باطل ہے اور جب طلاق نہیں عدت کہاں کہ اوسکا نفقہ ہو نفقہ زوجیت کا ہوگا اگر شوہر کے یہاں رہیگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲: از شہر کہنہ بریلی محلہ شاہدانہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسئولہ نصر اللہ صاحب ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالت غصہ میں اپنی زوجہ کو مارنے گیا اور کہا کہ اگر تو لڑنے اور منہ زوری کرنے سے نہ مانے گی تو میں تجھکو طلاق دیدوں گا وہ نہ مانی شوہر نے کہا کہ تجھکو طلاق دی میں نے جا تجھکو طلاق دی میں نے اوسکا نتیجہ یہ ہے جا فقط اب زید رجوع کرنا چاہتا ہے بموجب شرع کے کیا حکم ہے۔

الجواب: تین طلاقیں ہوگئیں بغیر حلالہ اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی لان (جا) وان كان يحتمل ردا وغايته تقدم الطلاق ان الحال صار حال المذاكرة لكن ما يحتمل الرد ينوى فيه مطلقا غير ان ايقاعه الطلاق يرد ارادة الرد وكذا قوله (اسکا نتیجہ یہ ہے) فان الناتج من نشوزها تطليقها لا ارده فكان خلاف الظاهر فلا يصدق فيه قضاء والمرأة كالقاضي كما في الفتح والبحر قال في الدر المختار اذهبي وتزوجي تقع واحدة بلا نية قال الشامي لان تزوجي قرينة فان نوى الثلاث فثلاث بزازية اھ ثم نازعه بان تزوجي ايضا كناية فكيف يكون قرينة وان القرينة لابد لها من التقدم وهو ههنا متأخر اھ محصلہ۔ ولا ورود لشیئ منهما فيما نحن فيه لتقدم الصريح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳: از بڑودھا محلہ فتح پورہ پانی گرہ مکان حمن مہاوت مسئولہ زینب بی بی بنت پیر خاں ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

علمائے شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطابق میرے سوال کے جواب میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ میرے شوہر نے روبرو چار گواہ کے عرصہ دو برس کا ہوا طلاق بائن دیا نکاح باطل ہوگیا یا نہیں اسکا اجر اللہ جل شانہ دے گا۔

الجواب: طلاق بائن دیتے ہی عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے مرد کو اوس پر کچھ اختیار نہیں رہتا عالمگیریہ میں ہے اما حكمه فوقوع الفرقة بانقضاء العدة في الرجعي وبدونه في البائن كذا في فتح القدير واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۴ :۔ از بمبئی محلہ کماٹی پورہ دوسری گلی مرسلہ محمد عثمٰن صاحب حنفی سنی قادری ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو ایک شخص کے سامنے کہا میں نے تجھے طلاق دیتا ہوں بعینہٖ یہی زید کی زوجہ اور خواشدامن کا کہنا ہے بعدہ ایک طلاقنامہ تحریر کیا گیا جس میں یہ عبارت درج تھی کہ اپنی بی بی زہرہ کو تلاخ کو دیا اور زید کا والد حلفاً کہتا ہے کہ میرے لڑکے نے طلاق دیتا ہوں کہا تھا اور اوسکے والد کی نسبت دو آدمیوں نے کہا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں کہتا اور زید کے والد نے یہ بھی کہا کہ یہ شخص یعنی زید جو لڑکا ہے میرا زہرہ بی کے والد کا نام نہ لیا جو بھولتی تھا بلکہ زہرہ لعل محمد کو طلاق دیتا ہوں اور طلاقنامہ پانچ آدمیوں کے روبرو تحریر کیا گیا اون میں ایک آدمی یہ کہتا تھا کہ زید سے جب کہا گیا کہ طلاق دے تو زید نے کہا ہوں دیتا ہوں اس صورت میں طلاق بائنہ ہوئی یا رجعی یا نہیں

الجواب :۔ سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زید اب طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے یا منکر ہے اگر اقرار کرتا ہے تو جیسی طلاق کا وہ مقر ہے ویسی ہو گئی رجعی یا بائن یا مغلظہ اور اگر منکر ہے تو ان بیانوں سے جو سوال میں لکھے گئے اگر واقع میں ایسے ہی ہیں اصلاً کوئی طلاق ثابت نہیں اوسکا یہ لفظ کہ میں تجھکو طلاق دیتا ہوں اسکا گواہ صرف ایک مرد ایک عورت ہے اور وہ بھی اوسکی عورت کی ماں اور طلاقنامہ کے یہ لفظ سوال میں ہیں کہ اپنی بی بی زہرہ کو تلاخ کو دیا اس سے طلاق نہیں ہوتی اسکا تو اتنا حاصل ہے کہ اوسے طلاق دینے کے لیے کسی کو سپرد کیا اور اوسکے باپ کا جو بیان ہے وہ بھی مثبت طلاق نہیں کہ پہلے مرد کے ساتھ مل کر نصاب کامل ہو جائے جب عورت کی طرف اشارہ نہیں بلکہ نام لیا اور لعل محمد کی بیٹی کہا اور وہ لعل محمد کی بیٹی نہیں تو اوسکو طلاق نہیں پچھلے بیان میں اوسکی طرف اضافت نہ سوال میں ہے نہ جواب میں اور طلاقنامہ لکھتے وقت کا یہ بیان ہے تو معنی ارادہ پر محل واضح ہے غایت یہ کہ اگر وہ پہلا اور یہ پچھلا شخص ثقہ عادل ہوں تو زید سے حلف لیا جائے اگر حلفاً کہدے کہ میرا ارادہ طلاق کا نہ تھا تو ہرگز طلاق ثابت نہیں ہاں اگر نقل طلاقنامہ میں دوسرا لفظ کو قلم سائل سے زائد نکل گیا ہے اور اوسمیں یہ لکھا ہے کہ زہرہ کو تلاخ دیا اور اس طلاقنامہ کے لکھنے کا وہ مقر ہو یا دو گواہ عادل شرعی باقاعدہ شہادت دیں تو ایک طلاق رجعی ثابت ہو گی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵ :۔ از شہر بریلی محلہ باغ احمد علی خاں ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو غصہ کی حالت میں طلاق کے لفظ بولا یعنی کہا حرامزادی تجھکو میں نے طلاق دیا تو میرے گھر سے نکل جا میں تجھکو نہیں رکھوں گا تو اب زید کہتا ہے ہندہ کو میں نے بیشک طلاق دیا لیکن دو طلاق دیا یا تین طلاق دیا اوسوقت میری یاد نہیں ہے مگر اوسجگہ میں اوسوقت دو عورت تھی ایک زید کی میا دوسری بہن ان دونوں عورتیں کہتی زید نے اپنی بی بی کو ایک طلاق دیا اور کہا حرامزادی میرے گھر سے نکل جا تجھکو نہیں رکھوں گا اور ہندہ زید کی بیوی بھی یہی کہتی ہے شرع شریف میں کیا حکم ہے طلاق واقع ہوا یا نہیں تو رجعی یا بائن یا طلاق۔

مغلظہ بینوا توجروا زیادہ والسّلام فقط

الجواب:۔ جب طلاق میں شک ہو کہ دو تھیں یا تین تو دو ہی سمجھی جائینگی جبتک گواہان شرعی سے زیادہ کا ثبوت نہو فی الاشباہ والدر المختار والعقود الدریۃ وغیرھا شك طلاق واحدۃ او اکثر مبنی علی الاقل زید نے اس لفظ سے کہ تو میرے گھر سے نکل جا اگر طلاق کی نیت کی تھی تو دو طلاقیں بائن پڑیں فان البائن یلحق الصریح والرجعی یصیر یلحوق البائن بائنا ورنہ ایک طلاق رجعی پڑی لان اخرجی مما یحتمل ردا فلا یقع بہ بلا نیۃ وان کانت الحال حال المذاکرۃ لتقدم التطلیق کما نصو علیہ ہاں اگر یہ سارا جملہ کہ میں نے تجھکو طلاق دی میرے گھر سے نکل جا دو بار کہا اور اون میں ایک بار بھی (میرے گھر سے نکل جا) سے نیت طلاق کی کی تو تین طلاقیں ہوگئیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۹۶:۔ محمد حسن از مدرسہ منظر اسلام بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ذیل میں۔ کہ زید اپنی بی بی سے بولنا اور بوسہ لینا اور جماع کرنا اور مباشرت کرنا حرام سمجھتا ہے آیا طلاق واقع ہوگا یا نہیں اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ تمام عمر تو مجھپر حرام ہے طلاق، واقع ہوا یا نہیں۔

الجواب:۔ نرے سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا جبتک زبان سے نہ کہے اور اس کہنے سے کہ تو مجھپر حرام ہے طلاق بائن ہوگی عورت نکاح سے نکل گئی بعد عدت اوسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر اوس شوہر سے نکاح چاہے تو عدت میں بھی ہوسکتا ہے اور بعد بھی فی ردالمحتار تحت قولہ خلیۃ بریۃ حرام بائن الخ قولہ حرام سیأتی وقوع البائن بہ بلا نیۃ فی زماننا للتعارف سواء قال علی اولا الخ وتمام تحقیقہ فیما علقناہ علیہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۷:۔ از ڈاکخانہ سنواہ قادریہ ضلع چاٹگام جونیر مدرسہ مرسلہ مولوی جمال الدین صاحب ۷ رمضان ۱۳۳۰ھ

(۱) اگر کسے زنے خود را دریک طلاق بائن دہم بعد ازاں تجدید عقد نماید پس ثانیا مالک سہ طلاق گردد یا نہ (۲) در آن واحد سہ طلاق معا دادن وایقاعش نمودن از کدامی آیت و حدیث ثابت نگرد و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایں حکم از کجا آوردند واجماع برلٔے چرا نمودند واگر خلافش کند وحکم یک طلاق دہد مواخذہ خواہد شد یا نہ وچرا

الجواب:۔ مالک سہ طلاق نہ شود ہرچہ باقی ماندہ است ہموں بدست اوست واللہ تعالیٰ اعلم (۲) خلافش نہ کند مگر مخالف سواد اعظم وحکم عمر حکم خدا است قال اللہ تعالیٰ ما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین وعضوا علیھا بالنواجذ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر اما آنکہ عمر از کجا آورد از انجا آوردہ کہ حق سبحنہ ہم در حق عمر فرمود لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸: از قصبہ کودر کوٹ ضلع اٹاوہ مسئولہ محی الدین احمد صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور وہ اوسکے گھر سے باہر ایک ہفتہ رہی اندر ایک ہفتہ کے پھر اوس نے اوسکو اپنے گھر میں رکھ لیا اور اب اوسکے گھر میں مثل زوجہ موجود ہے اسکے واسطے شرعی کیا حکم ہے۔

الجواب: اگر عورت کو طلاق دیکر ایک ہفتہ کے بعد پھر رکھ لیا اگر تین طلاقیں دی تھیں فاسق وزانی ہوا یونہیں اگر طلاق بائن دی تھی اور دوبارہ نکاح نہ کیا حرامکار رہو۔ اور اگر طلاق بائن تھی اور نکاح کرکے رکھا یا طلاق رجعی تھی اور بلا نکاح واپس کرلیا تو گناہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹: ۸ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساۃ کے باپ اور بھائی اور ماں اور دیگر ورثا بہ نیت اس امر کے طلاق مشہور کرتے ہیں کہ جو کچھ جائداد شوہر کی ہے اوسکو چھین کر اور شوہر سے زوجیت کو چھوڑ اکر بجائے دیگر اوسکا عقد اور کریں اور زرشوہر سے نفع اُٹھاویں بموجب شرع کے ایسے شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر واقع میں اوس نے طلاق نہ دی اور یہ لوگ دانستہ جھوٹ باندھ کر طلاق مشہور کرتے ہیں تاکہ عورت کو اوسکے شوہر سے چھڑا لیں تو سخت عذاب ولعنت الٰہی کے مستحق ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی قال اللہ تعالٰی ویتعلمون منہما مایفرقون بہ بین المرء وزوجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجہا او عبدا علی سیدہ رواہ ابوداؤد والنسائی والحاکم بسند صحیح وابن حبان فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو عند احمد بسند صحیح والحاکم وقال صحیح واقرہ والبزار وابن حبان عن بریدۃ وعن الطبرانی فی الاوسط والصغیر عن ابن عمر وعند ابی یعلی والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اگر یہ امر ان پر ثابت ہوجائے تو وہ شرعاً سخت سی سخت تعزیر کے مستحق ہیں واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۰: از بھیجناتھ باڑہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بھیجناتھ باڑہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضلع رائے پور میں ایک موروثی قاضی نے اپنی بی بی کو شرعی طور پر طلاق دی اور طلاق دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا حتی کہ اوسکے کپڑے وغیرہ بھی دیدیے اور اپنے یہاں سے اوسکی ماں کے گھر پہنچا دیا بعض بعض باشندگان رائپور نے بغرض تحقیق اس بات کے کہ طلاق دی یا نہیں جلسہ کیا قاضی نے اوس جلسہ میں بھی مکرر سہ کرر ان الفاظ سے بیان کیا کہ میں نے خود شرع کے حکم کے موافق طلاق دی جن لوگوں کے اس قسم کے خیالات ہیں کہ غصہ سے طلاق نہیں ہوتی انہوں نے بھی اپنے طور پر بہت کچھ سمجھایا۔ تقریباً چار برس کے بعد عورت کے وارثوں نے مہر کا دعوٰی کیا جب نوبت وارنٹ کی پہونچی تو قاضی اور دوسرے لوگوں نے جنکی یہ منشا تھی کہ کسی طرح سے بس اسمیں میل ہوجائے کسی

دوسری عورت کے ذریعہ اوس عورت مطلقہ کو ملادیا کچہری کا جھگڑا تو عورت کے آنے پر طے ہوا اب عدالت شرع کیا حکم فرماتی ہے آیا طلاق ہوئی یا نہیں درصورت طلاق ہونے کے یہ کس صورت میں اپنے نکاح میں لاسکتا ہے اور یہ شخص امامت اور قضات کرسکتا ہے یا نہیں اور دوسرا شخص اسکے حکم سے نیابت کرسکتا ہے یا نہیں اور جن اشخاص نے عورت کو راضی کرنے اور بلانے میں مدد کی اونکے واسطے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:- جبکہ قاضی نے اپنی عورت کو طلاق دی طلاق ہوگئی اس میں تو اصلا شبہ نہیں پھر اگر طلاق بائن دی تھی یا عدت گذر کر بائن ہوگئی تو بے نکاح جدید اوسی عورت سے مل جانا حرام قطعی تھا اور اگر تین طلاقیں دیچکا جب تو بے حلالہ نکاح جدید بھی ناممکن تھا اور یہ خیال کہ غصہ میں مطلقا طلاق نہیں ہوتی محض جاہلانہ خیال ہے طلاق اکثر غصہ ہی میں ہوتی ہے رضامندی میں کون چھوڑتا ہے پس دوصورت سابقہ میں اگر قاضی نے بے نکاح جدید اور صورت اخیرہ میں بے حلالہ نکاح اوس عورت سے میل کرلیا تو وہ اور اوسکے ساتھی جتنے لوگ اس ملانے میں شریک ومددگار تھے سب مرتکب حرام وفاسق ہوئے فاسق امام بنانے کے لائق نہیں یہانتک کہ جو اوسے امامت پر باقی رکھے گا گنہگار ہوگا کما نص علیہ فی ردالمحتار عن الغنیۃ عن الحجۃ یونہیں وہ عہدہ قضائے شرعی کا بھی مستحق نہیں (کرم خوردہ ہونیکی وجہ سے عبارت ختم ہوگئی ہے) فی الدرالمختار الفاسق لایقلد وجوبا ویاثم مقلدہ کابہ یفتی ۱ھ ملخصا اور جب وہ خود ان عہدوں پر نہ رکھا جائے گا دوسرے کو نائب کیا کریگا اور یہ قضائے عرف یعنی نکاح خوانی جسے لوگ عہدۂ قضا بولتے ہیں یہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہئے کہ نکاح خاص امر دین ہے اور عمر بھر صدہا احکام دینیہ اوسپر متفرع ہوتے رہتے ہیں اور فاسق کا امور دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں نہ اوسپر کسی بات میں اطمینان ولہذا قرآن عظیم میں ارشاد ہوا یاایھا الذین اٰمنوان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا الاٰیۃ واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۰۱:- از بھدرک ضلع بالیسر ملک اوڑیسہ مسئولہ ضمیر خاں ۱۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضمیر خاں نامی ایک شخص نے اپنی حقیقی سالی سے زنا کا مرتکب ہوا اوسکے شوہر نے ضمیر پر کچہری میں مقدمہ دائر کیا بعد مقدمہ اسکی سالی کو اوسکے شوہر نے باقاعدہ طلاق دیدی لیکن جسوقت مقدمہ چل رہا تھا ضمیر کی زوجہ کے ضمیر کو سخت سست کہنے سے غصہ میں اپنی زوجہ کو تین طلاق دیچکا تھا جب مقدمہ سے ضمیر نے خلاص پایا اوس نے اپنی سالی سے وعدہ کیا تھا اگر میں مقدمہ سے خلاص ہوا تو تجھے اپنے مکان میں رکھوں گا لہذا اپنی سالی کی زبان بندی سے مقدمہ سے مخلص پایا اور اپنی سالی کو مکان لے آیا اور اوسکے بیان کے مطابق ضمیر کو کارروائی کرنے سے بستی والوں نے جبر کیا اور ایک جلسہ کرکے کہا تو چاہے چھوٹی کو نکال دے یا بڑی کو طلاق دے اور چھوٹی سے نکاح کرلے اوسوقت ضمیر نے اپنی منکوحہ کو طلاق ثلثہ دیا اور اپنی سالی سے نکاح کرلیا ایسی حالت میں کیا حکم شرع شریف ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اوسکی پہلی زوجہ کو تین طلاقیں ہوگئیں اوسکی عدت گذر جانے کے بعد نکاح کیا ہے نیز سالی کو

اوسکے شوہر نے جو طلاق دی اوسکی عدت بھی گزرنے کے بعد تو یہ نکاح صحیح ہوگیا اور اگر دونوں عدتوں میں سے کوئی عدت باقی تھی تو حرام فاسد ہوا اوسپر فرض ہے کہ اس دوسری کو بھی چھوڑ دے جب دونوں بہنوں کی عدتیں گذر جائیں اوسوقت اس دوسری سے نکاح کرسکتا ہے۔

مسئلہ ۱۰۲: از دلیل گنج ڈاکخانہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر یار خان صاحب بے حافظ سید میر صاحب
۱۴ رجمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جو غیر جگہ کی رہنے والی تھی اور اوسکی ماں ایک عرصہ سے یہاں آباد تھی جب اوسکی ماں بیمار ہوئی تو اوسکے دیکھنے کی غرض وہ عورت یعنی اوسکی لڑکی دلیل گنج آئی اوسکی ماں اس عرصہ میں مرگئی اوسکی دو بہنیں بھی دلیل گنج میں موجود ہیں جنکی شادی بھی یہیں ہوئی ہے بعد انتقال اوسکی ماں کے اوسکے بہنوئی کے بھائی نے اپنے گھر میں رکھ لیا کچھ عرصہ تک وہ اپنے بہنوئی کے بھائی کے یہاں رہی پھر اوسکے خاوند کو بلوایا اور چودہ روپے دیکر اوسکے خاوند سے طلاق دلوائی اب وہ بدستور اوس شخص کے یہاں موجود ہے یہ فیصلہ جن پنچوں نے کیا ہے آیا صحیح ہے اور ان شخصوں کی بابت کیا حکم ہے جنہوں نے یہ پنچایت کی اور اوسکی نسبت جسکے گھر میں غیر نکاحی عورت موجود ہے اب اوسکا نکاح بعد عدت کرنیکا ارادہ ہے آیا وہ نکاح صحیح ہوگا یا غلط

الجواب: طلاق ہوگئی بعد عدت نکاح صحیح ہوگا اور یہ جس نے بلا نکاح اوسے اپنے یہاں رکھا ہے اگر کسی امر ناجائز کا اوسکے ساتھ مرتکب ہے اگرچہ اسیقدر کہ تنہا مکان میں ایک منٹ کے لیے ساتھ ہونا تو فاسق ہے مستحق عذاب ہے اور چودہ روپے اگر بطور مالکانہ دیے گئے جیسا بعض رذیل جاہلوں میں رواج ہے تو یہ لینا دینا دونوں حرام اور وہ فیصلہ کرنے والے سب مبتلائے آثام اور اگر مرد وزن میں اتفاق کی کوئی صورت نہ تھی اور عورت نے روپے دیکر طلاق لی یا اوسکی طرف سے کسی اور نے دیے تو یہ صورت خلع میں آجائیگا اور جسکی طرف سے زیادتی ہے اوسپر الزام رہیگا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳: از موضع آوان ڈاکخانہ بگیووال ریاست کپورتھلہ ۱۸ رجمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ سے تو یا دس سال سے جدا ہوگیا البتہ خطار سال کرتا رہا اسکی منکوحہ روز نکاح سے اپنے والدین کے گھر میں رہی اب ایک سال سے زید کی منکوحہ نے بنات خود مانند دوسرے خاوند بکر سے نکاح کرلیا اسکے نطفہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن اس کے پہلے خاوند مسمی زید کی خبر اور خطوط آتے رہتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہے اور اولاد اس عورت سے بکر نے جو حاصل کی طریقہ جائز ہے اور وہ اولاد شرعاً حلال ہے اور بکر امام مسجد بھی ہے اگر اس نے یہ ناجائز کام کیا تو جو شخص اسکے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے کیا وہ درست ہیں اور اگر درست نہیں تو اونھیں کیا تعزیر ہونی چاہیئے۔

الجواب: بکر نے جو اس عورت سے نکاح کیا اگر اوسے معلوم نہ تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے تو یہ نکاح اوسکے حق میں گناہ نہوا اور اس نکاح سے اگرچہ چھ مہینے یا زیادہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اوسے ولد الزنا کہیں گے اور وہ اسی بکر کا ہے علی ما رجع الیہ الامام وعلیہ الفتوی تجنیس، خانیہ، سراجیہ، ہندیہ، وغیرہا۔ پھر اگر اوسے اب تک

نہیں معلوم تو اوس پر الزام نہیں نہ اس وجہ سے اوسکی امامت میں کوئی حرج اور اگر بعد کو معلوم ہوگیا اور عورت کو نہیں چھوڑتا تو زانی ہے اور اوسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب اور اگر وقت نکاح ہی سے اسے معلوم تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے اور دانستہ نکاح کیا تو نکاح نہ ہوا زنائے محض ہوا۔ یعنی ذخیرہ بزازیہ فتح بحر اور اس صورت میں لڑکا زید کا ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاھر الحجر بچہ شوہر کا اور زانی کو پتھر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: از رائے پور ممالک متوسط محلہ بیجناتھ پارہ مرسلہ منشی محمد اسحٰق صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو عورت مطلقہ بطلاق بائن غیر مغلظہ ہے تو اوسکا نکاح بعد عدت اوسکے زوج سے تو ہوسکتا ہے لیکن جس عورت میں کہ وہ اپنے زوج سے راضی نہ ہو بعد عدت طلاق بائن کسی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے عند الشرع یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: شوہر سے تو اوسی وقت نکاح ہوسکتا ہے کچھ عدت گزرنے کی حاجت نہیں ہاں دوسرے شخص سے بعد عدت گزرنے کے کرسکتی ہے جس عورت پر طلاق بائن ہو وہ فوراً طلاق پڑتے ہی خود مختار ہوجاتی ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرے شوہر اول سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں ہوسکتی فی الھندیۃ عن المبدائع اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فلہ ان یتزوجھا فی العدۃ وبعد انقضائھا اھ وفیھا عن الفتح حکمہ وقوع الفرقۃ بانقضاء العدۃ فی الرجعی وبدونہا فی البائن اھ وفی الدرالمختار انھا تملک نفسھا بالبائن اھ وفی العقود الدریۃ وقع طلقۃ بائن ملکت بھا نفسھا وحیث انقضت عدتھا صارت اجنبیۃ اھ ملخصا والمسائل کلھا واضحۃ شھیرۃ معلومۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵: از موضع لال پور ڈاکخانہ موہن پور ملک بنگال مرسلہ منیر الدین احمد البوری کمرلوی ۸ شوال ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ شرک پر عین اعتقاد رکھے اور بتخانے میں سجدہ وغیرہ کرنے سے اپنا بی بی نکاح سے خارج ہوگیا وہ اگر توبہ کرکے مسلمان ہوجائے بی بی مذکورہ سے نکاح کرے تو حلالہ کرے یا بغیر حلالہ کے نکاح درست ہے

الجواب: جو تین طلاق دے چکا ہو وہ یا جورو یا دونوں اگر ہمار کی لعنت اپنے سر لینے کو مرتد، مشرک بت پرست کچھ بھی ہوجائیں وہ تین طلاقیں رہیں گی مسلمان ہوجانے کے بعد پھر حلالہ کی ضرورت ہوگی بے حلالہ ہرگز ہرگز درست نہ ہوگا۔ وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۶: ۴ ذیقعدہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے طلاق زید سے دو مہینے بعد بکر سے نکاح کرلیا ۸ سال تک اوسکے یہاں رہی اس مدت میں چار بیٹے پیدا ہوئے زید قید ہوگیا تھا بعد قید بھی ہندہ کا دعوٰی دار نہ ہوا اب بقدر مدت کثیر کے بعد

ہندہ بے رضائے بکر خانۂ بکر سے نکلکر خالد کے یہاں چلی گئی اس صورت میں ہندہ منکوحہ بکر ہے اور اوسپر بکر کا دعویٰ اپنے پاس رکھنے کا پہنچتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر طلاق کے بعد ہندہ کو تین حیض[1] کامل گزر چکے تھے اوسکے بعد نکاح ہوا یعنی حیض بعد طلاق شروع ہوئے ہوں اور قبل نکاح ثانی ختم ہو چکے ہیں یا وقت طلاق زید ہندہ حاملہ تھی اور بعد طلاق وضع حمل ہو گیا اگرچہ اوسدن ہوا ہو اوسکے بعد اوس نے بکر سے نکاح کیا تو ان دونوں صورتوں میں تو بیشک نکاح بکر کا صحیح تھا اور بکر اوسے لینے کا دعویٰ کرسکتا ہے عورت جبراً اوسے دلائی جائیگی قال اللہ تعالٰی الرجال قوامون علی النساء اور اگر اس دو مہینے میں نہ تین حیض کامل بعد طلاق گذرے تھے نہ وضع حمل ہوا کہ بکر سے نکاح کرلیا تو وہ نکاح ہرگز صحیح نہ ہوا قال تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء وقال تعالٰی ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتٰب اجلہ اس صورت میں عورت پر بکر کے پاس جانے کا جبر ہونا درکنار ان دونوں پر فرض ہے کہ باہم جدا ہو جائیں اور ترک تعلق کریں اور بکر نہ مانے تو عورت بطور خود جدا ہو سکتی ہے ورنہ حاکم بالجبر جدائی کرادے فی الدر المختار یثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا او لا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینھما واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱: از کانپور محلہ فیل خانہ بازار کہنہ مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل۔ مرسلہ مولوی سید محمد آصف صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جو کہ فتاوی شمس الدین وفتاوی ظہیری تمرتاشی میں ہے کہ اگر کسی عورت سے نکاح کیا لیکن نیت میں ہے کہ بعد اتنے دنوں کے طلاق دونگا تو یہ نکاح درست ہے پس جو شخص دو چار روز یا دو چار مہینے میں طلاق دیدیا کرے اور اس قسم نکاح پر مداومت کرے اور لوگوں کو بھی اس جانب مائل کرے تاکہ وہ لوگ زنا سے محفوظ رہیں تو آیا ایسے شخص کو ثواب ملیگا یا نہیں اور مداومت کی صورت میں متعہ تو نہ ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: متعہ تو ہرگز نہ ہوگا جبتک نفس عقد میں ایک مدت معینہ خواہ غیر معینہ کی حد نہ مقرر کی جائیگی فی الدر المختار بطل نکاح متعۃ ومؤقت وان جھلت المدۃ اوطالت فی الاصح ولیس منہ ما لو نکحھا علی ان یطلقھا بعد شھر ونوی مکثہ معھا مدۃ معینۃ بحر الرائق میں ہے التوقیت انما یکون باللفظ مگر ایسے فعل کی طرف لوگوں کو ترغیب نہ کی جائے اور خود بھی اس سے احتراز چاہیے جبتک کوئی حاجت صحیحہ شرعیہ ہر بار طلاق زوجہ کی طرف داعی نہ ہو کہ بے حاجت شرعیہ عورت کو طلاق دینا ثواب درکنار شرعاً ممنوع ہے علی ما صححہ فی الفتح وحققہ فی رد المحتار وفیہ عنہ عن مشائخ المذھب ان الاصل فیہ الحظر لما فیہ من کفران نعمۃ النکاح والاباحۃ للحاجۃ الی الخلاص الخ حدیث میں ہے رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں

[1] امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم سے کم ساٹھ دن اور صاحبین کے نزدیک انتالیس دن میں ہو سکتے ہیں ۱۲

تزوجوا ولا تطلقوا فان اللّٰہ لایحب الذواقین والذواقات وفی لفظ لا تطلقوا النساء الا من ریبۃ فان اللّٰہ تعالٰی لایحب الذواقین ولا ذواقات نکاح کرو اور جب تک عورت کی طرف سے کوئی شک نہ پیدا ہو (یعنی بے حاجت صحیحہ) طلاق نہ دو کہ اللہ بہت چکھنے والے مردوں اور بہت چکھنے والی عورتوں کو دوست نہیں رکھتا یعنی جو چکھ چکھ کر چھوڑ دینے کے لیے نکاح کرتے ہیں رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی موسی الاشعری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔ غور کیجئے تو آیہ کریمہ محصنین غیر مسافحین میں بھی اس سے ممانعت کی طرف اشارہ ہے یعنی نکاح کرو عورتوں کو قید میں رکھنے نہ مستی نکالنے، پانی گرانے۔ بعض صحابہ کرام مثل سیدنا امام حسن مجتبٰی و مغیرہ بن شعبہ وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہم سے جو کثرت نکاح و طلاق منقول ہے اوسی حالت حاجت شرعیہ پر محمول ہے فی رد المحتار اذا وجدت الحاجۃ المذکورۃ ابیح وعلیھا یحمل ما وقع منہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ومن اصحابہ وغیرھم من الائمۃ صونا لھم عن العبث والایذاء اھ و بلا سبب محفوظی زنا کا عذر بیجا ہے ایک وقت میں چار تک شرعی اجازت ہے اور اس سے زائد کبھی جمع نہیں ہو سکتیں اور عقل و نقل و تجربہ سب شاہد ہیں کہ نفس امارہ کی باگ جتنی کھینچئے دبتا ہے اور جس قدر ڈھیل دیجئے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے ؎

والنفس کالطفل ان تھملہ شب علی ۔۔۔ حب الرضاع وان تفطمہ ینفطم

جب ہمیشہ خواہش نو کی عادت ڈالی گئی اور یہ ظاہر کہ چند روز رکھ کر چھوڑنے کے لیے دواماً تازہ عورت کا ملنا خصوصاً ہندوستان میں سخت مشکل ہے تو جب اسمیں کمی ہوگی نفس بدخو جسے صبر کا خوگر کیا ہی نہ تھا وہ رنگ لائیگا کہ ایک پر قناعت کرنیوالے اوسکی ہوا سے آگاہ نہیں والعیاذ باللّٰہ تعالٰی واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸: مرسلہ محمد عبدالرحمٰن جلستانی شافعی از بنارس محلہ مدنپورہ مدرسہ امداد العلوم مسجد کلاں ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں از روئے مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ اول ایک شخص شافعی المذہب زوجین باہم رہتے تھے شوہر کو جذام کا عارضہ ہوگیا جسکے خوف کی وجہ سے اوسکی زوجہ اپنے ماں کے یہاں چلی گئی۔ شوہر اوسکو بلاتا رہا مگر اوسکے لاحقہ عارضہ کے خوف سے اوسکی زوجہ نہ آئی یہانتک کہ شوہر اوس کا اوسی عارضہ میں فوت ہوا اس صورت میں مہر و ورثہ و نان نفقہ زوج کے ترکہ سے زوجہ کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں از روئے شرع لطیف بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایا جاوے۔ مسئلہ دوم بعض اشخاص زوجہ مذکورہ بالا کو زوج مرحوم کے ترکہ سے ورثا و نان نفقہ دینے میں انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زوجہ کو کچھ پہنچتا ہی نہیں ورثہ زوجہ قرآن مجید سے ثابت ہے یا نہیں اور منکر اوسکا دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائیگا یا نہیں فقط بینوا توجروا

الجواب: زوجہ متوفی کو صورت مستفسرہ میں باتفاق ائمہ حنفیہ و شافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی مہر و ترکہ قطعاً ملیگا ائمہ حنفیہ کے نزدیک تو جب و عنت یعنی آلت بریدگی یا نامردی کے سوا کوئی مرض شوہر مطلقاً سبب فسخ نکاح نہیں درمختار میں ہے لایتخیر احدھما بعیب الاخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص الخ اور ائمہ شافعیہ کے یہاں اگرچہ جنون و جذام

مستحکم و برص مستحکم سے خیار فسخ حاصل ہوتا ہے مگر اوسکے یہ معنی نہیں کہ ان امراض کے سبب آپ ہی نکاح زائل یا عورت کو بطور خود فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوجائے بلکہ یہ معنی کہ فی الفور بلاتاخیر قاضی شرع کے حضور مطالبہ فسخ پیش کرنے کا اختیار ملتا ہے جب وہ حکم فسخ دے اوسوقت نکاح فسخ ہوتا ہے بغیر اسکے وہ بدستور زوج و زوجہ ہیں امام علامہ یوسف اردبیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ اجلۂ شافعیہ سے ہیں کتاب الانوار میں فرماتے ہیں لایثبت بالبرص والجذام قبل الاستحکام وخیار العیب علی الفور ولاینفرد ان بالفسخ بل لابد من الرفع الی القاضی اھ ملتقطا یہاں جبکہ نہ حاکم شرع کی طرف مرافعہ ہوا نہ اوس نے فسخ نکاح کا حکم دیا بلکہ عورت بطور خود اپنی ماں کے یہاں چلی گئی تو باتفاق ائمہ نکاح قائم رہا پس بنص قطعی قرآن عظیم وہ اسکے ترکہ میں مستحق فریضۃ الثمن ہے قال اللہ تعالیٰ ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین وراثت زوجہ بلاشبہہ ضروریات دین سے ہے جسپر تمام فرق اسلام کا اجماع اور ہر خاص وعام کو اوسکی اطلاع تو مطلقا اوسکا انکار یعنی یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت ہی نہیں صریح کلمہ کفر ہے ہاں اگر براہ ناواقفی عرض جذام کو خود مزیل نکاح سمجھکر اس عورت کے استحقاق وراثت سے انکار کیا تو جہل وسفاہت اور شرع مطہر پر بیباکانہ جرأت ہے کفر نہیں بالجملہ صورت مسئولہ میں عورت یقیناً مستحق ترکہ ہے یوہیں باتفاق مہر مسمی تمام وکمال واجب الادا ہے حنفیہ کے طور پر تو ظاہر ہے شافعیہ کے نزدیک یوں کہ شوہر قبل انفساخ نکاح مرگیا انوار میں ہے لومات المعیب قبل الفسخ تقرر المھر لا فسخ بلکہ یہاں تو بالفرض اگر نکاح فسخ بھی کردیا جاتا جب بھی مہر مثل ساقط نہ ہوتا۔ عبارت سوال سے ظاہر کہ شوہر کو اس مرض کا حدوث بعد زفاف ہوا تو بحالت فسخ بھی پورا مہر لازم الادا۔ انوار میں ہے اذا فسخ فان کان قبل الدخول سقط المھر ولا متعۃ فسخ ھو او ھی وان کان بعدہ فان کان بعیب مقارن او حادث قبل الدخول وجب مھر المثل وان کان بحادث بعدہ وجب المسمی رہا نان ونفقہ وہ بعد موت شوہر زمانۂ عدت یا اوسکے بعد کا باتفاق مذہب صحیح حنفی وشافعی اصلا واجب نہیں اسکے دینے سے ورثہ انکار کرتے ہوں تو بیشک بجا ہے درمختار میں ہے لاتجب النفقۃ بانواعھا لمعتدۃ موت مطلقا ولو حاملا انوار شافعی میں ہے المعتدۃ عن النکاح الفاسد لا نفقۃ لھا حاملا کانت او حائلا وکذا المعتدۃ عن الوفاۃ حاشیۃ الکمثری علی الانوار میں ہے المعتدۃ عن الوفاۃ لاتستحق النفقۃ والمؤنۃ لصحۃ الخبر بذلک اسیطرح اگر ان دنوں کا نفقہ مانگتی ہے جنمیں وہ بے اجازت شوہر اپنی ماں کے یہاں چلی گئی اور شوہر بلاتا رہا نہ آئی تو ان ایام کا نفقہ بھی بالاتفاق نہ پائیگی کہ اس چلے جانے سے وہ ناشزہ و نافرمان ہے اور ناشزہ کے لیے جبتک ناشزہ رہے بالاجماع نفقہ نہیں قرۃ العین علامہ زین شافعی میں ہے تسقط بنشوز ولو ساعۃ یمتنع من تمتع لا لعذر وخروج من مسکن بلا اذنہ انوار میں ہے لانفقۃ للناشزۃ وان قدر علی ردھا الی الطاعۃ قھرا ولو ھربت منہ او اخرجت بلا اذ

من بيته، فما شنه ة ۱ اھ ملخصاً۔ ہاں اوس سے پہلے ایام تسلیم نفس وعدم نشوز میں اگر کسی دن کا نفقہ نہ ملا تھا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک تو اوسکا بھی دعوٰی نہیں کرسکتی کہ نفقہ اگر مفروضہ بحکم حاکم ہو موت احد الزوجین سے ساقط ہو جاتا ہے مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر سے نہ ملا اور بحکم قاضی شرع عورت نے قرض لے لے کر خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمہ شوہر پر دین قرار پاکر موت سے ساقط نہیں ہوتا۔ تنویر حنفی میں ہے بموت احدھما وطلاقھا یسقط المفروض الا اذا استدانت بامر القاضی البتہ ائمہ شافعیہ کے نزدیک جب ایام مذکورہ کا نفقہ نہ ملا شوہر پر مطلقاً دین ہے کہ کسی کی موت سے ساقط نہ ہوگا اتنے کا دعوٰی اون کے نزدیک کرسکتی ہے ہدایہ حنفیہ میں ہے قال الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی تصیر دینا قبل القضاء ولا تسقط بالموت لانہ عوض عندہ فصار کسائر الدیون انوار شافعیہ میں ہے ولو لم یکسہا مدۃ صارت علیہ دیناً اوسی میں ہے لومانت فی اثنائہ بلاقبض فلاین فی ذمتہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ [۱۰۹] :- از گنگوہ مرسلہ شیخ احمد بخش۔ ۵ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان اس مسئلہ میں کہ ہندہ ساتھ بکر کے تیرہ برس ہوئے جب بطور زوجہ اور شوہر تعیین مہر للعہ ہزار روپے اور دس دینار سرخ کے اوسکے مکان میں رہی آٹھ برس تک برابر رہی ہندہ کے جانے سے مکان میں بکر کے دو برس کے بعد بکر کو بیماری جذام کی شروع ہوئی جب سے چھ برس تک ہندہ سے اور بکر سے صحبت مثل زن وشوہر کے نہیں ہوئی اوسکے بعد آٹھ برس کے ہندہ کو بکر نے اپنے گھر سے نکال دیا ہندہ اپنی گزر اوقات جس طرح ممکن ہوا کرتی رہی مکان سے نکال دینے سے چھ ماہ بعد ہندہ پر بکر نے دعوٰی فراری فوجداری میں دائر کیا اوس میں ہندہ نے زوجیت سے انکار کیا اور بکر نے بجائے للعہ ہزار روپے کے سو روپے کے مہر کا اقرار کیا کچہری فوجداری نے ۔۔ ہونا قائم رکھا بعد اوسکے سال بھر بعد دلاپانے زوجہ کا دعوٰی دیوانی میں دائر کیا اوسوقت حسب تصفیہ باہمی یہ طے ہوا کہ ہندہ جہاں چاہے رہے اس عرصہ پانچ برس سے نان نفقہ نہیں دیتا ہے اور عرصہ تیرہ برس سے بوجہ بیماری صحبت نہیں ہوئی اور بکر نے دعوٰی مہر سے انکار کیا اور نان نفقہ نہیں دیتا ہے اور قابل صحبت کے نہیں ہے تو ایسی صورت میں کیا چارہ ہندہ کے واسطے ہونا چاہئے ہندہ خلع یا طلاق پاسکتی ہے یا کیا ہندہ نان نفقہ اور کرایہ مکان پاسکتی ہے یا نہیں کیونکہ بکر اپنی زوجہ کے ساتھ معہ اپنی دختر کے ایک کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں اور ہندہ علیحدہ ایک مکان میں بکر کے مکان سے بفاصلہ ایک جریب کرایہ پر رہتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- بکر پر نان ونفقہ وسکنٰی ہندہ کا انتظام لازم ہے جبکہ ہندہ اپنے آپکو اوسکی قید میں رکھے آوارہ گرد کا نان نفقہ نہیں ہوتا اگر ہندہ اپنی جانب سے کوئی بات مسقط نان ونفقہ نہ کرے اور بکر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم بکر کو مجبور کرے کہ نفقہ دے ورنہ طلاق دے یا بکر راضی ہو تو ہندہ اوس سے مہر وغیرہ مال پر خلع کرلے بغیر اسکے جبتک بکر زندہ ہے اگرچہ بیمار ہے ناقابل صحبت ہوگیا ہندہ خود مختار نہیں ہوسکتی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰: از سنگ پور مرسلہ ابراہیم صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص بعارضہ جذام مبتلا ہو کر بستی سے نکل گیا مگر اپنی زوجہ کو باوجود علیحدگی بھی طلاق نہیں دیتا عورت مذکورہ از حد خواہش نکاح رکھتی ہے دیگر ایک شخص مسمی رستم نے اوسی عورت مندرجہ بالا سے زنا کیا جس کا وہ مقر ہے زیادہ ثبوت کی حاجت نہیں برادران اسلام نے اس جرم پر اوسکا حقہ پانی سلام وکلام ترک کر دیا ہے اب وہ نادم اور توبہ کار ہے لہذا اوسکو ملانا چاہتے تو آیا وہ اس طریقہ سے شامل برادران اسلام ہو سکتا ہے۔ فقط والسلام

الجواب: اگر وہ شخص عورت سے صحبت کر سکتا ہے اور اوسکے ادائے حق پر قادر ہے تو اوسپر واجب نہیں کہ عورت کو طلاق دے اور عورت اوس سے جدائی نہیں کر سکتی اور اگر اسکا حق ادا کرنے پر قادر نہیں تو اوسپر واجب ہے کہ عورت کو طلاق دیدے اگر نہ دیگا گنہگار ہوگا اس صورت میں کہ طلاق اوسپر واجب ہو اور ندی اگر جبراً اوس سے طلاق لے لی جائے تو ہو جائیگی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی کی عورت کو اوس سے بگاڑ دے رواہ ابو داؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر وفی الاوسط کابی یعلی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۱: از بلرامپور ضلع گونڈہ متصل یتیم خانہ مرسلہ نذر محمد صاحب ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے پیرسالگی میں ہندہ نوجوان سے نکاح کیا بعد چند روز کے ہندہ اور زید میں طرح طرح کی مخالفتیں واقع ہوئیں اور بوجہ بدکرداری زید کے ہندہ نے زید سے طلاق مانگا اس شرط پر کہ میں مہر معاف کر دوں اور تم طلاق دیدو زید نے نہ مانا مجبور ہو کر ہندہ نے اپنا معاملہ حاکم تحصیل کی کچہری میں پیش کیا حاکم تحصیل نے ہندہ کو طلاق کی ڈگری دیدی اب ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اگر عورت جوان وطاقتور ہے اور شوہر بڈھا فرتوت ہو عورت شوہر کے پاس نہیں رہنا چاہتی اور شوہر چھوڑنا نہیں چاہتا تو شرعاً کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے۔

الجواب: لاالٰہ الا اللہ بے شوہر کے طلاق دیے طلاق تحصیلدار کے دیے نہیں ہو سکتی قال اللہ تعالیٰ بیدہ عقدۃ النکاح دوسری جگہ نکاح کریگی تو حرام قطعی وزنا ہوگا قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء ہاں شوہر پر فرض ہے کہ اوسے اچھی طرح رکھے اوسکے حقوق ادا کرے اگر وہ اوسپر قادر نہیں تو اوسپر فرض ہے کہ اوسے طلاق دیدے قال اللہ تعالیٰ فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۲: از بلرامپور محلہ پورنیا تالاب ضلع گونڈہ مرسلہ محمد تیغ بہادر خاں ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ نے اپنے شوہر زید پر بحالت نزاع کچہری دیوانی میں دعوی طلاق دائر کیا شہادت وغیرہ پیش کرکے عورت نے اپنی طلاق کی ڈگری حاصل کر لی اب یہ عورت از روئے

شرع شریف دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں اور اگر بعد طلاق حاصل کردہ شوہر اول اوس سے بعد چار یا پنچ ماہ کے رجعت کرے تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: اگر واقع میں زید نے طلاق دی تھی اور ہندہ نے سچا دعوٰی کرکے ڈگری لی تو اگر طلاق بائن تھی تو بعد عدت مطلقاً اور اگر رجعی تھی تو اس شرط پر کہ زید نے عدت میں رجعت نہ کی ہو نکاح کرسکتی ہے اور اگر زید نے واقع میں طلاق نہ دی تھی ہندہ نے جھوٹے گواہ پیش کرکے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختم عدت سے پہلے زید نے رجعت کرلی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے اگر کریگی زنا ہوگا قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء حیض والی عورت کی عدت تین حیض ہیں جو طلاق کے بعد شروع ہوکر ختم ہوں والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء اگر اس چار پانچ مہینے میں تین حیض شروع ہوکر ختم نہ ہوئے ہوں تو شوہر رجعت کرسکتا ہے ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳: از بریلی محلہ بہاری پور۔ مرسلہ غلام مرتضی صاحب ۱۶ شعبان ۱۳۲۶ھ

ہندہ صالحہ ہے اور اوسکا شوہر فاسق فاجر موذی معلن سود خوار ہے اور شرابی وعیاش ہے۔ ہندہ کو مارپیٹ کرتا تھا بلکہ چاقو چھری سے آمادہ رہتا تھا اور ایک بار چاقو مارا کہ جس سے کلائی دہنے ہاتھ کی کٹ گئی دوسری مرتبہ ایک چاقو مارا جس سے بائیں ہاتھ کی کلائی میں زخم پہنچا جسکے ہر دو نشان ابتک موجود ہیں اکثر عورت کو شراب پینے پر بحالت نشہ مجبور کرتا تھا چنانچہ ایک بار اسکے جبر پر ہندہ نے شراب خواری سے نفرت ظاہر کی تو اوسکے وہی گلاس مارا جس سے اوسکے چوٹ لگی اور آنکھوں میں خراب پڑی جس سے آنکھیں دکھ آئیں اور عرصہ تک تکلیف رہی اور شخص مذکور تعلق ناجائز کئی عورتوں سے رکھتا تھا ان میں سے ایک عورت سے نکاح کرلیا تھا چند روز بعد اُسے مارپیٹ کر نکال دیا شوہر کی ان حرکات ناشائستہ سے ہندہ نہایت پریشان رہتی تھی اور ان بدچلن عورتوں کو اکثر گھر میں رکھتا تھا آخر کار مجبوراً ہندہ کے والدین نے عرصہ سال سات کا ہوا اٹھالیا اس مدت میں شوہر ہندہ نے نان ونفقہ کی کچھ خبر نہ لی اور بدچلنی اوسکی ابتک برابر اوسی وتیرہ پر ہے عرصہ ڈھائی سال کے قریب ہوا کہ ایک عورت اور کرلی ہے اسی دوران میں شوہر نے نالش دلاپانے زوجہ کے دائر کی کہ وہ بوجہ ثبوت بدچلنی کے خارج ہوگئی پھر شوہر نے اپیل بھی کی وہ بھی خارج ہوگئی ہندہ کی یہ خواہش ہرگز نہیں ہے کہ میں اوس موذی کے گھر جاؤں کیونکہ علاوہ دیگر تکالیف کے اب اندیشہ جان بھی غالب ہے اسلئے کہ نالش مذکور خارج ہوجانے سے مخالفت باہمی بہت کچھ بڑھ گئی ہے پس اس صورت میں علمائے دین سے استفسار ہے کہ شوہر سے طلاق یا دست برداری ہوسکتی ہے یا نہیں۔ اور شرعاً فسخ نکاح بھی کرسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں عورت پر ہرگز جبر نہ ہوگا کہ شوہر کے یہاں جائے کہ اس میں دینی دنیوی وجانی وجسمانی اوسکا ہر طرح کا ضرر ہے جان جانے کا اندیشہ باقی وموجود اور ضرر شرعاً واجب الدفع ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تضاروھن عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام

اسلام میں نہ ضرر ہے نہ کسی کو ضرر دینا بس اگر کچھ لوگ صالحین واہل دین متیسر ہو سکتے جنکی حمایت میں عورت کا رہنا شرعًا بھی جائز ہوا اور وہ اوسکی نگہداشت کافی طور پر کر سکیں اور شوہر اوسکے دین جسم وجان پر تعدی نہ کرنے دیں جب تو عورت وہاں اپنے آپ کو سپرد شوہر کرتی کہ اس میں دونوں کے حق مراعات رہتے ردالمحتار میں ہے فی البحر لو قالت انہ یضربنی یؤذینی فمرہ ان یسکنی بین قوم صالحین فان علم القاضی ذلك زجرہ ومنعہ عن التعدی فی حقہا والا یسئال الجیران عن صنیعہ فان صدقوہا منعہ عن التعدی فی حقہا ولا یترکہا ثمہ وان لم یکن فی جوارہا من یوثق بہ اوکانوا یمیلون الی الزوج امرہ باسکانہا بین قوم صالحین مگر غیر لوگوں سے اس زمانے میں نہ ایسی اُمید نہ ایسے لوگ ملیں گے اور شوہر کے یہاں خوف ظاہر تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو عورت اپنے والدین کے یہاں رہے اور شوہر پر نان نفقہ لازم کیا جائے لانہا لیست بناشزۃ لان امتناعہا بحق پھر اگر اوسکے ساتھ خلوت میں اندیشہ ہو تو اس سے منع نہ کریں اور یہی صورت بہتر ہے اور اگر اب اندیشہ صحیحہ ہو اور بندوبست کافی کی اُمید نہ ہو اور فی الواقع شرابی کا بندوبست ناممکن سا ہے تو حاکم شوہر پر جبر کرے کہ عورت کو طلاق دے اللہ تعالٰی فرماتا ہے فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو جب اچھی طرح رکھنا نہیں تو اچھی طرح چھوڑنا اوس پر واجب ہوا اور ترک واجب گناہ ہے اوس گناہ پر حاکم سزا دے سکتا ہے کما فی البحر والدر وغیرہما ان کل معصیۃ لاحد فیہا ففیہا التعزیر بغیر اسکے بطور خود فسخ نکاح کی صورت ہمارے یہاں مذہب میں نہیں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴۴: از موضع گھورنی ڈاکخانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

فسخ نکاح بہر وجہیکہ بود بلا تفرقہ قاضی شرع وبشرط بودن قاضی شرع بلا حکم حاکم وقت میتواند شد یا نہ ودریں بلاد ماکہ قاضی شرع عدیم الوجود ست حکم حاکم غیر مسلم نائب مناب تفرقہ قاضی میتواند شد یا نہ وتقدیر جواز نیابت اذن ولایت یانہ

الجواب: فسخ نکاح بر دو گونہ است یکے آنکہ حقًا للشرع باشد مقارن ہمچو نکاح زنے بر خواہرش یا اصول وفروع ممسوسہ یا آنکہ حرمت رضاعت داشتہ باشد الی غیر ذلك خواہ طاری چوں آنکہ رضاع یا مصاہرت بعد نکاح حرمت آرد یا شوہر مرتد شود والعیاذ باللہ تعالٰی درہمچو صور ہیچ حاجت قضا نیست بر ہر یکے زن وشو واجب ست فسخ کردنش اعظاما للشریعۃ واحد اما المعصیۃ نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار دوم آنکہ برائے حق زن باشد چوں خیار بلوغ وعنین وغیرہما اینجا قضائے قاضی شرط ست تنہا زن یا ولی او باو مستبد نتواں شد اگر ولی بے تفریق قاضی جدا کردہ بزنے دیگر دہد حرام باشد زیرا کہ حق زوج باو متعلق ست وشرع حکم تفریق نہ فرمودہ ست واصل ایں منصب شرع مطہر است کہ کارکار دین ست پس ایں تفریق نہ رسد مگر قاضی را کہ نائب شرع مطہر است چنانکہ امامت در نماز حق حکام ست فاما شرط اسلام ست واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔ سائل مذکور الصدر

زنے راکہ شوہرش دیوانہ شدہ از سہ چہار سال بہسپتال مقید گردیدہ است میرسد کہ بلا تفرقہ قاضی شرعی یا بلا حکم حاکم فسخ نکاح خود کند یا نہ وبلا انقضائے عدت فسخ با دیگرے نکاح خود میتواند کرد یا نہ ویا ولی او را میرسد کہ بطلب او یا بلا طلب او تفریق را وبلا تفرقہ قاضی محض بجہت مجنون شدن شوہرش نکاح او بدیگرے کردہ بدہد یا نہ وبوقت ضرورت مثلاً خوف زنا واحتیاج نفقہ وغیرہ عمل بمذہب دیگر یا بقول غیر مفتی بہ از اقوال کسے از ائمۂ حنفیہ روا باشد یا نہ وبشرط جواز قول کسے دربارۂ جواز فسخ نکاح آں مجنون الزوج را بلا تفرقہ قاضی ہست یا نہ ودر صورت عدم فسخ نکاح حکم ناکح ومنکوحہ ومنکح چیست۔

الجواب :۔ شوہر اگر مجنون گردد نزد ما ہیچ گاہ فسخ نکاح تواں شد واگر قاضی شرع مقلد حنفی حکم بفسخ کند نیز باطل ست اذلیس للمقلد ان یخالف مذھبہ در تصحیح القدوری علامہ قاسم باز در در مختار ست الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع ومجتہد خود از صدہا سال مفقود ست آرے اگر قاضی شرع شافعی المذہب باشد یا حنفی مگر سلطان کہ او را بر قضا داشتہ است اذن دادہ باشد کہ مثلاً ہنگام ضرورت بقول مرجوح فی المذہب یا بمذہب دیگر قضا کنی آں گاہ قضائے او صحیح ونافذ باشد وپیداست کہ ایں تفریق اگر باشد بخاطر زن باشد نہ حقاللشرع وبالا گفتہ ایم کہ درینجو جا اگر بے تفریق قاضی شرع ولی بزنے دیگر دہد یا زن خودش بدیگرے نکاح کند زنہار جائز نیست ناکح ومنکوحہ ہر دو بزہ کار ومنکح نیز اگر بریں حال مطلع باشد۔ بوقت ضرورت اگر صادقہ باشد عمل بقول مرجوح یا مذہب امام دیگر در آں خاص مسئلہ مبتلا برائے نفس خودش عمل میتواں کرد فاما مفتی را نمی رسد کہ باو فتوی دہد یا قاضی مقلد مقید بالقضا بالمذہب باو حکم تواں کرد واگر کند باطل باشد کما قد منا وکل ذلک مصرح بہ فی الکتب المعتمدۃ وآنکہ برائے نفس خودش باو عمل کند واجب ست کہ جملہ شرائط آں قول مرعی دارد مثلاً قول امام محمد در تفریق زن مجنون بشرط تفریق قاضی کہ بے آں دراں قول مرجوح ہم عمل نباشد بلکہ بہوائے نفس والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶ :۔ از اعظم گڈھ ڈاکخانہ مبارکپور محلہ پرانی بستی متصل مکان ناظر جی۔ مرسلہ حبیب اللہ ولد بابلہ

۱۴ / جمادی الاولی ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نابالغی میں نکاح ہوا اور وہ بی بی میکے سے ابتک رخصت ہو کر سسرال نہیں گئی عرصہ تین برس کا ہوا کہ شوہر بیمار ہوگیا ہے اور برابر علاج بھی ہو رہا ہے مگر کوئی دوا فائدہ نہیں کرتی اور نہ کوئی حکیم مرض کا پتا بتاتے کہ کون سا مرض ہے اب شوہر کی یہ حالت ہے کہ کوئی عضو کام کرنے کے لائق نہیں ہے ہر عضو سے معذور ہے نہ تو چل سکتا ہے نہ کھڑا ہو سکتا ہے اور پاخانہ پیشاب سے بالکل معذور ہے اور زبان بھی درست نہیں ہے کہ زبان سے کوئی بات صاف نکلے کہ جو کوئی سمجھ سکے بلکہ پاخانہ پھرتا ہے تو دوسرا

شخص آبدست لے دیتا ہے یہی حالت آج تین برس سے ہے اور وہ باولے کی شکل ہوگیا ہے اپنے کپڑے کا کچھ خیال نہیں کرتا ننگا مادرزاد بھی ہوجاتا ہے۔ اپنا خرچ بھی نہیں چلاسکتا اور نہ عورت کا چلاسکتا اور نہ شوہر اور نہ شوہر کے والدین نے اوس عورت کے نان نفقہ کا ابھی تک خیال کیا لڑکی کے والدین عاجز ہوکر کے آپ کے پاس یہ سوال حبیب اللہ ولد بابو نے روانہ کیا ہے ان سب حالتوں میں لڑکی کا نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں یہ سب حالت اور واقعہ سچا تحریر ہے

الجواب:۔ ان وجوہ سے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا درمختار میں ہے لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن اوس میں ہے ولا یفرق بینھما بعجزہ عنھا ای عن النفقۃ ولو قضی بہ حنفی لا ینفذ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ[۱۱۷]:۔ از بمبئی پوسٹ و پیر ولین مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب منیجر طلسمی پریس ۲۶ جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، سال ہوئے اور اس تمام زمانہ کا خرچہ والدین پر رہا زید کوئی کام کرنا نہیں چاہتا اپنے چھوٹے بھائی کی معمولی آمدنی پر اپنا بار ڈالے ہوئے ہے اسی وجہ سے زید کے والد بھی ناخوش ہیں کہ باوجود اون کے بہت سمجھانے کے بھی کچھ کام کرنا نہیں چاہتا۔ ہندہ کے والد کے انتقال کے بعد زید کو اسکی خوشدامن نے بلاکر سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور اپنے مکان چلکر یہ خط بھیجدیا بعدہٗ ہندہ کی والدہ نے انتقال کے بعد ہندہ کے ایک رشتہ دار بھائی نے خط وکتابت کی اسلیے کہ حقیقی کوئی بھائی بھی نہیں ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مندرجہ ذیل عبارات پر فسخ نکاح یا تفویض طلاق کا حکم ہوسکتا ہے یا نہیں اور بفتوائے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی بحالت عدم وصولی نان نفقہ کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

۱؎ خط خوشدامن کے نام۔ ماسوا اسکے میں تمھارا کوئی مزاحم نہیں اور نہ میں تمھارے کسی کام میں دخل دے سکتا ہوں مجھے تمھاری کسی خیریت اور خبر کی ضرورت نہیں ہے صرف اپنی لونڈیا کی وجہ سے خط بھیجتا ہوں تمھارے ہر کام کا تمکو اختیار ہے ہم کوئی نہیں ہیں کیوں دخل دیں گے جو تمھارے لوگوں کے مزاج میں آوے وہ کرو۔ بعد انتقال والدین عمر رشتہ کے بھائی نے خط بھیجا کہ ابتو خبرگیری کرو اب نہایت نازک وقت ہے۔ اسکا جواب درج ذیل ہے۔

۲؎ ذرا قرآن اور حدیث کو سامنے رکھیے اور پھر تصفیہ کیجئے گا کہ مرد پر کونسی عورت کا حق ہے اور کس وجوہات سے عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے بہت معاملات اور عادات ایسے ہیں کہ اگر مرد ان عادات کو عورت کی گوارہ کرے تو جہنمی ہوجائے وہ میری نیکبخت بیوی میں سب موجود ہیں۔ بعدہٗ یہ لکھنے پر کہ خبرگیری کرو اور اگر خبرگیری اپنے ذمہ واجب نہیں سمجھتے تو صاف صاف علیحدگی کے الفاظ لکھدو اگر کوئی صورت بھی منظور کرتے ہو تو میں یہ رعایت کرونگا کہ بحالت یکجائی ابتک کے حقوق ہندہ سے معاف کرادونگا اور بحالت علیحدگی مہر بھی تاکہ عنداللہ بھی آپ ماخوذ نہ رہیں۔

۳؎ **جواب**: آپکا تو اب یہ خیال ہے جناب قبلہ خوشدامن صاحبہ نے بعد انتقال خسر صاحب مجھکو یہاں سے بلایا اور مجھ سے بجائے اسکے کہ وہ رکھنے پر مجبور کرتیں یہ کہا کہ تم طلاق دیدو تو بہتر ہے میں خاموش ہورہا اگر میں طرح

نہ دیدیتا تو جب ہی معاملہ طے تھا مگر مجھے خیالاتوں سے واقفیت ہوگئی اور میں نے پھر وہاں رہ کر انتظار کیا کہ شاید مزاج عالی درست ہوجائے مگر ماشاء اللہ اوس مزاج مبارک نے وہ عروج حاصل کیا کہ ہمیشہ سے چہار چند سوا رنگ دکھلایا خیر مجھے کچھ شکایت نہیں ہے میں ایسے نافرمان متکبر لوگوں کی صحبت میں کبھی رہنا پسند نہیں کرتا اسواسطے کہ میں خود بدطینت ہوں اسوجہ سے بہتر ہے کہ وہ بھی آزادانہ زندگی بسر کریں میری بھی یہی رائے ہے لیکن یہ لکھد تیجئے کہ زہرہ کا کیا حشر ہوگا یہ فیصلہ آپ کے سر ہے جو آپ کردیں اگر زہرہ کو بھی دیدیں تو آپ کی مرضی۔ میں طیار ہوں۔ اگر آپ نہ دیں تو بھی راضی ہوں بہرحال جو تصفیہ آپ کریں اس خط کے جواب پر آپ جو چاہیں گے میں لکھدوں گا (بعدہ دوسرا خط آیا)

۴؎ برائے کرم جواب سے خط ہذا کے مطلع فرمائیے تاکہ جو رائے ہو اوس پر عمل درآمد کیا جائے۔ آپ عمرو کے یہ لکھنے پر کہ زہرہ ابھی صغیر سن ہے اور تم لوگوں کی صورت سے ناآشنا ایسی حالت میں اوسکو علیحدہ کرنا گویا زندہ درگور کرنا ہے۔ لہذا یہ معاملہ آئندہ پر رکھو اور اپنی علیحدگی کی تحریر دو چار دستخط کراکے بھیجدو تمھارے اطمینان کو یہ لکھے دیتے ہیں کہ ہندہ کے تمام حقوق بشرطیکہ تم اپنی تحریر ایسی بھیجدو معاف ہیں (اسکا جواب یہ آیا)

۵؎ میں یہ نہیں چاہتا کہ فی الحال زہرہ آپ لوگوں سے علیحدہ کی جائے کیونکہ ابھی وہ صغیر ہے جبتک وہ ہوشیار نہ ہوجائے تب تک میں اوسکو وہاں رکھنا پسند کرتا ہوں جسوقت وہ مجھ تک نہ آجائیگی جبتک یہ امر دستور ہے۔ فقط

الجواب: پہلا خط خوشدامن کے نام ہے اوس میں نہ زوجہ سے خطاب نہ اوسکا ذکر۔ اگر خود زوجہ سے کہتا تمکو اختیار ہے اور تفویض طلاق چاہتا تو وہ اختیار بھی اوسی مجلس پر موقوف رہتا نہ کہ ابتک ستمر درمختار میں ہے قال لھا اختاری او امرك بیدك ینوی تفویض الطلاق فلھا ان تطلق فی مجلس علمھا بہ مالم تقم او تعمل مایقطعہ اور "اگر ہم کوئی نہیں" کی جگہ خود زوجہ سے کہتا نہ تو میری زوجہ نہ میں تیرا شوہر جب بھی طلاق صاحبین کے نزدیک مطلقاً نہ ہوتی بہ قال وفی جواھر الاخلاطی والخلاصۃ وخزانۃ المفتین ھوالمختار وان نوی اور امام کے نزدیک اوسکی نیت پر موقوف رہتی قدمہ فی الخانیۃ واقتصر علیہ فی البدائع والکنز والملتقی وکان ھوالاوجہ درمختار میں ہے لست لك بزوج ولست لی بامرأۃ طلاق ان نواہ خلافا لھما ردالمحتار میں ہے قیدا بالنیۃ لانہ لایقع بلا نیتہا اتفاقا لکونہ من الکنایات واشار الی انہ لایقوم مقامھا دلالۃ الحال لان ذلك فیما یصلح جوابا فقط وھو الفاظ لیس ھذا منھا خط دوم میں یہ پوچھا ہے کہ کن وجوہ سے عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے اسے انشائے طلاق سے کچھ علاقہ نہیں اگرچہ اوسکے دل میں یہی کہ ہندہ میں بعض وجوہ ایسی ہوئیں جنکے سبب وہ نکاح سے باہر ہوگئی نہ طلاق نفاذ سے ہے دل کا تصور کچھ نہیں اسی خط میں اوس نے کہا ہے کہ میری بی بی الخ خط سوم میں فیصلہ دوسرے کے سر رکھا ہے اور

یہ کہ جو آپ چاہیں گے میں لکھ دونگا۔ یہ ایک وعدہ ہے اور وہ ایک رائے ہے کہ بہتر ہے کہ وہ بھی آزادانہ زندگی بسر کریں نہ یہ کہ اوسے آزاد کیا۔ خط چہارم میں طلب مشورہ ہے۔ خط پنجم میں جبتک زہرہ نہ مل جائے طلاق دینے سے انکار ہے۔ غرض ان خطوط میں کوئی حرف طلاق کا نہیں چارۂ کار معززین کے دباؤ خواہ نالش سے مجبور کرنا ہے کہ نان ونفقہ دے یا طلاق۔ بغیر اسکے کوئی صورت خلاص نہیں۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نفقہ نہ دینے پر تفریق نہیں کراتے بلکہ عاجز محتاج ہونے پر جو ادائے نفقہ پر قادر نہ ہو اور اگر ہو بھی تو حنفی کو اپنے امام کا اتباع واجب ہے واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹ :- از رامپور محلہ گھیر یوسف الدین خاں دیوار جنوبی انگوری باغ متصل مسجد پاکھر مطب ۳۴۔

مسئولہ سید مختار احمد میتمی ڈاکٹر ۷ ار جمادی الاولیٰ

ایک مرد مسلمان کا ایک عورت مسلمان کے ساتھ عقد شرعی ہوا۔ لیکن اب منکوحہ سے شوہر مذکور کو کوئی تعلق ظاہری وباطنی نہیں رکھتا اور ہر طرح سے منکوحہ بے پرواہ ہے ابتدائے نکاح سے ہنوز کوئی بات تخلیہ شوہریت کا بھی نہیں ہوا ہے معلوم ہوا کہ شوہر دائرۂ مردانیت سے بالکل بعید ہے یعنی نامرد ہے لہٰذا اس قسم سے یا ایسے نامرد سے منکوحہ کا نکاح جائز ہے یا ناجائز اس عورت کو کیا عمل کرنے کی ضرورت ہے اور موافق حدیث شریف کیا حکم ہے۔

الجواب :- نکاح صحیح ہوگیا عورت بے موت یا طلاق جدا نہیں ہوسکتی اگرچہ مرد نامرد ہو۔ ہاں چارہ کار حاکم شرعی کے یہاں دعوی ہے وہ اس ثبوت لینے کے بعد کہ مرد اسپر قادر نہ ہوا مرد کو ایک سال کی کامل مہلت دے کہ اپنا علاج کرے اس سال میں عورت مرد سے جدا نہ رہے اگر سال گزر جائے اور اب بھی قادر نہ ہو عورت پھر دعوی کرے اور حاکم پھر ثبوت لینے کے بعد عورت سے پوچھے کہ تو اپنے اس شوہر کے پاس رہنا چاہتی ہے یا اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے اگر عورت فوراً بلا تاخیر کہدے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو حاکم اون میں تفریق وجدائی کر دے یہ تفریق طلاق ہوگئی اور اب بعد عدت عورت دوسرے سے نکاح کرسکیگی ورنہ نہیں یہ حکم عورت کی جانب ہے رہا مرد اوسے حکم شریعت ہے کہ جب وہ عورت کا حق ادا نہیں کرسکتا تو اوسپر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دیدے نہ دے گا تو گنہگار و مستحق عذاب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰ :- مرسلہ مولوی رحیم بخش صاحب مدرس ساکن شیر کوٹ تاجر المورہ۔ ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

یہاں کوہ المورہ پر ایک شخص امان اللہ نے اپنی دختر کا نکاح سید فضل حسین باشندۂ ٹھاکر دوارہ سے کر دیا۔ رخصت ہوگئی سال بھر تک عورت اپنے شوہر کے پاس رہی اور ہم بستری ہوئی۔ پھر باپ کے یہاں آئی۔ امان اللہ وسید فضل حسین میں کوئی رنجش پیدا ہوئی۔ فضل حسین اپنی منکوحہ کو ٹھاکر دوارہ لیجانا چاہا امان اللہ نے لے جانے نہ دیا بلکہ قسم قسم کے تنازع ہوگئے یہاں تک کہ نوبت نالش کی آئی۔ امان اللہ نے جھوٹا طلاق کا دعوی کیا کہ بوجہ ظہور دروغ

حاکم نے خارج کردیا۔ ثانیاً مقدمہ اجازت فعل مختاری قائم کیا وہ بھی خارج ہوا بعدازاں سید فضل حسین اپنے مکان پر تھا یہاں کے تھانہ دار سے کچھ مخاصمت تھی۔ تھانہ دار نے عناداً سید مذکور کو بریلی کے پاگل خانے میں بھیج دیا اس اثناء میں امان اللہ موقع پاکر بربنا پاگل ہونے کے مقدمہ دائر کرکے حاکم سے اجازت نکاح ثانی کی چاہی حاکم ہند نے وجہ پاگل ہونے کی قائم کرکے نکاح ثانی کی اجازت دیدی۔ امان اللہ نے اجازت سے دس دن بعد نکاح ثانی کردیا جسے اب کئی سال گذر رہے جب سید فضل حسین رہائی یاب ہوا تو آکر دادخواہ ہوا اور مقدمہ دائر کردیا۔ لہٰذا علمائے دین ومفتیان شرع متین سے اس صورت میں استفسار مطلوب ہے کہ نکاح ثانی دختر امان اللہ کا بنائے مجنونیت پر جائز ہوا یا نہیں اگر ناجائز ہو تو بوجہ مرور مدت چند سال فضل حسین کا دعوٰی ساقط ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: صورت مستفسرہ میں ہندہ کا یہ نکاح ثانی کہ اس نے زندگی شوہر میں بے وقوع طلاق دوسرے شخص سے کرلیا بالاتفاق محض ناجائز ومردود ہے۔ اور حاکم کی اجازت باطل ومطرود۔ ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جنکے ہم پیرو ہیں اور انکے اعظم اصحاب حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مذہب پر تو اس بیہودہ نکاح کے عدم جواز اور عورت کا اب تک بدستور زوجیت شوہر اول میں ہونا آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن کہ ہمارے امام کے مذہب میں جنون شوہر کے باعث عورت کو ہرگز کسی وقت تفریق کرانے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہی مذہب اعظم ارکان مذہب امام ابویوسف کا ہے اور اسی کو بوجوہ کثیرہ ترجیح حاصل اسی کو تمام متون مذہب مثل کنز ووافی ووقایہ ونقایہ ومختار واصلاح وتنویر وملتقی وغیرہا میں اختیار فرمایا۔ اسی دلیل کو عامہ شروح معتمدہ مثل ہدایہ وکافی وتبیین واختیار وفتح القدیر وغیرہ میں مرجح کیا۔ اسی پر اکثر فتاوٰی کا اطباق ہوا۔ اسی کو امام اجل قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی میں مقدم رکھا اور وہ اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو راجح ومعتمد ہو۔ اسی کو علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی الابحر میں تقدیم دی اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو مؤید ہو۔ اسی کو خانیہ پھر خزانۃ المفتین میں ہمارا مذہب کہا اور امام علامہ فخرالدین زیلعی نے شرح کنزالدقائق پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام نے شرح ہدایہ میں اس عظیم وجلیل تحقیق کے ساتھ ہمارے مذہب کی تائید وتوصیف اور قول خلاف کی تضعیف وتزئیف فرمائی کہ اصلاً گنجائش کلام باقی نہ رکھی۔ من شاء فلیشرف بمطالعتھما اور اکثر کتب مذہب میں تو اس پر ایسا جزم قطعی فرمایا کہ قول خلاف کا نام تک نہ لیا۔ میں یہاں یہ صرف چند کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہوں۔ وقایہ ونقایہ واصلاح تینوں کتابوں میں ہے لایتخیر احدھما بعیب الاخر۔ کنز میں ہے لایتخیر احدھما بعیب فی الاخر۔ ملتقی الابحر اور اسکی شرح مجمع الانہر میں ہے لاخیار لھا ان وجدت (المرأۃ) بہ (ای بالزوج) جنونا الخ۔ اختیار شرح مختار میں ہے الحاصل اذا کان باحد الزوجین عیب فلاخیار للاٰخر[5] الجب والعنۃ والخصاء۔ خزانۃ المفتین وفتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب ما وان وجدت المرأۃ زوجھا مجنونا او بہ جذام او برص لیس لھا حق الفراقۃ

[5] یہاں اصل میں بیاض ہے۔

تنویر الابصار اور اوسکی شرح درمختار میں ہے لایتخیر احد الزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون الخ۔ نظیر کی اس اجمالی تقریر سے واضح ہوگیا کہ ہمارا یہ مذہب کتنی وجوہ کثیرہ سے ترجیح رکھتا ہے۔ **اولاً** خود یہی کہ وہ مذہب امام ہے اور مذہب امام، امام مذاہب جس سے عدول ہرگز جائز نہیں الا لضرورۃ ضعف دلیلہ او تعامل بخلافہ کما نصوا علیہ وقد اوضحناہ فی فتاوٰنا **ثانیاً** یہی امام ابویوسف اعظم ارکان مذہب کا قول ہے۔ علما تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ارشاد امام اعظم قول امام ابویوسف مرجح و مقدم ہے۔ درمختار میں ہے یأخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد الخ۔ **ثالثاً** اوس پر اجماع متون جنکی جلالت شان کو کوئی کتاب نہیں پہونچ سکتی کما نصوا علیہ قاطبۃ وحققناہ فی کتاب النکاح من فتاوٰنا **رابعاً** نظافر شروح کہ بتصریح علما فتاوی پر مقدم ہیں وسیاتی عن الغمز **خامساً** اوس پر جزم و اعتماد کرنیوالوں کی کثرت امداد الفتاح و رد المحتار وعقود الدریہ میں ہے القاعدۃ ان العمل بما علیہ الاکثر۔ **سادساً** اوس کے مرجح و مختار رکھنے والوں کی جلالت و عظمت جن میں مثل برہان الدین صاحب ہدایہ و امام قاضی خاں و امام محقق علی الاطلاق وغیرہم اجلۂ ائمہ اعلام ہیں۔ علما فرماتے ہیں امام قاضی خاں کی ترجیح اوروں کی ترجیح پر مقدم ہے اور فرماتے ہیں اوکما سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں۔ کما فی رد المحتار وغیرہ **سابعاً** قوت دلیل کہ بعد ملاحظہ تبیین الحقائق و فتح القدیر آفتاب کی طرح واضح ہوجاتی ہے **اقول** فثبت بحمد اللّٰہ ان قول الحاوی القدسی بقول محمد ھنا بہ ناخذ کما نقلہ عنہ فی الھندیۃ انما ھو کقولہ ایضا لروایۃ شاذۃ عن ابی یوسف مخالفۃ للمذھب المعتمد المجمع علیہ بین المتون والشروح والفتاوی وھی عدم کراھیۃ النفل یوم الجمعۃ عند الاستواء لان النار لاتسعر فیہ ان علیہ الفتوی کما نقلہ فی الاشباہ عن الحلیۃ عن الحاوی۔ قلت والمراد ھو ھذا اعنی حاوی القدسی فقد رأیت التصریح بہ فی الحلیۃ قال العلامۃ السید الحموی فی غمز العیون مجرد دعوی الحاوی ان الفتوی علیہ لایقتضی انہ الصحیح المعتمد فی المذھب کیف واصحاب المتون قاطبۃ والشروح ماشون علی قولھما یعنی الطرفین رضی اللّٰہ عنھما ومشی اصحاب المتون تصحیح التزامی علی ان ما فی المتون والشروح مقدم علی ما فی الفتاوی اھ خیر یہاں تک تو ہمارے اصل مذہب پر بنائے سخن تھی مگر مجھے یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ نکاح مذکور کو روایت خلاف سے بھی اصلا تعلق نہیں بلکہ وہ باتفاق ہمارے تمام ائمہ کے محض ناجائز واقع ہوا۔ میں اگرچہ اسے متعدد دلائل سے ثابت کرسکتا ہوں مگر یہاں صرف چند واضح امور پر اقتصار کافی روایت خلاف کا ہرگز یہ حکم نہیں کہ جنون شوہر میں مطلق حاکم فوراً اجازت نکاح ثانی دیدے بلکہ جب جنون نو پیدا ہو تو لازم کہ روز مرافعہ سے مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دے اگر اس میں اچھا ہوگیا تو اب ہرگز تفریق جائز نہیں اور نہ اچھا ہوا تو عورت جب تک پھر دعوی نہ کرے

حاکم ہرگز حکم نہ دے وہ بدستور زوج زوجہ رہیں گے۔ ہاں اگر اب عورت پھر دوبارہ خواستگاری تفریق کو آئے تو قاضی اوسے اختیار دے کہ چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کر یا شوہر کو، اگر اوس نے شوہر کو اختیار کیا یا بغیر کچھ کہے چلی گئی یا کھڑی ہوگئی یا قاضی کے سپاہیوں نے اوسے اُٹھا دیا یا قاضی فوراً اُٹھ کھڑا ہوا تو اب اوسے اصلاً اختیار نہ رہا وہ ہمیشہ کے لیے اوس کی زوجہ ہے کہ کبھی دعویٰ تفریق نہیں کرسکتی۔ اور اگر اوسی جلسہ میں اوسنے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اب قاضی تفریق کردے یہ تفریق طلاق بائن گنی جائیگی۔ اسکے بعد عورت ایام عدت پورے کرکے جس سے چاہے نکاح کرلے اور ضرور ہے کہ عورت درخواست قاضی مصر یا مدینہ کے حضور پیش کرے وہ سال بھر کی مدت دے اوسکے سوا دنیا میں کسی کی تاجیل کی معتبر نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے قال محمد ان کان الجنون حادثا یؤجله سنة کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذا لم یبرأ اوسی میں ہے ان جاءت المرأة الی القاضی بعد مضی الاجل والزوج لم یصل الیها خیرها القاضی فی الفرقة کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان فان اختارت زوجها وقامت عن مجلسها او اقامها اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار بطل خیارها کذا فی المحیط وهکذا روی عن محمد رحمه الله تعالٰی عنه وعلیه الفتوی کذا فی التاتارخانیة ناقلا عن الواقعات ان اختارت الفرقة امر القاضی ان یطلقها بائنة فان ابی فرق بینهما هکذا ذکر محمد فی الاصل کذا فی التبیین اھ ملخصا اوسی میں ہے لایکون هذا التاجیل الا عند قاضی مصر او مدینة فان اجلت المرأة او اجله غیر القاضی لایعتبر ذلك کذا فی فتاویٰ قاضی خان اوسی میں ہے لاتصح ولایة القاضی حتی یجتمع فی المولی شرائط الشهادة کذا فی الهدایة من الاسلام والحریة والتکلیف الخ ظاہر ہے کہ صورت مظہرہ سوال میں شوہر کا جنون نو پید اتھا کہ بعد حسن ثبوت ہنوز چار ہی مہینے گذرے تھے تو جواز نکاح ثانی وتحصیل فرقت کا یہ طریقہ ہرگز نہ تھا کہ حاکم اوسے نکاح ثانی کی اجازت دیدیتا بلکہ اوسپر فرض تھا کہ ثبوت کامل لے کر سال بھر کی مہلت دیتا اوسکے بعد کارروائی مذکور کرتا۔ یہاں نہ سال کی مہلت دی گئی نہ بعد مہلت عورت نے دوبارہ دعویٰ کیا نہ بعد تخییر عورت نے اوسی جلسہ میں اپنے نفس کو اختیار کرنا ظاہر کیا طرفہ یہ کہ حاکم سرے سے مسلمان بھی نہیں ایسی کارروائی اصلاً قابل اعتبار نہیں ہوسکتی نہ اوسکے سبب وہ زوجیت شوہر اول سے باہر آسکتی ہے۔ نکاح وطلاق ہم مسلمانوں کے دینی ومذہبی معاملات ہیں جن میں ہماری شریعت کے تمام احکام کی مراعات بغیر چارہ نہیں۔ اگر کوئی زن شوہردار کو بے وقوع طلاق وانتزاق اجازت نکاح دیدے تو کیا اوسے جائز ہوجائے گا کہ وہ جس سے چاہے نکاح کرلے۔ حاشا ہرگز روانہ ہوگا نہ وہ عصمت شوہر سے باہر آسکیگی۔ یہاں بعینہ یہی صورت واقع ہوئی طرہ یہ کہ عورت عدت بھی نہ بیٹھی، اجازت سے دس ہی دن بعد نکاح ثانی کرلیا اسکے حرام ہونے میں کیا شبہ ہے۔ ہم ابھی عالمگیری سے نقل کر آئے کہ یہ تفریق طلاق بائن ہوتی ہے اور طلاق میں تین حیض کی عدت فرض قال الله تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسهن ثلٰثة قروء۔ بالجملہ یہ دوسرا نکاح بالیقین ناجائز اور ہمارے سب ائمہ کے نزدیک

یہ وہی چیز ہے جسے قانون حال میں ازدواج مکرر کہتے ہیں۔ اور کوئی سفیہ سا سفیہ گمان نہیں کرسکتا کہ مرد مدت سے زوجیت زائل ہوگئی اور جو شخص چاہے زوجہ غیر کو لیجائے اور دو چار برس روپوش رکھے چلیئے مرور مدت سے زوجیت زائل ہوگئی اب شوہر کس بنا پر دعوی کرسکتا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پس عورت پر واجب حتمی ہے کہ اس حرام سے باز آئے اور اپنے شوہر کے سوا دوسرے سے کنارہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۱ :۔ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر پیدائشی عنین یعنی نامرد نکلا چنانچہ ڈاکٹر نے اوسکا ملاحظہ کیا اور سند نامرد ہونے کی دیدی دریں صورت نکاح اوسکا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے آیا زوجہ شوہر سے محتاج طلاق ہے یا نہیں اور ایسی حالت میں مستحق کسی جزء مہر کی ہوتی ہے یا نہیں اور ڈاکٹری سند ثبوت نامردی کے لیے کافی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ زوج کا عنین ہونا مانع صحت نکاح نہیں زوجہ عنین مثل دیگر زنان بے طلاق ہوئے شوہر سے جدائی کا اختیار نہیں رکھتی خلوت صحیحہ اگر ہولی تو مہر تمام وکمال پائیگی فی التنویر الخلوۃ بلا مانع کالوطء ولو مجبوبا او عنینا او خصیا فی ثبوت النسب وتاکد المھر اھ ملتقطا۔ سند ڈاکٹر محض ناکافی و نامعتبر ہے قال اللہ تعالٰی یا ایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا الایۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲ :۔ از شہر بریلی محلہ کوہاڑا پیر مسئولہ نصیر اللہ صاحب۔ ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنے شوہر کی ناقابلیت بیان کرتی ہے کہ چھ برس کا عرصہ شادی کو ہوا ابتک شوہر میں کوئی مردی نہیں۔ مرد کی ایسی حالت اوسکے ورثا کو بھی معلوم ہے مرد خود علاج کراتا رہتا ہے لیکن کوئی علاج مفید نہ ہوا اب عورت چاہتی ہے میرا عقد دوسرے شخص کے ساتھ ہوجائے مرد کہ اوس کے خیال سے تعرض نہیں تو ایسے مرد کے ساتھ نکاح جائز ہوا یا نہیں۔ اور اپنا ارادہ کس طرح پورا کرے آیا مرد طلاق دے یا کوئی ضرورت نہیں۔

الجواب :۔ نکاح مذکور جائز و صحیح ہے عورت کو ہرگز روا نہیں کہ بے طلاق یا فرقت شرعیہ کے دوسرے سے نکاح کرلے اگر کریگی محض حرام ہوگا۔ مرد جب ہمبستری میں عورت کا حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اوسپر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دیدے قال اللہ تعالٰی فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف بعد طلاق عورت عدت بیٹھے اگر مرد خلوت کرچکا ہو اگرچہ اوسپر قادر نہ ہوا ہو اوسکے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے اور اگر ابتک خلوت نہوئی تو بعد طلاق فوراً جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے فی الھندیۃ من باب العنین علیھا العدۃ بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بھا وان لم یخل بھا فلا عدۃ علیھا الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲: از محکمہ پیمائش ضلع گورکھپور مرسلہ منشی فرید احمد صاحب اہکار مینی کرنیل ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مریم دس برس کی تھی اور زید پندرہ کا کہ اونکے والدین نے برضا ورغبت خود ان کا نکاح کر دیا جب مریم بالغہ ہوئی تو اوسے ظاہر ہوا کہ شوہر نامرد ہے اس صورت میں وہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں اور مریم بے طلاق زید کے دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں اور شوہر طلاق نہ دے تو صورت خلاص کیا ہے اور دعوی مہر پہنچتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: صورت مستفسرہ میں نکاح قطعاً صحیح ہے لصدورہا عن اھلہ فی محلہ اور جبتک زید کی طرف سے طلاق نہ ہو وہ اوسکی زوجہ ہے دوسرے سے نکاح ہرگز جائز نہیں قال تعالٰی والمحصنٰت من النساء عقود الدریہ میں ہے سئل فی بکر صغیرۃ زوجھا ابوھا من رجل ودخل بھا ثم بلغت رشیدۃ وادعت بہ عنۃ وطلبت التفریق فما الحکم الجواب لایفرق بینھما بمجرد دعواھا انہ عنین الخ البتہ جب زید اوسپر غیر قادر اور اوسکے ادائے حق سے قاصر ہے تو اوسپر بنص قطعی قرآن طلاق دینا واجب اگر یونہیں رکھ چھوڑیگا گنہگار رہوگا قال تعالٰی فامساک بمعروف او تسریح باحسان پس اگر وہ طلاق نہ دے تو صورت خلاص یہ ہے کہ مریم و زید کسی عالم دین فقیہ متین کو پنچ کریں فی الفتاوی الخیریۃ للعلامۃ خیر الدین الرملی سئل فی العنین اذا جعل بینہ وبین زوجۃ محکمین فاجلاہ سنۃ ومضت ھل لھم ان یفرقوا بینھما اذا طلبت ام لااجاب نعم یصح التحکیم فی مسئلۃ العنین لانہ لیس بحد ولا قود ولادیۃ علی العاقلۃ ولھم ان یفرقوا بطلب الزوجۃ واللہ اعلم اھ قلت وھذا النص یقدم علی استظہار العلامۃ امین الدین ابن عابدین اخذا بالتامل مع ان ما استظھرہ بہ لایفیدہ کما اوضحنا فیما علقناہ علیہ فتبصر پنچ اگر اوسکے حضور دعوی کرے حکم زید سے جواب لے اگر اپنی نامردی اور مریم پر قدرت نہ پانے کا مقر ہو اوسے آج سے سال بھر کامل کی مہلت دے اور منکر ہو تو عورت ثقہ نمازی پرہیزگار مریم کو دیکھے جب وہ شہادت دے کہ واقعی مریم ہنوز بکر ہے تو زید کو سال بھر کی مہلت دیجائے اگر وہ دن ختم ماہ قمری ہو تو سال کے بارہ مہینے تیرہ ہلالوں سے لیے جائیں ورنہ تین سو ساٹھ دن شمار کرلیں اور اس مدت میں جتنے دنوں مریم باختیار خود زید کے مسکن میں نہ رہے یا اوسے خواہ زید کو ایسا مرض ہو جس میں مجامعت نہ ہوسکے وہ دن شمار میں نہ آئینگے اور اگر زید ہی اوسے نہ رکھے یا اوس کے پاس نہ آئے تو کچھ مجرانہ پائے گا یونہیں ایام حیض بھی مجرا نہ ہونگے جب اسطرح سال گزر جائے اور زید مریم پر قدرت نہ پائے مریم پھر حکم کے پاس تفریق وازالہ نکاح کا دعوی کرے حکم پھر زید سے جواب لے اگر معترف ہو یا بحالت انکار پھر کسی عورت معتمدہ نمازی متقیہ کی شہادت معاینہ سے ثابت ہو کہ اب بھی مریم بدستور بکر ہے تو حکم مریم سے پوچھے تو زید کو اختیار کرتی ہے یا اپنے نفس کو اگر کہے زید کو یا بغیر کچھ کہے چلی جائے یا کھڑی ہو جائے یا اوٹھادی جائے یا حکم اوٹھ کھڑا ہو تو اب اوسکا دعوی باطل اور نکاح لازم ہوگیا اور اگر اوسی جلسہ میں کہدے میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو حکم زید کو حکم دے کہ اوسے طلاق دے کہ بحکم شرع تجھپر طلاق دینی واجب ہے اگر دیدے فبہا

ورنہ حکم کہدے میں نے تم دونوں میں تفریق کردی فوراً مریم اوسکے نکاح سے نکل جائیگی جس سے چاہے نکاح کرلے پس اگر زید ومریم میں خلوت ہوچکی تو مریم پر عدت اور زید کے ذمہ پورا مہر ورنہ عدت نہیں اور آدھا مہر فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار لو وجد تم عنینا اجل سنۃ قمریۃ بالاھلۃ علی المذھب ولو اجل فی اثناء الشھر فبالایام اجماعا (کل شھر ثلثون یوما) ورمضان وایام حیضھا منھا وکذا حجہ وغیبتہ لامدۃ حجھا وغیبتھا ومرضہ ومرضھا ویؤجل من وقت الخصومۃ فان وطئ مرۃ فبھا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقھا بطلبھا متعلق بالجمیع (ای جمیع الافعال وھی فرق واجل وبانت) ولو ادعی الوطئ وانکرتہ فقالت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ھی بکر خیرت فی مجلسھا (ای یخیرھا القاضی) وان اختارتہ بطل حقھا کما لو وجد منھا دلیل اعراض بان قامت من مجلسھا او اقامھا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار شیئا بہ یفتی لامکانہ مع القیام اھ ملتقطا عالمگیری میں ہے ان اختارت الفرقۃ امر القاضی ان یطلقھا بائنۃ فان ابی فرق بینھما ھکذا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالی فی الاصل کذا فی التبیین والفرقۃ تطلیقۃ بائنۃ کذا فی الکافی ولھا المھر کاملا وعلیھا العدۃ بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بھا وان لم یدخل بھا فلا عدۃ علیھا ولھا نصف المھر ان کان مسمی والمتعۃ ان لم یکن مسمی کذا فی البدائع اھ اصل حکم یہ ہے پھر اگر زید براہ شرارت واضرار زوجہ کسی کو پنچ کرنے پر راضی نہ ہو تو چارہ کار یہ ہے کہ اوس شہر میں جو عالم دین وہاں کے سب اہل علم فقہ وعلوم دینیہ میں زائد ہو مریم اوسکے یہاں بطور خود دعویٰ مذکور پیش کرے عالم موصوف زید کو بلا کر کارروائی بروجہ مذکور کرے فان اعلم البلد لایحتاج فی زماننا فی امثال ھذا الی التحکیم کما نص علیہ المولی الفاضل سیدی عبد الغنی النابلسی فی الحدیقۃ الندیۃ عن الامام العتابی وعن السید السمہودی ثم عن المناوی رحمہم اللہ تعالی علیہم اجمعین پھر اگر زید کو آنے میں بھی انکار ہو تو عالم ممدوح خود اوسکے پاس تکلیف کرے فی الھندیۃ یذھب بنفسہ ویبعث من یحضرہ ورسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فعل کلا النوعین اھ ملخصًا اور غالبًا ہنوز حکم مسئلہ سے ناواقفی کے باعث اوسے عالم موصوف سے ملنے اور گفتگو کرنے میں باک نہ ہوگا بس صرف اتنا اوس سے دریافت کرلے کہ مریم تیری نامردی کی شاکی ہے آیا واقعی ایسا ہی ہے یا نہیں اگر اقرار کرے سال بھر کی مہلت دیدے اور بحالت انکار زنان ثقات کو دکھا کر بقائے بکارت کا ثبوت لیکر زید کو مہلت ایک سال کی اطلاع کردے جب بعد مرور مدت عورت پھر جدائی چاہے عالم دوبارہ زید کے پاس جائے بن پڑے تو کارروائی مذکورہ کرے مگر جب زید کو خواہی نخواہی ایذا واضرار مریم ہی منظور ہے تو بعد سماع مہلت عجب نہیں کہ دوبارہ عالم سے نہ ملے کہ آخر جبر شرعی کی طرف تو کوئی راہ ہی نہیں اگر ایسی صورت واقع ہو تو مریم اس بار دوم کی کارروائی میں اپنے آپ اعانت عالم سے

غنی سمجھے اور صرف اوسقدر امداد پر جو اوّل بار بحکم حاکم نامردی زید ثابت ہوکر مہلت یکساں دی گئی تھی قناعت کرے اب کہ زید حاکم سے نہ ملے اور کارروائی آئندہ نہ ہونے دے ہندہ خود کہدے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور زید کے نکاح سے باہر آئی مذہب صاحبین پر اسقدر بھی کافی ہوجائیگا اور مریم اوسکے ظلم سے نجات پائیگی فی ردالمحتار تحت قولہ والا بانت بالتفریق من القاضی وقیل یکفی اختیارھا نفسھا ولایحتاج الی القضا کخیار العتق قیل وھو الاصح کذا فی غایۃ البیان وجعل فی المجمع الاوّل قول الامام والثانی قولھما نھر وفی البدائع عن شرح مختصر الطحاوی ان الثانی ظاھر الروایۃ ثم قال وذکر فی بعض المواضع ان ما ذکر فی ظاھر الروایۃ قولھما انتھی **اقول** وقد نص علماءنا ان تقلید الغیر یجوز فی مواقع الضرورۃ وقد قال اللہ تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج فما ظنک بالعمل بقول صاحبی الامام المثبت فی ظاھر الروایۃ المذیل بترجیح ما فقد صرحوا انہ لیس فی المذھب قول لاحد غیر الامام الھمام رضی اللہ تعالٰی عنہ واما ما ینسب الی الصاحبین او الی احدھما فما ھو الا روایۃ عنہ مال الیھا بعض الاصحاب فنسبت الیہ کما اقسم علیہ الاصحاب بایمان غلاظ شداد کما ذکرہ فی ردالمحتار وغیرھا من الاسفار واللہ یحب التیسیر ولا یرضی بالظلم ولا ضرر ولا ضرار فی الاسلام والیہ المشتکی من احوال الزمان واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: ۱۱ جمادی الاخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نامرد ہے اوس نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی اب وہ مقدمہ جھوٹا بناکر کچہری چڑھتا ہے کہ ہم نے طلاق نہیں دی ہے کچہری سے حکم ہوا ڈاکٹر معاینہ کرے اوسکا ملاحظہ بھی ہوا وہ نامرد ہے دو چار شخصوں نے اوسکو چڑھاکر نالش کردی ہے۔ اس مسئلہ میں کیا حکم ہے۔

الجواب: جب طلاق دیدی اور عدت گزر گئی یا طلاق بائن تھی تو عورت نکاح سے نکل گئی اور وہ جھوٹی نالش کرنے سے سخت گنہگار ہوا اور اگر طلاق رجعی تھی اور عدت کے اندر رجعت کرلی تو عورت اوسکے نکاح میں ہے اور نالش میں وہ گنہگار نہ ہوا اگرچہ طلاق نہ دی کہنا نہ چاہیئے تھا واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ: ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع بلارعایت کسی کے مسائل معضلہ ذیل میں۔ ایک عورت جوان تیس سالہ کہ جس کا خاوند مدت دراز سے مجنون ہے اور اوسکا علاج بھی ہر قسم سے کرایا گیا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اور اوس شخص کا جنون حد کو پہنچ گیا کہ جس کو فقہ والے جنون مطبق کہتے ہیں۔ اور نیز اس مجنون کے پاس کچھ مال واسباب بھی نہیں ہے جس سے اوس عورت کے نان نفقہ کا انتظام ہوسکے۔ ایسے مجنون کی زوجہ کو ائمہ ثلثہ سے کسی امام کے نزدیک خیار تفریق ہے یا نہیں اور

مسئلہ میں خیار تفریق کس امام کے قول پر فتویٰ ہے۔ اگر ضرورت کے وقت مسئلہ شرعی میں دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دیا جائے اور اوس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ فقہ کی کتابوں میں مثلاً شرح وقایہ وہدایہ وشامی وغیرہ میں اکثر مسائل کے اندر صاحبین کے قول کی ترجیح، امام کے قول پر ثابت کرتے ہیں۔ اور کتب فتاویٰ مثلاً عالمگیریہ وقاضی خاں وغیرہ میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں آیا یہ بات جائز ہے یا نہیں۔ جن مسائل میں قاضی کی ضرورت ہے تاکہ آسکے یہاں دعویٰ کیا جائے جیسے مسئلہ عنین وغیرہ ہیں اور اوسکی جگہ قاضی وحاکم حکم وغیرہ نہیں ہے چنانچہ آجکل عملداری نصاریٰ کی ہے تو اس صورت میں مفتی کا فتویٰ قائم مقام قاضی ہو سکتا ہے یا نہیں۔ جواب مسئلہ صاف صاف مع حوالہ کتاب کے مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب:- ہمارے مذہب میں جنون کی وجہ سے ہرگز تفریق نہیں ہو سکتی۔ درمختار میں ہے لا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون الخ رد المحتار میں ہے وقد تکفل فی الفتح برد ما استدل بہ الائمۃ الثلثۃ ومحمد بما لا مزید علیہ۔ ہمارے علماء سے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جانب خیار گئے اور حاوی قدسی میں حسب عادت برخلاف عامہ متون وشروح وفتاویٰ اوسکی نسبت "بہ ناخذ" بھی لکھدیا جیساکہ اوس سے علمگیریہ میں منقول ہوا۔ فقیر کے فتاویٰ میں بتفصیل تام واضح کر دیا گیا ہے کہ ماخوذ ومختار ومعتمد وواجب التعویل مذہب مہذب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے وان قول الحاوی لخلافہ بہ ناخذ قد خالف فیہ المذہب وجمہور ائمۃ المذاہب والدلیل ایضا فان الدلیل مع الامام فلا یلتفت الی خلافہ۔ بانیہمہ اگر جنون حادث ہے پیش از نکاح شوہر مجنون نہ تھا بعد کو پیدا ہوا اور حالت ضرورت بلا مکر وفریب وبیروی نفس سچی سچی واقعی متحقق ہے تو قول امام محمد پر عمل ممکن۔ فقد اجازوا تحقق الضرورۃ الصحیحۃ تقلید الغیر بشرائط فہذا اولی بالجواز اذ لیس بحمد اللہ فی المذہب قول خارج عن اقوال الامام کما نص علیہ العلماء الکرام وذکرہ اصحاب امامنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم بغلاظ الایمان وشداد الاقسام لاسیما وقد ذیل لما ہو اکد الفاظ الافتاء مگر قول امام محمد یہ نہیں کہ شوہر کو جنون ہو جائے تو عورت بطور خود اوس سے فرقت کرکے دوسرے سے نکاح کرلے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں لا فیہ خلافا عظیما شدیدا اقویا بل اجل واقوی فلا یترجح ہذا الجانب الا بالقضاء کما فی العنۃ بل اولی کما لا یخفی۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے حضور دعویٰ کرے وہ ثبوت جنون لے کر روز نالش سے ایک سال کامل کی مہلت دے اگر اس مدت میں شوہر اچھا ہو گیا فبہا اور اگر اچھا نہ ہوا اور عورت نے بعد انقضائے سال پھر دعوے نہ کیا تو وہ بدستور اوسکی زوجہ ہے اور اگر پھر رجوع لائی اور حاکم کو ثابت ہوا کہ شوہر ہنوز مجنون ہے تو اب وہ عورت کو اختیار دیگا کہ چاہے اپنے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو اختیار کیا یا بغیر کچھ کہے چلی گئی یا کھڑی ہو گئی یا کسی نے اوسے اوٹھا دیا یا حاکم خود اوٹھ کھڑا ہوا تو اب عورت کو اصلا اختیار نہ رہا

وہ بدستور ہمیشہ اس مجنون کی زوجہ رہیگی اور اگر مجلس بدلنے سے پہلے عورت نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اب حاکم تفریق کردے گا اس روز سے عورت طلاق کی قدرت بیٹھے عدۃ جس سے چاہے نکاح کرے۔ یہ اوس صورت میں ہے کہ قاضی کو جنون ثابت ہوا اور اوسکا مطبق ہونا ثابت نہ ہوا۔ اور اگر حاکم کو ثابت ہوجائے کہ واقعی مدتہائے دراز گذر گئیں کہ یہ شخص مجنون ہے اور آرام نہیں ہوتا جنون اسکا مطبق یعنی ملازم و ممتد ہے تو اب سال کی مہلت نہ دیگا ملکہ فی الفور عورت کو اختیار دیگا کہ چاہے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو۔[1] بیان ہوے۔ ہندیہ میں ہے اذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لہا کذا فی الکافی قال محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المرأۃ بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا فہو کالجب وبہ ناخذ کذا فی الحاوی القدسی۔ بہرحال یہ تفریق بے حکم حاکم شرع نہیں ہوسکتی۔ جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں جو عالم دین سچا عالم تمام اہل شہر میں فقہ کا اعلم ہو ایسے امور میں حاکم شرعی ہے کما نص علیہ فی الحدیقۃ الندیۃ عن فتاوی الامام العتابی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مگر یہ لحاظ لازم ہے کہ عالم کا ایسا فیصلہ اوسکے لئے کسی قانونی دقت کا موجب نہ ہو ورنہ عالم اوس سے ضرور احتراز کرے اور یہ لوگ رامپور وغیرہ ریاست اسلامیہ میں چارہ جوئی کریں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از بہیڑی ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا نکاح اوسکے باپ نے زید کے ساتھ کیا اب کئی سال گزرے رخصت بھی ہوگئی مگر زید نامرد نکلا ہندہ اوسکے پاس بدقت تمام کچھ دنوں تک رہی ہرچند زید سے کہا جاتا ہے طلاق بھی نہیں دیتا اسوقت میں ہندہ کے واسطے چارہ کار کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب :-

جبکہ زید نے ہندہ پر قدرت نہ پائی اور اوسکے ادائے حق واجب میں قاصر رہا تو اوسپر شرعاً فرض ہے کہ ہندہ کو طلاق دیدے اگر نہ دیگا گنہگار رہیگا قال اللہ تعالٰی فامساک بمعروف او تسریح باحسان اگر زید خدا ناترسی کرکے طلاق نہیں دیتا تو اوسکی تدبیر شرع مطہر میں یہ ہے کہ ہندہ حاکم شرع کے حضور دعوٰی کرے حاکم زید سے جواب لے اگر وہ ہندہ پر اپنے قادر نہونے کا اقرار کرلے فبہا ورنہ حاکم کسی عورت مسلمان نیک پارسا ثقہ معتمدہ ہوشیار کو دکھاکر شہادت لے کہ ہندہ دوشیزہ ہے بعدہٗ زید کو ایک سال کامل کی مہلت دے اس سال زید ہندہ پر قادر ہوجاوے تو بہتر ورنہ عورت پھر دعوٰی کرے اور تفریق چاہے اب پھر اگر اقرار زید خواہ شہادت یک عورت مسلمہ ثقہ سے ہندہ کی دوشیزگی ثابت ہو تو حاکم عورت سے دریافت کرے کہ اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو اگر عورت شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کے اختیار میں تاخیر کرے کہ مجلس بدل جائے تو اب اوسکا دعوٰی بالکل ساقط ہوجائے گا لہذا اوسی جلسہ میں فوراً اپنے نفس کو اختیار کرلے اوسوقت حاکم زید کو حکم دے وہ اگر مان لے بہتر ورنہ

[1] یہاں اصل میں بیاض ہے۔

حاکم عود اون میں تفریق کا حکم کرے یہ تفریق طلاق بائن ہوجائیگی بعد مرور عدت ہندہ کو اختیار رہیگا جس سے چاہے نکاح کرلے
فی الدر المختار لو وجدته عنینا اجل سنة قمریة فان وطیٔ مرة فبھا والا بانت بالتفریق من القاضی ان
ابی طلاقھا بطلبھا اھ ملخصا یہ ساری کارروائی قاضیٔ شرع کے حضور ہو جسے حاکم اسلام نے فصل مقدمات پر مقرر کیا ہو
فی الدر لاعبرة بتاجیل غیر قاضی البلد اگر اون کے شہر میں کوئی ایسا قاضی نہ ہو تو زید و ہندہ کسی ذی علم کو پنچ
مقرر کریں اوسکے یہاں یہ کارروائیاں ہوں فی الخیریة یصح التحکیم فی مسئلة العنین لانہ لیس بحد و لا
قود ولا دیة علی العاقلة ولھما ان یفترقا بطلب الزوجة اگر زید کسی کو پنچ بنانے پر راضی نہ ہو تو ہندہ امور غیر
بلاد اسلامیہ میں جاکر ایسے قاضی شرع کے یہاں دعوی کرے جسکی قضا کو والی اسلام نے اسکے خاص اوس شہر والوں سے مخصوص
نہ کردیا ہو فان القضاء یقبل التخصیص بالزمان والمکان کما فی الاشباہ وغیرھا وہ احکام مذکورہ پر عملدرآمد
کرے فی بحر الرائق ورد المحتار وغیرھما من الاسفار ولا یشترط ان یکون المتداعیان من بلد القاضی اھ
واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ :- از بریلی محلہ باغ احمد علی خاں متصل بانسمنڈی مسئولہ اسحاق احمد صاحب ۲۴ شوال ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نصیبن کا نکاح زید کے ساتھ ہوا زید نامرد ہے اور نصیبن خانہ زوج میں بخوشی اپنی
موجود تھی مگر والدین نصیبن مذکور چاہتے ہیں کہ مساۃ مذکور اوس سے علحدہ کرلی جائے آیا زید سے طلاق لینا واجب ہے یا نہیں
نصیبن کے نکاح کو عرصہ ڈھائی برس کا ہوا شروع نکاح میں صرف تین مرتبہ ہمبستری کا اتفاق ہوا ازاں بعد نامرد ہوگیا اب
نصیبن مذکور ناخوش ہے بنائے ناخوشی یہ ہے کہ زید کے باپ نے ایک مکان وقت نکاح اوس کے نام کردیا تھا اب جبراً
واپس لیلیا اور رجسٹری کرالی۔

الجواب :- طلاق لینا واجب نہیں نہ اب بربنائے نامردی دعوی ہوسکتا ہے کہ ایک بار چھوڑ تین بار ہمبستری
کرچکا ہے۔ ہاں اگر زید جانتا ہے کہ وہ اوسکے ادائے حق سے قاصر ہے تو عند اللہ اوس پر لازم ہے کہ اوسے طلاق دیدے جبکہ وہ
اپنا حق جماع چھوڑنے پر راضی نہو قال تعالی فامساك بمعروف او تسریح باحسان۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ :- از بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ امانت علی صاحب ۳۰ جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دو جگہ اپنے نکاح کا پیام بھیجا لڑکی والوں کو تحقیقات سے معلوم
ہوا کہ یہ شخص نامرد ہے تیسری جگہ دھوکہ دیکر ایک لڑکی سے عقد کرلیا اور نامرد ثابت ہوا پس ایسی حالت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں۔

الجواب :- ہاں نکاح ہوگیا عورت اگر دعوی کریگی تو بعد ثبوت نامردی مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دیجائے گی
اگر اس میں اوس عورت پر قادر ہوگیا فبہا ورنہ پھر عورت کے دعوی کرنے اور اب بھی نامردی ثابت ہوجانے پر حاکم عورت کو
اختیار دیگا کہ چاہے شوہر کے پاس رہنا مانے یا جدائی اگر وہ فوراً کہے گی کہ جدائی چاہتی ہوں تو دونوں میں تفریق کردے گا

اوسوقت عورت بعد عدت دوسری جگہ نکاح کرسکیگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از پرتاب گڈھ محلہ سید امین۔ مسئولہ عبدالرب صاحب ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جس عورت کا مرد پانچ چھ سال سے زیادہ تک نامعلوم و بے نشان ہے تو ایسی صورت میں عورت کو اختیار ہوگا یا ہے کہ دوسرا شوہر کرلیوے امام مالک شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک قول کے فرماتے ہیں کہ جب گزر جائیں چار برس تو تفریق کرادے درمیان میں میں اون دونوں کے قاضی بعد اسکے نکاح کریں زوج ثانی سے اور غرض مستفسر کی یہ ہے کہ بر تقدیر جائز ہونے اس مسئلہ کے فسخ نکاح کی کیونکر قاضی سے کرادی جائے اس زمانہ پرآشوب میں بباعث حکام غیر مذہب کے احکام قاضی کے بالکل مسدود ہوگئے ہیں پس ایسے وقت میں طریقہ اوسکے فسخ کرنے نکاح کے کیونکر عمل میں لائی جائیگی۔ دوسرے یہ کہ بعد فسخ کرادینے نکاح قاضی کے آیا اس کے لیے کوئی عدت طلاق یا وفات کی کرنا چاہیے کہ بدون عدت کے نکاح ثانی کرلے تیسرے یہ کہ اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت بعض مسئلوں میں امام شافعی و امام مالک کے قول پر عمل کرے تو اس صورت میں اوس شخص کو ہمیشہ کے لیے کل مسئلوں میں اس امام کی تقلید لازم ہوتی ہے یا نہیں۔ چوتھے یہ کہ حنفیہ بھی اس فتوے کے موافق فتوے دے سکتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ ہمارے مذہب میں وہ نکاح نہیں کرسکتی جبتک شوہر کی عمر سے ۷۰ سال گزر کر اوسکی موت کا حکم نہ دیا جائے اوسوقت وہ بعد عدت وفات نکاح کرسکیگی یہی مذہب امام احمد کا ہے اور اسیطرف امام شافعی نے رجوع فرمائی امام مالک کہ چار سال مقرر فرماتے ہیں وہ اسکے گم ہونے کے دن سے نہیں بلکہ قاضی کے یہاں مرافعہ کے دن سے خود امام مالک نے کتاب مدونہ میں تصریح فرمائی کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس برس گزر چکے ہوں اون کا اعتبار نہیں ادعائے ضرورت کا علاج تو اون کے یہاں بھی نہ نکلا آجتک تو جتنا زمانہ گزرا بیکار رہا اب قاضی شرع اگر ہو بھی اور اوسکے یہاں مرافعہ کیا جائے اور وہ شوہر کا مفقود الخبر ہونا تصدیق کرلے اوسکے بعد چار برس کی مہلت دے اور پھر ابتک مفقود رہنا تحقیق کرے اوسکے بعد تفریق کرے اور عورت عدت بیٹھے یہ ممتد زمانہ بے شوہر اور بے نان نفقہ کے کیسے گزریگا مذہب بھی چھوڑا اور کام بھی نہ کٹا لہذا وہ کرے جو امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھی امرأۃ ابتلاھا اللہ تعالیٰ فلتصبر حتی یاتیھا البیان یہ ایک عورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بلا میں مبتلا فرمایا ہے اوس پر لازم ہے کہ صبر کرے یہانتک کہ شوہر کی موت حیات ظاہر ہو ضرورت صادقہ کے وقت جو کسی مسئلہ میں ائمہ ثلثہ سے کسی امام کی تقلید کی جاتی ہو صرف اوس مسئلہ میں اوسکے مذہب کی رعایت امور واجبہ میں ضرور ہوگی دیگر مسائل میں اپنے امام ہی کی تقلید کی جائیگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے خاوند نے اپنے زوجہ کے قتل کی نیت سے جا قو مارے اور ابنی

دانست میں اوس کا کام تمام کردیا تھا مگر قضائے الٰہی سے وہ زندہ بچ گئی شوہر بعد میں سزائے جرم میں دس برس کے لیے دریائے شور بھیجا گیا شوہر نے لفظ طلاق کا کچھ نہیں کہا تھا اب زوجہ محتاج ہے اور کسب پر قادر نہیں دوسرے شخص سے وہ نکاح کرسکتی ہے یانہیں وقت مقدمہ جب انگریز نے شوہر کو دریائے شور بھیجا تھا اور شوہر نے یہ بیان کیا تھا میں نے تو اوسکو بالکل مارڈالا تھا وارثان زوجہ نے حاکم سے یہ کہا کہ اس شخص سے زوجہ کو طلاق بھی دلوادو تو حاکم نے یہ کہا کہ تم اپنے علماء سے دریافت کرو باقی مجرم نے تو اپنی زوجہ کو اپنے ذہن میں قتل ہی کرڈالا تھا طلاق کے استفسار وطلب کی حاجت کیا ہے اور واقعی شوہر نے زوجہ کو اس طور مارا تھا کہ اوس کا بچ جانا تعجبات سے ہے یعنی زوجہ کی آنتیں وغیرہ سب نکل کے باہر آگئی تھیں فی الجملہ صورت مستفسرہ میں ہندہ زوج کے نکاح میں ہے یانہیں اور دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یانہیں اور جس عورت کا شوہر دائم الحبس ہوگیا وہ نکاح دوسرے سے کرسکتی ہے یانہیں۔

الجواب: بے افتراق بموت یا طلاق دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا ہمارے نزدیک غیبت خواہ عسرت کے سبب ادائے نفقہ سے شوہر کا عجز یا تحصیل نفقہ سے عورت کی محرومی باعث تفریق نہیں بلکہ شافعیہ وغیرہم کے نزدیک بھی اس جواز تفریق کے یہ معنی کہ عورت قاضی شرع کے حضور دعوی پیش کرے اور قاضی گواہ شرعی لیکر تفریق کردے نہ یہ کہ عورت بطور خود جس سے چاہے نکاح کرلے یہ ہرگز ائمہ اربعہ سے کسی کا مذہب نہیں اسی طرح شوہر کا بقصد قتل زوجہ پر حربہ کرنا اور اپنے گمان میں اوس کا کام تمام کردینا کسی کے نزدیک موجب افتراق نہیں کوئی جاہل سا جاہل بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی زوجہ منکوحہ جسکی عمر تخمیناً ۱۶ سال کی تھی فوت ہوگئی وہ بوجہ ناقابل ہونے زوجیت کے مباشرت شوہری سے مجبور رہی اندام نہانی قابل ادخال نہ تھا قدرۃً اوس میں قابلیت مباشرت نہ تھی زن و شوہر میں کبھی مجامعت نہ ہوئی نہ کوئی اولاد پیدا ہوئی پس اس زوجہ کے شوہر پر کیا کیا حقوق عائد ہوسکتے ہیں اور شوہر متروکہ منقولہ وغیر منقولہ زوجہ میں کیا حقوق شرعی رکھتا ہے یا دونوں ایک دوسرے کی مالیت میں کچھ حق نہیں رکھتے یا فلاں اسقدر رکھتا ہے اور فلاں اسقدر یا فلاں بالکل حق نہیں رکھتا اور فلاں رکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زن وشوہر کے باہمی حقوق ویسے ہی ہیں جیسے زن قابل جماع کے ساتھ صرف فرق اتنا ہے کہ اگر فرج داخل میں بقدر حشفہ ادخال ناممکن تھا اور ایسی حالت میں شوہر طلاق دیتا تو نصف مہر لازم آتا اگرچہ خلوت کرچکا ہوتا کہ وہ خلوت بوجہ مانع خلوت صحیحہ نہ تھی اور عدت جب بھی لازم آتی اور عدت کا نفقہ بھی شوہر پر لازم آتا اب کہ عورت کا انتقال ہوگیا اوسکا کل مہر ذمہ شوہر واجب الادا ہوگیا اور عورت کا نصف ترکہ شوہر کو وراثۃً پہنچے گا کہ ایسی عورت کے ساتھ نکاح شرعاً صحیح بلکہ لازم ہوتا ہے کہ شوہر دعوی فسخ نہیں کرسکتا درمختار میں ہے لایتخیر احدالزوجین

بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون وجذام ورتق وقرن اوسمیں ہے الخلوۃ بلامانع کرتق وقرن و عقل کالوطء فی تاکد المہر وتجب العدۃ فی الکل ولو فاسدۃ والموت ایضا کالوطئ فی حق العدۃ والمہر اھ ملتقطا اوسی میں ہے النفقۃ یجب للزوجیۃ بنکاح صحیح ولو رتقاء اوقرناء اوکبیرۃ لاتوطأ اوسی میں ہے یستحق الارث بنکاح صحیح لافاسد او باطل واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق کنایہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ:۔ از بڑودہ ضلع گجرات کلاں ٹھکانہ بائیگاہ قاسم حالہ مرسلہ غلام حسین حالہ۔ ۱۱ رجمادی الآخری ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں عالم شریعت محمدی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مسئلہ میں ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا چند روز کے بعد اُسکے خاوند نے طلاق بائن دی جائز ہے یا نہیں، عورت فاحشہ ہے خاوند نے طلاق بائن دیا جائز ہے یا نہیں طلاق بائن کس کو کہتے ہیں۔ طلاق بائن کا کیا طریقہ ہے۔ طلاق بائن کس طور سے دیتے ہیں۔ جس وقت چاہے خاوند اپنی عورت کو طلاق بائن دے سکتا ہے یا نہیں مع مہر و نام کتاب عبارت عربی ترجمۂ اُردو خلاصہ تحریر فرمائیے۔ اس کا اجر آپ کو خداوند کریم عطا کریگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بائن وہ طلاق جس کے سبب عورت فوراً نکاح سے نکل جائے اگر بعد نکاح ابھی وطی رجماع کی نوبت نہ پہونچی اگرچہ خلوت ہوچکی ہو تو طلاق دی جائے بائن ہی ہوگی فی التنویر والدر ورد المحتار الخلوۃ لا تکون کالوطی فی حق الرجعۃ ای لارجعۃ لہ بعد الطلاق الصریح بعد الخلوۃ بحر لوقوع الطلاق بائنا اھ بالالتقاط یوہیں جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں خواہ ایک بار میں خواہ دس برس میں تو وہ بھی بائن ہو جاتی ہیں بلکہ وہ بائن کی قسم اکبر ہیں کہ پھر بے حلالہ اُس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ بائن کی تیسری صورت وہ طلاق کہ مال کے بدلے دی جائے مثلاً شوہر نے کہا میں نے بعوض ہزار روپیہ کے تجھے طلاق دی یا تیرے مہر کے بدلے طلاق دی اور عورت نے قبول کرلیا یا عورت نے کہا میں نے اپنے مہر یا فلاں قرض سے تجھے بری کیا اس شرط پر کہ تو مجھے طلاق دیدے مرد نے دیدی یا مرد نے کہا جتنے حق عورتوں کے شوہروں پر ہوتے ہیں اُن سب سے مجھے بری کر اُس نے کہا بری کیا اس نے فوراً کہا میں نے طلاق دی کہ اس میں اگرچہ صراحۃً ذکر عوض نہ تھا مگر صورت حال دلیل معاوضہ ہے فی التنویر الواقع بالطلاق

علی مال طلاق بائن اھ وفی ردالمحتار اراد بالمال مایشمل الابراء منہ حتی لوقالت ابرأتك عمالی علیك علی طلاقی ففعل برئ وبانت بحر عن البزازیۃ وفی الفتح اٰخر الباب قال برئتی من کل حق یکون للنساء علی الرجال ففعلت فقال فی فورہ طلقتك وھی مدخول بھا یقع بائنا لانہ بعوض اھ تھے جو طلاق کسی قسم کی دی گئی اور بغیر رجعت ہوئے عدت گزر گئی وہ طلاق بھی بائن ہوگئی ان چاروں صورتوں میں کسی لفظ کی تخصیص نہیں سب الفاظ ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ عورت سے جماع ہولے اُس کے بعد طلاق دے اور گنتی بھی تین تک نہ پہونچے نہ مال کے بدلے طلاق ہو نہ عدت گزرے باایں ہمہ طلاق دیتے ہی بائن ہوجائے اُس کے لئے الفاظ مقرر ہیں کہ ان لفظوں سے کہا تو بائن ہوگی اور ان سے کہا تو رجعی کہ عدت کے اندر رجعت کا اختیار دیا جائیگا مثلاً اگر زبان سے کہہ لے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو عورت نکاح سے نہ نکلنے پائیگی بدستور زوجہ رہے گی اور حکم طلاق زائل ہوگا۔ **بائن کے بعض الفاظ یہ ہیں** جا۔ نکل۔ چل۔ روانہ ہو۔ اُٹھ۔ کھڑی ہو۔ پردہ کر۔ دوپٹہ اوڑھ۔ نقاب ڈال۔ ہٹ۔ سرک۔ جگہ چھوڑ۔ گھر خالی کر۔ دور ہو۔ چل دور۔ اے خالی۔ اے بری۔ بفتح با۔ اے جدا۔ تو مجھ سے جدا ہے۔ میں نے تجھے بے قید کیا۔ میں نے تجھ سے مفارقت کی۔ تو جدا ہے فی الدر فنحو اخرجی واذھبی وقومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی اعزبی من الغرابۃ اومن العزوبۃ و یحتمل رد اونحو خلیۃ بریۃ حرام بائن ومرادفھا کبتۃ بتلۃ یصلح سبا انت حرۃ سرحتك فارقتك لایحتمل السب والرد ففی حالۃ الرضی تتوقف الاقسام علی نیتہ۔ رستہ ناپ۔ اپنی راہ لے کنایتان عن الذھاب۔ کالا منہ کر۔ چال دکھا۔ چلتی بن۔ چلتی نظر آ۔ دفع ہو۔ دال نے مین ہو۔ رفو چکر ہو۔ پنجرا خالی کر۔ ہٹ کے سٹر۔ اپنی صورت گما۔ بستر اٹھا۔ اپنا سوجھتا دیکھ۔ اپنی گٹھری باندھ۔ اپنی نجاست الگ پھیلا۔ تشریف لے جائیے تشریف کا ٹوکرا لے جائیے۔ جہاں سینگ سمائے جا۔ اپنا مانگ کھا۔ بہت ہوچکی اب مہربانی فرمائیے کلھا کنایتہ عن البعد والذھاب اے بے علاقہ ہو کقولہ بتۃ بتلۃ۔ منہ چھپا ہو کقولہ تقنعی تخمری استتری جہنم میں جا۔ چولھے میں جا۔ بھاڑ میں پڑ۔ فی فروع الدر اذھبی الی جھنم یقع ان نوی خلاصہ میرے پاس سے چل۔ اپنی مراد پر فتحمند ہو۔ میں نے نکاح فسخ کیا۔ تو مجھ پر مثل مردار یا سوٗر یا شراب کے ہے فیھا ایضا وکذا اذھبی عنی وافلحی وفسخت النکاح وانت علی کالمیتۃ اولحم الخنزیر اوحرام کالماء تو مثل بھنگ یا افیون یا مال فلاں یا زوجہ فلاں کے ہے فی ردالمحتار تحت قول الدر انت علی کالمیتۃ والمراد التشبیہ بما ھو محرم العین کالخمر والخنزیر والمیتۃ فالحکم فیہ کالحکم فی انت علی حرام بخلاف مالو قال انت علی کمتاع فلان فلان یقع وان نوی افادہ فی الذخیرۃ تو مثل میری ماں یا بہن یا بیٹی کے ہے اور یوں کہا کہ تو ماں بہن بیٹی ہے تو گناہ کے سوا کچھ نہیں) فی الدر وان نوی بانت علی مثل امی وکامی کذا لو حذف علی خانیۃ برا اوظھارا اوطلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ

الا یتوشیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی و یابنتی ویا اختی ونحوہ تو خلاص ہے۔ تیری گلو خلاصی ہوئی تو خالص ہوئی فی رد المحتار انت خالصۃ حلال خدا۔ یا حلال مسلمانان۔ یا ہر حلال مجھ پر حرام۔ تو میرے ساتھ حرام میں ہے الکل فی الشامی کما یاتی صریحا وخالف فیھا المتاخرون ائمتنا المتقدمین فقالوالاحاجۃ الی النیۃ لانہ المتعارف قلت وفی بلاد ناقد انعدم التعارف فال الامر الی ما کان علیہ قال الشامی ان المتاخرین خالفوا للعرف الحادث فیتوقف الآن علی العرف میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا اگرچہ کسی عوض کا ذکر نہ کرے فی رد المحتار عن الخانیۃ ولوقال بعت نفسك منك فقالت اشتریت یقع طلاق بائن لان بیع نفسھا تملیك النفس من المرأۃ وملك النفس لا یحصل الا بالبائن فیکون بائنا اھ اقول یہاں عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خرید الانہ تملیك نفسھا منھا وھی لاتملك نفسھا الا بالبائن بخلاف مایجیئ من قولہ بعت منك طلاقك فانہ تملیك الطلاق منھا فکان تفویضا فاشترط قبولھا میں تجھ سے باز آیا۔ میں تجھ سے درگزرا فی رد المحتار عدیت عنھا تو میرے کام کی نہیں۔ میرے مطلب کی نہیں۔ میرے مصرف کی نہیں کما حققناہ علی ھامش رد المحتار مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں۔ کچھ قابو نہیں ملك نہیں۔ میں نے تیری راہ خالی کردی۔ تو میری ملك سے نکل گئی۔ میں نے تجھ سے خلع کیا۔ اپنے میکے بیٹھ۔ تیری باگ ڈھیلی کی۔ تیری رسی چھوڑ دی۔ تیری لگام اُتار لی۔ اپنے رفیقوں سے جامل فی الھندیۃ والحق ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی بخلیۃ وبریۃ وبتۃ وبائن وحرام اربعۃ اخری ذکرھا السرخسی فی المبسوط وقاضی خان فی الجامع الصغیر واٰخرون وھی لاسبیل لی علیك لاملك لی علیك خلیت سبیلك فارقتك ولارمایۃ فی خرجت من ملکی قالوا ھو بمنزلۃ خلیت سبیلك وفی الینابیع الحق ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی بالخمسۃ ستۃ اخری وھی الاربعۃ المتقدمۃ وزاد خالعتك والحقی باھلك ھکذا فی غایۃ السروجی اھ قلت وھو فی حدیث المستعیذۃ وفیھا ایضا وفی قولہ حبلك علی غاربك لایقع الطلاق الا بالنیۃ کذا فی فتاوی قاضی خان ماشئت وفی البزازیۃ وفی الحقی برفقتك یقع اذا نوی کذا فی البحر الرائق مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں ھو کقولہ لاسبیل لی علیك خاوند تلاش کر فی الھندیۃ ویا تبغی الازواج تقع واحدۃ بائنۃ ان نواھا واثنتین وثلث ان نواھا ھکذا فی شرح الوقایۃ مجھے تیری حاجت نہیں۔ مجھے تجھ سے سروکار نہیں۔ تجھ سے مجھے کام نہیں۔ غرض نہیں مطلب نہیں۔ تو مجھے درکار نہیں۔ تجھ سے مجھے رغبت نہیں۔ میں تجھے نہیں چاہتا یہ محض مہمل ہیں اگرچہ نیت کرے

لـه الحق باھلك کذا فی الاصل والصواب الحقی باھلك ۱۲ حامد رضا غفرلہ سـه قابلت العبارۃ من اصل الھندیۃ فوجدتھا کذٰلك ابوالحسنات حامد رضا غفرلہ

قابلت

فی الھندیۃ ولو قال لاحاجۃ لی فیک نیوی الطلاق فلیس بطلاق کذا فی السراج الوھاج اذا قال لاارید ک اولا احبک اولا اشتھیک اولارغبۃ لی فیک فانہ لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی کذا فی البحر الرائق (میں تجھ سے جدا ہوں یا ہوا (فقط میں جدا ہوں یا ہوا کافی نہیں اگرچہ بہ نیت طلاق کہے) فی الھندیۃ ولو قال انا منک بائن ونوی الطلاق یقع ولو قال انا بائن ولم یقل منک لایقع وان نوی کذا فی محیط السرخسی (میں نے تجھے جدا کر دیا میں نے تجھ سے جدائی کی تو خود مختار ہے تو آزاد ہے) فی الھندیۃ ولو قال فی حال مذاکرۃ الطلاق بانتک اوابنتک او ابنت منک او انت سائبۃ او انت حرۃ یقع الطلاق وان قال لم انو الطلاق لایصدق قضاء (مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا) فی الھندیۃ ولو قال لھا لا نکاح بینی وبینک او قال لم یبق بینی وبینک نکاح یقع الطلاق اذا نوی کذا فی فتاوی قاضی خاں (میں نے تجھے تیرے گھر والوں یا باپ یا ماں یا خاوندوں کو دیا یا خود تجھ کو دے ڈالا (اور تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کو کہا تو کچھ نہیں) فی الھندیۃ روی الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی انہ اذا قال وھبتک لاخیک اولخالک اولعمک اولفلان الاجنبی لم یکن طلاق کذا فی السراج الوھاج ولو قال لھا وھبت نفسک منک فھو من جملۃ الکنایات ان نوی بہ الطلاق یقع والا لا (مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا اور مجھ سے کچھ نہیں اگرچہ نیت کرے) فی الھندیۃ ولو قال لم یبق بینی وبینک شیئ ونوی بہ الطلاق لایقع وفی الفتاوی لم یبق بینی وبینک عمل ونوی یقع کذا فی العتابیۃ (میں تیرے نکاح سے بری ہوں بیزار ہوں) فیھا عن الخانیۃ ولو قال انا بری من نکاحک یقع الطلاق اذا نوی (مجھ سے دور ہو) فیھا عنھا ولو قال ابعدی عنی ونوی الطلاق یقع (مجھے صورت نہ دکھا وہ ابعضی) ابعدی عنی وفیہ نیوی کما امر نفا بخلاف استتری منی فانہ بزیادۃ منی خرج عن کونہ کنایۃ کما فی الخانیۃ ایضا قال الشامی یکون قولہ منی قرینۃ لفظیۃ علی ارادۃ الطلاق بمنزلۃ المذاکرۃ تامل اھ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ اقول ذلک بخلاف ان یقول لاترنی وجھک فانہ یکون عبارۃ عن البغض والتنفر فلا یزول الاحتمال اھ فافھم (کنارے ہو۔ تو نے مجھ سے نجات پائی) فی الھندیۃ ومن الکنایات تنحی عنی ونجوت منی کذا فی الفتح القدیر ومثلھا الگ ہو۔ (میں نے تیرا پاؤں کھول دیا) لعدم التعارف فی بلادنا ومافی الخلاصۃ پای کشادہ کردم ترا تفسیر قولہ طلقتک عرفا حتی یکون رجعیا وتقع بدون النیۃ اھ فمبنی کما تری علی العرف فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الامام ظھیر الدین یفتی باشتراط النیۃ ویکون الواقع بائنا (میں نے تجھے آزاد کیا آزاد ہو جا) فیھا ولو قال اعتقتک طلقت بالنیۃ کذا فی معراج الدرایۃ وکونی حرۃ او اعتقی مثل

انت حرۃ کذا فی بحرالرائق تیری[۱۰۸] بندکشی۔ تو بے قید ہے فیہما ولوقال انت السراح فھو کما قال لھا انت خلیۃ کذا فی فتاوی قاضی خان . میں تجھ سے[۱۰۹] بری ہوں فیہما فی مجموع النوازل امرأۃ قالت لزوجھا انا بریئۃ منك فقال الزوج انا بری منك ایضا فقالت انظر ماذا تقول فقال مانویت الطلاق لایقطع الطلاق لعدم النیۃ کذا فی المحیط اپنا نکاح[۱۱۰] کر جس سے چاہے نکاح کرے فیہما ولوقال تزوجی ونوی الطلاق اوالثلث صح وان لم ینوشیئا لم یقع کذا فی العتابیۃ میں تجھ سے بیزار ہوا فیہما عن الخلاصۃ ولوقال از تو بیزار شدم لایقع بدون النیۃ قلت وظاھران لیس کقولہ انا منك طالق فافھم وتثبت میرے[۱۱۳] لیے تجھ پر نکاح نہیں فی الخانیہ وفی نحو قولك لانکاح لی علیك لایقع الطلاق الابالنیۃ میں[۱۱۴] نے تیرا نکاح فسخ کیا فیہما ولوقال لھا فسخت نکاحك یقع الطلاق اذا نوی تجھ[۱۱۵] پر چاروں راہیں کھول دیں ااوراگر یوں کہا کہ تجھ پر چاروں کھلی ہیں تو کچھ نہیں جب تک یہ بھی نہ کہے جو[۱۱۶] راستہ چاہے اختیار کر) فیہما ولوقال لھا اربع طرق علیك مفتوحۃ ونوی الطلاق لایقع الطلاق الاان یقول اربع طرق علیك مفتوحۃ فخذی فی ای طریق شئت فحینئذ یقع الطلاق اذانوی ولوقال چہار راہ بر تو کشادم لایقع الطلاق مالم یقل بگیر وفی الھندیۃ اذاقال لھا چہار راہ بر تو کشادہ است لایقع الطلاق وان نوی مالم یقل خذی ایما شئت عند اکثر المشائخ وانہ منقول عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی واذاقال لھا چہار راہ بر تو کشادم یقع الطلاق اذا نوی وان لم یقل خذی ایما شئت میں[۱۱۷] تجھ سے دست بردار ہوا فی الحانیۃ جنگ یا زدا شتم از تو قال الفقیہ ابوجعفر واحدۃ بائنۃ وغیرہ یقع رجعیۃ الاول اصح میں[۱۱۸] نے تجھے تیرے گھروالوں یا باپ[۱۱۹] یا ماں[۱۲۰] کو واپس دیا فی الطحطاوی عن الدرالمنتقی رددتك الیھم ولایشترط قبولھم تو میری[۱۲۱] عصمت سے نکل گئی فی العقود صرح فی الوجیز لبرھان الائمۃ انہ لوقال فسخت النکاح بینی وبینك ولم یبق بینی وبینك لایقع الابالنیۃ ولایخفی ان قولہ انت خارجۃ من عصمتی مثلہ فی المعنی من الفتاوی المزیدیۃ قلت فان الخروج عن العصمۃ یکون بطلاق وفسخ کطروان حرمۃ مصاھرۃ ولومن قبلہ فلم یتعین للطلاق وکذا الخروج عن الملك کما مر میں[۱۲۲] نے تیری ملک سے شرعی طور پر اپنا نام اتار دیا فی الخیریۃ سئل فی رجل قال فی حال الغضب وسؤال الطلاق لزوجۃ نزلت عنھا نزولا شرعیا ھل تبین بذلك ام لا اجاب لم ار من تعرض لھذا فی کلامھم لکن رأیت فروعا متعددۃ فی الکنایات تقتضی انہ یقع بمثلہ الطلاق البائن اذا وجدت النیۃ اودلالۃ الحال فتعین الافتاء بالوقوع فی الحادثۃ واذا علمت ان ھذا یصلح جوابا لاردا ولا مشتمیۃ وتاملت فی فروع ذکرھا صاحب البحر والتتارخانیۃ وغیرھما قطعت بما ذکرنا

---

۵ اشارہ الی ان ما فی الدر سھو ۱۲ منہ

تو میرے لائق نہیں قیامت تک یا عمر بھر فی الخلاصۃ ولوقال لامرأتہ توم انشائی تاقیامت یا ہمہ عمر لایقع الطلاق بلادون النیۃ تو مجھ سے ایسی دور ہے جیسے مکہ معظمہ مدینہ طیبہ سے یا دلی لکھنؤ سے فی الخلاصۃ ولوقال لھا توازمن چناں دوری کہ مکہ از مدینہ لایقع الطلاق بدون النیۃ ان سب صورتوں میں اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑجائیگی تو مطلقہ بائنہ ہے (بے حرف عطف) یا تو مطلقہ پس بائنہ ہے تجھ پر سب سے فحش تر طلاق شیطانی طلاق۔ بدعت کی طلاق۔ بدتر طلاق۔ پہاڑ کی مثل۔ ہزار کے مثل۔ کوٹھری بھر کے سخت یا لمبی یا چوڑی طلاق سب سے بری سب سے کڑی۔ سب سے گندی۔ سب سے ناپاک۔ سب سے کڑی۔ سب سے بڑی۔ سب سے چوڑی۔ سب سے لمبی سب سے موٹی طلاق۔ کلاں تر طلاق فی الدر ویقع بقولہ انت طالق بائن او افحش الطلاق او طلاق الشیطان والبدعۃ او اشر الطلاق او کالجبل او کالف او مل البیت او تطلیقۃ شدیدۃ او طویلۃ او عریضۃ او اسوأ او اشدہ او اخبثہ او اکبرہ او عرضہ او اطولہ او اغلظہ او اعظمہ واحدۃ بائنۃ ان لم ینوثلاثافیہ ایضا ولو بالفاء (ای فی قولہ انت طالق فبائن) فبائنۃ ذخیرہ تجھ پر ایسی طلاق جس سے تو اپنے اختیار میں ہوجائے فی الدر کما یقع البائن لوقال انت طالق طلقۃ تملکین بھا نفسک لانھا لاتملک الا بالبائن تجھ پر بائن طلاق فی ردالمحتار تحت قولہ لانھا لاتملک نفسھا صرح بہ فی البدائع وقال اذا وصف الطلاق بصفۃ تدل علی البینونۃ کان بائنا اھ وھذہ الصفۃ بمعنی قولہ انت طالق طلقۃ بائنۃ الخ۔ تجھ پر وہ طلاق جس میں مجھے رجعت کا اختیار نہیں اسمیں بالاتفاق ہمارے ائمہ کے مذہب میں طلاق بائن ہوگی اور اگر یہ کہا:۔ تجھ پر طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجعت کا اختیار نہیں جوہرہ میں فرمایا کہ اس میں رجعی ہوگی اور بائن ہونے کو ضعیف بتایا مگر تبیین الحقائق اور غایۃ البیان اور فتح القدیر میں فرمایا کہ اول تو ہمیں رجعی ہونا مسلم نہیں اور ہو بھی تو اس کی وجہ یہ ہے یہ ایک بحث ہے جس سے اصلا مذہب ہمارے ائمہ کا اس صورت میں وقوع بائن ہونا ثابت نہیں ہوتا اگرچہ بحرالرائق میں اسی بحث کی بنا پر جزم فرمایا کہ یہاں وقوع بائن ہمارا مذہب ہے فی البحر عن الجوھرۃ ان قال انت طالق علی انہ لارجعۃ لی علیک یلغو تلک الرجعۃ وقیل تقع واحدۃ بائنۃ وان نوی الثلث فثلث وظاھر ما فی الھدایۃ ان المذھب الثانی فانہ قال واذا وصف الطلاق بضرب من الشدۃ والزیادۃ کان بائنا اھ اس کے سوا تیسری صورت ایک اور ہے وہ یہ کہ تجھے طلاق ہے اور مجھے رجعت کا اختیار نہیں اسمیں بلاشبہ رجعی ہوگی کما فی الشامی وباقی یوہیں اگر کہا تجھ پر طلاق ہے اس شرط پر کہ اس کے بعد رجعت نہیں بلکہ یوں کہا کہ تجھ پر وہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہیں بلکہ یوں کہا کہ تجھ پر وہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہ ہوگی تو ان سب صورتوں میں بلاخلاف رجعی ہونا چاہئے والسرفیہ ان الصور ھھنا ثلث العطف

والشرط والوصف كقوله انت طالق ولا رجعة لی علیك او انت طالق علی ان لا رجعة لی علیك او انت طالق طلقة لا رجعة لی فیها علیك الاول کلام مستقل لا یغیر ما قبله فلا یتغیر عن حکمه الشرعی والثانی مغیر ویختلف النظر فیه فمن نظر الی انه تغییر لحکم الشرع الغاه و اوقع الرجعی لان شرط الرجعی احق واوثق ومن شرط ما لیس فی کتاب اللّٰه فشرطه باطل وان شرط مأته شرط کما ارشد الیه الحدیث الصحیح ومن ارجعه الی معنی الوصف اوقع به البائن فلم یجعله تغییرا بل تعبیرا کانه یقول ان مرادی طلاق لا رجعة لی فیه وانت تعلم ان الاول اظهر لکن ربما یؤیده هذا ان الاعمال اولی من الاهمال واما الثالث فلا شبهة فیه عندنا لما مر انه اذا وصف الطلاق بضرب من الشدة والزیادة کان بائنا اما ما ذکرت انه ینبغی وقوع الرجعی بلا خلاف فیما اذا قال انت طالق طلقة لا اراجعك بعدها فالوجه فیه ان الطلاق الرجعی لا یستلزم الرجعة فلا ینافی عدمها انما ینافی عدم اختیارها لحل محل العباد وبهذا القدر لا یسلب منه خیار الرجعة فمن جهته احتمال هذا المعنی لم یکن نصا فی ارادة البینونة فلم یکن بائنا ما استك فاذا کان هذا فی الوصف ففی الشرط اولی هذا ما ظهر لی فلیراجع ولیحرر واللّٰه تعالی اعلم۔ مجھ سے پردہ کر کما تقدم عن الشامی وهو قوله استتری منی اے حرام تو حرام ہے۔ تو مجھ پر حرام ہے۔ میں نے تجھے حرام کیا۔ میں نے تجھے اپنے اوپر حرام کیا۔ میں تجھ پر حرام ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو تجھ پر حرام کیا (یہاں فقط میں حرام ہوں یا میں نے اپنے آپ کو حرام کیا کافی نہیں جبتک تجھ پر نہ کہے فی ردالمحتار قوله حرام سیاتی وقوع البائن به بلا نیة فی زماننا للتعارف لا فرق فی ذلك بین محرمة وحرمتك سواء قال علی اولا او حلال المسلمین علی حرام وکل حل علی حرام وانت معی فی الحرام وفی قوله حرمت نفسی لا بد ان یقول علیك اھ قلت و هو کذلك بهذه الالفاظ متعارف عندنا بخلاف ما مر من قوله حلال اللّٰه او المسلمین او کل حلال فبهذه الثلثة لا یقع الطلاق الا بالنیة لعدم العرف فی زماننا ہزار طلاق کے برابر ایک طلاق شامی عن البحر وفی واحدة کالف واحدة اتفاقا وان نوی الثلث ان سب صورتوں میں بے حاجت نیت طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا۔ رجعی کے بعض الفاظ یہ ہیں۔ میں نے تجھے طلاق دی۔ اے مطلقہ بتشدید لام اے طلاق گرفتہ۔ اے طلاق دی گئی۔ اے طالق۔ اے طلاق شدہ۔ اے طلاق یافتہ۔ اے طلاق کردہ فی الدر وانت طالق ومطلقة بالتشدید اے طلاق دادہ فی الخزانة ولو قال لها ای طلاق داده یقع واحدة مگر اس عورت نے اگر اپنے پہلے شوہر سے طلاق پائی تھی بایں معنی اس نے یہ آٹھ الفاظ کہے تو طلاق نہ ہوگی

فی الخانیۃ رجل قال لامرأۃ یا مطلقۃ وکان لھا زوج قبلہ وقد کان طلقھا ذلك الزوج ان لم ینو بکلامہ الاخبار طلقت وان قال عنیت بہ الاخبار دین فیما بینہ وبین اللہ تعالٰی وھل یدین فی القضاء اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یدین۔ میں نے[11] تجھے چھوڑ دیا فی الھندیۃ عن ابہشتم فھذا تفسیر قولہ طلقتك عرفا حتی یکون رجعیا میں نے تجھے فارغ خطی[12]۔ یا فارکھتی دی فانہ بلسان کثیر من اھل الحرف الدنیۃ کالحائکین وغیرھم صریح فی الطلاق بل کثیر منھم لایعرف للطلاق لفظا غیر ھذا ومعلوم ان کلام کل حالف یحمل علی عرفہ خاصۃ ولایجب شیوع ذلك العرف فی الناس عامۃ کما صرح بہ المحقق حیث اطلق تجھے تیرے[13] شوہر نے طلاق دی اس کا بھی وہی حکم ہے فی الھندیۃ سئل بعضھم عن سکران قال لامرأتہ ؎

ای سرخ لبك بماہ مانند رویت   بانوی من طلاق دادہ شویت

قال ینظر ان کانت المرأۃ ثیبا وکان لھا قبل ھذا الزوج طلقھا ثم تزوجھا ھذا فانہ لایقع الطلاق بھذا اللفظ ان لم تکن لہ نیتہ الطلاق وان لم یکن لہ قبل ھذا الزوج یقع الطلاق نوی اولم ینو کذا فی التتارخانیۃ تجھ پر[15] طلاق فانہ من اصرح صریح فی زماننا وعرفنا فلا یرد ما فی البحر وذلك مثل قول الدر علی الطلاق یقع بلانیۃ للعرف قال الشامی ولاینافی مایأتی من انہ لوقال طلاقك علی لم یقع لان ذلك عند عدم غلبۃ العرف الخ طلاق ہو جا فی الدر ویدخل[16] طلاق باش بلا فرق بین عالم وجاھل تو طلاق[17] ہے۔ تو طلاق[18] ہوگئی فی الدر وفی انت الطلاق او طلاق یقع واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئا او نوی واحدۃ او اثنتین فان نوی ثلاثا فثلث طلاق[19] لے فی ردالمحتار خذی طلاقك فقالت اخذت فقد صحح الوقوع بہ بلا اشتراط نیۃ کما فی الفتح وکذا لایشترط قولھا اخذت کما فی البحر۔ وہ باہر جاتی تھی کہا طلاق لیے[20] جا فی الخانیۃ واذا جرت الخصومۃ بینھا وبین زوجھا فقامت لتخرج فقال الزوج سہ طلاق با خویشتن طلاق ببر فقال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالٰی ان نوی الایقاع یقع وان لم تکن لہ نیۃ فکذلك لانہ ایقاع ظاھرا اپنی طلاق اٹھا اور روانہ ہو فی الھندیۃ عن الخلاصۃ ولو قال لھا سہ طلاق ، خود بردار ورفتی یقع بدون النیۃ۔ میں[22] نے تیری طلاق تیرے آنچل میں باندھ دی فی الخزانۃ عن الخلاصۃ ولو قال سہ طلاق مکرا نہ[عہ] جا در تو بر بستم برو تطلق جا[23] تجھ پر طلاق، اور اگر صرف جا بنیت طلاق کہتا تو بائن ہوتی) فی الخیریۃ سئل فی رجل قال لزوجتہ روحی طالق ھل تطلق طلاقا رجعیا ام بائنا واذا قلتم تطلق رجعیا فما الفرق بینہ وبین ما اذا اقتصر علی قولہ روحی

عہ ہکذا فی الاصل بقلم الناسخ والصواب عندی علی حرفہ حامد رضا غفرلہ

ناویا بہ الطلاق حیث افتیتم بانہ بائن اجاب بانہ فی قولہ روحی طالق معناہ روحی بصفۃ الطلاق فوقع بالصریح بخلاف روحی فان وقوعہ بلفظ الکنایۃ تجھے طلاق یا طلاق تجھکو فی الھندیۃ عن خزانۃ المفتین ولو قال لھا ترا طلاق او طلاق ترا فھی طلاق ولا فرق بین التقدیم والتاخیر یوہیں وہ الفاظ جو گھنی زبان والے کہتے ہیں مثلاً تلاق ۔ تلاک ۔ تلاغ ۔ تلاکہ ۔ تلاخ ۔ تلاکھ ۔ تلاخ بذان بتشدید اللام ایضا بلکہ توتلے کی زبان سے تلات وعلی ھذا القیاس وکلہ ظاھر فی الطحطاوی ذکر فی البحر ان الالفاظ المصحفۃ خمسۃ وھی تلاق وتلاغ وطلاک وطلاغ وتلاک زاد فی النھر تلاع وتلال وینبغی ان یقال ان الفاء اما طاء او تاء واللام اما قاف او عین او غین او کاف او لام واثنان فی خمسۃ بعشرۃ الصریح منھا الطلاق مع القاف وما عدا ذلک مصحف اھ اقول وذکر فی الخلاصۃ رجل قال لامرأتہ تلاق ھھنا خمسۃ الفاظ وعد منھا طلاخ وترک[1] عن الامام ابی بکر محمد بن الفضل انہ یقع وان تعمد وقصد ان لایقع فقضاء ولایصدق بانہ کسی نے کہا تیری عورت پر طلاق ہے کہا ہاں یا کیوں نہیں فی الدر ولو قیل لہ طلقت امرأتک فقال نعم او بلی بالھجاء طلقت بحر مگر جب ایسی سخت آواز ایسے لہجہ سے کہا جس سے انکار وعدم اقرار سمجھا جائے یہ فائدہ اکثر جگہ قابل لحاظ ہے فی الخانیۃ والخزانۃ وغیرھما یا کہا تیری عورت پر طلاق نہیں کہا کیوں نہیں اور اگر کہے نہ یا ہاں تو طلاق نہ ہوگی، اما الاول فانہ صریح فی الانکار اما الاٰخر ففیہ احتمالان اثبات النفی واثبات المنفی ای الطلاق فلا یقع بالشک اقول ولا یرد ما فی الفتح من عدم الفرق بین نعم وبلی لان مبناہ علی العرف کما قال صاحب الفتح والذی ینبغی عدم الفراق فان اھل العرف لایفرقون بل یفھمون منھما ایجاب المنفی اھ اما فی عرفنا فمعناہ کما قلت فی ردالمحتار عن البحر ان موجب نعم تصدیق ما قبلھا من کلام منفی او مثبت استفھاما کان او خبرا وموجب بلی ایجاب ما بعد النفی استفھاما کان او خبرا الا ان المعتبر فی احکام الشرع العرف حتی یقام کل واحد منھما مقام الاٰخر اھ تجھے طلاق ہے اور مجھے اختیار رجعت نہیں فی الشامی عن الخیریۃ عن الصیرفیۃ انت طالق ولا رجعۃ لی علیک رجعیۃ تجھ پر طلاق ہے نہ پھیرے تجھے کوئی قاضی نہ حاکم نہ عالم فی الخیریۃ سئل فی رجل قال انا وجتہ انت طالق لایردک قاض ولا وال ولا عالم ھل یکون بائنا ام رجعیا اجاب ھو رجعی ولا یملک اخراجہ عن موضوعہ الشرعی بذلک تو مذہب یہود یا نصاری یا چاروں مذہب یا سب مذاہب مسلمین پر مطلقہ فی الخیریۃ قال فی منح الغفار اقول وقد ذکر فی زماننا قول الرجل انت طا[لق]

[1] عہ یہیں ساقط والعبارۃ فی الخلاصۃ کہذا ولایصدق ... حامد رضا غفرلہ

علی اربعۃ مذاہب یرید بذالک ان الطلاق یقع علیہا باتفاقہم وینبغی الجزم بوقوعہ قضاء
دیانۃ کما لایخفی اھ اقول ولا شبہۃ فی کونہ رجعیا لابائنا لما قدمنا سئل عن رجل قال
لزوجتہ انت طالق علی مذہب الیہود والنصاری وعن رجل قال لزوجتہ انت طالق
علی سائر مذاہب المسلمین اجاب فیہما بانہ طلاق رجعی [۴۲] جا تجھے طلاق ہے۔ [۴۳] تو گروں یا یہودیوں
کو حلال اور مجھ پر حرام ہو فی الخیریۃ سئل فی رجل قال لزوجتہ روحی طالق تحلی للیہود وتحرمی علی
وعمن قال روحی طالق تحلے للخنازیر وتحرمی علی اجاب بانہ رجعی لان قولہ روحی طالق
صریح فیہ وقولہ تحلی للیہود وللخنازیر لغو لانہ خلاف المشروع وھو لا یملکہ وقولہ تحرمی
ای حرمۃ تحصل بانقضاء العدۃ اذ ھو ثابت شرعا بصریح الطلاق بعد الدخول مگر یہ اس وقت
جبکہ اس لفظ سے کہ مجھ پر حرام ہو طلاق کی نیت نہ کی ہو ورنہ دو بائن پڑینگی فی الشامی نعم لو قصد بقولہ وتحرمی علی
علی ایقاع الطلاق وقع بہ اخری بائنۃ اھ اقول ولا یرد ان تحریمہا او تحریم نفسہ علیہا طلاق
بلا نیۃ کما تقدم لان ھذا مضارع ظاہرہ الاستقبال کقولہ طلاق کنم او تکونین مطلقۃ فافہم
[۴۴] تو مطلقہ اور بائنہ یا [۴۵] مطلقہ پھر بائنہ ہے فی الدر ولو عطف وقال وبائن او ثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیۃ مگر
جبکہ ہر لفظ سے جدا طلاق کی نیت کی ہو تو دو بائنہ ہیں فی رد المحتار ومفہوم التقیید بعدم النیۃ انہ اذا نوی
تکریر الایقاع مع الحروف الثلثۃ او نوی بالبائن الثلاث انہ یقع ما نوی۔ [۴۶] عورت کے بیٹے کو دیکھ کر کہا
ے طلاق کے جنے۔ اے مادر طلاقہ [۴۷] فی الھندیۃ عن الظہیریۃ رجل من عادتہ ان یقول اذا رای
صبیا ای مادر شش طلاقہ فسکر من الخمر فاتاہ ابنہ فظنہ صبیا اجنبیا فقال لہ ای
مادرت شش طلاقہ ولم یعلم انہ ابنہ طلقت امرأتہ ثلثا اھ اقول اس میں بھی وہی تفصیل چاہیے۔ جو لفظ مطلقہ
وغیرہ میں گزری کما لایخفی [۴۸] تجھ پر پوری یا [۴۹] آدھی یا تہائی وغیرہ [۵۰] تجھ پر طلاق کا ہزارواں حصہ فی الدر وجزء الطلقۃ
ولو من الف جزء تطلیقۃ لعدم التجزی [۵۱] تجھ پر کم درجہ کی طلاق فی الخانیۃ ولو قال اقل الطلاق یقع
واحدۃ [۵۲] تیرے نصف پر طلاق [۵۳] تیرے چوتھائی پر طلاق [۵۴] تیرے ہزارویں ٹکڑے پر طلاق [۵۵] تیری روح پر طلاق [۵۶] تیری جان
پر طلاق۔ [۵۷] تیری ناک پر طلاق (اور اگر انف یا بینی پر کہے یا عربی فارسی میں انفک طالق یا بینی تو طلاق کہے
تو کچھ نہیں برعکس اس کے اگر عربی میں عنقک طالق یا فرجک طالق کہے طلاق ہو جائے گی اور اردو میں تیری
حلق یا گردن یا فرج پر طلاق کہے تو کچھ نہیں جبکہ لفظ فرج یا اس کا اور مرادف بولے جس سے عرف ہند میں کل عورت
مراد نہ لیتے ہوں اگرچہ خاص اردو ہی کا لفظ ہو وجہ یہ ہے کہ یہاں خاص وہ لفظ ہونا چاہئے جس سے اس زبان میں
انسان کی ذات کو تعبیر کرتے ہوں عربی میں عنق وفرج ایسے ہی ہیں اور ہماری زبان میں عنق وگردن وخاص لفظ فرج

انف وبینی وغیرہ ایسے نہیں اور ہمارے یہاں کا یہ عام محاورہ ہے کہ فلاں شخص شہر بھر کی ناک ہے، خاندان کی ناک ہے۔ عورت قوم کی ناک ہے تو ظاہر اس میں طلاق ہوجانا چاہئے۔ اسی طرح فرج کا وہ نام جس سے کل عورت مراد لیتے ہوں فی الدر اذا اضاف الطلاق الیہا اوالی مایعبر بہ عنہا کالرقبۃ والعنق والروح والبدن والجسد الاطراف داخلۃ فی الجسد دون البدن والفرج والوجہ والراس وکذا الاست بخلاف المضع والدبر والدم علی المختار خلاصتہ واضافہ الی جزء شائع منہا کنصفہا وثلثہا الی عشرہا وکذا لواضافہ الجزء من الاجزاء منہا کما فی الخانیۃ وقع لعدم تجزیہ اھ مزیدا من ردالمحتار وفیہ ایضا کما لا یقع لو اضافہ الی الانف) کسی[۱] سے اپنی عورت کی نسبت کہا اُسے اُس کی طلاق کی خبر دے یا خبر دے دے یا اُس کی طلاق کی خبر اُس کے پاس لے جا یا اُسے خبر دے یا اُسے لکھ بھیج یا اُس سے کہہ کہ وہ مطلقہ ہے یا اُس کے لیے اُس کی طلاق کی سند یا دستاویز لکھ دے ابھی طلاق ہوگئی اگرچہ یہ اُس سے نہ کہے نہ لکھے (اور یوں کہا کہ اُس سے کہہ کہ تو مطلقہ ہے تو جب جاکر کہیگا اُس وقت پڑیگی ورنہ نہیں فی الخانیۃ رجل قال لغیرہ اخبر امرأتی بطلاقہا او احمل الیہا طلاقہا او اخبرہا انہا طالق او قل لہا انہا طالق طلقت للحال ولا یتوقف الی وصول الخبر الیہا ولا علی قول المامور ذلک ولو قال قل لہا انت طالق لا یقع الطلاق مالم یقل لہا المامور ذلک

لو قال اکتب لہا طلاقہا ینبغی ان یقع الطلاق للحال کما لو قال احمل الیہا طلاقہا وکما لو قال اکتب الی امرأتی انہا طالق۔ وخالف العقود فی مسئلۃ قل لہا ھی کذا فجعلہ توکیلا فراجعہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں فی الھندیۃ وفی المحیط لو قال بالعربیۃ اطلق لایکون طلاقا الا اذا غلب استعمالہ للحال فیکون طلاقا وفیہا عن الخلاصۃ قالت طلاق بدست تست مرا طلاق کن فقال الزوج طلاق میکنم وکرر ثلثا طلقت ثلثا بخلاف قولہ کنم لانہ استقبال فلم یکن تحقیقا بالتشکیک

[۱] عبارۃ العقود وکذا اسئل فی رجل قال آخر قل لامرأتی تکون طالقۃ بالشک ولم یقل لہا الآخر شیئا فھل لہا تطلق مالم یقل لہا الجواب نعم لانہ توکیل کما صرح بہ فی البزازیۃ فی نوع فی الفاظہ اھ وکنت کتبت علی ہامشہ مانصہ اقول المضارع انما یحمل اذا غلب للحال درج۔ ھو کقولہ قل لہا ھی طالق وصرح فی الخانیۃ انہا تطلق بذلک فی الحال بخلاف قولہ قل لہا انت طالق فلا تطلق مالم تقل راجع وحرر وان کانت المسئلۃ (اعنی مسئلۃ العقود) قل لامرأتی تکون طالقۃ (بزیادۃ الیاء وحذف النون کما ھو لغۃ شائعۃ لاسیما فی العوام حتی تکون الصیغۃ للخطاب) فالجواب صحیح بلا ریب وموافق لما فی الخانیۃ فلتراجع البزازیۃ اھ ثم من المولی سبحنہ وتعالی بالبزازیۃ فاتضح ان الامر کما فہمت وان یکون تصحیف من بکونی فسائق عبارۃ البزازیۃ ہکذا قال لہا قولی انا طالق فقالت وقع وان لم تقل لاختلاف ما لو قال آخر قل لامرأتی انہا طالق حیث تطلق قال رجل ام لا اعلم ماذکر فی الاصل قال لآخر اخبرہا بطلاقہا او بشرہا او احمل الیہا طلاقہا یقع اخبرام لا ولو قال آخر قل لہا انت طالق لا تطلق مالم یقل لانہ توکیل اھ فھو کما ترے مطابق لما فی الخانیۃ ونص بصورۃ الخطاب واللہ تعالی اعلم بالصواب ۱۲ منہ

میں تجھے چھوڑتا ہوں فی ردالمحتار عن البحر من الصریح المضارع اذا غلب فی الحال اھ قلت فلیعت اذا تمحض لہ وچھوڑنا من الصریح بلساننا ہاں اگر عزم ارادہ کی نیت پر کہیگا باین معنی کہ تجھے طلاق دیا چاہتا ہوں تو عنداللہ طلاق نہ ہوگی فی الخیریۃ یدابین علی کل حال ولو غلب فی الحال تجھ پر دو مہینے سے طلاق ہے اور واقع میں دی بھی ابھی پڑگئی بشرطیکہ نکاح کو دو مہینے سے کم نہ ہوئے ہوں ورنہ کچھ نہیں۔ اور اگر جھوٹ خبر کی نیت تھی تو عنداللہ کچھ نہیں یہ ہر صیغۂ خبر میں جاری ہو کما فی الخیریۃ وغیرھا وفیہ ایضا قال لھا انت مطلقۃ من شہرین ویقول نویت الاخبار فی الماضی کاذبا ھل یقع علیہ الطلاق ام لا واذا قلتم یقع ھل لہ ان یردھا ام لا اجاب یقع قضاء لادیانۃ وعلی حکم القضاء لہ حکم مراجعتھا فی العدۃ بغیر عقد وبعدھا بعقد جدید حیث لم یصدر منہ سوی ما ذکر۔ وفی الدر وکذا انت طالق امس وقد نکحھا الیوم ولو نکحھا قبل امس وقع الاٰن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال۔ تجھ پر دو برس تک طلاق ہے اس میں دو برس بعد پڑیگی فی الخیریۃ قال لھا انت طالق الی سنتین ولانیۃ لہ فما الحکم اجاب یقع علیھا بعد السنتین طلقۃ واحدۃ رجعیۃ صرح بہ صاحب البحر والبزازیۃ والولوالجیۃ وغیرھم من کتب الحنفیۃ۔ تجھ پر یہاں سے عرب تک طلاق اور اگر یوں کہا کہ اتنی لمبی یا بڑی طلاق تو بائن ہوگی فی الدر وبقولہ من ھنا الی الشام واحدۃ رجعیا مالم یصفھا بطول اوکبر فبائنۃ تو فلاں عورت سے زیادہ مطلقہ ہے طلاق ہوجائے گی اگرچہ فلاں عورت مطلقہ نہ بھی ہو۔ بخلاف مالو قال بالعربیۃ انت اطلق من فلانۃ فلا تطلق الا بالنیۃ بشرط ان تکون فلانۃ مطلقۃ فقد اعد فی الدر۔ قولہ انت اطلق من امرأۃ فلان وھی مطلقۃ من الکنایات التی یقع بھا الرجعی قال الشامی عللہ فی الفتح بان اصل التفصیل لیس صریحا فافھم اھ بخلاف مانحن فیہ فان مطلقۃ صریح ولایعتریہ الاحتمال بزیادۃ زیادۃ لما فیہ الا اثبات الطلاق وزیادۃ وقد حققناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار۔ ان سب صورتوں میں بے حاجت نیت طلاق رجعی پڑتی ہے۔ اے مطلقہ بسکون طاء فی الدر انت مطلقۃ بالتخفیف۔ میں نے تیری طلاق چھوڑ دی۔ میں نے تیری طلاق روانہ کردی۔ میں نے تیری طلاق کا راستہ چھوڑ دیا فی ردالمحتار قولہ خلیت سبیل طلاقک وکذا اخلیت طلاقک او ترکت طلاقک ان نوی وقع والا فلا خانیۃ تجھ پر ط ل اق تجھ پر طا لام الف قاف فی ردالمحتار قولہ اوط ل ق ظاھر ماھنا ومثلہ فی الفتح والبحر ان یاتی بمسمی احرف الھجاء والظاھر عدم الفرق بینھما وبینا اسما ئھا ففی الذخیرۃ قال لامرأتہ العنوف تاء طاء الف لام قاف انہ ان نوی الطلاق تطلق المرأۃ۔ میں نے تیری طلاق تجھے ہبہ کی۔ قرض دی تیرے پاس گروی
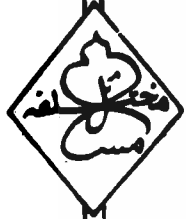
امانت رکھی۔ میں[11] نے تیری طلاق چاہی تیرے[12] لیے طلاق ہے۔ اللہ[13] نے تیری طلاق چاہی۔ اللہ تعالٰی نے تیری طلاق مقدر کی۔ فی ردّ المحتار قوله وغير ذلك مثل وهبتك طلاقك بعتك طلاقك اذا قالت اشتريت من غير بدل اقرضتك طلاقك قد شاء اللّٰه طلاقك او قضاه او شئت ففي الكل يقع بالنية رجعي كما في الفتح زاد في البحر الطلاق لك الخ وفيه واما ما افاده في البحر ايضا من ان منك او دعتك طلاقك ورهنتك فيذكر الشارح تصحيح عدم الوقوع به اقول اى ان لم ينو لان المقصود به الرد على البحر في جعله صريحا۔ میں[15] نے تیری طلاق تیرے ہاتھ بیچی عورت نے کہا میں نے خریدی (اور کسی عوض مالی کا ذکر نہ ہوا ورنہ بائن ہوگی) فی ردالمحتار عن البحر ولو قال بعت منك تطليقة فقالت اشتريت يقع رجعيا مجانا لانه صريح اھ وفی الدر وحكم الواقع بالطلاق الصريح على مال طلاق بائن۔ میں[16] نے تجھے اس عوض پر طلاق دی کہ تو اتنے دنوں کے لیے اپنا فلاں مطالبہ مجھ سے ہٹا دے فان العوض غیر مال ففی ردالمحتار بعد ذكر الطلاق على مال بخلاف طلقني على ان اؤخر مالي عليك فان التاخير ليس بمال وصح التاخير ولها غاية معلومة والا فلا والطلاق رجعي مطلقا بحر عن البزازية كما مر۔ میں[17] نے طلاق تیرے دامن میں رکھ دی[18] فی الخزانة عن الخلاصة ولو قال هذا طلاق در دامنت كردم ان نوى او كان في حال مذاكرة الطلاق يقع والا فلا عدّت[19] منها في ردالمحتار۔ تجھ[19] پر ایک فی المتون انت واحدة ويعرف ما ترجمنا من يعرف الدليل تجھ[20] پر دو اس میں دو طلاقیں رجعی بحالت نیت پڑیں گی فانه مثاله بعين الوجه لان الوقوع بطلاق مضمر فكان رجعيا ويحتمل غيره فتوقف على النية وعد في البحر من هذا القسم لست لى بامرأة و ما انا لك بزوج حيث يقع رجعي ان نوى قلت والوقوع به مذهب الامام وعندهما لا وان نوى كما في الخانية وقدم قول الامام لكن في الخلاصة وخزانة المفتين وجواهر الاخلاطي والهندية في قوله تو زن من نئی لا يقع وان نوى هو المختار والله تعالٰی اعلم ان سب میں نیت کی حاجت ہے

---

[1] اقول شاید مسئلہ دامن و مسئلہ سابقہ چادر میں فرق بوجہ اضافت وعدم اضافت طلاق ہے کہ وہاں یہ کہا تھا تیری طلاق تیرے آنچل باندھی لہٰذا بے نیت پڑگئی یہاں صرف طلاق کہا تیری طلاق نہ کہا لہٰذا نیت پر رہی ولیحرر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ

[2] ھہنا فی الاصل بیاض ولعل العبارۃ المطلوبۃ منہا ہی ما نقل منہا فی الذیل قولہا عتدی امرہا اعتداد الذی ہو من العدۃ او من العد ای اعتدی نعمی علیک بدائع اھ ۱۲ الفقیر حامد رضا قادری غفرلہ

اگر نیت نہیں تو کچھ نہیں اور ہے تو طلاق رجعی[۱] بے وجہ بے سبب طلاق دینا فی نفسہ ناپسندیدہ بلکہ شرعاً مذموم ہے۔ خصوصاً بائن کہ بے ضرورت محض بدعت وممنوع ہے۔ عورت کا معاذ اللہ فاحشہ ہونا اگرچہ سب سے بڑھکر اجازت طلاق کی وجہ مگر بائن کی بھی کار براری ممکن کہ طلاق رجعی بطور مسنون دے اور رجعت نہ کرے خود ہی بائن ہو جائے گی وقت طلاق میں بھی یہ خصوصیت ہے کہ زن مدخولہ کو حیض یا نفاس میں طلاق نہ دے مگر خلع وغیرہ جو طلاق مال کے عوض ہو وہ اس حال میں بھی جائز ہے۔ عورت کی عمر اگر نو برس سے کم ہے یا پچپن تک پہونچ چکی یا جوان تو ہوئی مگر حیض کبھی نہ آیا یا حاملہ ہے تو ایسی عورت کو ایک مہینے میں دو طلاقیں نہ دے اور جو عورت ان چار کے علاوہ ہے اُسے ایسی پاکی میں نہ دے کہ اس میں یا اُس سے پہلے کے حیض میں یہ اُسے طلاق دے چکا یا اُن میں یا دھوکے سے دوسرا شخص اُس سے جماع کر چکا ہے طلاق میں یہ بارہ صورتیں منع ہیں پھر ان سب ممانعتوں کے یہ معنی کہ مرد ان کے خلاف سے گنہگار ہوگا ورنہ طلاق تو بہرحال پڑ جاتی ہے۔ جب تک عورت پر قید نکاح یا عدت اور مرد کے ہاتھ میں کوئی طلاق باقی ہے فی فتح القدیر اول کتاب الطلاق الاصح حظرہ الا لحاجۃ غیر ان الحاجۃ لا تقتصر علی الکبر والریبۃ اھ فی رد المحتار الضعیف عدم اباحتہ الا لکبر او ریبۃ والاصح فی الفتح عدم التقیید بذلک کما ھو مقتضی اطلاقہ الحاجۃ وبما قررناہ ظہر ان لا مخالفۃ بین ما ادعاہ انہ المذہب وما صححہ فی الفتح اھ وفیہ عن البحر عن الفتح الواحدۃ البائنۃ بدعیۃ فی ظاہر الروایۃ الخ فی الدر طلقتہ رجعیۃ فقط فی طہر لاوطئ فیہ احسن وطلقۃ لغیر موطوءۃ ولو فی حیض ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطئ فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فی حق من تحیض وفی ثلثۃ اشہر فی حق غیرہا حسن وسنی وحل طلاق الآئسۃ والصغیرۃ والحامل عقب وطء لان الکراہۃ فیمن تحیض لتوہم الحبل والبدعی ما خالفہما والخلع فی الحیض لایکرہ والنفاس کالحیض اھ ملخصا قال الشامی قولہ لا وطء فیہ لم یقل منہ لیدخل فی کلامہ لو وطئت بشبہۃ فان طلاقہا فیہ حینئذ بدعی نص علیہ الاسبیجابی وبھذا عرفت ان کلام المصنف اولی من قول غیرہ لم یجامعہا فیہ لکن لابد ان یقول ولا

---

[۱] اصل میں اتنی عبارت اور زائد ہے یہ دو سو بیس (۲۲۰) الفاظ طلاق ہیں جن میں سے ایک سو تیس (۱۳۰) سے بائن پڑتی ہے نوّے رجعی۔ دونوں میں ننانوے بے نیت باقی سے منوی اور ہنوز ہر قسم میں زیادت کو اور الفاظ باقی اقوال بعد تکمیل الفاظ اضافہ فرمائے گئے لہذا منوی ایک سو پینتالیس (۱۴۵) غیر منوی ایک سو آٹھ (۱۰۸) یہ کل دو سو ترپن (۲۵۳) الفاظ طلاق ہیں۔ ایک سو ساٹھ سے بائن اور ترانوے (۹۳) سے رجعی ۱۲

حامد رضا غفرلہ

فی حیض قبلہ ولا طلاق فیہما ولم یظہر حملہا ولم تکن آئسۃ ولا صغیرۃ کما فی البدائع لانہ لو طلقہا فی طہر وطئہا فی حیض قبلہ کان بدعیا وکذا لوکان قد طلقہا فیہ وفی ھذا الطہر لان الجمع بین تطلیقتین فی طہر واحد مکروہ عندنا قولہ فی حق غیرھا ای فی حق من بلغت بالسن ولم تردما اوکانت حاملا اوصغیرۃ لم تبلغ تسع سنین علی المختار اوآیسۃ بلغت خمسا وخمسین سنۃ علی الراجح اما ممتدۃ الطہر فمن ذوات الاقراء لانہا شابۃ رأت الدم فلا یطلقہا للسنۃ الا واحدۃ مالم تدخل فی حد الایاس قال فی الذخیرۃ عن المنتقی لاباس بان یخلعہا فی الحیض لو رای منہا مایکرہ اھ وکذا الطلاق علی مال لا یکرہ فی الحیض کما صرح بہ فی البحر عن المعراج والمراد بالخلع ما اذا کان خلعا بمال قولہ والنفاس کالحیض قال فی البحر ولما کان المنع من الطلاق فی الحیض لتطویل العدۃ علیہا کان النفاس مثلہ جوہرۃ اھ ملتقطا. واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم بالصواب

فہرست
الفاظ طلاق

ان سب صورتوں میں اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑجائے گی

نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ	نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ
۱	جا	۱۰۴	۸	دوپٹہ اوڑھ	۱۰۴
۲	نکل	〃	۹	نقاب ڈال	〃
۳	چل	〃	۱۰	ہٹ	〃
۴	روانہ ہو	〃	۱۱	سرک	〃
۵	اٹھ	〃	۱۲	جگہ چھوڑ	〃
۶	کھڑی ہو	〃	۱۳	گھر خالی کر	〃
۷	پردہ کر	〃	۱۴	دوبہ ہو	

نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ	نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ
۱۵	چل دور	۱۰۴	۳۹	تشریف لے جائیے	۱۰۴
۱۶	اے خالی	〃	۴۰	تشریف کا ٹوکرا لے جائیے	〃
۱۷	اے بری	〃	۴۱	جہاں سینگ سمائے جا	〃
۱۸	اے جدا	〃	۴۲	اپنا [illegible]گ کھا	〃
۱۹	تو جدا ہے	〃	۴۳	بہت ہو چکی اب مہربانی فرمائیے	〃
۲۰	تو مجھ سے جدا ہے	〃	۴۴	اے بے علاقہ	〃
۲۱	میں نے تجھے بے قید کیا	〃	۴۵	منہ چھپا	〃
۲۲	میں نے تجھ سے مفارقت کی	〃	۴۶	جہنم میں جا	〃
۲۳	رستہ ناپ	〃	۴۷	چولھے میں جا	〃
۲۴	اپنی راہ لے	〃	۴۸	بھاڑ میں پڑ	〃
۲۵	کالا منہ کر	〃	۴۹	میرے پاس سے چل	〃
۲۶	چال دکھا	〃	۵۰	اپنی مراد پر گھمنڈ ہو	〃
۲۷	چلتی بن	〃	۵۱	میں نے نکاح فسخ کیا	〃
۲۸	چلتی نظر آ	〃	۵۲	تو مجھ پر مثل مردار[1]	〃
۲۹	دفع ہو	〃	۵۳	یا مثل سوئر	〃
۳۰	دال فے عین ہو	〃	۵۴	یا مثل شراب کے ہے	〃
۳۱	رفو چکر ہو	〃	۵۵	تو مثل میری ماں[2]	〃
۳۲	پنجرا خالی کر	〃	۵۶	یا بہن	〃
۳۳	ہٹ کے سڑ	〃	۵۷	یا بیٹی کے ہے	〃
۳۴	اپنی صورت گما	〃	۵۸	تو خلاص ہے	۱۰۵
۳۵	بستر اٹھا	〃	۵۹	تیری گلو خلاصی ہوئی	〃
۳۶	اپنا سوجھتا دیکھ	〃	۶۰	تو خالص ہوئی	〃
۳۷	اپنی گھڑی باندھ	〃			
۳۸	اپنی نجاست الگ چھپا!	〃			

[1] یعنی مثل بھنگ یا افیون یا مثل فلاں یا زوجہ فلاں کے)

[2] یوں کہا تو ماں بہن بیٹی ہے تو گناہ کے سوا کچھ نہیں۔

نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ	نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ
٦٦	حلال خدا	١٠٥	٨١	اپنے رفیقوں سے جا مل	١٠٥
٦٢	یا حلال مسلمانان	〃	٨٢	مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں	〃
٦٣	یا ہر حلال مجھ پر حرام	〃	٨٣	خاوند تلاش کر	〃
٦٤	تو میرے ساتھ حرام میں ہے۔	〃	٨٤	میں تجھسے جدا ہوں یا ہوا[2]	١٠٦
٦٥	میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا[1]	〃	٨٥	میں نے تجھے جدا کر دیا	〃
٦٦	میں تجھ سے باز آیا	〃	٨٦	میں نے تجھ سے جدائی کی	〃
٦٧	میں تجھ سے در گزرا	〃	٨٧	تو خود مختار ہے	〃
٦٨	تو میرے کام کی نہیں	〃	٨٨	تو آزاد ہے	〃
٦٩	میرے مطلب کی نہیں	〃	٨٩	مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں	〃
٧٠	میرے مصرف کی نہیں	〃	٩٠	مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا	〃
٧١	مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں	〃	٩١	میں نے تجھے تیرے گھر والوں[3]	〃
٧٢	کچھ قابو نہیں	〃	٩٢	یا باپ	〃
٧٣	ملک نہیں	〃	٩٣	یا ماں	〃
٧٤	میں نے تیری راہ خالی کر دی	〃	٩٤	یا خاوندوں کو دیا	〃
٧٥	تو میری ملک سے نکل گئی	〃	٩٥	یا خود تجھکو دے ڈالا	〃
٧٦	میں نے تجھ سے خلع کیا	〃	٩٦	مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا[4]	〃
٧٧	اپنے میکے بیٹھ	〃	٩٧	میں تیرے نکاح سے بری ہوں	〃
٧٨	تیری باگ ڈھیلی کی	〃	٩٨	بیزار ہوں	〃
٧٩	تیری رسی چھوڑ دی	〃			
٨٠	تیری لگام اُتار لی	〃			

[1] اگرچہ کسی عوض کا ذکر نہ کرے اور عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خریدا۔

[2] فقط میں جدا ہوں یا ہوا کافی نہیں اگرچہ بہ نیت طلاق کہے۔

[3] کہا میں نے تجھے تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کو دیدیا تو کچھ نہیں

[4] مجھ میں تجھ میں کچھ نہ رہے کچھ نہیں اگرچہ نیت کرے۔

مسئلہ :۔ از کانپور محلہ فراش خانہ عقب آبکاری سڑک جدید متصل کوڑہ گھر مکان حافظ زبیر حسن
مرسلہ مولوی سید سعید الحسن صاحب۔ ۱۱ رجمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے اپنے شوہر زید کو بذریعہ خط یہ لکھا کہ تم مجھکو فارغ خطی دیدو اور اوس زوجہ ہندہ کے لکھنے پر شوہر زید نے یہ لکھ دیا کہ میری طرف سے تین مرتبہ فارغ خطی ہے مجھ کو تم سے کچھ مطلب نہیں جو تمھارا جی چاہے وہ کرو تو اب اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہ۔ اور مسماۃ ہندہ کو اب کیا کرنا چاہئے۔ شوہر زید کے پاس جانا درست ہے یا نہ۔ اگر جائے تو کیا ہے بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

الجواب :۔ صورت مستفسرہ میں تین طلاقیں ہوگئیں۔ زید کے پاس اوسے جانا حرام محض ہے۔ بے حلالے کے زید سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ فان ھذا اللفظ من الرجل لامرأتہ لا یستعمل الا فی معنی الطلاق ولا یراد ولا یفہم منہ الا ھذا فکان من الصریح الذی لا یحتاج الی النیۃ لانہ حیث یقع جوابا لسؤالہا کما ھہنا فانہ لا یحتمل الرد کما لا یخفی ردالمحتار میں ہے ما لا یستعمل فیہا الا فی الطلاق فھو صریح یقع بلا نیۃ وما استعمل فیہا استعمال الطلاق وغیرہ فحکمہ حکم کنایات العربیۃ فی جمیع الاحکام بحر۔ اسی طرح عالمگیریہ میں بدائع سے ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

الجواب[1]: اگر یہ بات اُس نے صحیح کہی کہ میں تو پہلے خط میں فارغ خطی بھیج چکا ہوں تو اگر اُس خط میں یہ تھا کہ میں نے تجھے فارغ خطی دی تو خط لکھتے ہی ایک طلاق ہوگئی تھی اور اگر خط میں یہ تھا کہ جب یہ خط تجھے پہونچے تو تجھے فارغ خطی ہے اور وہ خط اوسے پہنچا تو اوس وقت اوسے طلاق ہوگئی تھی بہرحال اوس طلاق کے بعد اگر تین حیض عورت کو ہوچکے تھے اوس کے بعد یہ خط لکھا جس کی نقل سوال میں ہے جب تو یہ خط بیکار ہے کہ پہلے طلاق ہوچکی اور عدت گزر گئی اور اوس نے رجعت نہ کی تو عورت اجنبیہ ہوگئی اوس کی طلاق کا محل نہ رہی اس صورت میں عورت جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے اور اگر اوس خط کے لکھنے یا پہنچنے کے بعد عورت کو ابھی تین حیض نہ ہوئے یا خط پہونچنے پر طلاق لکھی تھی اور وہ نہ پہونچایا اوس نے سرے سے خط لکھا ہی نہ تھا یونہی غلط لکھ دیا تو ان سب صورتوں میں اس پر تین طلاقیں ہوگئیں بعد انقضائے عدت سوائے شوہر جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے شوہر سے بے حلالہ نہیں ہوسکتا تبیین پھر شامی علی الدر المختار میں ہے انت علی حرام المفتی بہ عدم توقفہ علی النیۃ مع کونہ بائنا۔ نیز ردالمحتار میں ہے افتی المتاخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلانیۃ فارغ خطی عرف میں طلاق صریح ہے کہ عورت کی طرف اوس کی اضافت سے طلاق ہی مراد ومفاد ہوتی ہے ردالمحتار میں ہے الصریح ماغلب فی العرف فی استعمالہ فی الطلاق بحیث لایستعمل عرفا الا فیہ من ای لغۃ کانت وھذا فی عرف زماننا کذلک فوجب اعتبارہ صریحا اور صحیح یہ ہے کہ طلاق طلاق صریح ہے محیط پھر ہندیہ میں ہے لوقال لھا داد طلاق یقع من غیر نیۃ وھوالاشبہ لان قولہ داد فی العادۃ وقولہ خذ سواء ولوقال لھا خذی طلاقک یقع من غیر نیۃ کذا ھھنا کذا فی المحیط اور دوبارہ لفظ کے طلاق جدید ہوگا نہ تاکید اشباہ میں ہے التاسیس اولی من التاکید فاذا دار اللفظ بینھما تعین الحمل علی التاسیس والذی قال اصحابنا رحمھم اللّٰہ تعالٰی لوقال لزوجتہ انت طالق طالق طالق طلقت ثلثا واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹: ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

اگر خط مذکور میں سے کالفظ مکرر نہ ہوتا یوں ہوتا کہ فارغ خطی ہے تو بقیہ الفاظ کی وجہ سے تین طلاقیں ہوتیں یا کیا حکم تھا۔ بینوا توجروا

الجواب: خط لکھنے اور پہونچنے کے احکام وہی ہیں جو گزرے اور اگر اوس میں خط پہنچنے پر طلاق لکھی تھی اور وہ نہ پہنچا تو دو طلاقیں بائن ہوئیں تو اگر اوس نے اس لفظ سے کہ تو میرے کام کی نہیں طلاق کی نیت کی تو ایک اور ہے وانما احتاج الی النیۃ مع ان الحال حال المذاکرۃ کما ذکر مسندا الی کذب ایضا لانہ یحتمل السب کما حققناہ فی جد الممتار والحالۃ حالۃ الغضب فلا تجعلہ المذاکرۃ غنیا عن النیۃ کما حققناہ فیہ مستفیدین من فتح القدیر اور دوسری فارغ خطی سے لانہ رجعی صریح فیلحق البائن اما قولہ حرام ہوچکی فھو وان صار صریحا بالعرف لایلحق البائن علی مافی الحلبی ثم الشامی حیث ولاالایرد انت علی حرام

---

[1] مسودہ میں سوال نہیں ملا

علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ مع انہ لایلحق البائن ولا یلحقہ البائن لکونہ بائنا لمالان عدم توقفہ علی النیۃ امر عرض لہ لابحسب اصل وضعہ اھ **اقول** والوجہ فیہ انہ یمکن جعلہ اخبارا فلا ضرورۃ جعلہ انشاء اور اگر اُس لفظ سے کہ تو میرے کام کی نہیں اوس نے نیت طلاق کی تو ایک حرام سے ہو چکی اور دوسری فارغ خطی سے بہرحال باقی الفاظ سے کچھ نہ پڑے گی لان کل ما بعدہ کنایات بوائن فلا تلحق البائن واللفظ الثانی وان کان الواقع بہ رجعیا فقد صار بلحوقہ البائن بائنا فلا تلحقہ کنایۃ بائن لامکان جعلہ اخبارا بل لحوقہ بالثانی لحوقہ بالاول وقد کان بائنا فیمتنع کما بیناہ فی جد الممتار اور اگر وہ خط اس نے لکھا ہی نہ تھا تو تین طلاقیں ہونا چاہیئے لان اقرارہ بتقدیم فارغ خطی اقرار بالطلاق فیکون طلاقا قضاء والباقیان باللفظین المذکورین ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱: از مرزا پور کلکتہ مرسلہ عبدالغفور خاں ۴ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ میں اور میری بی بی میں تکرار ہوئی اوس کو مار پیٹ کیا جس گھر میں وہ تھی اوس گھر میں سے ہم باہر نکل آئے اپنے کارخانہ میں بیٹھے ہمارے لڑکے نے جو دوسری بیوی سے ہے ہم سے کہا کہ اوس کو چھوڑ دو ہم جو پیدا کریں گے تم کو دیں گے تو ہم نے کہا کہ تم کہتے ہو تو ہم اوس کو مانگتا نہیں دو مرتبہ کہا ہم اوس کو مانگتا نہیں مانگتا نہیں بیٹے نے کہا تم اوس کو فارغ خطی دے دو ہم نے کہا تم کو اختیار ہے لڑکا ہمارا فارغ خطی لکھ کر لایا یا لکھوا لایا ہم نے اوس کو پڑھوایا نہیں دستخط اوس پر کر دیے فارغ خطی زبان بنگلہ میں ہے بجنسہ ملفوف ہذا مرسل ہے اس صورت میں طلاق ہوا یا نہیں اب عورت چاہتی ہے کہ بے حلالہ کے نکاح ہو جائے یہ جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: بلاشبہ جائز ہے حلالہ کی اصلا ضرورت نہیں اس سوال کے ساتھ زبان وخط بنگلہ میں دو کاغذ آئے ایک از جانب زوجہ جس میں شوہر سے مہر وطلاق پانے کا ذکر ہے دوسرا از جانب شوہر جس کا ترجمہ چند معتبر مسلمان بنگالی طلبہ علم نے یہ کیا میں عبدالغفور خاں ساکن کلکتہ مرزا پور طلاق نامہ یہ ہے کہ شاہد النساء کو ساڑھے تین روپے دین مہر مطابق شریعت و دین محمدی کے نکاح کیا اس وقت راضی سے مہر ادا کرکے طلاق بائنہ دی راقم عبدالغفور خاں) عبدالغفور خاں کا دو خواہ دس بار کہنا ہم اوس کو مانگتا نہیں مانگتا نہیں یہ تو محض بے اثر تھا کہ اس کے معنی نفی خواہش وطلب وارادہ ہے اور ان کی نفی سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے فی الھندیۃ اذا قال لا اریدک او لا احبک او لا اشتھیک او لا رغبۃ لی فیک فانہ لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی کذا فی البحر الرائق اور فارغ خطی کی اصل وضع اوس کاغذ کے لئے ہے جو مدیون کو بابت بے باقی وبرائت ذمہ لکھ کر دیا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اب اس پر کچھ مطالبہ نہ رہا یہ لفظ جب عورت کی طرف نسبت کیا جائے تو اوس سے مراد عورت کو لکھ دینا ہوتا ہے کہ وہ اوس کے

مطالبۂ حقوق نکاح سے بری ہوئی جس کا حاصل طلاق نامۂ بائن تحریری تھی علا انہ ھو الحقیقۃ العرفیۃ کما علمت فھو ظاھر بنفسہ وان لم یکن ھناک مظھر لہ۔ پسر عبدالغفور خاں نے جب کہ اُس سے فارغ خطی دینے کی درخواست کی اور اُس نے کہا تم کو اختیار ہے تو یہ طلاق بائن تحریری کا اوسے اختیار دینا ہوا امر دجسے اپنی عورت کی طلاق کا اختیار دے اوس میں حکم یہ ہے کہ وہ اختیار اوسی جلسہ تک باقی رہتا ہے اگر وہ شخص بلاضرورت خواہ کسی ایسی ضرورت کے لیے جو اس کار طلاق سے متعلق نہ تھی اوٹھ جائے یا وہیں بیٹھا کسی اور کام بلکہ بے علاقہ کلام میں مشغول ہو جائے تو وہ اختیار زائل ہو جاتا ہے فی الھندیۃ عن الخلاصۃ عن الصغری لو قال لاجنبی امر امرأتی بیدک یقتصر علی المجلس ولا یملک الرجوع اھ وفیھا عن الخانیۃ لو قال لغیرہ طلق امرأتی فقال جعلت ذلک الیک فھو تفویض یقتصر الی المجلس الخ وفی الدر المختار فی قولہ لاجنبی طلق امرأتی یصح رجوعہ ولم یقید بالمجلس لانہ توکیل الا اذا علقہ بالمشیئۃ فیصیر تملیکا والفرق بینھما فی خمسۃ اقسام ففی التملیک لایرجع ولا یعزل ویتقید بمجلس الخ ملخصا وفی رد المحتار عن الفتح المبدل للمجلس ما یکون قطعا للکلام الاول وافاضتہ فی غیرہ الخ وفیہ الاصح انہ لابد ان یکون مع القیام دلیل الاعراض اھ وفیہ الکلام الاجنبی دلیل الاعراض اھ الفاظ سوال یہ ہیں کہ فارغ خطی لکھ کر لایا یا لکھوایا جس سے ظاہر کہ پسر نے اوسی جگہ فارغ خطی نہ لکھی بلکہ وہاں سے اُٹھ کر جانے کے بعد تحریر ہوئی اب اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ کاغذ کو رکو پسر نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور اُس سے پہلے کسی غیر کام میں مصروف نہ ہوا یہ اوٹھ کر جانا بضرورت قلم یا دوات یا کاغذ لینے کے تھا کہ یہ اشیا وہاں موجود نہ تھیں جب تو یہ تحریر اوسی اختیار کی بناء پر واقع ہوئی اور پسر کے لکھتے ہی شاہد النساء پر ایک طلاق بائن پڑ گئی عبدالغفور خاں کا اوس تحریر کو پڑھنا سُننا کچھ ضرور نہ تھا فانہ انما عمل بموجب التفویض والمفوض مملک والمملک یعمل بمشیتہ نفسہ من دون توقف علی رضا المملک بالکسر حتی لو رجع بعد ما ملک لم یملک الرجوع کما تقدم اور اگر یہ اوٹھ کر جانا بے ضرورت یا ضرورت تحریر سے جدا کسی اور غرض کے لئے تھا یا وہ تحریر اس نے کسی اور سے لکھوائی تو ان صورتوں میں وہ نوشتہ اوس اختیار کی بنا پر نہ ہوا بلکہ ایک فضول و اجنبی کا لکھنا تھا فان المفوض الیہ بفصل اجنبی یصیر اجنبیا وھو انما فوض الیہ التعلیق دون التوکیل کما ان الوکیل بالطلاق لا یملک ان یوکل غیرہ او یجیز ما فعل غیرہ کما نص علیہ فی الانقروی عن الخانیۃ اور فضولی شخص جسے شوہر کی طرف سے امر یا اذن تحریر نہیں یا نہ رہا وہ اگر عورت کی طلاق لکھ لائے تو اوس کا نفاذ اجازت شوہر پر موقوف رہتا ہے اگر وہ اوس کے مضمون پر مطلع ہو کر اوس تحریر کو نافذ کر دے مثلاً صراحۃً کہدے کہ میں نے جائز کیا یا اجازت دی یا نافذ کیا یا کوئی فعل ایسا کرے جو نافذ کرنے پر دلیل ہو مثلاً اوس پر اپنی دستخط کر دے یا مہر کر دے یا اپنی طرف سے عورت کے پاس روانہ کرے یا بھیجنے کو کہے تو وہ تحریر نافذ ہو جاتی اور گویا خود شوہر کی تحریر قرار پاتی ہے ورنہ نہیں۔ فی البزازیۃ
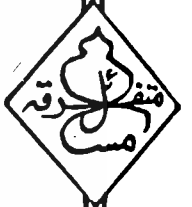
قبیل مسائل المجازاۃ کتب غیر الزوج کتاب الطلاق وقرأہ علی الزوج فاخذہ وختم علیہ او قال لرجل ابعث ھذا الکتاب الیھا فھذا بمنزلۃ کتابتہ بنفسہ اھ ومثلہ فی الخلاصۃ **قلت** ولعل ھذا ھو محمل ما فی الھندیۃ عن المحیط عن المنتقی وفی رد المحتار عن التاترخانیۃ ان کل کتاب لم یکتبہ بخطہ ولم یملہ بنفسہ لا یقع الطلاق مالم یقر انہ کتابہ اھ فان الاقرار کما یکون صریحا فکذلک دلالۃ اور پُر ظاہر کہ تنفیذ کے لئے صرف مضمون پر مطلع ہونا درکار ہے اور وہ اوس میں منحصر نہیں کہ حرف بحرف اوسے پڑھوا کر سُنے بلکہ آپ پڑھ لے یا دیکھ لے یا دوسرا پڑھ دے یا اوس کا خلاصہ مضمون بتادے ہر طرح حاصل ہے۔ نقول البزازیۃ قرأہ علی الزوج غیر قید بل تصویر لاطلاع الزوج علی مافیہ فانہ لامعنی لتنفیذ مالا یدری اشباہ میں ہے قال فی فتح القدیر وصورتہ ان یکتب الیھا بخطہا فاذا بلغھا الکتاب احضرت الشھود وقرأتہ علیھم وقالت زوجت نفسی منہ او تقول ان فلانا کتب الی یخطبنی فاشھدوا انی قد زوجت نفسی منہ ________ اما لو لم تقل بحضرتھم سوی زوجت نفسی من فلان لا ینعقد لان سماع الشطرین شرط وباسماعھم الکتاب او التعبیر عنہ منھا قد سمعوا الشطرین بخلاف ما اذا انتفیا اور بلاشبہ قاعدہ عامہ یہی ہے کہ جو شخص کوئی کاغذ لائے اور دوسرے سے اوس پر دستخط یا مہر کرائے تو اگر وہ حرف بحرف پڑھ کر نہ سُنائے گا تو حاصل مضمون ضرور بتائے گا یا وہ نہ بتائے تو یہ مہر کرنے والا پوچھ لیگا کہ اس میں کیا لکھا ہے پس اگر ایسا ہی ہوا اور عبد الغفور خاں نے اوس کے مضمون پر مطلع ہو کر مہر کی تو اب وقت مہر سے شاہد النسا و پر طلاق پڑ گئی اور شاید اس کے خلاف ہی واقع ہوا اور بے اطلاع مضمون مہر کر دی تو البتہ طلاق نہ ہوئی بالجملہ اگر یہ پچھلی صورت واقع ہے جب تو شاہد النسا بدستور نکاح عبد الغفور خاں میں ہے اور اگر وہ پہلی دو صورتیں واقع ہوئیں تو ایک صورت پر تحریر لیپر اور دوسری صورت پر مہر کرنے کے وقت طلاق پڑی بہر حال ایک طلاق سے زائد نہ ہوئی اگر اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا تھا تو بے تکلف اوس سے نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی کچھ حاجت نہیں ھذا کلہ ماظھر للعبد الضعیف والعلم بالحق عند الخبیر اللطیف واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱- از مانگرول بندر کاٹھیاواڑ تائی باڑی مرسلہ فتح محمد بن نور محمد جمعدار ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حضرت قبلہ گاہ مولنا صاحب سلمہم اللہ تعالی از جانب مانگرول بندر فدوی خاکسار فتح محمد ابن نور محمد جمعدار کے زہد آداب و تسلیمات کے واضح ہو کہ میں نے میری عورت کو پڑوسی کے ساتھ تکرار کرنے میں منع کرنے سے نہ ماننے کے سبب غصہ میں طلاق فارغ لکھ کے اوس کی والدہ کے اوس کو فارغ بھیج دی پھر بہت پچھتایا اور ایک بچہ بھی صغیر برس روز کا ساتھ ہے اس کے بعد دونوں کو تڑپ بے حد ہے وہ رات روز رورہے ہیں اور فارغ لکھ کے دی ہے اور مونھ سے کچھ بھی نہیں کہا ہے

آخراوسی کے رونے پر اور میرا بچہ چھوٹا ساتھ ہونے پر پھر گھر میں لانے کا خیال کیا ہے ہمارے یہاں کے عالموں میں مولوی احمد سے دریافت کیا تو فرماتے ہیں کہ سوا حلالہ کے درست نہیں ہوسکتی اور مولوی محمود انتقال ہوگئے اب آپ اس میں جو حکم فرمائیے سو کیا جائے گا۔

سؤال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو بباعث کسی منازعت کے حالت غصہ میں اوس کے والدین کے گھر جانے کے بعد ایک ورقہ میں مبہم بلا عدد لفظ طلاق لکھ کے یوں لکھا کہ طلاق دے کر فارقتی دیتا ہوں جواب بحوالہ کتب مرحمت فرمائیں۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں دو طلاقیں ہوگئیں حلالہ کی کوئی حاجت نہیں اگر اس طلاق کے بعد عدت گزر گئی ہے یعنی تین حیض شروع ہوکر ختم ہوگئے جب تو عورت کی رضامندی سے اوس کے ساتھ نکاح کرے اور اگر عدت باقی ہے تو دو صورتیں ہیں اگر فارغخطی دینا وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ یہاں کی بعض اقوام میں ہے کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے جب تو دو طلاقیں رجعی ہوئیں کہ عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے مثلاً زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وہ بدستور اوس کی زوجہ رہے گی بشرطیکہ اس سے پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ بیشک تین ہوگئیں اور اب بے حلالہ جائز نہیں اور اگر یہ لفظ وہاں صریح نہیں سمجھا جاتا تو دو طلاقیں بائن ہوئیں عورت نکاح سے نکل گئی مگر اوس کی رضا کے ساتھ دوبارہ اوس سے نکاح کرسکتا ہے خواہ عدت گذری ہو یا نہیں اوسی شرط کے کہ اس سے پہلے کوئی طلاق نہ دی ہو یہ سب اوس صورت میں کہ فارغخطی سے اوس نے وہ کاغذ مراد نہ رکھا ہو اور اگر یہ مقصود ہے کہ طلاق دے کر یہ اوس کی سند بھیجتا ہوں تو اس صورت میں ایک ہی طلاق رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے جب کہ پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷۶۔ از دفتر مدرسہ رحمانیہ پیلی بھیت مرسلہ مولوی فضل حق صاحب ۸ ار شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور اوس کے سسرالیوں میں رنجش کے ساتھ گفتگو ہو رہی تھی اس درمیان میں ہندہ جو زوجہ زید تھی اس کے چھوڑ دینے کی بات چھڑ گئی اور زید سے کہا گیا کہ اس روز روز کے جھگڑے سے چھوڑ دو زید نے کہا تم کل چھوڑاتی ہو میں ابھی چھوڑتا ہوں۔ اس اخیر جملہ کی تین بار یا اس سے زیادہ تکرار کی ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں اور کس قسم کی طلاق پڑی بحوالہ کتب سے عبارت جواب کا جلد اُمیدوار ہوں۔

الجواب۔ تینوں طلاقیں مغلظہ ہوگئیں محیط و ذخیرہ و خلاصہ و ہندیہ کی تصریحات کے علاوہ ذی علم پر یہ مسئلہ بدیہیات سے ہے تو وہ اس پر حوالہ و عبارت طلب نہ کرے گا اور جاہل کا حوالہ وہ بھی مع عبارت طلب کرنا سوءِ ادب ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷۷۔ از پیلی بھیت محلہ عبداللطیف خاں مسئولہ پیارے ۱۹ ار ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خسر اور داماد میں لڑائی ہونے پر داماد کہے کہ اگر تم کل چھوڑ دلاتے ہو تو میں

آج ہی چھوڑتا ہوں اس لفظ کے کہنے پر طلاق ہوئی یا نہیں۔

الجواب۔ طلاق رجعی ہوگئی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶: از شہر کانپور اے۔ بی روڈ۔ دوکان جناب حافظ پیر بخش صاحب سوداگر مسئولہ ولی محمد صاحب ۱۷ جمادی الاخری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ کو رخصت کرانے کے لئے جب اپنے خسرال گیا تو اس کی خوشدامن نے کہا کہ ہم لڑکی کو رخصت نہیں کریں گے بلکہ ہم قصہ ختم کرنا چاہتے ہیں اس پر زید نے اپنی خوشدامن سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ میرا آنا آپ لوگوں کو بہت ناگوار ہوا پھر خوشدامن نے کچھ ایسے الفاظ کہے جس سے اس کا منشا یہ تھا کہ زید اپنی زوجہ کو طلاق دیدے اس پر زید نہایت برہم ہوا اور کہا کہ اگر میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کردو اس کے جواب میں خوشدامن نے کہا کہ اس تو پسند نہیں ہے ایا ایسی صورت میں زید کی زوجہ کو طلاق ہوجائیگی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ اگر بہ نیت طلاق تھا ایک طلاق بائن ہوگئی اور اگر بقسم کہے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی قبول کریں گے اور وقوع طلاق کا حکم نہ دیں گے عالمگیریہ میں غایہ سے ہے لوقال تزوجی ونوی الطلاق او الثلاث صح وان لم ینو شیئا لم یقع رد المحتار میں شرح جامع صغیر امام قاضی خاں سے ہے لوقال اذھبی فتزوجی وقال لم انو الطلاق لایقع شیئ لان معناہ ان امکنک واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹: از موضع نان ٹوڈا کھانہ اکبر آباد ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد تحسین علی صاحب یکم رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو بدچلنی اور بدکاری کے الزام لگائے اور اس سے کہا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا تو میرے کام کی نہیں ہے مگر زید کہتا ہے کہ میں نے ہرگز طلاق نہیں دی تو کیا اس صورت میں ان الفاظ طلاق زید کی بیوی زید کے نکاح سے خارج ہوگی یا نہیں۔

الجواب۔ اگر یہ بیان واقعی ہے تو دو طلاقیں بائن ہوگئیں عورت نکاح سے خارج ہوگئی اگر پہلے کبھی اسے کوئی طلاق نہ دی تھی تو عورت کی مرضی سے اس سے دوبارہ جدید مہر کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے اور پھر کبھی ایک طلاق دیگا تو تین ہوجائیں گی اور بے حلالہ نکاح نہ کرسکے گا اور اگر اس وقت عورت اس سے دوبارہ نکاح پر راضی نہیں تو یہ اس پر جبر نہیں کرسکتا اور اگر پہلے کبھی ایک طلاق اسے دے چکا تھا تو ابھی تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا وذلک لان اللفظ الاول صریح والثانی کنایۃ یحتمل السب وقد صار الحال باللفظ الاول حال المذاکرۃ فوقع بائن فجعل الاول ایضا بائنا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰: از پیلی بھیت محلہ پکریا مسئولہ محمد بشیر احمد صاحب ۵ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید جس کی علمی لیاقت علم عربی میں قریب دستار بندی ہے اپنی بیوی کو

چند بار یہ الفاظ بحالت صحت نفس کہے کہ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ جہاں تمہارا دل چاہے چلی جاؤ خواہ تم دوسرا خاوند کرلو خواہ بلاخاوند رہو مگر بی بی چند بار یہ الفاظ سن کر بھی خاموش رہی تو کچھ دن کے بعد یہ کہا کہ مجھ کو افسوس ہے کہ کیسی بے حیا عورت ہے کہ میں خوشی سے اجازت چلے جانے کی دیتا ہوں اور میرا پیچھا نہیں چھوڑتی جب بی بی پر یہ ملامت ڈالی تو بی بی نے جانے کی تیاری کی تو زید نے کاغذات دیہہ زمیندار بی بی جس کا زید کارکن تھا حوالہ کردیے تو اب اس مسئلہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اور بیوی اب زید سے راضی نہیں ہے اور زید سے قطع تعلق کرتی ہے۔

الجواب: یہ الفاظ کنایہ ہیں نیت پر حکم ہے اگر زید نے بہ نیت طلاق کہے ایک طلاق ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اوس سے بلاحلالہ اوس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے جب کہ اس سے پہلے اوس عورت کو دو طلاقیں نہ دے چکا ہو اور اگر وہ قسم کھا کر انکار کردے کہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق نہ کہے تھے تو طلاق نہ مانی جائیگی اگر جھوٹ قسم کھائے گا وبال اوس پر رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۱: از آرہ مسئولہ مولوی عبدالغفور صاحب ۱۳ رشعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی بی بی منکوحہ زینب سے کہا بصورت نااتفاقی کہ ہم تمہارے ہاتھ کا کھانا نہیں کھائیں گے تب اس پر بی بی مذکورہ نے کہا کہ جب کھانا نہیں کھاؤ گے تو ہم کو صفائی دے دو تب زید نے کہا کہ صفائی دے دیا بی بی نے کہا کہ صفائی دے دیا تو پھر کہا کہ صفائی دے دیا پھر بی بی نے کہا کہ صفائی دے دیا تو پھر کہا کہ صفائی دے دیا تو بی بی نے کہا کہ تب ہم کہیں چلے جائیں تو زید نے کہا کہ کہیں چلی جاؤ اس صورت مذکورہ میں طلاق مغلظ واقع ہوا کہ نہیں اگر طلاق واقع نہیں ہوا تو کیا دلیل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مذکورہ میں طلاق مغلظ تو کسی طرح نہ ہوئی فان البائن لایلحق البائن کما فی المتون ہاں اگر اُن چار لفظوں میں جو زید نے کہے اگر کسی ایک لفظ یا دو تین یا چاروں سے عورت کو طلاق دینے کی نیت زید نے کی تو ایک طلاق بائن ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی عورت کی رضا سے اوس سے نکاح دوبارہ کرسکتا ہے اور اگر اصلا کسی لفظ سے نیت طلاق نہ کی تو وہ بدستور اوس کی زوجہ ہے طلاق نہ ہوئی درمختار میں ہے اذ ھی یحتمل ردا ونحو خلیۃ بریۃ یصلح سبا (الی قولہ) فی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والالا مبسوط امام سرخسی میں ہے وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ الحق بھذہ الالفاظ خلیت سبیلک وفارقتک ولاملک لی علیک لانھا تحتمل السب ای لاملک لی علیک لانک ادون من ان تملکی وفارقتک القاء شرک و خلیت سبیلک لھوانک علی فتح القدیر میں ہے یدین فی الغضب لان ھذہ الالفاظ تذکر للابعاد وحالۃ الغضب یبعد الانسان عن الزوجۃ یہ بات کہ ان میں اصلا کسی لفظ سے طلاق کی نیت نہ کی تھی اگر زید قسم کھا کر کہدے قبول کرلیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا وبال اوس پر ہوگا یہ قسم گھر میں عورت بھی لے سکتی ہے
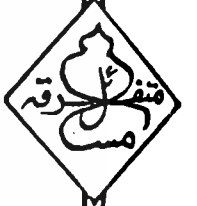
درمختار میں ہے ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲: از مارہرہ مطہرہ مسئولہ حافظ عبدالکریم صاحب ۲۵ محرم ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس امر کے کہ ایک شخص نے اپنی خوشدامن و خسر و نیز برادر و چند عورات دیگر کے یہ کہا کہ میں تمہاری دختر سے لادعوی ہوتا ہوں تم اس کو بلالو ورنہ میں اس کو بے عزت کرکے نکال دوں گا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر اس نے ان لفظوں سے کہ میں تمہاری دختر سے لادعوی ہوتا ہوں طلاق دینے کا قصد کیا تھا اور بہ نیت طلاق یہ کلام کہا تھا تو طلاق واقع ہوگئی ورنہ نہیں، فتاوٰی امام خیر الدین رملی میں ہے سئل فی رجل ضرب زوجتہ فلامہ اھلہ فقال انت بجارۃ الی ما اقرھا خیرنا وطلاقا ھل تطلق بھذا القول ام لا اجاب لاتطلق نفی الخانیۃ فی قولہ لاملک لی علیک لاسبیل لی علیک خلیت سبیلک الحق باھلک لوقال ذلک فی حال مذاکرۃ الطلاق او فی الغضب وقال لم انو بہ الطلاق یصدق قضاء فی قول ابی حنیفۃ وقال ابویوسف لایصدق ومعنی انت بجارۃ الی متعقدۃ معاذۃ مما انکرھیئۃ وھو قریب من معنی ھذہ الالفاظ واللہ اعلم انتھی **اقول** وانت تعلم ان مسئلتنا ھذہ اقرب الی المنصوص من مسئلۃ الخیریۃ کما لایخفی پس اگر وہ قسم کھاکر کہدے کہ ان لفظوں سے میں نے طلاق دینے کی نیت نہ کی تھی قبول کرلیں گے اور وقوع طلاق کا حکم نہ دیں گے فی الدر المختار القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینھما مجتبٰی اھ اگر واقع میں اس نے نیت طلاق کی تھی اور اب جھوٹی قسم کھالی تو عنداللہ طلاق ہوگئی مگر اس کا وبال شوہر پر ہے عورت پر الزام نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۳: از بریلی صدر مسئولہ شیخ عبدالخالق ۱۷ محرم شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبدالخالق نے اپنی عورت کو طلاق نامہ لکھا اور اس دستاویز میں ان الفاظ سے طلاق لکھی (میں لادعوی ہوں یہ عورت جہاں چاہے شادی کرلے) ایسی صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور اگر عبدالخالق پھر اوسے نکاح میں لانا چاہے تو ضرورت حلالہ ہوگی یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: صورت مستفسرہ میں جبکہ طلاق نامہ لکھنے کی نیت سے یہ الفاظ لکھے ہوں عورت پر ایک طلاق ہوگئی وہ نکاح سے نکل گئی اب اگر اس سے نکاح کرے تو صرف نکاح جدید بمہر جدید کافی ہے حلالہ کی کچھ حاجت نہیں اگر اس سے پہلے کبھی اور دو طلاقیں نہ دے چکا ہو واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴: مرسلہ حکیم احمد حسین صاحب محلہ طوپلہ، ۲ شوال ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ میاں بی بی میں باہم جھگڑا رہتا تھا اکثر اوسے تکلیف دیتا

اور مارتا ایک دن اوس سے زیور مانگا اوس نے انکار کیا کہا تجھے چاقو سے مار ڈالوں گا ہندہ بخوف جان والدین کے یہاں چلی آئی تو شوہر نے چوری کا الزام بھی لگایا اور تھانہ میں رپٹ کا ارادہ کیا لوگوں نے سمجھایا اوس وقت یہ گفتگو ہوئی جو لکھی جاتی ہے ناصح کیا فضیحت کراؤگے زید وہ میری بیوی ہی نہیں رہی فضیحت کیسی ناصح دیکھو لغو باتیں نہ کرو زید جب وہ میری بلا اجازت چلی گئی میرے نکاح سے باہر ہے اور وہ میرے کام کی نہ رہی مجھ کو اوس سے کچھ غرض نہیں ناصح دیکھو کنایہ اشارہ سے بھی طلاق ہو جاتی ہے ذرا سوچ سمجھ کر کہو تم پڑھے لکھے آدمی ہو زید مجھ کو اوس سے کچھ غرض نہیں نہ وہ میری بیوی ہے آیا اس گفتگو سے وہ عورت مطلقہ ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب - زید کا پچھلا قول کہ "نہ وہ میری بیوی ہے" مذہب مختار پر اصلاً الفاظ طلاق سے نہیں یہاں تک کہ بہ نیت طلاق بھی کہے تاہم واقع نہ ہوگی عالمگیری میں ہے لو قال لم تبق بینی و بینک نکاح ثم لا یقع وان نوی هو المختار کذا فی جواهر الاخلاطی اسی طرح "مجھ کو اوس سے کچھ غرض نہیں" یہ بھی لفظ طلاق نہیں کہ غرض بمعنی شوق مستعمل کما فی القاموس یا قصد و خواہش کما فی المنتخب یا حاجت کما فی شرح النصاب اور ان اشیاء کی نفی سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق طلاق کرے عالمگیری میں ہے لو قال لا حاجة لی فیك ونوی الطلاق فلیس بطلاق کذا فی السراج الوهاج اذا قال لا ارید ك او لا احبك او لا اشتهیك او لا رغبة لی فیك فانه لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی کذا فی البحر الرائق اور اسی میں ہے رجل قال لامرأته لا نکاح بینی و نوی به الطلاق لا یقع کذا فی الظهیریة ہاں وہ میری بیوی ہی نہ رہی کنایات طلاق سے ہے عالمگیری میں ہے لو قال صرت غیر امرأتی ونوی في رضا او سخط تطلق اذا نوی کذا فی الخلاصة اسی طرح یہ لفظ بھی کہ وہ میرے نکاح سے باہر ہے صریح نہیں کنایہ ہے لان الخروج من النکاح یکون بالطلاق وبکل فرقة جاءت من قبله کتقبیله بنتها او من قبلها کتقبیلها ابنه وغیر ذلك فلم یتعین لافادة الطلاق وصار کقوله لم یبق او لیس بینی و بینك نکاح بل هما عبارتان عن معنی واحد وهذا یتوقف علی النیة فکذا ذاك عالمگیری میں ہے لو قال لها لا نکاح بینی و بینك او قال لم یبق بینی و بینك نکاح یقع الطلاق اذا نوی یوں ہی وہ میرے کام کی نہ رہی بھی کنایات سے ہے کما حققناه فی ما علقناه علی رد المحتار مگر سوق کلام سے ظاہر ہے کہ زید نے یہ الفاظ بطور اخبار کہے نہ بہ نیت انشائے طلاق تیسرا لفظ دوسرے پر معطوف ہے اور دوسرا پہلے کی شرح و بیان علت اور اس اخبار کا مبنی وہ غلط گمان جو عوام زمانہ میں شائع ہے کہ عورت بے اجازت شوہر گھر سے چلی جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے اور یہ اخبار و اقرار طلاق بربنائے غلط فہمی مسئلہ ہو دیانۃً اصلاً مؤثر نہیں فی الخیریة عن الاشباه عن جامع الفصولین والقنیة اذا اقر بالطلاق بناء علی ما افتی به المفتی ثم تبین عدم الوقوع فانه لا یقع غیر بہرحال مدار کار نیت پر ہے اگر زید نے ان تینوں لفظوں میں کل یا بعض کسی سے طلاق دینے کا قصد کیا تھا

تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی کہ عورت راضی ہو تو اب یا عدت کے بعد جب چاہے بے حلالہ اُس سے نکاح کرسکتا ہے ظہیریہ میں ہے لایلحق البائن البائن بان قال لھا انت بائن ثم قال لھا انت بائن لایقع الا تطلیقۃ واحدۃ بائنۃ اور اگر ان تین میں کسی لفظ سے طلاق دینے کی نیت نہ کی اگرچہ اخیر کے دونوں لفظ بہ نیت طلاق کہے ہوں تو اصلاً طلاق نہ ہوئی وہ بدستور اُس کی زوجہ ہے اور نیت طلاق نہ ہونے میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر وہ بقسم کہہ دے کہ میں نے ان تینوں لفظوں میں کسی سے نیت انشائے طلاق نہ کی قطعاً مان لیں گے اور اُنھیں زوج و زوجہ جانیں گے اگر وہ اس قسم میں جھوٹا ہے تو وبال اُس پر ہے عورت پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از متھرا محلہ کیشوپورہ مرسلہ حکیم توحید الحق صاحب ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید عاقل و بالغ بفہمائش دیگر مرداں و زبردستی والدین با یکاب ہندہ رضا دادہ اور ا بنکاح خود در آورد و خلوت صحیحہ بوقوع نیاید کہ ہندہ پیش مادر خود باشد و ہنوز رخصت نشدہ باشد و باز زید پیش دو سہ مرداں صادق و عادل بہ ناراضی بگوید کہ من بایجاب ہندہ برضا و رغبت خود اقرار ندادہ ام محض بفہمائش و زبردستی مرداں اقرار بلسان نمودم ایں نکاح من مسلّم نشدہ باز از سر نو خواہد شد و اندراں حالت ناراضی از خویش و اقارب رنجیدہ بجائے سفر نماید و از ہندہ خبرے نگیرد و نہ از قرائن اظہار او توقع باز آمدن ماند و در انجا از حمراء و قاضی و شاہدان علانیہ اقرار بالجزم دہد کہ من ناکتخدا ام ہنوز نکاحم از کسے نگردیدہ و نہ از خویش و اقارب با کسے زندہ نہ مارا از کسے در وطن سروکار ہست و نہ خواہد شد حالا ہندہ در نکاح زید ماندہ یا نہ و دریں صورت چگونہ از زید آزاد گردد فقط

الجواب: در صورت مستفسرہ بقطع نظر از انکہ تحقق اکراہ شرعی معلوم نیست جبر و اکراہ دربارہ نکاح مخل صحت ونفاذ و لزوم نباشد فی الھندیۃ تصرفات المکرہ کلھا قولا منعقدۃ عندنا وما لایحتمل الفسخ منہ کالطلاق والعتاق والنکاح فھو لازم کذا فی الکافی اھ ملخصا قول او من ناکتخدا ام و ہنوز با کسے نکاح نا کردہ چیزے نیست زیرا کہ جحود نکاح خبر دروغ ست و اثرے ندارد فی الھندیۃ ان قال لم اتزوجک ونوی الطلاق لایقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع ولو قال مالی امرأۃ لایقع وان نوی ھ ہمچناں قول او مرا در وطن با کسے سروکارے نیست و نخواہد بود کہ سروکار نبودن بمعنی نفی غرض و تعلق قلب ست کہ عبارت از رغبت و حاجت باشد گویا گفت با کسے غرضے ندارم یا حاجتم نیست یا پروائے کسے ندارم و اینہا خود از الفاظ طلاق نیست فی الھندیۃ لو قال لاحاجۃ لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق اذا قال لا ارید ک ولا احبک ولا اشتھیک اولا رغبۃ لی فیک فانہ لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی باز علماء زمودہ اند اگر گفت زنانے بغداد ہمہ طالقہ اند و زن او نیز از بغداد ست مطلقہ نشود مگر آنکہ بالتعیین نیت او کردہ باشد فی ردالمحتار ذکر فی الذخیرۃ

اولاً فی نساء اهل بغداد طالق فعند ابی یوسف و روایة عن محمد لاتطلق الا ان ینوبها لان هذا امر عام وفیه ایضا عن الاشباه عن الخانیة الفتوی علی قول ابی یوسف این جا لفظ و طن گفتہ است کہ از بلدہ و قریہ عام تر ست باز تخصیص زناں ہم نکرد مطلق لفظ کسے گفت کہ زناں و مرداں و پسراں و دختراں ہمہ را شامل است بالجملہ در صورت مسئولہ نکاح صحیح و لازم ست و طلاق ثابت نیست چارہ کار جز ایں چیست کہ رجوع بحکومت کردہ آید تا طلاق رسد یا حقوق زناشوئی مودی شود واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶: از پیلی بھیت محلہ بشیر خاں متصل مکان مینہ شاہ مرسلہ نظام الدین شانہ گر ۲۹ رمضان مبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت مدخولہ سے تین بار کہا میں نے تجھے آزاد کیا اس صورت میں نکاح قائم رہا یا نہیں اور اب اوس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: یہ لفظ کہ مرد نے عورت سے کہے اگر ان سے طلاق کے معنی مراد نہ تھے جب تو طلاق اصلاً نہ ہوئی اور اگر بہ نیت طلاق کہے تو ایک طلاق پڑگئی عورت نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں نہ اوسے کچھ انتظار کی حاجت دونوں آپس میں راضی ہوں تو اوسی وقت پھر نئے مہر سے نکاح کرلیں ہاں اگر شوہر نے خود ہی ان میں کوئی لفظ تین طلاقوں کی نیت سے کہا تو بیشک طلاق مغلظہ ہوگئی کہ اب بے حلالہ کے اوس سے نکاح نہیں کرسکتا فی الھندیہ لو قال اعتقتك طلقت بالنیة کذا فی معراج الدرایة اھ و فی الدر کنایته مالم یوضع له ای الطلاق واحتمله وغیرہ و یقع البائن ان نواھا او الثنتین وثلث ان نواہ ولا یلحق البائن اذا امکن جعله اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتك بتطلیقة فلا یقع لانه اخبار فلا ضرورة فی جعله انشاء بخلاف ابنتك باخری او قال نویت البینونة الکبری لتعذر حمله علی الاخبار فیجعل انشاء اھ ملتقطا۔

مسئلہ ۱۲۷: از بدایوں مرسلہ اعلیحضرت سید ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

ایک عورت سے ایک مرد اجنب نے جبریہ زنا کیا شوہر نے سُنا تو اعتبار جبر نہ کرکے یہ کلمات کہے کہ میرے کام کی نہ رہی میں نے چھوڑ دی اگر آئے گی تو ناک کاٹ لونگا جہاں چاہے چلی جائے جو چاہے سو کرے اور اس کو عرصہ سال بھر سے زیادہ گزر گیا آیا طلاق پڑی یا نہیں وہ عورت دوسرا نکاح کرے یا نہ کرے خاوند نے باوجود فہمائش بھی رجوع نہ کیا بدستور مقر اوسی بات کا ہے جو کہی تھی الفاظ طلاق صریح نہ تھے یہی تھے جو کہے فقط۔

الجواب: عورت کو چھوڑ دینا عرفاً طلاق میں صریح ہے خلاصہ و ہندیہ میں ہے لو قال الرجل لامرأته ترا چنگ باز داشتم او ہشتم او یلہ کردم ترا و پائے کشادہ کردم ترا فھذا کله تفسیر قوله طلقتك عرفاً حتی یکون رجعیا و یقع بدون النیة اور جہاں چاہے چلی جائے کنایات طلاق سے ہے کہ کلام میں تقدم طلاق صریح کے باعث وہ بھی تعیین نیت کا محتاج

نہر۔ فی التنویر کنایۃ مالم یوضع لہ واحتملہ وغیرہ فلا تطلق بہا الا بنیۃ اودلالۃ الحال فی ردالمحتار المراد بہا الحالۃ الظاہرۃ المفیدۃ المقصودۃ ومنہا تقدم ذکر الطلاق بحر عن المحیط اور جب کہ یہ بائنہ اوس طلاق صریح رجعی سے ملی وہ بھی بائنہ ہوگئی فان البائن یلحق الرجعی وبلحوقہ یبطل خیار الرجعۃ فیصیر ان بائنین کما صرحوا بہ پس صورت مذکورہ میں عورت نکاح سے نکل گئی اوس پر دو طلاقیں بائن پڑ گئیں مگر اس مدت میں عدت گزر گئی ہو تو اوسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸۔ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

اپنی عورت کو دو مرتبہ اوس نے چھٹی دی اس کے بعد جو آدمی اوس کے محلّے کے ہیں وہ کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی اور اس کا آدمی کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی اور عورت کہتی ہے کہ مجھ کو طلاق نہیں دی صرف آدمیوں کے سامنے اوس آدمی نے یہ کہا کہ چھٹی دی اور دوسرے یہ کہ جب عورت اپنے مکان کو چلی گئی تو اوس کے مکان کو آگ لگ گئی تو لوگوں نے کہا کہ آگ اوس شخص نے دی جس کی تو عورت ہے اب اس کا نام لیکر آدمی کہا اور عورت کو دونوں کو چوکی پر لیے جاتے تھے اور یہ کہتے تھے یہ کہو کہ اس شخص کی ماں بہن ہیں اور اس شخص نے بوجہ خوف کے یہ بات کہدی کہ یہ عورت میری بہن ہے تو اون دونوں کو اون آدمیوں نے چھوڑا اب وہ عورت و مرد دونوں باہم راضی ہیں تو اوس کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں اور جو شخص آپ کے پاس سے فتوٰی لیجاوے اور اوس کے مطابق حکم نہ کرے تو اس کا کیا نتیجہ ہے بینوا اللہ توجروا عند اللہ۔

الجواب۔ عورت کی نسبت یہ لفظ کہنا کہ یہ میری بہن ہے نکاح میں کچھ خلل نہیں ڈالتا۔ سائل نے ظاہر کیا کہ اوس شخص نے حالت غضب میں اپنی زوجہ کی نسبت دو بار یہ لفظ کہے کہ میں نے اوسے چھٹی دی اس کہنے سے عورت پر ایک طلاق بائن پڑ گئی وہ نکاح سے نکل گئی جب مرد و عورت دونوں راضی ہیں نئے سرے سے پھر نکاح کرلیں فی تنویر الابصار اخرجی واذھبی یحتمل ردا وخرام بائن یصلح سبا وسرحتک لا یحتمل السب والرد ففی الرضا تتوقف الاقسام علی نیتہ وفی الغضب الاولان وفی مذاکرۃ الطلاق الاول فقط اھ مختصرا جو شخص شریعت مطہرہ کے فتوٰی پر عمل نہ کرے گنہگار مستحق سزا و عذاب ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹۔ از نجیب آباد ضلع بجنور مرسلہ شیخ عبدالرزاق ۱۵ شعبان ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی زوجہ سے بہ نیت طلاق ایک وقت میں تین بار کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا اس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوگی مغلظہ یا بائنہ یا رجعی فقط

الجواب۔ صورت مسئولہ میں عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی یعنی عورت نکاح سے نکل گئی زوج کو اوس پر کوئی اختیار جبر نہ رہا وہ عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے مگر حلالہ کی اصلا حاجت نہیں جب کہ اس بار سے پہلے کبھی دو طلاقیں اس عورت کو نہ دے چکا ہو زن و مرد اگر راضی ہوں تو شوہر عدت میں اور بعد عدت اوس سے نکاح جدید

کرسکتا ہے یہاں تین طلاق کا حکم دینا یوں غلط ہے کہ تمام متون و شروح و فتاوی میں تصریح ہے کہ کنایۂ بائنہ طلاق بائن کے بعد طلاق جدید نہیں ٹھہرتا بلکہ اوسی طلاق اول سے اخبار ہوتا ہے الا ان ینص بما لا یحتملہ در مختار میں ہے لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتك بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء بخلاف ابنتك باخری اور ایک ہی پڑنے کی یہ وجہ ٹھہرانا کہ الفاظ طلاق مفرق کہے جب اول پڑے اب عورت محل طلاق رہی لہذا دوسری نہ پڑی یہ یوں جہل محض ہے یہ حکم خاص زن غیر مدخولہ کے ساتھ ہے زن مدخولہ جب تک عدت نہ گزرے تین طلاق مجموع و مفرق سب کی محل ہے کما نصوا علیہ قاطبۃ فی جمیع کتب المذہب اور یہاں مدخولہ ہے کما افصح عنہ السائل فی سوال آخر بلکہ ایک پڑنے کی صحیح وجہ یہ ہے جو فقیر نے بیان کی وباللہ التوفیق واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰: ماقولکم رحمکم اللہ اس صورت میں کہ زید کے زوجہ کو کسی نے دوسرے ایک شخص کے ساتھ ایک مکان میں بند کیا جب زید کو خبر ہوئی تو اوس نے چار پانچ آدمیوں کے روبرو اپنے خسر سے مخاطب ہو کر کہا کہ چونکہ تم لوگوں نے میری زوجہ کو غیر شخص کے ساتھ ایک مکان میں بند کیا لہذا اب وہ مجھ پر حرام پس کیا حکم ہے آیا وہ زوجہ طلاق ہوگئی یا ہنوز حسب سابق اوس کی زوجہ ہے برتقدیر تعلق زوجیت کے قائل کے ذمہ کچھ کفارہ ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: ہر چند یہ لفظ بوجہ عرف ملحق بالصریح ہے کہ بے حاجت نیت طلاق بائن واقع ہو فی ردالمحتار قولہ حرام سیاتی وقوع البائن بہ بلا نیۃ فی زماننا للتعارف لا فرق فی ذلك بین محرمۃ وحرمتك سواء قال علی اولا ۱ھ ملخصا وتمامہ فیہ مگر کلام زید (چونکہ تم نے ایسا کیا لہذا حرام ہے) اس کے یہ معنی بھی محتمل کہ صرف اس بند کرنے کو موجب حرمت بتاتا ہے جیسے بہت جہال کے خیال میں ہوتا ہے کہ عورت بے اجازت شوہر باہر جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے اس تقدیر پر یہ کلام انشائے طلاق نہ ہوگا بلکہ ایک مبنائے باطل پر اقرار طلاق اور وہ محض لغو ہے فی الخانیۃ رجل طلق امرأتہ وھو صاحب برسام فلما صح قال طلقت امرأتی ثم قال انی کنت اظن ان الطلاق فی تلك الحالۃ کان واقعا قال مشائخنا رحمھم اللہ تعالی حین ما اقر بالطلاق ان ردہ الی حالۃ البرسام وقال قد طلقت امرأتی فی حالۃ البرسام فالطلاق غیر واقع الخ پس اگر یہی معنی مراد تھے تو نہ طلاق ہوئی نہ کوئی کفارہ لازم اور اگر بہ نیت طلاق الفاظ مذکورہ کہے تو ایک طلاق بائن ہوئی عورت نکاح سے نکل گئی واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱: از بحری آباد ڈاکخانہ سادات ضلع غازی پور ۷ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ مرسلہ محمد جان ابوالخیر
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو مرتکب زنا سمجھ کر ناراض ہو کر

اس کے باپ کے گھر پہونچا دیا اور یہ کلام کیا کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے تو ہمارے قابل نہ رہی اور بعد دو ایک مہینہ کے نہیں معلوم کہاں چلا گیا اوس کو عرصہ سات برس کا ہوا کہ ہنوز مفقود الخبر ہے اس کے بعد اوس کے باپ نے زوجہ کے شوہر کے بڑے بھائی کو جو مالک و بزرگ خانداری ہے بلا کر یہ کہا کہ یہ عورت عزت و آبرو تمہاری ہے لیجاؤ ہمارے یہاں اس کا گزر نہیں ہوگا اوس کے شوہر کے بڑے بھائی نے انکار کیا اور یہ کہا اول تو شوہر اوس کا مکان پر نہیں ہے دوسرے یہ عورت ہمارے کام کے لائق نہیں ہے ہم نہ لیجائیں گے تم کو اختیار ہے کہ جہاں بچا ہو کر دو اس جواب پر اوس کا باپ دوسرے نکاح کے سامان میں تھا کہ اس اثنا میں وہ عورت بطور خود ایک شخص کے ساتھ بلا نکاح چلی گئی اور اوسی مرد کے ساتھ اوس زمانہ سے بلا نکاح رہی اب اوس عورت نے اوس شخص کے ساتھ جس کے ساتھ بطور خود چلی گئی تھی نکاح کر لیا تو آیا یہ نکاح ثانی اوس کا شرعاً جائز ہوا یا نہیں اور زوج اول کا غصے سے یہ کہنا کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے تو ہماری قابل نہیں رہی اور بعد اسکے اوس کو چھوڑ دینا اور دی ہوئی چیز واپس کر لینا حکم میں طلاق کے ہے یا نہیں اور بقرائن مذکور اس کہنے سے کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے طلاق واقع ہوئی یا نہیں حالانکہ قرائن حالیہ و دلالت حال اس امر پر موجود ہے کہ زید نے کلام بالا جو کنایہ طلاق ہے بارادۂ طلاق کہا تھا مختصر وقایہ میں ہے وکنایة مایحتمله وغیره فنحو اخرجی واذهبی وقومی یحتمل ردا ونحو خلية وبرية بتة حرام بائن يصلح سبا ونحو اعتدی واستبرءی رحمك انت واحدة انت حرة اختاری امرك بيدك سرحتك فارقتك لا يحتمل الرد والسب الی ان قال وفی حالة الغضب يتوقف الاولان ای ما يصلح ردا وما يصلح سبا علی النية ان نوی الطلاق يقع به الطلاق وان لم ينو لا يقع واما القسم الاخير وهو ما يصلح ردا ولا سبا يقع به الطلاق وان لم ينو اه اور ظاہر ہے کہ ہم نے تجھ کو چھوڑ دیا ہم تجھے نہ رکھیں گے متحد المفاد و داخل قسم اخیر ہے بینوا توجروا۔

الجواب - ہم تجھ کو نہ رکھیں گے متمحض للاستقبال ہے والایعاد ہے اور ایسا لفظ اگر صریح بھی ہو اصلا مؤثر نہیں مثلاً اگر ہزار بار کہے میں تجھے طلاق دیدوں گا طلاق نہ ہوگی وهذا ظاهر جدا وفی جواهر الاخلاطی طلاق میکنم طلاق میکنم طلاق میکنم ثلاث لان میکنم یتمحض للحال وهو تحقيق بخلاف قوله كنم لانه يتمحض للاستقبال وبالعربية قوله اطلق لا يكون طلاقا لانه دائر بين الحال والاستقبال فلم يكن تحقيقا مع الشك الخ اور تو ہمارے قابل نہیں رہی اگرچہ کنایہ ہو سکتا ہے مگر وہ سب کو بھی محتمل ہے کہ اوس کی نالائقی و ناکارگی کا اظہار ہے جس طرح برادر شوہر نے بھی اس مضمون کے لفظ کہے اور جب کہ حالت غضب تھی جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر تو الفاظ صالحہ سب محتاج نیت رہیںگے بے ظہور نیت لوبرشک حکم طلاق نہیں دے سکتے کما يظهر من عبارة النقاية التی نقل السائل والجواهر التی نقلنا اور اوسے نکال دینا کپڑے وغیرہ چھین لینا دلیل غضب ہے نہ دلیل طلاق تو بے ظہور طلاق یا وضوح موت حقیقۃً یا حکم برمدت معینۂ للمفقود بمذہب مفتی بہ مؤیدا بالحدیث عند ولادت

سے ستر سال سے عورت کو نکاح ثانی ہرگز جائز نہ تھا نہ ہے وہ اب بھی معصیت ومخالفت شرع مطہر میں مبتلا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے بحالت غضب یہ لفظ کہے مجھے[1] تجھ سے کچھ کام نہیں جس سے چاہ مباشرت کر جسے[3] چاہے اپنا خاوند بنا مجھ[2] سے تجھ سے کچھ تعلق نہ رہا اس صورت میں طلاق واقع اور ہندہ اوس کے نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب - صورت مسئول میں لفظ اول یعنی مجھے تجھ سے کچھ کام نہیں الفاظ طلاق ہی سے نہیں حتی کہ اگر اوس سے نیت کرے گا تاہم واقع نہ ہوگی فی فتاوی الامام قاضی خاں[1] لو قال لاحاجة لی فیك ونوی الطلاق لا یقع وکذا لو قال تومرا بکار نیستی وکذا لو قال مالی یدك اھ باقی الفاظ ثلثہ میں چند صورتیں ہیں (۱) اگر اوس نے کسی لفظ سے نیت طلاق نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا کہ لفظ ثالث محتمل رد وسب نہیں اور ایسے الفاظ حالت غضب میں حاجت نیت نہیں رکھتے فی الھدایة فی حالة الغضب یصدق فی جمیع ذلك لاحتمال الرد والسب الا فیما یصلح للطلاق ولا یصلح للرد والشتم انتھی (۲) اور جو صرف پہلے سے نیت طلاق کی تو بشرطیکہ لفظ ثانی سے معنی حقیقی یعنی میں تو طلاق دے چکا اب تزوج کا تجھے اختیار ہے مراد نہ لیے ہوں تو دو بائنہ واقع ہوں گی لفظ اول سے بحکم نیت اور ثانی سے بدیں سبب کہ بوجہ تقدم ومقارنت نیت حالت حالت مذاکرات ہوگئی اور اس حالت میں الفاظ غیر صالحہ رد پابند نیت نہیں رہتی فی الھدایة لما نوی بالاولی الطلاق صار الحال حال مذاکرة الطلاق فتعین الباقیان للطلاق بھذہ الدلالة بخلاف ما اذا قال نویت بالثالثة الطلاق دون الاولیین حیث لا یقع الا واحدة لان الحال عند الاولیین لم تکن حال مذاکرة الطلاق وفیھا قال نویت بالاولی طلاقا وبالثانی حیضا دین فی القضاء لانه نوی حقیقة کلامه انتھی وفی الکافی شرح الوافی فی حالة مذاکرة الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام قضاء الا فیما یصلح جوابا وردا فانه لایجعل طلاقا کذا فی العلمگیریة رہا تیسرا لفظ ہرچند وہ بھی محتاج نیت نہ تھا مگر اس سبب سے کہ دوسری طلاق سابق سے اخبار قرار دینا ممکن اور ایسی صورت میں بائن سے بائن لاحق نہیں ہوتی اوس سے طلاق واقع نہ ہوئی فی الدر المختار لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعله اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتك بتطلیقة لانه اخبار فلا ضرورة فی جعله انشاء (۳) اسی طرح اگر پہلی یا دوسری دونوں (۴) یا تینوں سے نیت طلاق کی تو دو ہی بائنہ واقع ہوں گی لما مر من ان البائن لا یلحق البائن ما امکن حمله علی الاخبار باقی سب صورتیں خواہ (۵) صرف دوسرا (۶) یا صرف تیسرا (۷) یا پہلا اور تیسرا دونوں (۸) یا دوسرا اور تیسرا جمیعا مقرون بہ نیت ہوں تو ایک ہی بائنہ واقع ہوگی کما یظھر لك مما القینا علیك من الادلة وان لاطلاق بالثالثة علما

---

[1] الھندیة لو قال الھا مرا تو بکار نیست وترا بامن نے اعطینی ما عندك واذھبی حیث شئت لا یقع بدون النیة کذا فی الخلاصة ۱۲ المفتی الاعظم العلامہ مصطفٰی رضا دام ظلہ۔

نعقد مھا طلاق پس اس میں شبہ نہیں کہ ہندہ نکاح زید سے خارج ہوگئی اور تا وقتیکہ زید اوس سے نکاح جدید نہ کرے وہ اس کی زوجہ نہیں ہوسکتی فی تنویر الابصار لبائنۃ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی نسبت کہا مجھے اس سے کچھ کام نہیں میں اس کو نہیں رکھوں گا اگر اسے گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں پھر اس اندیشہ سے کہ شاید اس سے طلاق نہ ہوگئی ہو اوس سے پھر نکاح کرلیا اس صورت میں عورت پر طلاق ہوئی یا نہیں اور یہ نکاح کافی ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں اوس عورت پر طلاق واقع نہ ہوئی اور پہلا ہی نکاح اوس کا بحال خود قائم ہے دوسرے نکاح کی کچھ حاجت نہ تھی یہ عبث واقع ہوا فی العلمگیریۃ رجل قال لامراتہ مرا بکار نیستی ونوی بہ الطلاق لایقع انتہی اما قولہ میں اس کو نہیں رکھوں گا فھذا وان احتمل الجماع لان رکھنا بلغتنا یکنی بہ عن الجماع الا انہ عدۃ فلا یفید شیئا واما قولہ اس کو گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں فھذہ لیس من باب الایلاء فی شیئ لان گھر میں رکھنا انما ھو الایواء ای ھو تمکین من ان تسکن فی بیتہ ولا یکنی بہ عن الوطی ولا یکون یمینا ایضا حتی لو اواھا ومکنھا بعد من التمکن لاتلزمہ کفارۃ یمین لان شرب لبن العرس غایۃ ان یکون حراما وقولہ ان فعلت کذا فانا زان او سارق او شارب خمر او اکل ربوا فلیس بحالف ھکذا فی الھندیۃ عن الکافی فلا یلزمہ بذلک شیئ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس باب کے کہ زید نے حالت ناراضگی یا راضگی میں ہندہ سے جو اوس کی زوجہ ہے یہ کلمے کہے کہ میرے مکان سے نکل جا اور میں اب تجھ کو اپنے یہاں نہ رکھوں گا تو اب اور کوئی شوہر کرلے یا کسی سے آشنائی کر مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں اور اگر تو میرے کہنے سے نہ نکلے گی تو پھر میں تیری ناک کاٹ لوں گا کہ پھر تو خاوند کرنے سے بھی بیکار ہوجائے گی وہ ہندہ بخوف ناک اور بسبب یہ کلمے کہنے زید کے وہاں سے نکل کر ایک مکان میں کہ جو اوس کے اقرباؤں کا تھا چلی آئی چرچا اس کا محلہ میں پھیلا جب زید سے اکثر اہل محلہ نے کہا ہندہ کے باپ نے جواب پایا زید سے کہ میری اب طبیعت اوس سے بہت ناراض ہے میں اوس کو اب اپنے پاس نہ رکھوں گا اور جس نے کہا یہی جواب پایا کہ مجھ کو اوس سے کچھ سروکار نہیں اوس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے وہاں جائے اور ایک صاحب نے کہا کہ تمہاری بے حرمتی ہوگی تو زید نے کہا کیا بے حرمتی ہوگی کیا مرد عورت کو چھوڑ نہیں دیتے ہیں کچھ بے حرمتی اور بے عزتی نہیں ہے بس یہ کلمے زید کے مثل طلاق ہوئے بیچ حق ہندہ کے یا نہیں جو حکم شرعی ہو ارقام فرمادیں فقط بینوا توجروا۔

الجواب ۔ یہ کلمات جو زید نے کہے کنایات طلاق میں سے ہیں ان الفاظ سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے یعنی زید مذکور کو اختیار ہے کہ اوس سے رجعت کرلے یا بعد انقضائے عدت نکاح کرلے درمختار میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ اذھبی وتزوجی یقع واحدۃ بلا نیۃ یعنی اگر شوہر نے زوجہ کو کہا کہ چل جا اور دوسرا شوہر کرلے تو اس سے ایک طلاق پڑ جائے گی خود شوہر کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو کتبہ محمد احسن الصدیقی الحنفی [مہر: محمد احسن صدیقی ۱۲۹۶]

الجواب ۔ اقول وباللہ استعین ۔ جواب میں الفاظ مندرجۂ سوال سے تعرض نہیں اور جس بات کا حکم درمختار سے نقل کیا یعنی اگر شوہر نے زوجہ کو کہا کہ چل جا اور دوسرا شوہر کرلے سوال میں بہیئت کذائی نہیں اگر اخرجی اور اذھبی میں فرق نہ کیا جائے تاہم بسبب لفظ ثالث یعنی اس کلام کے کہ میں اب تجھ کو اپنے یہاں نہ رکھوں گا صورت مسئلہ کی بدل جائیگی پس دلیل جناب مجیب کی قطع نظر اس سے کہ رجعی ہونا صورت محکوم علیہا کا اوس سے ظاہر نہیں سوال سے علاقہ نہیں رکھتی کہ حکم ہیئت اجتماعیہ کا حالت انفراد کے حکم سے مغایر ہو سکتا ہے فلا یتم التقریب اصلا علاوہ بریں بعد تسلیم اس امر کے کہ یہ کلمات کنایات طلاق سے ہیں طلاق مذکور کو رجعی قرار دینا بس عجیب ہے اس لیے کہ سوا چند الفاظ کے کہ کتب فقہ میں مذکور ہیں باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور لفظ ابتغی الازواج کو وقایۃ الروایہ میں کنایات میں ذکر کرکے کہا واحدۃ بائنۃ پس جواب صحیح یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں تین لفظ کنایات طلاق سے مذکور ہیں اول تو میرے مکان سے نکل جا کہ حاصل معنی اخرجی کا ہے بشرط نیت اوس سے طلاق بائن ہوتی ہے کما مر دوم تو اب کوئی شوہر کرلے یا کسی سے آشنائی کر اس تردید کے جزء اول کا بھی یہی حکم ہے وقد مر ایضا سوم مجکو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں یہ لفظ بھی کنایات طلاق سے ہے کہ بشرط نیت اس سے طلاق بائن ہوتی ہے فتاوی قاضی خاں میں ہے ولو قال لم یبق بینی وبینک عمل یقع الطلاق اذا نوی پس اگر جملہ یا بعض الفاظ مذکورہ بہ نیت طلاق کے کہے طلاق بائن واقع ہوئی بے تجدید نکاح کے مباشرت عورت سے حرام ہے تنویر الابصار میں ہے المبائن یلحق الصریح لا البائن الا اذا (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۱۵۵ ۔ از شہر کہنہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے اپنی زوجہ سے جس کا نام ہندہ ہے اور جو کئی سال سے اوسکے نکاح میں تھی، بغرض اپنی شادی دوسری جگہ کرنے کے اوس کو طرح طرح کی تکلیفیں دینا شروع کیں اور بجبر اوس پر تہمت زنا کی لگاکر ایک پرچہ پر تحریر کیا اور پرچہ اپنے قلمدان میں رکھا اوس روز ہندہ کو سختی ایسی دی کہ زید کے وارثان نے ہندہ کے وارثوں کو خبر دی کہ تم اپنی لڑکی کو اپنے گھر لے جاؤ وہ سخت تکلیف میں ہے اس پر ہندہ کی ماں ہندہ کو اپنے گھر لے آئی اور پرچہ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے وہ بھی ہندہ اپنے ساتھ لائی اس پر ہندہ کے وارثوں نے ایک مجمع عام میں زید کو ایسے کلمات کی تحریر سے نصیحۃ فہمائش کی بجواب اسکے زید نے کہا کہ میں نے چھوڑا مجھے کچھ تعلق نہیں جو اسباب ہندہ کا ہے ابھی مجھ سے لے لو ہندہ کے وارثوں نے دو شخصوں کو زید کے پاس ہندہ کا اسباب لینے کو بھیجا زید نے کل اسباب دے دیا اون لوگوں نے ہندہ کے حوالہ کر دیا ہندہ نے کہا

کہ میرا زیور باقی ہے وہ بھی لاؤ وہی شخص زیور لینے کو زید کے پاس گئے زید نے زیور کا وعدہ کیا کہ بیسویں روز میں دیدونگا چنانچہ زید نے بیسویں روز روبرو چار آدمیوں کے کل زیور دیدیا اور پھر کہا کہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں اس صورت میں زید نے دو مرتبہ یہ کلمہ کہا کہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں منشا زید کا ان کلمات سے ظاہر ہے عرصہ چار سال ہوا جب سے اس وقت تک کچھ تعلق نہیں رکھا اس صورت میں شرعاً ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں ہندہ پر طلاق پڑجانے اور نکاح زید سے باہر ہوجانے کا حکم دیا جائے گا ہاں اگر لفظ جو زید نے کہے اسی قدر ہیں اور اس حالت میں وہ حلف شرعی کے ساتھ بیان کرے کہ میں نے یہ الفاظ ہندہ کی نسبت نہ کہے تھے اوسے چھوڑنا مراد نہ تھا تو وقوع طلاق کا حکم نہ دیں گے پھر اگر وہ اپنے اس حلف میں جھوٹا ہو تو اس کا وبال اور عذاب الٰہی کا استحقاق زید ہی پر رہے گا ہندہ پر الزام نہ آئے گا فی الھندیۃ عن الخلاصۃ عن الفتاوی رجل قال لامرأتہ اگر تو زن منی سر طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لم انو الطلاق لانہ لما حذف فلم یکن مضیفا الیھا اھ وفی البزازیۃ والخانیۃ فی قولہ لاتخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق انہ یحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول قولہ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۶۔ از قصبہ سرولی تحصیل آنولہ ضلع بریلی مرسلہ مسماۃ محمودی بنت شیخ علیم اللہ ۴ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسمی ولایت خاں شوہر مجھ مسماۃ محمودی نے عرصہ دراز سے مجھ کو چھوڑ دیا ہے نہ مجھ کو نان ونفقہ دیتا ہے میں بوجہ نہ ملنے نان ونفقہ کے بہت تکلیف میں ہوں لہذا میں بھی اس شخص سے بوجہ تارک الصلاۃ و نیز نہ دینے نان ونفقہ کے ناخوش ہوں چنانچہ ایک پرچہ نوٹس ناخوشی شوہر مذکور کا میرے پاس آیا وہ ہمرشتہ سوال ہذا ہے اُمید کہ برائے خدا علمائے دین بموجب شرع شریف حکم آزادگی کا ارقام فرمائیں تاکہ میں نکاح اپنا کسی شخص صالح سے کرلوں عمر میری بسر ہو عبارت نوٹس یہ ہے ایک پرچہ نوٹس آپ کا دربارۂ نالشی متذکرہ نان ونفقہ دختر آپ کی کا یعنی محمودی کا آیا اوس کا جواب یہ ہے کہ جب تک آپ کی لڑکی میرے گھر رہی تب تک آپ میرے خسر رہے جس روز سے کہ اوس کو میں نے آزاد کرکے معہ جملہ اسباب جہیز وغیرہ اوس کا اوس کے ہمراہ کر دیا گیا اور آپ کے گھر بھیج دیا گیا مجھ سے اور اوس سے کچھ تعلق شرعاً نہیں رہا نہ اوس کا کوئی سامان میرے ذمہ باقی رہا بلکہ اُس روز بہت پنچان قصبہ سرولی کے موجود تھے وہ بھی اس امر کے گواہ ہیں اگر مجھ سے اور مسماۃ مذکورہ سے کچھ تعلق ہوتا تو میں ضرور اوس کے نان ونفقہ کی فکر کرتا آپ کیوں برابر تحریر کرتے ہیں اب آپ کے نوٹس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ پھر پنچان جمع کرکے میرے مکان پر لانے والے ہیں اگر آپ نے ایسا کیا تو مجھ سے اور آپ سے رنج حد کو پہنچے گا لہذا اب آپ پنچان کے جمع کرنے کا ارادہ نہ کریں اس واسطے نوٹس دیا گیا مطلع رہو از مقام دھنورہ مرسلہ ولایت خاں ۳۱ / اکتوبر ۱۹۰۳ء

الجواب۔ عبارت نوٹس سے (کہ جب تک میرے گھر رہی آپ میرے خسر رہے جس روز سے اوس کو میں نے

آزاد کرکے آپکے گھر بھیج دیا) صاف اقرار طلاق ظاہر ہے اعتاق المرأة وان کانت من الکنایات فلا یحتمل ردا ولا سبا کما لا یخفی وفی الدر المختار انت حرة لا یحتمل السب والرد وقال الشامی واعتقتك مثل انت حرة کما فی الفتح والحالة کما تری حالة الغضب فلا یفهم فی الحکم الا الطلاق والمرأة کالقاضی کما فی الفتح وغیرہ پس اگر گواہان شرعی سے ثابت ہو کہ یہ نوٹس اوسی کا لکھا ہوا ہے یا وہ مقر ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اور وقت تحریر نوٹس سے عدت لیجائے گی اگرچہ ہندہ بھی تسلیم کرتی ہو کہ جس وقت اوس نے گھر سے نکالا تھا طلاق دے دی تھی جس کا اقرار اس نوٹس میں ہے ہاں اگر ہندہ گھر سے نکالتے وقت طلاق دینے کی مقر ہے اور اوس وقت سے تحریر نوٹس کے وقت تک اتنا زمانہ گزر گیا جسمیں عدت منقضی ہو تو عدت تو محمودی کو روز تحریر نوٹس ہی سے کرنی پڑے گی مگر اس عدت کا نفقہ شوہر سے نہ پائے گی مؤاخذة علیها باقرارها وان امرة الشرع بالعدة قطعا للتزویر اور اگر محمودی اس وقت طلاق دیے جانے کی مقر نہیں تو اس عدت کے ایام کا نفقہ بھی شوہر سے پائے گی لان نفقة عدة الطلاق علی الزوج بالنص وبه ظهر ضعف ما فی الخیریة مگر یہ سب اوس صورت میں ہے جب کہ اکراہ اکراہ شرعی ہو کہ اوس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہو اور وہ ایذا پر قادر ہو صرف اس قدر کہ اوس نے اپنے سخت اصرار سے اوسے مجبور کردیا اور اوس کے لحاظ پاس سے اسے لکھتے ہی بنی اکراہ کے لئے کافی نہیں یوں لکھے گا تو طلاق ہوجائیگی کما لا یخفی فی الخیریة سئل فی رجل فرض علیه القاضی نفقة وکسوة لزوجة ومضت مدة فادعی طلاقها منذ زمان اجاب ان کذبته فی الاسناد ولم تقم بینة کان علیها العدة من وقت الدعوی ولها فیها النفقة والسکنی وان صدقته فلا نفقة لها ولا سکنی واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۷ ۔ ما قولکم رحمکم اللہ فی هذه المسئلة ۔ نکاح زید با ہندہ حسب آئین شرع محمدی صلی اللہ تعالی وسلم منعقد گشت بعد چند روز ہندہ را خلل جن واقع گردید از دعا ودوا ہیچ افاقہ نشد سالے بہمیں حال مبتلا ماند والدین ہندہ ہندہ را بر مکان خود آوردند و والدین زید زید را نصیحت کردند کہ انقطاع واحتراز از صحبت ہندہ باید کرد مبادا ایں بلا بر تو ہم مستولی نشود زید نوعے خیال ایں سخن نکرد وخفیہ از والدین خود آمد وشد جاری داشت وقتیکہ والدین زید ازیں آمد وشد مطلع شدند زید را تنگ گرفتند وممانعت قطعی نمودند زید را نصیحت وامتناع والدین کارگر شد واز ہندہ انقطاع کلی کرد و ہمدریں اثنا بفضل الہی ہندہ را صحت کلی حاصل گشت مگر زید از وانقطاع دارد تا حال بہ ہندہ رجوع نگردید وارادۂ رجوع ہم ندارد و تا سہ سال کامل نزد والدین خود قیام نمود و تا حال موجود ست جملہ مصارف ہندہ متعلق والدین ہندہ ماند و والدین ہندہ مفلوک الحال ومزدور پیشہ ہستند زید از قرض نانے ہم با ہندہ گاہے مسلوک نگشت ونمی شود بارہا گفتگوئے ایں بجانبین درمیان آمد الا زید دل الدنیش صاف جواب داد وگفت کہ (مارا از ہندہ مطلق سروکار نیست از جانب ما ایں جواب صاف را طلاق فہمید) پس اندریں صورت

نکاح ہندہ با دیگر کس کردن جائز خواہد شد یا نہ علمائے ذوی الکرام ومفتیان ذوی الاحترام استفسار را از مواہیر دستخط بجواب صاف شرعیہ مزین فرمایند بلینوا توجروا فقط مکرر اینکہ گفتگوئے او وو الدینش کہ آں بر جواب صاف دادن مبنی ست جواز طلاق دادن رایانہ فقط۔ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔

الجواب۔ درصورت مستفسرہ طلاق براں زن واقع نشد زیراکہ سروکار نبودن جز اظہار بے غرضی و بے پروائی افادۂ معنی دیگر نمی کند واگر شوہر مرزنش را گوید مرا با تو غرضے نیست یا پروائے تو ندارم یا تو مرا بکار نیستی یا تو مرا چیزے نباشی یا میان من وتو چیزے نماندہ است ہرگز طلاق واقع نشود اگرچہ باینہا ارادہ و نیت طلاق کردہ شد وپُر ظاہر کہ سروکار نبودن بیش ازیں الفاظ نیست بلکہ علماء روشن گفتہ اند کہ اگر زن را گفت تو مرا بیگانۂ ایں لغو ومہمل باشد پس لفظ مذکور فی السؤال اولی باشد باہمال فی العلمگیریہ لو قال لاحاجۃ لی الیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق وفیہا اذا قال لا ارید ک اولا احبک اولا اشتھیک اولا رغبۃ لی فیک فانہ لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمھم اللّٰہ تعالٰی وفیہا لو قال لم یبق بینی وبینک شیئ ونوی بہ الطلاق لا یقع وفی الخلاصۃ قال تو مرا بیگانہ ہستی لا یقع وان نوی وفی الھندیۃ ایضا سئل ابو بکر عن سکران قال لامرأتہ بیزارم بیزارم بیزارم تو مرا چیزے نباشی الی قولہ اجاب انہا لا تطلق وھی امرأتہ وچوں ظاہر شد کہ ایں لفظ از الفاظ طلاق نیست نہ صریح نہ کنایہ پس قول او کہ از جانب ما ایں جواب صاف را طلاق فہمند نیز لغو باشد زیراکہ او پیش از اظہار نیت ہست پس گویا حاصل کلامش آں ست کہ چنیں گفتہ کہ بایں گفتن نیت طلاق کردم وخود اگر نیت می کرد کار گر نمی شد کما اوضحنا پس اظہار مہمل جز مہمل نباشد **قلت** ولا یمکن جعلہ طلاقا مبتدأ لانہ اشار الی غیر معتبر شرعا ومالم یعتبر شرعا فلیس فی وسع احد ان یجعلہ معتبرا قال فی الدر المختار لا یقع طلاق النائم ولو قال اجزتہ اواوقعتہ لا یقع لانہ اعاد الضمیر الی غیر معتبر جوہرہ اھ وقد صرح بالجزئیۃ فی الخانیۃ حیث قال قال لہا احسبی انک طالق لا یقع وان نوی آہ ملخصا پس درصورت مذکورہ زنہار روا نیست کہ ہندہ با مردے دگر نکاح کند ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۶: ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچہری میں اپنی بی بی کی نسبت بیان کیا کہ میرا نکاح اوس سے نہیں ہوا اور اوس کی اولاد میرے نطفہ سے نہیں ہے اور حاکم نے بموجب بیان کے مقدمہ کو فیصل کرکے اوس کی بی بی اور اوس کی اولاد قرار نہ دی اور حالانکہ نکاح اوس کا درحقیقت اوسی عورت سے ہوچکا تھا اب شرعاً نکاح اوس کا جائز رہا یا نہ رہا اور اولاد اوس کی فوت ہونے کے بعد اوس کا ترکہ پائے گی یا نہ پائے گی اور بعد

اوس شخص پر کفارہ یمین عائد ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ سائل مظہر کہ شخص مذکور نے انگریزی کچہری میں کسی مصلحت سے ایسا اظہار حلفی دیا پس صورت مستفسرہ میں وہ شخص جھوٹے حلف کا گنہگار ہوا توبہ استغفار کرے باقی نہ نکاح گیا نہ کوئی کفارہ آیا نہ اولاد اوس کے ترکہ سے محروم ہوئی اما ابقاء النکاح فلان جحودہ لایزیلہ والمقام ھھنا متعین للاخبار لانہ فی اظہار لاسیما مع الحلف بل اللفظ بنفسہ کالایحتمل الانشاء کما لایخفی بخلاف قول القائل لست لی بامرأۃ فلم یکن طلاقا اجماعا عالمگیری میں ہے ان قال لھا تزوجتك ونوی الطلاق لایقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع اوسی میں ہے اتفقوا جمیعا انہ لوقال واللّٰہ ما انت لی بامرأۃ اولست واللّٰہ لی بامرأۃ فانہ لایقع شیئ وان نوی کذا فی السراج الوھاج اسی طرح اور کتب میں ہے اما عدم الکفارۃ فلان المعھود فی محالھم غیر القسم وان کان فلا کفارۃ فی غموس واما عدم انتفاء نسب الولد حتی یحرموا من ترکۃ فلعدم تحقق اللعان وجحد النفی لاینفی وان تصادق علیہ الزوجان درمختار میں ہے من قذف زوجتہ اونفی نسب الولد منہ او من غیرہ وطالتہ بموجب القذف وھو الحد لاعن فان لاعنت بعدہ والحبست تلاعن او تصدقہ فان صدقتہ لاینتفی النسب لانہ حق الولد فلا یصدقان فی ابطالہ اھ ملتقطا واللّٰہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۹۔ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی منکوحہ سے دوبار کہا کہ تو میرے نکاح سے باہر ہے بجائے میری ماں بہن کے ہے آیا اوس کی منکوحہ پر طلاق پڑی یا نہیں اور یہ ظہار ہے یا نہیں اور اگر طلاق ہوگئی تو رجعت ہوسکتی ہے یا نہیں اور بعد رجعت کفارہ ظہار زوج کو ادا کرنا چاہیے ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ سائل نے عند التفتیش بیان کیا کہ اوس نے ایک جگہ جانے کے لئے اپنی زوجہ کو کہا تھا اوس نے انکار کیا اوس نے اصرار کیا آخر کہا اگر نہ جائے گی تو میرے نکاح سے باہر ہوجائے گی اوس نے پھر بھی نہ مانا تو کہا تو میرے نکاح سے باہر ہوگئی تو بجائے میری ماں بہن کے ہے اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑجانے کا حکم ہے لان اللفظ من الکنایات کقولہ لم یبق بینی وبینك نکاح کما فی الھندیۃ وظاھر انہ لایصلح ردا ولاسبا والحالۃ حالۃ الغضب اور اب ظہار کا کوئی محل نہیں فان الظھار یعتمد الزوجیۃ کما فی الدر المختار وانہ بعد البینونۃ صادق فی بیان المحرمۃ کما فی ردالمحتار تو کفارے کی حاجت نہیں اور صرف رجعت کی صورت نہیں بلکہ نکاح پھر کرے واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۰۔ از رچھا تھانہ بہیڑی ضلع بریلی ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے بیٹوں سے ناخوش ہوا اور ان کو علیحدہ کردیا لوگ برادری کے جمع ہوئے کہ ان کو ایک جگہ جمع کردیں باپ یعنی زید کو سمجھانا شروع کیا اسی اثنا میں زید نے اپنی بی بی کے

نسبت کہا کہ مجھ کو اس سے کوئی تعلق نہیں خواہ یہ اپنے لڑکوں میں رہے یا کسی جگہ چلی جاوے میں لادعویٰ ہوں مجھ کو اس سے کچھ مطلب نہیں وہ برادری کے لوگ جو جمع تھے ان میں سے ایک شخص عمرو نے کہا کہ اے زید خاموش ہو اپنی زبان کو روک یہ کیا کہتا ہے ایسے لفظ نہیں بولتے ہیں زید نے پھر دوبارہ سہ بارہ اوسی طرح سے کہا کہ میں پھر کہتا ہوں کہ مجھکو کوئی دعویٰ نہیں جہاں چاہے چلی جائے مجھکو کچھ تعلق نہیں غرض جوں جوں عمرو اس کو سمجھاتا تھا اوتنا ہی زید ان الفاظ کو بار بار کہتا تھا چار چھ مرتبہ اون سب کے روبرو یہ الفاظ زید نے اپنی زبان سے نکالے اب زید چاہتا ہے کہ میں بی بی کو اپنے پاس رکھوں برادری کے بعض لوگ بھی کہتے ہیں کہ زید نے اوس وقت غصہ میں کہہ دیا تھا کچھ حرج نہیں ہے اور چاہتے ہیں کہ میاں بی بی کا میل جول کرادیں تو فرمائیے کہ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور میاں بی بی کو خلط ملط جائز ہے یا نہیں یا جہات عند اللہ ہو بیان فرمائیے بینوا بالصدق والصواب وتوجروا عند اللہ یوم الحساب۔

الجواب۔ مجھے اس سے کچھ مطلب نہیں کے سوا باقی الفاظ کنایات طلاق سے ہیں ان کے کہنے میں اگر زید نے عورت کو طلاق دینے اور اپنے نکاح سے باہر کردینے کی نیت کی تھی تو ایک طلاق بائن ہوگئی ولا یتعدد بالتکرار لان الکنایۃ البائنۃ لاتلحق طلاقا بائنا کما فی البحر والدر وغیرھما اس صورت میں تو عورت کی رضامندی کے ساتھ اوس سے نکاح کرلے اور اگر یہ الفاظ عورت کو طلاق دینے کی نیت سے نہ کہے تھے تو طلاق ہی نہ ہوئی عورت بدستور اوس کے نکاح میں ہے۔ یہ بات کہ ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی تھی یا نہ کی تھی خود زید کے بیان سے معلوم ہوگی عورت اوس سے قسم لیکر پوچھے اگر وہ قسم کھاکر کہدے کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو طلاق کا حکم نہ ہوگا فی الدر المختار ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا تو اوس کا وبال زید ہی پر ہے عورت الزام سے بری ہے اور اگر زید قسم کھانے سے انکار کردے یا صاف اقرار کردے کہ میں نے وہ الفاظ بہ نیت طلاق کہے تھے تو بغیر نکاح جدید کے اون میں میل جول نہیں ہوسکتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۱۶۱]۔ از سرولی پرگنہ آنولہ ضلع بریلی محلہ رنگریزان مرسلہ مستین زوجہ وزیر بیگ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ مسماۃ مستین کو مرزا وزیر بیگ شوہر میرے نے عرصہ دراز سے ہر طرح کی تکلیف دیکر اپنے مکان سے نکال دیا ہے اور میں اپنے باپ کے گھر رہتی ہوں یہاں تک کہ میں نان شبینہ کو محتاج ہوں چنانچہ چند بار میں نے شوہر مذکور سے بابت نان ونفقہ بذریعہ تحریر طلب کیا سواوس کے جواب میں یہ نوٹس بھیجا جو ہمرشتہ سوال ہذا ہے یقین ہے کہ ملاحظہ سے گزرا ہوگا لہذا اُمیدوار ہوں کہ برائے عند اللہ بموجب حکم شرع شریف کے اجازت ہو کہ میں اپنا نکاح کسی مرد صالح کے ساتھ کرلوں کہ جس سے قوت بسری میری متصور ہو فقط۔

نقل نوٹس:۔ نوٹس بنام مسماۃ مستین دختر منخراتی واضح ہو تم نے چند بار واسطے خرچ کے مجھ کو لکھا کہ مجھ کو خرچ کی سخت ضرورت ہے عجب بات ہے اگر تم بلا اجازت میرے اپنی ماں کے گھر نہ چلی جاتیں تو میں تم کو خرچ کچھ نہ کچھ دیا کرتا اگرچہ

میں پہلے ہی سے تم سے از حد ناخوش ہوں مگر اب تو میرا بالکل ہی تم سے کچھ تعلق نہیں رہا مجھ سے تم کسی قسم کی اُمید مت رکھنا بلکہ تم کو اپنی ذات کا اختیار ہو چکا میں تم سے دست بردار ہوں زیادہ اور لکھوں فقط راقم نذیر بیگ از پیاس ۹ جولائی ۱۹۰۸ء

الجواب - صورت مستفسرہ میں ایک طلاق بائن پڑنے کا حکم دیا جائے گا عورت اپنے آپ کو نکاح سے باہر سمجھے اور روز طلاق کے بعد سے تین حیض کامل شروع ہو کر ختم ہو جانے کے بعد اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے لان نفی التعلق من بین کنایات التطلیق وکذا دست بر داری ولا یحتملان رد اولاسبا والحالۃ حالۃ الغضب فیحکم بالوقوع بل اللفظ الباقی ایضا کنایۃ عن التطلیق دون التفویض کما یعلم من یعرف اسالیب التحاور واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اور اس کا مرد یعنی خاوند اس کا میاں بی بی میں جھگڑا اور فساد ہوا اور غصہ تھا اوس غصہ کی حالت میں عورت نے کہا مجھ کو طلاق دے دو اوس کی میاں نے غصہ کی حالت میں تین بار کہا تو ہماری بہن ہو چکی تو ہماری بہن ہو چکی تو ہماری بہن ہو چکی ...... اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں جب غصہ اُترا تو خیال کیا کہ یہ ہم نے کیا کہا فقط۔ یہ واقعہ ہوا ہے ایک نومبر ۱۹۰۶ء کو آج پانچواں دن ہے۔

الجواب - تین طلاق کی اس صورت میں اصلاً گنجائش نہیں لانہ ان کان بائنا والبائن لایلحق البائن وظاہر انہ لیس ظہارا لعدم التشبیہ وظاہر کلامہ ان لا طلاق فیہ تامل احتیاطاً یہ کر آپس میں نکاح نئے سرے سے کرلیں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳ - از شاہجہانپور محلہ بارو زئی اول ۸ شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہندہ اپنی ساس کی بد مزاجی اور سخت کلامی سے اپنے والدین کے مکان پر چلی آئی زید اوس کے شوہر نے جو پردیس میں ملازم ہے ایک خط بقلم خود بذریعہ ڈاک ہندہ کے باپ کے نام لکھا علاوہ اور کلمات سخت کے یہ بھی لکھا کہ اب آپ عمر بھر لڑکی کو بٹھائے رکھیے اور اب وہ کبھی نہیں بلائی جاوے گی اور اب آپ دیکھیے گا کہ مجھ کو لوگ کیسے لڑکی دیتے ہیں اور اب آپ لڑکی کو اپنے پاس رکھئے اور آپ کی لڑکی میں کیا صفت ہے اب آپ لڑکی کو بٹھائے رکھیے جب تک جی چاہے اور میرا اوس کا کچھ تعلق نہیں ہے اور اب آپ کی لڑکی کو کوئی نہیں بلائے گا اور میں والد صاحب کو لکھ دوں گا کہ آپ سے کچھ تعلق نہ رکھا جاوے اور نہ لڑکی کو بلایا جاوے اور میری اور آپ کی خط و کتابت بھی یہیں سے قطع ہوتی ہے اب آپ جواب اس کا نہ دیجئے گا میں نہیں چاہتا پس کلمات جو زید نے لکھے وہ طلاق تک پہنچے یا نہیں۔

الجواب - ایسے خط سے طلاق نہیں ہو سکتی جب تک زید اس کے لکھنے کا اقرار نہ کرے پھر بعد اقرار بھی حکم طلاق نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس لفظ کے بہ نیت طلاق کہنے کا اقرار نہ کرے کہ میرا اس کا کوئی تعلق نہیں ہاں اگر وہ
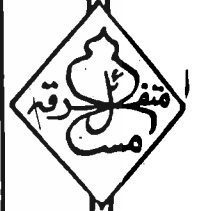
کہ یہ خط میں نے اور یہ الفاظ بہ نیت طلاق لکھے تھے تو ضرور ایک طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا اور اگر واقع میں اوس نے یہ لفظ بہ نیت طلاق لکھے تھے اور اب اوس کا انکار کرجاوے گا تو اوس کا وبال اوس پر ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۴: از شاہجہانپور محلہ دلدار اک متصل مسجد کوٹھی بابو سمیع اللہ خاں مرسلہ سید امجد علی صاحب ہیڈ کانسٹبل پنشنر ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمرو ایک نوکری پیشہ ہے اور اس کی ایک لڑکی محمودہ اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ رہتی تھی عرصہ تین چار سال کا اس کی ماں سوتیلی نے اپنے حقیقی بھائی کی صلاح سے جو محمودہ کا سوتیلا ماموں ہے بلا رضامندی عمرو محمودہ کی شادی جس کی عمر ۱۴ سال تھی خالد سے جو بدچلن لامذہب آدمی ہے کردی دس بارہ یوم میں محمودہ کو جب علم ہوا کہ یہاں پر کوئی کام مطابق شرع نہیں تب خالد کو نہایش پابندی نماز کی کی جس پر محمودہ کو سخت وسست کہا گیا اور ہر طرح کی تکلیف خورد ونوش اور صوم وصلاۃ کی دی گئی اور آخر کار خالد نے محمودہ کو باپ کے گھر پہنچا دیا کچھ عرصہ بعد والدہ زنانی خالد کی آئیں اور خدا ورسول کو درمیان میں ڈال کر اور اقرار اس بات کا کرکے کہ اب لڑکی کو تکلیف نہ ہوگی اور اس کو ناخوش نہ رکھا جائے گا محمودہ کو رخصت کرالے گئیں دس پندرہ یوم تک محمودہ وہاں رہی مگر قسم اور اقرار کی پابندی نہ دیکھ کر وہ میکہ چلی آئی غرضیکہ اس عرصہ چار سال میں چار پانچ مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا اخیر مرتبہ خالد کے باپ نے حلف لیا اور ذمہ دار ہوا اور لڑکی کو رخصت کرالے گیا لیکن کچھ عرصہ بعد خالد نے محمودہ سے بات چیت کرنا گھر میں آنا چھوڑ دیا اور بالآخر زیور وکپڑا اتار کر یہ کہہ کر کہ اب عمر بھر کو جاؤ ہم سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں اس کو میکے میں پہنچا دیا اور ایک جماعت کثیر کے جلسہ میں جس میں چند اصحاب نمازی اور پابند صوم وصلاۃ موجود تھے کہا کہ ہم نے اب دربہ ہی پھونک دیا اور مجھ سے و محمودہ سے کوئی تعلق نہیں رہا اور جب سے اب تک کوئی خبرگیری نہ لی۔

الجواب: لوگ بہت گول سوال کرتے ہیں کچھ نہ بتایا کہ نکاح کے وقت محمودہ بالغہ تھی یا نابالغہ چودہ سال کی عمر میں دونوں باتیں محتمل ہیں اگر عارضہ ماہواری آتا ہو بالغہ ہے ورنہ نابالغہ اور یہ نہیں بتایا گیا کہ اگر بالغہ تھی تو اس کا اذن لیا گیا یا نہیں اور نابالغہ تھی تو باپ نے اوس نکاح کو سن کر کیا کہا اور یہ رخصت کس کی اجازت سے ہوئی جب تک ان باتوں کی تفصیل نہ بتائی جائے حکم متعین نہیں ہوسکتا اور ہر شق کا حکم بتانا خلاف مصلحت شرعیہ ہے تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ نکاح کو صحیح مان کر طلاق کی نسبت استفسار ہے کہ ان لفظوں سے ہوئی یا نہیں اگر وہ واقعی لامذہب ہے بایں معنی کہ زندیق دہریہ ہے کوئی دین نہیں رکھتا یا بایں معنی کہ وہابی غیر مقلد ہے جب تو نکاح ہی نہیں ہوا طلاق کیسی اور اگر بایں معنی کہا کہ دین کے احکام پر قائم نہیں ہر قسم کے لوگوں سے میل جول ہے تو اگر نکاح صحیح فرض کرلیا جائے جس کی حقیقت بغیر امور مذکورہ کے واضح نہ ہوگی تو طلاق کی نسبت اتنا جواب ہے کہ یہ الفاظ کنایہ ہیں طلاق اس کی نیت پر موقوف ہے اگر بہ نیت طلاق کہے ایک طلاق بائن ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی ورنہ نہیں اور نیت

ہونے نہ ہونے میں مرد کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے کمافی الدرالمختار وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹: از رانچی محلہ اوپر بازار مرسلہ جناب عبدالرب ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

شوہر نے اپنی بی بی سے کہا کہ مجھ سے اور تجھ سے کوئی سروکار و واسطہ نہیں میں نے تجھ کو چھوڑدیا بعد کہنے ان الفاظ کے تفرقہ و قطع تعلق کیا بعد زمانہ ڈیڑھ دو سال کے دوسرے مرد نے اس عورت سے نکاح کرنا چاہا بعض نے کہا کہ اسے شوہر نے طلاق نہیں دیا ہے شوہر سے پوچھا کہ تم نے طلاق دی ہے یا نہیں اوس نے بیان کیا کہ ڈیڑھ دو سال سے میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور کوئی واسطہ وسروکار نہیں ہے اور وہ داخل طلاق ہے اور طلاق ہی جانئے سوال یہ ہے کہ واسطہ وسروکار نہیں اور میں نے اوسی کو چھوڑ دیا ہے طلاق بالکنایہ محتاج نیت و دلالت حال کی ہے عرصہ ڈیڑھ دو برس سے باہمی تفرقہ و قطع تعلق رکھنا موافق قول ثانی امام محمد کے جو مختار سغدی ہے دلیل اوپر نیت طلاق کے ہے تیسرا جملہ داخل طلاق یا طلاق ہی جانیے صریح ہے پس وقوع طلاق مسند زمان ماضی اندر مدت ڈیڑھ دو سال کے ثابت ہے یا نہیں اور انقضائے عدت زمانہ وقوع طلاق سے عرصہ ڈیڑھ دو سال کے اندر موافق روایات فقہیہ متعلق ہے یا نہیں اور یہ دوسرا نکاح بعد ڈیڑھ دو سال کے صحیح ہوا یا نہیں زید بسند کتب معتبرہ فقہیہ ہدایہ و بحر و فتح وغیرہ ثابت کرتا ہے کہ جب وقوع طلاق باسناد مسند زمان ماضی متعلق ہے اور طلاق سبب عدت ہے تو عدت اندر ڈیڑھ دو سال کے گزر گئی نکاح دوسرا صحیح ہے بکر کہتا ہے کہ نہیں بلکہ وقت اقرار سے عدت محسوب ہوگی یہ دوسرا نکاح باطل ہے بلکہ تمتع فیما بین داخل زنا پس قول بکر کا صحیح ہے یا زید کا۔

الجواب: مجھ کو تجھ سے کوئی سروکار نہیں یہ تو الفاظ طلاق سے ہی نہیں کقولہ لاحاجۃ لی فیك لا اشتھیك کما نص علیہ فی العلمگیریۃ وغیرھا مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں یہ ضرور کنایات طلاق سے ہے کقولہ لم یبق بینی و بینك شیئ اور میں نے تجھ کو چھوڑ دیا یہ لفظ صریح ہے کما بیناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار اب اگر اوس نے ان لفظوں سے کہ مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں طلاق کی نیت کی تھی تو دو طلاقیں بائن ہوگئیں فان الصریح یلحق البائن والرجعی اذا جامعہ البائن جعلہ بائنا لامتناع الرجعۃ اور اگر اوس سے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو ایک طلاق رجعی ہوئی اگرچہ دوسرے لفظ سے بھی نیت نہ کی ہو کان الصریح لا یحتاج الی النیۃ ولتاخرہ عن الکنایۃ لم یکن قرینۃ علی نیۃ الطلاق بھا عالمگیریہ میں محیط سے ہے لو قال لھا بینی فانت طالق فھی واحدۃ اذا لم ینو بقولہ بینی طلاقا فتاوٰی خیریہ میں ہے قال لامرأتہ فی حال الغضب زوجی طالق تقع واحدۃ رجعیۃ وان نوی الاکثر او الابانۃ او لم ینو شیئا لانہ صریح اذ الکنایۃ ما تحتمل الطلاق ولا یکون الطلاق مذکورا صالکما صرح بہ قاضی خاں فی الکنایات وھنا الصریح مذکور ردالمحتار میں ہے انہ مذکور بعدہ والقرینۃ لابد ان تتقدم کما یعلم مما مر اعتدی ثلثا اوسی میں ہے لا یقع بالاول شیئ لانہ لم ینو ودلالۃ الحال وجدت بعدہ **اقول** وفیما ذکر فی الخیریۃ نوع مخالفۃ لما مر عن المحیط والظاھر ما فی المحیط

وعبارة الخانية الكناية ما يحتمل الطلاق ولا يكون الطلاق مذكورا انتہی اھ فانما معناہ لا یکون نصافی الطلاق. کیف وقد قال فیہا لوقال انت طالق فاعتدی وقال عنیت بہ العدۃ صحت نیتہ و ان عنی بہ تطلیقۃ اخری اولم ینو شیئا فہی تطلیقۃ اخری وکذلک واعتدی اوقال اعتدی بغیر حرف العطف فقد اوقع بالکنایۃ اخری عند النیۃ مع وجود الصریح وانما لم یحتج الی النیۃ لتقدم الصریح فکان من المذاکرۃ بخلاف مانحن فیہ فانہ کقولہ بینی فانت طالق واللہ تعالی اعلم وقت اقرار سے عدت معتبر ہونا کہ برخلاف ائمہ اربعہ وجمہور صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین فتوائے متاخرین ہے صرف محل تہمت میں ہے اور وہ بھی وہاں کہ طلاق صرف اقرار سے ثابت ہو اگر پہلے سے معلوم ہے تو بلا شبہ بالاجماع وقت طلاق ہی سے عدت ہے یونہیں اگر پہلے سے طلاق کا ثبوت نہیں مگر جس وقت سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو جدا کر دیا ہے تو اس صورت سے بھی فتوائے متاخرین متعلق نہیں اور یہاں یہ دونوں باتیں موجود ہیں طلاق قبل اقرار ثابت ہے اور اوس وقت سے وہ اوسے جدا بھی کر چکا تو یہاں وقت اقرار سے عدت لینا صراحۃً باطل وخلاف اجماع ہے ردالمحتار میں ہے قال فی البحر ظاہر کلام محمد فی المبسوط وعبارۃ الکنز اعتبارہا من وقت الطلاق الا ان المتاخرین اختاروا وجوبہا من وقت الاقرار حتی لایحل لہ التزوج باختہا واربع سواہا زجرا لہ حیث کتم طلاقہا وہو المختار کما فی الصغری اھ ووفق السغدی بحمل کلام محمد علی ما اذا کانا متفرقین من الوقت الذی اسند الطلاق الیہ اما اذا کان مجتمعین فالکذب فی کلامہما ظاہر فلا یصدقان فی الاسناد وقال فی البحر ہذا ہو التوفیق ان شاء اللہ تعالی وفی الفتح ان فتوی المتاخرین مخالفۃ للائمۃ الاربعۃ وجمہور الصحابۃ والتابعین وحیث کانت فی الفتہم للتہمۃ فینبغی ان یتحری بہ محالہا والناس الذین ہم مظانہا ولہذا فصل السغدی بما مر اھ ملخصا واقرہ فی البحر والنہر ڈیڑھ دو سال میں اگرچہ ذوات الحیض کی مدت کا انقضا لازم نہیں فقد تکون ممتدۃ الطہر مگر شک نہیں کہ اتنی مدت انقضائے عدت کے لئے کافی ضرور ہے کہ امام کے نزدیک کم از کم دو مہینے اور صاحبین کے اونتالیس دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں اور عورت کا نکاح پر اقدام انقضائے عدت کا اقرار تو صحت نکاح میں کوئی شبہ نہیں جب تک کہ عورت کا اس اقرار میں کذب شرعاً نہ ثابت ہو یوں کہ طلاق سے مثلاً ڈیڑھ برس بعد نکاح کیا اور اوس نکاح کو چھ مہینے اور طلاق کو دو برس گزرنے سے پہلے بچہ پیدا ہو کہ اس صورت میں صاف ظاہر ہوا کہ عدت نہ گزری تھی بدائع وبحر ودرمختار وغیرہا میں ہے اقدامہا علی التزوج دلیل القضاء عدتہا بالجملۃ قول بکر غلط محض ہے اور حاصل قول زید کا اوس وجہ پر کہ ہم نے تقریر کی صحیح واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶ ۔ سائل مذکور الصدر بتاریخ مذکور۔

اسی مسئلہ کے متعلق بکر بزور طبع زید کو ترغیب عزت واحترام دنیاوی دلا کر کہتا ہے کہ تم اس مسئلہ میں اقرار شبہ کا

اقرار کرو تو ہم بمقابلہ عوام تمہاری عزت دونی کرا دیویں گے اگر کوئی اعتراض کرے گا تو صدہا غلطیاں و شبہات خلفائے راشدین و ائمہ مجتہدین پیش کرکے لوگوں کو سرنگوں کردیویں گے وبصورت عدم اقرار شبہ بدعتی کا حکم لگادیں گے غور فرمایا جائے کہ بمقابلہ عوام کے خواص کی غلطیاں دکھلانا ایک جزئی مسئلہ میں توہین خواص متصور ہے یا نہیں اور ہر ایک مسلمان کو بدعتی کہنا کیسا ہے۔

الجواب: بکر نے جو حکم لگایا تھا کہ یہ نکاح نہ ہوا اور تمتع زنا ہوگا یہ شریعت مطہرہ پر اوس کا افترا تھا اوسی پر اپنی خطا کا اقرار لازم ہے اگر اصرار کرے تو وہی بدعتی ہے کہ احکام شریعت کو نہیں مانتا اور اپنے گڑھے حکم پرچتا ہے اور وقت تک اگر اوس کا افترا نادانستہ تھا اور اب جان کر مصر ہوگا تو قصداً مفتری علی اللہ ہوگا اور اللہ عزوجل فرماتا ہے انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون اور فرماتا ہے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون اوس کا یہ طمع کی رشوت دینا کہ ہم تمہاری عزت بڑھادیں گے ناپاک و مردود ہے عزت سب اللہ کے ہاتھ ہے ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا دانستہ حق کو باطل کہنا اور حق سے رجوع کرکے اوس میں اپنا شبہ بتانا موجب عزت نہیں دارین میں سخت ذلت کا باعث ہے خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کبھی رجوع عن الحق نہ فرمایا اون کا اس طرح ذکر بلاشبہ توہین ہے بکر بے ادب مختل الدین ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷: انا ہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ عقب تھانہ مرسلہ عصمت اللہ خاں قادری ۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

مساۃ مجیدن جس کی عمر قریب ۹ سال کے تھی اوس کا نکاح اوس کی پھوپھی کے لڑکے رحیم خاں سے ہوا کبھی میل جول عورت مرد کا جیسا ہونا چاہئے نہ ہوا اس وقت مجیدن کی عمر قریب ۱۴ سال کے ہے اوس کے شوہر نے گاؤں میں مشہور کیا کہ وہ مرد نہیں ہے نہ عورت کے قابل چند آدمی اپنے رشتہ دار اور غیر لوگوں اور اپنی ساس سے یہ کہا کہ میں کسی قابل نہیں ہوں میں جواب دیدوں گا میرے چھوٹے بھائی سے اس کا عقد کردو یہ میری بیوی نہیں ہے بلکہ ماموں زاد بہن ہے اس پر اوس کی ساس بہت ناخوش ہوئی اب اوس سے جواب کے لیے کہا جاتا ہے وہ انکار کرتا ہے کبھی کہتا ہے میں اب مرد ہوگیا کبھی لوگوں سے کہا میں اس عورت کی ناک کاٹ لوں گا یہ عورت اوس کے گھر جانا نہیں چاہتی نہ اوس کی ماں اوس کو بھیجنا چاہتی ہے بلکہ دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے آیا وہ عورت اب بلا طلاق لیے دوسری جگہ اوس کا نکاح کرسکتی ہے۔

الجواب: اوس کا کہنا کہ میں کسی قابل نہیں اور یہ کہ میں جواب دیدوں گا اور یہ کہ میری بی بی نہیں اور یہ کہ ماموں زاد بہن ہے ان میں سے کوئی لفظ کلمہ طلاق نہیں البتہ اوس کا یہ لفظ کہ فلاں سے اس کا عقد کردو کنایہ طلاق ہوسکتا ہے علی معنی زوجوھا فلانا لانی طلقتھا کما قال ش فیمن زوج امرأتہ من اخر قال طلقت موجھالمن ان نوی ان قولہ زوجتک امرأتی فلانۃ یحتمل ان یکون علی تقدیران صح تزویجھا منک او تقدیر لانھا طالق منی فاذا نوی الطلاق تعین الثانی فتطلق اھ رحیم خاں سے قسم لی جائے کہ تو نے اس لفظ سے طلاق کی

نیت کی تھی یا نہیں اگر قسم کھالے گا کہ میں نے اس لفظ سے طلاق مجید ن کی نیت نہ کی تھی طلاق ثابت نہ ہوگی دوسری جگہ نکاح حرام محض ہوگا اور اگر قسم کھانے سے انکار کردے گا تو طلاق ثابت ہوجائے گی اور عورت اوسی وقت سے جب سے یہ الفاظ اوس نے اپنی ساس سے کہے تھے نکاح سے باہر سمجھی جائے گی پھر اگر خلوت اصلاً نہ ہوئی جب تو عورت وقت طلاق ہی سے نکاح ثانی کی محل ہوگئی اور اگر خلوت ہوئی اگرچہ جماع نہ کرسکا تو اگر جب سے اب تک عدت یعنی بعد طلاق تین حیض شروع ہوکر ختم ہوگئے تو اب ورنہ جب ختم ہوں دوسرے سے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر رحیم خاں نہ ملے کہ اوس پر قسم رکھی جاتی تو طلاق ثابت نہیں نکاح کرنا حرام ہوگا قال اللہ تعالٰی والمحصنت من النساء واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸ - از چھپرا محلہ نئی بازار تربنہ مرسلہ حاجی عبدالرزاق صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

زید نے بارہا اپنی بی بی کو غصہ کی حالت میں کہا تم ہمارے سامنے و نظر سے دور ہوجاؤ جب وہ سامنے سے دور نہیں ہوتی اوس وقت وہ جوتا لے کر دوڑتا ہے تب وہ سامنے سے علٰحدہ ہوجاتی ہے آیا طلاق عائد ہوتا ہے یا نہیں۔

الجواب - اگر اوس نے بہ نیت طلاق یہ الفاظ نہ کہے تو طلاق نہ ہوئی اور اگر ایک بار بھی بہ نیت طلاق کہے تو طلاق ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی مرد سے قسم لیجائے اگر حلف سے کہدے کہ میں نے یہ لفظ کبھی بہ نیت طلاق نہ کہے تو حکم طلاق نہ دیں گے اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اوس پر ہے یہ قسم حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں عورت گھر میں قسم لے سکتی ہے درمختار میں ہے یکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تقریباً ۱۱ سال کا ہوا میری شادی کو ہوئے میرے شوہر نے مجھ کو تین چار بار اپنے مکان سے نکال دیا برادر جمع ہوئے اور مجھ کو میرے شوہر کے یہاں سے پہنچا دیا اور پھر چند عرصہ کے بعد میرے شوہر نے مجھ کو اپنے مکان سے باہر نکال دیا اور کہہ دیا کہ تو نکل جا آج سے مجھ اور تجھ سے کسی قسم کا کچھ تعلق نہیں اب عرصہ ۶ سال سے اپنے والدین کے مکان پر ہوں برادران نے دو شخص مقرر کیے وہ بتاریخ ۲ شوال ۱۳۳۶ھ یوم جمعہ کو میرے شوہر کے مکان پر گئے اور انھوں نے یہ لفظ میرے شوہر سے کہے کہ تمہاری بی بی بہت سخت تکلیف میں ہے اور وہ تمہارے پاس آنا چاہتی ہے اوس پر میرے شوہر نے یہ جواب دیا کہ وہ میری بی بی تو اوسی تاریخ سے نہیں رہی جب سے وہ گئی ہے اور اوسی تاریخ سے چھوڑ چکا ہوں صرف اوس کو پریشان کرنے کے واسطے چھوڑ رکھا ہے اب کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں اپنے شوہر کی زوجیت میں رہی یا نہیں۔

الجواب - صورت مستفسرہ میں عورت پر ایک طلاق بائن ہوگئی اور وہ اس کی زوجیت سے نکل گئی اگر اوس روز سے آج تک جسے سائلہ چھ سال کا عرصہ بتاتی ہے اسے تین حیض شروع ہوکر ختم ہوگئے ہوں جیسا کہ ظاہر یہی ہے اس صورت میں اوسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے اور اگر شاید ابھی تین حیض نہ ہوئے ہوں تو جب ہوجائیں اوس وقت اوسے دوسرے سے نکاح جائز ہوگا اس لیے کہ وہ چھ برس سے طلاق دینے کا مقر ہے اور وہ دلیل

اوسی وقت سے جدا ہیں تو عدت بھی سے لیجائے گی رد المحتار میں ہے قال فی البحر وظاھر کلام محمد فی المبسوط وعبارۃ الکنز اعتبارھا من وقت الطلاق الا ان المتاخرین اختاروا وجوبھا من وقت الاقرار حتی لایحل له التزوج باختہا واربع سواھا زجرا له حیث کتم طلاقہا وھو المختار کما فی الصغری اھ ووفق السغدی بحمل کلام محمد علی ما اذا کانا متفرقین من الوقت الذی اسند الطلاق الیه اما اذا کانا مجتمعین فالکذب فی کلامہما ظاھر فلا یصدق فی الاسناد قال فی البحر ھذا ھو التوفیق ان شاء الله تعالٰی وفی الفتح ان فتوی المتاخرین مخالفۃ للائمۃ الاربعۃ وجمھور الصحابۃ والتابعین رضی الله تعالٰی عنہم وحیث کانت مخالفتہم للتھمۃ فینبغی ان یتحری به محالھا والناس الذین ھم مظانھا ولھذا فصل السغدی بما مراھ واقرہ فی البحر والنھر اھ اقول وانما اسند الامر الی اقرارہ لان قوله نکل جا یحتمل الرد کما نصوا علیه وقوله تعلق نہیں یحتمل السب کما حققناہ فی جد الممتار والحال حال الغضب فلا یحکم بالطلاق الا اذا اقر بالنیۃ وچھوڑنا من الصریح بلساننا فان کان قوله اوسی تاریخ سے الخ راجعا الی ذینک اللفظین کان اقرارا بالنیۃ فالعدۃ مذ ذاك بالاجماع وان فرض علی خلاف الظاھر صرفه عن الکلام المعروف الی کلام باطن مجھول او جعل اقرارا کاذبا کان انشاء مسندا فالعدۃ مذ ذاك بحکم التوفیق والله تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۶: از ریاست رامپور محلہ شاہ آباد دروازہ مسئولہ سید نادر علی صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ کو بوجہ زبان درازی مارا اُس پر اور زیادہ بدکلامی اور گفتگو ناشائستہ کرنی چاہی زید نے اور سختی کی اور یہ لفظ مجبور ہوکر منکوحہ سے کہا کہ چلی جا اس واقعہ کے وقت زید کے رشتہ کے بہنوئی موجود تھے لفظ چلی جا سن کر زید سے کہا کہ اب تمہارا نکاح کب رہا اس پر زید کو اور زیادہ غیظ بڑھا جو انتہا درجہ پر شمار کیا جائے اور کوئی نشیب و فراز کا خیال نہ کیا اسی حالت غیظ میں اپنے بہنوئی کی طرف مخاطب ہوکر چونکہ وہ اس کے پاس کھڑے تھے لفظ طلاق چند بار جس کی تعداد پورے طور پر یاد نہیں اور یہ بھی کہا کہ آزاد کیا ان لفظوں کی ادائگی زید نے متوجہ کرکے یا مخاطب ہوکر اپنی منکوحہ سے نہ کہے بلکہ اسوقت زید کا فاصلہ اپنی منکوحہ سے آٹھ سات قدم کا تھا اور منکوحہ زید کے روبرو نہ تھی اور اس کا ایجاب و قبول نہ ہوا ایسی صورت میں نکاح جائز رہا یا باطل ہوا اور زید کی منکوحہ ۵ ماہ کی حاملہ بھی ہے لہذا یہ مسئلہ علمائے دین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ آپ صاحبان اپنی مہر و دستخط سے مزین۔

الجواب: زید نے جو لفظ طلاق طلاق چند بار کہا اگر اُس سے اپنی زوجہ کو طلاق دینی مقصود تھی تو تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اوس کے نکاح میں نہیں آسکتی لانه ان ثلث فذاك وان ثنی فثالثھما قوله آزاد کیا لانه لایحتمل ردا ولاسبا وقد صارت الحال حال المذاکرۃ لانه قال لمدخوله طلاق طلاق کما ذکرہ السائل مع الاضافۃ فی السابق اضافۃ فی اللاحق کقوله طلقتك مگر اوس کے اقرار پر موقوف ہے کہ اوسی

لفظ طلاق طلاق سے زوجہ کو طلاق دینی مراد تھی اقرار نہ کرے گا اون الفاظ سے حکم طلاق نہ ہوگا اگر واقع میں اوس نے نیت طلاق کی تھی اور مکر جائے گا تو وبال اوس پر رہے گا مستحق عذاب نار ہوگا عورت کے پاس جانا اوس کے لئے زنا ہوگا عورت پر الزام نہ ہوگا خلاصہ پھر ہندیہ میں ہے سکران ھربت منہ امرأتہ فتبعھا ولم یظفر بھا فقال بالفارسیۃ بطلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئاً لا یقع وجیز کردری پھر القرویہ میں ہے فرت ولم یظفر بھا فقال سہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا پھر اگر وہ اقرار مذکور کرلے جب تو کوئی بحث ہی نہ رہی کہ تین طلاقیں ہوگئیں اور اگر اقرار نہ کرے تو یہ الفاظ خارج ہو کر دو لفظ رہے چلی جا اور آزاد کیا پہلا لفظ مطلقاً محتاج نیت ہے درمختار میں ہے اذھی یحتمل ردا اگر قسم کھا کر کہے کہ بہ نیت تفریق زن نہ کہا تھا تو اس لفظ سے طلاق نہ مانیں گے یہ قسم مکان ہی پر کافی ہے حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں اگر جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا بھی زنا کا وبال اوس پر ہے درمختار میں ہے یکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ دوسرا لفظ آزاد کیا اگرچہ نہ محتمل رد ہے نہ محتمل سب اور حالت حالت غضب ہے تو طلاق مطلقاً ہوجانی چاہیئے تھی درمختار میں ہے انت حرۃ لا یحتمل السب والرد مگر لفظ میں عورت کی طرف اضافت نہیں تو اگر بہ حلف کہدے گا کہ عورت کی نسبت نہ کہا تھا تو طلاق کا اصلاً حکم نہ ہوگا اگر جھوٹا حلف کرے گا تو اس کا پھر زنا کا وبال اور عذاب شدید کا استحقاق اوس پر ہے خانیہ بزازیہ میں ہے لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقھا ویحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول لہ بالجملہ اگر طلاق طلاق سے نیت طلاق کی اقرار کرے تو تین طلاقیں ہوگئیں ورنہ ایک طلاق بائن کا حکم ہے عورت نکاح سے نکل گئی عدت میں خواہ بعد عدت اوس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے مگر یہ کہ بحلف کہے کہ لفظ آزاد کیا اس زوجہ کی نسبت نہ کہا تھا تو اب اوس سے حلف لیں گے کہ چلی جا سے اس عورت کو طلاق بائن کا ارادہ کیا تھا یا نہیں اگر اس پر بھی حلف کرلیگا تو اصلاً حکم طلاق نہ ہوگا اور اگر اس پر حلف سے انکار کرے تو قاضی کے حضور پیش کیا جائے اگر حاکم کے سامنے بھی انکار کرے تو ایک طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا عورت نکاح سے نکل گئی غصہ یا حمل یا عورت کا دور ہونا کچھ منافی طلاق نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶۱ - از شاہجہانپور محلہ مہند گرڈھی مرسلہ حافظ نذیر حسن صاحب ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو عرصہ سات برس سے چھوڑ رکھا اور اس کا اصلاً خبر گیراں نہیں ہوتا ہے نہ روٹی دیتا ہے نہ کپڑا دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے کہ اوس کا دوسری جگہ نکاح کردیا جاوے اور اوس کا کوئی علاقہ بندوں سے دست گیر نہیں ہے کہ اوس کا نان نفقہ کسی طرح پر چل سکے بلکہ سخت مجبور ہے اب جو حکم صاحبان شرع متین کا ہو اوس پر عمل کیا جاوے بیان کرو اجر پاؤ اور اس مدت کے درمیان میں مسماۃ نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ اب شوہر میرا مجھ کو رخصت کرلیجاوے اور بطور اپنی زوجہ کے مجھ کو سمجھے

اس کے واسطے مسماۃ نے چند خط بھی روانہ کیے اور آدمیوں کو بھی بھیجا لیکن شوہر نے کچھ توجہ نہیں کی پھر اوس کے بعد خود بھی گئی پھر بھی اوس نے نہیں رکھا واپس کر دیا تب مجبور ہو کر عدالت سے نان نفقہ کا دعوٰی کیا وہاں اوس نے روٹی کپڑا دینے کا اقرار کیا اوس پر بھی وہ مقدمہ خارج کیا گیا پھر اوس کے بعد مسماۃ نے کچھ عرصہ تک انتظار کیا پھر مسماۃ نے وہاں خبر بھیجی اوس پر اوس نے ایک کارڈ ایسا روانہ کیا کہ جس کو دیکھ کر عقل گم ہوگئی چونکہ ظاہر میں وہ شخص اقرار کرتا ہے اور باطن میں وہ ایسا ہے پس اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسماۃ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اور وہ شخص ضلع شاہجہانپور مقام موضع سندھولی کا رہنے والا ہے اور مسماۃ باشندہ شاہجہانپور ہے محلہ مہندگڑھی اور جو کارڈ اوس نے روانہ کیا وہ کارڈ بھی اس میں رکھا ہے آپ اپنے دستخط اور جو علمائے سنت ہوں اون کے دستخط کروا کے روانہ کیجئے نہایت عاجز اور مسکین ہوں فقر فاقہ کرتی ہوں آپ صاحبان علمائے دین کے دستخط ہو کر فتوی آجاوے گا تو اور جگہ نکاح کر لوں گی اور آپ کو دعا دوں گی اور آپ کو اللہ تعالٰی اس کا اجر عظیم دے گا واسطے اللہ کے میرے اوپر رحم کیجئے۔

الجواب۔ کارڈ دیکھا گیا اوس میں صرف یہ لفظ ہے کہ آپ کہتے ہیں اپنی عورت کو لیجاؤ اور اوس نے مجھ پر مقدمہ چلایا اور وکیلوں کے پاس گئی اور پھری گئی اور ہر کس وناکس سے ملی اس لیے وہ بالکل میرے کام کی نہ رہی اتنے لفظ پر جب تک طلاق کی نیت سے کہنا ثابت نہ ہو طلاق کا حکم نہیں ہوسکتا نہ ہرگز عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی اگر کرے گی محض حرام ہوگا اوس سے پوچھا جائے اگر وہ اقرار کرے کہ ہاں میں نے یہ لفظ بہ نیت طلاق کہا تھا تو جبھی سے طلاق ہوگئی جب سے اب تک اگر عورت کو تین حیض آکر ختم ہوگئے یا جب ختم ہوجائیں دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر وہ نیت طلاق کا اقرار نہ کرے اوس پر حلف رکھا جائے اگر حلف سے کہدے کہ میں نے ان لفظوں سے نیت طلاق نہ کی تھی تو ہرگز حکم طلاق نہ ہوگا درمختار میں ہے یکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ اور اگر حلف سے انکار کرے تو شرعی نالش کی جائے کہ اوس نے یہ الفاظ کہے ہیں اور ان سے طلاق کا احتمال ہے اگر وہ حاکم کے سامنے بھی اوس حلف سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہوجائے گی اور عورت بعد عدت دوسری جگہ نکاح کر سکے گی اور اگر وہاں حلف کر لیا تو طلاق ثابت نہ ہوگی اگر جھوٹا حلف یہاں یا وہاں کیا تو وبال اوس پر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۔ از بریلی شہر کہنہ محلہ قرولی ٹولہ مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۹ رشوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مے نوشی وقمار بازی کرتا ہے اوس نے حالت مے نوشی وہا یکی سور خشم قمار بازی میں بیوی اپنی سے روپیہ طلب کیا روپیہ دینے میں بیوی نے تساہل کیا یہ سمجھ کر کہ حالت غیر ہے اس وجہ سے تشدد ہے نیز یہ بھی خیال کیا کہ بچوں کو تکلیف نہ ہو یہ سستی کرنا اور انکار روپیہ سے کرنا اوس کو اس قدر ناگوار ہوا کہ یہ تحریر لکھ کر دیدی جو حضور کے پیش نظر ہے۔

نقل تحریر۔ میں مسماۃ عائشہ بیگم کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ چاہے کسی کے ساتھ عقد کرے یا بیٹھی رہے مجھے کچھ
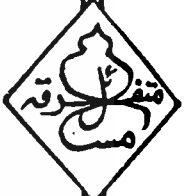
عذر نہیں ہے عنایت اللہ ولد محمد مصطفی ساکن بریلی شہر کہنہ محلہ قرولی مورخہ ۷ جولائی ۱۹۱۹ء

الجواب ۔ اگر یہ تحریر اوس نے بہ نیت طلاق لکھی یعنی میں نے اوسے طلاق دے کر آزاد خود مختار کردیا چاہے تو دوسرے سے نکاح کرلے جب تو ایک طلاق بائن ہوگی عورت نکاح سے نکل گئی عورت کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر نیت طلاق سے نہ لکھی تو طلاق نہ ہوئی یہ بات کہ طلاق کی نیت نہ تھی زید کے حلف پر ہے اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ میں نے اس سے اوسے اپنے نکاح سے خارج کرنے کی نیت نہ کی تھی مان لیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے اگر زید جھوٹا حلف کرے گا وبال اوس پر ہے درمختار میں ہے والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۳ ۔ از شہر بریلی کیمپ صدر مسئولہ حبیب احمد صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک شخص کی شادی ہوئے عرصہ ۹ سال کا ہوا شادی کرکے وہ شخص صرف پندرہ روز اپنی زوجہ کے پاس رہا بعد میں وہ سفر کو چلا گیا اور ۹ سال سے آوارہ پھرتا ہے جب اوس کے قیام کی خبر دہلی میں معلوم ہوئی اوس کی زوجہ اوس کے پاس گئی اوس نے کہا تو یہاں سے چلی جا ورنہ تیری ناک کاٹ لوں گا جو تیرا دل چاہے وہ کر میرے پاس مت آ عورت نوجوان ہے شوہر متذکرہ بالا پر کیا نکاح جائز رہا۔

الجواب ۔ اگر اس کی نیت ان لفظوں سے طلاق کی ہونا ثابت ہوجائے حکم طلاق دیدیں گے ورنہ نہیں اوس سے پوچھا جائے کہ تو نے یہ لفظ بہ نیت طلاق کہے تھے یا نہیں اگر قسم کھائے کہ میں نے بہ نیت طلاق نہ کہے تھے تو طلاق نہ مانی جائے گی اور قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہوجائے گی جب تک یہ انکار حکم شرع کے حضور نہ ہو ہاں اگر اقرار کردے کہ بہ نیت طلاق کہے تھے تو طلاق ہوگئی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۴ ۔ از پیلی بھیت محلہ شیر محمد مسئولہ ادریس خاں عرف شریف اللہ خاں ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص ملازم فوج ہو کر پردیس جانے کے وقت اپنے والدین سے یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ میری یہ عورت میرے مطلب کی نہیں ہے میری واپسی سے قبل نہایت ایذا کے ساتھ اس کو نکال دینا میں واپس آکر دوسری شادی کرلوں گا چنانچہ اس شخص کی عورت کو مطابق استدعا کے اوس کے والدین نے اندر دو ماہ نکال دیا اور اوس عورت نے اندر ایک ماہ دوسرے شخص کے ساتھ اپنا نکاح کرلیا عورت مذکورہ دوسرے شوہر کے یہاں سے بھی بلا طلاق کے بوجہ حمل ہونے کے نکال دی گئی اب اوس عورت کو اپنے پہلے شوہر کے مکان سے نکلے ہوئے تقریباً ایک سال گزر گیا اور اس کا شوہر بھی ملازمت فوج سے واپس آگیا اور پانچ چھ ماہ ہوئے وقت واپسی کے آج تک عورت مذکور کا خبر گیراں نہیں ہوا اور قبل جانے پردیس کے ایک دن اوس کے شوہر نے طلاق نامہ لکھنے کا بندوبست کیا تھا اور کچھ لوگوں کو جمع کیا تھا مگر اوس کو کسی خیال نے تکمیل طلاق نامہ سے روک دیا تھا

عورت مذکور کو اوس کے ماں باپ بھی اپنے پاس رکھنے کے روادار نہیں ہیں اور اوس کی گود میں ایک لڑکا سات سال کا پہلے شوہر کا موجود ہے کیا عورت مذکورہ اپنا نکاح کسی اور شخص سے کرسکتی ہے۔

الجواب۔ یہ لفظ کہ یہ عورت میرے مطلب کی نہیں کنایات سے ہے اور محتمل سب ہے اور حالت حالت غضب ہے تو حکم طلاق نیت پر موقوف ہے کہ پہلا شوہر اگر یہ اقرار کرے کہ بہ نیت طلاق یہ لفظ کہے تھے تو طلاق ثابت ہوجائے گی اور بعد وضع حمل عدت گزر گئی دوسرے سے نکاح کا اوسے اختیار ہوگا۔ اگر وہ نیت طلاق کا انکار کرے تو اوس سے حلف لیا جائے اگر حلف کرے گا کہ اوس کی نیت طلاق کی نہ تھی تو طلاق ثابت نہ ہوگی اور عورت کو دوسری جگہ نکاح حرام ہوگا اور وہ جو دوسرے سے نکاح کیا تھا وہ تو بہر حال حرام تھا کہ بلا ثبوت طلاق تھا اور اگر ثبوت بھی ہوجاتا تو عدت کے اندر تھا واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۵ ۔ از اجمیر شریف محلہ چاوارٹ مسئولہ سید محمد عظیم صاحب ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عورت کا بیان ہے کہ میرے خاوند سے عرصہ دو برس سے کوئی تعلق نا اتفاقیوں کے باعث نہیں تھا چنانچہ اب اوس نے زبانی اور تحریر سے یہ لکھ دیا ہے کہ تو ہفتہ کے اندر میرے پاس نہ آئے تو جہاں پر چاہے جا تجھے اختیار ہے تیرے دل کا اور مجھے اختیار ہے اپنے دل کا لہذا عورت نے ان الفاظ کو طلاق سمجھ کر اپنے کو بائن کرلیا لہذا فرمائیے کہ یہ طلاق ہوئی یا نہیں اور عورت بعد عدت دوسرے سے عقد کرسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس صورت میں طلاق ہونا نیت شوہر پر موقوف ہے عورت کو کوئی اختیار نہیں کہ بطور خود اپنے آپ کو مطلقہ سمجھے شوہر اگر قسم سے کہدے گا کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو ہرگز طلاق نہ مانی جائیگی اور وہ بدستور اوس کی زوجہ ہوگی۔ ہاں اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو حاکم شرعی کے حضور نالش کی جائے اگر شوہر اوس کے سامنے بھی حلف سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت ہوجائے گی وھو تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۶ ۔ از شہر بریلی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غصہ کی حالت میں اور دوران طلب طلاق میں زید نے اپنی ساس اور خسر سے کہا اگر میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کردو یا شادی کردو ساس نے جواب میں کہا ہاں تو پسند نہیں ہے اس سے نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ حالت حالت مذاکرہ وغضب ہے اور لفظ نہ محتمل رد نہ محتمل سب ہے لہذا طلاق ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی ھذا ما عندی واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۷ ۔ از جیت پور کاٹھیاوار جامع مسجد مدرسہ معرفت جناب مولوی سید غلام حیدر صاحب مسئولہ مولوی جمیل الرحمن صاحب رضوی بریلی ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ
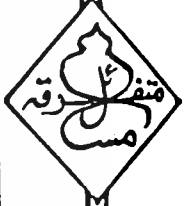
کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ پر سخت غصہ ہوکر بحالت غصہ یہ کہا کہ تو اپنے گھر کو جا میرے کام کی نہیں میں نے تجھ کو طلاق دی ہندہ کو آٹھ ماہ کا حمل ہے زید حلف اوٹھاتا ہے کہ میں نے فقط تنبیہ کے لیے یہ الفاظ کہے تھے ہرگز ایسے الفاظ طلاق کی غرض سے نہ کہے تھے اور میں اوس وقت غصہ میں آپے سے باہر تھا اب زید و ہندہ کو کیا کرنا چاہیے اگر حلالہ لازم آتا ہو تو کوئی صورت شریعت مطہرہ نے ایسی بھی بتائی ہے کہ حلالہ نہ کرنا پڑے اور زید و ہندہ کے تعلقات قائم رہیں یا قائم ہو جائیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ اگر واقعہ اسی قدر ہے عورت نے یا کسی اور نے عورت کیلئے طلاق نہ مانگی تھی جس کے جواب میں یہ لفظ اوس نے کہے نہ اوس نے ان الفاظ کو مکرر کہا بلکہ صرف ایک ہی بار کہا تو اس صورت میں ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوئی لان اللفظ الاول یحتمل الرد فینوی علی کل حال والثانی یحتمل السب فینوی فی الغضب وقد حلف ویکفی حلفہ فی منزلہ کما فی الدر المختار واللفظ الثالث وان کان صریحا لایکون قرینۃ فی الاولین لان شرط البینۃ ان تتقدم کما فی رد المحتار پس اگر اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دی تھیں نہ ایک طلاق بائن دی تھی جس کی عدت باقی ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو رجعت کرسکتا ہے مثلاً زبان سے اتنا کہدے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو وہ بدستور اوس کے نکاح میں رہے گی اور اگر وضع حمل تک رجعت نہ کریگا تو اوسکے بعد برضائے زن اوس سے دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت ہوگی حلالہ کی حاجت دونوں صورتوں میں نہیں حلالہ تین طلاقوں پر لازم ہوتا ہے اور جب لازم ہوتا ہے اوس کے ساقط کرنے کی کوئی صورت نہیں وکل ما ذکر فی القنیۃ من الحیل وغیرہا باطل لا اصل لہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۸۔ مرسلہ مستقیم خاں زمیندار ۱۴ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علی محمد خاں کی بیٹی کا نکاح بھورا خاں کے ساتھ ہوا ابھی رخصت نہ ہوئی تھی کہ باہم نزاع ہوگیا برکت اللہ خاں مستقیم خاں نظیر الدین خاں صلح کے لئے گئے سب کے سامنے بھورا خاں نے کہا یہ میری زوجہ نہیں ہے میں نے اس کو پہلے چھوڑ دیا ہے اور چند مرتبہ کہا میں نے چھوڑ دی چھوڑ دی مجھ کو کچھ سروکار نہیں میری بی بی نہیں ہے اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس صورت میں عورت نکاح سے نکل گئی اوس پر ایک طلاق بائن ہوگئی آدھا مہر شوہر پر واجب الادا ہوا عورت کو عدت کی ضرورت نہیں جس وقت چاہے نکاح کرے اگر اس شوہر سابق ہی سے عورت راضی ہو تو اس سے بھی نکاح ہوسکتا ہے حلالے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۹۔ مسئولہ مولنا حشمت علی صاحب سنی حنفی قادری رضوی لکھنوی متعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۱۹ رجب شریف یوم جمعہ ۱۳۳۸ھ بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی ساس سے کہا میں تمہاری لڑکی کو چھوڑتا ہوں میرے کام کی نہیں اب سوال یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ دو طلاقیں بائن ہوگئیں عورت نکاح سے نکل گئی عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اور اگر رخصت نہ ہوئی تھی تو عدت کی بھی حاجت نہیں اور اگر زید ہی سے نکاح چاہے تو اوس سے بھی کرسکتی ہے عدت میں خواہ عدت کے بعد جب کہ اس سے پہلے کوئی طلاق اسے نہ دے چکا ہو کہ ایسا تھا تو تین ہوگئیں بے حلالہ نکاح نہیں ہوسکے گا وذلك لان لفظ الاول صریح فوقع به طلاق وان لم ینو وصار الحال به حال المذاکرۃ واللفظ الثانی لایحتمل الرد بل السب فاستغنی عن النیۃ لاجل المذاکرۃ والواقع به بائن لانه من الکنایات غیر الثلاث المعلومۃ اعتدی واخیہا فلحوقه جعل الرجعی الاول ایضا بائنا لامتناع الرجعۃ بالثانی فبانت بثنتین واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸۱۔ ۲۳ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ جا میں نے تجھے چھوڑ دیا اور چند مرتبہ اور چند آدمیوں کے سامنے یہی کہا کہ میں نے اوس کو چھوڑ دیا مگر طلاق کا لفظ نہیں کہا تو طلاق ہوئی یا نہیں۔

الجواب۔ اگر تین بار کہا تین طلاقیں ہوگئیں اب بے حلالہ اوس سے نکاح نہیں کرسکتا اور تین بار سے کم کہا اور عدت گزر گئی تو نکاح آپس میں دوسرے کرسکتے ہیں اور عدت نہ گزری تو مرد کا اتنا کہنا کافی ہے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸۲۔ از شہر بریلی محلہ ذخیرہ مسئولہ سید شرافت علی شاہ صاحب ۷ رجب مرجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی اپنے میکہ میں ہے زید کے گھر سے ایک آدمی اوس کو لینے گیا اوس کے والدین نے نہیں بھیجا دوسرے دن زید خود گیا پھر بھی نہیں بھیجا اور نہ کوئی وجہ خاص بتلائی زید کو ناگوار ہوا اوس نے کہا کہ اگر آپ نہیں بھیجتے تو آپ کی لڑکی کو جواب دیدوں گا اور آپ اس وقت دو چار آدمیوں کو بلوا لیجئے تاکہ میں اوس وقت اون کی موجودگی میں جواب دے دوں اور قطع تعلق کرلوں زید کے خسر اور ساس نے جواب دیا کہ نہ ہم آدمیوں کو جمع کریں گے اور نہ جواب لینا منظور ہے زید یہ کہہ کر کہ میں اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا اور کل ذریعہ رجسٹری ڈاکخانہ سے دوبارہ آپ کو اطلاع دوں گا دوسرے دن اوسنے یہ لکھ کر کہ میں قطع تعلق کرتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں رجسٹری کردی زید کے خسر نے واپس کردی زید پردیس چلا گیا وہاں سے دو ماہ کے بعد آیا اوس وقت زید کے ایک عزیز نے جو کہ اوس کی بی بی کا قریبی رشتہ دار تھا زید سے کہا کہ بیوی سے صلح ہوجائے زید نے اوس کو یہ جواب دیا کہ میں طلاق دے چکا ہوں اب صلح کیسی وہ خاموش ہوگیا چنانچہ ایک اور آدمی سے بھی زید نے یہ کہا کہ میں اپنی بی بی کو طلاق دے چکا ہوں اب زید معلوم کرنا چاہتا ہے کہ دوسری
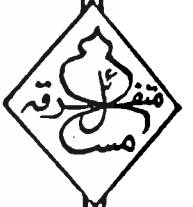
بی بی کو طلاق ہوگئی یا نہیں۔

الجواب۔ طلاق ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اگر اس سے پہلے کوئی طلاق نہ دے چکا تھا تو برضائے زن اوس سے نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی حاجت نہیں اور اگر پہلے ایک طلاق بھی دے چکا تھا تو اب بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا کہ تین ہوگئیں ایک پہلے اور ایک اوس وقت اوس کا کہنا کہ میں اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا پھر لکھنا کہ میں قطع تعلق کرتا ہوں یہ مجموع ایک ہی ہوگی فان البائن لایلحق البائن والنیۃ قد ظہرت اور ایک اوس کا لکھنا کہ طلاق دیتا ہوں اور رجسٹری واپس دینے سے طلاق واپس نہ ہوگی کہ بلا شرط تھی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۲۔ از ملک متوسط شہر رائپور محلہ بیجنا تھ پارہ مرسلہ منشی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی خواں عرائض نویس ۱۹ جمادی الاخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی طالع ورخاں نے بحالت غیظ وغضب ایک خط اپنے خسر حقیقی کے نام لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے جناب ماموں نجم خاں صاحب دام ظلہ بعد السلام علیکم واضح ہو میں نے آپ سے بار بار کہا کہ عمدہ کو یہاں سے مت لیجاؤ مگر آپ لیے ہی گئے بغیر رضامندی آپنے اپنی ہی ضد کی میں بھی اوس کے اطوار سے نہایت درجہ ناخوش تھا اس چار مہینہ کے عرصہ میں کبھی میری خدمت نہ کی اطوار ناشائستہ جو اوس میں ہیں اون کا دفع غیر ممکن ہے اس سے بڑھ کر خراب عادات عمدہ میں لہذا بخوشی تمام آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اوس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کردو کیونکہ جس حالت میں میرا دل اوس سے خوش نہیں اور اوس کا بھی مجھ سے نہیں ایسی حالت میں ایک دوسرے کی جان کے ضرور خواہاں رہیں گے ایسا نہ ہونا سبب برضا ورغبت آپ کو اجازت دیا اوس کا نحرا بانہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دیا تاکہ خدائے پاک مجھ کو اپنے فضل سے مرتکب گناہ نہ کرے اس خط کو بطور طلاق نامہ کے تصور فرمائیں اگر آپ اوس کا نکاح کرادیں گے تو مجھ کو کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا صرف ڈیڑھ سو روپیہ نکاح میں صرف ہوا اوس کا تو البتہ افسوس ہے کہ جو کاروپیہ خرچ ہوگیا مگر کیا علاج ہے کچھ چارہ نہیں مرضی مولٰی ازہمہ اولٰی۔ آپ اپنے دل میں بھی اس امر کا رنج نہ کریں تحریر مختصر کو کثیر تصور فرمائیں عمدہ سے اور مجھ سے اب کچھ سروکار نہ رہا جو رشتہ پہلے تھا وہی اب قائم رہے گا سرمست خاں اس خط کو حرف بحرف پڑھ کر ماموں صاحب اور عمدہ کو بھی سُنادیں تاکہ اوس پر شرعًا طلاق واجب ہوجائے کیونکہ وہ میری بلا اجازت گئی تو نکاح کے باہر ہونا اظہر من الشمس ہے نقط بندہ طالع ورخاں از مقام ساکولی۔ جس وقت یہ خط پہونچا سرمست خاں نے عمدہ اور اوس کے والد نجم خاں کو سُنادیا بعد ایک ہفتہ کے طالع ورخاں اپنے خسر کے یہاں آئے اور کہنے لگے کہ میری زوجہ عمدہ کو میرے ساتھ روانہ کردو نجم خاں نے روبرو چند آدمیوں کے بھیجنے کا اقرار کیا پھر بعد دو گھنٹہ کے طالع ورخاں لینے آئے تو معلوم ہوا

کہ نجم خاں دیہات پر چلا گیا بعد چند ماہ کے نجم خاں نے طالعور خاں سے صراحۃً کہدیا کہ ہم لڑکی کو کیسے روانہ کریں تم نے تو طلاق نامہ لکھ کر روانہ کردیا، پھر بائیس ماہ کے بعد طالعور خاں نے اپنے خسر کے نام یہ خط لکھا جناب ماموں صاحب بعد سلام علیک واضح ہو میں نے یہاں پر کئی علماء سے دریافت کیا سب یہی کہتے ہیں کہ طلاق ہو چکی اس لیے عرض پرداز ہوں کہ آپ اپنی لڑکی کا نکاح کرادیجئے مجھ سے کوئی واسطہ نہ رہا آپ رنجیدہ نہ ہوں امر مجبوری ہے ورنہ کوئی صورت لانے کی کیا ہوتا فقط پھر نو ماہ کے بعد خسر کو خط لکھا کہ فرنگی محل کے علماء سے خط بھیج کر فتوی طلب کیا تھا جواب آیا کہ طلاق ہو چکی مہر کے نسبت اونھوں نے فتوی دیا کہ نصف مہر دینا چاہیئے مگر میں اور جوابوں کا منتظر ہوں پس عرض یہ ہے کہ صورت مرقومۂ بالا میں عمدہ پر طلاق ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کن لفظوں سے اور کس قسم کی اور کتنی طلاق متحقق ہوئی غرض عمدہ طالعور خاں کے نکاح میں رہی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

اوس خط میں آٹھ لفظ تھے (۱) بخوشی تمام اجازت دیتا ہوں کہ اوس کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ کردو۔ (۲) برضا و رغبت آپ کو اجازت دیا (۳) اوس کا خراب نہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دیا (۴) اس خط کو بطور طلاقنامہ تصور فرمائیں (۵) اگر آپ اوس کا نکاح کرادیں گے تو مجھ کو کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا (۶) عمدہ سے اور مجھ سے اب کچھ سروکار نہ رہا (۷) اس خط کو ماموں صاحب اور عمدہ کو سُنادیں کہ اوس پر شرعاً طلاق واجب ہوجائے (۸) وہ میری بلا اجازت گئی تو نکاح کے باہر ہونا اظہر من الشمس ہے ان میں لفظ چہارم صالح ایقاع طلاق نہیں کہ بطور طلاقنامہ تصور فرمائیں کے صاف یہ معنی کہ حقیقت میں طلاق نامہ نہیں فتاوی امام قاضی خاں میں ہے امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق فقال الزوج داده گیر یا کرده گیر لا یقع وان نوی فانہ قال لھا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذلک لا یقع وان نوی اھ ملخصا اوسی میں ہے لو قیل لرجل انک طلقت امرأتک فقال عدھا مطلقۃ احسبھا مطلقۃ لا تطلق امرأتہ اھ وتمام تحقیق ذلک فی فتاوٰنا المفصلۃ لفظ پنجم ظاہرا ترک نزاع کا وعدہ آگے بمعنی آئندہ ادھو تعلیق علی الانکاح ان ارید بقولہ آگے بعد الانکاح او اخبار عن النیۃ فی بعض الالفاظ السابقۃ ان ارید بہ من بعد ما کتبت ھذا لفظ ششم بھی الفاظ طلاق سے نہیں سروکار بمعنی خیال و خواہش اور کار بمعنی حاجت ہے سروکار نہیں یعنی غرض مطلب حاجت کام نہیں اور ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے خانیہ و بزازیہ وغیرہما میں ہے لو قال لاحاجۃ لی فیک ولوی الطلاق لا یقع وکذا لو قال مرا بکار نیستی وکذا لو قال ما ارید ک بحرالرائق میں ہے اذا قال لاحاجۃ لی فیک اولا ارید ک اولا احبک اولا اشتھیک اولا رغبۃ لی فیک فانہ لا یقع وان نوی لفظ ہشتم بھی محض لغو و غلط ہے کہ ایک باطل خیال جہاں پر نکاح سے باہر ہونا بتاتا ہے بے اجازت شوہر عورت چلی جائے تو نکاح سے باہر نہیں ہوتی اور جو اقرار غلط بنا پر ہو معتبر نہیں خانیہ میں ہے
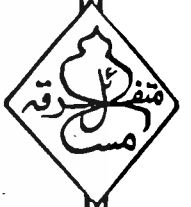
صبی قال ان اشتریت فکل امرأۃ اتزوجھا فھی طالق فشرب وھو صبی فتزوج وھو بالغ وظن صحۃ ان الطلاق واقع فقال ھذا البالغ آرے حرام است برمن لاتحرم امرأتہ ھو الصحیح لانہ ما اقر بالحرمۃ ابتداء وانما اقر بالسبب الذی تصادقا علیہ وذلک السبب باطل اھ ملخصا بقیہ چار الفاظ میں تین لفظ پیشیں کا حاصل اجازت نکاح دینا ہے اور وہ بیشک کنایات سے ہے فانہ ینبئ عن رفع قید النکاح واخراجھا عن عصمۃ لنفسہ کقولہ تزوجی کما فی الخانیۃ وابتغی الازواج کما فی الکنز وھبتک للازواج کما فی الھندیۃ مگر ان تین اور ان کے ساتھ کتنی ہی کنایات بائنہ ہوں سب سے ہوگی تو ایک ہی طلاق بائن ہوگی اگرچہ سب سے نیت کی ہو فان البائن لایلحق البائن لفظ ہفتم طلاق صریح ہے مگر اس شرط پر معلق کہ سرمست خاں نجم خاں اور عمدہ کو حرف بحرف خط پڑھ کر سنا دے فان لفظۃ تاکہ تفید ھھنا ترتب الطلاق علی الاسماع ای ربط حصول ذاک بحصول ھذا او ھذا ھو معنی التعلیق وفی الدر المختار یکفی معنی الشرط تو ان آٹھ لفظوں کا حاصل صرف دو لفظ ہے ایک کنایہ جس سے بلحاظ نیت طلاق بائن پڑے گی دوسرا صریح معلق جس سے بعد تحقق شرط طلاق رجعی ہوگی صریح کا حکم تو دیانۃ وقضاءً دونوں میں ایک سا ہے کہ اگر سرمست خاں نے خط مذکور دونوں کو حرف بحرف سنا دیا تو طلاق ہوگئی اور اگر ان میں ایک کو سنانے میں بھی کچھ کمی رہی جیسے حرف بحرف سنانا کہیں تو نہ ہوئی مگر حکم کنایہ یہاں مختلف ہے دیانۃً حاجت نیت۔ ردالمحتار میں ہے لایقع دیانۃ بدون النیۃ ولو وجدت دلالۃ الحال فوقوعہ بواحد من النیۃ او دلالۃ الحال انما ھو فی القضاء فقط صرح بہ البحر وغیرہ اور قضاءً بوجہ قرائن سباق وسیاق وقوع طلاق کا حکم علی الاطلاق فان اللفظ وان کان مما لایصلح ردا کما فی الغرر والبحر والخانیۃ لکن قد حفتہ قرائن ترد معنی الرد کقولہ لہذا او قولہ ایسا نہ ہونا سبب وقولہ اوس کا نخرا بانہ ہونا سبب وقولہ تاکہ خدائے پاک الخ فان ھذہ التعلیلات والتفریعات لاتلائم قصد الرد کما لایخفی ودلالۃ المقال کدلالۃ الحال ردالمحتار میں نہر الفائق سے ہے دلالۃ الحال تعم دلالۃ المقال مگر خط کی بنا پر وقوع طلاق کا حکم اوسی حالت میں ہوسکتا ہے جب کہ شوہر مقر یا گواہان عادل شرعی دو مرد یا ایک مرد دو عورت سے ثابت ہو کہ یہ خط اوس کا ہے ورنہ صرف مشابہت خط پر حکم نہیں اشباہ میں ہے ان کتب علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونا وثبت ذلک باقرارہ او بالبینۃ فکالخطاب پس صورت مستفسرہ میں حکم قضائیہ ہے کہ اگر اس خط کا طالع ور خاں کا ہونا اوس کے اقرار سے ثابت نہ گواہان عادل سے جب تو اصلاً حکم طلاق نہیں اور اگر اقرار یا شہادت سے ثبوت ہے تو عمدہ پر طلاق بائن پڑگئی اگر سرمست خاں نے عمدہ ونجم خاں دونوں کو حرف بحرف سنا دیا جب تو دو طلاقیں بائن ہوئیں فان الصریح یلحق البائن والرجعی اذ الحقہ صار مثلہ لعدم امکان اثبات الرجعۃ کما فی البزازیۃ وغیرھا ورنہ ایک ضرور ہوئی بہرحال عمدہ نکاح سے نکل گئی۔ یہی تفصیل جو حکم قضائی ہے عمدہ کو

اسی پر عمل واجب ہے فان المرأۃ کالقاضی کما فی الفتح وغیرہ اور حکم دیانت یہ ہے کہ اگر یہ خط طالعور خاں کا ہے اور اوس نے الفاظ کنایہ میں کل یا بعض سے نیت ازالۂ نکاح کی تو طلاق بائن ہوئی پھر اس کے ساتھ وہ خط سُنانے کی شرط بھی پوری پائی گئی تو دو طلاقیں بائن ہوئیں بہر حال عمدہ نکاح سے باہر ہوئی اور اگر نیت نہ کی تو سُنانے کی شرط پائی جانے کی حالت میں ایک طلاق رجعی پڑی جس میں اوسے اختیار رجعت تا ایام عدت تھا اور اگر اس شرط میں بھی کمی رہی تو اصلاً طلاق نہ پڑی یونہیں اگر یہ خط اوس کا نہیں جب بھی طلاق نہ ہوئی اگرچہ گواہ گواہی دیں یا خود اوس نے غلط اقرار کر دیا ہو فان الاقرار الکاذب لااثر لہ دیانۃ ھذا جملۃ القول والتفصیل فی فتوٰنا المذکورۃ اور جب کہ عمدہ و طالعور خاں میں خلوت صحیحہ ہولی ہو جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر ہے کہ وہ چار مہینے شوہر کے یہاں رہی تو بعد طلاق کل مہر واجب الادا ہے نصف ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲: از ملک بنگال ضلع سلہٹ پوسٹ آفس کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۱۷ رجب ۱۳۱۷ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی اللہ ادین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا خاتون مسمی زینب کو طلاق دیکر ہندہ کو خطبہ کیا تب ہندہ کہے کہ اگر اس شرط پر راضی ہو تو تیرے نکاح میں آسکتی ہوں ورنہ نہیں شرط یہ ہے۔ بغیر اذن ہمارے اوس خاتون مطلقہ کو یا کسی اور غیر کو نکاح میں نہ لادیں اگر لادیں تو اختیار تین طلاق کی میرے ہاتھ رہے زید اس شرط کو قبول کیا اور ہندہ کو نکاح میں لاکر پانچ چھ مہینے رہا پھر زید نے زینب کو بہ نکاح گھر میں لایا ہندہ خفا ہو کر زینب کے ساتھ تھوڑی دیر جنگ و خصومت کے بعد اوس کے کہے کہ اب میں مطابق اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہوں کہہ کر گھر سے نکل گئی اس قول ہندہ کے ساتھ گواہ بھی شرط ہے یا نہیں اور اس طرح کے اختیار کرنا صحیح ہو گا یا نہیں اور بعد آٹھ نو مہینے کے ولی ہندہ نے جاکر زید سے طلاق مانگا زید نے کہا کہ جو میں نے ستر روپے مہر بانو کو دیا تھا واپس دے دو تب طلاق دوں گا بحسب کہنے زید کے ستر روپے جو کہ بابت مہر تھے واپس دیکر طلاق دلایا صحیح ہے یا لغو بعد اس طلاق کے ہندہ پر عدت واجب ہے یا نہیں اگر عدت کے اندر ہندہ بکر کے ساتھ نکاح بیٹھے تو وہ نکاح شرعاً حرام ہے یا حلال۔ بینوا توجروا۔

الجواب: قطع نظر اس سے کہ زید و ہندہ میں جو یہ گفتگو قبل از نکاح ہوئی اس میں تعلیق صحیح شرعی و اضافۃ الی الملک کہاں تک متحقق تھی کہ اگر اوس وقت الفاظ کافیہ تھے تو خاص عقد نکاح میں بھی اس شرط کا ذکر آیا یا نہیں آیا تو کن الفاظ سے اور ایجاب میں تھا یا قبول میں ان تفاصیل پر نظر کے بعد یہ واضح ہو گا کہ ہندہ کو اس قرار داد کی بنا پر بر تقدیر نکاح زینب بے اذن ہندہ اپنے نفس کو تین طلاق دے لینے کا اختیار حاصل بھی ہوا یا نہیں صورت یہی فرض کر لیجئے کہ شرعاً اختیار حاصل ہو گیا تھا پھر بھی اوس کے معنی یہ ہیں کہ بعد تحقق شرط جس مجلس میں ہندہ کو نکاح زینب کی اطلاع ہوا اوس مجلس میں بے کسی کلام اجنبی کے اپنے نفس کو طلاق دے لے یہ کہہ کر چلا جانا کہ اب میں
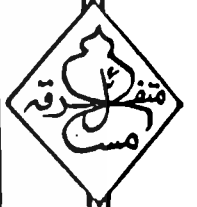
مطابق اختیار نامہ رہ نہیں سکتی ہوں طلاق نہیں اور جب اپنے نفس کو بے طلاق دیے چلی گئی مجلس بدل گئی اور اختیار جاتا رہا بلکہ اگر یہ کہنا طلاق ہی فرض کیا جائے تاہم اس سے پہلے زینب سے جنگ و جدل کلام فضول و اجنبی کیا ان سے بھی مجلس بدل گئی اور اختیار نہ رہا درمختار میں ہے مایوقع غیرہ باذنہ انواعہ ثلثۃ تفویض وتوکیل ورسالۃ والفاظ التفویض ثلثۃ تخییر وامر بید ومشیئۃ قال لہا اختاری اوامرک بیدک ینوی تفویض الطلاق او طلقی نفسک فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مشافہۃ او اخبارا وان طال یوما او اکثر مالم یوقتہ ویمضی الوقت قبل علمہا مالم تقم لتبدل مجلسہا حقیقۃ او حکما بان تعمل مایقطعہ مما یدل علی الاعراض ردالمحتار میں ہے ودخل فی العمل الکلام الاجنبی پس صورت مستفسرہ میں وہ اختیار ہرگز صحیح نہ ہوا نہ اس وقت تک ہندہ پر کوئی طلاق پڑی ہاں جب ولی ہندہ نے طلاق مانگی اور زید نے مہر واپس لیکر طلاق دی یہ طلاق بیشک صحیح ہوئی اور اسی طلاق کے وقت سے ہندہ پر عدت لازم آئی اگر ختم عدت سے پہلے بکر وغیرہ زید کے سوا کسی سے نکاح کرے گی باطل محض وحرام قطعی ہوگا قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴: از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الدارین۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے اگلے خاتون مسماۃ زینب کو طلاق دے کر ہندہ کو اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر بلا اذن ہندہ اپنے اگلے خاتون مطلقہ کو یا اور دوسرے کسی کو اپنے نکاح میں لاوے تو ہندہ کو تین طلاق کے اختیار ہے خواہ کہ طلاق کو اختیار کر کے اپنے نفس کو چھوڑا دے یا مرضی شوہر پر رہے اب زید بلا اذن ہندہ اپنے اگلی خاتون مطلقہ کو بہ نکاح گھر میں لایا اس صورت میں ہندہ کو اختیار ایقاع طلاق کے واسطے مجلس شرط ہے یا نہیں ہندہ دعوٰی کرتی ہے کہ بمجرد آنے ہی زینب کے اپنے نفس کو اختیار کرلی تھی زید اور دو عورت حاضر المجلس ہندہ تھے کہتے ہیں ہندہ کوئی بات نہ کہی بلکہ گھر سے باہر گئی اور زینب سے جنگ وخصومت کی اس اختلاف میں عندالشرع گواہ معتبر ہے یا قول ہندہ معتبر مع الدلیل بیان فرمادیں اگر ہندہ اس دعوے مذکورہ کے بنا پر تین مہینے کے بکر کے پاس نکاح بیٹھے تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں اور باوجود اس دعوے مذکورہ کے ہندہ زید سے خلع کیا تو یہ خلع عندالشرع معتبر ہے یا نہیں معترض کہتا ہے اگر وہ دعوٰی ہندہ صحیح ہوتی تو کیوں خلع کیا ہندہ کہتی ہے بسبب خوف حاکم خلع کیا تھا نہ کہ عدم اختیار نفس کے اختلاف زوجین کی صورت میں قول زوجہ عالمگیری میں ثابت ہے جیسا کہ واذا جعل امرہا بیدہا وطلقت نفسہا وقال الزوج انما طلقت نفسک بعد اشتغالک بکلام او بعمل وقالت بل طلقت نفسی فی ذلک المجلس من غیر ان اشتغل بکلام اٰخر ولبشیئ اٰخر فالقول قولہا وقع الطلاق کذا فی

فصول الاشتروشنی انتہی اس صورت مسطورہ میں عند الشرع کس کی دلیل معتبر ہے بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں قول زوج قسم کے ساتھ معتبر ہے ہندہ جب تک گواہان عادل شرعی دومرد یا ایک مرد و دو عورتوں کی شہادت سے ثابت نہ کرے کہ میں نے اوسی مجلس میں اپنے نفس کو طلاق دے لی تھی اوس کی بات ہرگز نہ سُنی جائے گی نہ او سے بکر سے نکاح کی اجازت ہوگی خلع جو کیا صحیح ہے خلع کی عدت گزرنے پر جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے اس صورت واقعہ اور صورت مسئلہ فتاوی عالمگیری میں فرق عظیم ہے وہاں شوہر کو بھی تسلیم تھا کہ عورت نے اپنے نفس کو طلاق دی مگر یہ کہتا تھا کہ اوس کا یہ طلاق دینا باطل واقع ہوا کہ بعد تبدل مجلس تھا یہ صراحۃً خلاف ظاہر ہے کہ جب عورت نے بعد تخییر طلاق کا قصد کیا تو ظاہر یہی ہے کہ ایسے ہی وقت طلاق دی جس سے اوس کا یہ قصد پورا ہو یعنی مجلس بدلنے سے پہلے تو اوس صورت میں شوہر خلاف ظاہر دعوی کرتا تھا لہذا قول عورت کا معتبر ہوا اور یہاں شوہر سرے سے ایقاع طلاق ہی کا اقرار نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ ہندہ بے طلاق دیے چلی گئی اور ہندہ دعوی طلاق کرتی ہے تو وہ زوال نکاح کی مدعیہ اور شوہر منکر ہے لہذا قول شوہر معتبر ہے اور اختیار طلاق دیے جانے سے خواہی نخواہی یہی ظاہر نہیں کہ عورت طلاق ہی اختیار کرے گی جامع الفصولین میں ہے ت (ای الزیادات) قال امرك بیدك فطلقت نفسها فقال انما طلقت نفسك بعد الاشتغال بکلام او عمل وقالت بل طلقت نفسی فی ذلك المجلس بلاتبدل فالقول قولها لانه وجد سببه باقرارہ محم (ای مختصر الحاکم) قال خیرتك امس فلم تختاری وقالت قد اخترت فالقول قوله شخ (ای شمس الائمۃ السرخسی) قال لقنه جعلت امرك بیدك فی العتق امس فلم تعتق نفسك قال القن فعلته لایصدق اذ المولی لم یقر بعتقه لان جعل الامر بیدہ لایوجب العتق مالم یعتق القن نفسه والقن یدعی ذلك والمولی ینکرہ ولا قول للقن فی الحال لانه یخبر بما لایملك انشاءہ لخروج الامر من یدہ بتبدل مجلسه وکذا لو قال اعتقتك علی مال امس فلم تقبل فقال القن قبلت فالقول للمولی وکذا هذا کله فی الطلاق وفی امرك بیدك اھ ملخصا بحرالرائق میں ہے الفرق بینهما ان فی المسئلۃ الاولی اتفقا علی صدور الایقاع منها بعد التفویض والزوج یدعی ابطال ایقاعها فلا یقبل منه الخ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ ۱۸۵۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے قبل نکاح یہ قرار دیا کہ اگر میں دوسرا نکاح کسی اور عورت سے کروں تو تجھ کو اختیار ہے کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے اوس شخص نے دوسرا نکاح کرلیا عورت اپنے آپ کو فوراً حسب اختیار طلاق طلاق دے لے اور شوہر اوس پر رضامند نہ ہو تو طلاق ہوگی یا نہیں اور قبل نکاح یہ شرط جائز تصور ہوگی یا نہیں۔
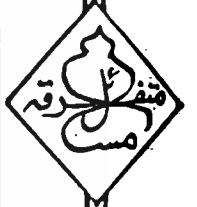
الجواب۔ اگر لفظ جو اوس شخص نے اوس عورت سے قبل نکاح کہے اسی قدر اور یوہیں ہیں جس طرح سوال میں مذکور ہوئے تو اس صورت میں عورت کو بر تقدیر نکاح ثانی کوئی اختیار طلاق دے لینے کا حاصل نہ ہوا اوس کا اپنے نفس کو طلاق دینا کافی نہیں جب تک شوہر اوس طلاق کو نافذ نہ کرے فان الملك اوالاضافة الیه لابد منه ولم یوجد او طلاق الفضولی یتوقف عندنا علی اجازة الزوج پیش از نکاح جو ان الفاظ سے شرط کی جائے لغو ومہمل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۶۔ از بنگالہ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اس شرط پر زینب سے نکاح کیا کہ اگر تم کو چھ مہینے تک بے خوراک وبے خبری چھوڑوں گا تو اختیار ایقاع تین طلاق کی ملک تیرے ہاتھ دے دیا اب زید نے بعد ایک سال کے اپنی منکوحہ کو خوش وراضی کرکے فی ماہ خوراک مقرر کرکے واسطے کسی کام کے سفر میں گیا اور تین گواہ بھی موجود ہیں اب بعد چند روز کے منکوحہ زید دعوی کرتی ہے کہ میری طلاق واقع ۔۔۔ ہوگئی آیا یہ دعوٰی زینب صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ اگر الفاظ شرط کہ زید نے کہے یہی ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے تو اس میں چار صورتیں ہیں اول یہ لفظ زید نے پیش از نکاح کہے اگرچہ اوسی وقت معاً نکاح کرلیا دوم خاص ایجاب وقبول میں یہ شرط کی اور ابتدائے ایجاب اس شرط کے ساتھ جانب زید سے تھی یعنی زید نے کہا میں تجھے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ میں اگر تجھ کو چھ مہینے تک الخ زینب نے کہا میں نے قبول کیا سوم شرط خود عقد میں تھی اور ابتدائے ایجاب زینب کی طرف سے مثلاً زینب یا اوس کے وکیل نے کہا میں نے اپنے نفس یا اپنی موکلہ زینب بنت فلاں بن فلاں کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ اگر تو چھ مہینے تک الخ زید نے کہا میں نے قبول کیا یا زینب خواہ وکیل نے کہا میں نے اپنے نفس یا موکلہ مذکورہ کو تیرے نکاح میں دیا زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر میں تجھ کو چھ مہینے تک الخ چہارم یہ شرط بعد تحقق ایجاب وقبول کی۔ پہلی دو صورتوں میں سرے سے یہ تفویض طلاق یعنی زینب کو بشرط مذکور طلاق کا اختیار دینا ہی صحیح نہ ہوا اگر بالفرض زید چھ برس بے نفقہ وبے خبر گیری چھوڑے اور زینب سو بار اپنے نفس کو طلاق دے طلاق نہ پڑے گی لان التفویض تعتمد الملك او الاضافة الیه ولم یوجد (فتاوٰی قاضی خاں وغیرہ میں ہے) البدائة اذا کانت من الزوج کان التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأة قبلت والجواب یتضمن اعادة ما فی السؤال صار کانه قال قبلت علی انیکون الامر بیدك فیصیر مفوضا بعد النکاح اھ مختصرا اور پچھلی دو صورتوں میں تفویض صحیح ہوگئی اب اگر زید نے بعد نکاح چھ مہینے تک بے نفقہ وخبر گیری نہ چھوڑا تو بھی زینب پر طلاق ہونے کے کوئی معنی نہیں لعدم تحقق الشرط اور اگر شرط مذکور پائی گئی

توجس وقت چھ مہینے گزرے زینب کو اپنی طلاق دے لینے کا اختیار تو ضرور حاصل ہوا مگر یہ اختیار اوسی جلسہ تک رہیگا اگر مجلس بدل لی یا کوئی فعل یا قول زینب سے ایسا صادر ہو جو اپنے آپ کو طلاق دینے سے اجنبی ہو تو وہ اختیار فوراً جاتا رہا اب چاہے سو بار اپنے نفس کو طلاق دے نہ ہوگی مثلاً جس وقت چھ مہینے گزرے زینب ایک جگہ بیٹھی تھی وہاں سے کھڑی ہوگئی یا کھڑی تھی چلنے لگی یا کھانا مانگا یا کنگھی کی یا کسی سے کوئی اجنبی بات اس معاملے کے علاوہ کہی اوس کے بعد اپنے آپ کو طلاق دی ہرگز نہ پڑے گی اور اگر اوسی جلسہ میں بغیر کسی ایسے قول و فعل اپنے آپ کو طلاق دے سب سے پہلے یہی بات کی تو بیشک طلاق ہوگئی فتاوی ہندیہ میں ہے التفویض المعلق بشرط اما ان یکون مطلقا عن الوقت واما ان یکون موقتا فان کان مطلقا بان قال اذا قدم فلان فامرك بیدك فقدم فلان فالامر بیدھا اذا علمت فی مجلسھا الذی قدم فیہ الخ اوسی میں ہے اذا قامت عن مجلسھا قبل ان تختار نفسھا وکذا اذا اشتغلت بعمل اخر یعلم انہ کان قاطعا لما قبلہ کما اذا دعت بطعام لتاکلہ او امتشطت او اغتسلت او اختضبت او جامعھا زوجھا او خاطبت رجلا بالبیع والشراء فھذا کلہ یبطل خیارھا کذا فی السراج الوھاج درمختار میں ہے والفلك لھا کالبیت وسیرھا دابتھا کسیرھا حتی لا یتبدل المجلس بجری الفلك ویتبدل بسیر الدابۃ الخ بالجملہ صورت مستفسرہ میں زینب پر طلاق ہونے کے لئے تین امور ضرور ایک یہ کہ وہ تفویض جانب زوج سے صحیح واقع ہوئی یعنی بعد نکاح یہ اختیار دیا ہو یا وقت نکاح اس طور پر کہ ابتدائے ایجاب عورت کی طرف سے ہو دوسرے یہ کہ بعد نکاح چھ مہینے بے نفقہ و خبرگیری گذرے ہوں تیسرے یہ کہ اون کے گزرتے ہی اوسی مجلس میں بے کسی اجنبی بات کے زینب نے اپنے آپ کو طلاق دے لی ہو ان تین امور سے اگر ایک بھی کم ہے دعوی طلاق محض غلط و باطل ہے اب اگر زید ان تینوں باتوں کے وجود کا مقر ہو تو آپ ہی طلاق ثابت ہو جائے گی اور اگر اون میں بعض کا منکر ہو تو امر اول و دوم میں زینب پر گواہ دینے ضرور ہیں شہادت شرعیہ سے ثابت کرے کہ شوہر نے اوسے تفویض طلاق بروجہ مقبول شرعی کی اور چھ مہینے بے نفقہ و خبرگیری گزر گئے اگر گواہان عادل شرعی اسے ثابت نہ کر سکے گی تو زید کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائیگا اور طلاق ثابت نہ ہوگی اور امر سوم میں اگر زید کو سرے سے بعد حصول شرط زوجہ کی جانب سے ایقاع طلاق صادر ہونے ہی کا انکار ہے جب بھی گواہ ذمہ زینب ہیں اور اگر ایقاع بھی زید کو تسلیم ہے تو گواہ دینا زید پر لازم ہے یعنی صحت تفویض و انقضائے ششماہی و ایقاع طلاق زید کو تسلیم یا گواہوں سے ثابت ہے اور تنقیح صرف اس بات کی باقی ہے کہ اوس مدت گزرنے پر زینب نے اوسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے لی یا بعد زینب کہتی ہے اوسی وقت میں نے طلاق دے لی تھی اور زید منکر ہے تو اس کا بار ثبوت زید پر ہے یہ گواہوں سے ثابت کرے کہ جس وقت چھ مہینے گزرے ہیں زینب بے طلاق دیے ہوئے کسی اور کام میں مشغول ہو گئی اگر ثابت کر دے گا طلاق نہ ہوگی ورنہ زینب کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائیگا
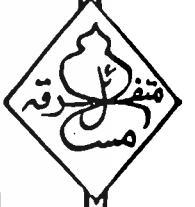
اور طلاق ثابت کردیں گے درمختار میں ہے قالت طلقت نفسی فی المجلس بلا تبدل وانکر فالقول لہا جعل امرھا بیدھا ان ضربہا بغیر جنایۃ فضربہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر وتقبل بینتہا علی الشرط المنفی کما سیجیئ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۷: از ملک بنگالہ ضلع سلہٹ مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب ۲۱ شعبان معظم ۱۳۲۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ عبدالکریم میاں مسماۃ ٹھگجنگ بی بی را بعقد نکاح خود آوردہ واز بطن مذکورہ دخترے تولد شد بعد ازاں عبدالکریم از کسے وجہ ناراضی بانوموصوفہ را طلاق بائن داد بی بی مذکور از مکان عبدالکریم بمکان دیگر رفت بعد ازاں عبدالکریم مسماۃ ماتون بی بی را نکاح کرد ونامہ بطور کابین بریں مضمون نوشتہ داد کہ بغیر تو ہیچ زن را خواہ ٹھگجنگ بی بی باشد یا زن دیگر در نکاح من نیارم اگر آرم وآں زن دیگر درباب جوکھٹ پائے دارد پس ترا اختیار طلاق ثلثہ است ہر وقتے کہ باید خود را از نکاح من خارج کردہ باشوہر دیگر نکاح توانی کرد اگر در آں وقت دعوی زوجیت بکنم خلاف شریعت وقانون انگریزی خواہد شد نوشتہ بدست ماتون بی بی داد وچند کس را از مجلس مسلمین گواہ کرد پس از چند روز عبدالکریم قول خود را خلاف نمودہ بانواول ٹھگجنگ بی بی را بمکان خود آورد بعد ازاں میان ہر دو زن جنگ وجدال شد ٹھگجنگ از شجاعت ودلیری خود ماتون بی بی را از مکان عبدالکریم بیروں کرد پس ماتون بی بی جبرًا روزے بمکان والد عبدالکریم ماندہ بروز دیگر سخنہائے کہ ضرۂ خود دیر روز شدہ بود بیان کردہ گفت کہ من بمطابق اقرار نامہ سہ طلاق خود را اختیار کردہ می روم وبمکان والدین رفت بعد ازاں عبدالکریم قول خود را خلاف اقرار نامہ کردہ دعوے زوجیت کرد پس ماتون بی بی بعد چہار ماہ بخوف جنگ وجدال شوہرے خود را ہفتاد روپیہ دادہ خلع کرد وعبدالکریم ماتون بی بی را سہ طلاق داد پس ماتون بی بی بعد یک روز بامرد دیگر نکاح خود کرد پس ایں نکاح جائز شد یا نہ بابراہین شرعیہ ودلائل قویہ باید نوشت۔ مخفی نماند کہ از سہ سال در بارۂ ایں مسئلہ اختلاف ست بینوا توجروا۔

الجواب: اگر عبدالکریم آں نامہ پیش از نکاح نوشت وآنچہ الفاظ ہمیں قدر بود کہ سائل ذکر نمود بزنے گرفتن ماتون شرطا بالتصریح مذکور نبود مثلاً کہ اگر ترا نکاح کنم وباز بر تو زنے دیگر بزنے گیرم واو بخانہ ام آید پس ترا اختیار سہ طلاق ست الخ پس دریں صورت آں نامہ لغو وباطل ست وبزنے گرفتن منکوحۂ اولٰی خواہ غیر او ماتون را ہیچ اختیار طلاق دادن خودش دست نداد وہمچناں زن عبدالکریم اوتا آنکہ خلع کرد وعبدالکریم سہ طلاق داد از یں وقت مطلقہ شد وعدت برو واجب آمد پیش از مرور عدت نکاحی کہ بامرد دیگر کرد ناجائز وباطل وزنا وحرام بود وباز ماندن فرض ست قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسہن ثلٰثۃ قروء در ردالمحتار ست لو قال لہا تزوجتک علی ان امرک بیدک فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح فی الملک او مضافا الیہ ولم یوجد واحد منہما بخلاف ما مر فان الامر صار بیدھا مقارنا
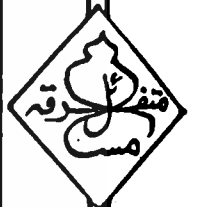
نصیر و تھا منکوحۃ اھ نعم واگر تحریر نامہ پس از نکاح ما نحن فیہ است تفویض طلاق سُبحٰنہ آنچناں کہ دراں نامہ گفتہ است صحیح شد و بوجہ قول عبدالکریم بہر وقتیکہ باید الخ تقیید بمجلس نماند فی الدر المختار من فصل المشیئۃ تقیدا بالمجلس لانہ تملیک الا اذا زاد متی شئت ونحوہ مما یفید عموم الوقت فتطلق مطلقا پس دریں تقدیر ان باز کہ طلاق خویش اختیار کرد از نکاح بیروں شد اگرچہ ایں معنی روزہ دوم رو نمود و ذلک لان قولہ بہر وقتیکہ باید الخ توضیح للتفویض المذکور فی قولہ پس ترا اختیار تام است کما ھو الظاہر المتبادر للفہم لا مستقلا من امثال المحاورات فہو کقولک امرک بیدک فی تفویض بنفسہ ولیس فیہ التنصیص علی تفویض الطلاق واحدۃ حتی ینافیہ اختیار الثلاث عند الامام انما ھو کلام مطلق یشتمل کل بینونۃ بواحد انت او باکثر فہو علی ھذا ایضا وان لم تبن الا بواحدۃ وعلی الاول بثلث قال فی ردالمحتار لا یقع شیئ فیما اذا امرھا بالواحدۃ فطلقت ثلثا بکلمۃ واحدۃ عند الامام اما لو قالت واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ وقعت واحدۃ اتفاقا لانہ لم یتعرض للعدد لفظا واللفظ صالح للعموم والخصوص وتمامہ فی البحر اگر ایں سخن ہمچناں راست ابا شد کہ سائل وا نمود یعنی در کلام عبدالکریم لفظ وہر وقتیکہ باید نیز زائد بود پس دریں حالت اگر پس آں طلاق ما نحن فیہ را سہ حیض کامل آمدہ ختم شدہ بود بعد آں نکاح با شخصے دیگر کرد جائز باشد ورنہ حرام و وقوع ایں معنی بعد چار ماہ از طلاق بلیں دلیل قطعی انقضائے عدت نیست زن بحال خود حاملہ است می تواند کہ گاہے در سہ سال نیز سہ حیض تمام نشود ایں ست حکم صورت مسئولہ اما فقیر می ترسم کہ ایں مسئلہ ہماں ست کہ در ۱۳۱۶ھ بارہا ازہمیں سلہٹ نزد فقیر آمدہ بود و سائل ایں بار نیز گفت کہ ایں فساد از سہ سال آنجا برپاست بار اول ۶ رجب ۱۳۱۶ھ بیانے کہ آمد ظاہرش آنست کہ ایں اقرار زید یعنی عبدالکریم پیش از نکاح ہندہ اعنی ما نحن فیہ بود و آنجا نیز تصریح اضافت بملک یا سبب ملک نیست و قطع نظر ازاں ۶ رجب و ۹ شوال و ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ در سوالات ہر سہ بار ہیچ ذکر ایں زیادت تازہ کہ ہر وقتیکہ باید نبود بلکہ در سوال اول لفظ ہندہ ہمیں قدر نوشتہ بود کہ اب میں مطابق اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہوں ایں گفت از خانہ بروں رفت جواب دادم کہ ایں الفاظ طلاق نبود بالفرض اگر طلاق باشد پیش آنہا بحضرہ خود جنگ و جدل سخنے فضول و اجنبی بود مجلس متبدل شد اختیار طلاق از دست رفت طلاق ازاں روز شد کہ خلع کرد ازیں روز تا سہ حیض در عدت واجب ست ورنہ نکاح حرام بریں جواب در سوال شوال نیز ہمیں از تقیید بمجلس سوال کرد جواب رفت در سوال ذی القعدہ فزود کہ ہندہ دعوی میکند کہ بمجرد آمدن منزہ بخانہ ہماں وقت نفس خودم را اختیار کردہ بودم و شوہر منکر اصل ایں معنی ست میگوید کہ ہندہ ہیچ نگفت و بدر رفت دریں صورت قول کراست جواب نوشتم زید راست بعد سہ سال چہارم بار ایں سوال آمد و در و لفظے زائد است کہ تقیید مجلس را از بیخ براندازد باید بایں معنی باخبر باید بود اگر ایں سوال متعلق بہمہ واقعہ است پس تبدیل کنندگان از خدا ترسند اگر بہ تعبیر اقوام حکمے دیگر پدید آید مرا چہ جواب دہند فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از خیرآباد محلہ میانسرائے مدرسہ عربیہ قدیم ضلع سیتاپور اودھ۔ مرسلہ سید فخرالحسن صاحب رضوی۔ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

مسمی زاہد علی ولد عابد علی کا عقد نکاح مسماۃ کریما بنت عبدالرشید کے ساتھ باقرار امر بالید منعقد ہوا حسب ذیل نکاحنامہ تحریر ہوا۔

نقل نکاحنامہ :- الحمد للّٰہ الذی فاصلا بین الحلال والحرام وواصلا بسلك النظام وحرم السفاح عصمۃ للعالم وحفظ النسل بنی اٰدم والصلوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ محمد سید الانام وعلٰی اٰلہ البررۃ الکرام واصحابہ العظام۔ امابعد میں سید زاہد علی ولد سید عابد علی ساکن بلدہ خیرآباد نے برضا و رغبت خود مسماۃ کریما دختر سید عبداللہ کو بعوض مہر معجل چار مثقال نقرہ جسکے ایک سو چھپن بروئے وزن روپیہ چہرہ دار رائج الوقت ہوتے ہیں اپنے عقد نکاح میں لایا اور مسماۃ کریما موصوفہ کو برضامندی خود بلااکراہ و اجبار احدے مضمون امرہا بیدہا پر مختار کردیا یعنی مسماۃ کریماً ممدوحہ جب چاہیں اپنی ذات کو میرے عقد نکاح سے خارج کرکے آزاد کرلیں مجھکو کبھی کسی طرح اپنے نکاح میں رہنے کا دعوٰی نہ ہوسکے گا کیونکہ بہ مضمون امرہا بیدہا اوسوقت قطعاً ویقیناً وہ میرے عقد سے خارج ہوجائینگی لہذا یہ تحریر لکھدی کہ وقت ضرورت کام آئے فقط۔ چونکہ قبل انعقاد نکاح کے مسمی زاہد علی کی بد اطواری خراب چلنی کی شکایت خارجاً مسموع ہوئی تھی جسکی بالاتفاق اکثر اہل برادری نے تکذیب کرکے نکاح کردینے پر سید عبداللہ کو مجبور کیا اور بالآخر سید عبداللہ نے بطریق مندرجہ بالا نکاح کردیا تھا اور بالآخر ہموں آتش درکاسہ سامنے آیا بمقتضائے خوئے بد در طبیعتے کہ نشست۔ زوجہ بوقت مرگ از دست۔ مسمی زاہد علی نے بعد چند روز کے وہی بدچلنی اختیار کی اور انجام کار کچہری سے سزایاب ہوگیا۔ مسماۃ کریما اگرچہ بوجہ شرم وغیرت خلقی کے کوفت وسوخت درونی کا کسی پر اظہار نہیں کرتی مگر تحلیل ہوتی جاتی ہے چونکہ کریما ہنوز نوعمر و نوجوان ہے سید عبداللہ و نیز دیگر اعزا کا خیال ہے کہ بشرط رضامندی مسماۃ کریما اوس سے طلاق مسنونہ دلاکر دوسری جگہ مناسب پر اوسکا نکاح کردیا جائے پس اس ضرورت سے ہدایت خواہ ہوں کہ ایسے الفاظ اردو کا کوئی فقرہ یا چند فقرات بتائے جائیں جنکو مسماۃ کریما اپنی زبان سے روبرو چند لوگوں کے ادا کرکے طلاق مسنونہ حاصل کرکے جس میں کوئی قباحت وسقم شرعی باقی نہ رہے اس طلاق مسنونہ حاصل کرنے کے متعلق جو طریقہ عمدہ ہو اور جو جو الفاظ اردو مناسب ہوں اوس سے مفصلاً و تصریحاً ہدایت فرمائی جاوے۔

الجواب :- اس تحریر میں امرہا بیدہا مختار کردیا نکاح سے خارج ہونا آزاد ہونا جتنے الفاظ ہیں سب کنایہ ہیں اور حالت حالت رضا ہے نہ غضب ہے نہ مذاکرہ طلاق اور حالت رضا میں جملہ الفاظ نیت زوج پر موقوف رہتے ہیں کریمن اپنے آپ کو ایک طلاق دے کہ میں نے بحکم اوس اختیار عام کے جو میرے شوہر نے مجھے دیا اپنے آپ کو شوہر کی طرف سے ایک طلاق دی اسپر زاہد علی سے دریافت کیا جائے کہ تونے جو وہ الفاظ لکھے اون میں طلاق کا اختیار دینے کی تیری نیت تھی یا نہیں اگر وہ اقرار کرے فبہا اور اگر انکار کرے تو اوسپر حلف

رکھا جائے اگر حلف کرے کہ میری نیت نہ تھی تو طلاق نہ ہوگی۔ اگر جھوٹا حلف کریگا وبال اوسپر ہے اور اگر حلف سے انکار کردیگا تو طلاق ہو جائیگی اور دونوں صورتوں میں بائن ہوگی۔ عورت نکاح سے نکل جائیگی اگر اب تک خلوت نہ ہوئی تھی تو ابھی ورنہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۹ :- از رامپور کوٹھی چڑیا خانہ مرسلہ حسین احمد صاحب دفعدار ۲۲ صفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ بنت زید کا عقد بکر کے ساتھ اس شرائط سے ہوا چنانچہ ایک اقرارنامہ بکر نے اوسیوقت بعد عقد مذکور کے لکھدیا کہ ۲ تولہ کی بالی طلائی، و ۴ ماشہ کی نتھنی اندر میعاد چھ ماہ کے بنوادونگا ورنہ طلاق ہے ہندہ میعاد مذکور پر اپنے باپ زید کے گھر چلی آئی اقرارنامہ پر عمر خالد وغیرہ رشتہ داران بکر کی گواہی اور بکر کے انگوٹھے کے نشان موجود ہیں پس اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں۔

الجواب :- اقرارنامہ کی نقل بھی ملاحظہ ہوئی اوس میں بھی یہی لفظ ہے کہ "ورنہ طلاق ہے" یہ بیان نہیں ہے کس کو طلاق ہے لہذا صورت مستفسرہ میں باعتبار ظاہر جبکہ اس نے چھ مہینے کے اندر یہ چیزیں بنواکر نہ دیں ایک طلاق رجعی سمجھی جائیگی کہ عدت کے اندر شوہر کو رجعت کا اختیار ہوگا لیکن اگر زید قسم کھاکر کہدے کہ اوس نے طلاق ہے سے ہندہ کو طلاق دینا مراد نہ لیا تھا تو اوسکی بات مان لی جائیگی اور اصلاً حکم طلاق نہ ہوگا اگر جھوٹی قسم کھائیگا وبال اوسپر رہیگا قال لہا لاتخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقہا ویحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول لہ (رد المحتار عن البزازیۃ) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۰ :- ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی ساس ہندہ کے یہاں رہتا تھا ہندہ نے اوس سے مکان خالی کرنے کو کہا اوس نے انکار کیا اوس نے اسکا اسباب پھینک دینا چاہا اوس نے کہا اگر میرا اسباب پھینکوگی تو میں تمھاری لڑکی کو طلاق دیدونگا اوسپر دو مرد اور ایک عورت تو یہ گواہی دیتے ہیں کہ زید نے ہمارے سامنے طلاق دیدی اور دو مرد کہتے ہیں اوس نے صرف یہ کہا کہ مال پھینکا تو طلاق دیدوں گا نہ اوس نے پھینکا نہ اس نے طلاق دی زید بھی طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اس صورت میں طلاق ثابت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- ان دو مردوں اور ایک عورت میں جو مدعی طلاق تھے ایک مرد کی نسبت معلوم ہوا کہ بے قید آدمی ہے یہانتک کہ نماز کا بھی پابند نہیں اور ایک مرد پہلے کہتا تھا اب وہ منکر ہے کہ میرے سامنے طلاق نہ دی میں سُنی سنائی کہتا تھا اور اوس عورت کی عدالت معلوم نہیں۔ اور ہو بھی تو ایک عورت کی گواہی سے ثبوت نہیں ہوتا اور زید نے ہمارے سامنے حلف شرعی کے ساتھ کہا کہ میں نے ہرگز طلاق نہ دی میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ مال پھینکوگی تو طلاق دیدونگا پس اس صورت میں طلاق ثابت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۱: از ضلع مظفر پور ڈاکخانہ رائے پور سب ڈویزن سیتا مڈھی مقام گوری دروازہ۔ سرفراز علیخاں۔
مرسلہ ایوب علی خاں صاحب۔ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

زوج زید نے عقب میں زوجہ ہندہ کے بمقابلہ بکر کے سوگند طلاق کھائی کہ ہم اپنے برادر خالہ سے کارزمینداری نہ کرائیں گے اگر کرائیں تو اُس کی زوجہ کو طلاق ہے بعد چندروز کے زید نے برادر موصوف سے کام مذکور کرایا اس صورت میں زوجہ ہندہ مطلقہ ہوگی یا نہیں۔ اور اگر ہوگی تو کون سے دلیل مطلقہ ہونے کی ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے اپنے کلام مجید فرقان حمید میں کسی جگہ ذکر اس قسم کی سوگند کا نہیں کیا۔ اگر بمجرد سوگند ہندہ مطلقہ ہوئی تو کون سے صورت نکاح قائم رہنے کی ہے۔ اور اس سوگند میں کفارہ ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب: صورت مستفسرہ میں زوجہ پر ایک طلاق پڑگئی۔ اسکی دلیل اجماع ائمہ دین ہے کہ جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اس شرط کے واقع ہوجانے سے واقع ہوجائے گی۔ فی الھدایۃ اذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأتہ ان دخلت الدار فانت طالق وھذا بالاتفاق بلکہ وہ آیہ کریمہ الطلاق مرتٰن وغیرہ سے ثابت ہے فان الاٰیات ذکرت الطلاق بالاطلاق فشمل المنجز والمعلق۔ اسے سوگند یعنی یمین کہنا ایک اصطلاح علمی ہے جس کا پتا آیہ کریمہ یاایھا النبی لم تحرم مااحل اللہ لک الٰی قولہ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہاں بھی تحریم حلال ہے اور آیت میں تحریم حلال ہی کو یمین فرمایا علی ما بینہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح قبیل باب الیمین فی الدخول والسکنی **اقول** وللعبد الضعیف ھھنا کلام ذکرتہ علی ھامشہ۔ بلکہ تعلیق طلاق پر حلف کا اطلاق حدیث میں بھی وارد ہے ابن عساکر حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ماحلف بالطلاق مومن ولا استحلف بہ الامنافق مگر اس سوگند میں کفارہ نہیں کفارہ اللہ عزوجل کی قسم میں ہے نہ بمجرد سوگند طلاق واقع ہو بلکہ بعد وقوع شرط واقع ہوگی۔ نکاح قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو طلاق رجعی کی سوگند ہے تو بعد وقوع شرط رجعت کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲: از ملک آسام ضلع جورہاٹ ڈاکخانہ کنگا بمقام سرائے۔ مرسلہ سید صفار الدین۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں سوال اوّل زید نے اپنے پہلے زوجہ ہندہ کے نکاح کے قبل وعدہ کیا تھا کہ اگر بلا اجازت اس زوجہ مسمی بہ ہندہ کے نکاح ثانی کروں تو زوجہ ثانی کو تین طلاق اس صورت میں کیا حکم ہے سوال دوم زید نے بروقت نکاح اپنی زوجہ ہندہ سے یہ شرط کی کہ اگر بلا اجازت تیرے نکاح ثانی کروں تو تجھکو تین طلاق سوال سوم زید نے قبل نکاح کے یہ شرط کی کہ میں اگر بلا اجازت اس منکوحہ کے نکاح ثانی کروں تو میرا نکاح باطل اس صورت میں کس بی بی کو طلاق ہوگی۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ جواب سوال اول اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مستفسرہ میں تعلیق صحیح ہوگئی لوجود الاضافۃ الی سبب الملك وھو النکاح ولا یضر کونہ قبل نکاح الاولی اذلیس المعلق طلاقہا حتی یحتاج الی ملکہا او الاضافۃ الیہ او الی سببہ بل طلاق الاخری وقد اضافہ الی نکاحہا درمختار میں ہے شرطہ الملك حقیقۃ کقولہ لقنہ او حکما کقولہ لمنکوحتہ او معتدتہ او الاضافۃ الی الملك کان ملکت عبدا او ملکتك او نکحتك اھ ملخصا درمختار میں ہے الاضافۃ الیہ بان یکون معلقا بالملك کما مثل کقولہ ان حررت زوجۃ لی او بسبب الملك کالنکاح اذا تزوج وکالشراء مگر قبل نکاح ہندہ اسکے لیے کچھ اثر نہیں کہ شرط وہ نکاح ہے جو نکاح ہندہ سے ثانی ہو پس اگر پیش از نکاح ہندہ کسی عورت سے بے اجازت ہندہ نکاح کریگا اوسے طلاق نہ ہوگی نہ بعد موت ہندہ اوسکا اثر باقی رہے گا کہ شرط اذن ہندہ ہے اور میت صالح اذن نہیں تو بعد موت ہندہ جس سے نکاح کریگا اسپر بھی طلاق نہ ہوگی کہ اب وہ تعلیق ہی نہ رہی فان امکان البر شرط بقاء الیمین ایضا عند الطرفین کما ھو شرط انعقادھا عندھما رضی اللہ تعالی عنہما فتح القدیر میں ہے اذا حلف لایعطیہ حتی یاذن فلان فمات فلان ثم اعطاہ لم یحنث اھ مثلہ فی رد المحتار عن البحر ہاں بقاء میں نکاح ہندہ کچھ شرط نہیں یہانتک کہ اگر ہندہ اسکے نکاح سے خارج ہوجائے اگرچہ طلاق مغلظہ سے تاہم جبتک وہ زندہ ہے اگر بے اوسکے اذن کے نکاح ثانی کریگا زوجہ ثانیہ پر تین طلاقیں پڑجائینگی فان المرأۃ لاحکم لہا علی البعل فحال الزوجیۃ وعدمہا سواء بخلاف الرجل فانہا محتاج شرعا الی اذنہ فی خروجہا وغیرہ من امور کثیرۃ مادامت الوصلۃ باقیۃ فاذن الرجل فی مثل قولہ لاتخرج الاباذنی ینصرف الی ذلك المعہود والثابت بالشرع ماہی ثمہ تحتاج الی اذنہا الا بالتعلیق ولم یفصل فیہ فینتظم اذنہا مادامت حیۃ وان زال النکاح رد المحتار باب الیمین فی الضرب والقتل میں ہے لو قال لامرأتہ کل امرأۃ اتزوجہا بغیر اذنك فطالق فطلق امرأتہ طلاقا بائنا او ثلثا ثم تزوج بغیر اذنہا طلقت لانہ لم یتقید یمینہ ببقاء النکاح لانہا انما تتقید بہ لوکانت المرأۃ تستفید ولایۃ الاذن والمنع بعقد النکاح اھ فتح ای بخلاف الزوج فانہ یستفید ولایۃ الاذن بالعقد وکذا رب الدین کما فی الذخیرۃ پس حاصل حکم یہ کہ اگر بعد نکاح ہندہ بحالت حیات ہندہ اگرچہ بعد طلاق ہندہ بے اذن ہندہ کسی عورت سے نکاح کریگا تو نکاح کرتے ہی فوراً وہ زوجہ ثانیہ تین طلاقوں سے مطلقہ ہوجائیگی مگر اس کا اثر صرف ایک بار ہوکر ختم ہوجائے گا یعنی اوسکے بعد اگر پھر اور نکاح بے اذن ہندہ کرے گا اگرچہ بعد حلالہ اسی زوجہ ثانیہ سے تو اب طلاق نہ ہوگی کہ تعلیق میں تعمیم نہ تھی کہ جتنے نکاح بے اذن کرے سب میں طلاق پڑے لہذا صرف ایکبار پر انتہا ہوکر آئندہ کچھ اثر نہ ڈالے گی فی التنویر تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرۃ الافی کلما واللہ تعالی اعلم

جواب سوال دوم اگر یہ شرط ایجاب وقبول سے پہلے کی اگرچہ اوسکے متصل بلافصل ہی ایجاب وقبول واقع ہوئے
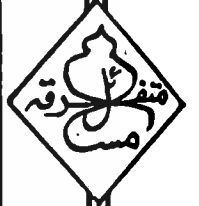
جب تو محض باطل وبے اثر ہے لعدام الملک والاضافۃ جمیعًا پس اگر سو نکاح بے اجازت ہندہ کریگا ہندہ پر طلاق نہ ہوگی اور اگر بعد ایجاب وقبول کی اگرچہ فورًا بلا تاخیر تو یقینًا صحیح ہوگئی لوقوعہا فی الملک اب جبتک ہندہ اسکے نکاح یا عدت طلاق غیر مغلظ میں بے اجازت ہندہ نکاح ثانی کرے گا ہندہ پر تین طلاقیں ہوجائینگی فی الدر المختار الصریح یلحق الصریح والبائن بشرط العدۃ الصریح مالایحتاج الی نیۃ بائنا کان الواقع بہ او رجعیا فتح فمنہ الطلاق الثلاث فیلحقہما اھ ملخصا ہاں اگر اس نکاح ثانی سے پہلے ہندہ کو طلاقیں ایک یا دو دی اور عدت گزرگئی اور اسی حالت میں کہ وہ اسکے نکاح سے باہر ہے بے اوسکی اجازت کے نکاح ثانی کیا تو ہندہ پر طلاق نہ ہوگی کہ اس حالت میں وہ طلاق کی محل ہی نہیں اور اس نکاح ثانی سے وہ تعلیق ختم ہوجائے گی یہانتک کہ اب اگر ہندہ سے پھر نکاح کرے اور اسکے بعد کتنے ہی نکاح بے اجازت ہندہ کرے تو ہندہ پر طلاق نہ ہوگی یوں ہی اگر ہندہ کو قبل از نکاح ثانی تین طلاقیں دیدیں تو اب کسی صورت میں نکاح ثانی بے اجازت ہندہ سے ہندہ پر طلاق نہ پڑیگی اگرچہ یہ نکاح اوسوقت کرے جبکہ ہندہ بعد حلالہ اسکے نکاح میں آچکی ہو لانتھاء التعلیق بتنجیز الثلاث ہدایہ میں ہے زوال الملک بعد الیمین لایبطلہ لبقاء محلہ بنفی الیمین ثم ان وجد الشرط فی ملکہ انحلت الیمین ووقع الطلاق وان وجد فی غیر الملک انحلت الیمین لوجود الشرط ولم یقع شیئ لانعدام المحلیۃ اھ ملخصا فتح میں ہے لو طلقہا فانقضت عدتہا بعد التعلیق بدخول الدار ثم تزوجہا فدخلت طلقت ولابد من تقیید عدم البطلان بما ازال الملک بمادون الثلاث اما اذا طلقہا ثلثا فزوجت بغیرہ ثم عادت فدخلت لاتطلق علی ماسیاتی اھ مختصرا قلت والاتی ہو قول الہدایۃ لو قال لہا ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا ثم قال انت طالق ثلثا فتزوجت غیرہ ودخل بہا ثم رجعت الی الاول فدخلت الدار لم یقع شیئ اور اگر زید نے یہ شرط نفس ایجاب وقبول میں کی تو اسکی دو صورتیں ہیں اگر پہلے زید نے کہا کہ میں تجھے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر تیری بے اجازت کے نکاح ثانی کروں تو تجھ پر تین طلاق ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا تو اسکا حکم مثل صورت اولیٰ ہے یعنی شرط محض باطل وبے اثر ہے کہ جبتک ہندہ نے قبول نہ کیا تھا وہ اسکی زوجہ نہوئی تھی تو اوسکی تعلیق پر بے حصول ملک یا اضافہ بہ ملک اسے کچھ اختیار نہ تھا اور اگر پہلے ہندہ نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر بے تیری اجازت الی آخرہا تو شرط صحیح ہوگئی اور وقوع طلاق کے وہی احکام ہونگے جو اوپر گذرے کہ جب کلام اول جانب ہندہ سے تھا تو یہ تعلیق بعد تحقق ایجاب وقبول وثبوت زوجیت متحقق ہوئی اور اسوقت اوسے اختیار کامل تھا خانیہ و خلاصہ وبزازیہ وعمادیہ وبحر ونہر وغیرہا میں ہے واللفظ للامام الاجل فقیہ النفس رجل تزوج امرأۃ علی انہا طالق او علی ان امرہا فی الطلاق بیدہا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الجامع انہ یجوز النکاح

والطلاق باطل ولایکون الامر بیدھا قال الفقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی ھذا اذا ابدء الزوج فقال تزوجتك علی انك طالق وان ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منك علی انی طالق فقال قبلت جاز النکاح ویقع الطلاق لان البداءۃ اذا کانت من الزوج کان الطلاق والتفویض قبل النکاح فلا یصح اما اذا کانت البداءۃ من قبل المرأۃ یصیر التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأۃ قبلت والجواب یتضمن اعادۃ ما فی السؤال صار کانہ قال قبلت علی انك طالق او علی ان یکون الامر بیدك فیصیر مفوضا بعد النکاح اھ باختصار **اقول** انت تعلم ان کلام المرأۃ لاعبرۃ بہا فی ھذا الباب انما جاءت الصحۃ من قبل تقدیرہ فی قبول الزوج لاجل ان السؤال معاد فی الجواب فاذا وقع فیہ تحقیقا کان اولی بالصحۃ کما یرشدك الیہ قولہ رحمہ اللہ تعالٰی قال قبلت علی انك طالق الخ وبما افاد فی الخانیۃ ظہر الفرق بین البداءتین کما اوضحناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار وان کان خفی علی العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی ردالمحتار میں ہے باب الرجعۃ لو قال لہا تزوجتك علی ان امرك بیدك فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح فی الملك او مضافا الیہ ولم یوجد واحد منہما بخلاف ما مر فان الامر صار بیدھا مقارنا لصیرورتہا منکوحۃ اھ نہر والحاصل ان الشرط صحیح اذا ابتدأت المرأۃ لا اذا ابتدأ الرجل ولکن الفرق خفی الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال سوم دوسری کو گراونھیں شرائط سے جو جواب اول میں گزریں کہ پہلا وہ نکاح جو بعد نکاح ہندہ بحیات ہندہ اگرچہ بعد افتراق ہندہ بے اجازت ہندہ کسی عورت سے کریگا اوس عورت کو طلاق ہوگی اصل یہ ہے کہ یہ لفظ کہ "تو میرا نکاح باطل" مجمل ومحتمل تھا کہ اس میں بیان نہ کیا کہ کون نکاح باطل اگر بعد نکاح ہندہ یہ الفاظ کہتا یا قبل نکاح یوں کہا ہوتا کہ اگر ہندہ سے نکاح کروں اور اوسکے بعد کسی عورت سے بے اوسکی اجازت کے نکاح ثانی کروں تو میرا نکاح باطل تو اوسے اختیار تھا کہ زوجہ اولٰی یا ثانیہ جسکی طرف چاہے پھیر دے کہ دونوں اس تعلیق تطلیق کی صالح تھیں الاولی لتحقق الملك وفی الاخری کالاخری فیہما لحصول للاضافۃ فتح القدیر پھر ہندیہ میں ہے لو قال لامرأۃ ان تزوجت علیك ما عشت فالطلاق علی واجب ثم تزوج علیہا تقع تطلیقۃ علی واحدۃ منہما یصرفہا الی ایتہما شاء اھ ملخصا یہاں کہ قبل نکاح ہندہ یہ لفظ کہا اور اوس میں نکاح ہندہ کی طرف وہ اضافت بھی نہیں جو یہاں کام دے یعنی تصریح الفاظ شرط کہ زن معینہ میں اسی کی حاجت ہے معنی شرط کافی نہیں کما فی الفتح وغیرہ قلت فی الدر یکفی معنی الشرط الا فی المعینۃ باسم او نسب او اشارۃ الخ غرض کہ صرف نکاح ثانیہ کی طرف اضافت اور صحت تعلیق کے لئے وجود ملک یا اضافت بملک لازم تو ہندہ اس تعلیق کی اصلا محل نہیں

لاجرم زوجہ ثانیہ متعین ہوگئی بالجملہ ہندہ اس تعلیق میں اجنبیہ محض ہے بخلاف ثانیہ تو اجنبیہ کی طرف پھیرنے کی کوئی راہ نہیں لما فیہ من اہمال الکلام وھو محترز عنہ مھما امکن اعمالہ پر تو ایسا ہوا جیسے اپنی عورت اور ایک اجنبیہ کو ملا کر کہا میں نے تم دونوں میں ایک کو طلاق دی خواہی نخواہی اوسکی عورت ہی پر طلاق پڑ گئی اجنبیہ کی طرف پھیرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا کہ اوسے طلاق دینا اسکے قابو میں نہ تھا فی الھندیۃ لوضم الی امرأتہ امرأۃ اجنبیۃ وقال احدٰکما طالق اوقال ھذہ طالق اوھذہ لاتطلق امرأتہ الا بالنیۃ لان الاجنبیۃ محل لذلک خبرا وان لم تکن محلالہ انشاءً وھذہ الصیغۃ بحقیقتھا اخبار ولو قال فی ھذہ الصورۃ طلقت احدٰکما طلقت امرأتہ من غیر نیۃ ذکرہ فی طلاق الاصل اھ وانت تعلم ان التعلیق انشاء التعلیق وان الاولی لیست محلالہ لترک الاضافۃ فوجب الصرف الی المحل لابقاء العمل وھذا اکلہ واضح جدا واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بعوض ہزار روپیہ کے نکاح کیا اور قبل نکاح درمیان نکاح کے یہ شرط کی کہ نصف مہر یعنی پانسو روپیہ اگر عندالطلب زوجہ ادا نہ کروں تو ہندہ پر تین طلاقیں ہیں پس نکاح کے بعد ہندہ مذکور نے روپیہ طلب کیا زید نے روپیہ مذکورہ اوسوقت ادا نہ کیا اور شرط مذکورہ ایجاب میں ہوا تھا اور ایجاب جانب عورت سے اور قبول جانب مرد سے اب اس صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہوگئیں فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے تزوج علی انھا طالق ذکر محمد رحمہ اللّٰہ تعالٰی انہ یجوز النکاح والطلاق باطل قال الفقیہ ابوالیث رحمہ اللّٰہ تعالٰی ھذا اذا بدأ الزوج فقال تزوجتك علی انك طالق وان ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منك علی انی طالق فقال قبلت جاز النکاح ویقع الطلاق الخ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۴:

از مدراس محلہ جگنڈی سیٹ مکہ مرسلہ مولوی عبدالرزاق صاحب ۲ محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص حنفی نے یمین مضاف کی ہو اسطرح پر کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو طلاق ہے وطلاق ہے وطلاق ہے آیا اس کو تقلید مذہب شافعی کی جائز ہے تاکہ وطی اس عورت کی بلاتردد ہوجائے کیونکہ عندالشافعی یمین مضاف میں طلاق نہیں واقع ہوتی کما فی الدرالمختار فی المجتبٰی عن محمد فی المضافۃ لایقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وھو قول الشافعی یا نہیں۔

الجواب: ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ یمین مضاف منعقد ہے اور ایسی صورت میں نکاح کرتے ہی فوراً طلاق بائن ہوجائے گی وہ روایت ضعیفہ کہ مجتبٰی میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے جس کا پانا

بیان کیا قطع نظر اس سے کہ زاہدی چنداں موثوق فی النقل نہیں وہ خود بھی اوسکے ضعف کا معترف الیسی روایات شاذہ ساقطہ پر فتوٰی دینا جائز نہیں ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نہ مفتی کو اس روایت پر افتا کی مجال نہ کسی کو اوسپر عمل حلال درمختار میں عبارت منقولۂ سائل کے بعد ہے ھذا یعلم ولا یفتی بہ ردالمحتار میں ہے فی البزازیۃ وعن الصدر اقول لایحل لاحد ان یفعل ذلک وقال الحلوانی یعلم ولا یفتی بہ لئلا یتطرق الجہال الی ھدم المذھب اھ بحر اوسی میں ہے فلیس للمفتی بالروایۃ الضعیفۃ وکونہا افتی بہا کثیر من ائمۃ خوارزم لاینفی ضعفہا ولذا تقدم عن الصدر انہ لایحل لاحد ان یفعل ذلک وکذا ما تقدم عن الحلوانی من انہ یعلم ولا یفتی بہ فلو ثبتت ھذہ الروایۃ عن محمد وکانت صحیحۃ لنبوا الحکم علیہا ولم یحتاجوا الی بنائہ علی مذھب الشافعی فہذا یدل علی انہا روایۃ شاذۃ کما یشیر الیہ کلام المجتبٰی المار پھر اگر مخلص چاہیے تو کچھ تقلید امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حاجت نہیں خود اپنے مذہب میں مخلص موجود ہے مثلاً صورت مستفسرہ میں اوس عورت سے نکاح کرے نکاح کرتے ہی طلاق پڑجائے گی اور از انجا کہ عورت غیر مدخولہ ہے اور اوسنے تین طلاقیں تفریق ذکر کی ہیں کہ طلاق ہے طلاق ہے وطلاق ہے لہذا ایک ہی واقع ہوگی فی الدرالمختار وان فرق بوصف اوخبر اوجمل بعطف اوغیرہ بانت بالاولٰی لا الی عدۃ ولذا لم تقع الثانیۃ بخلاف الموطوءۃ حیث یقع الکل پس اوسیوقت پھر اوس سے نکاح کرلے اب طلاق نہ پڑے گی کہ یمین ایک بار سے کھل گئی فی التنویر الفاظ الشرط ان واذا واذا ما وکل وکلما ومتی ومتی ما وفیہا تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرۃ الافی کلما فانہ ینحل بعد الثلاث مگر اتنا ہوگا کہ عورت پر صرف دو طلاقوں کا مالک رہیگا کہ ایک تو نکاح بیشیں میں پڑچکی اب اگر کبھی دو طلاقیں دیگا مغلظ ہوجائیگی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی ذی علم کے سامنے تذکرہ کرے کہ میں نے یوں حلف کرلیا ہے مجھے نکاح فضولی کی حاجت ہے یا کیا اچھا ہو تا کہ کوئی شخص بے میری توکیل کے بطور خود میرا نکاح اوس سے کردے تا ذی علم مذکور خود یا کسی اور سے کہکر عورت کا نکاح اس سے کردے جب اس شخص کو نکاح کی خبر پہونچے یہ زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ کوئی فعل ایسا کرے جس سے اوس نکاح موقوف کی اجازت ہوجائے مثلاً عورت کو مہر بھیجدے یا لوگوں کی مبارکباد قبول کرے کہ اس صورت میں نکاح ہوجائیگا اور طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی فی ردالمحتار عن البحر عن البزازیۃ ینبغی ان یجیئ الی عالم ویقول لہ ماحلف واحتیاجہ الی نکاح الفضولی فیزوجہ العالم امرأتہ ویجیز بالفعل فلایحنث وکذا اذا قال لجماعۃ لی حاجۃ الی نکاح الفضولی فزوجہ واحد منہم اما اذا قال لرجل اعقد لی عقد فضولی یکون توکیلا اھ۔

مسئلہ ۱۹۵: از سیتاپور ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ
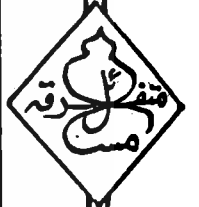
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زن وشو میں باہم نزاع لفظی واقع ہوا اوسپر شوہر نے کہا تو میری چیز کھائے تو

طلاق ہے شوہر کی مراد اوس سے نقصان نکاح کی ہرگز ہرگز نہیں ہے غصہ میں ایک مہمل لفظ زبان سے نکل گیا اب وجہ شوہر کی دی ہوئی کوئی چیز نہ لیتی ہے نہ کھاتی ہے نہ پہنتی ہے نہ قریب آتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھکو یہ خوف ہے کہ اگر میں کھاؤنگی تو مجھپر شرعی نقصان پڑجائے گا شوہر اس امر سے قطعی انکار کرتا ہے اوسکا بیان ہے کہ غصہ میں میرے منھ سے نکل گیا ہے ہرگز میری یہ مراد نہ تھی بقسم شرعی کہتا ہے یوم عقد سے گا ہے اوس نے ایسا لفظ بد مونھ سے نہیں نکالا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر الفاظ اسی قدر تھے جو مذکور ہوئے جن میں کچھ ذکر نہیں کہ کون طلاق ہے کسپر طلاق ہے اور ایسی حالت میں شوہر کا بقسم بیان کہ ان الفاظ سے میں نے طلاق زوجہ کی نیت نہ کی تو صورت مذکورہ میں بموجب روایات کثیرہ فتاوی قاضی خاں وفتاوی خلاصہ وفتاوی بزازیہ وفتاوی ہندیہ وفتاوی ذخیرہ ومحیط امام برہان الدین وقنیہ وبحرالرائق ودرمختار وغیرہا ان الفاظ سے نکاح پر کوئی اثر نہ اب ہے نہ آئندہ کسی چیز کے کھانے سے پیدا ہو اور بنظر دقیق احتیاط یہ کہ اگر الفاظ یہی تھے کہ میری چیز کھاوے الخ جب تو جو چیز دیجائے کھانے سے پہلے زوجہ کو شوہر ہبہ کردے کہ اب میری چیز کھانا صادق نہیں اور اگر لفظ وہ ہیں جو کرامت نامہ میں ارشاد ہوئی کہ اب اگر میری لائی ہوئی کھاوے الخ تو علاج یہ ہے کہ خود کوئی چیز نہ لائی جائے نوکر یا عزیز یا غیر اوروں سے منگوا کر دیجائے یہ احتیاط صرف کھانے میں ہے اسکے سوا پہننا بولنا قریب آنا جانا وغیرہا کسی فعل سے کوئی اثر ضرر نہیں اور ایکبار سہواً خواہ قصداً ایسا واقع ہوجائے کہ خلاف شرط کھانا عمل میں آئے تو الفاظ مذکورہ سے بنظر احتیاط بھی صرف ایک طلاق رجعی کا حکم ہوگا کہ عدت کے اندر فقط زبان سے اتنا کہدینا کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا کفایت کریگا اسکے بعد وہ شرط باطل ہوجائیگی جو چاہے اور جتنی بار چاہے شوہر کی چیز اوسکی لائی ہوئی کھائے ہرگز طلاق نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۶:۔ از بنگالہ موضع نواکھالی ڈاکخانہ بیگم گنج۔ مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب از رامپور ۶ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

بگرامی خدمت فیضدرجت مجمع الفضائل منبع الفواضل کاشف دقائق شرعیہ واقف حقائق عقلیہ ونقلیہ محی السنۃ النبویہ مروج الاحادیث المصطفویہ صاحب التحقیقات الرائقہ زبدۃ السعادات الفائقہ اعنی جنا بنا مولانا المولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب دام فضالہم۔ بعد ادائے تسلیمات فراواں وکورنشات بیکراں معروض آں خدمت عالیہ ہے جنابا حضور نے جو فتوائے طلاق معلق بالصلوٰۃ کی تحریر فرماکر ارسال فرمائے تھے بندہ گمگشتہ نے ملک کو بھیجدیا اور سب علمائے موافقین ومخالفین نے دیکھکر بہت خرسندیں حاصل کیں بلکہ سب علماء متفق ہوکر بسبب فرمان فتوائے موصوف کے زوج احمد سے زوجہ مغلظہ کو علیحدہ کیا تھا اور اسپر بہت دن گزر گئے مگر مولوی وجیہ اللہ جو دیوبند سے عنقریب تحصیل کرکے گھر گئے اوس نے زوج احمد کو کہا کہ تمہارا زوجہ مطلقہ مغلظہ نہیں ہوئی تم ہماری رائے پر چلو تو ہم فتوائے ہند کو مردود کریں گے چنانچہ احمد علی بھی بوجہ نفع اپنے کے اور بوجہ تعلیم اپنے قول سے منکر ہوگئے یعنی جو پہلے تعمیم کے منکر اور تخصیص کے راجع اب بعد چندیں مدت اپنی نیت

ظاہر کرتے ہیں کہ نیت ہمارا علی الابد کے لیے ہے اور مولوی وجیہ اللہ اسوقت کے نیت کے مطابق ایک فتوی بھی لکھا ہے وہی فتوی آپ کی خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں اور فتوی تحریر کرکے احمد علی کو مدعی بنا کر کچہری میں مقدمہ دائر کیے ہیں بعدہٗ اسکے فتوی اور آنحضور کی تحریر مبارک دونوں کچہری میں پیش ہوا اور مولوی وجیہ اللہ کو اور اس طرف کے علماؤں کو حاکم نے طلب کیے اور دونوں فتوی کے مطلب حاکم کو سمجھا دیے مگر مولوی وجیہ اللہ نے حضور کے فتوی پر اور مذہب کے قیل وقال ناشائستہ بیان کیا مگر حاکم کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں ہوا اور حاکم نے خود کہا کہ جناب مولٰنا شاہ احمد رضا خاں صاحب کو میں خوب جانتا ہوں اور ان کی حالت مجھے خوب معلوم ہے اور دیوبند کے علمائے لامذہب کو بھی معلوم ہے کہ میں ہند کی سیر کرنے والا ہوں۔ مولوی وجیہ اللہ نے کہا کہ صاحب زجراً اور تنبیہاً بغرض نصیحت طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی اور دلالت حال و یمین الفور کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے اگر تسلیم بھی کیا جاوے کہ طلاقیں مغلظ واقع ہوگئیں تاہم بوجہ رجعت کے اولین طلاق باطل بعد وجود و طلاق بلا شرط دیا ہے اسکے لیے رجعت جائز ہے اور دلیل بھی بیان کیا اسوجہ سے حاکم کے دل میں خدشہ پیدا ہوا حاکم نے اس طرف کے علماؤں کو فرمایا کہ آپ لوگ مولٰنا موصوف کے بیس دن کے اندر مولوی وجیہ اللہ کا رد جواب منگوائیے ورنہ یہ شبہ کس طرح دور ہوسکتا ہے اور حاکم نے بیس روز مقدمہ کا حکم موخر کردیے اکنوں دست بستہ ہوکر عرض کرتا ہوں کہ آپ از روئے مہربانی وشفقت گزاری کے پندرہ یا سولہ روز کے اندر جواب تحریر فرما دیجئے اور ہم لوگوں کو بحر غموم سے خلاص کر دیجئے ورنہ جمیع علما کی ہار ہے۔ ملک ہند کی بھی بدنامی کی بات ہے زیادہ کیا عرض کروں۔ عرض گزار خادم عبدالمجید عفا اللہ عنہٗ۔

نقل فتوائے مولوی وجیہ اللہ دیوبندی باشندۂ بنگالہ

سوال چہ می فرمایند علمائے دین رازداران شرع متین کہ در حاضران مجلس بحضور علما وغیرہم کہ احمد علی بزبان خود اقرار نمود کہ من دائماً زوجہ ام را برائے نماز خوانی تاکید وزجری کردہ بودم و برائے نماز خوانی چند قواعد نماز تعلیم ہم کردم لیکن بعد روز چندے بوقت مغرب مر زوجہ ام را گفتم کہ تو نماز بخواں زن مذکورہ ابا وانکار کرد وگفت کہ مرا فرصتے نیست ازیں وجہ گفتم کہ اگر تو نماز نگزاری بر تو دو طلاق معلق دادم کہ بزبان بنگالہ (دیلام) و در لغت اردو (دیا میں) استعمال کنند بعدہٗ زن مذکورہ نماز عشا نخواند وقضا ہم نہ نگزارد و نماز فجر بخواند بعد فجر رجعت ہم کرد و بعد سلے بلا شرط دو طلاق آں زوجہ مذکورہ را ایضاً ہم داد واحمد علی بمجلس مذکور بحضور علما وغیرہم نیت بوقت بیان تعمیم وتخصیص ہر دو منکر بود بل قرینہ برائے تخصیص راجع اما بعد شش ماہ بجہت تعلیم مخالفین و بوجہ نفع خود بگوید کہ نیتم برائے دائم وعلی الابد ست اکنوں از روئے شرع شریف اقرارش صحیح بود یا چہ وبگوید کہ زجراً وتنبیہاً برائے تعود للصلاۃ طلاق واقع نمی شود بلکہ معنی آں وعدہ طلاق شود و وعدۂ طلاق طلاق واقع نمی شود بگوید کہ قول زوج بخواں صیغۂ امر بر دلالت حال راجع لیکن فور ثابت نمی شود بلکہ فور راہیچ اعتبار نیست بر تقدیر تسلیم کہ طلاقین اولین بوجہ رجعت

باطل ست یک ہوالمعروف اکنوں بہرحال برائے زوج احمد علی رجعت صحیح است آیا حکمش فی الواقع ہمیں ست یا زوجہ احمد علی بہ سہ طلاق شدہ مغلظہ شد بینوا۔ بالتفصیل اندریں صورت کہ زوج احمد علی بزبان خود اقرار می کند کہ روزے بعد اداے نماز مغرب مر زوجۂ خودرا بسبب تارک الصلوٰۃ زجر و توبیخ کردکشاں کشاں تا آنکہ باعتدال طبیع و استقلال مزاج بطریق زجر و تنبیہ گفت کہ تو نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق و آن زن نیت نماز و سورہ بخوبی ندانستی غرض آنکہ زن عشا نخواند بوقت فجر وضو کردہ برائے گزاردن نماز فجر استاد شولیش نیت و سورۃ تعلیم کرد و دوے نماز خواند بعد دو سہ روز میانجی محلہ را طلبیدہ رجعت نمود و درصورت کذائیہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند یا چہ و بعد چند ماہ دو طلاق بلا شرط ایضا بر آں زوجۂ مذکورہ اش دادہ است آیا کہ اگر تسلیم کردہ شود کہ اول طلاقین واقع شد بر تقدیرش بوجہ رجعت اول طلاقین باطل شد یا چہ و اکنوں رجعت کردہ از زوجۂ مذکورہ استماع گرفتن رواست یا نہ بینوا

الجواب: البتہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند چہ دریں صورت مطلقہ طلاق واقع نشد نہ حاجت تجدید نکاح نہ رجعت ہم واحتیاطا امرے دیگر **قولہ** اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق۔ اولاً گوئیم کہ ایں قول تعلیق طلاق نیست بلکہ وعدۂ طلاق دادن ست زیرا کہ میان تو طلاق و طالق و ترا طلاق فرق ست در اول وصف زن ست و محمول بروے و در ثانی طلاق ایقاع زوج ست پس دریں قول فعل ایقاع زوج ضرور محذوف است در تنجیز معنی ترا طلاق ترا طلاق دادم ست و درصورت تعلیق یعنی اگر ایں کار کنی ترا طلاق معنی آں ترا طلاق خواہم دادہست چہ در تعلیق شرط و جزا ہر دو خود و جزا ہمیشہ مستقبل می شود ولو معنی۔ پس دریں مقام مطلب اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم دادہست و خواہم در فعل ایقاع محذوف است و پیدا است کہ اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم دادہست و خواہم در فعل ایقاع محذوف ست و پیدا است اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم داد وعدۂ طلاق دادن ست نہ تعلیق طلاق و از وعدۂ طلاق طلاق واقع نشود و ایں مطلب از خود نگرفتم بلکہ احمد علی خود میگوید کہ من بہ نیت طلاق دادن نگفتم بلکہ بطریق زجر و تہدید تنبیہا بغرض تعود للصلاۃ گفتم و طلاق دادن در دلم مطلقا مخطور نشد و ظاہر ست کہ وعدہ طلاق مفید ایں مدعاست و باغراض متکلم خوب چسپاں و تقتضائے قرینہ ہم ہمچنین ست ثانیاً گوئیم **قولہ** تو نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق تعلیق طلاق ست اگرچہ از مطلب متکلم فرسنگہا دور ست معنی آں ترا دو طلاق ہست باید دانست کہ در تعلیق طلاق معلق ہر سہ گونہ است و از ہر یک دو گونہ است جانب وجود و جانب عدم مجموعہ شش قسمت ست فعل الزوجین وجوداً وعدماً و فعل الغیر وجوداً وعدماً کما لا یخفی من شرح الوقایۃ دریں جا معلق بہ فعل عدمی زوجہ است یعنی نماز نخواندن و معنی التعلیق ربط حصول مضمون جملۃ ای الخبر ا بحصول مضمون جملۃ اخری ای الشرط فاذا وجد الشرط وجد المشروط وکذا اذا فات الشرط فات المشروط وھذا یعم الصورۃ الستۃ کلھا من غیر فراق پس ہرگاہ ایں قول تعلیق طلاق

مسلم نشت حالانکہ ایں قول مطلق ست مقید بوقت دون وقت نیست وغرض متکلم نیز معتاد للصلاۃ شدن زوجہ است دا نما
پس تخصیص نماز عشا نہ فجر وغیرہ از کجا آمد و قرینۂ یمین الفور ہم مفقود بل اعتبار نیست چہ قائل باعتدال مزاج واستقلال
طبع بغیر غضب بطریق نصیحت میگفت یمین الفور از کجا بر خاست تا ایں قول را مخصوص باقرب الاوقات للصلاۃ گردانند بلکہ ایں
تعلیق طلاق ست پس معلق طلاق ماند چہ قاعدۂ اصول ست المطلق یجری علی اطلاقہ والمقید یجری علی تقییدہ
ووجود صلاۃ مطلق صادق آید بسبب وجود صلاۃ ما یعنی یک صلاۃ بطریق فرد منتشر وعدم صلوۃ مطلق صادق آید بسبب
عدم جمیع افراد صلاۃ در مدت العمر وجود مطلق الصلوۃ متحقق شود بسبب تحقق وجود فرد ما ومنتفی بانتفائے فرد ما ھذا ھو الفرق
بین مطلق الشیء والشیء المطلق وہمین ست فرق میان موضوع مہملہ قدمائیہ وموضوع قضیہ طبعیہ ومطلق الشیء یعنی
مطلق الصلاۃ موضوع مہملۂ قدماست والشیء المطلق یعنی الصلاۃ المطلقۃ موضوع قضیہ طبعیہ است پس دریجا معلق بعدم الصلاۃ
المطلقۃ ست وآں بسبب عدم جمیع افراد نماز از زبان متکلم بالتعلیق تا قبیل موت متحقق شود وعدم صلاۃ مطلق منتفی زیرا کہ
زوجۂ احمد علی صرف دراں روز نماز نخواند ونماز فجر خواند معتود بالصلاۃ گشت وہویداست کہ انتفائے عدم صلاۃ مطلق عدم
عدم صلاۃ مطلق ست وعدم عدم صلاۃ مطلق وجود صلاۃ مطلق ست پس وجود صلاۃ مطلق متحقق وعدم صلاۃ مطلق معدوم
وفائت حالانکہ آں شرط معلق بہ بود وفوت شد فاذا فات الشرط فات المشروط وھو المدعا پس طلاق واقع نشد
آنکہ درسلک تحریر کشیدہ شد صرف گفتگو در نفس عبارت اقرار بود حالا اثبات مطلوب بادلہ فقہیہ میگویند در عالمگیریہ
جلد دوم ص۹۹ آورد والاصل ان الیمین متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیھما الی شرط البر
وعند فوات شرط البر یتعین الحنث در ما نحن شرط البر فائت نشد پس حنث متحقق نشود وایضا ہناک عسط ولو
قال ان لم تعطین ھذا الثوب ودخلت الدار لم یقع الطلاق حتی یجمع امران دخول الدار وعدم
الاعطاء وعدم الاعطاء انما یتحقق بموت احدھما او بھلاک الثوب وہمچنیں عدم الصلاۃ المطلقۃ قبیل موت
زن مذکورہ متحقق تواں شد قبل آں نے وایضا فیہ ص۱۰۶ رجل قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم رکعتین فانت
طالق فحاضت قبل ان تشرع فی الصلاۃ او بعد ما صلت رکعۃ حکی ان الشیخ الامام شمس الائمۃ
الحلوائی انہ کان یقول ان کان وقت الحلف الی وقت الحیض مقدار ما یمکنھا الا ان تصلی رکعتین
ینعقد الیمین عند الکل وتطلق دریں عبارت قید الیوم ورکعتین موجود ست ولہذا حکمش مغایر حکم ما نحن فیہ شد
فانترقا ولا تنکلوا وایضا فیہ ص۱۶۴ رجل ضرب رجلا ضربا وجیعا فقال المضروب اگر سزائے ایں ندہم
فامرأتہ کذا ونوی زمانا ولم یجاز قالوا ھذا لا یقع علی المجازاۃ الشرعیۃ من القصاص او الارش
والتعزیر ونحوہ وانما یکون علی الاساءۃ بای وجہ یکون فان نوی الفور فھو علی الفور وان لم
ینو یکون مطلقا کذا فی فتاوی قاضی خان ایں صورت مطابق صورت ما نحن فیہ ست فرق لفظی آنکہ سزائے

وے بحکم معلق بہ فعل عدمی زوج ست و درما نحن فیہ اگر نماز نخوانی معلق بہ فعل عدمی زوجہ است حکم ہر دو یکے ست
کما ہمچنیں حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق ای فی ای لفوریۃ علی الفور ان لم ینو یکون مطلقا لیکن احمد علی نیت فورنکردہ نہ
قرینہ فوریافتہ شود پس یمین مطلق باقی ماند فی شرح الوقایہ ص۲۰۳ انت کذا ان لم اطلقك یقع فی اٰخر عمرہ
زیرا کہ طلاق ندادن در آخر عمر صادق آید ورنہ ہر وقت احتمال طلاق ہست ہمچنیں نماز نخواندن در آخر عمر صادق آید
ورنہ نماز خواندن ہر وقت در مدۃ العمر محتمل ست وفی القہستانی ص۲۹۹ ویقع فی الاصح اٰخر العمر او قبیل
موتہ او موتہا وفی النوادر لا یقع بموتہا فی قولہ انت طالق وان لم اطلقك ہمچنیں آں اگر زن قبیل
موت نماز نخواند بروئے دو طلاق رجعی واقع شود و ما نحن فیہ چناں نیست بلکہ آں زن ازاں تاریخ تا ایندم
متعودہ گشت فی قاضیخان ص۲۲۱ ولو قال اذا طلقتك فانت طالق واذا لم اطلقك فانت طالق فلم
یطلق حتی مات طلقت ثنتین فی اٰخر جزء من اجزاء حیاتہ ایں ہم مثبوت مدعا ست ایضا فیہ
ص۲۲۹ رجل قال لامرأتہ ان لم اجامعك علی راس ہذا الرمح فانت طالق فما دام احیین
والرمح قائم لا یحنث وقبیل موت احدہما او بعد ضیاع رمح حانث شود کذا ما نحن فیہ واللہ تعالٰی اعلم اگر تسلیم کردہ شود کہ
طلاقین اولین واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقین اولین
باطل شوند وبعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنیں بعد رجعت اول طلاق
باطل ست کما فی الدر المختار لو طلقہا رجعیا فجعلہ بائنا او ثلثا وردالمحتار قولہ قبل الرجعۃ
لانہ بعدہا یبطل عمل الطلاق فیتعذر جعلہا بائنا او ثالثا ہکذا فی الطحطاوی ازیں عبارت
خوب واضح شد طلاقین اولیین بوجہ رجعت باطل ست اکنوں برائے طلاق بلا شرط رجعت صحیح است وہو المدعی
واللہ تعالٰی اعلم المستخرج محمد وجیہ اللہ

الجواب:- اللہم ہدایۃ الحق والصواب رب انی اعوذ بك من ہمزات الشیطٰن
واعوذ بك رب ان یحضرون درصورت مستفسرہ زن احمد علی از حبالہ نکاحش بدر رفت ونہ آنچناں کہ بمجرد
تجدید نکاح باز زن او تواں شد بلکہ تحلیل لازم ست وبے توسط شوہر دیگر حکم حرمت جازم قال اللہ تعالٰی
فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ حالا کہ احمد علی تعلیم کسے ادعائے ارادہ عموم
میکند یعنی آنکہ اگر تو در ہمہ عمر خودت ہیچگاہ ہیچ اول نماز نکردی و در مدت حیات یک نماز ہم ادا نہ کنی بر تو دو طلاق
باشد حیلہ ایست کاسدہ وبہانہ ایست بس فاسدہ کہ غیر طفلان بیخبر ہیچ عاقلے بجوئے نخرد مقصود وعظ و زجر
آن می باشد کہ پابند نماز شود وہمیں معنی درستفا ہم عرف کہ بنائے ایمان ست مفہوم شود نہ آنکہ در مدت العمر
یک سجدہ پسند ست اگر ترا بینم کہ ہر روزے واز دنیا رخت بردی وہیچ گاہ یک سجدہ للہ نکردی آنگاہ بدم وابیں

کہ خود از نکاح من بیروں می روی تجدد طلاق باشد این معنی کہ اصحوکہ بیش نیست نہ نہار نہ مراد قائلاں می باشد و نہ مفہوم اہل عرف
وزبان و خود احمد علی صباح آں شب بکار روائی عملی خود مراد خودش کہ آشکارا بود آشکارا تر نمود کہ چوں زن نماز عشا نگزارد بامداد
آں رجعت نمود اگر قصد آں بودے کہ حالا بآموزگاری دستاں سازاں دامی نماید طلاق برکہ بود و رجعت از چہ فرمود ازیں ہمہ واضحات
گزشتن و گزاشتن و بہر تحلیل فرج حرام نظر بر فریب و حیلہ گماشتن کار مسلمانی نیست و ہم ازینجا حیلہ قصد وعدہ از ہم پاشد
بل ہر حیلہ کہ فسوں سازے حالا تراشد عمل بامدادی احمد علی ہمہ را جان خراشد و قولہ ایں بیچارہ بعلم چہ داند فقیر سخن از آں در رد معلم
او می راند و ہمچناں ابطال طلاق بہ رجعت کہ ایں کلمۂ ملعونہ از زبانش ہماں تعلیم ضلال بعض ضلال بر آمد ولاحول ولاقوۃ
الا باللہ العلی العظیم حکم مسئلہ در فتوائے جلیلہ سابقہ ہرچہ تمامتر روشن شدہ است اینجا تسکیناً للھواجس و توھینا
للوساوس والدسائس حرفے چند نافع و سود مند در رد فتوائے دیوبند برنگاریم و امید توفیق از حضرت عزت عز و علا
داریم ایں طرفہ فتوی جامع الخطا والطغوی کہ اثر دیوبندیش از ہر سطرش ہویدا و جان و جہاں دیوبندیاں بر حرف حرفش شیدا
بملاحظہ آمد تو بادہ دیوبندیاں در تحلیل حرام خدا بہ تسویل نفس پر دغا چہ ستم اعجوبہا بکار برد کہ کہن مشتاقان دیوبند را نیز رونق بازار
برد تفصیل مفضی تطویل لہٰذا بر ما قل و کفی تعویل و حاشا روئے سخن نہ برہیچ ناشناسان فن بلکہ مقصود نصح عوام مومنان ست
تا مبادا باغوائے کسے حرام خدا را حلال پندارند و کلمات خطا و ضلال حتی کہ تکذیب صریح کلام ذی الجلال را سہل انگارند
والعیاذ باللہ العزیز الرحیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم عزیزان ھلہ ہشیار دمے شتاب دگی بندہ
شہسوار خامۂ برق بار را بجالش آمدن دہید بحولہ تعالٰی حالا حالی شود و بیان بہ عیاں رسد کہ بیچارہ از اثر دیوبندی چساں تکذیب
نص قطعی قرآن و خرق اجماع ائمہ مومناں علیہم الرضوان نمود و لطمع آنکہ مگر فرجے حرام را برائے دیگرے حلال نماید حیا در ملا
بروئے خودش کشود و بصدق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما یرویہ عنہ ابوہریرۃ رضی اللہ
تعالٰی عنہ عند البیہقی فی شعب الایمان من اسوء الناس منزلۃ من اذھب اٰخرتہ بدنیا غیرہ والعیاذ
باللہ رب العلمین ہمانا چیدہ چیدہ در تنبیہات عدیدہ مفیدہ بر چند خطایائے ایں فتوی نوجا ویدہ آگاہی دہم تا عاقلان
بے بند و غافلاں خبردار شوند و خاطیاں اگر توفیق یابند دگر رہ ہمچناں کورکورانہ نروند وباللہ التوفیق و وصول التحقیق

اوّل آنکہ خرق طلاق را بہ تبدیل صورت سوال رفو خواست سوال کہ اینجا آمدہ بود لفظش آں بود کہ "ایک شخص نے اپنی بی بی
کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھیگی تو دو طلاق ہے" و تعلیم سوال دیوبندی آنچناں ساخت کہ باعتدال طبع
و استقلال مزاج بطریق زجر و تنبیہ گفت کہ تو نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق بجائے تو دو طلاقہ۔ ترا دو طلاق نمود تا
بزعم باطل خودش اوراز تعلیق طلاق بر آمدہ وعدۂ طلاق نماید و بدنداں طمع گرہ از کار احمد علی کشاید و پیدا است کہ تبدیل
صورت بعد اطلاع بر حکم شرعی نمی باشد مگر از راہ مکر و خدع باز سائل ما کہ دوبارہ ایں سوال فرستاد نقاب از روئے دستاں
ایں ہوا پرستاں کشادہ کہ لفظ خاص احمد علی بزبان بنگالہ (دیلام) کہ صراحۃً بمعنی دادم ست نوشت و بساط اختراع وعدہ کیسر درنوشت

دوم فرقے کہ در تو طلاق و ترا طلاق از پیش خویش برآورد محض ایجاد بندہ است بیچارہ در انشائے تعلیق و تعلیق انشا فرق نمی داند مقصود و متفاہم عرف اول ست نہ ثانی و معنی استقبال خود لازم ہر جزا است چنانکہ در قولش اگر چناں کنی تو طلاق معنی آنست کہ مطلقہ شوی ہم بایں انشا نہ بانشائے جدید کہ آں وقت وعدہ ابدا لیش میدہید ہمچناں در قولش اگر چناں کنی ترا طلاق معنی ہمان ست کہ ترا طلاق شود ہمیں انشا نہ بانشائے موعود و طلاق آنچناں کہ صدوراً وصف مرد ست کہ ازو بمصدر مبنی للفاعل اسے مطلقیت بالکسر تعبیر کند ہمچناں وقوعاً صفت زن کہ ازو بمصدر مبنی للمفعول اعنی مطلقیت بالفتح نشان دہد پس مقدر خواہد شد بود نہ کہ خواہم داد اگر مجرد ملاحظہ آنکہ ایں صفت زن بے فعل شوے صورت نہ بندد مشعر فعل جدید موعود و مفید معنی وعدہ شود پس ایں خود در قول او اگر چناں شود تو طلاق نیز نقد وقت ست زیرا کہ از طلاق بمعنی رفع کہ فعل زوج ست او را نیز ناگزیر ست بلکہ ہیچ نقطے ازیں معنی بے نیاز نبود پس اگر ایں ملاحظہ موجب معنی وعدہ شدے ہمانا ہیچ تعلیق صورت نہ بستے مثلاً در تو طلاق نیز تواں گفت کہ معنی آنست کہ تو مطلقہ خواہی شد و مطلقہ نیست مگر آنکہ بروئے ایقاع طلاق نمودہ شود پس معنی آں شد کہ بر تو ایقاع طلاق کردہ خواہد شد و پیدا است کہ ایں وعدۂ طلاق نیست بالجملہ ایں وسوسہ و تفرقہ جہالتے بیش نیست **سوم** جناب مجتہد العصر باجتہاد خودش ایں فرق مدیع ابداع نمود وندید یا دید از چشم حق پوشید کہ در کتب مذہب تصریحاً جابجا لفظ ترا طلاق را تعلیق قرار دادہ اند نہ وعدہ در فتاوی خلاصہ و فتاوی عالمگیریہ فرمود اگر مرا نخواہی ترا طلاق فقالت می خواہم لا تطلق ھذا تعلیق با لارادۃ وانھا امر باطن لا یوقف علیہ فیتعلق بالاخبار در فتاوی قاضی خاں و خزانۃ المفتین وغیرہا فرمود اگر سہ ماہ رانیابم وده دینار نیارم ترا طلاق فجاء ولم یات بالدنانیر تطلق در فتاوی ظہیریہ و خزانہ امام سمعانی فرمود قال لھا اگر تو حرام کنی ترا سہ طلاق فابانھا ثم جامعھا فی العدۃ یحنث وتطلق ثلثا حالا مجتہد دیوبند بند از چشم کشادہ نظر فرماید کہ آں بالا خوابہائے وعد و تقدیر خواہم داد کجا شد **چہارم** احمد علی سادہ ہیں دستاں استادِ خود می گرد کہ ایں مطلب از خود نگر فتم بلکہ احمد علی میگوید حالانکہ معاملہ واژگونہ است بیچارہ احمد علی اگر ازیں کید عظیم آگہی داشتے صبحگاہ چرا تخم رجعت کاشتے **پنجم** باز کہ باعتراف حق گرائید سخنے نغود مبیہ دچاودیدن گرفت کہ معلق بر سہ گونہ ہست و قسم را قسمت دانستہ میگوید مجموعہ ششگش قسمت است حالانکہ ایں تقسیم ما در مسئلہ دائرہ دخلے اینجا و فرق حکم میان قسمے و قسمے نیست خودش می سراید ھذا یعم الصورۃ الستۃ کلھا من غیر فراق ہوشمند را ہا رسید نیست کہ چوں اینجا ہر قسم را حکم یکے ست ذکر ایں تقسیم از چہ رو در میان آمد جز اینکہ بیننده داند کہ جناب اجتہاد مآب را نگاہے بر شرح وقایہ ہم نظر افتادہ است و لو معہ علام الفہم **ششم** شان الہی نظارہ کردنی ست کہ خود در ضمن باطل نادانستہ سب بحق میکشاید و بانماز خطب بہ جدب می گراید مراد ازیں آں بود کہ ایں تعلیق را بہ ترک دائم نماز چساں نماید تا بوقوع صلاۃ ولو مرۃ زن را تحفظ از طلاق بدست آید از ہمیں رو منطق الطیر خود را خرج نمود در مطلب را کشاں کشاں بر آں منزل آورد کہ اگر از زن

اکد التحقیق

اسمہ علی یک نماز ہم پیش از مرگ واقع شد و طلاق نیست حالانکہ ایں جا خود می گوید من حیث لا یشعر راہ حق حق پوید کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلاۃ شدن زوجہ ست دائما سبحن اللہ ایں شتر گربگی بیں یا غرض متکلم آں بود کہ زوجہ دائما معتاد نماز شود یا آں شد کہ زن در مدۃ العمر یک سجدہ بجا آرد گو در سائر عمر خودش ہیچ روئے بقبلہ نیاز بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ **ہفتم** خود معترف شدہ کہ غرض متکلم دائما خوگر بودن زن بہ نماز ست میگوید پس تخصیص نماز عشا یا فجر وغیرہ از کجا آمد اجتہاد تا باما نیز ہمیں می گوئیم کہ غرض تعود دائم ست تخصیص ہیچ نماز نیست۔ ہر نمازیکہ عمداً بلا عذر شرعی ترک نمود طلاق شود عشا باشد یا فجر چوں وقت عشا گزشت و زن نماز گزاشت و ادا نکرد طلاقہ شدہ **ہشتم** با اعتراف آنکہ غرض متکلم تعود دائم ست ایں چانہ زنی کہ قرینہ یمین الفور ہم مفقود مگر از باب اجتہاد دیوبند خواہد بود ملیحا تا معنی معتاد صلاۃ شدن زوجہ دائما آں باشد کہ در ہمہ عمر جز یکبار ہیچ نماز ادا نہ کند ولا حول ولا قوۃ الا باللہ **نہم** تخصیص یمین الفور صورت غضب و بے اعتدالی طبع نیز از اجتہادات دیوبندیہ است کہ در کتب مذہب ازاں نشانے نیست در فتوائے جلیلہ سابقہ چند امثلہ اش از کتب معتمدہ مذکور است چشم مالیدہ آنجا بینند کہ غبار ایں تخصیص از دلش بنشیند در مثال چہارم فرمودہ اند حاکم حلف کرد اگر در شہر بد معاشے آید و ترا خبر نہ دہم زن طلاقہ باشد ایں نیز از باب یمین الفور ست اینجا کدام غضب و اشتعال طبع بود مگر جناب اجتہاد مآب از وجوہ تسمیہ یمین الفور یک وجہ را ملاحظہ فرمودہ گمان بردہ باشد کہ مشبہ و مشبہ بہ یکے ست و مناسبت تسمیہ لازم حقیقت شی ست وایں خود از اثر تعلیم دیوبندی دور نیست **دہم** ازیں جا تا قول او ہکذا اما نحن فیہ واللہ اعلم کہ دو ثلث تحریر او می شود اگر فتوائے جلیلہ سابقہ را بچشم عقل و فہم دیدن توانستے از بہمہ یا وہ سرائیہا معاف داشتے ایں معنی کہ ظاہر مفاد لغوی لفظ تعلیق طلاق بر عدم دائم نماز ست در فتوائے جلیلہ بالفاظ جزیلہ قلیلہ ادا شدہ بود باز تخصیص بالفرض بروجہے سمت ایضاح یافت کہ آفتاب حق بے حجاب سحاب تافت و خود ایں کس نادانستہ ایمان آورد کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلاۃ شدن زوجہ است دائما پس حق روشن شد و پردہ از جہالت دیوبندیہ برافتاد و دریں دو ثلث تحریر بے تحریر ہرچہ جاوید ہمہ لغو و ضائع رفت کہ حاجت التفات نماند کما لا یخفی علی کل عاقل فضلا عن فاضل ایں الفاظ مختصرہ فتوائے جلیلہ سابقہ را کہ فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہو جاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا بالتقریر طویل پریشانی انگیس باید سنجید[1] و باز تحقیق حق ناصح ناکہ مگر بحکم دلالت حال واجب ست کہ خاص قسم اول یعنی صلاۃ ملتزمہ مہریہ مراد ہو اور اس کا انتفا ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلا عذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہوا کہ جب عورت نے اس حلف کے بعد عشا نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں با اعتراف انگیس کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلاۃ شدن زوجہ است دائما باید دید تو خدائے تو ہیچ پردہ بر چہرۂ حق ماندہ است حاشا ثم حاشا بشرط آنکہ تعلیم دیوبندی عقل ترا دیوبندی یعنی بندی دیو نکردہ باشد یا **زدہم** مسکین بیچارہ کہ در مدرسۂ دیوبند گاہے الفاظ میر زاہد و ملا جلال را

[1] یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

ترجمہ شنیدہ باشد لشامت بخت منطقہ منطق بر رخت فقاہت دیوبندی لبت و مطلبے را کہ در فتوائے جلیلہ سابقہ باحسن طریقہ اصول الایضاح یافتہ بود باخس طرق معقول نامعقول خودش اثبات خواست و باآنکہ محققین ایں تدقیق ضائع عمدۃ المدققین سید زاہد مرحوم را بوجوہ کثیرہ رد فرمودہ اند بیچارہ دست نظر قاصر ازانہا کوتاہ داشتہ بر تقلید جامد سید زاہد بسند نمود و نداشت کہ موضوع قضیہ طبعیہ معروض کلیہ است و کلیت از معقولات ثانیہ پس قضیہ ذہنیہ باشد نہ خارجیہ و ذہنہا رایں مرتبہ از وجود خارجی لبے نشود نہ بوجود فردے واحد نہ بوجود جمیع افراد فی الخارج بلکہ وجود فردے فی الخارج مستلزم وجود انتزاعی ایں مرتبہ ہم نتواں شد فان المنتزع تابع للانتزاع فالمنتزع لم یوجد ولو وجد ما یصح الانتزاع منہ آیا نہ بینی کہ ایں مرتبہ بے لحاظ ماہیت مع الاطلاق ای فی العنوان دون المعنون صورت نہ بندد پس بے لحاظ لاحظ بمجرد وجود فرد فی الخارج چساں وجود ذہنی پذیرد **دوازدہم** مراد از وجود طبیعت موضوع طبعیہ وجود خارجی اوست یا وجود ذہنی اول را خود او شایاں نیست و دوم در گرد وجود فرد نبود کہ انتفاع افراد منتفی شود **سیزدہم** الشیئ المطلق کہ ملحوظ بلحاظ عموم و کلیت و اطلاق است احکام افراد باو ساری نشود پس چرا بوجود فرد موجود یا بانتفائے افراد منتفی شود **چہاردہم** اگر بفرض باطل طبعیہ را خارجیہ گیریم پس وجود طبیعت بوجود ہر یک از افراد متعاقبہ ہماں نحو وجودست کہ بوجود فرد اول عارض شود یا غیر آں ولو بالاعتبار اول باطل ست کہ تحصیل حاصل ست و علی الثانی چوں بوجود ہر فرد نحوے از وجود عارض شود بانتفائے آں فرد ہماں نحو وجود منتفی شود پس انتفا بانتفائے ہر فرد رو نماید و تفرقہ ایں حکم میان مطلق الشیئ والشیئ المطلق ضائع برآید **پانزدہم** ایرادات قاہرہ بریں تفرقہ بائرہ در کلمات زاہرہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ کن غرض ما لقدر ما یتعلق بالمقام این ست کہ احمد علی مرن خود را گفت اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق پس بالبداہتہ مقصود او نمازے ست کہ خواندن و گزاردن و ادا نمودن و در خارج برروئے کار آوردن را شایاں بود نہ نمازے کہ وجودش محض ذہنی و اعتباری باشد و قابلیت ایقاع و ادا اصلا ندارد پس محال ست انچہ گفتہ کہ مراد درینجا الصلاۃ مطلقۃ یعنی موضوع قضیہ طبعیہ است و بہ بطلانش بطلان ہمہ انچہ برو متفرع کردہ واضح شد فان فساد المعنی فساد البناء **شانزدہم** ہنگام تحقق شرط بر عدم حنث نہ خفائے داشت کہ محتاج بہ نقل بودے فاما مجتہد دیوبند بکمال سلیقہ خود را در جلوہ دادن خواست و عبارت عالمگیری الاصل ان الیمین متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیہما الی شرط البر کہ ازیں محل بعلاقہ بود بہ سند نمود مسکین اگر آں واسنحہ را در محل لائق او توانستی دید کاش ہم ازینجا بر فقرہ وعند فوات شرط البر یتعین الحنث کہ بہ تکلف متکلف بطور مفہوم مخالف با مقصود او موافق می تواں شد قناعت کردے تعلیق یمین بہ دو محل را دریں محل چہ مقام و محل **ہفدہم** آنکہ از عالمگیریہ مسئلہ ان لم تعطینی ھذا الثوب باز مسئلہ ان لم اطأك مع ھذہ المقنعۃ آورد مسکین درمیان ایں مسئلہ مسئلہ کہ ہمیں عالمگیری از محیط از فتاوائے امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ آوردہ از بے بصری نہ دید یا دید و از بے بصیرتی نہ فہمید یا فہمید و از راہ مغالطہ عوام قطع و برید گزید ببیں کہ درہمیں سطور عالمگیری چہ می فرماید فی فتاوی ابی اللیث رحمہ اللہ تعالٰی اذا اراد الرجل

آکد التحقیق

ان جامع امرأتہ فقال لھا ان لم تدخلی معی فی البیت فانت طالق فدخلت بعد ما سکنت شہوتہ، وقع الطلاق علیھا وان دخلت قبل ذلک لا تطلق کذا فی المحیط اینجا چرانہ گوید کہ محلوف علیہ عدم دخول مطلق ست ودخول مطلق موضوع قضیہ طبعیہ ست واو منتفی نشود مگر بانتفائے جمیع افراد دخول وایں نبود مگر بعدم دخول اصلا تا حصول موت احدہما پس چوں دخول گاہے متحقق نشود اگرچہ بعد دہ سال عدم دخول مطلق منتفی گردد وشرط حنث صورت نہ بندد

ہیجدہم باز از عالمگیریہ مسئلہ ان لم تصلی الیوم رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان تشرع فی الصلٰوۃ او بعد ما صلت رکعۃ آورد کہ اگر از وقت یمین تا آغاز حیض زمانے بود کہ دو رکعت را گنجائش داد مطلقہ شود وایں مسئلہ را بظاہر منافی مسئلہ دائرہ انگاشتہ سنگ تطبیق وتوفیق بر سر اجتہاد بر می دارد کہ دریں عبارت قید الیوم ورکعتین موجود ست لہذا حکمش مغایر ما نحن فیہ شد فافترقتا، لاتشکوا ونمی داند کہ دریں جہت اصلا نہ در مسائل افتراق نہ در حکم تغیر صلاۃ رکعتین فی الیوم نیز طبیعت کلیہ دارد والتفائے شئے بانتفائے جمیع افراد شود چوں روز گزشت وہیچ فرد از افراد صلاۃ دو رکعت دراں متحقق نہ شد شرط بر منتفی گشت وحنث رو نمود وتوہم آنکہ شوہر الیوم گفت وبجا آوری دو رکعت در مدۃ العمر ہیچ روزے از روزہائے عمر اینجا بستہ کند وہمیست کہ ہیچ غیر دیوبندی را عارض نتواں شد اگرچہ در غایت جہل وغباوت باشد حاجت رفعش گر بقیاس عقول عالیہ دیوبندیہ افتاد باز رکعتیں را موجب تفرقہ دانستن طرہ براں

نوزدہم باز بکمال دہوشی مسئلہ اکر سزائے وے تکلم فاھا أفتہ کذا آورد ما گر نیت فور کند بر فور باشد ورنہ مطلق وخود دلش گفت کہ ایں صورت مطابق ما نحن فیہ است واعتراف کرد کہ ہمچنیں حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق ان نوی الفور فھو علی الفور تا ایں جا نادانستہ بحق رجوع آورد وباز زخم نامندمل را چارہ کار ہماں مکابرہ وانکار جست لیکن احمد علی نیت فور نکردہ نہ قرینہ فور یافتہ شد سبحٰن اللہ قرینہ فور از کلام خودت پرس کہ خواہر زادۂ خالہ تو بالاچہ گفتہ است کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلاۃ شدن زوجہ است ودائما ونیت احمد علی ہم بامداد کار بامداد احمد علی دریاب کہ چوں زن نماز عشا نگزارد وصباح رجعت نمود اگر نیت فور نبودے رجعت از کدام راہ رو نمودے الحمد للہ کہ حق واضح ست فاما مکابرہ را چہ علاج

بستم باز از شرح وقایہ وقہستانی وقاضی خاں مسئلہ انت کذا ان لم اطلقک ومسئلہ ان لم اجامعک علی راس ھذا الرمح می آرد کہ تا آخر عمر وتا بقائے نیزہ مہلت دادہ اند وہماں مقدمۂ مسلمہ را کہ خود در فتوائے جلیلہ سابقہ بوضح وجوہ واحسن بیان باستناد عبارات ہدایہ وفتح القدیر رنگ ایضاح یافتہ بود بار بار ایضاح واضح می جوید وتحصیل حاصل می پوید واز نکتہ بدیعہ رفیعہ کہ بجو اہلے تلخیص الجامع الکبیر وشرح التلخیص للعلامۃ الفارسی وانتقاض الاعتراض وتنویر الابصار ودر مختار وفتح القدیر وشرنبلالیہ ورد المحتار والاشباہ والنظائر وتبیین الحقائق وغیرہا افادہ شدہ بود چشم می پوشد وبباطل می کوشد یارب تمرا ایں را چہ گفتہ آید ما دیدہ را دیدہ کشودن سہل ست آنکہ صد بار دیدہ ودیدہ بپوشید نہ دیدہ نادیدہ ساختہ اورا چارہ کدام۔ بارے گر در شرح وقایہ بلکہ خود وقایہ ایں مسئلہ

نمی‌دیدی که شرط للحنث فی ان خرجت وان ضربت فانت طالق لمریدة الخروج او ضرب عبد
فعلهما فورا و در قهستانی فیه اشارة الی ما تفرد ابو حنیفة رحمه اللہ فی استنباطه
من اتمام اقسام الیمین فان سلفه قسموها الی المؤبدة لفظا ومعنی والموقتة کذلك مثل لا
افعل کذا ولا افعله الیوم ثم زاد الامام تماما ما سمی بیمین الفور او یمین الحال مما هی المؤبدة لفظا والموقتة
معنی کما مر و در قاضی خان سکران ضرب امرأته فخرجت من داره فقال ان لم تعودی لی فانت طالق وکان ذلك
عند العصر فعادت الیه عند العشاء قالوا یحنث فی یمینه لان یمینه تقع علی الفور وان قال لم انو الفور
لا یصدق قضاء وفی المرأة اذا قامت لتخرج فقال الزوج ان خرجت فانت طالق فجلست
ثم خرجت بعد ذلك بساعة لا یحنث فی یمینه مگر این بیچارگان چه کنند که تعلیم بخدیت در قرآن و
حدیث نیز بمصداق افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کار میکنند ولا حول ولا قوة الا باللہ
العلی العظیم بست و یکم تا اینجا جهالات دیوبندیه بود ضلالات دیوبندیه جوش زد وبیباک بے ادراک کلمه
گفت که بدیاها نتوان سست که اگر تسلیم کرده شود که طلاقین اولین واقع شدند تاهم بوجه رجعت باطل الی قوله
اکنوں برائے طلاق بلا شرط رجعت صحیح ست انا للہ وانا الیه راجعون ۔ ع آدمیاں گم شدند ملک گرفت اجتهاد
تعلیم دیوبندی در پیش قرآن عظیم وحدیث کریم واجماع ائمه حدیث و قدیم همه را یکسر پس پشت انداخت وبزور زبان و
زور وبهتان بمصداق ارشاد حضور سید الاسیاد علیه وعلی اله الصلاة والسلام الی یوم القیام که یستحلون الخ شرمگاه
زناں را حلال خواهند گرفت فرج حرام را حلال ساخت قال اللہ تعالی عزوجل الطلاق مرتن
فامساك بمعروف او تسریح باحسان الی قوله تبارك وتعالی فان طلقها فلا تحل له من
بعد حتی تنکح زوجا غیره[1] یعنی طلاق که بعد وے اختیار رجعت است همیں تا دو بار ست که شوے را در
ماندن زن بخوبی[2] یا بنیکوئی اختیار ست پس اگر بعد اینها طلاق دگر دهد زن مر اورا حلال نبود تا با شوئے دگر همخوابه نشود
ائمۂ تفسیر وحدیث سبب نزول کریمه چناں آورده اند که پیش ازیں طلاق را عددے معدود و حدے محدود نبود هر قدر
بار شوے خواستے طلاقها دادے ورجعتها کردے و آنکه اضرار زن خواستے طلاقش دادے تا آنکه چوں عدتش بر سر
گزشتن آمدے رجعت کردے باز طلاق دادے باز در قرب انقضائے عدت رجعت نمودے وهمچناں کردے تا
آنگاه که دلش خواستے بیچاره زن بایں کار معلقه ماندے نه رائے رفتن نه روئے ماندن ۔ زنے ازیں معنی بحضور
بارگاه رسالت فریاد آورد و آنگاه آیۂ کریمه نزول فرمود وبعد سه طلاق اختیار رجعت نماند وکار زن بدست زن شد
امام بغوی در تفسیر معالم التنزیل فرمود قوله تعالی الطلاق مرتن روی عن عروة بن الزبیر رضی اللہ
تعالی عنهما قال کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصر ولا عدد وکان الرجل یطلق

[1] و [2] یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

امرأته فاذا قاربت انقضاء عدتها راجعها ثم طلقها کذلک ثم راجعها یقصد مضارتها فنزلت ھذہ الآیۃ الطلاق مرتن یعنی الطلاق الذی یملک الرجعۃ عقیبہ مرتان فاذا طلق ثلثا فلا تحل لہ الا بعد نکاح زوج اٰخر امام رازی در تفسیر کبیر فرمود المسئلۃ الاولٰی کان الرجل فی الجاھلیۃ یطلق امرأتہ ثم یراجعھا قبل ان تنقضی عدتھا ولو طلقھا الف مرۃ کانت القدرۃ علی المراجعۃ ثابتۃ لہ فجاءت امرأۃ الی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا فشکت ان زوجھا یطلقھا ویراجعھا یضارھا بذلک فذکرت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا ذلک لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنزل قولہ تعالٰی الطلاق مرتن در تفسیرات احمدیہ ست لما کان عدد الطلاق فی الجاھلیۃ غیر مستقر علی وتیرۃ واحدۃ حتی انہ لو طلقھا عشرۃ یمکنہ رجعتھا وکان یراجعھا وقت انقضاء العدۃ ثم یطلقھا ویراجعھا حتی ان جاءت امرأۃ الی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا تشکو من مراجعۃ زوجھا ثم تطلیقھا ثم وثم ھکذا فعرضت الی رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنزل قولہ تعالٰی الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنی ان الطلاق الرجعی الذی یتعلق بہ الرجعۃ مرتان ای اثنتان لا زائدتان فبعد ذلک امسکھا بمعروف او تسریح کذلک وھذا امر بصیغۃ الخبر کانہ قیل طلقوا الرجعی مرتین وھذا التوجیہ المذکور فی الحسینی والزاھدی والبیضاوی والتلویح وھو الموافق لمذھب الشافعی وابی حنیفۃ جمیعا ترمذی وابن مردویہ وحاکم بافادہ تصحیح وبیہقی در سنن از ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روایت کنند قالت کان الناس والرجل یطلق امرأتہ ماشاء اللہ ان یطلقھا وھی امرأتہ اذا ارتجعھا وھی فی العدۃ وان طلقھا مائۃ مرۃ او اکثر حتی قال رجل لامرأتہ واللہ لا اطلقک فتبینی ولا اٰویک ابدا قالت وکیف ذلک قال اطلقک فکلما ھمت عدتک ان تنقضی راجعتک فذھبت المرأۃ حتی دخلت علی عائشۃ فاخبرتھا فسکتت عائشۃ حتی جاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاخبرتہ فسکت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی نزل القراٰن الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسریح باحسان ونیز ابن مردویہ وبیہقی از ام المومنین روایت آرند قالت لم یکن للطلاق وقت یطلق امرأتہ ثم یراجعھا مالم تنقض العدۃ وکان بین رجل وبین اھلہ بعض ما یکون بین الناس فقال واللہ لاترکنک لا ایما ولا ذات زوج فجعل یطلقھا حتی اذا کادت العدۃ ان تنقضی راجعھا ففعل ذلک مرارا فانزل اللہ فیہ الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسریح باحسان فوقت لھم الطلاق ثلاثا یراجعھا فی الواحدۃ وفی الثنتین

ولیس فی الثالثۃ رجعۃ حتی تنکح زوجا غیرہ ابوداؤد ونسائی وبیہقی از **عبد اللہ بن عباس** رضی اللہ تعالی عنہما روایت دارند ان الرجل کان اذا طلق امرأتہ فھو احق برجعتھا وان طلقھا ثلاثا فنسخ ذلک فقال الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان اجلہ ائمہ مالک وشافعی وعبد بن حمید وترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم وبیہقی از **عروہ بن زبیر** رضی اللہ تعالی عنہما آرند قال کان الرجل اذا طلق امرأتہ ثم ارتجعھا قبل ان تنقضی عدتھا کان ذلک لہ وان طلقھا الف مرۃ فعمد رجل الی امرأتہ فطلقھا حتی اذا ما جاء وقت انقضاء عدتھا ارتجعھا ثم طلقھا ثم قال واللہ لا اٰویک الی ولا تحلین ابدا فانزل اللہ الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان مسلمانان دمے انصاف دہید تعلیم دیوبندی چساں مقصود شریعت وحکم آیت را برہم میزند وظلم وستم جاہلیت را از سر نو تازہ می کند اگر طلاق پیشین برجعت باطل شود وبعد او شوئے را از سر اختیار سہ طلاق بدست ماند چنانکہ ایں کس زعم نمود پس لاجرم ہماں آتش جاہلیت بکاسہ اندرست وانسداد ظلمے کہ خدائے خواست معاذ اللہ باطل وبے اثر۔ ہر کہ خواہد ہزار بار طلاق دہد وہر بار رجعت کند طلاقہائے دادہ نا دادہ شود واختیارات نامتناہیہ بدست شوہر بود ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با قرآن عظیم **بست ودوم** خاص جزئیہ مسئلہ کہ طلاق بعد رجعت باطل نشد ومحسوب ماند در صحیحین بخاری ومسلم وعامہ کتب اسلام مصرح ست عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما زوجہ خود را بحالت حیض طلاق داد وسید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم امر رجعت فرمودہ باوصف رجعت آں طلاق را محسوب داشت **فی صحیح البخاری** عن انس بن سیرین قال سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال طلق ابن عمر امرأتہ وھی حائض فذکر عمر رضی اللہ تعالی عنہ للنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال لیراجعھا قلت تحتسب قال فمہ **وعن** قتادۃ عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال مرہ فلیراجعھا قلت تحتسب قال أرأیتہ ان عجز واستحمق **وعن** سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال حسبت علی بتطلیقۃ **وفی صحیح مسلم** عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نحوہ وقال فی اٰخرہ قال عبید اللہ قلت لنافع ما صنعت التطلیقۃ قال واحدۃ اعتد بھا **وعن** سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہم عن ابیہ وفیہ کان عبد اللہ طلقھا تطلیقۃ فحسبت من طلاقھا وراجعھا عبد اللہ کما امرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم **وفی لفظ** اٰخر قال قال ابن عمر فراجعتھا وحسبت لھا التطلیقۃ التی طلقتھا **وعن** ابن سیرین عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما انہ امر ان یراجعھا

وعن انس بن سیرین قال قلت لابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قلت فاحتسبت علیہ قال فمہ اوان عجز واستحمق قال قلت فاعتددت بتلک التطلیقۃ التی طلقت وھی حائض قال مالی لا اعتدبھا وان کنت عجزت بلکہ عبدالحق اشبیلی در احکام وبیہقی در سنن از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کردند ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ھی واحدۃ اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با حدیث کریم **بست وسوم** قال اللہ تعالٰی فان طلقھا فلاتحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ در تفسیر جلالین ست فان طلقھا الزوج بعد الثنتین در جمل فرمود ای سواء کان قد راجعھا ام لا ایں حکم کہ اطلاق آیت مراد وتناول ست ہیچکس از علمائے امت را در وخلاف نیست کتب فقہ بلاخلاف مطلقا ثلاث را قبت حرمت غلیظہ گویند وزنہار در ہیچ کتابے بوئے ازیں وسوسہ نجسہ نیست کہ بعد رجعت طلاق اول در حساب نمی ماند وشوہر از سر سہ طلاق را مالک می شود عبارات ہزار در ہزار ہر بطلان ایں ضلالت شاہدست تنبیہ غافل وتعلیم جاہل را ہمیں مسئلہ دوادہ در کتب بسندست کہ در کنز الدقائق[1] وبحر الرائق[2] فرمودند (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ فی بطون فالولد الثانی والثالث رجعۃ) لوقوع الطلاق بالاول وتثبت الرجعۃ بالثانی والثالث ویقع بکل طلقۃ واخری فتحرم حرمۃ غلیظۃ در تبیین الحقائق[3] فرمود لانھا بولادۃ الاول وقع علیھا الطلاق ثم اذا جاءت بولد اٰخر من بطن اٰخر علم انہ من علوق حدث فتثبت بہ الرجعۃ وتقع طلقۃ اخری بولادتہ ثم اذا جاءت بالثالث تبین انہ کان راجعھا بوقوع الثانیۃ لما قلنا وتقع طلقۃ ثالثۃ بولادتہ فتحرم علیہ حرمۃ غلیظۃ اھ مختصرا در شرح مسکین[4] فرمود (فالولد الثانی یصیر بہ مراجعا فی الطلاق الاول (والثالث) یصیر فی الطلاق الثانی (رجعۃ) ویقع الطلاق الثالث بولادۃ الولد الثالث ولا سبیل الی الرجعۃ در تنویر الابصار[5] ودر مختار[6] فرمودند فی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ بطون تقع الثلاث والولد الثانی رجعۃ فی الطلاق الاول وتطلق بہ ثانیا کالولد الثالث فانہ رجعۃ فی الثانی وتطلق بہ ثلثا عملا بکلما در غرر[7] ودرر[8] فرمود لو قال (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ ببطون یقع) طلقات (ثلاث و) الولد (الثانی والثالث رجعۃ) در ملتقی الابحر[9] ومجمع الانہر[10] فرمودند (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ فی بطون فالثانی والثالث رجعۃ وتتم الطلقات (الثلث بولادۃ الثالث) فتحتاج الی زوج اٰخر در وقایہ[11] وشرح حش[12] فرمودند فی کلما ولدت فولدت ثلثۃ ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعۃ کالثالث ودر غایۃ البیان[13] وذخیرۃ العقبی[14] فرمودند اعلم انھا تطلق ثلثا ویثبت نسب الاولاد من الزوج وعلیھا العدۃ بثلث حیض بعد ولادۃ الولد الثالث در اصلاح[15] وایضاح[16] فرمودند فی کلما ولدت ولدت ثلثۃ ببطون یقع ثلث

والولد الثانی رجعۃ کالثلاث امام اجل صدر شہید در شرح جامع صغیر امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمود لما ولدت الولد الثالث صار مراجعا ایضا بالوطئ بعد الطلاق ووقع اخر بالولادۃ ولا رجعۃ بعد ذلک لانہ تم الثلاث در خزانۃ المفتین برمز اختیار شرح مختار فرمود یقع ثلاث والولد الثانی رجعۃ کالثالث اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با ائمہ امت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم **بست وچہارم** از غایت غباوت وغوابت اوست قول او حیانکہ

بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقین اولین باطل شوند وبعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد

آں در حساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنیں بعد رجعت اول طلاق باطل است آفریں باد چہ خوش اصوات خارجہ از سوراخ فم اوست کہ دہن از آواز پُر و ذہن از معنی تہی وبیچارہ چہ کند کہ ہنوز ازیں نوع رساں منصۂ دیوبندیت را با مطلب ومعنی جہت نکردہ اند۔ کدام دو طلاق پیشین ست کہ بطلاق بائن بعد تجدید نکاح باطل می شود وچوں طلاق قبل تجدید نکاح نزد تو خود در حساب نیست بطلانش برطلاق بائن بعد تجدید چہ موقوف باشد۔ واگر از کسے شنیدہ است کہ بائن بہ بائن لاحق نشود ایں خود عام نیست باز عدم لحوق بطلان اول را چرا موجب شد باز بنائش حمل بر اخبار ست در رجعی بعد رجعت اورا چہ کار ست باز اگر باشد بطلان یکے باشد نہ ہر دو وبقطع نظر از جملہ وجوہ امر جامع میان رجعت بعد رجعی وطلاق بائن بعد تجدید نکاح بعد بائن چیست مگر آنکہ بدعقلی وکج فہمی لائق بجدیت وتعلیم دیوبندی است **بست وپنجم** از استنادش بمسئلہ درمختار طلقہا رجعیا فجعلہ بائنا او ثلاثا مع عبارت رد المحتار وطحطاوی لانہ بعدھا یبطل عمل الطلاق چہ جائے شکوے کہ ہیچ مدہوشاں وبیہوشاں در بطلان طلاق وبطلان عمل اگر فرق نکنند سزائے ایشاں فاما ہر مسلم عاقل را مسلم ومعقول ست کہ برجعت عمل طلاق مرتفع می شود نہ آنکہ طلاق کردہ ناکردہ گردد واز صفحۂ واقع ارتفاع بزیرد۔ مسئلہ را بنہایت ایضاح اتضاح دادہ ایم بیش ازیں اطالت درکار نیست **بالجملہ** حکم ہماں ست کہ زن احمد علی سہ طلاقہ شد وبے تحلیل بہ تحلیل مجتہدان دیوبندی حلال نشود بلکہ ایناں کہ بدعت زائغہ بطلان طلاقہائے پیشین برجعت پسیں در شرع ودین نہادند الحق کہ تحلیل حرام قطعی لب کشادند او برحکم فقہی کفرے ست حتمی۔ زن احمد علی بتحلیل ایناں حلال نشد مگر ترسند کہ ہما زنان ایناں بحکم فقہ بر اناں حرام شدند ہیچوکساں را باید کہ بتجدید اسلام ونکاح پردازند وحرام خدا را برائے حطام دنیا حلال نسازند وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶: ازجام جودھ ملک کاٹھیاواڑ جماعت اہلسنت وجماعت۔ مرسلہ آدم بن احمد صاحب ۱۱ رشعبان ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک چھوٹی سی بستی میں ایک عالم مدت دس

پندرہ سال سے وعظ بیان کیا کرتا تھا ہمیشہ چند لوگ اس عالم کی گلہ وغیبت کیا کرتے تھے اتفاقاً کیروز ناٹک والے لوگوں کی فاسق کمپنی آئی اور چند مسلمان اس چھوٹی لبستی کے اس تماشے میں داخل ہوئے اور اس اثنا میں یک سید کے مکان پر وعظ کی محفل منعقد ہوا چند لوگ ناٹک کے تماشہ گر بھی اس محفل میں شریک تھے واعظ صاحب کی نظر جب اون فاسقوں پر پڑی تو وعظ میں بہت لعن طعن کیے فجر کو فاسقوں منافقوں نے غل مچائے فساد و دنگا کرنے کی باتیں کیے یک شخص نے اون لوگوں کی طرف سے ان کو کہا کہ تم نے رات کو جو وعظ کیا سو چند آدمی آپ سے البتہ فساد کریں گے اور آپ کو فقط نماز روزہ کے وعظ کرنا چاہیئے ورنہ ہمیشہ فساد ہوا کریگا کبھی دنگہ اس کام سے نہ میگی پس واعظ کو غصہ آیا تو یہ لفظ عین غضب میں موںھ سے نکالا کہ جو کوئی اس لبستی میں وعظ کرے اوسکی جورو پر طلاق ہے جو کوئی اس لبستی میں وعظ کرے خود کی نیت کیا تھا لیکن تین یا دو کے لفظ موںھ سے نہ نکلا اور تین کی نیت نہ تھا اور وہ مسلمان لوگ سب مل کر واعظ کے پاس عاجزی سے کہتے ہیں کہ تم وعظ کرو پس واعظ کہتا ہے کہ اگر میں وعظ کروں تو میرا زوجہ مطلقہ ہوتی ہے میں ہرگز وعظ نہ کروں گا پس یہ الفاظ سے طلاق واقع ہوتے ہیں کہ نہیں اور کونسا طلاق بائن یا کیا اور وعظ وہ کرے کہ نہیں اور جب وعظ کرے تو بائن واقع ہونے سے کیا کرے اور اگر اور قسم کی طلاق واقع ہوتی ہے اونکا بھی خلاصہ لکھنا کل مسلمان اہلسنت وجماعت آپ کے جواب کے منتظر ہیں یہ الفاظ میں اگر نیت ثلاثہ کا کیا ہو تو کیا ثلاثہ واقع ہونگی کہ نہیں والسلام

الجواب:- واعظ کو نہ چاہیے تھا کہ طلاق کی قسم کھاتا کہ شرعاً سخت ناپسندیدہ ہے یہانتک کہ حدیث میں آیا ماحلف بالطلاق مومن وما استحلف بہ الامنافق رواہ ابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب کہ کہہ چکا ضرور وہاں وعظ کہنے سے عورت پر ایک طلاق رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر رجعت کر لینے سے بدستور وہ اوسکی زوجہ رہیگی۔ درمختار میں ہے جماعۃ یتحدثون فی مجلس فقال رجل منہم من تکلم بعد ھذا فامرأتہ طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأتہ لان کلمۃ من للتعمیم والحالف لایخرج نفسہ عن الیمین فیحنث ہاں اگر اس قول میں تین طلاقوں کی نیت کی تھی تو تین پڑیں گی اور عورت بے حلالہ نکاح میں نہ آسکے گی درمختار میں ہے فی انت طالق یقع واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئا اونوی واحدۃ اواثنین لانہ صریح مصدر لایحتمل العدد فان نوی ثلثا فثلث لانہ فرد حکمی رہا یہ کہ اب وہاں وعظ کرے یا نہیں اگر وہ وعظ اللہ عزوجل کے لیے کرتا ہے اور طلب مال یا اپنی شہرت و ریاست مقصود نہیں اور اوسکا وعظ مطابق شرع ہے اتنا علم دین کافی ووافی رکھتا ہے جس سے اوسے وعظ کی اجازت ہو جب تو ظاہر ہے کہ ایسے بندۂ خدا ہادی راہ ہدیٰ کا وعظ کہنا ہی اوسکے اور اون مسلمانوں کے سب کے حق میں بہتر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منہا فلیات

الذی ہو خیر ولیکفر عن یمینہ جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اوس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے لے رواہ الائمۃ احمد و مسلم و الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات کم ہے مثلاً علم دین کافی نہیں یا کسی غرض فاسد یا عقیدۂ فاسدہ کے باعث وعظ خلاف شرع کہے جب تو ظاہر کہ اوسکا وعظ اوسکے اور مسلمانوں سب کے حق میں بُرا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوء مقعدہ من النار رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ اور اگر مال یا شہرت مقصود ہے تو اگرچہ مسلمانوں کے لیے اوس کا وعظ مفید ہو خود اوسکے حق میں سخت مضر ہے علما فرماتے ہیں ایسی اغراض کے لیے وعظ ضلالت اور یہود و نصارٰی کی سنت ہے۔ درمختار میں ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیھود والنصارٰی صورت ثانیہ میں اوسے وعظ کی اجازت ہی نہیں نہ کہ ایسی حالت میں کہ اوسکے سبب عورت پر طلاق ہوگی اور طلاق اللہ عزوجل کو بلاوجہ شرعی سخت ناپسند ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ابغض الحلال الی اللہ الطلاق رواہ ابوداود وابن ماجۃ والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وفی لفظ للحاکم بسند صحیح عنہ موصولا ولابی داؤد عن محارب بن دثار مرسلا ما احل اللہ شیئا ابغض الیہ من الطلاق اور اگر صورت صورت اولٰی ہے جس میں وعظ کہنا اُسکے حق میں بہتر ہے تو وعظ کہے اور عورت کو رجعت کرلے اور اگر تین طلاق کی نیت کی تھی تو اگر چاہے تو یہ حیلہ ممکن ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے جب عدت گزر جائے اور عورت نکاح سے نکل جائے اوسوقت وعظ کہے پھر عورت سے نکاح کرلے اور وعظ کہتا رہے طلاق نہ پڑیگی لانہ لما ابانھا وانقضت العدۃ لم تبق محلا للطلاق فاذا حنث بعدہ نزل الجزاء المعلق ولم یصادف محلا فمضی ھملا وقد انتھی الیمین لعدم مایدل علی التکرار فاذا تزوجھا بعد الوعظ لم یحنث درمختار میں ہے تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملک طلقت والا لا فحیلۃ من علق الثلاث بدخول الدار ان یطلقھا واحدۃ ثم بعد العدۃ تدخلھا فتنحل الیمین مگر یہ صورت وقت سے خالی نہیں بعد انقضائے عدت خود مختار ہوجائے گی اور اگر وہ اس سے نکاح نہ کرے تو اسے اوس پر جبر کا کوئی اختیار نہیں۔ یہ ہیں یہ سب صورتیں اوس تقدیر پر ہیں کہ اس سے پہلے کبھی اوس عورت کو دو طلاقیں مجموع خواہ متفرق نہ دے چکا ہو ورنہ وعظ کہتے ہی یا قبل وعظ ایک طلاق دیتے ہی فوراً تین طلاقیں ہوجائیں گی اور اب سوا حلالہ کے کوئی علاج نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از ریاست رامپور محلہ باجوڑی ٹولہ متصل زیارت حافظ جمال اللہ صاحب۔ مرسلہ محمد ضمیر خاں صاحب۔ ۵ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر سے اوسکی بیوی نے طلاق طلب کی۔ عمرو نے یہ کہا کہ تو مہر بخشدے تو تین طلاق دونگا۔ عورت نے یہ کہا اگر تم مجھے طلاق دیدو تو میں نے مہر بخشدیا۔ عورت نے تین مرتبہ یہ کہا کہ اگر میرا شوہر مجھے طلاق دے تو میں نے مہر بخشدیا۔ پھر عمرو نے دو مرتبہ یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ اس واقعہ کو قریب ایک ہفتہ کے ہوا اور یہ واقعہ درمیان شوہر اور بیوی کے غصہ کی حالت میں ہوا آیا طلاق ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر عورت مدخولہ ہے دو طلاقیں ہوگئیں۔ مگر جب تک عدت نہ گزرے رجعت کرسکتا ہے مثلاً زبان سے کہدے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وہ بدستور اوسکی زوجہ رہیگی۔ اگر اس سے پہلے کبھی کوئی طلاق نہ دے چکا ہو۔ اور اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق بائن پڑی اور عورت نکاح سے نکل گئی۔ مگر اوس کی رضا کے ساتھ عدت میں خواہ عدت کے بعد اوس سے نکاح کرسکتا ہے۔ رہا مہر وہ کسی حالت میں ساقط نہ ہوا بدستور باقی ہے۔ بزازیہ کتاب البیوع میں ہے تعلیق الھبۃ بان باطل۔ اشباہ میں ہے تعلیق التملیکات بالشرط باطل کالبیع والشراء والھبۃ والابراء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:۔ از بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاکخانہ بیگم گنج مرسلہ مولوی عبد المجید صاحب شنوپوری ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھیگی تو دو طلاق ہے بعدہ وہ بی بی عشا کی نماز نہیں پڑھی فجر سے لیکر نماز شروع کی اور وہ شخص بعد فجر کے رجعت بھی کرلیا ہے پھر چند برس کے بعد وہ شخص اور دو طلاق بلا شرط دیا اب یہ شخص کا رجعت کرنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ دو طلاق سابق اور یہ دو طلاق مجموعہ چار طلاق ہوئی اب سہ طلاق ہوکر محرمہ ابدی ہوئی یا نہ اور سابق دو طلاق کو جب نماز پر شرط کیا اور نماز بھی نہ پڑھی یعنی عشا کی تو طلاق ہوگی یا نہ بینوا مع الدلیل۔ بعض عالم کہتے ہیں اول جو طلاق نماز پر شرط کیا تھا نہیں واقع ہوگی کیونکہ قول زوج کا اگر نماز نہ پڑھیگی مستقبل کی طرف اشارہ ہے اور مستقبل تا حیات کے لیے ہوتا ہے اور ثانی جو دو طلاق بلا شرط ابھی دیا ہے اوسکے لیے رجعت جائز ہے اور دوسرے طرف کے علماء کہتے ہیں اب رجعت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سہ طلاق ہوکر مغلظ ہوگئی ہے اسوجہ سے کہ اول جو دو طلاق شرط نماز پر کیا تھا تا حیات پر موقوف نہیں ہے کیونکہ زوج کی مقصود اور نیت یہ ہے کہ زوجہ کبھی نماز نہ چھوڑے اور تاکید حکم شرع پر کرتا ہے اگر ایک وقت نماز چھوڑیگی تو وہ امر صادق آویگی اور زید کے بعض عالموں کہتے ہیں اول دو طلاق بائن واقع ہوگی کیونکہ طلاق رجعی کو جب شرط پر معلق کرتا ہے تو بائن ہوجاتا ہے اور بائن کے لیے درمدت نکاح جدید چاہیئے جب نکاح جدید درمدت نہ کیا اور مدت گذر گیا اب بعدہا طلاق دینا صحیح نہیں کیونکہ فقط اول دونوں طلاق واقع ہوگی اور بعد کے طلاق کی ملک نہیں ہے۔

الجواب:۔ اللھم لک الحمد اسألک ھدایۃ الحق والصواب۔ فقیر نے ہر سہ فریق علمائے بنگالہ وبعض علمائے رامپور کے اقوال مذکورا ور دلائل مزبور مطالعہ کیے جہانتک اپنی نظر قاصر کا مبلغ ہے بحکم خیر الامور

اوسطھا ان میں قول وسط عدل ووسط وصحیح و بے غلط ہے۔ فریق سوم کا زعم تو محض باطل و بے اصل ہے تعلیق ربط مضمون جملہ بمضمون آخری ہے نہ کہ خبط مضمون بربط آخران دخلت الدار فانت طالق کہنے والے نے انت طالق کے مفاد شرعی کو دخول دار پر معلق کیا تو ہنگام دخول اوسی مفاد کا نزول ہوگا نہ کہ مفاد سے عدول۔ اور قطعًا معلوم کہ اوسکا مفاد نہیں۔ مگر طلاق رجعی یہانتک کہ اگر انت طالق کہے اور طلاق بائن کی نیت کرے جب بھی رجعی ہوگی کہ وہ تغیر حکم شرع پر قدرت نہیں رکھتا تنویر میں ہے صریحہ کطلقتک وانت طالق ومطلقۃ یقع بھا واحدۃ رجعیۃ وان نوی خلافھا ہدایہ میں ہے انت طالق ومطلقۃ وطلقتک یقع بہ الرجعی ولا یفتقر الی النیۃ وکذا اذا نوی الابانۃ لانہ قصد المتنجیز ما علقہ الشرع بانقضاء العدۃ فیرد علیہ ہمارے علماء کرام کے نزدیک وقت حلول شرط نزول جزا یوں ہوتا ہے کہ گویا اسوقت تکلم بالجزا منجز واقع ہوا اور ظاہر ہے کہ انت طالق کا تکلم ہرگز مفید نہ ہوگا مگر طلاق رجعی کا فتح القدیر میں ہے انہ ینزل سببا عند الشرط کانہ عند الشرط اوقع منجزا ظاہراان بعض علماء کو ایک عبارت درمختار نے دھوکا دیا کہ اواخر باب طلاق بالصریح میں فرمایا لوقال انت طالق علی ان لارجعۃ لی علیک لہ الرجعۃ وقیل لا جوھرۃ ورجح فی البحر الثانی وخطأ من افتی بالرجعی فی التعالیق وقول الموثقین تکون طالقۃ طلقۃ تملک بھا نفسھا اس عبارت میں جملہ وخطاء من افتی الخ کے یہ معنی سمجھ لیے کہ علامہ بحر صاحب بحر رحمہ اللہ تعالی نے مطلقا تعلیقات میں طلاق رجعی ماننے کو خطا ٹھہرایا حالانکہ یہ محض سوئے فہم یا قلت تدبر سے ناشی ہے یہاں خاص صورت زیر بحث یہ ہے کہ جزائے معلق میں وصف مفید بینونت مذکور ہو مثلا ان دخلت الدار فانت طالق طلاقا لارجعۃ لی علیک فیہ یا ان تفعل کذا تکن طالقا طلقۃ تملک بھا نفسھا عبارت در میں وقول الموثقین بالجر زیر فی اذاصل والتعالیق کا عطف تفسیری بحر ردالمحتار میں ہے **قولہ** وخطاء ای نسبہ الی الخطاء **قولہ** وقول الموثقین بالجر قال ح عطف تفسیر علی التعالیق قلت واصل المسئلۃ التی ذکرھا صاحب البحر وقد الف فیھا رسالۃ ایضا ھی ان رجلا قال لزوجۃ متی ظھر لی امرأۃ غیرک فانت طالق واحدۃ تملکین بھا نفسک ثم ظھر لہ امرأتہ غیرھا فاجاب فیما بانہ بائن ورد من افتی بانہ رجعی خود علامہ بحر کی عبارت سنئے کہ روشن تر ہے بحر میں فرماتے ہیں فی الجوھرۃ ان قال انت طالق علی انہ لارجعۃ لی علیک یلغو ویملک الرجعۃ وقیل تقع واحدۃ بائنۃ اھ وظاھر ما فی الھدایۃ من المذھب الثانی فانہ قال واذا وصف الطلاق بضرب من الشدۃ والزیادۃ کان بائنا وقال الشافعی یقع رجعیا اذا کان بعد الدخول لانہ وصفہ بالبینونۃ خلاف المشروع فیلغو کما اذا قال انت طالق علی ان لارجعۃ لی علیک ولنا انہ وصفہ بما یحتملہ ومسئلۃ الرجعۃ ممنوعۃ اھ قال فی العنایۃ ای لانسلم انہ لایقع بائنا بل تقع واحدۃ بائنۃ اھ وھکذا فی فتح القدیر وغایۃ البیان والتبیین فقد علمت

ان المذہب وقوع البائن وقد تمسك بہ بعض من لاخبرۃ لہ ولادرایۃ بالمذہب علٰی ان قول الموثقین فی التعالیق تکون طالقا طلقۃ تملك بھا نفسہا لایوجب البینونۃ مستدلا بانہ لوقال انت طالق علٰی ان لارجعۃ کان رجعیا وھو خطأ وقد اوسعت الکلام فیھا فی رسالۃ ۱ھ ملخصا نیز علامہ بحر کے اوس رسالہ میں جس کا حوالہ ردالمحتار اور خود بحرالرائق میں گزرا یہاں وقوع بائن کی علت زیادۃ لفظ تملك بھا نفسہا بیان فرمائی نہ یہ کہ نفس تعلیق موجب بینونت ہے رسالہ مذکورہ میں بعد بیان صورت واقعہ فرماتے ہیں وقع الطلاق بما مبنی علی انہ زیادۃ وھو قولہ تملك بھا نفسہا فیکون بائنا وان کان صریحا لان البائن ان یکون بحروف الابانۃ اوبحروف الطلاق لکن موصوفا بصفۃ تنبئ عن البینونۃ ۱ھ ولاشك ان قولہ تملك بھا نفسہا یکون بالبائن لابالرجعی فی فتح القدیر لیس فی الرجعی ملکہا نفسہا وفی البدائع لاتملك نفسہا الابالبائن ۱ھ ۱ھ مختصرا مطلقا تعلیق سے بائن کا وقوع علاوہ اون دلائل واضحہ کے کہ صدر کلام میں معروض ہوئے صدہا فروع منصوصہ فی المذہب سے باطل ہے۔ اسی درمختار میں ہے علق الثلث بالوطء حنث بالتقاء الختانین ولم یجب العقر باللبث بعد الایلاج ولم یصر بہ مراجعا فی الطلاق الرجعی الااذا اخرجہ ثم اولج فیصیر مراجعا ردالمحتار میں ہے قولہ فی الطلاق الرجعی ای فیما اذا کان المعلق علی الوطء طلاقا رجعیا اسی طرح بحرالرائق وہدایہ وفتح القدیر وعامہ کتب مذہب میں ہے خود رسالۂ مذکورہ علامہ زین میں بعد بیان صورت واقعہ کہ زوج نے کہا تھا متی ابرأتنی من مھرك فانت طالق الخ اور اثبات بینونت بوجہ زیادت صفت متقدمہ بیان فرمایا فان قلت لم لم تجعلہ بائنا بسبب اشتراط الابراء من المھر فان الطلاق الموقع فی مقابلۃ الابراء یکون بائنا وعللہ فی التجنیس بانہ یقع بعوض وھو المھر اھ قلت فی مسئلتنا جعل الطلاق معلقا بالابراء شرطالہ لاعوضا فلذا لم نجعلہ بائنا الاان یوجد نقل یدل علی ذلك ۱ھ ملتقطا نیز فتح القدیر میں زیر مسئلہ آیتہ قریبا انت طالق ان لم اطلقك ارشاد فرمایا الطلاق یتحقق منہ الیاس ہو تہا واذا حکمنا بوقوعہ قبل موتہا لایرث منہا الزوج لانہا بانت قبل الموت فلم یبق بینہما زوجیۃ حال الموت وانما حکمنا بالبینونۃ وان کان المعلق صریحا لانتفاء العدۃ کغیر المدخول بہا لان الفرض ان الوقوع فی اٰخر جزء لایتجزأ فلم یلہ الا الموت وبہ تبین ۱ھ بالجملہ امر واضح اور بشدت وضوح ایضاح سے مستغنی ہے۔ رہا **فریق اول** الفاظ کہ زبان زوج سے نکلے یعنی اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے اگر لغۃً ان کا مفاد دیکھا جائے تو واقعی اوسی قدر ہے جو اس فریق نے سمجھا اسلیے کہ یہاں معلق بہ عدم یعنی نماز نہ پڑھنا ہے اور عدم متحقق نہ ہوگا مگر عورت کے آخر جزءِ حیات میں اگر آج سے عمر بھر کبھی کوئی نماز نہ پڑھتی تو عدم مذکور اوسی وقت آتا اور عورت کی پچھلی سانس پر طلاق نازل ہوتی یہاں کہ اوس نے صبح کی نماز پڑھی عدم معدوم

اور اوس کا نقیض موجود ہوا تو چاہیے تھا کہ یہ دو طلاقیں اصلا نہ پڑتیں ہدایہ فصل اضافۃ الطلاق الی الزمان میں ہے العدم لا یتحقق الا بالیاس عن الحیاۃ وھو الشرط کما فی قولہ ان لم اٰت البصرۃ فتح القدیر میں ہے ولو قال انت طالق ان لم اطلقک لم تطلق حتی یموت باتفاق الفقھاء ولان الشرط ان لا یطلقھا وذلک لا یتحقق الا بالیاس عن الحیاۃ لانہ متی طلقھا فی عمرہ لم یصدق انہ لم یطلقھا بل صدق نقیضہ وھو انہ طلقھا والیاس یکون فی اٰخر جزء من اجزاء حیاتہ مگر یہاں ایک نکتہ بدیعہ ہے جس سے غفلت اس فریق کے لئے باعث غلط ہوے۔ الفاظ کا مفاد لغوی ہمارے ائمہ کے نزدیک مبنائے یمین نہیں بلکہ معانی عرفیہ پر بنائے کار ہے۔ درمختار میں ہے الاصل ان الایمان مبنیۃ عند الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالک رحمہ اللہ تعالٰی علی الاستعمال القراٰنی وعند احمد رحمہ اللہ تعالٰی علی النیۃ وعندنا علی العرف مالم ینو ما یحتملہ اللفظ اور اغراض ومقاصد جسقدر مفاد لفظ سے زائد ہوں یعنی عموم واطلاق بھی اونہیں متناول نہ ہو ملحوظ نہیں ہوتے۔ الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض کہ تنویر وغیرہ عامہ کتب مذہب میں ارشاد ہے اوس سے یہی مراد ہے کہ لفظ کی تناول عرفی سے اجنبی خارج وبیگانہ وزائدبات اگرچہ عرفا مقصود حالف ہو منظور نہ ہوگی مگر اغراض مخصص ضرور ہوسکتی ہیں۔ دلالت لفظ کہ عموم پر تھی بنظر غرض خاص پر مقصور ہوجائیگی یہ مدلول لفظ سے خروج نہیں بلکہ بعض مدلولات پر قصر ہے یہ وہ تحقیق انیق ہے جس سے کلمات ائمہ مذہب میں توفیق ہے اور فروع متکاثرہ مذہب کی شہادت متواترہ سے اوسکی توثیق ہے جس کا نفیس وروشن بیان علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے ردالمحتار میں افادہ فرمایا اور اوسکے بیان میں ایک مستقل رسالہ رفع الانتقاض ودفع الاعتراض علی قولھم الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض تالیف کیا۔ تلخیص الجامع الکبیر للامام ابی عبداللہ صدر الدین محمد بن عباد میں ہے بالعرف یخص ولا یزاد حتی خص الراس بما یلبس طلاق الاجنبیۃ بالدخول علامہ علاؤ الدین ابوالحسن علی بن بلبان بن عبداللہ فارسی اوسکی شرح تحفۃ الحریص فی شرح التلخیص میں فرماتے ہیں۔ رجلان تساوما ثوبا فحلف المشتری انہ لا یشتریہ بعشرۃ فاشتراہ باحد عشر حنث فی یمینہ ولو کان الحالف البائع لا یبیعہ بعشرۃ فباعہ باحد عشر لم یحنث وھذا لان البیع بالعشرۃ نوعان بیع بعشرۃ مفردۃ وبیع بعشرۃ مقرونۃ ففی المشتری مطلق لا دلالۃ فیہ علی تعیین احد النوعین فکان مرادہ العشرۃ المطلقۃ اما البائع فمرادہ البیع بعشرۃ مفردۃ بدلالۃ الحال اذ غرضہ ان یزیدہ المشتری علی العشرۃ ولم یوجد شرط حنثہ وھو البیع بعشرۃ مفردۃ فلا یحنث وھذا ھو المتعارف بین الناس فیحمل الیمین علی ما تعارفوہ وقولہ فی المتن وبالعرف یخص ولا یزاد جواب عن سوال مقدر وھو ان یقال البائع بتسعۃ مفردۃ

وجب ان یحنث لان المنع عن ازالۃ ملکہ بعشرۃ منع عن ازالتہ بتسعۃ عرفا والجواب ان الحکم لایثبت بمجرد الغرض وانما یثبت باللفظ والذی تلفظ بہ البائع ھو العشرۃ واسم العشرۃ لایحتمل التسعۃ لیتعین بغرضہ والزیادۃ علی اللفظ بالعرف لایجوز بخلاف الشراء بتسعۃ لان العشرۃ فی جانب المشتری تحتمل عشرۃ مفردۃ وعشرۃ مقرونۃ فتعین احدھما بغرضہ اذ العام یجوز تخصیصہ وتقییدہ بالعرف اھ ملتقطا۔ مقاصد الاعتراض میں ہے اعلم ان الغرض الذی یقصدہ المتکلم بکلامہ قد یکون معنی اللفظ الذی تکلم بہ حقیقۃ او مجازا وقد یکون امرا اٰخر خارجا عن اللفظ فالاول کقولہ لااشتریہ بعشرۃ فغرض المشتری منع نفسہ من التزام العشرۃ فی ثمن ذلک المبیع سواء کانت عشرۃ مفردۃ او مقرونۃ بزیادۃ والعرف ارادۃ ذلک ایضا فھنا اجتمع الغرض والعرف فی لفظ الحالف فاذا اشتری باحد عشر حنث لانہ اراد العشرۃ المطلقۃ وھی موجودۃ فی الاحد عشر والثانی کقولہ لاابیعہ بعشرۃ فباعہ بتسعۃ لایحنث لان الغرض البائع ان یبیعہ باکثر من عشرۃ ولایرید بیعہ بتسعۃ لکن التسعۃ لم تذکر فی کلامہ لان العشرۃ لم توضع للتسعۃ لالغۃ ولاعرفا فغرضہ الذی ھو قصدہ من ھذا الکلام خارج عن اللفظ والعبرۃ فی الایمان للالفاظ لا بمجرد الاغراض لان الغرض یصلح مخصصا لامزیدا والتخصیص من عوارض الالفاظ فاذا کان اللفظ عاما والغرض لخصوص اعتبر ماقصدہ کالرأس فی لااٰکل رأسا فان لفظہ عام والغرض منہ خاص کما مر واعتبار ھذا الغرض لایبطل اللفظ لانہ بعض ماوضع لہ اللفظ اھ مختصرا وتمامہ فیہ۔ یمین الفور جسے خاص فکر بلند ثریا پیوند امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے استنباط فرمایا اور دیگر ائمہ کرام قدست اسرارہم نے بحکم الفقہاء کلھم عیال لابی حنیفۃ اوس جناب کا اتباع کیا اوسکے مسائل اسی اصل جلیل تخصیص بالغرض پر مبنی ہیں متون وشروح وفتاوائے مذہب میں صدہا فروع اوسپر متبنی ہیں مثلاً (۱) عورت باہر جانے کو ہوئی شوہر نے کہا باہر جائے تو تجھپر طلاق عورت بیٹھ گئی اور دوسرے وقت باہر گئی طلاق نہ ہوگی تنویر ودر میں ہے شرط للحنث فی قولہ ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعلہ فورا لان قصدہ المنع عن ذلک الفعل عرفا ومدار الایمان علیہ وھذہ تسمی یمین الفور تفرد ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی باظھارھا ولم یخالفہ احد فتح القدیر وغنیہ ذوی الاحکام ورد المحتار میں ہے تھیأت للخروج فحلف لاتخرج فاذا جلست ساعۃ ثم خرجت لایحنث لان قصدہ منعھا من الخروج الذی تھیأت لہ فکانہ قال ان خرجت الساعۃ وھذا اذا لم یکن لہ نیۃ فان نوی شیئا عمل بہ (۲) زید نے

آل التحقیق

عمرو سے کہا آؤ میرے ساتھ کھانا کھالو عمرو نے کہا کہ میں کھاؤں تو عورت مطلقہ ہو کل زید کے ساتھ کھانا کھایا طلاق نہ ہوگی
تنویر و در۔ وکذا فی حلفہ ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ معہ
ذلک الطعام المدعو الیہ (۳) عورت کو جماع کے لیے بلایا اوس نے انکار کیا شوہر نے کہا اگر میرے پاس اس
کوٹھری میں نہ آئے تو تجھ پر طلاق۔ عورت آئی مگر اوسوقت مرد کی شہوت ساکن ہوچکی تھی تو طلاق ہوگئی اشباہ و
درر۔ انّ للتراخی الا بقرینۃ الفور ومنہ طلب جماعھا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فانت طالق فدخلت
بعد سکون شہوتہ حنث (۴) حاکم سے حلف کیا کہ اگر شہر میں کوئی بدمعاش آئے اور میں خبر نہ دوں تو عورت کو
طلاق ہے بدمعاش آیا اور اوس نے حاکم کو خبر نہ دی اوسوقت کہ وہ معزول ہوگیا تھا طلاق ہوگئی تنویر حلفہ
وال لیعلمنہ بکل داعر دخل البلدۃ تقید بقیام ولایتہ درمختار بیان لکون الیمین المطلقۃ
تصیر مقیدۃ بدلالۃ الحال وینبغی تقییدا یمینہ بفور علمہ تبیین الحقائق لو علم الحالف و لم یعلمہ
بہ لم یحنث الا اذا مات ھو او المستحلف او عزل فتح القدیر ولو حکم بانعقاد ھذہ الفور لم یکن
بعید النظر الی المقصود وھو المبادرۃ لزجرہ ودفع شرہ (۵) دائن نے مدیون سے حلف لیا کہ تیرے بے
اذن باہر نہ جاؤں گا یہ حلف بقائے دین تک رہیگا بعد ادا یا ابرا اذن کی حاجت نہیں تنویر و در رب الدین غریمہ
او الکفیل بامر المکفول عنہ ان لا یخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ
(۶) قسم کھائی عورت بے میرے اذن کے باہر نہ جائیگی یہ قیام زوجیت تک محدود ہے تنویر و در حلف لا تخرج
امرأتہ الا باذنہ تقید بحال قیام الزوجیۃ (۷) وہی مسئلہ کہ دس کو نہ بیچوں گا اور گیارہ کو بیچا حانث نہ ہوا
اگرچہ گیارہ میں دس موجود ہیں کہ مراد خاص قسم کے دس یعنی تنہا بلا زیادت تھے۔ یہ سب تقییدیں اور عام کی تخصیص صرف
بنظر اغراض متعارفہ ہوئی ہیں کہ یمین کی بنا ہی عرف پر ہے ولہذا امام ہمام ابن الہمام نے عبارت مذکورہ ہدایہ کی شرح
میں وجہاں ارشاد ہوا تھا کہ عدم بے سلب کلی متحقق نہ ہوگا) فرمایا **قولہ** کما فی ان لم آت البصرۃ اعطاء نظیر
والمراد ان کل شرط بأن منفی حکمہ کذلک وھو ان لا یقع الطلاق او العتاق اذا علق بہ الا بالموت
لما ذکرنا وزاد فیہ احسانا فی المبتغی بالغین المعجمۃ قال اذا قال لامرأتہ ان لم تخبرینی بکذا فانت
طالق ثلثا فھو علی الابد اذا لم یکن ثم ما یدل علی الفور انتھی ومن ثمہ قالوا لو اراد ان یجامع امرأتہ
فلم تطاوعہ فقال ان لم تدخلی معی فانت طالق فدخلت بعد ما سکنت شہوتہ طلقت لان مقصودہ
من الدخول کان قضاء الشہوۃ وقد فات اور شک نہیں کہ ہمارے مسئلہ دائرہ میں بھی اس حلف سے شوہر کی یہ
غرض نہیں کہ عورت اپنی مدۃ العمر میں کبھی کسی وقت کسی طرح دو سجدے کرلے اور بری ہوجائے بلکہ یقینًا بحکم عرف و دلالت
حال اوس سے پابندی نماز مقصود ہے تو جس طرح عورت کا باہر جانا مطلق تھا لفظ شوہر میں کوئی قید نہ تھی کہ اسوقت ہو یا کب ہو

مگر بدلالۃ حال خاص اسوقت کا خروج معتبر ہوا جسطرح کلام عمرو میں کھانا مطلق تھا کہ آج ہو یا کل یہ کھانا ہو یا اور مگر بحکم عرف خاص اسوقت یہ کھانا زید کے ساتھ کھانا ملحوظ رہا جس طرح عورت کا کوٹھری میں شوہر کے پاس آنا عام تھا کہ اس شہوت موجودہ کی بقا میں ہو یا عمر میں کبھی کسی حالت میں ہو اور عدم متحقق نہ ہوگا مگر اخیر جزء حیات شوہر یا زن میں اور جبکہ کوٹھری میں شوہر کے پاس آئی اگرچہ زوال شہوت کے بعد تو عدم صادق نہ آیا اور بنظر مفاد لغوی لفظ لازم تھا کہ طلاق واقع نہ ہو لیکن بدلالت حال خاص وہ آنا مقصود رہا جو اس شہوت کی قضا کے لیے مطلوب تھا اور اوسی کی انتفا پر شرط متحقق اور طلاق واقع مانی گئی وقس علے ھذا اسی طرح یہاں بھی اگرچہ عشرۂ مفردہ و مقرونہ کی مانند نماز پڑھنا بھی دو قسم ہے ایک ملتزم کہ پابندی کے ساتھ ہو دوسرا اوسکا غیر۔ یا دو قسم ہے ایک مبرئ ذمہ جس میں فرض نماز کا مطالبہ ذمے پر نہ رہے دوسرا اسکے خلاف اور فعل بعینہ ان لم تدخلی مذکور کی طرح حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہو جاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا مگر بحالت دلالت حال واجب ہے کہ قسم اول یعنی صلاۃ ملتزمہ مبرئہ مراد ہو اور اسکا انتفا ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلا عذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہوا کہ جب عورت نے اس حلف کے بعد عشا نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی وہ پیر دو طلاقیں پڑگئیں جیسے وہاں سکون شہوت ہوتے ہی عورت مطلقہ ہوگئی تھی بلکہ اگر شوہر نے یہ لفظ اوسوقت کہے تھے کہ ہنوز وقت مغرب باقی تھا اور عورت ادا پر قادر تھی تو شفق ڈوبتے ہی دو طلاقیں ہوگئیں ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر عورت سے کہا تو نماز ترک کرے تو تجھے طلاق عورت نے ایک نماز قصداً قضا کی طلاق ہو جائیگی اگرچہ اوس قضا کو ادا بھی کرلے درمختار میں ہے قال ان ترکت الصلاۃ فطالق فصلتہا قضاء طلقت علی الاظہر ظہیریہ یہ حکم اس لفظ میں ہے جہاں الصلاۃ معرف باللام ہے جسمیں کلام ہوگا کہ عرفاً تارک الصلوۃ کسے کہتے ہیں اور ہمارا مسئلہ دائرہ تو بحکم تحقیق مذکور ان ترکت صلاۃ بلا لام کے مثل ہے یعنی اگر تو ایک نماز چھوڑے تو طلاق ہے یہاں قضا کرنے سے وقوع طلاق میں کیا شک ہو سکتا ہے صاف بتا دیا کہ اوسکی مراد وہی صلاۃ خاصہ ملتزمہ تھی اس پر دلیل واضح اوسکا وقت صبح رجعت کرنا ہے اگر وہ معنی مراد ہوتے جو فریق اول نے زعم کیے تو پیش از وقوع رجعت کے کیا معنی تھے اور امثال مقام میں نیت شوہر اگرچہ دلالت حال کے خلاف بھی ہو وہی معتبر رہتی ہے۔ امام محقق علی الاطلاق وغیرہ علماء کا ارشاد گزرا کہ ھذا اذا لم یکن لہ نیۃ فان نوی شیئا عمل بہ تو جہاں دلالت حال و نیت دونوں متوافق ہیں نہ اوس دلالت کو مانیے نہ شوہر کی سنیے اور اپنی طرف سے ایک معنی تراش کر اوس پر عمل کیجیے کس قدر فقہ سے بعید بلکہ قابلیت التفات سے دور ہے اور اوپر واضح ہو چکا کہ یہ دونوں طلاقیں رجعی تھیں لاجرم عورت بعد رجعت بدستور ملک نکاح میں باقی اور آئندہ طلاق کی محل رہی اب کہ شوہر نے چند سال بعد دو طلاقیں اور دیں ایک تو لغو ہوگئی کہ حد شرع سے متجاوز تھی اور ایک اون پہلی دو کے ساتھ مل کر تین طلاقیں مغلظہ ہوگئیں جن سے عورت حرام ابدی تو نہیں ہو سکتی ہاں بے حلالہ اب اس شخص کے نکاح میں آنیکے قابل نہ رہی ھذا ما ظہر لی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از ریاست رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سررشتہ ۲۰ محرم ۱۳۱۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا نصف مہر یعنی پانسو روپے اگر وقت طلب زوجہ ہندہ ادا نہ کروں تو ہندہ پر سہ طلاق ہیں اب بعد نکاح کے ہندہ نے زید سے نصف مہر طلب کیا زید نے اوسوقت روپیہ مذکور ادا نہ کیا اس صورت میں ہندہ پر سہ طلاق ہوئیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- اگر عقد نکاح میں ایجاب یعنی ابتدائے کلام بشرط مذکور جانب زید سے ہو مثلاً زید نے ہندہ سے کہا میں تجھے بعوض ہزار روپے مہر کے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر نصف مہر تیری طلب کے وقت ادا نہ کروں تو تجھ پر تین طلاق ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا تو صورت مستفسرہ میں اگرچہ زید نے ہنگام طلب نصف مہر ادا نہ کیا ہندہ پر اصلا طلاق نہ ہوئی اور اگر ابتدائے عقد جانب ہندہ سے تھی خواہ شرط کلام ہندہ میں مذکور ہو مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا اگر تو نصف مہر الخ زید نے کہا میں نے قبول کیا یا کلام زید میں ہو مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنی جان تیری زوجیت میں دی زید نے کہا میں نے قبول کی اس شرط پر کہ اگر نصف مہر الخ یا ابتدائے ایجاب تو جانب زید سے تھی مگر شرط ہندہ نے قبول میں ذکر کی اور زید نے منظور کرلی مثلاً زید نے کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر تو نصف مہر الخ زید نے کہا مجھے منظور ہے تو ان صورتوں میں جب نصف مہر عند الطلب ادا نہ کیا ہندہ پر تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں والفارق نفیس حسن بیناہ فی فتاوٰنا یہ مسئلہ خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وبحرالرائق وہندیہ وردالمحتار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از بنگالہ ضلع پاپنا ڈاکخانہ سراج گنج موضع قاضی پور مرسلہ امید علی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۱۸ھ
ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ھذہ المسئلۃ کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے کہا کلما دخلت الدار فانت طالق بعد اوسکے اوس نے ایک طلاق دی بعد عدت عورت نے دوسرے سے نکاح کرلیا بعدہ دوسرے نے بھی طلاق دیدی بعد چندے زوج اول سے نکاح کرلیا پھر دخول دار پایا گیا اب طلاق پڑیگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- اگر تین بار دخول دار سے انحلال یمین یا تین طلاق تنجیزی خواہ تعلیقی خواہ مختلط سے زوال حل نہ ہولیا تھا تو یمین ضرور باقی ہے وقوع شرط سے طلاق واقع ہوگی والتفصیل یستدعی التطویل درمختار میں ہے اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لا بزوال الملك فلو علق الثلث اوما دونھا بدخول الدار ثم نجز الثلاث ثم نکحھا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولھا شیئ ولو کان نجز مادونھا لم یبطل فیقع المعلق کلہ واوقع محمد بقیۃ الاول وھی مسألۃ الھدم الخ اوسی میں ہے تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلاث لاقتضائھا عموم الافعال لاقتضاء کل عموم الاسماء فلا یقع ان نکحھا بعد زوج آخر الخ ردالمحتار میں ہے قولہ فلا یقع تنجز یعنی

قوله فانہ ینحل بعد الثلاث وانما لم یقع لان المحلوف علیہ طلقات ھذا الملک وھو متناھیۃ کما مر اما لو کان الزوج الآخر قبل الثلاث فانہ یقع ما بقی اوسی میں قبیل باب التعلیق ہے اذا قال کلما دخلت الدار فانت طالق فدخلتھا مرتین ووقع علیھا الطلاق وانقضت عدتھا ثم عادت الیہ بعد زوج آخر فعندھما تطلق کلما دخلت الدار الی ان تبین بثلاث طلقات خلافا لمحمد کما ذکرہ الزیلعی الخ وانظر ما علقنا علی قولہ لسابق ورمختار میں ہے تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملک طلقت والا لا ورد المحتار میں ہے المحقق فی الفتح افاد فی باب التعلیق ان قولھم المعلق طلقات ھذا الملک الثلاث فقید بما دام مالکا لھا فاذا زال ملکہ لبعضھا صار المعلق ثلثا اھ ونظرا ما کتبت علی ھامش الفتح من ھذا القول اذا جمعت ھذا کلھا عرفت بعون اللہ تعالیٰ تفاصیل صور المسئلۃ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ہر دوار مسئولہ فضل حسین

ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی عورت سے یہ کہا کہ اگر تو میرے گھر آئی تو تجھکو طلاق ہے اور اگر میں تیرے ساتھ کوئی بات کروں (یعنی صحبت کروں) تو حرام کروں ان الفاظ سے طلاق ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور اوس عورت کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔

الجواب :- اس کہنے کے وقت اگر عورت شوہر کے گھر کے علاوہ اور جگہ تھی تو جب شوہر کے گھر آئیگی ایک طلاق رجعی پڑیگی اور اگر اوسوقت شوہر ہی کے گھر میں تھی تو جبتک یہاں رہیگی طلاق نہوگی جب کہیں اور جاکر وہاں سے شوہر کے یہاں آئیگی اوسوقت طلاق پڑیگی اور بہرحال طلاق رجعی ہوگی۔ عدت کے اندر اگر شوہر اتنا کہدے کہ میں نے اوسے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو وہ بدستور اسکی زوجہ آئیگی اور اوس کا نکاح دوسرے سے نہوسکیگا ہاں اگر طلاق پڑے اور شوہر اوسے اپنے نکاح میں واپس نہ لے یہانتک کہ طلاق ہونے کے بعد سے تین حیض شروع ہوکر ختم ہوجائیں تو اوسوقت عورت نکاح سے نکل جائیگی اور دوسرے سے نکاح جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از کلکتہ مرسلہ ابو القمر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے قسمیہ اپنی منکوحہ عورت سے کہدیا کہ اگر بغیر عذر شرعی کے تم نے کبھی نماز نہ پڑھی تو تجھکو میری طرف سے تین طلاقیں ہونگی۔ کیا ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک لفظ سے تین طلاقیں واقع ہونگی چونکہ اس قسم کا سلسلہ دراز ہے جبتک زوج اور زوجہ زندہ ہیں مدام اندیشہ میں ہیں اور اس زمانہ کے لوگ سست ہیں دین کے کاموں میں بے پرواہ ہوگئے ہیں ممکن ہے کہ کسی وقت عورت سے غفلت ہوجائے تو اوسکو طلاق پڑجاویگی کیا کوئی ایسی صورت ہوسکتی ہے کہ طلاق کے واقع ہونے سے قبل کوئی ایسا حیلہ کیا جاوے کہ عورت پر طلاق نہ پڑے۔

الجواب :- چاراماموں چاروں مذہب کے اجماع تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک ہی لفظ میں واقع ہوجاتی ہیں۔ قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما بانت امرأتک وعصیت ربک انک لم

تتق اللّٰہ فلم یجعل لک مخرجا وہابی گمراہ بددین اس میں حلاف کرتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں زید نے جبکہ ایک وقت کی نماز نہ پڑھنے پر حکم طلاق مغلظ معلق کیا جیساکہ تقریر سوال سے ظاہر ہے تو عورت جب کبھی بے عذر شرعی ایک وقت کی نماز بھی چھوڑیگی فوراً اوسپر تین طلاق ہوجائیں گی اور پھر بے حلالہ اوسکے نکاح میں نہ آسکے گی فان الجزاء ینزل عند نزول الشرط کما فی الھدایۃ وغیرھا اور اوسکا حیلہ ارتکاب کبیرہ بالصوم پر مشتمل ہے اور اوسکا بتانا بھی حرام ہے یہ اوس معنی پر ہے جسپر سوال مبنی اور اگر مراد زید اور ہے تو اوسکا اوسی سے استفسار ہو فان للکلام محملین آخرین لاذکرھما کیلا یکون تعلیما والمفتی منھی عنہ بل یسأل فھو اعلم بمرادہ اوسوقت اوسکا جواب دیا جائے وجیز کردری وعقود الدریہ میں ہے احب المفتی ان لایقول یصدق دیانۃ لانہ تعلیم بل ادبہ ان یقول لایصدق قضاء واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از بیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ مولٰنا عبدالاحد صاحب ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے پدر سے کسی تذکرہ میں کہا تھا کہ اگر میری بیوی فلاں مکان میں جاویگی تو میری بیوی ہی نہ رہیگی پھر اوسکے چند روز بعد دوسرے جلسے میں زید نے پدر ہندہ سے الفاظ مذکورہ دوبارہ پھر ادا کیے کہ ہندہ اگر فلاں مکان میں جاویگی تو میری بی بی ہی نہ رہیگی بعد تھوڑے عرصہ کے ہندہ بلا رضامندی اپنے شوہر کے اوس مکان میں چلی گئی جسکی بابت زید دو مرتبہ دو جلسوں میں پدر ہندہ سے عدم رضامندی اپنی ظاہر کرچکا تھا اور اب عرصہ پانچ ماہ سے ہندہ اوسی مکان میں مقیم ہے پس اس صورت میں نکاح زید سے قائم رہا یا نہیں اور مبادا اگر نکاح ہندہ زید سے نہیں قائم رہا تو کونسی طلاق ہندہ پر پڑسکتی ہے اور کیا کوئی صورت رجعت کی ازروئے شرع شریف ہوسکتی ہے۔

الجواب :- اگر زید نے وہ الفاظ دونوں بار خواہ ایک بار بہ نیت ایقاع طلاق کہے تھے یعنی یہ مطلب تھا کہ اگر وہ وہاں جائے تو اوسپر طلاق ہے تو وہاں جانے سے عورت پر ایک طلاق بائن ہوگی نکاح سے نکل گئی رجعت نہیں کرسکتا ہاں عورت کی رضا سے دوبارہ اوس سے نکاح کرسکتا ہے عدت میں خواہ عدت کے بعد بہرحال حلالہ کی حاجت نہیں اگرچہ لفظ مذکور تین بار کہا ہو اور اگر کسی بار اوس سے نیت طلاق بمعنی مذکور نہ تھی تو عورت کا وہاں جانے سے کچھ نہ ہوا اور وہ بدستور اوسکی زوجہ ہے رہا یہ کہ نیت تھی یا نہ تھی یہ بیان زید پر ہے اگر وہ بحلف کہدے کہ میرا وہ مطلب اون لفظوں سے کسی بار میں بھی نہ تھا تو طلاق اصلا نہ مانیں گے اگر زید جھوٹا حلف کرلیگا وبال اوسپر رہیگا۔ درمختار میں ہے القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از ملک بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتھیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے یوں کہکر نکاح کیا کہ میں تمہاری بلا اجازت دوسرا

نکاح نہیں کرونگا اگر کروں تو طلاق مغلظہ ہوگی اب اس صورت میں شرط فوت ہوجائے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں اگر ہو تو کسے طلاق ہوگی بینوا توجروا

الجواب: اگر زید نے یہ الفاظ عقد نکاح سے پہلے کہے تھے یا خود نفس عقد میں یہ شرط کی مگر ایجاب یعنے ابتدائے الفاظ عقد جانب زید سے تھی مثلاً اس نے کہا میں نے تجھے اپنے نکاح میں لیا اس شرط پر کہ بے تیری اجازت کے نکاح ثانی نہ کرونگا اگر کروں تو طلاق مغلظہ ہو ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا جب تو بحال وقوع شرط زوجہ ثانیہ پر طلاق ہوگی اور اگر بعد نکاح الفاظ مذکورہ کہے یا نفس عقد اس شرط پر ہوا اور زید کی جانب سے قبول تھا مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر الخ یا ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ تو بے میری اجازت کے نکاح ثانی نہ کرے اگر کرے تو طلاق مغلظہ ہو زید نے کہا میں نے قبول کیا تو درصورت وقوع شرط دونوں عورتوں میں سے ایک مطلقہ ہوگی زید کو اختیار ہوگا کہ اون میں سے جس کی طرف چاہے طلاق کو پھیر دے خواہ ہندہ کی طرف خواہ منکوحۂ ثانیہ کی جانب فی الھندیۃ عن الفتح لو قال لامرأتہ ان تزوجت علیك ماعشت فالطلاق علی واجب ثم تزوج علیھا یقع تطلیقۃ علی واحدۃ منھما یصرفھا الی ایتھما شاء اھ قلت ففی الفصل الثانی لما وقع التکلم بالشرط بعد ثبوت النکاح لانہ یتم باللفظین فقد کانت ھند محلا للتطلیق لثبوت ملکہ علیھا فقولہ یکن طلاق مغلظ یحتملھما فیصرفہ الی ایتھما احب اما فی فصل الاول لما کان التکلم بہ قبل حصول النکاح وحیث لاتمام لہ بمجرد الایجاب لم تکن ھند محلا لہ لعدم الملك ولا اضافۃ الی نکاح ھند فتعینت الاخری اعمالا للکلام کما لو قال لامرأتہ واجنبیۃ طلقت احدٰکما تطلق امرأتہ من غیر نیۃ لتعینھا للانشاء کما فی الھندیۃ عن المحیط عن المبسوط وفی الدرالمختار من باب الرجعۃ لو خافت ان لا یطلقھا تقول زوجتك نفسی علی ان امری بیدی زیلعی وتمامہ فی العمادیۃ اھ فی ردالمحتار حیث قال ولو قال لھا تزوجتك علی ان امرك بیدك فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح فی الملك او مضافا الیہ ولم یوجد واحد منھما بخلاف مامر فان الامر صار بیدھا مقارنا لصیرورتھا منکوحۃ اھ بحر وفی الحاصل ان الشرط صحیح اذا ابتدأت المرأۃ لا اذا ابتدأ الرجل ولکن الفرق خفی اھ کلام الشامی باختصار ورأیتنی کتبت علیہ مانصہ **اقول** بل ھو ظاھر والحمدللہ فان الزوج اذا ابتدأ فقال تزوجتك علی انك طالق فقالت قبلت کان التطلیق قبل حصول الملك اذ لاملك الابعد تمام الرکنین ولاتعلیق علی سبب الملك فان المعینۃ یجب فیھا حقیقۃ الشرط لامعناہ کما تقدم فکان باطلا کما نقلہ عن النھر اما اذا کانت ھی المبتدءۃ انی زوجتك نفسی علی انی طالق فقال قبلت کان السؤال معادا فی الجواب فکانہ قال بعد ایجابھا قبلت علی انك طالق فوقع بعد تمام الرکنین افادہ فی الخانیۃ حیث قال لان البداءۃ اذا کانت من الزوج کان الطلاق

والتفويض قبل النکاح فلا یصح امااذا کانت البداءة من قبل المرأة یصیر التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأة قبلت والجواب یتضمن اعادة ما فی السؤال صار کانہ قال قبلت علی انك طالق او علی ان یکون الامر بیدك فیصیر مفوضا بعد النکاح اھ قلت وبہ تبین حکم ما اذا ابتدأت المرأة من دون شرط وقبل الزوج بشرط حیث یصح الطلاق والتفویض لان کلام المرأة لاعبرة بہا فی ھذا الباب انما کانت الصحة فیما لو وقعہ فی قبول الزوج تقدیرا لتضمن الجواب ما فی السؤال فاذا وقع فیہ تحقیقا کان اولی بالصحة اھ ماکتبت علیہ وبہ یظہر لك کل ماذکرنا ھھنا پھر بہر صورت منکوحۂ ثانیہ خواہ ہندہ صورتِ مذکورہ میں جس پر طلاق پڑ گئی تین طلاقیں ہونگی کہ عرف میں طلاق مغلظہ اسی کو کہتے ہیں۔ **اقول** وحیث کان البناء علیہ فلا یرد ان انت طالق اغلظ الطلاق واحدة بائنة ان لم ینو ثلثا کما فی التنویر ثم اعلم ان الوقوع بالصفة عند ذکرھا علی کما اذا قال انت طالق البتة حتی لو قال بعدھا ان شاء اللہ متصلا لایقع ولو کان الوقوع باسم الفاعل لوقع کما فی ردالمحتار فلا یتوھم ان الاخری ینزل علیھا الطلاق وھو غیر مدخول بھا والتعلیق کالتکلم عند وجود الشرط فکانہ قال لھا حینئذ انت طالق طلاقا مغلظا فطلقت بطالق ولغا الوصف فافھم واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:- از ریاست رامپور مرسلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اورنیٹل کالج ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت سے کہتا ہے کہ تجھ پر تین شرطوں سے طلاق تو من حیث ہو قول کیا کسی چیز کی طرف اشارہ وغیرہ نہیں کیا بس تین شرطوں سے کہدیا یہ طلاق کون طلاق واقعہ ہوگی اور کیوں اور تین شرطوں سے کیا مراد ہے اور کیوں۔

الجواب:- ظاہر الفاظ کا مفاد یہ ہے کہ طلاق معلق بشرطِ مجہول دیتا ہے تو یہ کہنا ایسا ہوا کہ تو مطلقہ ہے اگر تین شرطیں پائی جائیں اس صورت میں طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی درمختار میں ہے وشرط صحتہ ذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو بہ یفتی اور ایک احتمال یہ بھی ممکن کہ اوس نے اپنے جاہلانہ محاورہ سے تین عدد کو تین شرطیں کہا ہو جیسے تین بار ہاتھ دھونے کو بعض جہال کہتے ہیں تینوں شرطیں پوری کرلو۔ اگر یہ اوس کا محاورہ ومقصود ہے تو تین طلاقیں ہوگئیں ردالمحتار میں ہے۔ یحمل کلام کل عاقد وحالف علی عرفہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:- از چھاؤنی برار علاقہ ریاست گوالیار متصل عقب گرلس اسکول بمعرفت منشی سید امجد علی صاحب مرسلہ عطا حسین صاحب نقشہ نویس ۵ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے والد اور ہندہ نے زید سے اسٹامپ لکھوا کر کچہری میں

رجسٹری کروالی ہے جن میں کے چند شرائط درج ہیں (۱) ہندہ تمام عمر اپنے باپ ہی کے مکان پر رہیگی (۲) جو اسوقت اولاد موجود ہے اوسکی مالک ہندہ ہوگی زید مالک نہیں ہوسکتا اور آئندہ جو اولاد ہوگی اوس اولاد کی بھی مالک ہندہ ہوگی (۳) ہندہ کی حیات میں تم دوسری شادی نہیں کرسکو گے (۴) دس روپیہ ماہوار ہندہ کے خرچ کے لیے زید کو ہندہ کے والد کے مکان پر بھیجنا ہونگے (۵) میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر کسی وقت میں تین ماہ تک بہ استثنائے حوادث زمانہ جبکو میری زوجہ تسلیم کرلیوے خرچ نہ بھیجوں یا شرط مذکور بالا میں سے کسی شرط کا ایفا نہ کروں تو میری یہ تحریر بجائے تین طلاق مغلظہ و شرع کے سمجھی جاوے یہ سب شرائط لکھنے کے بعد زید چھ ماہ تک ہندہ سے ملنے نہیں گیا اور نہ چھ ماہ تک ہندہ کے لئے خرچ بھیجا بعد چھ ماہ کے زید ہندہ کے مکان پر گیا ہندہ کے والد نے زید کو ہندہ سے ملنے دیا اور ہندہ کو زید کے ہمراہ رخصت کردیا زید ہندہ کو اپنے مکان پر لے آیا اسیطرح سے آنا جانا رہا بعد ہندہ کا خط زید کے پاس آیا مجھکو خرچ بھیجو زید اوسوقت بوجہ قرضداری کے خرچ نہیں بھیج سکا ہندہ کے والد نے پھر ایک خط زید کو بھیجا تم نے اپنی تحریر کے موافق خرچ نہیں بھیجا تین ماہ کے بجائے چار ماہ گزر گئے اسلیے تم دونوں کو شریعت نے بالکل علیحدہ کیا طلاق ہوچکی اب کسی طرح میل نہیں ہوسکتا تمکو نوٹس دیا جاتا ہے کہ تیرہ سو بیس روپے حق مہر یکمشت ادا کردو اوسوقت اولاد کا دعوی کرنا زید ہندہ کے والد کے پاس گیا زید نے یہ کہا جبکہ میں نے چھ چھ ماہ تک خرچ نہیں بھیجا اور ہندہ کو آپ نے میرے ہمراہ رخصت کردیا اتنے عرصہ تک خرچ نہ بھیجنے پر اوسوقت طلاق کیوں نہیں ہوئی ہندہ کے والد نے جواب دیا ہندہ نے تمکو خرچ بھیجنے کے لئے نہیں لکھا تھا اب ہندہ نے تمکو خرچ منگوانے کے لیے لکھا ہے اوسوقت سے تین ماہ رکھے گئے ہیں پھر زید نے یہ سوال کیا کہ اسٹامپ میں آپ نے یا ہندہ نے یہ نہیں درج کروایا ہے کہ خرچ منگوانے پر تین ماہ رکھے جاویں پھر زید نے ہندہ کا خط ہندہ کے والد کے روبرو پیش کیا تین ماہ گزرنے میں پانچ یوم باقی ہیں ہندہ کے والد نے زید سے کہا تین ماہ کے تیس ۳۰ روپے دیدو ۳۰ روپے دینے پر بھی تم ہندہ سے نہیں مل سکو گے اوسوقت تک جبکہ تمہاری زوجہ تمکو خرچ نہ بھیجنے پر معذور سمجھے اور علمائے دین سے دریافت کیا جاوے اگر علمائے دین ملنے کی اجازت دیدیں اوسوقت تم کو اطلاع دیدینگے تم آنکر اپنی زوجہ کو رخصت کرالیجانا اور اگر علمائے دین نے ملنے کی اجازت نہ دی اور طلاق مقرر کردی تو تمہارے تیس روپے واپس کردیے جاویں گے زید نے کہا اسوقت میرے پاس تیس روپے نہیں فی الحال دس روپے لے لیجئے مکان پر پہنچکر ۲۰ روپے اور بھیجدونگا اونہوں نے دس روپے نہیں لیے زید کو واپس لوٹا دیا ہندہ کے والد نہ تو زید کو اولاد دیتے ہیں اور نہ ہندہ سے ملنے دیتے ہیں زید میں اسقدر حیثیت نہیں ہے کہ ۱۳۲۰ روپیہ حق مہر یکمشت ادا کرسکے اب ہندہ کے والد یہ کہتے ہیں کہ علماء سے اجازت لو اگر علمائے دین ہندہ سے ملنے کی اجازت دیدیں تو پھر مجھکو کچھ عذر نہ ہوگا تمہارے ساتھ ہندہ کی رخصت کردوں گا اب عرض ہے کہ ان سب

شرائط سے طلاق ہوئی یا نہیں ہندہ کے والد نے زید کو لکھا ہے کہ جس عالم سے تم فتویٰ منگواؤ اگر وہ لکھیں کہ طلاق نہیں ہوئی تو اون کو یہ ضرور لکھدینا کہ جس کتاب سے طلاق نہیں ہوئی ہے اوس کتاب کا نام اور صفحہ کا نمبر ضرور لکھیں بینوا توجروا۔

الجواب :- یہ سب جاہلانہ خرافات ہے وہ اقرار نامہ باطل محض ہے اوسمیں جتنی شرطیں لگائیں سب باطل و مردود و خلاف شرع ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما بال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان کان مائۃ شرط قضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق کیا حال ہے اون لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی شریعت میں نہیں جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے اگرچہ سَو شرطیں ہوں اللہ کا حکم حق ہے اور اللہ کی شرط موکد رواہ البخاری ومسلم عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اب باپ ہی کے یہاں رہیگی اور موجودہ اولاد کی وہی مالک ہوگی اور آئندہ اولاد کی بھی وہی مالک ہوگی اور باپ کے گھر بیٹھے نفقہ پائیگی یہ سب شرطیں خلاف شرع و مردود ہیں پانچویں شرط کہ خلاف کرے تو بھی تحریر تین طلاق بھی جائے یہ بھی باطل ہے غیر طلاق کو طلاق سمجھنا کیا معنی فتاوی قاضی خاں میں ہے امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال الزوج دادہ انگار و کردہ انگار لا یقع وان نوی کانہ قال لھا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذلک لا یقع وان نوی اھ ملخصا اوسی میں ہے لو قیل لرجل انک طلقت امرأتک فقال عدھا مطلقۃ او احسبھا مطلقۃ لا تطلق امرأتہ ا بالجملہ نہ صورت مستفسرہ میں طلاق ہوئی نہ عورت مالک اولاد ہوسکتی ہے قال اللہ تعالیٰ وعلی المولود لہ رزقھن ہاں حق حضانت لڑکا سات برس کی عمر تک ماں کے پاس رہیگا اور لڑکی نو برس کی عمر تک پھر باپ لے لیگا شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا کوئی اختیار نہیں قال اللہ تعالیٰ اسکنوھن من حیث سکنتم اگر شوہر کے پاس آنے سے انکار کریگی نفقہ پانے کی مستحق نہ ہوگی۔ عامہ کتب میں ہے لا نفقۃ لناشزۃ مہر اگر نہ معجل تھا نہ موجل یعنی نہ رخصت سے پہلے دینا قرار پایا تھا نہ کوئی میعاد معین مثلاً سال دو سال قرار پائی تھی تو جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت کو اوسکے مطالبہ کا کچھ اختیار نہیں ردالمحتار میں ہے موخر المھر حق طلبہ لھا بعد الموت او الطلاق پدر ہندہ کا یہ شرط لگانا کہ کتاب کا صفحہ بتایا جائے اونہیں شرائط کے قبیل سے ہے جو اوسنے اقرار نامہ میں لکھوائیں اگر وہ ذی علم ہوتا اوس پر یہ احکام مخفی نہ رہتے نہ ایسا مہمل اقرار نامہ لکھواتا نہ یہ ہوتا کہ چھ مہینے گذرنے پر طلاق نہ سمجھی تین مہینے گذرنے پر طلاق ہے اور جو بے علم ہے اوسکا حوالہ و صفحہ طلب کرنا اپنے منصب سے بڑھنا ہے اور اوسے صفحہ بتانا فضول اوسے یہ حکم ہے کہ علماء سے حکم دریافت کرے نہ یہ کہ صفحہ سطر جانچے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از جلپور محلہ بھان تلیا مرسلہ محمد نظیر داد خاں سوال نویس کچہری خفیفہ ۲۰ رجب ۱۳۱۸ھ

منکہ علاء الدین ولد شیخ رجب قوم مسلمان ساکن جبلپور محلہ گلگلا تالاب کا ہوں۔ چونکہ بوجہ دو عورتوں کے بیاہا تھا عورت میری سے آپس میں تکرار ہوا کرتی تھی سو آج کے روز روبرو گواہان ذیل یہ تصفیہ ہوا کہ میں بلا عذر کھانا کپڑا دیا کرونگا اور رات کے وقت مکان میں بھی رہا کرونگا اور بالفرض اگر میں ایک ماہ تک بلا وجہ کھانا کپڑا نہ دوں اور مکان میں رات کے وقت نہ رہوں تو روبرو گواہان یہ تصفیہ ہوا کہ عورت مذکورہ ہمارے نکاح سے باہر مثل طلاق کے ہوجاوے اور میری لگت فسخ ہوجاوے اور جو ڈگری عدالت سے ہمارے نام کی ہے وہ بھی باطل ہوجاوے اور بیاہتا عورت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے مکان میں جو اوسکے باپ کا ہے رہے میں بھی اوسی جگہ رہوں گا اور کھانا کپڑا دونگا اس میں کسی طرح کا عذر و حیلہ نہ کرونگا عذر کروں تو جھوٹ اسواسطے یہ چند کلمہ بطریق اقرار نامہ کے لکھدیا کہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آدے

میری شادی علاء الدین کے ساتھ عرصہ ۷ سال کا ہوا ہوگئی تھی اب میرے والدین قضا کر گئے اور میرے کوئی سرپرست نہیں رہا میرے خاوند نے عرصہ ۶ سال کا ہوا کہ ایک دوسرا نکاح کرلیا اور اوسکے ہمراہ رہا کرتا ہے میری کسی طرح سے کفالت نہیں کرتا ایک مرتبہ پنچایت میں اوس نے میرے نان نفقہ کا اقرار کرکے ایک اقرار نامہ مورخہ ۷ ارجون ۱۸۹۹ء کو تحریر کردیا تھا اور قرار کیا تھا کہ اگر قرار پورا نہ کروں تو طلاق ہوجاوے مگر اوس نے اپنا عہد پورا نہیں کیا اور میری وہ کیفیت ہے جو سابق میں تھی اب میں اپنی گزر اوقات کس طرح کروں اور میں نکاح سے باہر کیونکر ہوسکتی ہوں مجھے اوس سے کچھ اُمید نہیں۔ مورخہ ۱۵ ار اگست سنہ ۱۹۰۰ء۔ عرضی مسماۃ بتول ولد بچن خاں

میاں نظیر داد خاں باوجود ہونے پنچایت اور تحریر اقرار نامہ کے علاء الدین مسماۃ بتول کی پرورش بالکل نہیں کرتا اور مخفی رہتا ہے۔ کیا بموجب تحریر اسٹامپ طلاق ہوگئی اگر ہوگئی ہو تو مطلع کرد اوسکا عقد ثانی کرادیا جاوے تاکہ بلا سے نجات ہو اس شخص نے کبھی کفالت نہیں کی اور نہ اُمید پائی جاتی ہے۔ مورخہ ۱۶ ار اگست سنہ ۱۹۰۰ء

محمد خاں۔ بخدمت مولنا عبد السلام صاحب زاد فیضہ۔ چونکہ یہ مذہبی معاملہ ہے۔ میرے پاس یہ کاغذات آئے میں نے شروع سے اخیر تک دیکھا واقعی علاء الدین اپنی بیاہتا عورت سے کسی قسم کا سروکار نہیں رکھتا اور نہ اوسکی کفالت کرتا اوس نے ایک دوسرا نکاح کرلیا ہے اوسکی ہمراہی میں رہتا ہے ایسی حالت میں اوسکی زندگی پار ہونا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے آپ تحریر فرمائیے کہ یہ نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں اور عقد ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں فقط

۱۶ ار اگست سنہ ۱۹۰۰ء محمد نظیر داد

خلاصہ جواب۔ صورت مستفسرہ میں ثبوت کتابت اقرار نامۂ ہذا بلا اکراہ۔ از علاء الدین یا از جانب علاء الدین مع تحقیق خلاف اقرار نامہ یعنی ترک نان و نفقہ زوجہ و ترک شب باشی با زوجہ تا یک ماہ معلق علیہا الطلاق مستلزم ترتب الجزاء علی الشرط یعنی وقوع طلاق کا ہے بمجرد انقضائے مدۃ معینہ بلا شک اوسکی زوجہ مذکورہ پر طلاق بائن واقع ہوگی اور وہ عورت اوسکے نکاح سے باہر ہوجاوے گی فتاوی الخیریہ لنفع البریہ میں ہے لاشک اذا وجد

الغيبة والترك المعلق عليهما الطلاق انه يقع لوجود الشرط الموجب للجزاء الخ بعد انقضائے عدت طلاق وہ عورت عقد کرسکتی ہے۔

بجنسہ کاغذات ہذا خدمت میں عالیجناب مولانا مولوی احمد رضا صاحب بریلوی کے مرسل ہوکر گزارش کی جاوے کہ بعد ملاحظہ رائے مناسب سے اطلاع بخشیں۔ المرقوم ۴ ستمبر ۱۹۰۰ء

الجواب: فی الواقع علاء الدین کا کلام مذکور جہاں تک مقتضاء نظر فقہی ہو تعلیق شرعی ہے کہ وقت وجود شرط موجب وقوع طلاق بائن و زوال نکاح و جواز نکاح ثانی زن بعد انقضائے عدت ہے جیسا کہ فاضل مجیب سلمہ اللہ القریب المجیب نے بیان فرمایا الظاہر ان لایجعل قوله تو رو برو گوا ہان یہ تصفیہ ہو فاصلا بین الشرط والجزاء لانه من باب التاکید المفید والتائید المزید فلایکون اجنبیا قال فی الدر قال لها انت طالق ان شاء الله تعالٰی متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساك فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طالق او نداء کانت طالق یازانیة او طالق ان شاء الله صح الاستثناء بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا ان شاء الله الخ وفی الھندیة رجل قال لامرأته انت طالق ثلاثا فاعلمی ان شاء الله صح الاستثناء ولو قال انت طالق ثلثا اعلمی ان شاء الله او قال اذھبی ان شاء الله طلقت ثلثا وبطل الاستثناء وکذا فی فتاوی قاضیخان اھ وفیھا فی فصل الطلاق قبل الدخول لو قال انت طالق اشھد واثلثا فواحدة ولو قال فاشھد واثلثا کذا فی الغیاثیة اھ ومثله فی ھذا الباب المذکور من رد المحتار عن البحر من الظھیریة قال وحاصله ان انقطاع النفس وامساك الفم لایقطع الاتصال بین الطلاق وعدده وکذا النداء لانه لتعیین المخاطبة وکذا عطف فاشھد واقتصار الکل کلاما واحدا تحقق شرط میں اتنے امر کا لحاظ ضرور ہے کہ مہینہ بھر تک روٹی کپڑا نہ دینا اور شب کو مکان میں نہ رہنا بلاوجہ مقبول شرعی ہوا ہو کہ شرط میں بلاوجہ کا لفظ مذکور ہے تو کسی وجہ قابل قبول شرع کے باعث اگر مہینہ بلکہ برس گزر گیا اور اوسے نہ کھانا کپڑا دیا نہ مکان میں رہا تو طلاق نہ ہوگی یوہیں اگر دونوں شرط مذکور یعنی عدم انفاق و عدم شب باشی سے صرف ایک ثابت ہوئی مثلاً یہ تو ثابت ہوا کہ بلاوجہ مہینہ بھر تک روٹی کپڑا نہ دیا مگر مہینہ بھر تک رات کو مکان میں بلاوجہ نہ رہنے کا ثبوت نہ ہوسکا یا بالعکس تو جب بھی طلاق ثابت نہ ہوگی کہ یہاں دونوں شرطوں کا ثبوت ثبوت طلاق کے لئے ضرور ہے فی رد المحتار ان لم یکرر اداة الشرط فلابد من وجود الشیئین قدام الجزاء علیھما او اخرہ بحر ملخصا اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس مقدمے میں بالاتفاق بار ثبوت عورت کے ذمے ہے کہ مہینہ بھر تک نان و نفقہ نہ ملنے کے باب میں اگرچہ عورت محتاج گواہان نہیں بلکہ صرف اوسکا بیان حلفی کافی ہے وعند قیام الزوجیة وکونھا مستحقة للنفقة کما یشھد به کتابة الزوج لایکون الوجه المانع الاحادثا

فیکون الظاھر مع المرأۃ المنکرۃ حدوثہ فان ادعاہ الزوج فلیثبتہ مگر صرف اسی قدر تو شرط طلاق نہ تھا بلکہ مہینہ بھر تک بلاوجہ ترک شب باشی بھی اور اس کا ثبوت گواہان شرعی سے دینا بلاشبہ عورت پر لازم ہے فقط اوس کا بیان اگر حلفی ہو یہاں ہرگز معتبر نہیں لانہا ترید بھذا اثبات الطلاق وھو ینکرہ والبینۃ علی النفی مسموعۃ فی الشروط فی الدرالمختار ان اختلفا فی وجود الشرط) ای ثبوتہ لیعدم العدمی (فالقول لہ مع الیمین) لانکارہ الطلاق ومفادہ انہ لوعلق طلاقھا بعدم وصول نفقتھا ایاما فادعی الوصول وانکرت ان القول لہ وبہ جزم فی القنیۃ لکن صحح فی الخلاصۃ والبزازیۃ ان القول لھا واقرہ فی البحر والنھر وھو یقتضی تخصیص المتون لکن قال المصنف وجزم شیخنا فی فتواہ بما تفیدہ المتون والشروح لانہا الموضوعۃ لنقل المذھب کما لایخفی (الا اذا برھنت) فان البینۃ تقبل علی الشرط وان کان نفیا اھ فی ردالمحتار قولہ واقرہ فی البحر حیث قال فی فصل الامر بالید قیل القول لہ لانہ منکر الوقوع لکن لایثبت وصول النفقۃ الیھا والاصح ان القول لھا فی ھذا وفی کل موضع یدعی ایفاء حق وھی تنکراہ ونقل الخیر الرملی ایضا تصحیحہ عن الفیض والفصول قولہ وھو یقتضی تخصیص المتون ای تخصیصھا بکون القول لہ اذا لم یتضمن دعوی ایصال مال حملا للمطلق علی المقید اھ باختصار وفی غمز العیون صحح فی خلاصۃ الفتاوی والبزازیۃ عدم قبول قولہ فی کل موضع یدعی ایفاء حق مالی وھی تنکر فھذا یقتضی تخصیص المتون فاغتنم ھذا۔ وجوہ شرعیہ جو یہاں قابل قبول ہوں متعدد ہیں مگر اون کے بیان سے دست کشی کی جاتی ہے کہ تعلیم نہو اگر کوئی وجہ باعث ترک تھی تو علاء الدین خود بیان کردیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ :- از کلکتہ ٹرین اسٹریٹ نمبر ۹۲ مسجد محمد خلیفہ۔ مرسلہ عبدالرشید صاحب ۹ ذی الحجۃ المبارک ۱۳۲۰ھ

مرجع خاص وعام ملاذ علمائے کرام لازالت عتبتہم کہف الانام سلام مسنون برسیم فدویان عقیدت کیش بجاآوردہ گذارش یہ ہے۔ بنگالہ کے بعض دیار میں یہ دستور نوایجاد ہے کہ جب نوشہ شامل برات دولھن کے مکان پر جاتا ہے تو دولھن کے اولیا واقربا غیر مناسب شرائط سے کابین لکھوا کر نوشہ کو اوس پر دستخط کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور در صورت عدم دستخط لڑکی دینے سے انکار کرتے ہیں بیچارہ نوشہ بخوف ندامت وتضیع زیورات واسباب شادی جبراً وقہراً اوس پر دستخط کردیتا ہے اور بعد دستخط کرنے کے باقاعدہ رجسٹری بھی کرادیتا ہے۔ حالانکہ پیشتر اس مجلس نکاح کے ان بیہودہ شرائط کا تذکرہ تک نہیں ہوتا ہے۔ منجملہ اون غیر مناسب شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ تاحین حیات منکوحہ ہذا اور کسی عورت سے ہرگز شادی ونکاح نہ کروں گا اگر کروں تو وہ دوسری عورت مطلقہ بطلاق ثلاثہ بائنہ ہوگی خواہ منکوحہ ہذا بروقت نکاح بازن دیگر میرے نکاح میں موجود ہو یا نہو۔ پس دریں صورت مسئول ست کہ شرعاً ایسی بھی صورت ہے
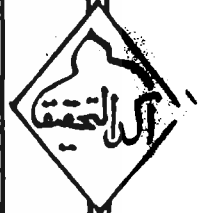
کہ ناکح مذکور کو اوس منکوحہ کے حین حیات میں دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز ہو جاوے بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا عند اللہ الوھاب جواب بحوالہ کتب فقہیہ مع نقل عبارت مرحمت ہو۔

الجواب:- اگر کوئی فضولی بطور خود بے اوسکی توکیل کے اوسکا نکاح کسی عورت سے کردے اور وہ شخص اجازت فعلی سے اوسے جائز و نافذ کردے زبان سے کچھ لفظ نہ کہے تو اس صورت میں منکوحہ ثانیہ پر طلاق اصلا نہ ہوگی اگرچہ منکوحہ اولی ہنوز خود اوسکے نکاح میں موجود ہو اور فضولی یوں آپ نہ کردے تو اس قسم کے الفاظ اوس کے سامنے کہے کہ کاش کوئی فلاں عورت سے میرا نکاح کردیتا یا کیا اچھا ہوتا کہ کوئی دوست بطور خود میرا عقد اوس سے کردیتا وذلک لان ھذا الفاظ الامانی دون الانابۃ حتی یکون توکیلا اور اجازت فعل یہ کہ مثلا عورت کو مہر جو مقرر ہوا ہے بھیجدے یا زبان سے نہ کہے کاغذ پر لکھدے کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا اور اگر فضولی خواہ کسی نے اوس عقد فضولی کی اس نے مبارکباد دی اور اسے سنکر سکوت کیا جب بھی عقد صحیح و نافذ ہوگیا اور طلاق نہ پڑے گی درمختار میں ہے زوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنہ الکتابۃ لایحنث بہ یفتی خانیۃ ردالمحتار میں ہے فی حاوی الزاھدی لو ھنأہ الناس بنکاح الفضولی فسکت فھذا اجازۃ اشباہ میں ہے حلف لایتزوج فالحیلۃ ان یزوجہ فضولی ویجیزہ بالفعل غمزہ میں ہے الاجازۃ بالفعل کبعث المھر اوشیئ منہ والمراد الیھا ذکرہ الصدر الشھید رحمہ اللہ تعالٰی وقیل سوق المھر یکفی مطلقا لان المجوز الاجازۃ بالفعل وھو متحقق بالسوق بحرالرائق میں ہے ینبغی ان یجیئ الی عالم ویقول لہ ما حلف واحتیاجہ الی نکاح الفضولی فیزوجہ العالم امرأۃ ویجیز بالفعل فلایحنث وکذا اذا قال لجماعۃ لی حاجۃ الی نکاح الفضولی فزوجہ واحد منھم اما اذا قال لرجل اعقد لی فضولی یکون توکیلا اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از کلکتہ مولوی امداد علی لین مرسلہ مولوی محمد عبدالعزیز صاحب۔ ۲۱ شوال ۱۳۱۴ھ

بذروۂ عرض خدام برتر مقام دام اقبالکم۔ پس از سلام سنت خیرالانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام۔ معروض اینکہ مسئلہ مالاینحل فی دیارنا پیشکش ملازمان می نمایم جواب شافیش عنایت فرمودہ رہین منت سازند جناب من بعضے اختلاف بدینگونہ می آورند کہ برغیر مدخول بہا بعد از وقوع یک طلاق ثانی وثالث واقع نخواہد شد مگر ارادۂ آنکس درینجا وقوع طلاق علی الانفراد نیست بلکہ باہم واقع کردن ست وسیاق کلام بنگالہ اہل ہم ہمچنیں است احقر درینجا بعینہ ترجمۂ بنگالہ نمود۔ زیادہ حد ادب

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی۔ اندرینکہ شخص در کابین نامۂ زوجۂ خود نوشتہ داد کہ من بلا اجازت تو و اجازت ولی معتبر تو نکاح دیگر نخواہم کرد واگر بکنم کل دین مہر ترا ادا نمودہ از تو و از ولی تو اجازت گرفتہ خواہم کرد ور نہ بر

منکوحہائے دیگر یک طلاق دوطلاق سہ طلاق واقع خواہد شد پس آں شخص یکے را ہم از شرائط مذکورہ بعمل نیاوردہ لُنے رالبعقد نکاح خود آورد واینک زوجۂ ثانیہ اش مطلقہ بسہ طلاق خواہد شد یانہ۔ بینوا توجروا

الجواب: اصل نیست کہ معلق ہنگام وجود شرط فرود می آید گویا اینک بجز امنجز التکلم کردہ است وزن نامدخولہ اگرچہ محل وقوع سہ طلاق بیکبار ہست ولہذا اگر اورا گوید بر تو سہ طلاق یا اگر بایں خانہ در آئی سہ طلاق باشی درصورت اولی فوراً ودر اخری ہنگام دخول خانہ سہ طلاق واقع شود بلکہ اگر سہ طلاق جداگانہ تعلیق کرد اما معطوفا بغیر حرف "ثم" و شرط را مؤخر آورد مثلاً گفت تو طلاقی وطلاقی وطلاقی اگر چناں کنی نیز بحصول شرط سہ طلاق اُفتد زیراکہ عطف بوا و یا فا آنہا را موصول کردہ وتاخیر شرط اول سخن را بہ تعلیق تغیُّیر دادہ است پس مجموع معلق شد وبوقوع شرط دفعۃً فرود آمد اما غیر مدخولہ وقوع بتفریق را صلاحیت ندارد ولہذا اگر گفت ترا یک طلاق ودوطلاق وسہ طلاق یا اگر اینکار کنی تو طلاقی و طلاقی وطلاقی بتقدیم شرط یا تو طلاقی طلاقی طلاقی اگر چناں کنی بتاخیر شرط وترک عطف ہمیں بیک طلاق بائن شود وباقی لغو رود زیراکہ درصورت اولی چوں ترا یک طلاق گفت ایں طلاق افتاد وزن از عصمت نکاح بیروں شد وعدت ہم نیست پس محلیت طلاق نماند ومعطوفات باقیہ ہنگام انعدام محلیت برزماں آمد وبیکار رفت ودر ثانیہ چوں شرط مقدم ست گویا ہنگام وقوع شرط چناں گفت کہ تو طلاقی وطلاقی وطلاقی وبدلیل ہمیں[عہ] یک وقوع یافت ودر ثالثہ مغیر کہ در آخر کلام یافتہ شد ہمیں طلاق ثالث را از تنجیز بہ تعلیق تغییر داد کہ ماسلف بجہت ترک عطف بادمربوط نبود۔ پس ہنگام تکلم بہ کلمہ اولٰی یک طلاق فی الحال واقع شد ومحل تنجیز دوم وتعلیق سوم نماند چوں ایں مسائل حالی شد حکم مسئلہ مسئولہ رنگ وضوح یافت کہ بر منکوحۂ ثانیہ ہمیں یک طلاق واقع شود وبس۔ فی الھندیۃ ان علق الطلاق بالشرط ان کان الشرط مقدما فقال ان دخلت الدار فانت طالق وطالق وطالق وھی غیر مدخولۃ بانت بواحدۃ عند وجود الشرط فی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولغا الباقی وان کان الشرط مؤخرا فقال انت طالق وطالق وطالق ان دخلت الدار اوذکرہ بالفاء فدخلت الدار بانت بثلث اجماعا سواء کانت مدخولۃ اوغیر مدخولۃ فان ذکرہ بغیر حرف العطف ان کان الشرط مقدما فقال ان دخلت الدار فانت طالق طالق طالق وھی غیر مدخولۃ فالاول معلق بالشرط والثانی یقع للحال والثالث لغو وان اخر فالاول ینزل للحال ولغا الباقی کذا فی السراج اھ ملخصا۔ وفی الدر المختار تقع بانت طالق واحدۃ وواحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقھما بالشرط دفعۃ وتقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اھ۔ فی رد المحتار قولہ لتعلقھما بالشرط دفعۃ لان الشرط مغیر فلا یمتاع فاذا اتصل المغیر توقف صدر الکلام علیہ فیتعلق بہ کل من الطلقتین معا فیقعان عند وجود الشرط کذلک بخلاف مالو قدم الشرط فلا یتوقف لعدم المغیر۔ قولہ لان المعلق کالمنجز ای

[عہ] یہاں اصل میں بیاض ہے

يصير عند وجود شرطه كالمنجز ولو نجزه حقيقة لم تقع الثانية بخلاف ما اذا اخر الشرط لوجود المغير زيلعی ۔ وفی العطف بثم ان اخرہ تنجزت واحدۃ ولغا ما بعدھا وان قدم لغا الثالث وتنجز الثانی وتعلق الاول فيقع عند الشرط بعد التزوج الثانی اھ مختصرا۔ وفی البحر الرائق لو قال لامرأۃ يوم اتزوجك فانت طالق وطالق وطالق فتزوجها وقعت واحدۃ وبطلت الثنتان ولو قال انت طالق وطالق وطالق يوم اتزوجك وقعت الثلاث کذا فی الحاوی القدسی وکذا لو قال ان تزوجتك کما فی المحيط[1] اھ تمام تفاصيل ايں مسئلہ کہ بلحاظ آنکہ عطف بواو وفا باشد يا بثم يا بيح و بہر تقدير منجز باشد يا معلق بشرط مقدم يا مؤخر و بہر وجہ زن مدخولہ باشد يا غير آں بہيجدہ صورت ميرسد و بلحاظ تفصيلات اخر صور ديگر صورت بندد از تراز يہ و فتح القدير و بحر الرائق و ہنديہ تواں جست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: غلام گيلانی صاحب پنجابی از ضلع پترہ ڈاکخانہ پٹن موضع چنبک نگر معرفت تار و چودھری

اوائل صفر ۱۳۲۶ھ

زوج نے قبل عقد نکاح کے کابین نامہ میں عورت کو يہ شرط لکھدی کہ ميں اگر آپ سے ايک برس کی مدت تک جدا ہوں يا کسی صورت سے آپ کا خبر گير نہ ہوں تو اگر آپ کی مرضی ہو تو ہمکو شوہر سے چھوڑ کر طلاق دے سکتی ہو انتہی۔ کابين ميں بنگلہ زبان ميں ايسی عبارت لکھی ہے جس کا ترجمہ بعينہا يہی ہوتا ہے۔ آيا يہ معنی ظاہری اسکا ترک کرکے عرفی موافق غرض زوجہ کے اس صورت سے لے سکتے ہيں (تم مجکو اپنی شوہری اور زوجيت سے نکالکر طلاق دے سکتے ہو) مگر يہ نہيں معلوم ہوتا کہ کس کو طلاق دے سکتے ہو۔ اضافت طلاق زوجہ کی طرف نہيں ہے بنگلہ زبان ميں زوج نے قصداً ايسی عبارت لکھی ہے کہ جس کا ترجمہ ايسا کچھ بنتا ہے جيسا کہ (انا منك طالق) اور اب زوجہ وقوع شرط کی مدعيہ ہے اور زوج منکر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ميں مدت کے اندر چند بار آيا مگر مجکو زوجہ کے اقارب نے زوجہ کے پاس جانے، ملاقات بات چيت کرنے سے روک ديا اور مکان ميں داخل ہونے نہيں ديا۔ دونوں اپنے دعوے پر بينہ رکھتے ہيں۔ مگر زوج کسی مولوی کو حکم نہيں بناتا اور نہ کسی کے پاس آتا ہے تين برس گزر گيا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ زوج بھی اپنے الفاظ سے عرفی معنی موافق مدعائے عورت لے کر انکار وقوع شرط کا کرتا ہے ورنہ زوجہ کے دفعہ ميں اسکو اسی قدر بس ہے کہ کہدے کہ ميری عبارت سے يہ نہيں نکلتا کہ عورت کو بعد وقوع شرط کے اختيار طلاق کا ہے۔ اب فقير بر تقصير عرض کرتا ہے کہ حضور والا ارشاد فرمائيں کہ اس عبارت سے کيا مطلب ليا جائے اور عورت کا بينہ معتبر ہوگا يا کيا کتنی طلاق دے سکتی ہے يا نہيں دے سکتی۔

الجواب: صورت مستفسرہ ميں عورت کو کسی طرح اپنے نفس کو طلاق دينے کا اختيار نہيں۔ الفاظ شرط کابين نامہ اگر اسی قدر ہيں جو سوال ميں مذکور ہوئے اور اضافت الی النکاح کا اس ميں کہيں ذکر نہيں

کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں یا جب میں تجھے اپنی زوجیت میں لاؤں اوسکے بعد اگر ایسا واقع ہو تو تجھے اختیار طلاق ہے جب تو شرط کابین نامہ محض فضول و باطل ہے کہ اوسکی تحریر قبل نکاح ہوئی اور نکاح کی طرف اوس میں اضافت نہیں تو نہ ملک پائی گئی نہ اضافت ملک اور ایسی تعلیق محض باطل ہے۔ درمختار میں ہے شرطہ الملک کقولہ لمنکوحۃ ان ذھبت فانت طالق او الاضافۃ الیہ کان نکحت امرأۃ او ان نکحتک فانت طالق فلغا قولہ لاجنبیۃ ان زرت زیدا فانت طالق فنکحہا فزارت لم تطلق لعدم الملک والاضافۃ الیہ انتھی مختصرا۔ اور اگر کابین نامہ میں اضافت الی النکاح ہے تو یہ تعلیق و تفویض صحیح ہوگئی اور اوسکا مفاد مثل انا منک طالق کے نہیں کہ لفظ "ہمکو" لفظ "چھوڑکر" سے متعلق ہے نہ لفظ طلاق سے۔ اور اس طلاق کی اضافت کلام زوج میں عورت کی طرف نہ ہونا کچھ منافی صحت تفویض نہیں کہ تفویض میں زن و شوہر دونوں میں سے ایک کے کلام میں اضافت کافی ہے۔ درمختار میں ہے وذکر النفس او الاختیارۃ فی کلام احد کلامیھما شرط صحۃ الوقوع بالاجماع ویشترط ذکرھا متصلا فان کان منفصلا فان فی المجلس صح والا لا فلو قال اختاری اختیارۃ او طلقۃ وقع لو قالت اخترت فان ذکر الاختیارۃ کذکر النفس وکذا ذکر التطلیقۃ او لشرط ذکر ذلک فی کلام احدھما فلم یختص بکلام الزوج کما ظن انتھی مختصرا۔ مگر تفویض طلاق کہ معلق بالشرط ہو بعد وقوع شرط اوسی مجلس پر محدود رہتی ہے جس میں عورت کو وقوع شرط کا علم ہوا مجلس بدلنے کے بعد اوسے طلاق لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ درمختار میں ہے التعلیق بالمشیۃ او الارادۃ او الرضاء او الھوی او المحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس۔ یہاں کہ عورت مدعیہ وقوع شرط ہے اور اس نے ابتک اپنے کو طلاق نہ دی مجلس اول ختم ہوتے ہی اوسے اختیار طلاق نہ رہا۔ بہرحال صورت مسئولہ میں عورت کا دعوی اصلا قابل سماعت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ۱۳ رجادی الاخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید نے اپنی زوجہ کو بریلی سے رامپور بھیجدیا کہ بوجہ رنج ہوجانے کے باہم زید و ماموں زوجہ زید کے اور ایک رقعہ بھی لکھدیا کہ میں اپنی بیوی کو بخوشی معہ زیور کے بوجہ رنجش کے رامپور کو رخصت کرتا ہوں اور آئندہ مجھکو کوئی تعلق نہ ہوگا اور دو روپیہ ماہوار لڑکی کے دودھ پلائی کے مقرر کرتا ہوں لوگوں نے زید سے دریافت کیا کہ کیا طلاق دیتے ہو زید نے طلاق سے انکار کرکے یہ کہا جسوقت میری حالت غصہ درست ہوجاوے تو پھر بلوالونگا بعد ایک ہفتہ کے جبکہ زوجہ زید رامپور چلی گئی زید نے ایک خط بنام مولوی لطف اللہ صاحب کے لکھا کہ باہم میرے اور میری زوجہ کے ماموں میں رنج ہوگیا ہے آپ صفائی کرادیں اور اون سے کہدیجئے کہ یکم تاریخ تک روانہ بریلی کردیں اور اگر نہ روانہ کریں گے تو یہ ایک

طلاق دیتا ہوں ایسے درمیان میں جو زید نے واسطے آنے میعاد اپنی زوجہ کے مقرر کی تھی رامپور میں بحضور اپنی زوجہ کے رجوع کرلیا لیکن زوجہ زید رامپور سے بریلی کو اوس میعاد مقررہ کے اندر نہیں آئی ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کس قسم کی رجعی یا بائن بعد ایک ماہ کے زید رامپور گیا زوجہ کے ماموں نے یہ کہا کہ طلاق ہوگئی ہے میں رخصت ابھی نہ کروں گا اوس پر زید نے جواب دیا کہ اگر آج ہی اس معاملہ کا فیصلہ نہ ہوگا تو تینوں طلاق پوری کردونگا یہ کہکر چلا آیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ ہوئی تو کس قسم کی واقع ہوئی رجعی بائن بعض علماء کا بیان ہے کہ یہ طلاق بوجہ معلق ہونے کے بائن ہوگئی یہ قول کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مستفسرہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی زید کا کہنا کہ تینوں طلاق پوری کردوں گا محض وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی اور زید کا میعاد وقوع طلاق یعنی یکم آنے سے پہلے جاکر رجوع کرنا محض بے اثر ہے فان الرجوع لاینعدم الوقوع تو نہ رہا مگر زید کا وہ قول کہ یکم تک نہ روانہ کریں گے تو یہ ایک طلاق دیتا ہوں۔ یہ طلاق اوس شرط پر معلق تھی یکم گزر گئی اور عورت کو روانہ نہ کیا شرط متحقق ہوئی طلاق پڑگئی اور یہ طلاق یقیناً رجعی ہے تعلیق کے سبب بائن ہوجانا باطل قطعی کما قد منا تحقیقہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از بنگالہ نواکھالی محلہ رامپور فضل الرحمٰن صاحب ۶ شوال ۱۳۲۵ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی کو اس شرط کے ساتھ کابین نامہ لکھدیا کہ اگر تمھارے سوا کوئی دوسری بی بی کروں تو وہ ایک دو تین طلاق ہے بعد اسکے زید نے اپنی منکوحہ سے اجازت لیکر دوسری شادی کرلی مگر کابین میں اجازت وغیرہ کا ذکر مطلقاً نہیں آیا۔ صورت مذکورہ میں وہ اجازت عند الشرع معتبر ہوگی یا نہیں اور شرعاً ایسی شرط کرنا درست ہے یا نہیں، اگر کرلے تو کیا حکم بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مستفسرہ میں نکاح ہوتے ہی زوجہ ثانیہ پر معاً ایک طلاق بائن ہوگی وہ نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ کی حاجت نہیں اگر زید چاہے تو اوس سے دوبارہ نکاح کرلے خواہ اور عورت سے نکاح کرے اب زوجہ کو طلاق نہ ہوگی اگرچہ زوجہ اولیٰ اجازت بھی نہ دے اما وقوع الطلاق فلتحقق الشرط والاجازۃ لاتمنعہ واما الوحدۃ والبینونۃ فلوقوعہ قبل الدخول وتفریقہ فی الایقاع حیث لم یقل تین بل ایک دو تین اما عدم الوقوع اذا نکح اخری او ھذہ مرۃ اخری فلانحلال الیمین لعدم کلما وما یقوم مقامہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از بمبئی پیرولین پوسٹ عمرکھاڑی۔ مرسلہ منشی محمد صدیق قدسیہ جنتری ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے محکمۂ قضاء میں حاضر ہوکر اقرار کیا کہ آج سے آیندہ میں اگر شراب پیوں یا فتنہ وفساد کروں اور وہ پانچ اشخاص (جنکے نام اقرار نامہ میں بطور نگرانی درج ہیں) میری بدچلنی کا ثبوت پہنچادیں تو میری زوجہ مسماۃ ہندہ میرے نکاح سے باہر ہے اور میری مطلقہ ہے پس بعد عہد اقرار مذکور

کے پانچ یا سات نفر معتبر نے جو تحریر اقرارنامہ کے وقت موجود تھے زید کو بر سر راہ حالت نشہ میں پایا اور زید کے والد کو ونیز مرقومہ بالا پانچ اشخاص معینہ میں سے ایک شخص کو اوسیوقت حالت نشہ کی خبر دی مگر زید کے والد اور شخص مذکور نے بخوف یا بپاس خاطر زید توجہ نہ کی اور اس واقعہ کے چند روز بعد زید نے اپنے والد کے ساتھ حالت نشہ میں فساد کیا اور گرفتار ہو کر محکمہ میں اسی بنا یعنی شراب خواری وفساد ریزی پر جرمانہ دیا بعد ازاں اہل جماعت جمع ہوئے جن میں مذکور الصدر پانچ اشخاص بھی بصورت منصف موجود تھے اور زید کو تقصیروار گردانا مگر مقدمۂ مذکورۂ بالا میں زید کی ظاہری بدچلنی جو وقوع میں آئی اوسکو زبانی بیان کرنے میں بپاس رکھتے ہیں پس ان تمام صورتوں میں زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر طلاق واقع ہوئی تو عدت کس روز سے شمار ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- قول زید کا حاصل یہ ہے کہ اگر اوس سے خمرابخواری یا فتنہ وفساد کا صدور ہو اور ان دونوں میں سے جو کچھ ہو اوسکے ساتھ ایک امر ضرور ہو وہ یہ پانچ اشخاص مذکورین اوسکی بدچلنی کا ثبوت پہنچائیں ان باتوں کے جمع ہونے پر اوسکی عورت اوسکے نکاح سے باہر اور اوسکی مطلقہ ہے وذلک لانہ عطف الثانی علی الاول باو ثم الثالث بالواو فکان الشرط وقوع احد الامرین الاولین مع الثالث امام فخر الاسلام بزودی قدس سرہٗ اصول میں فرماتے ہیں وعلی ھذا قلنا فیمن قال ھذا حر وھذا اوھذا ان الثالث یعتق ویخیر بین الاولین لان صدر الکلام تناول احدھما عملا بکلمۃ التخییر والواو توجب الشرکۃ فیما سیق لہ الکلام فیصیر عطفا علی المعتق من الاولین کقولہ احدکما حر وھذا ہماری زبان میں کسی شے کا ثبوت پہنچانا اور کوئی شے ثبوت کو پہنچانا ان دونوں میں فرق ہے لفظ اول میں ثبوت ہوتا ہے یعنی شہادت زبانی یا حجت تحریری وارد اوسکا بہم پہنچانا مہیا کرنا ادا کرنا پیش کرنا اور لفظ ثبوت اپنے معنی پر ہے اور ثبوت کو پہنچانا ثابت ومدلل کرنا اوسکے ثبوت کا حکم دینا۔ پہلے لفظ کا تعلق شاہد وساعی ثبوت سے ہے اور دوسرے کا حاکم وقاضی ثبوت سے بھی غالب مراد ظاہر مفاد یہی ہے۔ اگر وہاں بھی عرف اسی طرح ہے تو وہ اشخاص جبکہ بخوف وہراس یا بہ لحاظ وپاس اوسکی بدچلنی زبان پر لانے سے بھی احتراز کرتے ہیں تو بدچلنی کا ثبوت پہنچانا اون سے واقع نہ ہوا اور وہ بھی جزو شرط تھا تو شرط کامل متحقق نہ ہوئی تو طلاق اصلا نہ ہوئی لان ماعلق علی وجود شیئین لاینزل الا عند وجودھما جمیعا اور اگر وہاں کے عرف ومحاورہ میں یہ فرق نہیں کسی شے کے ثابت قرار دینے کو بھی اوس شے کا ثبوت پہنچانا کہتے ہیں تو جبکہ پانچ اشخاص مذکورین نے اوسکی بدچلنی کا ثبوت مانا اور اس بنا پر اوسے تقصیروار ٹھہرایا ہو اور واقع میں اوس سے بعد معاہدہ شرابخواری یا فتنہ وفساد کا صدور بھی ہوا ہو تو ہندہ پر طلاق ہوگئی لاجتماع کل جزء من الشرطین فینزل الجزاء اور عدت اوسی وقت سے لی جائے گی جسوقت ان پانچ اشخاص نے اوسکی بدچلنی کے ثبوت کا حکم دیا لان الوقوع بالمجموع وانما العدۃ من حین الوقوع مجرد تقصیروار ٹھہرانا
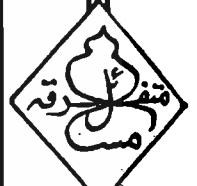
اگر بدچلنی ثابت مان کر نہ ہو وقوع طلاق کے لیے کافی نہ ہوگا لان الشرط ھذا لا ذاك واثبات التقصیر مطلقا لا یستلزم اثبات الدعارت، یوہیں اگر فی الواقع اوس سے شرانجواری وفتنہ پردازی بعد معاہدہ صادر نہ ہوئی اور ثبوت غلط طور پر بہم پہنچایا گیا جس سے اشخاص مذکورین نے حکم ثبوت دیا تو عنداللہ اس صورت میں بھی ہندہ پر طلاق نہ ہوگی لعدم تحقق الجزاء الاول اگرچہ محکمۂ قضا میں ثبوت شرعی کے باعث قضاۃ حکم طلاق دیں اور جبکہ ثبوت شرعی گزر گیا اور اشخاص مذکورین نے حکم ثبوت دیا ہوا اور محاورہ کا وہ فرق کہ اوپر مذکور ہوا وہاں کے عرف میں نہ ہو تو عورت پر بھی لازم ہے کہ اپنے آپ کو مطلقہ جانے لان المرأۃ کالقاضی کما فی الفتح والدر المختار وغیرھما واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ:- از بریلی مرسلہ مولوی بشیر الدین صاحب وکیل ۱۱ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اقرار نامہ مصدقہ رجسٹری میں معاہدہ حسب ذیل اپنی منکوحہ بی بی سے کیا وہ معاہدہ جائز ہے یا نہیں اور اوس معاہدہ کا نفاذ ہو سکتا ہے یا نہیں جو کہ مسماۃ مشتری جان طوائف دختر باواللہ زوجہ منکوحہ فقیر کی ہے مسماۃ مذکور مقر سے خواستگار اجازت مسماۃ مذکور نے کی ہے لہذا بصحت نفس وثبات عقل بخوشی خاطر اپنے بلاکسی جبر واکراہ کے اچھی طرح سمجھ کر مسماۃ مشتری جان مذکور کو اجازت دیتا ہوں کہ پیشہ ناچنے وگانے کا جس طور سے سابق دستور کرتی چلی آئی ہے بدستور جاری وقائم رکھے اور بغرض مدد کرنے ناچ وگانے کے خواہ بداؤں سکونت رکھے یا دیگر جگہ قیام کرے میں کسی وقت اور کسی حالت میں مانع اور مزاحم یا حارج نہیں ہونگا اگر میرے فعل یا ترک فعل سے کسی وقت میں مسماۃ مذکور کا نقصان یا حرج واقع ہو تو ایسی حالت میں نکاح فسخ ہو جاوے گا اور مسماۃ کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہوگی لہذا یہ اقرار نامہ بلا نالش لکھدیا کہ سند رہے۔ واضح رہے کہ معاہدہ کرنے والا شریف خاندان کنچنے وغیرہ میں سے نہیں ہے اور ان الفاظ کے تحریر سے نکاح فسخ ہو جاوے گا یا نہیں اور شوہر اسے اجازت ناچنے وگانے کی اور دیگر جگہ اسے کام کے واسطے اجازت دیسکتا ہے یا نہیں اور اوسے اجازت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- ایسی اجازت حرام قطعی ہے اور اجازت دینے والا دیوث ہے اگر توبہ نہ کرے تو اوس پر جنت حرام اور اوس پر اللہ کی لعنت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء تین شخص جنت میں نہ جائیں گے اپنے ماں باپ کو ناحق ایذا دینے والا اور دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت رواہ الحاکم والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند صحیح اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثۃ لایدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومدمن الخمر تین شخص کبھی جنت میں نہ جائینگے دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی رواہ الطبرانی

فی الکبیر عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند حسن اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلثۃ قد حرم اللہ علیھم الجنۃ مدمن الخمر والعاق لوالدیہ والدیوث الذی یقر فی اھلہ الخبث تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرمادی ہے شرابی اور ماں باپ کا موذی اور دیوث کہ اپنے اہل میں گندی بات برقرار رکھے رواہ احمد والنسائی والبزار والحاکم وقال صحیح الاسناد رہی طلاق اوسکا حکم یہ ہے کہ فسخ نکاح کنایات سے ہے اگر شوہر نے اس لفظ سے طلاق مراد لی ہے طلاق پڑجائیگی ورنہ نہیں درمختار میں اذھبی الی جھنم یقع ان نوی خلاصہ وکذا اذھبی عنی وافلحی وفسخت النکاح عالمگیری میں ہے لو قال فسخت النکاح ونوی الطلاق یقع یہی حال آزادی کا ہے پس صورت مسئولہ میں اگر شوہر اقرار کرے کہ یہ الفاظ اوس نے بہ نیت طلاق لکھے تھے تو بحال وقوع شرط عورت پر ایک طلاق بائن ہوجائیگی اور اگر وہ اقرار نہ کرے تو اوس سے قسم لی جائے اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو اب بھی جبکہ شرط واقع ہوئی ہو وقوع طلاق کا حکم ہوگا اور اگر قسم کھالی کہ واللہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق نہ لکھے تھے تو حکم طلاق نہ ہوگا عورت بدستور اوسکی منکوحہ رہیگی پھر اگر وہ جھوٹ قسم کھائے گا تو اوسکا وبال اوسپر ہے عورت پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے نحو اخرجی یحتمل ردا ونحو خلیۃ یصلح سبا ونحو انت حرۃ لایحتمل السب والرد ففی حالۃ الرضا ای غیر الغضب والمذاکرۃ تتوقف الاقسام الثلثۃ تاثیرا علی النیۃ للاحتمال والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبی اھ ملتقطا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱: از صدر بازار جھاؤنی نیمچ محلہ بڑی منڈی۔ مرسلہ چودھری ننھے سوداگر چرم ۲۵ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

بکر نے شادی زید کے ساتھ اپنی دختر کی کی جسکو عرصہ ۹ سال کا ہوا بکر اور زید دونوں فقیر ہیں بوقت شادی زید کی عمر ۱۵۔۱۶ سال کی تھی اور لڑکی کی قریبًا سولہ سال کی۔ شادی ہوتے ہی زید کے ہمراہ بھیجدی گئی تین ماہ بعد بکر کے یہاں آئی اور پھر چھ ماہ بعد زید کے ہمراہ بھیج دی گئی چھ ماہ بعد زید مع اپنی بی بی کے بکر کے یہاں آیا اور رہنے لگے ۴ ماہ بعد زید چلا گیا اور چوری کی علت میں گرفتار ہوگیا۔ بکر زید کو چھڑا کر لے آیا مگر آٹھ دس روز کے بعد پھر کسی کی چیز لیکر بھاگ گیا بکر پھر اوسکو لے آیا کوئی ایک ماہ رہا پھر ایک بقال کا غلہ چرا کر بھاگ گیا ڈھائی ماہ بعد پھر زید آگیا اور اقرار نامہ منسلکہ تحریر کردیا کوئی دو ماہ بعد زید اپنی عورت سے مار پیٹ کرکے جبرًا زیور لیکر بھاگ گیا کوئی تین ماہ بعد ذات کی پنچایت ہوئی اور پنچوں نے پنچنامہ منسلکہ۔ زید کوئی چھ ماہ بعد پھر بکر کے پاس آکر رہنے لگا اور دو ماہ بعد لوگوں کے برتن وغیرہ لے کر بھاگ گیا۔ اوسوقت اوسکی عورت کو حمل تھا ایکسال کے بعد زید کا باپ زید کی عورت کو لینے آیا زید کی عورت نے جانے سے انکار کیا پھر زید کو بذریعہ خطوط وغیرہ بلایا گیا جسے عرصہ آٹھ ماہ کا منقضی ہوا ہے نہ زید آیا نہ خطوں کا جواب دیا۔ قریب

ایک سال کے زید کی بی بی بچے کا بار بکر پر ہے زید کی عورت زید کے پاس رہنے سے ناراضامند ہے ایسی صورت میں زید کی عورت کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے۔

نقل اقرارنامہ

میں کہ سبوراشاہ ولد مدھاری شاہ فقیر ساکن موضع رسینٹ ماریہ علاقہ شاہ پور کا ہوں جو کہ میری شادی ہمراہ مسماۃ مایلی بنت کنوردی شاہ فقیر ساکن جنادی ہیچ ہوئی ہے بعد شادی کے میں بخانۂ کنوردی شاہ خسر خود رہا اور موضع رسینٹ ماریہ بھی. بوجہ تنازع چلا گیا اب کہ میں بخانۂ کنوردی شاہ خسر خود رہکر زندگی خود بسر کرنا چاہتا ہوں لہذا اقرار کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میں تازندگی خود بخانۂ کنوردی شاہ رہوں گا اور جو کچھ کما کر یا مانگ لاؤنگا وہ اپنی خسر وزوجہ وخوشدامن کو دیونگا اور زوجہ خود کو کسی طرح کی تکلیف نہ دونگا نہ ماروں گا اور نہ کوئی فعل خراب کرونگا اور بر تقدیر کہیں باہر چلا جاؤں تو اوسکی اطلاع کنوردی شاہ وزوجہ خود واہل محلہ سے کرونگا اگر میں جنادی بخانہ خسر نہ رہوں یا کوئی خراب فعل کروں اور بدون اجازت کے جنادی سے چلا جاؤں تو کنوردی شاہ خسر میرے کو اختیار ہے کہ دوسری جگہ زوجہ میری کا نکاح کردے میں کوئی طرح کا دعویٰ جھگڑا کچہری وپنچوں میں نہیں کرونگا بنابراں یہ چند کلمہ بطور اقرارنامہ لکھدیے کہ سند ہے۔ ۳۰ر دسمبر ۱۳ء

العبد ــــــ گواہ شد ــــــ گواہ شد ــــــ گواہ شد

نشانی انگوٹھا سبوراشاہ — اللہ بخش ولد شیخ کلو چودھری — قمرالدین ولد شیخ گیا — تھن ولد منابوپاری — رحیم بخش ولد سعدی مجاور

الجواب: جبتک طلاق ثابت نہو یا وہ مرنہ جائے عورت کا نکاح دوسری جگہ نہیں ہوسکتا وہ اقرار جو اوس نے لکھا ثبوت طلاق کے لیے کافی نہیں۔ ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ اس اقرارنامہ سے میری مراد عورت کو طلاق دینا تھی یہ جو اوس نے کہا کہ ایسا کروں تو خسر کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے اوسکا نکاح کردے اس سے مراد یہ تھی کہ ایسا کروں تو اوسے طلاق ہے تو اس صورت میں طلاق ثابت ہوجائیگی اور جبکہ وہ یہ سب باتیں کرچکا تو اوسیوقت سے عورت نکاح سے نکل گئی اور اگر وہ اقرار نہ کرے تو اوس سے قسم لی جائے اگر قسم کھالیگا کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو وہ بدستور اوسکی عورت ہے دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے اور اگر قسم کھانے سے انکار کریگا تو طلاق ثابت ہوجائیگی اور اگر عدت گزر گئی یا اب گزر جائے تو دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از جھالود ضلع پنج محال گجرات احاطہ بمبئی مرسلہ شیخ عمرولی ڈاہیا، ۱۷ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

محمد آدم ساکن مورانے ابراہیم ساکن جھالود اوسکی لڑکی کی شادی کا پیام کیا ابراہیم نے کہا کہ مجھکو تم چند شرطیں لکھدو تو میں تم سے شادی کردوں محمد آدم نے قبول کیا اور کہا کہ جو شرط کرو بخوشی منظور ہے بعد اوسکے مسمی

آدم نے ایک اسٹامپ تحریر کردیا تحریر ذیل سماۃ فاطمہ بنت ابراہیم ساکن جھالود عمر۱۶ سال محمد آدم ساکن مورا عمر۱۹ سال میں تمھارے ساتھ برسم برادری شادی کرتا ہوں بعد شادی ہونیکے ہم اور تم بطور مرد عورت کے رہینگے بعد میں اوسکے متعلق اقرار نامہ برادری کی رسم کے مطابق زیور ۵۰ا تولہ چاندی کے بعوض مہر دیتا ہوں اس زیور پر میرا کسی قسم کا حق نہیں ہے اور اقرار کرتا ہوں کہ اپنا وطن مورا چھوڑ کر جھالود میں سکونت کرونگا باوجود اسکے اگر میری نیت میں فرق اور تمکو مارپیٹ کرکے جھالود سے دوسری جگہ یا کوئی گاؤں یا کے جھالود سے باہر لیجاؤں تو بغیر طلاق کے طلاق طلاق طلاق واقع ہو یہ اقرار نامہ صحیح میں نے لکھدیا مجھے اور میرے وارثوں کو منظور ہے سوائے اسکے میں تمکو بارہ ماہ کے اندر راضی اور خوش رکھونگا اور رہوں گا اگر خلاف اسکے کروں تو تحریر بالا کے مطابق طلاق سمجھنا یہ لکھا ہوا صحیح ہے اگر بارہ ماہ تک میں تم سے جدا رہوں یا دوسری جگہ چھوڑ کر چلا جاؤں تو طلاق سمجھنا یہ لکھا ہوا درست ہے بعد تحریر دستاویز مذکور لڑکی کو سُنایا گیا لڑکی نے قبول کیا ستائیس روز بعد برسم برادری بشرائط مرقومہ بالا شادی کرکے لڑکی کو رخصت کیا۔ تین سال تک جھالود میں رہی بعد تین سال کے ایک روز بلا رضامندی عورت کے جھالود سے جیبرن گاؤں میں سوار کرکے لے چلا قریب پون میل گیا ہوگا کہ اوسکے والد کو معلوم ہوا کہ لڑکی کو لے گیا اوسوقت وہ خود اور برادری کے تین چار آدمی دوڑ کر گئے اور گاڑی روک لی لڑکی سے دریافت کیا کہ تو کہاں جاتی ہے کہا کہ میں بخوشی نہیں جاتی بلکہ مجھے مارپیٹ کر جیبرن لیے جاتا ہے لڑکی سے کہا کہ گاڑی سے اوتر فوراً اوتر آئی محمد آدم سے کہا کہ تونے اقرار نامہ لکھدیا ہے اور کہاں لیے جاتا ہے جواب دیا کہ میں اپنے گاؤں نہیں لے جاتا دوسری جگہ لیجاتا ہوں یعنی خود دکان کرنے جاتا ہوں اونھوں نے کہا کہ تم نے شرط توڑدی اسلیے عورت کو طلاق ہوگئی پھر قاضی صاحب کے پاس گئے اونھوں نے کہا کہ تونے شرطی دستاویز لکھدیا ہے کہا ہاں بیشک میں نے لکھدیا ہے اور میں مورا نہیں لیجاتا ہوں دوسرے گاؤں خود ہی جاتا ہوں۔

الجواب:۔ شرط میں اپنے گاؤں کی تخصیص نہ تھی اوسکا عذر غلط ہے اوسمیں عام کہا تھا کہ جھالود سے کسی دوسری جگہ لیجاؤں لیکن شرط میں مارپیٹ کر لیجانا ہے اسکا ثبوت یا تو گواہان ثقہ سے ہو یا آدم اقرار کرے کہ ہاں مارپیٹ کرلیگیا فقط عورت کا کہنا کافی نہیں اگر گواہان یا اقرار سے مارپیٹ کر لیجانا ثابت ہو تو تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اوس سے نکاح نہیں کرسکتا قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره اور اگر گواہ نہوں یا وہ گواہ ثقہ شرعی نہ ہوں اور آدم مارپیٹ کرلے جانے کا اقرار بھی نہ کرے تو آدم سے اس کا حلف لیا جائے اگر حلف کرے گا کہ مارپیٹ کر نہیں لے گیا تو طلاق ثابت نہ ہوگی اور اس حلف کا حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں مکان پر بھی لیا جاسکتا ہے درمختار میں ہے يكفي تحليفها له في منزله پھر اگر حلف کرے اور عورت جانتی ہو کہ اوس نے جھوٹا حلف کیا تو عورت پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو تین طلاقوں سے مطلقہ سمجھے اور بوجہ طلاق نہ ثابت ہونے کے بذریعہ حکومت جبر نہیں کرسکتی لہذا اپنا مہر چھوڑ کر یا اور مال دیکر اوس سے علانیہ طلاق لے اگر

طلاق نہ دے تو جس طرح جانے اوس کے پاس سے بھاگے اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو وہ مجبور ہے اور وبال شوہر پر ہے ردالمحتار میں ہے اذا سمعت او اخبرھا عدال لایحل لھا تمکینہ بل تفدی نفسھا بمال اوتھرب فان حلف ولا بینۃ لھا فالاثم علیہ اذا لم تقدر علی الفداء او الھرب واللہ تعالی اعلم ؎

مسئلہ:۔ از جونپور مرسلہ مولوی عبدالاول صاحب ۲۸ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے اپنی زوجہ کے کابین نامہ میں منجملہ شرائط ایک شرط یہ لکھی کہ اگر بغیر رجسٹری شدہ اجازت نامہ تم سے حاصل کیے ہوئے اور بغیر تمہارا کل مہر ادا کیے ہوئے دوسرا نکاح کروں تو منکوحہ جدیدہ کو میری طرف سے تین طلاق ہوگا اب صورت حال یہ ہے کہ زوجہ نے مہر معاف کردیا اور اجازت نامۂ نکاح بلا رجسٹری شدہ شوہر نے حاصل کرکے دوسرا نکاح کرلیا اب شرعاً اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ اجازت نامہ بلا رجسٹری شدہ ہے اور ایفائے مہر نہیں پایا گیا بلکہ زوجہ نے معاف کردیا تو منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی یا نہیں۔

الجواب:۔ فقیر شب ہلال ماہ مبارک سے بغرض علاج بعض اعزاء اس پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے دور کتب سے مہجور بظاہر مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں طلاق نہ ہوگی کہ ایفا سے مقصود براءت ذمہ ہے وہ حاصل اور رجسٹری کہ وقت انکار تحفظ کے لیے ہوتی ہے جب عورت نے اجازت دیدی اجازت نامہ لکھوا دیا اصل مقصود حاصل ہوگیا جیسے عورت سے کہا اگر کل مجھے فلاں چیز لاکر نہ دے یا فلاں چیز لیکر نہ آئے تو تجھ پر طلاق اوسنے چیز کسی کے ہاتھ بھیجدی طلاق نہ ہوئی جبکہ مقصود اوس شئے کا پہنچنا ہو۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ:۔ از محکمۂ شرعیہ نل بازار بمبئی مسئولہ سید حسین صاحب نائب قاضی ۱۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے ایک اقرار نامہ اپنی زوجہ کو لکھدیا جس میں ایک شرط یہ تھی کہ اگر مقر اپنی توبہ کا پابند نہوا اور خلاف شرع کوئی فعل کرے تو اوسی وقت میری زوجہ کو اختیار ہوگا کہ وہ بلا اجازت میری اپنے ورثہ کے یہاں یا اپنے باپ بھائی کے یہاں فوراً چلی جائے یا اوسکے ورثا بلا میری دریافت کے اوسے بیجائیں اور اس خلاف ورزی شرع شریف میں میری جانب سے میری زوجہ کو طلاق قطعی سمجھی جائے نیز میری زوجہ کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ بموجب ہوجانے طلاق طلاق شرعی کے بعد میعاد عدت اپنا نکاح ثانی خود کرلے یا اوسکے ورثا اوسکا نکاح ثانی جہاں اوسکی خوشی ہو کردیں مجھکو اس میں کسی قسم کا عذر نہ ہوگا اگر وہ اپنی تحریر کردہ شرط کی خلاف ورزی کرے تو طلاق ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں طلاق نہ ہوئی کما بیناہ فی فتاونا ونص فی الخانیۃ ان احبی انک طالق لیس بطلاق وفی الھندیۃ عن الخلاصۃ امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال دادہ انگار او کردہ انگار لایقع وان نوی واللہ تعالی اعلم

مسئلہ :- از سرائے بھنولی ڈاکخانہ شاہ گنج ضلع فیض آباد۔ مرسلہ محمد فیض اللہ صاحب۔
۲۰ رجمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔ (۱) ایک اقرارنامہ مندرجہ ذیل مضمون کا لکھا گیا جسکے کل شرائط ولی ہندہ کے مقرر کیے ہوئے ہیں جو کہ مضمون اقرارنامہ سے صاف ظاہر ہے اور محمد شفیع کی طرف سے کوئی شرط مقرر نہیں کی گئی ونہ اوسکا قرار داد شرط کی اجازت دیگئی حالانکہ اقرارنامہ کے ایک لفظ سے بھی محمد شفیع کو اتفاق نہیں تھا ونہ اوسکا کوئی معاون وولی تھا کہ کچھ عذر کرتا ولی نہیں ایک زبردست واہل مقدور شخص ہے اوسنے بالجبر محمد شفیع سے دستخط کرالیا پس یہ اقرارنامہ شرعاً معتبر ہے یا کہ غیر معتبر بینوا توجروا۔

(۲) قبل تحریر اقرارنامہ ولی ہندہ جو کہ بمقابلہ محمد شفیع ہر حالت میں بدرجہا زور آور واہل مقدور تھا بکیس وبے بس محمد شفیع سے بالجبر طلاق لینے پر آمادہ تھا مگر اوسوقت محمد شفیع نے کچھ گریۂ وزاری سے منت وسماجت کی کہ اوسکا اثر اوسپر کارگر ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ طلاق سے تو باز رہے مگر اقرارنامہ مذکورہ ذیل پر دستخط کرالیا محمد شفیع نے اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر دستخط کر دیا کچھ دن کے بعد محمد شفیع رنگون چلا گیا اور تھوڑے عرصے تک حسب وسعت مبلغ بیس پچیس روپیہ ہندہ کو روانہ کیا مگر کچھ عرصہ تک بوجہ مجبوری خرچ روانہ نہ کرسکا البتہ خطوط روانہ کرتا رہا اور اوسکے ذریعہ سے اپنی مجبوری ظاہر کرتا رہا اور بعد کو بھی تین چار روپیہ روانہ کیا اب محمد شفیع قریب ساڑھے تین سال کے بعد رنگون سے واپس آیا اور وجہ عدم ادائگی خرچ میں یہ عذر بیان کیا کہ میں سخت جل گیا تھا اور کوئی اُمید زندگی نہ تھی چنانچہ چھ ماہ میں ہسپتال میں پڑا رہا (جلنے کا حال زبانی آیندگان آنصوبہ سے بھی سنا گیا اور اب بھی اوسکے جسم پر نشان دیکھا گیا یعنی موجود پایا گیا) اوس حالت میں مبلغ پچاس روپیہ کا قرضدار ہوگیا بعد صحت چندروز بیکار رہا اور جب کامیاب ہوا تو قرض ادا کیا بقیہ زادراہ میں صرف ہوا عدم روانگی خرچ سے ہندہ بوجہ اہل مقدور ہونے اپنے ولی کے محتاج نان نفقہ نہ تھی علاوہ اوسکے قریب دوصد روپیہ کی مالیت کا زیور جو کہ ملکیت محمد شفیع تھی اوسکے پاس موجود تھے غرضیکہ ہندہ واوسکے ولی کو نسبت نان ونفقہ وعدم روانگی خرچ کوئی شکایت نہیں ہے اور سب اوس سے رضامند ہیں پس سوال یہ ہے کہ بحالت صحت اقرارنامہ ایسی دوسری صورت میں ہندہ زوجیت سے خارج ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

نقل اقرارنامہ

میکہ محمد شفیع ولد عبدالقادر متوفی ساکن موضع سرائے بھنولی پرگنہ کجرانہ تحصیل کالو ضلع فیض آباد ام چونکہ باغوائے شیطان چند اوقات ناجائز مجھ سے آجتک ہوتے رہے ہیں نے اپنی منکوحہ مسماۃ ہندبنت محمد حسین خاں کے نان نفقہ سے بالکل غافل تھا حتی کہ میں نے آجتک ادنیٰ ضرورت بھی اوسکی رفع نہ کی وخلاف حکم خدا ورسولؐ
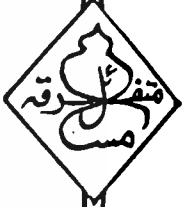
اوسکے نان نفقہ سے بالکل بے خبر تھا مگر اب میں اپنے افعال شنیعہ وسراسر غفلت وبے فکری سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لیے اقرار کرتا ہوں کہ مطابق مرضی منکوحہ واوسکے والدین کے ہر ایک اورات کی پابندی کرتا رہوں گا وجو کچھ وہ لوگ کہیں گے اوسپر عملدرآمد کروں گا اور اپنے گھر سے غیر ملک نہ جاؤنگا حسب اتفاق اگر غیر ملک جانے کے موقع نہ ہوا اور میں چلا جاؤں تو اپنی منکوحہ کے نان ونفقہ کی خبرگیری کرتا رہونگا اگر ایسی غفلت کروں یعنی اپنی منکوحہ کا نان نفقہ وخبرگیری نہ کروں تو وہ عدم خبرگیری میری بجائے طلاق ثلاثہ کے سمجھی جاوے اور پھر مجھکو کوئی عذر نہ ہوگا۔ لہذا یہ چند کلمہ بطور اقرار نامہ کے لکھدیا تاکہ سند رہے اور عندالضرورت کام آوے۔ فقط بقلم محمد فیض اللہ ۹ رجولائی ۱۹۱۵ء

العبد محمد شفیع بقلم خود۔

الجواب:۔ فرصت غنیمت سمجھکر دستخط کردیا جبر واکراہ نہیں مگر وہ اقرار نامہ بذاتہ خود ہی باطل ومہمل ہے اگر محمد شفیع بے کسی قریب کے آپ ہی لکھتا اور پھر بلا ضرورت غیر ملک کو چلا جاتا اور قصداً بلا عذر خبرگیری زوجہ سے دستکش رہتا اور ایک پیسہ کبھی نہ بھیجتا جب بھی اس باطل اقرار نامہ کی روسے اصلاً طلاق نہ ہوسکتی وہ اس میں طلاق نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میری عدم خبرگیری کو بجائے طلاق ثلثہ سمجھا جائے "یہ سمجھکر" صریح باطل ہے عدم خبرگیری ایک طلاق بھی نہیں ہوسکتی نہ کہ تین طلاق کی جگہ اور باطل سمجھ کی اجازت دیں باطل جیسے کوئی کہے اگر میں نہ آؤں تو دیوار کو طلاق سمجھ لینا کیا اسکے کہنے یاکسی کے سمجھ لینے سے دیوار طلاق بن جائیگی اور جب وہ اجازت وقول وفہم سب باطل ہے اور باطل پر کچھ اثر مرتب نہیں ہوسکتا لہذا وہ اقرار نامہ مہمل ہے اور طلاق اصلاً نہوئی فتاوی امام قاضی خاں میں ہے لوقال الزوج دادہ انگار وقال لزوجتہ انگار لایقع الطلاق وان کان قال لھا بالعربیۃ احسبی انک طلاق وان قال ذلک لایقع وان نوی. واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از رام پور محلہ فرنگن محل بزریا ملاظریف مرسلہ مولوی ریاست حسین خاں صاحب ۲۲ رشوال ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند اصحاب شرع وارباب ورع اندرینکہ شخصے بعد ایجاب وقبول نکاح خود در اقرار نامہ ایں عبارت تحریر نمود کہ منکہ یونس علی پسر حسین علی مرحوم حال ساکن ناکندیہ علاقہ تھانہ منکنڈ وضلع ارکان منمقر در حالت صحت ذات وثبات عقل بلا اجبار واکراہ بخوشی خود مسماۃ مہر النساء دختر غلام علی مرحوم را بچند شرائط بنکاح خود آوردم شرط اول اینکہ مسماۃ مذکورہ را در باب تعلیم احکام شرعیہ مثل نماز وروزہ وغیرہ امور دینیہ کوشش کما حقہ بکار آرم (الی ان قال) شرط ہشتم بغیر رضا ورغبت مسماۃ مذکورہ زنے دیگر بنکاح خود نیارم اگر آرم بر ثانیہ سہ طلاق واقع خواہد شد۔ شرط نہم اگر ز شرطے ازیں شرائط مرقومہ بالا انحراف ورزم آنگہ اختیار مسماۃ موصوفہ راست کہ بتوسل کاغذ ہذا نفس خود را از زوجیتم سہ طلاق کردہ بنکاح دیگر پردازد یا بنکاح من ماند انتہی نقل اقرار نامہ بعینہ. اکنوں

یونس علی مساۃ مہرالنساء را سہ طلاق دادہ بلا رضا ورغبت مہرالنسا بزن دیگر نکاح نمود است دریں صورت مرقومہ بزوجۂ ثانیہ یونس علی سہ طلاق واقع خواہد شد یا نہ. جناب فیضمآب مولانا صاحب دام اقبالہم وفیضہم بعد سلام عرض اینکہ جواب سوال بزودی عنایت فرمودہ ممنون فرمایند چنانکہ نخستین ہم مرہون منت وممتاز دارین فرمودہ بودند دریں باب نیز علما مختلف اند بعضے بطلاق ثانیہ قائلےست وبعضے بعدمش مصر فیصلہ چیست ومفتی بہ ومختار کدام۔ نزدم کتب مختلفہ موجود نیست بناء علیہ مکلف شدم عفو فرمایند والسلام۔

الجواب:۔ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ درصورت مستفسرہ قضیہ نظر فقہی تفصیل ست۔ اگر مہرالنساء گوید کہ یونس علی ایں نکاح دوم بے رضا ورغبت من کردہ است ویونس علی دریں معنی تصدیق بیانش کند زن پسیں ہم از وقت نکاح سہ طلاق شود ورنہ ہیچ طلاق وفراق نیست **اقول** وباللہ التوفیق تحقیق مقام آنست کہ طلاق زن ثانیہ معلق بوقوع نکاحش متلبس باعدم رضا ورغبت مہرالنساست. پس ہم وقت نکاح ایں عدم باید وتحقق شرط کہ مستلزم تحقق جزا وزوال عصمت ست تسلیم او مرہون ثبوت شرعی است کہ اقرار زوج باشد یا اظہار بینہ اما البینۃ فلانھا کاسمھا مبینۃ اما اعتراف الزوج فلانہ یملک الانشا فلا یزاحم فی الاخبار تنہا بیان مہرالنسا درحق زوجہ ثانیہ شنودن ندارد کہ بیان یک زن حجت شرعیہ نیست خاصۃ درحق ضرہ کہ محل تہمت ست واقدام یونس علی بریں عقد بے استیذان مہرالنساء مثبت شرط تواں شد کہ شرط عدم رضا بود نہ ترک استرضا وشتان ماہما۔ ولہذا علما گفتہ اند کہ درتعلیق بالرضا علم برضا درکار نیست مثلا شوہر حلف بطلاق کردہ مرزنش را گوید کہ بے رضائے من بیروں نروی باز آہستہ گفت بروزن نشنید یا شنید ونفہمید وبیروں رفت طالق نہ شود کہ بے رضا نرفتہ است گو خود برضا مطلع مباش بخلاف اذن کہ او نباشد الا بقول مسموع ومفہوم تا آنکہ دلائل واضحۂ رضا نیز آنجا بکار نیاید مثلا حلف کند بے اذن زن نیاشامم زن کاسہ بدست خود گرفتہ نوشاند وبرزبان ہیچ نگفت یا گفت وشوے نشنود یا مفہومش نشد حانث شود کہ اذن متحقق نگشت. پس عدم اذن درمحل شرط بہ بینہ ثابت تواں کرد لان الشہادۃ علی النفی مقبولۃ فی الشرط. اما باثبات عدم رضا ورغبت راہے نیست زیراکہ او صفتے قلبی ست وعلمش از علوم غیبی نہایت کار شہود چنگ بدلائل خارجہ زدن ست ودر ہیچ مقام امارات ظاہرہ اگر. چند ہرچہ تمامتر واضحہ باشد بکار نیاید. علماء فرمودہ اند زن را گفت اگر فلاں مومن ست تو طالقہ وفلاں را می بینم از صلحائے امصار واتقیائے روزگار ست او ہزار گفتہ باشد من مومنم درحق تعلیق تصدیق نباشد وطلاق نیفتد تا زوج بایمعنی اعتراف نکند زیراکہ ایمان در دل ست وامارات ازینجا حجیت منعزل وشہادت فرد از قبول منفصل. باز ایں دلائل اگر بعد وقوع ایں نکاح ثانی یافتہ شد مثلا مہرالنسارا خبر رسید وروئے درہم کشید یا پیش از نکاح منع ایں معنی میکرد وبرذکر او غضب می آورد وخود بکار نیست زیراکہ شرط وقوع نکاح متلبسا بعدم الرضاست ودل ہر وقت بریک حال نیست. القلب یتقلب. پس عدم رضائے

سابق ولاحق دلیل عدم مقارن نتواں شد الابہ استصحاب درسابق یاقیاس در لاحق وایں ہمہ ازظاہرست وظاہر واقع ست نہ مثبت بلکہ آں سابق ولاحق نیز خود ظاہری بیش نبود واللہ علیم بذات الصدور۔ ایں ظاہر در ظاہر شد وضعف برضعف راہ یافت واگر خود عین وقت ایں عقد دلائل غضب یافتہ شود علت منحصر دریں نیست اسباب غضب ہزارست ممکن کہ یاد تطلیق خودش درغضب آوردہ باشد نہ عدم رضا بایں عقد۔ اطلاع برآنکہ وجہ غضب چیست بازنیاز بآں آرد کہ آنوقت سخنان مہر النسا را دستاویز نمایند ایں باز رجوع بہ بیان زن شدہ وشہادت شہود ازمیان برخاست بلے غالب عادت زناں خاصہ دریں بلاد وزماں ہمانست کہ نکاح ثانی شوہران پسند نکنند اگرچند خود آنہا طلاقہ شدہ باشند اما ایں ظاہر باآنکہ ظاہر واز حجیت قاصرست ضعیف ترست بارہازناں مطلقہ بلکہ معلقہ بدعا آرزو کنند کہ شوہر پنجہٴ زنے بلا یا سلیطہ کج ادا گرفتار آید تا کیفر کردار خود چشد وعذابے کہ مارا کردہ است خمیازہ اش کشد ورضا بچیزے راعلم بآں چیزہم در وقت حدوث او ضروری نیست مثلاً پدر زید را تمناست کہ زید بمنصب وزارت رسد درغیبت پدر وزیرش کردند گفتہ نشود کہ ایں وزارت بے رضائے پدرست پس وقوع ایں عقد بے اطلاع مہر النسا نیز محقق شرط نباشد۔ بالجملہ راہ باثبات ایں شرط نیست جز باخبار مہر النسا مع تصدیق یونس علی۔ واصل کار ہماں اقرار یونس علی ست اگر یافتہ شد سہ طلاق بفور نکاح نقد وقت ثانیہ است کہ تامدخولہ محل سہ طلاق دفعی ست اگرچہ تفریق برتابد کہ امتثال تعلیقات بزمان بقائے زوجیت زوجہ اولیٰ مقتصر نیست ورنہ خیر۔ حالا برخے از کلمات علما برخوانیم آنچہ گفتہ ایم بپایہ اثبات رسانیم وباللہ التوفیق۔ امام محقق علی الاطلاق در فتح القدیر باب الیمین فی القتل والضرب فرماید لوقال لامرأتہ کل امرأۃ اتزوجہا بغیر اذنک فطالق فطلق امرأتہ طلاقا بائنا او ثلاثا ثم تزوج بغیر اذنہا طلقت لانہ لم تتقید یمینہ ببقاء النکاح لانہا انما تتقید بہ لو کانت المرأۃ تستفید ولایۃ الاذن والمنع بعقد النکاح۔ علامہ محقق زین بن نجیم در بحر الرائق فرماید الاذن یطلع علیہ بالقول بخلاف المحبۃ۔ ہمدرانست حقیقۃ المحبۃ والبغض امر خفی لایوقف علیہما من قبل احد لامن قبلہا ولامن قبل غیرہا لان القلب یتقلب لایستقر علی شیئ۔ امام حافظ الدین محمد کردری در وجیز کتاب الایمان فصل تاسع فرماید ان اذن ولم تسمع لایعتبر عند الامام ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی وفی الصغری لاتخرجی الابرضائی اوبغیر رضائی فاذنہا ولم تسمع او سمعت ولم تفہم لایحنث بالخروج بخلاف الاباذنی اوبغیر اذنی حیث یحنث لان الرضا یتحقق بلاعلمہا والاذن لایتحقق۔ ہمدرانست لایشرب الاباذنہ فناولہ القدح بیدہ ولم یقل بلسانہ شیئا فشرب یحنث لانہ دلیل الرضا لا الاذن لاتخرج امرأتہ الا بعلمہ فخرجت وہو یراہا لایحنث وان اذن لہا بالخروج فخرجت بعدہ بلاعلمہ لایحنث۔ امام اجل برہان الملۃ والدین در ہدایہ فرماید

ان کان الشرط لایعلم الامن جہتہا فالقول قولہا فی حق نفسہا مثل ان یقول ان حضت فانت طالق وفلانۃ فقالت قد حضت طلقت ولم تطلق فلانۃ ووقوع الطلاق استحسان والقیاس ان لایقع لانہ شرط فلاتصدق کما فی الدخول وجہ الاستحسان انہا امینۃ فی حق نفسہا اذلا یعلم ذلک الامن جہتہا فیقبل کما قیل فی حق العدۃ والغشیان ولکنہا شاھدۃ فی حق ضرتہا بل ھی متہمۃ فلایقبل قولہا فی حقہا در فتح القدیر ست شہادتہا علی ذلک شہادۃ فرد واخبارھا بہ لایسری فی حقہا مع التکذیب۔ علامہ آفندی شامی در ردالمحتار فرماید قال فی البحر قید بحبتہا لانہ لوعلقہ بحبۃ غیرھا فظاھر ما فی المحیط انہ لابد من تصدیق الزوج فانہ قال لوقال انت طالق ان لم تکن امک تہوی ذلک فقالت الام انا لااھوی وکذبہا الزوج لاتطلق فان صدقہا طلقت لماعرف وروی ابن رستم عن محمد انہ لوقال ان کان فلان مؤمنا فانت طالق لاتطلق لان ھذا لایعلمہ الاھو ولایصدق ھو علی غیرہ وان کان ھو من المسلمین یصلی ویحج ولوقال لاٰخر لی الیک حاجۃ فاقضہا لی فقال امرأتہ طالق ان لم اقض حاجتک فقال حاجتی ان تطلق زوجتک فلہ ان لایصدقہ فیہ ولاتطلق زوجۃ لانہ محتمل للصدق والکذب فلایصدق علی غیرہ اھ قال الخیر الرملی وقد علم من ھذہ الفروع انہ ان علق بفعل الغیر لایصدق ذلک الغیر علیہ سواء کان مما لایعلم الامنہ ام لاولابد من تصدیق الزوج فیہما اوالبینۃ فیما یثبت بہا من الامر الذی یعلم این عین جزئیۃ مطلوبہ ماست وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم

باب الایلاء

مسئلہ:- ۱۳ شعبان معظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایلا کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے اور اوس سے طلاق مغلظہ پڑتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- ایلا کے یہ معنی کہ مرد اپنی عورت سے جماع کی قسم کھائے یا تعلیق کرے یعنی یوں کہے کہ اوس سے جماع کروں تو مجھ پر یہ جزا لازم آئے اور یہ قسم و تعلیق یا تو مطلق ہوں مثلاً واللہ میں تجھ سے جماع نہ کرونگا یا تجھ سے جماع کروں تو مجھ پر روزہ لازم یا موبد یعنی صراحۃً ہمیشہ کے لیے ہوں مثلاً خدا کی قسم میں تجھ سے

کبھی صحبت نہ کروں گا یا تجھ سے کبھی صحبت کروں تو مجھ پر حج واجب ہو یا کسی خاص مدت کے لیے ہوں تو وہ مدّت
چار مہینے سے کم نہو مثلاً مجھے قسم ہے چار مہینے تک تیرے پاس نجاؤں گا یا پانچ مہینے تک تجھے وطی کروں تو مجھ پر
دو رکعت نماز لازم اور تعلیق کی صورت میں یہ بھی ضرور کہ وہ امر جسکا لازم آنا کہے اوس میں مشقت ہو جیسے امثلہ
مذکورہ یا یہ کہ میرا غلام آزاد ہے یا تجھ پر طلاق ہے یا میرا مال خیرات ہے یا مجھ پر قسم کا کفارہ ہو وغیرہ ذلک اور
وہ شرعاً تعلیق کہے سے بھی لازم آسکتا ہو جیسے نماز روزہ حج صدقہ اعتکاف عمرہ عتق طلاق کفارہ وغیرہا نہ مثل وضو
وغسل وتلاوت قرآن وسجدۂ تلاوت واتباع جنازہ وغیرہ کہ یہ چیزیں نذر وتعلیق سے لازم نہیں ہوجاتیں اور یہ قسم
وتعلیق ایسے طور پر واقع ہو کہ بے کسی چیز کے لازم آئے اصلا مفر نہ رہے ایسی صورت نہ نکل سکے کہ یہ اوس عورت
سے جماع کرے اور کچھ لازم نہ آئے جب یہ پانچوں باتیں جمع ہونگی تو ایلا ہوگا اور ایک بھی کم ہوئی تو نہیں مثلاً
نہ قسم کھائی نہ تعلیق خالی عہد کرلیا کہ عمر بھر تیرے پاس نہ جاؤں گا یہ کچھ بھی نہیں کہ خالی عہد سے کچھ نہیں ہوتا
یا قسم وتعلیق تو ذکر کی مگر مدت چار مہینے سے کم رکھی اگرچہ ایک ہی ساعت کم۔ یہ ایلا نہ ہوا جتنی مدت کی قید لگائی
ہے اوسکے اندر جماع کیا تو بصورت قسم خاص کفارہ اور بصورت تعلیق روزہ وغیرہ جو کچھ لازم آنا کہا تھا خواہ مثل
قسم کفارہ لازم آئیگا کہ یہ حکم تو اوس قسم وتعلیق کا ہے مگر مدت بے جماع گزر گئی تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی۔ جو
خاص حکم ایلا ہے یونہیں اگر تعلیق میں دو رکعت نماز لازم آتی کہی تو ایلا نہیں کہ دو رکعت میں کچھ مشقت نہیں اگر مدت
کے اندر پاس گیا تو دو رکعتیں پڑھنی ہونگی اور مدت خالی گزر گئی تو کچھ نہیں اور اگر تعلیق میں تلاوت قرآن وغیرہ
اشیائے غیر لازمہ ذکر کیں تو محض مہمل نہ مدت گزرنے پر طلاق پڑی نہ مدت کے اندر صحبت کرنے سے کچھ لازم اسیطرح
اگر یوں کہا کہ واللہ میں اس گھر میں تجھ سے وطی نہ کرونگا یا اس شہر میں تجھے کبھی ہاتھ لگاؤں تو مجھ پر حج لازم
یہ بھی ایلا نہیں کہ جب اس گھر یا شہر کی تخصیص ہے تو بغیر کچھ لازم آئے مفر موجود ہے جب چاہے اوس گھر یا
شہر سے باہر لیجاکر جماع کرسکتا ہے کچھ بھی لازم نہ آئے گا بس بے جماع چار مہینے نہیں کتنی ہی مدت گزر جائے
طلاق نہ ہوگی ہاں وہ قسم یا تعلیق جھوٹی کی تو اوس کا جرمانہ اوسیطرح دینا ہوگا کہ قسم میں خاص کفارہ اور تعلیق
میں اختیار ہے چاہے وہ چیز بجالائے جو لازم مانی تھی چاہے قسم کے مثل کفارہ دے لے علٰی ہذا القیاس جس جس
صورت میں بغیر کچھ لازم آئے مفر ملتی ہو ایلا نہیں ان سب قیود واحکام کی تصریح وتفصیل درمختار وردالمحتار
میں ہے من شاء فلیراجعہما پھر جب ایلا متحقق ہو تو اوسکا حکم یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اوس عورت سے
جماع کیا تو بتفصیل معلوم قسم کا کفارہ یا وہی امر شاق جس کا لازم آنا کہا تھا لازم آئے گا اور چار مہینے گزر گئے
کہ اوس سے جماع نہ کیا یا جماع مثلاً بوجہ مرض یا حبس ناحق یا دوری مسافت کہ مدت کے اندر عورت تک
نہیں پہونچ سکتا ناممکن تھا تو زبانی رجوع نہ کیا مثلاً یوں نہ کہہ لیا کہ میں نے اپنی عورت کی طرف رجوع کی یا

اپنے اوس کہنے سے پھر گیا یا میں نے ایلا باطل کر دیا تو اِس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی جس سے وہ خود مختار ہوجائے گی فی الدر حکمہ وقوع طلقۃ بائنۃ ان بر ولم یطأ ولزم الکفارۃ او الجزاء المعلق ان حنث بالقربان فی ردالمحتار **قولہ** ولم یطأ عطف تفسیر والمراد بالوطی حقیقۃ عند القدرۃ او ما یقوم مقامہ کالقول عند العجز فالمراد ولم یف ای لم یرجع الی ماحلف علیہ اھ وفی الدر عجز عجزا حقیقیا لاحکمیا کاحرام لکونہ باختیارہ عن وطئھا لمرض باحدھما او صغرھا او جبّہ او حبسہ او لمسافۃ لایقدر علی قطعھا فی مدۃ الایلاء او لحبسہ لابحق ففیؤہ نحو قولہ بلسانہ فئت الیھا او راجعتک او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت ونحوہ اھ ملخصا مگر ایلا طلاق مغلظہ نہیں کہ حلالہ کی ضرورت ہو۔ عدت میں خواہ بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کرسکتے ہیں ہاں اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں دیچکا تھا تو آپ ہی حلالہ درکار ہوگا کہ اب یہ تیسری ملکر تین طلاقیں ہوگئیں یہ جدا بات ہے یا اگر مدّت کی قید نہ تھی بلکہ مطلق یا صراحۃً موبد تھا اور چار مہینے بے رجوع گزر گئے کہ ایک طلاق بائن پڑی پھر اوس سے نکاح کرلیا اور پھر چار مہینے خالی گزر گئے تو دوسری پڑیگی پھر نکاح کرلیا اور یونہیں چار مہینے گزر گئے تین طلاقیں ہوجائیں گی اور اب بے حلالہ نکاح میں نہ لاسکے گا فی التنویر فی الحلف باللّٰہ وجبت الکفارۃ وفی غیرہ وجب الجزاء و سقط الایلاء والا بانت بواحدۃ وسقط الحلف لو موقتا لا لو کان موبدا فلو نکحھا ثانیا وثالثا ومضت المدتان بلا فیئ بانت باخریین والمدۃ من وقت التزوج فان نکحھا بعد زوج اٰخر لم تطلق وان وطئھا کفر لبقاء الیمین واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ:- ڈالور فرسٹ ایج روڈ مکان ۱۰۱ مسئولہ ابوبکر ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے کتاب میں دیکھا ہے کوئی شخص حنفی مذہب کے موافق اپنی عورت سے کسی معاملہ میں ان بن ہوگئی اور چار حیض تک کچھ تعلق نہ رہا تو ایک طلاق ہوگی پھر اسیطرح ایک اور حیض گزرنے سے دوسری طلاق ہوگی پھر ایک اور حیض گزرنے سے تیسری طلاق ہوگی یہ صحیح ہے یا نہیں

الجواب:- یہ محض بے اصل ہے اس کا پتہ نہ مذہب حنفی میں ہے نہ کسی مذہب میں اصل حکم یہ ہے کہ یہ شخص اپنی عورت سے قربت کی قسم کھائے رب عزوجل نے اوسے چار مہینے کی مہلت دی ہے اگر چار مہینے کے اندر قربت کریگا تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی کفارہ دینا ہوگا اور اگر چار مہینے کامل گزر جائیں گے تو ایک طلاق بائن ہوجائیگی عورت نکاح سے نکل جائیگی پھر دوسرے یا تیسرے مہینے کوئی طلاق نہ ہوگی۔ قال اللّٰہ تعالٰی: للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر فان فاءو فان اللّٰہ غفور رحیم ۰ وان عزموا الطلاق فان اللّٰہ سمیع علیم ۰ واللّٰہ تعالٰی اعلم
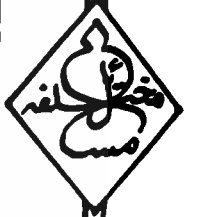
بَابُ الخُلع

مسئلہ: از ریاست رامپور محلہ مردان خاں مرسلہ سید محمد نور صاحب ۷ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زوجین میں باہم نزاع وجھگڑا رہتا تھا اور کسی صورت سے مصالحت نہیں ہوتی تھی آخر الامر زوجین نے چند اہل محلہ کو جمع کیا خلاصہ یہ کہ زوجین نے اپنی علیحدگی ہونے کا تصفیہ چاہا، اہل محلہ نے تصفیہ اسطرح پر کیا کہ جو اشیائے موجودہ زوجہ کی تحت میں تھیں مثل پلنگ وصندوق وزیور وغیرہ زوجہ کو دلوادیے گئے اور زوجہ سے کل مہر بخشوادیا اور زوج نے طلاق دی اور لفظ طلاق کا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کہا آیا یہ طلاق رجعی واقع ہوئی یا بائن کتب معتمدہ حنفیہ سے تفصیلاً وتشریحاً جواب مرحمت فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر اوس تصفیہ یا باہمی مکالمات یا قرائن حالات سے واضح تھا کہ یہ طلاق اوس معافی مہر کے عوض دیگئی تو طلاق بائن ہوئی فی فتح القدیر ثم رد المحتار قال ابرئینی من کل حق یکون للنساء علی الرجال ففعلت فقال فورہ طلقتك وھی مدخول بھا یقع بائنا لانہ بعوض اھ وفی الذخیرۃ والخانیہ وغیرھما وعنھما فی رد المحتار تقع بائنۃ لانہ طلاق بعوض وھو الابراء دلالۃ اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از چوبیس پرگنہ ڈاکخانہ حالی شہر مقام حاجی نگر چیکل ڈیلی سردار مرسلہ امیر اللہ میاں ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

زید کی ہمشیرہ کی نابالغی کی حالت میں حسب رواج قوم بکر سے شادی ہوئی اب وہ سن بلوغ کو پہنچی اور وہ قرآن شریف وغیرہ بھی پڑھی ہے اور صوم وصلاۃ میں از بس پابند ہے اور شرع شریف کے بھی برخلاف نہیں ہے اور اوس کا بیان یعنی بکر بالکل تبرۂ اسلام ہے یعنی نہ وہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے بلکہ اوس لڑکی یعنی زید کی بہن کو نماز پڑھنے وروزہ رکھنے پر نقل وتمسخر کرتا ہے اور وہ بکر تاڑی بھی پیتا ہے اور لڑکی کے ورثہ اسے ان فعلوں سے بہت روکتے اور سمجھاتے ہیں لیکن وہ ایک نہیں مانتا اور لڑکی اسیوجہ سے بہت دن سے میکے میں ہے اور بکر کی چال چلن ابتک نہیں بدلی اسلیے لڑکی کے وارث بھی بہت تنگ ہیں کہ لڑکی کو کیا کریں کتنے دن تک بالغ لڑکی کو کنواری رکھیں اور لڑکی بھی بکر سے بیزار ہوکر چاہتی ہے کہ میں اوس سے خلع کرالوں اور ورثہ کی بھی یہی رائے ہے۔ آیا لڑکی ایسی حالت میں خلع کراسکتی ہے یا نہیں اور بکر کے ساتھ اب تک خلوت صحیحہ بھی ہوئی نہیں۔
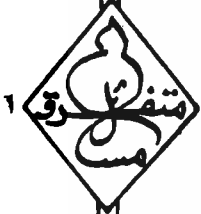
الجواب: خلع شرع میں اوسے کہتے ہیں کہ شوہر برضائے خود مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کردے تنہا زوجہ کے کیے نہیں ہو سکتا اور نابالغہ کا نکاح جو اوسکے باپ نے کیا ہو عورت بالغہ ہو کر اوسپر اعتراض کا بھی حق نہیں رکھتی اور اگر باپ دادا کے سوا اور ولی نے کیا اور شوہر اوسوقت عورت کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا کہ اوس سے نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار ہو تو اس صورت میں اگرچہ عورت کو بعد بلوغ فسخ کرانے کا اختیار ملتا ہے مگر جبکہ بالغ ہوتے ہی فوراً اوس سے اظہار ناراضی کرے کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں چارہ کار یہ ہے کہ اوس سے طلاق لیجائے یہ اوس صورت میں کہ وہ اسلام پر قائم ہو سائل نے نہ لکھا کہ وہ نماز روزہ پر عورت سے کیا مضحکہ کرتا ہے اگر وہ مضحکہ نماز روزہ کی طرف راجع ہو تو وہ اسلام ہی سے نکل گیا اور عورت اوسکے نکاح سے خارج ہوگئی اور اگر واقعی ابتک خلوت نہیں ہوئی تو عدت کی بھی حاجت نہیں ابھی جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

باب الظہار

مسئلہ: از بہیڑی ۵ محرم الحرام ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت پر غصہ ہو کر روبرو سے یہ لفظ کہے کہ میں تجھکو طلاق دیدوں گا میں نے تجھے بجائے ماں بہن کے سمجھتا ہوں اگر تجھ سے کلام کروں تو اپنی بہن سے کلام کروں اس صورت میں عورت اوس کے نکاح سے خارج ہوگئی یا نہیں تو اوسکی نسبت کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب: پہلا لفظ کہ میں تجھے طلاق دیدوں گا محض نامعتبر ہے کہ صرف وعدہ ہی وعدہ ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا یونہیں پچھلا لفظ کہ میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں کوئی چیز نہیں اگرچہ کلام کرنے سے ہمبستری ہی کرنا مراد لیا ہو فی الھندیۃ لوقال ان وطئتك وطئت امی فلا شیئ علیہ کذا فی غایۃ السروجی رہا بیچ کا لفظ اوسکی نسبت سائل مظہر کہ میری مراد اس کہنے سے یہ تھی کہ تجھے مثل اپنی ماں بہن کے اپنے اوپر حرام سمجھتا ہوں طلاق دینا میری نیت میں نہ تھا اگر یہ بیان واقعی ہے تو یہ صورت ظہار کی ہے۔ فی العلمگیریۃ لوقال انت علی مثل امی ان نوی التحریم اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظہارا عند الکل کذا فی فتاوی قاضی خان اھ ملخصا وفی ردالمحتار عن البحر منی وعندی ومعی کعلی اھ **اقول** وانت تعلم ان سمجھتا ہوں بلساننا یؤدی مؤدی عندی بلسان العرب۔ پس صورت

مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ عورت نکاح سے نہ نکلی مگر اسے اوسکے ساتھ صحبت کرنا یا شہوت کے ساتھ اوس کا بوسہ لینا یا شہوت سے اوسکے بدن کو ہاتھ لگانا یا اسی طور پر اوسکی شرمگاہ دیکھنا یہ سب باتیں حرام ہوگئیں اور ہمیشہ حرام رہینگی جبتک کفارہ ادا نہ کرلے فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار بصیر به مظاهرا فیحرم وطؤها علیه ودواعیه من القبلة والمس والنظر الی فرجها بشهوة اما المس بغیر شهوة فخارج بالاجماع نهر لکن لایحرم علیها تمکینه ولایحرم النظر الی ظهرها وبطنها ولا الی الشعر والصدر بحر ای لوبخلاف النظر الی الفرج بشهوة وعن محمد لوقدم من سفر له تقبیلها للشفقة حتی یکفر غایة لقوله فیحرم اھ ملخصا اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اسکی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے ان دونوں کے بیچ میں نہ کوئی روزہ چھوٹے نہ دن کو یا رات کو کسی وقت عورت سے صحبت کرے ورنہ پھر سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے اور جو ایسا بیمار یا اتنا بوڑھا ہے کہ روزوں کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ساٹھ مسکینوں کو گیہوں دے فی مسکین بریلی کی تول سے پونے دو سیر آٹھ آنے بھر زائد یا اس قدر کی قیمت اور اگر جبتک اس کفارہ سے فارغ نہ ہو ہرگز عورت کو ہاتھ نہ لگائے فی الدر المختار هی تحریر رقبة فان لم یجد ما یعتق صام شهرین ولو ثمانیة وخمسین بالهلال والا فستین یوما متتابعین قبل المسیس فان افطر بعذر او بغیره او وطئها فی الشهرین مطلقا لیلا او نهارا عامدا او ناسیا استأنف الصیم لا الاطعام فان عجز عن الصوم لمرض لایرجی برؤه او کبر اطعم ستین مسکینا ولو حکما کالفطرة او قیمة ذلك وان غداهم وعشاهم واشبعهم جاز کما لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجة اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از متھرا محلہ کٹنبو پورہ مرسلہ سید مدد علی صاحب رئیس ۱۹ شعبان ۱۳۰۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید با زہندہ الفتے گیرد و در خلوت اظہار محبت گرداند ہندہ بگوید کہ تو مرا چرا دوست پنداری کہ حمرا زوجۂ خود پنداری زید درجواب او مکرر وسہ کرر از ہندہ وپیش ہمچشمان خود گوید کہ من در محبت تو حمرا زوجۂ خود را بجائے مادر وہمشیرۂ خود میدانم وترا دوست می انگارم وزید دیگر بار ہم عند الاستفسار در مجمع بیان کند کہ وقتے کہ ہندہ از من پرسیدہ بود من واقعی نسبت حمرا زوجۂ خود اطلاق مادر وہمشیرہ کردہ ام دریں صورت حمرا در نکاح زید ماندہ است یا نہ وحکم شرع دریں مسئلہ چیست براہ نوازش مربیانہ فتوی بہ تدقیق وتحقیق ارشاد شود۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- درصورت مستفسرہ زید باطلاق ہیچ کلمات فساق آثم وہرزہ کار ست قال اللہ تعالٰی ماھن امھاتھم ان امھاتھم الا الّٰئی ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا۔ آنحضرتہا مادراں ایشاں نیند۔ ہم مادراں شاں ہم آناں اند کہ ایشاں را زائیدہ اند وبدرستی ہمچنال است کہ ایشاں ہرزہ می گفتند و دروغ

می بافند باز اگر زید بایں کلمہ ارادۂ طلاق ہندہ داشت ودل بر اخراجش از قید نکاح گماشت ہندہ بیک طلاق بائن مطلقہ شد اگرچہ نوبت تکلم بایں کلمہ بسہ رسیدہ باشد طلاق مغلظ نشود لان البائن لایلحق البائن لکما صرحوا بہ فی عامۃ الکتب پس برضائے ہندہ بے حاجت تحلیل ہندہ را بسلک نکاح خود میتواں کشید، واگر بقصد ظہار گفت مظاہر گشت کہ ہندہ ہمچناں در نکاح است اما جماع ہندہ وبوسہ بشہوت ودست بخواہش بتنش سودن ونگاہ رغبت بفرجش نمودن ہمہ ہا بروحرام شد وتن بایں ہا دادن بر ہندہ حرام تا آنکہ زید کفارۂ ظہار ادا نماید وادا آزاد کردن ست کہ فائت جنسے از اجناس منفعت نیست ہمچو سمع وبصر وعقل وغیر ہا پس نابینا وناشنوا ومجنون وبیہوش وہر دو دست یا ہر دو پا یا یک دست وپا از یک جانب بریدہ و امثال اینہا در کفارہ بکار نیاید واگر بندہ نیابد دو ماہ پے در پے بے فصل روزے پیش از جماع آں زوجہ روزہ دارد اگر در مدت صیام باآں زن نزدیکے نمود اگرچہ شبانہ اگرچہ بسہو تا روزہا از سر گیرد واگر نہایت پیرانہ سالی یا مرضے قوی بے امید بہی طاقت روزہائے بہم بردہ است شصت مسکین را طعامے ہمچو صدقۂ فطر رساند یعنی بہر مسکین صاعے از جو یا نیم صاع گندم یا قیمت اینہا تملیک کند یا شصت مسکین را کہ خوراک معتاد انسان جوان خوردن توانند شام وپگاہ شکم سیر خوراند چوں ایں چنیں کند ہندہ برو حلال شود واگر مراد زید بایں کلمات مجرد حرمت ہندہ برخود بود بے قصد طلاق وظہار یعنی او را در محبت تو بر خود چناں حرام میدانم تاہم ظہار خواہد شد وہماں احکام کفارہ در کار واگر ہیچ نیت نہ داشت ہمیں سخنے بود کہ بے قصد معنی بر زبان راند آنگاہ ہیچ لازم نیاید ہندہ بدستور در نکاح وجماع ودواعی جملگی مباح ہمچناں اگر کلام مذکور بایں قصد گفت کہ زن خود را بزرگ کرامت بجائے مادر وخواہر خویش میدانم تاہم چیزے لازم نیست در تنویر الابصار ودر مختار ورد المحتار فرمودہ ان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی خانیہ برا او ظہارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع ما نواہ لانہ کنایۃ (قال فی البحر واذا نوی بہ الطلاق کان بائنا وقال خیر الرملی وکذا لو نوی الحرمۃ المجردۃ ینبغی ان یکون ظہارا وینبغی ان لایصدق قضاء فی ارادۃ البر اذا کان فی حال المشاجرۃ وذکر الطلاق اھ) **والا ینو شیئا لغا** ویتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ انتہت ملخصات وفیہا یصیر مظاہرا فیحرم وطؤہا علیہ ودواعیہ (من القبلۃ واللمس والنظر الی فرجہا بشہوۃ اما المس بغیر شہوۃ فخارج بالاجماع نہر) وکذا یحرم علیہا تمکینہ ولایحرم النظر (ای الی ظہرہا وبطنہا ولا الی الشعر والصدر بحر ای ولو بشہوۃ بخلاف النظر الی الفرج بشہوۃ) وعن محمد لو قدم من سفر لہ تقبیلہا للشفقۃ (افاد ان التقبیل لایحرم الا اذا کان عن شہوۃ) حتی یکفر انتہت تلخیصا وفیہا الکفارۃ تحریر رقبۃ ولو صغیرا رضیعا او اصم ان صیح بہ یسمع والا لا فائت جنس المنفعۃ (ای البصر والسمع والنطق والبطش والسعی والعقل قہستانی والمراد فوت منفعۃ بتمامہا) کالاعمی و مجنون لایعقل والمقطوع یداہ او رجلاہ او یدا ورجل من جانب فان لم یجد ما یعتق صام شہرین

متتابعین قبل المسیس فان وطئھا ای المظاہر منھا فیھما ای الشھرین لیلا او نھارا عامدا او ناسیا استأنف الصوم فان عجز لمرض لایرجی برؤہ او کبر اطعم ای ملک ستین مسکینا کالفطرۃ قدرا ومصرفا او قیمۃ ذلک وان اراد الاباحۃ فغداھم وعشاھم (ولوکان فیمن اطعمھم صبی فطیم لم یجزہ لانہ لا یستوفی کاملا بالفطیم من لایسعہ فی الطعام المعتاد) ۱ھ ملتقطا بالتلخیص این ست تفصیل صور ایں قول منکر زید باراد ہ کہ داشت نیکو دانا ست وخدائے او دانا تر ازو از خدائے ترسد وبہر ارادہ کہ ایں سخن گفتہ باشد حکمش ازیں تفصیل برآرد براں کاربندد اینہا حکم دیانت بود فاما قضاءً درمسئلہ دائرہ صورت آخرہ را گنجائش نیست طرز کلام وسیاق وسباق وحال آں وقت ہمہ گواہ عدل ست کہ زید آں ہنگام از ارادہ بروکرامت حمرا مراحل دور بود وضابطہ کلیہ شرع ست کہ از محتملات سخن ہرچہ خلاف ظاہر باشد زنہار قضاءً پذیرا نیفتد خاصۃ کہ دراں تخفیفے باشد مرمدعی را و در نظر تحقیق سقوط ایں احتمال موجب سقوط احتمال چارم نیز ست زیرا کہ ہم از ضوابط شرع ست کہ تا توانند کلام عاقل بالغ را مہمل نگزارند لما فیہ من الحاقہ بالبھائم وقد عقد لذلک فی الاشباہ والنظائر قاعدۃ مستقلۃ آخر ندیدی کہ در درمختار بحالت عدم نیت چوں کلام را لغو بمعنے غیر مثمر حکم کردند ہمچناں مہمل وبیمعنے نگذاشتند بلکہ برادنی محتملات یعنی معنی بروکرامت فرود آوردند حیث قال والا ینو شیئا لغا وتعین الادنی ای البر اھ جاچوں معنی بر را بارہا نیست چنانکہ شنیدی لاجرم برادنی البواقی کہ ظہار وتحریم ست تنزیل کردہ آید وخود چہ گونہ گوارائے عقل سلیم باشد کہ زید بکرات ومرات درجواب ہندہ وبخطاب مرداں ایں کلام گوید و ہیچ گاہ ارادہ ہیچ معنی بدل ندارد بلکہ ہمچناں بے قصد معنے در رنگ ہذیان برزبان آرد ہیچ احتمالے بعید تر ازیں احتمال می شناسی باز ہنگام استفسار سپیدہ وآشکارا اقرار می کند کہ واقعی ہمخوابہ خود را برابر مادر وخواہر نہادہ ام ونمی گوید کہ بفضولے سخنے بیمعنے بے نیت وقصدے بردادہ ام لاجرم قضاءً ازاں پنج صور ہمیں سہ صورت پیشین را مساغ ست پس اگر زید اعتراف بہ نیت یکے ازانہا کند حکمش پیدا است ورنہ انکارش قضاءً نامسموع وحمل بریکے ازآنہا لازم فاما طلاق کہ اعلی وابعد ست وہیچ دلیلے براں نے از میاں رود وظہار یا مجرد تحریم کہ حاصل ہر دو یکیست باقی ماند واگر نیکو بنگری ملاحظہ حال عوام ہمیں معنی تحریم را متعین میکند اگر تفتیش ہما نا بینی کہ جزیں معنی ایں کلام را در ذہن ایشاں کمتر محلے بودہ باشد **وبالجملہ** زید اگر اقرار نیت طلاق کند طلاق بود ورنہ بہرحال در چشم قاضی ظہار باشد ودیگر ہیچ وزن دریں کار بشابہ قاضی است لاشتراکہما کما تراہ الحلق فی قصر النظر علی الظاہر واللہ سبحٰنہ یتولی السرائر پس حرا اگر بگوش خود شنید یا عدلے ثقہ اورا خبر رسانید کہ شوہرش اینچنیں چانہ زدہ است ناچار خویشتن را زن مظاہر داند وتن بجماع در ندہد وزید را بشہوت بوسہ چیدن و در بر کشیدن ودست رسانیدن و شرمگہ دیدن نگزارد فاما در نظر بر فرج بے شہوت یا بر غیر فرج اگرچہ سینہ وشکم اگرچہ بشہوت باکے نیست کما صرح

تنقیح مسائل متفرقہ

عن رد المحتار پس اگر زید کفارہ ندہد حرا راز قصد جماع و دواعی جماع معاف دارد وحمرا ہر چون کہ تواند خویشتن را از دست او یعنی بعوض مہر خواہ ببدل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مال دیگر طلاق از دستاند اگر بیند کہ طلاق ہم نمی دہد بجائے کہ وار و از خانہ گریزد و بحاکم رجوع آرد تا او را بجبر بحبس وضرب بریکے از دو کار وادار د امساک بمعروف او تسریح باحسان کفارہ دہد یا طلاق وقد حرام علیہ ربہ ان یذرھا کالمعلقۃ در رد المحتار فرمود المرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرھا عدل لا یحل لھا تمکینہ والفتوی علی انہ لیس لھا قتلہ ولا تقتل نفسھا بل تفدی نفسھا بمال او تھرب وفی البزازیۃ عن الاوزجندی انھا ترفع الامر للقاضی فان حلف ولا بینۃ لھا فالاثم علیہ اھ قلت ای اذا لم تقدر علی الفداء او الھرب ولا علی منعہ عنھا فلا ینافی ما قبلہ اھ باختصار در درمختار ست للمرأۃ ان تطالبہ بالوطئ متعلق حقھا بہ وعلیھا ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر وعلی القاضی الزامہ بہ بالتکفیر دفعا للضرر عنھا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق آری اگر زید خبر دہد کہ من کفارہ ادا کردم وپیشتر ازیں معروف بکذب در وغگوئی نبودہ باشد آنگاہ حرا را می رسد کہ سخنش باور کردہ با او بہم آید واز جماع وغیرہ ابا ننماید اگر در واقع زید بہ نیت ظہار آں سخن گفتہ وہنوز کفارہ نہ دادہ بغلط اظہار نمودہ است تا گناہ برگردن اوست حرا از جرم یکسوست فی الدر المختار فان قال کفرت صدق ما لم یعرف بالکذب فقیر گویم آں چناں کہ ایں بدترین تدبیرے است مرکسے را کہ در واقع ظہار کردہ وکفارہ ندادہ غلط اخبار ہمچناں نیکو بترے ست مرکسے را کہ معروف بکذب نیست وسخن مذکور بے نیت طلاق وظہار وتحریم برزبانش آمد وبوجہ دلالت حالے چنانکہ ایں جاست قضاءً دعوی ارادہ بر مقبول نیفتاد کہ اگر کفارہ ندہد زن بجماع تن نہ دہد واگر راضی شود آثمہ گردد واگر ایں کس کفارہ دہد مالے بے سبب از دست میرود یا مشقت روزہ دو ماہہ برسر آید زیرا کہ دیانۃً بوجہ عدم موجب کفارہ برو لازم نبودہ است پس باید کہ بسوئے مولیٰ سبحنہ وتعالیٰ از شناعت آں قول منکر توبہ آرد ایں توبہ کفارہ اش خواہد شد باز زن را گوید من کفارہ ادا کردم او کفارۂ معلومہ ظہار پندارد و در رضا بجماع دادن برادرار واگردد ایں ست تنقیح حکم مروجہ کافی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دار ومشائخ باوقار اس مسئلہ میں ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بحالت غصہ میں ماں بہن کہدیا۔ مگر نان نفقہ دیتا رہا عورت اوسکے نکاح میں رہی یا بحکم شرع شریف جاتی رہی۔

الجواب:- زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اوسے ماں بہن کہکر پکارے یا یوں کہے تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ وناجائز ہے قال اللہ تعالی ما ھن امھتھم ان امھتھم الا الّٰئی ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا۔ جورو ئیں اون کی مائیں نہیں اون کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے اونہیں جنا ہے اور وہ بیشک بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو درمختار میں ہے

الا ینوشیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنٰی ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویااختی ونحوہ ردالمحتار میں ہے **قولہ** حذف الکاف بان قال انت امی ومن بعض الظن جعلہ من باب زید اسد درمنتقی عن القہستانی **قلت** ویدل علیہ ما ذکرہ عن الفتح من انہ لابد من التصریح من الاداۃ اوسی میں ہے انت امی بلاتشبیہ باطل وان نوی ہاں اگریوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھپر حرام ہے تو ظہار ہوگیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اوس کا بوسہ لینا یا بنظر شہوت اوسکے کسی بدن کو چھونا یا بنگاہ شہوت اوسکی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہوگیا اور اوسکا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے اوسکی طاقت نہو تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے اسکی بھی قوت نہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے کما امر بہ المولی سبحنہ وتعالٰی فی القراٰن العظیم اور اگر ان میں سے کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ درمختار میں ہے ان نوی بانت علی مثل امی اوکامی وکذا لو حذف علی خانیۃ برا او ظہارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع ما نواہ لانہ کنایۃ والالغا ہندیہ میں خانیہ سے ہے ان نوی التحریم اختلف فیہ والصحیح انہ یکون ظہارا عند الکل واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ

:۔ از کلکتہ امام باغ لین ۱۲ مسجد مرسلہ حافظ عزیز الرحمان صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص طلاق کے معنے و مطالب سے آگاہ نہو اور وہ بالعوض طلاق بائن کے اپنی زوجہ سے یوں کہے کہ تو ماں ہے میری اور اوسکو مطلقہ لوگوں میں مشہور کرے اور اپنے اوپر حرام سمجھے تو آیا اوس شخص کی زوجہ مطلقہ ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

:۔ عورت کو یوں کہنے سے کہ تو اوس شخص کی ماں بہن یا بیٹی ہے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے ردالمحتار میں ہے انت امی بلاتشبیہ باطل وان نوی لوگوں میں اوسے مشہور کرنا اور اپنے اوپر حرام سمجھنا اگر انھیں لفظوں کی بنا پر تھا تو عند اللہ یہ بھی محض باطل کہ بربنائے غلط فہمی تھا اسی طرح اگر اوسکے بیان سے ظاہر تھا کہ یہ اقرار طلاق انھیں الفاظ کی بنا پر ہے تو عندالناس بھی طلاق نہ ہوئی ہاں اگر بیان و قرائن سے یہ امر ظاہر نہ ہو تو مطلقہ مشہور کرنے سے عندالناس اوسپر طلاق مانی جائیگی اپنے اقرار پر ماخوذ ہوگا فتاوی امام قاضی خاں میں ہے رجل طلقہا امرأتہ وھو صاحب برسام فلما صح قال قد طلقت امرأتی ثم قال انی کنت اخبرت عن الطلاق فی تلک الحالۃ کان واقعا قال مشائخنا رحمہم اللہ تعالٰی حین ما اقر بالطلاق ان ردہ الی حالۃ البرسام فالطلاق غیر واقع وان لم

یرد الی حالۃ البرسام وقال قد طلقت امرأتی فی حالۃ البرسام فہو ماخوذ بذلک قضاء اوسی میں ہے
صبی قال ان شربت فکل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق فشرب وہو صبی فتزوج وہو بالغ وظن صحۃ ان الطلاق واقع فقال
ھذا البالغ آرے حرام است برمن قالوا ھذا اقرار منہ بالحرمۃ فتحرم امرأتہ ابتداء وقال بعضھم لاتحرم
امرأتہ وھو الصحیح لانہ ما اقر بالحرمۃ ابتداء وانما اقر بالسبب الذی تصادقا علیہ وذلک السبب
باطل انتہی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از بیلی بھیت محلہ اشرف خاں مرسلہ عزیز الرحمٰن خاں۔ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی ماں سے یہ بات کہی کہ تیری
لڑکی کو تا حیات تیرے مثل اپنی بہن کے سمجھتا ہوں تو اس میں کیا حکم شرع ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر ان لفظوں سے اوسکی مراد ظہار یا تحریم تھی یعنی تیری حیات تک اپنی زوجہ سے ظہار
کرتا ہوں یا تیری حیات تک اوسے حرام سمجھتا ہوں جب تو ظہار ہوگیا یعنی نکاح بدستور باقی ہے۔ مگر حیات خوشدامن تک
بے کفارہ دیے عورت کے پاس جانا بلکہ شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا بھی حرام ہوگیا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا اور اوسکی
قدرت نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے اسکی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کے مثل اناج یا اوسکی
قیمت دینا یا دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا جبتک ساس زندہ ہے بغیر کفارہ دیے عورت کو ہاتھ لگائے گا
تو گنہگار ہوگا توبہ کرے اور پھر نزدیک نہ ہو تو جبتک کفارہ نہ ادا کرلے ہاں بعد انتقال خوشدامن ظہار جاتا رہیگا
اور بے کفارہ عورت سے جماع حلال ہوجائے گا پھر اگر ساس زندہ ہے اور یہ شخص کفارہ نہیں دیتا جسکے سبب
عورت حلال ہوجائے تو منکوحہ اسپر دعوٰی کرسکتی ہے کہ یا تو کفارہ دیکر جماع کرے یا طلاق دے کہ عورت
پر سے ضرر دفع ہو فی تنویر الابصار ویحرم وطؤھا علیہ ودواعیہ حتی یکفر فان وطئ قبلہ استغفر
وکفر للظہار فقط ولا یعود قبلہا الخ وفیہ الکفارۃ تحریر رقبۃ فان لم یجد صام شھرین
متتابعین قبل المسیس فان عجز اطعم ستین مسکینا کالفطرۃ او قیمۃ ذلک وان غداھم و
عشاھم جاز اھ ملخصا وفی الدر لو قیدہ بوقت سقط بمضیہ اھ فی ردالمحتار فلو اراد قربانھا
داخل الوقت لایجوز بلا کفارۃ بحر اھ وفی الدر للمرأۃ ان تطالبہ بالوطی وعلی القاضی الزامہ
بہ بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اھ ملخصا ظاہر ان لفظوں سے
یہی نیت تحریم وظہار ہوتی ہے خصوصا جبکہ ایک وقت تک اوسے محدود کردیا کہ تیری حیات تک ایسا سمجھتا ہوں
اس کا حکم تو وہ تھا اور شاید اگر اوس نے یہ الفاظ بارادۂ طلاق کہے تھے تو ظاہرا ایک طلاق بائن ہوکر عورت
نکاح سے نکل گئی کسی حد تک محدود کرکے طلاق دینا بھی طلاق دائم ہے اور وہ حد نامعتبر[۱] واما الحسبان
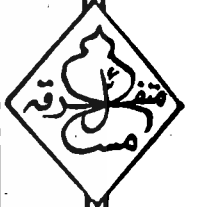
مسائل متفرقہ

[۱] مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

ففی مثل الکلام انما یراد بہ التحقیق للتشبیہ لانفیہ عن نفس الامر لکن اراد الامتناع عن تناول شیئ یقول احبہ علی کالخنزیر فانما یرید انہ محرم علیہ کمثلہ بخلاف ما اذا قیل لہ اطلقت امرأتک فقال عدھا واحسبہا مطلقۃ حیث لایقع وان نوی وکذا احسبی انک طالق کما فی الخانیۃ فانہ ظاہر فی نفی الطلاق فی نفس الامر والفرق بینہما لایخفی علی من عرف العرف فافہم واعلم واللہ تعالٰی اعلم اور اگر کچھ نیت نہ تھی یا اعزاز و اکرام خواہ اُلفت و محبت کی نیت تھی یعنی اپنی بہن کے برابر عزیز یا پیاری جانتا ہوں تو یہ الفاظ لغو و فضول ہیں عورت بدستور عورت اور کفارہ وغیرہ کچھ دینا نہیں مگر اگر اس وقت کی گفتگو و حالت شاہد ہو کہ یہ الفاظ اس نے بلانیت یا بہ نیت اعزاز و محبت نہ کہے تھے تو حاکم اس دعوے کو نہ مانیگا تو عورت اسے قبول کرسکتی ہے فان المرأۃ کالقاضی کما فی الفتح وغیرہ وفی الدر المختار ان نوی بانت علی مثل امی اوکامی وکذا لوحذف علی خانیۃ برا اوظہارا اوطلاقا صحت نیتہ ووقع ما نواہ لانہ کنایۃ والاینو شیئا اوحذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اھ وفی الھندیۃ عن الخانیۃ وان نوی الحرمۃ اختلف الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظہارا عند الکل اھ وفی ردالمحتار عن العلامۃ خیر الدین الرملی وینبغی ان لایصدق قضاء فی ارادۃ البر اذا کان فی حالۃ المشاجرۃ وذکر الطلاق اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر شوہر عادات زوجہ کو عادات محارم سے تشبیہ دے یا عورت اپنے اعضا خواہ عادات کو محارم شوہر کے اعضا و عادات سے تشبیہ دے تو ان صورتوں میں کفارہ لازم اور اوسکی اور انکی عورت حرام ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: تاوقتیکہ مرد اپنی زوجہ یا اوسکے اون اعضاء کو جن سے کل جسم تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً عربی میں راس و رقبہ و ظہر و فرج یا اوسکے ایک جزو شائع مثل نصف و ربع و ثلث کو کسی محرم ابدی سے تشبیہ نہ دے ظہار نہیں ہوتا پس تشبیہ عادات زوجہ بعادات محارم موجب حرمت و کفارہ نہیں فی الدر المختار ھو تشبیہ زوجۃ او ما یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء شائع منہا بمحرم علیہ تابیداً اور عورت تو اگر اعضائے شوہر کو بھی اپنے محارم کے اعضاء سے تشبیہ دے تو شوہر اوسپر حرام نہیں ہوجاتا کما فی الدر المختار وظہارھا منہ لغو فلا حرمۃ اھ پس جبکہ اس کا قول خود اپنے حق میں موثر نہ ہوا تو حق شوہر میں کیا تاثیر کریگا اور اپنے اعضا و عادات محارم شوہر سے تشبیہ دیگی تو کیونکر اوسپر حرام ہوجائیگی اور سبب کفارہ ظہار ہے جب ظہار نہ پایا گیا تو کفارہ کہاں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از گوڈھوا ضلع بلاموں مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر چرم ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

عہ علی قول محمد المصحح المفتی بہ قال فی العالمگیریۃ لاتکون المرأۃ مظاہرۃ من زوجہا عند محمد رحمہ اللہ تعالٰی والفتوٰی علیہ وھو الصحیح کذا فی السراج الوہاج ۱۲ (مفتی اعظم)

ایک شخص اہل اسلام نے اپنے گھر میں میاں بی بی سے جھگڑا کیا اور غصہ کی حالت میں یہانتک بیتاب ہوگیا کہ اپنی بی بی کو ماں کہہ بیٹھا اور اوسکا سینہ مونھ میں رکھ لیا اور بی بی نے بھی غصہ کی حالت میں کہا کہ اگر تو مجھکو ماں کہتا ہے تو میں بھی تجھکو بیٹا کہتی ہوں بعد اس جھگڑے کے جب اون دونوں کا غصہ رفع ہوا تو اپنے اس کلام اور اس فعل سے نہایت نادم و شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے کہ ایسا نہ ہو کہ اسکے مواخذہ میں ہم دونوں گنہگار ہوں اور اوسیوقت کھانا پینا اور اوٹھنا بیٹھنا سب علیحدہ کرلیا اب وہ اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اس بارے میں مطابق حکم خدا و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علماء دین کیا فتویٰ دیتے ہیں آیا میاں بی بی ہیں یا نہیں اور یہ بھی دریافت کیا گیا ہے کہ بی بی کا دودھ شوہر کے مونھ میں نہیں آیا تو بی بی نکاح کے اندر ہے یا باہر طلاق ہوا یا نہیں۔

الجواب:۔ صورت مذکورہ میں وہ اسے ماں اور یہ اوسے بیٹا کہنے سے دونوں گنہگار ہوئے قال اللہ تعالیٰ وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا مگر نکاح میں کچھ فرق نہ آیا اور پستان مونھ میں لینا تو کوئی چیز نہیں اگر دودھ پی بھی لیتا تو وہ پینا حرام ہوتا مگر نکاح میں اس سے کچھ خلل نہ آتا کہ ڈھائی برس کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور ان دونوں کو جدا رہنے کی کوئی حاجت نہیں وہ بدستور زوج و زوجہ ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از درو ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

زید کی عورت نے بحالت غصہ زید سے کہا کہ تمہارے نزدیک میرے ایک بال زیر ناف کے برابر بھی قدر نہیں اوسپر زید نے ازراہ تمسخر اوس سے یہ کہا کہ میں تجھکو اپنے باپ اور دادا سے زیادہ سمجھتا ہوں ایسی حالت میں زید پر ظہار کا حکم لازم آتا ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ یہ لغو و مہمل الفاظ ہیں انھیں ظہار یا کفارے سے کوئی تعلق نہیں فتاوی امام قاضی خاں میں ہے التشبیہ بالرجل ای رجل کان لایکون ظھارا بدائع و نہر میں ہے من شرائط الظھار کون المظاھر بہ من جنس النساء واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ از لکھنؤ امین الدولہ پارک مرسلہ محمد ابراہیم ایس اینڈ سی سنگر کمپنی ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رات کے وقت اپنی زوجہ کو واسطے صحبت کے بلایا تو بیوی کے انکار کرنے پر زید نے یہ قسم کھائی کہ اب میں تم سے صحبت کروں تو اپنی ماں سے زنا کروں بعدہٗ زید بہت شرمندہ ہوا اور توبہ و استغفار کیا اس معاملہ کی زید کو کیا کرنا چاہئے بالفرض اگر زید نے دوسی شب بعد استغفار صحبت بھی کی تو کیا کرنا چاہئے۔

؎۔ لکن ما فی العالمگیریۃ فیہ تفصیل حیث قال لامرأتہ انت علی کظھر

الجواب:۔ اوس نے بُرا کیا بُرا کیا توبہ و استغفار کے سوا اور کچھ لازم اوسپر نہیں صحبت کی تو کچھ حرج نہ ہوا نہ اس سے نکاح پر کچھ حرف آیا کما یظہر بمراجعۃ الفقہ والدر وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔
خاوند نے ماں بہن کہا طلاق نہیں دی یہ صورت مسئلہ ہے ہٰذا عند الشرع کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ صورت مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں نہ یہ ظہار صرف بُرا کہا اور گنہگار ہوا توبہ کرے وبس قال اللہ تعالیٰ وانہم لیقولون منکرا من القول وزورا وان اللہ لعفو غفور واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از شہر بریلی گڑھی مسئولہ عبد الکریم صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مکان پر جبکہ اوسکی بیوی اپنے میکہ گئی ہوئی تھی اپنے بھائی وغیرہ کے روبرو کہا کہ میں اپنی بیوی کو اسوقت سے ماں بہن کی برابر جانتا ہوں اوسکو خبر کردو کہ وہ اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرے اور یہ بات اوسوقت اوس نے کہی تھی کہ جب اوس سے دوسرے شخص سے لڑائی ہوئی تھی اور لوگوں نے اوسکو جھوٹی خبر دی تھی کہ تمکو تمھارے سسر نے پٹوایا ہے یہ حالت سخت غصہ کی تھی آیا اوسکو اب نکاح کرنا چاہیے یا نکاح سابق جائز رہا۔

الجواب:۔ یہ لفظ کہ اوسکو خبر کردو کہ وہ اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرلے اگر بہ نیت طلاق نہ کہے جب تو طلاق نہ ہوئی اور اوس کا قسم کھا کر کہدینا مان لیا جائیگا کہ اوسکی نیت طلاق کی نہ تھی اور اگر بہ نیت طلاق کہے تو طلاق ہوگئی نکاح جاتا رہا نئے سرے سے اوسکی مرضی سے اوس سے نکاح کرسکتا ہے اگر پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو حلالہ کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ الْعِدَّۃ

مسئلہ:۔ ۲۳ رجب ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جسکی عمر اسوقت بارہ برس ہے کوئی علامت بلوغ کی پائی نہیں جاتی اس حالت میں اوسکو شوہر طلاق دیدے تو عدت بیٹھے گی یا نہیں اور اوسکی شادی کو عرصہ تین برس کا گزرا تھا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر ابتک شوہر سے خلوت نہوئی تھی تو اصلا عدت نہیں اوسیوقت اوس کا نکاح

کیا جاسکتا ہے اور اگر شوہر اوسکے پاس جاچکا تھا تو چار مہینے دس دن انتظار کرائیں اگر اس مدت میں عورت کو حمل ظاہر ہو تو وضع حمل تک عدت بیٹھے اور اگر حمل نہ ظاہر ہو تو عدت تین ہی مہینے گزشتہ پر گزر چکی آگے انتظار نہ کرایا جائے فی ردالمحتار فی البحر عن الامام الفضلی انہا اذا کانت مراھقۃ لاتنقضی عدتہا بالاشہر بل یوقف حالہا حتی یظہر ھل حبلت من ذلک الوطی ام لا فان ظہر حبلہا اعتدت بالوضع والا فبالا شہر قال فی الفتح ولیعتد بزمن التوقف من عدتہا اھ قلت یعنی اذا ظہر عدم حبلہا یحکم بمضی العدۃ بثلثۃ اشہر مضت ویکون زمن التوقف بعدھا لغوا حتی لو تزوجت فیہ صح عقدھا وفی نفحات الفتح فی الخلاصۃ عدۃ الصغیرۃ ثلثۃ اشہر الا اذا کانت مراھقۃ فیمتنع علیہا مالم یظہر فراغ رحمہا کذا فی المحیط اھ من غیر ذکر خلاف وھو حسن اھ کلام الفتح کنز ینبغی الافتاء بہ احتیاطا قبل العقد بان لایعقد علیہا الا بعد التوقف لکن لم یذکر واالمدۃ التوقف التی یظہر بہا الحمل وذکر فی الحامدیۃ عن بیوع البزازیۃ انہ یصدق فی دعوی الحبل فی روایۃ اذا کان من حین شرائہا اربعۃ اشہر وعشر لا اقل وفی روایۃ بعد شہرین وخمسۃ ایام وعلیہ عمل الناس اھ ومشی فی الحامدیۃ علی الاخیرۃ وفیہ نظر لان المراد من مسألتنا التوقف بعد مضی ثلثۃ اشہر فالاولی الاخذ بالروایۃ الاولی فاذا مضت اربعۃ اشہر وعشر ولم یظہر الحبل علم ان العدۃ انقضت من حین مضی ثلثۃ اشہر اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱: از بنگالہ مسئولہ مولوی عبدالغفور صاحب ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ صغیرہ مطلقہ ہو یا متوفا الزوج مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ شرعًا اوسکے لیے عدت ہے یا نہیں اور حدِ صغر کہاں تک ہے بینوا توجروا

الجواب: وفات کی عدت عورت غیر حامل پر مطلقًا چار مہینے دس دن ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور طلاق کی عدت غیر مدخولہ پر اصلًا نہیں اگرچہ کبیرہ ہو اور مدخولہ پر یعنی جس سے خلوت واقع ہولی اگرچہ خلوت فاسدہ ہو یا نکاح فاسد میں حقیقۃً وطی کرلی غیر حیض والی کے لیے تین مہینے ہیں خواہ صغیرہ ہو کہ ابھی حیض آیا ہی نہیں یا کبیرہ آئسہ کہ اب عمر حیض کی نہ رہی درمختار میں ہے العدۃ فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا او کبر بان بلغت سن الایاس ثلثۃ اشہر ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ والعدۃ للموت اربعۃ اشہر وعشر مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ اوکتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل والخلوۃ فی النکاح الفاسد لاتوجب العدۃ اھ ملتقطا عورت کے لیے حد صغر ۹ سال کی عمر تک ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہرگز نہیں ہوسکتی اسکے بعد ۱۵ سال کی عمر تک احتمال ہے اگر آثار بلوغ مثلًا حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا پایا جائے تو بالغہ ہے
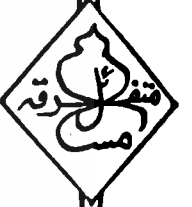
ورنہ جب پندرہ سال کامل کی عمر ہو جائیگی جوانی کا حکم کردیں گے اگرچہ آثار کچھ ظاہر نہوں بہ قال وعلیہ الفتوی
کمافی الدر وغیرہ من الاسفار الغر واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ:- از ٹھاکردوارہ ضلع مرادآباد بازار گنج مرسلہ نجیب اللہ صاحب عطار ۹ رشوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک عورت منکوحہ کو اوسکے خاوند نے اپنے گھر سے نکالدیا اور کہدیا کہ تجھکو نہیں رکھتا یہانتک کہ اوس عورت نے اپنے خاوند کے ڈرانے کی غرض سے خودکشی کا قصد کیا اور کچہری سے بجرم خودکشی تیس روپیہ جرمانہ عورت پر ہوے اوسکے خاوند کو کچھ سروکار نہ ہوا بلکہ کچہری میں بیان کیا کہ میں عورت کو چھوڑ دیا مجھ سے کچھ غرض نہیں اوس روز سے وہ عورت دوسرے مرد کے پاس ہے اوسکے خاوند سے چند بار کہا گیا کہ عورت اپنی کو طلاق دے وہ کہتا ہے میں طلاق کو نہیں جانتا میں نے عرصہ پانچ سال کا ہوا چھوڑ دیا اب نکاح دوسرے آدمی کے ساتھ جسکے گھر وہ رہتی ہے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- اگر واقعی کچہری میں اوس نے وہ الفاظ کہے کہ میں نے اوسکو چھوڑ دیا اوسیوقت سے طلاق ہوگئی اوسوقت سے اگر تین حیض شروع ہوکر ختم ہوگئے تو دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر ابھی ختم نہ ہوے تو جب ختم ہوجائیں اوسکے بعد کرسکتی ہے اور یوں جو عزیزوں کے یہاں رہتی ہے یہ حرام ہے اور وہ جو اوس نے کہا پانچ برس سے چھوڑ چکا ہوں اوسکا اعتبار نہیں اگر کچہری میں چھوڑنے کا لفظ پہلے کہا تھا تو جب سے عدت ہے اور اگر یہ لفظ پانچ برس سے چھوڑنے کا پہلے کہا تھا تو جب سے ہے غرض جو لفظ کہا ہو اوسکے بعد سے تین حیض شروع ہوکر ختم ہونا درکار ہے بغیر اسکے دوسری جگہ نکاح حرام ہے وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ رشوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدت بیوہ کی کتنی ہے اور مطلقہ کی کتنی۔

الجواب:- حاملہ کی عدت وضع حمل ہے مطلقہ ہو یا بیوہ اور غیر حاملہ بیوہ کی عدت اگر خاوند کسی مہینے کی پہلی شب یا پہلی تاریخ میں مرا اگرچہ عصر کے وقت چار مہینے دس دن ہیں یعنی چار ہلال اور ہو کر اس پانچویں ہلال پر وقت وفات شوہر کے اعتبار سے دس دن کامل اور گزر جائیں اور اگر پہلی تاریخ کے سوا اور کسی تاریخ میں مرا تو ایک سو تیس دن کامل لیے جائیں اور مطلقہ اگر حیض والی ہے تو بعد طلاق تین حیض شروع ہوکر ختم ہوجائیں اور اگر صغیرہ کہ ابھی حیض نہیں آتا یا کبیرہ کہ حیض آنے کی عمر گزر گئی تو عدت تین مہینے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از شہر یکم ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نکاح نابالغی میں کردیا تھا چونکہ لڑکی اوس لڑکے کے قابل نہ تھی لہذا اوس نے ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں لڑکی کے والدین نے اوسے اپنے گھر رکھ لیا اوس لڑکے

نے چار بار برادروں کو جمع کر کے کہا میں طلاق دیدوں لیکن برادروں نے اوسے باز رکھا اب جبکہ اوس نے دوسرا نکاح کرلیا تو برادروں نے طلاق دلوادی تو ایسی صورت میں عدت معتبر ہوگی یا نہیں۔

الجواب:۔ اگر لڑکی قابل جماع تھی اگرچہ خاص اس مرد کے قابل نہ ہو اور خلوت صحیحہ ہوچکی تھی عدت لازم ہے ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مولٰنا حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی طالبعلم مدرسہ اہلسنت بریلی ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دے دی بوجہ اوسکی بدچلنی کے۔ ہندہ طلاق کے بعد عمرو کے پاس رہی اور ہندہ کو عمرو سے حمل رہ گیا عمرو نے ہندہ کے ساتھ بعد گزرنے ایام عدۃ نکاح کرلیا اور بعد نکاح عمرو کو اس بات کا علم ہوا کہ ہندہ کو مجھ سے حمل ہے آیا یہ نکاح جائز ہے اور یہ کہ بعد طلاق نکاح کے واسطے عدت کا زمانہ کیا ہے۔

الجواب:۔ طلاق کی عدت حیض والی کے لیے تین حیض ہیں بعد طلاق شروع ہونے کے ختم ہوجائیں اور جسے حیض ابھی نہیں آیا یا حیض کی عمر سے گزر چکی اوسکے لیے تین مہینہ اور حمل والی کے لیے وضع حمل۔ یہ احکام قرآن عظیم میں منصوص ہیں اور عمرو نے جو قبل عدت اوس سے تعلق کیا اور حسب بیان سائل اوس سے حمل رہگیا تو وہ کون سے ایام عدت تھے جو اوس نے گزارے اسکی عدت تین حیض تھے اور حاملہ کو حیض آتا نہیں اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور ابھی وضع حمل ہوا نہیں یہ نکاح فاسد ہوا اوس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً الگ کردے اور انتظار کیا جائے اگر یہ بچہ طلاق شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہے اور اب وہ عدت سے نکلی اوس سے نکاح ہوسکتا ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہو تو شوہر کا نہیں اب نکاح ہر حال جائز ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از موضع کیسرپور ضلع بریلی مسئولہ خدا بخش صاحب انصاری۔ ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ایک بیوہ عورت سے مقرر ہوا جسوقت نکاح ہوا برادری کے لوگ جمع ہوئے اور اون کے روبرو عاقد نے دریافت کیا کہ اس عورت میں کوئی نقص یا جھگڑا تو نہیں ہے تو اوس میں دو شخصوں نے کہا کہ کچھ نہیں بیوہ ہے آپ نکاح پڑھا دیں آخر کلام نکاح ہوگیا اب جسوقت شب کو خلوت ہوئی تو معلوم ہوا کہ عورت حاملہ ہے آخر پولیس کو خبر ہوگئی تو داروغہ پولیس نے عورت سے دریافت کیا اوس نے جسکا حمل تھا اوسکو نہ بتایا اور شخص کا نام لے دیا پولیس نے اوسکے سپرد کردیا اور اہل برادری میں کئی شخص اس بیوہ کو جانتے تھے مگر پوشیدہ رکھا ظاہر نہ کیا اب شرع شریف سے جسکے گھر وہ عورت ہے اوسکو کیا حکم ہے اور عاقد وکیل وشاہدوں کے لیے کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ سائل کا بیان ہے کہ شوہر کے انتقال کو ڈیڑھ برس ہوا اور حمل وہیں کا معلوم ہوتا ہے
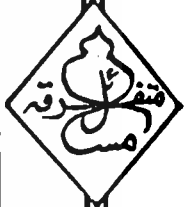
اس صورت میں جس شخص سے اوسکا نکاح ہوا ہے اوسپر لازم ہے کہ عورت کو اپنے سے جدا دوسرے مکان میں رکھے اور بچہ پیدا ہونے کا انتظار کرے اگر شوہر کی وفات سے پورے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہو جائے تو یہ نکاح باطل محض ہوا اور جو لوگ واقف حال شریک نکاح تھے سب سخت گنہگار ہوے بعد بچہ پیدا ہونے کے پھر یہ شخص اوس سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر وفات شوہر کو دو برس کامل گزر جائیں اوسکے بعد بچہ پیدا ہو تو یہ نکاح صحیح ہوگیا دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں بچہ پیدا ہونے کے بعد اوسے ہاتھ لگانا بھی جائز ہو جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از جلیسر ضلع ایٹہ بالائے قلعہ مسئولہ حکیم محمد احسن صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نے نکاح کیا جسکو ابتک چھ ماہ ہوے بعد تین ماہ کے اوسکا خاوند مرگیا اور اوسکو خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ابتک اپنے ماں باپ کے یہاں ہے مدت عدت وفات کی دو صورتیں ہیں یا وہ بعد وفات کے حاملہ ہے یا حمل کا انتظار ہے بہر حال اوسکو حمل نہیں ہوا نیز ایام معمولی آتے ہیں مدت چار ماہ دس دن محض اس غرض سے تھی کہ اس عرصہ میں ظہور حمل ہو جائیگا اس صورت میں وہ قبل از عدت وفات عقد ثانی کرلے یا بعد گزرنے چار ماہ دس دن کے نکاح کرے عدت طلاق تین قروء ہیں اگر اوسکو خلوت صحیحہ نہیں ہوئی تو اوسکو تین قروء کی ضرورت نہیں بعد طلاق فوراً عقد کر سکتے ہیں علیٰ ہذا صورت مسئلہ کی شکل بھی یہی ہے جبکہ وہ خاوند کے یہاں نہیں گئی اور خلوت صحیحہ نہیں نصیب ہوئی تو پھر عدت وفات کی کیا ضرورت ہے بہر حال دونوں صورتیں ایک ہیں لہذا جو حکم شرع ہے وہ سر آنکھوں پر کوئی دلیل عقلی ضرور ہونی چاہیے تا کہ دونوں صورتوں میں تمیز ہو جائے کوئی مسئلہ شرعی ایسا نہیں جو کسی اصول پر مبنی نہ ہو عقل کا حکم تو یہی ہے کہ جو عورت ہمبستر نہ ہوا اوسپر عدت کی ضرورت نہیں پھر چار ماہ دس دن کے انتظار کی کیا ضرورت یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا محض ظہور حمل کے لیے چار ماہ دس دن کا انتظار ہے سو صورت ہذا میں نہ خلوت نہ حمل فتاوی عالمگیری اکثر جزئیات سے مملو ہے جو جزئی چاہو اوس میں نکال سکتے ہیں شاید اوس میں اس خاص جزئی کا ذکر ہو لیکن دلیل عقلی کی از حد ضرورت ہے بینوا توجروا۔

الجواب :۔ اوس پر چار مہینے دس دن عدت فرض ہے اس سے پہلے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے در مختار میں ہے وللموت اربعۃ اشھر وعشرا مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنھا الا الحامل احکام الٰہی میں چون وچرا نہیں کرتے الاسلام گردن نہادن نہ کہ زبان بجرأت کشادن بہت احکام الٰہیہ تعبدی ہوتے ہیں اور جو معقول المعنی ہیں اونکی حکمتیں بھی ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ صبح کی دو مغرب کی تین باقی کی چار چار رکعتیں کیوں ہیں تعرف براءت رحم کے لیئے ایک حیض کافی تھا تین اگر احتیاطاً رکھے گئے تو عدت وفات حیضوں سے بدل کر

مہینے کیوں ہوئی اور ہوتی تو تین مہینے ہوتی جس طرح آیسہ وصغیرہ میں تین حیض کی جگہ تین مہینے قائم فرمائے ہیں ایک مہینہ دس دن اور زاید کیوں فرمائے گئے غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم وبرکات کا دروازہ بند کرنا ہے مسلمان کی شان یہ ہے سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر عدت طلاق تعرف براءت رحم کے لیے ہے قبل خلوت براءت خود معلوم پھر عدت کیوں ہو اور عدت وفات میں صرف یہی مقصود نہیں بلکہ موت شوہر کا سوگ بھی۔ اور اوس میں خلوت ہونے نہ ہونے کو کچھ دخل نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان تحد علی میت فوق ثلث لیال الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا رواہ البخاری ومسلم عن امی المومنین ام حبیبۃ وزینب بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہما واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از قصبہ کریالی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پنجاب ڈاکخانہ سرائے اورنگ آباد۔ مسئولہ غلام یسین صاحب۔ ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر شیر خوارہ مسماۃ نور بانو کا نکاح ہمراہ مسمی عمرو جسکی عمر پچیس سال ہے کر دیا بعد نکاح کے اس دختر شیر خوارہ کو اسکی والدہ ایک مکان میں جہاں عمرو جسکے ساتھ مسماۃ نور بانو شیر خوارہ کا نکاح ہوا تھا مع عمرو کے چھوڑ کر کہیں باہر چلی گئی اس وقت اس مکان میں صرف وہ لڑکی اور عمرو جسکے ساتھ اوسکا نکاح ہوا ہے رہے کوئی دوسرا شخص وہاں نہ تھا اسکے بعد جب والدہ شیر خوارہ واپس آئی عمرو نے اس شیر خوارہ منکوحہ خود کو طلاق بائن دیدی۔ آیا خلوت صحیحہ ثابت ہوئی یا نہ اور اس مطلقہ شیر خوارہ پر عدت لازم ہوئی یا نہ اور مستحق مہر ہوئی یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب: خلوت صحیحہ نہ ہوئی نہ عدت لازم آئی۔ نصف مہر دینا ہوگا درمختار میں ہے لاعدۃ بخلوۃ الرتقاء جامع الرموز میں ہے لو طلقہا قبل الدخول او بعد الخلوۃ الفاسدۃ والفساد بعجزہا عن الوطئ حقیقۃ لم تجب العدۃ اھ وانظر ما کتبنا علی ردالمحتار۔

مسئلہ: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب۔ ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مطلقہ عورت کی عدت تین ماہ ہو یا زائد

الجواب: مطلقہ اگر حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ہے اور اگر نابالغہ ہو یا کبرسن کے سبب اب حیض نہیں آتا تو عدت تین ماہ ہے ورنہ تین حیض خواہ دو مہینے میں ہوں یا مثلاً دو برس میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از قصبہ بیترانوالی ڈاکخانہ گکھڑ ریلوے ضلع گوجرانوالہ۔ مرسلہ میاں امیر احمد صاحب ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عورت مطلقہ کو بلا نکاح دو سال تک اپنے

گھر میں رکھا بلکہ اوس سے اولاد بھی ہوئی پھر وہ شخص فوت ہوگیا تو اوسکے برادر حقیقی نے اوس عورت کیساتھ بغیر عدت گزرے نکاح کرلیا آیا اوس عورت پر عدت لازم ہے یا نہیں بعض کہتے ہیں کہ زنا کی کوئی عدت نہیں اور بعض کہتے ہیں وہ مثل عورت خاوند کے دو سال تک رہی واسطے استبراء رحم کے عدت لازم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر وہ دونوں ایک مکان میں مثل زن وشوہر رہتے اور باہم انبساط زوج وزوجہ رکھتے مرد اوسے بیبیوں کی طرح رکھتا عورت اوسکے پاس ازواج کی مانند رہتی تو وہ دونوں شرعاً زوج زوجہ ہی سمجھے جائیں گے یہانتک کہ جس نے اون کی یہ حالت دیکھی اوسے قاضی شرع کے حضور زن وشوہر ہونے پر گواہی دینی حلال اگرچہ نکاح ہوتے نہ دیکھا ہو ہدایہ میں ہے اذا رأی رجلا وامرأۃ یسکنان بیتا وینبسط کل واحد الی الاخر انبساط الازواج وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے، عدم علم علم عدم نہیں دُنیا میں بے شمار زوج وزوجہ ہیں کیا ہم سب کے عقد میں حاضر تھے پھر کیونکر اونھیں ناکح ومنکوحہ سمجھتے ہیں شرع مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے اور جب وہ شرعاً زن وشوہر قرار دیے گئے تو بے انقضائے عدت نکاح بنص قطعی قرآن ناجائز وحرام یہانتک کہ بعض علما نے فرمایا کہ اس عقد پر اصلا کوئی حکم نکاح مترتب نہو گا کہ معتدۂ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے ردالمحتار میں ہے فی البحر عن المجتبی اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انھا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا ہاں اگر صورت مذکورہ نہ ہو اور اون کا زانی وزانیہ ہونا متحقق ہو تو بیشک یہ نکاح صحیح ہوگیا کہ زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہیں نہ زانیہ پر زنا کی عدت یہاں تک کہ جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اوس سے نکاح جائز البتہ ازانجا کہ حمل غیر ہے تا وضع حمل جماع ناجائز ہے درمختار میں ہے صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا حتی تضع لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ:۔ از شہر بریلی۔ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ ہوگئی۔ رانڈ اپنے بہنوئی کے پاس گئی اور بہن بھی موجود تھی۔ بہنوئی نے اوسکا بھی نکاح اپنے ساتھ کرلیا۔ اب کئی سال سے اس عورت کو نکالا یا۔ استعفا وغیرہ نہیں دیا۔ اب وہ عورت اور جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح حرام حرام سخت حرام ہوا بہنوئی نے کہ اسکو نکالا اگر کوئی لفظ ایسے کہے تھے اوسوقت خواہ اوسکے بعد جن سے اوسکا عزم اس پر سمجھا جائے کہ اب اس عورت کو

کبھی نہ رکھیگا اور اون الفاظ کے کہنے کے بعد اس عورت کو تین حیض شروع ہوکر ختم ہوگئے تو یہ اور جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر ایسے الفاظ ثابت نہوں تو اب عورت کہدے میں نے اوس نکاح کو رد کیا جو بہنوئی سے کرلیا تھا اسکے بعد تین حیض دیکھ کر دوسرے سے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے مبدؤها فی النکاح الفاسد بعد التفریق او اظهار العزم علی ترك وطئها اوسی میں ہے ویثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بها اولا فی الاصح ردالمحتار میں ہے قال فی البحر ورجحنا فی باب المهر انها ای المتارکة تکون من المرأة ایضا اھ والمقدسی تابع البحر اھ **اقول** وحققنا فیما علیه علقنا ان الفساد ان کان مقارنا کما ههنا کان لکل فسخه والمتارکة غیرة وان کان طارئا فقط دبه الزوج۔ واللّٰه تعالٰی اعلم

مسئلہ :- ۴ رجب مرجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی ایام عدت منقضی نہ ہوئے تھے صرف بیس پچیس دن بعد بکر نے اوس سے نکاح کرلیا۔ چار برس بعد بکر نے بھی طلاق دی اب شخص ثالث اوس سے نکاح کیا چاہتا ہے یہ نکاح طلاق کے چار مہینے دس دن بعد ہو یا فوراً ہوسکتا ہے کہ بکر نے قبل انقضائے عدت نکاح کرلیا تھا جو شرعاً نادرست تھا۔ بینوا توجروا
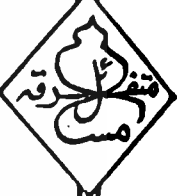
الجواب :- اگر بکر نے یہ جان بوجھ کر کہ ابھی عورت عدت میں ہے اوس سے نکاح کرلیا تھا جب تو وہ نکاح نکاح ہی نہ ہوا نرا زنا ہوا تو اوسکے لیے اصلا عدت نہیں اگرچہ بکر نے صدہا بار عورت سے جماع کیا ہو کہ زنا کا پانی شرع میں کچھ عزت و وقعت نہیں رکھتا عورت کو اختیار ہے جب چاہے نکاح کرلے فی ردالمحتار عن البحر الرائق اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لایوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلا ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنا کما فی القنیة وغیرها اور اگر بکر نے انجانی میں نکاح کیا تو یہ دیکھیں گے کہ اس چار برس میں اس نے عورت سے کبھی جماع کیا ہے یا نہیں اگر کبھی نہ کیا تو بھی عدت نہیں بکر کے چھوڑتے ہی فوراً جس سے چاہے نکاح کرلے ففی البحر فی امثلة النکاح فسد ولم یبطل نکاح المعتدة الخ وقیدہ الشامی بما اذا لم یعلم بانها معتدة لما مر عن البحر وفی الدر المختار فی احکام النکاح الفاسد یجب العدة بعد الوطء لا الخلوة وقت التفریق او متارکة الزوج اھ ملخصا اور جو ایک بار بھی جماع کرچکا ہے تو جس دن بکر نے چھوڑا اوسدن سے عورت پر عدت واجب ہوئی جبتک اوسکی عدت سے نہ نکلے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اور عدت طلاق کی چار مہینے دس دن نہیں یہ عدت موت کی ہے طلاق کی عدت تین حیض کامل ہیں یعنی بعد طلاق کے ایک بار حیض آئے پھر دوسرا پھر تیسرا جب یہ تیسرا ختم ہوگا اوسوقت عدت سے نکلے گی اور اوسے جس سے چاہے نکاح کرنا روا ہوگا قال اللّٰه تعالٰی والمطلقت یتربصن بانفسهن

ثلثۃ قروء۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از متھرا محلہ بھور پورہ مرسلہ رمضان خاں ۱۳/ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص کی زوجہ منکوحہ ایک عرصہ سے بوجہ کسی خاص رنجی کے بلاطلاق اپنے شوہر سے علیحدہ ہوکر اور خلاف مرضی اوسکے کے کہیں چلی گئی اور کسی شخص غیر سے اپنا عقد کرلیا بالفعل وہاں سے بھی نکل کر پھر شوہر اول سے عقد چاہتی ہے اور طلاق دینا ہردو شوہروں کی جانب سے ثابت نہیں پس قابل استفسار یہ امر ہے کہ اب شوہر اول سے عقد قدیم قائم رہیگا یا کہ عقد جدید کی ضرورت ہے یا اسکے سوا کوئی اور شرعی صورت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: عقد قدیم قائم ہے جدید کی کچھ حاجت نہیں۔ دوسرا شخص جس نے اس منکوحہ غیر سے نکاح کیا اگر آگاہ تھا کہ یہ منکوحہ غیر ہے جب تو عدت کی بھی ضرورت نہیں کہ یہ زنا تھا اور زنا کی عدت نہیں درمختار میں ہے لاعدۃ للزنا اور اگر وہ واقف نہ تھا عورت کو خالی وحلال سمجھکر نکاح میں لایا تو اوسپر فرض قطعی ہے کہ عورت کو ترک کردے وقت ترک سے عورت تین حیض کی عدت کرے اوسکے بعد شوہر اول بے حاجت تجدید نکاح اوس سے متمتع ہوسکتا ہے یہ اوس تقدیر پر کہ شخص ثانی نے عورت سے صحبت یعنی مجامعت کرلی ہو ورنہ اصلا حاجت عدت نہیں۔ درمختار میں ہے لاعدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر ووطئھا عالما بذالك وفی نسخ المتن ودخل بھا ولابد منہ وبہ یفتی ولھذا یحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی بھا لا تحرم علی زوجھا الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از موضع ٹانڈا پرگنہ بہیڑی۔ معرفت پیارے میاں ۲۱/ جمادی الاخری ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک شخص اپنی قضا سے فوت ہوگیا اور اوسکی بیوی کو حمل تھا بعد اوسکے مرجانے کے ایک مہینہ کے بعد وہ حمل ساقط ہوگیا تو اوس عورت کو عدت کرنا چاہئے یا اوس حمل کے گرجانے سے عدت جاتی رہی اور وہ حمل چار خواہ پانچ مہینہ کا تھا اہل شرع کیا فرماتے ہیں۔

الجواب: سائل نے ظاہر کیا کہ اوسکے ہاتھ پاؤں بن گئے تھے تو اسکے گرجانے سے عدت تمام ہوگئی اب عدت کی حاجت نہیں فی ردالمحتار اذا اسقطت سقطا ان استبان بعض خلقہ انقضت بہ العدۃ لانہ ولد والا فلا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع بھولٹولی۔ مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۱۹/ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح صحیح کیا قبل از دخول بعد خلوت صحیحہ طلاق دی

اب عدت ہندہ پر واجب ہے یا نہیں ایک جگہ علمگیری سے مفہوم ہوتا ہے کہ واجب ہے رجل تزوج امرأة نکاحا صحیحا جائزا فطلقہا بعد الدخول او بعد الخلوة الصحیحة کان علیہا العدة کذا فی فتاوی قاضی خان اور دوسری جگہ عالمگیری سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگرچہ بعد خلوۃ صحیحہ کے ہو عدت واجب نہیں اربع من النساء لا عدۃ علیہن المطلقۃ قبل الدخول الخ اور کلام مجید میں ایک جگہ یوں ہے اذا نکحتم المؤمنت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونھا۔

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں عدت واجب ہے اور علمگیری کی دونوں عبارتوں میں تنافی نہ آیۂ کریمہ عبارت اولیٰ کی نافی اصل یہی ہے کہ موجب عدۃ مس و دخول یعنی وطی ہے مگر نکاح صحیح میں مجرد خلوت اگرچہ غیر صحیحہ ہو ایجاب عدت کے لیے قائم مقام وطی ہے تنویر میں ہے الخلوۃ کالوطء فی العدۃ رد المحتار میں ہے وجوبہا من احکام الخلوۃ سواء کانت صحیحۃ ام لا ای اذا کانت فی نکاح صحیح اما الفاسد فتجب العدۃ بالوطء کما سیاتی مدارک شریف میں ہے من قبل ان تمسوھن والخلوۃ الصحیحۃ کالمس ۱ھ ورایتنی کتبت علی ھامشہا الاولیٰ ان یقول قدس سرہ والخلوۃ فی النکاح الصحیح کالمس فیقید النکاح بالصحیح ویطلق الخلوۃ لان الخلوۃ وان فسدت توجب العدۃ اذا صح النکاح اما الفاسد فلا عدۃ فیہ الا بحقیقۃ الوطء لما فی الدر وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از شہر کہنہ بریلی مرسلہ جمن

حضور والا اسمی جمن کا بیان ہے کہ میری لڑکی نابالغ کا نکاح میرے حقیقی بھائی نے بلا رضامندی میرے کردیا اور مجھکو راضی کرکے رخصت کرادی وہ لڑکی اپنے اوس خاوند کے پاس رہی اور نوبت مجامعت کی پہنچی اوسکے یہاں سے بعد کو رخصت ہوکر جسوقت کہ وہ اپنے باپ کے مکان پر آئی کہ اوسکو عرصہ تین سال کا ہوا پھر کبھی نہ گئی حتی کہ نوبت نالش تک پہنچی بالآخر اوس نے اوسکو فیصلہ پنچایت سے طلاق دی اب اوسکا نکاح درمیان عدت طلاق کے ہوسکتا ہے یا نہیں اور یہ نکاح اول جو نابالغی میں بلا استرضا باپ کے ہوا جائز تھا یا نہیں فقط اس قوم میں نابالغ لڑکیوں کا نکاح نابالغ لڑکوں کے ساتھ بولایت اکثر ہوتا ہے اور حالت بلوغ تک پہنچنے سے پہلے کسی مخالفت سے طلاق ہوجاتی ہے اس صورت میں عدت طلاق کی لازم آتی ہے یا نہیں اور مہر کسقدر دلایا جاسکتا ہے بحالت خلوت صحیحہ اور مجامعت کے کیا حکم ہے اور بحالت طلاق اوس کا کیا حکم ہے اگر بحالت لازم آنے عدت کے نکاح ہوجاوے اور وہ اپنے خاوند سے علیحدہ رہکر تین ماہ تمام کرے تو یہ نکاح صحیح رہیگا یا پھر نکاح کرنا چاہیے۔ فقط

الجواب:۔ نکاح اول کہ بے اجازت پدر چچا نے بطور خود کردیا تھا اجازت پدر پر موقوف تھا

باہر جانے کے مانع ہوتے تھے کہ اوس عورت یعنی زوجہ زید کو حمل تھا بوجہ زید کی زوجہ کے تکلیف کی غرض سے اب وہ زید بیمار بعد تین دن کے مرگیا اور زوجہ زید کی اپنے والدین کے یہاں ہے بس وہ عدت کہاں ختم کرے اور دیگر یہ کہ اپنے شوہر کے یہاں بغرض نقصان اپنے مال یا اپنی جان بچانے کی وجہ سے وہاں جانا ناپسند کرتی ہے کہ مجھکو میرے زوج کے متعلقین مار نہ ڈالیں یا میرا اسباب چھین لیں پس اس صورت میں کیا حکم ہے اور مہر زوجہ کا کس کے ذمہ باقی ہے اور یہاں تک اوسکے والدین کو اندیشہ ہے کہ ہم باہر چلے جائیں گے تو شاید آبرو بچے ورنہ ناممکن اور زوجہ زید ابتک حمل میں ہے یعنی حمل اوسکو قریب ۷ ماہ کا ہے ان صورتوں میں کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ زوجہ پر فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خبر مرگ سنتے ہی فوراً اوسکے گھر چلی جاوے اور وضع حمل تک وہیں رہے اور غلط عذر درمیان میں نہ لائے ایسا خیال بہت ناقابل قبول ہے کہ قتل کردی جائیگی رہا مال اسے ساتھ نہ لے جائے اپنے ساتھ اپنے اقارب سے کسی کو رکھے جس سے حفاظت متوقع ہو ہاں اگر کوئی صورت ممکن نہو اور واقعی سچا اندیشہ جان کا ہے جس کا تدارک اوسکے قابو میں نہیں تو نہ جانے کے لیے عذر صحیح ہے اور اللہ تعالی صحیح و غلط سب کا خوب جانتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ:۔ از ملک بنگالہ موضع نمانیہ سیری رامپور ضلع باریسال مرسلہ عبدالحمید صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

سوال اینکہ زینب نابالغہ را کہ سنش بہ نہ سال نہ رسیدہ است وتخمیناً مدت نکاحش بدو سال رسیدہ زوجش طلاق داد خواہر زینب را زوج زینب بعد یکروز یا دو روز نکاح کرد حالانکہ زوج زینب می گوید کہ زینب را قبل دخول طلاق دادہ پس اکنوں نکاح کردن زوج زینب خواہر زینب را پیش از گزشتن عدت طلاق زینب موجب شرع شریف درست باشد یا چہ اگر نکاح مذکور زوج زینب روا باشد پس عبارات درمختار وردالمحتار ودیگر کتب کہ عدت مطلقہ صغیرہ کہ سنش بہ نہ سال نہ رسیدہ است سہ ماہ است بلاقید قبل دخول و بعد دخول آمدہ است مطالب آنہا چہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر میان زن وشو خلوت واقع شدہ بود اگرچہ خلوت فاسدہ باشد بعد ازاں شوہر بالغ آں دختر ہفت یا ہشت سالہ را طلاق داد عدت سہ ماہ واجب است ونکاح باخواہرش قبل انقضائے عدت ناجائز وحرام واگر خلوت ہم نشدہ بود البتہ از عدت اثرے نیست واز طلاقش خواہرش را بزنی تواں گرفت قال اللہ تعالی فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا در کتب مذکورہ حکم عدت را مطلق نگزاشتہ اند بلکہ سابقاً ولاحقاً وحاً مقید بدخول یعنی ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ داشتہ اند عبارت تنویر الابصار و درمختار بالتقاط واختصار این ست العدۃ سبب وجوبہا النکاح والتاکد بالتسلیم وماجری مجراہ من موت او خلوۃ وھی فی حق حرۃ تحیض بعد الدخول حقیقۃ او حکما ثلثۃ حیض وفی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعۃ او کبر

باہر جانے کے مانع ہوتے تھے کہ اوس عورت یعنی زوجہ زید کو حمل تھا بوجہ زید کی زوجہ کے تکلیف کی غرض سے اب وہ زید بیمار بعد تین دن کے مرگیا اور زوجہ زید کی اپنے والدین کے یہاں ہے بس وہ عدّت کہاں ختم کرے اور دیگر یہ کہ اپنے شوہر کے یہاں بغرض نقصان اپنے مال یا اپنی جان بچانے کی وجہ سے وہاں جانا ناپسند کرتی ہے کہ مجھکو میرے زوج کے متعلقین مار نہ ڈالیں یا میرا اسباب چھین لیں پس اس صورت میں کیا حکم ہے اور مہر زوجہ کا کس کے ذمہ باقی ہے اور یہاں تک اوسکے والدین کو اندیشہ ہے کہ ہم باہر چلے جائیں گے تو شاید آبرو بچے ورنہ ناممکن اور زوجہ زید ابتک حاملہ حمل میں ہے یعنی حمل اوسکو قریب ۶ ماہ کا ہے ان صورتوں میں کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ زوجہ پر فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خبر مرگ سنتے ہی فوراً اوسکے گھر چلی جاوے اور وضع حمل تک وہیں رہے اور غلط عذر درمیان میں نہ لائے ایسا خیال بہت ناقابل قبول ہے کہ قتل کردی جائیگی رہا مال اوسے ساتھ نہ لے جائے اپنے ساتھ اپنے اقارب سے کسی کو رکھے جس سے حفاظت متوقع ہو ہاں اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو اور واقعی سچا اندیشہ جان کا ہے جس کا تدارک اوسکے قابو میں نہیں تو نہ جانے کے لیے عذر صحیح ہے اور اللہ تعالٰی صحیح و غلط سب کا خوب جانتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از ملک بنگالہ موضع ہمانیہ سیری رامپور ضلع باریسال مرسلہ عبدالحمید صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

سوال اینکہ زینب نابالغہ راکہ سنش بنہ سال نہ رسیدہ است و تخمیناً مدت نکاحش بدو سال رسیدہ زوجش طلاق داد خواہر زینب را زوج زینب بعد یکروز یا دو روز نکاح کرد حالانکہ زوج زینب می گوید کہ زینب را قبل دخول طلاق دادہ پس اکنوں نکاح کردن زوج زینب خواہر زینب را پیش از گزشتن عدت طلاق زینب موجب شرع شریف درست باشد یا چہ اگر نکاح مذکور زوج زینب را روا باشد پس عبارات درمختار وردالمحتار و دیگر کتب کہ عدت مطلقہ صغیرہ کہ سنش بنہ سال نہ رسیدہ است سہ ماہ است بلا قید قبل دخول وبعد دخول آمدہ است مطالب آنہا چہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر میان زن و شو خلوت واقع شدہ بود اگرچہ خلوت فاسدہ باشد بعد ازاں شوہر بالغ آں دختر ہفت یا ہشت سالہ را طلاق داد عدت سہ ماہ واجب است ونکاح با خواہرش قبل انقضائے عدت ناجائز وحرام واگر خلوت ہم نشدہ بود البتہ از عدت اثرے نیست واز طلاقش خواہرش را بزنی تواں گرفت قال اللہ تعالٰی فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا درکتب مذکورہ حکم عدت را مطلق نگزاشتہ اند بلکہ سابقاً ولاحقاً دوجا مقید بدخول یعنی ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ داشتہ اند عبارت تنویر الابصار و درمختار بالتقاط واختصار این ست العدۃ سبب وجوبہا النکاح والمتاکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت او خلوۃ وھی فی حق حرۃ تحیض بعد الدخول حقیقۃ اوحکما ثلثۃ حیض وفی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعۃ او کبر

ثلثة اشهران وطئت فی الکل ولوحکما کالخلوة ولوفاسدة درر دالمحتار ست قولہ فی الکل یعنی ان التقیید بالوطی شرط فی جمیع ما مر من مسائل العدة بالحیض والعدة بالاشھر کما افادہ سابقا بقولہ راجع للجملة واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اب تا وقتیکہ عدت پوری کرے نان نفقہ آیا زید کے ذمّہ ہے یا وارث ہندہ کے اور وہ مکان جس میں ہندہ اپنی عدت پوری کرے زید پر لازم ہے یا نہیں. بینوا توجروا۔

الجواب:- تمام عدّت تک نان نفقہ زید کے ذمّہ ہے اور زید ہی کے مکان میں عدت پوری کرے جبکہ قبل ازطلاق وہی مکان اوسکے رہنے کا تھا اگرچہ علاج کے لیے چند ماہ پیشتر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی تھی کما قال لی السائل بلسانہ اور یہ طلاق کہ بطریق خلع واقع ہوئی تھی کما بین ایضا انہٗ تھی تو زید پر لازم ہے کہ عدت پوری ہونے تک اپنے ہی مکان میں اوسے جگہ دے اور بوجہ زوال نکاح اوس سے پردہ کرے اور اگر زید ظلماً اپنے گھر میں نہ رہنے دے تو کوئی اور مکان بتائے جس میں وہ عدت پوری کرے اور اگر وہ مکان کرایہ کا ہو تو اختتام عدت تک کرایہ زید کے ذمہ ہے اور جب زید اپنے مکان میں رہنے دے یا دوسرا مکان اوسکے لیے بتائے تو ہندہ پر لازم ہے کہ فوراً اوس مکان میں چلی جائے اور ختم عدت تک ہرگز اوس سے باہر نہ آئے فی الخانیة المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسکنی کان الطلاق رجعیا او بائنا وثلثا الخ وفی الدر المختار طلقت اومات وھی زائرة فی غیر مسکنھا عادت الیہ فورا لوجوبہ علیھا وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ (ھو ما یضاف الیھما بالسکنی قبل الفرقة الخ شامی) ولا یخرجان منہ الا ان تخرج (وشمل اخراج الزوج ظلما الخ شامی) فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج (وحکم ما انتقلت الیہ حکم المسکن الاصلی فلا تخرج منہ شامی اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- ۲۷ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دی ایک جلسہ میں تین مرتبہ سامنے دو شخص نمازیوں کے اور وہ عورت حاملہ بھی تھی اب زید اپنے گھر سے اسکو نکال دے یا نہیں یا اپنے گھر میں اوسکو رکھے اور کھانے کو اوسکو دے اور کب تک اوس کو کھانے کو دے اور زید نے تکرار زن وشوہر کے سبب سے طلاق دی تھی اب دونوں رضامند ہیں اب زید چاہتا ہے کہ پھر گھر میں رکھے اب سائل کا سوال علمائے دین سے یہ ہے کہ از روئے قرآن وحدیث کیا حکم ہے اور امام

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرع شریف سے کیا حکم ہے

الجواب:۔ تین طلاقیں ہوگئیں چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے اب وہ بغیر حلالے اوس سے نکاح نہیں کرسکتا یہی حکم قرآن وحدیث کا ہے وہ عدّت تک یعنی بچہ ہونے تک گھر میں رہیگی اور روٹی کپڑا زید کو دینا ہوگا مگر بالکل غیر واجنبی عورت کی طرح رہے اوس سے پردہ کرے قال اللہ تعالٰی اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن صورت حمل میں یہی مذہب چاروں ائمہ کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:۔ از محلہ مرداو مرسلہ حضرت مولٰنا سلیمان اشرف صاحب (سابق پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ) ۲۶ شوال ۱۳۱۸ھ

عالم اہلسنت فاضل بریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ زید نے اپنی بی بی کو طلاق بائن دیا اور بعد ایک مہینہ کے مرگیا اب اوسکی بی بی کتنی مدت بعد عقد ثانی کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ یہ مطلقہ اگر حاملہ تھی تو عدت حمل ہے مطلقا اور اگر حمل نہ تھا تو طلاق مذکور اگر شوہر نے اپنی صحت میں دی یا برضائے زوجہ مرض الموت میں دی تو عدت تین حیض ہے موت شوہر سے نہ بدلیگی اور اگر طلاق بائن مرض الموت میں بے رضائے زن دی تو تین حیض اور چار مہینے دس دن سے جو مدت درازتر ہے وہ عدت ہے یعنی چار ماہ دہ روز بعد موت گزرنے سے پہلے طلاق کے بعد تین حیض کامل ختم ہوجائیں تو بعد مرگ چار ماہ دس یوم انتظار کرے اور اگر مرگ شوہر پر چار مہینے دس دن ہوگئے اور ہنوز بعد طلاق تین حیض کامل نہوے تو تین حیض کامل ہونے تک منتظر رہے فی رد المحتار ابانھا فی مرضہ بغیر رضاھا بحیث صار فارا ومات فی عدتھا فعدتھا ابعد الاجلین ولو ابانھا برضاھا بحیث لم یصر فارا فعدۃ الطلاق فقط ولو طلقھا بائنا فی صحتہ ثم مات لاینتقل عدتھا اتفاقا اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب۔ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ والدین ہندہ سنی المذہب نے ہندہ سنی المذہب کا نکاح زید شیعہ مذہب سے (جو پورا پورا عقائد مجتہدین حال لکھنؤ کا پیرو تھا جناب مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو سوائے سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تمام انبیائے سلف سے افضل جانتا اور قرآن موجود کو ناقص اور محرف مانتا) بوجہ کفو و برادری کے کردیا زید قبل از عقد مرض الموت مریض تھا بعد عقد اور اشتداد ہوا کہ روز وشب میں گاہ گاہ لمحہ بھر کو ہوش آتا اس باعث سے خلوت صحیحہ نہوسکی صرف اتنا ہوا کہ ہندہ کی چچی ہندہ کو بوقت شام زید کے پاس لے گئی اوسکے قریب جو چوکی بچھی تھی اوسپر بٹھا دیا زید کو اوسوقت اتنا
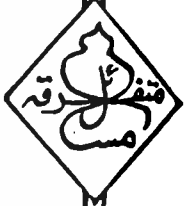
ہوش آیا تھا کہ اوسنے ہندہ کے منہ پر سے ہاتھ اوٹھانے کا قصد کیا مگر ہاتھ لگاتے ہی کثرت ضعف وبیہوشی سے زید کا ہاتھ گر پڑا یہ حال دیکھ کر اوسکی چچی کہ کچھ دور علیحدہ کھڑی دیکھ رہی تھی آئی اور ہندہ کو اوٹھالے گئی اسکے بعد کبھی نوبت ایک دوسرے کو دیکھنے کی بھی نہ آئی کہ زید سات آٹھ روز میں مرگیا والدین نے ہندہ کا نکاح بکر سنی المذہب کے ساتھ کہ نیز کفو و برادری تھا چار مہینے دس دن گزرنے سے پہلے کردیا ۵ار ذی الحجہ کو زید سے نکاح ہوا تھا ۲۱ر ذی الحجہ کو زید مرگیا، ار ربیع الثانی کو ہندہ کا نکاح بکر سے ہوا عدت میں ۱۴ روز کم تھے اب ہندہ صاحب اولاد ہے بعض لوگ اولاد ہندہ کی صحت نسب پر معترض ہیں کہ بکر نے یہ نکاح عدت کے اندر ہی کرلیا اس صورت میں بعد نظر عمیق ان مراتب کا جواب عنایت ہو کہ زید وہندہ کا عقد صحیح ہوا تھا یا نہیں ہندہ پر بوجہ عدم صحت نکاح یا عدم وقوع خلوت صحیحہ کے بعد مرگ زید عدت موت واجب تھی یا نہیں عقد ثانی اور اس سے جو اولاد پیدا ہوئی اوسکی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں عقد ثانی بلاتامل صحیح اور اوس سے جو اولاد ہوئی بلاشبہ صحیح النسب ہے عدّتِ موت چار مہینے دس دن ہونے کے لیے اگرچہ خلوت وغیرہا کسی بات کی حاجت نہیں غیر حاملہ عورت پر مرگ شوہر سے مطلقا عدت لازم آتی ہے فی الدر المختار العدۃ للموت اربعۃ اشھر و عشر بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ فلم یخرج عنھا الا الحامل مگر عدت تو منکوحہ پر ہوتی ہے ہندہ و زید میں باہم نکاح ہی اصلا نہ تھا کہ جب زید مثل عام روافض زمانہ اون عقائد کفر کا معتقد تھا تو قطعاً کافر مرتد تھا عالمگیریہ میں یجب اکفار الروافض فی قولھم رجعۃ (بعض عقائدھم المکفرۃ وقال) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی ملت و مذہب والے سے ہو ہی نہیں سکتا نہ مومنین سے نہ کفار سے نہ خود اوسکے ہم مذہبوں سے ہندیہ میں ہے لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط تو ہندہ اگرچہ زید کی حیات ہی میں بلا طلاق اوسیوقت اپنا عقد بکر سے کرلیتی جب بھی جائز و صحیح تھا۔ عہ

مسئلہ:۔ از ماہرہ ضلع ایٹہ۔ مرسلہ محبوب علی صاحب۔ ۱۰ر شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر زید کی حیات میں جسکا طلاق ثابت نہیں عمرو نامی سے بطور عاشقی کے دوسرے شہر میں جاکر عقد نکاح کیا۔ اوسکے تھوڑے ہی دن کے بعد شوہر سابق مرگیا۔ بعد مرنے کے چار برس تک عورت عمرو کے قبضہ میں رہی بطور زوجہ۔ ایک روز باہم نااتفاقی اور لڑائی کے عمرو نے عورت کو طلاق بائن دی، اور کئی روز تک کہا کیا کہ میں نے طلاق دی اور ایک جلسہ میں

عہ: جواب ناقص ملا۔

دس پانچ دفعہ کہا کہ میں نے تجھکو طلاق دی اور پندرہ روز تک علیحدہ رہا۔ اب بباعث عشق باہمی کے عورت اور عمرو چاہتا ہے کہ پھر تجدید نکاح کا ہونا چاہیئے اور عذر کرتا ہے کہ جب بغیر طلاق شوہر سابق کے نکاح ہی نہیں ہوا تو طلاق کیا چیز ہے اور عمرو مسجد میں مؤذن ہے۔ اہل اسلام اسکو تجدید نکاح سے روک رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مرلے شوہر سابق اور گزرنے عدت سے وہ نکاح ہی قائم ہوگیا کہ جسکے وجہ سے تیری زوجیت پانچ سال رہی ورنہ کیا آجتک تونے اس سے حرام کیا ہم تجکو مسجد سے نکال دیوینگے جبتک حلالہ نہ ہوجائے جب تک نکاح جدید نہ ہوجائے عورت تجھ پر حرام ہے اور علاوہ اسکے عمرو غیر کفو بھی ہے۔ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں آیا نکاح تجدید کیا جائے یا بعد حلالہ کے عورت سے نکاح جائز ہوگا۔ اور اگر اوس عورت سے عمرو خلاف شرع کوئی فعل کرے تو موذن بنانا چاہیئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر یہ امر واقعی ہے کہ زید کی حیات میں بے طلاق عورت نے عمرو سے نکاح کرلیا پھر بعد موت زید وانقضائے عدت وفات عمرو کے ساتھ نکاح جدید نہ کیا بلکہ اوسی نکاح باطل پر قائم رہی تو وہ ہرگز زن وشوہر نہ تھے بلکہ زانی وزانیہ تھے۔ طلاقیں کہ عمرو نے دیں محض لغو تھیں حلالے کی کوئی حاجت نہیں صرف نکاح ازسرِ نو کرلینا کافی ہے جبکہ عمرو قوم یا مذہب یا پیشے وغیرہ میں عورت کے اولیا سے ایسا کم نہ ہو کہ اوس سے نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار ہو یا ایسا کم ہے تو عورت کا ولی پیش از نکاح عمرو کو ایسا جان کر اوس سے نکاح زن مذکور کی صریح اجازت دی یا عورت کوئی ولی رکھتی ہی نہ ہو ان تین صورتوں میں نکاح ہوجائیگا ورنہ اگر عمرو ایسا کم رتبہ ہے اور عورت ولی رکھتی ہے اور ولی پیش از نکاح اوسکی کم رتبگی پر مطلع ہو کر اجازت نکاح نہ دے تو عورت کا عمرو سے نکاح کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ عمرو جبتک تائب ہوکر بحال جواز نکاح، نکاح نہ کرے یا عورت سے علانیہ جدا نہ ہوجائے ہرگز موذن نہ بنایا جائے وہ فاسق معلن ہے اور فاسق اس عہدۂ دین کے لائق نہیں

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از موضع کرگینا مرسلہ امام بخش علی بخش ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مٹھو ہار کی عورت بیوہ تھی ۱۴ مہینے سے۔ چند روز بعد کچھ عورتوں نے شناخت کیا کہ یہ حاملہ ہے اوس سے دریافت کیا تو اوس نے کہا اپنی تنہائی میں زبردستی عظیم اللہ قوم نداف میرے ساتھ یہ کام کیا میں حاملہ ہوئی بعدکو لوگوں نے عورت کو بند کردیا حفاظت اوسکی کری بعد کو جب لڑکا پیدا ہوا تو نکالدیا وہ چلی گئی اور عظیم اللہ نے عام میں مشہور کیا کہ لڑکا میرا ہے بستی والوں نے اوسکو بند کردیا عورت کو نکالدیا اب اونکے واسطے کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ اون کے لیے سخت سزا کا حکم ہے مگر یہاں کون سزا دے سکتا ہے یہی سزا کافی ہے کہ برادری سے خارج رکھے جائیں۔ رہا لڑکا اگر مٹھو کے مرنے سے دو برس بعد پیدا ہوا یا چار مہینے دس دن بعد
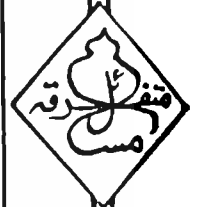
عورت نے اقرار کرلیا تھا کہ وہ عدت سے فارغ ہوگئی تو ان دو صورتوں میں وہ لڑکا مجہول النسب ہے اور اگر عدت سے فارغ ہونے کا اقرار نہ کیا تھا اور منکوح کے مرنے سے دو برس کے اندر لڑکا پیدا ہوا تو لڑکا منکوح کا ہے وہ نداف جھوٹا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از ریلخی محلہ اوپر بازار مرسلہ مولوی عبدالرب صاحب ۸ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ

اگر معتدہ غیر سے بصورت لاعلمی کوئی شخص نکاح کرے اور تمتع کرے اور بصورت علم اوس سے کنارہ کیا یہ تمتع داخل زنا ہوگا۔

الجواب:- جبکہ اوسے معلوم نہ تھا اور جسوقت معلوم ہوا فوراً جدا کردیا تو اوسکے حق میں کسی طرح زنا نہیں زنا ہونا درکنار اوسپر کوئی الزام بھی نہیں البتہ وہ وطی واقع میں ضرور وطی حرام تھی اور اثم مرفوع کما نصوا علیہ وذلک لان الجھل فی موضع الخفاء عذر مقبول واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از شہر مرسلہ نواب نثار احمد صاحب مورخہ ۳۰ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا جو ایک موضع میں رہتا تھا وہاں کوئی طبیب نہیں ہے پس اوسکی زوجہ ایام عدت ہی میں بوجہ علالت اپنی دختر نیز اپنے بچوں خوردسال کے واسطے علاج کے کسی دوسری جگہ جاسکتی ہے یا نہیں اور نبض کسی حکیم کو دکھا سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:- نبض بضرورت دکھا سکتی ہے اور دوسری جگہ اسطور پر جاسکتی ہے کہ رات کا اکثر حصہ شوہر ہی کے مکان میں گزارے اور اگر اوسی مکان میں ممکن ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از ریاست فریدکوٹ ضلع فیروزپور پنجاب مرسلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام عدت طلاق یا مرگ میں نکاح ہوجائے تو از خود فسخ ہے یا اعادہ طلاق کی ضرورت ہوگی عدت پہلی ہی رہی یا جدید اور دانستہ ایسا نکاح پڑھانے والے کا کیا حکم ہے۔

الجواب:- عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے مرد و زن دونوں پر اوسکا ترک فرض ہے مرد کہے میں نے اس نکاح کو ترک کیا خواہ عورت اوس سے کہدے اور دونوں نہ مانیں تو حاکم شرع جبراً تفریق کردے بس یہ ترک یا تفریق ہی کافی ہے طلاق کی حاجت نہیں اس دوسرے شخص نے اگر اس سے قربت نہ کی تو عدت وہی پہلی ہے ورنہ دوسری بھی لازم آئی اور دونوں ایک ساتھ ادا ہوتی جائیں گی اخیر میں جو باقی رہیگی پوری کرلی جائے گی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از شہر محلہ بھوڑ مسئولہ شیخ ننھے ۹ رجب ۱۳۳۸ھ

ایک لڑکی جسے طلاق ہوئے ایک مہینہ نہیں ہوا تھا دوسری جگہ ایک حافظ سے نکاح ہوا وہ پیش امام ہے

یہ نکاح درست ہے یا نہیں اور اوسکے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور اوس میں جو لوگ شریک ہوے اون کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب:- اگر وہ لڑکی اپنے شوہر کی مدخولہ تھی اور حاملہ نہ تھی کہ اس مہینہ کے اندر بعد طلاق بچہ پیدا ہوگیا ہو اوسکے بعد نکاح ثانی ہوا ہو تو یہ دوسرا نکاح عدت کے اندر ہوا اور محض حرام حرام حرام ہوا اور اوسمیں قربت خالص زنا اگر جسکے ساتھ نکاح ہوا اوسے خبر تھی کہ یہ مطلقہ ہے اور ہنوز عدت نہ گزری جان کر نکاح کر لیا تو سخت اشد فاسق و فاجر ہے اوسکے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور اوسے امام بنانا گناہ یونہیں اگر معلوم نہ تھا اور اب معلوم ہوا اور فوراً جدا نہ ہوگیا جب بھی اوسپر یہی احکام ہیں اور جو لوگ دانستہ اس حرام نکاح میں شریک ہوے اور کھایا پیا وہ بھی سخت گنہگار ہوے اور وہ حرام کھانے والے ہوے اون سب پر بھی توبہ فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- از چھٹن شاہ ۲۸ رجب ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قضائے الٰہی سے فوت ہوگیا اسکی عورت کو زید تین ہفتہ کے اندر لے گیا زید رہنے والا دیس کا تھا اسلیے اس عورت سے نکاح کیا وہ عورت راضی نہیں تھی ایک ماہ کے اندر چلی آئی اب اسکا نکاح اور جگہ کیا جائے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- وہ نکاح حرام محض ہوا پھر اگر زید نے اوس سے صحبت نہ کی تو وفات شوہر سے چار مہینے دس دن کے بعد نکاح کر سکتی ہے اور اگر زید صحبت کر چکا تو اون پر فرض ہے کہ جدا ہو جائیں اور عورت تین حیض کا انتظار کرے اگر یہ تین حیض اوسی چار مہینے دس دن کے اندر گزر جائیں تو چار مہینے دس دن کے بعد نکاح کرلے اور ابھی تین حیض اس جدائی کے بعد نگزریں تو اتنا انتظار اس جدائی کے بعد اور کرے کہ تین حیض پورے ہو جائیں اوس وقت دوسرے سے نکاح کرے درمختار میں ہے اذا وطئت المعتدۃ بشبھۃ وجبت عدۃ اخری وتداخلتا وعلیھا ان تتم العدۃ الثانیۃ ان تمت الاولی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از موضع بستور تحصیل کھا ضلع نینی تال مرسلہ فدا حسین صاحب ۲۹ رمضان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عبدالرحمٰن نے مبلغ دوسو روپے مجھ سے لیکر بخوشی استعفا دیدیا اپنی بی بی کو اب اس میں نکاح ابھی ہو سکتا ہے یا نہیں یا بعد عدت عورت کے۔ تین سال سے بیوی اپنی ماں کے مکان پر تھی اس اثنا میں خاوند استعفا دے گیا۔

الجواب:- جب تک عدت نہ گزرے نکاح تو نکاح نکاح کا پیام دینا حرام قطعی ہے۔ اور وہ روپیہ کہ دیا رشوت تھا دینا لینا دونوں حرام تھا۔ عبدالرحمٰن پر لازم ہے کہ وہ روپیہ فدا حسین کو واپس دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
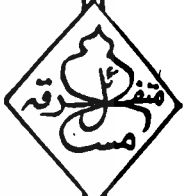
مسئلہ :- از قصبہ بکسر الورن ڈاکخانہ رسولپور ضلع رائے بریلی مسئولہ عبدالوہاب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کہ اسکے شوہر نے عرصہ چار برس سے اسکو اپنے گھر سے نکالدیا ہے اور طلاق نہیں دی اس اثنا میں وہ زنا سے حاملہ ہوچکی ہے اب اس کا شوہر انتقال کرگیا ہے مگر عدت پوری نہیں ہوئی ایسی حالت میں جبکہ وہ زنا کی مرتکب ہوئی ہے عدت کے اندر نکاح جائز ہو یا نہیں

الجواب :- عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے اور جب یہ حمل حیات شوہر سے ہے شرعا شوہر کا ہی اور جب تک وضع نہ ہو عدت ہی میں ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاہر الحجر وقال تعالیٰ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ۷ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اور عمرو نے اوسکے دوسرے دن یا اوسی دن ہندہ سے نکاح کرلیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب :- بیان سائل سے ظاہر ہوا کہ شوہر اول اس عورت سے خلوت کرچکا تھا کئی سال کے بعد طلاق دی اور عورت کو حمل نہ تھا پس یہ نکاح کہ قبل گزرنے عدت کے دوسرے شخص سے ہوا اصلا صحیح نہیں دونوں پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں قال اللہ تعالیٰ والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء واللہ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مثلاً زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی اوسی نے بعد منقضی ہونے ایک ماہ یا دو ماہ کے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا یہ نکاح کہ بدون انقضائے عدت کے شخص اجنب سے ہوا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ہندہ کو اس شخص سے دعوے مہر اور وراثت جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب :- سائل مظہر کہ ہندہ معتدات بالحیض سے ہے پس صورت مستفسرہ میں اگر وہ نکاح ایک مہینہ بعد ہوا تھا تو بیشک فاسد کہ اسقدر مدت میں مضی عدت معقول نہیں ہندہ ترکہ کی مستحق نہیں اور مہر مسمی و مہر مثل سے جو کم ہوگا اوسقدر پائیگی اور اگر مہر مسمی کچھ نہ تھا یا مجہول ہوگیا تو پورا مہر مثل لازم آئیگا فی الدر المختار و یجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطی لا بغیرہ ولم یزد علی المسمی لرضاھا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او جہل لزم بالغا ما بلغ انتھی ملخصا وفیہ ایضا یستحق الارث برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا انتھی ملتقطا اور جو بعد گزرنے دو مہینے یعنی ساٹھ دن کے ہوا اور ہندہ دعوے کرے کہ تین حیض کامل اوسوقت تک گزر چکے اور عدت منقضی ہوگئی تھی تو قول ہندہ بقسم معتبر ہوگا اگر ورثۂ زوج ثانی اس کا خلاف گواہوں سے

ثابت کردیں گے تو حکم اس صورت کا بھی مثل صورت اولیٰ کے ہے ورنہ جب ہندہ مضی عدت بحلف بیان کردیگی تو میراث و مہر دونوں پائیگی فی الدر المختار قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا تحتملہ المدۃ لا لان الامین انما یصدق فیما لا یخالفہ الظاہر ثم لو بالشہور فالمقدار المذکور ولو بالحیض فاقلہا للحرۃ ستون یوما واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از شہر کہنہ مسئولہ نتھے ۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو طلاق دی بعد طلاق تین یا چار یوم اوس کا نکاح اور جگہ ہوگیا اور ایک یا ڈیڑھ سال تک وہاں رہی بعد کو خاوند نے اوسکو نکال دیا اوس عورت نے تیسری جگہ نکاح کیا اب یہ دریافت کرنا ہے کہ اوس عورت کا دوسرا نکاح جو بعد طلاق بعد چہار یوم ہوا آیا جائز تھا یا ناجائز اور تیسرا نکاح بھی اسی طرح جائز ہوا یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- سائل بیان کرتا ہے کہ عورت پہلے خاوند کے پاس رخصت ہوکر رہ چکی تھی اوسکے بعد طلاق ہوئی اور طلاق کے بعد دوسرے نکاح سے پہلے عورت کے کوئی بچہ پیدا نہ ہوا طلاق کے تین چار ہی دن بعد عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اس شخص کو بھی یہ سب حال معلوم تھا کہ ابھی طلاق کو تین ہی چار دن ہوئے پس اس صورت میں عورت کا یہ دوسرا نکاح حسب اختیار بحر الرائق محض زنا ہوا یہاں اوسکی لڑکی بھی پیدا ہوئی اس دوسرے شخص نے نکالدیا اور عورت نے تین چار ہی دن کے بعد تیسرے شخص سے نکاح کرلیا یہ تیسرا نکاح صحیح و جائز ہوا کہ اب پہلے نکاح کی عدت گزر چکی تھی اور دوسرا نکاح نکاح ہی نہ تھا نرا زنا تھا اور زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہ اوسکے لیے عدت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی زوجہ کو اپنی ماں کہا اور ایک سال تک اوسی زوجہ سے اسطور پر مفارقت رکھی کہ زوجہ کو اوسکے والدین کے گھر بھیجدیا جب ایک سال گزر گیا تب زید نے بالفاظ صریح اپنی زوجہ کو طلاق دیدی زوجہ نے بعد گزرنے ایک ہفتہ کے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا پس یہ نکاح قبل انقضائے عدت جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- زوجہ کو ماں کہنا گناہ ہے مگر اوس سے طلاق نہیں ہوتی کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ثم العلامۃ الشامی فی رد المحتار وقد قال تعالیٰ وانہم لیقولون منکرا من القول وزورا ہ وفی الحدیث اختک ہی فکرہ ذلک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یزد علیہ شیئا تو جس روز سے طلاق دی اوسدن سے مطلقہ ہوئی اور پیش از انقضائے عدت

نکاح قطعًا ناجائز حرام ہوا اون پر جدا ہوجانا فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ رفیع الدین صاحب مختار ۲۵ رشوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندبی بی کا نکاح بعمر گیارہ برس پیرخاں کے ساتھ ہوا چاندبی بی بعد نکاح حسب دستور اپنے شوہر کے گھر آئی ایک دو روز رہکر ماں باپ کے گھر واپس گئی بعد نکاح کے تین برس بعد بیوہ ہوگئی مسماۃ مذکور کا نکاح ثانی عطاخاں کے ساتھ جسکی عمر چھ برس کی تھی بعد فاتحہ چالیسویں کے کردیا انتظار گزرنے عدت کا نہ کیا گیا وقت نکاح ثانی چاندبی بی تخمینًا ۱۳-۱۴ برس کی ہوگی اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ بلا انتظار گزرنے عدت کے یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں اور بیوہ کے بھائی اور ماں زندہ ہیں توکس کی اجازت درکار ہے۔

الجواب:۔ جو عورت آزاد کسی عقد صحیح سے کسی مسلمان کے نکاح میں ہو اور موت شوہر تک وہ نکاح اپنی صحت پر باقی رہے کوئی فساد اوس میں عارض نہ ہوا اور موت شوہر کے وقت عورت کو کسی طرح کا حمل ہونا ثابت نہ ہو تو عورت پر ہر حال میں خواہ مسلمہ ہو یا کتابیہ بالغہ ہو یا صغیرہ شوہر بالغ تھا یا صبی خلوت و رخصت ہوئی ہو یا نہیں بہرصورت چار مہینے دس دن کا انتظار لازم ہوتا ہے اس مدت کے گزرنے سے پہلے اوسکا نکاح حرام و ناجائز ہے فی الدرالمختار العدۃ (للموت اربعۃ اشھر وعشر) بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت (مطلقا) وطئت اولا ولو صغیرۃ اوکتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنھا الا الحامل (ولو) کان زوجھا المیت (صغیرا) غیر مراھق اھ ملتقطا سائل مظہر کہ چاندبی بی کا یہ دوسرا نکاح شوہر متوفی کے باپ نے اپنے بیٹے کی موت سے اکتالیسویں بیالیسویں دن اپنے دوسرے بیٹے صغیر السن کے ساتھ کردیا تو یہ نکاح از آنجاکہ دیدہ و دانستہ عدت کے اندر کیا گیا محض باطل ہوا جسے نکاح ہی نہیں کہہ سکتے کما ذکرہ فی البحر وعنہ فی ردالمحتار چار مہینے دس دن موت شوہر سے گزرنے کے بعد چاندبی بی اگر بالغہ ہو تو اوسے خود ورنہ اوسکے ولی کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کردے چاندبی بی کے اگر باپ دادا نہیں تو اوسکا جوان بھائی حقیقی ولی نکاح ہے اوسکے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار نہیں والمسائل ظاھرۃ وفی الکتب دائرۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از احمد آباد متصل مسجد کانچ محلہ جمالپور مرسلہ مولنا عبدالرحیم صاحب ۳ صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تاریخ ۱۰ شعبان ۱۳۲۵ھ کو طلاق دی اور وہ عورت مدخولہ بھا تھی اور زوج ثانی نے اوسی شعبان کی تاریخ ۲۹ کو نکاح کیا اور اوس نے اپنی زوجہ کو اپنے مکان میں ۱۰-۱۲ دن رکھ کر اوس سے صحبت کی اس عرصہ میں اوسکو حمل رہ گیا اب علماء نے اوسکو فتوٰی دیا کہ نکاح عدت کے اندر ہوا ہے اسلیے فاسد ہوا اب اوسنے شوال کی تاریخ ۲۴ یا ۲۵ کو پھر دوبارہ

اوسی عورت سے نکاح کیا اب یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں شق ثانی میں زوج شرعاً کیا کرے۔ بینوا توجروا بیانا شافیا

الجواب:۔ اگر عورت وقت طلاق حاملہ تھی اور ۲۹ شعبان کو جو زوج ثانی نے نکاح کیا اوس سے پہلے وضع حمل ہو چکا تھا تو وہ نکاح صحیح ہوا اور عدت کے بعد ہی ہوا دوبارہ نکاح کی حاجت نہ تھی اور اگر عورت کا وقت طلاق حاملہ ہونا ثابت نہ تھا تو یہ دونوں نکاح کہ شخص دوم نے کیے ناجائز و باطل ہیں کہ دونوں عدت کے اندر واقع ہوے پہلے کا عدت میں ہونا تو ظاہر کہ ۱۹ دن میں تین حیض نہیں گزر سکتے اور دوسرے کا یوں جب زن مطلقہ عدت کے اندر حاملہ ہو جائے تو اب اوسکی عدت اس حمل کے وضع تک ہو جاتی ہے پس اوسپر فرض ہے کہ عورت کو فوراً الگ کردے۔ اور یہ حمل جواب ظاہر ہوا ہے اسکے وضع کا انتظار کرے بعد وضع اوس سے نکاح کرسکتا ہے فی رد المحتار عن النهر الفائق عن البدائع اعلم ان المعتدة لو حملت فی عدتها ذکر الکرخی ان عدتها وضع الحمل ولم یفصل والذی ذکرہ محمد ان هذا فی عدة الطلاق اما فی عدة الوفاة فلا یتغیر بالحمل وهو الصحیح اھ اقول ووجهه ظاهر ان عدة الوفاة بالاشهر والطلاق بالحیض والحیض یرتفع بالحبل فافهم واللّٰه تعالٰی اعلم

بابُ الحِدادِ (سوگ)

مسئلہ:۔ مسئولہ محمد عنایت اللہ ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ

حضرت مولوی تسلیم عرض۔ وہ لڑکی کہ بیوہ ہوگئی ہے میں اوسے شاہجہانپور لے جانا چاہتا ہوں ہمیں کیا حکم ہے اور ایام عدت وفات میں عورت بضرورت بھی دوسرے مکان یا دوسری جگہ میں جاسکتی ہے یا نہیں۔ والسلام محمد عنایت اللہ

الجواب:۔ تا ختم عدت عورت پر اوسی مکان میں رہنا واجب ہے شاہجہانپور خواہ کسی جگہ لیجانا جائز نہیں ہاں جسکے پاس کھانے پہننے کو نہیں اور اوسے ان چیزوں کی تحصیل میں باہر نکلنے کی ضرورت ہے کہ بغیر اسکے خورد و نوش کا سامان گھر میں بیٹھے بغیر نہیں کرسکتی وہ صبح و شام باہر نکلے اور شب اوسی مکان میں بسر کرے دوسرے مکان میں چلا جانا ہرگز جائز نہیں مگر یہ مکان اس کا نہ تھا مالکان مکان نے جبراً نکالدیا یا کرایہ پر رہتی تھی اب کرایہ دینے کی طاقت نہیں یا مکان گر پڑا یا گرنے کو ہے یا اور کسی طرح اپنی جان یا مال کا اندیشہ ہے غرض اسی طرح کی ضرورتیں تو وہاں سے نکل کر جو مکان اس کے مکان سے قریب تر ہو

اوس میں چلی جائے ورنہ ہرگز نہیں درمختار میں ہے معتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلھا لان نفقتھا علیھا فتحتاج للخروج حتی لوکان عندھا کفایتھا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لھا الخروج فتح اھ **اقول** فکذا اذا قدرت علی الکسب فی البیت من دون خروج فان المبیح ھی الضرورۃ فحیث لاضرورۃ فلا اباحۃ وھذا واضح جدا اوسی میں ہے وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ الا ان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالھا او لاتجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔ از بریلی محلہ شاہ آباد متصل چاہ کنکر مسئولہ سید منصور علی صاحب ۱۵ ر شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت جسکا خاوند مرگیا وہ گھر ایام عدت میں اپنے کسی استحقاق وراثت کے استحکام کے واسطے باہر گھر سے جاسکتی ہے یا نہیں اور اگر باہر جائے تو کسقدر عرصہ تک اور اوسکے باہر جانے سے اوسکے کسی حقوق میں فرق تو نہ آویگا۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ سائل نے ظاہر کیا کہ عورت مسکینہ ہے پانچ روپے کی ایک معاش کہ اوسکے شوہر نے اوسے لکھدی تھی صرف وہی پاس رکھتی ہے اور اہلکار کچہری کو کمیشن دے کر بلانے کی استطاعت اصلا نہیں اور اگر نہ جائے تو وہ جائداد اوسکے نام نہ ہوگی اور وہ جگہ جہاں جانا چاہتی ہے اوسکے مکان عدت سے صرف چار میل دور ہے دن ہی دن میں جانا اور مکان میں واپس آنا ہو جائیگا رات یہیں آکر بسر کریگی اگر بات یونہیں ہے تو صورت مذکورہ میں اوسے جانا اور دن کے دن واپس آکر رات مکان عدت ہی میں بسر کرنے کی اجازت ہے درمختار میں ہے معتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلھا لان نفقتھا علیھا فتحتاج للخروج حتی لوکان عندھا کفایتھا صارت کالمطلقۃ ولا یحل لھا الخروج فتح وجوز فی القنیۃ خروجھا لاصلاح لابد لھا منہ کزراعۃ ولا وکیل لھا ردالمحتار میں ہے قال فی النھر ولا بد ان یقید ذلک بان تبیت فی بیت زوجھا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔ از شہر کہنہ روہیلی ٹولہ بریلی مسئولہ سیت خاں ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید فوت ہوا اوسکی زوجہ کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی اور نہ کوئی شخص ورثا و متعلقین متوفی سے اوس کے نان ونفقہ کا متکفل ہو بلکہ اشخاص مذکور کی جانب سے جو رشارب الخمر تارک الصلاۃ قمار باز ہیں و نیز دیگر امور خلاف شریعت کے مرتکب رہتے ہیں نسبت مساۃ مذکورہ کے انعدام عصمت و اتلاف مال و دیگر قسم کے فسادات کا اندیشہ کامل و قوی ہے ایسی صورت میں مساۃ مذکورہ کو مکان مسکونہ اپنا چھوڑ کر کسی دوسری جگہ برایام گزاری

عدت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ عدت موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا خود اپنے پاس سے کھائے پاس نہ ہو تو دن کو محنت و مزدوری کے لیے باہر جاسکتی ہے چار مہینے دس دن وہیں گزارنا فرض ہے اللہ عز وجل کے ادائے فرض میں حیلے نہ کیے جائیں واللہ یعلم المفسد من المصلح اگر اندیشہ واقعی و صحیح ہے بذریعہ حکومت بند و بست کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از پرانا شہر روہیلی ٹولہ بریلی۔ مرسلہ احمد اللہ خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ قوم حجام سے ہے اور ہمیشہ سے بوجہ پیشہ حجامی باہر نکلتی ہے ایسی صورت میں اوسکو بایام عدت دن میں اور شب میں باہر نکلنا جائز ہے یا نہیں اور قیام شب دوسرے مکان پر کر سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ سائل کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہ عدت موت کی ہے پس اگر عورت کے پاس اتنا ہے کہ چار ماہ دس دن گھر بیٹھکر کھائے جب تو اوسے نکلنا بالکل جائز نہیں ورنہ جتنے دنوں کھانے کا سامان پاس رکھتی ہے اتنے دنوں اوسے گھر بیٹھ کر کھانا لازم اور پھر نکلنا جائز رات اپنے گھر گزارے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از شہر بریلی۔ ۳۰ رمضان ۱۳۳۶ھ۔

زید فوت ہوا ایک زوجہ حاملہ اور ایک لڑکا اور دو لڑکیاں نابالغ چھوڑیں وہ ایک غریب آدمی تھا جس کے مکان بھی رہنے کو نہ تھا کرایہ کا مکان تھا مکان والے کا دو مہینہ کا کرایہ چاہیے وہ کہتا ہے کہ کرایہ دو یا مکان خالی کرو زوجہ زید کے پاس نہ کھانے پینے کو کچھ ہے اور نہ کرایہ مکان ادا کرنے کو ایسی حالت میں اندر میعاد عدت کے وہ مکان جس میں زید فوت ہوا چھوڑ کر اپنی ماں کے گھر جاسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ جہاں سے ممکن ہو کرایہ ادا کرے اور عدت کے دن وہیں گزارے امرت بہا السائلة وهی ام المتوفی عنہا زوجہا فرضیت فعلمت انہا قادرة وانما ذلك احتیال للانتقال وکم جہا بامثل ذلك ردالمحتار میں ہے لو هی فی دار باجارة قادرة علی دفعها فليس لها ان تخرج بل تدفع درمختار میں ہے تعتد معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولا تخرجان منه الا ان تخرج او ینهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها او لا تجد کراء البیت وغیر ذلك من الضروریات فتخرج لاقرب موضع الیه واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ یہ چند مسائل محمد میر خاں صاحب پیلی بھیت کو ارسال فرمائے گئے بتاریخ ۴ شعبان المعظم

عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں ہر قسم کا گہنا یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی۔ مہندی۔ سرمہ۔ عطر۔ ریشمی کپڑا ہار پھول۔ بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو۔ سر میں کنگھی کرنا اور اگر مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سلجھا لے پٹی نہ جھکالے۔ پھلیل۔ میٹھا تیل۔ کسم۔ کیسر کے رنگے کپڑے۔ یونہیں ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگرچہ پڑیا گیرو کا۔ چوڑیاں اگرچہ کانچ کی۔ غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے۔ چارپائی پر سونا۔ بچھونا سونے یا بیٹھنے میں بچھانا منع نہیں۔

مسئلہ:- ازمیونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی۔ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب۔ ۱۶ر شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ درمیان عدت کے عورت سے واسطے کرنے نکاح کے دریافت کرنا کیا ہے۔

الجواب:- عدت میں نکاح کا پیام دینا بھی حرام ہے اور اگر پیام نہیں مثلاً اوسکے گھر والے دریافت کریں کہ نکاح ثانی کا ارادہ ہے یا کیا تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از شہر متصل جامع مسجد پیارے میاں معرفت عنایت خاں۔ ۸ر محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ باہر تھی اور خبر انتقال شوہر سنکر آئی اور ایک مکان میں قیام کیا جس میں بیٹھک ہے اور ایک دروازہ صدر ہے لہذا ایام عدت بیٹھک سے مکان میں جاسکتی ہیں یا نہیں۔

الجواب:- سائل نے بیان کیا کہ عورت گوالیار میں تھی اور وہاں سے آئی شوہر کا مکان گاؤں میں ہے وہاں نہ گئی بلکہ شہر میں ایک غیر شخص کے یہاں ٹھہری اوسکی بیٹھک اور زنانخانہ کا کیا پوچھنا اوسے سفر کرکے آنا حرام تھا اور غیر شخص کے یہاں ٹھہرنا حرام تھا بیٹھک ہو یا زنانخانہ اوسے حکم ہے کہ شوہر کے مکان میں عدت پوری کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- ۱۳ر صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مرگیا حالت نابالغی میں عمر ۱۴ یا ۱۵ کی تھی زوجہ اوس کی ہندہ ۱۳ سال کی۔ کوئی علامت بلوغیت کی نہ تھی بعد مرنے زید کے تین روز کے بعد زید کا باپ زید کی زوجہ کو اپنے مکان کو لیگیا موضع سوڑا میں اور وہاں لیجا کر ہندہ سے اسٹامپ لکھا یا معافی مہر کا دو چار روز رکھ کر پھر اوسی مکان پر آگیا جہاں زید کا انتقال ہوا تھا وہ مکان زید کی نانی کا تھا اب زید کا باپ ہندہ کے باپ کو ہندہ کو دیکھنے نہیں دیتا کہتا ہے بعد عدت یا عدت کے اندر میں ہندہ کا نکاح اپنی رائے سے کردونگا اور ہندہ بیمار ہے جاڑا بخار آتا ہے ہندہ کے باپ کو صدمہ ہوتا ہے کہ میں اوسکا علاج کرو، لیکن زید کا باپ نہیں بھیجتا نہ دیکھنے دے ہندہ کے کسی رشتہ دار کو نہیں دیکھنے دیتا ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ شریعت محمد صلے اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم میں بدلنے مکان کے وہی قید باقی رہی ہندہ کے ذمہ یا بدل گئی کیونکہ زید کا باپ ہندہ کو اس مکان سے اور مکان میں لیگیا دو چار روز رکھا اب ہندہ کا باپ چاہتا ہے کہ شریعت اجازت دے تو میں ہندہ کو اپنے مکان پر لے آؤں اسوجہ سے کہ ہندہ کو زید کے سامنے تکلیف پہنچا تا تھا اب تو اور بھی زیادہ تکلیف پہنچتی ہے ہندہ کو۔ لہذا سوال کا جواب عنایت فرمایا جاوے زید کی نانی کے مکان سے زید کے باپ کا مکان چار کوس ہے۔

الجواب:۔ عدت کے اندر اوسے دوسری جگہ لیجانا حرام تھا اور جبتک وہاں رکھا یہ بھی حرام ہوا اگر اس سے عدت جاتی نہ رہی موت سے چار مہینے دس دن تک شوہر ہی کے مکان پر رہنا پڑیگا اگر وہ نابالغہ ہے تو اوسکے معاف کیے سے مہر معاف نہیں ہوسکتا اور عدت کے اندر تو کوئی اوسکا نکاح نہیں کرسکتا جو کرے گا باطل محض ہوگا عدت کے بعد ہندہ کے باپ کو اوسکے نکاح کا اختیار ہے پدر زید کو کچھ اختیار نہیں اگر یہ کر دے گا پدر ہندہ کی اجازت پر موقوف رہیگا اگر وہ رد کر دے فوراً رد ہو جائیگا: واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ ۱۶ر شوال ۱۳۱۶ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور وہ غیر شہر میں جس مکان میں اوسکا شوہر سکونت رکھتا تھا عدت میں ہے ——— لیکن بسبب نادانی اور غیر محرم کے وحشتناک ہوکر چاہتی ہے کہ والدین کے مکان میں جاکر رہوں۔ آیا اوسکو شرع اجازت دیتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اولا یہاں شرعاً واقعی عذر سچی مجبوری دیکھی جاتی ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح خدا ہر ایک کا نہاں وعیاں سب جانتا ہے اگر ایام عدت تک وہاں رہنے میں کوئی خوف صحیح واندیشۂ واقعی ہندہ کے مال یا جان یا ناموس پر نہیں. کوئی ضرر صحیح وہاں اتنے دن گزارنے میں نہیں یا ہے تو اوس کا علاج اوسے ممکن ہے مثلاً اوسکے بعض اعزہ محارم اوسکے پاس رہ سکتے ہیں یا قابل اعتماد عورات کو ساتھ کے لیے رکھ سکتی ہے اگرچہ اجرت دیکر تو اوسے ہرگز اجازت نہیں ہوسکتی۔ خوف میں شاید اور عجب نہیں کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ خوف صحیح منشاء صحیح سے ناشی ہونا چاہیئے نہ اوس وحشت کا کچھ اعتبار جو کم عمری کا لازمہ ہے خصوصاً ایسے غم کی حالت میں جبتک وہ ایسی شدت پر نہ ہو جس سے نقصان صریح عقل وغیرہ پر پہنچنے کا خطرہ ہو۔ اور اگر واقعی حالت مجبوری ہے **تو ثانیاً** یہ دیکھا جائے گا کہ اس مکان سکونت سے قریب تر کون سا مکان ایسا ہے جسمیں وہ اندیشہ وخطرہ نہ ہو اگر اوسی شہر میں کوئی دوسرا مکان قابل اطمینان اپنے کسی عزیز کا ہو تو وہاں چلی جائے شہر سے باہر جانے کی اجازت نہیں بلکہ وہیں دو محلوں میں دو مکان قابل اطمینان ہوں ایک دور ایک پاس تو دور والے میں جانے کی اجازت نہیں اور اگر اس شہر میں نہو مگر دوسرے شہر میں بہ نسبت شہر والدین اوس شہر سکونت سے قریب تر ہے کوئی مکان قابل اطمینان ہے تو وہیں جائے ہاں اگر سب صورتیں معدوم ہوں تو البتہ بحالت ضرر صریح ومجبوری
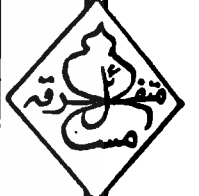
محض اجازت ہے۔ درمختار میں ہے تعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ الا ان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالہا ولا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج۔ عالمگیریہ میں ہے: المعتدۃ اذا کانت فی منزل لیس معہا احد وھی لا تخاف من اللصوص ولا من الجیران ولکنہا تفزع من امر المیت ان لم یکن الخوف شدیدا لیس لہا ان تنتقل من ذلک الموضع وان کان الخوف شدیدا کان لہا ان تنتقل کذا فی فتاوی قاضی خان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب النسب

مسئلہ: ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے ایک بیوہ عورت کو لاعلمی میں معتبر ونیکبخت جان کر اوسکے ساتھ نکاح کیا اور بعد پانچ ماہ کے اوس عورت کے بطن سے ایک لڑکی زندہ پورے دنوں کی یعنی اوس بچی کی کسی عضو میں کسی طرح فرق نہیں ہے پیدا ہوئی اور جملہ عورات ومرد گمان کرتے ہیں کہ ایسا بچہ نکاح کرنیکے بعد پانچ ماہ کا نہیں ہوسکتا بلکہ وہ حمل قیاساً نکاح کرنے سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے اور عورت کا یہ بیان ہے کہ یہ حمل خاص میرے شوہر کا ہے اور زید یعنی خاوند کو کوئی آثار بعد نکاح ڈیڑھ ماہ تک نہیں معلوم ہوئے جب اوس عورت نے بیان کیا تو معلوم ہوا اس صورت میں زید اوس عورت کو چھوڑ دے یا رہنے دے اور اگر اپنی بدنامی کا خیال کرکے چھوڑدے تو دین مہر اوس عورت کا ذمہ زید واجب الادا ہے یا نہیں اور نکاح عورت سے رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: عورت جو دعوی کرتی ہے کہ یہ حمل اسی شوہر سے تھا اگر یوں کہتی ہو کہ اسکی پیدائش سے چھ مہینے پہلے نکاح ہو گیا تھا یا چھ مہینے سے زائد بتائے اور اسکے ساتھ قسم بھی کھائے تو اوس کا قول معتبر ہوگا اور یہ لڑکی اسی شوہر کی ٹھہریگی اور نکاح میں اصلاً خلل نہ آئے گا شوہر اسکی پیدائش اور عورت کے ساتھ اپنے نکاح میں چھ مہینے سے کم فاصلہ بتایا کرے اصلاً نہ سُنا جائے گا اگر اپنے بیان پر گواہ بھی دیگا مسموع نہ ہونگے بلکہ یوں قرار دیں گے کہ خفیہ نکاح تو اوس عورت کا ہو لیا تھا جس کا عورت دعوی کرتی ہے اور اوسکے بعد علانیہ نکاح آپس میں پھر کیا جسکا بیان شوہر اور اوسکے گواہ کرتے ہیں درمختار میں ہے لو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لہا وحلف والولد ابنہ حملا لہا علی الصلاح اھ ملخصا

ردالمحتار میں ہے لاتسمع بینۃ ولا بینۃ ورثۃ علی تاریخ نکاحھا بما یطابق قولہ لانھا شہادۃ علی النفی فلا تقبل والنسب یحتال لاثباتہ ما امکن والامکان ھنا بسبق التزوج بھا سرا بمھر یسیر وجھرا باکثر سمعۃ ویقع ذٰلک کثیرا اس صورت میں اگر زید عورت کو چھوڑ دیگا تمام وکمال مہر جتنا بندھا تھا لازم آئے گا اور اگر عورت مدت مذکورہ بقسم بیان نہیں کرتی بلکہ اسی نکاح کے بعد جسے پیدائش دختر تک چھ مہینے نہ گزرے تھے حمل رہنا کہتی ہے یا پیش از نکاح حمل مانتی ہے یا کچھ نہیں کہتی صرف یونہی دعوٰی کیے جاتی ہے کہ یہ دختر اسی شوہر سے ہے تو اوسکا کہنا ہرگز مسموع نہ ہوگا اور یہ لڑکی اس شوہر سے ہرگز نہیں ٹھہر سکتی کہ بچہ چھ مہینے سے کم پیٹ میں نہیں رہ سکتا نہ شوہر اول کی ٹھہر سکتی ہے کہ حسب بیان سائل اوسکی موت کو چار برس سے زیادہ گزر چکے تھے جب لڑکی پیدا ہوئی اور کوئی بچہ دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہتا مگر لڑکی ولدالزنا بھی نہ کہی جائے گی صرف مجہول النسب کہیں گے یعنی باپ معلوم نہیں نہ یہ کہ زنا سے ہونا معلوم ہے کہ ممکن ہے کہ اس شوہر موجود سے پہلے بیوہ نے خفیہ کسی اور سے نکاح کیا ہو یہ حمل اوس سے رہا ہو یا کسی شخص نے دھوکے اور شبہہ سے اس عورت کے ساتھ ہمبستری کی ہو یہ لڑکی اوس جماع کی ہو ان دونوں صورتوں میں لڑکی ولدالزنا نہ ہوگی اور جب اس حمل کا زنا سے ہونا ثابت نہ ہوا تو عورت کا نکاح اس شوہر موجود سے فاسد ہوگیا ولا یکون باطلا کما یفیدہ کلام البدائع والبحر والھندیۃ ورد المحتار کما بینا ہ علی ھامشہ من باب ثبوت النسب لاسیما ھھنا فان الزوج لم یکن عالما بحبلھا کما ذکر السائل فلا یاتی ھھنا کلام القنیۃ والمجتبٰی اب شوہر پر لازم ہے کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے اس صورت میں اگر زید نے عورت سے صحبت یعنی خاص فرج میں جماع کیا تھا تو مہر مثل ومہر مسمی سے جو کم ہے وہ دینا آئے گا یعنی یہ دیکھیں گے کہ مہر بندھا کتنا تھا اور اس عورت کا مہر مثل کیا ہے ان دونوں میں جو کم ہے وہ دیا جائیگا ردالمحتار میں ہے فی الزیلعی وغیرہ لو ولدت المنکوحۃ لاقل من ستۃ اشھر مذ تزوجھا لم یثبت النسب لان العلوق سابق علی النکاح ویفسد النکاح لاحتمال انہ من زوج اٰخر بنکاح صحیح او بشبھۃ درمختار میں ہے یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطء فی القبل لابغیرہ کالخلوۃ ولم یزد مھر المثل علی المسمی ولو کان دون المسمی لزم مھر المثل اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از چاٹگام ملک بنگالہ مرسلہ شیخ اصغر علی محلہ قطب دیا ۲۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ زن دوشیزہ را کہ ہنوز بحبالۂ نکاح کسے نیامدہ است فرزندے آمد زن میگوید کہ بخواب دیدم کہ مردے بامن بہم شد واحتلام کردم و بار گرفتم ایں پسر از ان ست دریں صورت قولش مقبول شود یا نہ وپسر را ولدالزنا دانند یا چہ بینوا توجروا

الجواب: ہمچو سخنے بے معنی ہیچ گونہ قابل پذیرائی نیست کہ بجماع خواب بار شدن محال عادی ست ہمچنانکہ پسر بے پدر بوجود آمدن فی میزان الامام العارف الشعرانی ان الولد لایتخلق الا من ماء الرجل والمرأۃ معا وتخلق الولد من ماء واحد من خصائص عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر امثال ایں دعاوی بگوش قبول آید درفتنہ عظیمہ بر روئے مسلمانان کشاید زنان بے قید ہر چہ خواہند کنند وہنگام مواخذہ ہمچو اکاذیب واضحہ چنگ زنند کما قال الامام الاجل سیدنا مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فیما ھو اظہر واقرب من ھذا اعنی نکاح الجنی انسیۃ انی اکرھہ اذا وجدت امرأۃ حاملا قیل لہا من زوجک قالت من الجن فیکثر الفساد فی الاسلام بذٰلک رواہ ابو عثمٰن بن سعید بن العباس الرازی فی کتاب الالہام والوسوسۃ قال حدثنا مقاتل عن سعید بن داود الزبیدی فذکرہ وفیہ قصۃ اوردہ سیدی احمد الحموی فی الغمز اما آنکہ دریں صورت زن را زانیہ وپسر را از نازادہ گویند باخیر روایت بدائع مفید اول ست فی الدر المختار لو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من الاقل مذ تزوجت ولا کثر منہما (ای من الحولین) مذ بانت لم یلزم الاول ولا الثانی والنکاح صحیح اھ ملتقطا قال الشامی صحیح ای عندہما وعند ابی یوسف فاسد لانہ اذا لم یثبت من الثانی کان من الزنا ونکاح الحامل من الزنا صحیح عندہما لا عندہ کذا فی البدائع اھ وروایت امام زیلعی وغیرہ مفید ثانی ست وہمیں است اظہر من حیث الدلیل وہمدریں ست احتیاط جمیل درہمچو امر جلیل چہ می رسد کہ زن پنہانی عقد زناشوئی باکسے بستہ یا بوطی شبہہ مبتلا گشتہ باشد حالا بوجہ حیا وتستر می پوشد نسخنے باطل می کوشد آرے مجہول النسب خوانندش یعنی پسرے کہ پدرش معلوم نیست ففی رد المحتار فی الزیلعی وغیرہ لو ولدت المنکوحۃ لاقل من ستۃ اشہر مذ تزوجہا لم یثبت النسب لان العلوق سابق علی النکاح ولیفسد النکاح لاحتمال انہ من زوج اٰخر بنکاح صحیح او لشبہۃ وپیش ازاں بعد نقل کلام بدائع فرمود تبعہ فی البحر ولم یظہر لی وجہہ لانہ اذا لم یثبت من واحد منہما علم انہ من غیرہما ولایلزم ان یکون من الزنا لاحتمال کونہ بشبہۃ ولایصح النکاح اذا علم انہ من زنا ففی الزیلعی وغیرہ الی اٰخرہ فلیتأمل اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ: ۱۳ ربیع الاٰخر شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مجیدن ساکنہ بدایوں عرصہ ۲۲ سال ہوا کہ اپنے گھر سے بھاگ کر خدا معلوم کہاں کہاں رہی بعد دو برس کے معلوم ہوا کہ نوکری آیا گیر کرلی چنانچہ وہاں کا حمل بھی رہا

اور دعوی ایک انگریز پر اوس حمل کا کیا پھر بریلی میں مسمی اسد علی خاں سے ملاقات کرلی اور اوس حمل کو اسد علی خاں کے یہاں وضع کیا بعد وضع کے ایک ماہ اور رہی اور پھر بچہ چھوڑ کر بھاگ گئی اور نوکری آباگیری کرلی وہاں اسد علی خاں بھی پہنچے اور چند سال کے بعد وہیں انتقال کیا وہ عورت بعد انتقال اسد علی خاں کے آوارہ پھرتی اور کئی بچے پیدا ہو ہو کر مر گئے اون میں سے ایک لڑکا پندرہ برس کا اور ایک سال بھر کا موجود ہے جس مدت میں کہ اسد علی خاں سے ملاقات تھی پردہ میں ہرگز نہیں رہی اوسکے نکاح کا کوئی گواہ کامل نہیں۔ ممتن میاں بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب اسد علی خاں کو بہت غیرت دلائی تو کہا کہ میں نے نکاح کرلیا ہے۔ چندا میاں بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے ہوا تھا اوس کی عمر اوسوقت تیس برس کی ہے اور بوقت نکاح کی دس برس کی تھی کیونکہ اس واقعہ کو بیس برس پورے ہوگئے تو اونکی شہادت بوقت نابالغی کی ہے اور جو لڑکا کہ پندرہ یا سولہ برس کا ہے اوسکو اسد علی خاں کا بتاتے ہیں پس اس صورت میں استفسار ہے کہ یہ عورت بدایوں والے خاوند کے نکاح میں رہی یا نہیں اور ممتن میاں جو اسد علی خاں کے قول کو نقل کرتے ہیں یہ نقل کرنا قول کا شہادت عقد کا کام دے سکتا ہے یا نہیں اور چندا میاں شخص واحد نابالغ کی شہادت معتبر ہے یا نہیں اور وہ لڑکا جو اسد علی خاں کا بتاتے ہیں اون کا ہے یا نہیں ہاں زمانہ قرار نطفہ اونکی حیات کا زمانہ ہے اور در صورت ثبوت نکاح کے وہ لڑکا وارث ترکۂ اسد علی خاں کا ہے یا نہیں فقط بینوا بسند الکتاب توجروا فی یوم الحساب۔

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں مجیدن بدستور اپنے شوہر بدایونی کے نکاح میں ہے کہ آوارگی و بدکارگی مزیل نکاح نہیں لحدیث ابی داؤد والنسائی قال انی احبھا قال فامسکھا وفی الدر المختار عن القنیۃ لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ اور شہادت مذکورہ ناکافی ہے کہ نکاح میں جب ایک گواہ معاینہ اور ایک اقرار بیان کرے تو یہ اختلاف شرعًا موجب رد شہادت ہے فی الخانیۃ ثم الھندیۃ لوکان المشھود بہ قولا لا یتم الا بفعل کالنکاح واختلف الشھود فی المکان والزمان او فی الانشاء والاقرار لا تقبل شہادتھما اھ وفی جامع الفصولین لو اختلف الشاھدان بان شھد احدھما علی الانشاء والاخر علی اقرار ففی فعل کجنایۃ او قول ملحق بالفعل کنکاح یمنع قبول الشھادۃ اھ ملخصا وفیہ من الفصل ۱۱ من اختلاف الدعوی والشھادۃ لو شھد احدھما بنکاح والاخر باقرارہ لا یقبل کالغصب پس جبکہ شوہر کا فراش صحیح ثابت اور اسد علی خاں کے نکاح کا اصلا ثبوت نہیں (کہ بر تقدیر تزوج بحالت ناواقفی از نکاح غیر فراش فاسد حقیقی ٹھہر کر فراش صحیح حکمی ہو بربنائے روایت مفتی بہا ماخوذ للامام الثانی مرجح رہی کما حققہ فی الدر المختار واوضحہ فی رد المحتار) تو بحکم حدیث صحیح متواتر الولد للفراش وللعاھر الحجر وہ لڑکا شرعًا اوسی بدایونی کا قرار پائیگا مالہ ینفہ لعانا اسد علیخاں سے

کوئی علاقہ نہیں رکھتا کہ اوس کا وارث ہوسکے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت بعد وفات اپنے شوہر کے کس قدر ایام تک نکاح کرنے سے ممنوع ہے اگر درمیان عدت کے عورت مذکور کے ساتھ کوئی شخص نکاح کرلے تو وہ نکاح صحیح ہے یا نہیں اور اولاد جو نکاح مذکور کے بعد پیدا ہوگی وہ صحیح النسب سمجھی جائیگی یا کیسے بینوا مع حوالۃ الکتاب

الجواب :- اگر حامل ہے تو وضع حمل تک ورنہ چار مہینے دس دن تک نکاح نہیں کرسکتی کما ھو منصوص فی القرآن العزیز عدت کے اندر نکاح مطلقاً ناجائز ہے مگر اگر شوہر کو معلوم نہ تھا کہ دوسرے کی عدت میں ہے نادانستگی میں نکاح کرلیا تو اولاد صحیح النسب سمجھی جائے گی۔ اور دانستہ اس حرام خالص کا مرتکب ہوا تو قنیہ ومجتبیٰ وبحرالرائق وغیرہا کا مقتضی یہ ہے کہ اولاد ولدالزنا ہو ردالمحتار میں ہے فی البحر عن المجتبیٰ ان نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ الدخول فیہ لا یوجب العدۃ ان علم انہا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا ولہذا یجب الحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا کما فی القنیۃ وغیرھا مگر تحقیق یہ ہے کہ اس صورت میں حتی الامکان اولاد شوہر اول کی ٹھہریگی جبکہ اوسکی موت سے دو برس کے اندر ہوئی ہو اور اگر دو برس کے بعد ہوئی تو شوہر ثانی کی قرار دینگے جبکہ نکاح ووطی سے چھ مہینے بعد ہوئی ہو اور اگر اول کی موت کو دو سال کامل ہوچکے تھے اور دوسرے کے نکاح ووطی کو ابھی چھ مہینے نہ ہوے تو اوسے مجہول النسب کہیں گے فی البحر عن البدائع لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدھا للاول ان امکن اثباتہ منہ بان تلد لاقل من سنتین منذ طلق اومات ردالمحتار میں ہے اما اذا لم یکن بان جاءت بہ لاکثر من سنتین منذ بانت ولستۃ اشہر منذ تزوجت فھو للثانی کما فی البحر عن البدائع واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ۱۲ رجمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق بائن دی جو اوسکے پاس بعد نکاح کے پندرہ روز رہی تھی مگر مرد نے خلوت ساتھ اسکے نہیں کی دو اشخاص درمیانیوں نے کہ جو پورے طور پر اس حال سے واقف تھے اوسی روز رشوت لے کر دوسرے شخص سے نکاح اوس عورت کا کرادیا بعد ایک سال کے اوس عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا اوسوقت خاوند کو معلوم ہوا کہ ایام عدت پورے ہونے سے پہلے نکاح ہوگیا تھا اب وہ لوگ جنہوں نے اوس شخص کا نکاح دھوکے سے کرادیا تھا کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں عورت کا از روئے شرع شریف کے نکاح جائز ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کیا حکم کرانے والوں کے واسطے معہ زوجہ وزوج کے اور اوس لڑکے کے واسطے۔ آیا حرام ہے یا نہیں فقط بینوا توجروا۔

الجواب:۔ خلوت کے معنی یہ ہیں کہ مرد وعورت دونوں تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر اکٹھے ہوئے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہو اگرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔ اگر خلوت بایں معنی ان مرد وزن میں نہ ہوئی تھی کہ مرد نے طلاق دیدی تو عورت پر اصلاً عدت لازم نہ ہوئی اوسی وقت اوس سے نکاح کر لینا جائز تھا اس تقدیر پر دوسرا نکاح کہ اس عورت نے کیا جائز ہوا اور اولاد ولد الحلال ہے ہاں اگر ایسی خلوت ہوگئی تھی اور پھر طلاق ہوئی اور عورت نے عدت نہ کی تو نکاح ثانی حرام قطعی ہوا اور جتنے لوگ اس سے واقف ہوکر نکاح ثانی میں شریک وساعی ہوئے سب حرام عظیم میں مبتلا ہوئے۔ شوہر دوم کو اگر اطلاع نہ تھی کہ یہ عورت مطلقہ ہے اور ہنوز عدت نہیں گذری ہے بلکہ بعد ولادت پسر اطلاع ہوئی جیسا کہ بیان سائل ہے جب تو یہ بچہ بلاشبہ ولد الزنا نہیں اور اگر وہ بھی آگاہ تھا اور دانستہ اس امر کا مرتکب ہوا تو بھی بچہ حرامی نہیں فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں شوہر ثانی کا بچہ قرار پائے گا اور دوسری صورت میں شوہر اول کا درمختار میں ہے تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین منذ بانت ولنصف حول منذ تزوجت ففی البدائع انہ للثانی معللا بان اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا حتی لو علما بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدہا للاول اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ ۲۷ رجادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو یہ کہکر نکال دیا کہ عورت خراب اور بدکار ہے پس وہ عورت مذکورہ ایک مدت آوارہ طور پر پھراکی اب زید نے اوس عورت کو اپنے مکان میں لاکر رکھ لیا۔ داخل ہونے مکان میں کے تین ماہ بعد دختر پیدا ہوئی اس صورت میں اول تو یہ کہ زید کا نکاح نکاح رہا یا نہیں دوسرے یہ کہ وہ لڑکی زید کی قرار دیجائیگی یا حرام کی مگر ایام آوارگی میں کبھی زید کے پاس نہیں آئی اور اب زید نے جو اس عورت کو پھر رکھا ہے نکاح کرے یا نہیں اور زید عورت کے نکال دینے پر اور پھر رکھ لینے پر از روئے شرع شریف مستوجب کسی سزا کا ہے۔

الجواب:۔ صرف نکال دینے سے زید کے نکاح میں کچھ فرق نہ آیا لڑکی زید ہی کی قرار پائے گی اگرچہ ایام آوارگی میں یہ عورت کبھی زید کے پاس نہ آتی اور مکان میں واپس آتے ہی اوسی دن لڑکی پیدا ہوجاتی قال رسول اللہ الولد للفراش وللعاھر الحجر زید کو دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں پھر رکھ لینے میں اوسپر کوئی الزام نہیں ہاں نکال دینا اگر بلاوجہ شرعی تھا تو گنہگار ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا دادا پٹھان تھا دادی اور والدہ سیدانی اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان۔ بینوا توجروا۔
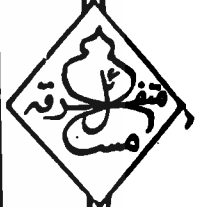
الجواب :- شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جسکے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اوسکی ماں اور دادی سب سیدانیاں ہوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ یوم القیٰمۃ صرفا ولا عدلا ھذا مختصرا۔ جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اوسپر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اوسکا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔ بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اور اون کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر اون کی جو خاص اولاد ہے اون میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اسلیے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ بنات فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ نواب پورہ۔ مرسلہ نیاز اللہ خاں۔ ۵ ربیع الاول شریف سنہ ۱۳۱۳ھ

حضور لامع النور عالم ظاہر و باطن ومعقول ومنقول جناب فیضمآب مفتی محمد احمد رضا خانصاحب دام فیوضہم عالیجاہا عرض یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا مدت تک پھر اوسی کی زندگی میں اوسکی بیٹی سے بھی حرام کیا یہانتک کہ دس برس تک اوسے گھر میں ڈال کر پردہ میں رکھکر حرام کرتا رہا چار بچے پیدا ہوے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا وہ پرورش پا گئے اور یہ عورت منکوحہ جسکی یہ اولاد حرامی موجود ہے دوسرے شخص کی منکوحہ تھی اوسکے پاس سے بھاگ کر زانی کے پاس رہنے لگی خاوند اوسکو لینے نہ آیا خلق بیان کرتی ہے کہ خاوند نے اس فعل کو دیکھ کر برادری کے سبب سے طلاق دیدی واللہ اعلم بالصواب والغیب عند اللہ اب وہ شخص زنا سے توبہ کرکے نکاح میں لانا چاہتا ہے آیا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں اور درصورت نہ جائز ہونے نکاح کے وہ عورت مع اون بچوں کے نکال دی جائیگی یا بچے اوس سے وہ شخص پرورش کرنے کے لیے لیگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- صورت مستفسرہ میں اگر شوہر نے اوسے طلاق بھی دی ہوتاہم اس زانی سے نکاح نہیں ہوسکتا کہ یہ جب اوسکی ماں سے زنا کرچکا بیٹی ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوگئی فی الدر المختار حرم اصل مزنیۃ وممسوسۃ بشہوۃ والمنظور الی فرجہا الداخل وفروعھن اھ ملخصا اور جبکہ معلوم ہے کہ اس زانی نے ابتک اوس سے نکاح نہ کیا تھا اب زنا سے توبہ کرکے نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ

بچے اس شخص کے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے بلکہ اگر شوہر نے طلاق نہ دی یا طلاق سے پہلے یا اوسکے بعد چھ مہینے کے اندر تک یہ اولادیں پیدا ہوئیں تو سب شوہر ہی کی قرار پائینگی اور زانی کے لیے پتھر قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر اور طلاق سے چھ مہینے یا زائد کے بعد ہوا کہ رجعی تھی اور بچہ اوسوقت ہوا کہ عورت نے ہنوز عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا تھا یا اقرار ایسے وقت کیا تھا کہ اتنی مدت میں عدت کا گزر جانا محتمل نہیں یعنی امام کے نزدیک طلاق کو دو مہینے اور صاحبین کے نزدیک اونتالیس ۳۹ دن نگزرے تھے یا اقرار کے وقت تو گزرنا محتمل تھا مگر بعد کو اوس کا کذب ظاہر ہوا کہ جو وقت اوسنے انقضائے عدت کا بتایا تھا اوس سے چھ مہینے کے اندر بچہ ہوا تو ان صورتوں میں پہلا بچہ جو بعد طلاق ہوا ہے علی الاطلاق شوہر ہی کا ٹھہریگا اگرچہ طلاق سے بیس برس بعد پیدا ہوا کہ طہر کے لیے زیادت کی جانب کوئی حد مقرر نہیں ممکن ہے کہ تین حیض تیس برس میں آئیں تو انقضائے عدت نہ فی نفسہ ثابت ہوا نہ عورت کے اقرار مقبول سے لاجرم اس کا پیٹ میں رہنا ایام نکاح میں تھا یا زمانۂ عدت میں ہر طرح نسب ثابت ہے کہ طلاق رجعی میں شوہر جب عدت کے اندر وطی کرے تو وہ حرام نہیں ہوتی بلکہ رجعت ہو جاتی ہے ولہذا عدت ہی میں حمل رہنا ثابت نہ ہوا بلکہ محتمل کہ طلاق سے پہلے کا ہو تو اوس کی ولادت مثبت رجعت نہ ہوگی بلکہ مثبت انقضائے عدت ہوگی کہ وضع حمل کے بعد بقائے عدت کے کوئی معنی نہیں اس صورت میں اور بچے جو اسی کی ولادت کے چھ مہینے یا زائد کے بعد پیدا ہوے شوہر کے نہیں ٹھہر سکتے کہ ان کا پیٹ میں رہنا نہ ایام نکاح میں ہوا نہ زمانۂ عدت میں ہاں اگر دوسرا بچہ اوس سے پہلے کی پیدائش سے چھ مہینے کے اندر ہو گیا تو یہ بھی شوہر کا قرار پائیگا کہ چھ مہینے سے کم میں دوسرے حمل کا بچہ نہیں ہو سکتا لاجرم یہ اسی کے ساتھ تھا اور اگر طلاق بائن تھی اگرچہ مغلظہ ہو اور عورت اپنے شوہر کی مدخولہ تھی اور اوس نے ہنوز انقضائے عدت کا اقرار مقبول بمعنی مذکور کیا تھا کہ طلاق سے دو برس کے اندر بچہ ہوا تو بھی شوہر کا ٹھہریگا کہ اس کا پیٹ میں رہنا ایام نکاح میں محتمل ہے اور دو برس کے بعد ہوا تو اب حمل زمانۂ نکاح کا تو یقیناً نہ تھا نہ ایام عدت کا ٹھہرا سکتے ہیں کہ بے نکاح جدید عدت بائن میں قربت حرام ہے اس صورت میں ناچار شوہر کا نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ اپنا ٹھہرالے اور اقرار کر دے کہ یہ میرا بچہ ہے اگرچہ عورت کہتی ہے کہ اسکا نہیں یا بعد طلاق دو برس کے اندر ایک بچہ ہو لیا تھا یہ دوسرا اوس سے چھ مہینے کے اندر ہو گیا تو بوجہ سابق اسے بھی شوہر کا ٹھہرا دیں گے۔ بالجملہ اتنی صورتیں ہیں جن میں یہ بچے کل یا بعض شوہر ہی کے ٹھہریں گے اور ثابت النسب ہونگے اور اونھیں ولد الزنا کہنا ناجائز ہوگا اور اگر بالفرض ان صورتوں سے کوئی شکل نہ پائی جائے تو غایت یہ کہ شوہر کے نہ ٹھہریں ولد الزنا یا مجہول النسب ہوں بہرحال زانی کے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے نہ اوسے اونپر کوئی استحقاق و دعوی تنویر الابصار و در مختار و ردالمحتار میں ہے یثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی وان ولدت لاکثر من سنتین ولعشرین

سنة فاکثر لاحتمال امتداد طهرها وعلوقها فی العدۃ مالم تقر بمضی العدۃ وکانت الولادۃ رجعۃ لو فی الاکثر منهما ولتمامهما لعلوقها فی العدۃ فیصیر بالوطء مراجعا بخلاف الاقل للشك فان اقرت بانقضائها والمدۃ تحتمله بان تکون ستین یوما علی قول الامام وتسعۃ وثلثین علی قولهما ثم جاءت بولد لا یثبت نسبه الا اذا جاءت به لاقل من ستۃ اشهر من وقت الاقرار فانه یثبت نسبه للتیقن بقیام الحمل وقت الاقرار فیظهر کذبها وکذا ھذا فی المطلقۃ البائنۃ والمتوفی عنها اذا ادعت انقضائها ثم جاءت بولد لتمام ستۃ اشهر لا یثبت نسبه ولاقل یثبت کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطا فی مبتوتۃ لاحتمال لتبۃ بالواحدۃ والثلاث تزوجها فی العدۃ او لا بحسب جاءت به لاقل منهما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ ولم تقر بمضیها کما مر ولو لتمامهما لا یثبت النسب الا بدعوته لانه التزمه وهی شبهۃ عقد ایضا والا اذا ولدت توأمین احدهما لاقل من سنتین والاخر لاکثر ویثبت الدعوۃ وان لم تصدقه المرأۃ فی الاوجه فتح ویثبت نسب ولد المقرۃ بمضیها لو لاقل من اقل مدته من وقت الاقرار ولاقل من اکثرها من وقت البت للتیقن بکذبها واستشکله الزیلعی بما اذا اقرت بعد سنۃ مثلا ثم ولدت لاقل من ستۃ اشهر من وقت الاقرار ولاقل من سنتین من وقت الفراق فانه یحتمل بانقضائها ان تنقضی فی ذلك الوقت فلم یظهر کذبها بیقین الا اذا قالت انقضت عدتی الساعۃ ثم ولدت لاقل المدۃ من ذلك الوقت اھ استظهرہ فی البحر ثم قال یجب حمل کلامهم علیه کما یفهم من غایۃ البیان وتبعه فی النهر والشرنبلالیۃ انتهت ملتقطات واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از کوہ منصوری ڈاکخانہ کلھڑی کام ایہ انڈیا گیٹ۔ مرسلہ کلیم اللہ صاحب

۳۰ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

کتاب بہشتی زیور میں حصہ چہارم میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند مرجائے اور ایک دن کم دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ مرحوم خاوند کا مانا جائیگا یہ مسئلہ شرع محمدی یا طب یا ڈاکٹری سے تحقیق ہے یہ جائز ہی یا کہ ناجائز ہے اور اگر جائز ہے تو کب سے ہے یا کہ پرانا مسئلہ ہے یا اولیائے کرام سے جائز ہے دوسرے یہ کہ چار مہینے دس دن جو شرع سے قائم ہیں بعد عدت سے نکاح کرے تو بعد کو ایک سال یا ۹ مہینے کے بچہ پیدا ہو تو پہلے خاوند کا مانا جائیگا یا جس سے نکاح ہوا اوسکا۔ تیسرے یہ کہ وہ بچہ کونسی حق ملکیت میں مستحق ہوگا پہلے باپ کی ملکیت میں یا دوسرے کی۔ چوتھے بعض امام سلام پھیر کر سودہ ہاتھ رکھتے ہیں تو کس مصلحت سے رکھتے ہیں۔

الجواب :- کتاب بہشتی زیور نہ دیکھا کیجئے اوسکا دیکھنا حرام ہے اوس میں بہت سے مسائل غلط اور
اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں اور اوسکے مصنف کو تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق نام لیکر لکھا ہے
من شک فی کفرہ فقد کفر جو اوس شخص مذکور کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یہ مسئلہ
یوں ٹھیک نہیں بلکہ اگر چار مہینے دس دن عدت کے گزار کر عورت نکاح کرلے اور نکاح سے چھ مہینے بعد بچہ
پیدا ہو کر موت شوہر سے دس مہینے دس ہی دن بعد ہوا ہرگز پہلے شوہر کا نہ ٹھہریگا بلکہ اسی دوسرے کا ہے پہلے
پہلے شوہر کے ترکہ سے اسے کچھ نہ ملیگا یہ دوسرا شخص ہی اوسکا باپ ہے اگر یہ مریگا تو وہ بچہ اس کا وارث ہوگا
بلکہ اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح بھی نہ کرے صرف اتنا ہو کہ چار ماہ دس دن بعد وہ اپنی عدت گزر جانے
کا اقرار کرچکی ہو اوسکی چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہو جب بھی ہرگز اوس شوہر مردہ کا نہ ٹھہریگا۔ درمختار میں ہے
لو اقرت بمضیھا بعد اربعۃ اشھر وعشر فولدت لتسعۃ اشھر لم یثبت لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار
نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھکر ایک دعا پڑھنا حدیث میں آیا ہے کارڈ میں دعا لکھنے کی نہیں واللہ تعالی اعلم

مسئلہ :- از پیلی بھیت مرسلہ عثمان صاحب معرفت مولوی عبدالحق صاحب ۲۲ شوال ۱۳۳۶ھ
ہندہ سے اوسکے شوہر نے پونے تین سال سے قربت نہیں کی اور اس زمانہ میں پونے تین سال ہندہ اپنے
باپ کے یہاں رہی اور اس صورت میں کہ میکے میں سوائے باپ کے اور کوئی اوسکا رشتہ دار نہیں تھا اور ماں
بھی اوسکی نہیں تھی اور نہ کوئی عورت اور اوسکے پاس تھی اب پونے تین سال کے بعد اوسکے بچہ پیدا ہوا ہندہ
حلف سے اور قسم سے کہتی ہے کہ بچہ میرے شوہر کا ہے جس طرح چاہے اطمینان کرلو اس زمانہ پونے تین سال میں
اپنے شوہر یا اوسکے خاندان والوں کو یا اپنے ماں باپ کے رشتہ داروں کو مطلع نہیں کیا حالانکہ دونوں طرف
بچہ ہونے کی کمال تمنا تھی کیونکہ اوسکے شوہر کی دوسری بی بی سے بھی نیز اس سے اور کوئی اولاد نہ تھی ہندہ
کہتی ہے کہ مجھکو ڈھائی مہینے سے آثار حمل کچھ ظاہر ہوئے میں نے بوجہ خوف اپنی سوت کے کسی سے اظہار نہیں کیا
کہ مبادا سوت درپے آزار ہو مگر میں نے اپنے شوہر کو نیز اپنی چچی کو بلایا وہ میرے پاس نہیں آئی۔ بچہ باپ کے
یہاں پیدا ہوا چھٹے روز شوہر کو بذریعہ تحریر مطلع کیا ہندہ نے یہ بھی اپنی چچی سے کہا میری بینائی میں فرق آگیا
ہے اور میرا جسم اکثر کپتا ہے یہ اوسکی حالت تھی یہ اوسکی چچی کا بھی بیان ہے اور ایام بھی بند تھے مگر گاہے
کچھ معلوم ہو کر بند ہو جاتا تھا جب ہندہ نے اور اوس کے باپ نے بذریعہ تحریر شوہر کو اطلاع دی مولود کی تب
شوہر نے حالت غم میں اوس کا جواب تحریری بھیجا کہ عرصہ سے میرا اوس سے تعلق نہیں لہذا وہ بچہ میرا نہیں
ہے اور میرا اوس سے تعلق نہیں ہے اس کا جواب عبارات فقہا واحادیث وتمثیلات سے فرمایا جاوے فقط

الجواب :- صورت مستفسرہ میں وہ بچہ شرعاً بلاشبہ اسی شوہر کا ہے اسے اوسکا انکار جائز نہیں

مسائل متفرقہ
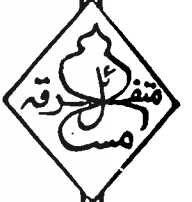
پونے تین درکنار تیس چالیس برس سے دونوں الگ ہوتے جب بھی بچہ اوسی کا ہوتا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاھر الحجر درمختار میں ہے قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینھما سنۃ فولدت ستۃ اشھر مذ تزوجھا لتصور کرامۃ واستخدام فتح ہمارے ائمہ نے اکثر مدت حمل دو سال رکھی ہے کہ غالب یہی ہے اور فقہ میں غالب ہی کا اعتبار ہے نادر خصوصاً ایسا کہ صدہا سال کروروں ولادتوں میں اوسکا خلاف نہ مسموع ہو ساقط نہیں کیا جاتا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ایک صاحب اپنی زوجہ کو وطن میں چھوڑ کر سفر کو گئے دو برس بعد واپس آئے تو عورت کو حاملہ پایا ایک مدت بعد بچہ ہوا قد نبتت ثنایاہ یشبہ ایاہ اوسکے اگلے چاروں دانت پیٹ ہی میں نکل چکے تھے صورت میں اپنے باپ سے مشابہ تھا فلما رأہ الرجل قال ولدی ورب الکعبۃ جب اون صاحب نے اوس بچے کو دیکھا کہا خدا کی قسم میرا بچہ ذکرہ فی الفتح وقال انما ھو بقیام الفراش ودعوی الرجل نسبہ اھ **اقول** فی صدر الحدیث ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھم برجمھا فقال لہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کان لک علیھا سبیل فلا سبیل لک علی ما فی بطنھا فترکھا حتی ولدت ولدا قد نبتت الخ فالفراش قد کان قائما حین ھم برجمھا وھو لا یحتاج الی الدعوۃ فالصواب ان شاء اللہ تعالیٰ ان ذلک قد یقع بغایۃ الندرۃ والعبرۃ فی الفقہ الغالب فافھم ثم بعد سویعۃ رأیت وللہ الحمد الامام السرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ صرح فی مبسوطہ بما سبق الیہ خاطر الفقیر اذ قال بعد ذکر الحدیث المذکور وحکایات تاتی ما نصہ لنا ان الاحکام تبتنی علی العادۃ الظاھرۃ وبقاء الولد فی بطن امہ اکثر من سنتین فی غایۃ الندرۃ دارقطنی وبیہقی اپنے اپنے سنن میں ولید بن مسلم سے راوی امام دار الہجرۃ عالم المدینۃ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ھذہ جارتنا امرأۃ محمد بن عجلان امرأۃ صدق وزوجھا رجل صدق حملت ثلثۃ ابطن فی اثنی عشرۃ سنۃ کل بطن فی اربع سنین یہ ہیں ہماری ہمسائی محمد بن عجلان کی بی بی۔ یہ سچی عورت اور وہ سچے مرد۔ ان کے تین حمل بارہ برس میں ہوئے۔ ہر حمل چار سال میں امام شمس الائمہ سرخسی مبسوط میں فرماتے ہیں۔ قیل ان الضحاک ولدتہ امہ لاربع سنین وولدتہ بعد ما نبتت ثنایاہ وھو یضحک فسمی ضحاکا وعبد العزیز الماجشونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولدتہ امہ لاربع سنین وھذہ عادۃ معروفۃ فی نساء ماجشون انھن یلدن لاربع سنین یعنی منقول ہوا کہ امام مفسر محدث ضحاک چار برس ماں کے پیٹ میں رہے پیدا ہوئے تو اگلے چاروں دانت نکل چکے تھے ہنستے معلوم ہوتے تھے اسلیے ضحاک نام

رکھا گیا بہت ہنسنے والے اور امام محدث عبدالعزیز ماجشونی بھی چار برس حمل میں رہے اور بنی ماجشون کی عورتوں کی یہ عادت مشہور ہے کہ بچہ اون کے پیٹ میں چار برس رہتا ہے شوہر زن کا کہنا ہے کہ وہ بچہ میرا نہیں اور میرا اوس سے تعلق نہیں اس لفظ اخیر میں اگر لفظ اوّل کے خلاف اوسکی ضمیر بچے کی طرف ہے جب تو ظاہر کہ اسے طلاق سے کوئی تعلق نہیں اور اگر مثل اوّل ضمیر عورت کی طرف ہے تو یہ لفظ کنایات طلاق سے ہے اور رد محتمل سب و ذم ہے یعنی میں ایسی عورت سے بیزار ہوں اور حالت حالت غضب ہے تو بے اقرار شوہر نیت طلاق کا ثبوت نہ ہوگا اوس سے قسم لیجائے اگر بحلف کہدے کہ میں نے یہ لفظ بہ نیت ازالۂ علاقہ نکاح نہ کہا تھا تو طلاق نہ ہوئی اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اوس پر ہے مبسوط امام شمس الائمہ میں ہے انت بائن حرام تبتۃ خلیۃ بریۃ تحتمل معنی السب ای انت بائن من الدین بریۃ من الاسلام خلیۃ من الخیر حرام الصحبۃ والعشرۃ تبتۃ عن الاخلاق الحسنۃ وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ الحق بھذہ اربعۃ الفاظ اخر خلیت سبیلک فارقتک لاسبیل لی علیک لاملک لی علیک لانہا تحتمل معنی السب ای لاملک لی علیک لانک ادون من تملکی لاسبیل لی علیک لشرک وسوء خلقک وفارقتک اتقاء لشرک وسوء خلقک وفارقتک اتقاء لشرک وخلیت سبیلک لھوانک علی اسی طرح تبیین امام زیلعی میں ہے بدائع امام ملک العلما میں ہے روی عن ابی یوسف انہ زاد علی ھذہ الخمسۃ خمسۃ اخری لاسبیل لی علیک فارقتک خلیت سبیلک لاملک لی علیک بنت منی لان ھذہ الالفاظ تحتمل الشتم یقول الزوج لاسبیل لی علیک لشرک وفارقتک فی المکان لکراھۃ اجتماعی معک وخلیت سبیلک وما انت علیہ ولاملک لی علیک لانک اقل من ان املک وتبت منی لانک بائن من الدین اھ ہدایہ میں ہے عن ابی یوسف فی قولہ لاملک لی علیک ولاسبیل لی علیک وخلیت سبیلک وفارقتک انہ یصدق فی حالۃ الغضب لما فیھا من احتمال معنی السب عنایہ میں ہے فان قولہ لاملک لی علیک یحتمل انک اقل من ان تنسبی الی ملکی او انسب الیک بالملک ولاسبیل لی علیک لسوء خلقک واجتماع انواع الشر فیک وخلیت سبیلک لقذارتک وفارقتک فی المضجع لنفرتک عدم نظافتک والحقی باھلک لانک اوحش من ان تکونی خلیلتی فتح القدیر میں ہے الحق ابویوسف بالتی تحتمل السب الفاظ اخری لاملک لی علیک لاسبیل لی علیک خلیت سبیلک فارقتک ھذہ اربعۃ ذکرھا الولوالجی وذکر العتابی خمسۃ لاسبیل لاملک خلیت سبیلک الحقی باھلک حبلک علی غاربک وفی الایضاح وشرح الجامع الصغیر شمس الائمۃ ذکر خمسۃ ھی ھذہ الا انہ ذکر مکان حبلک علی غاربک فارقتک
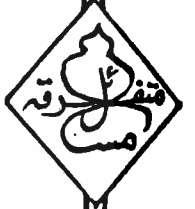
فتتم ستۃ الفاظ ووجہ احتمالھا السب ان لاملك لی یعنی انت اقل من ان تنسبنی الی بالملك ولاسبیل لی علیك بزیادۃ شرك وخلیت سبیلك وفارقتك والحقی باھلك وحبلك علی غاربك ای انت مسیئۃ لایشتغل احد بتأدیبك اذلاطاقۃ لاحد بممارستك اھ۱ **اقول** والدلیل دلیل ان لاحصر بل کل لفظ یدل علی التبری عنھا والتخلی والانقطاع وترك الاشتغال بھا فھو مما یحتمل المعنی المذکور کما لایخفی درمختار میں ہے القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینھما مجتبی ردالمحتار میں ہے فان نکل ای عند القاضی لان النکول عند غیرہ لایعتبر اھ۱ **اقول** ھو مستفاد من قولہ فان ابی رفعتہ فلم یجعل اباءہ عندھا شیئا ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ (اوس) کی ضمیر عورت کی طرف تھی اور یہ لفظ قطع تعلق نکاح ہی کی نیت سے کہے تو بیشک ایک طلاق بائن ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی اور اب بچہ بھی اسی شوہر کا ایسا لازم ہوگیا کہ اس سے چھوٹ ہی نہیں سکتا کہ بینونت کے بعد احتمال لعان بھی نہ رہا جو حاکم اسلام کے حضور ہوسکتا اور جب اوسکے بعد قاضی ان زن وشو میں تفریق کرکے بچے کی نسبت اس شوہر سے قطع کردیتا اس کا نہ ٹھہرتا مجہول النسب رہ جاتا۔ درمختار میں باب اللعان میں ہے شرطہ قیام الزوجیۃ اوسی میں ہے ویسقط بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لایعود بتزوجھا اوسی میں ہے وان قذف الزوج بولد ھی نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ ردالمحتار میں ہے ای لابدان یقول قطعت نسب ھذا الولد عنہ بعد ماقال فرقت بینکما وفی المبسوط ھذا ھو الصحیح واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از ریاست جے پور سنک منڈی اجمیری دروازہ مرسلہ محمد عبدالعزیز بیگ ۲۱ شعبان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساۃ ہندہ کے دختر رابعہ پیدا ہوتے ہی ہندہ کا انتقال ہوگیا چنانچہ مساۃ رابعہ نے ابتدائے پیدائش خود سے ڈیڑھ سال کامل ایام رضاعت میں مساۃ شافیہ وکافیہ کا دودھ پیا اتفاق سے مساۃ شافیہ وکافیہ کے حقیقی بھائی مسمی بزید سے مساۃ رابعہ کا عقد ہوکر اولاد بھی ہوگئی حالانکہ (مسمی بزید ومساۃ رابعہ زن وشوہر باہمی رضاعی ماموں وبھانجی ہوتے ہیں) تو ایسی صورت میں نکاح قائم رہ سکتا ہے یانہیں اوربصورت قائم رہنے کے کفارہ عاید ہوگا یانہیں اور اولاد کس کی کفالت میں رہیگی اور بار مہر زوج پر عاید ہوگا یانہیں۔

الجواب:۔ حاشا وہ خبیث نکاح ہرگز قائم نہ رکھا جائیگا مرد وعورت پر فرض فرض عظیم فرض ہے کہ فوراً فوراً جدا ہوجائیں۔ مرد نہ مانے تو عورت خود جدا ہوجائے دونوں نہ مانیں تو حاکم بالجبر جدا کر دیگا۔ عورت کے لیے مرد پر پورا مہر مثل ہے اگرچہ جو مہر بندھا تھا اوس سے کتنا ہی زائد ہو اولاد میں لڑکا سات برس اور

اور لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے پھر باپ لے لیگا ردالمحتار میں ہے فی الخانیۃ لو تزوج محرمہ لاحد علیہ عند الامام وعلیہ مھر مثلہا بالغا ما بلغ اوسی میں نہر سے ہے قال فی الدرایۃ الصحیح انہا شبھۃ عقد فیثبت النسب وھکذا ذکر فی المنیۃ اھ وذکرہ الخیر الرملی عن العینی ومجمع الفتاوی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔ از حافظ گنج ضلع بریلی مسئولہ حیدر بخش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ ہوگئی اور اوسکے حمل حرام عرصہ تین ماہ سے رہگیا جب پنچوں نے دریافت کیا تو مسمی حیدر بخش نے جو اسی قوم کا آدمی تھا یعنی اوس عورت کا بھانجا ہے کہا کہ میں اس عورت کو بعد وضع حمل نکاح میں لاؤں گا میں نے اس عورت کا عیب ثواب اپنے اوپر رکھ لیا اس بات پر پنچوں نے اور کل بستی نے بوجہ ہونے حرام کے اوس عورت واوس شخص یعنی حیدر بخش دونوں کا حقہ پانی اس غرض سے بند کر دیا کہ آئندہ کوئی عورت و آدمی ایسا فعل ناجائز نہ کرے اب جو حکم شریعت ہو وہ کیا جاوے یا بروئے شریعت کھولا جائے۔

الجواب :۔ خاوند کی موت سے دو برس کے اندر جو بچہ پیدا ہو وہ خاوند ہی کا ہے سائل بیان کرتا ہے کہ خاوند کی موت کو دس مہینے ہوئے اور تین مہینے سے حمل بتاتا ہے اگر عورت چار مہینے دس دن کے بعد عدت ختم ہو جانے کا اقرار نہ کر چکی ہو اور یہ بچہ مرگ شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہوگا اور عورت کو حرام کی طرف نسبت کرنا حرام ہوگا ہاں اگر عورت چار مہینے دس دن کے بعد اپنی عدت ختم ہو جانا ظاہر کر چکی تھی اور اب تین مہینے سے حمل ظاہر ہوا تو عورت پر الزام ہے اوس کا حقہ پانی بند کر دیں لیکن حیدر بخش پر اوس کہنے سے کوئی الزام نہیں اوس کا حقہ پانی کھولدیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔ از موضع کریلی ضلع بریلی مسئولہ مولوی امام الدین صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ہندہ سے نکاح کیے ہوئے پانچ ماہ اور دس یوم ہوے ہیں ہندہ نے بچہ جنا تو اوس بچہ پر کیا حکم ہے آیا وہ زید کا قرار دیا جاوے گا یا نہیں اہل برادری معترض ہیں تو اس حالت میں زید اور ہندہ پر اور بچہ پر کیا حکم ہے۔

الجواب :۔ سائل نے بیان کیا کہ عورت بیوہ تھی شوہر کو مرے تین برس ہوے اوسکے بعد یہ بچہ ہوا تو یہ نہ اگلے شوہر کا ہے نہ زید کا بلکہ مجہول النسب ہے اور زید پر کچھ الزام نہیں ہندہ کا حال خدا جانے بے ثبوت اوسے کبھی زانیہ نہیں کہہ سکتے ممکن کہ دھوکے سے وطی واقع ہوئی ہو جس سے یہ بچہ ہے بدائع اور بحر اور مختار وہندیہ میں ہے ان جاءت بہ لاکثر من سنتین منذ طلقھا الاول
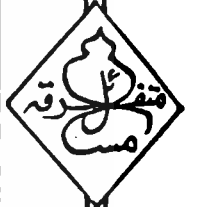
اومات لاقل من ستۃ اشھر منذ تزوجھا الثانی لم یکن للاول ولا للثانی وھل یجوز نکاح الثانی فی قول ابی حنیفۃ ومحمد جائز اھ وتامل فی ھذا الجواز فی ردالمحتار فراجعہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از گوبندگڑھ ضلع اجمیر شریف مسجد خورد مرسلہ فیض محمد صاحب امام مسجد ۱۰ شوال ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک عورت کو فرار کر کے لے گیا عورت کا خاوند زندہ ہے وہ عورت مرگئی اور وہ شخص واپس چلا آیا اوس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اب ان بچوں اور اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے اسکے ساتھ معانقہ اور کھانا کھانا کیسا ہے (۲) ایک شخص اپنی ساس سے زنا کیا اور حمل رہا لڑکی ہوئی اور پھر شادی کی اوس شادی سے لڑکا ہوا اس لڑکے پر کیا حکم ہے۔

الجواب :- صورت مذکورہ میں وہ شخص زانی ہے سزائے زنا کا سزاوار اور مستحق عذاب نار ہے مسلمان اگر اوس سے سلام کلام نہ کریں۔ اوسکے ساتھ کھانا نہ کھائیں اوس سے معانقہ نکریں تو وہ ضرور اس قابل ہے جبتک توبہ نہ کرے شوہر اور عورت کے بچے اوسکے شوہر ہی کے ہوتے ہیں حدیث صحیح میں فرمایا الولد للفراش وللعاھر الحجر بچہ اوسکا جسکا بچھونا یعنی خاوند کا اور زانی کے لیے پتھر (۲) جس نے اپنی ساس سے زنا کیا اوس نے اپنی ماں سے زنا کیا اور شادی اگر کسی اور عورت سے کی اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے میں کوئی خلل نہیں۔ اور اگر سائل کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا پھر اوس کی لڑکی سے نکاح کیا اس سے لڑکا ہوا تو وہ شخص اوسوقت بھی زانی ہوا اور اس نکاح میں بھی حرام کار کہ یہ اوسکی بیٹی کی جگہ ہے اور اب یہ جو لڑکا پیدا ہوا ولدالحرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از شہر بریلی مدرسہ اہلسنت و جماعت۔ مسئولہ طالب علم مدرسہ مذکورہ ۲۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی علاتی اخت کی نواسی کے ساتھ ۶ برس ہوئے نکاح کیا تھا اوس سے ایک لڑکی ہوئی اب زید کو اور محلہ کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ زید کا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا زید سے تفریق کرادی زید کا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں تو اس لڑکی کا مستحق کون ہے۔ مہر لازم ہوا یا نہیں عدت ہوگی یا نہیں اور اس نکاح کے وکیل وگواہ اور پڑھانے والوں کا کیا حکم اور زید پر کیا حکم باوجود اسکے کہ بے علم ہیں۔

الجواب :- نکاح مذکور حرام حرام قطعی حرام اور زید اور نکاح خواں و وکیل وگواہ سب سخت تر گناہ کبیرہ میں گرفتار اور جہل اوسکے گناہ کبیرہ ہونے سے خارج نہ کریگا بلکہ جہل خود دوسرا گناہ کبیرہ ہے ولہذا حدیث میں ہے ذنب العالم ذنب واحد وذنب الجاھل ذنبان عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا گناہ۔ عورت پر ضرور عدت لازم ہے اور زید پر پورا مہر مثل واجب ہے یعنی اس طرح

کہ عورت کا مہر مثل کیا ہے وہ جو بانۓ ھا تھا اوس کا لحاظ نہ ہوگا چاہے مہر مثل سے کم ہو یا زائد فتاوی امام قاضی خاں میں ہے اذا تزوج بذات محرم محرم منه ودخل بها لاحد عليه وعليه مهر مثلها بالغا مابلغ لڑکی زید ہی کو دلائیں گے ۹ برس کی عمر پورے ہونے تک ماں کے پاس رہیگی اگر وہ کسی ایسے سے نکاح کرے جو اس لڑکی کا محرم مثل چچا کے نہو اوسکے بعد باپ یعنی زید لے لیگا در مختار کتاب الحدود میں ہے انها من شبهة المحل وفيها يثبت النسب معراج الدرايه پھر نهر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے الصحيح انها شبهة عقد لانه روى عن محمد انه قال سقوط الحد عنه بشبهة حكمية فيثبت النسب وهكذا ذكر فى المنية والله اعلم۔

مسئلہ:۔ از اندور رانی پورہ مسئولہ واحد ملا۔ ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و فضلائے عظام اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوگیا ہے ہندہ نے ساتویں ماہ عقد کیا بکر کے ساتھ اور ہندہ کو پانچ چھ ماہ کا حمل تھا بروقت نکاح ہندہ نے حمل کو ظاہر نہ کیا بعد عقد ایک ماہ کے ہندہ اور بکر میں جھگڑا ہوا کہ حمل کس کا ہے بکر کہتا ہے میرا حمل ہے اور ہندہ کہتی ہے تیرا نہیں ہے اور یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور یہ حمل کس کا قائم ہوگا بينوا توجروا

الجواب:۔ اگر موت شوہر اوّل سے دو سال کے بعد بچہ پیدا ہو تو شوہر دوم کا ہے اور نکاح صحیح ہی اور دو سال سے کم میں پیدا ہو تو لڑکا پہلے شوہر کا ہے اور اس دوسرے کا نکاح باطل كما يظهر مما لخصناه على هامش ردالمحتار والله تعالى اعلم۔

مسئلہ:۔ از کریلی ضلع بریلی مسئولہ کلو ۷ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدت حمل کی زائد سے زائد کے برس ہے اور کم سے کم کتنے سال ہیں۔ بينوا توجروا۔

الجواب:۔ کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس کامل بے کم و بیش مگر عورت جس کا شوہر زندہ ہو اگرچہ کتنے ہی برسوں سے اوس سے کتنا ہی دور اوسکی اولاد شوہر ہی کی اولاد قرار پائے گی اسکے لیے دس بیس پچاس سال کوئی مدت مقرر نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاهر الحجر والله تعالى اعلم

مسئلہ:۔ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ سید عبد الجلیل صاحب۔ ۱۲ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقد ہندہ سے واقع ہوا۔ مگر بموجب رواج ہندوستان رسم رخصت عروس عمل میں نہ آئی اور زید و ہندہ دونوں بالغ تھے اور ایک ہی مکان میں سکونت پذیر تھے اور

اوس مکان میں غیر مردوں کا بھی گزر تھا یعنی اہل کنبہ میں نسے نامحرم لوگ آتے جاتے تھے یکایک ہندہ کو حمل رہ گیا۔ اوس نے اوسکو پوشیدہ کیا یہانتک کہ وضع حمل قریب آگیا۔ جب لڑکا پیدا ہوا تو لوگوں کو نہایت تعجب آیا۔ الغرض مولود تو اسی دم مرگیا اور ہندہ سے مستورات نے بطور خود دریافت کیا کہ یہ حمل کس کا ہے، ہندہ نے اپنے اعزہ میں سے ایک شخص کا نام لیا اور اس قضیہ کو عرصہ قریب تین یا چار سال کے گذر گیا پس شوہر اوس کا بسبب اس فعل شنیع کے اوس سے ناراض ہے ہندہ کو اپنے عقد میں رکھنا نہیں چاہتا بظاہر زن و شو میں مقاربت و مواصلت واقع نہ ہوئی۔ مگر پوشیدہ طور پر ممکن ہے کہ وہ حمل زید کا ہو۔ چونکہ رسم رخصت حمل میں نہ آئی تھی شاید بوجہ لحاظ و شرم غیر کا نام ظاہر کردیا ہو اور زید کا نام نہ لیا ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید سے ہندہ کو طلاق دلوائی جائے تو عدت ہندہ کا کے ماہ کا ہوگا اور درباب مہر کے بھی ارشاد ہو کہ بذمہ زید کس قدر واجب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں اگرچہ دنیوی خیالات کو بہت وسعت ہے اہل بدگمانی کے نزدیک ناراضی زید جدا خبر دے رہی ہے کہ اپنا ہوتا تو خود وہ جانتا اور ہندہ کا دوسرے کی طرف نسبت کرنا جدا۔ پھر اسے یوں بنانا کہ بوجہ عدم رخصت شرم دنیا کے سبب شوہر کا نام نہ لیا بہت پوچ عذر ہے۔ آخر قبل رخصت جماع حلال ہونا اہل دنیا کے نزدیک زنا سے زیادہ شرم کی بات نہیں یہ خیالات بدگمانیوں کو بہت تائید دینگے۔ مگر حاشا شرع مطہر انہیں اصلا قبول نہیں فرماتی اور قطعاً حکم دیتی ہے کہ لڑکا شوہر ہی کا تھا۔ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاھر الحجر جب شریعت نے مرد مغربی و زن مشرقیہ کے مسئلہ میں باوجود بعد المشرقین باحتمال کرامت یا استخدام جن بچہ شوہر ہی کا ٹھہرایا تو زید و ہندہ تو ایک ہی مکان میں رہتے تھے یہاں کیونکر ممکن کہ بے ثبوت قطعی شرعی فلاں کو معاذ اللہ زانی یا باوجود فراش صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دیں۔ رہا ہندہ کا فلاں کی نسبت کردینا ممکن کہ ہندہ کو اوس سے کوئی عداوت ہو اور شاید وہ رنجش اسی بنا پر پیدا ہوئی ہو کہ ہندہ نے اوس سے بدنگاہی پائی مانع آئی کارگر نہ ہوا دشمن ہوگئی اور بوجہ شدت غیظ اس خیال سے کہ اولیائے ہندہ یہ امر عظیم سن کر حتی المقدور اوس شخص کے درپے آزار ہونگے اس تہمت کے مرتکب ہوئی اپنا بھی صریح ضرر سہی اہل مکر و حیلہ سے اس قسم کی بات کا صدور کچھ عجب نہیں جس میں اون کے دشمن کو ایذا پہنچے اگرچہ خود بھی (مسودہ میں بیاض ہے) اِنَّ کَیۡدَکُنَّ عَظِیۡمٌ اور اب ناراضی زید کی بھی صریح توجیہ موجود کہ بغلط و دروغ اپنے ساتھ اس امر ناپاک کا وقوع بتانے پر ہندہ سے بیزار ہوا۔ بہرحال حکم یہی ہے کہ وہ بچہ زید ہی کا تھا اور جب شرع نے یہ مان لیا تو ہندہ کا مدخولہ ہونا خود ہی ثابت ہولیا تو پورا مہر جسقدر قرار پایا تھا ذمہ زید واجب کہ طلاق دیتے ہی تمام و کمال واجب الادا

ہو جائے گا اور بعد طلاق تین حیض کامل کی عدت لازم والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء
واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

باب الحضانۃ (پرورش)

مسئلہ:- ۲۴ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید نے رحلت کی دو پسر نابالغ زوجہ اولی سے جو زید کے روبرو فوت ہو چکی ہے اور تین دختر زوجۂ ثانیہ سے جو حی وقائم ہے وارث چھوڑے اب دربارہ ان پنجوں نابالغان کے ولایت کی فکر درپیش ہے نابالغان مذکورین کے اجداد میں دو شخص موجود ہیں ایک مسمی عمرو دادا کا چچازاد بھائی دوسرا بکر دادا کا ماموں زاد بھائی جسکو مسمی زید مورث کے حقیقی ہمشیرہ جو ان پانچوں نابالغان کی حقیقی پھوپھی ہے منسوب ہے اور تین پھوپھی حقیقی بیاہی ہندہ ومعصومہ وصدیقہ اور دختران مذکورین کی والدہ اور پسران مذکورین کی ماں نانی وماموں موجود ہیں پس اس صورت میں ان پانچوں نابالغان کی ولایت کا استحقاق کس کس شخص کو مرتبہ حاصل ہے بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مستفسرہ میں دونوں لڑکوں کا حق حضانت اون کی نانی کو ہے کہ سات برس کی عمر تک اوسکے پاس رہینگے پھر جوانی تک عمرو کے پاس کہ دادا کا چچازاد بھائی ہے رکھے جائیں گے۔ درمختار میں ہے الحاضنۃ اما او غیرھا احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی ردالمحتار میں ہے اذا استغنی الغلام فالعصبۃ اولی یقدم الاقرب فالاقرب اور لڑکیوں کی شادی ہو جائے وہ شوہروں کے قابل ہوں تو شوہروں کے پاس رہینگے ورنہ نو برس کی عمر تک ماں کے پاس پھر اگر ان کے محارم میں کوئی مرد عاقل بالغ مثل حقیقی ماموں وغیرہ کے ہوگا تو اوسکے سپرد کی جائیں گی ورنہ جوانی تک ماں ہی رکھیگی درمختار میں ہے الام والجدۃ احق بالصغیرۃ حتی تبلغ فی ظاھر الروایۃ وغیرھما احق بھا حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی وافاد انہ لاتسقط الحضانۃ بتزوجھا مادامت لاتصلح للرجال ردالمحتار میں ہے فان صلحت تسقط الخ **اقول** واخترنا ظاھر الروایۃ حین لامحرم لھا الا نظرا الی المتعینۃ للفتیا فان نشوھا فی حضن امھا خیر لھا وانظر

من ترکھا ضائقۃ لاحاضن لھا وقد علمت ان لاحق لغیر محرم فی حضانتھا اوران یا بچوں بالغوں کے نکاح کی ولایت عمرہی کو ہے لان العصبۃ لاغیرا ور مال کی ولایت ان مذکورین میں کسی کو نہیں لاختصاصہا بالاب ووصیہ والجد ووصیہ والحاکم الشرعی ہاں اگر زید ان لوگوں خواہ ان کے غیر میں سے کسی کو اپنی جائداد کے حفظ و نگہداشت یا اولاد کے غور و پرداخت کے لیے کہہ گیا ہو تو ولایت مال اوسے ہوگی لکونہ وصیا علیھم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ: ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ عباداللہ ایک زوجہ اور ایک پسر نابالغ اور ایک چچازاد بھائی فیض اللہ چھوڑ کر فوت ہوا عورت نے ایک اجنبی شخص سے نکاح کرلیا جسے اس نابالغ سے کوئی علاقہ نہیں اس بچے کی نہ نانی ہے نہ دادی ہے نہ کوئی بہن بلکہ سوتیلی خالہ اور سگی پھوپھی ہے اس صورت میں یہ بچہ جسکی چار برس کی عمر ہے کس کے پاس رہیگا اور اس کے مال کی ولایت فیض اللہ کو ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: جبکہ نابالغ کی ماں نے ایک اجنبی سے نکاح کرلیا اب اوسے نابالغ کے رکھنے کا اختیار نہ رہا بلکہ سات برس کی عمر تک سوتیلی خالہ کے پاس رہیگا اگر وہ نہ مانیگی تو پھپھی کے پاس رکھا جائیگا اور اگر وہ بھی انکار کریگی تو جبراً خالہ کے پاس رکھا جائیگا یہ سب اوس صورت میں ہے کہ خالہ اور پھپی دونوں میں کوئی مانع حضانت نہو ورنہ اگر ایک میں مانع حضانت ہے تو دوسرے کے پاس رہیگا اور دونوں میں ہے تو پہلے ماں کی قرابت والیوں سے پھر باپ کی قرابت والیوں سے جو قابل حضانت ہو اوسکے پاس رہیگا سات برس کی عمر کے بعد جوان ہونے تک فیض اللہ کے پاس رہیگا فی الدرالمختار الحضانۃ للام الا ان تکون فاجرۃ او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر الخ اوسی میں ہے ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبل او تزوجت باجنبی ام الام ثم ام الاب ثم الاخت لاب وام ثم لام ثم لاب ثم الخالات کذلک ثم العمات الخ بحرالرائق میں ہے ظاھر کلامھم ان الام اذا امتنعت وعرض علی من دونھا من الحاضنات فامتنعت اجبرت الام لامن دونھا خلاصہ وغیرہ میں ہے ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ ولی الاقرب فالاقرب اور ولایت مال میں فیض اللہ کا اصلاً حق نہیں بلکہ اوسے ملیگی جسے نابالغ کا باپ کہہ کر مرا ہو کہ میری اولاد کی نگہداشت تو کرنا یا میرے ترکہ کی غور و پرداخت تیرے تعلق ہے یا اس بچہ کو میں تیری سپردگی میں دیتا ہوں اسے وصی کہتے ہیں اگر باپ کا کوئی وصی موجود نہو تو باپ کے وصی نے جسے اپنا وصی کیا ہو وہ ولی مال ہوگا وہ بھی نہو تو دادا کا وصی وہ بھی نہ ہو تو دادا کے وصی کا وصی درمختار میں ہے ولیہ ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم جدہ الصحیح ثم وصیہ

ثم وصی وصیہ الخ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

مسئلہ: ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے والدین اور ایک زوجہ اور ایک شیر خوار لڑکا چھوڑ کر انتقال کیا لڑکے کی نانی پہلے فوت ہوچکی ہے اس صورت میں اگر لڑکے کی ماں کسی اجنبی سے نکاح کرلے تو لڑکا کس کے پاس رہیگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کرے جو لڑکے کا محرم نسبی مثل چچا وغیرہ کے نہو تو لڑکا ماں سے لے لیا جائیگا اور جبکہ نانی نہیں ہے تو ۷ برس کی عمر تک دادی کے پاس رہیگا پھر دادا رکھیگا فی الدار ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبل او اسقطت حقہا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اھلیۃ القربی ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور الخ وفیہ والحاضنۃ اما او غیرھا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی اھ وفی رد المحتار عن شرح المجمع واذا استغنی الغلام عن الخدمۃ اجبر الاب او الوصی او الولی علی اخذہ لانہ اقدر علی تادیبہ وتعلیمہ اھ وفی الخلاصۃ وغیرھا واذا استغنی الغلام فالعصبۃ اولی یقدم الاقرب فالاقرب اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: ۲۷ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حق حضانت اور پرورش اطفال صغیر سن کا بعد وفات ماں کے کس کو ہے اور ماموں چچا میں کس کو ترجیح ہے اور وہ حق کس عمر تک رہتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: رائل منظہر کہ یہ اطفال لڑکیاں ہیں ان کے باپ بھائی بھتیجا بہنیں نانی ماموں چچا حقیقی ہیں ایک لڑکی نو برس کی ہے ایک گیارہ کی۔ پس صورت مستفسرہ میں نانی ماموں کو اونکے رکھنے کا کچھ اختیار نہیں لڑکیاں اپنے چچا کے پاس رہینگی کہ لڑکی جب نو برس کی ہوجائے تو ماں بھی اوسے نہیں رکھ سکتی چچا کو دلادی جائے گی نانی وغیرہا کا تو دوسرا درجہ ہے درمختار میں ہے الام والجدۃ لام اولاب احق بالصغیرۃ حتی تحیض وغیرھا احق بہا حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از میران پور کٹرہ کمال زئی ضلع شاہجہانپور۔ مرسلہ نادر خاں صاحب رئیس کٹرہ ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صغیر وصغیرہ جن کی ماں انتقال کرگئی اور باپ نے دوسرا

نکاح کرلیا نانا ماموں مومانی اور خالہ زاد اور پھپی زاد نانیاں اور نانیوں کی بیٹی بیٹیاں ہیں بچے نانا کے پاس
ہیں باپ اون سے بالجبر لیا چاہتا ہے حالانکہ بوجہ نکاح ثانی اوسکے پاس بچوں کی مضرت جان کا اندیشہ ہے
اس صورت میں حق پرورش اطفال کس کو ہے پوری تفصیل درج ہو کہ حق حضانت ترتیب وار کس کو ہے اور
پرورش کنندہ کے پاس کس عمر تک رہیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ حق حضانت ذی رحم محرم کے لیے ہے یعنی وہ نسبی رشتہ جس میں نکاح ہمیشہ کو حرام ہوتا
ہے تو نانی کی خالہ زاد یا پھپی زاد بہنوں یا اون کی اولاد یا مومانی کے لیے کوئی حق حضانت نہیں جیسے خود صغیرہ
صغیرہ کی خالہ زاد ماموں زاد پھپی زاد چچا زاد بہنیں کہ یہ محارم سے خارج ہیں درمختار میں ہے لاحق لولد
عم وعمۃ وخالۃ لعدم المحرمیۃ۔ پھر محارم میں پہلے مستحق عورتیں ہیں بشرطیکہ معاذ اللہ مرتدہ یا
بدکار یا بے اطمینان یا کسی ایسے شخص کے نکاح میں نہوں جو اس بچہ کا محرم نہیں۔ بے اطمینانی کی یہ صورت
کہ بچہ کو بے حفاظت چھوڑ کر باہر چلی جایا کرتی ہو ایسی بے پرواہی ماں بھی کرے تو بچے اوس سے بھی لے
لیے جائینگے درمختار میں ہے الحضانۃ للام الا ان تکون مرتدۃ او فاجرۃ او غیر مامونۃ
بان تخرج کل وقت وتترك الولد ضائعا او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر الخ ملخصا

عورتوں میں سب سے مقدم ماں ہے پھر سگی نانی پھر اوسکی ماں پھر سگی دادی پھر اوسکی ماں پھر اوسکی بہن پھر
مادری بہن یعنی جو اس بچہ سے ماں میں شریک اور باپ میں جدا ہو پھر روایت متون میں سوتیلی بہن پھر
سگی بھانجی پھر مادری یعنی مادری بہن کی بیٹی پھر سگی خالہ پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ پھر سوتیلی بھانجی
پھر سگی بھتیجی پھر سوتیلی پھر سگی پھپی پھر مادری پھر سوتیلی پھر ماں کی سگی خالہ پھر مادری پھر سوتیلی پھر باپ
باپ کی سگی خالہ پھر مادری پھر سوتیلی پھر ماں کی سگی پھپی پھر مادری پھر سوتیلی پھر باپ کی سگی پھپی پھر
مادری پھر سوتیلی یہ بتیس ۳۲ عورتیں ہیں جب ان میں کوئی نہ ہو یا بوجوہ مذکورہ مستحق نہ رہے تو حق حضانت
عصبات ذکور کی طرف منتقل ہوگا جن میں سب سے مقدم باپ ہے پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا پھر سگا
بھتیجا پھر سوتیلا پھر سگا چچا پھر سوتیلا ان میں سے کسی کے ہوتے نانا ماموں وغیرہما ذوی الارحام کو
استحقاق نہیں تو خود باپ کے سامنے کب مستحق ہو سکتے ہیں درمختار میں ہے ثم بعد الام ام الام
وان علت ثم ام الاب وان علت ثم الاخت لاب وام ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم
لام ثم لاب ثم الخالات لابوین ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ
(لاب وام اولام اولاب علی الترتیب) ثم العمات (لاب وام ثم لام ثم لاب) ثم خالۃ
الام کذلك ثم خالۃ الاب کذلك ثم عمات الامھات والاباء بھذا الترتیب

ثم العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم بنوہ کذلک ثم العم ثم بنوہ ثم اذا لم یکن عصبۃ فلذوی الارحام اھ ملخصا منقحا من ید امن رد المحتار
پس صورت مستفسرہ میں اون تیرہ عورتوں سے اگر کوئی عورت بھی قابل حضانت موجود ہے جس نے بوجہ موانع مذکورہ اپنے حق حضانت کو ساقط نہ کیا تو صغیر و صغیرہ نانا سے لیکر اوس عورت کے پاس رکھے جائیں گے لڑکا سات برس کی عمر اور لڑکی نو برس کے سن تک بعد ازاں باپ کو دیدیے جائیں گے اور اگر زنانِ مذکورہ سے کوئی عورت مستحق باقی نہیں تو آج ہی سے بچے باپ کے پاس رہینگے نانا کہ اکتالیسویں درجہ میں ہے اوسکا استحقاق نہیں رکھتا اور نکاح ثانی کے سبب باپ کے پاس مضرتِ جانِ اطفال کا اندیشہ گمان فاسد ہے فان العلماء لم یعدوا التزوج من مسقطات حضانۃ العصبات کیف والرجال قوامون علی النساء بخلاف المرأۃ فانھن عوان بین ایدیکم اور بالفرض اگر یہ امر باطل تبوت کافی ثابت بھی ہو جائے تو غایت کہ باپ سے لیکر اور نیچے کے عصبات بترتیب مذکور کو دینگے جبتک اون میں سے کوئی باقی ہے نانا کو استحقاق نہیں ماموں تو نانا سے بھی پانچویں درجہ میں ہے کما یظھر من الدر المختار و رد المحتار واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی نابالغ اور ایک بیٹی بالغہ منکوحہ اور ایک بھائی چھوڑ کر انتقال کیا زوجہ نے کہ ان بچوں کی ماں ہے ایک اجنبی آدمی سے نکاح کر لیا لڑکا چار برس کا ہے اور لڑکی آٹھ کی اوسکی ماں اوسکا نکاح ایک جگہ کیا چاہتی ہے چچا وہاں راضی نہیں بلکہ اپنے بھتیجے سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس صورت میں اون نابالغوں کے نکاح کا اختیار ماں کو یا چچا کو اور اونکو رکھنے کا اختیار کسے ہے۔ نابالغوں کی دادی کوئی نہیں خالہ اور دو پھپیاں ہیں اور پھپیاں اونھیں اپنے پاس رکھنے پر راضی نہیں اور نابالغوں کا کچھ مال نہیں تو اون کا کھلانا پلانا کسکے ذمہ ہے بینوا توجروا

الجواب :- صورت مستفسرہ میں نابالغوں کے نکاح کا اختیار اون کے چچا کے سوا کسی کو نہیں اوسکے ہوتے ہوے ماں کا نکاح میں کچھ دخل نہیں اور جبکہ وہ ایک اجنبی شخص سے نکاح کر چکی تو اوسے بچوں کے رکھنے کا بھی اختیار نہیں بلکہ لڑکا سات برس کی عمر تک اور لڑکی جوانی تک اپنی بہن کے پاس رہیں اور وہ نہ رکھے تو خالہ کے پاس اور وہ بھی قبول نہ کرے تو پھپیوں کے پاس فی الدر المختار الحضانۃ للام الا ان تکون فاجرۃ او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر ثم بعد الام بان ماتت او لم تقبل او تزوجت باجنبی ام الام ثم ام الاب ثم الاخت ثم الخالات ثم العمات اھ ملخصا رد المحتار میں ہے الحاضنۃ لا تجبر اذا امتنعت الا ان لا یکون للصغیر حاضنۃ غیرھا لا یضیع حقہ وتجبر اذا تعینت لعدم من یحضنہ غیرھا اھ ملتقطا

وتمام تحقیقہ فیہ وھذا حاصل ما وفق بہ بین نقلین مختلفین اور جبکہ ان یتیم نابالغوں کا کچھ مال نہیں تو اون کا کھانا کپڑا اون کے اون قابلان وراثت پر ہے جنکے پاس اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے پہننے وغیرہ ضروری مصارف کے بعد بس اندازہوتا ہو جس سے اپنے اون عزیزوں کی امداد کرسکیں یہاں ماں بہن چچا پھپی خالہ اگرچہ سب محارم ہیں مگر خالہ پھپی اون تین کے سامنے وارث نہیں لہذا اون میں اگر کوئی ویسا مرفہ الحال ہو تو خالہ پھپی پر نفقہ دینا واجب نہیں فی الدرالمختار وتجب ایضا لکل ذی رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولوکانت الانثی بالغۃ صحیحۃ اوکان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب نحو زمانۃ کعمی وبلۃ وفلج اولا یحسن الکسب فقیرا بحیث تحل لہ الصدقۃ ولو لہ منزل وخادم علی الصواب بدائع اھ ملخصا عالمگیری میں ہے لوکان لہ عم وعمۃ وخالۃ فالنفقۃ علی العم فان کان العم معسرا فالنفقۃ علیھما اب یہ دیکھنا رہا کہ ان تین وارثوں میں اسطرح کا مالدار کون ہے جس کا ہمنے بیان کیا اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عورت اگر اپنا کچھ نہ رکھتی ہو تو وہ مرفہ الحال نہ گنی جائے گی اور اوس سے نفقہ نہ لیا جائے گا اگرچہ اوس کا شوہر ہزاروں کا آدمی ہو والالزم ایجاب النفقۃ علی الاجنبی کما لایخفی پس اگر صورت مستفسرہ میں اون تینوں وارثوں سے صرف ایک ایسا مرفہ الحال ہی باقی نہیں تو اون دونوں بچوں کا نفقہ صرف اوس ایک پر واجب ہوگا خواہ ماں ہو یا بہن یا چچا اور اگر صرف دو مثلا ماں اور بہن مالدار ہیں چچا نہیں تو جس قدر اون بچوں کے کھانے پہننے میں صرف ہونا سمجھا جائے اوسکے پانچ حصے کریں دو حصے ماں سے لیے جائیں اور تین حصے بہن سے مثلا سوا روپے مہینے کا خرچ سمجھیں تو ۸ر ماں دے اور ۱۲ر بہن اور اگر چچا مالدار ہیں بہن نہیں تو تین حصے کریں دو تہائی ماں سے لیں ایک تہائی چچا سے اور اگر بہن چچا مالدار ہیں ماں نہیں تو چار سہام کریں ایک چوتھائی چچا دے تین حصے بہن۔ اور اگر تینوں مالدار تو چھ سہام کریں دو حصے ماں دے تین حصے بہن ایک حصہ چچا وذلک لما عرفت ان النفقۃ بقدر الارث وقد قال فی الہندیۃ الاصل فی ھذا ان کل من کان یحرز جمیع المیراث وھو معسر یجعل کالمیت واذا جعل کالمیت کانت النفقۃ علی الباقین علی قدر مواریثھم وکل من کان یحرز بعض المیراث لایجعل کالمیت فکانت النفقۃ علی قدر مواریث من کان یرث معہ الخ ومثلہ فی الدرالمختار وغیرہ وقد علمت انہ لیس ھھنا احد من الثلثۃ بحیث یحجب الباقین ویحرز کل المیراث فان کان احدھم معسرا لایجعل کالمیت ویعتبر فی التقسیم ثم یخرج من البین کما یفعل فی الخارج وبہ یتضح لک ما ذکرنا بتوفیق اللہ سبحنہ وتعالی واللہ تعالی اعلم

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ اس صورت میں ایک عورت مسماۃ ہندہ فوت ہوئی اور مادر اوسکی اور طفل شیرخوار اوسنے چھوڑا اور شوہر بھی اوس کا باقی رہا لیکن کوئی شخص ماں یا بہن یا پھوپھی وغیرہ شوہر ہندہ کا نہیں رہا ہے کہ پرورش اوس طفل شیرخوار کی کرے نانی اوس طفل مذکور کی پرورش کرتی ہے اور باپ اوس طفل کا نہیں چاہتا ہے کہ نانی کے پاس وہ لڑکا رہے تو اس حالت میں وہ لڑکا باپ کو عندالشرع دلایا جائے گا یا نانی کے پاس رہیگا اور اسباب وظروف وغیرہ کہ ہندہ متوفیہ کا جہیز ہندہ نے پایا تھا وہ بھی شوہر اوسکے نے اپنے تصرف میں کرلیا تو وہ مال واسباب متصرفہ شوہر ہندہ ملک اوس پسر صغیر کی ہوگا یا اوسکے باپ کے قبضہ میں رہیگا اور مصارف نان ونفقہ ایام رضاعت کا کسکے ذمہ چاہئے۔ بینوا توجروا

الجواب: صورت مسئولہ میں سات برس کی عمر تک پسر کی پرورش اوسکی نانی کا حق ہے باپ بلاوجہ شرعی اوسکا مزاحم نہیں ہوسکتا فی الدرالمختار الحضانۃ تثبت للام ثم ام الام والحاضنۃ اما او غیرھا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی اھ ملتقطا اور ہندہ نے جو کچھ اسباب اپنے جہیز میں پایا تھا سب اوسکی ملک تھا اور بعد اوسکی مرگ کے فرائض اللہ پر تقسیم پائے گا فی العقود الدریۃ کل احد یعلم ان الجھاز ملک البنت لاحق لاحد فیہا البتہ جس قدر مال حصہ نابالغ قرار پائے گا وہ پسر قبضہ اوسکے باپ ہی کا ہوگا مگر نہ مالکانہ بلکہ از راہ ولایت کہ باپ کے ہوتے ہوئے دوسرا شخص بچہ کا ولی اور اوسکے مال کا محافظ نہیں کما فی الدرالمختار وعامۃ الاسفار رہا یہ بچہ کا نان ونفقہ اور اجرت رضاعت وغیرہ مصارف کثیر ہیں اور اوسکا حکم یہ ہے کہ اگر بچہ نے اپنی ماں کے ترکہ یا کسی اور وجہ سے اتنا مال پایا ہے جسکے سبب اوسے شرعًا غنی کہا جائے اور زکوۃ دینا روا ہو تو یہ سب صرف خاص اوسی کے مال سے ہونگے باپ پر واجب نہیں کہ اپنے پاس سے صرف کرے ہاں ان مصارف کی کاربرداری بحکم ولایت باپ کے ذمہ ہوگی اور اگر بچہ کے پاس اتنا مال نہیں تو بیشک یہ صرف باپ کے ذمہ ہیں فی ردالمحتار عن الخیر الرملی ان الحضانۃ کالرضاع فلہا الاجرۃ من مال الصغیر ان کان لہ مال والا فمن مال ابیہ اھ ملخصا وفی الدرالمختار وتجب النفقۃ لطفلہ الفقیر فان نفقۃ الغنی فی مالہ الحاضر وتجب ایضا لکل ذی رحم محرم فقیرا بحیث تحل لہ الصدقۃ ولو لہ منزل وخادم علی الصواب بدائع اھ بالالتقاط فی ردالمحتار قولہ ولو لہ منزل وخادم وھو محتاج الیہما وھذا عام فی الوالدین والمولودین وذوی الارحام کما صرح فی الذخیرۃ اھ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ: ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اور ایک پسر شیرخوار جو زید کے
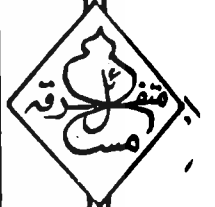
نطفے سے ہے واسطے پرورش کے ہندہ کے پاس چھوڑا اور اوسکی پرورش کے واسطے ماہانہ مقرر کردیا اب وہ لڑکا بعمر تین برس کچھ ماہ کے ہوا ہندہ نے نکاح ایک شخص سے کرلیا اب وہ لڑکا زید کو مل سکتا ہے یا نہیں اگر مل سکتا ہے تو کس عمر میں اور ہندہ اوسکو اپنے ماں باپ کے پاس چھوڑکر شوہر کے یہاں چلی گئی وہ عورت ہندہ کی مادر حقیقی نہیں ہے تو زید کے مقابلہ میں ہندہ کے ماں باپ کو استحقاق پرورش پسر مذکور حاصل ہو یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ سائل مظہر کہ ہندہ نے جس شخص سے نکاح کیا وہ لڑکے کا کوئی محرم نہیں بلکہ اجنبی شخص ہے اور ہندہ کی ماں اور نانی مرگئیں باپ اور سوتیلی ماں ہیں اور ہندہ کی سگی دادی اور خود لڑکے کی سگی دادی زندہ ہیں۔ پس صورت مذکورہ میں ہندہ کے باپ یا سوتیلی ماں کو لڑکے کے رکھنے کا کوئی حق نہیں بلکہ سات برس کی عمر تک اپنی دادی کے پاس رہیگا بعدہ باپ لے لیگا ماں کی دادی بھی لڑکے کی دادی کے ہوتے نہیں رکھ سکتی فی الدر المختار ثم بعد الام بان ماتت او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اھلیۃ القربی ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور واما ام ابی الام فتوخر عن الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر والام احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی اھ ملتقطا وفی رد المحتار عن الفتح یجبر الاب علی اخذ الولد بعد استغنائہ عن الام واللہ تعالی اعلم

مسئلہ :۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دیدی جسکو عرصہ پانچ سال کا ہوا اور اوسکا ایک لڑکا تھا وہ بھی تقریبا پانچ سال کا ہوا اب ہندہ نے نکاح ثانی کرلیا ہے اور اوس لڑکے کی نانی سوتیلی ہے اور خالہ نابالغ ہے اور اوسکی دادی اور پردادی اور دادا اور باپ موجود ہیں اس حالت میں لڑکا مذکور کس کے پاس رہنا چاہئے بیان کیجئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ سائل نے بیان کیا کہ عورت نے اجنبی شخص سے نکاح کیا جو اس لڑکے کا کوئی نہیں اور نانی سوتیلی ہے اور سگی نانی کی ماں بھی نہیں اور دادی حقیقی ہے پس اس صورت میں ماں کو اوس لڑکے کے رکھنے کا کوئی حق نہ رہا اور سوتیلی نانی کوئی چیز نہیں لڑکا سات برس کی عمر تک دادی یعنی اپنے باپ کی ماں کے پاس رہیگا پھر باپ لے لیگا درمختار میں ہے الحاضنۃ یسقط حقہا بنکاح غیر محرم الصغیر اوسی میں ہے ثم بعد الام ان ماتت او تزوجت باجنبی ام الام وان علت ثم ام الاب اھ مختصرا واللہ تعالی اعلم

مسئلہ :۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سماۃ نے انتقال کیا اور ایک لڑکا بعمر چھ سات ماہ کا شیرخوار چھوڑا اور شوہر سماۃ متوفیہ کی پھپی یعنی اوسکے باپ کی حقیقی بہن اور سماۃ متوفیہ کا ماموں موجود ہیں ان سب میں کسکو ولایت پرورش پہنچ سکتی ہے اور بحالت انکار اول حقدار کے دوئم درجہ میں کس کو پہنچیگی۔

الجواب:۔ جبکہ اوس لڑکے کی نہ نانی ہے نہ کوئی جوان بہن ہے نہ بھانجی نہ خالہ نہ پھپی نہ ماں کی خالہ نہ باپ کی خالہ صرف ماں کی پھپی ہے اور وہ بیوہ ہے جیساکہ سائلوں نے بیان کیا تو اس صورت میں لڑکا سات برس کی عمر تک ماں کی پھپی کے پاس رہیگا اوسکے ہوتے ہوے باپ کو بھی اختیار نہیں ماں کا ماموں تو بہت بعید ہے اور جبکہ لڑکے کے باپ کی پھپی بھی حسب بیان سائلان نہیں غرض ماں کی پھپی کے سوا کوئی عورت جسے حق حضانت ہو موجود نہیں تو ماں کی پھپی کو اوس سے انکار کا اختیار نہیں۔ البتہ اس پرورش کی اُجرت لینی چاہے تو باپ کو دینی ہوگی۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے الحضانۃ تثبت للام ثم ام الام ثم ام الاب وان علت ثم الاخت لاب وام ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم الخالات ثم العمات ثم خالۃ الام ثم خالۃ الاب ثم عمات الامھات والاباء بھذا الترتیب ثم العصبات بترتیب الارث اوسی میں ہے ولا تقدر الحاضنۃ علی ابطال حق الصغیر ولو لم یوجد غیرھا اجبرت بلا خلاف و تستحق اجرۃ الحضانۃ وھی غیر اجرۃ ارضاعہ ونفقۃ مج عن السراجیۃ اھ ملخصین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از ریاست رامپور محلہ چاہ شور مرسلہ منا خاں صاحب۔ ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقت وفات اپنی ایک زوجہ منکوحہ اور ایک پسر نابالغ اور دو لڑکیاں نابالغہ ہیں وراثت مع الحصر چھوڑکر وفات پائی اور بعد وفات مذکور کے اوسکی منکوحہ وارثہ نے بقضاء الٰہی وفات پائی اب ایک لڑکا نابالغ اور دو لڑکیاں نابالغہ بطن سماۃ متوفیہ سے باقی رہی سماۃ متوفیہ مذکورہ کا دادہیال اور نانھیال میں سے کوئی ذکور اور اوناث میں سے نہیں ہے اور زید مرحوم مذکور کے دو چچازاد بھائی ہیں اور ایک عورت حسینی متوفیہ مرحومہ کو بطور فرزندی پرورش کیا تھا دعویدار ہیں کہ ولایت ان ہر سہ نابالغ صغیر کی ہمکو پہنچتی ہے پس ولایت صغیران مذکور برادران زید متوفی جو چچازاد بھائی زید کے ہیں اور وہ عورت جسنے منکوحہ زید کو فرزندانہ پرورش کیا تھا ان دونوں میں کس کو حسب شرع شریف حق ولایت نابالغان حاصل ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ سائل مظہر کہ پسر کی عمر گیارہ سال ہے اور ایک دختر کی دس سال اور دوسرے کی تین سال پس صورت مستفسرہ میں لڑکا جوان ہونے تک زید کے چچازاد بھائی کے پاس رہیگا اور لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کرنے کی ولایت بھی بھائیوں کو ہے مگر لڑکیاں اون میں سے کسی کو سپرد نہ کی جائیں گی قاضی شرع پر

فرض ہے کہ اون کے رکھنے کے لیے کوئی عورت صالحہ متدینہ امینہ تجویز کرے کہ تابلوغ یا جب تک شادی نہ ہو لڑکیاں اوسکی حفاظت میں رہیں اور ان تینوں نابالغوں کا جو مال ہے اگر ان کے باپ یا دادا کا کوئی وصی موجود ہے یعنی جسے وہ اپنے مال یا اولاد کی حفاظت ونگہداشت کی وصیت کرگئے ہوں یا وہ نہ ہو تو ایسے وصی کا جو وصی ہو اوسکی حفاظت میں سپرد کیا جاوے ورنہ اوسکے لیے بھی قاضی شرع پر فرض ہے کہ امین صالح دیندار قادر نیک مسلمان تجویز کرے جو قرآن پر سچا ایمان رکھے یتیم کے مال کو آگ جانے اور اللہ اون سب کا حساب لینے والا ہے رہی وہ عورت جس نے ان کی ماں کو پالا تھا اوس کا اصلاً کوئی حق نہیں ہاں لڑکیوں کی حفاظت کے لیے اگر قاضی شرع کی رائے میں وہ عورت ہی انسب ہو تو اوسے دیدے مگر نکاح یا حفاظت مال میں اوس کا کوئی اختیار نہ ہوگا منہاج وخلاصہ وتاتارخانیہ وحاشیۃ الخیر الرملی ورد المحتار میں ہے ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ اولی الاقرب فالاقرب غیر ان الانثی لاتدفع الا الی محرم تحفۃ الفقہاء وبحر الرائق ورد المحتار میں ہے ان لم یکن للجاریۃ غیر ابن العم فالاختیار للقاضی ان راٰہ اصلح ضمہا الیہ والا توضع علی ید امینۃ اھ قال الشامی ما فی التحفۃ عللہ فی شرحہا البدائع بقولہ لان الولایۃ فی ہذہ الحالۃ الیہ فیراعی الاصلح اھ وھو ظاھر فی انہ لاحق لابن العم فی الجاریۃ مطلقا الخ تنویر الابصار میں ہے ولیہ ابوہ ثم وصیہ (بعد موتہ، ثم وصی وصیہ) ثم جدہ ثم وصیہ (ثم وصی وصیہ) ثم القاضی اھ مزیدا من الدر المختار واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ:۔ از پیلی بھیت پنجابی ٹولہ۔ مرسلہ شیخ عبدالعزیز ۱۴ ؍شوال ۱۳۲۱ھ

(شجرہ حاجی کفایت اللہ متوفی)

(زوجہ اولی حیات نجم النساء)

مادر ایک بہنیں دو دو لڑکے چہار لڑکیاں تین لڑکے نابالغ

[illegible] [illegible] سماۃ اللہ جلائی احسان الحق عبد الحق عجائب النسا حبیب النسا لطیف النسا جمیل النساء عمر ۱۲ سال فضل حق نابالغ ریاض الحق عمر ۹ سال ضیاء الحق نابالغ عمر ۸ سال

(زوجہ ثانی متوفیہ حمید النسا)

دو لڑکیاں

کریم النسا بالغہ احمدی بیگم نابالغہ

حاجی کفایت اللہ نے انتقال کیا اور اونھوں نے اپنی ایک مادر جو سن خرافت کو پہنچ گئی ہیں اور ہوش وحواس اون کے قائم نہیں ہیں اور دو بہنیں اور ایک زوجہ اور اسی زوجہ حیات سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں اور دوسری زوجہ متوفیہ سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں فریق اول یعنی زوجہ اولٰی کی اولاد سب بالغ ہے

اور فریق ثانی یعنی زوجہ ثانیہ کی اولاد بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں فریق اول چونکہ بالغ اور غالب تھے اور فریق ثانی نابالغ اور مغلوب لہذا فریق اول کو ہمیشہ فریق ثانی کے ساتھ بوجہ سوتیلے پن کے قدرتی مخالفت ہی چنانچہ ان نابالغان کے سوتیلے بہن بھائی بہ اتفاق نجم النسا سوتیلی ماں کی والدہ نابالغان کے مخالف اور درپے تخریب ایذارسانی و دل آزاری رہی اور شرکت شادی و غمی اور ملنا جلنا تا حیات متوفیہ حمید النساء والدہ نابالغان قطعی ترک رہا مگر حین حیات حاجی کفایت اللہ اون کی عداوت کا کوئی اثر پورے طور پر ظاہر نہیں ہو پایا لیکن بعد وفات حاجی کفایت اللہ فریق اول کی عداوت فریق ثانی کے ساتھ بخوبی ظاہر ہو گئی چنانچہ اوسکے وجوہات یہ ہیں۔

۱ یہ کہ بعد وفات حاجی کفایت اللہ ان میں سے نابالغوں کو جو سب سے چھوٹے اور اون کے اختیار میں تھے ایک خادمہ کے سپرد کر کے گڑھی مانکپور کو جو جائے سکونت سے ایک مسافت بعید پر واقع ہے باقی اعزا و اقارب سے جدا کر کے روانہ کر دیا چھ ماہ تک اون کو لاوارث حیثیت سے چھوڑ رکھا جسکی وجہ سے اون کو طرح طرح کی خورد و نوش وغیرہ کی تکلیف اور اذیتیں پہونچیں۔ ۲ یہ کہ جملہ آمدنی اون کے حصص واقعہ میں سے اپنے صرف میں لا چکے ہیں اور اون کے مصارف کی کوئی خبرگیری نہیں کرتے۔ ۳ یہ کہ بہت سے اشیاء منقولہ زر نقد و زیورات و اشیاء خانگی جو نابالغان سے تعلق رکھتے ہیں ان لوگوں نے مخفی کر لیں اور ظاہر نہیں کیں اور دیون مورث کے وصول کر کے تصرف ذاتی اپنے میں لائے۔ ۴ یہ کہ طریقہ زندگی سوتیلے بھائیوں ان نابالغان کا ناشائستہ اور غیر مہذب بدچلنی کے ساتھ ہے۔

سوال

حاجی محمد کفایت اللہ متوفی نے انتقال کر کے اس شجرہ مذکورہ بالا کے مطابق ورثا چھوڑے اب ان اولاد نابالغان زوجۂ ثانی متوفیہ۔ فضل حق۔ ضیاء الحق۔ ریاض الحق و احمدی بیگم کا حق ولایت جان و مال از روئے شرع شریف ان اولیا میں سے بمقابلۂ وجوہات بالا کے کس کو پہنچتا ہے۔

اخ لاب۔ اخ لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب وام۔ جدہ صحیحہ۔ عمہ۔ عم عبد الحق۔ احسان الحق۔ عجائب النسا۔ لطیف النسا۔ حبیب النساء۔ جمیل النسا۔ کریم النساء۔ اللہ ملائی نجم النسا صاحب النسا

الجواب ۔ حق حضانت میں لڑکے سات اور دختر میں نو برس کی عمر تک رہتا ہے اوسکے بعد عصبہ کے پاس رہینگی جو عصوبت میں مقدم ہے یہاں بھی مقدم ہے بشرطیکہ فاسق بدچلن نہو اوس سے صغیر پر اندیشہ نہ ہو اور دختر کے لیے اوسکا محرم ہونا بھی شرط۔ اور سات یا نو برس کی عمر تک جو حق حضانت میں عورات ذوات فروض مثل مادر و خواہر پھر ذوات رحم مثل خالہ و عمہ عصبات پر مقدم ہیں اون میں شرط یہ ہے کہ صغیر کے نامحرم کے نکاح میں نہوں ورنہ بچے ماں کو بھی سپرد نہ کیے جائیں گے جہاں شرائط حضانت کی

جامعہ کوئی عورت نہوگی حضانت عصبات پھر ذوی الارحام ذکور کی طرف بترتیب انتقال کریگی اور دختر کیلئے
وہی محرمیت ضرور ہوگی پھر اگر کوئی ذی رحم ان بچوں کے حق میں قابل اعتماد نہ ہو تو ذی علم دیندار خداترس
مسلمانان شہر کہ کوئی بدعت کفریہ مثل نیچریت ورفض وغیرہما نہ رکھتے ہوں نہ مکذبان باری عزوجل یا منکران
ختم نبوت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسلمان جانتے ہوں جمع ہو کر کسی ایسے ہی متدین لائق کو بچوں کی
حفاظت کے لیے تجویز کریں اور لڑکیاں بالخصوص کسی ایسی ہی عورت عاقلہ امینہ قادرہ کو سپرد کی جائیں جو
نامحرم کے نکاح میں نہو نہ ایسوں کے یہاں رہتی ہو جنسے بچوں پر مضرت واذیت کا اندیشہ ہو اور یہ شرط عدم
نیچریت ورفض وغیرہ بدعات کفریہ کہ ہمنے ان رائے دہندوں کے لیے ذکر کی مطلقاً ہر عورت ومرد میں ضرور ہے
جسے حضانت یا حفاظت جان یا مال کی دی جائے بچوں کے مال کو ولایت باپ کے بعد باپ کے وصی کو ہے
یعنی جسے وہ کہہ کر مرا ہو کہ میری اولاد کی غور پرداخت کرنا یا کہا ہو میری جائداد کی نگہداشت کرنا۔ وصی نہو تو
وصی کا وصی وہ بھی نہو تو دادا پھر دادا کا وصی پھر اوسکے وصی کا وصی اور ان میں کوئی نہو تو پھر وہی حکم ہو
کہ ذی علم متدین مسلمان نہایت غائر نظر سے مشورہ کر کے کسی ایسے ہی مسلمان کو محافظ مقرر کریں جو یتیم کے
مال کو آگ جانتا ہو اور جس شہر میں کوئی عالم دین معتمد سنی المذہب فقیہ متدین موجود ہو تو ان امور میں

رائے اوسی کی معتبر ہے اور جہاں ایسے چند عالم ہوں وہاں جو اون سب میں زیادہ علم والا ہو اوسپر نظر ہے
جب کوئی مستحق حضانت وولایت مال نہو تو وہ عالم شہر اپنی رائے سے بلحاظ امور مذکورہ بچوں کی سپردگی جان و
مال کے لیے رجال ونساء باوصاف مذکورہ تجویز کرے شریعت کی ایسی باتوں میں جہاں قاضی اسلام نہو اوس
عالم شہر کی رائے رائے قاضی اسلام کی مثل ہے اور مسلمانوں پر اوسکا اتباع لازم ہے گورنمنٹ نے معاملات
مثل نکاح وطلاق وحضانت وولایت ووراثت ووصایت میں مسلمانوں کو آزادی دی ہے وہ ہرگز مجبور نہیں
کرتی کہ تم ان امور کو اپنی شرع کے مطابق باہم فیصلہ نہ کرلو بلکہ وہ خود ان امور میں شریعت وفتویٰ کی طرف
رجوع کرتی ہے جہانتک میرا خیال ہے یہ امور اسی قبیل سے ہیں اور اگر فی الواقع ایسا نہیں بلکہ آزادی
کسی حد تک محدود کی گئی ہے تو جہاں تک آزادی ہے اوسپر کارروائی لازم ہے واللہ الموفق درمختار میں ہے
الحاضنۃ احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی واحق بہا حتی تشتہی
وقدر بتسع وبہ یفتی ردالمحتار میں ہے فی حاشیۃ البحر للرملی فی المنہاج والخلاصۃ والتاتار
خانیۃ ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ اولی الاقرب
فالاقرب غیر ان الانثی لاتدفع الا الی محرم تنویر الابصار میں ہے الحضانۃ تثبت للام الا
ان تکون مرتدۃ او غیر مامونۃ او متزوجۃ بغیر محرم ثم ام الام ثم ام الاب ثم الاخت

لاب وام ثم لام ثم لاب ثم الخالات ثم العمات كذلك درمختار میں ہے ثم العصبات بترتیب الارث سوی فاسق ومعتوہ ثم اذا لم یکن عصبة فلذوی الارحام برہان وعینی وبحر ردالمحتار میں ہے فی البدائع لوکانت الاخوة والاعمام غیر مامونین علی نفسہا او مالہا لا تسلم الیہم وینظر القاضی امرأة ثقة عدلة امینة فتسلمہا الیہا حتی تبلغ درمختار میں ہے الحاضنة یسقط حقہا بنکاح غیر محرمہ ای الصغیر وکذا بسکناہا عند المبغضین لہ اسی میں ہے ولیہ فی المال ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم جدہ الصحیح ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم القاضی حدیقہ ندیہ میں ہے فی العتابی اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور موکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیہم فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمہم جب یہ مسائل معلوم ہولیے اب صورت مستفسرہ کی طرف چلئے فضل حق وضیاء الحق تو حد حضانت سے نکل چکے ہیں کہ اونکی عمریں سات سال سے زائد ہیں اونھیں چاہیئے تھا کہ عصبات کے سپرد ہوں عصبہ یہاں سوتیلے بھائی ہیں جنھیں سائل بدچلن بتاتا ہے اور نابالغوں کا بدخواہ ودشمن بھی اور فی الواقع سوتیلوں میں خصوصًا جہاں جائداد کا قدم درمیان ہو بدخواہی نہونا ہی تعجب ہے تو لازم ہے کہ ان دونوں بچوں کے لیے کوئی اور عصبہ دیندار معتمد بشرائط مذکورہ تلاش کیا جائے سائل نے زبانی احمدی بیگم کو ریاض الحق سے بھی چھوٹی بتایا تو یہ دونوں ابھی حضانت طلب ہیں۔ اللہ جلائی کو سائل مختل الحواس بتاتا ہے اور کریم النسا حقیقی بہن بچوں کے نامحرم کے نکاح میں ہے یوہیں سوتیلی بہنیں بھی اور اونکا نامعتمد ہونا علاوہ۔ بچوں کی کوئی خالہ بیان میں نہ آئی پھپیوں کی نسبت بھی مسموع ہوا کہ نامحرموں کے نکاح میں ہیں اس تقدیر پر ان کی حضانت بھی بھائیوں کی طرف آتی ہے مگر اون میں وہی موانع ہیں تو اسکے لیے بھی کوئی عصبہ اور وہ نہو تو ذو رحم تلاش کرنا چاہیئے اور احمدی بیگم کے واسطے اوسکا محرم بھی درکار۔ یہ حفاظت جان تھی رہی سپردگی مال اوسکے لیے لازم کہ باپ کا وصی یا وصی وصی یا دادا یعنی پدر پدر کا وصی یا وصی وصی کی تحقیق کریں مثلاً حاجی کفایت اللہ نے اگر کریم النسا یا اپنی بہن نجم النسا یا صاحب النسا یا جس کسی شخص کو ان بچوں یا اپنی جائداد کی نگہداشت کی وصیت کی ہو نابالغوں کے مال اوسی کو سپرد کیے جائیں گے یہ تین مقام تلاش وتحقیق کے ہیں ان میں سے جس میں بعد تلاش بھی کوئی شخص اون شرائط کا نہ ملے تو عالم شہر کی رائے لی جائیگی۔ یہ مسئلہ بیلی بھیت کا ہے اور وہاں اون صفات مذکورہ کا کوئی عالم نہیں سوا مولنا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت فیوضہم کے تو اون کی طرف رجوع لازم اور اون پر واجب کہ بعد غور تمام وتحقیقات تام جملہ مسائل مذکورہ ومصالح نابالغین وما لہم وما علیہم پر نظر غائر فرما کر جزم واحتیاط کامل سے کام لیں اور ذی رائے دیندار اہلسنت عمائد شہر کو رائے
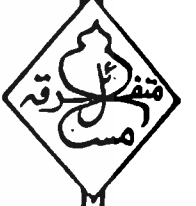
وشوری میں شریک کریں وباللہ العصمۃ والتوفیق واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ :-

ایک عورت کا خاوند فوت ہوگیا بعد انتقال دوماہ اوس عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور بعد چندے زمانۂ عدت گزرنے پر عورت نے نکاح ثانی کرلیا۔ پرورش اوس بچے کی ابتک کہ قریب تین سال کے ہوے وہ عورت کرتی ہے اوس بچہ کے دادا نے اس درمیان میں یہ چاہا تھا کہ اوس بچہ کی پرورش میں کروں لیکن اوس عورت نے نہیں دیا اور کہا کہ بعد ہوشیار ہوجانے کے لے لینا اب صورت مسئولہ یہ ہے کہ اوس بچہ کی پرورش اوسکی والدہ کب تک کرنے کی مستحق ہے اگر دادا بچہ کا اوس بچہ کو اپنے پاس رکھنے کو لیوے تو اوسکی ماں کو بطریقۂ شرعی کچھ خوراک یا نقد معین کرنا یا معاوضہ میں دینا چاہئیے یا نہیں اور اوس زیور میں اوس لڑکے کا کچھ حق ہے یا نہیں جو اوسکی ماں کے پاس ہے اگر ہے تو کسقدر بینوا توجروا

الجواب :- عورت نے اگر پسر کے محرم مثلاً حقیقی چچا سے نکاح کیا ہے تو لڑکا سات برس کی عمر تک ماں ہی کے پاس رہیگا اور اس مدت تک عورت اوسی کے پالنے پر ماہانہ پائے گی۔ جس کا وجوب لڑکے کے مال میں ہوگا اور لڑکے کا مال نہ رہے تو اوسکے دادا پر ہوگا فی الدرالمختار تستحق الحاضنۃ اجرۃ الحضانۃ وھی غیر اجرۃ ارضاعہ ونفقتہ کما فی البحر عن السراجیۃ وکتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی مال المحضون لولہ والا فعلی من تلزمہ نفقتہ قال شیخنا وقواعدنا تقتضیہ فیفتی بہ اھ مختصرا وفی رد المحتار عن الشامی عن البرجندی تجبر الام علی الحضانۃ اذا لم یکن لھا زوج والنفقۃ علی الاب قال الفقیہ ابو جعفر تجبر وینفق علیھا من مال الصغیرۃ وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث اھ مختصرا ہاں اگر لڑکے کی کوئی قریب رشتہ دار عورت لائق حضانۃ مثلاً خالہ یا پھپی بلا اجرت حضانۃ پر راضی ہو تو اس صورت میں کہ لڑکا مال رکھتا ہے اور اوسکا مال بچانے کو لڑکے کی ماں سے کہا جاوے گا یا تو تو مفت اپنے پاس رکھ یا اوس دوسری عورت کو دیدے کہ مفت پرورش کرے فی رد المحتار انکان المتبرع غیر اجنبی والصغیر لہ مال یقال للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ مثلا المتبرعۃ صونا لمالہ لو لہ مال اور جس عورت نے نکاح کیا لڑکے کا محرم نہیں تو عورت کا حق حضانت ساقط ہوگیا لڑکا اوس سے فوراً لے لیا جائے اور نانی وہ نہو تو دادی پھر بہن پھر خالہ پھر پھپی جو ان میں جوان قابل حضانت ہو کہ لڑکے سے اجنبی کے نکاح میں نہو اوسی کے پاس سات سال کی عمر تک رکھا جائے اور عورتوں میں کوئی ایسی نہ ہو تو دادا لیلے۔ جو زیور اوسکے باپ نے اوسکی ماں کو ہبہ کردیا ہو اوس میں لڑکے کا کچھ حق نہیں ورنہ بعد فرض اصحاب فرائض باقی سب

لڑکے کا ہے مثلاً اوسکے باپ کا سوا زوجہ و پدر و پسر کے کوئی وارث نہو تو بعد دین و وصیت ۲۴ حصّہ ہوکر ۳ حصے زوجہ اور چار والد اور سترہ پسر کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ۷ رشعبان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور ایک لڑکا ایک لڑکی نابالغ اور ایک بیٹی بالغہ منکوحہ بیوہ اور ایک بھائی چھوڑکر انتقال کیا۔ زوجہ نے کہ اس بچے کی ماں ہے ایک اجنبی آدمی سے نکاح کرلیا جو ان بچوں کا رشتہ دار نہیں لڑکا چار برس کا ہے اور لڑکی آٹھ برس کی اوس کی ماں ایک جگہ اوس کا نکاح کیا چاہتی ہے چچا وہاں راضی نہیں بلکہ اپنے بھتیجے یعنی دوسرے بھائی کے پسر سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس صورت میں اون نابالغوں کا اختیار ماں کو ہے یا چچا کو اور اونکے رکھنے کا اختیار کسے ہے۔ نابالغوں کی نانی دادی کوئی نہیں خالہ اور دو پھپیاں اونھیں اپنے پاس رکھنے پر راضی نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- صورۃ مستفسرہ میں اون نابالغوں کے نکاح کا اختیار چچا کے سوا کسی کو نہیں اوسکے ہوتے ہوئے ماں نکاح میں کچھ دخل نہیں رکھتی فی تنویر الابصار ان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام اور جبکہ وہ اپنا نکاح ایک اجنبی شخص سے کرچکی تو اوسے ان بچوں کے رکھنے کا بھی اختیار نہیں فی الدر المختار الحضانۃ للام الا ان تکون فاجرۃ او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر اھ مختصرا بلکہ لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک اپنی بیوہ بہن کے پاس رہیں اور وہ نہ رکھے تو خالہ کے پاس وہ بھی قبول نہ کرے تو پھپیوں کے پاس فی الدر المختار ثم بعد الام بان ماتت او لم تقبل او تزوجت باجنبی ام الام ثم ام الاب ثم الاخت ثم الخالات ثم العمات اھ مختصرا و فی رد المحتار الحاضنۃ لاتجبر اذا لم تتعین لہا لان المحضون لایضیع حقہ لوجود من یحضنہ غیرہا وتجبر اذا تعینت لعدم من یحضنہ غیرہا اھ ملتقطا وتمام تحقیقہ فیہ ہذا حاصل ما وفق بہ بین نقلین مختلفین و فی الدر المختار الحاضنۃ اما او غیرہا احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی وبالصغیرۃ حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی اھ بالالتقاط واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ۱۰ رجمادی الآخرہ ۱۳۰۷ھ

زن و شوہر میں نااتفاقی ہے ان کی لڑکی کی عمر قریب چھ برس کے ہے شوہر نے جبر کرکے اوسکو ماں کے پاس سے علیحدہ کرلیا ہے اور اوسکو ماں کے پاس نہیں آنے دیتا ہے پس اس صورت میں حکم
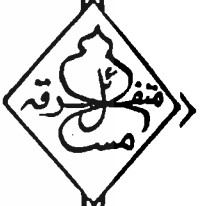
شرع شریف استفسار ہے کہ لڑکی کس کے پاس رہے اور حق ماں کو لڑکی کے رکھنے کا کے برس کی عمر تک ہے اور باپ لڑکی کا بحالت موجود ہونے لڑکی کی ماں کے مستطیع ہے اور اوسکی تعلیم اچھی طرح کرسکتی ہے لڑکی کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں اور باپ لڑکی کا غیر مستطیع ہے فقط بینوا توجروا۔

الجواب:۔ لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہیگی بعدہ باپ کو دیدی جائے گی اس سے پہلے جب تک ماں میں کوئی اور مسقط حضانت نہ ثابت ہو کسی کو بلا وجہ شرعی اس سے لینے کا اختیار نہیں۔ فی الدر المختار الام والجدۃ احق بہا حتی تشتھی وبہ یفتی اوسی میں ہے وقدر بتسع وبہ یفتی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از رنگون سورتی بازار دکان نمبر ۲۶۵ مرسلہ شیخ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر کی دو لڑکیاں زبیدہ اور ہندہ تھیں زبیدہ کا نکاح خالد سے ہوئی اور ہندہ کی نکاح بکر کے لڑکے ولید سے۔ ولید سے ہندہ کو ایک لڑکا زید تولد ہوا بعد کو ولید انتقال کر گیا کچھ عرصہ بعد زبیدہ جو کہ خالد کے نکاح میں تھی گزر گئی اوسکے بھی چند اولاد ہیں بعد ایک عرصہ کے عمرو نے سنت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمجھ کر بیوہ ہندہ کی نکاح اپنی مرحوم لڑکی زبیدہ کے خاوند خالد سے کردی یہ بات ہندہ کے اگلے شوہر ولید باپ بکر کو ناگوار گزرا اور ولید کے لڑکے زید کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور اوس لڑکے کو اوسکے والدہ سے اور والدہ کے رشتہ داروں سے ملنے جلنے نہ پائے اسکا سخت بندوبست کیا اسطرف اب زید کی والدہ جو نکاح ثانی کر چکی ہے لڑکے کے فراق میں سخت بے چین ہے روز و شب لڑکے کو یاد کرتی ہے اوس بچے سے کسی طرح بھی ملنا چاہتی ہے حتی کہ ہندہ کی صحت بھی بگڑ چکی ہے اس سبب سے ہندہ کے والد عمر بھی بے چین ہیں اور بہت ذریعے سے بکر سے عرض کر چکے ہیں حتی کہ ایک جلسے جماعت مسلمین میں بھی یہ طے پایا کہ بکر کو جماعت کی طرف سے عرض کیا جاوے کہ زید کو اوسکی والدہ ہندہ کے پاس وقتاً فوقتاً کچھ دیر ملاقات کے لیے بھیجا کرے مگر پھر بھی نتیجہ کچھ حاصل نہوا اب سوال یہ ہے کہ یہ فعل بکر کا جائز ہے یا نہیں کس طرح کے حقوق اسوقت ایک دوسرے پر ہیں کیا بکر پر فرض نہیں کہ زید کو اوسکے والدہ کے پاس صرف ملاقات کے لیے بھیجا کرے کیا ایسے افعال اور جبر سے نکاح ثانی جو کہ نہایت ضروری سنت شریف ہے کہ کرنے میں رکاوٹیں پیدا نہ ہونگی خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ہند میں اکثر یہ مذموم رسم جاری ہے کہ نکاح ثانی نہیں کرتے کیا والدہ بیچاری جسکی محبت بچے کے ساتھ اظہر من الشمس ہے خصوصاً بچہ جبکہ ۷۔۸۔۹ سال ہی کا ہو اتنا بھی حق نہیں رکھتی ایک آدھ مرتبہ بچے کی صورت دیکھ لے۔

الجواب:۔ اگر ماں دوسرا نکاح نہ بھی کرے تو لڑکا سات برس کی عمر کے بعد اوسکے پاس نہ رکھا جائیگا دادا لے لیگا اور اگر سات برس سے کم عمر ہو اور ماں دوسرا نکاح نہ کرے یا کرے تو لڑکے کے محرم یعنی چچا سے تو لڑکا سات کی عمر ہونے تک ماں کے پاس رہیگا دادا انہیں نے سکتا لیکن جب لڑکے کے نامحرم مثلاً خالو سے نکاح کرلے جیسا یہاں ہوا تو اس نکاح کرنے کو جو برا کہے گا سخت گنہگار ہوگا لیکن شوہر دوم نامحرم ہونے کے سبب لڑکا ماں سے لے لیا جائیگا یہ سب مسائل درمختار وغیرہ عامہ کتب میں مصرح ہیں مگر ان کا یہ مطلب نہیں کہ بچہ ماں سے بالکل تڑا لیا جائے اوس سے ملنے تک نہ دیں یہ حرام اور سخت حرام ہے سنن ابن ماجہ میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لعن اللّٰہ من فرق بین الوالدۃ وولدھا اللہ کی لعنت ہے اوس پر جو ماں اور اوسکے بچے میں جدائی ڈالے بکر پر لازم ہے کہ اس حرکت سے توبہ کرے اور بچے کو اوسکی ماں سے ملنے دے اور بلا وجہ ایذائے مسلمان کا شدید وبال اپنے سر نہ لے صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اوس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اوس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از حسن پور ضلع سارن مسئولہ شاہ حمید احمد۔ ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے باپ۔ بی بی اور دس سالہ لڑکی نابالغہ چھوڑ کر انتقال کیا زید کی بی بی نے بعد ایام عدت زید کے ایک ایسے بھائی سے عقد ثانی کرلیا جو بعد وفات پدر زید کے اوسکے ترکہ کا وہی وارث جائز ہے اور مکان بھی اوسکا بالکل زید کے مکان سے متصل ہے اور زید کے ہر جز و جائداد میں حصہ دار بھی ہے اور لڑکی زید کی آجتک پرورش اور پرداخت میں اپنی ماں کے ہے ایسی صورت میں حق پرورش وپرداخت وولایت نکاح کا لڑکی کی ماں کو حاصل ہے یا نانا دا کو باوجودیکہ لڑکی ہنوز پرورش وپرداخت میں اپنی ماں کی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ لڑکی کے نکاح یا اوسکے مال کی نگہداشت کا حق تو باپ کے بعد دادا کے سوا کسی کو نہ تھا پاس رکھنے کا حق ماں کو تھا جب لڑکی نو برس کی ہوئی وہ بھی ختم ہوگیا اب دادا اوسے لے لیگا ماں یا چچا کسی کو تعرض کا اختیار نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ از ریاست جاورہ سڑک رتلام دروازہ۔ مرسلہ چھوٹے خاں بمعرفت سید حسن انسپکٹر ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حامد لا ولد کو صاحب اولاد نے اپنی ایک دختر بسبب محبت ویگانگت وہمدردی اسلامی لوجہ اللہ دیکر یہ اختیار دیدیا کہ اب یہ لڑکی تمہاری ہے ہمارا کسی قسم کا اس پر دعوی جھگڑا نہیں ہے اس کو بطور اولاد کے تم پرورش کرو اور جہاں چاہو اسکی شادی وغیرہ کردینا ہمیں کوئی تعلق نہیں چنانچہ حامد نے دس گیارہ سال تک اوس دختر کو بطور اولاد خود اپنے پاس رکھکر اپنے صرفہ سے پرورش کیا اور اب جبکہ دختر ہوشیار ہوئی تو زید نے بباعث طمع یا جو کچھ ہو اپنی طرف اوسکو لوٹنا چاہا اور حامد اوسکے دینے سے انکاری ہے تو ایسی صورت میں عند الشرع دختر مذکورہ اوسکے والدین کو دلائی جاسکتی ہے یا نہیں اور اگر دلائی جاسکتی ہے تو کیا بدلا ادائے صرفہ پرورش دختر۔

الجواب:۔ دختر کا ہبہ کردینا باطل ہے نہ وہ باپ کی ملک تھی نہ حامد کی ملک ہوگئی اور اب کہ بالغہ ہوئی یا قریب بلوغ پہنچی جب تک شادی نہ ہو ضرور اوسکا باپ کے پاس رہنا چاہیے یہانتک کہ نوبرس کی عمر کے بعد سگی ماں سے لڑکی لے لی جائے گی اور باپ کے پاس رہیگی نہ کہ اجنبی جسکے پاس رہنا کسی طرح جائز ہی نہیں بیٹی کرکے پالنے سے بیٹی نہیں ہوجاتی۔ اوس نے جو خرچ کیا اپنی اولاد بنا کر کیا نہ بطور قرض لہذا ایسی کا بھی مستحق نہیں، واللہ تعالی اعلم

بَابُ النفقة

مسئلہ:۔ ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں اور عدت گزرچکی اب عورت کا نفقہ زید پر واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر فی الواقع عدت گزرچکی (یعنی حاملہ تھی تو وضع حمل ہوگیا ورنہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہوکر ختم ہولیے) تو اب نفقہ واجب نہیں کہ مطلقہ کا نفقہ عدت تک ہے بعد عدت کوئی علاقہ باقی نہیں جسکے سبب نفقہ لازم ہو فی رد المحتار النفقۃ تابعۃ للعدۃ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ:۔ از ٹونک محلہ قافلہ مرسلہ مولوی سید ولی اللہ صاحب۔ ۲۱ شوال ۱۳۰۹ھ

بعالیجناب فیض مآب حضرت مولنا وبالفضل اولانا قبلہ وکعبہ ام مولنا احمد رضا خانصاحب دام اللہ فیضہ

بس از تسلیم نیاز معروض می دارد۔ نقل اقرارنامہ بذریعۂ عریضۂ ہذا خدمت شریف میں ابلاغ ہو کر دریافت طلب یہ امر ہے کہ اوسکے مدعیہ مسماۃ رقیہ بیگم کو اختیار حاصل ہے کہ بصورت ہونے تکلیف کے اپنے والدین کے مکان پر جاکر ہمیشہ رہی یا نہیں اور جواز اس کا شرع سے ہے یا نہیں۔ اول یہ تکلیف ہے نان نفقہ جو پہلے دیتا تھا نہیں دیتا باوجود مقدوری کے دوسرے سخت وسست بولتا ہے تیسرے بدعہدی کرتا ہے کہ حق زوجہ ادا نہیں کرتا ہے چوتھے والدین کے مکان پر حسب اقرار جانے نہیں دیتا۔ پانچویں ولد نہ تھا کہ مہر معجل دوں گا اور ڈگری بھی شریعت سے ہوگئی یکمشت دلانے کے آجتک نہیں دیا برخلاف اوسکے اعتبار دیے ہیں باقی ہنوز بے وصول ہیں اور یہ بھی مسماۃ کہتی ہے اگر مکان مسکونہ جو متصل والدین کے ہے اور اوس میں تکلیف ہے دیگر محلہ میں رہنے تو نہیں رہنے دیتا یہ درخواست بھی قابل لحاظ ہے یا نہیں (نقل اقرارنامہ)

(مہر شریعت) ناظم شریعت۔ مینکہ سید احمد علی بن سید اکبر علی مرحوم ساکن کالی پلٹن ام جو کہ مسماۃ رقیہ بیگم زوجہ مظہر نے نسبت میرے دعویات تکلیفات قسم قسم وزر مہر وغیرہ دائر عدالت شرع شریف کیے ہیں بنابراں فی الحال اقرار کرتا ہوں و لکھے دیتا ہوں کہ میں آئندہ کسی قسم کی تکلیف مسماۃ مذکورہ کو نہ دوں گا اور حسن سلوک خود سے سب طرح رضامند رکھا کرونگا اگر خلاف حکم شرع کے کوئی بات نسبت مسماۃ مذکورہ کروں اور زوجہ میری مجھ سے ناراض ہو تو بدل اس بدعہدی کا اوس صورت میں حسب تحریر معاہدہ ہذا کے مدعیہ اختیار رکھتی ہے کہ اپنے والدین کے مکان پر جا رہے میں مزاحمت نہیں کروں گا اور مسافرت کو نہیں جانے پاویگی۔ لہذا یہ چند کلمہ بطریق اقرارنامہ لکھدیے کہ سند ہو فقط المرقوم ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۰۸ھ ہجریہ

العبد — سید احمد علی
گواہ شد — منشی عبداللہ وکیل بقلم خود
گواہ شد — نصرت یار خاں دستخط ہندی

امید کہ براہ عنایت بزرگانہ اس کا جواب تحریر فرماکر تابعدار کو سرفراز فرمایا جائے۔

عریضہ ادب۔ محمد ولی اللہ عفا عنہ مولاہ برادر حقیقی مولوی سید ظہور اللہ صاحب مرحوم از ریاست ٹونک

الجواب: یہ اقرارنامہ کوئی چیز نہیں نہ اسکے سبب رقیہ بیگم اپنے شوہر کا وہ حق جو شرع اوسکے لیے ثابت کرے بعد ثابت ہونے کے ساقط و باطل کرسکتی ہے شرع مطہر نے شوہر کو حق حبس دیا ہے کہ عورت کو اپنے پاس رکھے مگر یہاں بات یہ ہے کہ جب سید احمد علی نے ابھی رقیہ بیگم کا مہر معجل ہی پورا ادا نہ کیا ہنوز سید مذکور کو رقیہ بیگم کے حبس کرنے اور اپنے پاس رکھنے کا سرے سے اختیار ہی حاصل نہ ہوا کہ شوہر کو یہ اختیار بعد ادائے مہر معجل حاصل ہوتا ہے بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں تو اسکے وصول سے پہلے برضائے زوجہ وطی واقع ہونا بھی عورت کو حبس پر مجبور نہیں کرتا ھذا ھو مذھب الامام

وعلیہ المتون فعلیہ التعویل کما حققناہ فی کتاب النکاح من فتاونا بتوفیق اللہ تعالٰی درمختار میں ہے لہا منعہ من الوطئ ودواعیہ شرح مجمع والسفر بہا ولو بعد وطئ وخلوۃ رضیتہما لان کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی ردالمحتار میں ہے قولہ والسفر بہ الاولٰی التعبیر بالاخراج کما عبر فی الکنز لیعم الاخراج من بیتہا کما قالہ شارحوہ تو صورت مستفسرہ میں جبتک باقی مہر معجل ادا نہ ہو جائے رقیہ بیگم کو اختیار ہے کہ شوہر کے گھر نہ جائے اوسے اپنے پاس آنے نہ دے نہ اپنے بدن کو ہاتھ لگانے دے ہاں جب وہ مہر معجل تمام وکمال ادا کرلے اوسوقت رقیہ بیگم بے اذن شوہر اپنے گھر نہیں رہ سکتی نہ اس اقرارنامہ کی بنا پر شوہر سے مواخذہ کرسکتی ہے کہ بالفعل شوہر کو حق حبس حاصل نہ ہونا جس طرح ابھی رقیہ بیگم کو تا اداے مہر معجل آزادی دے رہا ہے یوہیں اس اقرارنامہ کو بھی باطل محض و بے اثر کر رہا ہے کہ اوسکا حاصل اگر ہے تو یہی کہ شوہر درصورت بدعہدی اپنے حق حبس کو ساقط کرتا ہے وہ حق اوسے ہنوز حاصل ہی نہیں تو ساقط کس چیز کو کریگا اسقاط کے لیے پہلے ثبوت درکار جو شے ہنوز ثابت ہی نہیں ساقط کیا ہوگی تو احمد علی کی یہ تحریر محض مہمل و بیکار ہوئی جس سے رقیہ بیگم کو کسی وقت استناد کا محل نہیں امام علامہ زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں فرماتے ہیں لہا ان ترجع ان وھبت قسمہا للاخری لانہا اسقطت حقا لم یجب بعد فلا یسقط وھذا لان الاسقاط انما یتحقق فی القائم الخ پھر اس تقریر کی بھی حاجت کہ نفس عبارت دستاویز کو خلل سے سالم مان لیا جائے ورنہ نظر فقہی تو قطع نظر اس سے کہ مہر معجل ہنوز ادا ہوا یا نہیں اور وطی برضائے رقیہ بیگم واقع ہوئی یا نہیں) خود اس نفس تحریر کو مہمل و مختل بتاتی ہے کہ اوسنے اسقاط حق حبس نفس کو معلق کیا اور یہ اسقاط سرے سے قابلیت تعلیق نہیں رکھتا لا سیما لایحلف بہ کما لایخفی وکل سقاط لایحلف بہ فانہ لایصح تعلیقہ درمختار میں ہے مایجوز تعلیقہ بالشرط ھو مختص بالاسقاطات المحضۃ التی یحلف بہا کطلاق وعتاق وبالالتزامات التی یحلف بہا کحج وصلٰوۃ والتولیات کقضاء وامارۃ عینی وزیلعی ردالمحتار میں خلاصہ سے ہے انما یحتمل التعلیق بالشرط مایجوز ان یحلف بہ اوسی میں عینی سے ہے انہ لیس مما یحلف بہ فلا یجوز تعلیقہ بالشرط اوسی میں ہے اعلم ان قولہ لایصح تعلیقہ لیس المراد بہ بطلان نفس التعلیق مع صحۃ المعلق بل المراد انہ لایقبل التعلیق بمعنی انہ یفسد بہ بہرحال حکم یہی ہے کہ دستاویز مذکور مہمل و باطل اور رقیہ بیگم کو تا ادائے مہر معجل اپنے ماں باپ کے گھر رہنے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دینے کا خود ہی اختیار حاصل اور بعد ایفائے تمام مہر معجل رقیہ بیگم کا یہ اختیار یک لخت زائل۔ ہاں والدین کے یہاں آٹھویں دن بے اجازت شوہر بھی جاسکتی ہے کہ دن کے دن رہے اور رات کو چلی آئے۔ ردالمحتار میں ہے فی البحر الصحیح المفتی

بہ انہا تخرج للوالدین فی کل جمعۃ باذنہ وبلا وبنہ للمحارم فی کل سنۃ مرۃ باذنہ وبلا ونہ اور دوسرے محلہ میں رہنے کی درخواست سے اگر رقیہ بیگم کی یہ مراد ہے کہ شوہر سے جدا رہے اور شوہر اُسکے پاس نہ آنے پائے تو اس کا جواب تو ہو چکا کہ قبل ادائے مہر معجل اوسے شوہر سے جدائی کا اختیار ہے اور بعد ادا ہرگز نہیں اور اگر یہ مقصود ہے کہ یہاں شوہر اوسے ایذائیں پہنچاتا تکلیفیں دیتا ہے اور کوئی اوسے روکنے والا نہیں ہوتا لہذا چاہتی ہے کہ شوہر اوسے ایسی جگہ اپنے پاس رکھے جہاں اوسکا دست تعدی کوتاہ رہے تو بیشک یہ درخواست اوسکی ضرور قابل لحاظ ہے حاکم شرع اس معاملہ میں غور فرمائیگا اگر رقیہ بیگم کا یہ بیان صحیح جانے گا اور شوہر کو زجر و منع سے کام چلتا نہ دیکھے گا نہ وہاں ہمسایوں میں کوئی اس قابل پائیگا جو شوہر کو دبائے اور ایذائے زوجہ سے مانع آئے تو ضرور ایسی ہی کوئی امن کی جگہ تجویز کرکے احمد علی کو حکم دیگا کہ رقیہ بیگم کو وہاں رکھے عالمگیری میں ہے ان اسکنھا فی منزل لیس معھا احد فشکت الی القاضی ان الزوج یضربھا ویؤذیھا وسألت القاضی ان یامرہ ان یسکنھا بین قوم صالحین یعرفون احسانہ و اساءتہ فان علم القاضی ان الامر کما قالت زجرہ عن ذلك ومنعہ عن التعدی وان لم یعلم ینظر ان کان جیران ھذہ الدار قوما صالحین اقرھا ھناك ولکن یسأل الجیران عن صنعہ فان ذکروا مثل الذی ذکرت زجرہ عن ذلك ومنعہ عن التعدی فی حقھا وان ذکروا انہ لایؤذیھا فالقاضی یترکھا ثمہ وان لم یکن فی جوارہ من یوثق بہ اوکانوا یمیلون الی الزوج فالقاضی یامر الزوج ان یسکنھا فی قوم صالحین ویسأل عن ذلك ویبنی الامر علی خبرھم کذا فی المحیط واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ :۔ از ڈاکخانہ سجولی ضلع بہرائچ۔ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب۔ ۷ رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام عدت کا نفقہ اور سکونت کا مکان دینا بذمہ زید واجب تھا لیکن زید نے بعد طلاق ہندہ کو اپنے مکان سے نکال دیا اور نفقہ بھی نہیں دیا اس شکل میں ایام عدت کا نفقہ اور مکان سکونت کا معاوضہ ہندہ زید سے پاسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ عدت طلاق کا نفقہ وسکنٰی اگرچہ بذمہ زید واجب تھا اور وہ عورت کو نکالدینے سے گنہگار ہوا مگر جبکہ عدت گزر گئی اور نفقہ مفروض و مقدر نہ ہو چکا تھا تو اوسکا کوئی معاوضہ ہندہ کو نہ ملیگا فی الھندیۃ المعتدۃ اذا لم تخاصما فی نفقتھا ولم یفرض القاضی لھا شیئا حتی انقضت العدۃ فلا نفقۃ لھا کذا فی المحیط انتہی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔ از پیلی بھیت ۱۲ شوال ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے دو نکاح کیے اور ایک زوجہ کے نان ونفقہ میں کمی کی اوس زوجہ نے بوجہ تکلیف ضروریات بقدر ضرورت قرض لیکر خرچ کیا اس صورت میں ادائے قرضہ ذمۂ زوج ہوگا یا زوجہ اور مستحق طالب اپنے مہر کی بغیر طلاق ہر وقت ہے یا نہیں اور در صورت نہ ہونے طلاق خواہان مکان سکونت ونیز نفقہ ہوسکتی ہے یا نہیں اور بر تقدیر ثبوت وطلب زوج کی آمدنی سے کسقدر لے سکتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- زوجہ کو بلاوجہ تکلیف دینا ایک گناہ اور دوسری زوجہ سے کم رکھنا دوسرا گناہ شدید جسکی تحریم پر قرآن وحدیث ناطق مگر جب تک نفقہ باہمی تراضی او قضائے قاضی سے مقرر نہو جائے عورت جو کچھ بطور خود اپنے مصارف کے لیے قرض لے کر اوٹھائیگی وہ قرض عورت ہی پر ہوگا شوہر سے مجرانہ پائیگی اگرچہ خورد ونوش وغیرہا مصارف ضروریہ ہی کے لیے بقدر ضرورت وبحال ضرورت ہی لے اگرچہ زوج محض ظلماً اوسے نفقہ نہ دے عالمگیری میں ہے استدانت علی الزوج قبل الفرض والتراضی فانفقت انہا لاترجع بذلک علی زوجہا بل تکون متطوعۃ بالاتفاق سواء کان الزوج غائبا او حاضرا ہاں اگر حکم قاضی یا باہمی تراضی سے قرار پاگیا تھا کہ مثلاً روپے روز یا بیس روپے ماہانہ خواہ اسقدر غلہ ولباس سالانہ اس عورت کا نفقہ ہے کہ روزانہ یا ماہ بماہ یا سالانہ شوہر ادا کرے گا اور اس قرارداد کے بعد نہ دیا اور عورت نے قرض لیا خواہ اپنے ذاتی مال سے صرف کیا تو بیشک شوہر سے بقرار قرارداد مجرا لے سکتی ہے وان کان الدین علیہا نفسہا اذا لم تکن الاستدانۃ بامر القاضی عالمگیری میں ہے ولو انفقت من مالہا بعد الفرض او التراضی لہا ان ترجع علی الزوج وکذا اذا استدانت علی الزوج سواء کانت استدانت باذن القاضی او بغیر اذنہ غیر انہا ان کانت بغیر اذن القاضی کانت المطالبۃ علیہا خاصۃ ولم یکن للغریم ان یطالب الزوج بما استدانت وان کانت باذن القاضی لہا ان تحیل الغریم علی الزوج فیطالبہ بالدین کذا فی البدائع درمختار میں ہے النفقۃ لاتصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصنافا او دراہم فقبل ذلک لایلزمہ شیئ وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا امر قاض ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے لاترجع بما استقرضت بل بالمفروض فقط اور مہر میں جبکہ تعجیل وتاجیل کچھ بیان میں نہ آئی یہ نہ شرط کی جائے کہ کل اسقدر پیشگی لیا جائے گا نہ کوئی میعاد قرار پائے کہ فلاں وقت معلوم یا اتنی مدت کے بعد ادا ہوگا تو اوسوقت عرف ورواج بلد پر چھوڑا جائے گا نقایہ میں ہے المعجل والمؤجل ان بُیّنا فذلک والا فالمتعارف سائل زبانی مظہر کہ یہاں صورت واقعہ یوں ہیں کہ

یعنی تعجیل وتاجیل کچھ مشروطا نہ ہوئی اور واقعی ہمارے بلاد میں عامہ مہور ایسے ہی بندھتے ہیں تو بحکم عرف شائع وذائع (کہ ہرگز نہ کُل قبل دخول مہر پیشگی دینا معہود ہے نہ اوسکے لیے کوئی میعاد معلوم متعارف بلکہ عامہ بیوت میں موت یا طلاق تک موخر رہتا ہے) یہاں کی عورتیں جبتک مرگ یا طلاق سے افتراق نہ واقع ہو ہرگز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں رکھتیں نہ قاضی کو اختیار کہ ایسی صورت میں پیش از فراق ادائے مہر پر جبر کرے خانیہ میں ہے ان کان الاجل معلوما صح التاجیل وان لم یکن لا یصح ولا یجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولا یحبسہ ردالمحتار میں ہے لان حق طلبہ انما یثبت لھا بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح اور جب تک کوئی امر مانع نفقہ مثلاً عورت کا شوہر کے گھر سے ناحق نکل جانا یا اوسکے یہاں آنے سے ناحق انکار کرنا نہ پایا جائے بلاشبہ وہ مستحق نفقہ وسکنی رہیگی اسی طرح جب یہ موانع زائل ہو جائیں گے مثلاً عورت شوہر کے یہاں واپس آئے گی تو پھر بدستور مستحق نفقہ ہو جائیگی درمختار میں ہے النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجھا ولو ھی فی بیت ابیھا اذا طالبھا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا اذا طالبھا ولم تمتنع او امتنعت للمھر لاخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود اھ ملخصا رہا مطالبہ اگر نفقہ قضا یا رضا سے مقرر ہولیا ہے تو جتنے دن بعد قرارداد بے نفقہ گزر گئے اون کا بھی مطالبہ کرسکتی ہے کما اسلفنا اور آئندہ کے لیے بھی جو میعاد تکرار نفقہ کیلئے قرار پائی ہے اوسکے شروع کے بعد اوسی قدر کا مطالبہ کرسکتی ہے مثلاً نفقہ ماہ بماہ دینا ٹھہرا ہو تو ہر مہینے کے شروع پر اوس مہینے اور سال بسال مقرر ہوا ہو تو ہر سال کے آغاز پر اوس سال کا نفقہ مانگ سکتی ہے اس سے زیادہ مثلاً چاند دیکھے یا سال پلٹے آئندہ کے دو مہینے یا دو برس خواہ اوس ماہ یا سال کا ہنوز آغاز نہ ہوا نفقہ نہیں مانگ سکتی ردالمحتار میں ہے النفقۃ تفرض بمعنی الحاجۃ المتجددۃ فاذا فرضت کل شھر کذا صارت الحاجۃ متجددۃ بتجدد کل شھر فقبل تجددہ لا یتجدد الفرض فلم تجب النفقۃ وقبلہ انہ لو فرض کل سنۃ کذا صح عن سنۃ دخلت لا عن اکثر ولا عن سنۃ لم تدخل اھ ملخصا بحرالرائق میں ہے الفرض فی الشھر الاول منجز فیما بعدہ مضاف فتنجز بدخولہ وھکذا اور اگر ہنوز نفقہ کے لیے کوئی تقرر وتعیین نہ قضاءً ہوا نہ رضاءً تو عورت نہ ایام ماضیہ کا مطالبہ کرسکتی ہے نہ آئندہ کا ردالمحتار میں ہے لا یلزمہ عما مضی قبل الفرض بالقضاء او الرضاء ولا عما یستقبل لانہ لم یجب بعد ہاں قبل از قرارداد عورت یہ اختیار رکھتی ہے کہ شوہر برضامندی نفقہ مقرر نہ کرے تو حاکم شرع کے حضور قرارداد کرنے کی نالش کرے جب بحکم قاضی کوئی ماہانہ یا سالانہ یا روزانہ یا فصلاً مقرر ہو جائے تو اوسکے بعد اوسے یہ تفصیل مذکور مطالبہ ودعوی پہنچیگا تنویرالابصار میں ہے یقدرھا ان طلبتہ اھ ملخصا اور نفقہ مرد وزن دونوں کی حیثیت دیکھ کر مقرر کیا جائیگا اوسی قدر آمدنی زوج سے

لے سکتی ہے اگر دونوں غنی ہیں تو اغنیا کے لائق اور دونوں فقیر تو فقرا کے قابل اور ایک غنی اور ایک فقیر تو متوسط یعنی نفقۂ اغنیا سے کم اور نفقۂ فقراء سے زائد مثلاً عورت کی حیثیت اطلس وزربفت ومشجر پہننے اور بریانی ومزعفر وگوشت مرغ کھانے کی ہے اور مرد کی مقدرت چھینٹ چارخانے دال ماش نان جو کھانے کے قابل یا بالعکس تو عورت کے لیے تنزیب وگلبدن ومشروع کا لباس اور گوشت گوسپند ونان گندم مقرر کریں کے جتنا بالفعل دے سکتا ہے دے باقی اوسکے ذمہ دین رہیگا یہانتک کہ اللہ عزوجل استطاعت بخشے درمختار میں ہے یجب علی زوجھا بقدر حالھما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ اھ ملخصًا ردالمحتار میں ہے فی البحر اتفقوا علی وجوب نفقۃ الموسرین اذا کانا موسرین وعلی نفقۃ المعسرین اذا کانا معسرین وانما الاختلاف فیما اذا کان احدھما موسرا والاخر معسرا فعلی المفتی بہ تجب نفقۃ الوسط وھو فوق نفقۃ المعسرۃ ودون نفقۃ الموسرۃ اھ ملخصا اوسی میں بدائع سے ہے حتی لوکان الرجل مفرطا فی الیسار یاکل خبز الحواری ولحم الدجاج والمرأۃ مفرطۃ فی الفقر تاکل فی بیت اھلھا خبز الشعیر یطعمھا خبز الحنطۃ ولحم الشاۃ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ :- از لکھن ضلع بریلی مرسلہ شیخ احمد حسین ۱۲ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ جو ایک قلیل حیثیت کی زمیندار تھی بلا رضامندی اجازت زید اپنے شوہر کے بطور بدکاری عمرو کے ساتھ فرار ہوگئی اور مدت دراز تک عمرو کے ساتھ رہی پھر واپس آئی اب زید پر دعوٰی مہر اور دلا پانے نان نفقہ کا کرتی ہے اس صورت میں وہ مہر ونفقہ پائیگی یا نہیں اور زید محض نادار ہے مگر زید کا باپ متمول ہے تو دعوی ہندہ کا پدر زید پر کچھ اثر ہوگا یا نہیں اور ہندہ بحالت فراری زید کا حمل رکھتی تھی بعد وضع حمل اوس نابالغ کی پرورش کا زید ذمہ دار ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب :- جتنی مدت عورت فرار رہی اوس مدت کا نفقہ تو زید پر اصلا نہیں ہاں اب کہ واپس آئی آئندہ نفقہ کی مستحق ہے زید سے نفقہ طلب کرے اگر دے فبہا ورنہ قاضی کے یہاں نالش کرکے اپنا نفقہ مقرر کرلے اگر زید نادار ہے قاضی حکم دیگا کہ تو قرض لیکر صرف کر اور جب زید کو استطاعت ہو اوس سے مجرا لے فی الدرالمختار لانفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود ولوبعد سفرہ ردالمحتار میں ہے ای فتستحق النفقۃ فیکتب الیہ لینفق علیھا او ترفع امرھا الی القاضی لیفرض لھا علیہ نفقۃ درمختار میں ہے لایفرق بینھما بعجزہ عنھا وبعد الفرض یامرھا القاضی بالاستدانۃ علیہ اور زید کے باپ پر دعوٰی ہندہ کا اصلا اثر نہیں ہوسکتا کہ جوان بیٹے غیر اپاہج کی زوجہ کا نفقہ باپ پر کہیں لازم نہیں درمختار میں ہے والملتقی نفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان صغیرا

اور منار ردالمحتار میں ہے وقد علمت ان المذھب عدم وجوب النفقۃ لزوجۃ الابن ولو صغیرا فقیرا۔ ظاہر سائل مظہر کہ اوس میں کوئی شرط تعجیل و تاجیل نہ تھی اور لکھنؤ میں بھی یہی رواج ہے جو یہاں عامہ بلاد میں ہو کہ قبل از افتراق بموت یا طلاق ادا نہیں ہوتا تو ہندہ کا مطالبہ مہر بیجا ہے جبتک زید اوسے طلاق نہ دے یا دونوں میں کوئی مر نہ جائے۔ نقایہ میں ہے المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف اور اس بچے نابالغ کی پرورش جبتک ذمہ زید لازم ہے رہیگا سات برس کی عمر تک ماں کے پاس بشرطیکہ وہ اپنی بدکاری سے باز آئے اور آوارگی چھوڑ چکی ہو اور نفقہ پائیگا باپ سے بشرطیکہ اپنا کوئی مال نہ رکھتا ہو اوس عمر تک کہ اجرت یا حرفت سے اپنے کھانے پہننے کے قابل کما سکے اوسکی خبرگیری باپ پر واجب ہے، درمختار میں ہے تجب النفقۃ لطفلہ الصغیر ردالمحتار میں ہو ای ان لم یبلغ حد الکسب فان بلغہ کان للاب ان یؤجرہ او یدفعہ فی حرفۃ لیکتسب وینفق علیہ من کسبہ لو کان ذکرا الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از بڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنی کا چھانیہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ بائی بنت غلام حسین جالہ ۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (مسئلہ اولی) ایک شخص نے اپنی حقیقی پھپی کی لڑکی سے نکاح کیا چند روز بعد ایک آدمی اور ایک عورت کے ہمراہ کسی کام ضروری کے لیے کہیں بھیجا بعد واپس آنیکے دو برس تک نان و نفقہ موقوف کر دیا کچہری لگائے گواڑی میں یہ مقدمہ پیش ہے کچہری کہتی ہے نان و نفقہ کیوں نہیں دیتا خاوند کہتا ہے بغیر حکم میرے یہ کیوں گئی عورت نے گواہ شاہد قوی اپنے حقیقی چچا اور چچا زاد بھائی اور کئی آدمی کنبہ کو پیش کیا ہے سب نے یہی کہا کہ ہمارے روبرو اسکے خاوند نے اپنی عورت کو جانے کے لیے حکم دیا اور حلف بھی اوٹھایا اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

الجواب:- صورت مستفسرہ میں عورت کو نان و نفقہ نہ دینا اس شخص کا محض ظلم ہے جسکے سبب وہ ظالم و گنہگار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے اللہ تعالٰی فرماتا ہے وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف اور اوسکا یہ بیہودہ عذر کہ عورت بے میرے حکم کے کیوں گئی محض باطل و ناقابل سماعت ہے اگر وہ اس میں سچا بھی ہو تو عورت جب بے اجازت شوہر ناحق چلی جائے تو اوسکا نان و نفقہ اوسی مدت تک کا لازم نہیں ہوتا جبتک وہ اس ناحق طور پر باہر رہے جب پھر شوہر کے گھر چلی آئیگی اوسیوقت سے نان و نفقہ دینا شوہر پر فرض ہو جائیگا۔ درمختار میں ہے لانفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق حتی تعود ولو بعد سفرہا ردالمحتار میں ہو لو عادت الی بیت الزوج بعد ما سافرت خرجت عن کونہا ناشزۃ بحر عن الخلاصۃ ای فتستحق النفقۃ تو اس شخص نے کہ عورت کے واپس آنیکے بعد نان و نفقہ موقوف کر دیا نرا ظلم کیا تو اوسپر فرض ہے کہ اسیوقت سے جاری کر دے رہا گزشتہ مدت کا نفقہ اوسکی دو صورتیں ہیں اگر پہلے آپس کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے مقدار نفقہ مقرر ہو چکی تھی کہ مثلاً مہینے میں اتنے روپے یا اسقدر اناج اور کپڑا دیا جائیگا اور اب بلا وجہ شرعی بند کر دیا تو جبتک نہیں دیا ہے اوس ساری مدت کا اوسی قرارداد کے حساب سے عورت کو دلایا جائیگا اور اگر عورت یونہیں رہتی کھانا کھاتی کپڑا پہنتی تھی کچھ قرارداد باہمی یا بحکم قاضی نہوا تھا کہ ماہوار یا سالانہ یا ششماہی یہ اتنا دیا جائیگا تو جتنے دنوں اوس نے نہ دیا

ظالم وگنہگار ہوا مگر عورت اوس گزری مدت کا دعویٰ نہیں کرسکتی اب سے دعویٰ کرکے بحکم قاضی آئندہ کے لئے مقرر کرالے اسکے بعد اگر وہ نہ دیگا تو یہ جبراً بذریعہ نالش وصول کرسکتی ہے درمختار میں ہے النفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصنافا او دراھم فقبل ذلک لا یلزمہ شئی وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا امر قاض رد المحتار میں ہے لا تصیر دینا ای اذا لم ینفق علیہا بان غاب عنہا او کان حاضرا فامتنع فلا یطالب بہا بل تسقط بمضی المدۃ اوسی میں ہے الا بالقضاء بان یفرضہا القاضی علیہ اصنافا او دراھم او دنانیرھا واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک لڑکا بالغ جسکی عمر تیس برس کے قریب ہو اور کمائی پر خوب قدرت رکھتا ہے اور بپیشۂ حجامی وغیرہ طرق سے تحصیل رزق کرسکتا ہے زید پر اپنے کھانے پہننے وغیرہ مصارف کا بار ڈالتا ہے اور اوسے اپنے مال میں تصرف سے مانع آتا ہے آیا اس صورت میں زید پر روٹی کپڑا اوس کا واجب اور زید اپنے مال میں تصرف سے ممنوع ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- جبکہ وہ لڑکا بالغ اور کسب پر ہر طرح قادر تو اوسکا روٹی کپڑا یا کوئی صرفہ ذمۂ زید واجب نہیں زید کو اختیار ہے اوسے کچھ نہ دے اور زید اوس لڑکے کے منع کرنے سے اپنی جائداد میں تصرف سے ممنوع نہیں ہوسکتا فی الدر المختار وکذا تجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا وزمن ومن یلحقہ العار بالتکسب وطالب علم لا یتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی والعینی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور اوسکے بطن سے ایک لڑکی کہ اب سات برس کی ہے اور ایک لڑکا کہ ابھی پانچ چھ مہینے کا ہے پیدا ہوئے اب زید نے اپنا اور نکاح کرلیا اور ہندہ کو جبراً نکال دیا کہ وہ مع دونوں بچوں کے اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اب زید نہ اوسے بلاتا ہے نہ اوسکے بچوں کے کھانے پہننے کی خبرگیری کرتا ہے اس صورت میں ہندہ و دختر و پسر کا نان نفقہ زید پر لازم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:- بیشک ہندہ کا نان نفقہ زید پر لازم ہے اور بچوں کا اپنا کوئی ذاتی مال نہو تو اون کی خبرگیری بھی زید پر واجب ہے اگر شوہر نہ دے عورت حاکم کے یہاں رجوع کرکے اپنا اور اپنے بچوں کا مقرر کراسکتی ہے فی الدر المختار النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجہا ولو ھی فی بیت ابیہا ان لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا ان طالبہا ولم تمتنع اوسی میں ہے تجب النفقۃ بانواعہا لطفلہ الانثی والجمع الفقیر فان نفقۃ الغنی فی مالہ ولو خاصمۃ الام فی نفقتہ فرضہا القاضی وامرہ بدفعہا للام مالم تثبت خیانتہا فیدفع لہا صباحا ومساء او یامر من ینفق علیہم انتہا ملخصین۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنے دیور کے ساتھ متہم ہوئی اُس کے شوہر زید اور زید کے باپ نے اُسے اپنے یہاں سے نکال دیا ہندہ اب دو برس سے اپنے باپ کے یہاں ہے نہ تو زید اُسے بلاتا ہے اور نہ روٹی کپڑا پہنچاتا ہے نہ طلاق دیتا ہے اس صورت میں ہندہ کا روٹی کپڑا ذمہ زید کے واجب ہے یا نہیں یا زید اس صورت میں گناہ گار ہے یا نہیں۔

الجواب: جب کہ ہندہ کا اپنے باپ کے یہاں رہنا اس بنا پر ہو کہ اُسے زید اور زید کے باپ نے نکال دیا اور زید بلاتا بھی نہیں اور بلائے تو اُسے جانے میں انکار بھی نہیں تو بیشک اُس کا روٹی کپڑا زید کے ذمہ واجب ہے فی الدر المختار النفقة تجب للزوجة ولو ھی فی بیت ابیھا اذا لم یطالبھا الزوج بالنقلة بہ یفتی وکذا اذا طالبھا ولم تمتنع اھ ملخصا اور اس تہمت کی وجہ سے اگرچہ وہ واقع میں صحیح ہی ہو نکاح زائل نہیں ہوتا ففی الحدیث ان رجلا قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان امرأتی لاترد ید لامس قال فغارقھا قال انی احبھا قال فامسکھا اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی الدر المختار وغیرہ لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ اھ فکان ذلك نصافی بقاء النکاح جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ عورت اگر معاذ اللہ بدوضعی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے محض غلط بات ہے اور جب نکاح باقی ہے تو اس صورت میں زید پر فرض ہے کہ یا تو اُسے طلاق دیدے یا اُس کے نان نفقہ کی خبر گیری کرے ورنہ یوں معلق رکھنے میں زید بے شک گنہگار ہے اور صریح حکم قرآن کا خلاف کرنے والا ولاتمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۷: از شاہجہانپور مرسلہ مہربان علی صاحب ۱۹ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بے اجازت شوہر زید کے اپنے بھائیوں کے گھر چلی گئی جب زید اپنی نوکری سے آیا عورت کو نہ پایا اس صورت میں نکاح و مہر باقی رہا یا نہیں بعد ایک عرصہ کے زید حسب مصلحت اور پاس اپنی حرمت کے زید نے کچھ خرچ نان نفقہ کا مسماۃ مذکورہ کا مقرر کردیا تھا کہ خواہ زوجہ میرے مکان میں یا اپنے بھائی کے پاس رہے دیا جائے گا اب بموجب شرع شریف کے وہ نان نفقہ حسب وجوہ مندرجہ بالا ذمہ زید کے واجب الادا رہا یا نہیں فقط۔

الجواب: نکاح و مہر بدستور قائم ہے ہاں بے اجازت شوہر چلے جانے کے باعث نفقہ ساقط ہوگیا سائل مظہر کہ زید بلاتا ہے اور وہ نہیں آتی تو اب تک وہ نان نفقہ کی اصلا مستحق نہیں جب تک شوہر کے گھر میں نہ آئے در مختار میں ہے لانفقة لخارجة من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود بہ المفروضة گھر بیٹھے کا جو نفقہ زید نے مقرر کردیا اول تو وہ نفقہ واجب نہ تھا فان النفقة جزاء الاحتباس بلکہ صرف ایک احسانی وعدہ تھا اور وعدہ پر جبر نہیں کما فی العلمگیریة وغیرھا معہذا جب اس نے بلایا اور وہ نہ آئی وہ بھی ساقط ہوگیا کما علمت من الدر المختار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸: ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے نکاح کرکے قبل رخصت نوکری پر چلاگیا بارہا والدین ہندہ نے رخصت کو کہا چار برس کے بعد رخصت کراکر اپنے گھر لے گیا ہندہ بیمار تھی دو ایک دن کے بعد پھر والدین کے یہاں واپس آکر ایک ماہ بعد فوت ہوگئی نفقہ اُس چار سال کا اور جو خرچ دوا وعلاج وتجہیز وتکفین میں والدین نے کیا شوہر پر واجب ہے یا نہیں جہیز شوہر کو ملے گا یا ماں باپ کو بینوا توجروا۔

الجواب: نفقہ وخرچ دوا وعلاج کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہوسکتا درمختار میں ہے لاتصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء فبموت احدھما وطلاقہا یسقط المفروض لانہا صلۃ الا اذا استدانت بامر القاضی ردالمحتار میں ہے علیہ ماتقطع بہ الصنان لاالدواء للمرض ولا اجرۃ الطبیب والفصاد والحجام یونہی خرچ تجہیز وتکفین بھی مجرانہ ملے گا جبکہ والدین خواہ کسی نے بے اذن شوہر بطور خود کیا فی اواخر وصایا ردالمحتار عن حاشیۃ الفصولین لو صلی تکفین الزوجۃ اذا صرفہ من مالہ غیر الزوج بلا اذنہ او اذن القاضی فہو متبرع کالا جنبی جہیز ملک وترکہ ہندہ ہے برتقدیر عدم موانع ارث ووارث آخر وتقدیم دین ووصیت چھ سہام ہوکر تین سہم شوہر دو سہم پدر ایک مادر کو ملے گا اسی حساب سے مہر ہندہ اگر باقی ہو تقسیم ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۹: ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ کا نکاح عمرو سے کیا اور پیش از نکاح ایک اقرار نامہ زید نے عمرو سے لکھوالیا کہ میں بے رضامندی زوجہ کے اُسے کہیں نہیں لیجاسکتا ہوں اور خود میں وہیں یعنی زوجہ کے مکان پر ہونگا اور درصورت وعدہ خلافی میں نان نفقہ دوں گا۔ بعدہ نکاح ہوا اور مہر ڈھائی سو روپے کا بندھا جس میں کوئی شرط پیشگی دینے یا کسی میعاد کے قرار نہ پائی اب عمرو اپنے خسر کے یہاں شب کو رہنا چاہتا ہے تو اُس کا خسر اور خود زوجہ اسے گوارا نہیں کرتے عمرو کا مکان اسی شہر میں ہے وہ چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لیجائے اس صورت میں کسے اس امر کا اختیار ہے یا نہیں اور اگر زید نہ لیجانے دے اور ہندہ نہ جائے تو مستحق نان نفقہ کی ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: بیشک صورۃ مستفسرہ میں زید کو اختیار ہے کہ اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جاکر رکھے زوجہ اور اُس کے باپ کا بلاوجہ شرعی روکنا محض ظلم ہے اور زوجہ نہ جائے گی تو نان نفقہ کی مستحق نہ ہوگی لانہا ناشزۃ لامتناعہا بغیر حق وانما النفقۃ جزاء الاحتباس فاذا لا احتباس لانفقۃ کما صرحوا بہ قاطبۃ عمرو کا اقرار نامہ لکھدینا کہ درصورت وعدہ خلافی نان نفقہ دوں گا کوئی چیز نہیں فان شرط اللہ احق ومن شرط مالیس فی کتاب اللہ فلیس لہ وان شرط مائۃ مرۃ کما قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الحدیث الصحیح واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰: ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ہرگاہ بازید پدر ہندہ گفت دخترم را شادی بکن

گفت من الحال شادی نتوانستم چراکہ طالب علم ہستم وحصول علم را مدتے معلوم نیست کہ بچند سال بدست آید وقدرت نان ونفقہ اندریں مدت ندارم وپدرہندہ دریں حالت اضطراری او بہ پیش چند مردماں ایں ہمہ شرائط مذکورہ بر ذمہ خود قبول کردہ وراضی شدہ دختر او بازید نکاح کنانیدہ برائے تحصیل علوم اجازت داد پس بعد از چند سال قبل از تحصیل علوم از دنان ونفقہ طلب کردہ بریں تقدیر نان ونفقہ وغیرہ دادن بروے واجب خواہد شد یانہ واز زنان او اگر با مرد اجنبی ازیں مدت حرام کاری وغیرہ صادر گردد در نکاح زید ثابت ماند یانہ وبر ہندہ شرعاً چہ حکم دادہ شود وشوہر ہندہ از بد فعلی او بری گردد یانہ واگر ہندہ مہر خود عند الرضا ساقط گردد بعد ازاں عند النزاع می گوید کہ مہر م راز وساقط نگردہ ام دعوی مہر او بر زید شرعاً ثابت گردد یانہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ درصورت مستفسرہ اگر از جانب زن تسلیم نفس واقع شد وخویشتن را از شوہر بنا واجبی باز نداشت نفقہ او بر ذمہ شوہر لازم شد وآں کہ پدر زن پیش از نکاح آں شرائط بر ذمہ قبول کرد اگر معنیش اینست کہ او بنا دادن نفقہ راضی شد وپیمان داد کہ تا مدت تحصیل علم زن از تو نان ونفقہ نخواہد ایں رضا وپیمان خود چیزے نیست اگرچہ حسب اجازت زن بالغہ شدہ باشد زیرا کہ اسقاط دین پیش از وجوب معنی ندارد خاصۃً نفقہ کہ روزانہ شیئاً فشیئاً واجب می شود فی الدر المختار الابراء قبل الفرض باطل وبعدہ یصح مما مضی ومن شہر مستقبل حتی لو شرط فی العقد ان النفقۃ تکون من غیر تقدیر والکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلہا بعد ذلک طلب التقدیر فیہما الخ وفی رد المحتار عن الفتح ہو اسقاط للشیئ قبل وجوبہ فلا یجوز واگر مراد آنست کہ از جانب شوہر ایں دین را کفیل شدہ بر ذمہ خود گرفت اگر مقصود برائت شوہر ست کما ہو ظاہر الکلام ایں حوالت باشد فان الکفالۃ بشرط براءۃ الاصیل حوالۃ وحوالہ نقل دین ست کما فی التنویر وہو الصحیح کما فی الہندیۃ عن النہر آنچناں کہ دین خود معدوم ست نقل را چہ معنی فی الدر المختار تصح فی الدین المعلوم الخ فی رد المحتار الشرط کون الدین للمحتال علی المحیل الخ وفیہ لا تصح الحوالۃ مع جہالۃ المال الخ وفیہ لا تصح ہذہ الحوالۃ لان کلا من الغازی والمستحق لم یثبت لہ دین فی ذمۃ الامام والناظر الخ واگر برائت شوہر منظور نیست کفالت اگرچہ صحیح شد کما فی الہندیۃ من فصل النکاح ضمان المہر من صحۃ الزمان بالمہر عند الخطبۃ قبل النکاح فراجعہا ان شئت وہو الموافق للمفتی بہ من قول الامام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان الکفالۃ بالنفقۃ المستقبلۃ تصح وان لم تجب بعد کما اوضحہ فی رد المحتار اما کفالت موجب برائت ذمہ شوہر نباشد ـــــــــ پس بہرحال نفقہ بر شوہر بشرائطہا لازم ست آرے اگر بتراضی یا قضائے قاضی نفقہ را فرضے وتقدیرے میان نیامد مثلاً ماہانہ ایں قدر زر یا ایں مقدار طعام وپارچہ آں گاہ ہر قدر مدت کہ بے ادائے نفقہ گزشت نفقہ او ساقط گشت مطالبہ اش نتواں کرد آئندہ را طلب فرض وتقدیر کند تا دین شود وبر مطالبہ دست یابد فی الدر المختار النفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصنافا او دراہم فقبل ذلک لا یلزمہ شیئ وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا امر قاض الخ وفی رد المحتار لا یلزمہ عما مضی

قبل الفرض بالقضاء او الرضا ولا عما یستقبل لانہ لم یجب بعد زن اگر شوئے خود را از مہر ابراء شرعی بلا اکراہ کرد مہر از ذمہ شوہر ساقط شد اگرچہ ایں معنی در خلوت محضہ روئے داد فاما نزد قاضی بے اقرار زن یا بینہ عادلہ رنگ ثبوت نیابد اگر خدا ناترسی کردہ بعد ابرا بدعوی پردازد قاضی بر ذمہ شوہر ثابت سازد و معاملہ باطنی ایشاں بمکرر قاضی حقیقی عالم الغیب والشہادۃ جل جلالہ پردہ از روئے حقیقت اندازد فالقاضی انما یقضی بالظاہر واللہ سبحانہ یتولی السرائر آرے جائیکہ تعجیل و تعجیل مہر بیان نیامدہ باشد چناں کہ غالب مہور ایں دیار ہمچناں می باشد آنجا بنائے کار بر عرف دیار ست و عرف عام و شائع ایں بلاد بلکہ دیگر ممالک ہم ہمین ست کہ بہیچ صورت مہر زن و افتراق بموت یا طلاق حاصل می شود پس پیش ازاں مطالبہ زن مسموع نخواہد بود کما بیناہ فی فتاوٰنا مراد از زنائے زناں موجب بطلان نکاح آناں نیست قال تعالٰی بیدہ عقدۃ النکاح تا آنکہ اگر با پدر یا پسر شوہر ایں چنیں وقاحت روئے دہد ہم نکاح باطل نشود اگرچہ زن حرام ابدی گردد و متارکہ فی الفور فرض شود فی الدرالمختار بحرمۃ المصاہرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لہا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بہا لایکون زنا بہر حال زن بقدر جرم خود کشش مستحق حد یا تعذیر شود و شوئے اگر در حفظ و منعش از قدر واجب تقصیر کردہ بریں کار راضی نشد ہیچ وبال بر وے نیست قال تعالٰی لاتزر وازرۃ وزر اخری واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۱: ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید صاحب جائداد ہے اُس نے عرصہ بیس۲۰ سال سے اپنی زوجہ ہندہ کو بسبب ڈال لینے دوسری عورت کے تکرار کرکے بلا قصور شرعی گھر سے نکال دیا وہ اپنے باپ خالد کے مکان پر چلی آئی اُس کا باپ متکفل رہا اس وجہ سے اُس کو نان ونفقہ حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوئی چونکہ اب خالد کا انتقال ہوگیا لہذا اُس کو نان ونفقہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے اس مدت بیس سال میں زید ہندہ کو اتفاق یکجائی نہ ہوا یہ امر مانع نان ونفقہ تو نہ ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب: بیس سال گزشتہ کا نفقہ تو ہر طرح ساقط ہی ہوگیا آئندہ کے لئے جب کہ اُس کا نکلنا اپنی خوشی سے نہ تھا بلکہ شوہر نے نکال دیا یہ دیکھا جائے گا کہ عورت کا اپنے باپ کے گھر رہنا شوہر ہی کے جبر سے ہے کہ وہ بلائے تو اسے جانے سے انکار نہ ہو تو وہ خود ہی نہیں بلاتا اس کا آنا نہیں چاہتا جب تو نفقہ کی مستحق ہے اور اگر یہی جانا نہیں چاہتی وہ بلاتا ہے اور یہ نہیں جاتی تو استحقاق نہیں فی الدرالمختار تجب للزوجۃ ولو ھی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا اذا طالبہا ولم تمتنع او مرضت وفی منزلہ بقیت ولنفسہا مامنعت وعلیہ الفتوی اھ ملتقطا۔ فی الہندیۃ عن البدائع لہا النفقۃ بعد النقلۃ وقبلہا ایضا اذا طلبت النقلۃ فلم ینقلہا الزوج وھی لاتمتنع من النقلۃ لو طالبہا الزوج وان کانت تمتنع فلا نفقۃ لہا کا لصحیحۃ **قلت** والشرط عدم منعہا لاوجود طلبہا کما حققنا فیما علقناہ علی ردالمحتار وھو المصرح فی الفتح عن الخلاصۃ عن الجامع الکبیر والیہ اٰخر کلام البدائع ایضا یشیر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۲: از منڈی ہلدوانی ضلع نینی تال سررشتہ ڈپٹی کمشنری مرسلہ منشی علی الدین احمد ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عورت ہندہ زید سے سخت دشمنی رکھتی ہے ایک دفعہ زید کے غیبت میں ناحق بیچارا زید نے بہت تھوڑا سا مارا کوئیں میں کود پڑی غیر مردوں نے نکالا باریک کپڑے جوان عمر پانی میں بھیگ کر بے ستری ہوئی کوئیں سے نکل کر بولی بازار اور سرائیں بیٹھونگی مگر زید کے گھر نہ جاؤں گی اس پر وہ غیر آدمی اپنے گھر لے گئے جب زید نوکری سے آیا وہاں سے سوار کرکے ہندہ کے ماں باپ کے یہاں بھیج دیا وہاں سے پھر آئی اور یہ عادت رکھی کہ وہ اسی تکرار پر دن دو پہر کو سر بازار پیادہ پا آدھ آدھ میل تک کسی کے مکان پر زید کو زک دینے اور بدنام کرنے کے لئے چلی جاتی ہے زید کے لڑکے بالغ ہوگئے ہیں وہ ہر طرح اپنی ماں کے ساتھ ہیں اُس سے مل کر زید کا مقابلہ کرتے ہیں کاٹنے اور داڑھی پکڑنے تک نوبت پہنچ گئی ہے اور کہتے ہیں تمہارے پاس رہا ہی کیا ہے جس پر مزاج دکھاتے ہو تم سے زائد تو اب ہمارے پاس ہے ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس آنے سے بھی عذر اور حیلہ اور انکار ہمیشہ ایک قاعدہ یہ بھی مقرر کیا ہے کہ بغیر اطلاع زید کے کسی لڑکے کو ساتھ لے کر زید کے یہاں آجاتی ہے اور چار پانچ مہینے رہ کر کل نقد وجنس اپنے قبضے میں کرکے جب زید اپنی نوکری پر الہ آباد جاتا ہے ہندہ اور لڑکا اپنے ماں کے یہاں لکھنؤ چلے آتے ہیں اُس مال کا پھر کبھی پتہ نہیں چلتا اس صورت میں لڑکوں کے حق حقوق اور ہندہ کے نان ونفقہ اور مہر کی نسبت از روئے شرع شریف کیا حکم فرماتے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب: لڑکے جب کہ جوان اور خود مالدار ہیں تو ان کا کوئی حق ذمہ زید باقی نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ اس قدر موذی وعاق ہیں والعیاذ باللہ رب العلمین ایسے لڑکوں اور عورت کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب شدید وغضب عظیم کا استحقاق ہے عورت جب کہ اس کے یہاں آنے سے ہمیشہ عذر وانکار رکھتی ہے اور جب کبھی آنا ہوتا ہے وہ اس لئے نہیں کہ شوہر کی قیدی بن کر رہے بلکہ خود مختار انہ بالجبر آنا اُس غرض فاسد سے ہوتا ہے کہ اندوختہ لوٹ کر لیجائے جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر تو ایسی صورت میں یہ عورت صریح ناشزہ ہے اس کا نان ونفقہ اصلاً زید کے ذمہ نہیں درمختار میں ہے النفقۃ جزاء الاحتباس وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ تلزمہ نفقتہ البتہ مہران حرکات سے ساقط نہیں ہوتا اور اُس کی کوئی میعاد اگر مقرر نہ ہوئی تھی تو حسب عرف بلاد بعد موت یا طلاق ادا کرنا واجب ہوگا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۳: از ریاست رامپور بزریا ملا ظریف گھیر عبدالرحمن خاں مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خاں ۲۵ محرم ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص شرارت سے نہ تو اپنی زوجہ کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ طلاق دیتا ہے بلکہ کہتا ہے کہ تجھ کو معلقہ رکھوں گا اب اس صورت میں وہ بیچاری حاکم عدالت سے فریاد کرکے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: قال اللہ سبحانہ وتعالٰی فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو وقال تعالٰی فامساک بمعروف او تسریح باحسان یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا وقال تعالٰی وعاشروھن بالمعروف عورتوں سے اچھے برتاؤ کے ساتھ زندگانی کرو وقال تعالٰی

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور اُنھیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ اُن پر تنگی لاؤ و قال تعالٰی فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ عورتوں کو یوں لٹکا چھوڑ دو جیسے اَدھر میں لٹکتی۔ بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اُس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اُسے پریشان نظری نہ پیدا ہو اور اُسے معلقہ کردینا حرام اور بے اُس کے اذن ورضا کے چار مہینے تک ترک جماع بلاعذر صحیح شرعی ناجائز اور بعد نکاح ایک بار جماع تو بالاجماع بالاتفاق حق زن ہے کہ اُسے بھی ادا نہ کرسکے تو عورت کے دعوے پر قاضی مرد کو سال بھر کی مہلت دے گا اگر اس میں بھی جماع نہ ہو تو بطلب زن تفریق کردے گا مگر ایک بار کے بعد پھر جبری تفریق کا قاضی کو اختیار نہیں وہمارے نزدیک نفقہ نہ دینے پر تفریق ہوسکتی ہے ہاں قاضی اعانت ضعفاء ومدد مظلومین کے لئے مقرر ہوا ہے تو اُس پر لازم ہے جس طرح ممکن ہو دفع ظلم کرے ردالمحتار میں ہے قال فی الفتح اعلم ان ترک جماعھا مطلقا لایحل لہ صرح اصحابنا بان جماعھا احیانا واجب دیانۃ لکن لایدخل تحت القضاء والالزام الا الوطأۃ الاولی ولم یقدروا فیہ مدۃ ویجب ان لایبلغ بہ مدۃ الایلاء الا برضاھا وطیب نفسھا بہ اھ ویسقط حقھا بمرۃ فی القضاء ای لانہ لولم یصبھا مرۃ یؤجلہ القاضی سنۃ ثم یفسخ العقد اما لو اصابھا مرۃ واحدۃ لم یتعرض لہ لانہ علم انہ غیر عنین وقت العقد بل یامرہ بالزیادۃ احیانا لوجوبھا علیہ الا لعذر ومرض او عنۃ عارضۃ ونحو ذلک وسیأتی فی باب الظھار ان علی القاضی الزام المظاھر بالتکفیر دفعا للضرر عنھا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اھ مختصرا بحرالرائق میں ہے قالوا وللمرأۃ ان تطالبہ بالوطء علیھا ان تمنعہ من الاستمتاع بھا حتی یکفر وعلی القاضی ان یجبرہ علی التکفیر دفعا للضرر عنھا بحبس فان ابی ضربہ ولا یضرب فی الدین ولو قال قد کفرت صدق مالم یعرف بالکذب وفی التتارخانیۃ اذا ابی عن التکفیر عزرہ بالضرب والحبس الی ان یکفر او یطلق جب یہ اصول معلوم ہوگئے حکم مسئلہ واضح ہوگیا پاس نہ بلانا ترک جماع کو مستلزم اور نفقہ نہ دینے کو بھی محتمل ترک جماع اگر یوں ہے یعنی بعد نکاح اُس کے پاس گیا ہی نہیں تو قاضی شرع اُس پر جبر کرے گا کہ پاس جائے اگر ظاہر ہوگا کہ اسے اُس عورت سے مجامعت پر قدرت نہیں تو بعد دعوٰی عورت وہی مسائل عنین ومہلت یکسال و تفریق جبری بطلب زن جاری ہوں گے اور اگر باوصف قدرت نہیں جاتا خواہ بتداً خواہ ترک مطلق کا ارادہ کرلیا ہے اور عورت کو اس سے ضرر ہے تو قاضی مجبور کرے گا کہ جماع کرے یا طلاق دے اگر نہ مانے گا قید کرے گا اگر نہ مانے گا مارے گا یہاں تک کہ دو باتوں میں سے ایک کرے وذلک دفعا للمعصیۃ ودفعا للضرر وقد نصوا کما فی البحر والدر وغیرھما ان کل معصیۃ لاحد فیھا ففیھا التعزیر وفی ردالمحتار قولہ وعلی القاضی الزامہ بہ اعترض بانہ لافائدۃ للاجبار علی التکفیر الا الوطی والوطی لا

یقضی بہ علیہ الامرۃ قال الحموی وفرض المسئلۃ فیما اذا لم یطأھا قبل الظہار ابدا بعید او قد یقال فائدۃ الاجبار رفع المعصیۃ اھ ای ان الظہار معصیۃ حاملۃ لہ علی الامتناع من حقہا الواجب علیہ دیانۃ فیامرہ برفعہا المتحلل لہ کما یامر المولی بقربانہا فی المدۃ اویفرق بینہما لدفع الضرر عنہا اھ مختصرا اور نفقہ نہ دینے پر اگر ادائے نفقہ پر قادر ہے تو قاضی بقدر مناسب عورت کے لئے نفقہ مقرر کرے گا اور شوہر کو اُس کے ادا کا حکم دے گا اگر نہ مانے گا قید کرے گا اور اس مدت میں اُس سے نہ پانے کے سبب جو کچھ عورت قرض لیکر خواہ اپنے مال سے اپنے نفقہ میں صرف کرے گی سب شوہر پر دین ہوگا اور اُس سے دلایا جائے گا مگر یہاں تفریق کردینے یا طلاق پر جبر کرنے کی صورت نہیں **اقول** اور وجہ فرق ظاہر ہے جماع ونفقہ دونوں کی طرف عورت محتاج اور ان کے نہ ملنے میں اُس کا ضرر اور دفع ضرر جس طرح ممکن ہو واجب اور طرق دفع میں آسان تر کا لحاظ لازم کہ طرف ثانی کا بھی اضرار نہ ہو جماع ایسی چیز ہے کہ غیر شوہر سے اس کا ملنا محال تو طریق دفع اس میں منحصر کہ شوہر جماع کرے یا طلاق دے کہ وہ دوسرے سے نکاح کرسکے بخلاف نفقہ کہ یہ حاجت اپنے مال سے خواہ دوسرے سے قرض لیکر بھی مندفع ہوسکتی ہے عورت کا ضرر یوں دفع ہوگیا کہ حاجت روا ہوئی اور جو اُٹھا وہ بعد فرض قاضی شوہر پر قرض رہا تو یہاں طلاق پر مجبور کرنے میں شوہر کا ضرر زائد ہے جس کی طرف عورت سے دفع ضرر میں حاجت نہیں تنویر میں ہے لایفرق بینہما بعجزہ عنہا ولا بعدم ایفائہ حقہا ولو موسرا ردالمحتار میں ہے بل یفرض لہا النفقۃ علیہ ویامرھا بالاستدانۃ درمختار میں ہے وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا امر قاضی شامیہ میں بدائع سے ہے یحبس فی نفقۃ الاقارب کالزوجات اور اگر شوہر فقیر ہے کہ نفقہ نہیں دے سکتا جب بھی حکم یہی ہے کہ تفریق نہیں اور محتاجی معلوم ہو تو قید بھی نہیں بلکہ قاضی نفقہ مقرر کرکے عورت کو قرضاً صرف کرنے کا حکم دے جو کچھ حسب قرارداد قاضی خرچ ہوتا رہے ذمہ شوہر دین ہوا کرے یہاں تک کہ زمانہ اُس کی تونگری کی طرف پلٹا لے اس وقت سب وصول کرلیا جائے مگر اگر قاضی دیکھے کہ عورت کو اس امید پر قرض نہیں ملتا تو شوہر کو سمجھائے کہ طلاق دیدے اگر نہ مانے تو قاضی جب کہ نائب مقرر کرنے کا اختیار رکھتا ہو باختیار خود ورنہ بحکم والی مسلم مقدمہ کسی شافعی المذہب کے سپرد کرے کہ ان کے یہاں جب کہ شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تفریق کرادیتے ہیں وہ فریقین کو بلاکر بعد سماع مقدمہ وثبوت عجز تفریق کردے یہ حکم جب قاضی حنفی کے حضور پیش ہو اُسے نافذ کردے کہ شوہر جب حاضر ہو تو حاکم شافعی کا ایسا حکم ہمارے نزدیک لائق تنفیذ مانا جاتا ہے یوں عورت اس بلا سے خلاصی پاسکتی ہے درمختار میں ہے جوزہ الشافعی باعسار الزوج ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی بہ نفذ ردالمحتار میں ہے قولہ نعم لو امر شافعیا ای بشرط ان یکون ماذونا بالاستنابۃ خانیہ قال فی غرر الاذکار اعلم انہ مشائخنا استحسنوا ان ینصب القاضی الحنفی نائبا ممن مذہبہ التفریق بینہما اذا کان الزوج حاضرا وابی عن الطلاق لان دفع الحاجۃ الدائمۃ لایتیسر بالاستدانۃ اذ الظاہر انہا لاتجد من یقرضہا وغنی الزوج مالا امر متوہم فالتفریق ضروری اذا طلبتہ وان

کان غائبا لا یفرق لان عجزہ غیر معلوم حال غیبتہ وان قضی بالتفریق لا ینفذ قضاءہ لانہ لیس فی مجتہد فیہ لان العجز لم یثبت اھ وتمامہ فیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۴: از پنجاب مرسلہ مولوی فاضل صاحب ۲۰ صفر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو ہمشیریں حالت جوانی میں بیوہ ہوگئیں اور انہوں نے عقد ثانی نہیں کیا اور دونوں کے پاس دو مکان پیدا کردہ شوہر کے ہیں لیکن ترکہ پدری کچھ بھی نہیں ہے کہ جس سے اُن بیوگان کی گزر ہوسکے اور زید بھی کم مقدرت ہے اور اہل وعیال رکھتا ہے مگر اپنے اوپر تکلیف اُٹھا کر ہمشیروں کی خبر گیری بھی کرتا ہے پس اس صورت میں زید کا بہنوں کے ساتھ یہ برتاؤ از قسم سلوک ہے یا از قسم واجب اور بہنوں کا نان نفقہ بھائیوں پر واجب ہے یا تورع واحسان اور اگر واجب ہے تو کس صورت میں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورۃ مستفسرہ میں بہنوں کا نان ونفقہ بھائی پر واجب ہے دو شرط سے اوّل زید اُن کی اعانت پر قادر ہو یعنی اپنی حاجت اصلیہ سے فاضل چھپّن[۵۶] روپے کا مالک ہو یا ایسا مال نہیں رکھتا بلکہ پیشہ ور ہے تو اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے نفقہ سے پس انداز ہوتا ہو جس سے بہنوں کی اعانت کرسکے دوم بہنیں زیور وغیرہ کوئی مال ذاتی نہ رکھتی ہوں جو اُن کی حاجت اصلیہ سے زائد چھپّن[۵۶] روپے کا ہو، کھانے کے لیے ناج پہننے کے لئے کپڑا یا دام موجود ہو کہ یہ جب تک رہیگا اُس قدر نفقہ دوسرے پر واجب نہ ہوگا اگرچہ ۵۶ روپے سے کم کا ہو، نہ مکان اس قابل ہو کہ اس کا ایک حصہ بیچ کر باقی میں گزر کرسکیں ایسا ہوگا تو بیچ کر خود اپنے نفقہ میں اُٹھانا لازم ہوگا جب تک رہیگا بھائی پر نفقہ نہ آویگا، نہ وہ عورتیں دستکاری مثل سلائی وغیرہ کے ایسا کررہی ہوں جو اُنکے نفقہ کو کافی ہو اگر ایسا ہے تو اپنا نفقہ خود اُنھیں پر ہے بھائی پر نہیں ہاں اگر دستکاری نہیں کرتیں اپنے کسی مال سے اپنی بسر کرسکتی ہیں تو بھائی پر نفقہ واجب ہوگا اور وہ یہ نہ کہہ سکے گا کہ تم سلائی وغیرہ کوئی کام مزدوری کا کرکے اپنا پیٹ پالو، یہ دو شرطیں اگر متحقق ہوں تو نفقہ بھائی پر ہے تنہا اُس پر جب کہ اُن عورتوں کا وارث صرف وہی ہو ورنہ بقدر میراث جب کہ اُس کے سوا اُن کا اور کوئی وارث ذی مقدور مثل دوسرے بھائی یا بہن یا دُختر کے ہو درمختار میں ہے تجب (علی موسر یسار الفطرۃ) علی الارجح ورجح الزیلعی والکمال انفاق فاضل کسبہ (النفقۃ لکل ذی رحم محرم صغیرا او انثی) مطلقا (ولو بالغۃ صحیحۃ اھکان الذکر (بالغا عاجزا) عن الکسب (فقیرا) حال من المجموع بحیث تحل لہ الصدقۃ ولو لہ منزل وخادم علی الصواب بدائع (بقدر الارث)

اھ ملتقطا ردالمحتار میں ہے قولہ مطلقا قید للانثی ای سواء کانت بالغۃ او صحیحۃ قادرۃ علی الکسب لکن لو کانت مکتسبۃ بالفعل کالقابلۃ والمغسلۃ لانفقۃ لہا قولہ بحیث تحل لہ الصدقۃ بان لا یملک نصابا نامیا او غیر نام زائدا عن حوائجہ الاصلیۃ والظاہر ان المراد ماکان من غیر جنس النفقۃ اذ لوکان یملک دون نصاب من طعام او نقود تحل لہ الصدقۃ ولا تجب لہ النفقۃ فیما یظہر لان منہا معللۃ بالکفایۃ ومادام عندہ مایکفیہ من ذلک لا یلزم غیرہ کفایتہ قولہ ولو لہ منزل وخادم

ای وھو محتاج الیھا وفی الذخیرۃ لوکان یکفیہ بعض المنزل امر ببیع بعضہ وانفاقہ علی نفسہ وکذا لوکانت لہ دابۃ نفیسۃ یؤمر بشراء الادنی وانفاق الفضل اھ ومثلہ فی شرح ادب القاضی اھ مختصرا

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۵: از بمبئی ناریکٹ کراچی بندر مرسلہ پیر سید ابراہیم گیلانی قادری بغدادی ۱۵ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) جو شخص ضعیف العمر باپ کو اصلی وطن میں مفلسی اور محتاجی حالت میں چھوڑ دے اور اس کو رنج ومصیبت میں ایسے ڈال دے کہ وہ ضعیف العمر اس کے پیچھے دربدر شہر بہ شہر پھرے شریف خاندان ایسے شخص عاق الوالدین اور نافرمانی عقوق الوالدین میں داخل ہے یا نہیں اُسکے پیچھے نماز جائز ہے (۲) جو شخص اپنی منکوحہ بی بی کو مع دو جوان بالغ لڑکیاں جو کہ اس کے نطفہ سے ہوں بلا نان ونفقہ چھوڑ کر رکھا ہو اور اُن کی خبر نہ لیتا ہو اور لوگوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ نہایت سختی وکمال ذلت سے اوقات بسر کر رہے ہیں ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

الجواب: (۱) اگر باپ ضعیف ومحتاج ہے اور یہ اُس کی خدمت واعانت کرسکتا ہے اور نہ کرے اور اُس سے بازرہے اور اُس کے فقر وفاقے کی پروانہ رکھے تو بیشک عاق ہے اور مستحق جہنم۔ ایسا شخص قابل امامت نہیں اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی (۲) ایسا شخص گنہگار اور حقوق العباد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہے حدیث میں فرمایا کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۶: از کانپور محلہ فیل خانہ بازار کہنہ مکان سید اشرف صاحب وکیل مرسلہ سید محمد آصف صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ اگر زوجہ کے نان ونفقہ وغیرہ اخراجات کا بار زوج کا والد یا کوئی عزیز اُٹھاتا ہو اور وہ عورت کو والدین کے یہاں جانے کی اجازت دے تو خاوند زوجہ کو جانے سے روک سکتا ہے اور عورت بلا اجازت خاوند کے جانے سے گنہگار ہوگی یا زوج کو روکنا جائز نہیں اور زوجہ جانے سے گنہگار نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر مہر معجل نہ تھا یا جس قدر معجل تھا ادا ہوگیا تو چند مواضع حاجت شرعیہ جن کا استثنا فرمادیا گیا مثلاً والدین کے یہاں آٹھویں دن دیگر محارم کے یہاں سال پیچھے دن کے دن کو جانا اور شب شوہر ہی کے یہاں کرنا وغیر ذلک ان کے سوا کسی جگہ عورت کو بے اذن شوہر جانے کی اجازت نہیں اگر جائے گی گنہگار ہوگی شوہر روکنے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ نفقہ کا بار دوسرا شخص اُٹھاتا ہو اور وہ دوسرا عورت کو جانے کی اجازت دیتا ہو اس کی اجازت مہمل ہوگی اور شوہر کی ممانعت واجب العمل علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ادائے مہر معجل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید وتخصیص ادائے نفقہ وتکفل حوائج کی نہیں فرماتے درمختار میں ہے لہ الخروج من بیتہ زوجھا للحاجۃ ولھا زیارۃ اھلھا بلا اذنہ مالم تقبض المعجل فلا تخرج الا لحق لھا اوعلیھا او زیارۃ ابویھا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ ولکونھا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک ردالمحتار میں ہے قولہ ولا

تخریج جواب شرط مقدر ای فان قبضتہ فلا تخرج الخ والد کا متکفل نفقہ پسر وزن پسر ہونا تو ہمارے بلاد میں معمول ہے اور دیگر بعض اعزہ بھی تبرعاً تکفل کریں تو یہ ضرور نہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے منکر ہو علمائے کرام تو اس صورت میں کہ شوہر نے ظلماً انفاق سے دست کشی کی یہاں تک کہ عورت محتاج نالش ہوئی تاآنکہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کرنے کیلئے حبس کی درخواست دی اور حاکم نے شوہر کا تعنت دیکھ کر اُسے قید کر دیا اس صورت میں تصریح فرماتے ہیں کہ عورت شوہر ہی کے گھر رہے بلکہ عورت پر واقعی اندیشۂ فساد ہو تو شوہر قید خانہ میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کرسکتا ہے اور محبس میں مکان تنہائی ہو تو حاکم عورت کو حکم دے گا کہ وہیں اُس کے پاس رہے۔ ہندیہ میں ہے لو فرض الحاکم النفقۃ علی الزوج فامتنع من دفعہا وھو موسر وطلبت المرأۃ حبسہ لہ ان یحبسہ کذا فی البدائع واذا حبسہ لاتسقط عنہ النفقۃ ویؤمر بالاستدانۃ حتی ترجع علی الزوج فان قال الزوج للقاضی احبسہا معی فان لی موضعا فی الحبس خالیا فالقاضی لایحبسہا معہ ولکنہا تصیر فی منزل الزوج ویحبس الزوج کذا فی المحیط درمختار میں ہے وفی البحر عن مآل الفتاوی ولو خیف علیہا الفساد تحبس معہ عند المتاخرین توجب صریح نفقہ نہ دینے پر بھی عورت پابند شوہر ہی رہی تو صورت سوال میں کیونکر خود مختار ہوسکتی ہے نفقہ نہ دینا رافع پابندی ہو تو نفقہ نہ دینا مسقط نفقہ ہوجائے اور عورت کو ہرگز دعوی نفقہ کا اختیار نہ رہے کہ نفقہ جزائے پابندی ہے جب پابندی نہیں نفقہ کس بات کا درمختار میں ہے النفقۃ جزاء الاحتباس وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ یلزمہ نفقتہ کمفت وقاض ووصی زیلعی الخ **اقول** وایاک ان تتوھم ان النفقۃ اذا کانت جزاء الحبس فاذا عدمت عدم وذلک لان وجوبہا متفرع عنہ فوجوب الاحتباس علیہا متقدم علی وجوب النفقۃ علیہ لان الاحتباس متفرع علی الانفاق فان عدم عدم وبالجملۃ ان کان اللازم فوجوب الانفاق لاوقوعہ فبرفع الوقوع لایرتفع الملزوم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۷: ۳۰ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

اگر کوئی شخص اپنے نکاح کے بعد یہ ظاہر کرے کہ میری زوجہ کی مادر کے ساتھ قبل نکاح سے میری آشنائی یعنی سابقہ زناکاری تھی اس واسطے میرا نکاح باطل ہوا میری زوجہ کا اس سبب سے مجھ پر کچھ حق نہیں ہے اور یہ معاملہ پندرہ بیس برس کے بعد ظاہر کرے کہ اولاد بھی زوجہ مذکورہ سے موجود تھی تو ایسے شخص کے واسطے علمائے دین کیا فرماتے ہیں یعنی زوجہ اُس کی دین مہر و نان ونفقہ کی مستحق ہے یا نہیں جس کے علم میں اپنے شوہر کی یہ حرکت نہ تھی بینوا توجروا۔

الجواب: شوہر کے اس بیان سے نکاح کے فساد کا فوراً حکم ہوگیا فی الدرالمختار عن الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بام امرأتک فقال جامعتہا تثبت الحرمۃ ولایصدق انہ کذب ولوھازلا اس پر لازم ہوگیا کہ عورت کو فوراً جدا کردے اور عورت پر روز متارکہ سے عدت لازم ہے جب تک عدت میں رہے گی اُس کا نان نفقہ شوہر پر لازم

رہتا ہے کہ شوہر کا کہنا کہ اس کا کوئی حق مجھ پر نہیں محض جھوٹ ہے فی ردالمحتار عن البحر الحاصل ان الفرقۃ اما من قبلہ او من قبلہا فلو من قبلہ فلہا النفقۃ مطلقا سواء کان بمعصیۃ اولا طلاقا او فسخا وان کانت من قبلہا فان کانت بمعصیۃ فلا نفقۃ لہا ولہا السکنی فی جمیع الصور رہا مہر اگر عورت تسلیم کرے کہ شوہر نے اُس کی مال سے پیش از نکاح زنا کیا تھا تو اس صورت میں جو مہر مثل اس عورت کا ہو اور جو مقرر ہوا ہو اُن دونوں میں جو کم ہے وہ دینا آئے گا مثلاً مہر مثل ہزار روپے ہے اور دو ہزار بندھے تھے تو ہزار دینے آئیں گے اور مہر مثل دو ہزار ہے اور ہزار بندھے تھے تو بھی ہزار ہی ہوں گے فی التنویر مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطء لا بغیرہ ولم یزد علی المسمی اور اگر تکذیب کرے تو جو مہر بندھا تھا کامل پائے گی دھی مسئلۃ ما اذا کذبتہ فی الاسناد واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۸: ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو خاوند نے نکال دیا وہ تین برس تک محنت کرکے تن پروری کرتی رہی بعدہٗ یہ تصفیہ ہوا کہ اگر تو میرے کہنے پر الگ ایک مکان میں رہے جس طرح کر رہتی ہے (اس لئے کہ اس شخص کے دوسری بی بی ہے) تو میں تجھ کو دس روپیہ ماہوار دیتا رہوں گا بموجب اس تصفیہ کے خاوند نے دو سال اور کچھ دن تک ماہوار دیا اب گیارہ ماہ سے نہ دیا عورت نے نوٹس دیا خاوند نے لیکر رکھ لیا اور کچھ دن بعد عورت کے مکان پر آکر بہت فساد مچایا بعدہٗ تین طلاقیں دیدیں اب علمائے دین سے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ جو اُس کے ذمے واجب الادا یعنی طلاق سے پیشتر کا اُس سے لینے کی عورت مجاز ہے یا نہیں اور مہر بھی اُس کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں۔

الجواب: طلاق سے مہر تمام وکمال واجب الادا ہوگیا اور بیان سوال سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ قصور مرد کا ہے یہی یہی اُسے نفقہ دینا نہیں چاہتا تو اس صورت میں واجب درمختار ردعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی وعلمائے کبار کا فتوٰی موافق اعتماد وترجیح محقق صاحب بحرالرائق ومحقق شرنبلالی وتصحیح صریح صاحب خزانۃ المفتین رحمہم اللہ تعالٰی جمیعا یہی ہے کہ جو ماہوار باہم دونوں میں رضامندی سے قرار پایا تھا جب تک کا نہ ملا سب لینے کا عورت کو اختیار رہے درمختار میں ہے صحح الشرنبلالی فی شرحہ للوھبانیۃ ملبحثہ فی البحر من عدم السقوط لو بائنا قال ھو الاصح در دماذکرہ ابن الشحنۃ فیتامل عند الفتوی ردالمحتار میں ہے بان ینظر فی حال الرجل ھل فعل ذلک تخلصا من النفقۃ اولسوء اخلاقہا مثلا فان کان الاول یلزم بہا وان کان الثانی لایلزم ھذا ما قال المقدسی وینبغی التعویل علیہ ط خزانۃ المفتین میں ہے المفروضۃ لاتسقط بالطلاق علی الاصح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۹: از سرولی ضلع بریلی مرسلہ جناب عشاق احمد صاحب مورخہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کی عورت عرصہ دو سال سے اپنے ساس اور سسرے سے ناراض ہوکر میکے چلی گئی خانگی جھگڑے پر اور وہی عورت اپنے خاوند سے رضامند ہے لیکن خاوند اُس کا اپنے والدین کو چھوڑنا نہیں

چاہتا اس وجہ سے وہ عورت اپنی سسرال میں نہیں آتی باوجودیکہ چند مرتبہ اُس کے ساس اور سسر رخصت کے واسطے اُس عورت کے مکان پر گئے لیکن نہیں آئی اب لڑکے کے والدین دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں اور اس عورت کو طلاق دینا نہیں چاہتے اس صورت میں پہلی بیوی از روئے شرع اپنی مہر کی ادائیگی بذریعہ نالش کرسکتی ہے یا نہیں اور اگر طلاق دیدی جائے تو مستحق مہر کی ہوگی یا نہیں کیونکہ اُس کے والدین طلاق کو کہتے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر طلاق دی جائے گی تو عورت مطالبۂ مہر کرسکے گی ورنہ جو مہر معجل بندھا ہو نہ اُس کی کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو عورت قبل موت یا طلاق اُس کا مطالبہ نہیں کرسکتی جبکہ وہ ناراض ہوکر اپنے میکے چلی گئی اور بلانے سے نہیں آئی تو اُس کا نان ونفقہ بھی شوہر پر سے ساقط ہے جبتک وہ شوہر کے یہاں واپس نہ آئے اور شوہر پر یہ بھی لازم نہیں کہ اُسے طلاق دے جبکہ یہ بلانا چاہتا ہے اور وہ بلاوجہ شرعی نہیں آتی تو الزام عورت پر ہے شوہر پر نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۰:۔ از ریاست جاورہ ڈوڈکر دروازہ مرسلہ ہدایت نور خاں صاحب برادر نواب جاورہ، ۲۴ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو عورت اپنے زوج کی نافرمانی کرکے بلا اجازت وبغیر حق مکان شوہر سے نکل کر علیحدہ بخانہ والدین یا کسی عزیز کے یہاں جاکر سکونت کرے جس کو اہل شرع ناشزہ کہتے ہیں پس اُس عورت کا نان ونفقہ کفیل پر دینا واجب ہوگا یا نہیں اور ایسی صورت میں کفیل کی کفالت وضمانت صحیح ومعتبر رہی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ زنان نشوز کا نفقہ دینا نہ آئے گا یعنی جب تک وہ بے اجازت شوہر بروجہ ناحق دوسری جگہ رہے گی اُتنی مدت کے نفقہ کا مطالبہ کفیل سے بھی نہیں کرسکتی کہ کفالت ضم الذمۃ الی الذمۃ فی الدین ہے یا فی المطالبۃ وھو الاصح کما فی الھدایۃ، اور ناشزہ کا نفقہ خود اصیل یعنی زوج ہی پر لازم نہیں تو کفیل سے اُس کا مطالبہ کیونکر ممکن رہا یہ کہ اس صورت میں کفالت نفقہ صحیح رہی یا نہیں اگر کفالت ابتداءً بروجہ صحت واقع ہوئی ہے اور وہ کسی مدت معینہ تک کے لئے نہ تھی کہ اُس کی انتہا سے منتہی ہوجائے تو عورت کا ناشزہ ہونا اُسے رفع نہ کرے گا اگر عورت نشوز سے باز آکر پھر تسلیم نفس شوہر کو کردے گی تو جتنے نفقہ کی مستحق ہوگی کفیل سے اُس کا مطالبہ کرسکے گی کہ مذہب مفتی بہ میں کفالت نفقہ اگر مطلقہ ہو ابد کے لئے ہے درمختار میں ہے ولو کفل لھا کل شھر کذا ابدا وقع علی الابد وکذا لو لم یقل ابدا عند الثانی وبہ یفتی بحر و تحقیق المقام فی ردالمحتار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۱:۔ از ساندھن ڈاکخانہ چھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ محبوب احمد صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے زبیدہ کے وارثوں کو نوٹس اور زبانی ذریعہ سے ولی بننے کو کہا اور زبیدہ کے وارثوں نے انکار کردیا زید نے نوٹس کے ذریعہ یہ اطلاع دی کہ اگر تم ولی نہ بنو گے اور بعد میں بننا چاہو گے تو تم سے زبیدہ کے خورد ونوش وغیرہ کا خرچ لے لیا جائے گا اب اگر چند سال بعد زبیدہ کے وارث ولی بننا چاہیں تو کیا زید زبیدہ کے خورد ونوش وغیرہ کا خرچ لے سکتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: یہ نوٹس کوئی عقد شرعی نہیں اس کی بنا پر کوئی مطالبہ نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴: از حافظ اسمٰعیل خاں عقب کوتوالی بریلی ۱۴ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو زید نے طلاق مغلظہ دے دی اور اُس کی زید سے ایک دختر صغیرہ ہے چند سال بعد ہندہ مدعی ہوئی کہ وہ اتنی مدت سے اپنے میکے میں رہتی ہے میں نے اب تک قرض دام کرکے اپنی اور اپنی دختر کی فکر کی لہٰذا روز طلاق سے چار مہینے دس دن بعد تک میرا نفقہ اور آج تک کا دختر کا پچاس پچاس روپے ماہوار کے حساب سے مجھ کو دلایا جائے حالانکہ نہ کوئی ماہوار وغیرہ تقرر نفقہ زید نے نہ کیا نہ حاکم نے بلکہ ہندہ اس سے پہلے نفقہ کا دعوٰی فوجداری میں دائر کرچکی تھی جو خارج ہوا اس صورت میں ہندہ کا دعوٰی مسموع ہے یا نہیں اور کل گزشتہ مدت کا نفقہ ہندہ یا دختر ہندہ کا زید پر واجب الادا ہے یا نہیں اور عورت اور اولاد کے نفقہ میں اس بارے میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مذکورہ میں ہندہ کا دعوٰی محض باطل و نامسموع ہے گزشتہ مدت کا ایک حبہ نہ عورت کے نفقہ کا زید پر لازم ہے نہ دختر کا۔ زن اور اولاد کے نفقہ میں یہ فرق ہے کہ عورت اگرچہ مالدار ہو اُس کا نفقہ شوہر پر لازم ہوتا ہے جب کہ وہ اُس کے یہاں رہے اور بلاوجہ شرعی میکے میں رہے تو اصلاً نفقہ کی مستحق نہیں اور اولاد کا نفقہ اُن کی محتاجی کی حالت میں لازم ہوتا ہے اگر مال رکھتے ہیں اُن کا نفقہ باپ پر نہیں ورنہ ہے اگرچہ وہ اُس کے یہاں نہ رہیں پھر جو نفقہ نہ باہمی قرارداد سے مقرر ہوا ہو نہ حاکم کے حکم سے اُسے اگر ایک مہینہ یا زیادہ کتنے ہی برس گزر جائیں اور اس مدت میں عورت اور اولاد قرض دام سے خواہ کسی طریقہ سے اپنی حاجت نکالتے رہیں یا عورت اپنے مال خواہ قرض یا گداگری سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالے تن ڈھکے تو اس مدت کے کسی حبہ کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہوسکتا ہاں اگر بحکم حاکم یا تراضی باہمی قرارداد نفقہ ہولیا تھا کہ مثلاً اتنا ماہوار دینا ٹھہرا اور مدتیں گزریں شوہر نے نہ اُس کا نفقہ دیا نہ اولاد کا تو عورت اپنے نفقہ مقررشدہ کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اولاد کا نفقہ اگرچہ برضائے باہمی یا بحکم حاکم مقرر ہوا ہو جب وقت گزر گیا ساقط ہوگیا کہ وہ بوجہ حاجت تھا اور مدت گزشتہ کی حاجت نکل چکی اگرچہ کسی طرح نکلی یہاں تک کہ اگر حاکم نے صغیر بچہ کیلئے ماہوار اُسکے باپ پر مقرر کیا اور ماں کو حکم دیا کہ اس سے نہ ملے تو تو قرض لے کر بچہ پر خرچ کر اگر اُس نے قرض لیکر خرچ کیا جب تو بوجہ حکم حاکم باپ سے واپس پائے گی اور اگر اپنے پاس سے خرچ کیا تو جب لینے کی مستحق نہ ہوگی کہ حاکم نے قرض لیکر خرچ کرنے کو کہا تھا وہ اُس نے نہ کیا۔ درمختار میں ہے: لانفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود۔ اُسی میں ہے: النفقۃ لاتصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحھما علی قدر معین اصنافا او دراھم فقبل ذالک لایلزم شیئ۔ تنویر الابصار میں ہے: قضی بنفقۃ غیر الزوجۃ ومضت مدۃ سقطت۔ ہدایہ میں ہے: اذاقضی القاضی للولد والوالدین وذوی الارحام بالنفقۃ فمضت مدۃ سقطت الا ان یاذن القاضی بالاستدانۃ علیہ۔ فتاوٰی بزازیہ میں ہے: وان انفقت ای الام علیہ من مالھا او من مسألۃ الناس لاترجع علی الاب۔ درمختار میں ہے: امرت بالاستدانۃ فلم تستدن بل انفقت من مالھا فلا رجوع لھا لانھا لم تغرم ما امرھا بہ القاضی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔
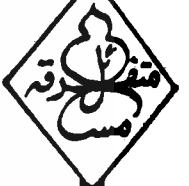
اور عدت طلاق چار مہینے دس دن سمجھنا محض جہالت ہے اُس کی مدت تین حیض ہے۔

مسئلہ ۳۳۳: از یادسوگنج ضلع ہردوئی (اودھ) مرسلہ سید عنایت حسین گرداور قانون گو ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

زید کی شادی تقریباً تین سال ہوئے کر بھی اس وقت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی عورت منکوحہ ناقص العقل یہاں تک کہ ایک آنہ کا حساب تک نہیں جانتی تین سو روپے کا زیور گم کرچکی ہے ناقص العقل ہونے کی وجہ سے اُسے گم کردیا اُسے گفتگو کی تمیز نہیں ہے کہ جو اُس کا شوہر ہے اُس سے گفتگو کرسکے وہ کھانا پکانا اور کپڑا سینا بھی نہیں جانتی ہے اور نماز روزے کو بھی نہیں سمجھتی ہے اور نہ اُسے یاد ہوتا ہے اب وہ شخص شادی دوسری ان وجوہات سے کرنا چاہتا ہے مسئلۂ اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں اور اُس کو کس صورت سے شوہر کو رکھنا پڑے گا جب کہ وہ خبط الحواس ہے کیا اخراجات دونوں عورتوں کے برابر اٹھانا پڑیں گے یا نہیں اور اگر وہ منکوحہ دوسری عورت صاحب جائداد ہو وے تب کس حیثیت سے اُس کو رکھنا چاہیے اور آیا شوہر کو دونوں عورتیں اپنے ہمراہ رکھنا پڑیں گی یا صرف ایک اور ایک بسبب خبط الحواس ہونے کے نہیں رکھنا پڑے گی۔

الجواب: دوسری شادی کی اجازت ہے مگر عدل فرض ہوگا دونوں کو برابر رکھنا ہوگا یہ جائز نہ ہوگا کہ دوسری کے پاس رہے اور پہلی سے اُس کی کم عقلی کے باعث جدا رہے دوسری عورت اگر مالدار ہے اور پہلی محتاج ہے تو شوہر اگر مالدار ہے تو دوسری کے لئے مالداروں کا نفقہ واجب ہوگا اور پہلی کے لئے مالداروں اور محتاجوں کے نفقہ کا اوسط اور اگر شوہر محتاج ہے تو پہلی کیلئے محتاجوں کا نفقہ واجب ہوگا اور دوسری کے لئے اوسط یہ اوسط اب نہ دے سکا تو جتنا دے سکے دیگا باقی اس پر اُس دوسری عورت کیلئے قرض رہے گا کہ جب طاقت پائے ادا کرے درمختار میں ہے النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجھا بقدر حالھما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ یہ دونوں عورتوں کے نفقہ میں فرق ہوگا اگر ایک اُس میں مالدار اور دوسری محتاج ہے باقی رات کو رہنے اور سینے دینے وغیرہ اختیاری باتوں میں دونوں کو برابر رکھنا ہوگا اگرچہ ایک کم عقل اور بے سلیقہ ہے عالمگیری میں ہے یسوی بین الحدیثۃ والقدیمۃ والبکر والثیب والصحیحۃ والمریضۃ والرتقاء والمجنونۃ التی لایخاف منھا والحائض والنفساء والحامل والحائل والصغیرۃ التی یمکن وطؤھا کذا فی التبیین وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴: از علی گڑھ مدرسۃ العلوم مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب ناظم دینیات ونصرت شیر خاں محرر دینیات ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

زید کو عرصہ تیس سال سے پچھتر روپے ماہوار بذریعہ ملازمت کے ملتا ہے اور بجز اس ماہواری تنخواہ کے اور کسی قسم کی زید کو آمدنی نہیں ہے اور زید کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ جو روپیہ ماہواری ملتا ہے وہ سب کا سب اپنی اہلیہ کو دے دیتا ہے اور زید نے اپنی اہلیہ سے یہ کہہ رکھا ہے کہ جو مقدار شرعی طور سے تمہارے نان نفقہ میں یا میرے ذاتی اخراجات یا میری زوجہ اولٰی کی اولاد پر اس میں سے خرچ ہوکر جو کچھ پس انداز ہو اُس رقم کو تم اپنے مہر میں محسوب کرتی رہو تاکہ تھوڑے عرصہ میں تمہارے مہر سے مجھ کو سبکدوشی حاصل ہو اور اس معاملہ پر زید نے اپنے اور اپنی اہلیہ کے اقربا کو گواہ بھی کر لیا ہے اور زید کی زوجہ کو بھی اس

معاہدہ اور معاملہ سے انکار نہیں ہے بلکہ اس وقت تک اقرار ہے لیکن نان نفقہ کی مقدار رقم میں زید اور اس کی زوجہ کا اختلاف ہے زید تو یہ کہتا ہے کہ میرے پاس بجز اس ملازمت کی آمدنی کے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں اور میں پانچ ہزار روپے کا قرضدار ہوں جو مہر کا ہے جس کے ادا کرنے کا میں نے ڈول ڈالا ہے اس صورت میں نان و نفقہ کی مقدار رقم ماہواری معسر یعنی تنگدست کی شرعًا ہونی چاہیئے اور زید کی زوجہ راقمہ یہ کہتی ہے کہ تمہارا مشاہرہ بڑا مشاہرہ ہے نان و نفقہ کی رقم ماہواری کی مقدار موسر یعنی مالدار کی حیثیت سے مقرر ہونی چاہیئے۔ اب علمائے اسلام عالی مقام سے یہ سوال ہے کہ شرعًا زید کا کہنا مقبول ہے یا زید کی زوجہ راقمہ کا قول شرعًا مقبول ہے اور معسر شخص کو کتنے روپے ماہوار آٹھ سال سابق سے دینے چاہئیں اور اس زمانہ میں جو گرانی ہے کہ روپیہ نان و نفقہ کے لگائے جائیں اور یہ بھی عرض کردینا ضرور ہے کہ باہر کے کام مثلاً غلہ یا دال یا پان وغیرہ منگانے کا زید اپنی وجاہت سے کسی دکسی سے کرادیتا ہے اور گھر کے کھانا پکانے کا کام جب سے نکاح ہوا زید کی زوجہ یا اس کی والدہ نے اپنے متعلق کر رکھا ہے جیسے کہ عمومًا شرفا کے گھروں میں عرفًا مروج و معمول بہ ہورہا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: یہاں متعدد امور ملحوظ ہوتے ہیں (۱) مقدار دخل (۲) گرانی وارزانی (۳) حال مقام۔ مثلاً زیادہ سرد ممالک میں جاڑے کا سامان زیادہ درکار ہوتا ہے معتدل میں کم اور بلحاظ آب و ہوا غذا میں بھی تفاوت ہوتا ہے (۴) زمانہ موجودہ میں عادت بلد جہاں جیسی خوراک و پوشاک معتاد و معہود ہو مثلاً اب عرب خصوصًا مدینہ طیبہ میں عمومًا خوش خوراکی و خوش پوشاکی معمول ہے حالانکہ یہی عرب ایک وقت کمال سادگی و تقلل سے موصوف تھا اعتبار عام عوائد کا ہوگا نہ خاص کسی بخیل یا مسرف کا بعض بلاد مثلاً شاہجہانپور میں عام طور پر تیل کھاتے ہیں پلاؤ قورمہ پراٹھے تیل کے ہوتے ہیں ہمارے بلاد میں یہ طبعًا مکروہ اور عرفًا معیوب تو وہاں گھی کا مطالبہ نہ ہوگا یہاں ہوگا وقس علیہ۔ متعارف طور پر ان سب باتوں کے لحاظ کے بعد کہہ سکتے ہیں کہ اتنی آمدنی اتنے مصارف والا ایسے وقت ایسے مقام میں موسر مرفہ الحال یا معسر تنگدست یا متوسط۔ تنویر الابصار میں ہے یقدرھا بقدر الغلاء والرخص نیز اوسی میں اور بحوالہ اختیار درمختار میں ہے یختلف ذلک بیسار او اعسار او حالا او بلدا۔ ردالمحتار میں ہے لو قال وقتا لکان اولی اسی میں ہے یراعی کل وقت او مکان بما یناسبہ اسی میں ذخیرہ سے ہے ما ذکرہ محمد علی عادتھم وذلک یختلف باختلاف الاماکن حرا وبردا والعادات فعلی القاضی اعتبار الکفایۃ بالمعروف فی کل وقت ومکان۔ بحر میں ہے فی الظھیریۃ قدر محمد الکسوۃ بدرعین وخمارین وملحفۃ فی کل سنۃ اراد بھما صیفیا وشتویا ولم یذکر السراویل فی الصیف اذ لابد منہ فی الشتاء وھذا فی عرفھم اما فی عرفنا فتجب السراویل وثیاب اخر کالجبۃ والفراش الذی تنام علیہ واللحاف وما تدفع بہ اذی الحر والبرد وفی الشتاء درع خز وجبۃ قز وخمار ابریسم اھ وفی المجتبی ان ذلک یختلف باختلاف الاماکن والعادات فیجب علی القاضی اعتبار الکفایۃ بالمعروف وفی کل وقت ومکان اسی طرح فتح القدیر میں اختیار اور بحر میں محیط سے ہے رہا شوہر کا مدیون ہونا **اقول** ظاہر اس کے سبب نفقہ زن میں تنگی نہیں کرسکتے کہ یہ بھی مطالبہ عبد ہے بلکہ قنیہ پھر امام اجل قاضی خاں پھر ہندیہ میں ہے المحبوس بالدین اذا کان یسرف فی اتخاذ الطعام

یمنع القاضی عن الاسراف ویقدر له الکفاف المعروف وکذلک فی الثیاب یقتصد فیہا ویأمرہ بالوسط ولایضیق علیہ فی ماکولہ ومشروبہ وملبوسہ جب مدیون پر خود اس کے نفقہ میں تنگی نہ کی گئی اوسط کا لحاظ رہا تو دوسرے کے نفقہ واجبہ میں بدرجۂ اولٰی فلیراجع ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم اس کے ساتھ عورت کا خود اپنا حال بھی دیکھا جائے گا کہ غنیہ مفرطۃ فی الغنا ہے یا فقیرہ یا متوسطۃ الحال۔ اگر زن وشو دونوں ایک طرح کے ہیں تو اُسی طرح کا نفقہ لازم آئے گا اور مختلف ہیں تو دونوں کے حال کا اوسط مثلاً ایک کے اعتبار سے عورت کا نفقہ دس روپے ماہوار ہونا چاہیے اور دوسرے کے لحاظ سے چار روپے تو سات روپے ماہوار واجب کریں گے پھر اگر شوہر فی الحال اُس کی ادا پر قادر ہے فبہا ورنہ جس قدر پر قادر ہے دے گا باقی وقت فراخی تک اُس پر دین رہے گا قال اللہ تعالٰی لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اٰتٰہ اللہ لایکلف اللہ نفسا الا ما اٰتٰہا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا۔ درمختار میں ہے یستحق النفقۃ بقدر حالہما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ۔ ردالمحتار وبحرالرائق میں ہے اتفقوا علی وجوب نفقۃ الموسرین اذا کانا موسرین وعلی نفقۃ المعسرین اذا کانا معسرین وانما الاختلاف فیما اذا کان احدہما موسرا والاٰخر معسرا فعلی ظاہر الروایۃ الاعتبار لحال الرجل فان کان موسرا وہی معسرۃ فعلیہ نفقۃ الموسرین وفی عکسہ نفقۃ المعسرین واما علی المفتی بہ فتجب نفقۃ الوسط فی المسألتین وہو فوق نفقۃ المعسرۃ ودون نفقۃ الموسرۃ۔ اس کے سوا یسار و اعسار کی کوئی خاص تحدید یہاں علماء نے نہ فرمائی امر عرف پر دائر رکھا ہے بخلاف نفقۂ اقارب کہ وہاں یسار مقدر بہ نصاب ہے

رأیت فی الفتاوی الخیریۃ انہ ساق الی ہنا ما ذکرہ ثمہ اذ سئل فی الزوجین اذا کانا غنیین ہل تجب علیہ نفقۃ الاغنیاء ونأخذ الغنی فی باب النفقۃ فاجاب نعم تجب نفقۃ الاغنیاء قال فی البحر اختلفوا فی حد الیسار علی اربعۃ اقوال احدہما انہ مقدر بنصاب الزکوۃ قال فی الخلاصۃ وبہ یفتی واختارہ الولوالجی معللا بان النفقۃ تجب علی الموسر ونہایۃ الیسار لاحد لہا وبدایتہ النصاب فیقدر بہ والثانی انہ نصاب حرمان الصدقۃ وہو النصاب الذی لیس بنام قال فی الہدایۃ وعلیہ الفتوی وصححہ فی الذخیرۃ اھ والذی یظہر للفقیہ البارع فی الفقہ ان الاول اولی بالقبول لان ما لیس بنام سریع النفاذ اذا توارد علیہ النفقات کما ہو ظاہر واللہ تعالٰی اعلم اھ ما فی الخیریۃ **اقول** تعلیل الامام الولوالجی لایفید الاشتراط النصاب دون النمو الا ان یضم الیہ ما افادہ العلامۃ الرملی وفیہ تامل فتامل **ثم اقول** فی سوقہ الی ہنا نظر فان المعتبر فی الاقارب القدرۃ حتی اوجب محمد علی من یکسب کل یوم درہما وتکفیہ اربع دوانق ان ینفق الدانقین علی محارمہ قال فی الفتح وہذا الذی یجب علیہ التعویل فی الفتوی اھ فالموسر ثمہ من یمکنہ دفع حاجۃ غیرہ بدون لحوق ضرر بہ والمعسر بخلافہ ولذا لم تجب علیہ اصلا اما نفقۃ المرأۃ فتجب علی الزوج مطلقا وان لم یکن لہ شیئ وانما الموسر والمعسر ہہنا بمعنی الموسع والمقتر وذلک لایتقید بالنصاب ولایلزمہ بل یختلف لما قدمنا فافہم [illegible]

قادر فلا یستلزم جعلہ موسرا ان یلزم علیہ لامرأتہ نفقۃ الاغنیاء وھی ربما تفتی النصاب فی اقل من
نصف سنۃ بل فی ربعھا لاجرم رد المحتار میں فرمایا صرحوا ببیان الیسار والاعسار فی نفقۃ الاقارب ولم اراھم
عرفوھما فی نفقۃ الزوجۃ ولعلھم وکلوا ذلک الی العرف والنظر الی الحال من التوسع فی الانفاق وعدمہ ویؤیدہ
قول البدائع لوکان الرجل مفرطا فی الیسار الخ وسیاتی تمامہ ولہذا نفقۂ اقارب میں دو ہی قسمیں رہیں کہ قادر یا عاجز
میں حصر ہے اور یہاں تین قسمیں ہیں غنی فقیر متوسط اور ان کے نفقات کے فرق میں عبارات مختلف آئیں امام سراج الدین
قاری الہدایہ نے فرمایا غنی کے لئے دونوں وقت گیہوں کی روٹی اور گوشت ہے۔ متوسط کے لئے روٹی اور روغن۔ فقیر کے لئے
روٹی اور پنیر و سرکہ۔ اقضیہ میں فرمایا غنی کی نانخورش گوشت متوسط کی دودھ فقیر کی روغن یعنی روغن زیتون وقال تعالٰی
وصبغ للاکلین اور ہمارے عرف سے قریب تر وہ ہے جو امام ملک العلماء نے فرمایا کہ اعلٰی درجہ مرغ کا گوشت اور سوجی کے
پھلکے ______ اور اوسط گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت اور ادنٰی جو کی روٹی عقود الدریہ میں ہے سئل قارئ الہدایۃ
اذا طلبت تقدیر النفقۃ لھا ولاولادھا دراھم ھل لھا ذلک اجاب لایجب بل الواجب علیہ طعام وادام علی
الغنی خبز حنطۃ ولحم غداء وعشاء بقدر کفایتھا والمتوسط خبز ودھن وعلی الفقیر خبز وجبن وخل فتح القدیر
میں ہے وفی الاقضیۃ ویفرض الادام ایضا اعلاہ اللحم وادناہ الزیت واوسطہ اللبن رد المحتار میں بدائع سے ہے
لوکان الرجل مفرطا فی الیسار یاکل خبز الحواری ولحم الدجاج والمرأۃ مفرطۃ فی الفقر تاکل فی بیت اھلھا
خبز الشعیر یطعمھا خبز الحنطۃ ولحم الشاۃ عالمگیریہ میں کافی سے ہے ان کانت موسرۃ وھو موسر لھا فوق ما یفرض
لوکانت معسرۃ فیقال لہ اطعمھا خبز البر وباجۃ او باجتین وان کان الزوج موسرا مفرط الیسار بخوان یاکل
الحلواء والحمل المشوی والباجات وھی فقیرۃ کانت تاکل فی بیتھا خبز الشعیر لایجب علیہ ان یطعمھا ما یاکل
بنفسہ ولا ما کانت تاکل فی بیتھا لکن یطعمھا خبز البر وباجۃ او باجتین ان اعصار وامصار میں پچہتر روپے ماہوار
کی آمدنی والا نہ امیر کہلائے گا نہ فقیر بلکہ ایک متوسط الحال ہے اگر عورت بھی ایسی ہی ہے اور متوسط زناں کا نفقہ لیا گیہوں کی روٹی
اور بکری کا گوشت کبھی سادہ کبھی ترکاری کا کبھی اور کھانا کہ قیمۃً اس کے قریب ہوا در پہنے کو ململ خاصہ چھینٹ یا سوتی بیاض ہو تو حتی الامکان
نہ یہ اس میں کمی کرسکتا ہے نہ وہ اس سے زائد کے مطالبے یا صرف کا اختیار رکھتی ہے اور اگر وہ غنا میں طبقۂ اعلٰی سے ہے تو ضرور
زائد کی مستحق ہے جو اوسط و اعلٰی کے اوسط سے زائد نہ ہو اور اگر طبقۂ ادنٰی سے ہے تو ضرور کم کی مستحق مستوجب ہے جو اوسط و
ادنٰی کے اوسط سے کم نہ ہو ان اصول پر صحیح محاسبہ کیا جائے اگر اس نے اپنے استحقاق سے زیادہ قلیل کی ہے تو قابل لحاظ
نہیں اور زیادۃ فاحشہ کی ہے مثلاً اس کے خرچ میں حساب شرعی سے دس روپے ماہوار ہونا چاہیے تھا اور اس نے پندرہ روپے
ماہوار خرچ کیا تو جب کہ اول سے شوہر نے اسے مقدار شرعی پر خرچ کی اجازت دی تھی زیادت غصب ہوئی اور اس کا تاوان
عورت پر آیا جو اس کے مہر میں محسوب ہوسکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں علی الید ما اخذت حتی

تؤدیہ ھذا ما ظھرلی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۵: از جاورہ محلہ نظر باغ مرسلہ سید ذوالفقار احمد صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساۃ ہندہ جو جوان العمر نیک چلن ہے عرصہ آٹھ نو سال سے ہندہ کے شوہر زید نے ہندہ کو چھوڑ دیا ہے اُس کی نان و نفقہ نہیں دیتا ہے نہ کسی طرح کی خبرگیری اُس کی کرتا ہے بلکہ ہندہ کو ایذا اور تکلیف پہنچانے کی غرض سے طلاق بھی نہیں دیتا ہے تاکہ ہندہ اُس کے ظلم سے نجات پا کر کسی شخص سے نکاح کر کے اپنی گزر اوقات کرے ہندہ پردہ نشین ہے اُس کو کوئی کھانا کپڑا دینے والا نہیں ہے نہ اُس کو کوئی قرض دیتا ہے نہ اُس کے پاس اثاثہ ہے جس کو فروخت کر کے بسر اوقات کرے نہ ہندہ دستکار ہے کہ جس کی اجرت سے ضروریات خورد و نوش کو پورا کر سکے اگر ہندہ کا نکاح ثانی نہ ہوگا تو وہ یقینی طور پر ضرور زناکاری میں مبتلا ہوگی کیونکہ اُس کا عالم شباب ہے اور بغیر نکاح ثانی کیے دوسرا ذریعہ معاش نہیں ہو سکتا اور ہندہ ایسے مقام پر ہے جہاں قاضی نہیں ہے پس صورت مرقومہ میں ہندہ کے واسطے خاوند ظالم سے کوئی صورت رہائی کی نکلتی ہے یا نہیں اگر کوئی صورت ہندہ کی خلاصی کی نہیں نکلتی ہے تو کیا شرع ہندہ کو زنا کرا کر گزراوقات کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: شرع مطہر اللہ و رسول کا حکم ہے اللہ و رسول سے زنا کی اجازت مانگنی کفر ہے۔ جب تک شوہر زندہ ہے اور طلاق نہیں دی دوسرا نکاح حرام حرام زنا زنا ہے وساوس اور اندیشے کا ہے کے ہیں زنا کے موہوم زنا سے بچنے کے لئے موجود زنا کرا دیا کونسا دین ہے چارہ کار نالش ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق اور یہ بھی نہ ہو سکے تو سوائے صبر کچھ علاج نہیں اور جو اللہ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ اُس کی مشکل کھول دیتا ہے رزق اللہ پر ہے شوہر رزاق نہیں محنت مزدوری کرے اور غلبہ خواہش کے لئے روزے رکھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اُس کے لئے راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہوگا جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اُسے کافی ہے اور فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اُس کا کام آسان کر دے گا اللہ سچا اور اُس کے وعدے سچے اور شیطان جھوٹا اور اُس کے ڈراوے جھوٹے اللہ سے ڈرے اور اس پر بھروسہ کرے یقیناً اللہ اُس کے لئے آسانی کر دے گا اور اُس کے لئے راہ نکال دے گا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۶: از اودے پور میواڑ راجپوتانہ محلہ چھاوت واڑی مرسلہ قادر بخش چابک سوار ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا کوئی ایسی تحریر دستاویز پر کہ جس کو زید نے مساۃ ہندہ کو دوسری شادی کے وقت بابت انتظام نان نفقہ لکھ دی ہو کیا بعد طلاق ہندہ کا اُس تحریر سے کسی قسم کا کوئی حق رہتا ہے۔

الجواب: مہر و نفقہ ایام عدت کے سوا اور کوئی حق واجب شرعاً نہیں اور اگر زید نے لکھ دیا ہو کہ عمر بھر تیرا نان و نفقہ میرے ذمہ ہے تو یہ ایک وعدہ ہے اُسے وفا کرنا چاہیئے مگر اس کی بنا پر جبراً مطالبہ نہیں ہو سکتا اشباہ میں ہے لاجبر علی الوفاء بالوعد اس کے سوا اُس تحریر کا حاصل اگر کچھ اور ہو تو بعد ملاحظہ تحریر معلوم ہو سکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ٣٣٧: از چتوڑ گڑھ محلہ چھیپان مسئولہ جمیع مسلمانان گنگرار ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا شوہر عرصہ ۸ سال سے ہندوستان چھوڑ کر غیر ملک میں چلا گیا زندہ ہے خیریت کا حال لکھتا رہتا ہے مگر اُس کے لئے نہ تو یہاں اُس کی کوئی جائداد ہے اور نہ اُس نے آج تک خرچ کیلئے زوجہ کے پاس روپیہ پیسہ روانہ کیا نہ اس عرصہ میں وہ کبھی آیا اور نہ آئندہ آنے کا قصد رکھتا ہے زوجہ نے نان نفقہ کے انتظام کے لئے کئی مرتبہ اُسے لکھا مجبور ہو کر طلاق چاہی مگر نہ تو نان نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اب سُنا جاتا ہے کہ عورت پریشان ہو کر نصرانیت اختیار کرنے والی ہے ایسی صورت میں عورت مذکورہ سے معاملہ مندرجہ سوال میں کسی عالم با معتبر سے فسخ نکاح کی درخواست کراکے بعد انقضائے عدت فسخ نکاح نکاح جدید کسی دوسرے شخص سے کرا دینا جائز ہے یا ناجائز آیا اُس کے لئے کوئی صورت ہے شرعی کہ اُسے مرتدہ ہونے سے بچالے۔

الجواب: جس نے مرتدہ ہونے کا قصد کیا وہ اُسی وقت مرتدہ ہوگئی۔ بچائی کاہے سے جائے اور شوہر کی زندگی میں بلا طلاق دوسرے سے نکاح کی کوئی صورت نہیں قال تعالٰی والمحصنٰت من النساء یہاں نہ کوئی حنبلی مذہب قاضی ہے نہ کسی حنفی مقلد کو اس مذہب کے خلاف قضا کا اختیار ہے اور اگر کرے گا نافذ نہ ہوگی ایسی تو سیعین لازم مذہب کرتی ہیں والتفصیل فی البحر الرائق و رد المحتار وغیرھما من الاسفار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ٣٣٨: از اکور ہاڈاکخانہ گنگیری ضلع علی گڑھ مسئولہ امداد علی خاں صاحب مدرس اول ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ وقت نکاح بد مزاج معلوم ہوتی تھی بعد میں وہی بد مزاجی بڑھتے بڑھتے فتور عقل ثابت ہوئی فاتر العقل کی حالت میں اُس سے تین بچے بھی مختلف اوقات میں پیدا ہوئے اور رہے اُس کے مرض کا علاج مدت مدید تک حکیموں دائیوں ڈاکٹروں عاملوں کے ذریعہ کرایا گیا اور اپنی حیثیت سے زیادہ صرف کیا مگر کوئی صورت افاقہ کی نہ ہوئی اور مریضہ کے عملوں سے بہت کچھ نقصانات مالی ظہور میں آئے اُس کی حالت فاتر العقلی کے باعث ایسی ہوگئی ہے کہ وہ احکام شرعیہ اور خاوند کے جائز حکموں کی تعمیل نہیں کر سکتی نہ وہ اپنی خواہشات کو محسوس کر سکتی ہے نہ پاکی و ناپاکی میں تمیز رکھتی ہے نہ امورات خانہ داری و علائق زندگی کو سمجھ سکتی ہے غرض کہ مجھے اس سے تمام مصلحتیں فوت نظر آتی ہیں اُس کے علاج سے ہر طرح مایوس ہو کر اعزا و اقربا کے اصرار و اپنی آسائش و قیام نسلی کے اُمید پر میں نے بحالت مجبوری بعد انتظار بسیار کے دوسری شادی کر لی ہے اُس سے بفضلہ ایک بچہ بھی پیدا ہوا ہے اب میرے متعلقین میں میری ایک والدہ ضعیفہ اور زوجگان و ایک بچہ مع ایک میں خود یہ پانچ کس ہیں اور کچھ بار قرضہ بھی ہے

جو بوجہ ضروریات شرعی ہوا ہے اب زوجہ سابقہ یعنی فاترالعقل کے والدہ کو (میرے خیال میں تجاہل عارفانہ سے) شبہہ ہے کہ میری لڑکی کو ان لوگوں سے تکالیف پہنچتی ہیں۔ اور نہ وہ ان لوگوں میں وہ آسائش سے رہ سکتی ہے اس لئے اُن کی خواہش ہے کہ اپنی بیٹی کو اپنے پاس رکھ کر میری نصف آمدنی کو بٹا لیویں اور اسی اُمید پر وہ عنقریب کچہری مجازمیں نالش کرنے والی ہیں میں اُن سے کہہ رہا ہوں کہ میری جانب سے کوئی تکلیف کبھی نہیں ہوئی نہ آئندہ ہوگی بلکہ آپ خود رہ کر میرے کاموں میں مدد دیجئے اور اپنی بیٹی کو حسب منشا آرام پہنچایئے اور بوجہ ناپاک رہنے اور ہوش و حواس درست ہونے کے اپنی بیٹی کے ساتھ کھانے پینے اور اُس کے برتنوں سے احتیاط رکھیئے یا زر دین مہر سے دست بردار ہو کر مجھ سے اپنی بیٹی زوجہ میرے کے واسطے چار روپیہ ماہوار علاوہ پارچہ پوشیدنی کے تا حین حیات لیتی رہیئے کیونکہ اس وقت پانچ آدمیوں کی پرورش۔ قرضہ کی ادائگی تربیت اولاد۔ اتفاقی ضروریات کا پورا کرنا میرے ذمہ ہیں اور اُس کو اپنے مکان پر رکھئے وہ ان باتوں میں سے کسی کو منظور نہیں کرتیں پس ایسی صورت میں میرے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے جس سے کہ میں خدا اور رسول کے نزدیک مواخذہ وارنہ ہوں اس میں دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسی عورت کا دین مہر و نان نفقہ کس خدمت کے عوض مجھ پر واجب ہے۔

الجواب: مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں بُضع کا عوض ہے اور بہر حال واجب ہے اور جب فاترالعقل ہے تو اُس کے مہر سے دست برداری نہ وہ کر سکتی ہے نہ اُس کی ماں نہ کوئی یوہیں جب تک وہ شوہر کے گھر ہے یا اُس کے گھر آنے سے انکار نہ کرے اُس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے جو زن و شو دونوں کے حال کی رعایت سے بقدر متوسط دلایا جائے گا مادر زن کا نصف آمدنی مانگنا ظلم صریح ہے جب کہ یہ مقدار نفقہ زن سے زائد ہو درمختار میں ہے النفقۃ تجب لزوجتہ علی زوجھا بقدر حالھما بہ یفتی و یخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۹: از جامع مسجد بریلی مسئولہ نواب چھوٹے میاں صاحب، رجب ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا عقد بکر کی لڑکے کے ساتھ کیا عقد کے بعد ایک ماہ تک زید کی لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر رہی اُس وقت سے زمانہ تخمیناً نو ماہ کا ہوا کہ لڑکی زید کے مکان پر موجود ہے نان نفقہ کی شوہر یا شوہر کے باپ نے خبر نہیں لی اب اس امر کا تقاضا ہے کہ زید اپنی لڑکی کی رخصت کر دیوے زید کو رخصت کر دینے سے کچھ انکار نہیں ہے علمائے دین کی خدمت میں صرف یہ گذارش ہے کہ اس ایام کا نان نفقہ کس پر فرض ہے اور لڑکی رخصت ہونے کے بعد زید کے اور شرعی خاندان کے تعلق والوں کے کس کس کے یہاں جا سکتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اس نو مہینے کا نان نفقہ کسی پر نہیں جو دن گزر گئے گزر گئے ہاں اگر نان و نفقہ کچھ مقرر ہو

معین قرار پاچکا کہ اتنا ماہوار دیں گے اور زید نے لڑکی کو بٹھا نہ رکھا نہ لڑکی نے شوہر کے یہاں جانے سے انکار کیا بلکہ باپ کے یہاں آئی تھی پھر شوہر کے بلانے کی منتظر رہی اور اُس نے اتنے مہینوں نہ بلایا تو اس صورت میں وہ مقرر شدہ نفقہ ان مہینوں کا دیگا اور اگر یہ بلانا چاہتا تھا اور لڑکی نہ گئی تو ان مہینوں کا نفقہ کسی پر نہیں اگرچہ مقرر شدہ ہو۔ عورت آٹھویں دن اپنے ماں باپ کے یہاں صبح سے شام تک کے لئے بلا اجازت شوہر جاسکتی ہے اور اپنے محارم مثلاً حقیقی یا سوتیلے بہن بھائی بھتیجے بھتیجی بھانجے بھانجی چچا ماموں پھوپھی خالہ نانا دادا کے یہاں ہر سال بھر بعد دن بھر کے لئے۔ رات کو بہرحال شوہر کے یہاں آنا ہوگا یہ بلا اجازت ہے اور شوہر کی اجازت سے انھیں لوگوں کے یہاں مہینہ بھر اور زائد جتنے دنوں کی وہ اجازت دے رہ سکتی ہے لیکن غیر محارم مثلاً چچا ماموں خالہ پھپھی کے بیٹوں بیٹیوں یا جیٹھ دیور بہنوئی وغیرہم یا اجنبی کے یہاں شوہر کی اجازت سے بھی نہیں جاسکتی اگر شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۰: از شہر بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ احمد یار خاں صاحب ۱۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے چند اولادیں ہوئیں اُن میں سے ایک لڑکی بعمر ۶ سال موجود ہے اس عورت کے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے اور قریب المرگ ہوجاتی ہے لہٰذا اب یہ عورت اور اُس کی ماں و بھائی وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم کو جان بچانا فرض ہے اور یہ عورت اپنے خاوند سے جماع کرنا نہیں چاہتی اور کہتی ہے کہ مجھ کو اپنی جان کا اندیشہ ہے اس حالت میں اُس کے خاوند پر نان نفقہ دینا چاہیئے یا نہیں اور یہ عورت اور اُس کی ماں و بھائی کہتے ہیں کہ تم اپنی دوسری شادی کرلو۔ اُس کے خاوند میں اتنی قوت نہیں کہ دو عورتوں کا خرچ برداشت کرسکے کیونکہ یہ بیحد غریب آدمی ہے لہٰذا شرع شریف کا جو حکم ہو بینوا توجروا۔

الجواب: عورت اگر مکان شوہر میں نہ رہے نفقہ نہ پائے گی اور اگر یہاں رہے اور جماع پر راضی نہ ہو مگر شوہر چاہے تو جماع کرسکے پھر اگرچہ نہ کرے نفقہ پائے گی مرد اگر دو کا خرچ برداشت نہ کرسکنے کے سبب اُسے نکال دے گا اور عورت اُس کے یہاں رہنا چاہے گی اور یہ اُس سے زبردستی جماع پر قادر ہوگا تو نفقہ آئے گا درمختار میں ہے لہا النفقۃ لو مرضت و فی منزلہا بقیت و لنفسہا ضعت لا النفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود قید بالخروج لانہا لو مانعتہ من الوطی لم تکن ناشزۃ اھ ردالمحتار میں ہے قولہ لو مانعتہ قیدہ فی السراج بمنزل الزوج و بقدرتہ علی وطئہا کرھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۱: از کانپور طلاق محل مکان حکیم نور الدین مسئولہ عبد اللہ ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید آوارہ اور بدچلن ہونے کے علاوہ نان و نفقہ کا کفیل بھی نہیں ہوسکتا اور اُس کا باپ یعنی خالد اگرچہ نان و نفقہ کا کفیل ہوسکتا ہے اگر وہ چاہے مگر وہ اور اُس کی اہلیہ وغیرہ بھی ہندہ کو سخت تکالیف کھانے پینے پہننے کی دیتے ہیں اور سخت خدمت مثل ایک لونڈی کے لیتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں ہندہ کو اپنے

نفس کے روکنے کا اختیار ہے کیونکہ اُن کے معاشرت نہایت خراب ہے بلکہ جان کا خطرہ ہے اور کیا قاضی کو حق ہے کہ وہ دونوں میں تفریق یعنی خلع کرادے بینوا توجروا۔

الجواب: نفقہ دینے پر حاکم اُسے مجبور کرے گا نفقہ دے یا طلاق لقولہ تعالٰی فامساک بمعروف او تسریح باحسان لیکن قاضی بطور خود اس وجہ سے تفریق نہیں کرسکتا درمختار میں ہے لایفرق بینہما بعجزہ عنہا بانواعہا الثلثۃ (وھی ماکول وملبوس ومسکن ۱۲ ش) ولا بعدم ایفائہ حقہا ولو موسرا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۲: از اودے پور میواڑ مدرسہ شرقیہ مرسلہ سید عبدالرحیم صاحب ۲۰ شوال ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قادر بخش کی عورت مسماۃ محرم ہے ۳۰ سال شادی کو ہوئے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے نام بردہ نے عقد ثانی کیا اور محرم کو اس مضمون کی تحریر لکھدی کہ جو میرا گاؤں جاگیر کا ہے اُس میں ۳۰۰ روپے سالانہ ادا کرتا رہوں گا بلا عذر اور حال میں نیا مکان جو بنایا ہے وہ تیرے رہنے کو دے دیا اگر تیرے لڑکا ہوگا تو میری تمام جائداد کا مالک ہوگا اور اگر اس دوسری عورت سے ہوگا تو وہ اس تحریر کی پابندی کرے گا کچھ عرصہ بعد دوسری کے لڑکا پیدا ہوا مسماۃ محرم قادر بخش کی تابعداری کرتی رہی لیکن دوسری عورت کی اور اس کی باہمی تکرار اس بنا پر ہوتی رہی کہ جو تحریر قادر بخش نے زوجہ اولٰی کو لکھدی ہے وہ واپس دیدے کیونکہ میرے لڑکا تولد ہوگیا ہے محرم نے باوجود تکرار فساد تحریر نہیں دی قادر بخش نے زوجہ ثانیہ کے بہکانے سے پہلی کو نکال دیا۔ جب کہ محرم نے کچہری میں نان ونفقہ وپابندی تحریر کا دعوٰی کیا اُس پر شوہر نے اپنا بیان قلمبند کرایا کہ محرم کو میں نے طلاق دے دی لیکن اصلیت یہ ہے کہ اُس نے اُسے طلاق نہ دی نہ کوئی طلاق نامہ تحریر کیا نہ کوئی گواہ طلاق دینے کا ہے صرف دوسری عورت کے ورغلانے پر اُس نے ایسا کہہ دیا ہے اور مشہور کیا ہے محرم نے شوہر کی کوئی خطا نہیں کی ہے۔ کیا قادر بخش کے ایسا کہہ دینے اور شہرت دیدینے سے محرم کو عندالشرع طلاق ہوگئی اگر ہوگئی تو محرم کو عندالشرع یہ حق حاصل ہے کہ وہ تحریر جو قادر بخش نے محرم کو دی ہے اُس کی پابندی کرانے کی وہ کس حد تک مستحق ہے۔

الجواب: طلاق شوہر کی زبان پر ہے جب وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دیدی طلاق ہوگئی نہ دی تھی تو اب ہوگئی اور رہنے کو مکان دینا مالک کر دینا نہیں جب تک ولایت تملیک ثابت نہ ہو اور اُس کے ساتھ اپنے اسباب وغیرہا سے خالی کرکے قبضہ دلادینا ضرور ہے تین سو روپے سالانہ دینا اگر علاوہ نان ونفقہ تھا تو محض ایک وعدہ تھا وعدہ کی بنا پر دعوٰی نہیں ہوسکتا اشباہ وغیرہ میں ہے لاجبر علی الوفاء بالوعد اور اگر یہ نفقہ مقرر کیا گیا تھا تو طلاق سے ساقط ہوگیا اُس کا دعوٰی نہیں کرسکتی مگر ماہ رواں کا جس میں اُس نے کہا کہ میں نے اسے طلاق دیدی تنویر میں ہے بموت احدہما وطلاقہا یسقط المفروض ردالمحتار میں ہے قال الخیر الرملی وقید السقوط بالطلاق شیخنا الشیخ محمد بن سراج الدین الحانوتی بما اذا مضی شہر فانہ یدوھو قید لابد منہ تامل اھ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۳: از جھاندی ہیڈ ورکس ڈیویزن ضلع رائے پور سی پی مرسلہ سردار خان کلرک ۲۶ صفر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ہندہ اُس سے سخت بدزبانی اور درشت کلامی سے پیش آتی ہے اور مندرجہ ذیل امور اُس نے بغیر اپنے خاوند زید کی رضامندی کے کیے (۱) بغیر اجازت زید کے وہ اپنے مکان سے باہر کئی مرتبہ گئی اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں کی شادی میں اُس نے زید کی کئی چیزیں بغیر اجازت و رضامندی زید کے بطور جہیز دیدیں (۲) بلا اجازت و مرضی زید اُس نے اپنے چھوٹے بھائی کی لڑکی کو اپنا متبنی کیا اور زیورات آب و خورش اور ملبوسات سے اُس کی کفالت کرتی رہی یہ زیورات وغیرہ بھی اُس نے بلا اجازت زید کے اُس لڑکی کو زید کی آمدنی سے بنوائی (۳) چونکہ زید کی ملازمت ایسی ہے کہ اُسے گاہے گاہے حکام کے ساتھ دورہ پر و نیز کار گورنمنٹ کی بجاآوری کے لئے دوسری جگہ جانا پڑا اس لیے اُس نے ہندہ کو ساتھ چلنے کے لئے کہا مگر اُس نے تعمیل احکام زید دکی یا اگر کبھی تو کسی بہانہ سے چند روز کے بعد بلا اُسکی رضامندی کے واپس آگئی اس لیے اپنے انتظامات کے خیال سے زید کو دوسری ملازمہ رکھنی پڑی اور مزید خرچ کا بار اُٹھانا پڑا (۴) زید نے ان امور کو ضبط اور تحمل سے اس وجہ سے برداشت کیا کہ وہ شریف ہے اور ہندہ بدزبان بدکلام نیز ہندہ کے رشتہ دار اُسکے معاون مبادا زیادہ فساد برپا ہو غرض جو کچھ فضول خرچیاں اور دیگر امور بلا رضامندی زید کے ہوتے رہے اُنھیں دیکھ کر زید نے خاموشی اختیار کی مگر جب زید نے دیکھا ہندہ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتی تو اُس نے اُسے بہت کچھ سمجھایا اور تاکید کی کہ ایسا نہ کرے مگر ہندہ نے بالعوض راستی اختیار کرنے کے زید کو دھمکایا اور اُس نے نہایت فحش الفاظ میں بُرا کہا کہ اگر تم اپنے باپ کی اولاد ہو تو ہمیں طلاق دے دو اور ہرگز ہم سے بات نہ کرو پس صورت مسؤلہ میں تحقیق طلب یہ امور ہیں ــــ بلا اجازت زید کے جب ہندہ نے باہر قدم رکھا تو آیا وہ نان نفقہ کی مستحق ہے یا نہیں ہندہ نے بلا اجازت زید کے ایک لڑکی کو اپنی فرزندی میں لیا و نیز خلاف مرضی زید کے اُس کو زیورات و لباس و خورش کی کفیل ہوتی رہی و نیز دورہ و دیگر مقامات میں زید کے ہمراہ نہ رہ کر اُس پر مزید خرچہ کا بار ڈالا پس ایسی حالت میں کیا وہ اپنے پورے مہر کی مستحق ہوسکتی ہے اگرچہ مہر اُس کا واجب ہے تو ہندہ جو زید کے ساتھ نہ گئی اور نہ رہی جس کی وجہ سے زید کو مزید خرچہ کا بار پڑا اُس کا دیندار کون ہوگا اور لڑکی متبنی کو زید کی بلا اجازت اپنی فرزندی میں لی اور خلاف مرضی زید کے اُس کو زیورات اور لباس و خورش کی کفیل جو ہوتی رہی اُس کا دیندار کون ہوگا یہ امر ذہن نشین رہے کہ زید نے شرافت کو مدنظر رکھ کر آئندہ کے فساد کی مدافعت کے خیال سے جیسا کہ فقرہ ۵ میں مذکور ہے ہندہ کے معاملات میں دخل نہیں دیا (۳) چونکہ ہندہ نے زید کو قسم دی کہ اُسے طلاق دیدے پس ایسی حالت میں خلع کی صورت ہوسکتی ہے کیا۔

الجواب :۔ ہندہ سخت گنہگار ہے۔ مگر صرف اتنی بات کہ اُس نے اپنے مونھ سے طلاق مانگی خلع نہیں ہوسکتی نوکر وغیرہ کا مزید بار جو زید پر اپنے آرام کے لیے پڑا ہندہ سے اُس کا مطالبہ نہیں کرسکتا اگرچہ ہندہ کا اس کے پاس نہ رہنا ہی اس کا باعث ہوا ہو ہاں جتنے دنوں بے اجازت زید زید کے یہاں سے جاکر دوسری جگہ رہی اُتنے دنوں نفقہ نہ پائیگی جو مال زید اُس نے اُس متبنی یا اپنے اعزا کی شادیوں یا متبنی کا خورونوش میں بے اجازت زید صرف کیا اُس کا تاوان ہندہ پر

لازم ہے اور ناگواری کے ساتھ زید کا خاموش رہنا اجازت نہ سمجھا جائے گا لاینسب الی ساکت قول اس سب کا مجموعہ جتنی قیمت کا ہو زید اُس کے مہر میں سے کم کرسکتا ہے لصحۃ جریان المقاصۃ بینھما واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۴: از سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ مرسلہ امداد علی خاں ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ فاتر العقل ہونے کے باعث اپنی ضروریات زندگی ونفسانی کو محسوس نہیں کرسکتی یا ظاہر نہیں کرتی۔ نہ میری آبرو اور جان ومال کی حفاظت کرتی ہے بلکہ اشیاء کو خراب وبرباد کرتی ہے اور تربیت اولاد وپاکیزگی جسم وصوم وصلوٰۃ امورات شرعیہ ومعاملات خانہ داری سے بالکل غافل ہے ہدایت پر عمل نہیں کرتی جب بیماری شروع تھی تو اُس سے تین لڑکے پیدا ہوئے بے حفاظتی کے باعث بقضائے الٰہی فوت ہوئے وقت شادی سے جس کو عرصہ تقریباً دس سال گزرا ان نقصانات کو برداشت کرتے ہوئے حتی الامکان میں نے اور میری ضعیفہ ماں نے مریضہ کی دلجوئی خاطر تواضع میں کوئی کمی نہ کی مرض کا یقین ہونے پر حکیموں ڈاکٹروں دائیوں اور عاملوں سے علاج کرانے پر بھی کامیابی نہ ہوئی۔ مرض مستقل ہوگیا صحت سے مایوسی ہوگئی۔ تقریباً پانچ سال سے خاموشی طاری ہے اور وہ میری خدمت سے ہر طرح قاصر ہے اب میری ماں کی رائے اور میری خواہش ہے کہ دوسری عورت سے عقد کیا جاوے مگر مریضہ کی ماں نے اس امر سے مطلع ہوکر مجھ سے اور میری ماں سے سخت ناراض ہیں اور اسی بنا پر تجاہل عارفانہ سے کام لیکر تمام برادری میں مشہور کرتی ہیں کہ میری بیٹی پاگل نہیں ہے بلکہ اُس کے سسرالیوں کے ظلم سے اُس کی بدمزاجی بڑھ گئی ہے اور اپنے اس قول کی تائید کے لئے اپنی بیٹی کو بلا رضامندی اپنے پاس تقریباً چھ ماہ سے رکھ چھوڑا ہے اور چاہتی ہیں کہ میرے پاس ہی اُس کے لیے پانچ روپیہ ماہوار خورونوش کو مقرر کردو یا ساڑھے پانچ سو روپیہ زرمہر معینہ ادا کرکے اُس کو طلاق دے دو۔ میں نے مریضہ کی ماں سے درخواست کی مہر سے لادعوٰی ہوکر مجھ سے تین روپیہ ماہوار کا اقرار نامہ عمر بھر کے واسطے لکھالو یہ اُس کے خورد ونوش کو کافی ہے مجھے اتنی ہی توفیق ہے اور کل زرمہر ادا کرنے کی استطاعت اس وقت مجھے نہیں ہے وہ اس درخواست کو منظور نہیں کرتیں۔ اس صورت میں از روئے شرع شریف مجھے کیا عمل کرنا چاہئے دوم یہ کہ مندرجہ بالا صورت میں دوسرا عقد ہونے پر اگر عورت خاوند کی خدمت و اطاعت کم کرے یا بالکل نہ کرے اور دوسری عورت اُس سے زیادہ خدمت و اطاعت کرے تو حقوق زوجگان میں مساوات رکھنی شوہر کے ذمہ لازمی ہوگی یا کوئی تفریق رہ سکتی ہے اور کیا۔

الجواب: جب تک وہ آپ کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے یہاں یا کسی دوسری جگہ رہے نفقہ کی مستحق نہیں اور جب تک طلاق یا موت نہ ہو غیر میعادی مہر واجب الادا نہیں ہوتا دوسری شادی اگر کی جائے اور زوجہ اولٰی بھی شوہر کے پاس رہے تو دینے لینے اور شب کو پاس رہنے میں مساوات ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۴: از شہر بریلی محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ تلن ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا حالت نابالغی میں نکاح کر دیا تھا وہ اپنے شوہر کے گھر بالغ ہوئی اور اس کے اولادیں پیدا ہوئیں حتی کہ اب اُس کے اولاد جوان موجود ہے مگر اسی عرصہ میں وہ آوارہ اور زانیہ ہوگئی اس سبب سے اُس کے شوہر نے نکال کر اُس کے حقیقی بھائی کے گھر پہنچا دیا بھائی نے پھر اُس کو شوہر کے یہاں پہنچا دیا ایسا قصہ تین چار مرتبہ ہوا اور ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہندہ کو اُس کے شوہر کے چچا نے اپنی لڑکیوں کی شادی میں بلوایا اور پھر دھری نے اُس کے شوہر کے یہاں حلقہ شادی میں پہنچا دیا مگر صبح کو پھر اُس کے شوہر نے اُس کو اُس کے بھائی کے یہاں پہنچا دیا اور ایک مرتبہ ہندہ مذکور کو بھائی نے نہیں رکھا تو وہ اپنے ماموں کے گھر آئی تو ماموں نے چندروز رکھ کے کہا کہ میں کنبہ والا ہوں مجھ میں اب طاقت رکھنے کی نہیں ہے اپنے چچا تاؤں اور دوسرے عزیزوں کے یہاں پھر اور لوگ بھائی اور ہندہ کے ماموں کا حقہ پانی بند کرتے ہیں از روئے شرع کے اُن کا حقہ پانی بند ہونا چاہیے یا نہیں اور ہندہ کا رکھنا کس پر واجب ہوگا چچا یا شوہر یا ماموں اور بھائی وغیرہ کس پر اُس کا روٹی کپڑا مقرر ہوگا یا کوئی بھی رکھنے کا ذمہ دار نہ ہوگا ہندہ کو نکال دیا جائے یا کیا کیا جائے مکرر یہ کہ شوہر نے ہندہ کو ابھی طلاق نہیں دی ہے اور برابر اُس کو روٹی کپڑا دیتا ہے سال بھر سے ماقبل کے اپنے بھائی اور ماموں کے سرہے شوہر پر نا دینے طلاق کے نان ونفقہ ہندہ کو دینا چاہیے یا نہیں اور شوہر کو تحقیق ہوجانے زنا پر طلاق فوراً دینا چاہیے یا روٹی کپڑا بند کرنا چاہیے۔

الجواب: اگر زنا متحقق بھی ہوجائے جب بھی طلاق دینا واجب نہیں جب تک طلاق نہ دے اور ہندہ اُس کے یہاں سے خود نہ نکلے تو روٹی کپڑا شوہر کے ذمہ ہے اُس پر واجب ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق دے گا تو ختم عدت تک کا روٹی کپڑا اور مہر اُسے ادا کرنا ہوگا بعد عدت ہندہ مہر وغیرہ اپنے مال سے کھائے گی اگر مال رکھتی ہو یا دوسرے شوہر کے پاس سے اگر دوسرا نکاح کرے اور نہ مال رکھتی ہو نہ کما سکتی ہو نہ دوسرا نکاح ہو تو اُس کا روٹی کپڑا اُس کے جوان بیٹے پر واجب ہے بھائی یا چچا یا ماموں وغیرہ پر کچھ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۵: از کلکتہ دھرم تلہ مکان حاجی سلیمان یوسف نمبر پارہ ۲۵ مرسلہ مولوی سید ابراہیم صاحب مدنی ۱۸ شوال ۱۳۱۹ھ

ما قولکم دام فضلکم معشر علماء الاسلام رحمکم اللہ تعالٰی فی الدارین فی رجل یشرب الخمر دائما ویھتک ویمزق الاوراق الکریمۃ التی فیھا نقش المسجد الحرام والروضۃ المطھرۃ النبویۃ علیہ الف الف صلاۃ وتحیۃ ویعلق بدلھا علی الجدران تصاویر الھۃ الکفار الفجار وقد رمی اوراق المتبرکۃ فی القاذورات ویضرب الزوجۃ علی اداء الصلوۃ ویمنعھا ویضربھا الحلاتشرب الخمر واذا قیل لہ تعال نذھب الی المسجد فیقول انا اذھب الی المسکرات لا اقربھا وما لی حاجۃ الیہ ولا ینفق علیھا النفقۃ واذا اجبر علی الطلاق لا یطلقھا ویأبی الطلاق

حتى عجزت ورفعت شكواها الى الحاكم فاقر عنده فى الشهر بعشرة مضروبة مسكوكة والآن صارت ثلث سنين ما اعطاها شيئاً من ذلك فما حكمه فى الصور المرقومة هل بقيت زوجة فى النكاح ام لا وهل يحكم بكفره ام لا فاذا ابطل نكاحه بالامور المذكورة هل يجوز لها ان تنكح رجلا آخر للضرورة والظاهر انها لا تجد من يقرضها واستحسنوا الاحناف ان ينصب القاضى الحنفى نائبا شافعى المذهب يفرق بينهما اذا كان الزوج حاضرا وابى عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لا يتيسر بالاستدانة فالتفريق امر ضرورى بينوا بالكتاب توجروا بيوم الحساب۔

الجواب:۔ اللهم لك الحمد رب انى اعوذ بك من همزات الشيطين واعوذ بك رب ان يحضرون كل ما وصف فى السوال فما للرجل من سئ الافعال واسوء الاقوال فكبائر متناهية فى الاثم والوبال وكله كفر على الاحتمال فان شرب الخمر كبيرة والادمان اكبر وان صحبه استحلال لها او استخفاف بحرمتها فقد كفر وتمزيق الاوراق الكريمة المذكورات والقاؤها فى موضع القاذورات ان كان مبنيا على اصول الوهابية النجدية خذلهم الله تعالى من ان ذلك بدعة والبدعة تزال فجهل وضلال واستحقاق لعذاب ونكال وان قصد اهانة تلك البقاع فكفر بواح وارتداد صراح وتعليق تلك التصاوير النجسة على الجدران ان كان على ما يتعاطاه والمجان يزعمون فيه تزيين المكان غير متغ... الى الكفر من الكفران فكبيرة خبيثة تدعو الى النيران وتبعد الملئكة وتقرب الشيطان وان وقع على جهة استحسان صنيع الكفار وتعظيم آلهة اصحاب النار فكفر صريح جلى الاكفار وضرب المرأة على اداء الصلوة ومنعها منه وضربها على ترك شرب الخمر واباءها عنه كل ذلك تناه فى التشيطن والبغى والتفرعن وان كان مع ذلك ينكر فرضية الصلوة او حرمة الخمر او يستخف بالشرع والنهى والامر فكفر واضح وارتداد فاضح واعراضه عن المسجد خير الاماكن ومكابلة الداعى الى الله بذلك القول الخبيث المنتن نهو به للكفر اقرب منه للايمان وبالله العياذ من مجون المجان فان كان قاله على نهج الخلاعة فيا لها من كبيرة كثيرة الشناعة والا فا لكفر ظاهر فيه لا شك يعتريه بيد ان الكفر امر شديد لا يحكم به مع احتمال الاسلام ولو من بعيد والمرأة لا تبين الا بتفريق مبين او كفر متبين نعم يومر بالتوبة عن تلك القبائح ثم بعد ذلك بتجديد النكاح فى جامع الفصولين اواخر الفصل ۳۸ قيل له يا یک درم بده تا بعمارت مسجد صرف کنم یا بہ مسجد بیا بنماز فقال نہ بمسجد آیم ورنہ درہم دہم مرا بمسجد چہ کار وهو مصر على ذلك لا يكفر ولكن يعزر واما التفريق لعدم الانفاق والزوج حاضر موسر قادر فلم يقل به حنفى ولا شافعى بل نص على خلافه الامام الشافعى فلا سبيل المرام

الا الاشتکاء الی الحکام فیجبروه علی الانفاق وان لم یرضه فعلی الطلاق لقوله تعالی فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف فی رد المحتار عن عزر الاذکار ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ینصب القاضی الحنفی نائبا ممن مذھبه التفریق بینھما اذا کان الزوج حاضرا وابی عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لایتیسر بالاستدانة اذ الظاھر انھا لاتجد من یقرضھا وغنی الزوج مآلا امر متوھم فالتفریق ضروری اذا طلبته وان کان غائبا لا یفرق لان عجزه غیر معلوم حال غیبته وان قضی بالتفریق لاینفذ قضاؤه لانه لیس فی مجتھد فیه لان العجز لم یثبت اھ فانظر الی قوله وغنی الزوج مآلا امر متوھم وقوله فی الغائب لان عجزه غیر معلوم یرشدانک ان الکلام انما ھو فی العاجز المعسر دون القادر المستکبر وانظر آخر الکلام یفدک ان القضاء بالتفریق حیث لم یثبت عجزه باطل سحیق وقد قال **فی** رد المحتار ایضا قبله ما نصه والحاصل ان عند الشافعی اذا اعسر الزوج بالنفقة فلھا الفسخ وکذا اذا غاب وتعذر تحصیلھا منه علی ما اختاره کثیرون منھم لکن الاصح المعتمد عندھم ان لا فسخ مادام موسرا وان انقطع خبره وتعذر استیفاء النفقة من ماله کما صرح به فی الام قال فی التحفة (یعنی سیدنا الامام الشافعی رضی الله تعالی عنه) قال (یعنی العلامة ابن حجر المکی الشافعی رحمه الله تعالی) بعد نقله ذلک فجزم شیخنا (یعنی العلامه شیخ الاسلام زکریا الانصاری) فی شرح منھجه بالفسخ فی منقطع خبر لامال له حاضر مخالف للمنقول کما علمت الخ **وفی** کتاب الانوار للامام یوسف الاردبیلی الشافعی رحمه الله تعالی لو امتنع مع القدرة او غاب مع الیسار او قدرت علی ماله فلا خیار **وفیه** ولو جھل حال الغائب من الیسار والاعسار او شک فی یساره فلا خیار لان السبب لم یتحقق ویفھم من ھذا انه لو غاب معسرا ومضت مدة فلا خیار لھا لاحتمال الیسار **وفی** شرح الکمثری قال فی التحفة والمنھاج والاصح ان لا فسخ بمنع موسر او متوسط حضر او غاب لتمکنھا منه ولو غائبا کما له بالحاکم والمعتمد ما فی المتن ومن ثم صرح فی الام بانه لا فسخ مادام موسرا وان انقطع خبره وتعذر استیفاء النفقة من ماله والمذھب نقل کما قاله الاذرعی فجزم شیخنا فی شرح منھجه بالفسخ فی منقطع خبر لامال له حاضرا مخالف للمنقول کما علمت ولا فسخ بغیبته من جھل حاله یسارا واعسارا بل لو شھدت بینة انه غاب معسرا فلا فسخ ما لم یشھد باعساره الآن

اھ کلام التحفۃ اھ باختصار **وفی** تعلیقاتہ للفاضل ابراھیم الشافعی جزم فی شرح منھجہ بالفسخ فی منقطع خبر لامال لہ قال ابن حجر وھو خلاف المنقول فانہ صرح فی الام بانہ لافسخ مادام موسرا وان انقطع خبرہ وتعذر استیفاء النفقۃ من مالہ اھ **وفی** قرۃ العین بمھمات الدین وشرحھا فتح المعین کلاھما للعلامۃ زین الدین الشافعی تلمیذ الامام ابن حجر المکی رحمھما اللہ تعالٰی (فسخ نکاح من اعسر فلافسخ) علی المعتمد (بامتناع غیرہ) موسرا ومتوسطا من الانفاق حضر اوغاب (و) لافسخ (قبل ثبوت اعسارہ) باقرارہ او بینۃ تذکر اعسارہ الاٰن ولاتکفی بینۃ ذکرت انہ غاب معسرا اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۶: از ہوڑہ رام کشٹو پور محلہ بانس تلا گھاٹ روڈ مرسلہ محمد حسن رضا خاں صاحب ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت پردہ نشین اپنے شوہر کی مطلقہ ہے بعد عدت عقد ثانی کیا بعد گزرنے ایک برس میکے آئی اور ذاتی یا روحی تکلیف کی وجہ کر شوہر ثانی کے یہاں جانا پسند نہیں کرتی ہے اور اُس سے خلع چاہتی ہے اور شوہر اول کی موانست کو پسند کرتی ہے شوہر ثانی باعث جہالت اور بہکانے دوسروں کے طلاق نہیں دیتا اور نہ کافی طور پر بی بی کا حق ادا کرسکتا ہے اور صورت اوقات بسری عورت کی ذاتی حیثیت کچھ بھی نہیں اور نہ میکے میں فراغت پردہ بھی فرض ہے اور کھانا کپڑا بھی واجب پھر ایسے موقع میں کیوں نہیں اقتداء مسائل حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی ہوسکتی ہے کیونکہ چاروں امام جب کہ برحق ہیں اور اگر اقتدا امام شافعی کی کی جاوے تو حقیقت اس مسئلہ کی کیا ہے ایسی حالت میں پیروی دوسرے امام کی نہیں کرنے سے خوف غلبہ شیطان کا ہے نہ معلوم کس گناہ کبیرہ میں مرتکب ہو اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضرورۃً اور مصلحۃً اقتدا لازم ہے۔

الجواب: قرآن عظیم نے شوہر دار عورتوں کو حرام قطعی فرمایا سائل کے گول لفظ شرط مذہب شافعی کو پورا نہیں کرتے۔ عورتوں کو ہوائے نفس کا اتباع کرنا اور اُسے کسی امام دین کے سر رکھنا کوئی دین نہیں نہ حنفی اُس پر فتوے کا مجاز بلکہ اگر حنفی حاکم شرعی اس پر حکم دے گا قضا نافذ نہ ہوگی درمختار میں ہے لایفرق بینھما بعجزہ عنھا ولابعدم ایفائہ حقھا ولوقضی بہ حنفی لم ینفذ چارہ کار حکومت کی طرف رجوع ہے کہ وہ اُسے دو باتوں میں سے ایک پر مجبور کرے یا ادائے نفقہ یا طلاق واللہ تعالٰی اعلم۔

كتاب الايمان

مسئلہ :- ۵ رجادی الآخرہ ۱۳۰۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ الحمد للہ رب العٰلمین ۰ والعاقبۃ للمتقین ۰ والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۰-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مقدمہ میں کہ زید نے قسم مغلظہ کھائی ساتھ اس معاہدہ کے کہ اگر میں بکر سے کسی وقت میں ہمکلام ہوں تو زوجہ میری کو طلاق ہے چنانچہ بعد اس عہد کے بکر نے وفات پائی اور زید قبر پر گیا اور احکام شرعیہ کو کام میں لایا یعنی سلام علیکم کہہ کر فاتحہ قبر پر زید نے پڑھی تو اس صورت میں زوجۂ زید پر طلاق عاید ہوئی یا نہیں فقط

الجواب :- الحمد الکثیر للحی القدیر ؛ والصلاۃ والسلام علی السمیع البصیر وآلہ وصحبہ الی یوم المصیر ؛ صورت مستفسرہ میں زن زید پر طلاق نہوئی ۔ جامع صغیر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم رجل قال لاخر ان ضربتك فعبدی حر فمات فضربہ قال فھو علی الحیوۃ وکذلك الکسوۃ والکلام والدخول انتھی وجہ اسکی یہ ہے کہ بنائے یمین عرف پر ہے اور عرف میں اس سے کلام بعد الموت مقصود ومفہوم نہیں ہوتا نہ بعد موت کلام وسلام کو یہ کہتے ہیں کہ زائر میت سے باتیں کر رہا ہے اگرچہ وہ حقیقۃً وشرعًا کلام وسلام ہے جیسے قسم کھانے والا کہ گوشت نہ کھائے گا مچھلی کھانے سے حانث نہوگا اگرچہ حقیقۃً وشرعًا گوشت اوس پر بھی صادق ۔ قال اللہ تعالٰی فتستخرجون منہ لحما طریا ولہذا اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا اور قرآن پڑھا تسبیح وتہلیل کی حانث نہوگا حالانکہ حقیقۃً وشرعًا یہ بھی کلام ہے قال اللہ تعالٰی الیہ یصعد الکلم الطیب وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سبحان اللہ وبحمدہ سبحٰن اللہ العظیم رواہ البخاری یہانتک کہ علما فرماتے ہیں اگر قسم کھائی زید سے کلام نہ کرونگا اور زید نماز جماعت میں اسکے برابر کھڑا تھا سلام پھیرتے وقت اوسکی طرف مونھ کرکے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا حانث نہ ہوا اگرچہ اس سلام میں نیت حاضرین کا قطعًا حکم ہے اسی طرح اگر جس کی نسبت قسم کھائی تھی وہ امام ہوا اور نماز میں بھولا اس نے بتایا قراءت میں لقمہ دیا حانث نہ ہوگا حالانکہ یہ قطعًا اوس سے خطاب ہے اور بالخاص بقصد خطاب صادر فی الھندیۃ لو حلف لا یتکلم ولا نیۃ لہ فصلی وقرأ فیھا
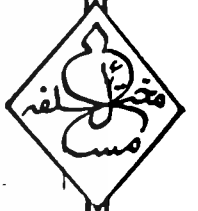
اوسبح اوھلل لم یحنث وقال الفقیہ ابو اللیث ان عقد یمینہ بالفارسیۃ لایحنث بالقراءۃ والتسبیح خارج الصلوۃ ایضا للعرف فانہ یسمی قاریا ومسبحا لامتکلما وعلیہ الفتوی کذا فی الکافی اھ ملخصا اوسی میں ہے اذا حلف لایکلم فلانا فاقتدی الحالف بالمحلوف علیہ فسہا المحلوف علیہ فسبح لہ الحالف لم یحنث کذا فی المحیط اوسی میں ہے کذا اذا سلم عن الصلوۃ وفلان عن جنبہ کذا فی العتابیۃ اوسی میں ہے لوکان المحلوف علیہ اماما والحالف مقتدیا بہ ففتح علی الامام لم یحنث الخ اسی طرح صدہا مسائل میں جن کا ماخذ وہی عرف پر احکام ایمان کی بنا ہے واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ ۲: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ۔ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب۔ ۱۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے قسمیہ کہا کہ یہ کام کر اور اوسنے نہ کیا تو بسبب انکار اوس کام کے عمرو پر قسم عاید ہوتی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: کسی کے قسم دلانے سے نہ اوس پر قسم عائد ہو نہ اوس کام کا کرنا واجب حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا لاتقسم قسم نہ دو۔ معلوم ہوا کہ قسم دلانے سے ماننا واجب نہیں ہوتا ہاں اگر حرج نہ ہو تو مان لینا مستحب ہے کما نص علیہ العلماء الکرام واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۳: قرآن مجید کی قسم کھانے سے قسم ہوجاتی ہے یا نہیں اور اوسکا کفارہ کیا ہے اور اگر کسی گناہ کرنے پر قسم کھائی ہو تو اسے توڑے یا کیا کرے اور جو شخص دوسرے کو دھوکا دینے کے لیے قسم کھائے اوسکے پورے کرنے کا دل میں ارادہ نہ ہو اوسکا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: قرآن مجید کی قسم شرعا قسم ہے فی الدرالمختار قال الکمال لایخفی ان الحلف بالقراٰن الاٰن متعارف فیکون یمینا انتہی اوسی میں ہے الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین ومالا فلا انتہی اور قسم اگر امر مستقبل پر ہے جس کا کرنا اسکے قبضۂ اقتدار میں ہے تو اوسکے جھوٹا کرنے میں گناہ ہے اور کفارہ اوس کا رافع بشرطیکہ وہ قسم کسی معصیت پر نہ ہو مثلا شراب پیے گا یا نماز نہ پڑھے گا کہ ایسا کا تو جھوٹا کرنا پھر کفارہ دینا واجب ہے فی الدرالمختار و منعقدۃ وھی حلفہ علی مستقبل اٰت یمکنہ وفیہ الکفارۃ ان حنث وھی ای الکفارۃ ترفع الاثم وان لم توجد منہ التوبۃ معھا ای مع الکفارۃ سراجیۃ اھ ملخصا وفیہ ایضا من حلف علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ وقتل فلان وجب الحنث والتکفیر لانہ اھون الامرین

اور کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو متوسط کھانا یا متوسط کپڑا دینا جو تین مہینہ سے زیادہ چلے اور سب بدن ڈھک لے اور جو کچھ نہ ہوسکے تو متواتر تین روزے رکھنا ہے فی الدر المختار وکفارتہ تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین کما فی الظہار او کسوتہم بما یصلح للاوساط وینتفع بہ فوق ثلثۃ اشہر ویستر عامۃ البدن فان عجز عنہا کلہا وقت الاداء صام ثلثۃ ایام ولاء اھ ملخصا اور اپنی بریت کو مغالطہ مسلمین کے لیے قصداً جھوٹی قسم کھانا کہ زبان سے قسم کھانا اور دل میں اوسکے خلاف پر عزم رکھتا ہو ہرگز جائز نہیں اور احترام نام پاک الٰہی سے بالکل خلاف ہے حق سبحنہ وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو قسموں کو اپنی سپر بناتے ہیں کفارہ اسلیے مقرر ہوا ہے کہ اگر احیاناً حنث واقع ہو یہ اوسکا مصلح ہوسکے نہ کہ یہ کفارہ پر تکیہ کرکے قصداً جھوٹی قسم کھائی اوسے اپنی بریت کی ڈھال بنائے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۴: ۲۷ رمضان ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں زید نے قسم کھائی کہ میں آج ظہر جماعت کے ساتھ ادا کروں گا اور مسجد کو گیا مگر امام دو رکعت پڑھ چکا تھا دو رکعت سے امام کے ساتھ ملیں اس صورت میں زید کی قسم پوری پوری ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: زید کی قسم پوری نہ ہوئی کہ دو رکعت بلکہ تین رکعت پانے والا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا نہیں۔ درمختار میں ہے وکذا مدرک الثلث لایکون مصلیا بجماعۃ علی الاظہر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفہ فی البحر اھ ثواب جماعت کا قعدہ میں شامل ہونے پر بھی پائیگا وہ جداہات ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جو گھر سے بارادہ جماعت چلے اور جماعت ہوچکی اوس نے ثواب پالیا فقد وقع اجرہ علی اللہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵: مسئولہ شیخ عاشق علی خادم مسجد بی بی جی صاحبہ شہر بریلی ۱۸ جمادی الاول ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے غصہ میں قسم کھالی کہ میں بریلی ہی میں نہ رہوں گا پھر غصہ دور ہوجانے کے بعد وہ پچھتایا تو کوئی تدبیر ایسی ہے کہ بریلی میں رہے اور حانث نہو تو سوا کفارہ ادا کرنے کے کوئی صورت نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بریلی سے ترک سکونت کرکے نکل جانے کے لیے جس سامان وتدبیر ضروری کی اوسے حاجت واقعیہ تھی اگر اس کلمہ کے زبان سے نکلتے ہی اوس نے شروع نہ کردی یا اوس میں معمولی واقعی کوشش نہ کی یا سامان مہیا ہوجانے پر پھر نکلنے میں ڈھیل کی تو حانث ہوگیا اور کفارہ لازم اب چاہے نکلے
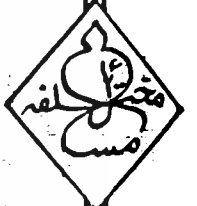
یا نہ نکلے کفارہ دینا ہوگا اور نکلنا کچھ ضرور نہ رہا اور اگر اوسیوقت سے سچے طور پر تدبیر ضروری میں مشغول ہو اور اس میں ایسی سستی نہ کی جسے عرف میں ایسے کام میں سستی گنیں تو جب تک سامان مہیا کرنے میں رہیگا حانث نہ ہوگا اگرچہ کچھ دن گزر جائیں ہاں سامان درست ہوتے ہی نکل جانا ہوگا ایسی کوئی صورت نہیں کہ باختیار خود بریلی میں رہے اور کفارہ دینا نہ پڑے البتہ اگر یہ تہیہ میں مشغول تھا کہ کسی نے قید کرلیا اور نکلنے نہ دیا تو جبتک یہ مجبوری رہیگی حانث نہ ہوگا اگرچہ عمر گزر جائے یوہیں اگر بریلی کے سوا کہیں اس کے رہنے کا ٹھکانا نہیں نہ اپنے ذاتی مال یا حرفت یا تجارت کے ذریعہ سے دوسری جگہ بسر ممکن ہے تو بھی مجبور سمجھا جائیگا جب تک حالت ایسی باقی رہے فی تنویر الابصار والدرالمختار دوام الرکوب واللبس والسکنی کالانشاء فیحنث بمکث ساعۃ فی ردالمحتار یعنی لوحلف لایرکب ھذہ الدابۃ وھو راکبھا اولا یلبس ھذا الثوب وھو لابسہ اولا یسکن ھذہ الدار وھو ساکنھا فمکث ساعۃ حنث فلو نزل او نزع الثوب او اخذ فی النقلۃ من ساعۃ لایحنث اوسی میں ہے قال فی الفتح ثم انما یحنث بتاخیر ساعۃ اذا امکنہ النقل فیھا والا بان کان لعذر خوف اللص او منع ذی سلطان او عدم موضع ینتقل الیہ او اغلق علیہ الباب فلم یستطع فتحہ لایحنث ویلحق ذلک الوقت بالعدم للعذر اھ ولو قدر علی الخروج بھدم بعض الحائط ولم یھدم لم یحنث لان المعتبر القدرۃ علی الخروج من الوجہ المعہود عند الناس کذا فی الظہیریۃ بحر اھ ملتقطا اوسی میں زیر قول درمختار لو یمکنہ الخروج او اشتغل بطلب دار اخری او دابۃ وان بقی ایاما لم یحنث فرمایا ھو الصحیح لان طلب المنزل من عمل النقلۃ فصار مدۃ الطلب مستثنی اذا لم یفرط فی الطلب فتح اھ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ:- از سیتاپور تامسن گنج دولتکدہ حضرت سید صادق میاں صاحب۔ مرسلہ سید ارتضا حسین صاحب۔ ۲۳ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ

زید نے قسم کھائی کہ میں مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ آدھی میں شریک ہونگا اور وہ وضو کررہا تھا اب وہ تیسری رکعت میں شریک ہوا آیا وہ حانث ہوگا یا نہیں اور آیا اوسکو آدھی نماز ملی یا نہیں بینوا توجروا

الجواب:- حانث ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ایک رکعت تین کی تہائی ہے نہ آدھی۔ قسم پوری اوسوقت ہوتی کہ دو رکوع پاتا کہ دو تہائی اگرچہ نصف سے زائد ہے مگر زیادت مانع بر نہیں وبھذا الوجہ کان البر متصورا فانعقدت الیمین وان لم یکن للصلاۃ الثلاثیۃ نصف معتبر فی الشرع فھم ان حلف لید رکن نصفھا لا اقل ولا ازید فالظاہر انہ لا یحنث اصلا لعدم تصور

البر فیما یظھر وھو شرط الانعقاد کما قد صرحوا بہ فی مسئلۃ الکوز وغیرہ ھذا ما ظھر لی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ:- از بنگالہ زین العابدین سراج گنج

کسے شخص را بامر شرعی سوگند خدا ورسول داد است کہ اگر چنیں کار خواہی کرد بر تو سوگند خدا ورسول است آنکس سوگند خدا ورسول در حساب نیاوردہ ہر کارے کہ ازو منع کردہ بود از راہ سرکشی آں کار کرد شرعًا برآں کس چہ حکم صادر آید وتعزیرش در پیش آید بینوا توجروا

الجواب:- سوگند بدادن کسے بر دیگرے لازم نمی شود بے آنکہ دیگر سوگند بر خود گیرد و بذیرد پس در قبول نکردنش برآں الزامے نیست ففی الحدیث ان الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ عبر رؤیا فاخبرہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اصاب بعضا واخطأ بعضا لا فأ للصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ان یخبرہ واقسم علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تقسم ففیہ دلیل واضح علی ما قلنا وقد نص علی المسألۃ العلماءُ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از کریلی ضلع بریلی۔ مرسلہ مولوی انعام الحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار شریکوں نے باغ کی فصل خرید کی اور حصے بخرے پر جھگڑا پیدا ہوا ایک شخص نے منجملہ اون شریکوں کے قسم کھائی اگر اس باغ میں رہوں تو اپنی ماں اور بیٹی سے زنا کروں اور اپنے مکان کو چلا گیا آخر کار دو آدمی اوسکو جبرًا اوسی باغ میں لائے اور رات کو بھی رکھا اور قسم کے خلاف عمل میں آیا لیکن جبرًا عمل میں آیا ہے اور صبح کو اپنا فیصلہ کرکے مکان چلا گیا اور شخصوں نے اوس کو اپنی برادری سے خارج کیا ہے تو اب اوس پر جو قسم خوردہ ہے کیا تعزیر ہونا چاہیئے یا نہیں ہونا چاہیئے بینوا توجروا۔

الجواب:- وہ ناپاک وبیہودہ قسم محض مہمل ہے لوگ بعد قسم اسے باغ میں لائے اور شب کو رکھا اس سے اوس قسم کھانے والے پر کوئی تعزیر نہ آئی نہ وہ اس بنا پر برادری سے خارج کیے جانے کے قابل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- ۴ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گروہ نے آپس میں فرد لفظ دہ حلف اُٹھایا ہے نماز کی پابندی پر اور ان قواعد کی پابندی پر جو ہمرشتہ تحریر ہذا پیش ہیں۔ اب وہ گروہ والے یہ چاہتے ہیں کہ اون قواعد میں جو قاعدہ جوائے کا ہے وہ منسوخ ہو جائے اور حلف دروغی کے بھی مرتکب نہ ہوں اور قواعد نماز کی ترمیم بھی ہو سکے تو وہ

صورت کونسی ہوسکتی ہے جس سے حلف دروغی عائد نہ ہو اور جرمانہ نماز بند ہوجائے اور قواعد نماز ترمیم ہوجائیں
سوال ۲۔ نماز کی قضا یا اوسکی قضا ادا کرنے پر بطور تنبیہ اگر کوئی جرمانہ مقرر کردیا جائے تو وہ خلاف شرع شریف تو نہیں ہے
سوال ۳۔ اگر جرمانہ نماز خلاف شرع شریف ہو اور اوسپر حلف سہواً اوٹھالیا گیا تو وہ حلف جائز طور سے ہوا یا ناجائز اور اوسکے توڑنے سے گنہگار ہونگے یا نہیں۔

قواعد متعلق پابندی نماز۔ (۱) اگر کوئی ممبر کسی وقت کی نماز کی قضا بھی ادا نہ کریگا اوسکو یکم نومبر ۱۹۰۴ء سے ایسے فی وقت کے عوض ایک پائی بطور جرمانہ کے انجمن کے اوس عہدہ دار یا ممبر کے پاس داخل کرنا ہوگا جسکے سپرد انجمن اس خدمت کو کریگی (۲) ہر ممبر اور عہدہ دار پر لازم ہوگا کہ ایسی نماز کی اطلاع کہ جسکی قضا بھی اوس سے ادا نہ ہوئی ہو بلا دریافت کے ہفتہ وار انجمن کو کردے (۳) آمدنی جرمانہ کا رجسٹر جدا ہوگا (۴) یہ آمدنی کس کار خیر میں صرف ہوگی (۵) جرمانہ قضا نماز کی ادائگی بحالت موجودگی بریلی ہفتہ وار ہوا کریگی (۶) اگر ممبر یا عہدہ دار ایسا جرمانہ قصداً وقت معینہ پر ادا نہ کریگا اور انجمن کی رائے میں اوس کا یہ ارادہ مفسدانہ پایا جائیگا تو اوس ممبر کا نام باجازت کورم جلسۂ معمولی انجمن سے خارج کیا جائیگا (تعداد ممبران کی ایک حد کا نام کورم ہے) (۷) اگر کوئی ممبر قصداً حلف دروغی کا مرتکب ہوگا وہ انجمن سے خارج کیا جائیگا (۸) کوئی مسلمان ممبر بلا حلف اوٹھائے اس انجمن کا ممبر نہ بنایا جائے گا (**عبارت حلف**) میں حلف کرتا ہوں کہ پنج وقت کی نماز کی ادائگی میں کوشش کرونگا۔ اور اگر سہواً یا اتفاقاً یا عمداً قضا ہوجائیگی تو اوسکو دوسرے وقت ادا کرونگا۔ اگر قضا بھی ادا نہ کرسکوں گا تو یکم نومبر ۱۹۰۴ء سے جو قواعد متعلق پابندی نماز انجمن ہذا سے طیار ہوئے ہیں اون کی پابندی بدل وجان کروں گا۔ واضح رہے کہ حلف اوٹھانے سے قبل اور بعد بھی یہ بات سمجھا دی گئی تھی کہ حلف بالا کی سطر اول اور دوم کا اثر تم لوگوں پر تمام عمر رہیگا اور سطر سوم و چہارم کا اثر فقط اوسی زمانے تک رہیگا جبتک کہ تم اس انجمن کے ممبر ہو۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں کما حققہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی والمسئلۃ فی الدر المختار وغیرہ وقد بیناھا علٰی ھامش رد المحتار اور ناجائز بات پر عمل کرنا جس حلف سے لازم آتا ہو اوس کا توڑنا واجب ہے کما ارشد الیہ الحدیث وفصلہ فی الھدایۃ مگر صورت مذکورہ میں وہ جرمانہ انجمن والوں نے اپنے لیے لینا نہ قرار دیا بلکہ کسی کار خیر میں اوس کا مصرف کرنا بتایا ہے اور اوسکے لینے میں انجمن کی طرف سے کوئی جبر واکراہ نہیں۔ صرف اتنا قاعدہ قرار دیا ہے کہ جرمانہ نہ دے انجمن سے خارج کیا جائے تو انجمن میں داخل رہنے کے لیے جو شخص یہ رقم ادا کریگا بجبر وتعدی نہ ہوگا بلکہ اوسکی اپنی رضا سے ہوگا کہ انجمن سے خارج ہونے میں اوس کا کوئی ضرر نہ تھا اوس نے باختیار خود اسے پسند کیا کہ یہ رقم اوس سے لیکر کار خیر میں صرف ہو

لہذا یہ قانون جرمانہ ناجائزہ کی حد تک نہیں پہنچتا۔ رہا حلف وہ اگر عبارت حلف بے کم وکاست اسی قدر ہے اور اس سے قبل یا بعد زبانی کوئی لفظ ایسا نہ کہلوایا گیا کہ حلف کو ان چاروں سطروں سے شرعاً متعلق کردے تو حلف صرف دوسطر سابق سے متعلق ہو کہ بعد کی سطر میں حرف عطف سے خالی ہیں والجملۃ المستقلۃ لاتتعلق بالسابقۃ الابعاطف فبقیت خارجۃ عن الحلف لما علم ان فصل الاجنبی یبطل عمل الحلف حتی لوقال واللہ والرسول لافعلن کذا لم یکن یمینا لان قولہ والرسول لیس یمینا فکان فاصلا کما فی العلمگیریۃ وغیرھا فکان کقول القائل واللہ لاشربن لاقومن لم یدخل تحت الحلف الا الشرب دون القیام بخلاف قولہ ولاقومن ھذا ماظہر لی وارجو ان یکون صوابا۔ اس تقدیر پر پابندی جرمانہ ودیگر قواعد انجمن زیر حلف داخل ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱: از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ بشیر محمد خاں صاحب ۱۵ شعبان ۱۳۳۹ھ

اگر چند بار کسی شخص نے حلف شرعی کسی امر کے واسطے کیا ہو اور پھر اسکے خلاف کرے اور اوس امر کا فیصلہ کہ جس کے بابت اوس نے حلف شرعی کئی مرتبہ کیا ہے تو وہ اوس کا فیصلہ قابل مان لینے کے ہوگا یا نہیں۔

الجواب: اگر خلاف کرنے میں شرعاً خیر دیکھے تو خلاف کرے اور کفارہ دے ورنہ بلا وجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے قال اللہ تعالٰی واحفظوا ایمانکم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منہا فلیأت الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ رواہ احمد ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یہی حال فیصلہ کا ہے اگر حلف کیا تھا کہ یوں فیصلہ کریگا پھر حکم شرع اسکے خلاف پایا تو اوس پر فرض ہے کہ خلاف ہی کرے اور کفارہ دے۔ اور اگر حکم شرع وہی تھا جسپر حلف کیا پھر اوس کا خلاف کیا تو قسم توڑنے کا بھی گناہ ہوا اور ظلم وناحق فیصلہ کا گناہ سخت تر ہوا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱: از سرونج مسئولہ عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

ایک امیر نے اپنے ملازم کو خدمت کے صلہ میں زمین دی پھر کسی بات پر ملازم سے خفا ہوکر حالت غصہ میں قسم کھائی کہ میں تیری زمین ضبط کروں گا اور یہ بھی حلف کیا کہ میں تیرے گھر کا کھانا بھی نہ کھاؤں گا اب وہ امیر اگر حلف شکنی کرے تو کیا کفارہ لازم آئے گا یا نہیں۔

الجواب: قسم کا کفارہ لازم ہوگا دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو جوڑے دے یا دس مسکینوں کو فی مسکین ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں یا اسکی قیمت دے صاع سو روپیہ کے سیر سے ایک روپیہ بھر اوپر ساڑھے تین سیر ہے اور جس سے نہ ہوسکے وہ تین روزے رکھے۔ واللہ تعالٰی اعلم
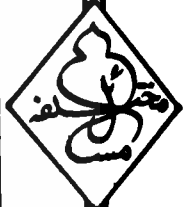
مسئلہ ۱۲: از رائپور گول بازار ممالک متوسطہ مرسلہ مولوی محمد سلیم خاں کتب فروش ۲ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دوسری والدہ کے روبرو ہوش وحواس میں قسم کھائی کہ مجھکو خدا کا دیدار اور حضرت کی شفاعت نصیب نہ ہو جو میں اپنے والد کی کمائی کا روپیہ یا جائداد موجودگی یا عدم موجودگی یا بعد وفات والد ماجد کے لوں جائداد میں یا اونکی کمائی میں اب وہ شخص کسی طرح سے اپنے باپ کی جائداد یا کمائی کا روپیہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ اُمید کہ جواب امور مذکورۂ بالا از روئے کتب حنفیہ عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب: وہ جو اس نے کہا شرعًا قسم نہیں بلکہ اپنے حق میں بددعا ہے اسکے سبب مال پدر سے لے لینا ناجائز نہ ہوگیا لے سکتا ہے اور ایسے برے لفظ سے توبہ کرے ردالمحتار میں ہے علیہ غضب اللہ لا یکون یمینا لانہ دعاء علی نفسہ ولا یستلزم وقوع المدعو بل ذلک متعلق باستجابۃ دعائہ فتح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳: ۹ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے متعلقوں سے ناراض ہو کر قسم کھائی اگر میں حج کو نہ چلا جاؤں تو خدا کرے میں کافر ہو جاؤں اس پر لوگوں نے سمجھایا کہ ایسی قسم مت کھا مگر زید نے مکرر سہ کرر قسم کھا کر کہا اگر میں حج کو نہ چلا جاؤں کافر ہو جاؤں لہذا بستی والوں نے مبلغ ما عہ روپیہ چندہ کرکے دیدیے چنانچہ زید وہ روپیہ لے کر اوس اپنی بستی سے حج کے ارادہ سے ظاہرا روانہ ہوگیا مگر دس روز کے بعد پھر اپنی بستی میں واپس آگیا اور کہا میں بمبئی سے لوٹ آیا ہوں حج کو نہیں جاؤنگا ایک روز زید مسجد میں نماز پڑھنے کو گیا وہاں بکر نے دُعا مانگی یا اللہ پاک تو ہر مسلمان کو حج نصیب کر زید نے اس دُعا کو سُن کر بکر کو گالیاں دیں مجھکو تو طعنہ دیتا ہے درانحالیکہ زید اسوقت اندازًا مبلغ ڈھائی سو روپے کی چیزوں کا بذات خود مالک ہے یعنی بیل بھینس اور ہل نیشکر کا مالک ہے تو ایسی حالت میں اس چندہ کا کیا حکم ہے جو کہ وہ ہضم کر چکا ہے اور اوسکو شرع کونسے لفظ سے نامزد کرتی ہے اور مسلمان لوگ کیا برتاؤ کریں اگر زید اس فعل مذکور سے احاطۂ اسلام سے خارج ہوگیا تو دائرہ اسلام میں کس ترکیب سے داخل ہو سکتا ہے اور کس طرح گناہ سے بری ہو سکتا ہے اور کوئی مسلمان اس حالت موجودہ میں اوس سے ارتباط ومیل جول رکھے تو ایسے مسلمان کے واسطے کیا حکم ہے اور منکوحہ اوسکی اور اولاد اوسکے کا کیا ہے کہ یہ سب زید کے ساتھ کیا سلوک کریں ورنہ اولاد اور منکوحہ اوسکے ساتھ بستی کے مسلمان کیا تعلق رکھیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: زید نے جو الفاظ کہے قسم نہ تھی اوسکے بعد حج کو نجانے کا سبب احاطۂ اسلام سے

خارج نہ ہوا روپیہ کہ چندہ والوں نے دیا وہ ہبہ تھا کہ زید بعد قبضہ اوسکا ٹکٹ لیکر گیا اگر واقعی زید کا اوسوقت ارادہ حج کو جانے کا تھا اور بمبئی تک گیا اور کوئی عذر پیش آیا کہ نہ جاسکا مثلاً زید بہت ضعیف ہوا اور محتاج معین ہوا اور اوسے کوئی ایسا نہ ملا کہ اس سفر میں اوسکی اعانت کرے بمجبوری پلٹ آیا تو اوسپر کچھ الزام نہیں چندہ کا روپیہ بہتر یہ ہے کہ واپس کردے ورنہ شرعاً اوسپر واپسی لازم نہیں ہاں اگر وہ دھوکا دیکر جھوٹ ارادہ ظاہر کرتا اور اس ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لیکر چلتا ہو ضرور سخت مجرم تھا مگر صورت سوال سے اوس کا ہرگز نہیں نہ کسی مسلمان پر بدگمانی جائز جو بلا وجہ قطعی اور بلا ثبوت شرعی دھوکا دینے اور جھوٹ ارادہ روپیہ ہضم کرلینے کرلیں گے وہ سخت مجرم ہونگے اوسپر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲: از شمس آباد ضلع اٹک مرسلہ جناب مولنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۱ محرم شریف ۱۳۳۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ زید از پسر خود بوجہ امرے خلاف مرضی ناراض شدہ زن خود را گفت کہ اگر ایں پسر مرا در خانہ گذاشتی تو برمن سہ طلاق طلاق ہستی باز بعد از چند مدت بوجہ عذر خواہی پسرش زید خود ازاں پسر راضی شد و در خانہ گذاشت وزن او چیزے از لا و نعم نگفت آیا آں زن بر زید طلاق شد یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔

الحمد للہ رب العلمین، وافضل الصلوۃ والسلام علی السید الامین، الذی قال لہ ربہ فسلم لك من اصحب الیمین، اجلہ اجلالا وعززہ تعزیزا وجعل تعلیقات مواعید فضلہ فی حق امتہ تنجیزا صلی اللہ تعالٰی وسلم علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ المیامین، عدد کل بر وفاجر وبر وحنث وعھد ویمین، اٰمین، فقیر غفرلہ المولی القدیر دریں مسئلہ نگاہ تنقیح را جولاں دادم وبقدر قدرت وفرصت دور فرستادم عدم طلاق را وجہے کہ ثلج صدر دہد نیافتم بخانہ گزاشتن ترک وتخلیہ است واو بدو وجہ منتفی شود منع بالفعل یا نہی بالقول وانیجا بتصریح سوال ہر دو نافی منتفی پس نفی منتفی پس تخلیہ کہ شرط حنث بود روئے نمود وسہ طلاق لازم شد در فتاوٰی امام اجل قاضی خاں کتاب الایمان مسائل الیمین علی الترک ست رجل اٰجر دارہ سنۃ ثم قال للمستاجر واللہ لا اترکك فی داری ثم قال لہ اخرج من داری یصیر بارا ہمچناں در عقود الدریہ از فتاوٰی صغرٰی است باز در خانیہ فرمود رجل حلف ان لایدع فلانا یدخل ھذہ الدار فان کانت الدار للحالف فمنعہ بالقول او منعہ بالفعل حتی دخل حنث فی یمینہ فیکون شرط برہ المنع بالقول

والفعل بقدر ما يطيق وان لم تكن الدار للحالف فمنعه بالقول دون الفعل حتى دخل لايكون حانثا باز فرمود رجل حلف بطلاق امرأته ان لايدع فلانا يمر على هذه القنطرة فمنعه بالقول يكون بارا لانه لايملك المنع بالفعل باز فرمود رجل قال لابنه ان تركتك تعمل مع فلان فامرأته كذا فان كان الابن بالغا لايقدر على منعه بالفعل فمنعه بالقول يكون بارا وان كان الابن صغيرا كان شرط بره المنع بالقول والفعل جميعا ودر بزازیہ چنانست قال لابنه الكبير ان تركتك تعمل مع فلان فهو على المنع بالقول ولو صغيرا فعلى القول والفعل باز در خانیہ فرمود ولو قال ان تركت فلانا يدخل بيتي فامرأته كذا فدخل فلان ولم يعلم به الحالف لايحنث وان علم ولم يمنعه حنث در فتح القدیر آخر ایمان ست حلف لااترك فلانا يفعل كذا كلا يمر اولا يذهب اولا يدخل يبر بقوله له لاتفعل لاتخرج لا تمر اطاعه او عصاه۔ در عقود الدریہ است حلف بالطلاق على اخته البالغة لا اخليك تسكنين مع حماتك فی الدار حيث لاتكن الدار للحالف فمنعها بالقول دون الفعل لايحنث كذا فی الخانية والبزازية ورسائل العلامة الشرنبلالية ودراں از قنیہ است حلف ليخرجن ساكن دار اليوم والساكن ظالم غالب يتكلف فی اخراجه فان لم يمكنه فاليمين على التلفظ باللسان در عالمگیریہ است اذ قال ان تركت فلانا يدخل هذه الدار فامرأتي طالق فان كان الحالف يملك هذه الدار فشرط بره عن الدخول بالقول والفعل هكذا ذكره الصدر الشهيد رحمه الله تعالٰی فی واقعاته وفی النوازل شرط بره ملك المنع ولم يعترض لملك الدار فقال ان كان الحالف يملك منعه عن الدخول فهو على النهی والمنع جميعا وان كان لايملك منعه فهو على النهی دون المنع وكان شيخ الامام ظهير الدين يعتبر ملك المنع وعليه الفتوٰی **اقول** اینجا تنبہ باید ہا بود او لا عبارات علما چنانکہ دیدی در مسئلۂ عدم ترک فلاں مثلاً نگزارم کہ بخانہ آید بر رنگہائے مختلف آمدہ امام صدر شہید اعتبار ملک دار فرمود کہ اگر خانہ خانۂ اوست بقول و فعل کند اگر تنہا نہی زبانی عمل نماید حانث شود ہمین است نص دوم امام قاضی خاں آرے اگر خانہ ملک او نیست منع زبانی بس است و امام فقیہ ابو اللیث ملک منع را معتبر داشت کہ اگر بزور باز داشتن تواند مجرد نہی کفایت نکند گو خانہ خانہ اش مباش ورنہ کافی است گو خانہ خود از آن او باش امام ظہیر الدین ہمبریں فتوٰی داد و نص اول امام قاضی خاں و امام حسام الدین در فتاوٰی صغرٰی مسئلہ خود در دار مملوکۂ حالف وضع فرمود و علی الاطلاق بر نہی زبانی اقتصار نمود و ہمین ست قضا و نص مذکور فتح القدیر، و در بزازیہ جائے دار پسر فرق بصغیر و کبیر فرمود کہ صغیر را باز داشتن بقول و فعل جمیعا لازم است و کبیر را تنہا بقول ولہذا نص چہارم

خانیہ تقیید مستفاد ست کہ اگر بر کبیر قدرت منع بالفعل نہ باشد منع بالقول ست در نص سوم مثل زن حق اجنبی مطلقا منع قولی گرفت کہ منع فعلی نمی تواند

فقیر گویم بتحقیق اینجا ہیچ اختلاف نیست اصل سخن آن ست کہ در خانیہ بآں اشارہ رفت کہ قدر ما یطیق پیداست کہ ہر کہ گفت فلاں را بخانہ نگزارم وقادر بود بر اخراج او گرچہ خانہ خانۂ دیگرے باشد وانکس باجارہ یا اعارہ وغیرہما آنجا می ماند واگرچہ آنکس پسر بالغ یا اجنبی بود چوں طاقت خود را بکار برد وتنہا ہمیں یکبار گفتن کہ میا، یا بیروں شو قناعت ورزید قطعا اورا بخانہ گزاشت وحانث شود وہر کہ نتواند گو خانہ خانہ اش باشد وآنکس پسر صغیر، مثلا حالف مقعد یا زمن یا مفلوج ست وپسر سیزدہ چہاردہ سالہ شریر کہ سر بفرمان ننہد لاجرم اینجا ہمیں نہی بقول کافی بود درخانۂ خودش غالب اختیار کلی باشد واحکام فقہیہ نظر بغالب وارد ازینجہت امام صدر شہید آں تفرقہ فرمود کہ تعبیر اصل بمظنۂ نیست درزمن متأخر اختیار تام جز بر اطفال صغار نماند لہٰذا تفریق صغیر وکبیر کردند کہ نیز از ہماں وادی ست دیگراں نظر بفساد زمان گفتند کہ غالبا منع بتدافع وتدافع بتضارب انجامد وآتش فتنہ سر بالا کشود والفتنۃ اشد من القتل لہٰذا از سر اقتصار بر سخن کردند ومراد جملہ یکے وباللّٰہ التوفیق بالجملہ بریں قدر اتفاق ست کہ نگزاشتن را کم از کم بزبان باز داشتن ناگزیر ست ہر کہ ایں را گزاشت بالاتفاق گزاشت اینجا اگر زن آں پسر را برآوردن نتوانست آخر کم نہ ازاں کہ یکبار گفتی میا یا بیروں رو محلش نہ بود مگر اول ولہٰذا چوں آنگاہ خموشی گزید گزاشتن حاصل شد وطلاق نازل باز منع بے سود ولا طائل واگر آں وقت یکبار منع کردی سوگند منتہی شدے کہ مصدر بکلمہ کلما نبود وپس ازاں ترک اگرچہ مستمر ماندے زیاں نہ رساندے وکل ذٰلک واضح مما قدمنا من نصوص العلماء **اقول** والسر فیہ ان التخلیۃ عدمیۃ لانہا عدم النہی والتعرض وقد اثبتت فی الشرط فیکون منفیۃ ونفی النفی اثبات والاثبات تکفی فیہ مرۃ کان قال ان لم تمنعی تطلقی ای ان منعت فلا فاذا نہت نحت والیمین قد انتہت **ثانیا اقول** من قدر علی المنع بالفعل فاکتفی بہ کفی اذ لا یصح ان یقال انہ ترک وخلی بل اتی بما ہو نہایۃ المعنی ومقصدہ الاعلی فلیس علیہ ان یجمع معہ القول جمعا فما یتوہم من ظاہر لفظ الواقعات والنوازل وثانی عبارات الخانیۃ ورابعہا والوجیز لیس مرادا قطعا **ثالثا اقول** عند الفقیہ شرطا برہ المنع فلفظ الملک وقع زائدا فی عبارۃ النوازل اما الملک ای القدرۃ فشرط انعقاد الیمین مطلقا وبقاء الموقتۃ خصوصا اذ بہ تصور البر ولیس الکلام فیہ بل فیما اذا اتی بہ بر الا ان یقال انہ من وزان حصول الصورۃ ای المنع المملوک ای قدر ما قدر **رابعا اقول** المنع یعم الفعلی والقولی کما تقدم عن عدۃ نصوص وقد یخص بالفعلی بقرینۃ المقابلۃ بالقولی وہو المراد فی کلام النوازل

من قولہ یملک منعہ الی قولہ دون المنع والاول المراد فی قولہ اذ فی ملک المنع وکذا اقول الھندیۃ اخراقتبت ولافول این نصوص کہ آرایم عین جزئیہ مسئلہ دائرہ بود کہ بحث ہمیں از یمین بر گزاشتن ست وآنکہ شرط بر وحنث در وچیست وتفاوت بآنکہ من نگزارم اگر تو بگزاری چیزے نیست کہ تغیر جزئیہ کند حالا ہر کہ خواہد کہ صورت دائرہ را الحاق حکم برآرد محتاج بینہ واضحہ باشد ورنہ حکم ہمان ست کہ از نصوص عیان ست تبیین مرام وتسکین اوہام را انظو کردم وچند شبہہ بخاطر رسید بخیال آنکہ مبادا بذہن کسے رسد وجائے جواب بہتر بیند آنہمہ را پیش نہم وبتوفیقہ تعالٰی با دفع شبہۂ اولٰی پسر امرد بخانہ گزاشت نہ زن **اقول** ایں درا یوا گنجائش داشت کہ فعل حقیقۃً از فاعل ست وبہ ساکت اگر منسوب شود بمعنی رضا ومجاز باشد اما گزاشتن کہ تخلیہ وترک تعرضات تنک نیست کہ از زن حقیقۃً محقق ست مرد زن منع نکرد واو داشت ایں گزاشت پس در ترک زن چہ جائے ظن شبہۂ ثانیہ زن تابع است ولاحکم للتبع مع الاصل **اقول** لامرد للعقائق در صد ورترک تعرض از زن جائے سخن نیست سائل خود گوید کہ زن چیزے از لا ونعم نہ گفت وہمیں قدر شرط حنث بود بیش ازیں درکار نیست آیا نہ بینی کہ در مکان غیر شرط بر نہی بالقول داشتہ اند گو بخانہ آرندہ محلوف علیہ خود صاحب خانہ باش یا دیگرے آورد یا خود آمد وصاحب خانہ ہم معترض نہ شد لاطلاق حکم الکل فی جمیع الکتب بلکہ تصریح فرمودہ اند کہ امر عدمی بحالت اکراہ نیز موجب حنث شود چہ جائے رضا ولو تبعا۔ امام قاضی خاں فرماید الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل فرق وقال فی قولہ ان لم اخرج اذا منعہ مانع حنث وفی قولہ لااسکن اذا منعہ مانع عن الخروج لایحنث والفتوی علی قولہ لان فی قولہ لااسکن شرط الحنث السکنی والفعل لایتحقق بدون الاختیار وفی قولہ ان لم اخرج شرط الحنث عدم الخروج والعدم یتحقق بدون الاختیار شبہۂ ثالثہ اینجا داعی یمین صفت عقوق مثلا در پسر بود ویمین بزوال صفات داعیہ زائل شود کما فی لاٰیاکل ھذا البسر فصار رطبا اوالرطب فصار تمرا کما فی الھدایۃ وسائر الکتب در عقوددریہ است ھذہ صفات داعیۃ الی الیمین فتتقید بہ در فتح القدیر فرمود الاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زال الیمین عنہ وما لا تصلح داعیۃ اعتبر فی المنکر دون المعرف **اقول** محلش آنجاست کہ در حلف آں صفت داعیہ را ذکر کردہ باشد اگرچہ در معرف اگرچہ بالاشارہ بآنکہ وصف در حاضر لغو است ولہذا لو حلف لایکلم ھذا الصبی فکلمہ شابا حنث اما داعی بودنش داعی اعتبارش میشود چنانکہ در ھذا البسر وھذا الرطب وھذا الرطب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وھذا اللبن الی غیر ذلک ورنہ وصف ملحوظ غیر ملحوظ را مدار بقائے یمین نتواں کرد کہ مبنائے ایمان

برالفاظ ست نہ بر اغراض، در فتح القدیر فرمود من صورۃ تخصیص الحال ان یقول لا اکلم ھذا
الرجل وھو قائم ونوی فی حال قیامہ فنیتہ لغو بخلاف ما لو قال لا اکلم ھذا الرجل القائم
فان نیتہ تعمل فیما بینہ وبین اللہ تعالٰی پیداست کہ در دیانت صفت داعیہ وغیر داعیہ یکساں ست
نیت خصوص باید اما بے ذکر در لفظ نیت مجردہ دیانۃً نیز بکار نیامد تا بقضا چہ رسد۔ ہدایہ است ان خرجت
فعبدی حر ونوی السفر مثلا یصدق دیانۃ فلا یحنث بالخروج الی غیرہ تخصیصا للنفس
الخروج بخلاف ما لو نوی الخروج الی مکان خاص کبغداد حیث لا یصح لان المکان غیر
مذکور۔ شبہہ رابعہ در یمین زوال سبب زوال یمین ست گو در لفظ مذکور مباش ولہذا اگر دائن مدیون یا کفیل را
یا کفیل بالنفس مکفول عنہ یا کفیل بالامر اصیل را سوگند دہد بے اذن من بیرون شہر نروی و دین ادا شد یا کفالت
نماند یمین منتہی شود کہ باعث برو نبود مگر دین وکفالت پس بزوالش زائل شود در ہندیہ از محیط ست حلف صاحب
الدین مدیونہ ان لا یخرج من البلدۃ الا باذنہ فالیمین مقیدۃ بحال قیام الدین در خانیہ
فرماید الکفیل بالنفس اذا حلف الاصیل ان لا یخرج من البلدۃ الا باذنہ فقضی الاصیل
دین الطالب ثم خرج الحالف بعد ذلک لا یحنث در تنویر فرمود حلف رب الدین غریمہ او الکفیل
بامر المکفول عنہ ان لا یخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ
وپیداست کہ ایں جا سبب یمین ہمیں خشم و ناراضی ست چوں برضا بدل شد سبب نماند و مسبب رفت۔ **اقول**
چناں نیست نہ ہیچ کس باو قائل ورنہ عامہ ایمان عامہ کہ مبنی بر خشم و ناچاقی و غضب تا اتفاقی باشد بلا او سخن نکند در رویش
نہ بیند بخانہ اش نہ رود و بخانہ اش راہ نہ دہد او را صد چوب زند چنیں کند چناں کند ورنہ زن طلاقہ شود وغیر ذلک
ہزاراں ہزار سوگند ہمہ بمجرد زوال خشم برباد رفتے و بے حنث وکفارہ ولزوم ہیچ جزا باطل شدے و اصلا احتیاج
احتیال براحدے نماندے آیا ہیچکس بجہاں قائل ایں قول شنیدہ ائمہ کرام در ایمان مذکور بصورتہائے گوناگوں و
وتفریعات بوقلموں بہ نقیر و قطمیر سخن فرمودہ و بہر پہلوئے آنہا موج موج تحقیقات رفیعہ و فوج فوج تنقیحات بدیعہ
نمودہ فاما ہیچگاہ ہیچ جا بہ ہیچ کتاب نگفتہ اند کہ ایں ہمہ بر دوام ست تا بقائے خشم ست چوں رضا آمد سوگند سپری شد
وجملہ احکام نظری تا آنکہ اگر کسے سوگند خورد کہ اگر با زید سخن کند زنش طلاقہ ست باز می خواہد کہ با او سخن گوید چہ بایدش
کرد کہ طلاق مغلظ واقع نشود او را فرمودہ اند کہ زن را یک طلاق بائن دہد و بگزارد تا از عدت برآید باز با زید سخن
راند جزا فرود آید و محل نیابد و بے اثر رود باز با زن نکاح کند و با زید ہمکلام ماند دگر طلاق نیفتد کہ یمین بیکبار
منحل شد۔ در سراجیہ باز ہندیہ فرمود اذا حلف بثلث تطلیقات ان لا یکلم فلانا فالسبیل ان یطلقہا
واحدۃ بائنۃ ویدعہا حتی ینقضی عدتہا ثم یتکلم فلانا ثم یتزوجہا انہمہ تکلفات چرا ست

چرا نگفتند کہ چوں آں خشم رفت و باہم مصالحت شد سوگند خود باطل گشت و این ست نبی اللہ سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام در ایام بلا زوجۂ مقدسہ اش رحمہ بنت آفرائیم یا میشا بن یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصلاۃ والتسلیم بمزدوری ومحنت نان پیدا کردے و برائے نبی اللہ آوردے روزے نان بسیارے آورد نبی اللہ گمان برد مبادا مال کسے بخیانت گرفت خشم کرد سوگند خورد صد چوب زند باز خشم رفت و باعلام الٰہی برات خاتون ظاہر گشت فاما یمین برجا ماند تا آنکہ حضرت عزت جل جلالہ راہ خلاص ازاں تعلیم فرمود کہ خذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث دستہ بدست گیر وزن رازن وسوگند مشکن۔ پیدا شد کہ بزوال حامل وانتفائے سبب یمین باطل نشود اخرج ابن المنذر عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ بلغہ ان ایوب علیہ الصلاۃ والسلام حلف لیضربن امرأتہ مأتہ فی ان جاء تہ فی زیادۃ علی ماکانت تاتی بہ من الخبز الذی کانت تعمل علیہ وخشی ان تکون قارفت من الخیانۃ فلما رحمہ اللہ وکشف عنہ الضر علم براءۃ امرأتہ مما اتہمہا بہ فقال اللہ عزوجل **وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث** فاخذ ضغثا من ثمام وھو مائۃ عود فضرب بہ کما امرہ اللہ تعالٰی اھ **اقول** وھذا احسن ما سمعناہ فی الباب وعلیہ التعویل ولا اصغاء الی ما زاد الناس من تهویل وقال وقیل من دون اصل اصیل واللہ الھادی الی سواء السبیل ودر مسائل مذکورہ وجہ نہ آنست بلکہ آنجا تقیید ونفس بیان ست زیرا کہ باذن مقید کردہ اند پس مخصوص باشد بزمانۂ ولایت آنہا مر اذن ومنع را وآں نیست مگر زمان قیام دین وکفالت ولہٰذا اگر کہ بیان اسیرے را حلف دہند کہ بے اذن ملک ایشاں بیرون نرود متقید ماند بزمان بقائے سلطنتش تا آنکہ اگر اورا معزول کنند باز نشانند واسیر بے اذن او بیروں رود حانث نشود کہ یمین بزوال ملک منتہی شد وباز بعودش نگشت ہمچناں اگر شوہر زن یا مولیٰ غلام یا شاہ یکے از رعایا را حلف دہد یا خود سوگند خورد کہ بے اذن من بیروں نروی متقید ماند بزمان بقائے زوجیت وملک ملک تا آنکہ اگر زن را جدا کرد باز بزنی آورد یا غلام را فروخت باز خرید یا معزول باز منصوب شد ودریں ملک وملک حادث زن وغلام ورعیت بے اذن بیروں روند حنث روئے نماید کہ ولایت اذن ہمیں تا بقائے نکاح وملک وملک بود ودر حدوث تازہ یمین تازہ نکرد ولہٰذا اگر بے تقیید باذن مطلقاً زن دہندہ را از بروں شدن باز دارد وبراں حلف کند یا گیرد یمین ابدی شود وبزوال نکاح وملک منتہی نشود کہ لفظے کہ مفید تقیید بود مذکور نیست ولہٰذا اگر زن را گوید اگر بے اذن تو زنے را بزنی میگیرم مطلقہ باشد یمین مطلقہ غیر مقیدہ باشد تا آنکہ اگر زن را از نکاح بروں کرد باز زنے بے اذن اوبنکاح آورد مطلقہ شود زیرا کہ زن بزنی مالک اذن ومنع نمی شود پس دلیل تقیید منتفی شد واذن براذن لغوی محمول گشت نہ اذن شرعی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

واذن لغوی مقتصر بربقائے زوجیت نیست آرے آں قدر کہ آں زن میرود یمین منتہی شود کہ حالا او را صلاحیت اذن نماند پس بعدم تصور بر یمین کہ موقتہ باذن بود باقی نماند۔ در درمختار بعد عبارت مذکورہ فرمود لو قال لها ان خرجت من هذه الدار الا باذنی فانت طالق ثلثا فطلقها بائنا فخرجت بغیر اذنه لایحنث لان یمینه تقیدت بحال تمام ولایة المنع عن الخروج وولایة المنع تزول بالطلاق البائن وهو کالسلطان اذا حلف رجلا ان لایخرج من البلدة الا باذنه فعزل السلطان ثم خرج الحالف لایحنث ومعه مسئلة الکفیل المذکورة ثم قال ولو ان الحالف تزوج المرأة بعد ما ابانها فخرجت بغیر اذنه لا لا تطلق لان الیمین بطلت بالابانة فلا تعود بعد ذٰلک وذکر فی ایسر اهل الحرب اذا حلفوا الا یسران لایخرج الا باذن ملکهم فعزل الملک ثم عاد ملک فخرج الایسر بغیر اذنه لایحنث وکذا لوقال الرجل لعبدہ ان خرجت بغیر اذنی فانت حر فباعه ثم اشتراہ فخرج بغیر اذنه لایعتق در تبیین الحقائق و فتح القدیر ست وهذا لفظ الفتح تتقید بحال قیام الدین والکفالة لان الاذن انما یصح ممن له ولایة المنع وکذا الاخراج امرأته الا باذنه تقیید بقیام الزوجیة بخلاف مالو حلف لاتخرج امرأته من الدار فانه لایتقید به اذ لم یذکر الاذن فلا موجب لتقییدہ بزمان الولایة فی الاذن وکذا الحال فی حلفه علی العبد مطلقا ومقیدا وعلی هذا لو قال لامرأته کل امرأة اتزوجها بغیر اذنک طالق فطلق امرأته طلاقا بائنا او ثلثا ثم تزوج بغیر اذنها طلقت لانه لم یتقید ببقاء النکاح لانها انما تقید به لو کانت المرأة تستفید ولایة الاذن والمنع بعقد النکاح درہدایہ و فتح فرمایند لو قال ان کلمت فلانا الا ان یقدم او یاذن فلان ومات فلان سقط الیمین لان الممنوع عنه کلام ینتهی المنع منه بالاذن والقدوم ولم یبق الاذن والقدوم بعد الموت متصور الوجود و بقاء تصورہ شرط بقاء الموقتة عند ابی حنیفة ومحمد وهذہ الیمین موقتة بوقت الاذن والقدوم اذ بهما یتمکن من البرّ اذ یتمکن من الکلام بلا حنث فیسقط بسقوط تصور البر اھ ملخصا مخلوطا قال فی الفتح فان قیل لانسلم عدم تصور البر بموته لانه سبحنه وتعالٰی قادر علی اعادة فلان فیمکنه ان یقدم ویاذن فالجواب ان الحیاة المعادة غیر الحیاة المحلوف علی اذنه فیها وقدومه وهی الحیاة القائمة حالة الحلف لان تلک عرض تلاشی لایمکن اعادتها بعینها وان اعیدت الروح فان الحیاة غیر الروح لانه امر لازم للروح فیما له روح اھ ورأیتنی کتبت علیه ما نصه اقول فیه ان الحیاة عرض لاتبقی زمانین فالحیاة التی بعد الحلف غیر التی

کانت عند الحلف والجواب ان مبنی الأیمان علی العرف واھل العرف یعدونھا واحدۃ مستمرۃ والمعادۃ غیرھا **اقول** لکن لقائل ان یقول لانظر فی الحلف الی تلک الحیاۃ خصوصھا بل الی تسلیم زمانہ فی ھذا الامر الی ذلک الشخص ان لا یفعل الا باذنہ مثلا والشخص لا یتبدل بتبدل الحیاۃ بدلیل الحشر والعقد فی تلک الحیوۃ غیر العقد علی تلک الحیاۃ والاذن وان لم یکن الامن حی فلا یستلزم ذلک عقد الحلف علی تلک الحیاۃ بعینھا الاتری ان الاذن لایمکن ایضا الامن عاقل ولوجُنّ فلان لایسقط الیمین لاحتمال ان یعود عقلہ والمسألۃ منصوص علیھا واکبر ظنی انھا فی الخانیۃ بل ھو فیھا اذقال فی فصل فی الخروج ثلثۃ حلفوا رجلا ان لا یخرج من بخارا الا باذنھم فجن احدھم وخرج الحالف باذن الآخرین حنث وان مات احدھم فخرج لایحنث لان الیمین تقیدت باذنھم وقدفات اذنھم بموت احدھم فلا یبقی الیمین وفی الوجہ الاول لم یقع الیاس عن اذنھم اھ **ثم اقول** یختلج ببالی ان لو قیل ان الموقتۃ اذا کانت علی امر یمکن عادۃ فشرط بقاءھا تصور البر عادۃ لامجرد احتمال عقلی لحصل الجواب عن ھذا ویؤمی الیہ قول الخانیۃ لم یقع الیاس فانہ یفید ان لو وقع الیاس سقط الیمین ولاشک ان المستحیل عادۃ مایوس عنہ وقد قال فی الفتح فی مسئلۃ لیصعدن السماء اولیقلبن ھذا الحجر ذھبا ان العجز ثابت عادۃ فلابر فی زوالہ اھ وھذا ھو معنی الیاس وقد استشھد لھا فی الھدایۃ بما اذا مات الحالف قال فانہ یحنث مع احتمال اعادۃ الحیاۃ قال فی الفتح فیثبت حین ان یفعل المحلوف علیہ ولکن لم یعتبر ذلک الاحتمال بخلاف العادۃ فحکم بالحنث اجماعا اھ فتبین انہ لیس الوجہ مغایرۃ الحیاۃ المعادۃ للحیاۃ المعقود علیھا الحلف والالم یتم الاستشھاد لکون العجز اذن عقلا کما قررہ المحقق الاعادۃ بخلاف صعود السماء وقلب الحجر ذھبا فاذن لیس النظر الا الی الیاس العادی وھو المقصود **اقول** ویظھر لی توجیھہ ان من حلف علی محال عادی فقد عقد علی امکانہ العقلی فلم یکن شرط الانعقاد الاھذا اما من عقد الموقتۃ علی ممکن عادی ثم استحال فلا یبعد ان تبقی الیمین لان ھذا الامکان غیر المعقود علیہ فلیتامل ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم اھ ماکتبت علیہ شبہہ خامہ یمین بدلالت حال متقید شود اگرچہ درقال مقید نبود وازیں باب ست تقید بغرض تاآنکہ غرض را باآنکہ بنائے ایمان برو نیست تخصیص دانستہ وتصریح فرمودہ اندکہ غرض دریمین نفزاید فاما را شاید در ردالمحتار ست فی تلخیص الجامع الکبیر وبالعرف یخص ولایزاد حتی خص الراس بما یکسب ولم یُزِدِ الملک فی تعلیق

طلاق الاجنبیۃ بالدخول اھ ومعناہ ان اللفظ اذا کان عاما یجوز تخصیصہ بالعرف کما لو حلف لایاکل رأسا فانہ فی العرف اسم لما یکبس فی التنور ویباع فی الاسواق وھو راس الغنم دون رأس العصفور ونحوہ فالغرض العرفی یخصص عمومہ فاذا اطلق ینصرف الی المتعارف بخلاف الزیادۃ الخارجۃ عن اللفظ کما لو قال لاجنبیۃ ان دخلت الدار فانت طالق فانہ یلغو ولا تصح ارادۃ الملک الی ان دخلت وانت فی نکاحی وان کان ھو المتعارف لان ذلک غیر مذکور ودلالۃ العرف لا تاثیر لھا فی جعل غیر الملفوظ ملفوظا اھ دارانست الغرض یصلح مخصصا لا مزیدا

واگر تقییدات کہ بدلالت حال باغراض حالفین کردہ اند فروغ آنہارا برخوانیم دفترے باید بر دو سہ مثال منصوص فی المذہب اختیار کنیم (۱) والیے زید راسوگند داد کہ ہر مفسدے کہ بشہر بود مرا آگاہانی متقید باشد بزمان قیام ولایتش حالانکہ اینجا لفظے مثل اذن وغیرہ مفید تقیید اصلا نیست مگر حال دال ست کہ غرضش تدارک اوست وایں نباشد مگر بولایت لاجرم بادمقید شد۔ در ہدایہ ست اذا استحلف الوالی رجلا لیعلمنہ بکل داع دخل البلد فھذا علی حال ولایتہ خاصۃ لان المقصود منہ دفع شرہ او شر غیرہ بزجرہ فلا یفید فائدتہ بعد زوال سلطنتہ در فتح القدیر است ھذا التخصیص فی الزمان یثبت بدلالۃ الحال وھو العلم بان المقصود من ھذا الاستحلاف زجرہ بما یدفع شرہ او شر غیرہ بزجرہ وھذا لا یتحقق الا حال ولایتہ لانھا حال قدرتہ علی ذلک (۲) ہر مدیون خود کہ از دین منکر بود و دائن گواہان نداشت سوگند خوردتر ابدر قاضی کشم وحلف گیرم مدیون اعتراف کرد یا دائن راگواہان بدست آمد یمین ساقط شود کہ بدلالت حال متقید بحال انکار وعدم وجدان شہود بود۔ در درمختار ست حلف ان یجرہ الی باب القاضی ویحلفہ فاعترف الخصم او ظھر شھود وسقط الیمین لتقیدہ من جھۃ المعنی بحال انکارہ اھ قال الشامی لکن ھذا التعلیل لا یظھر بالنسبۃ الی قولہ او ظھر شھود فانہ بظھور الشھود لم یزل الانکار بل لعلہ فیہ انہ بعد ظھور الشھود لا یمکن التحلیف تامل اھ اقول لہ ان لا یستشھدھم ویطلب حلفہ فکیف لا یمکن کما یوھمہ قول العلامۃ لا یمکن التحلیف فالاولی ان یقال لتقیدہ بانکارہ وعدم وجدان الشھود اذ لا حلف علی مقر ولا مع بینۃ شھدت فی الدرعن البحر الیمین کالخلف عن البینۃ فاذا جاء الاصل انتھی حکم الخلف اھ ولا یرضی الطالب بحلف المنکر مادام یقدر علی الشھود مخافۃ ان یحلف فیذھب مالہ فیتقید بما عدا

اقول ولیس ھذا السقوط لعدم تصور البر بقاء فان قلت الیس فی الدر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ لا یحلف خلافا لھما ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ابن ملک اھ قلت الیس ان الاحضار والاخبار کلیھما بیدہ فان الشھود لا یحضرون مالم یحضروا ولا یعلم القاضی ان لہ بینۃ فی المصر مالم یخبر فالامکان حاصل لا شک اما اولا فلان الیمین

مطلقة فلا يضرها انتفاء تصور البر فيها بعد واما ثانيا فلانه متصور اما فی الشهود فلما ذكرنا واما فی الاقرار فلان من اقر عند الطالب لايجب ان يقر عند القاضی فلعله اذا اُجر الیه انكر فيحلفه فالتصور حاصل قطعا فلا سقوط الا للتقييد العرفی اھ ما كتبت عليه ثم رأيت الامام ابابكر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشيد الكرمانی ذكره فی جواهر الفتاوی كتاب الايمان الباب الثانی فتاوی الامام جمال الدين البزدوی فرأيته افاد فوائد منها التعليل بدلالة الحال ملحقا له بمسألة تحليف الوالی ليعلمنه بكل داعر ومنها ان التقييد بالانكار فی صورة الاقرار ومنها ان فی سقوط اليمين بظهور الشهود خلافا وان الفتوی علی السقوط وهذا نصه رحمه الله تعالٰی رجل ادعی علی اٰخر كذا مناحطة فانكر المدعی عليه فحلف المدعی بطلاق امرأته ان يجره الی باب القاضی ويحلفه علی ذلك ثم ان المدعی عليه اقر بما ادعی استغنی عن اليمين ويكون بارا فی يمينه لان الحلف علی ان يحلفه مادام منكرا فاذا اقر فات الانكار وليس هذا كما لو قال لاشربن الماء الذی فی هذا الكوز فاريق الماء انه يحنث لان اليمين هناك علی الشراب ولم يشرب به وههنا اليمين علی الانكار ولم يبق الانكار فلم تبق اليمين وصار كانه حلف مع السلطان ان لم يعلم بكل داعٍ دخل المدينة ثم عزل السلطان سقط يمينه لانه حلف علی ان يعلمه مادام هو الوالی فی البلد فكذلك ههنا بدليل انه لو حمله الی القاضی لايحلفه اذ لافائدة فی حمله الی القاضی هكذا[1] ذكر وهذا الجواب يوافق قول القاضی ابی الهيثم ويخالف قول القاضی الامام الصاعدی فانه ذكر فی فتاواه هذه المسألة الا انه وضع المسألة هكذا ذكر مكان اعتراف المدعی عليه انه ظهر له شهود وقال القاضی الامام ابوالهيثم سقط يمينه وقال الصاعدی لايسقط بل يقع طلاقه فاذا جواب شيخنا جمال الدين وافق جواب القاضی ابی الهيثم وهو الصحيح وعليه الفتوی اھ (۳) مديون راسوگند داد فلاں روز حق من دهی ودستم بگيری وبے دستوری من بيروں نه روی بازمديون ہمیں روز دينش داد ودستش نگرفت وبے دستوری او بيروں رفت حانث نشود كہ ايں يمين عرفا مقيدست بحال قيام دين ودر والمحتار ست فی البزازية حلفه ليوفين حقه يوم كذا وليأخذن بيده ولاينصرف بلا اذنه فاوفاه اليوم ولم ياخذ بيده وانصرف بلا اذنه لايحنث لان المقصود هو الايفاء اھ قلت وقد تقدم ان الايمان مبينة

[1] قوله هكذا ذكر ای الامام جمال الدين البزدوی ومن ههنا الی اٰخر ما نقلنا كلام الامام الكرمانی جامع تلك الفتاوی ۱۲ منه

علی الالفاظ لا علی الاغراض وھذا المقصود غیر ملفوظ لکن قدمنا ان العرف
یصلح مخصصا وھذا کذلک فان العرف یخصص ذلک بحال قیام الدین قبل الایفاء و
یوضحہ ایضا ما یأتی قریبا عن التبیین اھ ما فی الشامی **اقول** والذی یظھر للعبد الضعیف
ان ھنا ثلث ایمان فالاخیرۃ متقیدۃ بنفس لفظ الاذن کما تقدم والاولی کانت موقتۃ
والممتنع الایفاء فی ذلک الوقت لحصولہ قبلہ فسقطت لعدم تصور البر ثم رأیتھم بہ علاوۃ
وللہ الحمد اما الثانیۃ فمجاز عن الایفاء ای لیعینہ لوفاء دینہ اذ من المعلوم قطعا ان
لیس المراد خصوص اخذ العضو وھی مطلقۃ وقد بر فیھا اذا وفی وان فرضت لوقتہ بالتوقیت
المذکور فقد سقطت ایضا وھذا معنی قول الوجیز لان المقصود ھو الایفاء فلیس ھنا مدخل
اصلا للتخصیص بدلالۃ الحال واللہ تعالٰی اعلم بحقیقۃ الحال ولیس فیما اتی بہ بعد عن
التبیین الا ان الیمین تتقید بمقصود الحالف ولھذا تتقید بالصفۃ الحاملۃ علی الیمین
وان کانت فی الحاضر علی ما بینا من قبل اھ ولا کلام فیہ انما الکلام فی حصول التخصیص ھنا
ثم کلام التبیین فی صفۃ ملفوظۃ کلا یکلم عبد فلان وتریدون ھھنا اثبات غیر الملفوظ فلا یوضح
ما فی التبیین وغایۃ ما یقال ان المعنی لیوفین یوم کذا ان لم یوف قبلہ فھذا التقیید بدلالۃ
الحال وھو المقصود الغیر الملفوظ فیکون الاولی مبرورۃ ساقطۃ واللہ تعالٰی اعلم وچوں دریں
مثال در دلالت حال مجال مقال وسیع آمد مثالے دگر جایش بنشانیم دائن حلف گرفت کہ روئے از من نپوشی
ومعنی ایں پیمان آن ست کہ ہرگاہ ترا طلبم وتو بر طلب من مطلع شوی ظاہر گردی ورنہ فرود روپوشی مدیون در غیر
آں طلب دائن یا بے اطلاع بر طلب دائن موجب حنث نیست گو از ترس دائن باش چنانکہ بخوف او رخ
پوشان ببازار رفتن زیراکہ ایں روئے پوشیدن بخیال ست نہ ازو وسوگند بریں بود نہ براں ایں یمین بدلالت
حال مقید ست بزمان بقائے دین تا آنکہ اگر دو دائن بودند ودین یکے ادا شد یمین در حق او منتہی گشت در وجیز
کردری فصل ۱۵ فی قضاء الدین فرمود حلف الدائن المدیون کہ از من رو نپوشی ولم یوقت فکل وقت
طلبہ وعلم بہ ولم یظھر لہ حنث وان دخل السوق متواریا لا یحنث وان طلبہ و
لم یعلم بہ ولم یظھر الوجہ لا یحنث ولو کان حین حلف بھذا الوجہ رب الدین اثنین فقضی
لاحدھما انتھی الیمین فی حقہ درمسئلہ دائرہ نیز حال دال ست کہ غرض بایں یمین ہمیں حرمان پسر و تباعد از زیست و
مساکنت او و سزا دادنش بدوری از خانہ وخوان خود ست پس متقید باشد بزمان بقائے ایں مقاصد چوں پدر
خودش ترک مہاجرت گفت و او سر انتقام درگزشت یمین منتہی گشت چنانکہ در فروع مذکورہ چوں بعزم

سلطان واقرار مدیون وظہور گواہان واداے دیون آں اغراض نماند سوگند نماند **اقول اولا** فرق ست میان انتفائے مقصود وانعدام قصد در فروع مستشہدہ افعال محلوف علیہا خود از ثمرات مخصوصہ تہی شدہ است چوں والی معزول شد اطلاع او بر آمدن مفسد در شہر چہ سود دہد و مقصود از بردن منکر پیش قاضی وحلف از وخواستن آں بود کہ قاضی اورا بر حلف مجبور کند و بر مقر حلف نتواں نہاد پس تحلیف صورت نہ بند و طلب حلف مسموع نشود وچوں بر دعوی مدعی گواہان عادل شرعی باشند نیز از منکر حلف نگیرند وہیچ گواہاں داشتن و باز کار بر زبان صاحب انکار گزاشتن حق خود را در خطر افگندن ست کہ خلاف مقصود ست پس بہر وجہ ثمرہ مطلوبہ مفقود ست وبعد ادائے دین بار دوئے مدیون چہ کار ماندہ است کہ پوشیدن ونمودن ثمرہ دہد ومقصود زن حصول انس بمصالحت شوہر ومنع وحشت بوحدت ست وایں بعد زوال زوجیت میسر نیست زن مرد اجنبی را نگوید کہ بامن باش وجدا مشو بخلاف صورت دائرہ کہ بخانہ نگزاشتن ہمچناں متمر دوری وہجران وسزائے ناشکری وکفران ست مگر حالف حالا ازیں قصد برگشتہ است پس ایں نیست کہ آنکار ثمرہ نیارد بلکہ خود او خواہش آں ثمرہ ندارد بالجملہ از نماندن مقصود تا مقصود نماندن مقصد فرق عظیم ست ایں دوم زنہار مبطل یمین نتواں شد ورنہ ہماں مفاسد لازم آید کہ در جواب شبہہ چہارم یاد کردیم حلفہائے مبتنی بر خشم وغضب بعد فرو شدن خشم خود بخود بر باد رود وہیچ جزا یا کفارہ لازم نشود کہ بعد زوال غضب آں ثمرات را خواہش نمی ماند بلکہ بسا اوقات نادم می شود و دلیل قاطع بر بطلان آں احادیث کثیرہ عدیدہ صحیحہ سدیدہ حنث بسر حد استفاضہ کشیدہ ست کہ فرمودہ اند صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرھا خیرا منھا فأت الذی ھو خیر وکفر عن یمینک چوں سوگندے خوری باز بینی کہ غیر او ازاں بہتر ست پس آں بہتر را بجا آر وسوگندت را کفارہ گزار رواہ البخاری ومسلم عن سمرۃ بن جندب واحمد ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ والنسائی وابن ماجۃ عن عوف بن مالک عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنھم وعبدالرزاق عن ابن سیرین مرسلا وابوبکر بن شیبۃ والبیہقی عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ وفرمودند صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرھا خیرا منھا الا کفرت عن یمینی واتیت الذی ھو خیر بخدا اگر خدا خواہد سوگندے کہ خورم باز غیر او بہتر ازو بینم ہماں بہتر را پیش نہم وسوگند را کفارہ دہم رواہ احمد وعبدالرزاق والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی موسی الاشعری والطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیہقی عن ابی الدرداء والحاکم عن ام المومنین الصدیقۃ والطبرانی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنھم وعبدالرزاق عن ام المومنین عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنھما من قولہ وعبدالرزاق وابن ابی شیبۃ وابناء حمید وجریر والمنذر وابو الشیخ

والبیہقی عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بمعناہ وفی الباب غیرھم رضی اللہ تعالٰی عنہم و فرمودند صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ لان یلج احدکم بیمینہ فی اھلہ اٰثم لہ عند اللہ من ان یعطی کفارتہ التی افترض اللہ علیہ یعنی اگر کسے دربارۂ اہل خود براید او اضرار ایشاں سوگند خورد پس بخدا کہ باصرار او برابرار او باضرار شاں گناہگار تر باشد نزد خدا ازینکہ سوگند وکفارہ اش کہ خدائے مقرر فرمودہ ست ادا کند رواہ الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ پیداست کہ ہمیں فعل اختیاری ست وفعل اختیاری را از قصد غائیت چارہ نے وچوں غیر او را خیر یا بد رائے برگردد آں قصد نماند پس یمین ببطلان قصد باطل شدے کفارہ چرا **ثانیاً** بانتفائے مقصود نیز مطلقاً بطلان بتین البطلان ست اگر یمین مطلقہ آرد کہ فلاں را زند یا کشد یا پیش حاکم برد یا چناں خوراند یا پوشاند یا خلعت پوشاند یا خبرے خوش یا بد رساند الی غیر ذلک مما یختص بالحیاۃ عرفا ونکرد تا آنکہ فلاں مرد یقینا حانث شود وکفارہ دہد اگر یمین بطلاق وعتاق بود فرود آید باآنکہ آں جملہ مقاصد بمرگش مردود وبہم خورد وکل ذلک واضح جلی وعلیہ فروع جمۃ فی کتب المذھب ودر خانیہ وکبری ومحیط وتجنیس وخلاصہ وبزازیہ وہندیہ وغیرہاست رجل تشاجر مع اخیہ اختہ فقال لہما بالفارسیۃ اگر من شمارا اکنوں خراندر نکنم تکلموا فی ذلک والصحیح انہ یراد بھذا القھر والغلبۃ فلا یحنث حتی یموتا او یموت الحالف اھ ھذا لفظ الخانیۃ فی الایمان ولفظہا فی الطلاق قال بعضہم لایحنث ماداموا فی الاحیاء وقال بعضہم یحنث الحالف لانہ عاجز عن ذلک ظاھرا الا ان یعنی بذلک القھر والتضییق علیہما فلا یحنث ماداموا فی الاحیاء فان مات الحالف او احد الاخوین قبل ان یفعل ذلک حنث وعلیہ الاعتماد اھ وقال فی الکبری وغیرہا وعلیہ الفتوٰی وچوں دلالت حال را با ایں شبہ کارے نماند از تتمہ مسئلہ اش آئندہ سخن رانیم ان شاء اللہ تعالٰی **شبہۂ سادسہ** مبنائے یمین براستحقاق پسر مر انتقام را ست پس بدلالت حال متقید شود بزمان بقائے آں استحقاق چنانکہ از علمائے متاخرین علامہ سائحانی دریک مسئلہ استظہار کردہ ست ورد المحتار ست **تنبیہ** رأیت بخط شیخ مشائخنا السائحانی عند قول الشارح لوحلف ان یجزہ الخ ھذا یفید ان من حلف ان یشتکی فلانا ثم تصالحا وزال قصد الاضرار واختشی علیہ من الشکایۃ یسقط الیمین لانہ مقید فی المعنی بدوام حالۃ استحقاق الانتقام کما ظہر لی اھ فتأملہ **اقول** ایں علامہ متاخر نیز ایں حکم در ہیچ کتاب سلف تا خلف اصلا نیافت محض رائے اوست کہ فرمود کما ظہر لی چنانکہ مرا ظاہر شدہ ست وعلامہ شامی نیز بدو اعتماد نکرد کہ می فرماید فتأملہ ایں را تامل کن وایں خود سخنے تازہ نیست صدر کلامش بزوال قصد تمسک کرد وحالش در جواب شبہۂ پنجم وچہارم شنیدی واستنباط از فروع درم مسائل دلالت حال خواست وفرق انعدام قصد

وانتقائے مقصود بالا مزید علیہ دیدی وآخر سخنش بہ حالت استحقاق انتقام حوالت نمود وایں ہماں صفت داعیہ است کہ حاصلش
بجواب شبہہ سوم شنیدی باز قصہ سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام زوال قصد واستحقاق انتقام ہردو را
جواب شافی ووافی ست چنانکہ در رد شبہہ چہارم دیدی بالجملہ از جواب شبہہ ثالثہ تا اینجا ہرچہ گفتہ ایم ہمہ بریں
سخن متوجہ است اگر نبودے کہ ایں سخن بخط عالمے بر ہامش کتابے نوشتہ یافتند حاجت بہ افزازاو نبود وبقطع
نظر از جملہ کلام سابق جوابے تازہ گوییم کہ تقیید باستحقاق انتقام اساغی نگزارد **فاقول** وباللہ التوفیق
اولاً زید کہ سوگند می خورد کہ شکایت عمرو پیش حاکم برد باز مصالحت میکنند آیا عمرو بواقع جرمے وستمے
بحق زید کردہ بود یا زید حسب عادت بسیارے از مردماں مردم آزار خودش ظالم بود وخود شکایتش می خواست
بر تقدیر دوم استحقاق انتقام از سر نبود تقیید یمین بزمان انتقامش چہ معنی وبر تقدیر اول آنچہ بمصالحت زائل
می شود قصد انتقام ست نہ استحقاق او کہ بصلح جرم وستم کردہ ناکردہ نشود پس یمین چرا منتہی گردد اگر برجوع
مجرم استحقاق انتقام برطرف شدے بایستے کہ عفو وتجاوز از تائب نہ عفو بودے نہ تجاوز بلکہ از ظلم اورا باز
داشتن وھو باطل قطعا ولہذا نزد اہلسنت قبول توبہ واجب اصلی نیست تا آنکہ نزد ائمہ ماتریدیہ با آنکہ
تعذیب مطیع را محال عقلی دانند در شرح مقاصد فرماید اما قبول التوبۃ فلا یجب عندنا اذلا وجوب
علی اللہ تعالٰی باز دلیل معتزلہ آوردہ فرمود اکثر المقدمات مزخرف بل وبما یدل علی القطع
بان من اساء الی غیرہ وان انتھک حرماتہ ثم جاء معتذرا لایجب فی حکم العقل قبول اعتذارہ
بل الخیرۃ الی ذلک الغیران شاء صفح وان شاء جازاہ علی قاری در شرح فقہ اکبر گوید قبول التوبۃ
وھو اسقاط عقوبۃ الذنب عن التائب غیر واجب علی اللہ تعالٰی عقلا بل کان ذلک منہ
فضلا خلافا للمعتزلۃ پس بمصالحت سقوط یمین را وجہے نیست **ثانیاً** علما مسئلہ شکایت را یک جزئیہ
نوشتہ اند زن را گفت اگر ہر بدی وشناعت کہ در دنیا است از تو پیش برادرت نگویم پس تو طلاق اینجا تصریح فرمودہ
اند کہ تا انواع بدیہا کہ در مکینگاہ ودزداں ومکاراں وخونریزاں می باشد از زن ببرادرش نگوید از سوگند
برنیاید واقل انہا سہ نوع بدی ست وہرگز نگفتند کہ چوں قصد انتقام یا استحقاق آورد وباہم آشتی کنند
یمین منتہی شود با آنکہ تصریح نمودہ اند کہ بابرار ایں سوگند بزہ کار شود وازیں گناہ توبہ را فرمودہ اند کہ بعد
شکایت بہ برادر گوید ایں ہمہ از جہت سوگند پیش نگفتم ورنہ زن ازینہا مبراست اگر پیش از شکایت اورا
جز دہد کہ حفظ سوگند را چیز ہائے بے اصل بتو خواہم گفت سود ندہد کہ بعد ایں سخن بر بدی کہ گوید بہ بدی نسبت
کردہ زن نبود در خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وغیرہا ست رجل قال لامرأتہ ان لم اقل ھنك اختك بکل
قبیح فی الدنیا فانت طالق قالوا ان قال معہ اخیھا عنہا بما ھو من اخلاق اللئام واللصوص

والمخادعين والقاتلين يصير بارا فی یمینہ ویأثم بذلك ویمینہ ھذہ تقع علی الكثیر من ذلك واقلہ ثلثۃ انواع من القبح وقال الفقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی ینبغی للحالف ان یقول عند الاخ بعد ما قال من القبائح انما قلت ذلك لاجل الیمین وھی بریئۃ عن ذلك فیكون ھذا الكلام توبۃ منہ عما قال فیما ویكون بارا در نوازل وتاتارخانیہ وہندیہ ست ولو قال لہ قبل ذلك لایجوز لانہ لایكون بعد ذلك قول قبیح نظر کنید ایں جا یک پہلو گناہ بود ودگر سو طلاق وایں مبغوض ست وآں مغضوب وآشتی محبوب وشرعاً مطلوب اگر کار رہا کشودے بار اُیتمونی بھموں بھو واجب بودے کہ زن وشوئے بہم آمیزند واز سر جنگ وپرخاش برخیزند تا از مبغوض ومغضوب ہر دو پرہیز نداما نگفتند وایں راہ آساں نرفتند پس روشن وعیاں شد کہ آشتی رافع یمین نتواں شد وخود علامہ را ایں جا اطمینان نفس نبود کہ می گوید واختشی علیہا من الشكایۃ اگر یمین بدلالت حال متقید بقائے سزاواری سزا شدے وبعد صلح آں سزاواری نماندے زوال یمین واجب بودے گو از شکایت ترس آزارے مباش مگر علامہ خواست کہ سقوط یمین را عذرے پدید آرد وپیداست کہ سوگند پر واے سود وزیاں کسے ندارد اگر زید سوگند خورد کہ زد اعمر را خواہد گشت بے گناہے عمرو شفیع سقوط حلف نگردد بلکہ بر زید فرض بود کہ سوگند شکند وکفارہ ادا کند وباللہ التوفیق **شبہہ سابعہ** بخانہ گزاشتن دوگونہ است موافقہ کہ برضائے پدر باشد ومخالفہ کہ بے رضائے او وشک نیست کہ حال بر ارادہ قسم دوم دال ست یعنی خلاف مرضی من بخانہ نگزاری واینجا واقع قسم اول ست پس شرط حنث متحقق نشد **اقول اولا** زید برفتن زن بخانہ عمرو راضی نباشد زن را بازدارد وسر نہد گوید ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا آیا ہیچ شنیدہ کہ حنث دریں یمین موقوف بر عدم رضائے زید ماند تا آنکہ اگر زید گاہے خودش راضی شدہ زن را دستوری دہد بار بدخول طلاق نیفتد حاشا بلکہ تا حیات زن وشو ایں تعلیق ہیچ گاہ زوال پذیر نیست تا بحصول شرط نزول جزا نشود تا آنکہ اگر زید زن را یک طلاق دہد وبگزارد کہ عدت بگزرد وباز زن دراں خانہ پائے نہد جزا فرود آید ومحل ندیدہ رائگاں رود کہ زید بلا تحلیل اورا بزنی تواں گرفت پس ازاں لن برقدر خواہد برضائے زید یا بے رضائے او بآں خانہ رود طلاق نشود کہ یمین بیکبار منحل شد کما تقدم من السراجیۃ والھندیۃ **ثانیا** اگر سوگند ہا کہ بر امور نامرضیہ حالف باشد متقید بعدم رضا شود ان خرجت فانت طالق بعینہ نہد ان خرجت الا باذنی او برضای فانت طالق بود ایں خلاف اجماع وتصریحات جملہ کتب ست **ثالثا** حل آں ست کہ دلالت حال برآں ست کہ ایں کار خلاف مرضی حالف ست نہ بر آں کہ منع تا خلاف مرضی ماندن ست در ہجو مقام خشم تا بجد توسط باشد انسان را قصور

عواقب بازندارد خودش داند کہ گنجائش رضا و زوال غضب باقی ست آنگاہ امثال تعلیق شدید را تقیید باذن میکند
کہ بے دستوری من چناں نکنی وچوں خشم بمنتہی رسید رضا در وقتے آئندہ را احتمال ہم پیرامون خاطرش نمی گردد وحکم
سوید می کند پس تخصیص و تقیید مراد بودن بیکنار غالبا جز تعمیم و تابید تصورے ہم بذہن نمی باشد ولہذا متقید باذن
وغیرہ نمیکند پس معنی سخن آں نباشد کہ بجانہ گزاشتن تا خلاف مرضی من ست نکنی بلکہ مفہوم آنست کہ بخانہ گزاشتن
خلاف مرضی من ست زنہار نکنی و برہیں تقدیر گو آئندہ مطابق مرضیش شود حکم مرتفع نشود کہ خلاف مرضی آنوقت بود
نہ مرضی موہوم آئندہ وہرگاہ کند قطعا خلاف مرضی وقت دیگر را خلاف مفہوم مباش پس شرط حنث متحقق ست
رابعًا اگر ازیں تدقیق گزریم غایت آنکہ ہر دو معنی محتمل باشد و در تقیید بدلالت حال شک نیست املاً آنجا
کہ در تقیید بدلالت حال شک نیست امر محتمل صالح تقیید نتواں شد کہ اطلاق لفظ یقینی ست والیقین لایزول
بالشك ولہذا اگر زن شوئے را گفت تو بر من زنے گرفتۂ شوئے گفت ہر زن کہ مراہست مطلقہ است ایں زن
نیز طلاق شود اگرچہ بظاہر مقصود مرد ارضائے ایں زن می نماید کہ اگر زنے جز تو گرفتہ ام اور اطلاق ست فاما
محتمل کہ مقصود سزائے زن بود کہ چرا در حلال بر من خوردہ گرفتی و دلالت محتملہ بسندہ نیست آرے اگر نیت غیرش
کردہ ست دیانۃ صحیح باشد در ہدایہ ارشاد میرود واذا قالت المرأۃ لزوجہا تزوجت علی فقال کل
امرأۃ لی طالق ثلثا طلقت ھذہ التی حلفتہ فی القضاء وجہ الظاہر عموم الکلام وقد یکون
غرضہ ایحاشہا حین اعترضت علیہ فیما احلہ الشرع ومع التردد لا یصلح مقیدا وان نوی
غیرہا یصدق دیانۃ لا قضاء لانہ تخصیص العام اھ باختصار ایں قدر بسندہ بود فاما توضیح
مرام و زیارت و افادت را مثالے چند ازیں پہلو نیز بر خوانیم کہ دلالت حال بجال احتمال معتبر نہ داشتہ اند
(۱) ہمیں مثال ہدایہ (۲) آنکہ گزشت کہ اگر بر خروج زن یا بندہ مطلقا سوگند خورد بے تقیید باذن متقید
بزمان بقائے ملک نباشد **اقول** زیرا کہ ممکن کہ نزد بندہ یا زن او را رازے بود کہ بہ بروں شدن بروں افتد
رخفاظی و کوچہ گردی زن اہل غیرت را بعد بینونت نیز موجب عار شود مردماں گویند ایں زن فلان ست اگر اطلاق
بلحاظ ما کان ست بلکہ نخواہند کہ ہمخوابہ خود بعد فراق نیز بکنار دیگرے رود پس از جدائی ہم او را نگاہ دارند
وتکفل نفقہ اش کنند باز تصدیق ایں معنی در حدیث یافتم عبدالرزاق در مصنفہ خود گوید **انبأنا** معمر
عن الزہری قال سأل رجل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال الرجل یجد مع امرأتہ رجلا
یقتلہ فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا تسمعون الی ما یقول سیدکم قالوا لا
تلمہ یا رسول اللہ فانہ رجل غیور واللہ ما تزوج امرأۃ قط الا بکرا ولا طلق امرأۃ قط
فاستطاع احد منا ان یتزوجہا فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یابی اللہ الا البینۃ

[1] قلت والسائل ھو سیدنا سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولہذا سہ طلاق دفعۃً کہ گناہ بود و بتفریق از مبغوض شرعی بے حاجت شرعی اکثار بر و تازیانۂ تحلیل مقرر فرمودہ اند و بر مجرد نکاح کفایت نمودہ تا باہم شہد ہم گرنچشند حکمتش ہماں ست کہ غیرتمنداں از تثلیث طلاق باز مانند تا بہ تیس مستعار طوق عار نشود والعیاذ باللہ تعالٰی بخلاف آنکہ بے اذن من بیروں نرود کہ ولایت اذن بانتہائے ملک منتہی شود (۳) آنکہ گزشت کہ بے اذن زن زنے نکنم مقید ببقائے زوجیت نباشد **اقول** ازاں رو کہ مقصود غم نرسانیدن ست بزن و بارہا باشد کہ بعد فراق نیز زناں بتزوج شوہر بزنے دیگر غمگین شوند ایام خود یاد می آید و بجائے خود نشستن دیگرے رنج می رساند بخلاف آنکہ بے اذن زن بیروں نرود ایں متقید شود چنانکہ وجہش بالا نبشتیم (۴) زن را با مردے بیگانہ چانہ زن دید سوگند خورد کہ اگر باز با مرد بیگانہ چانہ زنی رسن زنی از گلو فگنی و بخانۂ نوچہ نوکرست کہ باذن مرد آمد و رفت دارد و زن او را کارہائے خانگی میفرماید نیز پسر آں عم و عمہ و خالۂ زن یا برادران مرد برملائے مردی آیند یا خود در ہمیں خانہ می مانند و با زن ہمسخن می شوند مرد با ایں ہمہ راضی ست با ایں ہمہ اینہا بدلالت حال مستثنٰی نشوند و زن بعد سوگند اگر باآں نوکر یا ایں قریباں سخن گوید طالقہ شود و در جواہر الفتاوٰی باب چہارم فتاوٰی امام مفتی الجن والانس نجم الدین عمر نسفی قدس سرہ الصفی ست رجل رأی امرأتہ تتکلم اجنبیا فقال اگر بیش تو با مرد بیگانہ سخن گوئی فانت طالق فکلمت تلمیذ الزوج لیس من محارمہا او کلمت رجلا فی ھذہ الدار بینہما معرفۃ ولکن لا محرمیۃ بینہما او کلمہا[1] رجل من ذوی الارحام ولیس من محارمہا فانہ یقع الطلاق **اقول** زیرا کہ محتمل ست کہ مرد باعتیاد زن پیش ازیں روادار اینہا بود چوں دید کہ با اجنبی محض ہم سخن می شود رسنش تنگتر کشید و با نامحرم سخن گفتن مطلقا منع کرد پس طلاق لفظا را تقییدے متیقن متعین نشد وباللہ التوفیق **شبہۂ ثامنہ** ازیں ہم درگزشتیم آخر کم نہ ازاں کہ موافقہ و مخالفہ دو نوع تخلیہ ست و ارادۂ یک نوع تخصیص عام ست کما حققہ فی الفتح ونیت تخصیص عام دیانۃ مقبول ست کما مر انفا عن الھدایۃ گو قضاءً پذیرا مباش و زن نیز بروا اعتبار نتواں کرد لان المرأۃ کالقاضی کما فی التبیین والفتح والشامی پس اگر نیت ایں خصوص کردہ باشد باید کہ عنداللہ حانث نشود در فتوی التفات بایں قید می بایست لان المفتی بالدیانۃ یفتی کما فی التنویر وغیرہ **اقول** خیرست دیانۃ نیز ایں نیت کار ندہد موافقۃ و مخالفۃ دو نوع تخلیہ نیست بلکہ دو وصف او و نیت وصفی خاص غیر مذکور معتبر نشود چنانکہ نسبت مردے استادہ سوگند خورد کہ با ایں مرد سخن نگویم و آزرد کند کہ با ایں مرد ستادہ ایں نیت لغو باشد آرے اگر گوید با ایں مرد ستادہ سخن نزنم ونیت تخصیص بوقت قیامش کند دیانۃ معتبرست نہ قضاءً کہ وصف در حاضر لغو ست وصفت قیام داعی ترک کلام نیست ہمچناں اگر سوگند خورد کہ

[1] **اقول** والاولی کلمت رجلا لان الحنث بکلامہا لا بکلام غیرہا اذا لم یجب ۱۲ منہ قدس سرہ

زن نکند ومراد زن ہاشمیہ یا ترکیہ یا عربیہ یا نسب وارد یا نشہ معتبر ست کہ ایں یک نوع زن ست واگر زن
تمیمیہ یا ہندیہ یا عربیہ بالمسکن نیت کرد معتبر نیست کہ ایں صفت زن ست وصفت بے ذکر محکمش عدم خیمہ
آن ست در فتح القدیر فرمود حلف لایسکن دار فلان وقال عنیت بالاجر لا یصدق حتی لو سکنہا
بغیر اجر حنث بخلاف مالو حلف لایسکن دارا اشتراہا فلان وعنی اشتراہا لنفسہ فانہ یصدق
لانہ احد نوع الشراء لانہ متنوع الی مایوجب الملک للمشتری ومایوجبہ لغیرہ فتصح نیۃ
احد النوعین بخلاف سکنی لانہا لا تتنوع لانہا لیست الا الکینونۃ فی الدار علی وجہ القرار
وانما تختلف بالصفۃ ولا یصح تخصیص الصفۃ لانہا لم تذکر بخلاف الجنس وکذا لو حلف
لایتزوج امرأۃ ولو نوی کوفیۃ او بصریۃ لا یصح لانہ تخصیص الصفۃ ولو نوی حبشیۃ
او عربیۃ صحت فیما بینہ وبین اللہ تعالی لانہ تخصیص فی الجنس لان الاختلاف بالنسبۃ الی
الاباء اختلاف بالجنس وبالنسبۃ الی البلاد اختلاف بالصفۃ اھ مختصرا **شبہہ تاسعہ** ترک گاہے
بمعنی ابقا آید قال اللہ تعالی وترکنا علیہ فی الاخرین سلٰم علی نوح فی العلمین ای ابقینا
لہ ثناء جمیلا کما فی مجمع البحار وغیرہ والقا وجودی ست کہ بقا وجودی ست **اقول** ابقا کہ حی قیوم
عز جلالہ میکند عند المحققین وجودی باشد اما بناء علی مذھب امام اھلسنت القاضی ابی بکر الباقلانی
والامامین امام الحرمین والرازی ان البقاء عین الوجود لا امر زائد علیہ فالابقاء ھو
الایجاد واما بناء علی مذھب ائمۃ الکشف والشھود من تجدد الامثال فی کل شیئ حتی الجواھر
فیکون الابقاء ایجاد الامثال کل حین ولہذا چنانکہ اطلاق باری وخالق بر غیر او سبحٰنہ نیست اطلاق
قیوم نیز نتواں شد بلکہ علما بر و تکفیر کردہ اند در مجمع الانہر فرمود اذا وصف اللہ بما لایلیق بہ او نسبہ
الی الجھل او العجز او النقص او اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق
نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر اینجا احتیاط عظیم باید کہ بعض مردم بایں مبتلا شدہ اند
والعیاذ باللہ تعالی بالجملہ اینست بقائے الٰہی عز جلالہ فاما انچہ از بشر ست جز ترک ازالہ نیست ولہذا اگر
زرے در کیسہ نہاد وزن را گفت اگر چیزے از و تا صبح باقی مانی طلاق ہاشی۔ زن ہیچ خرج نکرد یا برخے
بصرف آورد و برخے باقی داشت طلاقہ شود وآں نیست مگر بہ ابقا واز زن نیاید مگر عدم انفاق پس ابقا نبود
مگر ہمیں عدم واگر فعلے بودے وزن خود آں زر کارے نکردہ است تا آنکہ در کیس نہادن ہم بدست شوہر بود
حنث نشدے ہمچناں اگر زید بدست عمرو چیزے بہیع فاسد فروخت قاضی مطلع شدہ برا فروخت وگفت
اگر امروز ایں بیع شمارا باقی مانم نکذا آفتاب فرو رفت وقاضی حکم فسخ نہ کرد حانث شود پس ابقا نبود

مگر عدم فسخ واگر فعلے بودے وقاضی خود متعلق آں بیع کارے نکردہ است حانث نبودے پس ظاہر شد کہ ابقائے بشری جز ترک ازالہ نیست اگر گوئی ابقا بفعل ہم تواں شد مثلاً زید را بخانہ آورد و بزنجیر لبست ایں لبستن کہ فعل ست ابقا باشد **اقول** ایں فعل خود ابقا نیست بلکہ مستلزم اوست کہ منع زوال ترک ازالہ است مع شے زائد اگر گوئی در انتفائے ترک بر منع بالقول اکتفا کردہ اند کما تقدم پس اگر زید را بست وبزبان میگوید بروں شو باید کہ ترک متحقق نشود کہ نافیش موجود ست وابقا یقینا حاصل پس غیر ترک باشد **اقول** بالا دانستی کہ اصل منع بقدر قدرت ست وبمجرد نہی ہنگام تعسرش بسندہ کنند پس آنکہ اخراج تو آنست و بر بروں شو اکتفا کرد تدارک با چہ جائے آنکہ منع خروج بفعل کردہ اند مجرد بروں شو کہ صراحۃً ہزل واستہزا بلکہ گوئیا لفظ بے معنی ست چہ کار آید پس ابقا بحصول ترک حاصل ست ولبستن امر زائد **شبہہ عاشرہ** سلمنا کہ ترک را عدم امر بخروج بس ست فاما امر بعدم خروج نیز از وجوہ اوست پس ترک دو نوع شد وزیادت معنی در نوع خود تقضیہ نوعیت ست پس حالت اگر براقع ارادہ نوع اقوی کردہ باشد باید کہ دیانۃً معتبر شود گو پیش زن وسائر ناس مقبول مباش **اقول** عدم امر بخروج وامر بعدم خروج متقابل نیست کہ اول در ثانی موجود ست وقسم قسیم نتواں شد آرے سکوت مطلق وتکلم باجنبی وتکلم بمنافی ہر سہ از وجوہ تحقق اوست فاما انواعش نتواں شد کہ تکلم وجودی ست نوعے از عدم چساں باشد پس مصداقش نیست مگر ہماں عدم امر بخروج ودر سکوت محض چیزے با او نیست ودر تکلمات مقارن بکلام ست و شے بمقارنات متنوع نشود وقاطع شغب آنست کہ در جملہ مسائل ترک کہ بالا گزشت علما ازیں احتمال کہ مراد از و تکلم بمنافی مراد باشد اصلا خبر ندادہ اند پس روشن شد کہ او را مساغ نیست ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق الحمد للہ سخن بمنتہی رسید ودریں مسئلہ نازلہ اہانت علل وسد خلل ودر وزلل بندرہ اقصے و در ضمن او مسائل کثیرہ وفوائد عزیزہ بوضوح پیوست پس بلحاظ تاریخ **الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین** نامش کردن مناسب ست واللہ تعالٰی اعلم

خادم آستانہ علیہ دار الافتا فقیر عبید النبی نواب مرزا قادری برکاتی رضوی غفرلہ ربہ القوی عرضہ دارد کہ اعلٰحضرت شیخنا مجدد الملۃ دام ظلہ العالی پیش ازیں بتاریخ یازدہم محرم شریف ایں سوال را جوابے مختصر نوشتہ ارسال فرمودہ بودند کہ در کتاب الطلاق مرسوم گشت وبوجہ عروض تپ تفصیل را حوالت بر آئندہ فرمودند کہ بتوفیقہ تعالٰی ایں فتوی کتاب الایمان ست از مولٰنا و بالفضل اولٰنا جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی دام بالایادی بتاریخ ہفدہم ماہ مبارک محرم محترم نامہ دگر بزبان عربی آمدہ ودر طے او فتوی دیوبندیاں تفصیل را لب بہ استدعا کشادند اینجا بعونہ تعالٰی فتوائے معضلہ پیش ورود ایں نامہ تکمیل یافتہ بود فتوائے دیوبند اگر چیزے بے دلیل علیل گرایندے جوابش خود اینجا دیدے فاما بتقلید کورانہ جناب

گنگوہی صاحب نہ عبارتے نگاشت نہ بد لیلے چنگ زد ہمیں مجتہدانہ بانگ بے آہنگ زد کہ اصلا توجہ را نشاید آرے لطف جواب سفارشی می شود کہ او را ذکر کنیم تا بینند کہ مفتیان دیوبند چساں در بند دیو جہالت اند کہ سوال ہم نفہمند و جواب مجتہدانہ دہند۔

(نامۂ نامی جناب مولٰنا اینست)

الی الجناب المستغنی عن الالقاب بل الالقاب مطروحۃ دون سدۃ الباب مجدد الملۃ والاسلام والدین ناصر المسلمین باعلاء اعلام الدین مزعج اصول الکفرۃ والمبتدعۃ والفسقۃ والمضلین بسط اللہ تعالٰی ظلال فیوضہم علی رؤس المسترشدین الی یوم الدین اما بعد فقد ورد الجواب المستطاب مع المطلوبات من الرسالۃ والکتاب وانکشف الستر والحجاب جزاکم اللہ تعالٰی خیرا الجزاء بتعداد المخلوقات ماھو فی جو السماء وعلی الارض من الدواب لکن کتب من مدرسۃ دیوبند علی خلاف ذلک فح لابد من الجواب المفصل المزیل للارتیاب لیفتت ترائب المخطی ویدسہ فی التراب ویرتفع الخلاف من البین باجلاب الزین والنقاب وصلے اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ والاٰل والاصحاب الی یوم التناد لذوی الخیاب ویوم الریان والشباب لذوی الجنۃ واصحاب الاقتراب العبد المذنب الاواہ الخامل الجانی القاضی غلام گیلانی الشمس آبادی حفظہ اللہ تعالٰی عن ایادی الاعادی۔ سوال فتوائے عین سوال مذکور ست وسوال پارسی را بزبان ہندی جوابگاب چناں

الجواب: زید جبکہ اپنے پسر سے راضی ہوگیا اور خود اوس کو گھر رکھا تو اوس کی عورت پر اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی البتہ اگر زید اوسکو نکالتا اور اوسکی زوجہ اوس کو رکھتی تو مطلقہ ہوتی فقط واللہ تعالٰی اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند

وفض کل علی
عزیز الرحمن

در سوال بود اگر بخانہ گزاشتی و در جواب میگوید اوسکو رکھتی مساکین بفہم کہ اینجا در گزاشتن و داشتن تمیز ندارند آنہا را گزاشتن بہ کہ داشتن باز حاصل ایں شبہہ ہماں شبہہ اولی ست کہ مرد خود گزاشت نہ زن وایں دون ترین شبہہ بہ پا افتادہ نیز ایجاد دماغ دیوبند نیست بلکہ بیچارہ مفتی مخطی از سائل آموخت کہ در عبارت سوال زید راضی شدہ در خانہ گزاشت ایمائے بادبود بلے چوں دید کہ گزاشتن و منع نہ کردن بالیقین از زن نیز مستحق ست بہانہ گریزی گزاشتن را بداشتن بدل کرد تا ایراد جا دادن را بجائے ترک و تخلیہ نشاند و حرام خدا
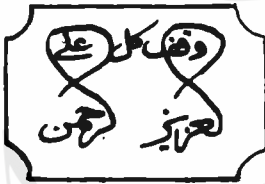
راحلال کردہ داد دیوبندیت از دیوبندیاں ستاند ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

مسئلہ:۔ از محلہ بہاری پور بریلی ۲۹ رجب ۱۳۳۸ھ مرسلہ ریاض الدین احمد

کسی سچی بات کے لیے قرآن پاک کی قسم کھانا یا اوس کا اوٹھا لینا گناہ ہے یا نہیں آپکو تکلیف دینے کی اسوجہ سے ضرورت ہوئی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو سچا ہے تو قرآن شریف کو اوٹھالے۔ اس کا اسنے جواب دیا کہ میں سچائی پر ہوں لیکن میں قرآن شریف نہیں اوٹھا سکتا ہوں کیونکہ قرآن شریف اوٹھانا ہر حالت میں گناہ ہے دوسرا فریق کہتاہے کہ سچا قرآن شریف اوٹھانا گناہ نہیں ہے البتہ جھوٹا قرآن شریف اوٹھانا گناہ ہے مہربانی فرماکر مطلع فرمائیے کہ دونوں باتوں میں کونسی بات سچی ہے۔

الجواب:۔ جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اوٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے اور سچی بات پر قرآن عظیم کی قسم کھانے میں حرج نہیں اور ضرورت ہو تو اوٹھا بھی سکتاہے مگر یہ قسم کو بہت سخت کرتا ہے بلا ضرورت خاصہ نہ چاہئے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از برٹس گائنا براد اتیرس ہال وینج ایسٹ بنک مسئولہ عبدالغفور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر لوگوں نے کلام اللہ کو ہاتھ میں لیکر حلف کیا اپنے پیش امام کی تابعداری کا وہ حلف یمین ہوا یا کہ نہیں اور یا کہ شرک ہوا اللہ تعالٰی کے ساتھ یا گناہ ہوا اور یا کہ ایسا حلف قسم کلام اللہ کا ہوا اور قسم کلام اللہ کا کھانا درست ہے یا کہ نہیں اور جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے اور لوگوں نے حلف کیا ساتھ کلام اللہ کے تو وہ غیر اللہ کا قسم کہا جائیگا یا کیا کہا جائیگا۔ فقط

الجواب:۔ کلام اللہ اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ہے صفات الٰہیہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔ کلام اللہ کی قسم ضرور حلف شرعی ہے لانہ من صفاتہ وقد تعورف الحلف بہ فکان کالحلف بعزتہ وعظمتہ وجلالہ لا کالحلف برحمۃ وجودہ وکرمہ لعدم التعارف وھذا ھو مناط الحلف الشرعی کما فی الدر المختار وغیرہ ہاں مصحف شریف ہاتھ میں لیکر یا اوس پر ہاتھ رکھکر کوئی بات کہنی اگر لفظاً حلف و قسم کے ساتھ نہ ہو حلف شرعی نہ ہوگا مثلاً کہے کہ میں قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں کہ ایسا کروں گا اور پھر نہ کیا تو کفارہ نہ آئے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از شمس آباد کیمل پور مسئولہ غلام گیلانی سہ شنبہ ۱۰ شعبان ۱۳۳۴ھ

زید حلف خورد کہ من بخانہ برادر خود ہر گز نان نخواہم خورد ورنہ کذا وکذا باشد بعدہ در تقریب شادی مرداں آں زید را بر خوردن نان مجبور کردند او گفت کہ من بگفتہ شما ایں نان را در تصور خوردم (یعنی حقیقۃً نمی خورم

لیکن در تصور خود میخورم و چہ نخوردہ ام اما خوردہ گیر بایدم ایں واقعہ پیش علمائے دیار رفت مگر حکم بحنث داد واستناد او بایں عبارت حاشیہ اصول شاشی در بحث مقتضی بایں الفاظ ست عبارت اصول شاشی ولا تخصیص فی افراد المطلق لان التخصیص یعتمد العموم ولا عموم للمقتضی وعبارت فصول این ست فان قیل فیراد الطعام الموصوف بصفۃ کذا قلنا ھذا اثبات وصف زائد علی المطلق وھو زیادۃ علی قدر الحاجۃ فلا یثبت بطریق الاقتضاء کصفۃ التعمیم وفیہ ایضا کلام قولہ لعل المراد (الی ان قال) قیل انہ لیس من باب العموم بل لحصول المحلوف علیہ فانہ لو تصور للاکل الخ را بایں حکم حنث در سوال تعلق ست یا نہ اگر حضور پر نور مطلب ایں عبارت مع شواہد و توابع و نظائر در عبارت فارسی مفصل ارقام فرمایند ہر آئنہ رفع حجاب و فتح باب خواہد شد فقط

الجواب الملفوظ

روزے پیش امیر المومنین علی مرتضے کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم یکے گفت کہ فلاں در خواب با مادر آنکس زناہ کردہ است۔ امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرمود اورا در آفتاب قائم کردہ سایہ اش را درہ زن از مدعیان علم ہمچو سخن خیلے بعید است پیداست کہ ایں نزول جزا را از حصول شرط ناگزیر ست وشرط اکل بودنہ تصور او وبمجرد تصور تحقق اکل بداہۃً مخالفت عقل ہیچ صبی عاقل گمان نتواں برد کہ ہر کہ تصور خوردن کرد حقیقۃً خورد واگر چناں بودے فقر و فاقہ از جہاں برخواستے وحکمت الٰہیہ کہ باختلاف لزوم در رزق ست کہ لو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء معاذ اللہ از ہم پاشیدے وآنکہ از حاشیہ اصول شاشی منقول شد معنیش آنست کہ در اکلت اقتضائے طعام از جہت تحصیل محلوف علیہ ست زیرا کہ کل فعل متعدی ست وفعل متعدی بے مفعول بہ صورت نہ بندد وانیجا مفعول بہ طعام ست تا آنکہ اگر اکل بے طعام صورت بستے حنث بے او حاصل شدے واذ لیس فلیس اینجا بر معنی باطل حمل کردن درچہ مرتبہ از جنون ست نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از مدرا سمٰعیل صاحب از مقام بکاسن ملک میواڑ محلہ مومنان ۱۶ صفر ۱۳۳۵ھ

چند شخص نے مسجد کے اندر کہا کہ جو شخص بیٹی پر روپیہ لے یا قرضدار کے یہاں کھانا کھائے تو کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے تو اوسکا کاغذ بھی لکھا مگر وہ کاغذ بھی پھاڑ ڈالا اور وہی کام کرنے لگ گئے اون کے واسطے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بیٹی پر روپیہ لینا ناجائز ہے اور قرضدار کے یہاں کھانا کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو وہ بھی ناجائز ہے اور جنہوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ جو ایسا کرے وہ کلمہ شریف اور قرآن شریف

تے پھرے پھر اوس اقرار سے پھر گئے اور وہ کاغذ پھاڑ ڈالا اون میں سے جنکے خیال میں یہ ہو کہ واقعی ایسا کرنے سے قرآن مجید اور کلمہ طیبہ سے پھر جائیگا اور یہ سمجھ کر ایسا کیا وہ کافر ہوگیا اوسکی عورت نکاح سے نکل گئی نئے سرے سے اسلام لائے اوسکے بعد عورت اگر راضی ہو تو اوس سے دوبارہ نکاح کرے ورنہ مسلمان اوسے قطعاً چھوڑ دیں اور سلام و کلام اوسکی موت و حیات میں شرکت سب حرام اور جو جانتا تھا کہ ایسا کرنے سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ سے پھرنا نہ ہو گا وہ گنہگار ہوا اوسپر قسم کا کفارہ واجب ہے کقولہ ھو بریٔ من اللہ و رسولہ ان فعل کذا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از مولوی ضیاء الاسلام صاحب پیش امام جامع مسجد آگرہ ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

فرازندۂ رایت شریعت و مروج احکام فطوت دام عظمتہ بعد سلام سنت الاسلام کے واضح رائے عالی ہو کہ براہ کرم جواب بہت جلد روانہ فرمائیے گا از حد ضرورت ہے (۱) ایک جماعت نے متفق ہوکر اور قرآن شریف ہاتھوں پر رکھ کر قسم کھائی کہ ہم سب آدمی اپنی مستورات کو قبریں و تعزیہ و شادی وغیرہ کے خلاف شرع رسوم میں نہ جانے دینگے اور اگر کوئی اسکے خلاف کریگا اوسکے ساتھ کھانے پینے کا تعلق اور حصہ وغیرہ کا لین دین نہ کریں گے اور نہ اوسکے جنازہ میں شریک ہونگے یہ قسم قرآن شریف ہاتھوں میں لیکر کھائی بعد دو روز کے ایک شادی ہوئی تو کچھ لوگوں نے متفق ہوکر اپنی عورتوں کو خود بھیجدیا اور کچھ لوگوں نے قسم کی پابندی کی اب جن لوگوں نے اوس عہد کو توڑ دیا وہ لوگ از روئے شرع کس جرم کے مستحق ہیں (۲) یہ جو قسم کھاکر وعدہ خلافی کر گئے ہیں وہ کسی معاملہ میں حکم (پنچ) از روئے شرع ہو سکتے ہیں یا نہیں اور گواہی اون کی درست ہے یا نہیں (۳) جو لوگ اپنی قسم پر قائم ہیں اون کی یہ حقارت کرتے ہیں اور طعنہ زن ہوتے ہیں اوسکے وہ مواخذہ دار ہونگے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب :- وہ شادی جس میں ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو بعد قسم کے بھیجا اگر رسوم خلاف شرع پر مشتمل تھی تو اون پر دوہرا گناہ ہوا ایک ایسی جگہ اپنی عورتوں کو بھیجنے کا دوسرا قسم توڑنے کا واحفظوا ایمانکم وقال تعالیٰ قوا انفسکم واھلیکم نارا اوسپر فرض ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہیں اور قسم کا کفارہ دیں (۲) اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں تو ایسوں کو نہ حکم بنایا جائے نہ ان کی گواہی سنی جائے (۳) ضرور مواخذہ دار ہیں اور عہد یہ بلکہ معاملہ شرعی و دینی ہے اس میں عہد الٰہی کو قائم رکھنے والوں کو برا جاننا اور قائم رہنے پر طعنہ کرنا معاذ اللہ اسلام میں فرق آنے کا باعث ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :-

ایک شخص نے کسی سے غصہ میں آکر کہا کہ تیرے مکان کا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے یا کہا کہ تیرے نلکے کا پانی حرام ہے تو شرع شریف میں اسکا کیا حکم ہے۔

الجواب :- یہ قسم ہے اگر اوسکے گھر کھائے پیے گا یا دوسری صورت میں اوسکے نلکے کا

پانی پیے گا قسم کا کفارہ دینا آئیگا پھر اگر اوس سے ترک علاقہ منظور ہو تو چاہیے کہ قسم توڑے اور کفارہ ادا کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ از ڈاکخانہ راموچکیا کول ضلع چاٹگانگ۔ ۹ رجادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

کوئی شخص کہے کہ اگر میں تم سے بولوں یا تمھارے مکان جاؤں یا یہ چیز کھاؤں تو میرے حق میں حرام ہے یا صرف یہ کہنا حرام ہے کیا یہ کہنے سے حرام ہو جائیگا اگر حرام ہو تو اس سے بری الذمہ ہونے کی کیا صورت ہے

الجواب:۔ ہاں استحساناً یہ صورت حلف کی ہے اور یمین تحریم حلال ہی ہے اس کہنے کے بعد اگر اوس سے بولا یا گھر گیا یا وہ چیز کھائی تو قسم ٹوٹ جائے گی کفارہ دینا ہوگا ھذا ھو الاستحسان کما فی ش عن النھر والفتح عن المنتقی وما فی الخلاصۃ نا بحھا فالدار قیاس والتقدیم للاستحسان واللہ تعالیٰ اعلم

باب النذر

مسئلہ:۔ سید پرورش علی صاحب از متولی ٹولہ سہسوان ضلع بدایوں۔ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی گائے جنی تو اونھوں نے کہا کہ یہ بچھیا پال کر ننھی کو دینگے اب وہ سال بھر کی ہوئی بہت خوب و مرغوب دیکھ کر بے ساختہ کہا کہ اللہ کی نذر کریں گے ننھی کو دینا یاد نہ رہا نذر ہوئی یا نہیں خریدار پہلے سات روپے قیمت تجویز کرتے ہیں کہ یہ گائے دس بارہ سیر دودھ کی ہوگی اس کا بدل قربانی کیجیو اگر نذر ہوگئی تو بدل جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کیا کتنا ہوگا۔

الجواب:۔ حضرت مولنا سید صاحب دامت افضالکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس لفظ سے کہ اللہ کی نذر کریں گے نذر نہ ہوئی محض وعدہ ہوا اور وہ کہنا کہ پال کر ننھی کو دینگے اس سے بھی ہبہ نہ ہوا یہ بھی ایک ارادہ کا اظہار تھا مگر اللہ عزوجل سے جو وعدہ کیا اوس سے پھرنا بھی ہرگز نہ چاہیئے قرآن عظیم میں اسپر سخت وعید فرمائی ہے افضل یہ ہے کہ کسی فقیر کو ہبہ کرکے دو ایک روپے میں اوس سے خرید کر ننھی کو دیدی جائے کہ دونوں وعدے پورے ہوجائیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ لفظ نذر جس طرح مذکور ہوا قربانی کے لیے خاص نہیں ہاں اگر یہ نذر کرے کہ اللہ عزوجل کے نام پر قربانی کرونگا تو قربانی ہی واجب ہے بدل ناممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۴: مسئولہ عبدالکریم ہاشم لاہ کوٹھی مقام بدامپور ڈاکخانہ رانگک دیٹہ ضلع مان پورم روز پنجشنبہ تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

افضل الفضلا عالم یگانہ روزگار جناب مولٰنا صاحب مدظلہ العالی بعد ادائے آداب تسلیمات بصد تعظیم وتکریم وہدیہ سلام مسنون الاسلام معروض خدمت سراپا برکت ہے کہ فدوی نے اپنے کارخانہ لاکہ کوٹھی میں یوم ابتدا کاروبار سے مسلم ارادہ کرلیا تھا کہ کارخانہ مذکور میں جو کچھ نفع ہوگا اوسکے سولہ حصہ میں ایک حصہ خاص جناب سیدنا ومولٰنا پیر دستگیر غوث الثقلین جناب محی الدین عبدالقادر جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علی مرقدہ وقدس اللہ سرہ کا بطور تبرک نیاز کیا تھا اور ہے اور یوم ابتدا کاروبار سے بھی کہ جمع خرچ میں بھی ایک کنہ وہ جدا نام نامی اسم گرامی محب صمدان جناب سید محی الدین عبدالقادر صاحب جیلانی قدس اللہ سرہ کے نام پاک سے موسوم کیا گیا ہے اور اب زمانہ اوسکا چند سال کا ہوتا ہے کہ روپیہ نفع کا بھی جمع ہوگیا ہے قصد یعہ وہ خدمت کہ وہ روپیہ کن کن مصارف دینی میں خرچ ہوسکتا ہے۔ یوم ابتدا کاروبار آجتک کوئی خاص ارادہ نہیں کیا گیا ہے اور نہ تھا کہ وہ نفع روپیہ فلاں کار خیر میں خرچ کیا جائیگا اب خلاصہ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کی مسجد بے مرمت اور ویران پڑی ہے اور مسلمان یہاں کے بہت غریب ہیں جس سے مرمت کا ہونا دشوار ہے تو ایسی حالت میں جو روپیہ نفع کا ہے اوسکو مصارف مسجد میں کیا جاسکتا ہے کہ نہیں ایسی حالت میں علمائے دین کا کیا اتفاق ہے اور علاوہ اس کے کن کن مصارف میں وہ خرچ کیا جاسکتا ہے۔ بر پسی ڈاک جواب سے سرفراز فرماویں۔ فقط

الجواب: نیت کرنے والوں کو مولٰی تعالٰی جزائے خیر دے بہت محمود نیت ہے اور ہر دینی مصرف میں اوسے صرف کرسکتے ہیں مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اسمیں صرف کرنا مقدم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: مرسلہ محمد ساجد علی شاذلی سلہٹی ضلع تیر پورہ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

ماقولکم دام فیضکم اس مسئلہ میں بشوق حصول مطلوب غائب حاضر ہوتے یا لاولد واسطے فرزند کے یا مریض واسطے شفا کے وحاجات دینی ودنیوی کے واسطے یا فتح مہمات کے واسطے اللہ تعالٰی میرے مقصود حاصل کرے پس واسطے اللہ تعالٰی اتنا روپیہ یا قندیل یا بتی سراج کی یا شطرنجی یا مصلی یا طعام یا قربانی تدر للہ فی سبیل اللہ مانا معین کرکے واسطے مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اور علما وفقرا اور مساکین کے واسطے اہل مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درست ہے یا نہیں اگر مقصود حاصل ہوئے پس ایسی نذر کے اسباب ارسال کرنا امانت ڈاک کی معرفت سے منع ہے یا نہیں۔ اگر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ارسال نہ کرکے غیر ملک مکہ مدینہ منورہ کے علما فقرا کو دیوے کھلاوے درست ہے یا نہیں اور ناذر کے ذمہ سے ساقط ہوگا یا نہیں اگر کوئی اس حیلہ بہانہ سے منع کرے راہ میں ڈاکے چوری ہوتا ہے

ارسال نکرنا لازم ہے اور بعض امانت دار خیانت کرتا ہے ایسے احتمالی گمان سے روکنا مال نذر کا درست ہے یا نہیں اگر کوئی شخص مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی تشبیہ بھوت خانہ کالی گھر کے مثل کہے اسکا کیا حکم ہے بد تعظیم بے ادب کلام ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- وہ نذر بلاشبہہ جائز ہے اور نذر کا پورا کرنا واجب قال تعالیٰ ولیوفوا نذورھم اور جب نذر میں تخصیص مساجد طیبہ حرمین شریفین کی کی ہے تو وہیں بھیجنا انسب ہے اگر آسان ہو اور اگر یہیں کی مساجد میں صرف کردے جب بھی حرج نہیں کہ تعیین مکان نذر میں نامعتبر ہے دونوں شہر کریم کی نسبت وہ کلمہ کہنا ضرور گستاخی و توہین و کلمۂ کفر ہے اور نذر پوری کرنے سے جو شخص روکے وہ مناع للخیر ہے اور ایسے ناذر کو جو خاطی کہے خود خاطی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- نور محمد ریاست بھاول پور اسٹیشن صادق آباد ڈاکخانہ اختر پور ضلع خان پور
۳ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ۔

اگر بدرگاہ خداوند کریم سوال کیا جائے کہ مجھکو فرزند عطا ہو یا بیماری دفع ہو یا قرض ادا ہو تو اسقدر خیرات فی سبیل اللہ بارواح رسول کریم یا حضرت پیر دستگیر یا ولی اللہ کردوں گا یہ نذر جائز ہے یا نہیں۔ فقط والسلام

الجواب :- بلاشبہہ جائز ہے اور اس کا پورا کرنا واجب قال اللہ تعالیٰ ولیوفوا نذورھم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ غلام محی الدین ملازم مطبع کریمی بمبئی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کی نانی نے نیاز مانی کہ اگر میرے نواسی پیدا ہوگی تو میں چہل تنوں کی گائے ذبح کرونگی چنانچہ ایک مدت کے بعد لڑکی پیدا ہوئی اسکے پیدا ہونے کے بیس روز بعد نانی کا انتقال ہوگیا اب لوگ لڑکی کے والدین سے کہتے ہیں کہ یہ نیاز ختم دلواؤ اور یہ نیاز ان شرائط سے دلواؤ کہ ایک گائے خریدو اوسکے سہرہ باندھو اور فقیروں کا گروہ خاص اس نیاز کے واسطے مخصوص ہے اون کو بلوا کر اون کے سرگروہ کو جوڑا پہناؤ پھر گائے چہل تنوں کی ذبح کی جائے اور اوس کو پکا کر مع روٹی کے فقیروں کو دیدیا جائے وہ جو کچھ اوس میں سے تمکو واپس دیدیں لیکر اپنے صرف میں لاؤ بعدا وسکے کوئلے بہت سے دہکا کر زمین پر بچھائے جائیں اون انگاروں پر وہ فقیر لڑکی کو گود میں لیکر لوٹیں گے اور پاؤں سے کھوندیں گے آگ کا کچھ بھی اثر اون کے بدن پر نہ ہوگا۔ لہذا نوشتۂ بالا معنوں سے شرعاً کیا کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- چہل تن چالیس شہدا ہیں اگر منت سے یہ مراد تھی کہ گائے مولیٰ عزوجل کے لیے ذبح کرکے اوس کا ثواب اون شہیدوں کو پہنچایا جائے تو وہ نذر واجب ہوگئی عورت کے ترکہ سے ادا کی جائے

تو بہتر ہے یعنی گائے مولیٰ عزوجل کے نام پر ذبح کرکے اوسکا گوشت مساکین مسلمین کو تقسیم کردیا جائے اور وہ لہو ولعب کہ سوال میں مذکور ہے باطل ومردود ہے اور اگر منت ماننے والے کے ذہن میں یہی صورت بازیچہ تھی جو ملنگوں کا معمول ہے وہ منت ہی سرے سے باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از باگ ضلع امجھرہ، ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب سب انسپکٹر۔ مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب پنشنر ریاست کوٹر ۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

زید نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام اللہ کردیگا تو میں مولود شریف یا گیارھویں شریف وغیرہ کروں گا تو کیا اوس کھانے یا مٹھائی کو اغنیا بھی کھا سکتے ہیں۔

الجواب:۔ مجلس میلاد مبارک وگیارھویں شریف میں عرف ومعمول یہی ہے کہ اغنیا وفقراء سب کو دیتے ہیں جو لوگ ان کی نذر مانتے ہیں اسی طریقۂ رائجہ کا التزام کرتے ہیں نہ یہ کہ بالخصوص فقراء پر تصدق تو اوسکا لینا سب کو جائز ہے یہ نذور فقہیہ سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال دوم:۔ زید نے یہ نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائیگا تو میں اپنے احباب کو کھانا کھلاؤں گا تو کیا اسطرح کی منت ماننا اور اوسکی ادا کرنا زید پر واجب ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب:۔ یہ کوئی نذر شرعی نہیں وجوب نہوگا اور بجالانا بہتر ہاں اگر احباب سے مراد خاص معین بعض فقرا ومساکین ہوں تو وجوب ہو جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور۔ مرسلہ نعمت علی صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی کہے یعنی منت مانے کہ جان کا بدلہ صدقہ مسجد میں بجائینگے اور اوسی کو بعض یوں کہتے ہیں کہ جان بچ جائے یا کام بنجائے تو نذر اللہ مصلی کو کھلاویں گے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مساجد میں شیرینی لے جائیں گے یا نمازیوں کو کھلائیں گے یہ کوئی نذر شرعی نہیں جبتک خاص فقراء کے لیے نہ کہے۔ اسے امیر فقیر جسکو دے سب لے سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسے نذر کرد کہ فلاں حاجت من برآید بارواح فلاں مشائخ برائے اللہ فلاں نرگاؤ یا گوسفند خواہم کشت یا بدہم چوں حاجت او برآمد اکنوں گوید کہ آں نرگاؤ کہ نذر کردم بدیگر گوسفنداں بدل کردہ خیرات کنم آیا منذورہ نرگاؤ بعوض دیگر گوسفند بدل کردن جائز ست یا خود آں نرگاؤ

راخیرات بکند۔

الجواب:۔ نذر کہ بر جانور معین واقع شد تبدیلش روا نیست قال تعالٰی ولیوفوا نذورھم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از سکندر پور ضلع بلیا پانی گلی مسئولہ محمد حسین و عطا حسین ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شہید صاحب مزار بزرگ کی قبر شریف خام ہے اور زید نے نیت کی کہ میری مراد پوری ہو تو مزار شریف پختہ اینٹ سے بنوادوں گا اللہ تعالٰی نے ببرکت شہید صاحب مراد پوری کردی اور اینٹ نئی موجود نہیں بلکہ زید کے باغ کے اندر ایک دیوار ہے اوس دیوار سے اینٹ لیکر مزار شریف بنواسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مزار پختہ بنانے کی منت شرعی منت نہیں اوسکا پورا کرنا شرعًا واجب نہیں وہ دیوار جو اوسکے باغ میں ہے اگر اوسکی ملک ہے تو اوسکی اینٹوں سے مزار بنواسکتا ہے جبکہ وہ دیوار کسی ناپاک جگہ استعمال میں نہ آئی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از مانگل لکھڑی ضلع گرگا واں ڈاکخانہ دھینار ریاست دوجانہ مرسلہ حافظ غلام کبریا صاحب پیش امام ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بزرگوں کی منت ماننا کیسا ہے بعض کہتے ہیں یہ تعظیم اللہ کے واسطے ہے غیر کو نہ چاہیئے۔

الجواب:۔ بزرگوں کی منت حقیقۃً مولٰی عزوجل ہی کے لیے منت ہوتی ہے اور بزرگوں کو ایصال ثواب کرکے اون سے تقرب بغرض توسل۔ اس میں شرعًا کوئی حرج نہیں کما افادہ العلامۃ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقۃ الندیۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

اگر کوئی شخص منت مانے کہ میرا فلاں کام ہو جائیگا تو میں پانچ روپے کا غلہ محتاجوں کو تقسیم کروں گا اب تقسیم کے وقت کسی غریب کو کپڑے کی حاجت ہے تو کپڑا بنا دینا یا اور حاجت رفع کرنا ادائے نذر کے لیے کافی ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ پانچ روپے یا پانچ روپے کا غلہ کپڑا کوئی چیز محتاج کو پہنچ جائے کپڑا اگر سلوا کر دیا تو جو سلائی میں جائیگا مجرانہ ہوگا فی الدرالمختار نذر ان یتصدق بعشرۃ دراھم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:۔ ۲۷ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ لڑکا بیمار ہوا اوسکے والدین نے منت مانی کہ یا اللہ اگر میرے لڑکے کو آرام ہوجائے تو رکھیں گے تیری نذر میں تین محتاج کھلائیں گے اور پچاس رکعت نماز پڑھیں گے یہ کلمہ مولوی نے واسطے مقرر کیا ہے اور اس منت کو حضرت نے بھی منع کیا ہے۔

الجواب:- اوس مولوی نے غلط کہا اللہ عزوجل نے پورا کرنے کا قرآن مجید میں حکم دیا ہے ولیوفوا نذورھم یعنی مسلمانوں پر لازم کہ اپنی نذریں پوری کریں۔ نذریں پوری کرنیوالوں کی تعریف فرمائی ہے یوفون بالنذر نذر پوری کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اوسکی وفا کا حکم دیا ہے۔ بخاری شریف میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا یعصہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی طاعت الٰہی مثل نماز و روزہ وصدقہ وغیرہا کی منت مانی وہ بجالائے اور جو کسی گناہ کی منت مانی وہ باز رہے ہاں یہ سمجھنا کہ نذر ماننے سے تقدیر الٰہی بدل جائیگی جو نعمت نصیب میں نہیں وہ مل جائیگی جو بلا مقدر میں ہے وہ ٹل جائیگی یہ اعتقاد فاسد ہے ایسی ہی نذر سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے حدیث شیخین لا تنذروا فان النذر لا یغنی من القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل کے نیچے مرقاۃ شریف میں ہے قال الخطابی معنی نھیہ عن النذر انما ھو التاکید لامرہ وتحذیر التھاون بہ بعد ایجابہ ولو کان معناہ الزجر عنہ لکان فی ذلک اسقاط لزوم الوفاء بہ اذ صار معصیۃ وانما وجہ الحدیث لا تنذروا علی انکم تدرکون بالنذر شیئا لم یقدرہ اللہ تعالیٰ لکم او تصرفون شیئا جری بہ القضاء علیکم واذا فعلتم ذلک فاخرجوا عنہ بالوفاء فان الذی نذرتموہ لازم لکم قال الطیبی تحریرہ انہ علل النھی بقولہ فان النذر لا یغنی من القدر ونبہ بہ علی ان المنھی عنہ ھو النذر الذی یعتقد انہ یغنی من القدر بنفسہ اما اذا نذر واعتقد ان اللہ تعالیٰ ھو الذی یسھل الامور وھو الضار والنافع والنذور کالوسائل فیکون الوفاء طاعۃ ولا یکون منھیا عنہ کیف وقد مدح اللہ تعالیٰ جل شانہ الخیرۃ من عبادہ بقولہ یوفون بالنذر وانی نذرت لک ما فی بطنی محررا قلت وکذا قولہ انی نذرت للرحمٰن صوما فالمنھی عنہ ھو الاعتقاد علی ان النذر یغنی عن القدر اھ ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- از دلیل گنج ضلع پیلی بھیت مرسلہ مولوی کریم بخش صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کسی شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوجائے تو میں گائے کے سر کی نیاز کروں گا اگر وہ شخص بجائے سر کے اور جگہ کے گوشت کی نیاز کرے اور مساکین کو کھلائے

تو اوس سے واجب ادا ہوگا یا نہیں (۲) کسی نے بکری یا مرغی موجودہ کی نسبت مخصوص کرکے کہا کہ میں اس بکری یا مرغی کی نیاز کرونگا پھر کسی وجہ سے وہ مفقود ہوگئیں تو بجائے اوسکے دوسری بکری مرغی یا گائے وغیرہ کی اوسیقدر گوشت سے نیاز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا (۳) کسی نے مسجد کا طاق بھرنا گلگلوں یا مانڈوں سے مانا اگر وہ مسجد کا طاق نہ بھرے اور گھر پر تقسیم کردے تو نذر پوری ہوگی یا نہیں۔

الجواب (۱): سر کی تعیین کچھ ضروری نہیں اوسقدر قیمت کا گوشت بھی کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر یہ نیاز نہ کسی شرط پر معلق تھی مثلاً میرا یہ کام ہوجائے تو اس جانور کی نذر کروں گا نہ کوئی ایجاب تھا مثلاً اللہ کے لیے مجھ پر یہ نیاز کرنی لازم ہے جب تو یہ نذر شرعی ہو نہیں سکتی اور اگر لفظ ایسے تھے جن سے شرعاً وجوب ہوگیا تو جبکہ ایجاب خاص جانور معین سے متعلق تھا اوسکے گمنے یا مرنے کے بعد دوسرا اوسکی جگہ قائم کرنا کچھ ضرور نہیں نہ اوس نذر کا اسپر مطالبہ رہا اگر دوسرا جانور کرونگا تو تبرع ہے ردالمحتار میں بدائع سے ہے المنذورۃ بعینھا لو هلکت او ضاعت سقط النذر انتھی ملتقطا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (۳) مسجد کے طاق بھرنے کی منت سے اگر مقصود مساکین پر تصدق ہو تو نذر صحیح ہے اوس طاق بھرنے کی تعیین لغو جہاں چاہے مساکین کو دیدے نذر ادا ہوجائے گی اور اوس منت سے مقصود مسجد کا طاق ہی بھرنا ہے پھر غنی مسکین جو چاہے لیلے جیسا کہ بعض جہال خصوصاً عورتوں کے تعامل سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ منت ہی کرنی لغو ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم صاحب۔ مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود شریف کی نذر ماننا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:- مجلس میلاد شریف کہ طریقۂ رائجہ حرمین شریفین پر ہو اعلی مستحبات سے ہے خواہ نذر مان کر کریں یا بلا نذر۔ ہاں محل نظر یہ امر ہے کہ نذر ماننے سے واجب بھی ہوجائے گی جیسے نماز یا صدقہ یا واجب نہ ہوگی بدستور مستحب رہیگی جیسے تلاوت قرآن مجید کہ ایک قول پر منت ماننے سے بھی واجب نہیں ہوتی کما فی الخانیۃ وغیرہ اس کا جزئیہ اسوقت نظر میں نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ:- از رہڑکی ۱۳ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے یہ نیت کی کہ اگر میری نوکری ہوجائیگی تو پہلی تنخواہ زیارت پیران کلیر شریف کے نذر کروں گا وہ شخص تیرہ تاریخ سے نوکر ہوا اور تنخواہ اوسکی ایک مہینہ سترہ دن کے بعد ملی اب یہ ایک ماہ کی تنخواہ صرف کرے یا سترہ دن کی اور اس تنخواہ کا صرف کس طرح کرے یعنی زیارت شریف کی سفیدی و تعمیر وغیرہ میں لگائے یا حضرت صابر پیا صاحب قدس سرہ کی روح پاک کو فاتحہ ثواب بخشے یا دونوں

طرح صرف کرسکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صرف نیت سے تو کچھ لازم نہیں ہوتا جب تک زبان سے الفاظ نذر وایجاب نہ کہے اور اگر زبان سے الفاظ مذکورہ کہے اور اون سے معنی صحیح مراد لیے یعنی پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے نام پر تصدق کروں گا اور اوسکا ثواب حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کے لیے نذر کرونگا یا پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے لیے فقراء آستانۂ پاک حضرت مخدوم رضی اللہ تعالٰی عنہ دوں گا تو یہ نذر صحیح شرعی ہے اور استحسانًا وجوب ہوگیا پہلی تنخواہ اوسے فقرا پر تصدق کرنی لازم ہوگئی مگر یہ اختیار ہے کہ فقراء آستانہ پاک کو دے اور جہاں کے فقیروں محتاجوں کو چاہے اور اگر یہ معنی صحیح مراد نہ تھے بلکہ بعض سخت بے عقل جاہلوں کی طرح بے ارادہ تصدق وغیرہ قربات شرعیہ صرف یہی مقصود تھا کہ پہلی تنخواہ خود حضرت مخدوم کو دوں گا تو یہ نذر باطل محض وگناہ عظیم ہوگی مگر مسلمان پر ایسے معنی مراد لینے کی بدگمانی جائز نہیں جب تک وہ اپنی نیت سے صراحۃً اطلاع نہ دے۔ اسی طرح اگر نذر وزیارت کرنے سے اوسکی یہ مراد تھی کہ اللہ کے واسطے عمارت زیارت شریف کی سپیدی کرادوں گا یا احاطۂ مزار پُرانوار میں روشنی کروں گا جب بھی یہ نذر غیر لازم ونامعتبر ہے کہ ان افعال کی جنس سے کوئی واجب شرعی نہیں۔ رہا یہ کہ جس حالت میں نذر صحیح ہوجائے پہلی تنخواہ سے کیا مراد ہوگی یہ ظاہر ہے کہ عرف میں مطلق تنخواہ خصوصًا پہلی تنخواہ ایک مہینہ کی اُجرت کو کہتے ہیں اگرچہ اوسکا ایک جز بھی تنخواہ ہے اور عمر بھر کا واجب بھی تنخواہ ہے تو پہلی تنخواہ کہنے سے اول تنخواہ ایک ماہ ہی عرفًا لازم آئے گی فان کلام کل عاقد وحالف وناذر وواقف انما یحمل علی ماھو المتعارف کما نصوا علیہ رد المحتار میں ہے فی الخانیۃ ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرء لایلزمہ شیئ الا ان یقول فللّٰہ علی ان اذبح شاۃ وھی عبارۃ متن الدرر وعللھا فی شرحہ بقولہ لان اللزوم لایکون الا بالنذر والدال علیہ الثانی لا الاول اھ ویؤیدہ مافی البزازیۃ ولو قال ان سلم ولدی صمت ما عشت فھذا وعد لکن فی البزازیۃ ایضا ان عوفیت صمت کذا لم یجب مالم یقل للّٰہ علی وفی الاستحسان یجب ولو قال ان فعلت کذا فانا احج ففعل یجب علیہ الحج اھ باختصار درمختار میں ہے اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفھا لفقراء الانام امام ناصح حکیم علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں فرماتے ہیں ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذلک علی حصول شفاء او قدوم غائب لانہ مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین بقبورھم کما قال الفقہاء فیمن دفع الزکاۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لان العبرۃ بالمعنی لا باللفظ وکذلک الصدقۃ علی الغنی ھبۃ والھبۃ علی الفقیر
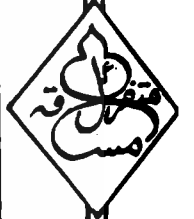
صدقة الی اٰخر ما افاد واجاد ذكرہٗ فی بحث القنية ونقل جوازہ ایضا عن الامام ابن حجر المکی قلت وھو مفاد قولھم حرام مالم یقصد واصرفھا لفقراء الانام ردالمحتار میں ہے لایجوز ان الصرف الی غیرھم (ای غیر فقراء الباب الذی عینہ فی النذر کما مرسابقا) ولا بدان یکون النذر مما یصح بہ النذر کالصدقة بالدراھم ونحوھا اما لو نذر زیتا لایقاد قندیل فوق ضریح الشیخ اوفی المنارة فباطل اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از شہر کہنہ مرسلہ مولوی عبدالواحد متھراوی ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

زید نے عہد کیا تھا کہ اگر میں ملازم ہوجاؤں گا تو ایک ماہ کی تنخواہ راہ خدا میں صرف کروں گا اب وہ ملازم ہوگیا اگر زید اپنی اوس ماہ کی تنخواہ کو اپنے کسی نہایت غریب بیکس ومفلس رشتہ دار کو اوس نیت سے دیدے تو اوسکے ذمہ سے وہ عہد ساقط ہوجائے گا یا نہیں بصورت عدم ساقط ہونیکے وہ اور کس کام میں خرچ کرے بینوا توجروا

الجواب: ضرور نذر ادا ہوجائیگی جبکہ وہ عزیز نہ اوسکی اولاد میں ہو نہ یہ اسکی نہ زوج وزوجہ نہ سید وغیرہ جنہیں زکوٰۃ جائز نہیں بلکہ عزیز کو دینے میں دونا ثواب ہے صدقہ اور صلہ رحم کما ثبت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: مرسلہ منشی عبدالصبور صاحب سوداگر ۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے وقت شروع کرنے روزگار کے یہ خیال کرلیا کہ جو مجھکو نفع ہوگا اوس میں سولہواں حصہ واسطے اللہ کے نکالوں گا اب اوسکو لاگت سے زائد ایک روپیہ نفع ہوا لیکن متفرق خرچ یعنی تنخواہ ملازمان وغیرہ میں دو آنے اوس نفع ایک روپے میں سے صرف ہوگئے باقی چودہ آنے رہے اب وہ اصلی لاگت سے جو نفع ہوا ہے اوس میں سے سولہواں حصہ نکالے یا بعد مجرا کرنے خرچ متفرق کے ماہوار میں سے نکالے۔

الجواب: صرف خیال کرلینے سے وجوب تو نہیں ہوتا جب تک زبان سے نذر نہ کرے ہاں جو نیت اللہ عزوجل کے لیے کی اوسکا پورا کرنا ہی چاہئے جو خرچ کہ تجارت کے متعلق ہوا اور حساب تجار میں اوسی پر ڈالا جاتا ہے وہ مجرا دے کر جو بچے اوسے نفع کہتے ہیں پھر اس نفع میں جو کچھ اپنا خرچ خانگی وغیرہ دیگر مصارف علاوہ خرچ تجارت میں صرف ہوجاوے وہ مجرا نہ دیا جائیگا کہ یوں تو جو نفع بچتا ہے وہ خرچ ہی ہونے کے لیے ہوتا ہے پس وہ نوکر اگر تجارت کا نوکر ہے اور اوسکی تنخواہ حسب دستور تجار خرچ تجارت میں محسوب کی جاتی ہو اوسکے بعد جو بچتا ہے وہ نفع سمجھا جاتا ہے جب تو چودہ آنے کا سولہواں حصہ تصدق کرے اور اگر خرچ تجارت مجرا دیکر کامل روپیہ بچا تھا یہ تنخواہ اوسکے متعلق نہیں تو پورے روپیہ کا سولہواں حصہ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ محمد عبد الصبور صاحب سوداگر ابن منشی محمد ظہور صاحب جوہری ۲۰ ربیع الآخر شریف
اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک شخص نے اپنی تجارت کے منافع میں خداوند کریم کا سولھواں حصہ مقرر کیا ہے (۱) اس سولھویں حصہ میں محفل میلاد شریف و نیاز گیارھویں شریف کرنا چاہئے یا نہیں (۲) اس سولھویں حصہ میں اپنے والدین و پھوپھی و خالہ و سید صاحب و مولوی صاحب کو دینا چاہئے یا نہیں (۳) اس سولھویں حصے میں سامع رمضان المبارک کو دینا و نیز افطاری رمضان المبارک کرنا چاہئے یا نہیں (۴) در بارۂ زکوٰۃ مذکورہ کے روپے کو طالبعلموں کی خورد و نوش و لباس میں صرف کرنا چاہئے یا نہیں اور زکوٰۃ کا روپیہ موذن کو دینا چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ اگر نہ یہ منت ہے نہ زکوٰۃ ہے بلکہ یوہیں دل میں نیت کرلی یا بے الفاظ نذر زبان سے کہہ لیا ہے کہ اپنے منافع تجارت سے سولھواں حصہ نیک کاموں میں اللہ تعالیٰ کے لیے صرف کیا کروں گا جب تو اس سے محفل میلاد شریف اور گیارھویں شریف اور افطاری رمضان شریف اور اپنے والدین و سادات و علماء کی خدمت سب کچھ کرسکتا ہے کہ یہ سب نیک کام اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جب کہ نیت خالص اللہ عزوجل کے واسطے ہو رمضان مبارک کا سامع اگر حاجتمند ہو اور اوس سے اجرت نہ ٹھہری ہو اور نہ رواج کی رو سے اجرت مقرر ہو تو اوسے بھی دے سکتا ہے کہ اب اوسے بھی دینا نیک کام ہے اور اگر اجرت کی شرط ہولی یا از روئے رواج اسکی اجرت کا قرارداد ہے تو اوسے دینا کچھ نیک کام نہیں بلکہ گناہ ہے لانہ اجارۃ علی الطاعۃ والاجارۃ علیھا باطلۃ الا ما استثناہ المتاخرون من امامۃ واذان و تعلیم قرآن ولیس ھذا منھا والتحقیق فی ردالمحتار و شفاء العلیل۔ اور اگر صورت مذکورہ میں ہر نیک کام کی نیت نہ تھی بلکہ بالخصوص مساکین کو خدا کے نام پر دینا تو وہ سب امور اب بھی اس روپے سے جائز ہونگے مگر یہ چاہیے کہ مجلس مبارک کا حصہ خاص محتاجین کو دے۔ گیارھویں شریف کی نیاز رمضان مبارک کی افطاری صرف مساکین کو بانٹے۔ سادات و علما میں اونھیں کی نذر کرے جو حاجتمند ہوں۔ ماں باپ کو بھی بحالت حاجتمندی دے سکتا ہے لانھا لیست صدقۃ واجبۃ وانما نوی التصدق علی المساکین فاذا کان منھم جاز صلتھما بھا وقد سمی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاحادیث الصحیحۃ ما اطعمت اھلک صدقۃ وما اطعمت ولدک صدقۃ وما اطعمت عیالک صدقۃ اور اگر خاص منت کے لفظ زبان سے ادا کر لیے ہیں مثلاً کہا۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے واجب ہے کہ اپنے منافع کا سولھواں حصہ اللہ تعالیٰ کے نام پر تصدق کیا کروں تو نہ والدین کو دے سکتا ہے نہ سادات کو اگرچہ محتاج ہوں نہ کسی غنی کو اگرچہ عالم ہو ہاں صرف محتاجوں کو دینا لازم ہے اگرچہ اوسکی بھتیجی خالہ بہن بھائی چچا ماموں ہوں اگرچہ مجلس شریف یا گیارھویں شریف کرکے یا افطاری میں مالک کردے فانھا طریق الاداء

والاجتماع لذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او ایصال الثواب الی ولی اللہ الکریم رضی اللہ تعالٰی عنہ لاینافی النذر ولاینفی التصدق مال زکوٰۃ ہو۔ جب بھی یہی حکم ہے جو خاص منت کا حکم تھا مال زکوٰۃ ونذر محتاج طالبعلموں کو بھی دے سکتے ہیں خواہ کپڑے بنا دے خواہ ناج یا کھانا انھیں دے کر مالک کردے ہاں گھر بٹھا کر کھلانے سے زکوٰۃ ونذر ادا نہ ہوگی لانہ اباحۃ والتصدق تملیک کما نصوا علیہ مؤذن کی تنخواہ ٹھہری ہے تو اوس میں زکوٰۃ یا نذر کو محسوب نہیں کر سکتا لان واجبھا لایدخل فی واجب اٰخر لیس من جنسہ ہاں بلا تنخواہ اذان دیتا ہو اور محتاج مصرف زکوٰۃ ہو تو دے سکتا ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ: از صدر ۸ شعبان ۱۳۱۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے منت مانی کہ اگر فلاں تکلیف میری رفع ہوجائے تو میں بکری وغیرہ ذبح کر کے مسکینوں کو تقسیم کرونگا۔ اگر زید کامیاب ہوا اور بکرا ذبح کیا تو آیا زید بھی اوس گوشت میں سے کھا سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: زید خود کھا سکتا ہے نہ اپنے ماں باپ وغیرہما اصول خواہ بیٹا بیٹی وغیرہما فروع خواہ کسی ہاشمی یا غنی کو کھلا سکتا ہے بلکہ وہ خاص مساکین مصرف زکوٰۃ کا حق ہے فی ردالمحتار مصارف الزکوٰۃ ھی ایضا مصرف النذر اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

بَابُ الکفّارۃ

مسئلہ: ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

چہ می فرمایند حامیان دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید از شراب خواری توبہ کرد وموا جہہ چار کس کلام اللہ شریف را بر داشتہ قسم خورد کہ شراب را نوش نکنم وبار دگر شخصان دریافت کرد زید از توبہ از قسم اقرار کرد بعدہ از زید فعل شنیع سر زد شد یعنی شراب بخورد وچساں زید ازیں گناہ بری خواہد شد چہ کفارہ باید داد

الجواب: در شرع مطہر کفارہ مر گناہے را باشد کہ در شناعت از حد نگزرد وہر چہ قبحش از حد گزشت تطہیر بکفارہ رانپذیرد وبے توبہ صادقہ حکم بجو تیش صورت نگیرد آنچنانکہ اگر کسے زن خود را بمادر وخواہر خویش تشبیہ دہد اورا کفارہ است کہ بعد اوائیش قربت زن برو مباح گردد فاما آنکہ مادر وخواہر خود را زن خود سازد ایں جرم را

ہیچ کفارہ نیست جز آنکہ توبۂ صادقہ گرا ید اینجا اگر مصحف کریم برداشتہ سوگند بنام او یا بنام حضرت عزت جل وعلا نیز بر زبان آورد پس دو چیز باشد یکے نیز سوگند چوں بر وقائم نماند کفارہ اش یک غلام آزاد کردن یا دہ مسکین را دو وقت طعام خوراندن یا دہ مسکین را جامہ پوشاندن وہر کہ برہیچ ازینہا قادر نباشد سہ روزہ پے درپے وارد۔ دوم تاکیدش بہ برداشتن مصحف کریم۔ وایں امرے عظیم بود وبعد او بازبران عمل ناپاک اقدام نمودن منجر بتوہین مصحف شریف و استخفاف بحق عظیم اوست وایں سخت ترکارے است واو را اصلا کفارہ نیست جز آنکہ زود بتوبۂ صادقہ گردید وازاں فعل شنیع بعزم صحیح بازآید ورنہ منتظر باید بود عذاب الیم ونار جحیم را والعیاذ باللہ تعالٰی واگر سوگند بر زبان نراندہ است سائل ہمیں مصحف برداشتن راسوگند خواندہ است حکمش ہمین ست کہ کفارہ نیست وعذاب الیم را انتظار کرد اگر توبہ نکند نیز آنکہ شراب نگزارد واو را باید باہر جام ناپاک شراب جامے از ریم وزرد آب نیز خوردہ باشد تا خوگر شود زیرا کہ شراب خوار را ناگزیر است در جہنم از ریم فرج زناں زانیہ خوردن چوں آتش در زنان زانیہ درگیرد واز بدترین جاہائے آناں ریم برآرد آدمی ہر قدر کہ شراب خوردہ باشد ہماں قدر ازاں ریم وزرد آب فروج زانیات بآں شراب خوار خورانند زنہار از و مغز نیابد چنانکہ در احادیث کثیرہ ارشاد فرمودہ اند والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از فرخ آباد مسئولہ شمس الدین احمد بشنبہ ۱۰ ر شوال ۱۳۳۴ھ

جھوٹی قسم خدا کی کھانا کیا کفارہ دینا چاہئے۔ اگر ایک ہی وقت میں کئی مرتبہ جھوٹی قسم خدا کی کھاوے تو ایک کفارہ دے یا ہر ایک قسم کا علیحدہ علیحدہ۔ فقط

الجواب:۔ جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ اوسکا کوئی کفارہ نہیں اوسکی سزا یہ ہے کہ جہنم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائیگا اور آئندہ کسی بات پر قسم کھائی اور وہ نہوسکی تو اوسکا کفارہ ہے ایک قسم کھائی ہو تو ایک اور دس تو دس واللہ تعالٰی اعلم

كتاب الحدود والتعزير

مسئلہ:۔ ۱۰ ر محرم ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا یہ بیان ہے کہ زید نے مجھ سے زنا بالجبر کیا گواہ معاینہ کا کوئی نہیں اور یہ بیان اوس عورت کا ہے کہ جس مکان میں واقعۂ مذکور گزرا ہے

اوس میں سوائے میرے اور زید کے اور کوئی موجود نہ تھا زید کا انکار ہے کہ میں نے زنا نہیں کیا البتہ تہدید کیلئے عورت مذکور کو سخت اور سُست کہا تھا اور وہ تہدید یہ تھی یعنی صبح کو جسوقت زید پانی بھرنے کو اپنے ٹھکانوں میں جانے لگا تو زید نے اوس عورت کو خواب سے بیدار کیا کہ ہوشیار ہو جا ایسا نہ ہو کہ کوئی آوارہ آدمی کوئی چیز اوٹھائے جاوے جب زید پانی بھر کر لوٹ آیا تو عورت مذکور کو سوتا پایا تو اوس نے ایک لات چارپائی اوس عورت میں ماری کہ ابھی تک غافل سو رہی ہے کوئی مال اوٹھائے جاتا تو کیا ہوتا اور زید نے سخت اور سُست بھی کہا اوسپر اوس نے شور مچایا اور زید کو متہم بالزنا بالجبر کیا آیا اس بارے میں بلحاظ واقعات صدر قول عورت قابل اعتبار ہے یا نہیں اور دو شخص جن میں ایک مسلمان اور دوسرا ہندو یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے یہ سُنا کہ مکان میں سے آواز آتی ہے کہ یہ شخص میری آبرو وتارے لیتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اوس عورت کا قول ہرگز قابل اعتبار نہیں بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اوسے جھوٹ اور بہتان سمجھے اور مسلمان کے ساتھ نیک گمان کرے جو لوگ اس بارے میں زن مذکورہ کو سچا جانیں گے وہ بھی سخت گنہگار اور اوس مرد کے حق میں گرفتار ہونگے شریعت کا حکم یہ ہے یا تو وہ چار گواہ مسلمان ثقہ پرہیزگار قابل شہادت زنا سے ثابت کرادے کہ وہ اوس وقت خاص میں اوس مکان معین میں اس مرد کا اس عورت کے ساتھ زنا کرنا اور اپنا بچشم خود اوسکے بدن کو اوسکے بدن میں سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھنا بیان کریں جب تو عورت اس الزام سے بری ہوگی اور مرد پر زنا کی حد آئے گی ورنہ عورت کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور جو لوگ اوسکا بیان سچا مان کر مرد پر یہ تہمت کرینگے وہ بھی اسّی اسّی کوڑے کھائیں گے یہ سب حکم خود قرآن مجید میں مذکور۔ اس ملک میں کہ حد شرع جاری نہیں اتنا فرض ہے کہ مسلمان اوس عورت کو جھوٹا کذاب اور ناحق افترا باندھنے والی سمجھیں بس مسلمان اوس سے توبہ کرائیں اور وہ مجمع میں اپنے آپ کو جھٹلائے اگر نہ مانے تو اوسے چھوڑ دیں کہ وہ سخت گناہ کی مرتکب ہوئی اور اون دو گواہوں کی گواہی عورت کو کچھ بھی مفید نہیں کہ اول فقط ایک گواہ ہے کافر کی گواہی کچھ مقبول نہیں۔ دوسرے وہ اپنی آنکھوں کا دیکھا کچھ نہیں کہتے تیسرے سننے میں بھی فقط اوس عورت کی آواز بیان کرتے ہیں یہ خود مدعیہ ہے۔ مدعی کا قول مسموع نہیں۔ چوتھے آبرو اوتارنا کچھ خاص زنا کرنے ہی کو نہیں کہتے مارنے پیٹنے یا مارپیٹ کا قصد کرنے پر بھی ایسا کلمہ کہا جاتا ہے غرض گواہی محض مہمل ہے اور عورت کا قول سراسر باطل اور مرد الزام سے بالکل بری اور عورت پر جھوٹی تہمت کا الزام قائم اور اوس پر اس سخت گناہ سے توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ :- ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی بے دیکھے کسی مسلمان پر تہمت لگائے کہ اوس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا اور اوس شخص پر نہ کوئی ثبوت ہے نہ گواہی تو ایسی تہمت لگا کر بدنام کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب : سخت حرام قطعی گناہ کبیرہ ہے ایسی تہمت رکھنے والا اللہ تعالٰی کے بڑے عذاب کا مستحق ہوتا ہے اللہ عزوجل نے حکم فرمایا کہ ایسے شخصوں کو اسی کوڑے مارو اور اون کی گواہی کبھی نہ سنو اور وہ فاسق ہیں یہاں کوڑے تو لگا نہیں سکتے لہذا اسی قدر کریں کہ جبتک وہ تہمت رکھنے والا مجمع میں توبہ نہ کرے اور صاف صاف اس اپنی ناپاک گفتگو سے باز نہ آئے اوسوقت تک مسلمان اوس سے ملنا جلنا اوسکے پاس اوٹھنا بیٹھنا اوسکی شادی بیاہ میں شریک ہونا اپنی شادی بیاہ میں اوسے شریک کرنا یک قلم چھوڑ دیں کہ وہ اس تہمت اوٹھانے سے ظالم ہے اور ظالم کے پاس بیٹھنے کو قرآن مجید میں منع فرمایا اور ایسی تہمت کا ثبوت کسی گواہی سے ہرگز نہیں ہوسکتا جب تک چار مرد نمازی پرہیزگار ثقہ متقی جو نہ کوئی گناہ کبیرہ کرتے ہوں نہ کسی گناہ صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ کوئی بات خلاف مروت چھچھورے پن کی (جیسے سر بازار کھانا کھانا یا شارع عام پر سب کے سامنے پیشاب کرنا) کرتے ہوں ایسے اعلٰی درجہ کے متقی مہذب بالاتفاق ایک وقت ایک مکان میں اپنی آنکھ سے دیکھنا بیان کریں کہ ہمنے اوسکا بدن اوسکے بدن کے اندر خاص اسطرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی۔ اگر ان امور سے ایک بات بھی کم ہوگی (مثلاً گواہ چار سے کم ہوں یا چوتھا شخص اوس اعلٰی درجہ کا نہو یا ہوں تو سب اعلٰی درجہ کے اور چار یا پانچ نہیں بلکہ دس بیس مگر اون میں مرد تین ہی ہوں باقی عورتیں یا کچھ گواہ آج کا واقعہ بیان کریں کچھ کل کا یا کچھ کہیں ہم نے اس مکان میں دیکھا کچھ کہیں دوسرے میں یا یہ سب باتیں جمع ہوں اور تین گواہ صاف صاف یہ بھی گواہی دے چکے ہوں کہ ہم اس کا ذکر اوسکی فرج داخل تھا اوسی طرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی مگر چوتھا اتنا کہے کہ میں نے اوس کا برہنہ ذکر اوسکی برہنہ فرج کے منھ پر رکھا دیکھا مثلاً نصف حشفہ تک اندر گیا ہوا دیکھا) تو ان سب صورتوں میں یہ گواہیاں مردود اور وہ تہمت باطل اگرچہ اس قسم کی سو دو سو گواہیاں گزریں اصلاً ثبوت نہوگا بلکہ تہمت کرنیوالے زنا کی گواہی دینے والے خود ہی سزا پائیں گے یہ سب احکام قرآن مجید و حدیث شریف و کتب فقہ میں صاف مذکور ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از بڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنے کا جھاپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ بائی بنت غلام حسین حالہ ۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک آدمی اور ایک عورت کے ہمراہ کسی کام ضروری کے لیے کہیں بھیجا بعد واپس آنے کے نان ونفقہ موقوف کر دیا کچہری گائکواڑی میں مقدمہ

پھری کہتی ہے نان ونفقہ کیوں نہیں دیتا خاوند کہتا ہے بغیر حکم میرے کیوں گئی عورت نے گواہ شاہد قولی پیش کیے کہ اس نے عورت کو جانے کے لیے حکم دیا عورت کہتی ہے کہ مجھے میرے خاوند نے بہتان لگایا میری آبرو لی جو شخص اپنی عورت کی آبرو لے شریعت میں اوسکی کیا سزا ہے فریبی دغاباز وجلساز کے لیے کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب :۔ بہتان اوٹھانا ناجائز طور پر آبرو لینا۔ جعل دغا فریب یہ سب باتیں گناہ ہیں خواہ اپنی عورت کے ساتھ ہوں خواہ کسی کے ساتھ اوران گناہوں کے لیے شرع نے کوئی حد مقرر نہ فرمائی توان میں سزائے تعزیر ہے جسکا اختیار حاکم شرع کو ہے جو سزا مناسب جانے دے مگر مارے تو اونتالیس ۳۹ کوڑے سے زیادہ نہ مارے اور امام ابو یوسف کے نزدیک پچھتر اور اسی پر فتوی ہے اشباہ میں ہے ضابطۃ التعزیر کل معصیۃ لیس فیھا حد مقدر ففیہ التعزیر اوسی میں ہے من اذی غیرہ بقول او فعل یعزر کذا فی التاتارخانیۃ درمختار میں ہے التعزیر لیس فیہ تقدیر بل ھو مفوض الی رأی القاضی اوسی میں ہے اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا و بالضرب پھر یہ حکم بہتان زنا کے سوا اور بہتانوں میں ہے اور اگر مرد اپنی عورت کو صاف زنا کی تہمت لگائے خواہ بالقصد تہمت لگانا ہی منظور ہو یا جس طرح بیباک عوام میں کچھ لفظ دشنام کے رائج ہیں کہ غصہ میں زبان سے نکالتے ہیں اور ان کے معنی میں صراحۃً زنا کا (جواب ناقص ملا)

مسئلہ :۔ از نیپال گنج بازار ڈاکخانہ روپی ڈیہہ ضلع بہرائچ مسئولہ مولوی حبیب اللہ و محبوب علی شاہ ۱۲ محرم الحرام دوشنبہ ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک محصن مرد اور محصنہ عورت بعلت زنا مشتہر ہوکر دونوں نے بجلسہ عام اقرار زنا کیا گو موقعہ کے عینی شاہد نہیں ملے الا تحقیقات سے رموز زنا اور زانی وزانیہ کے پیام وسلام قول وقرار تک کے ثبوت بھی ملے اب یہ عقود فسخ ہوے یا قائم رہے اور عورت زانیہ کے شوہر کو اوسے طلاق دینا لازم ہے یا نہیں اگر لفظ طلقتک نہیں کہا اور طلاقنامہ لکھ کر دیدیا جسکی نقل مسلکہ استفتاء ہذا ہے جس روز سے یہ تحریر دی ہے اوس روز سے مواجہہ نہیں ہوا آیا بعد نماز جمعہ میں زانیہ کے شوہر نے طلاق بائنہ کا اقرار کیا ہذا یہ طلاق بائنہ ہوا یا نہیں۔ اگر عورت مطلقہ نے خود طلاق مانگی تھی اور عدت بھی توڑ دی ہے اس صورت میں اب زانیہ کے شوہر کو مہر و مصارف عدت ادا کرنا چاہئے یا نہیں اور ایسے زانی وزانیہ کی اگرچہ شرعی سزا دینا یہاں پر اسوقت غیر ممکن ہے تو حاکم وقت مقامی سے حسب قانون حکومت سزائے زنا دلا پانے کا عذر دار ہونا لازم ہے یا نہیں۔ مرد محصن زانی کا بھی عقد فسخ ہوا یا نہیں۔ ایک گروہ کثیر نے مرد محصن زانی کے ساتھ میل جول وحقہ پانی ترک کردیا ہے

لیکن چند اشخاص نے جن میں سے صرف دو شخص خواندہ عقائد وہابیہ دیوبندیہ اور ایک شخص خواندہ اہلسنت والجماعت
جوکہ اشخاص عقائد وہابیہ مذکرہ صرف ہم مشرب ہیں بقیہ اشخاص ناخواندہ ہیں اونھوں نے زانی وزانیہ کو توبہ کرا کے
میل جول حقہ پانی دیگر ہم پیالہ وہم نوالہ ہوگئے ہیں بدیں باعث بڑے گروہ نے اون سب کا بھی میل جول حقہ پانی
ترک کردیا ہے یہ ترک کرنا جائز ہے یا نہیں اور یہی چند اشخاص اس زنا کے محرک معلوم ہوتے ہیں۔ شوہر زانیہ کا
پیش امام جامع مسجد ومدرس مدرسہ اسلامیہ ہے اسواسطے تنبیہہً ان زانی ا ور زانیہ کی موافق رسم ورواج حال
کے کیا سزا ہونی چاہیئے اور زانی وزانیہ کے شریک داران مذکرہ بھی کسی قسم کی سزا کے مستوجب ہیں یا نہیں

بینوا توجروا معہ الکتاب۔

نقل طلاقنامہ ۔ منکہ محمد جواد ولد حسین علی متوطن لکھنؤ ساکن نیپال گنج۔ جوکہ مسماۃ منیرا نومسلم میرے
عقد ونکاح میں نو سال سے تھی اب مسماۃ مذکورہ کی بدچلنی ثابت ہونے سے اور زبانی خود سے تعلق بیجا کے
اقرار سے میں طلاق اوسکے طلب برضا ورغبت طلاق دیتا ہوں اور یہ چند کلمہ بطریق طلاقنامہ کے لکھدیے
کہ سند رہے اور وقت پر کام آوے۔ العبد محمد جواد بقلم خود۔ گواہ شد نور محمد بقلم خود۔ مورخہ ۲۶ رذی الحجہ سنہ ۱۳۳۶ھ
مطابق، اگنے کنوار سنہ ۱۹۷۵ بمواجہہ فقیر بخش وبدلو ومنے اللہ وغیرہم کے یہ تحریر لکھی گئی

الجواب: ۔ ۱ ایسی بازاری باتوں سے زنا کا ثبوت نہیں ہوسکتا جبتک کافی شہادت
شرعیہ یا کافی اقرار زانی یا زانیہ نہو اور اگر زنا ثابت بھی ہو تو اوس سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا مگر
ایسا زنا جس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے شوہر کے باپ یا بیٹے سے کہ اس صورت میں البتہ نکاح فاسد
ہوجاتا ہے ۳ زانیہ کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں درمختار میں ہے لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ
۴ طلاق جس طرح زبان سے ہوتی ہے اوسی طرح قلم سے جبکہ بلا مجبوری شرعی لکھا ہو اشباہ میں ہے
الکتاب کالخطاب طلاقنامہ سے طلاق رجعی ثابت ہوتی ہے لیکن شوہر نے اگر طلاق بائن کا اقرار کیا
تو بائن ہوگئی ۵ مہر بہرحال دینا ہوگا اور عورت پر فرض ہے کہ عدت اوسی مکان میں پوری کرے۔
قال اللہ تعالی لاتخرجوھن من بیوتھن ولایخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ اس حالت
میں تا ختم عدت شوہر پر لازم ہوگا کہ اوسے نفقہ دے ۶ ہرگز نہیں سزا وہی ہے جو مطابق شرع ہے اور
اوسکے خلاف کی خواستگاری ناجائز قال اللہ تعالی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظلمون
وقال تعالی وقد امروا ان یکفروا بہ ۷ زانی کے نکاح پر زنا سے کوئی اثر نہیں پڑسکتا مگر یہ کہ
اوس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی زوجہ کی ماں یا بیٹی سے ۸ اگر اون لوگوں نے زانی وزانیہ کی توبہ
کے بعد ان سے میل جول کیا ہے تو اون پر اس سے کچھ الزام نہیں اور اس بنا پر اون کا حقہ پانی بند کرنا

مسائل متفرقہ

ناجائز ہے اور اگر بغیر توبہ کیے میل جول کرلیا تو بیجا کیا اس حالت میں بطور تنبیہ اون کا حقہ پانی بند کرنے میں حرج نہیں توبہ کے لیے اولیا کا مواجہہ ضرور نہیں ہاں بنظر حق العبد اون کی معافی کی ضرورت ہے مگر بغیر اسکے جتنی توبہ کی ہے وہ بھی نامقبول سمجھی جائے یہ محض باطل ہے۔ دیوبندی عقیدہ والے خود مرتد ہیں اور اون سے میل جول مطلق حرام اس واقعہ پر اوسکو بناکرنا اور یہ نہوتا تو اون سے میل جول رکھنا جہل وضلالت ہے یوں ہی وہ جو دیوبندیہ سے میل جول رکھتا ہو اگرچہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہو سخت فاسق ہے اور مسلمانوں کو اوس سے قطع تعلق لازم قال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار یہاں ترک تعلق کے سوا کوئی سزا جاری نہیں ہوسکتی اور زنائے زن سے شوہر پر کچھ الزام نہیں جبکہ وہ اس پر راضی نہ ہو قال اللہ تعالیٰ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ ہاں اگر وہ زنا میں ساعی تھے یا بعد زنا بلا توبہ اون کے حامی ہوے تو وہ بھی مستحق سزائے شرع ہیں ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ ۲۸ صفر ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں معنی کہ مثلاً زید کہ با خالد دوستی دارد و بازن او مرتکب فعل زنا شد وخالد ازیں امر کہ مکروہ ترو ناپسندیدہ تر نزد او بود رواداد تفضیح درسوائے زید نشدہ وبدیں سبب کہ دوست او بود او را نزد قاضی برائے مواخذہ واجرائے حد شرع نہ برد بلکہ چشم پوشی کرد بکراہت تمام۔ وہمیں اکتفا کرد کہ الان ابداً از دوستی خود خارج کرد وزن خود را طلاق داد یا درصورتیکہ ایں زن توبہ کرد و او را از زوجیت خود خارج نکرد پس ایں چشم پوشی خالد کہ نسبت زید واقع شد چگونہ است آیا داخل احسان ومروت است یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ بہ نسبت زید احسان بود نش خود پیداست واگر باوصف غیرت محمودہ شرعیہ محض بہ نیت پردہ پوشی مسلمانان صبر وستر پیش گرفت خود داخل فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ است واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از سیتا کلاں پرگنہ نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ سید زائر حسین ٹھیکیدار ۲۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

السلام علیکم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت قبل شوہر کسی غیر مرد سے اپنے خاوند کے نزدیک مشکوک ہوتی اور مرد کہتا ہے کہ میں نے فعل حرام کیا اور عورت کہتی ہے کہ نہیں لہذا ہر دو شخص مسلمان ہیں فاعل از روئے حلف کہتا ہے کہ میں فعل شنیعہ کا مرتکب ہوا اور مفعول کہتا ہے کہ نہیں بلکہ اس کا ایسا ارادہ تھا چونکہ مطلب برآری نہیں ہوئی بدیں وجہ ناحق الزام لگاتا ہے اب ایسی صورت میں جب فاعل مفعول دونوں حلف بکلام الٰہی ہیں تو کس کا اعتبار کیا جاوے میرے نزدیک دونوں شخص مکر کے پھرتے ہیں اور دونوں حلف اوٹھاتے ہیں ایسی صورت میں فاعل سچا یا مفعول سچا پایا گیا۔

الجواب :۔ وعلیکم السلام وہ مرد عورت دونوں اپنے اپنے حق میں سچے مانے جائیں گے اور دوسرے کے حق میں جھوٹے عورت جو انکار کرتی ہے سچ کہتی ہے اوسے جو فقط بربنائے قول مرد زنا کی تہمت لگائے گا

سخت گنہگار اور اسّی کوڑوں کا سزاوار ہوگا۔ مرد جو اپنے زنا کا اقرار کرتا ہے اوسے زانی مانا جائیگا۔ اسلامی سلطنت ہوتی تو سزا پاتا اب اسی قدر ہوسکتا ہے کہ اوسے برادری سے خارج کیا جائے مسلمان اوس سے میل جول چھوڑ دیں جبتک علانیہ توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- ذوالفقار گنج شہر بریلی مسئولہ بابو مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دربارۂ زید مقدمہ زنا میں بروقت اطلاعیابی مقدمہ اہل برادری نے چند پنچوں اہل برادری کو برائے تفتیش مقدمہ خاص موقع متنازعہ پر بھیجا موقع پر پہنچکر تمام سکنائے اہل محلہ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ امر صحیح ہے بدیں وجہ ہمارے یہاں سے خور ودنوش نشست وبرخاست بند ہے لہذا بیان ملزمان وشہادت باظہار حلفی گواہان مندرجہ ذیل بخدمت شرع شریف پیش ہے کیا حکم ہے اور ہملوگوں کو کیا عمل کرنا چاہئے بینوا توجروا۔ (۱) بیان زید کے لڑکے کی زوجہ کا میرے بارہ میں سب لوگ غلط بیان کرتے ہیں میں نے کسی سے کچھ نہ کہا (۲) ازطرف گواہان عزیز واقربا۔ واضح ہو کہ زید کے لڑکے کی زوجہ باقرار زنا اسوجہ سے انحراف کرتی ہے کہ اہل برادری نے ملزمان کو تاکیداً منع کر دیا تھا کہ ہرگز اس خسر سے کوئی تعلق نہ رکھنا مگر باوجود منع کرنے کے ملزمہ بہمراہی اپنی خوشدامن و خسر کے عدم موجودگی اپنے شوہر کے چلی آئی معلوم ہوتا ہے کہ بخوبی سکھلا پڑھا دی گئی بدیں وجہ یہ انحراف ہے (۳) شہادت باظہار حلفی حافظ عبدالرحمن صاحب۔ زید کی زوجہ کے زبانی معلوم ہوا کہ میرا شوہر زید لڑکے کی بیوی کے چھاتی پکڑتا تھا میں نے منع کیا چھاتی کیوں پکڑتا ہے تجھکو شرم نہیں معلوم ہوتی جواب دیا میرا مال ہے تو میں نے بافسوس کہا کہ میرا لڑکا اس بہو نے تو لیا مگر میرا شوہر بھی چھین لیا یہ ایسی بہو تھی جبکہ یہ واقعہ زید کے لڑکے کے سامنے بیان کیا تو اوس نے خاموشی اختیار کی (۴) باظہار حلفی منشی نبی بخش صاحب پابند صوم وصلوٰۃ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ زید کی زوجہ اپنے گھر میں زید سے بغصہ کہتی تھی کہ تم لڑکے کی زوجہ کی چھاتی کیوں پکڑتے ہو تم کو کیا حاصل ہے تمکو شرم نہیں آتی زید نے جواب دیا ہمارا مال ہے ہمکو اختیار ہے بعدہٗ زید کی زوجہ میرے مکان پر میری زوجہ کے پاس آئی تو اوسوقت اوس سے دریافت کیا کہ روزانہ تمھارے گھر کیا جھگڑا فساد رہتا ہے جواب دیا کہ اس میرے لڑکے کی بیوی نے لڑکے کو تو لیا مگر میرے خاوند کو بھی چھین لیا ضرور ایک دن خونریزی ہوگی (۵) بیان محمد بخش صاحب۔ بموجب منشی نبی بخش صاحب کہ فی الواقع صحیح ہے بلکہ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ زید نے اپنی نواسی کو جو کہ زید کے پاس بیٹھی تھی اوٹھا دیا صرف موقع خالی ہونے کی وجہ سے لڑکی نے اپنی نانی سے شکایت کی کہ مجھکو نانا نے اپنے پاس سے اوٹھا دیا بعدہٗ زید کے لڑکے کی بیوی کی چھاتی وغیرہ پکڑی زید کی زوجہ نے کہا کہ اب ہمکو بخوبی معلوم ہوگیا کہ لڑکے کی بی بی تمھاری بی بی ہے

تب سے تو یہ دونے مٹھائی وغیرہ خوب اڑائی جاتی ہے کیوں؟ بہو تو دونے مٹھائی وغیرہ اوڑاتی ہے تا (٦) بیان شیخ جی صاحب تصدق حسین۔ میری زوجہ نے لعل محمد کے گھر میں کی چھت پر سے اپنے لڑکے کی زوجہ سے بچشم خود زنا کرتے دیکھا (٧) بیان خیالی رام۔ میں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ زید اپنے لڑکے کی زوجہ کو اپنی طرف بلاتا ہے اور زید کی زوجہ غصہ ہوکر کہتی ہے کہ میں تمھاری بی بی بنی ہوں وہ بھی تمھاری بی بی ہے زید جواب میں کہتا ہے کہ ہاں ہمارا مال ہے ہمکو اختیار ہے (٨) بیان حلفی گردھاری لال۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ زید اپنے لڑکے کی زوجہ کو زبردستی ہاتھ پکڑ کر اندر مکان کے لیگیا وہ ہر چند منع کرتی رہی کہ چچا کیا کرتے ہو مگر ہرگز نہ مانا (٩) بیان حلفی رحمت حسین چچا کریم بخش دختر کے دادا۔ بزبانی لڑکی ہمکو یہ معلوم ہوا کہ میری خوشدامن کی عدم موجودگی میں میرے خسر نے بوقت ١٢ بجے دن کے جبکہ میں روٹی پکاتی تھی مجھکو اپنے پاس بلاکر زبردستی کی اور گالی وغیرہ دی قریب ایک گھنٹہ مجھکو اپنے پاس کھڑا کیا اور میرے ہاتھ میں کاٹا بعدہ مجھ سے بوس وکنار کیا میں نے بجواب صرف اتنا کہا مگر دیگر رشتہ داروں سے صاف صاف کماحقہ بیان کیا کہ میرے خسر نے مجھ سے زنا کیا ہمکو کافی یقین ہوگیا کہ درحقیقت صحیح ہے بدیں وجہ ہمکو سخت رنج وملال ہوا رشتہ دار گواہ موجود ہیں (١٠) بیان حلفی سماۃ غفورن میرے گھر سب کے سامنے بیان کیا کہ میرے خسر نے مجھکو دو گھنٹہ ڈانٹ ڈپٹ کی اور مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا بعدہٗ میرے ساتھ زنا کیا (١١) بیان حلفی گھسن بھوپا صاحب. جبکہ ہم نے دریافت کیا اور کہا کہ سچ کہو یہ کیا قصہ پھیلا ہوا ہے تو اوس نے کہا کہ واقعی میرے خسر نے میرے ساتھ زنا کیا اب اس صورت مذکورہ بالا میں زنا ثابت ہوا یا نہیں اور یہ عورت زید کے لڑکے پر حلال رہی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: ایسے بیہودہ بے معنی وبے اصل گواہوں سے زنا تو قیامت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک چار مرد عاقل بالغ مسلمان پرہیزگار دیندار جو کسی کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوں نہ کسی صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ خفیف الحرکات ہوں حلف شرعی کے ساتھ شہادت دیں۔ اونھوں نے ایک وقت معین میں زید کو ہندہ کے ساتھ زنا کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے یوں مشاہدہ کیا جیسے سرمہ دانی میں سلائی اوس وقت تک زنا شہادت سے ثابت نہیں ہوسکتا ان شرطوں میں ایک بات بھی کم ہوگی تو خود گواہی دینے والے شرعًا ٨٠ کوڑوں کے مستحق ہونگے مثلاً تین مسلمان پرہیزگار دیندار نے ویسی گواہی دی کہ سرمہ دانی میں سلائی کی طرح ہم نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا اور چوتھے نے یہ گواہی دی کہ میں نے دونوں کو سراپا برہنہ ایک پلنگ پر بیٹھے ہوئے اور باہم لپٹے ہوئے دیکھا زنا ثابت نہ ہوگا اور پہلے تین کو ٨٠۔٨٠ کوڑوں کا حکم ہوگا یا چاروں مرد مسلمان عاقل بالغ پرہیزگار دیندار نے گواہی دی کہ ہمنے اپنی آنکھ سے سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا مگر دو نے کہا کل دیکھا دو نے کہا آج یا تین نے کہا صبح دیکھا اور

تین نے کہا تیسرے پہر۔ سب کی گواہیاں مردود اور زنا ثابت نہیں۔ اور سب پر ۸۰-۸۰ کوڑوں کا حکم ہوگا ایسی سخت شہادت کا معاملہ وہ ان ناپاک وبیہودہ گواہوں سے ثابت ہوسکتا ہے جن میں خیالی رام وگرداری لال تک موجود ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور عورتوں کی گواہیاں زنا کے بارے میں مطلق مردود ہیں اگرچہ تین مردوں کے ساتھ نو عورتیں گواہ ہوں باقی دو ایک میں وہ سُنی سُنائی گواہی دو کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں نہ کہ زنا میں جتنے گواہان مذکور ہیں سب پر توبہ فرض ہے اور کوڑے تو اسلامی سلطنت میں ہوتے۔ غرض زنا تو بالائے طاق رہا اب اتنی بات کہ زید کا اپنی بہو سے بارادۂ فاسد مثلاً بوس وکنار کرنا جس سے وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوجائے ان گواہوں سے اصلا اوسکا بھی کہیں ثبوت نہیں سب سُنی سُنائی کہتے ہیں کوئی زوجۂ زید کی زبانی کوئی اسکی بہو کی زبانی صرف ایک نبی بخش کی گواہی اتنا ہے کہ اوس نے اپنے کان سے زید کو جواب دینے میں سُنا کہ میرا مال ہے اور ممکن ہے کہ محمد بخش نے بھی ایسا ہی کہا ہو کہ اوسکی گواہی کو مثل نبی بخش کہا ہے یہ دو شخص پرہیزگار قابل قبول شرع ہوں بھی تو سائل نے بیان کیا کہ ان دونوں سے پردہ ہے اونھوں نے سنا تو باہر سے سُنا اور باہر سے سُنی ہوئی گواہی مردود ہے لان النغمة تشبه النغمة کما فی العلمگیریة وغیرها تو اتنی بات بھی اصلا ثابت نہیں اور وہ عورت اپنے شوہر پر حلال ہے ہاں اگر شوہر خود تصدیق کرے کہ اوسکے باپ نے اوسکی عورت کے ساتھ بدنیتی سے کچھ افعال مثل بوس وکنار کیے تو البتہ عورت اس پر حرام مانی جائیگی کہ اوس نے اوسکا حرام ہونا تسلیم کیا اوسپر لازم ہوگا کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے اور پھر کبھی اوس سے نکاح نہ کرسکیگا اور اگر شوہر تصدیق نہ کرے تو کچھ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- محمد اختر حسین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران۔ ۱۲/ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کافرہ عورت کے ساتھ اگر کوئی شخص زنا کرے معہ اوسکی رضا کے اور کوئی خوف شر کا بھی تھا ایسی حالت میں کیا حکم ہے اور جو شخص اس امر کے جواز کا قائل ہو اوسکے واسطے کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب :- زنا حرام ہے اور کافرہ ذمیہ کے ساتھ زنا کے جواز کا قائل ہو تو کفر ہے ورنہ باطل ومردود بہرحال ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- شہر بریلی محلہ ذخیرہ مسئولہ حبیب اللہ صاحب حجام۔ ۵/ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بی بی اپنے بہنوئی کے تنہا ہونے کی وجہ سے اپنی بہن کے فوت ہوجانے کے بعد اوسکو روٹی وغیرہ تیار کرکے اوس کو ہر طرح کا عیش وآرام دیتی رہی چند روز کے بعد بہنوئی کی دلی محبت پیدا ہوگئی۔ ایک روز زید نے اپنی بی بی کو بہنوئی سے ہم بستر دیکھ کر اپنے

مکان پر آنے سے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا تب زید نے اپنے محلہ والے اور برادری والوں کو جمع کر کے حلف اوٹھوایا اور لعنتی طور پر سمجھایا اوسکے بہنوئی نے قسم کھائی کہ اگر میں نے آجتک اوسکے ساتھ برا کام کیا ہو تو اپنی ماں بہن اور لڑکی کے ساتھ برا کام کیا ہو چند روز کے بعد رات کے بارہ یا ایک بجے پر خود چشم دید خوب اچھی طور پر دیکھتا رہا مگر بسبب مجبوری کے اوس سے کچھ نہ کہہ سکا زید نے مجبور ہوکر دوبارہ محلہ والوں کو اور برادری والوں کو جمع کر کے طلاق دیدی اوسکے دو تین روز کے بعد اپنے بہنوئی کے یہاں چلی گئی ابھی تک کسی کو دونوں کا نکاح ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے برادروں نے اوسکے کنبہ والے اور عورت کو اور اوسکے بہنوئی کو برادری سے علیحدہ کر دیا اگر اوسکے کنبے والا یا اوسکا برادری والا اوسکے شریک ہوں تو شرع شریف اون کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

الجواب :۔ عورت اور اوسکے بہنوئی پر توبہ فرض ہے اور عدت کے اندر اوسکا چلا آنا یہ دوسرا حرام تھا اوسپر فرض ہے کہ عدت اپنے شوہر کے یہاں پوری کرے اگر نہ مانے تو برادری سے جو سزا اوسے دیگئی ہے ضرور قائم رکھی جائے کہ اس ملک میں یہی سزا باقی ہے نیز اوسکا بہنوئی اگر توبہ نہ کرے تو اوسپر بھی یہی حکم ہے بعض لوگ کہ اس سزا کو توڑیں وہ مصلحت شرعیہ کے مخالف ہونگے اور اونکے فعل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک یہ سزا جو یہاں ہاتھ میں رکھی ہے یہ بھی اوٹھ جائے اور پنچایتی قوموں کے لوگ بھی اوروں کی طرح ہر گناہ میں آزاد ہو جائیں یہ خود جرم ہے اور مجرموں کی حمایت لہٰذا اگر باز نہ آئیں تو یہ بھی برادری سے خارج کرنے کے قابل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ شہر شاہجہانپور تارین گلی برمکان حضرت قاری صاحب مرحوم مولوی حکیم سید محمد آزاد یزدانی حسرت شاہجہانپوری ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محرمات ابدی یعنی ماں بہن وغیرہ سے جان بوجھ کر نکاح اور صحبت کرے تو اوسپر حد شرعی نہیں آتی یہ مسئلہ ہدایہ جلد ا صفحہ ۴۹۶ کنز اردو صفحہ ۱۰۵ ہدایہ مترجم فارسی جلد ۲ صفحہ ۳۴ میں ہے آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط۔

الجواب :۔ گناہ تین قسم ہیں ایک ہلکے کہ حد کی حد تک نہ پہونچے جیسے اجنبیہ سے بوس وکنار ان پر حد مقرر نہیں ہوگی کہ اون کی مقدار سے زیادہ ہے اور مولیٰ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کسی مجرم کو اوسکے جرم سے زیادہ سزا دے۔ ایسے گناہوں پر تعزیر رکھی جاتی ہے دوسرے وہ اخبث درجہ کے گناہ کہ حد کی حد سے گزرے ہوئے ہیں جیسے صورۃ مذکورۂ سوال۔ ان پر بھی حد نہیں رکھی جاتی کہ حد اس گناہ سے پاک کر دینے کی ہوتی ہے اور ایسا خبیث گناہ اوس حد سے پاک نہیں ہوتا۔ تیسرے متوسط درجہ اون پر حدود ہیں اسکی نظیر پیشاب اور شراب ہے پیشاب شراب سے خبیث تر ہے کہ کبھی کسی شریعت میں اوسکی ایک بوند حلال یا طاہر نہ ٹھہری بایں شراب پینے پر

حد ہے اور پیشاب پینے پر حد نہیں یوہیں اجنبیہ سے زنا پر حد ہے اور محارم سے نکاح پر نہیں کہ وہ خبیث کام ہے جسے حد سنبھال نہیں سکتی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ ضلع ایٹہ مسئولہ سید غلام شبر ۲۰ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بیوہ زن پارسا زنانے مکان سے تفریحاً شب ماہ میں بین المغرب والعشاء دروازہ کے سامنے مشرق و مغرب پچاس قدم کے فاصلہ سے اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ ٹہلتی تھی اور ہندہ کا چچازاد بھائی زید بھی ساتھ تھا ہندہ نے جبکہ آگے شارع عام کی طرف بڑھنے کا قصد کیا تو زید مانع ہوا اور کہا مردانہ مکان ہے یہ مقام شارع عام ہے بس آگے نہ جائیے اندر زنانے میں چلیے۔ یہ کہکر زید نے ہندہ کے پس پشت سے ہندہ کے بازو پکڑ کر دروازے کی طرف پھیر دیا ہندہ نے زید کے کلام کی تردید کی اور چند قدم مردانے مکان کی طرف جاکر پھر از خود زنانے مکان میں چلی گئی چند روز بعد جبکہ ہندہ سے کئی نامشروع حرکات سرزد ہوچکیں اور زید پھر مانع ہوا اسوقت ہندہ نے اس کا اظہار کیا کہ زید نے بھی فلاں روز میرے جسم کو بدنیتی سے ہاتھ لگایا تھا یعنی مذکور بالا واقعہ کا اظہار کیا زید نے جواب دیا کہ میری روک ٹوک یا جسم کو ہاتھ لگانا واللہ باللہ کسی بدنیتی سے نہ تھا اگر آپ کے نزدیک وہ بدنیتی تھی یا اب ہے تو میں ضرور مستحق سزا ہوں آپ یا تو مجھے معاف فرمائیں یا از روئے کتاب وسنت سزا دیں مجھے ہرگز عذر نہیں کہ میرا ہر امر آپ کے متعلق کتاب وسنت کے خلاف نہ تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اب ہندہ کو پورا گمان بد زید کی جانب ہے لہذا جواب عطا ہو کہ زید کا یہ فعل ونیت ظاہری اور ہندہ کی یہ حرکت و تردید کتاب وسنت کیسی ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مذکورہ میں ہندہ کا گناہگار و بیحیا ہونا ظاہر ہے رہا زید بیان مذکور سے اوس کا اصل مقصود ہندہ کو بری بات سے منع کرنا اور بیحیائی سے روکنا معلوم ہوتا ہے اسپر وہ مستحق اجر ہے نہ سزاوار سزا و زجر۔ پھر اوس کا پس پشت سے ہندہ کے بازو پکڑ کے شارع عام سے مکان کی طرف پھیر دینا اگر اس طرح ہو کہ اسکے ہاتھوں اور ہندہ کے جسم میں موٹا کپڑا حائل تھا کہ جسم ہندہ کی گرمی اسکے ہاتھوں کو پہنچنے سے مانع ہوا جب تو اوسپر کچھ الزام نہیں اور اگر ایسا نہ تھا بلکہ ہندہ کے کسی حصۂ جسم کو اس کا ہاتھ بلا حائل پہنچا یا حائل باریک تھا کہ گرمی محسوس ہونے سے مانع نہ ہوتا تو بیشک زید پر الزام ہے اور اوسپر توبہ فرض اوسے چاہیے تھا کہ زبانی ممانعت پر قناعت کرتا یا موٹا کپڑا حائل رکھکر پھیرتا یا اگر وہ بغیر اس کے نہ مانتی پھر بھی وہ بدنیتی جس کا ہندہ اتہام رکھتی ہے ثابت نہیں یہ بھی اوسکے افعال شنیعہ سے ایک فعل ہے کہ مسلمان پر تہمت رکھتی ہے اوسکے اقارب پر اوسکا بندوبست لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ ضلع ایٹہ مسئولہ سید غلام شبر۔ ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید زن شوہر دار سے کہ اوسکی بھاوج ہے مزاح کرتا ہے اور فحش مزاح اور ہاتھا پائی کو بھی جائز رکھتا ہے بلا وسواس موقع بے موقع اوسکے جسم کو ہاتھ لگانا مس کرنا روا جانتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا یہ فعل مزاحاً ہے کہ میں اوسکے شوہر کے روبرو بھی ایسا ہی مذاق کرتا ہوں اور مذاق میں زید زن مذکور کی ٹانگیں پکڑ کر ایک پلنگ سے دوسرے پلنگ پر اور دوسرے سے تیسرے پلنگ پر گھسیٹتا ہے اور اقربائے فریقین بھی اسکو دیکھ کر کچھ بھی تعرض نہیں کرتے تو کیا شرعاً یہ حرکت اور اقربا کا سکوت جائز ہے بینوا توجروا۔

الجواب:- یہ حرکات حرام ہیں اور ایسا مزاح ابلیسی مزاح ہے اور اگر شوہر واقعی دیکھتا اور اوسپر راضی ہوتا ہے یا بقدر قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اور دیوث پر جنت حرام ہے۔ نیز اقارب فریقین منع نہیں کرتے شریک گناہ و مستحق عذاب ہیں قال اللہ تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانو یفعلون۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از موضع علی پور ضلع نپرا مسئولہ منصب علی صاحب۔ ۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نابالغ یا بالغ نے بکری یا گائے یا بھینس کے ساتھ مجامعت کی اس شخص کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے اور نیز اوس جانور کا گوشت کھانا یا پالنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- نابالغ کو تنبیہ کریں بالغ پر تعزیر ہے جسکا اختیار حاکم کو ہے وہ جانور ذبح کرکے فنا کردیا جائے گوشت کھال جلادیں پالا نہ جائے درمختار میں ہے لایحد لوطء بھیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیۃ ومیتۃ مجتبی۔ ردالمحتار میں ہے ھذا اذا کانت مما لایوکل فان کانت توکل جاز اکلھا عندہ وقال لاتحرق ایضا زیلعی وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ ایسے شخص سے ملنا اور راہ ورغبت کرنا کیسا ہے کہ باوجود تنبیہ لوگوں کے اپنی بہن بھانجی زانیہ کو اپنے گھر سے نہیں نکالتا ہے اور نہ اوس سے ملنا ترک کرتا ہے اور ایک بار حلف بھی اوٹھا چکا ہے کہ نہیں ملونگا بینوا توجروا۔

الجواب:- اس شخص پر اتنا واجب ہے کہ اوس عورت کو سمجھائے فہمائش کرے اگر کسی سختی جائز پر قدرت رکھتا ہو اوسے بجالائے جو بندوبست اسکے ہاتھ میں ہو اوسمیں کوتاہی نہ کرے اگر یہ شخص یہ سب باتیں کرتا ہے اور وہ باز نہیں آتی تو اوس کا وبال اوسی پر ہے اسپر کچھ نہیں کہ اللہ تعالٰی ایک کے گناہ میں

دوسرے کو نہیں پکڑتا قال تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی اور اگر یہ شخص اوس کی اس حرکت پر ناراض ہے مگر فہمائش وغیرہ میں کمی کرتا ہے تو گنہگار ہوگا کہ نیک بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا جہاں تک اپنی قدرت میں ہو مسلمان پر ضرور ہے قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان مسلمان اوسے فہمائش کریں اور اگر یہ شخص ان حرکات پر راضی ہو تو معاذ اللہ دیوث ہے مسلمان اوسے سمجھائیں اگر باز نہ آئے تو اوس سے میل جول چھوڑ دیں فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظلمین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از ڈیرہ غازی خاں بلاک ۱۲ مرسلہ مولوی احمد بخش صاحب۔ ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

حضرت ملک العلما والفضلا التقی ورجائی ادام اللہ تعالٰی ظلہ علی رؤس المستفیضین۔ نیاز بے انداز وشوق زیارت کے بعد جن کا کوئی حد اندازہ نہیں گزارش اس پہاڑی علاقہ میں بعض واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ زانی ومزنیہ کو زنا کی حالت میں قتل کر ڈالتے ہیں اور بعض واقعات یہ ہیں کہ جب اون کے نزدیک عورت کا کسی بیگانہ کے پاس بیٹھتا ہوا یا آتا جاتا ہوا دیکھتے ہیں تو پہلے چند مرتبہ اوسے منع کرتے ہیں اور اوسکے باز نہ رہنے کے بعد اوس عورت کو قتل کر دیتے ہیں اور اگر کر سکتے ہیں تو اوس شخص بیگانہ کو بھی نہیں چھوڑتے بموجب شرع شریف ان دونوں صورتوں میں قاتل گنہگار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب :- جناب مولنا المکرم ذی الفضل الاتم والمجد الکرم دامت مکارمہ۔ اس مسئلہ میں اضطراب کثیر ہے اور وہ جو فقیر کو کتب معتمدہ دلائل شرعیہ سے تحقیق ہوا یہ ہے کہ صورت ثانیہ میں اون مرد وزن کا قتل محض حرام ہے فقط آنے جانے اوٹھنے بیٹھنے کی سزا شریعت نے کبھی قتل نہ رکھی نہ اسقدر خلوت کو مستلزم اور حق یہ کہ مجرد خلوت بلکہ دواعی پر بھی شرع مطہر نے قتل نہ رکھا اور سیاست کا اختیار غیر سلطان کو نہیں بلکہ سلطان کو بھی علی الاطلاق نہیں کل ذلک معلوم من الشرع بلا اخفاء لاجرم یہ ناحق قتل مسلم ہوا اور وہ سخت کبیرہ شدیدہ ہے اور قاتل پر قصاص عائد۔ صورت اولٰی میں بھی حکم مطلق نہیں بلکہ واجب کہ پہلے زجر وضرب وقہر کریں اگر جدا ہو جائیں تو اب عامہ کو اوسکا قتل حرام ہے ہاں شہادات اربع گزریں یا مروجہ شرعی چار مجلسوں میں چار اقرار تو اون میں جو محصن ہو سلطان اوسے رجم فرمائیگا نہایہ امام سغنانی پھر عالمگیریہ میں ہے سئل الہندوانی رحمہ اللہ تعالٰی عن رجل وجد مع امرأتہ رجلا ایحل لہ قتلہ قال ان کان یعلم انہ ینزجر عن الزنا بالصیاح والضرب بما دون السلاح لایحل وان علم انہ لاینزجر الا بالقتل حل لہ القتل وان طاوعتہ المرأۃ حل لہ قتلہا ایضا اور اگر نہ مانیں تو اس صورت میں اگرچہ زانی کو مطلقا اور عورت کو بھی اگر مکرہ نہ ہو صرف عین حالت اشتغال میں نہ بعد اوس سے فراغ کے قتل ازالۃ منکرا

اور اُس کے لیے سلطان ہونا شرط نہیں قال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ الحدیث بحر الرائق پھر ہندیہ میں ہے قالوا لکل مسلم اقامۃ التعزیر حال مباشرۃ المعصیۃ اما بعد المباشرۃ فلیس ذلك لغیر الحاکم قال فی القنیۃ رأی غیرہ علی فاحشۃ موجبۃ للتعزیر فعزرہ بغیر اذن المحتسب فللمحتسب ان یعزر المعزر ان عزرہ بعد الفراغ منہا مگر یہ امر فیما بینہ وبین اللہ ہے حاکم نہ مانے گا اور جبتک بینۂ عادلہ سے ثبوت نہ دے اوسے قتل کریگا یا اگر مقتول معروف ومشہور بخباثت وشرور وعادت زنا وفجور ہے قاتل سے اوسکا خونبہا لیگا۔ درمختار میں ہے الاصل ان کل شخص رأی مسلما یزنی ان یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لایصدق انہ زنی. ردالمحتار میں ہے عزاہ بعضھم ایضا الی جامع الفتاوٰی وحدود البزازیۃ وحاصلہ انہ یحل دیانۃ لاقضاء فلا یصدقہ القاضی الا ببینۃ والظاھر انہ یأتی ھنا التفصیل المذکور فی السرقۃ وھو ما فی البزازیۃ وغیرھا ان لم یکن لصاحب الدار بینۃ فان لم یکن المقتول معروفا بالشر والسرقۃ قتل صاحب الدار قصاصا وان کان متھما بہ فکذلك قیاسا وفی الاستحسان تجب الدیۃ فی مالہ لورثۃ المقتول لان دلالۃ الحال اورثت شبھۃ فی القصاص لا فی المال یہ ہے وہ جو فقیر کے نزدیک منقح ہوا وھا انا اذکر لکم ما فی الدر المختار وما عارضہ بہ فی ردالمحتار وما تکلمت علیہ فی جد الممتار لیتجلی الامر جلاء النھار وما توفیقی الا باللہ العزیز الغفار **قال فی** تنویر الابصار والدر المختار (ویکون) التعزیر (بالقتل کمن وجد رجلا مع امرأۃ لاتحل لہ) ولو اکرھھا فلھا قتلہ ودمہ ھدر وکذا الغلام وھبانیۃ (ان کان یعلم انہ لاینزجر بصیاح وضرب بما دون السلاح والا) بان علم انہ ینزجر بما ذکر (لا) یکون بالقتل (وان کانت المرأۃ مطاوعۃ قتلھما) کذا عزاہ الزیلعی للھندوانی ثم قال (و) فی منیۃ المفتی (لو کان مع امرأتہ وھو یزنی بھا او مع محرمہ وھما مطاوعان قتلھما جمیعا) اھ واقرہ فی الدر وقال فی البحر ومفادہ الفرق بین الاجنبیۃ والزوجۃ والمحرم فمع الاجنبیۃ لایحل القتل الا بالشرط المذکور من عدم الانزجار المزبور وفی غیرھا یحل (مطلقا) اھ وردہ فی النھر بما فی البزازیۃ وغیرھا من التسویۃ بین الاجنبیۃ وغیرھا ویدل علیہ تنکیر الھندوانی للمرأۃ فعم ما فی المنیۃ مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم ولذا جزم فی الوھبانیۃ بالشرط المذکور مطلقا وھو الحق بلا شرط احصان لانہ لیس من الحد بل من الامر بالمعروف وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رأی مسلما یزنی انہ یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لایصدق انہ زنی **وکتبت علیہ** فی جد الممتار **قولہ** وفی غیرھا یحل **اقول** المقصود ازالۃ المنکر ومہما حصل بغیر القتل تعین ذلك الغیر ولیست

السیاسۃ لغیر الامام والقتل فی الزوجۃ والمحارم دون الاجنبیۃ لایکون الا انتصارا لنفسہ
فازالۃ المنکر للہ عزوجل ولافرق فیہ بین الاجنبیۃ وغیرھا فالکل اماء اللہ تعالٰی علی السواء
وفیہ حدیث سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ونھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاہ
عن القتل فالحق عندی التسویۃ بین النساء والتقیید لعدم الانزجار بغیر القتل مطلقا کما مشی
علیہ الشارح المدقق متابعا للعلامۃ المدقق عمر بن نجیم رحمھم اللہ تعالٰی **قولہ** ویدل علیہ
تنکیر الھندیۃ المرأۃ **اقول** بل ھو نص جوابہ فانہ انما سئل عمن وجد مع امرأتہ
رجلا کما فی الھندیۃ عن النھایۃ فشمل الحکم المحارم بدلالۃ المساواۃ والاجنبیۃ بدلالۃ
الاولویۃ فالتنکیر من الناقلین عنہ ما معنی اھ ماکتبت علیہ **وقال** فی رد المحتار (قولہ
مع امرأتہ) ظاھرہ ان المراد الخلوۃ بھا وان لم یرمنہ فعلا قبیحا کما یدل علیہ ما یأتی عن منیۃ المفتی
کما تعرفہ فافھم (قولہ فلھا قتلہ) ای ان لم یمکنھا التخلص منہ بصیاح اوضرب والا لم تکن
مکرھۃ فالشرط الاتی معتبر ھنا ایضا کما ھو ظاھر ثم رأیتہ فی کراھۃ شرح الوھبانیۃ ونصہ لواستکرہ
رجل امرأۃ لھا قتلہ وکذا الغلام فان قتلہ فدمہ ھدر اذا لم یستطع منعہ الا بالقتل اھ فافھم
(قولہ انکان یعلم) شرط للقتل الذی تضمنہ قولہ لمن وجد رجلا (قولہ ومفادہ الخ) توفیق
بین العبارتین حیث اشترط فی الاولی العلم بانہ لاینزجر بغیر القتل ولم یشترط فی الثانیۃ
فوفق بحمل الاولی علی الاجنبیۃ والثانیۃ علی غیرھا وھذا ابناء علی ان المراد بقولہ فی الاولی
مع امرأۃ ای یزنی بھا وما یأتی الکلام علیہ (قولہ مطلقا) زاد المصنف علی عبارۃ المنیۃ متابعۃ
لشیخہ صاحب البحر (قولہ بما فی البزازیۃ وغیرھا) ای کالخانیۃ ففیھا لورأی رجلا یزنی بامرأتہ
اوامرأۃ اخری وھو محصن فصاح بہ فلم یھرب ولم یمتنع عن الزنا حل لہ قتلہ ولا قصاص علیہ
اھ (قولہ فیحمل علی المقید) ای یحمل قول المنیۃ قتلھما جمیعا علی ما اذا علم عدم الانزجار
بصیاح اوضرب قلت وقد ظھر لی فی التوفیق وجہ اٰخر وھو ان الشرط المذکور انما ھو فیما
اذا وجد رجلا مع امرأۃ لاتحل لہ قبل ان یزنی بھا فھذا لایحل قتلہ اذا علم انہ ینزجر
بغیر القتل سواء کانت اجنبیۃ عن الواجد اوزوجۃ لہ اومحرما منہ اما اذا وجدہ یزنی بھا
فلہ قتلہ مطلقا ولذا قید فی المنیۃ بقولہ وھو یزنی واطلق قولہ قتلھما جمیعا وعلیہ قول الخانیۃ
الذی قدمناہ انفا فصاح بہ غیر قید ویدل علیہ ایضا عبارۃ المجتبی الاتیۃ ثم رأیت
فی جنایات الحاوی الزاھدی ما یؤیدہ ایضا حیث قال رجل رأی رجلا مع امرأتہ یزنی

بها او يقبلها او يضمها الى نفسه وهي مطاوعة فقتله او قتلها لاضمان عليه ولا يحرم من ميراثها ان اثبته بالبينة او بالاقرار ولو رأى رجلا مع امرأته في مفازة خالية او رأه مع محارمه هكذا ولم ير منه الزنا ودواعيه قال بعض المشائخ حل قتلهما وقال بعضهم لا يحل حتى يرى منه العمل اى الزنا والدواعيه ومثله في خزانة الفتاوى اه وفي سرقة البزازية لو رأى في منزله رجلا مع اهله او جارية يفجر وخاف ان اخذه ان يقهره فهو في سعة من قتله ولو كانت مطاوعة له قتلها فهذا صريح في ان الفرق من حيث روية الزنا وعدمها تأمل (قوله مطلقا) اى بلا فرق بين اجنبية وغيرها (قوله وهو الحق) مفهومه ان مقابله باطل ولم ار فيما من كلامهم ما يقتضي بطلانه بل ما نقله بعده عن المجتبى يفيد صحته وقد علمت مما قررناه ما يتفق به كلامهم واما كون ذلك من الامر بالمعروف لا من الحد فلا يقتضي اشتراط العلم بعدم الانزجار تأمل (قوله بلا شرط احصان) رد على ما في الخانية من قوله وهو محصن كما قدمناه وجزم به الطرطوسي قال في النهر ورده ابن وهبان بانه ليس من الحد بل من الامر بالمعروف والنهي عن المنكر وهو حسن فان هذا المنكر حيث تعين القتل طريقا في ازالته فلا معنى لاشتراط الاحصان فيه ولذا اطلقه البزازي اه قلت ويدل عليه ان الحد لا يليه الا الامام اه **وكتبت عليه في جد الممتار** **قوله** كما يدل عليه ما يأتي عن منية المفتي اى فانه لما اطلق فيها الحكم بالقتل عن قيد عدم الانزجار قيد معية المرأة بالزنا وههنا الحكم مقيد بعدم الانزجار فتكون المعية مقيدا بعدم الزنا كيلا يتعارضا **اقول** ولا يخفى عليك ما في هذه الدلالة من البعد والنظر الى الخارج وابداء جمع بينه وبين كلام اخر ليس منه دلالة هذا الكلام في شيئ لا سيما وذلك الجمع غير متعين ولا متعين لانتفاء التعارض بما افاد الشارح من حمل المطلق على المقيد ثم انما مبناه على ما سبق الى خاطره رحمه الله تعالى من التوفيق الاتي له وسيأتيك الكلام عليه وليس الامر كما ظن بل اصل المسئلة للامام الفقيه الهند واني سئل عن رجل وجد امرأته رجلا ايحل له قتله قال ان كان يعلم انه ينزجر عن الزنا بالصياح والضرب بما دون السلاح لا يحل وان علم انه لا ينزجر الا بالقتل حل له القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها ايضا اه هندية عن النهاية وعنه اخذ في منية المفتي فعبر عنه بما ترى وستحقق انه لا يحل القتل في الدواعي كاللمس والتقبيل والعناق فكيف بمجرد الخلوة ولا اعلم له رحمه الله تعالى سلفا فيه وكيف يحل الاجتراء على قتل مسلم باستظهار بعيد تفرد به عالم في هذا الزمان من دون

سلف ولا برهان بل على خلاف اصول الشرع المزدان وقضية نصوص ائمة الشان حتى سفس هذ الرفيع المكان كما ستعرف بعون المستعان **قوله** اذا لم يستطع منعه الا بالقتل **اقول** هذا ايضا نص فى امتناع القتل اذا امكن المنع بغيره خلافا لما اثرتم وقولكم والا لم تكن مكرهة لا اثر له لان غاية المطاوعة ان تكون مرتكبة لعين المنكر وهذا القتل من ازالة المنكر ومرتكب منكر لا يعفى عن نهيه غيره منه لانه مامور بشيئين الامتناع والمنع فان فوت احدهما لا يسقط عنه الاخر وارتكاب احد معصية لا تبيح له معصية اخرى بل هذا القتل فى حق المرأة نهى ونهيا معا فكانت اولى باباحته وظهر ان التصوير بالاكراه صدر وفاقا **قوله** ويأتى الكلام عليه **اقول** ويأتى الكلام عليه **قوله** فله قتله مطلقا **اقول** وانما القصد ازالة المنكر فاذا حصل بالادنى تعين كما افاده الامام الفقيه ابو جعفر واعتمده المعتمدون وتقدم عن شرح الوهبانية وسينقله المحشى عن ابن وهبان وسيمشى عليه بنفسه **قوله** ويدل عليه عبارة المجتبى الاتية. اى شرحا حيث اطلق فى الزنا ان له القتل ولم يقيد بشئ **اقول** وفيه ما ذكر الشارح ان المطلق يحمل على المقيد وكيف يرد اطلاق المجتبى على تقييد المعتمدات وحمل المطلق على المقيد جادة واضحة بخلاف الغاء القيد **قوله** فى الحاوى الزاهدى ما يؤيده ايضا **اقول** بل يخالفه فانه جعل له القتل مطلقا فى الدواعى وانتم تخصصونه بالزنا **قوله** او يقبلها الخ **اقول** لم يشرع الله تعالى فى الدواعى القتل وليست السياسة لغير الامام بل ليست الدواعى الا من الصغائر وليس لقتل سياسة للامام ايضا الا فى جناية عظمت وفحشت كما مر قبيل باب وطء يوجب الحد ان اللوطى والسارق والخناق اذا تكرر منهم ذلك حل قتلهم سياسة اه فلم يكتف فى تلك العظائم ايضا بمجرد صدورها بل قيد حل القتل بتكررها وسيأتى ان الشارح اطلق اباحة القتل فى جميع الكبائر فقيده المحشى بما كان منها متعدى الضرر وهو الحق الواضح ان شاء الله تعالى ولم ينقل عن السلف قتل كل من اتى كبيرة فضلا عن الصغيرة ولو اسيغ القتل فى الصغائر وجعل ذلك الى العامة لاتسع الخرق وفشا القتل فى المسلمين والعياذ بالله تعالى فاى يوم لا ترى جهلا من الناس على شئ من الصغائر فاقتل كل من تراه وهذا ليس من حكم الله فى شئ فلا شك ان ما فى الحاوى مردود والله الموفق كيف وهو من الزاهدى المعتزلى المعروف بجمع كل غث وسمين الغير الموثوق بنقله ايضا الغير المعتمد عليه فى رواية ولا دراية كما صرح به ارباب الدراية **قوله** فهذا اصرح **اقول** اى صراحة فيه.

بل تقييده بالخوف المذكور بما يؤيد التقييد السابق فان مثل المتمرد لا ينزجر بالزجر **قوله** يفيد صحته **اقول** قدمنا ما فيه **قوله** قد علمت مما قررناه **اقول** قد علمت ما فيه **قوله** فلا يقتضى اشتراط العلم **اقول** بلى يقتضيه لان مراد الشارع ازالة المنكرات المظلمة لا اهلاك النفوس المسلمة فاذا حصلت بدونه وجب قصر اليد عنه **قوله** حيث تعين القتل طريقا **اقول** هذا ايضا نص فى اشتراط القيد المذكور وقد عاد المحشى رحمه الله تعالٰى بنفسه الى الصواب اذ قال على قول الشرح وعلى هذا القياس المكابر بالظلم وقطاع الطريق وصاحب المكس وجميع الظلمة ادنى شئ له قيمة وجميع الكبائر والاعونة والسعاة يباح قتل الكل ويثاب قاتلهم اھ نصه قوله والاعونة والسعاة عطف تفسير او عطف خاص على عام فيشمل كل من كان من اهل الفساد كالساحر وقاطع الطريق واللص واللوطى والخناق ونحوهم ممن عم ضرره ولا ينزجر بغير القتل اھ فقد اذعن بالتقييد وهو الحق السديد وليس الزنا بالمحرمين منهما هاتيك الافاعيل فما صرح به الائمة فعليه الاعتماد والتعويل هذا ما كتبت عليه فانظره متأملا منتدبرا والحمد لله اولا واخرا والله تعالٰى اعلم۔

مسئلہ:- ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی عالم کے نسبت یا کسی دوسرے کی لفظ مردود کہے یا یوں کہے کہ وہ بیوقوف ہے کچھ نہیں جانتا اور اُلّو ہے تو اوس شخص کے نسبت کیا شرع شریف حکم دیگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا مسلمان کو ناحق ایذا دینا ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا شرعا حرام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اوس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اوس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن پھر علمائے دین متین کی شان تو نہایت ارفع واعلٰی ہے اونکی جناب میں گستاخی کرنے والے کو حدیث میں منافق فرمایا ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخص ہیں جن کا حق ہلکا نجانے گا مگر منافق ایک اسلام میں بڑھاپے والا دوسرا عالم تیسرا بادشاہ اسلام عادل رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ وابوالشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم ایسا شخص شرعاً لائق تعزیر ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ:۔ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مومن کہنا تخصیص رکھتا ہے قوم نوربافسے یا عام امتِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص براہ طعنہ قوم مذکور کے نسبت مومن کہے تو اوسکے نسبت کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ الحمد للہ ہر مسلمان مومن ہے اور بعض بلاد ہند کے عرف میں اس قوم کو مومن کہنا شاید اس بنا پر ہو کہ یہ لوگ اکثر سلیم القلب حلیم الطبع ہوتے ہیں۔ جن سے اور مسلمانوں کو آزار کم پہنچتا ہے اور حدیث میں فرمایا کہ مومن وہ ہے جسکے ہمسائے اوسکی ایذاؤں سے امان میں ہوں المؤمن من امن جارہ بوائقہ پھر یہ لفظ بطور طعن انھیں کہنا دوسری شناعت ہے ایک تو مسلمان کو اوسکی نسبت یا پیشہ کے سبب حقیر جاننا دوسرے ایسے عظیم جلیل لفظ کو محل طعن میں استعمال کرنا۔ ایسے شخص کو چاہیے اللہ تعالٰی سے ڈرے اور اپنی زبان کی نگہداشت کرے اللھم اھدانی والمسلمین انک انت ارحم الراحمین آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از وڈنگر وایہ سرسانہ گجرات گاڑ کیے دروازہ متصل مکان بنجارہ جانہ مارسول مسئولہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب احمد آبادی۔ ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مسلمان کے مال کا نقصان کرنا اور اوسکی ہتک حرمت میں کوشش کرنا کیسا ہے۔

الجواب:۔ اگر بلاوجہ شرعی ہے حرام قطعی ہے اور وجہ شرعی سے ہے تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از شہر صدر بازار بریلی مسئولہ پیش امام جامع مسجد ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص نماز پڑھنے سے انکار وحیلہ بہت سے کرتا تھا ہر چند اوسکو برادرانہ طور پر بہت کچھ سمجھایا لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا اور ہلوگ اوسکو پکڑنے کے واسطے گئے اوسوقت وہ مسلمانوں کو لاٹھی لیکر مقابلہ کرنیکو آمادہ ہوا لہذا دو مسلمانوں نے اوسکے ہاتھ پکڑلیے ایک شخص نے اوسکے درے لگائے لہذا اب وہ نماز پڑھتا ہے پکڑنے کے وقت اوسکے ہاتھ میں گھڑی بندھی تھی وہ ٹوٹ گئی وہ مسلمانوں سے طلب کرتا ہے اوسکی گھڑی دیجائے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ تفہیم چاہیے تنبیہ چاہیے مار پیٹ کا وقت نہیں اور اوسکی گھڑی کی قیمت دیجائے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ اشفاق حسین طالب علم۔ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو و بکر ایک مقام پر بیٹھے تھے اتفاقاً ایک لڑکی اس راہ سے گزری زید نے عمرو سے کہا کہ یہ لڑکی تمہاری بہن ہے عمرو نے زید کو جواب دیا کہ ہاں یہ لڑکی بہن ہے لیکن اے زید یہ لڑکی تیری بہن ہے اس پر زید نے عمرو سے کہا کہ میری بہن نہیں ہے بلکہ تیری بہن ہے عمرو نے زید سے کہا کہ جب ہم تم سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں تو ہم تم سب بھائی بہن ہیں۔ بکر نے عمرو سے کہا کہ اسطرح تو کتے سور بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں تو کتے اور سور بھی تمہارے بھائی بہن ہوئے عمرو نے کہا کہ نہیں ان جانوروں کو اہل اسلام کے لوگ برا سمجھتے ہیں اس پر بکر بہت غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ نہیں سور اور کتے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں ہیں اور مکرر یہی الفاظ کہے یہانتک کہ آپس میں جھگڑا ہونے لگا اور معاملہ طول ہوگیا۔ عرض یہ ہے کہ ان تینوں شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ وجہاً عرض کیا ہے۔

الجواب:۔ عمرو نے جو اُسکے بہن ہونے سے انکار کیا اُس پر کچھ الزام نہیں بلکہ وہ اگر غیر مسلمان تھی تو بہت اچھا کہ انکار کردیا زید نے کہ اُسے عمرو کی بہن کہا اُس پر الزام نہیں اگر وہ لڑکی مسلمان تھی کہ مسلمان سب آپس میں بھائی ہیں۔ ہاں اگر وہ نہ تھی تو برا کیا کہ اُسے مسلمان کی بہن ٹھہرایا اور فقط اولاد آدم علیہ السلام ہونا کافی نہیں کہ کافروں کا نسب خود حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے منقطع ہے قال اللہ تعالیٰ انما المومنون اخوۃ وقال تعالیٰ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح رہا بکر اُس نے سخت شدید شنیع بُری بات کہی اُسکے قول سے نبی اللہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام پر ایک عیب لگتا ہے اُسپر توبہ فرض ہے بلکہ کلمہ پڑھے تجدید اسلام کرے۔ ہاں اگر وہ لڑکی کافرہ تھی اور اُس نے کتے سور سے مراد کافر لیے یعنی اُن کی اولادمیں تو کافر بھی ہیں جو کتوں سوروں کے مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر ہیں وہ ہمارے بھائی کیسے ہو سکتے ہیں تو اُسپر الزام نہ رہیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ا:۔ از دھاموں ڈاکخانہ دھاموں ضلع سیالکوٹ پنجاب روز دوشنبہ ۲ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

اگر زید اپنے حقیقی بھائی بکر کو کسی سازش سے ایک مجلس میں باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھکر کہے کہ تم میرے بھائی نہیں ہو ایسی صورت میں زید پر بموجب شرع شریف کچھ کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا و کسقدر۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر اُسکے بھائی نے اُسکے ساتھ کوئی معاملہ خلاف اخوت کیا جو بھائی بھائی سے نہیں کرتا تو اس پر اس کہنے میں الزام نہیں کہ اس نفی سے نفی حقیقت مراد نہیں ہوتی بلکہ نفی ثمرہ اور اگر ایسا نہیں بلکہ بلاوجہ شرعی یوں کہا تو تین کبیروں کا مرتکب ہوا۔ کذب صریح و قطع رحم و ایذائے مسلم اس پر توبہ فرض ہے اور بھائی سے معافی مانگنی لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ بمعرفت مصطفیٰ رضا خانصاحب بروز پنجشنبہ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

(۱) بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مثلاً کسی نے کہا کہ فلاں کے گھر چوری ہوئی انھوں نے کہا کہ اچھا ہوا چوری ہوئی پھر بعض دفعہ تو جو ظاہر کلام ہے ظاہر مراد ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ مراد ہوتا ہے کہ چونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا یا اسکا انھیں غرور تھا لہٰذا اچھا ہوا چوری ہوگئی کہ غرور جاتا رہا یا مضر دور ہوگیا دونوں تقدیروں پر یہ ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے۔

(۲) ایک شخص سے کوئی خلاف کلمہ نکلا بعد کو اس نے اس سے صراحتہً انکار کیا اور اسکا قبح تسلیم کرلیا یا اسکو چھوڑکر اسکے مخالف حق کلمہ کا اقرار کیا آیا یہ توبہ ہوگئی یا ضرور ہے کہ لفظ توبہ کہے۔

(۳) ہمارے اعزہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہوکر کہا نہ معلوم تمھیں فلاں کے مکان سے (نام لیکر) کیا عشق ہے شوہر نے کہا خدا جانے اسپر عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں ہے اور اسکے بعد ایک اور جملہ کہا جو شاید یہ تھا کہ سب تمھارے حیلہ حوالے بیکار یہ ان بے پروائیاں ہیں یہ جملہ کیسا اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ (۱) اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ سرقہ اچھی بات ہے جس سے حرام قطعی کا استخفاف بلکہ استحسان ہوکر معاذ اللہ نوبت بہ کفر پہنچے بلکہ اس مسروق منہ کے نقصان مال کا استحسان سمجھا جاتا ہے اور یہی مقصود ہوتا ہے یہ کبھی براہ حسد ہوتا ہے اور حسد حرام ہے اس صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے کبھی براہ عداوت ہوتی ہے کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے اس کا حکم اس عداوت کا تابع رہیگا اگر عداوت مذمومہ ہے یہ بھی قبیح و مذموم ہے اور اگر عداوت محمودہ ہے جیسے اعداء اللہ سے دشمنی تو اسمیں بھی حرج نہیں ربنا اشدد علی قلوبھم واطمس علی اموالھم جب دعا سے اوس کا نقصان چاہنا روا ہے تو بعد وقوع اس پر خوش ہونا کیا بیجا ہے کبھی وہ صورت ہوتی ہے جو سوال میں مذکور ہے وہ اگر بہ نیت صحیحہ ہے وغیر محظور کہ یہ اسکے نقصان پر خوش ہونا نہیں بلکہ نفع پر واللہ تعالٰی اعلم

(۲) لفظ توبہ نہ ضرور نہ کافی جو قول بیجا صادر ہوا تھا اس پر ندامت اور اس سے تبری درکار ہے السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری عزوجل سے معاذ اللہ نفی علم کرے نہ زنہار اسکے کلام سے سامع کا ذہن اسطرف جاسکتا ہے بلکہ شوہر نے کہا تھا خدا جانے یعنی کوئی چیز مخفی ہے جو مجھے معلوم نہیں یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا اسنے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں اسے اس ہولناک حکم سے کوئی تعلق نہیں نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بفرض غلط نفی علم ہی مراد لیں تو معاذ اللہ نفی مطلق کی ہرگز بو بھی نہیں بلکہ اس امر خاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا اور علم الٰہی سے کسی شے کی نفی اسکے علم سے نفی ہے کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا فکان من باب قولہ تعالٰی وجعلوا للہ شرکاء قل سموھم ام تنبؤنہ بما لا یعلم فی الارض

ہاں ارسالِ لسان ہے جس سے احتیاط درکار اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی تکفرن العشیر میں داخل کرنیکو بس ہے توبہ چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ: قول انور الحق تحصیل اپوریاں ضلع لاہور بروز چہارشنبہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ (مکتوب (قول انور الحق) میں عریضہ لکھکر دوبارہ یا سیدنا و مولٰنا و مرشدنا عرض کرتا ہوں کہ آپ ہم لوگوں میں مثل رسول ونبی کے ہیں آپ ضرور ہم خاکساروں کی عرض سُن کر جواب روانہ فرماویں۔

تنبیہ: مولانا یہ لفظ بہت سخت ہے لا الٰہ الا اللہ، یہ فقیر حقیر ذلیل سیاہ کار نابکار کیا چیز ہے اس اکابر کے لیے یہ لفظ حدیث میں آیا ہے کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ شیخ اپنی قوم میں **مانند** نبی کے ہیں اپنی اُمت میں مگر **مثل** اور **مانند** میں بہت فرق ہے **مثل** معاذ اللہ مساوات کا ایہام کرتا ہے اور **مانند** صرف ایک مشابہت چاہتا ہے علما فرماتے ہیں اس لیے سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایمانی کایمان جبریل فرمایا نہ **مثل** ایمان جبریل۔ فقط

مسئلہ: مسئولہ سید حمید الرحمٰن صاحب صابری فاروقی گولہ گھاٹ محلہ کچہری ہاٹ آسام ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے مرشد زادہ کو حقارت و بے ادبی سے کچھ باتیں کہا ومرشد زادہ قوم کی سید حسینی ہے اور ہندوستان کی مدرسہ عربی کی تعلیم یافتہ مولوی ہے اور اہل طریقہ میں قادریہ عالیہ ہیں حقیقت میں اُس مرشد زادہ کا کچھ بھی خطا و قصور نہیں تھا جبراً اُس شخص نے بہت لوگوں کے سامنے اس مرشد زادے کو بے ادبی اور حقارت سے باتیں کہا اب از روئے شرع دین متین اُس شخص کو کیا حکم دیتے ہیں اب ایمان ونکاح میں کچھ خلل اُسکا ہوگا یا نہیں فقط

الجواب: بلاوجہ کسی مسلمان کو سخت وسست کہنا حرام ہے نہ کہ سید نہ کہ عالم نہ کہ اپنا مرشد زادہ صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُسنے مجھے ایذا دی جس نے مجھے ایذا دی اُسنے اللہ عزوجل کو ایذا دی دوسری حدیث میں ہے ثلثۃ لایستخف بحقہم الا منافق بین النفاق ذوالشیبۃ فی الاسلام و ذوالعلم وامام مقسط تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانیگا مگر کھلا منافق ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا دوسرا عالم تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ صورت واقعہ اگر یوہیں ہے جیسے سوال میں مذکور ہوئی تو وہ شخص ضرور مرتکب کبیرہ ہوا۔ مگر اسلام ونکاح میں خلل نہیں کہہ سکتے جب تک کوئی خاص قول وفعل اسمیں مخل صادر نہ ہوا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- از بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب ۴ رجب ۱۳۳۹ھ

زید ایک شخص ہے جس کا نکاح بکر کی لڑکی کے ساتھ ہوا ہے۔ اب چند بچے پیدا ہونے کے بعد زید نے اپنی بیوی کی ہمشیرہ کے ساتھ یعنی حقیقی سالی کے ساتھ بھی عقد کرلیا ہے اور دونوں سے مراسم بیوی کی ادا کرتا ہے اور دونوں کی اولاد بھی ہے اور زید قوم قصاب سے ہے آیا ایسی حالت میں اسکو زانی کہہ سکتے ہیں یا نہیں اور اس کے ہاتھ کا گوشت خریدنا چاہیئے یا نہیں اور اسکی موت میں شریک ہونا چاہیئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:- وہ ضرور حرامکار ہے۔ اس سے گوشت خریدنا بلکہ سلام کلام کرنا ہی نہ چاہیئے موت میں شرکت اسکے عزیز قریب کریں گے اوروں کو بلا ضرورت شرکت کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- مرسلہ محمد تقی مقام بکسر متصل اسٹیشن ریلوے۔ بتوسط حاجی رحیم بخش صاحب ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو اوقات مختلفہ میں ابلیس مردود کافر متعدد بار کہا زید معمر ہے بکر نو عمر۔ بکر یوم جمعہ کو خطبۂ جمعہ پڑھ رہا تھا اثناء خطبہ میں کسی آیۂ کریمہ میں غلطی ہوئی زید نے چلا کر بتایا بکر نے اپنی غلطی کی اصلاح کرلی مگر زید نے اُسی ساعت میں چلّا چلّا کر چند بار اپنی قراءت کرتا ہی رہا پھر بعد فراغ نماز زید نے سب لوگوں کو ٹھہرایا اور کہنے لگا یہ مردود ابلیس ہمیشہ غلط پڑھتا۔ اور مجھے ذبح کردیا ہے بکر نے سوائے سکوت کوئی جواب نہیں دیا اور اگر زید موجود ہے تو بکر نماز پڑھانے کے لئے زید کو کہلائے مگر زید نہ پڑھائے پھر بکر نے دو جمعہ پڑھا کر جواب دیا کہ وہ شخص جمعہ پڑھائے جس سے کوئی غلطی نہ ہو۔ مقتدیوں نے کہا تم ضرور پڑھاؤ تو مخالفت کا باعث معلوم ہوتا ہے اور ثابت بھی ہوگیا۔ بہرحال دوسرے امام مقرر کیے گئے چند دنوں بعد امام صاحب نے انتقال فرمایا اُسکے بعد زید خود ہی نماز پڑھانے لگا اس حالت میں زید کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں ان دونوں میں شرعًا کافر ابلیس کون ہوگا۔

الجواب: مسلمانوں کو بلا وجہ شرعی مردود یا ابلیس کہنا سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے
وَالذین یؤذون المومنین والمومنت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مومنا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ
جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور مسلمان کو کافر کہنا تو ایسا سخت ہے کہ احادیث کثیرہ صحیحہ میں فرمایا فقد باء بہا احدھما یہ بلا دونوں میں سے ایک پر ضرور پڑے گی جسے کافر کہا اگر وہ واقع میں کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آئیگا ولہذا امام اعمش وائمہ بلخ وغیرہم کثیر فقہائے کرام کا فتوی یہی ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر

ہو جاتا ہے والصحیح فیہ تفصیل اوردناہا فی فتاوٰنا عین حالت خطبہ میں تصحیح بکر کے بعد بھی جو زید بار بار اپنی قراءت کرتا رہا یہ بھی حرام تھا قال اللہ تعالٰی اذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون زید اگر بلا وجہ شرعی ان الفاظ کا مرتکب ہوا ہے تو اُس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور بکر سے معافی چاہے ورنہ وہ فاسق معلن ہے اُسے امام بنا ناگناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از پوسٹ کانت فقیرہاٹ۔ مدرسہ اسلامیہ کالاپل چاٹگام۔ مرسلہ وحید اللہ صاحب ۲۶ ربیع الاول ۳۶ھ

ماتکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ھذہ المسألۃ ان رجلا اخا الجھل قال لمعلم العلوم العربیۃ اعنی المبادی والمقاصد ماانت الابشر مثلنا فقال لہ اذا کان الامر کذٰلک فما اصنع فی المدرسۃ العالیۃ مثلا فاجاب لہ یاراعی البقر والخنزیر ترعیھما فیھا وایضا اعتقد ان اللہ یغفر ویدخل الجنۃ من یشرک بہ لمن یشاء فذکر العالم شیئا من اٰیۃ القراٰن والاحادیث الصحیحۃ فقال ھذا لیس بشیئ ففی الصورۃ المسئولۃ ھل یجب التوبۃ وتجدید النکاح علیہ ام لا۔

(۲) من قال واعتقد تارک الصلوٰۃ کافر فالقائل ھل ھو خارج عن مذھب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی ام لا۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- اما ما خاطب بہ العالم فھو من جھلہ وسوء ادبہ یستحق بہ التعزیر الشدید اللائق بحالہ الزاجر لہ ولا مثالہ ففی الحدیث عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق بین النفاق عالم وذوالشیبۃ فی الاسلام وامام مقسط اما قولہ ان اللہ یغفر لمن یشرک بہ لمن یشاء فمخالف للقراٰن العظیم قال اللہ عزوجل ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء واما قولہ لاٰیات القراٰن العظیم والاحادیث ھذا لیس بشیئ فھذا لیس بشیئ الا الکفر الا الکفر الجلی تجری بہ علیہ احکام المرتدین فعلیہ ان یسلم واذا اسلم فلیجدد نکاحہ برضا المرأۃ وان لم ترض فلھا الخیار تعتد وتنکح من تشاء واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

(۲) الحکم بالکفر علی تارک الصلوٰۃ وارد فی صحاح الاحادیث وعلیہ

جمہور الصحابۃ والتابعین ولیست المسألۃ فقہیۃ بل کلامیۃ وقد اختلف اھل السنۃ قدیما فمن قال باحد القولین لایجزم بہ عن الحنفیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: ازبنگلور بازار مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب مورخہ ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ ایک شخص درود شریف یوں پڑھتا ہے اللھم صل وسلم علی محمد سیدنا وھادینا ومرشدنا ومحمد وسمنا (نام اپنے پیر کا لیتا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک پر نہ سیدنا وھادینا ہے اور اپنے پیر کے نام پر القاب تعظیمی لگاتا ہے۔ بس ایسا درود پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور کوئی پیر اسکو روا رکھے تو کیسا ہے۔

(۲) بشیر ونذیر القاب مخصوصہ سیدالعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں یا اور کسی کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے مریدوں سے کہلوائے اور اپنی نسبت روا رکھے تو اس پیر ومرید کا شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب: یہ بیجا ہے اور ایک نوع ظلم ہے اس سے احتراز چاہئے۔ ادب تو یہ ہے کہ اکابر کے نام کے ساتھ ان کے اصاغر کا نام لیا جائے اگر وہ اپنے اکابر ہوں تو ان کے نام کے ساتھ ان کے نام میں زیادہ الفاظ تعظیمی ضروری نہیں نہ کہ معاذاللہ عکس۔ عرب میں کنیت تعظیم ہے۔ امام ابویوسف امام محمد کے استاذ مگر امام اعظم کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ جتنی کتابیں بروایت امام ابی یوسف حضرت امام اعظم سے روایت کیں ان میں امام ابویوسف کو کنیت سے یاد نہ کیا بلکہ نام سے محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم اس کا نکتہ علماء نے یہی لکھا ہے۔ اس شخص پر اس سے احتراز لازم ہے اور پیر پر واجب ہے کہ اسے ہدایت کرے اور اگر یہ مطلب ہوکہ پیر کی عظمت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زائد ہے تو یہ صریح کفر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تمام صفات کریمہ بایں معنی خصائص حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور کا مماثل وشریک نہیں۔ امام ابومحمد بوصیری قدس سرہ فرماتے ہیں:

منزہ عن شریک فی محاسنہ ... فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

مگر حضور نے اپنی بعض صفات کریمہ کا اپنے مستفیضوں اپنے خادموں اور اپنے غلاموں پر بھی پرتو ڈالدیا جیسے علیم علیہ رحیم کریم کہ ان صفات کی تجلی جسمیں متحقق ہو اس پر انکے اطلاق میں حرج نہیں۔ بشیر ونذیر بھی انھیں صفات میں ہیں قال اللہ تعالٰی مبشرین ومنذرین وقال تعالٰی وان من امۃ الاخلا فیھا نذیر وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ بشروا ولا تنفروا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از اجمیر شریف کارخانہ گرنیج علاقہ نمبر ۳۰ لوہار خانہ۔ مرسلہ جمال محمد
۱۴؍ جمادی الآخر سـ۳۸ھ

ہر کسی کو شیطان کہیں یہ حلال یا حرام

الجواب :- گمراہ بددین کو شیطان کہا جا سکتا ہے اور اُسے بھی جو لوگوں میں فتنہ پردازی کرے۔ اِدھر اُدھر لگا کر فساد ڈلوائے۔ جو کسی کو گناہ کی ترغیب دیکر لے جائے وہ اُسکا شیطان ہے اور مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(جلد پنجم ختم ہوئی)

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اپریل ۱۹۸۰ء میں رضا اکیڈمی نے سیدنا سرکار اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ترجمۂ قرآن کنز الایمان شریف شائع کیا تھا جس کا اجراء خلیفہ اعلیٰحضرت حضور برھان ملت مولانا برہان الحق صاحب جبلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں ہوا تھا۔

کنز الایمان شریف کا ایک نسخہ جب آقائے نعمت دریائے رحمت سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھایا گیا تو آپ نے دستِ مبارک اٹھا کر رضا اکیڈمی اور اس کے اراکین کو دعاؤں سے نوازا۔ بس پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے اس محبوب بندے کے ہاتھوں کی ایسی لاج رکھی کہ جس کا فیضان دنیا دیکھ رہی ہے۔ کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے

ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروروں درود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ اور اس کے رسول کے کرم سے رضا اکیڈمی کے ذریعہ جو بھی خدمت ہو رہی ہے وہ فیضان ہے سیدنا حضور غوث اعظم کا سیدنا اعلیٰحضرت کا حضور مفتی اعظم کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس ادارہ کی جانب سے ۷۵ سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کنز الایمان شریف کا اردو، انگریزی ایڈیشن (ہندی ایڈیشن زیر تکمیل ہے) بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف یہ تینوں درسی کتابیں مدارس دینیہ کو الحمد للہ مفت تقسیم کی جارہی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد ۸۵ء میں شائع ہو چکی ہے اور اب آپ کے ہاتھوں میں قریب قریب مکمل فتاویٰ رضویہ کی جلدیں موجود ہیں۔ دعا فرمائیں کہ رب قدیر رضا اکیڈمی سے مسلک حقہ کی خدمت لیتا رہے اور پیغامِ رضا کو دنیا بھر میں پہونچانے کی توفیق رفیق عطا فرماتے۔

آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اسیر مفتی اعظم: محمد سعید نوری
۱۴ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ